رؤیت ہلال
اور
اس سے متعلق چند اہم مسائل

[اسلامک فقہ اکیڈمی(انڈیا) کے انتیسویں فقہی سمینار منعقدہ ۲۳ تا ۲۴ ؍ صفر المظفر۱۴۴۳ھ
مطابق۱تا۲؍اکتوبر ۲۰۲۱ء المعہد العالی الاسلامی حیدر آباد (تلنگانہ)
میں پیش کئے گئے علمی، فقہی اور تحقیقی مقالات ومناقشات کا مجموعہ]

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : رؤیت ہلال اور اس سے متعلق چند اہم مسائل
صفحات : ۸۷۲
قیمت : ۵۴۰؍روپے
سن طباعت : فروری۲۰۱۵ء

ناشر

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)
۱۶۱- ایف، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۴۶
جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵
ای میل:fiqhacademyindia@gmail.com
فون: ۰۱۱ - ۲۶۹۸۱۷۷۹

مجـــلـــــس ادارتـــــــــــ

١- مولانا محمد نعمت الله اعظمی
٢- مولانا بدر الحسن قاسمی
٣- مولانا خالد سیف الله رحمانی
٤- مولانا عتیق احمد بستوی
٥- مفتی محمد عبید الله اسعدی


بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

عنوان	مقالہ نگار	صفحہ
پیش لفظ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	٧
باب اول: تمہیدی امور		
تجاویز		١١
سوالنامہ		١٤
تلخیص مقالات	مفتی احمد نادر القاسمی	١٩
عرض مسئلہ (سوال ١-٣)	مفتی انور علی اعظمی	٧٧
عرض مسئلہ (سوال ٤-٦)	مفتی ظفر عالم ندوی	٩٥
عرض مسئلہ (سوال ٧-٨)	مولانا محبوب فروغ عالم قاسمی	١٠٥
باب دوم: تفصیلی مقالات		
رؤیت ہلال سے متعلق احکام ومسائل	مفتی انور علی اعظمی	١١٧
رؤیت ہلال سے متعلق مطلع کے حدود اور جدید تحقیقات	ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی	١٣٦
مسائل رؤیت ہلال - بعض تنقیحات	مولانا اختر امام عادل قاسمی	١٥٩
رؤیت ہلال اور فقہاء کے نقاط نظر	مفتی شبیر احمد قاسمی	١٨٩
رؤیت ہلال، اختلاف مطالع، حقائق اور احکام	مفتی اقبال احمد قاسمی	٢٢٣
رؤیت ہلال، بصری رؤیت، فلکیاتی حساب، غور وفکر کے چند پہلو	مفتی اقبال محمد ٹنکاروی	٢٥٢
رؤیت ہلال اور جدید نظام فلکیات سے استفادہ (شامل اشاعت سوال ٢-٨)	مفتی محمد صادق محی الدین فہیم	٣٠٢
رؤیت ہلال میں بصری رؤیت کی اہمیت اور حکم شرعی	مولانا خورشید انور اعظمی	٣٣١
رؤیت ہلال کے مسئلہ پر ایک نظر	مفتی راشد حسین ندوی	٣٤٦
رؤیت ہلال، اختلاف مطالع اور موجودہ انتشار کا حل	مفتی عبد الرحیم قاسمی	٣٧٤
رؤیت ہلال سے متعلق عہدہ حاضر کے مسائل	مفتی محمد عثمان قاسمی بستوی	٤٠١
رؤیت ہلال سے متعلق چند پیش آمدہ اہم مسائل	مولانا مصطفی عبد القدوس ندوی	٤٢٦
رؤیت ہلال اور اس کے حدود وشرائط	مولانا ولی اللہ مجید قاسمی	٤٥٢
رؤیت ہلال سے متعلق چند اہم مسائل	مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی	٤٧٥

مسئلہ رؤیت ہلال اور نظام فلکی، شرعی نقطہ	مفتی اظہار الحق قاسمی	٥٠٣
رؤیت ہلال سے متعلق چند اہم مسائل	مفتی محمد فاروق قاسمی	٥٢٦
رؤیت ہلال میں فلکیاتی حساب سے مدد لینے کی شرعی حیثیت (سوال نمبر ٢-٨)	قاضی ریاض ارمان قاسمی	٥٥٠
مسئلہ رؤیت ہلال فلکیاتی حساب اور وحدت - ایک شرعی جائزہ (سوال نمبر ٢-٨)	مولانا شاہ عالم گورکھپوری	٥٧٣
رؤیت ہلال میں فلکیاتی حساب اور محکمہ موسمیات سے مدد	مولانا محمد اکرم بن اسلم رشید	٦٠١
رؤیت ہلال میں مطالع کی وحدت	مفتی معز الدین قاسمی	٦٢٣
رؤیت ہلال سے متعلق چند اہم مسائل	مفتی محمد حسین ماہمکر فلاحی	٦٤٠
رؤیت ہلال اور محکمہ موسمیات وفلکیات سے مدد (سوال ٢-٨)	مفتی محمد صالح الزماں قاسمی	٦٦٢
رؤیت ہلال میں رؤیت بصری اور فلکی کا مسئلہ	مفتی امتیاز احمد واعظ قاسمی	٦٩٣
رؤیت ہلال میں فلکیاتی حساب سے مدد	مولانا محمد صابر حسین ندوی	٧١٣
رؤیت ہلال میں فلکیاتی حساب کی حیثیت (سوال ٢-٨)	مفتی محمد اسجد دیولا	٧٣٠
فلکیاتی حساب کے ذریعہ رؤیت ہلال -چند اہم مسائل (سوال ٢-٨)	مولانا محمد صبیح اختر قاسمی	٧٤٥
باب سوم: مختصر تحریریں		
رؤیت ہلال سے متعلق چند اہم مسائل	مفتی ظفر عالم ندوی	٧٦١
کیا ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ کے لئے معتبر ہے	مفتی حبیب اللہ قاسمی	٧٧٤
رؤیت ہلال اور ثبوت رمضان وعید	مفتی محمد قمر الدین محمود بڑودہ	٧٨٢
رؤیت ہلال اور اختلاف مطالع	مفتی عبد المنان دیوبندی (افغانستان)	٧٩٣
مسائل رؤیت ہلال اور موجودہ دشواریوں کا حل	مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی	٨٠٣
رؤیت ہلال اور اختلاف مطالع -نقل وعقل کی روشنی میں	مولانا رحمت اللہ ندوی	٨١٢
رؤیت ہلال سے متعلق چند اہم مسائل	مفتی اشرف عباس قاسمی	٨٢٤
رؤیت ہلال سے متعلق اہم مسائل	مفتی محمد مقصود رامپوری	٨٣٣
مطالع کے اختلاف واتحاد کا مسئلہ	مولانا اسجد بن محمد شفیع	٨٤٦
باب چہارم: مناقشہ		
مناقشہ		٨٥٧

پیش لفظ

کورونا کی عالمی وبا اور لاک ڈاؤن کے درمیان پوری دنیا گویا بند سی ہو گئی تھی، اکیڈمی نے اپنے دفتر سے اگرچہ کہ دوسرے کاموں کو جاری رکھا؛ لیکن سمینار کا سلسلہ جاری نہیں رہ سکا، لاک ڈاؤن کی پابندیوں کے بعد پہلا سمینار المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد (تلنگانہ) میں ۲۳، ۲۴، صفر المظفر ۱۴۴۳ھ مطابق یکم ودو اکتوبر ۲۰۲۱ء کو منعقد ہوا، یہ اکیڈمی کا انتیسواں سمینار تھا، اس میں چار موضوعات میں سے ایک موضوع رؤیت ہلال تھا۔

اسلامی ہجری کیلنڈر ہلال ہی پر مبنی ہے؛ اس لئے طلوع ہلال سے ہجری تاریخوں کے علاوہ متعدد شرعی احکام بھی مربوط ہیں، جیسے: یوم عاشورہ، پندرہ شعبان، رمضان المبارک، عید الفطر، عید قرباں اور ایام حج؛ اس لئے یہ موضوع بہت اہم ہے؛ چوں کہ مطلع کے اختلاف اور مطلع کے صاف ہونے اور ابر آلود ہونے کی وجہ سے رؤیت ہلال کی تاریخوں میں بھی فرق ہو جاتا ہے، اور بعض اوقات خاصا اختلاف بھی پیدا ہو جاتا ہے؛ اس لئے اس مسئلہ کی خصوصی اہمیت ہے، اکیڈمی پہلے بھی اس موضوع پر ایک سمینار رکھ چکی تھی؛ لیکن اس کے باوجود بعض پہلو تحقیق طلب تھے، اس پس منظر میں اس سمینار کے لئے ایک موضوع ’’ رؤیت ہلال ‘‘ کا بھی رکھا گیا، جس پر بڑے اہم مقالات آئے۔

یہ سوالنامہ ۸، سوالات پر مشتمل تھا، جس پر عرض مسئلہ کے لئے تین اہل علم مفتی انور علی اعظمی، مفتی ظفر عالم ندوی اور مولانا محبوب فروغ قاسمی کو زحمت دی گئی، اکیڈمی کے رفیق شعبۂ علمی مفتی احمد نادر قاسمی نے بڑی جانفشانی سے مقالات کی تلخیص اور ایڈیٹنگ وترتیب کا کام انجام دیا، بحیثیت مجموعی تفصیلی اور مختصر ۳۵ مقالات اکیڈمی کو موصول ہوئے، یہ سب اس مجموعہ میں شامل ہیں، مقالات کے علاوہ سمینار میں ہونے والا مناقشہ بھی لفظ بہ لفظ نوٹ کیا جاتا ہے، یہ مناقشہ بھی شامل اشاعت ہے، مجلات کے شروع میں ہمیشہ تجاویز طبع کی جاتی ہیں؛ کیوں کہ وہی اکیڈمی کا نقطۂ نظر ہوتا ہے، باقی مقالات میں مختلف باتیں آتی ہیں، جن کی حیثیت مقالہ نگار کی ذاتی رائے کی ہوتی ہے، یہ تجاویز بھی اس مجموعہ میں موجود ہیں۔

دعاء ہے کہ اکیڈمی کے دوسرے مجلات کی طرح یہ مجموعہ بھی اہل علم کی بارگاہ میں پذیرائی حاصل کرے، وباللہ التوفیق وھو المستعان۔

۱۵، صفر ۱۴۴۴ھ — خالد سیف اللہ رحمانی

۱۳، ستمبر ۲۰۲۲ء — (جنرل سکریٹری: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

* * *

پہلا باب

تمہیدی امور

تجاویز:

رؤیت ہلال سے متعلق چند اہم مسائل

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے انتیسویں فقہی سمینار منعقد ۲۴ تا ۲۶ صفر المظفر۱۴۴۳ھ مطابق ۲ تا ۴؍ اکتوبر ۲۰۲۱ء کے موضوعات میں سے ایک اہم موضوع ''رؤیت ہلال سے متعلق چنداہم مسائل'' کا ہے ، اس موضوع پر موصول ہونے والے تمام مقالات ، پھر تیار ہونے والا عرض مسئلہ اور اس پر ہونے والے مناقشات کی روشنی میں درج ذیل تجاویز مرتب کی گئیں :

۱- پہلی تاریخ کو اُفق پر چاند کے نمودار ہونے کی جگہ کو مطلع کہتے ہیں ، جن جگہوں میں عموماً چاند ایک ہی دن نظر آتا ہے ان کا مطلع شرعاً ایک مانا جائے گا ، اور ایسی دو جگہیں جہاں عموماً چاند ایک دن پہلے یا بعد نظر آتا ہو تو ان کا مطلع شرعاً الگ مانا جائے گا۔

۲- جن علاقوں کا مطلع ایک ہے اگر ان کے کسی حصہ میں رؤیت ثابت ہوجائے تو ملک کے دوسرے خطے کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے مقامی قاضی یا ہلال کمیٹی کے اعلان کا انتظار کریں ؛ البتہ مقامی قاضی اور ہلال کمیٹی کو چاہئے کہ شرعی ضابطے کے مطابق اطمینان کے بعد ہی کوئی فیصلہ کریں ۔

۳- بصری رؤیت ممکن ہے یا نہیں ، اورمطلع صاف رہے گایانہیں،اس کو جاننے کے لئے فلکیات و موسمیات کے ماہرین سے مدد لینے میں حرج نہیں ہے ؛ البتہ ثبوت ہلال کا مدار بصری رؤیت پر ہوگا ، فلکیاتی حساب پر نہیں ۔

۴- اگر ۲۹ تاریخ کو فلکیاتی حساب سے بصری رؤیت ممکن نہ ہو تو شہادت قبول کرنے میں حد درجہ احتیاط لازم ہے ۔

۵- مطلع کے صاف نہ ہونے سے مرادیہ ہے کہ زمین سے چاند دیکھنے میں کسی بھی قسم کی رکاوٹ حائل ہوجائے خواہ وہ ابر ہو یا گرد و غبار یا ماحولیاتی کثافت وغیرہ ۔

۶- مطلع صاف ہونے کی صورت میں چاند رمضان کا ہو یا عیدین کا، ایک بڑی تعداد کو چاند نظر آنا ضروری ہے۔

۷- ثبوت ہلال کے لئے موجودہ دور میں اتنا کافی ہے کہ چاند دیکھنے والا معاشرہ میں جھوٹا نہ سمجھا جاتا ہو ، نیزفسق و فجور میں بدنام نہ ہو۔

۸- چاند دیکھنے والے کوچاہئے کہ جہاں قاضی رؤیت ہلال کا فیصلہ کرتاہو،وہانقاضی کے پاس اور جہاں رؤیت ہلال کمیٹی فیصلہ کرتی ہو، وہاں کمیٹی کے

پاس جاکر شہادت دے؛ اس لئے کہ چاند کی رؤیت کا اہتمام اور اس کی شہادت بھی عبادت اور کارِ ثواب ہے۔

۹- جب قاضی اور رؤیت ہلال کمیٹی تک شہادت نہ پہنچے تو چاند دیکھنے والے پر فوری شہادت دینی ضروری ہے، بلاعذر اس میں تاخیر درست نہیں۔

۱۰- جہاں قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی ثبوت ہلال کا فیصلہ کرتی ہے تو اس حلقہ کے تمام مسلمانوں کے لئے اس پر عمل ضروری ہے، دیگر علاقوں یا پورے ملک کے مسلمانوں پر وہ اعلان حجت نہیں ہوگا، جب تک کہ وہاں کے ذمہ دار اعلان نہ کریں۔

۱۱- ریڈیو، ٹیلی ویژن یا دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ قاضی یارؤیت ہلال کمیٹی کے متعینہ الفاظ میں اسی کی طرف نسبت کرکے اعلان ہو تو یہ اعلان معتبر اور واجب العمل ہوگا، خواہ اعلان کرنے والا کوئی بھی ہو ۔

۱۲- دائمی کثافت والے ملکوں میں ماہرین فلکیات کے حساب کو مدار بنانے کے بجائے ایسے قریبی ممالک کی رؤیت کا اعتبار ہوگا، جہاں عموماً مطلع معمول کے مطابق رہتا ہو ۔

۱۳- ملک کے متعدد صوبوں میں رؤیت ہلال کا فیصلہ ہوجائے اور یہ خبر ایسے باوثوق ذرائع سے دوسرے صوبوں تک پہنچ جائے کہ عقلاً جھوٹ کا احتمال باقی نہ رہے تو اس خبر کو استفاضہ کے درجہ میں رکھ کر دوسرے صوبے کے قاضی یاہلال کمیٹی بھی فیصلہ کرسکتے ہیں۔

۱۴- کسی صوبہ و شہر میں عام رؤیت یا مطلق رؤیت کا ثبوت نہ ہونے کی صورت میں جب کہ قریبی مقامات میں رؤیت ہوچکی ہو، اعلان کا حق قاضی یا ہلال کمیٹی کو حاصل ہے ، ان کے نہ ہونے کی صورت میں یہ حق کسی ایسے عالم و مفتی کو ہوگا جس کی طرف لوگ دینی اُمور میں رُجوع کرتے ہوں، غیر مجاز لوگوں کی طرف سے کیا جانے والا اعلان معتبر نہ ہوگا۔

۱۵- غیر مجاز لوگوں کی طرف سے اعلان کی صورت میں اگر لوگ روزہ توڑ دیتے ہیں تو صرف قضاء لازم ہوگی۔

۱۶- ایک شہر یا صوبے میں ایک ہی ہلال کمیٹی ہونی چاہئے، متعدد ہونے کی صورت میں ان کا حتی الامکان باہمی تال میل اور موافقت ضروری ہے؛ تاکہ اُمت کو انتشار سے بچایا جاسکے۔

۱۷- یہ سمینار علما،دینی اورملی تنظیموں اور ملت کی ذمہ دار شخصیتوں سے اپیل کرتاہے کہ رؤیت ہلال کے سلسلے میں وہ ایک ایسی کمیٹی تشکیل دیں جو ملک کے تمام صوبوں میں قائم رؤیت ہلال کمیٹی اور چاند کا اعلان کرنے والے اداروں سے رابطہ کرکے معلومات حاصل کرے اورشرعی اصولوں کی روشنی میں تحقیق کے بعد صوبائی کمیٹیوں اور اداروں کو اعتماد میں لیتے ہوئے ملک گیر سطح پر رویت ہلال کا اعلان کرے۔کوشش

کی جائے کہ اس میں تمام مسالک کے نمائندے شامل ہوں؛تاکہ اختلاف وانتشار کی شکل پیدانہ ہو۔

۱۸- یہ سمینار مدار س اسلامیہ سے اپیل کرتاہے کہ گزشتہ ادوار کی طرح نصاب میں علم ہیئت کو ایک لازمی مضمون کی حیثیت سے شامل کیاجائے اوراساتذہ وطلبہ کی اس پہلو سے تربیت کیلئے فنی ماہرین کے پروگرام بھی رکھے جائیں۔

* * *

سوالنامہ:

رؤیت ہلال سے متعلق چند اہم مسائل

اسلام نے متعدد عبادات اور شرعی احکام کو قمری ماہ و سال سے وابستہ کیا ہے، اور قمری ماہ کے آغاز کا مدار ہلال کی بصری رؤیت پر رکھا ہے، خصوصاً روزہ جیسی اہم ترین اسلامی عبادت کا آغاز و اختتام، اسی طرح دونوں اسلامی تہواروں عیدالفطر اور عید الاضحی (جن کی حیثیت اصلاًعبادت کی ہے) کی ادائیگی بھی قمری ماہ و تاریخ سے وابستہ ہے،اس لئے رؤیت سے متعلق قدیم وجدید سوالات کا شرعی حل ایک اسلامی فریضہ ہے،جو بابصیرت اور دقیق النظر علماء اور اصحاب افتاء پر عائد ہوتا ہے، رویت ہلال کے بارے میں کچھ اہم اور بنیادی مسائل پر علماء کی طرف سے متفقہ رائے نہ ہونے کی وجہ سے بعض اوقات مسلمانوں میں انتشار پیدا ہوجاتا ہے، جس سے روزہ جیسی اہم عبادت اور عید الفطر و عید الاضحی کی پرمسرت تقریبات متاثر ہوتی ہیں، ذرائع ابلاغ کی نئی ایجادات اوربعض علاقوں میں نظام قضاء کے فقدان کی وجہ سے بھی بہت سے نئے مسائل پیدا ہوگئے ہیں، لہذا اس سلسلہ میں چند بنیادی سوالات اصحاب علم و تحقیق اور علماء و فقہاء کی خدمت میں اس امید کے ساتھ پیش کئے جارہے ہیں کہ آپ حضرات ان سوالات پر واضح اور مدلل جواب تحریر فرمائینگے۔

واضح رہے کہ اکیڈمی کے ساتویں فقہی سمینار(منعقدہ جنوری١٩٩٥ء، بمقام دارالعلوم ماٹلی والا بھروچ، گجرات) میں بھی ایک موضوع رؤیت ہلال کا تھا، مگر حالات کے تحت اس موضوع پرمزید غور و خوض کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی ،اب حالات کو دیکھتے ہوئے اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے ٢٩ویں فقہی سمینار کا ایک موضوع یہ بھی رکھا گیا ہے۔

١-الف:مطلع کسے کہتے ہیں؟ اس کے اصطلاحی مفہوم کو واضح کریں،اس ضمن میں مطلع کے حدود پر بھی روشنی ڈالی جائے اور موجودہ تحقیقات پر گفتگو کرتے ہوئے اپنی واضح رائے تحریر فرمائیں۔

ب- ہندوستان بشمول پاکستان و بنگلہ دیش کا مطلع محققین علماء ہند و پاک کے نزدیک ایک ہے، جبکہ بعض علاقوں میں بلندی کی سطح کافی مختلف ہے، اور بعض علاقے ساحلی سمندر پر دور تک آباد ہیں، اور بسا اوقات ساحلی پٹیونپرآباد علاقے(جیسے کیرالا) ، اسی طرح پاکستان کے بعض مغربی حصوں میں پہلے رؤیت ہوجاتی ہے، جبکہ ہندوپاک کے اکثر علاقوں میں رؤیت نہیں ہوتی تو کیا یہ علاقے ہندوپاک کے عام مطلع و حکم سے الگ ہیں؟

ج- ایسے علاقوں میں رؤیت ہوجانے پر ملک کے بقیہ حصوں کے لئے کیا حکم ہوگا؟ بقیہ علاقے اپنے مطلع کے لحاظ سے رؤیت پر عمل کریں گے، یا اس کی گنجائش ہوگی کہ یہ خاص علاقے(کیرل وغیرہ) چونکہ ملک کاہی ایک حصہ ہیں، تو وہاں ہونے والی رؤیت کا اعتبار کرلیں؟

د- جن علاقوں کا مطلع ایک ہے تو اگر کسی حصہ میں ۲۹تاریخ کو رؤیت ہلال کا ثبوت ہوجائے اور اس کا اعلان بھی کردیاجائے تو ملک کے دوسرے خطہ کے مسلمانونپر کیا یہ لازم ہے کہ وہ اس اعلان کے مطابق عمل کریں یا اپنے مقامی قاضی اور جہاں نظام قضاء نہ ہو وہاں کی رؤیت ہلال کمیٹی کے فیصلہ کا انتظار کریں؟ اور کیا دوسرے خطے کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹیاں اس اعلان کی پابند ہیں؟

۲- ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اکثر موسم کا فرق رہتا ہے، اور فضا میں ابر، گرد وغبار یا مختلف طرح کی کثافت کے اعتبار سے بھی ان کے مابین فرق ہے، اس لئے قمری مہینے کی ۲۹؍تاریخ کو ہر جگہ مطلع یکساں صاف یا گردآلود نہیں رہتا ہے تو:

الف- کیا رؤیت کے لئے فلکیاتی حساب سے مدد لی جاسکتی ہے؟ تاکہ یہ معلوم ہو کہ آج افق پہ چاندکی بصری رؤیت کا امکان ہے یا نہیں؟

ب- اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹؍تاریخ کو چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہ ہواور اس کے باوجود اس خطہ سے رؤیت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو کیا اسے قبول کیاجائے گا، یا یہ کہہ کر کہ ان کو غلط فہمی ہوئی ہے، شہادت رد کردی جائے گی، جیسا کہ بعض قدیم و جدید علماء کا نقطۂ نظر ہے۔

ج- چاند کی رؤیت کے لئے کیا محکمہ موسمیات سے مدد لی جاسکتی ہے؟ یعنی اس علم کے لئے کہ آج مطلع صاف ہے یا گرد آلودوکثافت زدہ ہے اور چاند کی رؤیت ممکن ہے یا نہیں؟

د- مطلع صاف نہ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ کیا صرف ابر کی وجہ سے مطلع کو متاثر ماناجاتا ہے یا اس کے دوسرے اسباب بھی ہوتے ہیں،اور اگر دوسرے اسباب بھی ہیں تووہ کیا ہوسکتے ہیں؟

ہ- اگر۲۹؍شعبان کو مطلع ابر آلود ہو اور ایک شخص کی شہادت کی بناء پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کردیا ہو،اس کے بعد رمضان کی ۳۰؍ تاریخ مکمل ہوچکی ہو، ۳۰؍رمضان کی شام کو موسم بالکل صاف ہو اور عید کا چاند دیکھنے کی بہت کوشش کے باوجود کسی کو عید کا چاند دکھائی نہ پڑا ہو تو کیا اگلے دن کو عید الفطر کا دن قرار دے کر عید منائی جائے گی؟یا یہ سمجھاجائے گا کہ جس فرد واحد نے رمضان کے چاند کی گواہی دی تھی اسے مغالطہ ہوا یا اس نے غلط بیانی سے کام لیا، لہذا اگلے دن کو رمضان کی ۳۰؍تاریخ قرار دے کر روزہ رکھنے کا فیصلہ کیاجائے گا۔

۳-الف: رمضان و عیدین کے ثبوت کے لئے جبکہ مطلع صاف ہو تو کتنے افراد

کے چاند دیکھنے کی شہادت کافی ہوگی؟چاند دیکھنے والوں کے لئے عدل کا وہ معیار ضروری ہے جو فقہاء نے عام طور پر لکھا ہے؟ یاموجودہ دور میں اتنا کافی ہے کہ چاند دیکھنے والا معاشرہ میں جھوٹا نہیں سمجھا جاتا اور صوم و صلوۃ کا پابند ہے؟اور کیا مستورالحال کی شہادت معتبر ہوگی؟

ب- چاند دیکھنے والوں کے لئے کیا قاضی کے پاس جاکر یا جہاں نظام قضاء نہ ہو وہاں کے مقامی علماء یا رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ دار کے پاس شہادت دینا ضروری ہے؟چاند دیکھنے والوں کا بیان اصولی طور پر شہادت ہے یا خبر؟اگر شہادت ہے تو کیا اس کے لئے شہادت اور مجلس قضا اور شہادت کی دیگر شرائط کا پایاجانا ضروری ہے؟

ج- چاند دیکھنے والوں کے لئے کیا فوری طور پر شہادت دینا ضروری ہے؟اگر چاند دیکھنے کے بعد چند گھنٹوں کی تاخیر یا ایک دن یا اس سے زائد کی تاخیر کے بعد شہادت دے تو کیا ان کی شہادت قبول کی جائے گی یا رد کردی جائے گی؟خصوصاً جبکہ رمضان و عید الفطر کے موقع پر تاخیر سے اعلان کی صورت میں مسلمانوں کے مابین شدید اختلاف وانتشار پیدا ہوجاتا ہے۔

۴-الف: صوبہ بہار واڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضا موجود ہے، اگر وہاں کا قاضی چاند کا ثبوت ملنے کے بعد اعلان کرتا ہے تو کیا اس کے حلقہ قضاء کے تمام مسلمانوں کے لئے اس اعلان پر عمل ضروری ہوگا یا نہیں؟

ب- قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتا ہے تو اس کا اعلان، اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا یا نہیں؟

ج- ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر صوبہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رؤیت کا اعلان کیا تو کیا یہ صرف اس صوبہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا یا پورے ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے، یعنی دوسرے علاقہ کے مسلمانوں کے حق میں وہ محض ایک خبرہے یا اس کے حق میں بھی اعلان سلطان کا درجہ رکھتا ہے؟

د- ریڈیو سے رؤیت ہلال کے اعلان کے معتبر ہونے کے لئے کیا معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہے؟یا کوئی بھی شخص اعلان کرے، اگر تجربات سے تصدیق ہوتی ہے کہ یہ شخص قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف خبر کی صحیح نسبت کیاکرتا ہے ،تو کیا اس پر اعتماد کرلینا کافی ہے؟

۵-الف: بعض علاقوں میں بالعموم مطلع ابرآلود رہتا ہے، اور بہت کم چاند کی رؤیت ۲۹ر تاریخ کو ممکن ہوتی ہے، جیسے برطانیہ وغیرہ، کہ سال کے کچھ یا اکثر مہینوں میں وہاں چاند ۲۹ر تاریخ کو نظر ہی نہیں آتا تو کیاایسی جگہوں میں ہمیشہ ۳۰ر دن کا مہینہ شمار کر کے رمضان و عیدین کا فیصلہ کیاجائے؟

ب- اگر مہینہ ۳۰ر دن کا شمار کیاجاتا ہے تو سال کے دنوں میں دیگر ممالک

اسلامیہ کے حساب سے ہفتہ دس دنوں کا فرق پڑ جاتا ہے، اور چار سال میں ایک مہینے کا فرق ہوجاتا ہے، تو کیا ایسی جگہوں میں چاند کی رؤیت کے لئے ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد کیاجائے؟ یا دیگر ممالک میں رؤیت ہلال کے اعلان پر عمل کیاجائے؟

ج- ملک کے چند شہروں یا صوبوں کی رؤیت ہلا ل کمیٹی کے ذمہ داران کی طرف سے رؤیت کے ثبوت کا فیصلہ ہوجانے پر ان جگہوں کے ریڈیواسٹیشن ان کی طرف سے رؤیت کا جو اعلان کرتے ہیں دوسرے علاقوں کے ذمہ داران کس حد تک ان اعلانات پر اعتماد کرسکتے ہیں؟کیا ان اعلانات کی بنیاد پر وہ رؤیت کا ثبوت مان کر اپنے علاقوں میں اعلان کرسکتے ہیں؟اور اس کے لئے کیا کم از کم تین جگہوں کا اعلان درکار ہوگا؟

د- ایک صوبے میں رؤیت کا ثبوت نہیں ہوتا اور اس صوبے سے متصل یا ملک کے مختلف صوبوں سے باوثوق ذرائع کے ساتھ رؤیت کی خبر ملتی ہے تو کیا اس کو استفاضہ خبر مانتے ہوئے اس صوبے میں بھی رؤیت کا اعتبار کیا جاسکتا ہے؟

۶-الف: رؤیت عامہ کی صورت میں تو حکم واضح ہے لیکن کسی علاقے ،صوبے اور شہر وغیرہ میں عام رؤیت نہ ہو یا مطلق رؤیت کا ثبوت نہ ہواور دوسرے قریبی مقامات میں رؤیت ہوتی ہے،تو رؤیت کے اعلان کا حق اوراس کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟

ب- ایسی صورت حال میں رؤیت کے فیصلہ واعلان کیلئے کوئی بھی عالم ومفتی مجاز ہے، یا یہ کہ انفرادی واجتماعی طور پر (کمیٹیوں وغیرہ) کی شکل میں جو لوگ ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں اور عوام وخواص اس مسئلہ میں ان سے رجوع کرتے ہیں ،وہ ذمہ دار ہیں، اور یہ انہیں کا حق ہے؟

ج- جہاں رؤیت کے فیصلہ و اعلان کا کوئی نظام موجود ہے، وہاں اس سے الگ ہٹ کر اگر کوئی اعلان کیاجائے خواہ کسی فرد کی طرف سے ہو یا ادارہ کی طرف سے تو اس کا کیا حکم ہوگا، اور کیا اس کا اعتبار کرتے ہوئے روزہ رکھنا یا عید کرنادرست ہوگا؟

د- غیر مجاز لوگوں کی طرف سے اعلان کی صورت میں روزہ نہ رکھنے والوں اور بالخصوص روزہ توڑ دینے والوں کے لئے کیا حکم ہوگا؟ وہ صرف قضا کریں گے یا ان پر کفارہ بھی عائد ہوگا؟

۷-الف: ایک شہر وصوبے میں ایک سے زائد ایسے نظام کا ہونا کیا حکم رکھتا ہے؟ جبکہ بسا اوقات اختلاف و انتشار کی نوبت آتی ہے تو ایسے اداروں کا کیا حکم وفرض بنتا ہے تاکہ اختلاف و انتشار سے بچا جاسکے۔

ب- ہندوستان کے تمام علاقوں کا مطلع ایک ہے اور پورے ملک کی سطح پر کام کرنے والا یا اعتماد رکھنے والا کوئی ادارہ موجود نہیں ہے،ایسی صورت میں ملک کے مختلف اداروں کے درمیان اتفاق و ارتباط کی کیا شکل ہوسکتی ہے، تاکہ باہمی اتفاق کے ساتھ ملکی پیمانے پر ایک فیصلہ و اعلان سامنے آئے اور انتشار سے بچا جاسکے۔

۸- یہ بات ظاہر ہے کہ چاند کے طلوع وغروب کے اوقات سے مطلع ہونے کے

سلسلہ میں ‘‘علم فلکیات ’’ کو بھی خصوصی اہمیت حاصل ہے، اس پس منظر میں ان سوالات کا جواب مطلوب ہے:

الف: جن ملکوں میں عام طور پر آسمان ابر آلود نہیں رہتا اور آنکھوں سے چاند کی رؤیت ہوجاتی ہے، کیا ایسے علاقوں میں اگر کبھی مطلع صاف نہ ہو اور کھلی آنکھوں سے چاند نہیں دیکھا جاسکے تو کیا ماہرین فلکیات کی رائے پر رؤیت کو قبول کیا جاسکتا ہے۔

ب: جن ملکوں میں مطلع عمومی طور پر ابر آلود ہوتا ہے جیسا کہ بہت سے مغربی ملکوں کی صورت حال ہے، تو کیا وہاں ماہرین فلکیات کی رائے پر عمل کرنے کی گنجائش ہے؟

ج: اگر کسی تاریخ کے بارے میں ماہرین فلکیات کی رائے ہو کہ آج افق پر چاند قابل رؤیت نہیں، اور سائنسی اعتبار سے رؤیت ممکن ہی نہیں ہے، تو اگر اس دن رؤیت کی شہادت دی جائے تو اس کو خلاف واقعہ سمجھ کر رد کیا جاسکتا ہے؟ یہ شہادت خبر واحد کی شکل میں ہو تو کیا حکم ہوگا اور خبر مستفیض کی شکل میں ہو تو کیا حکم ہوگا؟

* * *

تلخیص مقالات:

رؤیت ہلال سے متعلق چند اہم مسائل

مفتی احمد نادر القاسمی•

یوں تو کائنات میں موجود ہر مخلوق اپنے آپ میں اللہ کی قدرت وکمالات کا شاہکار اور فطری حسن وجمال کا پیکر ہے، مگر انسان کے بعد جتنی داد حضرت انسان سے چاند اور ستاروں کے سہانے حسن وجمال کو ملی ہے، شاید کوئی اور مخلوق کے حصہ میں آیا ہو، چاند اپنی فطرت کے اعتبار سے وجہ نور اور سامان روشنی ہے، اور اپنی نقل وحرکت اور زمین سے ۳٫۸۴لاکھ ہزار کلو میٹر فضا کی بلندی میں دور گردش کے اعتبا رسے انسانوں کے لئے دن اور تاریخ کے تعین کا ذریعہ بھی، ''یسئلونک عن الأہلۃ قل ہی مواقیت للناس والحج'' (سورہ بقرہ: ۱۸۹)۔ اسی طرح دن اور رات کی تبدیلی کو بھی دن، تاریخ اور سال کے تعین کا ذریعہ بتایا گیا ہے، ''وجعلنا اللیل والنہار آیتین فمحونا أیۃ اللیل وجعلنا آیۃ النہار مبصرۃ لتبتغوا فضلاً من ربکم ولتعلموا عدد السنین والحساب، وکل شئ فصلناہ تفصیلا'' (سورہ اسراء: ۱۲)۔

سورہ یونس میں بھی اس طرف اشارہ ہے، ''ہو الذی جعل الشمس ضیاءاً والقمر نوراً وقدرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب'' (یونس: ۵)، اسی طرح ''سورہ یس '' میں ہے:''والقمر قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم'' (سورہ یٰس: ۳۹)۔

دن کا آغاز اگرچہ مشرق سے طلوع ہونے والے سورج سے ہوتا ہے، مگر مہینہ کا آغاز اسلامی نقطہ نظر سے چاند کے افق پر طلوع ہونے سے ہوتا ہے، اور احکام خدواندی سے تعلق رکھنے والی بہت سی عبادتوں کا آغاز اور اختتام اس سے وابستہ ہے، اس اعتبار سے چاند کی رؤیت کا مسئلہ اور تحقق شریعت اسلامی میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

دوسری طرف یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دنیا کے جغرافیائی حالات بھی یکساں نہیں ہیں اور ہو بھی نہیں سکتے، کیونکہ ایک ہی دن میں اوقات کا فرق، الگ الگ ملکوں کو چھوڑ دیجئے خود ایک ہی ملک میں پایاجاتا ہے، ایک ہی وقت میں کہیں رات ہے تو کہیں دن، ایسی صورتحال میں مطالع اور آسمان کے افق کا وہ حصہ جہاں چاند نظر آتا ہے، مختلف ہونا، یعنی مطالع کا اختلاف ایک فطری امر ہے، اس لئے اس مسئلہ کی اہمیت سے بہت سے لوگوں کے اختلاف اور انکار کے باوجود انکار نہیں کیا جاسکتا۔

ہمارے ملک ہندوستان کی ریاستیں اتنی بڑی بڑی ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کو عہد

• رفیق شعبۂ علمی اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا۔

جدید میں مختلف اقالیم کہا جاسکتا ہے، اکثر اختلاف مطالع کی وجہ سے چاند کی رؤیت کے مسئلہ پر عام طور سے اختلاف سامنے آتا رہتا ہے، اور ایک ہی ملک میں، بلکہ بدقسمتی سے بسااوقات، مسلکی اور گروہی انتشار کی وجہ سے ایک ہی شہر اور محلہ میں روزے اور عیدین میں اختلاف دیکھنے کو ملتا رہتا ہے، اور پھر پورے ملک میں اس کی وجہ سے عید، بقرعید اور رمضان المبارک میں افراتفری کا ماحول بن جاتا ہے۔

آج جبکہ جدید تحقیقات اور رؤیت کے جدید آلات بھی وجود میں آگئے ہیں، اور بہت سے ملکوں میں چاند کی رؤیت کے لئے ان سے استفادہ بھی کیا جارہا ہے تو کیا ہندوستانی سطح پر رؤیت کے مسئلہ میں پائے جانے والے اختلافات کو کم کرنے کے لئے جدید فلکیاتی نظام سے استفادہ کیا جاسکتا ہے؟ اور اس بارے میں اور کیا مفید تدابیر ہوسکتی ہیں جس کو اپنا کر اتحاد پیدا کیا جاسکتا ہے، تاکہ ہندوستانی مسلمان رؤیت سے متعلق عبادات متحدہ طور پر انجام دیں اور اختلافات کا شکار نہ ہوں، ان تمام امور کو سامنے رکھتے ہوئے اور اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر اسلامک فقہ اکیڈمی نے ۲۹ویں سمینار کا ایک اہم موضوع ''رؤیت ہلال سے متعلق '' بھی رکھا ہے، جس کے لئے اکیڈمی نے ۸سوالات پر مشتمل بشمول الف بائی جزئیات کے مرتب کرکے اہل علم کی خدمت میں بھیجا، اکیڈمی کو جو جوابات، تحریریں اور قیمتی مقالات، نیز فقہی آراء اس سلسلہ میں موصول ہوئیں، ان کی تلخیص اور دلائل پیش خدمت ہے۔

جن اہل علم وارباب افتاء کے مقالات تلخیص تحریر کرتے وقت اکیڈمی کو موصول ہوسکے ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

مفتی محمد حسین قمر الدین ماہمکر، ڈاکٹر مفتی شاہ جہاں ندوی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مفتی راشد حسین ندوی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مولانا محمد فاروق قاسمی، مفتی مقصود علی فرقانی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا محمد اکرم بن اسلم رشید، مفتی محمد اسجد دیولا، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا صبیح اختر قاسمی، مفتی انور علی اعظمی، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مفتی امتیاز احمد واعظ قاسمی، مولانا سید قمر الدین محمود قاسمی، محمد اسجد مولانا محمد شفیع قاسمی، مفتی حمد معزالدین قاسمی، مفتی محمد ظفر عالم ندوی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی اشرف عباس قاسمی، مفتی شبیر احمد قاسمی، مفتی محمد عثمان قاسمی بستوی، مفتی اقبال احمد قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا شاہ عالم گورکھپوری، مولانا محمد صالح الزماں قاسمی، مولانا محمد اظہار الحق قاسمی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی، مولانا محمد مصطفی عبد القدوس ندوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، حافظ مفتی سید صادق محی الدین فہیم، مولانا عبد المنان دیوبندی (افغانستان)۔

سوال نمبر ۱ :

الف: مطلع کسے کہتے ہیں اس کے اصطلاحی مفہوم، اس سلسلہ میں مطلع کے حدود اور موجودہ تحقیقات پر روشنی ڈالی جائے۔

اس سوال کے جواب میں تمام مقالہ نگار حضرات نے سب سے پہلے مطلع کی لغوی تعریف کی ہے اور اصطلاحی مفہوم کو واضح کیا ہے، جو مندرجہ ذیل ہے:

مطلع کی تعریف:

تقریباً تمام ہی مقالہ نگار حضرات نے مطلع کی لغوی اور اصطلاحی تعریف اتفاقی طور پر ایک ہی کی ہے، اور وہ یہ کہ چاند اور سورج کے ظاہر اور طلوع ہونے کی جگہ کو لغوی اور اصطلاحی اعتبار سے مطلع کہا جاتا ہے، یا افق کا وہ حصہ جہاں پر سورج ہر روز اور چاند مہینہ کی ۲۹ یا ۳۰؍تاریخ کو ظاہر اور طلوع ہوتا اور جو لوگ اس کو دیکھ سکتے اور ان کو نظر آتا ہو، کچھ حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ مشرق ومغرب کا وہ حصہ جہاں سے چاند یا سورج نکلتا ہے، وہ لغوی اور شرعی اعتبار سے مطلع کہلاتا ہے، چونکہ اصطلاحی مفہوم لغوی مفہوم سے الگ نہیں ہے، لہذا دونوں کا مصداق اور معنی ایک ہی ہے، مولانا رحمت اللہ ندوی نے لکھا ہے کہ چاند اور سورج کے طلوع کے زمانہ کو بھی مطلع کہا جاتا ہے۔ البتہ بعض حضرات نے اس پر توجہ نہ دے کر براہ راست اختلاف مطالع سے گفتگو شروع کی ہے۔

مفہوم کے تعین سے متعلق حوالہ جات:

''المطالع فی اللغۃ جمع مطلع (بفتح اللام وکسرہا) وہو موضع الطلوع أو الظہور، ومن ذلک قولہ تعالی: ''حتی إذا بلغ مطلع الشمس'' أی منتہی الأرض المعمورۃ من جہۃ الشرق، ولا یخرج المعنی الاصطلاحی عن المعنی اللغوی، وہو موضع الطلوع أو الظہور، ویقصد بہ ہنا موضع طلوع الہلال من المغرب'' (الموسوعۃ الفقہیہ۳۸؍۱۱۰) [مقالہ: مفتی اقبال احمد قاسمی، مفتی عثمان قاسمی بستوی، مولانا خورشید انور اعظمی، مفتی امتیاز احمدو اعظ قاسمی، مفتی اسجد دیولا، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی]۔

- ''الموضع الذی تطلع علیہ الشمس'' (العین۲؍۱۱)۔
- ''المطالع جمع مطلع بکسر اللام موضع الطلوع، کذا فی ضیاء العلوم'' (البحر الرائق۲؍۲۹۱، رد المحتار۲؍۳۹۳)۔
- ''المطلع أول الشئی، ومنہ مطلع القصیدۃ، أی أول بیت فیہا، ومطلع الشمس زمان طلوعہا'' (روح المعانی)۔
- ''الموضع الذی تطلع فیہ'' (تاج العروس۶؍۴۴۹)۔
- ''طلعت الشمس والقمر والفجر والنجوم تطلع طلوعاً ومطلعاً ومطلعاً فہی طالعۃ'' (لسان العرب۸؍۱۸۳، مادہ: طلع)۔
- ''طلعت الشمس طلوعا من باب (قعد) ومطلعاً بفتح اللام وکسرہا، وکل ما بذلک من علو فقد طلع علیک'' (فیومی، المصباح المنیر۱؍۱۹۴)۔

- ‘‘ہو مکان طلوع القمر بطرفہ الہلالی المنیر علی أہل الأرض عند الغروب أو أثرہ فی أول لیلۃ من الشہر القمری’’ (الفقہ الاسلامی المقارن مع المذاہب،۵۵۱)۔
- ‘‘المطلع بکسر اللام مکان الطلوع’’ (معجم لغۃ الفقہاء، باب حرف میم رواس قلعہ جی،۴۳۶)۔

موجودہ سائنسی تحقیقات کی روشنی میں مطلع کے حدود:

قدیم وجدید فقہاء کی تصریحات، اکابر کے فتاوی، اور موجودہ تحقیقات کی روشنی میں تقریباً تمام مقالہ نگار حضرات نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ اختلاف مطالع ایک امر واقعہ اور حقیقت ہے، جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا، البتہ اس کے حدود کیا ہونگے اور کتنی مسافت پر اختلاف مطالع کا تحقق ہوگا؟ اس بارے میں مقالہ نگاران نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ دوایسے ممالک یا بلاد جن کی مسافت اور دوری اتنی ہو کہ چاند کی رؤیت سے دونوں جگہ کی تاریخ ایک ہی ہوتی ہو تو تو ایسے دونوں ممالک، ممالک قریبہ کہلائینگے، اور دونوں کا مطلع ایک ہوگا اور یہاں ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ کےلئے لازم ہوگی، اور اگر دونوں مقامات کی تاریخ میں اس طرح فرق ہوجائے کہ ایک جگہ ۲۸ یا ۲۹تاریخ ہو اور دوسری جگہ ۳۰، تو پھر ان دونوں مقامات میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا اور یہ ممالک، ممالک بعیدہ کہلائینگے، منطقہ قریبہ اور بعیدہ کی تعیین کے ضمن میں بعض حضرات نے ۵۰۰، ۶۰۰ میل یا ۳۳۰۰،کلو میٹر کی بھی صراحت کی ہے، بعض حضرات طول البلد اور عرض البلد میں یکسانیت اور اختلاف کا بھی ذکر کیا ہے، لیکن قدرے مشترک اس بات پر سب ہم خیال ہیں کہ اگر دونوں مقامات کی تاریخ یکساں رہتی ہے تو یہ متحد اور قریب المطالع مقامات کہلائینگے، دوریاں خواہ کتنی ہی ہو، جیسے آسام، میگھالے اور مدراس کی دوری، اور اگر دونوں جگہ کی تاریخ بدل جاتی ہے تو یہ مختلف المطالع کہلائینگے اور ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ کے لئے لازم نہیں ہوگی، جیسے منطقہ حجاز، استنبول، ملیشیا اور ملک ہندوستان کی دوری۔

نیز یہ کہ مطلع کے لئے کوئی متعین ضابطہ بھی نہیں بنایا جاسکتا، کیونکہ چاند کی کیفیت اور طلوع کی جگہ بھی تبدیل ہوتی رہتی ہے۔

استشہادات،تائیدات:

مطلع کے حدود کے تعین کے لئے حضرات مقالہ نگاران نے مندرجہ ذیل تائیدات پیش کی ہیں:

۱۔ مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ کی تجاویز:

’’محققین احناف اور علماء امت کی تصریحات اور ان کے دلائل کی روشنی میں مجلس کی متفقہ رائے ہے کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے، بلاد بعیدہ سے مراد یہ ہے کہ ان میں باہم اس قدر دوری واقع ہو کہ عادۃً ان کی رؤیت میں ایک دن کافرق ہوتا ہو، ایک شہر میں ایک دن پہلے چاند نظر آتا ہے اور دوسرے شہر میں ایک دن بعد، ان بلاد

بعیدہ میں اگرایک کی رؤیت دوسرے کے لئے لازم کردی جائے تو مہینہ کسی جگہ ۲۸ دن کا رہ جائے گا، اور کسی جگہ ۳۰ دن کا قرار پائے گا، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت سے اس قول کی تائید ہوتی ہے " [ماخوذ از مقالات، مقالہ نگاران]۔

- ''إنا أمة أمية، لا نكتب ولا نحسب، الشهر هكذا وهكذا، يعنى مرة تسعة وعشرين ومرة ثلاثين'' (بخارى، كتاب الصوم ، حديث نمبر: ۱۹۱۳) [مقالہ: مولانا مصطفى عبد القدوس ندوى]۔
- ''هذا إذا كانت المسافة بين البلدين قريبة لا تختلف فيها المطالع فأما إذا كانت بعيدة، فلا يلزم أحد البلدين حكم الآخر، لأن مطالع البلادعند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر فى كل أهل بلد مطلع بلدهم دون البلد الآخر'' (بدائع الصنائع۲،۲۲۵، طبع زكريا ديوبند)۔

- ''وحاصل ما اقترحه الشيخ رحمه الله أن لا يعتبر اختلاف المطالع فى عامة الأحوال، ولكن ينبغى أن يعتبر أن أدى ذلک فى بلد من البلاد إلا نقصان الشهر من تسعة وعشرين، أو زيادته إلى واحد وثلاثين .....الخ'' (فتح الملہم۵،۱۹۸، قضايا فقهيه معاصره۲،۲۵۷) [مقالہ: مفتى محمد عثمان بستوى]۔
- ''ينبغى أن يعتبر اختلافها إن لزم التفاوت بين البلدين بأكثر من يوم واحد'' (فتح الملہم۳،۱۱۳ باب إن لكل بلد رؤيتهم)۔
- ''الأشبه من حيث الدليل هو الاعتبار باختلافها، كما فى دخول وقت الصلاة؛ لأن السبب شهود الشهر، فإذا انعقد بالرؤية فى حق قوم لا يلزم أن ينعقد فى حق غيرهم مع اختلاف المطالع، كما لو زالت الشمس أو غربت على قوم دون آخرين يجب الظهر أو المغرب على الأولين دون أولئک لعدم انعقاد السبب فى حقهم'' (شرح النقايه۱،۱۷۲)۔
- ''هو الصواب ولا بد من تسليم قول الزيلعى وإلا لزم وقوع العيد يوم السابق والعشرين والثامن والعشرين أو الحادى والثلاثين والثانى والثلاثين إذا كان بين بلدتين مسافة بعيدة'' (معارف السنن۵،۳۳۷) [مقالہ: مولانا خورشيد انور اعظمى]۔
- ''أهل بلدة رأوا الهلال، هل يلزمه ذلک فى حق أهل بلدة أخرى، اختلف المشائخ فيه، بعضهم قالوا: لا يلزم ذلک، فإنما المعتبر فى حق كل بلدة رؤيتهم (تاتارخانيه۲،۲۶۸)، وفى الخانية: لا عبرة لاختلاف المطالع فى ظاهر الرواية، وفى الفتاوى الخلاصة: وعليه فتوى الفقيه أبى الليث، وبه كان يفتى شمس الأئمة الحلوانى، وفى القدورى: إذا بين البلدتين تفاوت لا يختلف المطالع لزم حكم أهل إحدى البلدتين البلدة الأخرى، فأما إذا كان يختلف المطالع لم يلزم حكم إحدى البلدتين البلدة الأخرى'' (تاتارخانيه۲،۲۶۹)۔
- ''ففى رأى الجمهور:يوحد الصوم بين المسلمين، ولا عبرة باختلاف المطالع، وفى رأى الشافعية: يختلف بدأ الصوم والعيد بحسب اختلاف مطالع القمر بين مسافات بعيدة، ولا عبرة فى الأصح بما قاله بعض الشافعية من ملاحظة الفرق بين البلد القريب والبعيد بحسب

مسافۃ القصر (٨٩ کم)، وأجمعوا أنہ لا یراعی ذلک فی البلدان النائیۃ جداً کالأندلس والحجاز وإندونیسیا والمغرب العربی، وقال المالکیۃ: إذا رئی الہلال عم الصوم سائر البلاد، قریباً أو بعیداً ولا یراعی فی ذلک مسافۃ قصر، ولا اتفاق المطالع ولا عدومہا، فیجب الصوم علی کل إلیہ، إن نقل ثبوتہ بشہادۃ عدلین أو بجماعۃ مستفیضۃ أی منتشرۃ، وقال الحنابلۃ إذا ثبت رؤیۃ الہلال بمکان قریباً کان أو بعیداً لزم الناس کلہم الصوم، وحکم من لم یرہ حکم من رآہ" (الفقہ الاسلامی وادلتہ٣،١٦٥٩)۔

- ''نعم ینبغی أن یعتبر اختلافہا إن لزم منہ التفاوت بین البلدتین بأکثر من یوم واحد؛ لأن النصوص مصرحۃ بکون الشہر تسعۃ وعشرین أو ثلاثین، فلا تقبل الشہادۃ ولا یعمل بہا فیما دون أقل العدد ولا أزید من أکثرہ" (حوالہ سابق) [مقالہ: مولانا محمد صالح الزماں قاسمی]۔
- ''أہل بلدۃ صاموا ثلاثین بالرؤیۃ، وأہل بلدۃ أخری صاموا تسعۃ وعشرین یوماً بالرؤیۃ أیضاً، فعلیہم قضاء یوم إذا لم تختلف المطالع عملاً بقول من رآہ، ولا یعتبر بقول من لم یرہ، أما إذا اختلف المطالع فلا قضاء علیہم'' (مختارات النوازل٤٥٧)۔
- ''ملکوں کے درمیان اگر اتنی دوری ہو کہ ایک ملک کی خبر ماننے سے دوسرے ملک میں ٢٨، یا ٣١ کا مہینہ ہوتا ہو تو وہ خبر قابل تسلیم نہیں ہوگی، اور اختلاف مطالع معتبر ہوگا " (فتاوی دار العلوم دیوبند، کتاب الصوم) [مقالہ: مفتی ثناء الہدی قاسمی]۔
- ''کنت قطعت القول بہا حالہ الزیلعی، ثم رأیت فی قواعد ابن رشد نقل الإجماع علی اعتبار الاختلاف فی البلاد البعیدۃ أیضاً'' (معارف السنن٥،٣٣٧)۔
- ''وحققوا وقع الاختلاف فی المطالع بأن بینہا أقل من أربعۃ وعشرین فرسخاً، أما أہل الجہۃ البعیدۃ، فلا یجب علیہم بہذہ الروایۃ لاختلاف المطالع" (الفقہ علی المذاہب الاربعہ١،٥١٠) [مقالہ: مولانا اشرف عباس قاسمی]۔
- ''عن کریب أن أم الفضل بنت الحارث بعثتہ إلی معاویۃ بالشام قال فقدمت الشام فقضیت حاجتہا واستہل علی رمضان وأنا بالشام، فرأیت الہلال لیلۃ الجمعۃ، فقال: أنت رأیتہ، فقلت: نعم، ورآہ الناس وصاموا وصام معاویۃ، فقال:لکنا رأیناہ لیلۃ السبت، فلا نزال نصوم حتی نکمّل ثلاثین أو نراہ، فقلت: أو لا تکتفی برؤیۃ معاویۃ وصیامہ، فقال: لا ہکذا أمرنا رسول اللہ ﷺ'' (صحیح مسلم٣،١٢٦، حدیث نمبر: ٢٥٨٠)۔
- ''اختلاف المطالع:وہو أن یتباعد البلدان بحیث لو روئی فی أحدہما لم یر فی الآخر غالباً" (الانوارلاعمال الابرار١،٣٠٦) [مقالہ: مفتی محمد اسجد بن مولانا محمد شفیع قاسمی]۔
- ''أقول:لابد من تسلیم قول الزیلعی، وإلا، فیلزم وقوع العید یوم السابع والعشرین أو الثامن والعشرین أو یوم الحادی والثلاثین أو الثانی والثلاثین، فإن ہلال بلاد قسطنطنیۃ ربما یتقدم علی ہلالنا بیومین، فإذا أصمنا علی ہلالنا، ثم بلغنا رؤیۃ ہلال بلاد قسطنطنیۃ یلزم تقدیم

العید أو یلزم تأخیر العید'' (العرف الشذی۲،۱۴۵) [مقالہ: مولانا محمد اکرم بن اسلم رشید]۔

البتہ اس مسئلہ میں مولانا محمد قمر الدین محمود بڑودہ اور مولانا ولی اللہ مجید قاسمی کا رجحان اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کا معلوم ہوتا ہے، ان کے نزدیک درست بات اور فقہ حنفی کے راجح قول کے مطابق اختلاف معتبر نہیں ہے، اہل مشرق کی اہل مغرب کے لئے اور اس کے برعکس کی رؤیت ایک دوسرے کے لئے لازم ہوگی۔

سوال نمبر ۱ :

(ب) ہند وپاک کے بلندی کی سطح سے مختلف اور ساحلی پٹیوں پر واقع مقامات کے مطالع عام علاقوں سے الگ ہونگے یا ایک، جیسے کیرالا وغیرہ۔

سوال کے اس جز کے بارے میں دونو نطرح کی رائے مقالہ نگاروں میں پائی جاتی ہے۔

پہلی رائے (مطلع متحد ہوگا):

پہلی رائے یہ ہے کہ چونکہ ہندو پاک کے بعض وہ علاقے جو بلندی کی سطح پر یا ساحلی پٹیوں پر واقع ہیں چونکہ ان کے اور دیگر علاقوں کے درمیان اتنا فاصلہ نہیں پایا جاتا کہ تاریخ میں ایک دن کا فرق ہو اور بلاد بعیدہ کے زمرے میں آتا ہو، نیز ان جگہوں کی رؤیت ماننے سے مہینہ ۲۸، یا ۳۱دن کا بھی نہیں ہوتا، اس لئے ان علاقوں کا مطلع دیگر جگہوں سے الگ نہیں ہوگا، بلکہ متحد ہوگا، اور ایک کی رؤیت دوسرے کے لئے لازم ہوگی، کیونکہ چاند کا تعلق اوپری اور نچلی سطح سے نہیں، بلکہ قرب وبعد کی مسافت سے ہے، اس رائے کو مندرجہ ذیل حضرات نے اختیار کیا ہے:

قاضی ریاض ارمان قاسمی، مولانا محمد صبیح اختر قاسمی، مولانا اکرم بن اسلم رشید، مولانا محمد فاروق قاسمی بارڈولی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا مفتی قمر الدین محمود قاسمی، مولانا محمد اسجد بن محمد شفیع، مفتی معز الدین قاسمی، مولانا محمد صالح الزماں قاسمی، مولانا شاہ عالم گورکھپوری، مولانا خورشید انور اعظمی۔

وجوہ وعلل:

اس رائے کے حاملین نے بنیادی طور پر انہیں امور کو اس موقف کے اختیار کرنے کی بنیاد اور دلیل بنایا ہے جو ماقبل میں بلاد بعیدہ اور بلاد قریبہ کے ضمن میں فقہی عبارات میں مذکور ہوا، مثلاً:

- ''کما یفتی شمس الأئمۃ الحلوانی قال: لو رأی أہل المغرب ہلال رمضان یجب الصوم علی المشرق، کذا فی الخلاصۃ'' (فتاوی عالمگیری، باب الثانی فی رؤیۃ الہلال۱،۱۹۸) [مقالہ: مولانا شاہ عالم گورکھپوری]۔

- چونکہ یہ علاقے بلاد بعیدہ میں نہیں آتے اور نہ ہی ان کی تاریخ میں دیگر علاقوں کے مقابلہ ایک دن کا فرق بھی نہیں ہے، اور اصول یہ ہے کہ اگر تاریخ جن جگہوں کی نہیں بدلتی وہاں کا مطلع ایک ہوتا ہے، اس لئے ان ساحلی علاقوں اور ہندوپاک کے بلند سطح کے مقامات کا مطلع عام جگہوں سے مختلف نہیں ہوگا۔
- ''ثم قال:وجہ ظاہر الروایۃ أن الرؤیۃ تختلف باختلاف صفوا الہواء وکدرتہ وباختلاف النہباط المکان وارتفاعہ، فإن ہواء الصحراء أصفی من ہواء المصر، وقد یری الہلال من أعلی الأماکن ما لا یری من الأسفل، فلا یکون تفردہ بالرؤیۃ خلاف الظاہر، بل علی موافقۃ الظاہر، ففیہ التصریح بأنہ ظاہر الروایۃ، وہو کذلک؛ لأن المبسوط من کتب ظاہر الروایۃ أیضاً'' (شامی۳،۳۵۷)۔
- ''ہندوستان، پاکستان کا مطلع ایک ہی سا ہے، جیسا کہ مراد آباد کے اجلاس میں اکابر تصریح فرماچکے ہیں، جب شرعی رؤیت ہلال کمیٹی کا فیصلہ شرعی ضابطہ کے مطابق انتیس تاریخ کو ہم تک پہنچے گا تو شرعاً معتبر ہوگا، ورنہ شرعاً معتبر نہ ہوگا '' (منتخبات نظام الفتاوی۱،۵۰۱ جدید)۔
- ''بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا شرعاً اعتبار ہے اور بعیدہ کی حد یہ ہے کہ وہاں کی رؤیت تسلیم کرنے سے اپنے یہاں کا مہینہ انتیس دن سے کم یا تیس دن سے زیادہ کا ہونا لازم آجاتا ہو، ایسی جگہوں کی خبریں تسلیم نہیں کی جائے گی '' (کتاب المسائل۲،۱۲۳)۔
- ''ولا فرق بین أہل المصر ومن ورد خارج المصر، وذکر الطحاوی أنہ تقبل شہادۃ الواحد إذا جاء من خارج المصر لقلۃ الموانع، وإلیہ الإشارۃ فی کتاب الاستحسان، وکذا إذا کان علی مکان مرتفع فی المصر'' (ہدایہ۱،۱۱۹، فتاوی ہندیہ۱،۱۹۸) [مقالہ: مولانا خورشید انور اعظمی]۔
- ''ہندوستان وپاکستان کے بیشتر حصوں اور بعض قریبی ملکوں، مثلاً نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہی ہے، علماء ہند وپاک کا عمل ہمیشہ اسی پر رہا ہے، اور غالباً تجربہ سے بھی یہی ثابت ہے، ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بعد مسافت نہیں ہے کہ مہینہ میں ایک دن کا فرق پڑتا ہو، اس بنیاد پر ان دونو نملکوں میں جہاں بھی چاند دیکھا جائے شرعی ثبوت کے بعد اس کا ماننا ان دونوں ملکوں کے تمام اہل شہر پر لازم ہوگا، یہ رائے حدیث: ''چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر موقوف کرو '' کے عین مطابق ہے، کیونکہ اس حکم میں مقام اور فاصلہ کی کوئی قید نہیں ہے '' [مقالہ: مولانا معز الدین قاسمی]۔
- ''یجب صوم رمضان برؤیۃ ہلالہ علی جمیع الناس وحکم من لم یرہ حکم من رآہ لو اختلف المطالع'' (المغنی۳،۵)۔
- ''إذا رآہ أہل بلد أی متی ثبتت رؤیتہ ببلد لزم الناس کلہم الصوم لقولہ علیہ السلام: صوموا

لرؤیتہ وہو خطاب للأمۃ کافۃ، وفی فقہ المالکی: عم الصوم سائر البلاد قریباً أو بعیداً ولا یراعی فی ذلک مسافۃ قصر ولا اتفاق المطالع ولا عدمہا، فیجب الصوم علی منقول إلیہ أن تقبل ثبوتہ بالعدلین أو بالمستفیضۃ عنہا أی عن العدلین'' (الشرح الکبیر علی حاشیۃ دسوقی۲،۱۳۰)۔

- ''واتفقوا علی أنہ إذا رأی الہلال فی بلد رؤیۃ فاشتبہ، فإنہ یجب علی سائر الدنیا إلا أصحاب الشافعی صححوا أنہ یلزم حکمہ أہل البلد القریب دون البلد البعید'' (محمود الفتاوی۱۵،۳۷-۳۹)۔
- ''اختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاہر المذہب، وعلیہ أکثر المشائخ وعلیہ الفتوی (بحر عن الخلاصہ)، فیلزم أہل المشرق برؤیۃ أہل المغرب إذا ثبت عندہم رؤیۃ أولئک بطریق موجب، وقال الزیلعی: الأشبہ أنہ یعتبر لکن قال الکمال:الأخذ بظاہر الروایۃ أحوط'' (درمختار۲،۱۰۵)۔

دوسری رائے (ساحلی اور بلند سطح کا مطلع الگ ہوگا):

اس سوال کے جواب میں دوسری رائے یہ ہے کہ چونکہ ملک میں کیرلا کے ساحلی علاقے کا مطلع چاند کی رؤیت پہلے ہونے کی وجہ سے ہمیشہ سے الگ رہا ہے اور ایسے برصغیر کے دوسرے بلند سطح کے علاقے کا مطلع بھی الگ رہا ہے، اس لئے ان علاقوں کا مطلع دوسرے علاقوں سے الگ مانا جائے گا، تاکہ مہینہ کا شرعی توازن برقرار رہے، اس رائے کو مندرجہ ذیل حضرات نے اختیار کیا ہے:

مفتی امتیاز احمد واعظ قاسمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی ثناء الہدی قاسمی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مفتی شبیر احمد قاسمی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی محمد مقصود فرقانی، ڈاکٹر مفتی شاہجہاں ندوی، مولانا محمد حسین قمر الدین ماہمکر، مولانا محمد صابر حسین ندوی۔

اساس ووجوہات:

بنیادی طور پر مذکورہ حضرات نے اس بات کو بنیاد بنایا ہے کہ ان مقامات کے اختلاف مطالع کو تسلیم نہ کیا جائے تو مہینہ یا تو ۲۸ دن کا رہ جائے گا یا پھر ۳۱ دن کا ہوجائے گا، جو مہینوں کے شرعی نظام کے خلاف ہے، اس لئے ان مقامات کے مطالع کو ہندوستان کے دیگر علاقوں سے الگ ماننا ہی پڑے گا۔ اپنے موقف کی تائید میں مذکورہ حضرات نے مندرجہ ذیل فقہاء کی عبارتیں بھی پیش کی ہیں:

- ''لأن الشہر قد یکون ثلاثین یوماً، وقد یکون تسعۃ وعشرین یوماً، لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم:''الشہر ہکذا وہکذا، وأشار إلی جمیع أصابع یدیہ، ثم قال: الشہر ہکذا وہکذا ثلاثاً وحبس إبہامہ فی المرۃ الثالثۃ''، فثبت أن الشہر قد یکون ثلاثین، وقد یکون تسعۃ وعشرین'' (بدائع الصنائع، کتاب الصوم۲،۸۰) [مقالہ: مولانا اختر امام عادل قاسمی]۔
- ''إذا کانت المسافۃ بین البلدین قریبۃ لا تختلف فیہا المطالع، فأما إذا کانت بعیدۃ، فلا یلزم

أحد البلدين حكم الآخر؛ لأن مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر فى أهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر" (بدائع الصنائع۲،۵۷۹) [مقالہ: مفتی امتیاز احمد واعظ قاسمی]۔

- ''إذا ثبت رؤيته ببلد لزم حكمه البلد القريب دون البعيد، ويبعث البعد باختلاف المطالع على الأصح، والمراد باختلافها:أن يتباعد المحلان بحيث لو رؤى فى أحدهما لم يرفى الآخر غالباً (قولہ:ويثبت البعد باختلاف المطالع) أى والقرب باتحادهما، والمراد بہ: أن يكون غروب الشمس والكواكب وطلوعها فى المحلين فى وقت واحد، فإن طلع أو غرب شئى من ذلک فى أحد المحلين قبل الآخر أو بعده فهو مختلف، وقولہ:على الأصح، مقابلہ لا يعتبر البعد باختلاف المطالع، بل بمسافة القصر، قال:لأن الشرع أناط بها كثيراً من الأحكام" (فتح المعين مع حاشية اعانة الطالبين۲،۲۴۶) [مقالہ: مفتی ماہمکر]۔
- ''إذا كان بين القطرين قرب بحيث تتحد المطالع، فلا يعتبر، وإن كانت بعيدة بحيث تختلف المطالع فيعتبر، فلو صام أهل قطر ثلاثين يوماً برؤية، وأهل قطر تسعة وعشرين يوماً برؤية فعليهم قضاء يوم كان كان بين القطرين قرب بحيث تتحد المطالع، وإن كانت بعيدة بحيث تختلف لا يلزم أحد القطرين حكم الآخر" (الفقہ الحنفی۱،۳۸۹ بحوالہ فتاوی زکریا)۔
- ''وعلى قول من اعتبره ينظر إن كان بينهما تفاوت بحيث لا تختلف المطالع يجب، وإن كان بحيث تختلف فأكثر المشائخ أنہ لا يعتبر، والأشبہ أن يعتبر؛ لأن كل قوم مخاطبون بما عندهم (إلى) وروى أن أباموسى الضرير الفقيہ صاحب المختصر قدم الاسكندرية، فسئل عمن صعد على منارة الإسكندرية، فيرى الشمس بزمان طويل بعد ما غربت عندهم فى البلد أيحل لہ أن يفطر؟ ، فقال:لا، ويحل لأهل البلد، إذ كل مخاطب بما عنده'' (رسائل ابن عابدين۱،۲۵۰)۔
- ان میں کچھ مقالہ نگار حضرات نے اس بات کو بھی بنیاد بنایا ہے کہ ان جگہوں کے مطلع کو ماننے کی وجہ سے مہینہ ۲۸ یا ۳۱ دن کا ہوسکتا ہے، اس لئے الگ ہی مانا جانا چاہئے اور دوسرے علاقوں کے لئے ان کی رؤیت لازم نہیں ہونی چاہئے۔

متفرق وضاحت:

اس مسئلہ میں الگ الگ وضاحتیں بھی کچھ مقالہ نگار حضرات نے کیں ہیں، مثلاً:

- مفتی اسجد دیولا: موصوف نے ہندوپاک کے مطلع پر گفتگو کی ہے، اور یہ کہا ہے کہ ''ایسی صورت میں ماہرین فلکیات نے اختلاف مطالع کی جو حدود متعین فرمائی ہیں، اس کا اعتبار کیا جائے تو بہتر رہے گا''۔
- مفتی راشد حسین ندوی: موصوف کہتے ہیں: میرا خیال یہ تھا کہ عدم اعتبار والے قول کو اپنا کر رؤیت ہلال کے مسئلہ میں اپنے کو سعودیہ سے مربوط کئے ہوئے ہیں، لیکن آپ کی تحریر سے لگا کہ وہ ایسا رؤیت ہوجانے کی بنیاد پر کرتے ہیں، اگر یہ

صحیح ہے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مطلع الگ ہے، جب مطلع الگ ہے تو یا تو اختلاف مطالع کے سلسلہ میں جمہور کا قول اختیار کیا جائے اور ان کی رؤیت کی تصدیق ہوجانے پر ہر جگہ صوم وفطر منائی جائے، ورنہ اگر اختلاف مطالع کو معتبر قرار دینا ہے، جس پر عملاً سب متفق ہوچکے ہیں تو یہ کہنا ہی پڑے گا کہ ان کا مطلع برصغیر کے عام مطلع سے الگ ہے۔

- مفتی اقبال محمد ٹنکاروی: موصوف کہتے ہیں: اختلاف مطالع کے لئے ایک دن کے فصل کا معیار ہونا چاہئے، اس سے کم میں نہیں، جن جگہوں پر اس سے کم فرق ہے اختلاف مطالع ان کے درمیان معتبر نہیں ہے۔
- مولانا رحمت اللہ ندوی: ساحل سمندر اور بلندی ونشیب وفراز سے چاند کا کوئی لینا دینا نہیں ہے، ایک دن کے فرق کے حساب سے ہی اختلاف مطالع کی تعیین ہونی چاہئے۔
- مفتی ظفر عالم ندوی: موصوف کہتے ہیں: خواہ ساحلی پٹی ہو یا دور دراز کا علاقہ مطلع کبھی ایک بھی ہوسکتا ہے اور کبھی بدل بھی سکتا ہے۔
- مولانا اظہار الحق قاسمی: ساحلی پٹی اور ایران وافغانستان سے قریب علاقوں میں رؤیت پر قاضی کو احتیاط سے فیصلہ کرنا چاہئے۔
- مولانا مصطفی عبد القدوس ندوی: اگر ماہرین فلکیات کے مطابق ساحلی اور بلند سطح کے علاقوں کا مطلع عام جگہ سے الگ ہے تو مطلع الگ ہوگا اور دوسری جگہ کے لوگوں کے لئے ان کی رؤیت لازم نہیں ہوگی۔
- مفتی اقبال احمد قاسمی: ایسے علاقے میں اگر رؤیت ہو تو قاضی کو احتیاط کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہئے، دونوں جگہ کی رؤیت کا خیال کرتے ہوئے، تاکہ کسی جگہ مہینہ ۲۸ یا ۳۱ دن کا نہ ہو۔
- مفتی محمد عثمان بستوی: ایسا علاقہ ایسے ملک میں ہو جس میں اسلامی حکومت ہو اور رؤیت کا فیصلہ بھی حکومت کرتی ہو تو پھر مطلع متحد ہوگا اور اگر حکومت اسلامی نہ ہو تو حکماً مختلف ہوگا، کیونکہ اس سے مہینہ کا ۲۸ یا ۳۱ء دن کا ہونا لازم آئے گا۔
- مفتی اشرف عباس قاسمی: ایک ملک کے اندر خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اور اگر الگ ملک ہو تو کیا جائے گا، اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اختلاف معتبر ہے، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ قاضی کے فیصلے اپنے حدودمیں ہی نافذ ہوتے ہیں۔

سوال نمبر ۱ :

(ج): ایسے علاقوں میں رؤیت ہوجانے پر ملک کے بقیہ حصوں کے لئے کیا حکم ہوگا؟ یہ

علاقے اپنی رؤیت پر عمل کریں یا کیرل وغیرہ جو ملک کا ہی حصہ ہے، اس کا اعتبار کرلیں۔

اس شق کے جواب میں بھی مقالہ نگاران کے دو طرح کے رجحانات سامنے آئے ہیں:

پہلا رجحان:

پہلا رجحان جو اکثر مقالہ نگاران کی طرف سے سامنے آیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر وہاں کی رؤیت پر عمل کرنے کی وجہ سے مہینہ ۲۸ یا ۳۱ دن کا نہ ہوتا ہو اور دوسرے علاقوں کے قاضی، عالم یا ہلال کمیٹی اس کی تصدیق کرکے رؤیت کا اعلان کردیتے ہیں، اور وہاں کی رؤیت اور دوسری جگہوں میں محض چند گھنٹوں کافرق ہوتا ہے، تو جمہور کی رائے کو اختیار کرتے ہوئے تمام علاقے کے لوگوں کے لئے اس پر عمل کرنا لازم ہوگا، لیکن اس کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ ہر ہر علاقے اور خطہ کے قاضی، یا عالم یا شرعی دار القضاء یا ہلال کمیٹی تصدیق کرکے اعلان کرے، کیونکہ ہندوستان میں ہر خطہ کے معاملات علاحدہ ہیں اور دوریاں بھی ہیں۔

دلائل وشواہد:

ان حضرات نے اتحاد مطلع سے متعلق فقہی عبارتوں کو بنیاد بنایا ہے، جو (شق: ب) کے تحت آچکے ہیں، وہاں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

دوسرا رجحان:

اس مسئلہ میں دوسرا رجحان یہ ہے کہ چونکہ ہندوستان کے کیرلا جیسے ساحلی علاقوں کا مطلع ہمیشہ سے دوسرے علاقوں سے الگ تسلیم کیا گیا ہے، اور وہ بلاد بعیدہ کے زمرے میں آتا ہے، نیز ہر علاقہ کے قاضی کا فیصلہ اپنے دائرے تک محدودہوتا ہے، نیز یہ کہ محض کسی ایک خطہ کے فیصلے کو اتنے بڑے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ملک پر لازم کرنا ایک مشکل امر ہے، اس لئے اس علاقہ کی رؤیت پر دوسرے علاقے کے مسلمانوں کا عمل کرنا نہ تو ضروری ہے اور نہ ہی لوگ از خود اس پر اعتماد کرتے ہوئے عمل کرسکتے ہیں، اس کے علاوہ پورے ہندوستان کا مطلع متحد ہے، اس لئے کیرلا کے علاوہ کسی بھی جگہ رؤیت ہوتی ہے اور شرعی طریقہ پر اس کا اعلان ہوتا ہے تو پورے خطہ کے لوگوں پر اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا، گویا کیرلا کا مطلع الگ ہے، اس کی رؤیت ان کے لئے موجب عمل ہے، اور اس کے علاوہ کا مطلع الگ ہے، ان کی رؤیت ان کے لئےموجب عمل ہے، اس رائے کو مندرجہ ذیل حضرات نے اختیار کیا ہے:

ڈاکٹر مفتی شاہجہاں ندوی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا اکرم بن اسلم رشید، مفتی ثناء الہدی قاسمی، مفتی شبیر احمد قاسمی، مفتی اشرف عباس قاسمی، اور مفتی انور علی اعظمی۔

دلائل وشواہد:

ان حضرات نے بھی فقہاء کی انہیں عبارتوں کو بنیاد بنایا ہے (شق: ب) کے تحت

اختلاف مطالع کے اعتبار کی بابت نقل ہوئے، حسب ضرورت وہاں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

متفرق توجیہ:

- مفتی محمد حسین قمر الدین ماہمکر: جو علاقہ اس (کیرلا وغیرہ) سے قریب، یعنی ۲۴؍فرسخ کی کم مسافت پر ہو وہ اس پر عمل کریں، جو اس علاقہ سے دور ہیں ان کے لئے ان کی رؤیت معتبر نہیں ہوگی۔
- مفتی اسجد بن محمد شفیع: طول البلد کے مطابق مطلع متفق سمجھ کر اعتبار کیا جاسکتا ہے۔
- مفتی راشد حسین ندوی: اگر جمہور کا قول اختیار کیا جائے تو جواب واضح ہے، اور اگر اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے تو ہر جگہ لوگ اپنی رؤیت پر عمل کریں۔
- قاضی ریاض ارمان قاسمی: اگر ایک ملک کا مطلع ایک ہے تو وہ دوسری جگہ قبول کرنا چاہئے، لیکن ہندوستان کا ہر حصہ الگ ہے، ایک دوسرے کے ماتحت نہیں ہے، اس لئے دوسری جگہ کےلئے لازم نہیں ہوگا۔
- مولانا صبیح اختر قاسمی: دوسرے علاقے کا قاضی یا ہلال کمیٹی اگر شرعی طریقہ پر اعلان کرے تو دوسرے علاقے کے لوگوں کے لئے عمل ضروری ہوگا، ورنہ نہیں۔
- مفتی مقصود فرقانی: ایک ماہ کی مسافت سے کم ہے تو ایک کی رؤیت دوسرے کےلئے کافی ہے، خواہ کوئی بھی علاقہ ہو۔

سوال نمبر ۱ :

(د) جن علاقوں کا مطلع ایک ہے، اگر کسی حصہ ۲۹؍ تاریخ کو رؤیت ثابت ہوجائے اور اس کا اعلان بھی کردیا جائے تو کیا ملک کے دوسرے حصہ کے لوگوں پر یہ لازم ہے کہ وہ اس پر عمل کریں، یا اپنے علاقہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کے اعلان کا انتظار کریں، اور کیا دوسرے خطہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی اس اعلان کی پابند ہیں؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگاران کا اتفاق ہے کہ جن علاقوں کا مطلع متحد ہے، اور کسی علاقہ میں چاند کی رؤیت ہوتی ہے اور اس کی خبر دوسرے خطوں تک پہنچتی ہے، تو جس علاقے اور خطے کا یہ معاملہ ہے، شرعی طریقے پر ان تک خبر پہنچتی ہے تو وہاں کے لوگوں کے لئے تو عمل کی گنجائش ہے، مگر چونکہ ہر خطہ کے قاضی اور ہلال کمیٹی کا فیصلہ اپنے دائرے تک محدود ہوتا ہے، اس لئے دوسرے خطے کے مسلمانوں کے لئے اس خبر پر عمل کی گنجائش نہیں ہے، بلکہ ان کو اپنے خطے کے قاضی اور ہلال کمیٹی کے فیصلے کا انتظار کرنا لازم ہوگا، نیز یہ کہ دوسرے خطہ کا قاضی اور ہلال کمیٹی اس کی پابند تو نہیں ہے، البتہ شہادت، استفاضہ وغیرہ کے ذریعہ اگر خبر پہنچتی ہے اور وہ مطمئن ہوجاتے ہیں تو ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کا اعلان

کرے، تاکہ ہر خطہ کے لوگ اجتماعی طور پر صوم وعید کے ارکان پورے کرسکیں اور انتشار نہ ہو۔

دلائل وشواہد:

- ''ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فإنہ آثم قلبہ'' (البقرہ: ۲۸۳)۔
- ''عن أبی ہریرۃؓ أن النبیﷺ قال:الصوم یوم تصومون، والفطر یوم تفطرون، والأضحی یوم تضحون، وفسر بعض أہل العلم ہذا الحدیث، فقال:إنما معنی ہذا أن الصوم والفطر مع الجماعۃ وعظم الناس'' (ترمذی، باب ما جاء أن الصوم یوم تصومون) [مقالہ: مولانا شاہ عالم گورکھپوری]۔
- ''عن ابن عباسؓ جاء أعرابی إلی النبیﷺ فقال: إنی رأیت الہلال، فقال: أتشہد أن لا إلہ إلا اللہ؟ قال: نعم، قال: أتشہد أن محمداً رسول اللہ؟ قال: نعم، قال: یا بلال! أذن فی الناس أن صوموا غداً'' (سنن دارمی، حدیث نمبر: ۱۶۹۲) [مقالہ: ڈاکٹر شاہجہاں ندوی]۔
- ''وأشار إلی أنہ یقبل فی ہلال رمضان شہادۃ واحد عدل علی شہادۃ واحد عدل، بخلاف الشہادۃ علی الشہادۃ فی سائر الأحکام، حیث لا تقبل ما لم یشہد علی شہادۃ رجل واحد رجلان أو رجل وامرأتان، لما ذکرنا أنہ من باب الأخبار، لا من باب الشہادۃ'' (البحر الرائق۲؍۲۸۷)۔
- ''فیلزم أہل المشرق برؤیۃ أہل المغرب إذا ثبت عندہم رؤیۃ أولئک بطریق موجب، کما مر، (قولہ بطریق موجب) کأن یتحمل اثنان الشہادۃ أو یشہدا علی حکم القاضی أو یستفیض الخبر، بخلاف ما إذا أخبر أن أہل بلدۃ کذا رأوہ؛ لأنہ حکایۃ'' (شامی۲؍۱۰۵، فتح القدیر ورسائل ابن عابدین؍۲۵۲-۲۵۳، بدایۃ المجتہد۱؍۲۸۶) [مقالات: مفتی راشد حسین ندوی، مولانا محمد صالح الزماں قاسمی]۔
- ''لا یلزم أہل بلدر ؤیۃ غیرہم، إلا أن یثبت ذلک عند الإمام الأعظم، فیلزم الناس کلہم؛ لأن البلاد فی حقہ کالبلد الواحد، إذ حکمہ نافذ فی الجمیع، قالہ ابن الماجشون'' (نیل الاوطار۴؍۱۹۴)۔
- ''ولو کانوا ببلدۃ لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ، وأفطروا بأخبار عدلین مع العلۃ للضرورۃ'' (رد المحتار۳؍۳۵۴) [مقالہ: مولانا ولی اللہ مجید قاسمی]۔
- ''والعالم الثقۃ فی بلدۃ لا حاکم فیہا قائم مقامہ'' (عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح الوقایہ۱؍۲۴۶)۔
- ''وإذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ، فالأمور مؤکلۃ إلی العلماء ، ویلزم العوام الرجوع إلیہم'' (رؤیت ہلال کا مسئلہ بحوالہ الحدیقۃ المحمدیہ)۔
- ''اشتبہ فشہدا أن قاضی بلد کذا قضی بثبوتہ بالشہود لا یظہر ذلک فی مصر آخر، ویظہر فی حق قراہ'' (بزازیہ علی الہندیہ۴؍۹۵)۔
- ''سئل عن قضاء القاضی برؤیۃ ہلال شہر رمضان بشہادۃ شاہدین عند الاشتباہ فی مصر،

ہل یجوز لأہل مصر آخر العمل بحکمہم، فقال:لا، ولا یکون مصر آخر تبعاً لہذا المصر، إنما سکان ہذا المصر وقراہا یکون تبعاً لہ" (تاتارخانیہ۳؍۳۶۶) [مقالہ: مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی]۔

- ''نعم إذا تواردت أخبار رادیو متعددة من شتی الجہات، ولا یختلف جہات الأبناء عن البلد الذی لم یر فیہ الہلال ببعد یختلف فیہ المطالع فیسوغ العمل بہذہ الأنباء المرسلة، وتدخل فی حد الاستفاضة المفید للطمانینة'' (معارف السنن۵؍۳۴۰) [مقالات: مولانا محمد صبیح اختر قاسمی، مولانا محمد فاروق قاسمی بارڈولی]۔
- ''وإذا ثبت رؤیة الہلال بقطر من الأقطار وجب الصوم علی سائر الأقطار، لا فرق بین القریب من جہة الثبوت والبعید إذا بلغہم من طریق موجب للصوم، ولا عبرة باختلاف مطلع الہلال مطلقاً، عند ثلاثة من الأئمة أبوحنیفة ومالک وأحمد'' (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ۱؍۱۰)۔
- ''ولو شہدوا أن قاضی بلد کذا شہد عندہ اثنان برؤیة الہلال فی لیلة کذا، وقضی بشہادتہما، جاز لہذا القاضی أن یحکم بشہادتہما؛ لأن قضاء القاضی حجة، وقد شہدوا بہ'' (البحر الرائق۲؍۴۷۲)۔
- ''فیجب أن یکون ہذا الجواب إذا لم یکن بینہما من البعد ما تختلف بہ المطالع'' (غاثیہ؍۵۰)۔
- ''اعلم أن الہلال بالشہادة علی الرؤیة أو الشہادة علی الشہادة أو الشہادة علی القضاء أو استفاضة الخبر من جہات شتی'' (معارف السنن۵؍۳۳۵)۔
- ''إذا رأی ببلدة لزم أہل البلاد کلہا، وہو المشہور عند المالکیة، لکن حکی ابن عبد البر الإجماع علی خلافہ، وقال: أجمعوا علی أنہ لا تراعی الرؤیة فیما بعد من البلاد کخراسان والأندلس، قال القرطبی:قد قال شیوخنا: إذا کانت رؤیة الہلال ظاہرة قاطعة بموضع، ثم نقل غیرہم بشہادة اثنین لزمہم الصوم'' (فتح الباری۴؍۶۱۹)۔
- ''وفی الخلاصة:من أن الصحیح أن قضاء القاضی فی المحدود لا یصح إن لم یکن المحدود فی ولایتہ، انتہی، وفی تبیین الکثر علل عدم صحة القضاء بقولہ؛ لأنہ لا ولایة لہ فی ذلک المکان، قال: وقد اختلف المشائخ فیہ ہل یعتبر المکان أو الأہل فقیل: یعتبر المکان، وقیل: یعتبر الأہل، حتی لا ینفذ قضاءہ فی غیر ذلک المکان علی قول من یعتبر'' (مجمع الانہر فی شرح ملتقی الأبحر۴؍۴۸۱)۔
- ''القضاء یتخصص بالزمان والمکان، فلو ولاہ قاضیاً بمکان کذا لا یکون قاضیاً فی غیرہ، وفی الملتقط: وقضاء القاضی فی غیر مکان ولایتہ لا یصح'' (الاشباہ والنظائر۱؍۲۵۵)۔
- ''شہدوا أنہ شہد عند قاضی مصر کذا شاہدان برؤیة الہلال فی لیلة کذا، وقضی القاضی بہ، وقد وجد استجماع شرائط الدعوی قضی أی جاز لہذا القاضی أن یحکم بشہادتہما، لأن قضاء القاضی حجة شہدوا بہ، لو لا شہدوا برؤیة غیرہم؛ لأنہ حکایة (درمختار) قال

الشامی: تنبیہ: قال الرحمتی: معنی الاستفاضۃ أن تأتی من تلک البلدۃ جماعات متعدون کل منہم یخبر عن أہل تلک البلدۃ أنہم صاموا عن رؤیۃ لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن أشاعہ، کما قد تشیع أخبار یتحدث بہا سائر أہل البلدۃ ولا یعلم من أشاعہا، کما ورد: أن فی آخر الزمان یجلس الشیطان بین الجماعۃ فیتکلم بالکلمۃ فیتحدثون بہا، ویشیر إلیہ قول الذخیرۃ: إذا استفاض وتحقق، فإن التحقق لا یوجد بمجرد الشیوع'' (تنویر الابصار مع الدر کتاب الصوم٣٥٨،٣).

- ''عن ربعی بن حراش عن رجل من أصحاب النبیﷺ قال: اختلف الناس فی آخر یوم رمضان، فقدم أعرابیان فشہدا عند النبیﷺ باللہ لأہلا الہلال أمس عشیۃ، فأمر رسول اللہﷺ الناس أن یفطروا زاد خلف فی حدیثہ: وأن یغدوا إلی مصلاہم'' (سنن ابی داؤد باب شہادۃ رجلین علی رؤیۃ ہلال شوال٣١٩،١، حدیث نمبر: ٢٣٣٩) [مقالہ: مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا محمد صالح الزماں قاسمی].
- ''فإن قول المنجمین لا یعتمد علیہ'' (حاشیہ البخاری، تحت حدیث: ١٩٠٦).
- ''ولا عبرۃ بقول المؤقتین ..... بل فی المعراج: لا یعتبر قولہم بالإجماع الخ'' (ردالمحتار ١٠٠،٢).
- إن علماء الہیئۃ مجمعون علی أن المقادیر المفروضۃ فی أواخر أعمال رؤیۃ الہلال ہی أبعاد لم یوقف علیہا إلا بالتجربۃ ، وللمناظر أحوال ہندسیۃ یتفاوت لأجلہا المحسوس بالبصر فی العظم والصغر، وفی ما إذا تأملہا متأمل مضف، ولم یستطع بت الحکم علی وجوب رؤیۃ الہلال أو امتناعہا'' (جواہر الفقہ٤٦٢،٣).
- ''کان رسول اللہﷺ یتحفظ من ہلال شعبان، لا یتحفظ من غیرہ، ثم یصوم لرؤیتہ رمضان، فإن غم علیہ عد ثلاثین یوماً، ثم صام'' (السنن الکبری للبیہقی٤٢٤،٨، حدیث نمبر: ٤٠١٧).
- ''الحاصل أن للمتاخرین ثلاثۃ أقوال نقلہا الإمام الزاہدی فی القنیۃ، الأولی: ما قالہ القاضی عبد الجبار، وصاحب جمع العلوم أنہ لا بأس بالاعتماد علی قول المنجمین، الثانی: ما نقلہ عن ابن ما مقاتل أنہ کان یسألہم ویعتمد علی قولہم إذا اتفق علیہ جماعۃ منہم، الثالث: ما نقلہ عن شرح الإمام السرخسی أن الرجوع إلی قولہم عند الاشتباہ بعید لحدیث الخ، ولا عبرۃ بقول الموقتین ولو عد ولا علی المذہب، وفی البحر عن غایۃ البیان: من قال یرجع فیہ إلی قولہم فقد خالف الشرع الخ'' (رسالہ٢٤٦،١).
- ''ولا عبرۃ بقول المنجمین، ..... لأن الشارع علق الصوم علی أمارۃ ثابتۃ أبداً، وہی رؤیۃ الہلال أو إکمال العدۃ ثلاثین یوماً، أما قول المنجمین فہو إن کان مبنیا علی قواعد دقیقۃ، فأنا نراہ غیر منضبط، بدلیل اختلاف آرائہم فی أغلب الأحیان، وہذا ہورأی ثلاثۃ من العلماء مخالف الشافعیۃ'' (الفقہ علی المذاہب الاربعہ١٠،١).

- ''الشافعیۃ قالوا: یعتبر قول النجم فی حق نفسہ، وحق من صدقہ، ولا یجب الصوم علی عموم الناس بقول الراجح'' (حوالہ سابق)۔
- ''وقد صرح علماؤنا وغیرہم بوجوب التماس الہلال لیلۃ الثلاثین من شعبان، فإذا رأوہ صاموا وإلا فأکملوا العدۃ، فاعتبروا الرؤیۃ''۔

متفرق قیود:

- مفتی شبیر احمد قاسمی مرادآباد: اس مسئلہ میں موصوف کی رائے یہ ہے کہ ''اگر یہ خبر قاضی یا ہلال کمیٹی کے فیصلے کی بنیاد پر آتی ہے تو اس پر عمل کرنا جائز ہے، دوبارہ قاضی کے فیصلہ کا انتظار ضروری نہیں ہے۔
- مفتی ظفر عالم ندوی: موصوف کہتے ہیں کہ اگر مطلع متحد ہو تو تمام لوگوں کے لئے وہ خبر معتبر اور قابل عمل ہے۔
- مفتی مقصود فرقانی: موصوف کہتے ہیں کہ اگر وہاں کا قاضی یا مقامی ہلال کمیٹی اعلان نہ کرے تو دوسرے خطہ کے مسلمان اس خبر کی بنیاد پر از خود عمل کرسکتے ہیں۔
- مفتی عبد الرحیم قاسمی: ان کی رائے یہ ہے کہ اگر اعلان کرنے والی کمیٹی مشہور اور اعلان کرنے والا شخص معروف ہو تو اس پر عمل کرنا سب کے لئے واجب ہے، اور دوسری جگہ کے قاضی کے لئے اس کا اعلان کرنا ضروری ہے، تائید میں بہت سے اردو فتاوی پیش کئے ہیں۔
- مفتی محمد راشد حسین ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی: اگر مختلف ذرائع سے متحقق خبر آجائے تو دوسری جگہ کے قاضی کےلئے اس کو ماننا اور اعلان کرنا ضروری ہے، اس لئے کہ یہ ایک حکم شرعی پر عمل کا مسئلہ ہے۔
- مفتی اسجد دیولا: اس علاقے کے لوگوں پر تو عمل واجب ہی ہے، دوسری جگہ بھی خبر بطریق موجب پہنچ جائے تو لوگوں پر عمل واجب اور قاضی پر اعلان ضروری ہوگا۔

سوال نمبر۲ :

(الف): کیا رؤیت کے لئے فلکیاتی حساب سے مدد لی جاسکتی ہے، تاکہ یہ اندازہ لگایا جائے کہ آج افق پہ چاند کی بصری رؤیت کا امکان ہے یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگاران حضرات کی رائے یہ ہے کہ چونکہ اسلام ایک سادہ مذہب ہے، اور اس کے ہر حکم کی بنیاد سادگی اور ہر طرح کے تکلفات سے دور اور خواندہ ناخواندہ سب کے لئے برابر ہے، اس لئے رمضان اور عید جیسے احکام کی بنیاد محض تجربات اور تخمینی آلات پر نہیں رکھی جاسکتی ہے ،اور نہ ہی اس کو چاند کی رؤیت اور ثبوت کا معیار قرار دیا جاسکتا ہے، البتہ اس حد تک مدد لینے میں کوئی مضائقہ

نہیں ہے کہ مہینہ کی ۲۹ تاریخ کو فلکیاتی، ریاضی اور علم ہیئت کی رو سے چاند کی پیدائش اور رؤیت ممکن ہے یا نہیں، اور اس دن اگر کوئی شخص رؤیت کی شہادت دے تو اس کی صداقت کا اندازہ کیا جاسکے۔ اس لئے فلکیاتی حساب میں اس بات کی قطعیت تو ثابت ہے کہ آج چاند کی پیدائش افق پر ہوگی یا نہیں، مگر یہ قطعی نہیں ہے کہ رؤیت بھی ہوجائے گی۔ اس لئے اس کو احکام کے ثبوت کا مدار قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اس مسئلہ پر تقریباً تمام مقالہ نگار کا اتفاق ہے، اس لئے اسمائے گرامی حذف کئے جاتے ہیں۔

دلائل وشواہد:

- ''فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ'' (سورہ بقرہ: ۱۸۵)۔
- ''الشہر تسع وعشرین لیلۃ فلا تصوموا حتی تروہ، فإن غمّ علیکم فأکملوا العدۃ ثلاثین'' (بخاری، حدیث نمبر: ۱۹۰۷، مسلم، حدیث نمبر: ۱۰۸۰)۔
- ''عن أبی ہریرۃ:صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ، فإن غبی علیکم فأکملوا العدۃ ثلاثین'' (بخاری، حدیث نمبر: ۱۸۱۰، مسلم: ۱۰۸)۔
- ''نحن أمۃ أمیۃ لا تکتب ولا نحسب، الشہر ہکذا وہکذا، یعنی مرۃ تسع وعشرین ومرۃ ثلاثین'' (بخاری،۱۸۱۴، مسلم،۱۰۸۰)۔
- ''فإن أغمی علیکم فأکملوعدۃ شعبان ثلاثین'' (بخاری، کتاب الصوم، باب إذا رأیتم الہلال فصوموا : ۱۹۰۹، مسلم باب وجوب صوم رمضان لرؤیۃ الہلال،۲۵۱۴)۔
- ''عن ابن عمرؓ قال: سمعت رسول اللہﷺ یقول: إذا رأیتموہ فصوموا، وإذا رأیتموہ فأفطروا، فإن غم علیکم فاقدروا لہ'' (بخاری، کتاب الصوم،۱۹۰۰)۔
- ''أو إکمال العدۃ اتباعاً للأحادیث الآمرۃ بذلک دون الحساب والتنجیم'' (رسالہ ۱،۲۴۴، موسوعہ فقہیہ۲۴،۲۲)۔
- ''یفترض علی المسلمین فرض کفایۃ أن یلتمسوا الہلال'' (الفقہ علی المذاہب الاربعہ۱،۵۵۱)۔
- ''ولا یعتمد علی ما یخبر بہ أہل المیقات والحساب والتنجیم لمخالفۃ شریعۃ نبینا علیہ أفضل الصلاۃ والتسلیم؛ لأنہ وإن صح الحساب أو الرصد فلسنا مکلفین شرعاً إلا بالرؤیۃ العادیۃ'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ۳،۱۶۵۲)۔
- ''ووجہ ما قلناہ إن الشارع لم یعتمد الحساب، بل ألغاہ بالکلیۃ بقولہ: ''نحن أمۃ أمیۃ لا نکتب ولا نحسب، الشہر ہکذا وہکذا'' وقال ابن دقیق العید: الحساب لا یجوز الاعتماد علیہ فی الصلاۃ'' (شامی۲،۲۵۵، مطلب ما قالہ السبکی)۔
- ''ولو دل الحساب القطعی علی عدم إمکان الرؤیۃ ففیہ اضطراب للمتأخرین، والراجح العمل بشہادۃ البینۃ'' (حاشیۃ الجمل۲،۳۰۵)۔
- ''لو بنی علی قول المنجمین وأہل المعرفۃ بالحساب فوافق الصواب لم یصح صومہ، وإن

کثرت إصابتہم؛ لأنہ لیس بدلیل شرعی یجوز البناء علیہ، فکان وجودہ کعدمہ" (المغنی۳،۹)۔

- ''فإنا نعلم بالاضطرار من دین الإسلام إن العمل فی رؤیۃ ہلال الصوم أو الحج أو العدۃ أو الإیلاء أو غیر ذلک من الأحکام المعلقۃ بالہلال بخبر الحساب أنہ یری أو لا یری، لا یجوز، والنصوص المستفیضۃ عن النبیﷺ بذلک کثیرۃ'' (رؤیۃ الہلال والحساب الفلکی ،۴۳)۔
- ''المراد بالحساب ہنا حساب النجوم وتیسیرہا ولم یکونوا یعرفون من ذلک أیضاً إلا النذر الیسیر، تعلق الحکم بالصوم وغیرہ بالرؤیۃ لرفع الحرج عنہم فی معاناۃ حساب التیسیرو استمر الحکم فی الصوم، ولو حدث بعدہم من یعرف ذلک، بل ظاہر السیاق یشہد بنفی تعلیق الحکم بالحساب أصلاً ویوضحہ قولہ فی الحدیث الماضی، فإن غم علیہم فأکملوا العدۃ ثلاثین، ولم یقل فسئلوا أہل الحساب'' (فتح الباری۴،۱۲۷)۔
- ''قال المازری حمل جمہور الفقہاء قولہﷺ:فاقدروا لہ علی أن المراد إکمال العدۃ ثلاثین، کما فسرہ فی حدیث آخر قالوا: ولا یجوز أن یکون المراد حساب المنجمین بالآن الناس لو کلفوا بہ ضاق علیہم بالآنۃ لا یعرفہ إلا أفراد، والشرع إنما یعرف الناس بما یعرفہ جماہیرہم واللہ أعلم" (شرح النووی۷،۱۸۶)۔
- ''ولا یعتبر قول المنجمین بالإجماع، ومن رجع إلی قولہم، فقد خالف الشرع" (البنایہ۴،۱۷)۔
- ''ولا یلتفت إلی حساب المنجمین اتفاقاً، وإن رکن إلیہ بعض البغدادیین'' (مواہب الجلیل۲،۳۸۷)۔
- ''والمعتمد فی المذہب الحنفی أن شرط وجوب الصوم والإفطار رؤیۃ، وأنہ لا عبرۃ بقول الموقتین ولو عدولاً، ومن رجع إلی قولہم خالف الشرع۔ إلی قولہ ۔ ومنہم مالک، من اعتماد الحساب فی إثبات الہلال، أن الإمام الذی یعتمد علی الحساب لا یقتدی بہ ولا یتبع، وقولہ:وذکر القرافی قولاً آخر للمالکیۃ بجواز اعتماد الحساب فی إثبات الأہلیۃ ۔ إلی قولہ ۔ أما الشافعیۃ فقال النووی:۔ إلی قولہ۔ فی ہذا الحصر نفی لاعتماد الحساب، وقولہ:لا یعتمد الحنابلۃ الحساب الفلکی فی إثبات ہلال رمضان، ولو کثرت إصابتہ" (الموسوعۃ الفقہیہ۲۲،۳۳۔۳۴)۔
- ''إنما المعول علی رؤیۃ الأہلۃ ، وإنما لنا أن ننظر فی علم الحساب ما یکون عیاناً أو کالعیان'' (عمدۃ القاری۵،۱۰)۔
- ''وہل یرجع إلی قول أہل الخبرۃ العدول ممن یعرف علم النجوم الصحیح أنہ لا یقبل،فی السراج الوہاج (ہندیہ۱،۱۹۷)۔
- ''اعلم أن اختلاف المطالع لا خلاف فیہ لأحد من العلماء، لأنہ من الأمور الثابتۃ بالمشاہدۃ،

وقد وافق الشرع العقل مع ذلک أیضاً، کما أنہما متفقان علی الدوام'' (العذب الزلال،۱۱۲)۔
- ''فإن للمسلمین فی تلک المناطق ومشابہما أن یأخذوا بمن یتقون بہ من البلاد الإسلامیۃ التی تعمد علی الرؤیۃ البصریۃ الہلال دون الحساب بأی شکل من الأشکال'' (قرار مجلس المجمع الفقہ الاسلامی،۶۶)۔

فلکیات سے متعلق بعض وضاحتیں:

اسلام چونکہ کسی بھی سائنسی اور فنی تحقیق وایجاد کی مخالفت نہیں کرتا، بلکہ انسان کے لئے مفید ایجادات کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، اس لئے ایسے موقع پر جہاں کی جدید تحقیقات سے اسلامی احکام کو سمجھنے اور آسان بنانے میں مدد ملتی ہو تو شریعت کے اصول اور مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے اس سے فائدہ ضرور اٹھانا چاہئے، اس پہلو سے متعلق مقالہ نگار حضرات نے بعض مفید باتیں لکھی ہیں، ہم ان میں سے بعض کے اقتباسات نقل کرتے ہیں:

- مولانا اختر امام عادل: موصوف کہتےہیں:
- ''یسئلونک عن الأہلۃ قل ہی مواقیت للناس والحج'' (البقرہ: ۱۸۹)۔
- ''وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم اللیل والنہار'' (ابراہیم: ۳۳)۔
- ''ہو الذی جعل الشمس ضیاءاً والقمر نوراً وقدّرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب ما خلق اللہ ذلک إلا بالحق یفصل الآیات لقوم یعلمون'' (یونس: ۵)۔
- ''وجلعنا اللیل والنہار آیتین فمحونا آیۃ اللیل وجعلنا آیۃ النہار مبصرۃ لتبتغوا فضلاً من ربکم ولتعلموا عدد السنین والحساب، وکل شئی فصلناہ تفصیلاً'' (سورہ اسراء: ۱۲)۔

یہ تمام آیات فلکی حسابات کی واقعیت پر دلالت کرتی ہیں..... رؤیت کے باب میں حدود میں رہتے ہوئے فلکی حسابات سے استفادہ کی گنجائش ہوگی، آبزرویٹری کی وہ معلومات جو بدیہی ہیں ان سے رؤیت ہلال میں استفادہ ممکن ہے، اگر علم فلکیات کے مطابق چاند افق پر موجود ہو اور چاند نظر نہ آئے تو فیصلہ حساب پر نہیں، بلکہ حقیقی رؤیت پر ہوگا، اور اگر چاند افق پر موجود یا قابل رؤیت نہ ہو اور کچھ لوگ رؤیت کا دعوی کریں ایسے موقعہ پر شہادت قبول کرنے میں بہت احتیاط اور دقت نظر سے کام لینا چاہئے اور فلکیاتی کی مدد سے شہادت پر جرح ہونی چاہئے، ورنہ آنکھ بند کرکے شہادت قبول کرنے میں امت کی رسوائی کا اندیشہ ہے، موجودہ سائنسی ترقیات کے تناظر میں کم ازکم تحقیقی پہلو سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

۔ مولانا مصطفی عبد القدوس ندوی: فلکیاتی حساب سے مدد لی جاسکتی ہے، تاکہ جس دن رؤیت کا امکان نہ ہو زیادہ تحقیق وجستجو کی ضرورت نہ پڑے۔

۔ مفتی اقبال احمد قاسمی:احتیاط اور سداً للذریعہ فلکیات سے مدد لینے کی پذیرائی نہیں ہونی چاہئے، ورنہ لوگ اسی پر تکیہ کرکے بصری رؤیت کے عمل کو خیرباد کہہ

دینگے۔

۔ مفتی حافظ صادق محی الدین، مفتی محمد عثمان بستوی، قاضی ریاض ارمان قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، وغیرہ کے خیال میں صرف شہادت کی تائید وتوثیق کے لئے مدد لی جاسکتی ہے، تاکہ خبر دینے والے کی صداقت کا اندازہ لگایا جاسکے۔

۔ مفتی محمد حسین قمر الدین ماہمکر: امکان رؤیت اگر نہ ہو اور دو گواہ شہادت دیں تو اس کی وجہ سے اس شہادت کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

۔ مفتی اقبال محمد ٹنکاروی: فلکیاتی حساب سے مدد لینا بھی راجح معلوم ہوتا ہے۔

گویااکثر حضرات کی رائے یہ ہے کہ صرف اس حد تک مدد لینا درست ہے کہ آج فلکیاتی حساب سے افق پر چاند کی رؤیت کا امکان ہے یا نہیں، بس اس امکان رؤیت کی معلومات کی حد تک اس کی اجازت ہوسکتی ہے۔

سوال نمبر ۲ :

(ب): اگر کسی خطہ میں ۲۹،تاریخ کو فلکیاتی حساب سے رؤیت کا امکان نہ ہو، اس کے باوجود رؤیت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے، کہا اسے قبول کیا جائے گا، یا اس کو رد کردیا جائے گا؟

اس سوال کے جواب میں سوائے دو مقالہ نگار کے تمام حضرات کی رائے یہ ہے کہ:

شرعی اصول کے مطابق رؤیت ہلال کی شہادت مل جاتی ہے، تو محض فلکیاتی حساب کی بنیاد پر امکان رؤیت نہ ہونے کی وجہ سے اس شہادت کو رد نہیں کیا جائے گا، چونکہ فلکی حساب بھی ایک امرظنی ہے، اور اس میں غلطیاں ہوتی رہتی ہیں، نیز یہ کہ شریعت اس کی بنیاد رؤیت بصری پر رکھی ہے، سائنسی تحقیقات پر نہیں رکھی ہے۔

دلائل وشواہد:

- ''وما جعل علیکم فی الدین من حرج'' (سورہ حج: ۷۸)۔
- ''یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ہداکم'' (سورہ بقرہ: ۱۸۵)۔
- ''إن الدین یسر'' (حدیث)۔
- ''عن ابن عباس أن النبیﷺ قال: صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ، فإن حال بینکم غمامۃ أو ضبابۃ فأکملوا عدۃ شہر شعبان ثلاثین'' (احکام القرآن للجصاص، باب الغلام یبلغ والکافر یسلم۱،۲۳۵)۔
- ''عن النبیﷺ أنہ قال: إنا أمۃ أمیۃ لا نکتب ولا نحسب ، الشہر ہکذا وہکذا، یعنی مرۃ تسعۃ وعشرین، ومرۃ ثلاثین'' (بخاری، کتاب الصوم)۔

- ''عن ابن عمرؓ قال:سمعت رسول اللہﷺ یقول: إذا رأیتموہ فصوموا، وإذا رأیتموہ فأفطروا، فإن غم علیکم فاقدروا لہ'' (بخاری، باب ہل یقال رمضان: ١٩٥٥)۔
- ''ولا عبرۃ بقول المؤقتین ولو عدولاً علی المذہب'' (درمختار٢،٩٢) (قولہ ولا عبرۃ بقول المؤقتین، أی فی وجوب الصوم علی الناس، بل فی المعراج: لا یعتبر قولہم بالإجماع، ولا یجوز للمنجم أن یعمل بحساب نفسہ (حوالہ مذکور)، ظہر من العبارۃ المنقولۃ أن علم الہندسۃ لیس بحجۃ فی رؤیۃ الہلال لوجوب الصوم، بل الحجۃ خبر العادل، کما ہو مصرح فی کتب المذہب، وقبل للصوم مع علۃ وغبار خبر عدل'' (الدر المختار، فتاوی محمودیہ١٥،٦٣)۔
- ''وفی فتاوی الشہاب الرملی الکبیر الشافعی: سئل عن قول السبکی: لو شہدت بینۃ برؤیۃ الہلال لیلۃ الثلاثین من الشہر، وقال:الحساب بعدم إمکان الرؤیۃ تلک البلدۃ، عمل بقول الحساب، لأن الحساب قطعی، والشہادۃ ظنیۃ، وأطال فی ذلک فہل یعمل بما قالہ أم لا؟ فأجاب بأن المعمول بہ فی المسائل الثلاثۃ، واشہدت بہ البینۃ، لأن الشہادۃ نزلہا الشارع بمنزلۃ الیقین، وما قالہ السبکی مردود، ردہ علیہ جماعۃ من المتأخرین ولیس فی العمل بالبینۃ مخالفۃ لصلاتہ ﷺ، ووجہ ما قلناہ أن الشارع لم یعتمد الحساب، بل ألغاہ بالکلیۃ بقولہ: ''نحن أمۃ أمیۃ لا نکتب ولا نحسب، الشہر ہکذا ہکذا ہکذا''، وقال ابن دقیق العید: الحساب لا یجوز الاعتماد علیہ فی الصلاۃ، وعن شمس الأئمۃ الحلوانی: أن الشرط فی وجوب الصوم والإفطار الرؤیۃ ولا یواخذ فیہ بقولہم، ثم نقل عن مجد الأئمۃ الترجمانی أنہ اتفق أصحاب أبی حنیفۃ، إلا النادر، والشافعی أنہ لا اعتماد علی قولہم'' (شامی٢،٣٥٥)۔

ان نصوص اور عبارات فقہاء کے علاوہ حضرات مقالہ نگار نے اردو فتاوی، اور مکہ فقہ اکیڈمی کے فیصلے بھی تائیداً نقل کئے ہیں، بخوب طوالت یہاں صرف نظر کیا جاتا ہے۔

البتہ اس مسئلہ میں اس صورت میں مفتی راشد حسین ندوی کہتے ہیں کہ اگر ماہرین فلکیات متفق ہوں کہ آج رؤیت کا امکان نہیں ہے اور مطلع صاف ہو تو پھر جم غفیر کی شہادت ہی سے رؤیت ثابت ہوگی، دو کی شہادت ناکافی ہوگی، اس پر موصوف نے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی تحقیق اور ''یورپی افتاء کونسل '' کے اجتماعی فیصلے کو شہادت کے طور پر پیش کیا ہے، جس کے الفاظ اس طرح ہیں:

''لہذا اگر فلکی حساب کے ذریعہ کسی خطہ میں شرعاً معتبر رؤیت کی نفی ہوجائے تو پھر گواہوں کی گواہی کا اعتبار نہ ہوگا، کیونکہ یہ ظنی ہے، اسے غلط فہمی اور کذب بیانی پر محمول کیا جاسکتا ہے، جبکہ حسابی شہادت قطعی ہوتی ہے، اور ظنی کی بنیاد پر قطعی کو رد نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ظنی کو قطعی پر ترجیح نہیں دی جائے گی '' (یورپین افتاء کونسل کے اجتماعی فیصلے اور فتاوی اردو ترجمہ٤٨)۔

- اسی طرح مفتی عثمان بستوی اور ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی نے ایسی شہادت کو شبہ کی وجہ سے متہم اور قابل رد قرار دیا ہے، جبکہ مولانا اختر امام عادل قاسمی نے بھی کہا ہے کہ یوں تو رؤیت کا فیصلہ شہادت پر مبنی ہے، فلکی حساب پر نہیں، تاہم اس میں شہادت قبیح اور محل نظر ہوسکتی ہے، اس لئے جس طرح قضاء میں شاہدین کی تنقیح کی جاتی ہے، اسی طرح محل شہادت کی تنقیح بھی ضروری ہے (مزید تفصیل کے لئے حضرات موصوف کے مقالات کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے)۔

سوال نمبر ٢ :

(ج) چاند کی رؤیت کے لئے کیا محکمہ موسمیات سے مدد لی جاسکتی ہے، یعنی اس علم کے لئے کہ آج مطلع صاف ہے یا گرد آلود وکثافت زدہ ہے اور چاند کی رؤیت ممکن ہے یا نہیں؟

اس شق کے جواب میں بھی مقالہ نگاران کی دو آراء سامنے آئی ہیں:

پہلی رائے:

اس بارے میں پہلی رائے یہ ہے کہ صرف اس حد تک محکمہ موسمیات سے مدد لینے میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ آج مطلع صاف رہے گا یا ابر آلود اور چاند کی رؤیت ممکن ہے یا نہیں، اس سے زیادہ کی بالکل گنجائش نہیں ہے کہ ثبوت اور رؤیت کے لئے اس کو مدار قرار دیا جائے، اس رائے کو مندرجہ ذیل حضرات نے اختیار کیا ہے:

ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مفتی امتیاز احمد واعظ قاسمی، مولانا قمر الدین محمود بڑودہ، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، حافظ سید صادق محی الدین فہیم، مولانا شاہ عالم گورکھپوری، مفتی اقبال احمد قاسمی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مفتی ظفر عالم ندوی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا مصطفی عبد القدوس ندوی، مولانا اظہار الحق قاسمی، مفتی مقصود فرقانی، مفتی اسجد دیولا، مفتی اشرف عباس قاسمی، مولانا اسجد بن محمد شفیع، مفتی محمد عثمان بستوی، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی۔

دلائل وشواہد:

اس موقف کے دلائل فلکیاتی نظام کے ضمن میں گذر چکے ہیں کہ چونکہ شریعت نے احکام صوم وافطار وقربانی کی ابتداء واختتام کو بصری رؤیت، یا قمری مہینہ کی تکمیل سے مربوط قرار دیا ہے، کسی انداز وتخمینہ پر احکام کی بنیاد نہیں رکھی ہے، اس لئے محکمہ موسمیات سے صرف احتمال کی حد تک اور مطلع کی کیفیت جاننے کے لئے مدد لی جاسکتی ہے، تاکہ قاضی کو شہادت قبول کرنےاور فیصلہ کرنے میں آسانی ہو، اور بس، اس سلسلہ کی نصوص اور فقہاء کی عبارتیں وہاں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں، بخوف

طوالت یہاں سے حذف کیا جاتا ہے۔

دوسری رائے:

دوسری رائے یہ ہے کہ جب یہ مسئلہ بصری رؤیت اور ثبوت سے متعلق ہے تو خواہ مخواہ درمیان میں محکمہ موسمیات کو داخل کرنا ایک طرح کا بے جا تکلف ہے، اور شعبہ موسمیات سے مدد لینا ایک طرح کا فضول عمل ہے اور اس کی پیشین گوئیاں بھی قطعی نہیں ہوتیں، اس لئے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس رائے کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنایا ہے:

مفتی انور علی اعظمی، مفتی راشد حسین ندوی، مولانا محمد صالح الزماں قاسمی، مفتی اقبال محمد ٹنکاری، مفتی محمد معزالدین قاسمی، مفتی حبیب اللہ۔

کچھ مقالہ نگار حضرات نے اس کا جواب فلکی حساب کے تحت تحریر کیا ہے، اس لئے انہوں نے علاحدہ سے (شق ج کے تحت) کوئی بات عرض نہیں کی ہے۔

دلائل وشواہد:

اس موقف کے دلائل بھی فلکیاتی نظام سے استفادہ کے عدم جواز کے ضمن میں گذر چکے ہیں تکرار سے بچتے ہوئے یہاں نقل سے احتراز کیا جاتا ہے۔

سوال نمبر ٢ :

(د) مطلع صاف نہ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ کیا صرف ابر کی وجہ سے مطلع کو متاثر مانا جاتا ہے، یا اس کے دوسرے بھی اسباب ہیں، اگر ہیں تو وہ کیا ہیں؟

سوال کے اس شق کی توجیہ میں مقالہ نگاران نے الگ الگ تشریحات پیش کی ہیں ہم ان کو مع اسماء گرامی نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

- مولانا ولی اللہ مجید قاسمی: آلودگی اور کثافت کی وجہ سے آنکھوں کے ذریعہ چاند کا دیکھ پانا مشکل ہو، اس کے متعدد اسباب ہوسکتے ہیں جیسے بادل، غبار، اور دھواں وغیرہ، ''مع العلۃ أی مع غیم وغبار ودخان'' (رد المحتار٢،٣٥٣)۔

- ڈاکٹر شاہجہاں ندوی: (١)ابر کی وجہ سے مطلع صاف نہ ہو، (٢) افق میں بہت زیادہ لالی ہو، مطلع دھواں اور کثافت زدہ ہو، مطلع گرد آلود ہو۔

- مفتی امتیاز احمد واعظ قاسمی: غبار، شبنم، دھند اور سیاہی۔

- مولانا محمد صبیح اختر قاسمی: بادل، گرد، کہرا، دھندلاپن، غبار، شبنم اور بارش۔

- مولانا شاہ عالم گورکھپوری: دھواں، کارخانوں اور فیکٹریوں سے نکلنے والا گیس، سمندر کے بخارات، بڑے پیمانہ پر فضلات کا جلایا جانا۔

- حافظ سید صادق محی الدین فہیم: گرد وغبار، کارخانوں سے نکلنے والا دھواں، چاند سورج سے زاویائی فاصلہ، افق سے سورج کا نیچے ہونا، افق سے چاند کی بلندی، زمین سے چاند کا فاصلہ، غروب شمس اور غروب قمر کے درمیان وقفہ کی کمی یا بیشی،

فضا میں آلودگی کا تناسب، مشاہدہ کے مقام کی سطح سمندر سے بلندی، فضا میں نمی وغیرہ۔

- مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی: جوبھی چیز مانع رؤیت ہو وہ مطلع کے صاف نہ ہونے کا سبب ہے، خواہ کسی بھی قسم کی ہو۔

- مفتی اقبال احمد قاسمی: کہرا، دھند، شبنم، پٹاخے کے دھویں، نیز قدرتی اسباب بھی ایسے ہوتے ہیں کہ کبھی فضا روشن اور کبھی تاریک ہوتی ہے۔

- مفتی حبیب اللہ قاسمی: بادل، دھواں، دھند وغیرہ۔

- مولانا رحمت اللہ ندوی: ابر، گردوغبار، دھواں، یا ایسی کوئی کثافت جو چاند دیکھنے میں مانع ہو۔

- مولانا مصطفی عبد القدوس ندوی: فضا ابرآلود اور کثافت زدہ ہو، اس کے علاوہ اور بھی دوسرے اسباب ہیں ۔

- مفتی ظفر عالم ندوی: بعض عوارض اور کرۂ ارض کے مقابلہ میں آجاتے ہیں، جو اس کی رؤیت سے مانع ہوتے ہیں، یہ موانع صرف ابر کے ساتھ خاص نہیں ہوتے ہیں، بلکہ اس کے علاوہ بھی دوسرے موانع ہیں بعض ظاہر ہوتے ہیں، اور بعض ظاہری موانع ماحول کے نچلی سطح پر ہوتے ہیں۔

- مولانا خورشید انور اعظمی: مطلع صاف نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ افق پر بدلی، غبار، دھواں، یا کوئی اور چیز چھائی ہوئی ہو جس سے چاند نظر نہ آئے (ہدایہ١٫١١٩، البنایہ٤٫٢٤)، ''غیم أو غبار أو نحوہما یمنع الرؤیۃ'' (الاختیار لتعلیل المختار١٫١٢٩)۔

- مولانا محمد اظہار الحق قاسمی: چاند نکلنے کی جگہ شاہدین پر واضح نہ ہو، یا ابر کی وجہ سے یا دھواں کی وجہ سے، یا سخت غبار کی وجہ سے، یا کہرے کی وجہ سے، اس کے علاوہ بھی مزید اسباب ہوسکتے ہیں۔

- مفتی مقصود فرقانی: مطلع کی جگہ بادل ہو، یا یہ کہ آندھی اور طوفان کی وجہ سے مطلع پر گرد وغبار آجائے، تیسرا سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ زمین پر آگ لگنے کی وجہ سے مطلع سرخ ہوجائے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ قدرتی طور پر بادل سرخ ہوجائے، کبھی سورج گہن کی وجہ سے اندھیرا ہوجاتا ہے، اس طرح کے مختلف اسباب ہیں۔

- مفتی اسجد دیولا: کبھی ابر کی وجہ سے ہوتا ہے، کبھی دخان کی وجہ سے، کبھی غبار کی وجہ سے، بلکہ غبار کا ایک ٹکڑا بھی مطلع کو ابر آلود کرسکتا ہے۔

- مفتی عبد الرحیم قاسمی: مطلع صاف نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ابر ہو، یا غبار ہو، یا دھواں ہو، ان تینوں میں سے کوئی سبب پایا جائے تو مانا جائے گا کہ علت پائی جارہی ہے۔

- مولانا محمد اکرم بن اسلم رشید: چاند دیکھنے کی جگہ کسی بھی ایسے امر کا پیش آنا جو چاند دیکھنے میں مانع ہو وہ مطلع صاف نہ ہونے کا سبب ہے۔

- مفتی اشرف عباس قاسمی: آسمان ابر آلود ہو، جس سے معتاد رؤیت مشکل ہو، بادل کے علاوہ اگر فضا میں دھواں یا گرد پھیلی ہوئی ہو جس سے رؤیت نہ ہو پا رہی ہو۔

- مفتی اقبال محمد ٹنکاروی: فضا کا مکدر ہونا، مقام کا بلند یا پست ہونا، بجلی کی روشنی، چاند کے غروب کا وقت،یعنی فضا غبار آلود ہو یا فضا میں دھواں پھیلا ہو، یا کہرا ہو، ہر طرف مختلف وجوہات کی وجہ سے دھواں پھیلا ہو، بجلی کی وجہ سے روشنی کی جگمگاہٹ ہو وغیرہ، یہ اسباب مطلع صاف نہ ہونے کے اسباب ہوسکتے ہیں۔

- مفتی محمد عثمان بستوی: مطلع صاف نہ ہونے سے مراد صرف ابر آلود ہونا نہیں، بلکہ ہر ایسی چیز ہے جو افق کی کثافت کا سبب ہو اور رؤیت ہلال کے لئے مانع ہو اور حاجز بنتی ہو، جس کے لئے فقہاء ''علت '' کا لفظ استعمال کرتے ہیں، معلوم ہوا کہ اس کے اسباب اور بھی ہیں۔

- قاضی ریاض ارمان قاسمی:مطلع ابر گرد وغبار کی وجہ سے متاثر مانا جاتا ہے، اگر اس میں وسعت پیدا کی جائے تو چاند دیکھنے والے کی نظرکی کمزوری ، آسمان پر ابر، غبار، دھواں، ہر مہینہ کے چاند میں فرق کا ہونا، کبھی باریک اور کبھی موٹا ہونا، چاند کا اپنے طلوع کی جگہ بدلنا، سورج کا چاند سے قریب یا دور ہونا، چاند کے درمیان پہاڑ یا بلند عمارت یا کسی اور چیز کا حائل ہونا وغیرہ وغیرہ۔

- محمد صالح الزماں قاسمی: بادل، گردو غبار، تیز سرخی، یا دھواں وغیرہ، غرض یہ کہ صرف ابر کی وجہ سے متاثر نہیں ہوتا، بلکہ اس کے علاوہ بھی اسباب ہوسکتے ہیں۔

- مفتی راشد حسین ندوی: بادل، کہرا، دھواں اور رکاوٹ بننے والی تمام چیزیں اس میں شامل ہیں۔

- مولانا اختر امام عادل قاسمی: اس کے کئی اسباب ہوسکتے ہیں: ابر، گردوغبار، دھند، شبنم، سیاہی، کوئی سایہ اور اسی حکم میں وہ تمام چیزیں بھی داخل ہیں جو چاند تک نظر پہنچنے میں رکاوٹ بنیں، اسی لئے فقہاء نے ایک اصولی لفظ ''علۃ '' استعمال کیا ہے۔

- مفتی انور علی اعظمی: گردوغبار، گاڑیوں اور کارخانوں سے نکلنے والے دھویں، شبنم، کہرا، گہرے کی وجہ سے نیچے کا دھواں اوپر نہیں چڑھ پاتا تو یہ کثافت بھی مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ بن جاتا ہے، یہ تمام چیزیں اس میں داخل ہیں۔

سوال نمبر ۲ :

(ہ) اگر ۲۹؍شعبان کو مطلع ابرآلود اور ایک شخص کی شہادت کی بنا پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کردیا ہو، اس کے بعد رمضان کی ۳۰؍تاریخ مکمل ہوچکی ہو، ۳۰؍کی شام کو بھی چاند دکھائی نہ پڑا تو کیا اگلے دن کو عید کا دن قرار دے کر عیدمنائی جائے گی اور اس ایک شخص کی رؤیت کو یہ کہا جائے گا کہ اسے مغالطہ ہوا، لہذا اگلے دن کو ۳۰؍رمضان قرار دے کر روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا جائے گا۔

اس سوال کے جواب میں اکثر مقالہ نگار حضرات کی رائے یہ ہے کہ اگر مطلع صاف ہونے اور تمام تر کوششوں کے باوجود رمضان کی ۳۰؍تاریخ کو کہیں سے بھی رؤیت ثابت نہیں ہوتی تو اگلے دن، یعنی ۳۱؍تاریخ کو روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا جائے گا اور شیخین [امام ابوحنیفہ وامام ابویوسف] کی رائے کو ترجیح دی جائے گی، اور یہ سمجھا جائے گا کہ ۲۹؍شعبان کو جو قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نے ایک فرد واحد کی شہادت کی بنیاد پر رؤیت کا فیصلہ کیا تھا وہ غلط فہمی اور وہم پر مبنی تھا اور اسے غلط قرار دیا جائے گا، اس رائے کا مندرجہ ذیل زیادہ تر مقالہ نگاران نے اظہار کیا ہے:

مفتی انور علی اعظمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی راشد حسین ندوی، مولانا محمد صالح الزماں قاسمی، مفتی محمد عثمان بستوی، مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی، مولانا محمد حسین قمر الدین ماہمکر، مولانا محمد اکرم بن اسلم رشید، مفتی شبیر احمد قاسمی مرادآباد، مفتی محمد اظہار الحق قاسمی، مفتی معز الدین قاسمی، مفتی ظفر عالم ندوی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا صابر حسین ندوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا محمد صبیح اختر قاسمی، مفتی امتیاز احمد واعظ قاسمی، ڈاکٹر مفتی شاہجہاں ندوی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی۔

دلائل وشواہد:

- ''والأشبہ أن یقال: إن کانت السماء مصحیۃ لا یفطرون لظہور غلطہ'' (تبیین الحقائق للزیلعی۱؍۳۲۰)۔
- ''لأن ما رآہ یحتمل أن یکون خیالاً لا ہلالاً'' (درمختار کتاب الصوم، سبب صوم رمضان۲؍۳۸۵)۔
- ''وإذا تم العدد أی عدد رمضان لا یحل الفطر اتفاقا علی ما ذکرہ شمس الأئمۃ، ویعزر ذلک الشاہد، کذا فی الدر، وفی التجنیس: إذا لم یر ہلال شوال لا یفطرون حتی یصوموا یوماً آخر، وقال الزیلعی:الأشبہ أن یقال:إن کانت السماء مصحیۃ لا یفطرون لظہور غلطہ، وإن کانت متغیمۃ یفرطون لعدم ظہور الغلط'' (مراقی الفلاح للطحاوی؍۵۴۰، عالمگیری، الباب الثانی فی رؤیۃ الہلال۱؍۱۹۸)۔
- ''فی الزیلعی: نقلہ لبیان فائدۃ لم تعلم من کلام الذخیرۃ، وہی ترجیح عدم حل الفطر، إن لم یغم شوال لظہور غلط الشاہد، لأن الأشبہ من ألفاظ الترجیح'' (رد المحتار علی الدر؍۳۲۲)۔
- ''وسیذکر المصنف فی الشہادات أنہ یعزر الشاہد لو تم العدد والسماء مصحیۃ، ولم یری الہلال أقولہ خلافاً لمحمد، قال فی غایۃ البیان: قول محمد ہو الأصح، وقال الکمال منہم من استحسن ذلک أی ما رواہ الحسن فی قبولہ فی صحو، وفی قبول لغیم أحد بقول محمد، وقال شمس الأئمۃ الحلوانی: ہذا الاختلاف فیما إذا لم یروا ہلال شوال، والسماء مصحیۃ، فأما إذا کانت متغیمۃ فإنہم یفطرون بلا خلاف، نقلہ ابن کمال باشا عن الذخیرۃ (قولہ:

الأضحى كالفطر) ہو ظاہر الروایۃ، وہو الأصح، کما فی الہدایۃ، وشروحہا والتبیین وفی الخلاصۃ ہو المذہب، وفی النوادر عن أبی حنیفۃ: أنہ کرمضان، وصححہ فی التحفۃ، قال صاحب البحر:فاختلف التصحیح لکن تأید الأول بأنہ المذہب، ولم یتعرض المصنف لحکم بقیۃ الأہلۃ، ولا یقبل فیہ إلا شہادۃ رجلین أو رجل وامرأتین عدول أحرار غیر محدودین فی قذف" (درر الحکام شرح غرر الاحکام۲؍۴۵۴ لمنلا خسرو)۔

- "واختلف الترجیح فی حل الفطر (فیما إذا کان) ثبوت رمضان بشہادۃ عدلین، وتم العدد ولم یر ہلال شوال مع الصحو صحح فی الدرایۃ والخلاصۃ والبزازیۃ حل الفطر، لأن شہادۃ الشاہدین إذا قبلت کانت بمنزلۃ العیان، وفی مجموع النوازل: لا یفطرون وصححہ کذلک السید الإمام الأجل ناصر الدین، لأن عدم الرؤیۃ مع الصحو دلیل الغلط فتبطل شہادتہما، ولا خلاف فی حل الفطر إذا تم العدد لو کان فی السماء علۃ، ولو (وصلیۃ) ثبت رمضان بشہادۃ الفرد العدل کالعدلین اتفاقا علی التحقیق" (مراقی الفلاح؍۵۴۰)۔
- "إذا صاموا بشہادۃ الواحد، وأکملوا ثلاثین یوماً، ولم یروا ہلال شوال لا یفطرون فیما روی الحسن عن أبی حنیفۃ رحمہما اللہ للاحتیاط، وعن محمد رحمہ اللہ تعالی أنہم یفطرون کذا فی التبیین ، وفی غایۃ البیان:قول محمد أصح، کذا فی النہر الفائق، وقال شمس الأئمۃ:ہذا الاختلاف فیما إذا لم یروا ہلال شوال والسماء مصحیۃ، فأما إذا کانت متغیمۃ یفطرون بلاخلاف" (ہندیہ۱؍۱۹۸، بدائع الصنائع۲؍۲۲۳، ہدایہ مع الفتح۲؍۲۵۱)۔
- "شہادۃ الزور لا تعلم إلا بالإقرار، ولا تعلم بالبینۃ (أقول) قد تعلم بدون الإقرار، کما إذا شہد بموت زید أو بأن فلاناً قتلہ، ثم ظہر زید حیاً، وکذا إذا شہد برؤیۃ الہلال فمضی ثلاثون یوماً، ولیس بالسماء علۃ، ولم یر الہلال، ومثل ہذا کثیر" (العقود الدریہ۱؍۳۲۱)۔
- "حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ صورت مسئولہ مختلف فیہ ہے، اور علامہ شامی کا رجحان امام محمد کے قول کی تصحیح وترجیح کی طرف ہے کہ صورت مذکورہ میں مطلع صاف ہونے کے باوجود عید منائی جائے گی، لیکن جہاں تشویش عوام کا اندیشہ ہو، شیخین کے قول پر فتوی دینا مناسب ہے " (امداد الفتاوی۲؍۱۰۶)۔

اس کے علاوہ اس رائے کے حاملین نے بہت سے اردو فتاوی بھی نقل کئے ہیں جن میں ۳۱؍تاریخ کو روزہ رکھنے اور ۲۹؍شعبان کو دی گئی شہادت کو غلط فہمی پر مبنی قرار دینے کا عندیہ دیا گیا ہے۔

دوسری رائے:

دوسری رائے یہ ہے کہ جب ۲۹؍شعبان کو شہادت کی بنیاد پر قاضی روزہ رکھنے کا فیصلہ دیدیا اور اس کی بنیاد پر رمضان شروع ہوگیا تو رمضان کی ۳۰؍تاریخ کو ۳۰؍روزہ مکمل ہوجائے گا اور شرعی اعتبار سے چاند کا مہینہ ۳۰؍دن سے زیادہ کا نہیں ہوتا، اس لئے ۲۹؍شعبان کی شہادت کو غلط قرار نہیں دیا جائے گا، اور ۳۰؍رمضان کو چاند نظر نہ آئے تو اگلے دن روزہ رکھنا درست نہیں ہوگا اور عید منائی جائے گی، اس

رائے کو مندرجہ ذیل حضرات نے اختیار کیا ہے:

مولانا مصطفی عبد القدوس ندوی، مولانا شاہ عالم گورکھپوری، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، حافظ مفتی سید صادق محی الدین فہیم، مولانا محمد فاروق قاسمی، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا اسجد بن محمد شفیع، مولانا محمد حسین قمر الدین ماہمکر، مفتی اشرف عباس قاسمی، مفتی ثناء الہدی قاسمی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مفتی اقبال احمد قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مفتی محمد مقصود فرقانی، مفتی اسجد دیولا۔

البتہ مجوزین میں سے مفتی اشرف عباس قاسمی اور مولانا محمد حسین قمر الدین ماہمکر نے اس قید کے ساتھ دونوں بات لکھی ہے کہ اگر مطلع ابر آلود ہو تو ۳۱؍تاریخ کو عید منائی جائے، اور اگر صاف ہو تو ۳۰؍رمضان کا فیصلہ کیا جائے گا اور یہ سمجھا جائے گا کہ ۲۹؍شعبان کو شہادت میں مغالطہ ہوا تھا یا شاہد نے غلط بیانی سے کام لیا تھا، جبکہ مولانا قمر الدین محمود بڑوہ نے خاموشی اختیار کی ہے۔

دلائل وشواہد:

- دلائل میں عام طور سے وہی فقہاء کی عبارتیں ان حضرات نے بھی تائید کے طور پر لکھی ہیں، اور فقہاء اور اکابر علماء کی تشریح کے مطابق امام محمدؒ کے قول کو ترجیح دینے کا رجحان ظاہر کیا ہے، جیسا کہ علامہ ابن عابدین نے اس کو راجح قرار دیا ہے، وہ عبارتیں فریق اول کے ضمن میں درج کی جاچکی ہیں، اس لئے یہاں تکرار لا حاصل ہے۔

- نیز ان حضرات نے قاضی کے فیصلہ کو باطل قرار نہ دینے والے اصول کو بھی پیش نظر رکھا ہے، جو اصول کی کتابوں میں مذکور ہے، ''الاجتہاد لا ینقض بالاجتہاد أو بمثلہ'' (الاشباہ والنظائر لابن نجیم۱؍۱۰۵) [دیکھئے مقالات: مولانا مصطفی عبد القدوس ندوی، مولانا شاہ عالم گورکھپوری]۔

- اسی طرح قمری مہینہ کا ۳۰؍دن سے متجاوز نہ ہونا ''فأکملوا العدۃ ثلاثین'' ، سو یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی کہ اگلے دن کو رمضان قرا ردیا جائے [مقالہ]۔

سوال نمبر ۳ :

(الف): اگر مطلع صاف ہو تو ثبوت رؤیت کے لئے کتنے افراد کی شہادت کافی ہوگی؟ شاہد کے اندر عدل کا کیا معیار ہے؟ کیا مستور الحال کی شہادت معتبر ہے؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگاران کا اس پر تقریباً اتفاق ہے کہ مطلع اگر صاف ہو تو رؤیت کی شہادت دینے والے افراد اتنی تعداد میں ہوں جن سے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کو رؤیت کا یقین یا ظن غالب حاصل ہوجائے اور ان پر جھوٹ کا امکان باقی نہ رہے، اسی کو حضرات مقالہ نگار نے خبر مستفیض سے بھی تعبیر کیا ہے، نیز موجودہ دور میں چاند کی شہادت دینے والے افراد کی عدالت وثقاہت اور قبولیت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ پابند صوم وصلاۃ ہے اور معاشرے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ کذب بیانی

سے کام لینے والا نہیں ہے، بلکہ صادق اور امین سمجھا جاتا ہے، نیز ایسا شخص جو مستور الحال ہو اور اس کےفسق وفجور کی تحقیق نہ ہو اس کی شہادت بھی قابل قابل ہوگی۔

البتہ مستور الحال کے سلسلہ میں مفتی اظہار الحق قاسمی، مفتی ظفر عالم ندوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، اور مولانا صالح الزماں قاسمی نے اس قید کا اضافہ کیا ہے کہ رمضان کے ثبوت میں تو مستور الحال کی شہادت قابل قبول ہے، لیکن عید کے چاند میں معتبر نہیں ہے، سوال کی یہ شق چونکہ اتفاقی ہے، اس لئے اسماء گرامی حذف کئے جاتے ہیں۔

دلائل وشواہد:

- ''عن ابن عباس قال: جاء أعرابی إلی النبیﷺ فقال: إنی رأیت الہلال قال الحسن فی حدیثہ، یعنی رمضان فقال: أتشہد أن لا إلہ إلا اللہ، قال: نعم، قال: أتشہد أن محمداً رسول اللہ، قال: نعم، قال: یا بلال! أذن فی الناس فلیصوموا غداً'' (سنن ابی داؤد، باب فی شہادۃ الواحد علی رؤیۃ ہلال٢/٢٨٣)۔
- ''ویقبل شہادۃ المسلم والمسلمۃ عدلاً کان أو غیر عدل بعد أن تشہد أنہ رأی خارج المصر أو أنہ رآہ فی المصر، وفی المصر علۃ تمنع العامۃ من التساوی فی رؤیتہ، وإن کان ذلک فی مصر ولا علۃ فی السماء لم یقبل فی ذلک إلا الجماعۃ'' (شامی٢/٣٨٩)۔
- ''وذکر فی الإمداد أنہا فی الصحو کرمضان والفطر أی فلابد من الجمع العظیم ولم یغیرہ لأحد'' (شامی٢/٣٩١)۔
- ''وقولہ:(وبقیۃ الأشہر التسعۃ) فلا یقبل فیہا إلا شہادۃ رجلین أو رجل وامرأتین عدول أحرار غیر محدودین، کما فی سائر الأحکام، وذکر فی الإمداد أنہا فی الصحو..... الخ، لکن قال الخیر الرملی:الظاہر أنہ فی الأہلۃ التسعۃ لا فرق بین الغیم والصحو فی قبول الرجلین لفقد العلۃ الموجبۃ لاشتراط الجمع الکثیر، وہی توجہ الکل طالبین ویؤیدہ قولہ، کما فی سائر الأحکام'' (حوالہ سابق٢/١٣٠)۔
- ''العدل فی الشہادۃ: أن یکون مجتنباً عن الکبائر، ولا یکون مصراً علی الصغائر، ویکون صلاحہ أکثر من فسادہ وصوابہ أکثر من خطائہ، أن یستعمل الصدق دیانۃ ومروۃ، ویجتنب عن الکذب دیانۃ ومروۃ '' (الفتاوی التاتارخانیہ١١/٤٢٤)۔
- ''الفسق لا یمنع أہلیۃ الشہادۃ عندنا، وإنما یمنع أداء الشہادۃ لتہمۃ الکذب، وعن أبی یوسف إن کان الفاسق وجیہاً ذا مروۃ جازت شہادتہ، لأن مثلہ لا یکذب'' (فتاوی قاضی خاں٣/٤٣٧ کتاب الشہادات)۔
- ''تجوز شہادۃ الرجل المسلم ما لم یصب أحداً، أو تعلم علیہ حویۃ فی دینہ، عن محمد قال: قال شریح: وأت علی ذلک بشہود عدول، فإنا قد أمرنا بالعدول وأت فسئل عنہ.... فإن قالوا: ما علمناإلا عدلاً مسلماً، فہو إن شاء اللہ کذلک، وتجوز شہادتہ'' (مصنف ابن ابی شیبہ، ماالعدل فی المسلمین٤/٤٢٨-٤٢٩، رقم: ٢١٧٣٦-٢١٧٣٩)۔

- ''والحدیث الثانی یدل علی أن من لم یظہر فسقہ قبل شہادتہ فی صوم رمضان، فإنہ ﷺ لم یفتش أمر العدالۃ فی الواقعۃ، وإن قال: إنہ ﷺ لعلہ کان یصرفہ، فیجاب بأنہ لو کان کذلک لما فتش عن إسلامہ'' (ابوداؤد۱،۳۲۷، اعلاء السنن۹،۱۲۴-۱۲۵)۔
- ''واستثنی الثانی ذا الجاہ والمروۃ، فإنہ یجب قبول شہادتہ'' (درمختار مع الشامی۵،۳۵۴)۔
- ''وہی الجماعۃ الکثیرۃ التی یؤمن تواطوہا علی الکذب ویفید خبرہا العلم'' (الفقہ الاسلامی علی المذاہب الاربعہ،۳۱۲)۔
- ''وتشرط العدالۃ؛ لأن قول الفاسق فی الدیانات غیر مقبول، وتأویل قول الطحاوی عدلاً کان أو غیر عدل أن یکون مستوراً'' (فتاوی قاضی خان کتاب الشہادات۳،۴۳۷)۔
- ''وإن لم تکن بالسماء علۃ لم تقبل الشہادۃ حتی یراہ جمع عظیم'' (الہدایہ۱،۱۹۵)۔
- ''وقیل: بلاعلۃ جمع عظیم یقع العلم الشرعی بخبرہم وہو غلبۃ الظن'' (الدر المختار مع الرد۳،۳۵۶)، ''وہو مفوض إلی رأی الإمام من غیر تقدیر بعدد علی المذہب'' (حوالہ مذکور)۔
- ''بل فی زماننا ہذا الفاسق إذا کان وجیہا یغلب علی الظن أنہ لا یکذب فی الشہادۃ أو دلت القرائن علی صدقہ تقبل شہادتہ'' (تفسیر مظہری۱،۳۲۷)۔
- ''إذا کان بالسماء علۃ تمنع الرؤیۃ قبل الحاکم فی ہلال رمضان خبر عدل أو مستور فی الأصح'' (مجمع الانہر۱،۳۴۸)۔
- ''وإن لم یکن فی السماء علۃ فیہما یشترط أن یکون فیہما الشہود جمعاً کثیراً یقع العلم بخبرہم'' (البحر الرائق۲،۴۶۸)۔
- ''قال شمس الأئمۃ الحلوانی: الصحیح من مذہب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض،و تحقق فیما بین أہل البلدۃ الأخری یلزمہم حکم ہذہ البلدۃ'' (شامی۳،۳۵۹)۔
- ''مسألۃ:قال القرافی فی باب السیاسۃ:نص بعض العلماء علی أنا إذا لم تجد فی جہۃ إلا غیر العدول أقمنا أصلحہم وأقلہم فجوراً للشہادۃ علیہم، ویلزم ذلک فی القضاء وغیرہم لئلا تضییع المصالح، قال: وما أظن أحداً یخالف فی ہذا، فإن التکلیف شرط فی الإمکان، وہذا کلہ للضرورۃ لئلا تہدر الأموال وتضییع الحقوق'' (معین الحکام فیما یتردد بین الخصمین من الأحکام۲،۵۷)۔
- ''وإن لم یکن علۃ فبجمع عظیم یقع العلم بخبرہم، لأن التفرد بالرؤیۃ فی مثل ہذہ الحالۃ یوم الخلط، فیجب التوقف فیہ حتی یکون جمعاً کثیراً للکل أی للأہلۃ الثلاثۃ'' (درر الحکام۱،۲۰۰)۔
- ''وینبغی العمل علیہما فی زماننا، لأن الناس تکاسلت عن تراٰی الأہلۃ'' (البحرالرائق۲،۲۸۹)۔
- ''عن أبی یوسف یقول: إذا کان وجیہاً فی الناس ذا مروٗۃ تقبل شہادتہ لعدم تمکن

تہمۃ الکذب فی شہادتہ؛ لأنہ لوجاہتہ لا یتجاسر أحد علی استیجارہ لأداء الشہادۃ ولمروؤتہ یمتنع عن الکذب من غیر منفعۃ لہ فی ذلک" (المبسوط۱۶؍۱۳۱، تبیین الحقائق ۴؍۲۱۰ ، اللباب ۴؍۵۷)۔

- "قال بعضہم:وإذا کان الناس فساقاً إلا القلیل النادر قبلت شہادۃ بعضہم علی بعض، ویحکم بشہادۃ الأمثل فالأمثل من الفساق ہذا ہو الصواب الذی علیہ العمل، وإن أنکرہ کثیر من الفقہاء بألسنتہم، کما أن العمل علی صحۃ ولایۃ الفاسق ونفوذ أحکامہ وإن أنکروہ بألسنتہم" (معین الحکام۱؍۱۱۷)۔
- "وقول الطحاوی: أو غیر عدل محمول علی المحمول علی المشہور، کما ہو روایۃ الحسن، لأن المراد بالعدل من ثبتت عدالتہ ولا ثبوت فی المستور، أما مع تبین الفسق فلا قائل بہ عندنا" (شامی۲؍۳۸۵)۔
- "اعلم أن المراد بالاستفاضۃ تواتر الخبر من الواردین من بلدۃ الثبوت إلی البلدۃ التی لم تثبت بہا لا یرد الاستفاضۃ؛ لأنہا قد تکون مبنیۃ علی أخبار رجل واحد مثلاً فیشیع الخبر عنہ، ولاشک أن ہذا لا یکتفی بدلیل قولہم إذا استفاض الخبر وتحقق، فإن التحقیق لا یکون إلا بما ذکرنا" (حاشیۃالبحر الرائق۲؍۲۷۰)۔
- "المجمع الذی یحصل بخبرہم غلبۃ الظن وہو مفوض إلی رأی الإمام من غیر تقدیر عدد وہو الصحیح" (مجمع الانہر۱؍۲۳۷)۔
- "وإن المستفیض ما تلقتہ الأمۃ بالقبول دون االعتبار عدد" (حاشیۃ نخبۃ الفکر؍۱۲)۔
- "والأصح قبول روایۃ المستور، وکذا الأصح قبول قولہ ہنا والصیام بہ" (المجموع۶؍۲۷۷)۔
- "إذا کان فی قریۃ لا حاکم فیہا، ورآہ فیشہد فی مسجد قریۃ، وعلی الناس أن یصوموا بقولہ إذا کان عدلاً أو مستورا الحال" (الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید۱؍۴۰۳)۔

سوال نمبر ۳ :

(ب) چاند دیکھنے والوں کے لئے کیا قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کے پاس رؤیت کی شہادت دینا ضروری ہے؟ چاند دیکھنے والوں کا بیان اصولی طور پر خبر ہے یا شہادت، اگر شہادت ہے تو اس کے لئے مجلس قضا اور شہادت کی دیگر شرائط کا پایا جانا ضروری ہے؟

اس سوال کے جواب میں اس بات پر تو مقالہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ چاند کی خبر پر چونکہ عبادت کا انحصار ہے، اس لئے چاند دیکھنے والے کی ذمہ داری ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی اطلاع یا خبر یا شہادت قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی یا ایسے متعلقین کو دے جو رؤیت کا اعلان کرے اور اگر اس شخص کے علاوہ کوئی اور اس کی اطلاع دینے والا نہ ہو تو پھر واجب ہے، خواہ مرد ہو یا عورت، البتہ مولانا محمد صبیح اختر

قاسمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی محمد عثمان بستوی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مفتی صادق محی الدین فہیم نے کہا ہے کہ چونکہ اس کا تعلق محض خبر سے ہے، اس لئے اطلاع دینا ضروری اور لازم نہیں ہے، محض خبر دینا کافی ہے۔

چاند دیکھنے والے کا بیان:

اس بارے میں اکثر حضرات کی رائے یہ ہے کہ اگر بیان کا تعلق رمضان کے چاند کی اطلاع سے ہو تو خبر ہے اور اگر عیدین کے ہلال سے ہو تو شہادت ہے، مگر اس شہادت کے بارے میں مندرجہ ذیل حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس میں شہادت کی جملہ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

حافظ مفتی صادق محی الدین، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا شاہ عالم گورکھپوری، مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی، مفتی محمد اسجد دیولا، مولانا محمد حسین قمر الدین ماہمکر، مولانا محمد اسجد بن محمد شفیع، مولانا قمر الدین محمود بڑودہ، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مفتی معز الدین قاسمی، مفتی ظفر عالم ندوی، مفتی راشد حسین ندوی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی انور علی اعظمی، ڈاکٹر شاہجہاں ندوی (کچھ شرائط کے لزوم کی قید کے ساتھ)، مولانا خورشید انور اعظمی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مولانا محمد اظہار الحق قاسمی، مولانا اکرم بن اسلم رشید، مولانا محمد صالح الزماں قاسمی، مفتی محمد عثمان بستوی۔

جبکہ درج ذیل حضرات کا خیال ہے کہ عیدین سے متعلق رؤیت کی اطلاع والے شخص کے بیان کا تعلق اصولی طور پر تو شہادت سے ہے، تاہم اس کی شہادت دینے کے لئے ان شرائط کا پایا جانا ضروری نہیں ہے، جو دیگر شہادتوں میں لازم ہیں:

مولانا مصطفی عبد القدوس ندوی، مفتی اشرف عباس قاسمی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا محمد صبیح اختر قاسمی، مفتی امتیاز احمد واعظ قاسمی، مولانا محمد فاروق قاسمی، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مفتی محمد مقصود فرقانی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مفتی محمد اقبال قاسمی۔

شواہد وتائیدات:

- ''فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ'' (سورہ بقرہ: ۱۸۵)۔
- ''ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فإنہ آثم قلبہ واللہ بما تعملون علیم'' (سورہ بقرہ: ۲۸۳)۔
- ''وقبل بلا دعوی وبلا لفظ ''أشہد'' وبلا حکم ومجلس قضاء، لأنہ خبر لا شہادۃ الصوم'' (شامی۲،۳۸۵)۔
- ''وشرط للفطر مع العلۃ العدالۃ ونصاب الشہادۃ، ولفظ أشہد وعدم الحد فی قذف لتعلق نفع العبد..... ولو کانوا ببلدۃ لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ، أفطروا بأخبار عدلین مع العلۃ للضرورۃ إلی الآخر'' (الدر المختار ورد المحتار۳،۱۲۵)۔
- ''صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ'' (مسلم۱،۳۴۷)۔

- ''وقبل الإمام شہادة الواحد العدل'' (ہدایہ۱،۱۹۵)۔
- ''وقد ثبت بہا أن أہل تلک البلدة صاموا یوم کذا لزم العمل بہا، لأن البلدة لا تخلوا عن حاکم شرعی عادة، فلابد من أن یکون صومہم مبنیا علی حکم حاکمہم الشرعی'' (شامی۲،۳۵۹)۔
- ''تقبل شہادة واحد عدل لما ذکرنا أن ہذا من باب الإخبار لا من باب الشہادة....ولأنہا من باب الشہادة (أی شہادة شوال)، ألا تری أنہ لا یلزم الشاہد شئی بہذہ الشہادة، بل لہ فیہ نفع، وہو إسقاط الصوم عن نفسہ، فکان منہما، فیشترط فیہ العدد نفیا للتہم، بخلاف ہلال رمضان، فإن ہناک لا تہمة، إذ الإنسان لا یتہم فی الإضرار بنفسہ بالتزام الصوم'' (بدائع الصنائع۲،۲۲۲-۲۲۳)۔
- ''فیشترط فیہ ما یشترط فی سائر حقوقہم من العدالة والحریة والعدد، وعدم الحد فی القذف، ولفظ الشہادة والدعوی علی خلاف فیہ إن أمکن ذلک، وإلا فقد تقدم أنہم لو کانوا فی بلدة لا قاضی فیہا ولا والی، فإن الناس یصومون بقول ثقة، ویفطرون بإخبار عدلین'' (البحر الرائق، احسن الفتاوی۴،۴۶۶)۔
- ''إذا رأی أحدہم ہلال رمضان یشہد فی مسجد قریة، وعلی الناس أن یصوموا بقولہ بعد أن یکون عدداً إذا لم یکن ہناک حاکم یشہد عندہ'' (الفتاوی التاتارخانیہ۳،۳۶۲)۔
- ''وصوم رمضان أمر دینی فأشبہ روایة الأخبار، ولہذا لا یختص بلفظ الشہادة، وأما فی شہادة الفطر والأضحی یشترط فیہ لفظ الشہادة'' (البحر الرائق۲،۲۶، الفتاوی الہندیہ۱،۱۹۸، بدائع الصنائع۲،۲۲)۔
- ''ویجب علی الجاریة المخدرة أن تخرج فی لیلتہا بلا إذن مولاہا وتشہد'' (درمختار۲،۳۸۶)۔
- ''وکذا یجب علی الحرة أن تخرج بلا إذن زوجہا، وکذا غیر المخدرة والمزوجة بالأولی، قال الطحاوی: والظاہر أن محل ذلک عند توقف إثبات الرؤیة علیہا، وإلا فلا'' (شامی۲،۳۸۶)۔
- ''قال فی البحر عن الخلاصة بعد ما ذکرہ الشارح ہنا، لأن إثبات مجیئ رمضان لا یدخل تحت الحکم حتی لو أخبر رجل عدل القاضی بمجیئ رمضان یقبل ویأمر الناس بالصوم، یعنی فی یوم الغیم، ولا یشترط لفظ الشہادة وشرائط القضاء، أما فی العید فیشترط لفظ الشہادة، وہو یدخل تحت الحکم، لأنہ من حقوق العباد'' (رد المحتار۳،۳۵۸)۔
- ''ویشترط لفظ الشہادة ویختص بمجلس القاضی'' (المجموع۶،۲۷۷)۔
- ''ویجب صوم رمضان.... برؤیة الہلال بشہادة عدل شہادة وہو الذی تتوفر فیہ شروط الشہادة وہی: أن تکون ذکراً، حراً، رشیداً، ذا مروءة، یقظاً، ناطقاً، سمیعاً بصیراً ولم یرتکب کبیرة ولم یصر علی صغیرة'' (التقریرات السدیدة،۴۴۲)۔
- ''والفطر، وإن کان فیہ حق عبد لکن فیہ حق اللہ تعالی لحرمة صومہ ووجوب صلاة العید

فہو یعتق الأمۃ أشبہ، فلا یشترط فیہ الدعوی'' (الرد مع الدر ۲،۹۹)۔

- ''أما فی السواد إذا أحدہم ہلال رمضان یشہد فی مسجد قریتہ، وعلی الناس أن یصوموا بقولہ بعد أن یکون عدلاً إذا لم یکن ہناک حاکم یشہد عندہ، کذا فی المحیط'' (عالمگیری ۱،۱۹۷، تاتارخانیہ ۳،۳۶۱)۔
- ''ویجب علی العدل أو العدلین رفع الأمر للحاکم أنہ رأی الہلال لیفتح باب الشہادۃ، ولأنہ قد یکون الحاکم ممن یری الثبوت بعدل'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲،۶۰۰)۔
- ''عن ربعی بن حراش اختلف الناس فی آخر یوم من رمضان، فقدم اعرابیان، فشہدا عند النبیﷺ باللہ لأہلا الہلال أمس عشیۃ، فأمر رسول اللہﷺ الناس أن یفطروا'' (ابوداؤد، باب شہادۃ الواحد علی رؤیۃ ہلال رمضان ۱،۳۱۹، رقم: ۲۳۳۹)۔
- ''ہذا لیس بشہادۃ، بل ہو إخبار بدلیل أن حکمہ یلزم الشاہد وہو الصوم، وحکم الشہادۃ لا یلزم الشاہد، والإنسان لا یتہم فی إیجاب شئ علی نفسہ، فدل أنہ لیس بشہادۃ، بل ہو إخبار'' (بدائع الصنائع ۲،۸۱)۔
- ''قال بعض الفضلاء: بل المدار علی التمکن من الشہادۃ عند القاضی'' (حموی علی الاشباہ ۲،۳۲۴)۔

سوال نمبر ۳ :

(ج) چاند دیکھنے والے کے لئے کیا فوری شہادت دینا ضروری ہے، اگر ایک دن، یا چند گھنٹوں کی تاخیر سے شہادت دے تو کیا وہ قبول کی جائے گی یا رد، خاص طور سے رمضان اور عید جس میں تاخیر سے اعلان کی صورت میں انتشار پیدا ہوجاتا ہے۔

سوال نمبر ۳ کے اس شق (ج) کے جواب میں اس بات پر تو اتفاق ہے کہ چاند دیکھنے والے شخص کے لئے حتی الامکان قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی یا متعلقہ افراد کے پاس جاکر فوری طور پر چاند کی شہادت دینا ایک دینی ذمہ داری اور لازمی فریضہ ہے، تاکہ رمضان کے روزے اور افطار جیسے دینی احکام نہ تو متاثر ہوں اور نہ ہی لوگ انتشار کا شکار ہوں، اس لئے اس میں تاخیر کرنا نہ صرف یہ کہ دینی امر کی ادائیگی میں کوتاہی ہے، بلکہ موجب فسق ہے۔

اور تاخیر کی صورت میں شہادت رد کردی جائے گی یا قبول کی جائے گی اس سلسلہ میں بھی مقالہ نگاران نے تقریباً اتفاقی طور پر یہ بات لکھی ہے کہ اگر تاخیر کسی عذر شرعی مثلاً شہر سے دور ہونے، یا مقام شہادت تک پہنچنے میں معقول دشواری پیش آنے ، تاخیر کی حرمت کا علم نہ ہونے وغیرہ کی وجہ سے ہوئی ہے ، تو بعض حضرات کے بقول چند گھنٹوں کی یا زیادہ سے زیادہ ایک دن کی تاخیر قبول کی جائے گی، اور اگر کوتاہی، کاہلی اور قصداً اس میں تاخیر کی ہے تو شہادت رد کردی جائے گی۔

تائیدات اور دلائل:

- ''ومن رجل من أصحاب النبیﷺ قال:اختلف الناس فی آخر یوم من رمضان، فقدم أعرابیان، فشہدا عند النبی ﷺ باللہ لأہلا الہلا ل أمس عشیۃ، فأمر رسول اللہﷺ أن یفطروا'' (ابوداؤد، باب شہادۃ الرجلین علی رؤیۃ ہلال شوال)۔
- ''وفیہ إشارۃ إلی أن شہادتہ لازمۃ لئلا یفطر الناس'' (مجمع الانہر ۱،۲۳۸)۔
- ''وإن وقت أعلام بالنسبۃ لرمضان، ہو ما قبل فجر الیوم منہ'' (موسوعہ۲۲،۳۹)۔
- ''وعلیہ تفرع ما لو شہدوا فی آخر رمضان برؤیۃ ہلالہ قبل صومہم بیوم إن کانوا فی المصر ردت لترکہم الحسبۃ، وإن جاءوا من خارج قبلت من الفتح ملخصاً'' (شامی۲،۹۹)۔
- ''شاہد الحسبۃ إذا أخر شہادتہ بغیر عذر لا یقبل لفسقہ'' (الاشباہ والنظائر۲،۳۲۴)۔
- ''إن فی حقوق العباد إذا طلب المدعی من الشاہد لیشہد لہ، فأخر من غیر عذر ظاہر، ثم أدی بعد ذلک لا تقبل شہادۃ ہذا الشاہد؛ لأن بالتأخیر من غیر عذر صار فاسقاً، کذا فی الظہیریۃ'' (الفتاوی الہندیہ۳،۴۶۴)۔
- ''یشترط لفسقہ بالتأخیر بعد العلم بالحرمۃ من غیر عذر ظاہر تعینہ لأداء الشہادۃ'' (تقریرات رافعی،۲۰۶)۔
- ''إذا ثبت الہلال عند الجہۃ المختصۃ.....وجب إعلام الناس للشروع فی الصوم أو الإفطار وصلاۃ عید الفطر أو صلاۃ عید الأضحی وذبح الأضحیۃ بالخبر، کما قال القرافی ثلاثۃ أقسام: روایۃ محضۃ کالأحادیث النبویۃ، وشہادۃ محضۃ کإخبار الشہود عن الحقوق علی المعینین عند الحاکم، ومرکب من شہادۃ وروایۃ، ولہ صور: أحدہا الإخبار عن رؤیۃ ہلال رمضان من جہۃ أن الصوم لا یختص بشخص معین، بل عام علی جمیع المصر أو أہل الآفاق فہو من ہذ الوجہ روایۃ لعدم الاختصاص لمعین، ولعموم الحکم، ومن جہۃ أنہ حکم یختص بہذ العام دون ما قبلہ وبعدہ'' (الموسوعۃ الفقہیہ۳۸،۲۲)۔
- ''ثم الواحد إذا رأی ہلال رمضان وحدہ ہل یلزمہ أن یشہد عند الحاکم؟ لا ذکر لہذا فی المبسوط، قال شمس الأئمۃ الحلوانی:إذا کان عدلاً یلزمہ أن یشہد حرا کان أو عبداً أو أمۃ حتی الجاریۃ المخدرۃ، وہی من فروض العین، فیجب أن یشہد فی لیلتہ کی لا یصبح الناس مفطرین'' (الفتاوی التاتارخانیہ۲،۲۶۶، طحطاوی علی مراقی الفلاح،۶۵۲، البحر الرائق۲،۲۶۶، بدائع الصنائع۲،۲۲۳)۔
- ''الأداء للشہادۃ فرض کفایۃ، وإن وقع التحمل اتفاقا إن کانوا جمعاً کان زاد الشہود علی اثنین فیما یثبت بہما، فلو طلب من واحد منہم، أو اثنین منہم أو لم یکن إلا ہما أو إلا واحد، والحق یثبت بہ وبیمین، ففرض عین وإلا لأفضی إلی ترک الواجب'' (شرح منہج الطلاب مع حاشیۃ الجمل۴،۳۸۸)۔
- ''وإن کان حق اللہ تعالی لیس حداً کالصلاۃ والزکاۃ والصوم، کأن یشہد بترکہا، فیجوز للشاہد أن یبادر بالشہادۃ قبل أن یطلب منہ ذلک أو یسئل عنہا، وہی شہادۃ الحسبۃ التی

یحسب الأجر فیہا عند اللہ تعالی، ویکون من خیر الشہود، کما سبق فی حدیث زید بن خالد: ألا أخبرکم بخیر الشہداء الذی یأتی بالشہادۃ قبل أن یسألہا'' (المعتمد۵؍۵۱۳)۔

- ''ولو شہدوا بعد نصف النہار أنہ العاشر جاز لہم أن یضحوا ویخرج الإمام من الغد، فیصلی بہم العید، وإن علم فی صدر النہار أنہ یوم النحر فشغل الإمام عن الخروج أو غفل، فلم یخرج، ولم یأمر أحداً یصلی بہم، فلا ینبغی لأحد أن یضحی حتی یصلی بہم الإمام إلی أن تزول الشمس، فإذا زالت قیل: أن یخرج الإمام ضحی الناس، وإن ضحی أحد قبل ذلک لم یجز، ولو ضحی بعد الزوال من یوم عرفۃ، ثم ظہر أنہ یوم النحر جازت عندنا؛ لأنہ لا یمکن التحرز عن مثل ہذا الخطأ، فیحکم بالجواز صیانۃ لجمیع المسلمین'' (رد المحتار۴؍۳۱۹ کتاب الاضحیۃ)۔
- ''وإذا شہد الشہود علی ہلال رمضان فی الیوم التاسع والعشرین أنہم رأو الہلال قبل صومکم بیوم، إن کانوا فی المصر ینبغی أن لا تقبل شہادتہم، لأنہم ترکوا الحسیۃ، وإن جاءوا من مکان بعید جازت شہادتہم لانتفاء التہمۃ، کذا فی الخلاصۃ'' (فتاوی ہندیہ۳؍۱۱۲)۔
- ''إن فی حقوق العباد إذا طلب المدعی من الشاہد یشہد لہ فأخرت غیر عذر ظاہر فقد أدی بعد ذلک لا تقبل شہادۃ ہذا الشاہد، لأن بالتأخیر من غیر عذر صار فاسقاً'' (الہندیہ۳؍۴۶۰)۔
- ''فإذا شہد عدلان یوم الثلاثین من رمضان قبل الزوال برؤیۃ الہلال فی اللیلۃ الماضیۃ وجب الفطر'' (المجموع۵؍۲۸)۔
- ''قال بعض الفضلاء: بل المواد علی التمکن من الشہادۃ عند القاضی'' (حموی علی الاشباہ۲؍۳۲۴)۔

سوال نمبر ۴ :

(الف): صوبہ بہار واڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضا موجود ہے، اگر وہاں کا قاضی چاند کا ثبوت ملنے کے بعد اعلان کرتا ہے تو کیا اس کے حلقہ قضاء کے تمام مسلمانوں کے لئے اس اعلان پر عمل ضروری ہوگا یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں تمام مقالہ نگاران کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس صوبہ اور علاقہ میں نظام قضاء رائج اور موجود ہے اور وہاں کے قاضی اگر ثبوت وشواہد پر اطمینان ظاہر کرتے ہوئے چاند کی رؤیت کا اعلان کرتے ہیں تو اس حلقہ اثر میں آنے والے تمام مسلمانوں پر عمل کرنا لازم وضروری ہے، اس صوبہ اور دائرے سے باہر والوں کے لئے لازم نہیں ہے۔

البتہ اس بارے میں مفتی اقبال محمد ٹنکاروی نے یہ بات کہی ہے کہ اگر مقامی رؤیت ہلال کمیٹی یا قاضی نے رؤیت کا اعلان کیا ہے تو مقامی لوگوں پر عمل واجب ہوگا،

اور اگر ملک گیر سطح کی کمیٹی نے اعلان کیا ہے تو اس مطلع کے تحت آنے والے تمام مسلمانوں پر عمل کرنا واجب ہوگا، جبکہ مفتی معزالدین قاسمی نے پورے حلقہ پر عمل کے صرف جائز ہونے کا عندیہ دیا ہے۔

شواہد واستیناس:

- ''وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمراً أن يكون لهم الخيرة من أمرهم ومن يعص الله ورسول فقد ضل ضلالاً مبيناً'' (احزاب: ٣٦)۔
- ''يأيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم'' (سورہ نساء: ٥٩)۔
- ''وقال النبیﷺ: إن أمر عليكم عبد مجدع حسبتها قالت: أسود۔ يقودكم بكتاب الله فاسمعوا له وأطيعوا'' (صحيح مسلم، كتاب الامارة باب وجود طاعة الأمراء، حديث نمبر: ٤٧٦٢)۔
- ''وأما فی بلاد عليها ولاة الكفار فيجوز للمسلمين إقامة الجمعة والأعياد، ويصير القاضی قاضياً بتراضی المسلمين'' (البحر الرائق٢٩٨،٢)۔
- ''والعالم الثقة فی بلدة لا حاكم فيها قائم مقامه، يعنی القاضی، وہو مأخوذ من الفتح حيث قال فی أمثال ہذه البلاد يجب على المسلمين أن يتفقوا على واحد منہم'' (عمدة الرعايہ شرح وقايہ)۔
- ''اشتبہ فشہدا أن قاضی بلد كذا قضی بثبوتہ بالشہود، لا يظہر ذلک فی حق مصر آخر، ويظہر فی حق رآہ'' (البزازيہ على الہنديہ٤٥،١٤)۔
- ''وفی فوائد نجم الدين النسفی سئل شيخ الإسلام أبو الحسن عن قاضی قضی برؤية ہلال رمضان بشہادة شاہدين عند اشتباہ فی مصر ہل يظہر حكمہ فی حق مصر آخر فقال:لا، لأن ليس تبعا لہ بخلاف قری ہذا لمصر وما حولہ، وما ينسب إليہ'' (غياثيہ٥٠، تاتارخانيہ٣٥٦،٢)۔
- ''ولا يقبل إخباره (القاضی) قاضيا آخر فی غير عملہ أو غير عملہا، ولو كان على قضائہ؛ لأنہ بالنسبة إلى العمل الآخر لواحد من الرعايا غيرأن الكتاب خص من ذلک بالإجماع'' (فتح القدير٣٨٩،٦، ہدايہ١٠٩ آخرين)۔
- ''قال ابن الماجشون لا يلزمہم بالشہادة إلا أہل البلد الذی تثبت فيہ الشہادة إلا أن يثبت عند الإمام الأعظم، فيلزم الناس كلہم: لأن البلد فی حقہ كالبلد الواحد، إذ حكمہ نافذ فی الجميع'' (فتح البارى١٢٣،٤)۔
- ''فيلزم أہل المشرق برؤية أہل المغرب قولہ بطريق موجب، كأن يتحمل اثنان الشہادة'' (شامی٣٢٥،٣)۔
- ''إذا ثبت الہلال ببلد عم الحكم جميع البلدان التی تحت حكم حاكم بلد الرؤية، وإن تباعدت إن اتحدت المطالع، وإلا لم يجب صوم ولا فطر مطلقاً، وإن اتحد الحاكم'' (بغية المسترشدين٧١٩،١)۔

- ''وقد اختلف المشائخ فیہ ہل یعتبر المکان أو الأہل فقیل: یعتبر المکان، وقیل: یعتبر الأہل حتی لا ینفذ قضاءہ فی غیر ذلک المکان علی قول من یعتبر'' (مجمع الانہر۴،۴۸۱)۔
- ''شہدوا أنہ شہد عند قاضی مصر کذا شاہدان برویۃ ہلال لیلۃ کذا وقضی القاضی بہ ووجد استجماع شرائط الدعوی قضی أی جاز لہذا القاضی أن یحکم شہادتہما، لأن قضاء القاضی حجۃ، وقد شہد وا بہ'' (شامی۳،۳۲۰)۔
- ''لأن اخبار القاضی لا یثبت حجۃ فی غیر محل ولایتہ'' (فتح القدیر۶،۶۸۷)۔
- ''قضاء القاضی محدود فی ولایتہ'' (الہدایہ ، ج۲)۔
- ''وحیث صدر منہ حکم وجب الصوم علی عموم من کان مطالعہ موافقا لمطلع محل الرؤیۃ'' (نہایۃ الزین،۱۸)۔
- ''ولکن لو حکم بثبوت الہلال بناءاً علی أی طریق فی مذہبہ وجب الصوم علی عموم المسلمین'' (الفقہ علی المذاہب الاربعہ۱،۵۱۱)۔
- ''قاضی کا اعلان صرف اسی دائرے میں محدود رہتا ہے، جہاں تک قاضی کا حلقہ اقتدار ہے '' (رؤیت ہلال،۱۲۴)۔

سوال نمبر ۴ :

(ب)قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتا ہے تو اس کا اعلان، اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں تمام مقالہ نگاران کا اتفاق ہے کہ قاضی یا قاضی کے نمائندہ کی طرف سے جاری کئے گئے متعینہ الفاظ میں اس کے حوالہ سے ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ رؤیت کا اعلان کیا جاتا ہے تو چونکہ قاضی اور والی بھی سلطان کا نمائندہ ہوتا ہے، اس لئے اس کی ولایت کے حدود کے لئے وہ اعلان سلطان کے اعلان کے مانند ہوگا اور اس پر تمام لوگوں پر عمل کرنا لازم ہوگا، البتہ مولانا صالح الزماں کے خیال میں اس کی حیثیت سلطان کے منادی اور اعلان کی تو نہیں ہوگی، تاہم عمل کرنا جائز ہوگا، جبکہ مولانا رحمت اللہ ندوی نے اس قید کے ساتھ اس کو اعلان سلطان کے حکم میں مانا ہے کہ ہر صوبہ میں رؤیت ہلال کی کمیٹی ہو اور پورے ملک کا کوئی امیر منتخب کرلیں اور اس کے ذریعہ اعلان ہو تو اس کی حیثیت اعلان سلطان کی ہوگی، اور یہی بات مفتی اقبال محمد ٹنکاروی نے بھی کہی ہے۔

دلائل وشواہد:

- ''خبر منادی السلطان مقبول، عدلاً کان أو فاسقاً'' (ہندیہ۲،۲۷)۔
- ''والظاہر أنہ یلزم أہل القری الصوم بسماع المدافع أو رؤیۃ القنادیل من المصر؛ لأنہ علامۃ ظاہرۃ تفید غلبۃ الظن، وغلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل کما صرحوا بہ'' (بدائع الصنائع۲،۳۲) [دیکھئے مقالہ: مفتی اقبال احمد قاسمی کانپور، مفتی ثناء الہدی قاسمی

پٹنہ، مفتی اظہار الحق قاسمی دار العلوم وقف]۔

- ''قال ابن الماجشون لا یلزم بالشہادۃ إلا أہل البلد الذی تثبت فیہ الشہادۃ إلا أن یثبت عند الإمام الأعظم، فیلزم الناس کلہم،لأن البلد فی حقہ کالبلد الواحد، إذ حکمہ نافذ فی الجمیع''(فتح الباری۴؍۱۲۳)۔
- ''والقاضی لو أخبر قاضی البلد الآخر بأنہ ثبت عندہ بینۃ قبلہا حق فلان الکائن فی بلد القاضی الآخر لم یجز العمل بہ، لأن إخبار القاضی لا یثبت حجۃ فی غیر محل ولایتہ'' (فتح القدیر۶؍۳۸۶) [مقالہ: محمد عثمان بستوی، مولانا صالح الزماں قاسمی وغیرہ]۔
- ''والعالم الثقۃ فی بلد لا حاکم فیہا قائم مقامہ'' (عمدۃ الرعایہ علی شرح الوقایہ۱؍۲۴۹)۔
- ''ویصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین'' (شامی۴؍۴۲)۔
- ''ولو فقد وال لغلبۃ کفار واجب علی المسلمین تعیین وال'' (حوالہ سابق)۔
- ''قال: إذا لم یکن سلطان ولا من یجوز التقلید منہ، کما ہو فی بعض بلاد المسلمین غلب علیہم الکفار فی بلاد المغرب کقرطبۃ الآن وبلنسیۃ وبلاد الحبشۃ، وأقروا المسلمین عندہم علی مال یؤخذ منہم یجب علیہم أن یتفقوا علی واحد منہم یجعلونہ والیاً، فیولی قاضیاً، ویکون ہو الذی یقضی بینہم، وکذا ینصبون إماماً یصلی بہم الجمعۃ، ویؤیدہ ما فی جامع الفصولین لکل مصر فیہ وال مسلم من جہۃ الکفار یجوز من إقامۃ الجمع والأعیاد وأخذ الخراج وتقلید القضاء وتزویج الأیامی لاستیلاء المسلم علیہم، أما طاعۃ الکفرۃ نہی موادعۃ، مخادعۃ، وأما فی بلا د علیہا ولاۃ الکفار فیجوز للمسلمین إقامۃ الجمع والأعیاد، ویصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین، ویجب علیہم طلب وال مسلم'' (البحر الرائق۶ھ۲۹۸) [مقالہ: مولانا اختر امام عادل قاسمی]۔
- ''ولو سمع من وراء حجاب کثیف لا یشف من ورائہ لا یجوز لہ أن یشہد لاحتمال أن یکون غیرہ، لأن النغمۃ تشبہ النغمۃ، إلا إذا أحاد بعلم ذلک، لأن المسوغ ہو العلم'' (الہدایہ مع الفتح۷؍۳۵۸)۔
- ''فقد تبین بہذا إن وسائل التبلیغ، کالتلیفون والتلغراف والرادیو وغیرہا یعمل بہا فی نقل ثبوت رؤیۃ الہلال، ولکن یشرط عدم البعدجداً'' (العذب الزلال؍۱۷۳) [مفتی اقبال محمد ٹنکاروی]۔
- اگر کسی ذمہ دار ادارہ یاشخصیت کے حوالہ سے اعلان کیا جائے، تو اس کی حیثیت سلطان کے اعلان کی ہے، جو لوگ اس علاقہ کے ہوں ان کے لئے اس اعلان پر عمل کرنا واجب ہے (کتاب الفتاوی لشیخ خالد سیف اللہ الرحمانی۶؍۳۷۷)۔
- ''طاعۃ الإمام فیما لیس بمعصیۃ فرض'' (البحر الرائق۵؍۱۵۲) (مذکورہ بالا عبارات اکثر حضرات نے اپنے مقالات میں نقل کئے ہیں، اس لئے تمام کے حوالہ جات سے احتراز کیا گیا ہے)۔

سوال نمبر ۴ :

(ج) ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر صوبہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رؤیت کا اعلان کیا تو کیا یہ صرف اس صوبہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا یا پورے ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے، یعنی دوسرے علاقہ کے مسلمانوں کے حق میں وہ محض ایک خبرہے یا اس کے حق میں بھی اعلان سلطان کا درجہ رکھتا ہے؟

اس سوال کے جواب میں بھی تمام مقالہ نگاران کا اتفاق ہے کہ اگر قاضی شرعی یا رؤیت ہلال کمیٹی شرعی شواہد کی بنیاد پر رؤیت کا اعلان کرے تو اس اعلان پر صرف ان صوبوں کے مسلمانوں پر عمل واجب ہوگا جن صوبوں کے قاضی یاہلال کمیٹی ہے، اور اس کے حق میں یہ اعلان اعلال سلطان کے مثل ہے، دوسرے صوبوں کے لئے اس کی حیثیت صرف خبر کی ہے، دوسرے صوبوں کے قضاۃ یا ہلال کمیٹیاں اس خبر پر شرائط کے مطابق عمل کرتے ہوئے اعلان کرے تو اس پر بھی عمل اپنے قاضی یا کمیٹی کے اعلان پر واجب ہوگا، گویا اس کی حیثیت عمومی حکم اور اعلان سلطانی کی نہیں ہے۔

البتہ مولانا اظہار الحق قاسمی، مولانا صبیح اختر قاسمی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا محمد فاروق قاسمی نے ''احسن الفتاوی '' کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اگر کسی بااثر شخصیت پر اعتماد کرتے ہوئے انہیں اپنا امیر منتخب کرلیں یا کوئی ہلال کمیٹی ملکی سطح کی ہو اور ہر صوبے کے لوگ اسے تسلیم کرتے ہوں اور وہ اعلان کرے تو اس کی حیثیت عمومی اور سلطان کے اعلان کی ہوگی اور تمام لوگوں کے لئے اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔ اسی طرح مفتی محمد حسنین فخر الدین ماہمکر، مفتی اسجد بن شفیع اور مولانا شاہ عالم گورکھپوری نے کہا ہے کہ اگر مطلع متحد ہو تو سب کے لئے ا س پر عمل واجب ہوگا، کیونکہ قاضی بھی سلطان کے قائم مقام ہے۔

دلائل وشواہد:

اس کے دلائل اس سوال کی (شق الف) کے تحت گذر چکے ہیں مثلاً: قضا ء القاضی محدود فی ولایتہ (ہدایہ)۔

سوال نمبر ۴ :

(د) ریڈیو سے رؤیت ہلال کے اعلان کے معتبر ہونے کے لئے کیا معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہے؟یا کوئی بھی شخص اعلان کرے، اگر تجربات سے تصدیق ہوتی ہے کہ یہ شخص قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف خبر کی صحیح نسبت کیاکرتا ہے ،تو کیا اس پر اعتماد کرلینا کافی ہے؟

اس سوال کے جواب میں تقریباً تمام ہی مقالہ نگار حضرات کا اتفاق ہے کہ قاضی یا ہلال کمیٹی کی طرف سے جاری کئے گئے الفاظ ریڈیو یا کسی نشریاتی ادارے سے نشر

کئے جاتے ہیں تو نشر کرنے والے کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ تجربہ سے یہ ثابت ہے کہ یہ شخص قاضی یا رؤیت ہلال کی طرف خبر کی نسبت صحیح کرتا ہے تو اس کی خبر پر اعتماد کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

البتہ مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مفتی قمر الدین محمود بڑودہ کا خیال ہے کہ اس کا مسلمان ہونا ضروری ہے، جبکہ مفتی خورشید انور اعظمی، مفتی انور علی اعظمی اور مفتی اشرف عباس قاسمی نے یہ قید لگائی ہے کہ خبر نشر کرنے والے ادارے سے مکمل طور پر تحقیق کرلی جائے، تاکہ کسی طرح کا کوئی احتمال نہ رہے، جبکہ مفتی اقبال احمد قاسمی کا خیال ہے کہ چونکہ اس ملک میں ذرائع ابلاغ کی باگ ڈور دوسرے کے ہاتھوں میں ہے، اس لئے اس میں اگر بہت زیادہ شرائط وقیود کی تہہ میں جائینگے تو دشواری پیدا ہوگی۔

دلائل:

- ''وأما شهادةا لفاسق فإن تحرى القاضى الصدق فى شهادته تقبل، وإلا فلا'' (تحفة الفقهاء٣٦٣،٣ للسمرقندى)۔
- ''المشقة تجلب التيسير'' (الاشباہ١٢٥)۔
- ''والظاہر أنہ يلزم أہل القرى الصوم بسماع المدافع أو رؤية القناديل من المصر؛ لأنہ علامة ظاہرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا بہ'' (شامى٣٨٦،٢)۔
- ''خبر منادى السلطان مقبول عدلاً كان أو فاسقاً'' (ہنديہ٣٠٩،٥)۔
- ''فلا يشترط كونہ مسلماً صحيحاً'' (رد المحتار٩٩،٢)۔
- ''فيجوز وكالة المرتد بأن وكل مسلم مرتداً'' (بدائع٤٥٣،٢)۔
- ''لأن تصرف الوكيل كتصرف الموكل'' (حوالہ سابق٢٣١،٢)۔
- ''خبر الواحد يقبل فى الديانات كالحل والحرمة والطہارة والنجاسة إذا كان مسلماً عادلاً، ولا يقبل قول الكافر فى الديانات إلا إذا كان قبول قول الكافر فى المعاملات يتضمن قولہ فى الديانات، فحينئذ تدخل الديانات فى ضمن المعاملات، فيقبل قولہ فيہا ضرورة ، ہكذا فى التبيين'' (ہنديہ٣٠٨،٥)۔
- ''ومن أخبر ثقة برؤيتہ وظن صدقہ لزم صيامہ'' (العباب٤٣٧،١)۔
- ''وقد يقال:إن المدافع فى زماننا يفيد غلبة الظن، وإن كان ضاربہ فاسقا؛ لأن العادة أن الموقت يذہب إلى دار الحكم آخر النہار فيعين لہ وقت ضربہ ويعينہ أيضاً للوزير وغيره وإذا ضربہ يكون ذلک بمراقبة الوزير وأعوانہ للوقت المعين، فيغلب على الظن بہذه القرائن عدم الخطأ، وعدم قصد الإفساد، وإلا لزم تأثيم الناس وإيجاب قضاء الشہر بتمامہ عليہم، فإن غالبہم يفطر بمجرد سماع المدفع من غير تحر ولا غلب ظن، والله تعالى أعلم'' (رد المحتار٤٠٧،٢)۔

- ’’ویجب علی سبیل الخصوص أیضاً علی من رآہ أو أخبرہ بالرؤیۃ موثوق بہ أو من اعتقد صدقہ، ولو امرأۃ أو صبیاً أو فاسقاً أو کافراً‘‘ (حاشیہ الشیروانی۳؍۳۷۹)۔
- ’’وأصلہ أن خبر الکافر مقبول بالإجماع مقبول فی المعاملات لا فی الدیانات، وشرط العدالۃ فی الدیانات کالخبر عن نجاسۃ الماء فیتمم ولا یتوضؤ، وإن أخبر بہا مسلم عدل ولو عبداً ویتحری فی الفاسق والمستور، ثم یعمل بغالب ظنہ‘‘ (شامی۹؍۴۹۷)۔

سوال نمبر ۵ :

(الف): بعض علاقوں میں بالعموم مطلع ابرآلود رہتا ہے، اور بہت کم چاند کی رؤیت ۲۹؍ تاریخ کو ممکن ہوتی ہے، جیسے برطانیہ وغیرہ، کہ سال کے کچھ یا اکثر مہینوں میں وہاں چاند ۲۹؍تاریخ کو نظر ہی نہیں آتا تو کیاایسی جگہوں میں ہمیشہ ۳۰؍دن کا مہینہ شمار کر کے رمضان و عیدین کا فیصلہ کیاجاسکتا ہے؟

اس مسئلہ کے جواب میں تمام مقالہ نگار حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ ہمیشہ ہمیش کے لئے برطانیہ اور ان جیسے ممالک جہاں کا مطلع ابرآلود ہونے کی وجہ سے ۲۹؍تاریخ کو چاند کی رؤیت ممکن نہیں ہوتی ہے، ۳۰؍دن کا مہینہ اپنی طرف سے مقرر کرلینا درست نہیں ہے، اس میں بہت سی خرابیاں بھی لازم آسکتی ہیں، سال میں ایام اور دنوں کا فرق بھی واضح ہوسکتاہے، اور حدیث میں مذکور ۲۹؍ یا ۳۰؍ کا مہینہ شمار کرنے کے اصول کے خلاف بھی ہے، اس لئے ان جیسے ملکوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے قریب کے ممالک جن کا مطلع ان سے موافقت رکھتا ہو، ان کی رؤیت اور خبر کو معیار بنا کر روزے اور عیدین کا اہتمام کیا کریں۔

اس مسئلہ میں حافظ مفتی سید صادق محی الدین فہیم صاحب نے یہ مشورہ دیا ہے کہ اس کو حل کرنے کے لئے ماہرین فلکیات سے مدد لی جائے اور شریعت کےماہرین اور ماہرین فلکیات پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جائے اور ان حضرات کے قول کو جو فلکیات سے مدد کے قائل ہیں، جیسے مطرف بن عبد اللہ کو اختیار کیا جائے تو مدد مل سکتی ہے، جبکہ مفتی انور علی اعظمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی اور مفتی محمد عثمان بستوی نے یہ کہنے پر اکتفا کیا ہے کہ ۳۰؍دن کا مہینہ شمار نہیں کیا جاسکتا، اور کچھ حضرات نے اس کو حل کرنے کےلئے یہ بھی کہا ہے کہ ایسی جگہ کی خبر اور مطلع کو بنیاد بنائیں جس سے مہینہ ۲۸؍ یا ۳۱؍ دن کا نہ ہو۔

دلائل وشواہد:

- مکہ فقہ اکیڈمی کا فیصلہ: اکیڈمی نے یہ بھی طے کیا کہ سنگاپور اور اس جیسے دیگر ایشیائی ممالک جہاں آسمان کے ابرآلود ہونے کی وجہ سے رؤیت ممکن نہ ہوسکے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ فلکیاتی حساب کے بجائے بصری رؤیت پر اعتماد کرنے والے ان مسلم ممالک کے مطابق کریں جن پر انہیں اعتماد ہو ’’ (اسلامک فقہ اکیڈمی مکہ

مکرمہ کے فیصلے،۹۳)۔

- ''قال شمس الأئمۃ الحلوانی:الصحیح من مذہب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض تحقق فیما بین أہل البلدۃ الأخری یلزمہم حکم ہذہ البلدۃ'' (شامی۳،۳۵۹)۔

- ''الصوم یوم تصومون، والفطر یوم تفطرون، والأضحی یوم تضحون، وفسر بعض أہل العلم ہذا الحدیث، فقال: إنما معنی ہذا أن الصوم والفطر مع الجماعۃ وعظم الناس'' (ترمذی، حدیث نمبر: ۶۹۷، ابوداؤد، حدیث نمبر: ۲۲۲۴ ، دارقطنی۲،۱۶۴)۔

- ''دیگر قریبی ممالک جہاں مطلع عموماً صاف رہتا ہو اور رؤیت ہوتی ہو ان سے رابطہ کرکے بطریق موجب ثبوت مہیا کیا جائے بشرطیکہ اس کو ماننے سے مہینہ ۲۸، یا ۳۱، کا لازم نہ آتا ہو '' (فتاوی محمودیہ۳،۱۲۲)۔

- ''اپنے نزدیکی ممالک جہاں پر طلوع وغیرہ میں زیادہ تفاوت نہ ہو اور انتیس کا چاند نظر آتا ہو ایسے ملک سے رابطہ اور تعلق رکھنا چاہئے اور یہ زیادہ مناسب ہے '' (فتاوی رحیمیہ۳،۷۵-۷۷)

- ''تنبیہ: وفرع علیہ الزرکشی وابن عماد أنہم یقدرون فی الصوم لیلہم بأقرب بلد إلیہم، ثم یمسکون إلی الغروب بأقرب بلد إلیہم، وقیس بہ الأخیران بالتقدیر، بأن تحرر قدر أوقات الصلوات وتصلی، وکذا الصوم وسائر العبادات الزمانیۃ وغیر العبادات'' (تحفۃ المحتاج۱،۱۴۹، حاشیۃ الجمل۱،۴۲۲)۔

- ''نحن أمۃ أمیۃ لا نکتب ونحسب، الشہر ہکذا، یعنی مرۃ تسعا وعشرین ومرۃ ثلاثین'' (بخاری۱،۲۵۶)۔

- ''فإن غم علیکم الہلال فأکملوا العدۃ ثلاثین یوماً'' (الحدیث)۔

- ''لأن الأصل فی الشہر ثلاثون یوماً، والنقصان عارض، فإذا لم یعلم، عمل بالأصل'' (بدائع۲،۸۳)۔

- ''ینبغی للناس أن یلتمسوا الہلال فی الیوم التاسع والعشرین من شعبان، فإن روہ صاموا، وإن غم علیکم أکملوا عدۃ شعبان ثلاثین'' (تاتارخانیہ۳،۳۵۸)۔

- ''قولہ علیہ السلام: صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ، فإن غم علیکم فأکملوا العدۃ''۔

- ''فإنہ لو کان رمضان أبداً ثلاثین لم یحتج إلی ہذا'' (فتح الباری۴،۶۲۱)۔

- ''الشہر ہکذا وہکذا یعنی مرۃ ثلاثین ومرۃ تسعۃ وعشرین، فقد جزم بکونہ ثلاثین وتسعۃ وعشرین فقد أخطأ'' (مجمع الفتاوی ۱۵۳،۲۵)۔

سوال نمبر ۵ :

(ب) ۳۰،دن کا مہینہ مقرر کرنے میں ہفتہ دس دنوں کا فرق، اور چار سال میں ایک مہینہ کا فرق واقع ہوتا ہو تو کیا ایسی جگہوں پر ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، یا دیگر ممالک کے اعلان رؤیت پر عمل کیا جائے؟

اس سوال کے جواب میں بھی مقالہ نگاران کا اتفاق ہے کہ جب ۳۰ر دن کا مہینہ طے ہی نہیں ہے تو پھر اس مفروضہ کی ضرورت نہیں ہے کہ ۳۰ر دن کا مہینہ شمار کیاجاتا ہے تو ہفتہ دس دن یا چار سالوں میں مہینہ کا فرق ہوجاتا ہے۔ نیز یہ کہ چاند کی رؤیت میں کسی بھی فلکیاتی نظام پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے، البتہ رؤیت کے بعض امور کو موکد کرنے کے لئے مدد لی جاسکتی ہے، فلکیاتی نظام کو مدار قرار نہیں دیا جاسکتا۔ رؤیت کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے قرب کے دیگر ممالک کے اعلان پر ہی عمل کریں۔

البتہ مولانا محمد صابر حسین ندوی اور حافظ مفتی سید صادق محی الدین فہیم صاحبان کی رائے یہ ہے کہ فلکیاتی حساب سے مدد لی جاسکتی ہے۔

مفتی محمد عثمان بستوی کہتے ہیں کہ بندہ کی رائے کے مطابق احتیاط اس میں ہے کہ جب پڑوس کے ملک کی خبر ابرآلود علاقہ میں طریق موجب سے موصول نہ ہو اور معاملہ عیدین کا ہو تو احتیاطا ماہرین فلکیات کے قول سے اس کا تطابق کرلیا جائے ، مطابقت کے وقت قبول کرنے میں کوئی شبہ نہیں رہے گا، اور یہ احتیاط کے موافق ہے۔

دلائل وشواہد:

قریبی ممالک کے مطلع پر اعتبار کرنے اور فلکیاتی نظام کو مدار قرار نہ دینے سے متعلق دلائل گذر چکے ہیں، اس لئے یہاں تکرار سے بچتے ہوئے حذف کیا جاتا ہے۔

سوال نمبر ۵ :

(ج) ملک کے چند شہروں یا صوبوں کی رؤیت ہلا ل کمیٹی کے ذمہ داران کی طرف سے رؤیت کے ثبوت کا فیصلہ ہوجانے پر ان جگہوں کے ریڈیواسٹیشن ان کی طرف سے رؤیت کا جو اعلان کرتے ہیں، دوسرے علاقوں کے ذمہ داران کس حد تک ان اعلانات پر اعتماد کرسکتے ہیں؟ اور کیا ان اعلانات کو وہ رؤیت کا ثبوت مان کر اپنے علاقوں میں اعلان کرسکتے ہیں؟اور اس کے لئے کیا کم از کم تین جگہوں کا اعلان درکار ہوگا؟

اس سوال کے جواب میں زیادہ تر مقالہ نگاران کی رائے یہ ہے کہ ریڈیو اسٹیشن کے ذریعہ ہونے والے اعلان کی تصدیق اس طور پر ہوجائے کہ اس کی حیثیت خبر مستفیض کی ہوجائے یا دوسرے علاقے کے قاضی اور ہلال کمیٹی کو خبر کے صحیح ہونے کا ظن غالب حاصل ہوجائے اور کسی قسم کا شبہ نہ رہے تو اپنے علاقہ میں اعلان رؤیت کرسکتے ہیں، کچھ حضرات نے اس کی صراحت کی ہے کہ اس میں عدد ضروری نہیں ہے، بلکہ اطمینان صدق ہونا کافی ہے۔

البتہ مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مفتی ظفر عالم ندوی، مولانا محمد صالح الزماں قاسمی نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ کم از کم دو تین معتبر کمیٹی، یا پانچ چھ کی تعداد میں یا کم ازکم تین جگہوں سے اس کی اطلاع اور اعلان نہ ہوجائے دوسری جگہ کے قاضی یا ہلال کمیٹی رؤیت کا اعلان نہیں

کرسکتے۔

مفتی اسجد بن شفیع اور مفتی صادق محی الدین صاحب کا خیال ہے کہ ذمہ دار علماء اس کی تصدیق کریں جب تصدیق ہوجائے تو اعلان کرسکتے ہیں۔

شواہد وتائیدات:

- ''قال الرحمتی: معنی الاستفاضۃ أن تأتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون کل منہم یخبرون عن أہل تلک البلدۃ أنہم صاموا عن رؤیۃ لا عن مجرد الشیوع من غیر علم، یعنی أشاعہ، کما قد تشیع أخبار یتحدث بہا سائر أہل البلد ولا یصلح من أشاعہا، کما ورد أن فی آخر الزمان یجلس الشیطان بین الجماعۃ فیتکلم بالکلمۃ، فیتحدثون بہا ویقولون: لا ندری من قالہا، فمثل ہذا لا ینبغی أن یسمع، فضلاً عن أن یثبت بہ حکم، قلت: وہو کلام حسن، ویشیر إلیہ قول الذخیرۃ إذا استفاض وتحقق، فإن التحقق لا یوجد بمجرد الشیوع'' (شامی۲،۳۹۰)۔
- ''المراد بالاستفاضۃ تواتر الخبر من الواردین من بلدۃ القریب إلی البلدۃ التی لم یثبت بہا'' (منحۃ الخالق علی البحر۲،۳۷۰، تاتارخانیہ۳،۳۶۵)۔
- ''ولو شہدوا أن قاضی بلد کذا شہد عندہ اثنان برؤیۃ الہلال فی لیلۃ کذا وقضی بشہادتہما جاز لہذا القاضی أن یحکم بشہادتہما، لأن قضاء القاضی حجۃ وقد شہدوا بہ'' (فتح القدیر۲،۳۱۴)۔
- ''صحیح یہ ہے کہ تعداد کوئی متعین نہیں قاضی یا ہلال کمیٹی کے اعتماد پر مدار ہے'' (رؤیت ہلال،۴۳)۔
- ''قولہ بطریق موجب، کأن یتحمل اثنان الشہادۃ أو یشہدا علی حکم القاضی، أو یستفیض الخبر، بخلاف ما إذا أخبر أن أہل بلدۃ کذا رأوہ، لأنہ حکایۃ'' (شامی۲،۱۰۵)۔
- ''قال شمس الأئمۃ الحلوانی: إن الخبر إذا استفاض وتحقق فیما بین أہل البلدۃ الأخری یلزمہم حکم ہذہ البلدۃ انتہی، وکتبت فیما علقتہ علی البحر أن المراد بالاستفاضۃ تواتر الخبر من الواردین من تلک البلدۃ إلی البلدۃ الأخری لا مجرد الاستفاضۃ، لا منہا قد تکون مبنیۃ علی إخبار رجل واحد فیشیع الخبر عنہ، ولاشک أن ہذا لا یکفی بہ بدلیل قولہم:إذا استفاض الخبر وتحقق، فإن التحقیق لا یکون بما ذکرنا'' (تنبیہ الغافلین والوسنان رسائل۲،۲۵۲-۲۵۳)۔
- ''الثانی: وہو أول أقسام الآحاد مالہ طرق محصورۃ بأکثر من اثنین (إلی) وہو المستفیض علی رأی جماعۃ من الفقہاء'' (شرح نخبۃ الفکر مع شرحہ،۳۴)۔
- ''وإذا لم یکن فی السماء علۃ اشترط لہلال رمضان والفطر جمع عظیم یقع العلم الشرعی وہو غلبۃ الظن بخبرہم (إلی) ولم یقدر فیہا الجمع العظیم بشئی، فروی عن أبی یوسف أنہ قدرہ بعدد القسامۃ خمسین رجلا، وعن خلف بن أیوب خمس مائۃ ببلغ، وعن محمد تفویضہ إلی رأی الإمام، قال فی البحر:والحق ما روی عن محمد وأبی یوسف أیضاً، أن

العبرة لتواتر الخبر ومجيئه من كل جانب انتهى، وذكر السرنبلالى وغيره تبعاً للمواہب أن الأصح رواية تفويضه إلى رأى الإمام'' (رسائل١،٢٣٤)۔

- ''وإذاثبت الہلال ببلد عم الحكم جميع البلدان التى تحت حكم حاكم بلد الرؤية وإن تباعدت إن اتحد المطالع، وإلا لم يجب صوم ولا فطر مطلقاً، وإن اتحد الحاكم ولو اتفق المطلع، ولم يكن للحاكم روية لم يجب إلا على من وقع فى قلبه صدق الحاكم'' (بغية المسترشدين١،٧١٩-٧٢٠)۔
- ''عن ربعى بن حراش عن رجل من أصحاب النبىﷺ : اختلف الناس فى آخر يوم من رمضان، فقدم أعرابيان فشہدا عند النبىﷺ بالله لأہلا الہلال أمس عشية، فأمر رسو ل اللهﷺ الناس أن يفطروا زاد خلف فى حديثه وأن يغدوا إلى مصلاہم'' (سنن ابى داؤد الصيام١،٣١٩، حديث نمبر: ٢٣٣٩)۔
- ''وفسر الأصوليون الاستفاضة بأنہا ما زادت نقله عن ثلاث، وہى بہذا التفسير أعم ما فسرہا به، قلت:وما ذكر الأبى فى تفسير الاستفاضة عن الأصوليين قاله ابن الحاجب والمستفيض ما زاد نقلته على ثلاثة، وقال ابن السبكى من الشافعية وأقله اثنان، وقيل: ثلاثة'' (فتح الملہم)۔
- ''نعم إذا تواردت أخبار راديو متعددة من شتى الجہات ولا تختلف جہات الأنباء عن البلد الذى لم ير فيه الہلال ببعد يختلف فيه المطالع فيسوغ العمل بہذه الأنباء المرسلة، وتدخل فى حد الاستفاضة المفيدة للطمانينة'' (معارف السنن٥،٣٤٠)۔
- ''وقيل:بلا علة جمع عظيم يقع العلم الشرعى وہو غلبةالظن يخبرہم، وہو مفوض إلى رأى الإمام من غير تقدير بعدد على المذہب، وعن الإمام أنه يكتفى بشاہدين واختار فى البر وصحح فى الأقضية الاكتفاء بواحد جاء من خارج البلد أو كان على مكان مرتفع واختاره الظہير الدين'' (درمختار٢،٣٨٧-٣٨٩)۔

سوال نمبر ٥ :

(د)ایک صوبے میں رؤیت کا ثبوت نہیں ہوتا اور اس صوبے سے متصل یا ملک کے مختلف صوبوں سے باوثوق ذرائع کے ساتھ رؤیت کی خبر ملتی ہے تو کیا اس کو استفاضہ خبر مانتے ہوئے اس صوبے میں بھی رؤیت کا اعتبار کیاجاسکتا ہے؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگار حضرات کا خیال ہے کہ اگر باوثوق ذرائع سے آنے والی رؤیت کی خبر میں تعدد ہو اور مختلف طرق سے رؤیت کی خبریں اس طرح آتی ہینکہ اس پر قاضی کو اطمینان حاصل ہوجاتا ہے اور اس کے غلط ہونے کا امکان بالکل ختم ہوجاتا ہے تو مختلف باوثوق ذرائع سے موصول ہونے والی اس خبر کو تواتر اور استفاضہ کی حیثیت حاصل ہوگی جس پر جھوٹ کا امکان کالعدم ہوگا، اور اس کی بنیاد پر اس صوبے میں بھی رؤیت کا اعتبار کرنا درست ہوگا، اور اس پر کسی کلام کی گنجائش

نہیں ہے کہ اگر خبر مستفیض کے درجہ میں پہنچ جاتی ہے تو وہ بہرصورت لائق قبول وترجیح ہے۔

دلائل وشواہد:

اس موقف کے دلائل وشواہد بھی وہی ہیں جو ابھی ریڈیو اسٹیشن کے ذریعہ نشر کی گئی خبر کے ضمن میں (شق ج) کے تحت نقل کئے گئے ہیں، تکرار سے بچتے ہوئے حذف کئے جاتے ہیں، تفصیل کے لئے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر ۶ :

(الف)رؤیت عامہ کی صورت میں تو حکم واضح ہے، لیکن کسی علاقے ،صوبے اور شہر وغیرہ میں عام رؤیت نہ ہو یا مطلق رؤیت کا ثبوت نہ ہواور دوسرے قریبی مقامات میں رؤیت ہوتی ہے،تو رؤیت کے اعلان کا حق اوراس کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟

(ب)ایسی صورت حال میں رؤیت کے فیصلہ واعلان کیلئے کوئی بھی عالم ومفتی مجاز ہے، یا یہ کہ انفرادی واجتماعی طور پر (کمیٹیوں وغیرہ) کی شکل میں جو لوگ ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں اور عوام وخواص اس مسئلہ میں ان سے رجوع کرتے ہیں ،وہ ذمہ دار ہیں، اور یہ انہیں کا حق ہے؟

(ج) جہاں رؤیت کے فیصلہ و اعلان کا کوئی نظام موجود ہے، وہاں اس سے الگ ہٹ کر اگر کوئی اعلان کیاجائے خواہ کسی فرد کی طرف سے ہو یا ادارہ کی طرف سے تو اس کا کیا حکم ہوگا، اور کیا اس کا اعتبار کرتے ہوئے روزہ رکھنا یا عید کرنادرست ہوگا؟

(د) غیر مجاز لوگوں کی طرف سے اعلان کی صورت میں روزہ نہ رکھنے والوں اور بالخصوص روزہ توڑ دینے والوں کے لئے کیا حکم ہوگا؟ وہ صرف قضا کریں گے یا ان پر کفارہ بھی عائد ہوگا؟

اس سوال کے چار اجزاء ہیں اور چونکہ سب ایک دوسرے سے مربوط ہیں اور تمام مقالہ نگاران کی آراء مشترک ہیں، اس لئے ان کے جوابات بجائے الگ شقوں کی شکل میں تحریر کرکے ایک ساتھ نقل کئے جاتےہیں:

الف: رؤیت کے اعلان کا حق سب سے پہلے اگر وہاں دار القضاء یا کوئی منتخب قاضی کو اعلان کا حق اور اس کی ذمہ داری ہے، اور یہ نظام نہ ہوتو پھر رؤیت ہلال کمیٹی، یادینی جماعت کو جس پر عوام کو اعتماد ہو۔

ب: اور اگر یہ نظام نہ ہوتو پھر ایسے عالم اور مفتی کو یہ حق حاصل ہوگا جن پر لوگ اعتماد کرتے اور عوام وخواص اپنے دینی امور میں ان کی طرف رجوع کرتے ہوں۔

ج: جہاں رؤیت کے اعلان کا نظام موجود ہے اگر اس سے ہٹ کر کوئی فرد یا جماعت رؤیت کا اعلان کرے تو یہ درست نہیں ہے اور نہ ہی اس پر اعتماد کرکے روزہ اور عیدین کے احکام کا اجرا جائز ہوگا۔

د: اس کے باوجود اگر غیر مجاز لوگوں کی طرف سے رؤیت کا اعلان کردیا جاتا ہے اور لوگ اس کے مطابق روزہ شروع کردیتے یا عین منالیتے ہیں تو ایسی صورت میں تمام مقالہ نگاران کا اتفاق ہے کہ اس پر روزہ کی قضاء لازم ہوگی، اور شبہ کی وجہ سے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

البتہ مفتی ڈاکٹر شاہجہاں ندوی کی رائے یہ ہے کہ اس پر قضاء بھی لازم نہیں ہوگی۔

اسی طرح مفتی اقبال محمد ٹنکاروی کے خیال میں اگر اس غیر مجاز افراد کے اعلان کی تائید ہلال کمیٹی وغیرہ سے ہوجائے تو قضاء بھی لازم نہیں۔

اور مفتی عبد الرحیم قاسمی نے لکھا ہےکہ اگر غیر مجاز شخص کا اعلان کسی عالم کی طر ف سے ہے تو قضا اور غیر عالم کی طرف سے ہے تو قضا وکفارہ دونوں لازم ہونگے۔

جبکہ مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب نے لکھا ہے کہ اگر غیر مجاز کا اعلان قاضی یا ذمہ دار کمیٹی کے مطابق ہے تو کوئی حرج نہیں۔

اور مولانا محمد حسین قمر الدین ماہمکر لکھتے ہیں : اگر اعلان سننے والے کو معلن کے سچے ہونے کا یقین ہے تو اس پر بھی عمل کرنا ضروری ہے اور اگر شک ہو تو پھر اس پر عمل حرام ہوگا اور قضاء لازم ہوگی۔

مولانا اظہار الحق قاسمی لکھتے ہیں :نہ قاضی ہو، اور نہ ہلال کمیٹی اور نہ ہی کوئی ثقہ عالم ومفتی تو پھر محض خبر پر شرعی ضابطہ کے مطابق عمل کرے۔

مفتی اسجد دیولا لکھتے ہیں کہ اگر مجاز لوگ اعلان نہ کریں تو پھر غیر مجاز اپنی رؤیت کا اعلان کرسکتے ہیں۔ محمد اسجد بن شفیع نے یہ قید لگائی ہے کہ غیر متعلقہ افراد کے معاملہ میں اعتماد اور اعتقاد کے پہلو کو سامنے رکھنا ہوگا۔

دلائل وشواہد:

- ''ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولّہ ما تولی، ونصلہ جہنم وساءت مصیراً'' (سورہ نساء : ١١٥)۔
- ''عن النبیﷺ: من شذ شُذ فی النار'' (المستدرک للحاکم، حدیث نمبر: ٣٩١، مسند الفردوس للدیلمی، حدیث نمبر: ٨١١٦، ترمذی، حدیث نمبر: ٢١٦٧)۔
- ''إنہم لو کانوا ببلدۃ لا قاضی فیہا ولا وال، فإن الناس یصومون بقول الثقۃ ویفطرون بإخبار عدلین للضرورۃ'' (البحر الرائق٢،٢٦٧)..... اعلم أن بلاد الہند الیوم لیس فیہا حکومۃ إسلامیۃ ولیس فیہا دار قضاء المسلمین، فالحکم فی مثلہا الصوم بإخبار ثقۃ، والفطر بقول ثقتین، ولا ینبغی لعلماء العصر من المفتین المشی علی ما مر شان قضاء دار الإسلام من الشہادۃ وغیرہا'' (معارف السنن٥،٣٤٥)۔
- ''رأی مکلف ہلال رمضان أو الفطر ورد قولہ بدلیل شرعی صام مطلقاً وجوباً، وقیل:ندباً، فإن أفطر قضی فقط فیہا لشبہۃ الرد أی أن القاضی لما ورد قولہ، ''بدلیل شرعی أورث

شبہۃ، وہذہ الکفارۃ تندری بالشبہاۃ، ہدایہ، ولا یخفی أن ہذہ علۃلسقوط الکفارۃ فی ہلال رمضان، أما فی ہلال الفطر فلکونہ یوم عید عندہ'' (شامی۳،۳۵۱)۔

- ''لو صام المنجم من رمضان قبل رؤیتہ بناءاً علی معرفتہ یکون عاصیاً فی صومہ ولا یحسب عن صومہ إلا إذا ثبت الہلال علی خلاف فیہ، ولو جعل عید الفطر بناءً علی زعمہ الفاسد یکون فاسقاً وتجب علیہ الکفارۃ فی قول وہو الصحیح، وإن استحل إفطارہ فرضاً عن عدہ واجبا صار کافراً'' (مرقاۃ۴،۲۴۲)۔
- ''رأی ہلال رمضان أو الفطر ورد قولہ صام، فإن أفطر قضی فقط بلا کفارۃ لشبہۃ الرد'' (تنویر مع الشامی،۳۵۰)۔
- ''واختلف المشائخ فیما إذا أفطر قبل الرد والراجح عدم وجوب الکفارۃ'' (تنویر مع الشامی۳،۳۵۱)۔
- ''جاز لہذا القاضی أن یحکم بشہادتہما؛ لأن قضاء القاضی حجۃ'' (الدر المختار۲،۳۹۰)۔
- ''قولہ جاز الظاہر أن المراد بالجواز الصحۃ فلا ینافی الوجوب'' (حوالہ سابق)۔
- ''ویصیر القاضی قاضیاً بتراض المسلمین، ویجب علیہم أن یلتمسوا والیاً مسلماً'' (رد المحتار۲،۱۴۴)۔
- ''رجل رأی ہلال رمضان وحدہ، فشہد، ولم تقبل شہادتہ کان علیہ أن یصوم، وإن أفطر فی ذلک الیوم، کان علیہ القضاء دون الکفارۃ، وإن أفطر قبل أن یرد القاضی شہادتہ، فالصحیح أنہ لا تجب علیہ الکفارۃ، کذا فی فتاوی قاضی خان '' (تنویر البصائر۱،۱۹۷-۱۹۸)۔
- ''وأما فی بلاد علیہا ولاۃ الکفار، فیجوز للمسلمین إقامۃ الجمع والأعیاد، ویصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین، ویجب علیہم طلب وال'' (مسلم۱،۱۱)۔
- ''ولو شہد جماعۃ أن أہل بلدۃ قد رأوا ہلال رمضان قبلکم بیوم فصاموا، وہذ الیوم ثلاثون بحسابہم ولم یر ہؤلاء الہلال لایباح فطر غدٍ ولا یترک التراویح فی ہذہ اللیلۃ، لأنہم لم یشہدوا بالرؤیۃ ولا علی شہادۃ غیرہم، وإنما حکوا رؤیۃ غیرہم'' (فتاوی ہندیہ۱،۲۵۱)۔
- ''ولو أفطر أہل الرستاق بصوم الطبل یوم الثلاثین ظانین أنہ یوم العید، وہولغیر لم یکفروا'' (حاشیۃ الطحطاوی۱،۶۷۵)۔
- ''وإنما یقبلہ المکتوب إلیہ إذا کان الکاتب علی القضاء حتی لو مات أو عزل أو لم یبق أہلا للقضاء قبل وصول الکتاب لا یقبلہ، لأنہ التحق بواحد من الرعایا، ولہذا لا یقبل إخبارہ قاضیاً آخر فی غیر عملہ أو فی غیر عملہا .....قال ابن الہمام أو لہذا لا یقبل إخبارہ قاضیاً آخر غیر المکتوب إلیہ (فی غیر عملہ أو غیر عملہا) ولو کان علی قضائہ، لأنہ بالنسبۃ إلی العمل الآخر کواحد من الرعایا غیر أن الکتاب خص من ذلک بالإجماع'' (فتح القدیر۶،۳۸۹ کتاب ادب القاضی، باب کتاب القاضی الی القاضی)۔
- ''ولو شہد ہذا الرجل عند صدیق لہ فأکل لا کفارۃ علیہ إن صدقہ، کذا فی فتح القدیر''

(عالمگیری۱،۱۹۸، کتاب الصوم)۔

- ''أن الرؤیۃ لا تلزم غیر أہل البلد الذی وقعت فیہ، إلا أن یکون الإمام یحمل الناس علی ذلک'' (الاستذکار۳،۲۸۲، عون المعبود۶،۳۲۶)۔
- ''وإذا شغر الزمان عن الإمام وخلا عن سلطان ذی نجدۃ وکفایۃ ودایۃ فالأمور موکولۃ إلی العلماء، وحق علی الخلائق علی اختلاف طبقاتہم أن یرجعوا إلی علمائہم'' (غیاث الامم فی الثیاب الظلم۱،۳۹۲)۔
- ''العالم الثقۃ ببلدۃ لا حاکم فیہا قائم مقامہ، یعنی القاضی'' (۱،۲۲۶)۔
- ''والوالی إذا أخبر صدیقہ صام أن صدقہ ولا یفطر، وإن أفطر لا کفارۃ علیہ'' (البحر الرائق۲،۲۸۶)۔
- ''والأصل فیہ أن الشبہۃ إذا استندت إلی صورۃدلیل، فإن لم یکن ذلیلاً فی الحقیقۃ، بل من حیث الظاہر، اعتبرت فی منع وجوب الکفارۃ، وإلا فلا'' (بدائع الصنائع۲،۱۰۰)۔
- ''وقالت طائفۃ، منہم البغوی: یجب الصوم علی من أخبرہ موثوق بہ بالرؤیۃ إذا اعتقد صدقہ، وإن لم یذکرہ عند القاضی ولم یفرعوہ علی شئی، ومثلہ فی المجموع'' (مغنی المحتاج۲،۱۴۳)۔
- ''فلو انقسم الناس وقبل الإمام شہادۃ من شہد بالہلال وأفطر ہو وغالب الناس، وتأخر آخرون لریبۃ عندہم فی الشہود، أو علمہم مما یوجب رد شہادتہم، معالم یعلمہ الإمام ولا أمکن ہؤلاء اطلاعہ علیہ، فالوجہ عندی أنہ لا حرج علیہم، وإنہم مکلفون فیما بینہم وبین اللہ بما اعتقدوہ، وکذلک علیہ لو رد الإمام شہادۃ من شہد بہلال رمضان واعتقد بعض الناس صدقہ، جاز لہ أو وجب علیہ الصوم، واختلف الحکم فی حقہ، وحق عموم الناس'' (العذب الزلال۲،۲۰۰)۔
- ''وإن غلب علی ظنہ صدقہ وہو المراد بقولہم الاعتقاد الجازم، فإن ظن صدقہ من غیر غلبۃ جاز الصوم، وإن شک حرم، وسواء أخبر من ذکر عن دخول رمضان أو خروجہ'' (بغیۃ المسترشدین ۱،۷۲۷)۔
- ''یوم تختلف فی صومہ، فإن الحسن وابن سیرین وعطاء ءقالوا: بأنہ لا یصومہ إلا مع الإمام'' (البحر الرائق۲،۲۶۶)۔
- ''وإذا رأی أحدہم ہلال رمضان وشہد فی مسجد قریتہ، وعلی الناس أن یصوموا بقولہ بعد أن یکون عدد إذا لم ہناک حاکم یشہد عندہ'' (التاتارخانیہ۳،۳۶۲، البحر الرائق ۲،۲۶۶، بدائع الصنائع۲،۲۲۴)۔

سوال نمبر ۷ :

(الف) ایک شہر وصوبے میں ایک سے زائد ایسے نظام کا ہونا کیا حکم رکھتا ہے؟ جبکہ بسا اوقات اختلاف و انتشار کی نوبت آتی ہے تو ایسے اداروں کا کیا حکم وفرض بنتا ہے،

تاکہ اختلاف و انتشار سے بچا جاسکے۔
(ب)ہندوستان کے تمام علاقوں کا مطلع ایک ہے اور پورے ملک کی سطح پر کام کرنے والا یا اعتماد رکھنے والا کوئی ادارہ موجود نہیں ہے،ایسی صورت میں ملک کے مختلف اداروں کے درمیان اتفاق و ارتباط کی کیا شکل ہوسکتی ہے، تاکہ باہمی اتفاق کے ساتھ ملکی پیمانے پر ایک فیصلہ و اعلان سامنے آئے اور انتشار سے بچا جاسکے۔

الف: مقالہ نگاران نے ان دونوں شقوں کے سلسلہ میں ان خیالات کا اظہار کیا ہے کہ ایسے تمام صوبے اور شہر جہاں ایک سے زائد رؤیت ہلال کے ادارے موجود ہیں ان کا ملی اور دینی فریضہ ہے کہ وہ جزوی اختلافات کو ختم کریں اور دینی مصلحت کو اپنے جماعتی اور مسلکی مفادات پر ترجیح دیں اور باہمی اتحاد واتفاق اور صلاح ومشورہ کے ساتھ رؤیت کا اعلان کرنے کی کوشش کریں، اس طرح مسلمانوں کو رمضان وعید جیسے مواقع پر انتشار واختلاف سے بچایا جاسکتا ہے۔

ب: مختلف اداروں کے درمیان باہمی اتفاق اور ارتباط پیدا کرنے اور ملت کو انتشار سے بچانے کے لئے ملک گیر سطح کی رؤیت ہلال کمیٹی تشکیل دی جائے، جس میں ہر مکتب فکر کے اور کم ازکم اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھنے والی جتنی جماعتیں ہیں ان کے تمام افراد کے نام اس میں شامل ہوں، ہر صوبہ اور ہر ضلع میں اس کی برانچز (شاخیں) ہوں جو رؤیت کے تعلق سے ثبوت اور شہادت کی ذمہ داری نبھائے اور مرکز کو بھیج دیے اور مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی اس کو متفقہ طور پر اعلان کرے اور ہر مسلک اور جماعت کے مسلمان اس کو متفقہ فیصلہ تسلیم کرتے ہوئے سمع وطاعت کا مظاہرہ کریں، تمام مختلف اداروں میں باہمی ارتباط کی یہی شکل ہوسکتی ہے۔ مقالہ نگاران کا یہ بھی احساس ہے کہ یہ اس وقت ممکن ہے جب ذمہ داران اور علماء میں کلمہ واحدہ کی بنیادپر ایک دوسرے سے مربوط رہنے اور متحد ہونے کا جذبہ بیدار ہو، اور سب مل کر امت کے اتحاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے جماعتی اور مسلکی مفروضات پر اجتماعی مفادات کو ترجیح دیں، وحدت ومرکزیت قائم کرنے کے لئے اور بھی بہت سے پہلوؤں پر مقالہ نگاران نے روشنی ڈالی ہے، تاہم اس کا خلاصہ یہی ہے کہ ''ملک گیر سطح کی رؤیت ہلال کمیٹی کا قیام جس میں ہر مکتب فکر کے علماء اور ارباب دین وملت شریک ہوں، اسی سے ارتباط کی راہ ہموار ہوسکتی ہے، اور ہندوستانی سطح پر مسلمانوں کو جس کا مطلع ایک ہے، رؤیت کے باب میں متحد کیا جاسکتا ہے، اور اس کے لئے ''واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا'' (آل عمران: ۱۰۳)، ''إن ہذہ أمتكم أمة واحدة وأنا ربكم فاعبدون'' (سورہ انبیاء: ۹۲)، ''إنما المؤمنون إخوة'' (سورة الحجرات: ۱۰)، اور ''عليكم بالجماعة، فإنما يأكل الذنب القاصية'' (سنن نسائی، حدیث نمبر: ۸۴۷، ابوداؤد، حدیث نمبر: ۷۵۴۷)، ''إن الله لا يجمع أمتي على ضلالة، ويد الله على الجماعة، ومن شذ شذ في النار'' (ترمذی، حدیث نمبر: ۲۱۶۷، مستدرک للحاکم، حدیث نمبر: ۳۹۲)، جیسی شریعت میں مستحکم بنیادیں موجود ہیں،

اور توجہ طلب ہیں۔

البتہ حافظ صادق محی الدین فہیم صاحب نے اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ مرکزی کمیٹی اعلان کی ذمہ داری ان ذیلی کمیٹیوں کو بھی دے جو اس سے وابستہ ہیں، جبکہ ڈاکٹر شاہجہاں ندوی کے خیال میں اس ارتباط کی ایک شکل یہ ہے کہ پورے ہندوستان کو چار زون میں تقسیم کردیا جائے اور مرکزی کمیٹی کی تشکیل دہلی میں ہو اور سب کو اس سے مربوط کردیا جائے، بعض حضرات نے ملک کی موجود بڑی تنظیموں سے بھی مدد لینے کا عندیہ دیا ہے، جب تک چھوٹی چھوٹی تنظیمیں علاحدہ اعلان کرتی رہیں گی انتشار برقرار رہے گا، اس کو ختم کرنے کے لئے ایک مرکزی کمیٹی سے مربوط کرنا ضروری ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اہم تجویز مولانا شاہ عالم گورکھپوری نے تحریر فرمائی ہے جو اس طرح ہے:

تجویز:

''اس کے لئے مفتی محمدشفیع صاحبؒ نے بہت پہلے ایک واضح خاکہ اپنی کتاب ''رؤیت ہلال'' میں پیش فرمایا ہے اگر بعض جزئیات میں ترمیم واضافہ کے بعد وہ قابل عمل ہوسکتا ہے تو اس پر غور کرنا چاہئے، مثلاً یہ کہ:

اسلام میں داخل تمام مکاتب فکر کو لے کر صوبائی اور پھر ضلعی اور پھر اس کی ذیلی کمیٹیاں بنا کر شہروں سے لے کر قصبات ودیہاتوں تک پھیلا دی جائیں، درجہ بدرجہ ان سے حاصل شدہ رؤیت کو مرکزی کمیٹی کے سامنے پیش کرنے کا نظم بنایا جائے۔ ثبوت وعدم ثبوت کی شہادتوں کے بعد اعلان کا حق مرکزی کمیٹی کو دیا جائے اور یہ عمل آج کے دور میں آسان بھی ہے ابلاغ کے ذرائع نے اس کو سہل تر بنا دیا ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ نے دار العلوم دیوبند کے اکابر ارباب افتاء کی ایک تجویز بھی اپنے رسالہ ''رؤیت ہلال کے بارے میں استفتاء ثانی '' میں نقل فرمائی ہے اور پھر اس پر مزید اپنی گزارشات بھی بالتفصیل درج فرمائی ہیں، اگر اس تجویز پر عمل کرلیا جائے تو امید ہے کہ دور حاضر میں اٹھنے والے بہت سے فتنے دب جائینگے اور بہت سے مسائل حل ہوجائینگے۔

حضرت موصوف لکھتے ہیں:

''موجودہ حالت میں کہ غیر حنفی حضرات بھی رؤیت ہلال کے بارے میں عملی طور پر مسلک احناف اختیار کئے ہوئے ہیں اور یہ کوشش کرتے ہیں کہ پورے ہندوستان میں عید یا آغاز رمضان ایک ہی دن ہو اور اس سلسلہ میں ریڈیو کی خبر کا اعتبار کیا جائے۔

حضرات علماء نے چند تجویزیں پیش فرمائی ہیں، ان میں سب سے زیادہ مفصل تجویز دار الافتاء دار العلوم دیوبند کے حضرات مفتیان کرام کی ہے۔

یہ احقر کسی قدر تغیر الفاظ کے ساتھ اس تجویز کو پیش کرتا ہے، اور درخواست کرتا ہے کہ حضرات علماء اس کے متعلق واضح طور پر اپنی رائے تحریر کریں۔

تجویز یہ ہے:

(الف) پورے ہندوستان کے لئے (جس کو اب بھارت کہا جاتا ہے) ایک مرکزی کمیٹی ہو جس کا فیصلہ پورے ہندوستان کے لئے نافذ العمل ہو، یعنی پورے ہندوستان میں اس کمیٹی کا اعلان وہ حیثیت رکھے جو کسی شہر کے مضافات کے لئے اس شہر کا اعلان حیثیت رکھتا ہے کہ اس کی طرف سے توپ کے دھماکہ یا منارہ کی روشنی پر بھی افطار کرلیا جاتا ہے اور مقامی کمیٹی کے فیصلہ کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔

(ب) جہاں جہاں ریڈیو کے اسٹیشن ہیں ہر مقام پر رؤیت ہلال کی کمیٹی قائم ہو، یہ کمیٹیاں آپس میں مربوط ہوں اور ان کا رابطہ مرکزی کمیٹی سے بھی ہو، ان کمیٹیوں کا فیصلہ اپنے حلقہ اثر میں نافذ ہو اور باہمی رابطہ مرکزی کمیٹی کے لئے بھی ایسا ثبوت مہیا کردے جس کی بنا پر وہ پورے ہندوستان کے لئے رؤیت ہلال کا فیصلہ کرسکے (رؤیت ہلال کے بارے میں استفتاء ثانی)''۔

سوال نمبر ۸ :

(الف)جن ملکوں میں عام طور پر آسمان ابر آلود نہیں رہتا اور آنکھوں سے چاند کی رؤیت ہوجاتی ہے، کیا ایسے علاقوں میں اگر کبھی مطلع صاف نہ ہو اور کھلی آنکھوں سے چاند نہیں دیکھا جاسکے تو کیا ماہرین فلکیات کی رائے پر رؤیت کو قبول کیا جاسکتا ہے۔

(ب)جن ملکوں میں مطلع عمومی طور پر ابر آلود ہوتا ہے، جیسا کہ بہت سے مغربی ملکوں کی صورت حال ہے، تو کیا وہاں ماہرین فلکیات کی رائے پر عمل کرنے کی گنجائش ہے؟

سوال نمبر ۸ کے شق (الف) اور (ب) کے سلسلہ میں مقالہ نگاران کا اتفاق ہے کہ رؤیت کے بارے میں ماہرین فلکیات کو معتبر قرار نہیں دیا جاسکتا ہے، اور نہ ہی ان کی رائے کے مطابق رؤیت قبول کی جائے گی، اور جن مغربی ملکوں میں دائمی طور پر یا عموماً مطلع ابرآلود رہتا ہے اس کے بارے میں یہ وضاحت آچکی ہے کہ فلکیاتی حساب پر اعتماد کرنے کے بجائے ان ملکوں کو قریبی ممالک کے مطلع کے حساب سے عمل کرنا چاہئے، جن کی تفصیلات اور دلائل سوال نمبر ۲ کے ضمن میں ذکر کئے جاچکے ہیں یہاں تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

(ج)اگر کسی تاریخ کے بارے میں ماہرین فلکیات کی رائے ہو کہ آج افق پر چاند قابل رؤیت نہیں، اور سائنسی اعتبار سے رؤیت ممکن ہی نہیں ہے، تو اگر اس دن رؤیت کی شہادت دی جائے تو اس کو خلاف واقعہ سمجھ کر رد کیا جاسکتا ہے؟ یہ شہادت خبر واحد کی شکل میں ہو تو کیا حکم ہوگا اور خبر مستفیض کی شکل میں ہو تو کیا حکم ہوگا؟

اس شق (ج) کے بارے میں ڈاکٹر شاہجہاں ندوی، مفتی محمد عثمان بستوی، قاضی ریاض ارمان قاسمی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا مصطفی عبد القدوس ندوی، مولانا شاہ عالم گورکھپوری، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مفتی راشد حسین ندوی، اور مولانا محمد اظہار الحق قاسمی کا خیال یہ ہے کہ اگر رؤیت کا امکان نہیں تھا اور خبر واحد کی شکل میں شہادت موصول ہوئی تو اس کو رد کردیا جائے گا اور خبر مستفیض کی شکل میں ہو جس میں کہ کوئی شبہ نہیں ہوتا تو قبول کیا جائے گا، ان میں سے زیادہ تر حضرات نے اس کی صراحت کی ہے کہ اس صورت میں خبر واحد کو رد کیاجانا بھی فلکیاتی حساب کی بنیاد پر نہیں ہے، بلکہ خلاف واقعہ سمجھ کر اور شہادت کے اصول کے مطابق شبہ اور تہمت کی وجہ سے رد کئے جانے کے قبیل سے ہے، اس لئے اس معاملہ میں بھی فلکیاتی حساب کو مدار فرار دینے کا دلائل شرعیہ کسی بھی ناحیہ سے ساتھ نہیں دیتے، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مفتی معز الدین قاسمی، مفتی محمد فاروق قاسمی، مفتی امتیاز احمد قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی، کہتے ہیں کہ اس میں فلکیاتی حساب کا کوئی اصول معتبر نہیں ہے اور شہادت کو قبول کیا جائے گا، خواہ خبر واحد ہو یا مستفیض۔

اور مولانا اختر امام عادل کہتے ہیں کہ اس صورت میں چونکہ رؤیت کا امکان نہیں ہے،خبر واحد اور خبر مستفیض دونوں کو رد کردیا جائے گا، اور مفتی صادق محی الدین فہیم صاحب کے خیال میں اس صورت میں خبر واحد کو مسترد اور فلکیاتی حساب کی بنیاد پر خبرمستفیض بھی مردود ہے، اور ان کے نزدیک فلکیاتی حساب سے استفادہ میں کوئی قباحت نہیں ہے،

اور مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی نے (ب اور ج) میں تفصیل کی ہے کہ اگر مطلع ابرآلود رہتا ہے تو اس کو فلکی حساب سے جانا جاسکتا ہے، تاکہ رؤیت والے علاقہ میں چاند ثابت ہوجائے تو کثافت والے علاقہ میں چاند کو ثابت مانا جاسکے، فلکیات سے اس قسم کی مدد لینے میں بظاہر حرج معلوم نہیں ہوتا۔ کسی تاریخ کے بارے میں ماہرین فلکیات سے اس قسم کی مدد لینے میں بظاہر حرج معلوم نہیں ہوتا، کسی تاریخ کے بارے میں ماہرین فلکیات کی رائے ہو کہ اس تاریخ میں افق پر چاند قابل رؤیت نہیں ہے، لیکن چاند دیکھنے والے خبر دیں تو اگر معاملہ ابتدائے رمضان کا ہے اور مطلع ابرآلود ہے جس میں سچی خبر کی ضرورت پڑتی ہے، یا مطلع صاف ہے جس میں جم غفیر کی ضرورت پڑتی ہے ان دونوں صورتوں میں اگر قاضی کو اطمینان قلبی حاصل نہ ہو تو فیصلہ کو محفوظ رکھتا ہے، اگر ماہرین فلکیات کی رائے کی بنا پر قاضی کو اطمینان نہ ہو تو چاند کا فیصلہ نہیں کرے گا، لیکن ۲۹؍رمضان کو مطلع ابر آلود تھا، اب شہادت اگر شرعی طور پر مکمل ہوجائے تو قاضی فیصلہ کرنے پر مجبور ہے اس لئے یہ صورت محل غور ہے کہ کیا فلکیاتی حساب کا اعتبار کیا جائے یا شہادت کی بنا پر فیصلہ کردیا جائے، اسی طرح

قاضی ریاض ارمان قاسمی کے خیال میں خبر واحد کو فلکیاتی حساب کی بنیاد پر رد کیا جاسکتا ہے ، مستفیض کو نہیں۔

جبکہ مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا صالح الزماں قاسمی، مولانا صابر حسین ندوی، مفتی محمدحسین ماہمکر، مفتی اقبال احمد قاسمی، مفتی شبیر احمد قاسمی مرادآباد، مفتی مقصود فرقانی، مفتی اشرف عباس قاسمی، مفتی اسجد دیولا، مولانا صبیح اختر قاسمی، مفتی ظفر عالم ندوی، مولانا قمر الدین محمود بڑودہ، ان حضرات نے سوال نمبر ٢ میں تفصیلات آجانے کی وجہ سے اس سوال کے جواب سے خاموشی اختیار کی ہے۔

دلائل وشواہد:

- ''فإن كانت السماء مصحية يعرف برؤية الهلال، وإن كانت متغيمة يعرف بإكمال شعبان ثلاثين يوما لقول النبىﷺ: ''صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته، فإن غم عليكم فأكملوا شعبان ثلاثين يوما، ثم صوموا، وكذلك إن غم على الناس هلال شوال أكملوا عدة رمضان ثلاثين يوماً، لأن الأصل بقاء الشهر وكماله، فلا يترك هذا الأصل إلا بيقين على الأصل المعهود، أن ما ثبت بيقين لا يزول إلا بيقين مثله'' (بدائع الصنائع٢٫٢٢٠ كتاب الصوم)۔
- ''ولزم فى الكل أشهد لقبولها والعدالة لوجوبه أى لوجوب القضاء على القاضى'' (در مختار مع الرد٫٤١٣)۔
- ''إنه بالنسبة للأماكن التى تكون سمائها محجوبة بما يمنع الرؤية للمسلمين كبعض مناطق آسيا ، ومنها سنغفورة وماشابها، أن يأخذوا بمن يثقون به من البلاد الإسلامية التى تعتمد على الرؤية البصرية للهلا دون الحساب بأى شكل من الأشكال عملاً بقولهﷺ: صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته .....، وما جاء فى معناهما من الأحاديث'' (مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی شمارہ١٩٨٦، بحوالہ موسوعہ فقہیہ٢٢٫١٣١)۔
- ''لا عبرة بقول الموقتين فى الصوم قال الشامى: إن الشارع لم يعتمد الحساب، بل ألغاه بالكلية'' (شامى٢٫٩٢)۔
- ''وعن شمس الأئمة الحلوانى: أن الشرط فى وجوب الصوم والإفطار الرؤية، ولا يؤاخذ فيه بقولهم، ثم نقل عن مجد الأئمة الترجمانى:أنه اتفق أصحاب أبى حنيفة إلا النادر، والشافعى أنه لا اعتماد على قولهم'' (شامى٣٫٣٥٥)۔
- ''قلنا: يا رسول الله! فذلك اليوم الذى كسنة أيكفينا فيه صلوة يوم قال:لا، أقدروا له قدره'' (مسلم٢٫٤٠١، باب ذكر الدجال)۔
- ''وفى الظهيرية: أنه ينوى القضاء لفقد وقت الأداء '' (تاتارخانیہ١٫٤١٤)۔
- ''المراد بالحساب هنا حسب النجوم وتيسيرها ..... ولو حدث بعدهم من يعرف ذلك بل ظاهر السياق يشعر بنفى تعليق الحكم بالحساب أصلاً ويوضحه قوله فى الحديث الماضى، ''فإن غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين، ولم يقل فسئلوا أهل الحساب والحكمة فيه كون العدد

عند الإغماء يستوى فيه المكلفون، فيرتفع الاختلاف والنزاع عنهم، وقد ذهب قوم إلى الرجوع إلى أهل التيسير فى ذلك وهم الروافض، ونقل عن بعض الفقهاء موافقتهم، قال الباجى: وإجماع السلف حجة عليهم، وقال ابن يزيدة وهو مذهب باطل" (فتح البارى۴،۱۲۷)۔

- ''وإذا رأى الهلال ببلد لزم الصوم من وافق مطلعهم مطلعه دون من خالفه، كما فى طلوع الفجر والشمس وغروبها أى فى إلحاق من لا فجر، أو لا نهار أو لا ليل له بمن له ذلك فى دخول أوقات ذلك باتحاد المطلع'' (بشر الكريم) [مقالہ مولانا محمد حسين ماہمكر]۔
- ''وہل يرجع إلى قول أهل الخبرة العدول ممن يعرف علم التجويد والصحيح أنه لا يقبل، كذا فى السراج الوہاج" (ہنديہ۱،۱۹۷)۔
- ''نحن أمة أمية لا نحسب ولا نكتب'' (بخارى ومسلم)۔
- ''لو استفاض من الخبر فى البلدة الأخرى لزمہم على الصحيح، قلت: وجه الاستدراك أن ہذه الاستفاضة ليس فيہا شہادة على قضاء قاض ولا على شہادة، لكن لما كانت بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بہا إن أہل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بہا" (شامى۳،۳۵۹)۔
- ''الاستفاضة فإنہا تفيد اليقين'' (رد المحتار۳،۳۵۹ كتاب الصوم)۔
- ''إن الخبر إذا استفاض وتحقق فيما بين أہل البلدة الأخرى يلزمہم حكم ہذه البلدة'' (شامى۳،۳۵۹، منحة الخالق۲،۲۷۰، مجمع الانہر۱،۳۵۲، تاتارخانيہ۲،۲۵۵)۔
- ''لا يجوز تقليد المنجم فى حسابه لا فى الصوم ولا فى الإفطار'' (غمز عيون البصائر شرح الاشباہ والنظائر۲،۶۶)۔
- ''لا عبرة بقول المنجمين فلا يجب عليہم الصوم بحسابہم ولا على من وثق بقولہم؛ لأن الشارع علق الصوم على إمارة ثابتة لا تتغير أبداً، وہى رواية الہلال، أو إكمال العدة ثلاثين، أما قول المنجمين، فہو إن كان على قواعد دقيقة فإنا نراه غير منضبط بدليل اختلاف آرائہم فى أغلب الأحيان'' (الفقہ على المذاہب الاربعہ۱،۵۵۱)۔
- ''إن العلماء بالہيئة يعرفون أن الرؤية لا ينضبط بأمر حسابى، وإنما غاية الحساب منہم إذا عدل أن يعرف بہم بين الہلال من درجة وقت الغروب مثلاً، لكن الرؤية ليست مضبوطة بدرجات محدودة''(الفتاوى الكبرى۲،۴۶۴) [مقالہ: مولانا خورشيد انور اعظمى]۔
- ''وقد ذہب مطرف بن عبد الله الشخير وہو من كبار التابعين، وابن قتيبة من اللغويين فقالا:يعول على الحساب عند الغيم بتقدير المنازل واعتبار حسابہا فى صوم رمضان، حتى أنه لو كان صحوا الرئى، لقوله عليه السلام: فإن أغمى عليكم فاقدروا له، أى استدلوا عليه بمنازله وقدروا إتمام الشہر لحسابه" (الجامع لاحكام القرآن للقرطبى۲،۲۹۳) [مقالہ: مفتى صادق محى الدين فہيم]۔
- ''معنى الاستفاضة أن تأتى من تلك البلدة جماعات متعدون كل منہم يخبر عن أہل تلك

البلدة أنهم صاموا عن رؤية لا مجرد شيوع'' (شامى٢،٩٤).

- ''قال الخير الرملى:الظاهر أنه أى الأهلة التسعة لا فرق بين الغيم والصحو فى قبول الرجلين لفقد العلة الموجبة لاشتراط الجمع الكثير، وهى توجه الكل طالبين'' (شامى٣،٣٦١).
- ''إما إذا كانت الشهادة برؤيته قبل ذلك، ينبغى أن لا تقبل لكون الحس يكذبها، إلا إذا وصلت الأخبار مبلغ التواتر بحيث لا يمكن توطؤ الجميع على الكذب، فحينئذ يمكن نسبة الخطأ إلى الحاسب، والظاهر أن التواتر عند عدم إمكان الرؤية أمر لا يحصل أبداً، وإنما ذكرناه على سبيل الاحتمال عقلى فقط، واشتراط التواتر فى هذه الحالة مثل ما اشترط الحنفية من الاستفاضة أو التواتر عند كون السماء مصحية'' (بحوث فقهية معاصرة٢،٢٤٧).
- ''على ما صرح به علماؤنا من عدم الاعتماد على قول أهل النجوم فى دخول رمضان، لأن ذلك مبنى على أن وجوب الصوم معلق برؤية الهلال، لحديث ''صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته'' وتوليد الهلال ليس مبنيا على الرؤية، بل على قواعد فلكية، وهى، وإن كانت صحيحة فى نفسها، لكن إذا كانت ولادته فى ليلة كذا، فقد يرى فيها الهلال وقد لا يرى، والشارع علق الوجوب على الرؤية، لا على الولادة'' (ابن عابدين١،٤٣١).

* * *

عرض مسئلہ:

رؤیت ہلال
(سوال نمبر ۱تا۳)

مفتی انور علی الاعظمی•

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین.

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)کی طرف سے راقم الحروف کو رؤیت ہلال سے متعلق سوال نمبر ۱،تا۳، عرض مسئلہ کی ذمہ داری سونپی گئی۔ بندہ نے اپنی حد تک اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی کوشش کی۔ یہ ایک بہت ہی دقت نظر کاکام ہے ، اس لیے اس میں کہیں کہیں چونک بھی ہوسکتی ہے ، بعض مقالہ نگار کی آراء چھوٹ بھی سکتی ہیں، اس لیے اگر ایسی بات پیش آجائے تو مجھے معذور سمجھاجائے ۔

میرے پاس کل۳۲مقالات اکیڈمی کی طرف سے بھیجے گئے ۔ مقالہ نگار حضرات کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

مفتی محمد حسین قمرالدین فلاحی کوکنی،مولانا محمد ظفرعالم ندوی،ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی،مولانا اختر امام عادل قاسمی،مولانا محمد صابر حسین ندوی،مفتی اشرف عباس قاسمی، مفتی راشد حسین ندوی،مفتی شبیر احمد قاسمی،مولانا محمد فاروق قاسمی، مفتی محمد عثمان قاسمی بستوی،مفتی محمدمقصود علی فرقانی،مفتی اقبال احمد قاسمی، مولانامحبوب فروغ احمد قاسمی،مولانا خورشید انور اعظمی،مولانا محمد اکرم ابن مولانا اسلم رشید،مولانا شاہ عالم گورکھپوری،مفتی محمد اسجد دیولا،مولانا محمد صالح الزماں قاسمی،مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی،مولانا محمد اظہار الحق قاسمی،مولانا رحمت اللہ ندوی، مفتی عبدالرحیم قاسمی،مولانا صبیح اختر قاسمی،مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی،مفتی انور علی اعظمی،قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی،مفتی امتیاز احمد واعظ قاسمی،مولانا سید قمرالدین محمود قاسمی،محمد اسجد بن مولانا محمد شفیع قاسمی،مولوی اسامہ رفیق پورکر، مفتی معزالدین قاسمی،انور علی الاعظمی /مفتی وشیخ الحدیث دارالعلوم،مئو۔

سوال (۱) الف: مطلع کسے کہتے ہیں؟ اس کے اصطلاحی مفہوم کو واضح کریں۔ اس ضمن میں مطلع کے حدود پر روشنی ڈالی جائے اور موجودہ تحقیقات پر گفتگو کرتے ہوئے اپنی واضح رائے تحریر فرمائیں۔

• مفتی وشیخ الحدیث دارالعلوم،مئو۔

جواب: مطلع کے معنی چاند کے طلوع ہونے کی جگہ کے ہیں۔ مطلع کی تعریف میں عام طور پر مقالہ نگار حضرات کا اتفاق ہے ۔مطلع کی حد کیاہے ؛ اس سلسلہ میں مولانا ظفر عالم ندوی کو چھوڑ کر بقیہ مقالہ نگار حضرات نے مطلع کی حد بندی اس طرح کی ہے کہ ایسے دو شہر جن کے درمیان اتنی دوری ہو کہ ایک رات میں دونوں جگہ چاند نظر نہ آسکتاہو تو ان دو شہروں کا مطلع الگ الگ مانا جائے گا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مطلع کی حد بندی کے لیے علامہ ابن عابدین کے حوالہ سے جو بات ذکر کی ہے وہ اس طرح ہے :''قال العلامۃ ابن عابدین اعلم ان نفس إختلاف المطالع لا نزاع فیہ بمعنی انہ قد یکون بین البلدتین بعد بحیث یطلع الھلال لیلۃ کذا فی إحدی البلدتین دون الأخری''(فتح الملھم۳،۱۱۳ مکتبہ اشرفیہ)۔

اس سلسلہ میں علم ہیئت سے اس کی حد بندی اس طرح کی جاسکتی ہے کہ نیا چاند اوسطاً افق پر پچاس اکیاون منٹ کے قریب رہتاہے ۔ سید شبیر احمد کاکاخیل مدیر فنی امور نے اپنی کتاب میں نئے چاند کے ایک رات میں مطلع پر رہنے کی اوسط مقدار اکیاون منٹ تحریر کی ہے ۔مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی نے یہ مدت اڑتالیس منٹ ذکر کی ہے ۔ ان باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے مطلع کی حد بندی کے سلسلہ میں عرض ہے کہ اگر دو شہروں کے درمیان غروب شمس میں پچاس منٹ کے قریب کا فاصلہ ہو تو ان کا مطلع ایک ماناجائے گا۔ ہمارے علماء اسی بنا پر غیر منقسم ہندوستان کا مطلع ایک مانتے ہیں، کیونکہ یہاں کے مختلف شہروں کے درمیان جو دوری ہے اور ان کے غروب میں جو فرق ہے وہ اسی کے قریب ہے ۔

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ منعقدہ ۳،۴،مئی۱۹۷۶ء جس میں مختلف مکاتب فکر کے علماء شریک تھے ، ان حضرات نے اس مسئلہ کی بابت جو فیصلہ کیاتھا وہ حسب ذیل ہے :

(۱)محققین احناف اور علمائے امت کی تصریحات اور ان کے دلائل کی روشنی میں مجلس کی متفقہ رائے ہے کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے ۔

(۲)بلاد بعیدہ سے مراد یہ ہے کہ ان میں باہم اس قدر دوری واقع ہو کہ ان کی رؤیت میں ایک دن کا فرق ہوتاہے ، ایک شہر میں ایک دن پہلے چاند نظر آتا ہے اور دوسرے شہر میں ایک دن بعد۔ ان بلاد بعیدہ میں اگر ایک کی رؤیت دوسرے کے لیے لازم کردی جائے تو مہینہ کسی جگہ ۲۸، کا رہ جائے گا اور کسی جگہ۳۰،دن کا قرار پائے گا (جدید فقہی مسائل، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)۔

اس لیے اس مسئلہ میں تقریباً مقالہ نگار حضرات کے درمیان اتفاق رائے ہے ۔

سوال(۱) کے جز(ب) و(ج) کا تعلق ایک ہی مسئلہ سے ہے ، ان دونوں اجزاء میں بنیادی سوال یہ ہے کہ ہندوستان بشمول پاکستان وبنگلہ دیش کا مطلع محققین علماء ہندوپاک کے نزدیک ایک ہے ، جبکہ بعض علاقوں میں بلندی کی سطح کافی مختلف ہے اور بعض

علاقے ساحل سمندر پر دور تک آباد ہیں، اور بسااوقات ساحلی پٹیوں پر آباد علاقے جیسے (کیرالا) اسی طرح پاکستان کے بعض مغربی حصوں میں پہلے رویت ہوجاتی ہے جبکہ ہندوپاک کے اکثر علاقوں میں رویت نہیں ہوتی، تو کیا یہ علاقے ہندوپاک کے عام مطلع وحکم سے الگ ہیں۔ ایسے علاقوں میں رویت ہوجانے پر ملک کے بقیہ حصوں کے لیے کیا حکم ہوگا، بقیہ علاقے اپنے مطلع کے لحاظ سے رویت پر عمل کریں یا ان علاقوں میں ہونے والی رویت کا اعتبار کرلیں؟

اس کے جواب میں علمائے کرام کے دونقطۂ نظر ہیں:

ایک یہ کہ جب ہندوپاک کا مطلع ایک ہے تو پاکستان کے مغربی حصہ اور کیرالامیں اگر رویت ہلال کا ثبوت ہوجائے تو پورے ملک میں اس کو تسلیم کرنا چاہیے ، اس رائے کے قائل مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

مولانا سید قمر الدین ہرودئی ، مولانا اکرم لونا واڑہ، مفتی اسجد دیولا ، قاضی ریاض قاسمی ہریانہ ، مولانا صالح ، مولانا اقبال احمد ٹنکاروی ، مولانا خورشید انور مظہر العلوم بنارس، مولانا صبح اخترآسام ، مولانامحمد فاروق بارڈولی، مولانا صابر حسین کرناٹک ، مولانا شاہ عالم گورکھپوری،مولانا ولی اللہ مجید قاسمی ، مفتی معزالدین اورنگ آباد، مولانا رحمت اللہ ندوی۔

دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے پاکستان کے مغربی حصہ اور کیرالا کی رویت کا اعتبار ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں نہ کیاجائے اس کے قائلین مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

مولانا اقبال احمد کانپور ، مفتی محمدمقصود علی فرقانی رامپور ،مفتی عبدالرحیم بھوپال ،مولانا ظفر عالم ندوی ، مفتی امتیاز احمد واعظ قاسمی، مولانا اشرف عباس دارالعلوم دیوبند، مفتی ثناء الہدی امارت شرعیہ،مفتی محمد حسین کوکنی ، مولانا اظہار الحق قاسمی دارالعلوم دیوبند وقف، مفتی شبیر احمد قاسمی مرادآباد، مولانا اسجد بھٹکلی ، مفتی راشد حسین ندوی ، مولانا اختر امام عادل، مفتی محبوب فروغ کیرالا ، مولانا شاہجہاں ندوی ، مولانا محمد عثمان بستوی گورینی ، راقم الحروف انورعلی اعظمی۔

پہلی رائے کے حاملین جو کیرالا اور مغربی پاکستان کے مغربی کنارے کی رویت پورے ہندوستان میں تسلیم کیے جانے کی حمایت کرتے ہیں ان میں اکثر حضرات نے دلیل میں یہی ذکر کیاہے ۔ محققین علماء ہندوپاک کے نزدیک ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کا مطلع ایک ہے، بعض حضرات نے دلیل میں عبارات بھی نقل کی ہیں، جیسے مولانا شاہ عالم گورکھپوری، فتاوی عالمگیری کی یہ عبارت نقل کرتے ہیں:

''لو رأی أهل المغرب هلال رمضان یجب الصوم علی أهل المغرب کذا فی الخلاصۃ'' (مقالہ مولانا شاہ عالم)۔

مذکورہ عبارت کا اس مسئلہ سے کوئی خاص تعلق نہیں،کیونکہ یہ عبارت تو ساری دنیا کا مطلع ایک ہونے پر دلالت کرتی ہے جبکہ علماء کے درمیان اس بات پر اتفاق ہوچکا

ہے کہ اختلاف مطالع ایک طے شدہ امر ہے اور جمہور علماء چاہے وہ کسی مسلک کے ماننے والے ہوں اس مسئلے میں یہی رائے رکھتے ہیں۔ مولانا خورشید انور اعظمی جامعہ مظہر العلوم بنارس اس مسئلہ پر فتاویٰ ہندیہ اور ہدایہ کی عبارت نقل کرتے ہیں:

''لافرق بین أهل المصر ومن ورد من خارج المصر وذكر الطحاوی أنہ تقبل شهادة الواحد اذ جاء من خارج المصر لقلة الموانع و إليہ الاشارة فی كتاب الاستحسان وكذا إذا كان للمكان المرتفع من المصر'' (دیکھیے مقالہ: مولانا خورشید انور اعظمی)۔

آپ نے یہ عبارت تو نقل کردی ہے لیکن ان کو خود شرح صدر نہیں، چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں:

''مذکورہ جزئیات اگرچہ براہ راست زیربحث مسئلہ سے متعلق نہیں ہیں تاہم ان سے یہ روشنی ضرور ملتی ہے کہ اگر مطلع ایک ہوتو علاقوں کے بلند پست ہونے کا اثر نہیں پڑنا چاہیے''۔

مولانا کی عبارت میں غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی خاص شہر کے باہری حصے سے آکر کوئی آدمی چاند دیکھنے کی خبر دے یا اسی شہر سے کسی اونچے مکان سے دیکھنے کی خبر دے تو اس کی یہ خبر تسلیم کی جائے گی اور رویت کا فیصلہ کیاجائے گا، لیکن یہاں مسئلہ دوسری نوعیت کا ہے کیونکہ کیرالا اور پاکستان کا مغربی کنارہ ہندوستان کے اکثر شہروں سے کافی دوری پر واقع ہے، ان دونوں جگہوں پر ایک دن رویت پہلے ہوجاتی ہے اور ہندوستان کے اکثر علاقوں میں نہیں ہوپاتی۔

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ منعقدہ ۴،۳مئی ۱۹۷۶ء میں مختلف مکاتب فکر کے علماء نے مل کر اس بابت جو فیصلہ کیا تھا اس کا ایک جزئیہ یہ بھی ہے :

*بلاد بعیدہ سے مراد یہ ہے کہ ان میں باہم اس قدر دوری واقع ہو کہ ان کی رویت میں ایک دن کا فرق ہوتاہے ، ایک شہر میں ایک دن پہلے چاند نظر آتاہے اور دوسرے شہر میں ایک بعد، ان بلاد بعیدہ میں اگر ایک کی رویت دوسرے کے لیے لازم کردی جائے تو مہینہ کسی جگہ۲۸،کا رہ جائے گا اور کسی جگہ ۳۰،دن کا قرار پائے گا۔

اب تک ہندوستان کی ہلال کمیٹیوں اور امارات شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ، جمعیۃ العلماء ہند وغیرہ کا عمل اسی پر رہاہے کہ وہ چاند کے مسئلہ میں کیرالا کو الگ ہی تسلیم کرتے ہیں، اسی طرح سے پاکستان سے بھی ہمارے رابطے کچھ مصالح کی بناپر اس مسئلہ میں بہت کم ہی ہوپاتے ہیں، پاکستان کا جو حصہ ہندوستان سے لگاہواہے وہ تو رویت کے معاملہ میں ایک مانا جاسکتاہے ،لیکن پاکستان کا مغربی کنارہ ایران سے متصل ہے ، وہاں کی خبر کو معتبر ماننے کا مطلب یہ ہے کہ ایران کی رویت بھی ہندوستان میں تسلیم کی جائے ، اس لیے عارض کے نزدیک کیرالا، اور پاکستان کا مغربی کنارہ مطلع کے لحاظ سے ملک کے بقیہ حصوں سے الگ حکم رکھتاہے، وہاں کی رویت کو بنیاد بناکر ہم ہندوستان کے تمام شہروں میں عمل نہیں کرسکتے ۔

سوال(۱) د: جن علاقوں کا مطلع ایک ہے اگر کسی حصہ میں رویت ہلال کا ثبوت ہوجائے اور اس کا اعلان بھی کردیاجائے تو ملک کے دوسرے خطہ کے مسلمانوں پر کیا یہ لازم ہے کہ وہ اس اعلان کے مطابق عمل کریں، یا اپنے مقامی قاضی اور جہاں نظام قضا نہ ہوں وہاں کی رویت ہلال کمیٹی کے فیصلہ کا انتظار کریں، اور کیا دوسرے خطے کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹیاں اس اعلان کی پابند ہیں؟

جواب: اس مسئلہ میں مقالہ نگار حضرات کے نزدیک بہت حد تک اتفاق نظر آتاہے ۔

مفتی شبیر احمد شاہی مرادآباد کے علاوہ تقریباً ستائیس مقالہ نگار حضرات نے یہ جواب دیا ہے کہ جن علاقوں کا مطلع ایک ہے اگر کسی حصے میں رویت ہلال کا ثبوت ہوجائے اور اس کا اعلان بھی کردیاجائے تو ملک کے دوسرے خطہ کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے مقامی قاضی یا اپنے شہر کے رویت ہلال کمیٹی کے فیصلہ کا انتظار کریں۔

اس رائے سے اتفاق کرنے والے حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا اقبال احمد ٹنکاروی، مولانا محبوب احمدفروغ قاسمی ، مولانا ریاض الدین ، مولانا صالح الزماں، مفتی ثناء الہدی قاسمی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا شاہ عالم ، مولاناولی اللہ مجید قاسمی، مفتی راشد حسین ندوی ، مولانااختر امام عادل، مولانا عبدالرحیم بھوپال ، مولانا صبیح اختر آسام ، مفتی اشرف عباس ، مفتی محمد حسین کوکنی ، مولانا اقبال احمد کانپور، مولانا ظفر عالم ندوی، مفتی اسجد دیولہ، مولانا محمد اسجد بھٹکلی ، مولانا قمر الدین، مولانا محمد فاروق بارڈولی، مفتی امتیاز قاسمی ، مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا محمد اکرم لونا واڑہ، مولانا اظہار الحق قاسمی دارالعلوم وقف، مولانا خورشید انور بنارسی، مفتی عثمان گورینی۔

مفتی شبیر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ (استفاضہ کے تحقق کے بعد فیصلہ کی ضرورت نہیں)۔

کسی جگہ رویت ہلال کا تحقق ہوجانے کے بعد جب اس کی اطلاع استفاضہ کے طور پر دوسری جگہ آجائے تو دوسری جگہ کی ہلال کمیٹی یا قاضی کے دوبارہ فیصلہ کا انتظار لازم نہیں بلکہ بطریق استفاضہ رویت کی خبر آجانے کے بعد اس پر عمل کرنا واجب ہوجاتاہے ، جیسا کہ شمس الائمہ حلوانی (مستفاد احسن الفتاویٰ)۔

’’الصحیح من مذهب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فیما بین أهل البلدة الأخری یلزمهم حکم هذه البلدة‘‘ (مقالہ مفتی شبیر احمد قاسمی)۔

مفتی صاحب کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ استفاضہ کے بعد ہلال کمٹی یا قاضی کے دوبارہ فیصلہ کا انتظار لازم نہیں ہے ، لیکن انتیس(۲۹) رمضان یا ۲۹شعبان کو جب کسی دور دراز شہر میں چاند دیکھا گیا تو اس وقت ہر شہر میں افراتفری کی کیفیت رہتی ہے، عام آدمی چاند کی رؤیت کی تحقیق میں لگارہتا ہے، چاند ہونے یا نہ ہونے کی خبر ایک دوسرے سے معلوم کرنا چاہتاہے ، اس وقت استفاضہ کی صورت حال فوری طور پر

نہیں پیدا ہوتی، شامی کی جو عبارت مفتی صاحب نے ذکر کی ہے اس سے یہی مفہوم ہوتاہے کہ استفاضہ کے بعد دوسرے شہر کے لوگوں پر رویت کو ماننا لازم ہوگا، یہ صورت حاصل دوقریبی شہروں میں تو ممکن ہے لیکن دور دراز کے شہروں میں استفاضہ کی صورت حال ۲۹؍تاریخ کو آج کے سریع مواصلاتی نظام کے باوجود بہت مشکل ہے ، اس لیے عوام کا خلجان دور کرنے کے لیے قاضی یا ہلال کمیٹی ہی کو ذمہ دار بنایا جاسکتا ہے، انفرادی طور پر اس اعلان کے مطابق عمل کیاجانے کا حکم دینا انتشار کا سبب بنے گا۔ لوگوں کی اجتماعیت کو خطرہ لاحق ہوگا، اس لیے مسئلے کے حل کی بہتر شکل یہی ہے کہ عوام الناس اپنے شہر کی ہلال کمیٹی یا شہر کے قاضی پر اعتماد کریں اور قاضی یا ہلال کمیٹیاں تحقیق وتفتیش کے بعد اپنے اپنے شہر میں رویت کا اعلان کریں۔

اس مسئلہ میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی یہ بات جو انھوں نے جدید فقہی مسائل میں تحریر کی ہے اس کا ذکر کرنا بہت مناسب معلوم ہوتاہے ۔

مثلاً بہار میںامارت شرعیہ حیدرآباد اور دہلی رویت ہلال کمیٹی قائم ہے تو اب بہار دکن، دہلی کے ملحقہ علاقوں میں وہاں کے ذمہ داروں کی طرف منسوب ریڈیو یا ٹی وی کی اطلاع اعلان سلطان کا درجہ رکھے گی اور وہاں کے لوگوں کے لیے اسی پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

’’خبرمنادی السلطان مقبول عدلاً کان اوفاسقاً‘‘

جب کہ دوسرے علاقہ میںاس کی حیثیت منادی سلطان کی نہیں ہے کیونکہ وہاں کے مسلمانوں نے اس کو اپنے علاقہ کے لیے اس کا مجاز تسلیم نہیں کیا ہے ، لہٰذا یہ ان کے لیے محض اطلاع ہوگی، اعلان نہ ہوگا اور وہاں کے ذمہ داران پر موقوف ہوگا کہ وہ اس کی روشنی میں فیصلہ کریں (جدید فقہی مسائل۱؍۸۷)۔

اسی سوال کا ایک جزو یہ بھی تھاکہ کیا دوسرے خطہ کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹیاں اس اعلان کی پابند ہیں۔

اس جزئیہ کے جواب میں بھی مقالہ نگار حضرات کی رائے یہی ہے کہ مطلع ایک ہونے کی صورت میں اگر کسی حصہ میں ۲۹؍تاریخ کو رویت ہلال کا ثبوت ہوجائے تو دوسرے خطہ کے قاضی یا ہلال کمیٹیاں اس اعلان سے اپنے کو مستغنی نہیں بنا سکتیں،بلکہ وہاں سے رابطہ بناکر شرعی دلائل کی روشنی میں اطمینان کرنے کے بعد اعلان کی پابند ہیں۔

سوال نمبر(۲) الف: قمری مہینہ کی ۲۹؍تاریخ کو ہر جگہ مطلع یکساں صاف یا گرد آلود نہیں رہتا تو کیا رویت کے لیے فلکیاتی حساب سے مدد لی جاسکتی ہے ؟ تاکہ یہ معلوم ہو کہ آج افق پر چاند کی بصری رویت کاا مکان ہے یا نہیں؟

اس مسئلہ میں مقالہ نگار حضرات کی دورائے ہے، ایک رائے یہ ہے کہ فلکیاتی حساب سے مدد لینا درست نہیں اس کے قائل مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

(۱) مفتی معزالدین قاسمی (۲) مولانا محمد فاروق بارڈولی (۳) مولانا عبدالرحیم قاسمی بھوپال۔

جبکہ مندرجہ ذیل مقالہ نگار حضرات مددلینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے :

مولانا محمد عثمان گورینی ،مولانا اختر امام عادل، مولانا شاہجہاں ندوی ، مولانا صابر حسین ندوی ، مولانا راشد حسین ندوی ، مفتی محمد فروغ قاسمی کیرلا، مفتی محمد حسین قمرالدین کوکنی ، مولانا قمرالدین محمود ہردوئی، مولانا رحمت اللہ ندوی ، مفتی امتیاز احمد واعظ قاسمی ، مفتی اشرف عباس ، مولانا اسجد بھٹکلی ،قاضی محمد ریاض الدین ارمان ہریانہ ، مولانا محمد اکرم لوناواڑہ، مفتی اسجد دیولہ ، مولانا شاہ عالم گورکھپور، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی ، مفتی محمدمقصود فرقانی ، مولانا ظفر عالم ندوی، راقم السطور، مولانا نثار الہدی، مولانا اظہار الحق دارالعلوم وقف۔

فلکیاتی حساب سے اس حد تک مدد لینا کہ آج مطلع پر چاند کی رؤیت بصری کا امکان ہے یا نہیں؟

تین حضرات کو چھوڑ کر بقیہ سارے مقالہ نگاران اس کو جائز کہتے ہیں، جہاں تک مسئلہ ہے منجمین کے قول پر فیصلہ کرنے کا اس کی اجازت کوئی نہیں دیتا، سارے ہی مقالہ نگار حضرات اس بات سے اتفاق کرتے ہیں، ثبوت ہلال کا مدار بصری رؤیت پر موقوف ہے اور ہمارے تمام فقہاء نے اسی کو معیار قرار دیاہے ، چنانچہ بہت سارے لوگوں نے درمختار، الفقہ الاسلامی وادلتہ، الفقہ علی المذاہب الاربعہ اور فتاویٰ عالمگیری کی عبارات اس موضوع سے متعلق نقل کی ہیں، مثال کے طور پر شامی کی ایک عبارت مولانا عبدالرحیم کے مقالہ سے نقل کی جاتی ہے :

’’لا عبرة بقول الموقتين ولو عدولا على المذهب اى فى وجوب الصوم على الناس بل فى المعراج لا يعتبر قولهم بالاجماع‘‘

اسی لیے یہ بات سارے مقالہ نگار حضرات کے درمیان متفق علیہ ہے کہ ماہرین فلکیات کے قول کو بنیاد بناکر وجوب صوم کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

مسئلہ صرف جزوی مدد لینے کا ہے، اس سلسلہ میں مفتی محمد معزالدین قاسمی صاحب نے یہ لکھاہے کہ میری ناقص رائے میں فلکیاتی حساب سے مدد کا ناجائز ہونا راجح معلوم ہوتاہے ، انھوں نے عدم جواز کی چند وجوہات میں سے ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ لوگ ۲۹؍تاریخ کو چاند تلاش کرنے کے بجائے حساب تلاش کرے لگیں گے ۔ دوسری وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ ابتدائی طور پر تعاون لینے کی اجازت سے مرور ایام کے بعد فلکیاتی حساب پر عوام کا کلی اعتماد ہوجائے گا اور لوگ چاند دیکھنے کا فریضہ چھوڑدیں گے ۔ مولانا نے جو باتیں لکھی ہیں وہ ان کے ذہن میں پیدا ہونے والے خطرات ہیں، لیکن اجازت دینے والے مقالہ نگار ان نے بھی منجمین کے قول کو آنکھ بند کرکے قبول کرنے کی اجازت نہیں دی ہے ، چاند دیکھنا سب کے یہاں فرض کفایہ ہے ، ہلال کمیٹیاں اس کی

باربار اپیل کرتی ہیں اور امارت شرعیہ اور ہندوستان کی تمام ہلال کمیٹیاں فیصلہ کرنے کے لیے بصری رؤیت کو بنیاد بناتی ہیں۔ مولانا فاروق بارڈولی کے مقالہ میں اتنا مذکور ہے کہ شرعی اعتبار سے رؤیت کا اعتبار منصوص ہے لہٰذا ضابطہ فلکیات کے خلاف شرعی ثبوت کا اعتبار ہوگا نہ کہ ضابطہ فلکیات کا۔ مولانا کے مقالہ میں اس کے علاوہ اور کوئی دلیل ناجائز ہونے پر نظر نہیں آئی۔ مولانا فاروق صاحب کی مذکورہ بات دوسرے مقالہ نگاروں کے موافق ہے ۔ اس لیے ان کا اختلاف کوئی خاص معنی نہیں رکھتا۔ مولانا عبدالرحیم قاسمی نے اتنا ذکر کیاہے کہ اہل نجوم کے قول پر اعتماد نہیں کیاجائے گا دخول رمضان کے بارے میں، کیونکہ روزہ کا واجب ہونا رؤیت ہلال پر معلق ہے ، حدیث میں ہے صوموا لرؤیتہٖ۔

اسی کو بنیاد بناکر فلکیاتی حساب سے مددلینے کو ناجائز کہتے ہیں، اسی طرح سے مولانا عبدالرحیم بھوپال تمام مقالہ نگاروں کے ہم خیال ہیں۔

لہٰذا سوال نمبر(۲) جزو(الف) تقریباً متفق علیہ ہے ۔مفتی معین الدین صاحب مہاراشٹر سے نظر ثانی کی درخواست کی جاتی ہے ۔

سوال نمبر(۲)ب: اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹،تاریخ کو چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہ ہو اور اس کے باوجود اس خطہ سے رؤیت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو کیا اسے قبول کیاجائے گا یا یہ کہہ کر کہ ان کو غلط فہمی ہوئی ہے شہادت رد کردی جائے گی جیسا کہ بعض قدیم وجدید علماء کا نقطۂ نظر ہے ؟

جواب: اس مسئلہ میں بھی مقالہ نگار حضرات دو نقطہ نظر رکھتے ہیں، ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ شہادت قبول کی جائے گی اس کے قائل مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

مولانا اسجد بھٹکلی ، مفتی اسجد دیولوی ،مولانا شاہ عالم گورکھپوری، مولانا فاروق بارڈولی، مولانا صبیح اختر آسام ، مولانا اقبال ٹنکاروی، مولانا اشرف عباس، مولانا محمد حسین کوکنی ، مولانا محبوب فروغ کیرلا ، مولانا ثناء الہدیٰ بہار، مولانا خورشید انور مظہر العلوم بنارس، مولانا قمرالدین بڑودہ ، مولانا معزالدین قاسمی ، مولانا عبدالرحیم بھوپالی ، مولانا محمدمقصود علی فرقانی، مولانا ظفر عالم ندوی، مفتی اقبال احمد قاسمی کانپور، مولانا محمد اکرم لوناواڑہ۔

دوسرے مقالہ نگار حضرات کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس صورت میں جب تک چاند دیکھنے والے بڑی تعداد میں نہ ہوں تو صرف ایک دو آدمی کی شہادت قبول نہ کی جائے ۔ اس رائے کے قائل مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

مولانا صابر حسین کرناٹک ، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی ، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا عثمان گورینی، مولانا امتیازواعظ قاسمی، مولانا شاہ جہاں ندوی،مولانا اختر امام عادل، مولانا اظہار الحق قاسمی دارالعلوم وقف دیوبند ، قاضی ریاض ارمان قاسمی۔

پہلی رائے کے حاملین نے اپنے جواب کے لیے عام طور پر فقہاء کی ان ہی عبارتوں کو بنیاد بنایاہے جن میں صراحت کی گئی ہے کہ چاند کے مسئلے میں منجمین کے قول کا اعتبار نہیں ہوگا اور فقہ کی کچھ عبارتوں کو نقل کیاہے جیسے : ''لاعبرۃ بقول الموقتین ولو عدولا علی المذھب ای فی وجوب الصوم علی الناس بل فی المعراج لا یعتبر قولھم بالاجماع ''(مقالہ مولانا عبدالرحیم قاسمی)۔

مولاناخورشید انور نے اپنے مقالہ میں حجۃ اللہ البالغہ اور الفقہ الاسلامی وادلتہ کی عبارات نقل کی ہیں:

''لا یعتمد علی ما یخبر بہ اھل المیقات والحساب والتنجیم لمخالفتہ شریعۃ نبینا افضل الصلاۃ والتسلیم لانہ وان صح الحساب والرصد فلسنا مکلفین شرعا الا الرویۃ العادیۃ ''(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲،۲۲) (دیکھیے مقالہ مولانا خورشید انور مظہر العلوم بنارس)۔

فقہاء نے منجمین ماہرین فلکیات کی جو عبارتیں نقل کی ہیں ان کو پڑھنے سے ایک بات بہت واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ اگر یہ لوگ اپنے فن کی بنیاد پر چاند ہونے کا دعویٰ کریں اور دیکھنے والے چاند دیکھنے کی گواہی نہ دیں تو اس صورت میں منجمین کے قول پر ثبوت ہلال کا فیصلہ نہیں کیاجاسکتا۔رؤیت ہلال کے فیصلے کے لیے بصری رؤیت اور شرعی شہادت ضروری ہے ، ماہرین فلکیات کا حساب ناقابل قبول ہے اگرچہ وہ صحیح ہو۔ چنانچہ شیخ وہبہ زحیلی کی عبارت جو نقل کی گئی ہے اس سے یہی مفہوم نکلتاہے ۔ دوسرا گروہ جو بات کہتاہے وہ اس سے الگ ہے ، اس گروہ کا یہ کہنا ہے کہ اگر ماہرین فلکیات یہ کہیں کہ فلاں مہینے کی ۲۹،تاریخ کو چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہیں ہے اور اس دن چاند دیکھنے کی شہادت ملے تو کافی شہادت کے بغیر ہلال کا فیصلہ نہ کیاجائے ، اس رائے کے قائلین نے عام طور پر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اور مفتی محمد تقی عثمانی کی عبارات سے استدلال کیاہے ۔

مولانا تقی عثمانی مدظلہ العالی نے ''بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ'' میں اس مسئلہ پر بہت طویل علمی بحث کی ہے ، وہ تحریر فرماتے ہیں: علمائے فلکیات کے درمیان اس مسئلہ میں شدید اختلاف ہے کہ افق پر چاند کی پیدائش کے بعد کتنی مدت میں چاند کا دیکھنا ممکن ہے ، وہ لکھتے ہیں، گرین ویچ (Greenwich)کی رصدگاہ کی تحقیق کے مطابق چاند دیکھنے کی سب سے قریبی مدت یہ ہے کہ وہ سورج سے نو(۹) درجہ تیس (۳۰) دقیقہ دور ہوجائے ، جب سورج افق کے نیچے پانچ درجہ جاچکا ہو اور چاند کی پیدائش پر ۴و۵ گھنٹے گزر چکا ہو لیکن اس وقت کی رؤیت کو بھی ماہرین نے حالات نادرہ میں شمار کیاہے ۔ جہاں تک عام حالات میں رؤیت کا امکان ہے اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ چاند اور سورج کے درمیان ۱۰،درجہ اور ۳۰،دقیقہ دوری ہوجائے تو ایک تیزنگاہ شخص کے لیے دیکھنا ممکن ہے ، جب کہ بادل اور گردوغبار نہ ہو، علماء فلکیات کی ایک بڑی تعداد کہتی ہے کہ چاند رؤیت کے قابل اس وقت ہوگا جب کہ سورج سے ۱۲،درجہ دور ہوجائے ۔

ابوریحان البیرونی نے اسی کو اختیار کیاہے ۔ متقدمین نے ۱۲؍درجہ کا اندازہ لگایاتھا، جب کہ متأخرین نے اسے گھٹاکر ۱۰؍درجہ تک پہنچادیا، اس لیے کہ قدیم آلات کے مقابلے میں آج کے نئے رصدی آلات زیادہ طاقتور ہیں۔'' ان اصولی باتوں کو لکھنے کے بعد شیخ الاسلام مولانا تقی عثمانی تحریر فرماتے ہیں کہ اگر چاند سورج سے ۹؍درجہ دور ہوتو رؤیت کے نہ ہونے کا قطعی فیصلہ کرسکتے ہیں، اگر ۱۰؍درجہ ۳۰؍دقیقہ کی دوری ثابت ہوجائے اور اس کے بعد رؤیت ہلال کی خبر اور شہادت ایسے لوگ دیں جن کا شریعت میں اعتبار ہے تو ان کو قبول کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں، اور امکان رؤیت سے پہلے چاند دیکھنے کی شہادت دی جائے تو اسے قبول نہ کیاجائے ، کیونکہ حس اس کو جھٹلاتی ہے ، البتہ اگر اسی صورت میں رؤیت کی خبر حد تواتر کو پہنچ جائے کہ تمام دیکھنے والوں کا جھوٹ پر اتفاق کرنا عقلاً ممکن نہ ہوتو اس وقت خطا کی نسبت حساب لگانے والے ماہرین فلکیات کی طرف کی جائے گی اور ظاہر ہے کہ امکان رؤیت نہ ہونے کی صورت میں تواتر کبھی حاصل نہیں ہوگا۔ ہم نے یہ بات محض عقلی احتمال کی بنیاد پر ذکر کردی۔

''أما إذا كانت الشهادة برؤيته قبل ذلك فينبغي أن لا تقبل لكون الحس يكذبها إلا اذا وصلت الأخبار فبلغ مبلغ التواتر بحيث لا يمكن تؤاطق الجميع على الكذب فحينئذ يمكن نسبة الخطاء إلى الحساب والظاهر أن التواتر عند إمكان الرؤية أمر لا يحصل أبدا و إنما ذكرناه على سبيل إحتمال عملى فقط''(بحوث قضايا ۲؍۷۴۲)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی نے قاموس الفقہ میں لکھاہے کہ: آج کل فلکیات کا فن زیادہ ترقی کرگیاہے اور افق پر کب چاند کی پیدائش ہوگی اور اپنی عمر کے لحاظ سے غروب آفتاب کے وقت وہ دیکھے جانے کے لائق رہے گا یا نہیں؟ اس حد تک بہت صحیح پیشین گوئی کی صلاحیت حاصل کرچکاہے ، لہٰذا فی زمانہ اس سے اس قدر مددلی جاسکتی ہے کہ ماہرین فلکیات جس دن چاند نظر آنے کو ناممکن قرار دیں اس دن کافی شہادت کے بغیر طلوع ہونے کا فیصلہ نہ کیاجائے (قاموس الفقہ۵؍۳۴۳)۔

پاکستان کے مشہور ماہر فلکیات سید شبیر احمد کاکاخیل اپنی کتاب فہم الفلکیات میں اس مسئلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہماری صرف اتنی گزارش ہے کہ حسابات کے ذریعہ یہ معلوم ہو کہ جس دن چاند سورج کے پہلے غروب ہوا ہے تو اسی دن شہادت بالکل نہیں لینی چاہیے اور حسابات کے ذریعہ چاند کی تصویر اگر معلوم ہوجائے تو جن حضرات کا مشاہدہ اس سے مختلف ہو اس کو نہیں ماننا چاہیے اس صورت میں فتویٰ حساب پر نہیں بلکہ شہادت پر ہی ہوگا، لیکن شہادت پر جرح آسانی سے ہوسکے گی، دوسرا گروہ جو بات کہہ رہاہے اس کا منشاء احتیاط ہے اور در حقیقت یہ مسئلہ سوال نمبر(۲) کے جزو (ہ) سے بھی تعلق رکھتاہے کیونکہ اگر ایک شخص کی شہادت پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کردیا ہو اور ۳۰؍رمضان کی شام کو موسم بالکل صاف ہو، عید کا چاند بہت کوشش کے باوجود دیکھائی نہ پڑے تو کیا اگلے دن کو عیدالفطر قرار دے کر عید منائی جائے یا یہ

سمجھاجائے کہ جس فرد واحد نے رمضان کے چاند کی گواہی دی تھی اس سے مغالطہ ہوا، اگر پہلے ہی چاند میں تھوڑی احتیاط کرلی جائے اور ہندوستان جیسے بڑے ملک میں آپس کے رابطے کے بعد فیصلہ کیاجائے اور جس دن رؤیت کا امکان نہ ہو اس دن شہادت کے معاملہ میں زیادہ چھان بین کی جائے اور پوچھ گچھ میں چوکسی برتی جائے تو آئندہ پیش آنے والی الجھن سے حفاظت ہوجائے گی، اس وقت ہندوپاک میں مولانا تقی عثمانی صاحب اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب جدید مسائل کے حل کے لیے دونوں حضرات کافی جدوجہد کرتے ہیں اور اس معاملہ میں ان حضرات کی تحریریں انتہائی قابل قدر ہیں، اس لیے اِن کی آراء کو نظر انداز کرنا نامناسب ہے ، چنانچہ راقم الحروف کا رجحان بھی انہی حضرات کے موافق ہے ۔

سوال نمبر(۲) جزو(ج): چاند کی رؤیت کے لیے کیا محکمہ موسمیات سے مددلی جاسکتی ہے ؟ یعنی اس علم کے لیے کہ آج مطلع صاف ہے یا گرد آلود وکثافت زدہ ہے اور چاند کی رؤیت ممکن ہے یا نہیں؟

اس سلسلے میں بھی مقالہ نگار حضرات کی بڑی تعداد محکمۂ موسمیات سے مدد لینے کو جائز سمجھتی ہے ۔

جواز کے قائلین کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) مولانا محمد اکرم (۲) مفتی شاہ جہاں ندوی (۳) مولانا اقبال قاسمی کانپور (۴) مفتی اشرف عباس قاسمی (۵) مولانا محمد صابر حسین ندوی (۶) مولانا شاہ عالم گورکھپور (۷) مفتی اسجد دیولا (۸) مولانا ظفر عالم ندوی (۹) مولانا اظہار الحق قاسمی (۱۰) مولانا ولی اللہ مجید قاسمی (۱۱) مولانا محمد حسین کوکنی (۱۲) مولانا ریاض ارمان (۱۳) مولانا خورشید انور (۱۴) مولانا محمد اسجد بن محمد شفیع (۱۵) مفتی امتیاز قاسمی (۱۶) مفتی معزالدین (۱۷) مولانا محبوب فروغ (۱۸) مولانا صالح الزماں (۱۹) مولانا قمرالدین محمود (۲۰) مفتی محمد عثمان گورینی

تین حضرات محکمہ موسمیات سے مددلینے کو ایک زائد چیز سمجھتے ہیں، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مفتی اقبال ٹنکاری، مفتی راشد حسین ندوی ، مفتی عبدالرحیم بھوپالی۔

مفتی راشد حسین ندوی لکھتے ہیں جہاں تک محکمہ موسمیات کا تعلق ہے وہ ایک ظنی پیش گوئی کرتاہے نہ تو وہ یقینی بات کہنے کا دعویٰ کرتاہے اور نہ ہی ان کی ہر پیش گوئی صحیح ثابت ہوتی ہے ۔ لہٰذا ان سے مدد لینے کا میرے خیال سے کوئی فائدہ نہیں ہے ۔

مولانا قبال ٹنکاروی لکھتے ہیں کہ مطلع کا صاف اور گرد آلود ہونا حسی چیز ہے جس کا فیصلہ آسانی سے کیاجاسکتاہے اس کے لیے محکمہ موسمیات سے مددلینے کی ضرورت نہیں ہے ۔

یہی بات مولانا عبدالرحیم قاسمی نے بھی محمود الفتاویٰ کے حوالے سے لکھی ہے ۔

ان کے علاوہ بقیہ مقالہ نگار حضرات اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ، یہ مسئلہ چاند کے معاملہ میں کوئی ایسی بنیادی حیثیت نہیں رکھتا جس میں بہت زیادہ امت کو الجھن میں ڈالا جائے ۔ عوام الناس چاند دیکھنے کی کوشش کریں، علماء چاند دیکھنے کی ترغیب دیں، جس جگہ پر غروب کے وقت جیسا مطلع ہوگا اسی حساب سے شہادت کا معیار قائم ہوگا، قاضی اور ہلال کمیٹی کے لوگ نصاب شہادت پورا ہونے پر فیصلہ کریں گے ، جو لوگ ٹی وی وغیرہ سے شغف رکھتے ہیں ان کو موسم کے بارے میں کچھ معلومات ہوجاتی ہے ۔ چاند کا دیکھنا عوام الناس کاکام ہے سارے لوگوں کا موسمیات کی معلومات حاصل کرنا ایک زائد چیز کا مکلف بنانے کے مترادف ہے ، جہاں تک مسئلہ ہے نفس جواز کا اس پر ایک طرح سے اتفاق ہے ، جن حضرات نے اختلاف کیاہے ، انھوں نے اس کو ناجائز نہیں کہاہے ، صرف ایک غیر ضروری چیز کہہ کر مددلینے کی نفی کی ہے ۔

سوال نمبر(۲) جزو(د): مطلع صاف نہ ہونے کا کیا مطلب ہے ؟ کیا صرف ابر کی وجہ سے مطلع کو متاثر مانا جاسکتاہے یا اس کے دوسرے اسباب بھی ہوتے ہیں، اور اگر دوسرے اسباب بھی ہیں تو وہ کیا ہیں؟

جواب: مطلع صاف نہ ہونے کے دوسرے اسباب بھی ہوتے ہیں، صرف ابر ہی مطلع کو متاثر نہیں کرتا بلکہ دھواں، کہرا، گردوغبار، فضائی آلودگی یہ سب اسباب مطلع کے صاف نہ ہونے میں اپنا اثر رکھتے ہیں، اس مسئلہ میں تقریباً سبھی مقالہ نگار حضرات متفق ہیں۔

سوال نمبر(۲) جزو(ہ): اگر ۲۹؍شعبان کو مطلع ابر آلود ہو ایک شخص کی شہادت پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کردیا اور اس کے بعد رمضان کی ۳۰؍تاریخ مکمل ہوچکی ہو، ۳۰؍رمضان کی شام کو موسم بالکل صاف ہو، چاندبہت دیکھنے کے باوجود کسی کو دیکھائی نہ پڑا تو کیا اگلے دن عیدالفطر کہہ کر عیدمنائی جائے گی؟ یا سمجھاجائے گا جس فرد واحد نے رمضان کے چاند کی گواہی دی تھی، اس سے مغالطہ ہوا یا اس نے غلط بیانی سے کام لیا یا اگلے دن رمضان کی ۳۰؍تاریخ قرار دے کر روزہ رکھنے کا فیصلہ کرلیاجائے گا۔

جواب: اس مسئلہ میں مقالہ نگار حضرات کے دو موقف ہیں: ایک موقف یہ ہے کہ اگلے دن رمضان کی۳۰؍تاریخ قرار دے کر روزہ رکھنے کافیصلہ کیاجائے ۔

فرد واحد کے رمضان کا چاند دیکھنے کی بنیاد پر اگلے دن کو عبدالفطر کا دن نہ کہاجائے اور یہ سمجھاجائے کہ اس آدمی کو غلط فہمی ہوئی۔ اس رائے کے قائلین مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

(۱) مولانا اخترامام عادل (۲) مولانا اشرف عباس دارالعلوم دیوبند(۳) مولانا شبیر احمد مرادآبادی (۴) مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا ظفرعالم ندوی (۵) مولانا ثناء الہدی (۶) مفتی عثمان گرینی (۷) مولانا محمد اکرم لونا واڑہ (۸) مولانا صابر حسین ندوی (۹) مفتی

معزالدین اورنگ آباد (۱۰) مولانا رحمت اللہ ندوی (۱۱) مولانا صبیح اختر آسام (۱۲) مولانا امتیاز واعظ قاسمی (۱۳) مولانا محبوب فروغ قاسمی (۱۴) مولانا صالح الزماں اڑیسہ (۱۵) مولانا راشد حسین ندوی (۱۶) مفتی اسجد دیولہ (۱۷) مولانا اظہار الحق قاسمی دارالعلوم وقف (۱۸) مولانا اقبال احمد ٹنکاروی (۱۹) مولانا شاہ عالم گورکھپور (۲۰) راقم السطور انورعلی۔

دوسری رائے یہ ہے کہ عید منائی جائے گی، اس کے قائل مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

مولانا اسجد بھٹکلی ، مفتی محمدمقصود علی فرقانی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا محمد فاروق ہارڈولی ، مولانا عبدالرحیم بھوپالی، مولانا اقبال احمد قاسمی کانپور، مولانا محمد حسین قمرالدین کوکنی ۔

مولانا عبدالرحیم بھوپالی نے امدادالفتاویٰ کے حوالہ سے نقل کیاہے کہ علامہ شامی کارجحان امام محمد کے قول کے تصحیح وترجیح کی طرف ہے کہ باوجود مطلع صاف ہونے کے (چاند نظر آنے پر بھی عید کرلیں گے) (امداد الفتاویٰ ۱۰۶،۲)۔

دوسری عبارت فتاویٰ عالمگیری کی نقل کیاہے :

''اذا صاموا بشهادة الواحد واكملوا ثلاثين يوما ولم يروا هلال شوال لا يفطرون فيما روى الحسن عن ابى حنيفة رحمهما الله للاحتياط وعن محمد رحمه الله انهم يفطرون وفى غايته البيان قول محمد اصح قال شمس الائمة الحلوانى هذا الإختلاف فيما اذا لم يروا هلال شوال والسماء مصحية'' (فتاویٰ ہندیہ ۱۹۸،۱)۔

مولانا خورشید انور نے لکھاہے کہ امام محمد کے قول کو منحۃ الخالق اور حاشیۃ الشلبی میناصح قرار دیاگیاہے اور بحر العلوم عبدالعلی لکھنوی نے اپنی کتاب رسائل الارکان میں ارفق بتایاہے ۔

انھوں نے ہدایہ کی یہ عبارت نقل کی ہے :''ویثبت الفطر بناء على ان ثبوت الرمضانية بشهادة الواحد''

اس مسئلہ میں فقہاء کے درمیان خاصا اختلاف ہے ، کتب فقہ کی عبارتیں بھی مختلف ہیں۔

مسئلہ کی بنیاد یہ ہے کہ مطلع جب صاف ہے تو چاند کا دیکھائی نہ دینا ایک الجھن کی بات ہے اور چونکہ رمضان کا آغاز ایک آدمی کی گواہی سے ہواتھا، اس لیے امکان موجود ہے کہ اس سے دیکھنے میں غلطی ہوئی ہے ۔ سوال نمبر(۲) کے جزو(ب) میں ضمنی طور پر یہ بات آچکی ہے کہ ہم چاند کے معاملہ میں ماہرین فلکیات کی رائے یا ان کے حساب پر اعتماد نہیں کرسکتے ، لیکن تھوڑی سی مدد اس صورت میں لی جاسکتی ہے ، جب وہ کہیں کہ آج مطلع پر چاند دیکھے جانے کا امکان نہیں ہے اس صورت میں اگر ایک آدمی چاند دیکھنے کی خبر دیتاہے تو اس سے جرح قدح زیادہ کی جائے ۔ ہندوستان

جیسے بڑے ملک میں جہاں لاکھوں آدمی مختلف شہر اور علاقوں میں چاند دیکھتے ہیں اگر مطلع پر چاند نمودار ہوگا تو متعدد جگہوں سے رؤیت کی خبر ملنا مستبعد نہیں ہے ۔

مطلع ناصاف ہونے کی صورت میں حدیث شریف کے مطابق رمضان کا چاند ایک آدمی کی گواہی سے ثابت ہوجاتاہے ، لیکن رمضان کی ۳۰؍تاریخ کو مطلع صاف ہونے کے باوجود کہیں چاند نظر نہیں آیا جب کہ عید کا چاند لاکھوں مسلمان بہت ہی شوق اور جوش وجذبہ کے ساتھ دیکھتے ہیں تو اگر کبھی ایسا واقعہ شاذونادر پیش آہی جائے تو شیخینؒ کے قول پر عمل کرنے میں اطمینان قلب ہے ۔ حضرت تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ میں جہاں یہ لکھاہے کہ علامہ شامی کا رجحان امام محمدؒ کے قول کی تصحیح وترجیح کی طرف ہے اسی کے ساتھ یہ بھی لکھاہے ، لیکن جہاں تشویش عوام کا اندیشہ ہو شیخینؒ کے قول پر فتویٰ دینا مناسب ہے بلکہ اس گواہ کو تنبیہ بھی کرنا چاہیے ۔

’’فی رد المحتار قال فی الدر ویعزرذلک الشاھد لظھور کذبہ ‘‘(حوالہ امدادالفتاویٰ ۲؍۱۱۰)۔

آج موبائل اور انٹر نیٹ کا زمانہ ہے ، ملک کے مختلف علاقوں سے رابطہ قائم کرنا اور امارت شرعیہ اور ہلال کمیٹیوں کا ایک دوسرے سے معلومات حاصل کرنا بہت آسان ہے اس لیے ۲۹؍رمضان کو بھی اس معاملہ میں احتیاط برتنے کی ضرورت ہے اور اگر کبھی ایک آدمی کی گواہی میں رمضان شروع ہوگیا اور مذکورہ صورت پیش آگئی تو شیخین ہی کا قول راجح معلوم ہوتاہے ، فقہاء کی عبارتیں مختلف ہیں لیکن زیادہ ترلوگ شیخین کے قول کو ترجیح دینے کے حق میں ہیں۔ مقالہ نگار حضرات نے بہت ساری عبارتیں نقل کی ہیں، سب کا ذکر کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔

الفقہ الاسلامی میں مذکور ہے :’’ولا یفطروا وإن صاموا الثلاثین یوما بشھادۃ واحد لأنہ فطر فلا یجوز أن یستند إلی واحد کما لو شھد بھلال شوال‘‘(الفقہ الاسلامی وادلتہ۲؍۳۰۶)۔

سوال نمبر(۳) جزو(الف): رمضان وعیدین کے ثبوت کے لیے جبکہ مطلع صاف ہوتو کتنے افراد کے چاند دیکھنے کی شہادت کافی ہوگی؟ چاند دیکھنے والوں کے لیے عدل کا وہ معیار ضروی ہے جو فقہاء نے عام طور پر لکھاہے ؟ یا موجودہ دور میں اتنا کافی ہے کہ چاند دیکھنے والا معاشرہ میں جھوٹا نہیں سمجھاجاتا اور صوم وصلاۃ کا پابند ہے ؟ اور کیا مستورالحال کی شہادت معتبر ہوگی؟

جواب: مطلع صاف ہونے کی صورت میں چاہے چاند رمضان کا ہو یا غیر رمضان ، جم غفیر کی شہادت شرط ہے ، اس رائے کے قائل مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

(۱) مولانا اظہار الحق دارالعلوم وقف (۲) مفتی اسجد دیولہ (۳) مولانا صالح الزماں (۴) مولانا ولی اللہ مجید قاسمی (۵) مولانا محبوب فروغ (۶) مولانا محمد اکرم (۷) مولانا امتیاز واعظ (۸) مولانا محمد فاروق(۹) مولانا ظفر عالم ندوی (۱۰) مولانا اشرف عباس دارالعلوم دیوبند(۱۱) مولانا اقبال ٹنکاروی (۱۲) مولانا عبدالرحیم بھوپالی(۱۳) مولانا اقبال

کانپور (۱۴) مولانا رحمت اللہ ندوی(۱۵) مولانا اختر امام عادل (۱۶) مفتی ثناء الہدیٰ (۱۷) مولانا عثمان گورینی (۱۸) قاضی ریاض ارمان (۱۹) مفتی شبیر احمد مرادآباد (۲۰) مولانا صابر حسین ندوی (۲۱) مولانا شاہجہاں ندوی۔

جبکہ دوسرے گرو ہ کی رائے یہ ہے کہ مطلع صاف ہونے کے باوجود رمضان کے چاند کے ثبوت کے لیے دو مسلمانوں کی گواہی کافی ہے اور عیدین کے لیے جم غفیر کی گواہی ضروری ہے ، اس نقطۂ نظر کے حامی مفتی مقصود علی فرقانی ، مفتی عثمان گورینی ، مولانا قمرالدین بڑودوی ہیں۔

مولانا اسجد بھٹکلی اور مفتی محمد حسین قمرالدین کوکنی کا یہ کہنا ہے کہ مطلع صاف ہو یا ناصاف رمضان کے چاند میں ایک عادل کی گواہی معتبر ہے اور رمضان کے علاوہ میں ۲،عادل مسلمانوں کی گواہی ضروری ہے ۔ دراصل اس مسئلہ میں اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ متون میں ہر جگہ یہی منقول ہے کہ آسمان میں علت نہ ہونے کی صورت میں رمضان اور غیر رمضان ہر جگہ جم غفیر کی شہادت ضروری ہے ، لیکن علامہ شامیؒ نے تغیر زمان کی وجہ سے اس مسئلہ میں اپنی الگ رائے قائم کی ہیں وہ لکھتے ہیں کہ اگر ہمارے زمانہ میں جمع عظیم کی شرط لگائی جائے تو لازم آئے گا کہ لوگ روزہ کئی روز بعد رکھیں، دینی کاموں میں جو تکاسل اور سستی نظر آتی ہے جمع عظیم کی شرط پوری ہونے میں کئی دن گذرجائیں گے ۔ وہ لکھتے ہیں کہ بہت مرتبہ ہم نے دیکھا کہ لوگ رمضان کے چاند کی شہادت دینے والے کو گالی دیتے ہیں اور تکلیف پہنچاتے ہیں، اس لیے اس زمانے میں فتویٰ دینے کے لیے امام ابوحنیفہؒ کی ایک دوسری روایت لائق ترجیح ہے :''وعن الامام انہ یکتفی بشاھدین واختارہ فی البحر'' (حوالہ شامی۳،۳۱۸)۔

اور امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت میں یہ نقل کیاگیاہے کہ دو گواہوں کی گواہی پر اکتفا کیاجائے گا۔

''أقول أنت خبیر بأن کثیراً من الأحکام تغیرت لتغیرا لأزمان، ولواشترط فی زماننا الجمع العظیم لزم أن لا یصوم الناس الا بعد لیلتین او ثلاث لما ھو مشاھد من تکاسل الناس، بل کثیراً ما رأیناھم یشتمون من یشھد بالشھر ویؤذونہ وحینئذ فلیس فی شھادۃ الاثنین تفرد بین الجمع الغفیر حتی یظھر غلط الشاھد فانتفت علۃ ظاہر الروایہ فتعین الإفتا بالروایۃ الاخری '' (شامی۳،۳۱۸ مکتبہ دارالکتاب دیوبند)۔

متون کی روایت اپنی جگہ مسلم ہے لیکن اگر جمع عظیم کے بجائے چند معتبر آدمی رمضان کا چاند دیکھنے کی گواہی دیدیں اور قاضی یا ہلال کمیٹی کے لوگ مطمئن ہوجائیں تو ایسی صورت میں چاند کا فیصلہ کرنے کی گنجائش ہے ، اسی طرح سے اس مسئلہ میں بھی مقالہ نگار حضرات کے درمیان اتفاق رائے پیدا ہوسکتاہے ، ہاں البتہ مطلع صاف ہونے کی صورت میں ایک عادل شخص کی گواہی پر فیصلہ کرنا قابل اطمینان نہیں ہے اور احناف کے نزدیک اس کو فتویٰ کے لیے قبول نہیں کیاجاسکتا۔

اس سوال کا دوسرا جزو ہے کہ کیاموجودہ دور میں اتنا کافی ہے کہ چاند دیکھنے والا معاشرہ میں جھوٹا نہیں سمجھاجاتا اور صوم وصلاۃ کا پابند ہے ، یا عدل کا وہ معیار ضرور ہے ۔

مقالہ نگار حضرات میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اس زمانے میں گواہی کے لیے عدل کا وہ معیار ضروری نہیں سمجھتے جو فقہاء نے عام طور پر لکھاہے بلکہ ایسے لوگوں کی گواہی کو قابل قبول سمجھتے ہیں جو صوم وصلاۃ کا پابند ہو اور معاشرہ میں جھوٹا نہ سمجھاجاتا ہو اور ہلال کمیٹی کے ارکان اور قاضی اس کی گواہی پر مطمئن ہوں، اس رائے کے قائل مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

(۱) مولانا اظہار الحق (۲) مولانا اسجد دیولہ(۳) مولانا صالح الزماں (۴) مولانا ولی اللہ مجید قاسمی (۵) مولانا محبوب فروغ قاسمی (۶) مولانا اکرم (۷) مولانا امتیاز واعظ (۸) مولانا فاروق قاسمی (۹) مولانا ظفرعالم ندوی (۱۰) مولانا اشرف عباس (۱۱) مولانا عبدالرحیم (۱۲) مولانا اقبال احمد کانپور (۱۳) مولانا رحمت اللہ ندوی (۱۴) مولانا اختر امام عادل (۱۵) مولانا ثناء الہدی (۱۶) مولانا عثمان گورینی (۱۷) قاضی ریاض ارمان (۱۸) مفتی شبیر احمد مرادآباد (۱۹) مولانا صابر حسین ندوی (۲۰) مولانا شاہجہاں ندوی۔

تین حضرات نے یہ لکھاہے کہ اگر قاضی یا ہلال کمیٹی کے ارکان کو فاسق کی شہادت پر اطمینان ہوتو اسے بھی قبول کیاجاسکتاہے ، ان حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا محبوب فروغ کیرالا ، مولانا خورشید انور، مولانا شاہ عالم گورکھپوری ۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اور مفتی محمد تقی عثمانی نے بھی موجودہ حالات میں عدالت کے معیار اور شرائط میں تسامح سے کام لینے کو درست قرار دیاہے ۔ کیونکہ اگر عدالت کا مطلوبہ معیار باقی رکھاجائے تو لوگوں کے حقوق ضائع ہوں گے اس لیے ان لوگوں نے شاہد کے لیے اس بات کو کافی سمجھا ہے کہ وہ شخص معاشرہ میں سچا ماناجاتا ہو اور یہ گمان غالب ہو کہ جو بات وہ کہہ رہاہے صحیح کہہ رہاہے ، ظاہری طور پر صوم وصلاۃ کا پابند ہو۔

’’ولکن تسامح الفقہاء المتأخرون فی ھذہ الشروط نظرا الی تغیر أحوال الناس وانتقاض الوازع الدینی، بحیث رأوا أنہ اذا اشترط المستوی المطلوب من العدالۃ لأدی ذلک إلی اضاعۃ حقوق الناس، فاکتفوا بأن یکون المخبر اوالشاھد صادق اللہجۃ بحیث یغلب علی الظن صدقہ‘‘ (بحوث قضایا۲،۲۱۸)۔

چاند دیکھنے والوں کے لیے عدل کا وہ معیار باقی رکھنا جو فقہاء نے عدل کی تعریف میں لکھاہے اس دور میں مشکلات پیدا کرے گا، موجود دور میں یہ دیکھنا ہوگا کہ شہادت دینے والا معاشرہ میں فسق وفجور میں بدنام تو نہیں ہے ، اگر وہ شخص مسلمانوں کے درمیان شریف اور نیک مانا جاتا ہو، روزہ نماز کا پابند ہو، اس کی نیکیاں برائیوں سے

زیادہ ہوں تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی، اسی طرح مستور الحال شخص کی گواہی بھی قبول کی جائے گی(الموسوعۃ فقہیہ۲۵،۲، عالمگیری ص۱۱)۔

سوال نمبر(۳) جزو(ب): چاند دیکھنے والوں کے لیے کیا قاضی کے پاس جاکر یا جہاں نظام قضاء نہ ہو وہاں کے مقامی علماء یا رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ دار کے پاس شہادت دینا ضروری ہے ؟ چاند دیکھنے والوں کا بیان اصولی طور پر شہادت ہے یا خبر؟ اگر شہادت ہے تو کیا اس کے لیے شہادت اور مجلس قضاء اور شہادت کی دیگر شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ؟

جواب: سوال نمبر(۳) کے جزو(ب) کا پہلا حصہ جہاں اتفاقی ہے یعنی چاند دیکھنے والے کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ قاضی کے پاس یا جہاں نظامِ قضا نہ ہو وہاں کے مقامی علماء اور رؤیت ہلال کمیٹی کے پاس جاکر شہادت دے ، اس لیے کہ ان کی شہادت پر مسلمانوں کا ایک دینی معاملہ منحصر ہے ، چنانچہ فتاویٰ عالمگیری اور فقہ کی دوسری کتابوں میں اس کی صراحت ہے :

’’إذا رأی الواحد العدل ھلال رمضان یلزمہ أن یشھد بھا فی لیلتہ حرا کان او عدلا ذکرا کان أو انثی، حتی الجاریۃ المخدرۃ تخرج وتشھد بغیر اذن مولاھا‘‘ (عالمگیری۱۰۸،۳)۔

اس سوال کا دوسرا حصہ ہے کہ چاند دیکھنے والوں کا بیان اصولی طور پر شہادت ہے یا خبر اس بارے میں مقالہ نگار حضرات کے دو نقطۂ نظر ہیں ایک یہ کہ رمضان کے چاند کے بارے میں ان کا بیان خبر ہے اور عید کے چاند کے بارے میں ان کا بیان شہادت ہے ۔

اس رائے کے قائل مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا اسجد دیولہ، مولانا صبیح اختر آسام، قاضی ریاض ارمان، مولانا اختر امام عادل، مفتی ثناء الہدی، مولانا اقبال احمد ٹنکاروی، مفتی عثمان گورینی ، مفتی محبوب فروغ کیرالا ، مولانا ظفر عالم ندوی، مولانا اظہار الحق دارالعلوم وقف، مولانا عبدالرحیم،مولانا صالح الزماں ، مفتی راشد حسین ندوی۔

مقالہ نگار حضرات کی دوسری جماعت چاند دیکھنے والوں کے بیان کو خبر قرار دیتی ہے چاہے معاملہ رمضان کا ہو یا عید کا ، مندرجہ ذیل حضرات کی یہی رائے ہے :

مولانا امتیاز قاسمی، مفتی محمدمقصود علی فرقانی، مولانا شاہ عالم گورکھپوری، مولانا اقبال احمد کانپور، مولانا معزالدین، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا اشرف عباس دارالعلوم دیوبند۔

دو حضرات ایسے ہیں جو چاند دیکھنے والے کے بیان کو مطلقاً شہادت مانتے ہیں: مفتی محمد حسین کوکنی، مولانا اسجد حسین بھٹکلی۔

حنفی فقہ کی کتابوں میں عام طور پر رمضان کے معاملہ میں بدلی ہونے کی صورت میں چاند دیکھنے والے کے بیان کو خبر سے تعبیر کیاگیا ہے ، عید الفطر اور دوسرے

مہینے میں چاند دیکھنے والے کے بیان کو شہادت سے تعبیر کیاگیاہے ، لیکن شہادت کی تمام شرائط کو چاند کے معاملہ میں فقہاء نے لازم نہیں کیا، چنانچہ چاند کے معاملہ میں ہر جگہ نہ دعویٰ شرط ہے اور نہ مجلس قضا شرط ہے ،کیونکہ ان جگہوں پر جہاں قاضی نہیں ہیں بستی کے ذمہ داروں کے سامنے بھی چاند دیکھنے والے اپنا بیان دے سکتے ہیں۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے مولانا عبدالحئی لکھنوی کے حوالے سے تحریر کیاہے ، دیہات وغیرہ جہاں ایسی کمیٹیوں کا بنایا جاناممکن نہ ہو وہاں موجود علماء خود فیصلہ کریں۔

''العالم الثقۃ فی بلدۃ لا حاکم فیھا قائم مقامہ'' (القاموس الفقہ بحوالہ عمدۃ الرواۃ۵٫۳۳۷)۔

ان ہی اسباب کی بناء پر بہت سارے مقالہ نگار حضرات نے مطلقاً خبر سے تعبیر کردیاہے اس لیے اس مسئلہ میں مقالہ نگار حضرات کا اختلاف محض نزاع لفظی ہے۔ آسانی کے ساتھ مقالہ نگار حضرات کے درمیان تبادلہ خیال کے بعد اتفاق ہوسکتا ہے۔

سوال نمبر(۳) جزو(ج): چاند دیکھنے والوں کے لیے کیا فوری طور پر شہادت دینا ضروری ہے؟ اگر چاند دیکھنے کے بعد چند گھنٹوں کی تاخیر یا ایک دن یا اس سے زائد کی تاخیر کے بعد شہادت دے تو کیا ان کی شہادت قبول کی جائے گی یا رد کردی جائے گی؟ خصوصاً جبکہ رمضان وعید الفطر کے موقع پر تاخیر سے اعلان کی صورت میں مسلمانوں کے مابین شدید اختلاف وانتشار پیدا ہوجاتا ہے؟

جواب: اس سوال کے جواب میں تقریباً سبھی مقالہ نگار حضرات متفق ہیں کہ فوری طور پر شہادت دینا ضروری ہے ، تاخیر کی صورت میں اگر کوئی معقول عذر نہ ہوتو شہادت رد کردی جائے گی، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں منقول ہے :

''إذا رأی الواحد العدل ھلال رمضان یلزم ان یشھد بھا فی لیلتہ حرا کان او عبدا ذکرا کان او انثی حتی الجاریۃ المحذرۃ تحرج وتشھد بغیر اذن مولاھا'' (عالمگیری۱۰۸٫۳، قاموس الفقہ بحوالہ مراقی الفلاح۳۴۴٫۵)۔

پچھلے زمانہ میں جب آج کی طرح خبر رسانی کے ذرائع اور آمدورفت کی سہولیات نہیں تھی تو اس وقت فقہاء نے یہ وضاحت کی ہے کہ اگر شہر کا رہنے والا خبردینے میں تاخیر کرے گا تو اس کی شہادت رد کردی جائے گی، کیونکہ اس نے اپنی ذمہ داری کو پورا نہیں کیا اور اگر دور دراز کا رہنے والا ہے اس بناء پر تاخیر ہوگئی تو اس کی شہادت کو درست ماناجائے گا۔ آج کے زمانے میں جبکہ آمدورفت کی سہولیات بھی ہے اور خبر رسانی کے ذرائع بھی موجود ہیں، اگر کوئی تاخیر کرتاہے تو یقیناً اس کی خبر کو رد کردیاجائے گا کیونکہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف وانتشار کا اندیشہ ہے۔

اس سوال کے جواب میں تقریباً سبھی مقالہ نگار حضرات متفق ہیں۔

* * *

عرض مسئلہ:

رویت ہلال
(سوال نمبر ۴، ۵، ۶)

مولانا محمد ظفر عالم ندوی•

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیّد المر سلین وعلی آلہ وصحبہ أجمعین۔

حضرات! رویت ہلال کے موضوع پر سوال نمبر ۴،۵،۶، کا عرض مسئلہ ناچیز کے ذمہ کیا گیا ہے،ناچیز کو کل ۳۲مقالات موصول ہوئے ہیں ، مقالہ نگاروں کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

مفتی محمد حسین قمرالدین شافعی،ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی،مولانا محمد صابر حسین ندوی،مفتی راشد حسین ندوی،مولانا ولی اللہ مجید قاسمی،مولانا محمد فاروق قاسمی ،مفتی محمد مقصود علی فرقانی ،مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی ،مولانا محمداکرم بن مولانا اسلم رشید،مفتی محمد اسجد دیولا،مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی، مولانا رحمت اللہ ندوی ،مولانا صبیح اختر قاسمی ،مفتی انور علی اعظمی،قاری محمد ریاض ارمان قاسمی،مفتی امتیاز احمد واعظ قاسمی ،مولانا سیّد قمرالدین محمود قاسمی،محمد اسجدبن مولانا محمد شفیع قاسمی ،مولوی اسامہ رفیق پورکر،مفتی محمد معزالدین قاسمی ،مولانا اختر امام عادل قاسمی،مفتی اشرف عباس قاسمی ،مفتی شبیر احمد قاسمی ،مفتی محمد عثمان قاسمی بستوی،مفتی اقبال احمد قاسمی ،مولانا خورشید انور اعظمی،مولانا شاہ عالم گورکھپوری،مولانا صالح الزماں قاسمی ،مولانا اظہارالحق قاسمی،مفتی عبدالرحیم قاسمی، مولانا ثناء الہدی قاسمی۔

ذیل میں ہرجواب اوران کی شقوں مینآنے والی آراء اور دلائل کا خلاصہ اور جائزہ پیش خد مت ہے،عارض اپنی بات پیش کرنے سے قبل یہ عرض کرنا مناسب سمجھتا ہے کہ اگر عرض میں کسی مقالہ نگارکی رائے پوری طرح نہیں آسکی یا برعکس آگئی یاخود ان میناس رائے کے بجائے کسی دوسری رائے کا رجحان پیدا ہواتواس بارے مینعارض یا ناظم مجلس کو تحریری طور پرمطلع فرما دیں تاکہ تجاویز مرتب کرتے وقت ان کا اصل رجحان کمیٹی کے سامنے رہ سکے، اب آپ پہلے سوالات پھر آراء سماعت فرمائیں :

سوال۴.(الف)صوبہ بہار واڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضاء موجود

• استاذ حدیث و فقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء ،لکھنؤ۔

ہے اگروہاں کا قاضی چاند کااعلان کرتا ہے تو اس کے حلقۂ قضاء کے تمام مسلمانوں کے لئے اس اعلان پر عمل ضرو ری ہو گا یا نہیں؟

جواب۴۔(الف) جن صوبوں میں نظام قضاء موجود ہے اگر وہاں کے قا ضی ثبوت ہلال کے بعد اعلان رؤیت کردیں تو اس حلقۂ قضاء کے تما م مسلمانوں کے لئے یہ اعلان واجب العمل ہوگا،تقریباً تمام مقالہ نگاروں کی یہی رائے ہے ،البتہ مفتی محمد حسین قمر الدین شافعی نے اضافہ کرتے ہوئے یہ بات بھی کہی ہے کہ اس حلقۂ قضاء کے تمام مسلمانوں کے لئے قاضی کے اعلان پر عمل کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے تمام علاقے متحدالمطلع ہوں،اور اگراس حلقۂ قضاء کا کوئی علاقہ مختلف المطلع ہوتو وہاں کے لوگونپر اس اعلان پرعمل کرنا ضروری نہیں ہے ، اگر چہ وہ علاقہ اس قاضی کے حلقۂ قضاء میں آتاہو،انہوں نے دلیل میں '' بغیۃ المسترشدین '' کی یہ عبارت نقل کی ہے،''إذا ثبت الہلال ببلد عم الحکم جمیع البلدان التی تحت حکم حاکم بلد الرؤیۃ وإن تباعدت إن اتحدت المطالع ، وإلا لم یجب صوم ولا فطر مطلقاً وإن اتحد الحاکم''(بغیۃ المستر شدین ۱، ۷۱۹)۔

اکثر حضرات کی رائے میں جو دلا ئل پیش کئے گئے ہیں وہ درج ذیل ہیں،''قلت والظاہرأنہ یلزم أہل القری الصوم بسماع المدافع أو رؤیۃ القنادیل من المصر لأنہ علامۃ ظاہرۃ تفید غلبۃ الظن وغلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل'' (رد المحتار ۳،۳۵۴)۔

(۲)''الصحیح من مذہب أصحابناأن الخبر إذا استفاض و تحقق فیما بین أہل البلدۃ الأخری یلزمہم حکم ہذہ البلدۃ''(رد المحتار ۲،۹۴)۔

(۳)''قضاء القاضی محدود فی ولایتہ'' (ہدایہ)۔

(۴) ''سئل شیخ الاسلام أبو الحسن عن قا ضی قضی برؤیۃ ہلال رمضان بشہادۃ شاہدین عند اشتباہ فی مصر ، ہل یظہر حکمہ فی حق مصر آخر، فقال: لا، لأنہ لیس تبعاً لہ بخلاف قری ہذا المصر ومحالہ وما ینسب إلیہ'' (فتاوی غیا ثیہ ص ۵۰)۔

(۵)''قال ابن ماجشون لایلزمہم با الشہادۃ إلا لأہل البلدۃ الذی تثبت فیہ الشہادۃ إلا أن یثبت عند االإمام الأعظم فلزم الناس کلہم لأن البلاد فی حقہ کا لبلد الواحد حکمہ نافذ فی الجمیع'' (فتح الباری ۴، ۱۲۳)۔

سوال ۔۴ (ب)۔ قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتا ہے تو اسکا اعلان، اعلان سلطان کے حکم مینہوگا یا نہیں؟

جواب ۴۔ (ب) ۔ اگر قاضی کی طرف سے ریڈیو یا کسی بھی ذرائع ابلاغ سے باوثوق انداز میں اعلان ہو جو لوگوں کے لئے قابل یقین واطمنان ہو، تو یہ اعلان اعلانِ سلطان کے درجہ میں ہوگا، عام طور پر مقالہ نگاروں کی رائے یہی ہے ان حضرات کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) ''العالم الثقۃ فی بلدۃ لا حاکم فیہا قائم مقامہ'' (عمدۃ الرعایۃ : ۱،۲۴۶)۔

(۲) ''و یصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین'' (رد المحتار : ۴،۴۲) ۔

(۳) ''یجب علیہم أن یتفقوا علی واحد منہم ... یجعلونہ والیا'' (فتح القدیر۶، ۴۲)۔
(۴) ''و لو فقدوال لغلبۃ الکفار واجب علی المسلمین تعیین وال'' (رد المحتار ۴،۳۲۲)۔
(۵) ''إذا ولی الکافر علیہم قاضیا و رضی المسلمون صحت تولیتہ بلا شبہۃ'' (رد المحتار ۵،۳۰۹)۔
(۶) ''خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان أو فاسقا'' (الہندیۃ ۵،۳۰۹)۔

البتہ مفتی رحمت اللہ صاحب ندوی نے مذکورہ متفق علیہ رائے کے علاوہ ایک الگ رائے قائم کی ہے کہ قاضی کی طرف سے ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ''منادی سلطان'' کے درجہ میں ہے ، ہاں ! اگر پورے ملک کا کوئی امیر منتخب کر لیا جائے تو ان کا اعلان ''اعلان سلطان'' کے درجہ میں ہوگا ۔

سوال ۔۴(ج) ہندوستان جیسے ملکوں میں اگر صوبہ کا قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی رؤیت کا اعلان کیا تو کیا یہ صرف اس صوبہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہو گا ، یا پورے ہندوستان کے مسلمانونکے لئے؟ دوسرے علاقہ کے مسلمانوں کے لئے وہ محض ایک خبر ہے، یا ان کے حق میں اعلان سلطان کادرجہ رکھتا ہے؟

جواب۴ (ج) عام طور پر مقالہ نگاروں کی رائے یہی ہے کہ ایک جگہ قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رؤیت کا اعلان کردیا تو یہ صرف اسی صوبہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا،دوسرے صوبہ کے لئے یہ اعلان محض ایک خبر کے درجہ میں ہے اور جب تک وہاں کے مقامی نمائندہ حضرات مثلاًقاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف سے اعلان نہ ہو ان کے لئے یہ اعلان واجب العمل نہیں ہوگا،البتہ مفتی حسین قمرالدین ،مفتی مقصود علی اور مفتی شاہ عالم گورکھپوری صاحبان نے متحد ا لمطلع کی شرط لگا ئی ہے۔

(۱) ''وإذا ثبت الہلال ببلد عم الحکم جمیع البلدان التی تحت حکم حاکم بلد الرؤیۃ وإن تباعدت، إن اتحدت المطالع و إلا لم یجب صوم و لافطر مطلقا۔ وإن اتحد الحاکم و لو اتفق المطلع ولم یکن للحاکم ولایۃ لم یجب إلا علی من وقع فی قلبہ صدق الحاکم '' (بغیۃ المسترشدین ۱،۷۱۹)۔

(۲) ''فیلزم أہل المشرق برؤیۃ أہل المغرب إ ذا ثبت عندہم رؤیۃ اولائک ، بطریق موجب کأن یتحمل اثنان الشہادۃ أو یشہد علی حکم القاضی أو یستفیض الخبر بخلاف إذا أخبر أن أہل بلدۃ کذا رآہ لأنہ حکایۃ ... ومعنی الاستفاضۃ أن تأتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون کل منہم یخبر بخبر عن أہل تلک البلدۃ أنہم صاموا عن رؤیۃ لا مجرد الشیوع من غیر علم من اشاعہ '' (رد المحتار ۳،۳۵۹،۳۶۴)۔

(۳) ''الصحیح من مذہب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فیما بین أہل البلدۃ الأخریلزمہم حکم ہذہ البلدۃ'' (رد المحتار۲،۹۴)۔

سوال ۔۴(د)۔ ریڈیو سے رؤیت ہلال کے معتبر ہونے کے لئے کیا معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہے یا کوئی بھی شخص اعلان کرے اگر تجربات سے تصدیق ہوتی ہے کہ یہ شخص قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف خبر کی صحیح نسبت کیا کرتا ہے تو کیا اس پر اعتماد کر لینا کافی ہے؟

جواب ۔ ۴(د)۔ اگر ریڈیو نشریات کے سلسلہ میں تجربات سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ اس میں قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف سے اعلان کیا جاتا ہے تو اس پر عمل کیا جائے گا اور اس نشر کرنے والے کا مسلمان ہونا ضروری نہیں، کیونکہ یہ خبر کی قبیل سے ہے، اور اصل شہادت قاضی یا کمیٹی کے سامنے ہوتی ہے اور اسمیں اسلام کی شرط ہوتی ہے، اکثر مقالہ نگاروں کی یہی رائے ہے،ان حضرات کی دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) ''ولیس بشہادۃ بل ہو إخبار ---'' (بدائع الصنائع : ۲، ۲۲۲)۔

(۲) مجلس تحقیقات شرعیہ میں ہے : ریڈیو پر اعلان کرنے والا اگر متدین مسلمان نہ ہو بلکہ غیر مسلم ملازم ہو اور وہ کسی ذمہ دار ہلال کمیٹی یا جماعات علماء یا قاضی شریعت کے فیصلہ کا اعلان کرے تو بھی یہ خبر قابل تسلیم ہوگی (ص۔ ۳۴)۔

(۳) '' ویجب علی شہادۃ الخصوص أیضا علی من رآہ أو أخبرہ بالرؤیۃ موثوق بہ أو من اعتقد صدقہ و لو امرأۃ أو صبیا أو فاسقا أو کافرا'' (حاشیۃ الشروانی ۳،۳۷۹)۔

(۴) ''ویضاف إلی الرؤیۃ کما قال الأذرعی وإکمال العدد ظن دخولہ بالاجتہاد عند الاشتباہ علی أہل ناحیۃ حدیث عہدہم بالإسلام أو أساری'' (نہایۃ المحتاج مع حاشیتی الشراملی و الرشیدی : ۳،۱۵۰)۔

دوسری رائے : مولانا خورشید اعظمی ، مولانا اقبال احمد قاسمی ،مفتی محمد عثمان بستوی کے نزدیک معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہے انکے دلائل درج ذیل ہیں :

(۱) ''وأصلہ أن خبر الکافر مقبول بالاجماع، مقبول فی المعاملات لا فی الدیانات وشرط العدالۃ فی الدیانات کالخبر عن نجاسۃ الماء فیتم ولا یتوضؤ --- وإن أخبر مسلم بہا مسلم عدل ولو عبدا ویتحری فی الفاسق والمستور ثم یعمل بغالب ظنہ'' (شامی ۹،۴۹۷)۔

(۲) ہندیہ کی عبارت ہے : ''لا یقبل قول الکافر فی الدیانات''۔

تیسری رائے: مفتی صالح الزماں قاسمی کی رائے ہے کہ محتاط اور معتدل غیر مسلم معلن کا اعلان بھی چل سکتا ہے بشرطیکہ کوئی مسلم معلن میسر نہ ہو۔ انہوننے مفتی نظام الدین صاحبؒ کی منتخبات نظام الفتاوی کے حوالہ سے اپنی بات پیش کی ہے ۔

سوال۔۵ (الف)۔ بعض علاقوں میں بالعموم مطلع ابر آلود رہتا ہے، اور بہت کم چاند کی رؤیت ۲۹، تاریخ کو ممکن ہوتی ہے، جیسے برطانیہ وغیرہ کے سال کے کچھ یا اکثر مہینوں میں وہاں چاند ۲۹، تاریخ کو نظر ہی نہیں آتا تو کیا ایدی جگہوں میں ہمیشہ ۳۰، دن کا مہینہ شمار کرکے رمضان وعیدین کا فیصلہ کیا جائے؟

جواب ۔۵(الف)۔ جن علاقوں میں مطلع ابر آلود رہتا ہے تو اسکے قریبی ملکوں کا

جہاں مطلع صاف رہتا ہے اعتبار کیا جائے گا، اکثر مقالہ نگاروں کی یہی رائے ہے البتہ مفتی محمد حسین قمرالدین اور مفتی صابر حسین ندوی اس کے اعتبار کرنے میں اتحاد مطلع کی شرط لگاتے ہیں۔

ان حضرات کے دلائل درج ذیل ہیں :

(۱) ''قلنا یا رسول اللہ ﷺ فذلک الیوم الذی کسنۃ ، أ تکفینافیہ صلوۃ یوم ؟ قال لا اقدروا لہ قدرہ'' (صحیح مسلم ۴۰۱،۲، باب ذکر الدجال)۔

(۲) ''الظاھر أنہ یلزم أہل القری الصوم بسماع المدافع أو رؤیۃ القنادیل من المصر لانہ علامۃ ظاھرۃ تفید غلبۃ الظن و غلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل کما صرحوا بہ ، و احتمال کون ذلک لغیر رمضان بعید ، إذ لا یفعل مثل ذلک عادۃ فی لیلۃ الشک إلا لثبوت رمضان'' (رد المحتار ۳۵۴،۳)۔

(۳) ''قال الحلوانی الصحیح من مذہب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض جی بلدۃ أخری و تحقق یلزمہم حکم تلک البلدۃ'' (مجمع الأنہر، دار الکتب العلمیۃ ۵۴۲،۱) ۔

(۴) ''وإذا رئی الھلال ببلد ۔۔ لز الصوم من وافق مطلعہم مطلعہ دون من خالفہ کما فی طلوع الفجر والشمس و غروبہما أی فی إ لحاق من لا فجر أو لا نہار أو لا دلیل لہ بمن لہ ذلک فی دخول أوقات ذلک باتحاد المطلع لا بمسافۃ القصر قال فی التحفۃ ولان الھلال لا تعلق لہ بمسافۃ القصر لأن المناظر تختلف باختلاف المطالع و العروض فکان اعتبارہا أولی ، و تحکیم المنجمین إنما یضر فی الأصول دون التوابع کما ہنا'' (بشری الکریم : ۵۴۲،۱)۔

دوسری رائے: مفتی خور شید انور اعظمی کی رائے ہے کہ اصل رؤیت ہی کا اعتبار کیا جائے گا، دلیل میں ''صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ'' والی پیش کرتے ہیں ، مفتی محبوب فروغ کی رائے ہیکہ متقدمین حنفیہ کے قول (اختلاف مطالع کا عدم اعتبار) کو لیاجائے یا ماہرین فلکیات سے اسکا متحد المطلع معلوم کرکے عمل کیا جائے۔

سوال ۔۵(ب) ۔ اگر مہینہ ۳۰ ، دن کا شمار کیا جاتا ہے تو سال کے دنوں میں دیگر ممالک اسلامیہ کے حساب سے ہفتہ دس دنوں کا فرق پڑ جاتا ہے اور چار سال میں ایک مہینہ کا فرق ہو جاتا ہے ، تو کیا ایسی جگہوں میں چاند کی رؤیت کے لیے ماہرین فلکیا ت کے قول پر اعتماد کیا جائے گا یا دیگر ممالک میں رؤیت ہلال کے اعلان پر عمل کیا جائے ؟

جواب ۔۵(ب) ۔ اس شق میں تقریبا وہی جوابات ہیں جو (الف) میں ہیں یعنی قریبی ممالک کی رؤیت پر اعتماد کیا جائے گا ماہرین فلکیات کی رائے پر عمل نہیں کیا جائے گا، اکثر حضرات کی یہی رائے ہے ، البتہ مفتی محبوب فروغ اور مفتی صابر حسین ندوی صاحبان کے نزدیک ماہرین فلکیات کی تحقیق اور رائے کا اعتبار کر سکتے ہیں ۔

دلیل : الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ میں ہے: '' المعتمد فی المذہب الحنفی إن شرط وجوب الصوم والافطار رؤیۃ الھلال ، و إنہ لا عبرۃ بقول الموقتین و لو عدولا ، ومن رجع إلی قولہم فقد خالف الشرع ، فذہب قوم إ لی أنہ یجوز أن یجتھد فی ذلک و یعمل بقول أھل الحساب،

نقل القلیوبی عن العبادی قولہ إذا دل الحساب القطعی علی عدم رؤیۃ الھلال لم یقبل قول العدول برؤیۃ و ترد شہادتہم ولا یجوز الصوم حینئذو مخالفتہ معاندۃ و مکابرۃ ''(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ ۳۳،۲۲)۔

سوال ۵ (ج) ملک کے چند شہروں یا صوبوں کی رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کی طرف سے رؤیت کے ثبوت کا فیصلہ ہوجانے پر ان جگہوں کے ریڈیو اسٹیشن ان کی طرف سے رؤیت کا جو اعلان کرتے ہیں دوسرے علاقوں کے ذمہ داران کس حد تک ان اعلانات پر اعتماد کر سکتے ہیں؟ کیا ان اعلانات کی بنیادپر وہ رؤیت کا ثبوت مان کراپنے علاقوں میں اعلان کرسکتے ہیں؟ اور اس کے لئے کیاکماازکم تین جگہوں کا اعلان درکار ہوگا؟

سوال ۵(د)ایک صوبہ میں رؤیت کا ثبوت نہیں ہوتا اور اس صوبہ سے متصل یا ملک کے مختلف صوبوں سے باوثوق ذرائع کے ساتھ رؤیت کی خبر ملتی ہے تو کیا اس کو خبر استفاضہ مانتے ہوئے اس صوبہ میں رؤیت کا اعتبار کیا جا سکتا ہے؟

جواب۵ (ج۔د) ملک کے چندشہرونیا صوبوں کی رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف سے رؤیت کا فیصلہ ہو جا ئے تو دوسرے علاقہ کے لوگ اس خبرپر عمل کرسکتے ہینجبکہ وہ خبر شہادۃ علی الشہادۃ یا شہادۃ علی قضاء القاضی یا خبر مستفیض کے ذریعہ حاصل ہواور خبر مستفیض کے لئے صحیح یہ ہے کہ کوئی تعداد متعین نہیں ہے ،بلکہ اتنی تعداد ہو جن پر اطمینان ہو جائے کہ یہ سب جھوٹ پر اتفاق نہیں کریں گے ، اکثر مقالہ نگاروں کی یہی رائے ہے ،البتہ مفتی محمد حسین قمرالدین ،مفتی محبوب فروغ قاسمی اورمفتی صابر حسین ندوی اس پر عمل کے لئے اتحاد مطلع کی شرط لگا تے ہیں،جبکہ مفتی مقصود علی صاحب شہادت علی الشہادۃ، شہادۃ علی القضاء اور خبر مستفیض کی شرط اس وقت لگا تے ہیں ،جبکہ علاقہ اتحادمطلع کے حدود سے باہرہوں، اگر مطلع متحد ہوتو خبر پر عمل کرنے کے لئے یہ شرطیں ان کے نزدیک نہیں ہیں ،ان حضرات نے درج ذیل عبارات سے استدلال کیا ہے ۔

(۱) ''قال الرحمتی معنی الاستفاضۃ أن تأتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون کل منہم بخبر عن أھ تکل البلدۃ أنہم صاموا عن رؤیۃ لا مجر الشیوع من غیر علم بمن أشاعہ'' (رد المحتار ۱۰۲،۲)۔

(۲) ''یجب صوم رمضان ۔۔۔ بإکمال شعبان ثلاثین یوما ۔۔۔ أو رؤیۃ ھلال بعد الغروب ۔۔۔ وکھذین الخبر المتواتر برؤیتہ ولو من کفار لإ فادتہ العلم الضروری ، قولہ (و کھذین ۔۔۔الخ) أی الإکمال والرؤیۃ فی إیجاب صوم رمضان لعموم الناس ، قال الرشیدی قولہ ماروی مثلہ من أخبر بہ عدد المتواتر و الشھاب ابن حج ، إنما ذکر ھذا بالنسبۃ لعموم الناس أی فأخبار عدد التواتر من جملۃ ما یثبت نۃ الشھور علی العموم و إن لم یکن عند قاض ، و ظاھر أن صورۃ المسئلۃ أنھم أخبروا عن رؤیتھم أو عن رؤیۃ عدد التواتر کما یعلم من شرط عدد التواتر الذی یفید العلم فلیس منہ إخبارھم عن واحد رآہ أو أکثر ممن لم یبلغ عدد التواتر کما یقع کثیرا من

الإشاعات فتنبہ'' (تحفۃ المحتاج مع حاشیتی الشروانی و العبادی ۳۷۱،۳)۔

(۳) ''والتواتر ما أخبر بہ جمع یمتنع تواطؤھم علی الکذب عن أمر محسوس ولا یشترط إسلامھم''۔

(۴) ''الصحیح من مذھب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض فی بلدۃ أخری و تحقق یلزمھم حکم تلک البلدۃ'' (مجمع الأنھر، دار الکتب العلمیۃ ۲۵۲،۱) ۔

(۵) ''قولہ بطیق موجب کأن یتحمل اثنان الشھادۃ أو یشھدا علی حکم القاضی أو یستفیض الخبر بخلا ف ما إذا أخبر أھل بلدۃ کذا رأوہ لأنہ حکایۃ'' (رد المحتار ۱۰۵،۲)۔

(۶) ''و إذا لم یکن فی السماء علۃ اشترط لھلال رمضان و الفطر جمع عظیم یقع العلم الشرعی و ھو غلبۃ الظن و لم یقدر فیھا الجمع العظیم بشیئ ۔۔۔ و ذکر الشرنبلالی و غیرہ تبعا للمواھب أن الأصح روایۃ تفویضہ إلی رأی الإمام'' (رسائل ابن عابدین ۲۳۴،۱)۔

(۷) ''قول الذخیرۃ إذا استفاض و تحقق فإن التحقق لا یوجد بمجرد الشیوع ۔۔۔ لما کانت بمنزلۃ الخبر المتواتر و قد ثبت بھا أن أھل تلک البلدۃ صاموا یوم کذا لزم العمل'' (رد المحتار ۹۴،۲)۔

دوسری رائے: مولانا خورشید انور اعظمی ۔۔۔ ۔۔ ''دوسرے علاقوں کے ذمہ داران اس اعلان پر اعلان نہیں کرسکتے، بلکہ ان حضرات کیلئے اس کی گنجائش ہے کہ اس اعلان کی تحقیق کریں پھر اعلان کردیں''۔

تیسری رائے : مفتی عثمان بستوی ۔۔۔ اگر اعلان مصدقہ ہو اور تحقیقی انداز کا ہو تو اس پر اعتماد کی شرعی اجازت ہے ، البتہ ہلال شوال و ذی الحجہ میں اس تحقیق کا معیار زیادہ ہونا چاہیے اور خبر کا تعدد کافی نہیں ہوگا ، کثرت بھی ضروری ہوگی ۔

سوال ۔۶(الف) ۔ رؤیت عامہ کی صرت میں تو حکم واضح ہے، لیکن کسی علاقہ، صوبے اور شہر وغیرہ میں عام رؤیت نہ ہو یا مطلق رؤیت کا ثبوت نہ ہو اور دوسرے قریبی مقامات میں رؤیت ہوتی ہو تو رؤیت کے اعلان کا حق اور اسکی ذمہ داری کس پر ہوگی؟

جواب ۔۶(الف)۔ اگر کسی علاقہ میں رؤیت عامہ نہ ہو یا مطلق رؤیت نہ ہو اور دوسرے علاقوں میں رؤیت ہو تو اعلان کی ذمہ داری مسلمانوں کی طرف سے متعین کردہ قاضی یا رؤیت ھلال کمیٹی پر ہے جہاں یہ بھی نہ ہوں وہاں ایسے علماء جن سے عامۃ المسلمین شرعی امور میں رجوع کرتے ہیں انکی ذمہ داری ہے کہ رؤیت ہلال کے معاملہ میں شرعی اصول کو اپناتے ہوئے رؤیت کا اعلان کریں، اگر کہیں معتبر علماء نہ ہوں تو وہاں رؤیت کے سلسلہ میں رمضان میں ایک ثقہ شخص اور عیدین میں دو ثقہ کے قول کو اختیار کیا جائے گا ، تقریبا تمام مقالہ نگاروں کی یہی رائے ہے۔

(۱) ''ومن رأی ھلال رمضان فی الرستاق و لیس ھناک وال ولا قاض فإن کان الرجل ثقۃ یصوم الناس بقولہ و فی الفطر إن أخبر عدلان برؤیۃ الھلال لا بأس بأن یفطروا '' (قاضی خان علی ھامش الھندیہ ۱۹۷،۱)۔

(۲) ’’ولا یشترط فی ھذہ الشھادۃ لفظ الشھادۃ ولا الدعوی ولا حکم الحاکم حتی أنہ لو شھد عند الحاکم و سمعہ رجل شہادتہ عمد الحاکم و ظاھرہ العدالۃ وجب علی السامع أن یصوم ولا یحتاج إلی حکم الحاکم‘‘ (الھندیۃ ۱۹۷،۱)۔

(۳) ’’إذا ثبت الھلال ببلد عم الحکم جمیع البلدان التی تحت حکم حاکم بلد الرؤیۃ و إن تباعدت و إن اتحدت المطالع و إلا لم یجب صوم ولا فطر مطلقا و إن اتحد الحاکم و لو اتفق المطلع ولم یکن للحاکم ولایۃ لم یجب إلا علی من وقع فی قلبہ صدق الحاکم ‘‘ (بغیۃ المسترشدین ۷۱۹،۱) ۔

(۴) ’’إلا إذا کان فی بلدۃ لا حکم فیھا فإنھم یصومون بقول ثقۃ و یفطرون بقول عدلین‘‘ (رسائل ابن عابدین ۲۳۴،۱)

(۵) ’’العلم الثقۃ فی بلد لا حاکم فیھا قائم مقامہ‘‘ (عمدۃ الرعایۃ ۲۴۶،۱)۔

سوال۔۶(ب) ۔ ایسی صورت حال میں رؤیت کے فیصلہ واعلان کے لئے کوئی بھی عالم ومفتی مجاز ہے؟ یا یہ کہ انفرادی واجتماعی طور پر کمیٹیوں وغیرہ کی شکل میں جولوگ ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں اور عوام و خواص اس مسئلہ میں ان سے رجوع کرتے ہیں ، وہ ذمہ دار ہیں، اور یہ انہیں کا حق ہے؟

جواب ۔ ۶(ب) ۔ اس سوال کے جواب میں تقریبا تمام مقالہ نگار وں کی رائے ایک ہی ہے کہ وہ کمیٹیاں ہی اعلان رؤیت کی مجاز ہوں گی جنہیں وہاں کے عوام و خواص اپنے امور دینیہ میں مرجع تسلیم کرتے ہیں ، انفرادی سطح پر کوئی عالم اس بات کا مجاز نہ ہوگا کہ وہ بذات خود مسئلہ کا فیصلہ کرے ، کیونکہ اجتماعی احکام کے نفاذ کے لئے کسی ایسے شخص کا ہونا ضروری ہے جسکو ولایت سونپی گئی ہو خواہ امیر المؤمنین نے ولایت سونپی ہو یا عامۃ المسلمین نے اپنی رضا مندی سے کسی پر اتفاق کیا اور اپنے دینی امور کا ذمہ دار بنایا ، لہذا ایسے ہی لوگ رؤیت کے اعلان کے مجاز ہوں گے ۔

(۱) ’’و إذا کم یکن سلطان --- یجب علیھم أن یتفقوا علی واحد منھم یجعلونہ والیا ---- الخ‘‘ (الھدایۃ ۳۶۵،۶)۔

(۲) امام الحرمین علامہ جوینی لکھتے ہیں :‘‘ إذا شغر الزمان عن الإمام و خلا عن سلطان ذی نجدۃ وکفایۃ و درایۃ فالأمور موکولۃ إلی العلماء حق علی الخلائق علی اختلاف طبقاتھم ان یرجعوا إلی علمائھم’’ (غیاث الأمم فی التیاث الظلم ۱، ۳۹۲) ۔

(۳)’’و الصحیح من ھذا کلہ أنہ مفوض إلی رأی الإمام‘‘(شامی ۳۵۶،۳)۔

سوال ۔۶(ج)۔ جہاں رؤیت کے فیصلہ و اعلان کا کوئی نظام موجود ہے وہاں اس سے ہٹ کر اگر کوئی اعلان کیا جائے خواہ کسی فرد کی طرف سے ہو یا ادارے کی طرف سے ہو تو اسکا کیا حکم ہے؟ کیاس کا اعتبار کرتے ہوئے روزہ رکھنا یاعید کرنا درست ہے ؟

جواب ۔ ۶(ج)۔ جہاں رؤیت کے فیصلہ کا کوئی نظام موجود ہے وہاں اس سے ہٹ کر کوئی اعلان کیا جائے تو اس اعلان کا اعتبار نہیں ہوگا اور اس پر عمل کرنا بھی درست

نہیں ، اجتماعی نظام سے ہٹ کر رؤیت ہلال جیسے اجتماعی اور حساس مسئلہ میں انفرادی طور پر اعلان کرنا عوام کو انتشار میں ڈالنا ہے جو سراسر غیر شرعی طریقہ ہے ، ہاں اگر اجتماعی نظام کے تحت ہونے والے فیصلہ کا کوئی معتبر شخص اعلان کرے تو اس اعلان پر عمل کیا جائے گا تقریبا تمام مقالہ نگاروں کی رائے تعبیرات کے فرق کے ساتھ یہی ہے، البتہ مولانا صبیح اختر قاسمی کی رائے الگ ہے ، آپ لکھتے ہیں کہ اگر دار القضاء یا ہلال کمیٹی ہونے کے باوجود ثبوت رمضان کے لئے ایک ثقہ آدمی خود ہی رؤیت کا اعلان کر دے اور مطلع صاف نہ ہو تو اس کا اعلان بھی معتبر ہوگا اور اسکے مطابق روزہ رکھنا ہوگا لیکن ہلال عیدین میں جب مطلع صاف نہ ہو او ر دو عادل آدمی اپنی رؤیت بصری کا خود اعلان کر دے جبکہ وہاں ہلال کمیٹی موجود ہو تو یہ اعلان معتبر نہ ہوگا ،انہوں نے ہلال رمضان کے اعلان مینانفرادی اعلان کو بھی معتبر ماننے کی دلیل میں در مختار کی یہ عبارت نقل کی ہے،''وقبل بلا دعوی وبلا لفظ ''اشھد'' وبلا حکم ومجلس قضاء لأنہ خبر لا شھادۃ مع علۃ کغیم وغبار خبر عدل أو مستور علی ما صححہ البزازی '' (الدرمع الرد ۳،۳۵۲)۔

اکثر حضرات کے دلائل یہ ہیں :

(۱)'' ولو کانوا ببلدۃ لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ و أفطروا بإخبار عدلین) مع العلۃ (للضرورۃ) ولو رآہ الحاکم وحدہ خیر فی الصوم بین نصب شاہد و بین أمرہم بالصوم بخلاف العید کما فی الجوھرۃ ، ولا عبرۃ بقول المؤقتین ، ولو عدولا علی المذھب قال فی الوھبانیۃ وقول أولی التوقیت لیس بموجب وقیل نعم و البعض إن کان یکثر'' (رد المحتار علی الدر المختار ۳۶۳،۷)۔

(۲) ''لو کانوا فی بلدۃ لا قاضی فیہا ولا وال (والی) فإن الناس یصومون بقول الثقۃ ویفطرون بإخبار عدلین للضرورۃ'' (البحر الرائق شرح کنز الدقائق ۲۸۷،۲)۔

سوال ۔۶(د) ۔ غیر مجاز لوگوں کی طرف سے اعلان کی صورت میں روزہ نہ رکھنے والوں اور بالخصوص روزہ توڑ دینے والوں کے لئے کیا حکم ہوگا ؟ وہ صرف قضا کریں گے ، یا ان پر کفارہ بھی عائد ہوگا ؟

جواب۔ ۶(د) ۔ غیر مجاز لوگوں کے اعلان پر روزہ توڑ دیا حالانکہ چاند نہیں ہوا تھا تو صرف قضا ہوگی کفارہ نہیں تقریبا تمامقالہ نگاروں کی یہی رائے ہے ،البتہ مفتی مقصود صاحب کے نزدیک کفارہ بھی ہوگا ۔ مفتی محبوب فروغ صاحب کی رائے یہ ہیکہ اگر لوگوں نے معلن کے اعلان کو سچ اور قابل اعتماد سمجھ کر روزہ توڑا ہے تو کفارہ واجب نہیں، ورنہ کفارہ واجب ہوگا۔

غور کیا جائے تو ان کی بھی وہی رائے ہے جو دیگر حضرات کی ہے ، ظاہر بات ہے عمل کرنے والا معلن کے اعلان کو سچ اور قابل اعتماد ہی سمجھ کر عمل کرے گا ۔

قول اول کی دلیل : (۱) ''أواحتجم فظن فطرہ فأکل عمدا قضی و کفر لأنہ ظن فی غیر

محلہ حتی لو أفتاہ مفت یعتمد علی قولہ أو سمع حدیثا ولم یعلم تأویلہ لم یکفر للشبہۃ و إن أخطأ المفتی'' (الدر المختار نقلا عن إمداد الأحکام ۱۲۱٫۳)۔

(۲) ''ومن رأی ہلال الفطر وحدہ لم یفطر احتیاطا قولہ '' لم یفطر۔۔۔'' و علی القول بأنہ لا یفطر لوأفطر یقضی ثم منہم من قال لا کفارۃ علیہ بلا خلاف و الصحیح عدم لزومہما فیہما'' (فتح القدیر ۲٫ ۲۵۲)۔

(۳) ''لو شہد اثنان علی بہلال شوال فأفطر تأثم لم نر الہلال بعد ثلاثین و السماء مصحیۃ قضینا صوم أول یوم أفطرناہ لأنہ بأن أنہ من آخر رمضان لکن لا کفارۃ علی من جامع فیہ لأن الکفارۃ علی من إثم بالجماع و ہذا لم یأثم لعذرہ و أما علی المذہب فقول الجمہور فلا قضاء'' (المجموع ۲۷۹٫۶)۔

قول ثانی کی دلیل : (۱) ''لأن القاضی لما رد قولہ بدلیل شرعی أحدث شبہۃ فہذہ الکفارۃ تندرئ بالشبہات ہدایۃ ، ولا یخفی أن ہذہ علۃ لسقوط الکفارۃ فی ہلال رمضان ، أما فی ہلال الفطر فلکونہ یحرم عید عندہ'' (رد المحتار)۔

(۲) الدر المختار میں ہے: ''واختلف المشائخ لعدم الروایۃ عن المتقدمین فیما إذا أفطر قبل الرد لشہادتہ و الراجح عدم وجوب الکفارۃ و صححہ غیر واحد لأن ماراٰہ یحتمل أن یکون خیالا لا ہلالا و أما بعد قبولہ فتجب الکفارۃ و لو فاسقا فی الأصح'' (الدر المختار) ۔

قول ثالث کی دلیل:(۱) ''ولو شہد ہذا الرجل عند صدیق لہ فأکل لا کفارۃ علیہ إن صدقہ'' (الہندیہ)۔

(۲) ''وإذا أبصر ہلال رمضان وحدہ و شہد عند القاضی فرد شہادتہ فعلیہ أن یصوم فإن أفطر بعد مارد الإمام شہادتہ فلا کفارۃ علیہ عندنا'' (تاتارخانیۃ: ۳۹۲٫۳)۔

(۳)''ولو شہد فاسق وقبلہا الإمام وامرالناس بالصوم فأفطرہو أو واحدمن أہل بلدۃ ،قال عامۃ المشائخ تلزمہ الکفارۃ،کذا فی الخلاصہ''(ہندیہ ۱۸۹٫۱)۔

حضرات! ناچیز کے ذمہ رؤیت ہلال سے متعلق سوال نمبر ۴،۵ اور ۶ کا عرض مسئلہ تھا جسکو کافی اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے ان میں مقالہ نگاروں کی آراء تعبیرات کے فرق سے ساتھ تقریبا یکساں ہیں، ایک دو جزئیہ میں رائے کا معمولی فرق ہے، اس لئے راقم ان آراء و دلائل پر تبصرے اور ترجیحات پیش کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ بلکہ متفق علیہ آراء ودلائل اور انطباق کے اعتبار سے اطمینان بخش ہیں ، بس ! اسی پر اپنی بات ختم کرتا ہوں اور اللہ سے خیر و صواب کی درخواست کرتا ہوں ۔

عرض مسئلہ:

رویت ہلال سے متعلق چند اہم مسائل
(سوال ۷ تا۸)

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی•

رویت ہلال سے متعلق چند اہم مسائل کے سوال ۷تا ۸ کا عرض مسئلہ تیار کرنے کی ذمہ داری اس ناچیز سے متعلق کی گئی، کل ۳۲ مقالات موصول ہوئے سارے مقالے تفصیلی اور دلائل و براہین سے بھرپور ہیں، عرض کی تیار میں حتی المقدور تمام ہی تحریروں سے استفادہ کی کوشش کی گئی ہے، چونکہ مقالہ نگاروں کے رائے میں بہت حد تک اتفاق پایاجاتا ہے اس لئے ہر جگہ نام لینے کے بجائے خاص اختلافی مقام پر نام لینے کا اہتمام کیاگیا ہے، اس میں بھی غلطی سے براء ت کا دعوی نہیں کیاجاسکتا ہے۔

۷-ایک سے زائد نظام رویت:

الف-ایک شہر وصوبے میں ایک سے زائد ایسے نظام کا ہونا کیا حکم رکھتا ہے؟ جبکہ بسا اوقات اختلاف و انتشار کی نوبت آتی ہے تو ایسے اداروں کا کیا حکم و فرض بنتا ہے تاکہ اختلاف و انتشار سے بچاجاسکے؟

عارض ناچیز کا خیال ہے کہ دوال میں د و امر سے متعلق استفسار کیا گیا ہے:۱-ایک شہر و صوبے میں ایک سے زائد ہلال کمیٹی وغیرہ کے قیام کا حکم کیا ہوگا؟،۲-اگر ایک سے زائد نظام موجود ہوں تو ان کے ذمہ دارپرکیا فرض بنتا ہے تاکہ امت کو انتشار و اختلاف سے بچایاجاسکے۔

ایک دو مقالہ نگار کو چھوڑ کر سبھی حضرات متفق ہیں کہ ایک سے زائد نظام میں حرج نہیں ہے، چونکہ ایک سے زائد نظام میں انتشار و اختلاف کا ہونا بھی مشاہد ہے اس لئے زیادہ سے زیادہ نامناسب ہوگا، لیکن مولانا شاہ عالم گورکھپوری نے ایک سے زائد نظام کی حوصلہ افزائی کی ہے، مولاناکے الفاظ ہیں:

''ایک سے زائد نظام کا ہونا ملت اور امت کے حق میں مضر نہیں بلکہ دین کا صادق جذبہ ہو تو تعدد کے باوجود مقصد میں متحد ہوں گے اور مفید ہوں گے، آگے لکھتے ہیں:اگر دین کا جذبہ صادق نہ ہو تو مخلصین کو اپنا کام کرناچاہئے''۔

مولانا محمد اسجد بھٹکلی اور مولانا محمد صابر حسین ندوی صراحتا دو نظام کا انکار کرتے ہیں، مفتی محمد مقصود فرقانی نے اتحاد و اتفاق کے پامال ہونے کی صورت

• استاذ حدیث و فقہ جامعہ حسینیہ کیرالا۔

میں ایک سے زائد نظام کی نفی کی ہے، ان کے علاوہ تمام مقالہ نگاروں نے ایک سے زائد نظام کو جائز قرار دیا ہے۔

قاضی محمد حسین ماہمکر استدلال کرتے ہیں: ایک شہر میں جس طرح دو قاضی ہوسکتے ہیں اسی طرح دو یا زائد ہلال کمیٹیاں بھی ہوسکتی ہیں؛ ''کتاب التنبیہ'' میں ہے:''ویجوز أن یکون فی البلد قاضیان وأکثر''، مفتی راشد ندوی لکھتے ہیں:مسلمان متعدد فرقوں اور مسالک میں پٹے ہوئے ہیں، ایک کو دوسرے پر اعتماد نہیں یا اعتماد ہو بھی تو ہر مسلک کی قیادت دوسرے پر اعتمادکو اپنی قیادت کے لئے خطرناک سمجھتی ہے؛اس لئے ہرفرقہ بلکہ ہرمسلک کے الگ الگ نظام قائم ہیں، ظاہر ہے کہ مسالک کے ان اختلافات کو ختم کرنا ناممکن ہے، لہذا الگ الگ کمیٹیوں کو ختم کرنا بھی ناممکن ہے۔

عارض کا خیال ہے کہ واقعاتا صورتحال یہی ہے؛سارے لوگ ایک پلیٹ فارم پر جمع نہیں ہو پارہے ہیں مختلف مکاتب فکر میں بٹ کر اپنا اپنا حلقہ الگ کر چکے ہیں، بدوں اس طرح کے نظام کے اب چارہ کار بظاہر نہیں ہے اس لئے اس کو نہ چاہتے ہوئے بھی گوارہ کرنا پڑے گا، اللہ کے رسول ﷺ نے ایک ہی شہر میں بیک وقت دو قاضیوں کو بھیجا ہے، حضرت ابو موسی اشعریؓ اور حضرت معاذؓ کو یمن بھیجا تھا اور دونوں کے حلقہ اثر کو جداگانہ قرار دیا تھا اس لئے بیک وقت ایک سے زائد نظام میں حرج نہیں۔

اصل محل غور و فکر یہ ہے کہ ایک سے زائد نظام کے ذریعہ امت کا شیرازہ بکھر رہا ہے لوگوں میں بدگمانیاں پھیل رہی ہیں، علماء و پیشوائے امت سے اعتماد اٹھ رہا ہے جس کی وجہ سے دینی قیادت کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی جارہی ہے اس کا تدارک کس طرح کیاجائے، اور اس درد کا علاج کیا ہو کہ امت کا اتحاد واتفاق باقی رہے اصل یہی پہلو ہے جس پرغور کرنے کی ضرورت ہے۔

تو تمام فاضل مقالہ نگار الفاظ و تعبیرات کے فرق کے ساتھ اس پر متفق نظر آتے ہیں کہ مختلف کمیٹیاں شرعی اصول وضوابط کے مطابق کام کرتی رہیں لیکن رویت کے اعلان کی بابت عجلت سے کام نہ لیں، انفرادی رائے کے بجائے اجتماعی مشورہ اور باہمی تبادلہ خیال کے بعد ایک ساتھ اعلان ہو تو اتحاد و اتفاق کا ماحول برقرار رہے گا، اس بابت ہر کمیٹی کو اپنی اناسے زیادہ شرعی اصول کی فکر کرنی ہوگی، اور اپنی اور اپنی کمیٹی کی تشہیر سے زیادہ ملت کے درد کو سمجھنا ہوگا، تمام مسلکی وفروعی اختلاف کو بالائے طاق رکھ کر رفت کی جائے تو مشکل بھی نہیں کیونکہ رویت ہلال کا مسئلہ مختلف مکاتب فکر کے مابین اختلافی بھی نہیں ہے، اس بابت اتفاق و اتحاد وحدت کلمہ کی بنا پر ممکن ہی نہیں وقت و حالات کی اہم ضرورت بھی ہے، مفتی انور علی صاحب نے مئو اور بنارس کی ایسی مختلف کمیٹیوں کا ذکر کیا ہے جو مختلف خیالات و نظریات کے حامل ہوتے ہوئے بھی چاند کے مسئلہ میں متحد نظر آتے ہیں، امارت شرعیہ پٹنہ اور وہاں کی مختلف

تنظیموں کابھی ایک دو کو چھوڑ کر غالبا یہی حال ہے۔

مختلف اداروں کے مابین اتحاد و اتفاق کی شکل:

ب-ہندوستان کے تمام علاقوں کا مطلع ایک ہے اور پورے ملک کی سطح پر کام کرنے والا یا اعتماد رکھنے والا کوئی ادارہ موجود نہیں ہے ، ایسی صورت میں ملک کے مختلف اداروں کے درمیان اتفاق وارتباط کی کیا شکل ہوسکتی ہے تاکہ باہمی اتفاق کے ساتھ ملکی پیمانے پر ایک فیصلہ و اعلان سامنے آئے اور انتشار سے بچا جاسکے۔

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے اکثر مقالہ نگاروں نے رمضان و عید کے موقع پر ہونے والے خلفشار پر قلق و افسوس کا اظہار کیا ہے، نیز یہ صورت حال ملت کے لئے کتنا کچھ نقصان دہ ہے اس کے حساس پہلو کو اجاگر کیا ہے، واقعتاً صورت حال اب زیادہ سنگین ہوتی جارہی ہے، لوگوں کی نگاہوں میں اسلام کی یہ عظیم عبادت وقعت کھورہی ہے، نتیجتاً مسلمانوں پر بھی اچھے اثرات مرتب نہیں ہورہے ہیں، حالانکہ اس بابت اختلاف کوئی نیا نہیں ہے، سابق سے چلا آرہا ہے، مگر انٹرنیٹ وجدید ذرائع ابلاغ نے کچھ زیادہ ہی حساس بنادیاہے اس لئے اس کے تدارک کی پہلے کے مقابلہ آج زیادہ ضرورت ہے۔

چنانچہ تمام مقالہ نگار حضرات نے اس پر زور دیا ہے کہ ملکی سطح پر ایک ''مرکزی کمیٹی'' تشکیل دی جائے، جس کمیٹی مینہر علاقے اور مختلف مکاتب فکر کے متدین و بااثر علماء شامل ہوں، پھر اس کے تحت ہر جگہ ذیلی شاخیں ہو جن کا باہم مضبوط رابطہ ہو، ذیلی کمیٹیاں شرعی ضابطہ کے مطابق رویت کے فیصلہ کی مجاز بھی ہوں، جس کی اطلاع مرکزی کمیٹی کو فورا دی جائے اور مرکزی کمیٹی ساری شاخوں تک فیصلہ پہنچانے کا کام کرے، البتہ اعلان خواہ ریڈیوں سے ہو یا دیگر ذرائع سے وہ صرف اور صرف مرکزی کمیٹی ہی کرے، تو جو انتشار و اختلاف دیکھاجارہا ہے اس کو ختم کیاجاسکتا ہے، کیونکہ اصل انتشار فیصلہ سے نہیں ، فیصلہ کے اعلان سے ہوتا ہے اگر اعلان کے نظام کو منظم و مضبوط کرلیاجائے تو بہت حد تک کنٹرول ہوسکتا ہے۔

بعض مقالہ نگاروں نے مشورہ دیا ہے کہ ملک کو چار زون میں تقسیم کیاجاسکتا ہے: شمال مشرق صوبے ان کا مرکز امارت شرعیہ پٹنہ ہو، سائوتھ انڈیا جس کا مرکز حیدرآباد ہو، مغربی ریاستیں جن کا مرکزگجرات کا کوئی مرکزی مقام ہو، وسطی ریاستیں جن کا مرکز اتر پردیش کا کوئی مرکزی ادار ہو، اور ان چاروں زونوں کو ملا کر ایک مرکزی کمیٹی تشکیل دی جائے جس کا ہیڈکوارٹر ڈیلی ہو(مقالہ ڈاکٹر مولانا شاہجہاں ندوی)۔

مفتی اقبال ٹنکاروی نے مرکزی رویت ہلال کمیٹی اور ضلعی وذیلی کمیٹیوں کے مفصل شرائط بھی قلم بند کی ہیں جن کا لب لباب یہ ہے کہ یہ کمیٹیاں علماء اور باخبر لوگوں پر مشتمل ہوں گی، ہر ذیلی کمیٹی مرکز سے مربوط ہوگی، تمام ذیلی کمیٹیوں کو شرعی ضابطہ کے مطابق فیصلہ کا حق ہوگا جس کی اطلاع مرکز تک فورا پہنچائی جائے گی، مرکزی کمیٹی کا صدر کوئی مشہور ومعروف شخصیت ہو، اور تمام کمیٹیوں کے

ممبران ہر ماہ متعین مقام پر جمع ہوں اور میٹنگ میں شرکت کرنے کو اپنا اخلاقی وواجبی فریضہ سمجھیں۔

راقم ناچیز نے اپنے مقالہ میں جو کچھ لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اصل انتشار و اختلاف اعلان سے پیدا ہوتا ہے، اس لئے مرکزی کمیٹی کی تشکیل کے بعد بھی بہت چوکس رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ سارا ماحول ہمارے خلاف میں ہیں، آزا دمیڈیا تک ہماری تاک میں ہے کب موقع ملے کہ اختلاف رونما کیاجائے اس لئے قانونی چارہ جوئی کے ساتھ میڈیا وذرائع ابلاغ کو پابند کرنا ہوگا کہ بلا اجازت کسی بھی قسم کا اعلان نہ کیاجائے، نیز ملکی سطح پر مرکزی کمیٹی تشکیل نہ پاسکے تو بھی تمام ادارے:امارت شرعیہ پٹنہ، رویت ہلال کمیٹی جامع مسجد دہلی، فتح پوری مسجد دہلی، جمیعۃ علماء ہند، شیعہ رویت ہلال کمیٹی، سنی ہلال کمیٹی دارالعلوم دیوبند رویت ہلال کمیٹی اور دیگر صوبائی وریاستی کمیٹیاں باہم مربوط رہ کر فیصلہ صادر کریں اور جب تک سب متفق نہ ہوں اس وقت تک میڈیا کے ہاتھ کوئی خبر نہ لگے تو انتشار واختلاف پر قابو پایاجاسکتا ہے۔

۸-جن ملکوں کا مطلع عموما صاف رہتا ہے ان ملکوں مینفلکی حساب سے مدد:

الف-جن ملکونمیں عام طور پر آسمان ابر آلود نہیں رہتا اور آنکھوں سے چاند کی رویت ہوجاتی ہے تو کیا ایسے علاقوں میں اگر کبھی مطلع معاف نہ ہو اور کھلی آنکھوں سے چاند نہیں دیکھا جاسکے تو کیا ماہرین فلکیات کی رائے پر رویت قبول کیاجاسکتا ہے۔

اس سوال کا جواب بائیس مقالہ نگاروں نے تفصیل سے قلم بند کیا ہے، یہ تمام حضرات متفق ہیں کہ ماہرین فلکیات کی تحقیق پر مدار نہیں ہوگا، بلکہ تیس دین مکمل کئے جائیں گے، پھر صوم و عید کا فیصلہ کیاجائے گا؛کیونکہ جدید و قدیم تمام ہی محققین کی رائے میں فلکی حساب محض تخمین و اندازہ پر مبنی ہے، یقینی وقطعی بات نہیں کہی جاسکتی ہے، اور نہ ہی اس حساب کو منضبط کیاجاسکتا ہے(دیکھئے:جناب ضیاء الدین صاحب کی کتاب ''رویت ہلال موجودہ دور میں ''ص۱۵)۔

چونکہ احادیث میں واضح لفظوں میں رویت بصری پر مدار رکھا گیا ہے،ا س بابت حضرت ابن عمر، ابوہریرہؓ، ابن عباسؓ، حذیفہ بن یمان، جابر بن عبد اللہ ، ابوسعید خدریؓ وغیرہ متعدد صحابہ سے ''فإن أغمي عليكم فأتموا ثلاثين يوما''کا مضمون وارد ہوا ہے، بعض روایتوں میں''فاقدروالہ''کا لفظ بھی ہے، جو حضرت ابن عمرؓ کی ایک روایت میں نقل کیاگیا ہے، جس کی بنا پر متجدین نے فلکی حساب کی اہمیت پر زور دیا ہے، مگردوسرے صحابہ کی روایت میں ثلاثین کی تصریح موجود ہے جس سے تاویل کا دروازہ از خود بند ہوجاتا ہے۔

اسی طرح بخاری کی حدیث''نحن أمة أمية لا نكتب ولا نحسب''سے معلوم ہوتا ہے کہ فلکی حساب غیر معتبر ہے، اس کے متعلق یہ کہنا کہ حضور ﷺ نے اس حدیث میں ایک

مجبوری کوبیان کیا ہے اور وہ امت کی ناخواندگی ہے، یہ تشریح اکابر امت کیت شریح سے متصادم ہے، اس حدیث میں اسلام کا مزاج بیان کیاگیا ہے کہ دین سب کے لئے ہے، لہذا حسابات کی باریکی میں الجھانا دین کی ابدیت ومزاج کے منافی ہے، تھوڑی دیرکے لئے تسلیم بھی کرلیاجائے کہ ناخواندگی کی مجبوری کی بنا پر رویت بصری پر مدار رکھاگیا ہے تو بھی سمجھنا کہ آج امت ناخواندگی کی پستی سے نکل کر خواندگی کی بلندی پر پہنچ گئی ہے، محض خام خیالی ہے، ٹھیک ہے امت کا ایک طبقہ ٹکنالوجی و سائنس کے بام عروج پر پہنچ چکا ہے مگر خواندگی وناخواندگی کا اعتبار تو فلکی نظام میں ہوگا نہ کہ دوسرے فنون میں، آج بھی کتنے لوگ ہیں جو نظام فلکی سے ناواقف ہوں گے، واقف کار لوگوں کی بات کو نقل کرن اور بات ہے اور خود واقفیت حاصل کرنا اور بات ہے اس لئے فلکی حساب کے بجائے صاف ستھرا راستہ رویت بصری کا ہے(ماخذ از مقالہ: مفتی اختر امام عادل قاسمی و دیگر حضرات)۔

عارض ناچیز اس پر عرض کرتا ہے کہ اگر غور کیاجائے تو فقہاء کے یہاں کبھی ایک آدمی کی خبر معتبر ہوجاتی ہے اور کبھی نہیں، کبھی دو آدمیوں کی شہادت کافی ہوتی ہے جبکہ کبھی جم غفیر کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے، ان سب کے لئے مدار ومعیار مطلع کا صاف رہنا اور اس کا ابر آلود ہونا ہی تو ہے، ظاہر ہے یہ ایسے ہی ملکونکے لئے زیادہ فٹ آتا ہے جہاں دونوں ہی صورت حال کا سامنا ہو، جہاں مطلع صاف ہی رہتا ہو، یا ہمیشہ آبر آلود ہی ہو وہاں مذکورہ صورت حال کا پیدا ہونا ناممکن ہے اس لئے یہی بات قطعی اور محقق معلوم ہوتی ہے کہ اگر رویت نہ ہو تو تیس دن مکمل کئے جائیں گے، پھر رمضان و عید کا فیصلہ کیاجائے گا۔

مگر مولانا رحمت اللہ ندوی صاحب نے نہ معلوم کس وجہ سے لکھ دیا: قریب کے وہ ممالک جہاں کا مطلع مختلف نہ ہو ان کا اعتبار کیاجائے گا، یہ حکم غالبا ان ممالک کے لئے ہے جہاں ہمیشہ ابر آلود ہو، نہ کہ ان ممالک کے لئے جہاں عموما مطلع صاف رہتا ہو۔

ب-جن ملکوں میں عمومی طور پر مطلع ابرآلود ہو:

جن ملکوں میں مطلع عمومی طور پر ابر آلود ہوتا ہے، جیسا کہ بہت سے مغربی ملکوں کی صورتحال ہے تو کیا وہاں ماہرین فلکیات کی رائے پر عمل کرنے کی گنجائش ہے؟

اکیس مقالہ نگاروں نے اس کا جواب تحریر کیا ہے سب اس بات پر متفق ہیں کہ ماہرین فلکیات کی رائے پر عمل کرنے کی گنجائش نہیں ہے، وجہ یہی ہے کہ مدار رویت پر ہے فلکی حساب پر نہیں، نیز فلکی حساب خود ماہرین کی تحقیق میں کتنا کچھ بھی غلبہ ظن پیدا کردے مگر قطعی پھر بھی نہیں ہے، یہ بھی قابل ذکر ہے کہ فلکی نظام آج کی پیدوار نہیں ہے بلکہ صحابہ کے دور میں تو ایسے خطے اسلامی مملکت کا حصہ بن چکے تھے جو اس فن میں اچھی شہرت رکھتے تھے،پھر بھی کسی قسم کا اشارہ اس تعلق سے نہیں ملتا ہے اس لئے اس پر اعتماد کرنے کے بجائے قریبی متحد المطلع ممالک کی رویت

کا اعتبار کیاجائے گا، بشرطیکہ قریبی ملک میں نظام رویت شریعت کے مطابق ہواور وہاں سے آنے والی خبر کے صادق ہونے کا یقین ہو جس طرح توپوں کی آواز سن کر روزہ کھولنا ان لوگوں کے لئے جائز ہوجاتا ہے جنہوں نے غروب شمس کا مشاہدہ نہیں کیا ہو اسی طرح جس ملک کے لوگوں کے لئے چاند کی رویت ممکن نہ ہوان لوگوں کی آواز پر اعتماد کرنا چاہئے جہاں چاند کی رویت ممکن ہو اور صحیح طریقے سے ان تک وہ خبر پہنچ رہی ہو، قاضی حسین ماہمکر نے فقہ شافعی کی ایک کتاب بشری الکریم سے اس بابت ایک عبارت نقل کی ہے اس عبارت میں صوم کے مسئلہ کو لمبی مدت تک رات دن رہنے والے ملک میں نماز پر قیاس کیا گیا ہے۔

''وإذا رأى الهلال ببلد لزم الصوم من وافق مطلعهم مطلعه دون من خالفه كما في طلوع الفجر والشمس وغروبها،أي:في إلحاق من لا فجر أو لا نهار أولا ليل له بمن له ذلك في دخول أوقات ذلك باتحاد المطلع''۔

ج-ماہرین کے مطابق افق پر چاند قابل رویت نہیں جبکہ چاند کی شہادت موجود ہو:

اگرکسی تاریخ کے بارے میں ماہرین فلکیات کی رائے ہو کہ آج افق پر چاند قابل رویت نہیں اور سائنس اعتبار سے رویت ممکن ہی نہیں ہے تو اگر اس دن رویت کی شہادت دی جائے تو اس کو خلاف واقع سمجھ کر روکا جاسکتا ہے؟یہ شہادت خبر واحد کی شکل میں ہو تو کیا حکم ہوگا اور خبر مستفیض کی شکل میں ہو تو کیا حکم ہوگا؟

چونکہ یہ سوال اور سوال ۲ کا (ب)یکساں ہے اس لئے بہت سے مقالہ نگاروں نے اس سوال کا جواب دینے کی زحمت نہیں کی ہے، البتہ سوال نمبر۲ کے شق(ب) کا جواب تمام ہی مقالہ نگاروں نے بالتفصیل دیا ہے، دونوں حصوں کے پڑھنے سے ناچیز اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ اس بابت مقالہ نگاروں کی دو رائیں ہیں:دس مقالہ نگار:مفتی اختر امام عادل قاسمی، مفتی رحمت اللہ ندوی، مفتی راشد حسین ندوی، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا محمد اظہار قاسمی، ڈاکٹر شاہجہاں ندوی، مفتی انور علی اعظمی، مفتی محمدعثمان گورینی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، راقم الحروف محبوب فروغ احمد قاسمی نے خبر واحد اور خبر مستفض کے مابین فرق کیا ہے، ان حضرات کی رائے میں اگر ایک بڑی جماعت رویت کے عدم امکان کے باوجود رویت کی خبر دیتی ہے تو ماہرین کے تخمینے و اندازے کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی، لیکن رویت کی خبر مستفیض نہ ہو تو شہادت کو وہم پر محمول کیاجائے گا اور ایسی شہادت قبول نہیں کی جائے گی بلکہ یوں سمجھاجائے گا کہ شرعی ثبوت فراہم نہ ہونے کی وجہ سے رویت کا ثبوت نہیں ہوسکا۔

ان کے علاوہ تمام مقالہن گار اس بات کے قائل ہیں کہ جب شرعی شہادت موصول ہوگئی تو فلکی حساب کو نظر انداز کردیاجائے گا، شرعی شہادت خواہ خبر واحد ہی کیوں نہ ہو اسی کی بنیاد پر فیصلہ رویت کیاجائے گا۔

ان بزرگوں کے پیش نظر یہ ہے کہ فلکی حساب چونکہ تخمین واندازے پر مبنی ہے

جس کو تمام ہی ائمہ نے نکار دیا ہے، جبکہ شہادت وخبر اسلام کا شرعی ضابطہ ہے، اس لئے شرعی ضابطہ کی پاسداری از بس ضروری ہوگی، اس بابت علامہ سبکی اور اس طرح کے چند علماء کی رائے میں فلکی حساب کا اعتبار ہوتا ہے، مگر ہر مسلک کے لوگوں نے ان کے اس نظریہ کی سخت تردید کی ہے، مثلاً شافعی فقیہ علامہ شربینی سبکی کی رائے لکھنے کے بعد لکھتے ہیں:''والمعتمد قبولہا:إذ لا عبرة بقول الحساب'' (مغنی المحتاج۲،۱۴۳)۔

''حاشیۃ الجمل '' میں ہے:''ولودل الحساب القطعی علی عدم إمکان الرؤیۃ ففیہ اضطراب للمتأخرین، والراجح العمل بشہادۃ البینۃ'' (حاشیۃ الجمل۲،۳۰۵)(ماخوذ از مقالہ مولانا محمد اسجد بھٹکلی، قاضی محمد حسین ماہمکر)۔

علامہ شامی نے بھی سبکی کا قول نقل کر کے یہ تبصرہ کیا ہے:

''وماقلہ السبکی مردود ردہ علیہ جماعۃ من المتأخرین ولیس في العمل بالبینۃ مخالفۃ الخ'' (شامی۳،۳۵۴-۳۵۵، ماخوذ از مقالہ: مفتی محمد اسجد دیولا، مفتی اقبال احمد قاسمی، مولانا محمد صالح الزماں)۔

مولانا محمد معز الدین قاسمی کی تحریر کا ماحصل یہ ہے کہ چاند دیکھنا بذات خود عبادت ہے جس کے لئے مدار رویت بصری ہے، کوئی شخص اس کے لئے محکمہ موسمیات سے مدد لیتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ ایک عبادت میں دوسرے انسان کی کورانہ تقلید میں مبتلا ء ہے۔

مولانا محمد صالح نے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی ایک عبارت نقل کی ہے، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں: کسی چیز کا قابل رویت ہونا یا دیکھا جانا یہ مسئلہ نہ سائنس کا ہے نہ محکمہ موسمیات وفلکیات سے اس کا کوئی علاقہ ہے، یہ عام واقعاتی معاملہ ہے الخ۔

لیکن جن لوگوننے خبر واحد وخبر مستفیض کے مابین فرق کیا ہے اور خبر کے مستفیض ہونے کی صورت میں فلکی حساب کا مطلقا اعتبار نہیں کیا ہے، مگر فلکی حساب سے رویت کے عدم امکان کے باوجود خبر واحد وشہادت سے رویت ثابت ہورہی ہے تو ان حضرات نے ایسی شہادت و خبر کو معتبر نہینمانا ہے، یہ تمام حضرات اس بات کا کھلے لفظوں میں اعتراف کرتے ہیں کہ ثبوت ہلال کے لئے فلکی حساب بالکل مدار نہیں ہے، چاند کا ثبوت تو شرعی ثبوت کی بنا پر ہی ہوگا، مگر امکان رویت کے نہ ہونے کے باوجود خبر واحد سے ثبوت ہلال مخبر و شاہد کو متہم کر رہا ہے اور متہم کی شہادت وخبر بالخصوص دینی امور میں معتبر نہیں ہوتی ہے اس وجہ سے شہادت رد کی جارہی ہے نہ کہ فلکی حساب کی وجہ سے۔

مولانا عثمان گورینی لکھتے ہیں:''یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ رمضان کی ابتداء ایک شخص کی خبر سے ۲۹ سے ہو اور تیس تاریخ کے مکمل ہونے پر مطلع صاف ہونے کے

باوجود رویت نہ ہو تو شیخین کے نزدیک تیس تاریخ کو رمضان کی تکمیل نہیں مانی جائیگی بلکہ اکتیس کو روزہ رکھنا لازم ہوگا، کیونکہ رمضان کا مخبر متہم ہوگیا اس لئے یہ خبر کالعدم ہوگئی، اسی طرح جب فلکیاتی اعتبار سے رویت ممکن نہ ہو اس کے باوجود شہادت موصول ہو تو متہم ہونے کی وجہ سے رد کردی جائے گی''۔

کچھ اسی طرح کی بات ڈاکٹر شاہجہاں ندوی و دیگر مقالہ نگاروں نے بھی لکھی ہے، مفتی اختر امام عادل قاسمی نے سوال نمبر ۲ کے جواب میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:''ولیکن فی نفسہ شہادت ایک امر ظنی ہے اگر شہادت متہم ہوجائے تو قابل قبول نہیں، شہادت کی قبولیت کے لئے جس طرح شاہد کا لائق اعتبار ہونا ضروری ہے اسی طرح محل شہادت میں بھی شہادت کے تحمل کی صلاحیت لازم ہے''۔

''تبیین الحقائق'' میں ہے:''ان الشہادۃ ترد بسبب التہمۃ وسببہا أنواع: إما معنی في الشاہد وہو الفسق، والعمي: وإا معنی في المشہود لہ...وإالدلیل شرعي''۔

مزید لکھتے ہیں:بعض فقہاء نے تصریح کی ہے کہ گواہوں کی گواہی عقلی شواہد اور دلائل کے خلاف ہو تو قابل قبول نہ ہوگی ، علامہ ابن القیم نے مختلف مثالیں دی ہیں، شواہد وقرائن کا اعتبار ہوتا ہے، جیسا کہ مغنی، مبسوط، ولوالجیہ میں امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ کا موقف بیان کیا گیا ہے مثلاً اگر چار گواہ کسی عورت کی زنا کاری کی شہادت دیں اور بعد میںمعلوم ہو کہ یہ عورت باکرہ ہے اور طبی طور پر اس کی تصدیق بھی ہو جائے تو شہادت رد قرار پائے گی، یا مثلاً چار گواہ کسی مرد کے بارے میں گواہی دینکہ اس نے زنا کیا ہے لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ اس کا آلہ کٹاہوا ہے تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔

لیکن خبر مستفیض میں چونکہ قطیعت کی شان آجاتی ہے اس لئے اس کے مقابلہ میں فلکی حساب کا جو کہ زیادہ سے زیادہ ظن غالب کا فائدہ دیتا ہے اعتبار نہیں ہوگا۔

''قال الحلواني: الصحیح من مذہب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض في بلدۃ أخری وتحقق یلزمہم حکم تلک البلدۃ''(مجمع الأنہر ۱،۳۵۲)۔

اور رہا یہ مسئلہ کہ جب فلکی حساب کا ایک گونہ اعتبار ہے تو علامہ شامی، شربینی وغیرہ معتمد علماء نے کیوں انکار کیا ہے، اس پر بھی باحثین نے کلام کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پچھلے ادوار میں علم فلکیات کو ظن غالب کا درجہ حاصل نہیں تھا اس لئے شہادت کے بالمقابل فلکی حسابات قابل رد سمجھے جاتے تھے، لیکن آج قطعی تو نہیں ہے مگر اس سے غلبہ ظن ضرور مستفاد ہوتا ہے، ٹھیک ہے بہت سی مرتبہ اس حساب میں غلطیاں ہوتی ہیں بلکہ ماضی قریب میں بھی تمام تر ترقیات کے باوجود حساب غلط ثابت ہوا ہے جیسا کہ قاضی محمد حسین ماہمکر نے مختلف اخباری تراشے سے ثابت کیا ہے، مگر اتنی بات تو ماننی ہی ہوگی کہ آج غلطیاں شاذ ونادر ہیں یا پہلے کے مقابلہ میں بہت کم ہیں، دوسری طرف خبر میں صدق و کذب کا احتمال ہے نیز شہادت کی بنسبت بھی سو فی صد

قطعیت کا دعوی نہیں کیاجاسکتا ہے، اسی لئے اگر خیر مستفیض وغیر مستفیض میں فرق کیاجائے تو بے جانہ ہوگا، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فلکی حساب پر اعتماد کیاجارہا ہے بلکہ صرف اتنا ہے کہ فلکی حساب کی بنا پر شہادت اسی طرح متہم ہورہی ہے جس طرح عقلی بنا پر متہم ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ ۲۰۱۲ء میں رابطہ عالم اسلامی کانفرنس کی قرارداد مینکہا گیا ہے:

رویت ہلال کی شہادت مقبول ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ صحیح حقائق اور معتبر فلکی اداروں کی رو سے رویت ناممکن نہ ہو(مقالہ مولانا ولی اللہ مجید قاسمی)۔

مفتی تقی عثمانی صاحب نے بھی ''انعام الباری'' کی جلد پنجم میناپنا عندیہ یہی ظاہر کیا ہے ، وہ لکھتے ہیں: ''محض مطلع صاف ہونے کی صورت میں دوسروں کو نظر نہ آنے کی وجہ سے فقہاء کرام نے جم غفیر کی شرط لگادی تو جہاں بالکل ہی چاند کا نظر آنا ناممکن ہو وہاں پر جم غفیر کی شرط بطریق اولی ہونی چاہئے اور صرف دو آدمیوں کی شہادت مقبول نہ ہونی چاہئے ،اور بہت سے علماء عصر کا یہی موقف ہے اور ہمارا بھی رجحان اسی طرف ہے'' (انعام الباری۵،۴۹۵)۔

* * *

جدید فقہی تحقیقات

دوسرا باب

تفصیلی مقالات

رؤیت ہلال سے متعلق احکام ومسائل

مفتی انور علی اعظمی•

سوال (۱) (الف):

جواب: مطلع کے معنی چاند کے طلوع ہونے کی جگہ کے ہیں۔ مطلع کی حد کیاہے، اس کی تعیین علم ہیئت کی تشریحات کے مطابق مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ''فتح الملہم '' میں اس طرح ذکر کیاہے: ''قال علامۃ ابن عابدین: اعلم أن نفس اختلاف المطالع لا نزاع فیہ بمعنی أنہ قد یکون بین البلدتین بعد بحیث یطلع الھلال لیلۃ، کذا في إحدی البلدتین دون الأخری'' (فتح الملہم۳؍۱۱۳)۔

یعنی دو ایسے شہر جن کے درمیان اتنی دوری ہو کہ ایک رات میں چاند دونوں جگہ نظر نہ آسکتاہو تو ان دونوں شہروں کا مطلع الگ الگ مانا جائے گا۔ مولانا شبیر احمد عثمانینے مطلع کی حد بندی کے لیے جو بات ذکر کی ہےیہ ایک اصولی بات ہے۔ اس سلسلے میں علم ہیئت سے اس کی حدبندی اس طرح کی جاسکتی ہے کہ نیا چاند اوسطاً افق پر پچاس اکیاون منٹ کے قریب رہتاہے، دوسری رات اتنا ہی اضافہ ہوتاہے۔ مولانا تقی عثمانی مدظلہ العالی نے یہ مدت اڑتالیس منٹ ذکر کی ہے (درس ترمذی؍۴۱۲ مکتبہ زکریا)۔ لیکن سید شبیر احمد صاحب کا کاخیل مدیر فنی امور نے اپنی کتاب میں نئے چاند کے ایک رات میں مطلع پر رہنے کی مقدار اوسطاً اکیاون منٹ تحریر کی ہے (فہم الفلکیات؍۱۱۶)۔

ان باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے مطلع کی حدبندی کے سلسلہ میں عرض ہے کہ اگر دوشہروں کے درمیان غروب شمس میں پچاس منٹ کے قریب کا فاصلہ ہوتو ان کا مطلع ایک ماناجائے گا۔ ہمارے علماء اسی بناء پر اس بات کے قائل ہیں کہ ہندوستان کا مطلع ایک ہے، کیونکہ یہاں کے مختلف شہروں کے درمیان جو دوری ہے اور ان کے غروب میں جو فرق ہے وہ تقریباً اسی کے برابر ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اپنی متعدد تصانیف میں اس مسئلہ پر بحث کی ہے۔ جدید فقہی مسائل میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس لیے یہ بات انتہائی فطری اور منطقی ہے کہ مطلع کا اختلاف اور اسی لحاظ سے رمضان وعید کا اختلاف تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔ فقہائے متقدمین کے دور میں معلوم کائنات کی یہ وسعت دریافت نہ ہوئی تھی،اور ممالک ہی نہیں کئی براعظم سے دنیا بے خبر

• مفتی وشیخ الحدیث دار العلوم مئو۔

اور ناآشنا تھی، پھر اس میں مسلمان جزیرۃ العرب اور خلیجی علاقوں میں محدود تھے، اس وقت تک شاید یہ بات ممکن رہی ہو اور ان کے مطلع میں اتنا فرق نہ رہاہو، اسی کو الگ الگ سمجھاجائے، اس لیے فقاء نے اختلاف مطالع کا انکار کیا، چنانچہ فقہائے احناف میں بھی مختلف محققین نے اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے''۔

اس کے بعد مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مولانا عبدالحئی فرنگی محلی کے حوالے سے مراقی الفلاح، طحطاوی، اور فتاویٰ تاتارخانیہ کی عبارتیں نقل کرنے کے بعداخیر میں مولانا عبدالحئی صاحب کی یہ عبارت نقل کی ہے: ''اصح المذاہب عقلا ونقلا ہمیں است کہ ہردوبلدہ کہ فیما بین آنہا مسافت باشد کہ دراں اختلاف مطالع می شود وتقدیرش مسافت یک ماہ است دریں صورت حکم رؤیت یک بلدہ بہ بلدہ دیگر نخواہد شد دربلاد متقاربہ کہ مسافت کم ازکم یک ماہ داشتہ باشد حکم رؤیت یک بلدہ بہ بلدہ دیگر لازم خواہدشد''(مجموعۃ الفتاوی بحوالہ جدید فقہی مسائل۱،۹۳ مکتبہ مجلس تحقیقات اسلامی حیدرآباد)۔

مولانا عبدالحئی صاحب فرنگ محلی نے مطلع کی حد بندی کے سلسلہ میں جو رائے دی ہے وہ ان کے زمانہ کے حساب سے بہت مناسب ہے، البتہ اس سلسلہ میں تھوڑی سی اور گنجائش پیدا کرنی چاہیے کہ ایک ماہ کی مسافت کی قید کے بجائے جدید ماہرین فلکیات کے حساب اور ان کی رائے پر اعتماد کیاجائے، کیونکہ مولانا عبدالحئی صاحب کی حد بندی کے مطابق ایک ماہ کی مسافت چار سو اسیّ(۴۸۰) میل ہوتی ہے جو موجودہ پیمانہ کے حساب کے ۷۷۰کلومیٹر کے قریب ہوگی، جبکہ ماہرین فلکیات کے بیان کے مطابق نیا چاند مطلع پر پچاس منٹ کے قریب رہ سکتاہے، اس صورت میں جن دوشہروں کے درمیان سورج کے غروب میں پچاس منٹ کا فرق ہو ان کا مطلع ایک ہوناچاہیے اور وہ ایسے دو شہر بلادقریبہ میں آئیں گے نہ کہ بلاد بعیدہ میں۔ مثلاً ہندوستان کا مشرقی کنارہ آسام ہے اور مغربی کنارہ گجرات اور مہاراشٹر ہے، ان دونوں کناروں کے درمیان کا جو فاصلہ ہے وہ تقریباً دو ہزار کلومیٹر سے زیادہ ہے، اور ان کا مطلع ایک ہے، کیونکہ مطلع پر چاند رہنے کی جو حد ہے اسی کے دائرے میں ہندوستان کے یہ دونوں علاقہ آجاتے ہیں۔ شیخ وہبہ زحیلی اپنی مشہور کتاب ''الفقہ الاسلامی وادلتہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:''واختلاف المطالع لایکون فی أقل من أربعۃ وعشرین فرسخا'' یعنی اختلاف مطالع ۲۴ فرسخ یعنی ۷۲ میل سے کم میں نہیں ہوگا۔ لیکن انھوں نے دوسرے مقام پر مثال دے کر جو حد بندی کی ہے وہ اس طرح: '' ھذا مع العلم بأن نفس اختلاف المطالع لا نزاع فیہ فھو أمر واقع بین البلاد البعیدۃ، وأجمع أنہ لایراعی ذلك فی البلد أن النائیۃ جدا کالأندلس والحجاز وإندونیسیا والمغرب العربی'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ۲،۶۰۶۔۶۱۰)۔

یہ بات اسی یقین کے ساتھ ہے کہ اختلاف مطالع میں کوئی جھگڑا نہیں ہے، وہ بلاد بعیدہ کے درمیان ایک طے شدہ چیز ہے اور لوگوں کا اتفاق ہے کہ دور دراز کے شہروں

کا مطلع ایک نہیں ماناجائے گا، جیسے اندلس اور حجاز اور انڈونیشیا اور مغرب عربی۔ البتہ شیخ وہبہ زحیلی نے ممالک عربیہ کے درمیان باوجود دوری کے ان کے مطلع کے ایک ہونے کی وکالت کی ہے(جدید فقہی مسائل مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)۔

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ منعقدہ ۳،۴مئی ۷۶مختلف مکاتب فکر کے علماء اور نمائندہ شخصیتوں نے مل کر اس مسئلہ کی بابت جو فیصلہ کیاتھا وہ حسب ذیل ہے:

(۱) محققین احناف اور علماء امت کی تصریحات اور ان کے دلائل کی روشنی میں مجلس کی متفقہ رائے ہے کہ بلاد بعیدہ میناختلاف مطالع معتبر ہے۔

(۲) بلاد بعیدہ سے مراد یہ ہے کہ ان میں باہم اس قدر دوری واقع ہو کہ ان کی رؤیت میں ایک دن کا فرق ہوتاہے، ایک شہر میں ایک دن پہلے چاند نظر آتاہے اور دوسرے شہر میں ایک دن بعد۔ ان بلاد بعیدہ میں اگر ایک کی رؤیت دوسرے کے لیے لازم کردی جائے تو مہینہ کسی جگہ ۲۸کا رہ جائے گا اور کسی جگہ ۳۰دن کا قرار پائے گا۔

سوال (۱) (ب):

جواب: پاکستان کے مغربی حصے ایران سے لگے ہوئے ہیں ان کی دوری ہندوستان کے مشرقی حصوں سے بہت زیادہ ہے۔ علماء ہیئت اور فقہاء امت نے مطلع ایک ہونے کی جو حد بندی کی ہے اس میں اس بات کو بنیاد بنایاہے کہ دوایسے شہر جہاں ایک رات میں چاند نہ دیکھاجاسکتا ہو وہ بلاد نائیہ میں سے ہیں۔ جیسا کہ علامہ شبیر احمد عثمانی نے علامہ ابن عابدین کے حوالہ سے نقل کیاہے: ''إعلم أن نفس إختلاف المطالع لانزاع فیہ بمعنی أنہ قد یکون بین البلدتین بعد بحیث یطلع الہلال لیلۃ کذا فی إحدی البلدتین دون الأخری'' (فتح الملہم۳،۱۱۳)۔

اسی طرح مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء کی تجاویز میں بھی یہ تفصیل موجودہے۔ اس لیے جب یہ واضح ہوگیا کہ کیرالا اور پاکستان کے مغربی حصوں میں بسااوقات پہلے رؤیت ہوجاتی ہے تو ان علاقوں کا مطلع ہمارے مطلع سے الگ ہے اور وہاں کی رؤیت پر ہم اپنے ملک میں رؤیت کا اعلان نہیں کریں گے۔

سوال (۱) (ج):

جز(ج) کا جواب بھی اسی سے نکل آتاہے کہ ایسے علاقوں میں رؤیت ہوجانے پر ملک کے بقیہ حصے میںان کی رؤیت کا اعتبار نہیں کریں گے، بلکہ اپنے مطلع کی رؤیت پر عمل کریں گے۔

سوال (۱) (د):

جواب: جن علاقوں کا مطلع ایک ہے تو اگر کسی حصہ میں ۲۹تاریخ کو رؤیت ہلال کا ثبوت ہوجائے اور اس کا اعلان بھی کردیاجائے تو ملک کے دوسرے خطہ کے مسلمان اس اعلان پر عمل کریں گے، مگر اس کی بہتر شکل یہی ہے کہ دوسرے خطہ کے

قاضی یا ہلال کمیٹیاں پہلے اس کی تحقیق کریں اور جس حصے میں چاند ہوا ہے وہاں کے قاضی یا ہلال کمیٹی سے رابطہ قائم کریں، تحقیق وتفتیش کے بعد ہر شہر اور علاقہ میں قاضی اور کمیٹی کی جانب سے اعلان کیاجائے، تاکہ عوام میں انتشار نہ ہو اور مسلمانوں کی اجتماعیت میں کوئی خلل نہ پڑے۔ انفرادی طور پر لوگوں کو اس اعلان کے مطابق عمل کرنے کا اختیار دیاجانا انتشار کا سبب بنےگا۔ آج کے زمانے میں، جبکہ موبائل کی سہولت میسر ہے اور ملک کے ہر بڑے شہر میں ہلال کمیٹیاں متحرک ہیں، ان کے لیے نہ معلومات حاصل کرنا مشکل ہے اور نہ حالات کی تحقیق و تفتیش مشکل ہے۔ ملک میں امارت شرعیہ بہار واڑیسہ اور جمعیت علماء اور اسی طرح سے جمعیت اہل حدیث ان تنظیموں کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ان کے علاوہ تمام بڑے شہروں میں ہلال کمیٹیاں موجود ہیں، اس لیے اس وقت کسی ایک حصے میں ۲۹؍تاریخ کو رؤیت ہلال کا ثبوت ہوجانے پر دوسرے علاقہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ فوری طور پر جانچ پڑتال کرکے اپنے علاقہ کے مسلمانوں کو صورت حال سے آگاہ کریں، تاکہ ہر فرد کو الگ الگ فیصلہ کرنے کا موقع نہ ملے۔ چھوٹے چھوٹے گاؤں جہاں قاضی اور ہلال کمیٹی کا وجود نہیں ہے وہ اپنے قریب کے مرکزی شہر سے رابطہ قائم کرکے وہاں کے فیصلہ پر عمل کریں، اس وقت ہندوستان کے ایک بڑے حصے میں اسی طریقہ کار پر عمل ہورہاہے۔

الغرض مطلع ایک ہونے کی صورت میں اگر کسی حصہ میں ۲۹؍تاریخ کو رؤیت ہلال کا ثبوت ہوجائے تو دوسرے خطہ کے قاضی یا ہلال کمیٹیاں اس اعلان سے اپنے آپ کو مستغنی نہیں بناسکتی، بلکہ وہاں سے رابطہ بناکر شرعی دلائل کی روشنی میں اطمینان کرنے کے بعد اعلان کی پابند ہیں۔

سوال (۲، الف) :

جواب: عام طور پر اسلام کے اصول سادہ اور فطری ہیں۔ شریعت میں مختلف عبادتوں کے اوقات کے لیے ایسی چیزوں کو بنیاد بنایا ہے کہ جن کا سمجھنا اور جاننا ہر خاص وعام کے لیے ممکن ہے۔ اسی کا ایک جزو یہ ہے کہ شریعت نے قمری مہینوں کے بارے میں تکلفات سے کام لینے کے بجائے چاند دیکھنے یا مہینہ کے ۳۰؍دن مکمل کرلینے کو بنیاد قرار دیاہے۔ بخاری شریف میں عبداللہ ابن عمر کی حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں:''سمعت رسول اللہ ﷺ یقول:إذا رأیتموہ فصوموا وإذا رأیتموہ فأفطروا فإن غم علیکم فاقدروا لہ''۔

(میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جب چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب چاند دیکھو تو افطار کرو اور اگر تمہارے اوپر معاملہ پوشیدہ ہوجائے بدلی

وغیرہ کی وجہ سے تو ۳۰؍دن کی مقدار پوری کرو)۔

بخاری شریف کے حاشیہ پر ''فاقدروالہ'' کی تفسیر جمہور کے نزدیک ان الفاظ میں مذکور ہے:''معناہ قدروا عدد الشهر الذی کنتم فیہ ثلاثین یوما إذا الأصل بقاء الشهر وهذا هو مرضی عند الجمهور'' (بخاری شریف ۱؍۲۵۵)۔

رؤیت کے لیے فلکیاتی حساب سے مددلی جاسکتی ہے، جس کی تفصیل جزو (ب) میں آئیگی، لیکن فلکیات کے حساب سے چاند کے ثبوت کا فیصلہ نہیں کیاجاسکتا، جیسا کہ اس وقت ہندوستان میں شیعہ فرقہ کے بعض علماء علم فلکیات کی بنیاد پر پہلے ہی سے اعلان کردیتے ہیں کہ پہلی رمضان فلاں تاریخ کوہوگی اور عیدالفطر فلاں تاریخ کو۔ شریعت اسلام نے ان عبادتوں کو رؤیت ہلال سے جوڑا ہے، اس لیے اس کا فیصلہ چاند دیکھنے پر جاری ہوگا۔فلکیاتی حساب کی بنیاد پر پہلے سے فیصلہ کرنا درست نہیں ہے۔

علامہ وہبہ زحیلی اپنی کتاب الفقہ الاسلامی وادلتہ میں تحریر فرماتے ہیں: ''ولا یثبت الهلال بقول منجم أی حاسب یحسب سیر القمر لا في حق نفسہ ولا غیرہ؛ لأن الشارع أناط الصوم والفطر والحج برویۃ الهلال لا بوجودہ، إن فرض صحۃ قولہ فالعمل بالمراصد الفلکیۃ، وإن کانت صحیحۃ لایجوز'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲؍۶۰۰)۔

(اور چاند ایسے ماہر فلکیات کے قول سے ثابت نہیں ہوگا جو چاند کی رفتار کا حساب جانتا ہو نہ تو اس کے حق میں نہ اس کے علاوہ کے حق میں؛ کیونکہ شارع نے رمضان کی ابتداء اور عبدالفطر اور حج کورؤیت ہلال کےساتھ جوڑا ہے نہ کہ وجود ہلال کے ساتھ، اگر ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ ان کا حساب صحیح ہے جب بھی ماہرین فلکیات کی تحقیق پر عمل کرنا جائز نہیں)۔

علامہ شامی نے بھی رؤیت ہلال کے بحث میں ذکر کیاہے:

''مطلب:ماقالہ السبکی من الإعتماد علی الحساب مردود، مطلب:لا عبرۃ بقول المؤقتین فی الصوم.

قولہ:(ولا عبرۃ بقول المؤقتین) أي في وجوب الصوم علی الناس بل فی ''المعراج'' لا یعتبر قولهم بالإجماع ولا یجوز للمنجم أن یعمل بحساب نفسہ وفی ''النهر'' فلا یلزم بقول الإیضاح أی الهلال یکون فی السماء لیلۃ کذا وإن کان عدولا فی الصحیح کما فی الإیضاح'' (رد المحتار علی الدر المختار۲؍۳۱۶)۔

(لوگوں پر صوم کو واجب کرنے کے سلسلہ میں علم فلکیات کے علماء کا قول معتبر نہیں ۔ صاحب معراج نے اس مسئلہ کو اجماعی قرار دیا ہے اور منجم کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے حساب کے مطابق عمل کرے اور ''نہر '' میں '' ایضاح '' کے اس قول کی تردید کی ہے کہ منجم کے قول کو بنیاد بناکر یہ کہاجائے کہ چاند آسمان میں فلاں رات ہوگا اگرچہ منجمین کی یہ جماعت عادل ہو)۔

(ب):

جواب: اس سلسلہ میں ماہرین فلکیات سے اس حد تک مددلی جاسکتی ہےکہ اگر واقعی ۲۹؍تاریخ کو چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہ ہو اور اس کے باوجود اس خطہ سے شرعی شہادت ملتی ہے تو قاضی یا ہلال کمیٹی کے لوگ اس کی چھان بین میں زیادہ باریک بینی سے کام لیں اور جب تک کافی شہادت میسر نہ ہوجائے اور مختلف جگہوں سے اس کی تائید نہ ہوجائے رؤیت ہلال کا فیصلہ نہ کیاجائے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے ''قاموس الفقہ جلد پنجم '' میں بہت متوازن بات لکھی ہے:'' آج کل فلکیات کا فن زیادہ ترقی کرگیاہے اور افق پر کب چاند کی پیدائش ہوگی اور اپنی عمر کے لحاظ سے غروب آفتاب کے وقت وہ دیکھے جانے کے لائق رہے گا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں بہت حد تک صحیح پیشین گوئی کی صلاحیت وہ حاصل کرچکاہے۔ لہٰذا فی زمانہ اس سے اسی قدر مددلی جاسکتی ہے، ماہرین فلکیات جس دن چاند نظر آنے کو ناممکن قرار دیں اس دن کافی شہادت کے بغیر طلوع ہلال کا فیصلہ نہ کیاجائے '' (قاموس الفقہ ۳۴۳،۵)۔

مولاناتقی عثمانی نے ''بحوث في قضايا فقهيه معاصرة'' میں اس مسئلہ پر بہت طویل علمی بحث کی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں:''علماء فلکیات کے درمیان اس مسئلہ میں شدید اختلاف ہے کہ افق پر چاند کی پیدائش کے بعد کتنی مدت میں چاند کا دیکھنا ممکن ہے۔' ' وہ لکھتے ہیں:گرین وچ (Greenwich)کی رصدگاہ کی تحقیق کے مطابق چاند دیکھنے کی سب سے قریبی مدت یہ ہے کہ وہ سورج سے نو درجہ تین دقیقہ دور ہوجائے جب سورج افق کے نیچے پانچ درجہ جاچکا ہو اور چاند کی پیدائش پر ۴ء۱۵ گھنٹے گزر چکا ہو، لیکن اس وقت کی رؤیت کو بھی ماہرین نے حالات نادرہ میں شمار کیاہے۔ جہاں تک عام حالات میں رؤیت کا امکان ہے اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ چاند اور سورج کے درمیان دس درجہ اور ۳۰؍دقیقہ کی دوری ہوجائے تو ایک تیز نگاہ والے شخص کے لیے اس وقت دیکھنا ممکن ہے، جبکہ بادل گردوغبار نہ ہو۔ علماء فلکیات کی ایک بڑی تعداد یہ کہتی ہے کہ چاند رؤیت کے قابل اسی وقت ہوگا، جبکہ وہ سورج سے ۱۲؍درجہ دور ہوجائے، ابوریحان البیرونی نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ متقدمین نے ۱۲؍درجہ دوری کا اندازہ لگایاتھا، جبکہ متأخرین نےاسے گھٹاکر دس درجہ تک پہنچادیا، اس لیے کہ قدیم آلات کے مقابلہ میں آج کے نئے رصدی آلات زیادہ طاقتور ہیں۔ ان اصولی باتوں کو لکھنے کے بعد شیخ الاسلام مولانا تقی عثمانی تحریر فرماتے ہیں کہ اگر چاند سورج سے نودرجہ دور ہوتو رؤیت کے امکان نہ ہونے کا ہم قطعی فیصلہ کرسکتے ہیں، اگر دس درجہ ۳۰دقیقہ کی دوری ثابت ہوجائے اور اس کے بعد رؤیت ہلال کی خبر اور شہادت ایسے لوگ دیں جن کا شریعت میں اعتبار ہے تو ان کو قبول کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

اور اگر امکان رؤیت سے پہلے چاند دیکھنے کی شہادت دی جائے تو اسے قبول نہ

کیاجائے، کیونکہ حس اس کو جھٹلاتی ہے، البتہ اگر اسی صورت میں رؤیت کی خبر حدتواتر کو پہنچ جائے کہ تمام دیکھنے والوں کا جھوٹ پر اتفاق کرنا عقلاً ممکن نہ ہوتو اسی وقت خطاء کی نسبت حساب لگانے والے ماہر فلکیات کی طرف کی جائے گی اور ظاہر ہے کہ امکان رؤیت نہ ہونے کی صورت میں تواتر کبھی حاصل نہ ہوگا ہم نے یہ بات محض عقلی احتمال کی بنیاد پر ذکر کردی۔

''أما إذا كانت الشهادة برؤيته قبل ذلك فينبغى أن لا تقبل لكون الحس يكذبها لا إذا وصلت الأخبار فبلغ مبلغ التواتر بحيث لا يمكن تواطؤ الجميع على الكذب، فحينئذ يمكن نسبة الخطأ إلى الحساب والظاہر أن التواتر عند عدم إمكان الرؤية أمر لا يحصل أبدا أو إنما ذكرناه على سبيل احتمال عقلى فقط'' (بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ۲؍۲۴۷)۔

سید شبیر احمد کاکاخیل نے اپنی کتاب فہم الفلکیات میں اس مسئلہ میں تحریر فرماتے ہیں: ہماری صرف اتنی گزارش ہے کہ حسابات کے ذریعہ یہ معلوم ہو کہ جس دن چاند سورج سے پہلے غروب ہواہے تو اسی دن شہادت بالکل نہیں لینی چاہیے، اور حسابات کے ذریعے چاند کی تصویر اگر معلوم ہوجائے تو جن حضرات کا مشاہدہ اس سے مختلف ہو اس کو نہیں ماننا چاہیے، اس صورت میں فتویٰ حساب پر نہیں، بلکہ شہادت پر ہی ہوگا، لیکن شہادت پر جرح آسانی سے ہوسکے گی، دوسرے لفظوں میں حسابات حدیث شریف کے تابع ہوں گے، جوکہ ہوناچاہیے اور ''الشمس والقمر بحسبان'' (سورہ رحمن: ۵) پر بھی ہمارا عمل ہوجائے گا (فہم الفلکیات؍۱۶۵)۔

(ج):

جواب: جہاں تک ہم لوگ سمجھتے ہیں اس کا تعلق دیکھنے والوں کی رائے سے ہے اگر عام دیکھنے والے لوگ یہ کہتے ہیں کہ مطلع صاف ہے تو اس کو صاف ماناجائے اور مطلع کے صاف ہونے کی صورت میں رؤیت ہلال کے لیے جو شرائط ہیں ان کا اعتبار کیاجائے اور اگر دیکھنے والے لوگ یہ کہتے ہیں کہ مطلع ناصاف ہے، بادل اور گردوغبار کی وجہ سے چاند دیکھنا مشکل ہے تو مطلع کو ناصاف کہاجائے گااور بادل اور گردوغبار کی صورت میں رؤیت ہلال کی تصدیق کے لیے جو احکام فقہی کتابوں میں مذکور ہیں ان پر عمل کیاجائے۔ محکمہ موسمیات کو درمیان میں داخل کرنا یہ تکلف بڑھانے کی ایک شکل ہے ہمیں اس سے کوئی خاص سروکار نہیں ہوناچاہیے۔

(د):

جواب: ابر کی وجہ سے مطلع کے ناصاف ہونے کا ذکر حدیث شریف میں موجود ہے۔ فقہاء نے غیم کے ساتھ غبار کا اضافہ بھی کیا ہے ، اس لیے گردوغبار بھی مطلع کے صاف ہونے میں رکاوٹ ہے اور آج کل بہت سارے شہروں میں کل کارخانے اور گاڑیوں کے دھوؤں کی وجہ سے کثافت پائی جاتی ہے یہ کثافت بھی فضاء کو آلودہ کرتی

ہے اور اس کی وجہ سے بھی مطلع ناصاف ہوتاہے، خاص طور پر جاڑے کے موسم میں، جبکہ اوپر سے شبنم اور کہرہ گرتاہے اور نیچے کا دھواں اوپر نہیں چڑھ پاتا تو یہ کثافت بھی مطلع ناصاف ہونے کی ایک وجہ بن جاتاہے اس طرح مطلع صاف نہ ہونے میں یہ تمام چیزیں دخیل ہیں۔

(ہ):

جواب: اگر ۲۹؍شعبان کو مطلع ابرآلود ہو اور ایک شخص کی شہادت کی بنا پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کردیا، اس کے بعد رمضان کی ۳۰؍تاریخ مکمل ہوچکی، ۳۰؍رمضان کی شام کو موسم بالکل صاف ہو اور عیدکا چاند دیکھنے کی بہت کوشش کے باوجود کسی کو عید کاچاند دکھائی نہ پڑے تو اس سلسلہ میں صحیح قول یہی ہے کہ اگلا دن رمضان کا ماناجائے گااور عید نہیں منائی جائےگی،کیونکہ رمضان ایک آدمی کی شہادت سے ثابت ہوسکتا ہے اس کے علاوہ بقیہ مہینوں میں رؤیت کے ثبوت کے لیے دوعادل مرد یا ایک مرد دوعورتوں کی گواہی ضروری ہے، اس لیے ایک شخص کی گواہی سے رمضان کا ثبوت تو ہوگیاتھا، لیکن اس بنیاد پر مطلع صاف ہونے کی صورت میں ۳۰؍دن گزرنے کے بعد ہلال عید کا ثبوت نہیں ہوگا اور یہی مانا جائے گا کہ جس فرد واحد نے رمضان کے چاند کی گواہی دی تھی اس کو مغالطہ ہواتھا۔

''ولو صاموا (بقول عدل) حيث يجوز وغم هلال الفطر لا يحل على المذهب خلافا لمحمد كذا ذكره المصنف لكن نقل ابن الكمال عن الذخيرة أنه إن غم هلال الفطر حل اتفاقا، وفى الزيلعى:الأشبه إن غم حل وإلا لا۔

''فى الزيلعى الخ'' نقله لبيان فائدة لم تعلم من كلام الذخيرة وهى ترجيح عدم حل الفطر، إن لم يغم شوال لظهور غلط الشاهد؛ لأن الأشبه من الفاظ الترجيح'' (رد المحتار على الدر المختار،۳۲۲)۔

علامہ وہبہ زحیلی نے اس مسئلہ کی اس طرح وضاحت کی ہے:

''ولا يفطروا إن صاموا الثلاثين يوما بشهادة واحد؛ لأنه فطر فلا يجوز أن يستند إلى واحد، كما لو شهد بهلال شوال'' (الفقه الاسلامى وادلته ۲،۶۰۳)۔

سوال (۳) (الف):

جواب: جب مطلع صاف ہوتو ایک ایسی بڑی جماعت کا چاند کی گواہی دینا ضروری ہے جن کی خبر سے یقینی علم حاصل ہوجائے۔ جمع کثیر یا بڑی جماعت کی کوئی عدد متعین نہیں ہے، بلکہ یہ تعداد امام کی رائے پر موقوف ہے، جتنے لوگوں کی گواہی سے امام کو اطمینان حاصل ہوجائے وہی جمع کثیر کے حکم مینہے یہی حکم رمضان شوال اور ذوالحجہ کا ہے۔ عالمگیری میں ہے: ''وإن لم يكن فى السماء علة لم تقبل الاشهادة جمع كثير يقع العلم بخبرهم وهو مفوض إلى وإنما الإمام هو الصحيح، كذا فى الاختيار شرح المختار

وسواء فی ذلک رمضان وشوال وذوالحجۃ کذا فی السراج الوھاج'' (عالمگیری۱۰۹،۳)۔

امام طحاویؒ نے اس مسئلہ میں کچھ اختلاف کیاہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی خارج مصر سے آکر گواہی دے یا وہ اونچے مکان سے دیکھنے کی گواہی دے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔ امام مرغینانی اور صاحب اقضیہ اور فتاویٰ صغری نے امام طحاوی کے قول کو معتبرمانا ہے، لیکن ظاہر روایت میں خارج مصر اور مصر دونوں میں کوئی فرق نہیں کیاگیاہے، دونوں حال میں مطلع صاف ہونے کی صورت میں جمع کثیر کی شرط لگائی گئی ہے۔

چاند دیکھنے والوں کے لیے عدل کا وہ معیار باقی رکھنا جو فقہاء نے عدل کی تعریف میں لکھاہے اس دور میں مشکلات پیدا کرے گا۔ موجودہ دور میں یہ دیکھنا ہوگا کہ شہادت دینے والا معاشرہ میں فسق وفجور میں بدنام تو نہیں ہے، اگر وہ شخص مسلمانوں کے درمیان شریف اور نیک مانا جاتاہو، روزہ نماز کا پابندہو، اس کی نیکیاں برائیوں سے زیادہ ہوں تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی (الموسوعۃ الفقہیہ۲۵،۲۲، عالمگیری،۱۱۰)۔ اسی طرح مستورالحال شخص کی گواہی بھی قبول کی جائے گی (قاموس الفقہ،۳۴۴،۵)۔

شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم لکھتے ہیں:''ولکن تسامح الفقہاء المتاخرون في هذه الشروط نظرا إلى تغير أحوال الناس وانتقاص الوازع الدينى بحيث رأو أنہ إذا شترط المستوى المطلوب من العدالۃ أدى ذلك إلى إضاعۃ حقوق الناس فاكتفوا بأن يكون المخبر أو الشاہد صادق اللهجہ بحيث يغلب على الظن صدقہ '' (بحوث فی قضایا فقہیہ معاصرۃ ۲۱۸،۴)۔

مولانا کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء متاخرین نے لوگوں کے حالات میں تبدیلی آجانے کی بناپر عدالت کی شرائط میں تسامح سے کام لیاہے کیونکہ اگر عدالت کا وہ مطلوب معیار رکھاجائے تو لوگوں کے حقوق ضائع ہوجائیں گے۔ اسی لیے انھوں نے عدالت کے لیے اسی کو کافی سمجھاہے کہ مخبر یاشاہد سچا ہو اور اس کی سچائی کا گمان غالب ہو۔

اس زمانہ میں شاہد کے لیے یہی معیار بنانا انسب ہے۔

سوال (۳) (ب):

جواب: چاند دیکھنے والے پر لازم ہے کہ وہ قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کو چاند دیکھنے کی اطلاع صبح ہونے سے پہلے پہلے دیدے تاکہ وہ بروقت فیصلہ کرسکیں، اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ پردہ نشین خواتین اپنی ولی کی اجازت کے بغیر بھی جاسکتی ہیں کیونکہ یہ فرض عین ہے۔

''إذا رأى الواحد العدل هلال رمضان يلزمہ أن يشهد بها فى ليلتہ حرا كان أو عبدا ذكرا

كان أو أنثى حتى الجارية المخدرة تخرج وتشهد بغير إذن مولاها'' (قضايا فقهيہ معاصرہ ۱۰۸،۲)۔

چاند دیکھنے والے کابیان اصولی طور پر شہادت ہے، لہٰذا دیکھنے والے کا قاضی کے پاس یا رؤیت ہلال کیمٹی کےاراکین کے سامنے حاضر ہوکر شہادت دینا ضروری ہے۔

''وتتم الشهادة عندهم فى المصر أمام القاضي وفى القرية فى المسجد بين الناس'' (الموسوعة الفقهيہ ۲۵،۲۲، وكذا في فتاوى عالمگيريہ ۱۰۸،۲)۔

سوال (۳) (ج):

جواب: پچھلے زمانہ میں جب آج کی طرح خبر رسانی کے ذرائع اور آمدورفت کی سہولیات نہیں تھیں تو اس وقت بھی فقہاء نے یہ وضاحت کی ہے کہ اگر شہر کارہنے والا خبر دینے میں تاخیر کرے گاتو اس کی شہادت رد کردی جائے گی، کیونکہ اس نے اپنی ذمہ داری کو پورا نہیں کیا اور اگر دور دراز کا رہنے والا ہو اسی بناپر تاخیر ہوگئی ہوتو اس کی شہادت کو درست ماناجائے گا، ''فتاویٰ عالمگیری '' میں اس کی صراحت موجود ہے۔

وإذا شهد الشهود على هلال رمضان فى اليوم التاسع والعشرين أنهم رأو الهلال قبل صومكم بيوم إن كانوا فى السصر ينبغي أن لا تقبل شهادتهم؛ لأنهم تركوا الحسبة، وإن جاءوا من مكان بعيد جازت شهادتهم لإنتفاء التهمة، كذا فى الخلاصة'' (فتاوی عالسگیری ۱۱۲،۳)۔

آج کے دور میں جب ہرجگہ خبر رسائی کے ذرائع موجود ہیں، آمدورفت کی سہولیات حاصل ہیں، موبائل کے ذریعہ تھوڑی دیر میں ملک کے ہرگوشہ سے رابطہ قائم کیاجاسکتا ہے، جگہ جگہ دارالقضاء اور ہلال کمیٹی موجود ہے، اگر کوئی شخص بلاوجہ تاخیر سے اطلاع دیتاہے اور اس کی وجہ سے مسلسانوں کے مابین اختلاف وانتشار پیداہورہاہے تو اس کی خبر کو رد کردینے کی گنجائش ہے۔

سوال (۴) (الف):

جواب: صوبہ بہار واڑیسہ اور ملک دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضاء موجود ہے اگر وہاں کا قاضی چاند کا ثبوت ملنے بعد اعلان کرتاہے تو اس حلقۂ قضا کے تمام مسلمانوں کے لیے اس اعلان پر عمل کرنا ضروری ہے جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے:

''شهدوا أنہ شهد عند قاضى مصر كذا شاهدان برويۃ هلال في ليلۃ كذا وقضى القاضي بہ و وجد استجماع شرائط الدعوى قضى أى جاز لهذا القاضي أن يحكم بشهادتها؛ لأن قضاء القاضي حجۃ'' (فتاوی شامی ۳۲۰،۳)۔

اگر چاند کی اطلاع کسی رؤیت ہلال کمیٹی یا قاضی شریعت کی طرف منسوب ہے تو اس علاقہ کے لوگوں کے لیے اس پر عمل کرنا واجب ہوگا، اس لیے یہ محض اطلاع نہیں، بلکہ ایک فیصلہ کا اعلان ہے، دوسرے علاقہ کے لیے خبر کا درجہ رکھے گی اور وہاں کے ارباب وحل وعقد اور رؤیت ہلال سے متعلق ذمہ داروں پر موقوف رہے گا، اگر

اس خبر کو وہ فیصلہ کے لیے کافی سمجھیں تو اس بنیاد پر فیصلہ کردیں، ورنہ نہیں، مثلاً بہار میں امارت شرعیہ حیدرآباد اور دہلی میں ہلال کمیٹی قائم ہے تو اب بہاردکن اور دہلی کے ملحقہ علاقوں میں اس اعلان پر عمل کرنا ضروری ہوگا (جدید فقہی مسائل۱،۸۷)۔

سوال (۴) (ب):

جواب: اگر قاضی شریعت کی جانب یا کسی شہر کی ہلال کمیٹی کی جانب واضح طور پر نسبت کرکے ریڈیو یا ٹی وی پر اعلان کیاجائے تو یہ اعلان اعلان سلطان کے درجہ میں ہوگا، اور وہاں کے لوگوں کے لیے اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا، مثلاً اس طرح اعلان کیاجائے کہ امارت شرعیہ بہارواڑیسہ کے قاضی کی طرف سے یہ اعلان کیاجاتاہے یا امارت شرعیہ جمعیت علماء ہند کی طرف سے یہ اعلان کیاجاتاہے یا ہلال کمیٹی لکھنؤ کی طرف سے فلاں صاحب نے یہ اعلان کیاہے تو اس طرح کا واضح اعلان اس علاقوں کے لیے واجب العمل ہوگا، اور علان سلطان کے درجہ میں ہوگا۔ ''خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان أوفاسقا'' (فتاوی عالمگیری بحوالہ جدید فقہی مسائل۱،۸۷)۔

سوال (۴) (ج):

جواب: امارت شرعیہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رؤیت کا اعلان کردیا تو یہ اعلان ان کے حلقۂ اثر میں واجب العمل ہے، دوسری جگہوں کے لیے اس کی حیثیت ایک خبر کی ہے، دوسرے صوبے یا شہر کے لوگ رابطہ قائم کرنے کے بعد اپنی ہلال کمیٹی کے ذریعہ اس کی تصدیق کریں تو پھر یہاں کے لوگوں کے لیے بھی یہ اعلان واجب العمل ہوگا، اس وقت موبائل کے ذریعہ ہندوستان کے مختلف علاقوں سے رابطہ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی اور جب امارت شریعہ بہار واڑیسہ ہلال کمیٹی لکھنؤ جمعیت علماء ہند سے رابطہ کرنے کے بعد علاقائی ہلال کمیٹی کو اطمینان ہوجاتاہے تو ان کی طرف سے ہر شہر میں اعلان کیاجاتاہے، اس وقت یہی طریقہ کارہندوستان کے اکثر صوبوں اور شہروں میں معمول بہا ہے۔

''نعم لواستفاد الخبر فی البلد الأخری لزمهم علی الصحیح من المذهب'' (درمختار ۳،۳۲۰)۔

سوال (۴) (د):

جواب: ریڈیو یا ٹی وی سے اعلان کے معتبر ہونے کے لیے معلن کا مسلمان ہونا ہمارے اختیار سے باہر ہے، اگر اعلان کرنے والا متعین قاضی یا کسی خاص رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف نسبت کرتا ہے اور تجربات سے یہ تصدیق ہوتی ہے کہ یہ نسبت صحیح ہے تو اس پر اعتماد کرنا چاہیے ، لیکن ہندوستان میں میڈیا کا جھوٹ بولنا ایک عام بات ہے، اس لیے قاضی اور ہلال کمیٹیوں کو بھی چوکنا رہنا چاہیے کہ اگر ان کی طرف کوئی جھوٹی خبر منسوب کی جائے تو وہ فوراً اس کی تردید کریں،اس لیے کہ پچھلے سالوں میں

اسی طرح کی بعض خبریں مسلمانوں کے درمیان انتشار پھیلانے کے لیے نشر کی گئیں۔ ۱۴۳۹ھ میں عید کے موقع پر الہ آباد اور باندہ کے بارے میں ٹی وی پر یہ خبر دی گئی کہ وہاں چاند کی تصدیق کردی گئی اور خبر اس کے پہلے کی سنائی گئی اور جب وہاں کے مسلمانوں سے رابطہ کیاگیا تو ان لوگوں نے اس کی تردید کی۔ رمضان کی ۲۹؍تاریخ کو مسلمان بے چینی اور بے صبری سے چاند کا انتظار کرتے ہیں، عوام کا طبقہ اس کے لیے بے قرار رہتاہے، اس لیے اگر کہیں عجلت میں ٹی وی کی خبر کو بنیاد بناکر اعلان کردیاجائےگا تو وہ انتشار کا سبب بنے گا۔ ہندؤں کا ایک طبقہ مسلمانوں کے انتشار سے خوش ہوتاہے اور اخبارات ایسی خبروں کو جلی سرخیوں میں شائع کرتے ہیں، اس لیے احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ جس ادارہ کی طرف سے اعلان ہورہا ہے وہاں سے بھی رابطہ کرلیاجائے۔

سوال (۵) (الف):

جواب: ہر مہینہ کو تیس دن کا شمار کرنا اور اس کو بنیاد بناکر رمضان اور عیدین کا فیصلہ کرنا درست نہیں ہے، اس لیے کہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ مہینہ انتیس کا بھی ہوتاہے اور تیس کا بھی۔

جیسا کہ ابن عمرؓ اللہ کے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں: ''عن النبی ﷺ أنہ قال:إنا أمۃ أمیۃ لا نکتب ولا نحسب الشھر ھکذا وھکذا، یعنی مرۃ تسعا وعشرین ومرۃ ثلثین'' (بخاری شریف ۱؍۳۵۶)۔

اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم امی لوگ ہیں، بہت زیادہ لکھنا اور حساب کتاب کرنا نہیں جانتے، مہینہ کبھی انتیس کا ہوتاہے اور کبھی تیس کا۔

اگر برطانیہ وغیرہ کے لوگ تمام مہینوں کو تیس کا شمار کریں گے تو تین سالوں کے بعد ان کے یہاں رمضان کا مہینہ شوال ہوجائے گا، اور ان کے یہاں کے آنے والے لوگ کبھی صحیح وقت پر اپنے حساب سے حج نہیں پاسکتے۔

سوال (۵) (ب):

جواب: چاند کی رؤیت کے لیے ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد کرنے کو قدیم وجدید تمام فقہاء نے رد کردیاہے ، کیونکہ حدیث کے صریح الفاظ سے یہی معلوم ہوتاہے کہ رمضان اور عید کے ثبوت کے لیے بصری رؤیت کا اعتبار ہے، ماہرین فلکیات کے قول پراعتماد درست نہیں ہے۔

شیخ وہبہ زحیلی اپنی مشہور کتاب ''الفقہ الاسلامی وادلتہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:''ولا یثبت الھلال بقول منجم أی حاسب یحسب سیرالقمر، لا فی حق نفسہ ولا غیرہ؛ لأن الشارع أناط الصوم والفطر والحج برؤیۃ الھلال لا بوجودہ وإن فرض صحۃ قولہ فالعمل

بالمراد صدالفلکیۃ وإن کان صحیحہ لایجوز'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲،۶۰۰)۔

شامی، عالمگیری اسی طرحفقہ کی اور دوسری مشہور کتابوں میں یہ صراحت موجود ہے۔ مولانا تقی عثمانی مدظلہ نے اسی کو اختیار کیاہے۔

بلکہ اگر پورے ملک کا مطلع ابر آلود رہتاہے تو قریبی ممالک کی رؤیت کا اعتبار ہے اور اسی کے حساب سے عمل کیاجائے گا۔

سوال (۵) (ج):

جواب: ریڈیو کے اعلان کی حیثیت ایک خبر کی ہے، اگر یہ اعلان رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف منسوب ہے تو دوسرے علاقے کے لوگوں کے لیے اس اعلان کو قبول کرنے کی شکل یہ ہے کہ وہاں کے ارباب وحل وعقد اور رؤیت ہلال کمیٹی کے لوگ اگر اس خبر پر اعتماد کرتے ہیں اور اس کو فیصلہ کے لیے کافی سمجھتے ہیں تو اس بنیاد پر اپنے یہاں بھی وہ اعلان کراسکتے ہیں۔ خاص طور پر اس صورت میں جب کہ متعدد جگہوں سے ایک چھوٹے سے ملک میں رؤیت کا اعلان الگ الگ شہر اور صوبے کی ہلال کمیٹیوں کی نسبت کرکے متعدد شہر اور اسٹیشن سے اعلان ہورہاہو اور اعلان کی سچائی میں کسی طرح کا شبہ نہ ہو تو دوسرے علاقہ کی ہلال کمیٹی کے لوگ اپنے یہاں بھی اعلان کراسکتے ہیں بلکہ استفاضہ کی شکل میں اس کو قبول کرنا ضروری ہوجاتاہے۔ علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں: ''نعم لواستفاض الخبر فی البلدۃ لزمھم علی الصحیح من المذھب'' (رد المحتار علی الدر المختار ۳،۳۲۱)۔

مولانا تقی عثمانی مدظلہم العالی نے استفاضہ کی بحث کرتے ہوئے یہ تحریر کیاہے:''وفسر الأصولیون الإستفاضۃ بأنھا مازادت نقلتہ علی ثلث وھی بھذا التفسیر أعم مما فسرھا بہ قلت و ماذکر الابي فی تفسیر الإستفاضۃ عن الأصولین قالہ ابن الحاجب والمستفیض ما زاد نقلتہ علی ثلثۃ وقال ابن السبکی من الشافعیۃ، وأقلۃ اثنان وقیل ثلثۃ''۔

ان کی بحث کا خلاصہ ہے کہ اصولیین نے استفاضہ کی تفسیر میں یہ حد بندی کی ہے کہ اس کی نقل کرنے میں تین سے زیادہ افراد ہوں جبکہ دردیرؒ نے استفاضہ کی تحدید میں یہ لکھاہے کہ اسکو نقل کرنے والی ایک بھاری جماعت ہو۔ علامہ عبدالسلام سے یہ منقول ہے کہ استفاضہ کے لیے ضروری ہے کہ اس خبر کو نقل کرنے والے اتنے لوگ ہوں کہ ان کے ذریعہ علم حاصل ہوجائے یاکم از کم گمان غالب کے درجہ کو پہنچ جائے ، چاہے تواتر کے درجہ کو نہ پہنچے۔ لہٰذا اگر متعدد ریڈیو اسٹیشنوں سے مختلف شہروں کی ہلال کمیٹیوں کی جانب سے برطانیہ جیسے ملک میں کوئی خبر نشر کی جاتی ہے تو اس صورت میں اس خبر کی سچائی کا ظن غالب ہوجائے گا، اور دوسرے علاقوں کے ذمہ داران کے لیے اعلان کرنا درست ہوگا۔

سوال (۵) (د):

جواب: فقہاء کے کلام میں یہ صراحت موجود ہے کہ ایک بلد میں چاند نہیں دیکھاگیا، دوسرے قریبی بلد میں چاند دیکھاگیا اور جہاں چاند نہیں دیکھا گیا یا وثوق ذرائع سے وہاں خبر بطور استفاضہ پہنچ گئی تو اس کا اعتبار کرنا لازم ہوگا۔

درمختار کی یہ عبارت پہلے ذکر کی جاچکی ہے:

''لواستفاض الخبر فی البلدة الأخری لزمهم علی الصحیح من المذهب'' (رد المحتار علی الدر المختار ۳،۳۲۱)۔

البتہ استفاضہ کے تحقق کے لیے جو معیار ہے وہ پورا ہونا چاہیے۔ وہ خبر اتنے لوگوں کے ذریعہ پہنچے کہ دوسرے شہر کے ارباب حل وعقد کو رؤیت کا علم یا کم از کم ظن غالب ہوجائے۔

مولانا عبدالحئی لکھنؤی کی عبارت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم نے جدید فقہی مسائل میں ذکر کیہے، اس کا کچھ حصہ نقل کیاجاتاہے:

شہرت اخبار معتبر است اگر از شہرے خبرے رسیدہ کہ بہ شب گذشتہ در آنجا رؤیت ہلال شد یا بوساطت تاربرقی دریافت این امرشد تا وقتیکہ شہرت آں از تحریرات کثیرہ واخبار عدیدہ معلوم نہ شود اعتبارآں نباید ساخت (مجموعۃ الفتاوی بحوالہ جدید فقہی مسائل ۱،۸۵)۔

واقعہ یہ ہے کہ رؤیت ہلال میں خبروں کو مشہور ہونا معتبر ہے اگر کسی شہر سے خبر پہنچے کہ گذشتہ شب وہاں چاند دیکھا گیا، یا تار کی وساطت سے اس امر کی اطلاع ملی تو جب تک بہت سی تحریروں اور متعدد خبروں سے اس کی اطلاع نہ ہوجائے اس کا اعتبار نہیں ہوناچاہیے۔

دوسرے شہر یا صوبہ میں ثبوت رؤیت کا آسان طریقہ یہ ہے کہ باقاعدہ ایک صوبہ کے قاضی شریعت یا ہلال کمیٹی کے لوگ جو شہادت لے کر رؤیت ہلال کی تصدیق کرچکے ہیں، دوسرے صوبہ کی ہلال کمیٹی کے لوگ ان سے براہِ راست رابطہ کرے یا قاضی شریعت کی طرف سے نامزد افراد سے رابطہ قائم ہوجائے، تو اس خبر کا بھی دوسرے شہر یا صوبہ کے ذمہ داران اعتبار کریں گے اور استفاضہ کی متبادل شکل پیدا ہوجائے گی، جبکہ متعدد صوبوں کے قاضی یا ہلال کمیٹی کے ذمہ داروں سے یہ بات ہوجائے۔

سوال (۶) (الف):

جواب:رؤیت ہلال کے اعلان کے لیے ہرجگہ یکساں صورت حال نہیں ہے، شرح وقایہ کے حاشیہ پر جو عبارت مذکور ہے اس سے یہ مفہوم ہوتاہے:

(۱) اول یہ کہ مسلمان بطور خود ہندوستان جیسے ملک میں جہاں حکومت دوسروں کے ہاتھ میں ہے وہاں اپنے اجتماعی معاملات کے حل کے لیے کسی امیر کا انتخاب کرلیں،

یا باہمی رضامندی سے قاضی مقررکرلیں، اور وہ متعین شخص مسلمانوں کے اجتماعی شرعی مسائل مثلاً رؤیت ہلال وغیرہ کا فیصلہ کرے۔ فتح القدیر، بحر، شامی وغیرہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔

(۲) ایسا نہ ہوسکے تو اجتماعی طور پر رؤیت ہلال کمیٹی بنالی جائے جس میں علماء فقہ اور ارباب افتاء بھی ضرور ہوں اور وہی رؤیت ہلال کا فیصلہ کریں۔

(۳) دیہات وغیرہ میں بھی جہاں ایسی کمیٹی بنایا جاناممکن نہ ہو تو وہاں موجود علماء خود فیصلہ کریں۔ مولانا عبدالحئی لکھنؤیؒ تحریر فرماتے ہیں: ''العالم الثقۃ فی بلدۃ لاحاکم فیھا قائم مقامہ'' (قاموس الفقہ ۳۴۷،۵)۔

سوال (۶) (ب):

جواب:جہاں باقاعدہ رؤیت ہلال کمیٹی موجود ہے اور عوام وخواص اس طرح کے مسائل میں ان سے رجوع کرتے ہیں اور کمیٹی کے لوگ باقاعدہ خاص خاص موقعوں پر اپنی ذمہ داری سمجھ کر اپنی بیٹھک کرتے ہیں، ملک کے مختلف علاقوں سے رابطہ کرتے ہیں اور پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ کام انجام دیتے ہیں، رؤیت ہلال کا اعلان کرنا انھیں کا حق ہے جو عالم اور مفتی اس کمیٹی میں شامل نہیں ہے وہ کمیٹی میں آکر اپنی رائے دے سکتاہے، لیکن فیصلہ کے بغیر تنہا اعلان کرنے کا مجاز نہیں، اس کا اکیلے اعلان کرنا امت میں انتشار پھیلانے کا سبب ہے۔ اسی طرح اگر کسی شہر میں کوئی تنہا عالم یہ ذمہ داری نبھاتا ہے اور شہر کے مسلمانوں نے اس کو قاضی کی حیثیت سے تسلیم کررکھاہے، اس کے فیصلہ کو لوگ مانتے ہیں اور شرعی مسائل سے اچھی طرح واقف ہے، لوگوں کا معتمد علیہ ہے، تو وہ بھی بحیثیت قاضی یہ کام انجام دے سکتاہے۔ اس وقت تمام بڑے شہروں میں ہلال کمیٹیاں یا قاضی موجود ہیں، اور ان کے ذریعہ یہ کام سہولت کے ساتھ ہورہاہے، یہ طریقہ زیادہ بہتر ہے۔

سوال (۶) (ج):

جواب:جہاں رؤیت کے فیصلہ واعلان کا نظام موجود ہے وہاں اگر اس سے ہٹ کرکوئی اعلان کیاجاتاہے خواہ کسی فرد کی طرف سے یا ادارہ کی طرف سے تو اس کا ہرگز اعتبار نہیں کیاجاناچاہیے، کیونکہ اس کا مقصد سوائے جماعت مسلمین کے درمیان انتشار پیدا کرنے کے اور کچھ نہیں، اور اس بنیاد پر تمام مسلمانوں کو نہ روزہ رکھنا چاہیے اور نہ عید کرنا چاہیے۔ ورنہ قاضی متعین کرنا اور ہلال کمیٹی بنانا بالکل لغو ہوجائے گا، اور لوگ بددل ہوکر اپنی ذمہ داریوں سے کنارہ کش ہوجائیں گے۔

(د): روزہ توڑنے کی صورت میں قضاء واجب ہوگی، کیونکہ شبہ کی وجہ سے کفارہ ساقط ہوجاتاہے، جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں اس کی صراحت ہے۔

''حتی لو أفتاہ مضت یعتمد علی قولہ او سمع حدیثا ولم یعلم تأویلہ لم یکفر للشبھۃ ولو

أخطأ المفتی‘‘ (درمختار علی الرد۳،۳۴۶)۔

ترجمہ: یہاں تک کہ اگر کسی ایسے مفتی نے فتویٰ دے دیا جس کے قول پر اعتماد کیاجاتاہے یا اس نے کوئی حدیث سن رکھی تھی اور اس کا صحیح مطلب نہیں جانتاتھا تو شبہ آجانے کی بناپر کفارہ نہیں دےگا اگرچہ مفتی سے غلطی ہوگئی ہو۔

سوال (۷) (الف):

جواب:اگر کسی شہر میں متعدد ہلال کمیٹیاں قائم ہیں تو عام طور پر اس کی بنیاد مسلکی اختلاف ہے اور اس معاملہ میں سب سے زیادہ تشدد بریلوی مسلک کے لوگ برتتے ہیں، ہندوستان کے موجودہ ماحول میں مسلکی اختلافات کو ہوا دینا انتہائی خطرناک ہے، ہمارے قریب میں بنارس شہر میں مشترکہ ہلال کمیٹی ہے جس میں مختلف مسالک (دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث) کے علماء شامل ہیں، ہمارے شہر مئو میں بھی ہلال کمیٹی اسی طرح مشترک ہے، لیکن ہمارے فیصلہ کے بعد بریلوی مسلک کے لوگ گھوسی اور مبارکپورمیں جہاں بریلوی حضرات کی معتدبہ تعداد ہے وہ اپنے علماء کے فیصلہ کے بغیر کوئی اعلان نہیں کرتے، اس لیے اگر جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے علماء کو بھی صوبائی اور ملکی پیمانے پر ہلال کے مسئلہ میں کسی طرح سے رابطہ میں رکھاجائے تو بہت حد تک اتحاد کی شکل بن سکتی ہے۔

اہل حدیث علماء کا رویہ اس معاملہ میں معتدل ہے اور وہ ہرموقع پر ہمارے ساتھ بیٹھ کر بات چیت کے لیے تیار رہتے ہیں، فیصلہ سے اتفاق کرتے ہیں۔ اصل مسئلہ بریلوی طبقہ کو ملانے کا ہے، اسی پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

سوال (۷) (ب):

جواب:ملکی سطح پر رؤیت ہلال کے موضوع پر کام کرنے والے اداروں میں اس وقت زیادہ دلچسپی لینے والے ادارے چند ہیں:(۱)امارت شرعیہ بہار واڑیسہ (۲) جمعیت علماء ہند (۳) دارالعلوم دیوبند (۴) ہلال کمیٹی لکھنؤ (۵) اشرفیہ مبارکپور (۶) مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی اہل حدیث۔ شمالی ہند میں انہیں اداروں کو اعلان کا لوگ انتظار کرتے ہیں ویسے اس وقت اکثر شہر وں میں ہلال کمیٹی قائم ہوچکی ہے لیکن یہ کمیٹیاں بھی اپنے مرکزی اداروں کے فیصلوں کو اہمیت دیتی ہیں اور ان کا انتظار کرتی ہیں اگر کسی شہر میں چاند دیکھا جائے اور رؤیت عامہ نہ ہو تو اس شہر کی کمیٹی کے لوگ دیکھنے والوں سے گواہی لینے کے بعد اپنا رابطہ کسی مرکز کمیٹی سے بنائیں اور مرکزی ادارے آپس میں ایک دوسرے سے رابطہ میں رہیں اور مطلع ایک ہونے کی صورت میں اگرہماری مرکزی کمیٹیاں اتفاق کے بعد اعلان کریں تو بہت حد تک انتشار دور ہوسکتاہے۔

اگر کسی چھوٹے شہر یا قصبہ میں چاند کی رؤیت ثابت ہوتی ہے اور وہاں کے لوگ مرکزی کمیٹیوں سے رابطہ نہیں کرتے، بلکہ اپنے آپ کو اعلان کرنے میں مستقل بالذات

سمجھتے ہیں تو اس کی وجہ سے انتشار پیدا ہوتاہے۔ انتشار کو دور کرنے کی یہی شکل ہے کہ چھوٹی جگہوں پر چاند کی رؤیت ثابت ہونے کے بعد اعلان سے پہلے مرکزی کمیٹی کو اطلاع دینا ضروری ہے، اس لیے کہ ملک کا بڑا طبقہ مذکورہ مرکزی اداروں کے اعلان کا انتظار کرتاہے اور جب تک کوئی مرکزی تنظیم اعلان نہیں کرتی اس وقت تک ملک کا بڑا طبقہ مطمئن نہیں ہوتا۔

اگر یہ مرکزی تنظیمیں اعلان سے پہلے آپس میں رابطہ قائم کرلیں تو بہت حد تک کنٹرول کیاجاسکتاہے۔

سوال (۸) (الف):

جواب:جن ملکوں میں عام طور پر آسمان ابر آلود نہ رہتاہواور آنکھوں سے رؤیت ہوجاتی ہو، ایسے علاقوں میں اگر کبھی مطلع صاف نہ ہو اور کھلی آنکھوں سے چاند نہ دیکھاجاسکےتو ماہرین فلکیات کی رائے کو قبول نہیں کیاجاسکتا۔ جمہور فقہاء کے نزدیک چاند کے مسئلہ میں فلکیاتی حساب اور علم نجوم کا کوئی اعتبار نہیں۔ ''شامی، طحطاوی، عالمگیری، الفقہ علی المذاہب الاربعہ ''ان تمام کتابوں میں اس کی صراحت موجود ہے:''الفقہ الاسلامی وادلتہ '' میں مذکور ہے: ''ولا یثبت الھلال بقول منجم أی حاسب یحسب سیر القمر لا فی حق نفسہ ولا غیرہ؛ لأن الشارع أناط الصوم والفطر والحج برؤیۃ الھلال لا بوجودہ إن فرض صحۃ قولہ، فالعمل بالمراصد الفلکیۃ وإن کانت صحیحۃ لایجوز'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ۲؍۶۰۰)۔

''کتاب الفقہ علی المذاھب الأربعہ'' میں بھی مذکور ہے:''لا عبرۃ بقول المنجین فلا یجب علیہ الصوم بحاسبھم ولا علی من وثق بقولھم... أما قول المنجین فھو إن کان مبنیا علی قواعد دقیقۃ، فإذا نراہ غیر منضبط بدلیل اختلاف آرائھم أغلب الأحیان، وھذا ھو رأی ثلاثۃ من الأئمۃ وخالف الشافعیۃ!

الشافعیۃ قالوا:یعتبر قول المنجم فی حق نفسہ وحق من صدقہ ولا یجب الصوم علی عموم الناس بقولہ علی الراجح'' (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ۱؍۵۰۰)۔

سوال (۸) (ب):

جواب:ان ملکوں میں بھی ثبوت ہلال کے لیے ماہرین فلکیات کی رائے پر عمل کی گنجائش نہینہے، اس لیے کہ منجمین کا قول اگرچہ باریک قواعد پر مبنی ہوتاہے لیکن وہ بہت مرتبہ غلط ثابت ہوتاہے، اور خود منجمین کی رائے میں بھی بہت ساری جگہوں میں اختلاف پایاجاتاہے، جیسا کہ الفقہ علی مذاہب الاربعہ میں مذکور ہے: ''أما قول المنجمین فھو إن کان مبنیا علی قواعد دقیقۃ، فإنا نراہ غیر منضبط بدلیل إختلاف آرائھم فی أغلب الأحیان''(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ۱؍۵۰۰)۔

مولانا تقی عثمانی مدظلہ العالی نے اپنی کتاب ''بحوث قضایا فقہیہ معاصرہ''

میں تحریر کیاہے: ''وهكذا اعترف الفلكيون فى ذلك العصر أنہ لا يكمن القطع بوجوب روية الهلال أو إمتناعہ على أساس الحساب قال أبوريحان الفلكى المشهور:إن علماء الهيئة مجمعون على أن المقادير المفروضة فى أداء أعمال رؤية الهلال هى أبعاد لم يوقف عليها إلا بالتجربة، وللمناظر أحوال هندسية يتفاوت لأجلها المحسوس بالبصر فى العظم والصغر وفيما اذا تأملها متأمل منصف لم يستطع بت الحكم على وجوب روية الهلال أو إمتناعها'' (بحوث فى قضايا فقهيہ معاصرہ ۲،۲٤۸)۔

ایسے ہی ماہرین فلکیات نے اس زمانہ میں اس بات کا اقرار کیاکہ حساب کی بنیاد پر چاند کے دیکھے جانےیانہ دیکھے جانے کا قطعی فیصلہ کرنا ممکن نہیں۔ مشہور ماہر فلکیات نے اپنی کتاب میں اس بات کا اقرار کیاہے، جیسا کہ مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہے۔

اس دور میں اگرچہ علم فلکیات نے بہت ترقی کی ہے، مگر پھر بھی علماء اہل سنت والجماعت کا موقف یہی ہے کہ رؤیت ہلال کا ثبوت ماہرین فلکیات کے قول پر نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ شریعت نے روزہ رکھنے اور عید کرنے کو بصری رؤیت کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔ جیسا کہ علامہ وہبہ ذحیلی کی عبارت ذکر کی جاچکی ہے۔ ''لأن الشارع أناط الصوم والفطر والحج برؤية الهلال لا بوجوده إن فرض صحة قولہ فالعمل بالمراصد وإن كان صحيحة لايجوز'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ۲،۶۰۰)۔

سوال (۸) (ج):

جواب:اگر کسی تاریخ کے بارے میں ماہرین فلکیات کی رائے ہو کہ آج افق پر چاند قابل رؤیت نہیں اور آج سائنسی اعتبار سے ممکن نہیں تو اگر اس دن رؤیت کی شہادت خبر واحد کی شکل میں ہو تو اس میں رد کرنے کی گنجائش ہے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی کی رائے قابل توجہ ہے جو انھوں نے قاموس الفقہ میں تحریر کیاہے۔

آج کل فلکیات کا فن زیادہ ترقی کرگیاہے اور افق پر چاند کی پیدائش کب ہوگی اور اپنے عمر کے لحاظ سے غروب آفتاب کے وقت وہ دیکھے جانے کے لائق ہے یانہیں ، اس سلسلے میں بہت حد تک پیشین گوئی کی صلاحیت وہ حاصل کرچکاہے، لہٰذا فی زمانہ اس سے اس قدر مدد لی جاسکتی ہے کہ ماہرین فلکیات جس دن چاند نظر آنے کونا ممکن قراردیں اس دن کافی شہادت کے بغیر طلوع ہلال کا فیصلہ نہ کیاجائے (قاموس الفقہ۵،۳۴۳)۔

مولانا تقی عثمانی نے طویل اصولی بحث کرنے کے بعد نتیجہ یہ نکالا ہے کہ اگر سورج چاند سے نودرجہ دور ہوتو ہم امکان رؤیت کے نہ ہونے کا قطعی فیصلہ کرسکتے ہیں۔ مولانا تقی عثمانی فرماتے ہیں: ''يمكن أن نقطع بعدم إمكان الروية قبل أن يبعد القمر من الشمس بتسع درجات'' (بحوث فى قضايا فقهيہ معاصرہ۲،۲۴۸) جیسا کہ اس کی تفصیل سوال

نمبر (۲) میں ذکر کی جاچکی ہے۔

لہٰذا اگر اس صورت میں شہادت خبر واحد کی شکل میں ہو تو اسے قبول نہیں کرناچاہیے، کیونکہ حس اس کو جھٹلارہی ہے، اور اگر تواتر کی حد کو پہنچ جائے تو اس صورت میں اسے قبول کیاجائے گا، اور غلطی کو ماہرین فلکیات کی جانب منسوب کیاجائے گا، لیکن اس صورت میں تواتر حاصل نہیں ہوسکتا، ہم نے صرف ایک عقلی امکان کاذکر کیاہے ۔

''أما إذا كان الشهادة قبل ذلك ينبغى أن لا تقبل لكون الحس يكذبها إلا إذا وصلت الأخبار مبلغ التواتر بحيث لا يمكن تواتر الجميع على الكذب، فحينئذ يمكن نسبة الخطأ إلى الحاسب، والظاهر أن التواتر عند عدم إمكان الروية أثر لا يحصل أبدا، وإنما ذكرنا على سبيل إحتمال عقلي فقط واشتراط التواتر فى هذه الحالہ مثل ما اشترط الحنفية من الإستفاضة، أو التواتر عند كون السماء مصحية، واللہ سبحانہ تعالى أعلم'' (بحوث فى قضايا فقہيہ معاصرہ۲،۲۴۸)۔

لہٰذا اس مسئلہ میں خبر واحد اور خبر مستفیض دونوں صورتوں میں فرق کرنا مناسب ہوگا۔ خبر واحد کی شکل میں جرح ڈھنگ سے کی جائے تاکہ اگر دیکھنے والے کو شبہ ہو اور ایسا بکثرت ہوتاہے تو وہ اپنی شہادت واپس لےلے۔

سید شبیر احمد کاکاخیل نے اپنی کتاب ''فہم الفلکیات '' میں اسی کی ترجمانی کی ہےوہ لکھتے ہیں کہ ہماری صرف اتنی گذارش ہے کہ حساب کے ذریعہ یہ معلوم ہو کہ جس دن چاند سورج سے پہلے غروب ہو اس دن اس کی شہادت بالکل نہیں لینی چاہیے، اور اگر کوئی شہادت دیتاہے تو اس پر جرح آسانی کے ساتھ ہوسکتی ہے۔

* * *

رؤیت ہلال سے متعلق مطلع کے حدود اور جدید تحقیقات

ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی•

سوال نمبر (۱) کا جواب:

الف: مطلع کی تعریف:

مطلع اسم ظرف ہے لغت کے رو سے اس کے معنی ہیں: طلوع ہونے کی جگہ، فیومی رقمطراز ہیں: ''طلعت الشمس طلوعاً من باب قعد، ومَطلعاً بفتح اللام وکسرہا، وکل ما بدا لک من علو فقد طلع علیک'' (فیومی، المصباح المنیر۱۹۴،۱۹۵، بیروت، المکتبۃ العصریہ) (طلعت الشمس (سورج نکلا) باب نصر سے ہے، اور مطلع لام کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ پڑھاگیا ہے، اور ہر وہ چیز جو اوپر سے نظر آئے، تو وہ تمہارے حق میں طلوع ہوئی)۔

مطلع کی اصطلاحی تعریف:

سورج یا چاند کے طلوع ہونے کی جگہ کو مطلع کہتےہیں، یعنی مشرق یا پور ب کا وہ حصہ جہاں سے سورج یا چاند نکلتا ہے، مطلع کہلاتا ہے۔

جبکہ زمین پر چاند کا طلوع مغرب سے مشرق کی طرف تدریجی شکل میں ہوتا ہے، چنانچہ سورج ڈوبنے کی جگہ سے بائیں ترچھی سمت میں چاند نظر آتا ہے، اس طرح کہ غروب شمس سے پہلے سورج اور چاند کا اتصال ہوتا ہے اور دونوں کا ٹھہراؤ زمین کے ساتھ ایک خط پر ہوتا ہے، پھر سورج ڈوبنے سے تقریباً ۶۱ منٹ پہلے چاند سورج سے جدا ہوجاتا ہے ، اور آفتاب ڈوبنے کے بعد نیا چاند نظرآتا ہے۔

مطلع کے حدود اور موجودہ تحقیقات:

فقہاء کے نزدیک بلاد قریبہ کا مطلع ایک ہے، جبکہ بلاد بعیدہ کا مطلع مختلف مانتے ہیں، بلاد بعیدہ وہ ہیں جو ایک ماہ کی مسافت کی دوری پر ہوں جو تقریباً ۵۰۰، ۶۰۰ میل کی دوری ہے۔

جبکہ بعض مفتیان کرام نے بعد مسافت کے سلسلہ میں ایک ہزار میل تجویز کیا ہے، حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ تحریر فرماتےہیں: ایک ہزار میل کے بعد پر مطلع بدل جاتا ہے (فتاوی محمودیہ۳۴،۱۰)۔

لیکن یہ سب اندازے اور تخمینے ہیں، جن کے پیچھے کوئی دلیل نہیں ہے، ماہرین

• مدیر معہد الامام النورسی للمتخرجین لکھنؤ، جامعۃ الامام احمد بن عرفان الشہید کٹولی، لکھنؤ۔

فلکیات بھی اس بات کو طے نہیں کرپائے ہیں کہ دنیا میں کتنی دوری کے بعد چاند کا مطلع مختلف ہوتا ہے؛ کیونکہ فلکی طور پر ایسا کوئی پوائنٹ متعین نہیں کیا جاسکتا ہے جس کے متعلق یہ کہا جاسکے کہ اس مقام کے بعد چاند کے طلوع ہونے کی جگہ مختلف ہے۔

نیز ماہرین فلکیات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ۲۹ کا چاند ایک ہی مطلع میں موسم صاف ہونے کے باوجود ہر جگہ نظر نہیں آتا ہے ، بلکہ ہر ۲۹ کے چاند کے نظر آنے کی جگہ مختلف ہوتی ہے، یعنی دہلی اور لکھنؤ کا ایک ہی مطلع ہونے کے باوجود یہ ضروری نہیں کہ ۲۹ کا چاند دونوں جگہ نظر آئے، خواہ دونوں جگہ موسم صاف، چاند اپنی پیدائش (جسے اجتماع نیرین، قران، عربی میں محاق اور انگریزی میں کنجنکشن (Conjunction)کہا جاتا ہے) کے کم از کم ۱۷ گھنٹے کی عمر کے بعد انسانی نظر میں آنے کا امکان ہوتا ہے، چونکہ چاند کی مدار بیضوی شکل کا ہوتا ہے؛ اس لئے چاند اور زمین کے درمیان کا فاصلہ کبھی ۲۵۲۷۱۰ میل تک زیادہ ہوجاتا ہے، اور کبھی ۲۲۱۴۶۳ میل تک کم ہوجاتا ہے، لہذا اگر چاند زمین کے قریب ہو تو کم ازکم ۱۷ گھنٹے کی عمر کے بعد چاند انسانی نظر میں آنے کا امکان ہوتا ہے، اور اگر فاصلہ زیادہ ہو تو ۲۴ کی عمر کے بعد بھی چاند انسانی نظر میں آنے کا امکان نہیں رکھتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ محاق میں آجانے کے بعد اگر پہلے دن چاند کی عمر ۱۵ یا ۱۶ گھنٹے کی ہو تو وہ انسانی نظر میں نہیں آئے گا، اور دوسرے دن وہ ۲۴+۱۶=۴۰ گھنٹے کا بن جائےگا جو بڑا بھی ہوگا اور زیادہ عرصے تک افق پر بھی رہے گا، چنانچہ ۲۰ گھنٹے کی عمر والا چاند ۴۵ منٹ افق پر رہے گا، اور ۴۰ گھنٹے کی عمر والا چاند ۹۰؍منٹ افق پر رہے گا۔

اس کے علاوہ شرقی نصف کُرے کے مغربی علاقوں میں چاند پہلے نظر آسکتا ہے؛ کیونکہ مشرقی علاقوں میں چاند کی عمر کم ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہیں آسکتا، جبکہ مغربی علاقوں میں پہنچتے پہنچتے اس کی عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے بڑا ہوتا ہے اور وہ نظر بھی آتا ہے، اور مشرق وسطی کے ممالک میں اسی لئے چاند پہلے نظر آتا ہے، اور اس کے علاوہ چاند نظر آنے کے امکانات کے لئے سورج، چاند اور زمین کے درمیان بننے والے زاویے کی بھی اہمیت ہے۔ اگر یہ زاویہ نو درجے سے کم ہو تو سائز بڑا ہوکر بھی چاند نظر نہیں آسکتا۔ چونکہ زمین کے مدار اور چاند کے مدار میں تبدیلی آتی رہتی ہے؛ کیونکہ یہ ہم سطح نہیں ہیں اور ہوا کی کیفیت بھی یکساں نہیں رہتی ہے اور چاند کی رفتار میں بھی فرق ہوتا ہے، کبھی زمین کے قریب ہوکر تیز گھومتا ہے اور کبھی زمین سے دور ہوکر آہستہ گردش کرتا ہے، اس لئے سائنسی طور پر مستقبل کے چاند کی پوزیشن کے بارے میں کی جاسکتی ہے، البتہ رؤیت ہلال کے بارے میں یقینی پیشینگوئی نہیں کی جاسکتی ہے؛ کیونکہ اس میں کئی ایک عوامل ہیں جو یکساں نہیں رہتے، لہذا سائنسی طور

پر رؤیت ہلال کا کوئی کیلنڈر مرتب نہیں کیا جاسکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ چاند سورج سے کم از کم سولہ ڈگری پیچھے ہوجائے تب زمین سے دیکھنے کے قابل ہوتا ہے اور کھجور کی ٹہنی کی طرح نظر آتا ہے۔

احقر کی رائے:

احقر کی رائے ہے کہ تجربہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عام طور سے دوہزار میل یا تقریباً ۳۳۰۰ کیلو میٹر پر مطلع مختلف ہوجاتا ہے، جیسے دہلی سے کولالمپور جو ملیشیا کی راجدھانی ہے دونوں کی دوری ۲۳۸۷ میل یا ۳۵۴۱,۵ کیلومیٹر ہے لہذا دونوں کا مطلع مختلف ہوگا۔ اسی طرح دہلی اور جکارتہ جو انڈونیشیا کی راجدھانی ہے دونوں کا مطلع مختلف ہوگا، دہلی سے جکارتہ کی دوری ۳۱۱۲ میل یا ۵۰۰۸,۲۸ کیلو میٹر ہے۔ ایسے ہی دہلی اور استانبول کا مطلع مختلف ہوگا، دہلی سے استانبول کی دوری ۲۸۲۹ میل یا ۴۵۵۲,۸۳ کیلو میٹر ہے۔

(ب) کا جواب:

ہندوستان بشمول پاکستان وبنگلہ دیش کا مطلع ایک ہے، البتہ جن علاقوں کی بلندی سطح سمندر سے کافی ہے اسی طرح ساحلی پٹیوں پر آباد علاقے، جیسے کیرالہ، اسی طرح پاکستان کے بعض مغربی حصے، مثلاً گوادر ، پسنی اور جیوانی وہاں کا مطلع باقی ماندہ ملک سے مختلف ہے، مثلاً: نئی دہلی خط عرض ۲۸,۶۴ اور خط طول ۷۷,۲۲ کے درمیان واقع ہے اور سطح سمندر سے ۲۱۲ میٹر بلند ہے۔ اسی طرح مومبائی سطح سمندر سے ۱۴ میٹر بلند ہے، جبکہ خط طول گرین وچ (Greenwich)کے مشرقی خط کے ۷۲,۸۳۶۱۸ درجہ مئویہ پر واقع ہے، لیکن کیرالہ کے مشہور شہر کالیکٹ کی سطح سمندر سے بلندی محض ایک کلو میٹر ہے اور خط طول ۵۰۴۹ اور خط عرض ۱۱۰۱۵کے درمیان واقع ہے، اس سے ظاہر ہے کہ کیرالہ کے شہر کالیکٹ میں رؤیت ہلال کا امکان ملک کے دیگر شہروں کے مقابلہ میں ایک روز قبل کا ہے۔

(ج):

گزشتہ سوال کے جواب میں گزرا کہ کیرل وغیرہ ساحلی علاقے اپنی جغرافیائی حالت کی بنا پر الگ مطلع رکھتے ہیں، لہذا ملک کے بقیہ حصوں کے لئے وہاں ہونے والی رؤیت کا اعتبار نہیں ہے۔

(د):

ہر شخص کو کسی اعلان پر انفرادی طور پر عمل کرنے کا حق نہیں ہے؛ کیونکہ عید ورمضان کے آغاز کے لئے اجتماعیت مطلوب ہے، جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’الصوم یومَ تصومون، والفطر یوم تُفطرون، والأضحی یومَ تضَحون‘‘ (سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۶۹۷، دیلمی، مسند الفردوس: حدیث نمبر:

۳۸۱۹، اور یہ صحیح حدیث ہے) (روزہ اس دن کا معتبر ہے جس دن تم سب مسلمان روزہ رکھو، اور عید الفطر اسی دن کی معتبر ہے جس دن تم سب مسلمان عید مناؤ، اور عید قرباں اسی دن کی معتبر ہے جس دن تم سب مسلمان عید قرباں مناؤ)۔

لہذا ایک مطلع والے علاقے کے کسی حصہ میں ۲۹ تاریخ کو رؤیت ہلال کا ثبوت ہوجائے اور اس کا اعلان بھی کردیا جائے، تو ملک کے دوسرے خطہ کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے مقامی قاضی، اور جہاں نظام قضا نہ ہو وہاں کی رؤیت ہلال کمیٹی کے فیصلہ کا انتظار کریں۔

البتہ دوسرے خطے کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹیاں اس اعلان کی پابند درج ذیل صورتوں میں ہونگی:

۱۔ اس خطہ میں چاند ہونے کی شہادت ان کے پاس گزرے یا رمضان کا چاند ہو تو خبر ملے، بشرطیکہ خبر دینے والا ثقہ مسلمان ہو، جیسا کہ عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے:

''جاء أعرابی إلی النبیﷺ فقال: إنی رأیت الہلال، فقال: أتشہد أن لا إلہ إلا اللہ؟ قال: نعم، قال: أتشہد أن محمداً رسول اللہ؟ قال:نعم، قال:یا بلال، أذن فی الناس:أن صوموا غداً'' (سنن دارمی، حدیث نمبر: ۱۶۹۲، سنن نسائی، حدیث نمبر: ۲۱۱۲، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۷۹۶ اور اس کی سند میں کلام ہے) (ایک بدو نبی کریمﷺ کے پاس آیا، اور اس نے کہا کہ میں نے چاند دیکھا ہے، تب آپﷺ نے فرمایا: کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ تو اس نے کہا: ہاں، پھرآپﷺ نے دریافت کیا: کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، اس نے جواب دیا، ہاں، اس پر آپﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بلال! لوگوں میں اعلان کردو کہ کل روزہ رکھیں)۔

۲۔ شہادت پر شہادت گزرے، یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو خواتین ہر آدمی کی شہادت کہ اس نے بہ چشم خود چاند دیکھا ہے کی گواہی دیں:

''وأشار إلی أنہ یقبل فی ہلال رمضان شہادۃ واحد عدل علی شہادۃ واحد عدل، بخلاف الشہادۃ علی الشہادۃ فی سائر الأحکام، حیث لا تقبل ما لم یشہد علی شہادۃ رجل واحد رجلان، أو رجل وامرأتان، لما ذکرنا أنہ من باب الأخبار، لا من باب الشہادۃ'' (ابن نجیم، البحر الرائق۲،۲۸۷، بیروت، دار المعرفہ) (مصنف نےاس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ رمضان کے چاند میں ایک عادل شخص کی شہادت پر ایک دوسرے شخص کی گواہی مقبول ہے، برخلاف دیگر احکام میں شہادت پر شہادت کے؛ کیونکہ یہ شہادت اسی وقت مقبول ہوگی، جبکہ ہر ایک شخص کی گواہی پر دو مرد، یا ایک مرد اور دو خواتین گواہی دیں، اس لئے کہ یہ بات ہم نے پہلے ذکر کی ہے کہ رمضان کے چاند کی گواہی خبر کے باب سے ہے،

نہ کہ شہادت کے باب سے)۔

۳۔ شہادت علی القضاء ہو، یعنی دو گواہ اس بات کی گواہی دیں کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی کے سامنے شہادت پیش ہوئی، اور قاضی نے اس کا اعتبار کرکے ثبوت ہلال رمضان یا عید کا اعلان کردیا۔

۴۔ چاند کے سلسلہ میں استفاضہ خبر ہوجائے، بشرطیکہ اس کی وجہ سے مہینہ کا ۲۸ یا ۳۱ کا ہونا لازم نہ آئے، اور استفاضہ خبر کا مطلب یہ ہے کہ بہت سارے لوگوں کی خبریں آگئیں، جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے، اور اتنے لوگوں کی خبریں عادتاً جھوٹی ہونا محال ہوں، تو ایسی صورت میں استفاضۂ خبر سے بھی چاند کا ثبوت ہوجاتا ہے۔

علامہ حصکفیؒ تحریر فرماتےہیں:

''نعم، لو استفاض الخبر فی البلد الأخری، لزمہم علی الصحیح من المذہب'' (حصکفی، الدر المختار۲،۳۹۰، بیروت، دار الفکر ۱۳۸۶ھ ع، أ: ۶) (ہاں اگر دوسرے شخص میں استفاضۂ خبر ہوجائے تو مسلمانوں پر صحیح مذہب کے مطابق چاند کا اعتبار کرنا لازم ہے)۔

سوال نمبر (۲) کا جواب:

(الف): رؤیت کے لئے فلکیاتی حساب سے مدد لینے کا حکم:

فلکیاتی حساب پر دار ومدار تو نہیں رکھا جاسکتا ہے، جیسا کہ عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ''الشہر تسع وعشرون لیلۃ، فلاتصوموا حتی تروہ، فإن غمّ علیکم فأکملوا العدۃ ثلاثین'' (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۹۰۷، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۰۸۰) (مہینہ (یعنی طور پر) انتیس راتوں کا ہے، لہذا روزہ اس وقت تک نہ رکھو جب تک (رمضان کا) چاند نہ دیکھ لو، پھر اگر تم پر چاند مستور ہوجائے (چھپ جائے) تو (شعبان) کی تعداد تیس دن پورے کرکے رمضان کا اعتبار کرو)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احکام کا مدار چاند کے افق پر موجود ہونے پر نہیں ہے، بلکہ عام آنکھوں سے دیکھنے پر ہے، لہذا فلکیاتی حساب یا آلات رصدیہ پر دار ومدار نہیں رکھا جاسکتا ہے، علامہ مرتضی زبیدیؒ رقمطراز ہیں: ''وغم الہلال علی الناس: إذا حال دونہ غیر رقیق أو غیرہ، فلم یر'' (زبیدی، تاج العروس ۱۸۱،۳۳، بیروت، دار الہدایہ، ع، أ : ۴۰) (غم الہلال علی الناس کی ترکیب اس وقت استعمال ہوتی ہے، جبکہ ہلال کے درمیان کوئی بادل یا دوسری چیز حائل ہوجائے، اور چاند دیکھا نہ جاسکے)۔

فقہاء نے اس بھی اس بات کی تصریح کی ہے، چنانچہ علامہ خسر تحریر فرماتےہیں:''لا یثبت الہلال بقول الموقتین'' (ملا خسرو، درر الحکام۲،۴۵۲، ط: شاملہ) (چاند کا ثبوت نجومیوں کے قول سے نہیں ہوگا)۔

البتہ رؤیت کے لئےفلکیاتی حساب سے مدد لی جاسکتی ہے، تاکہ یہ معلوم ہوکہ آج افق پر چاند کی بصری رؤیت کا امکان ہے یا نہیں، کیونکہ جب رؤیت کا عقلاً امکان ہی نہ ہو، تو ایسی صورت میں جو شہادت پیش ہورہی ہے، وہ متہم کی شہادت ہے، اور متہم ہونے کی وجہ سے وہ شہادت معتبر نہیں ہے۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ سرکاردوعالمﷺ نے بازار میں منادی بھیج کر اعلان فرمایا: ''لا تجوز شہادۃ خصم ولا ظنین'' (مصنف عبد الرزاق حدیث نمبر: ۱۵۳۶۵، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (مدمقابل اور متہم کی شہادت جائز نہیں ہے)۔

اور دینی اعتبار سے متہم کا جو حکم ہوگا وہی حکم اس شخص کا ہوگا جو عقلی اعتبار سے متہم ہو، اور خود فقہاء نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے، ''شہادۃ المتہم مردودۃ'' (ابن ہمام، فتح القدیر۵؍۲۷۹، بیروت، دار الفکر) (متہم کی شہادت قابل رد ہے)۔

(ب):

بعض اہل علم فلکی حساب کا نفی میں بھی اعتبار نہیں کرتے ہیناور رؤیت ہلال کے لئے شرعی شہادت کوہی اہمیت دیتے ہیں، لیکن یہ نقطۂ نظر درست معلوم نہیں ہوتا ہے، کیونکہ جب عقلی اور حسابی اعتبار سے امکان نہیں ہے تو ایسی شہادت محل شبہ ہے اور رؤیت ہلال کے سلسلہ میں وہم کا قوی رد ہوگی۔

(ج):

اس سے پہلے یہ بات گزری ہے کہ فلکیاتی حساب پر دارومدار تو نہیں رکھا جاسکتا ہے؛ کیونکہ نبی کریمﷺ افق پر ہلال کے موجود ہونے کے باوجود مستور ہونے کی حالت میں مہینہ کی گنتی مکمل کرنے کا حکم دیا ہے۔

البتہ مدد لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے؛ کیونکہ اسلامی شریعت عقلی حقائق کی مخالفت نہیں کرتی ہے، لہذا اس علم کے لئے کہ آج مطلع صاف ہے یا گرد آلود وکثافت زدہ، اور چاند کی رؤیت کا امکان یا نہیں، محکمۂ موسمیات سے مدد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(د):

مطلع صاف نہ ہونے کے اسباب درج ذیل ہیں:

۱۔ ابر کی وجہ سے مطلع صاف نہ ہو، چنانچہ ''علۃ من سحاب '' کی صراحت تمام فقہاء نے کی ہے، مثلاً: دیکھئے: محمد بن الحسن، الأصل المعروف بالمبسوط ۲؍۳۱۰، کراچی، ادارۂ قرآن، ع۔أ : ۵)۔

۲۔ افق میں بہت زیادہ لالی ہو کہ اس کی وجہ سے چاند مستور ہوجائے۔

۳۔ مطلع دھواں اور کثافت زدہ ہو۔ ''من غیم وغبار ودخان'' (ابن عابدین، رد المحتار ۲،۳۸۶)۔

۴۔ مطلع گردآلود ہو، چنانچہ علامہ بابرتی محمد بن محمد (و: ۷۸۶ھ) رقمطراز ہیں: ''والعلۃ غیم أو غبار أو نحوہ'' (بابرتی، العنایۃ شرح الہدایہ۳،۲۷۴، ط: شاملہ) (اور علت ابر یا غبار یا اس کی مانند چیز ہے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ مطلع کے متاثر ہونے کے کئی اسباب ہیں، ان اسباب میں سے ایک سبب ابر بھی ہے۔

(ھ):

مطلع ابر آلود ہو اور ایک شخص کی شہادت کی بنا پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کردیا ہو، اس کے بعد رمضان کی شام کو موسم بالکل صاف ہو اور عید کا چاند دیکھنے کی بہت کوشش کے باوجود کسی کو عید کا چاند دکھائی نہ پڑا ہو، تو اگلے دن کو رمضان کی ۳۰،تاریخ قرار دے کر روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا جائے گا، اور یہ سمجھا جائے گا کہ جس فرد واحد نے رمضان کے چاند کی گواہی دی تھی اسے مغالطہ ہوا یا اس نے غلط بیانی سے کام لیا، علامہ زیلعی فخر الدین عثمان بن علی رقمطراز ہیں: ''والأشبہ أن یقال: إن کانت السماء مُصحیۃ لا یفطرون لظہور غلطہ'' (زیلعی، تبیین الحقائق ۱،۳۲۰، قاہرہ، دار الکتاب الاسلامی ۱۳۱۳ھ، ع۔أ: ۶) (زیادہ درست بات یہ ہے کہ کہا جائے کہ اگر آسمان صاف ہو تو لوگ عید الفطر نہیں منائینگے، گواہی دینے والے کی غلطی ظاہر ہونے کی وجہ سے)، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہادت سے اگرچہ غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے، اسی بنا پر شریعت نے اسے یقین کے درجہ میں رکھا ہے، لیکن رؤیت ہلال کے سلسلہ میں مغالطہ کا احتمال ہے لہذا فلکیاتی حساب سے مدد لینے کی گنجائش ہے، تاکہ معلوم ہو کہ رؤیت کا امکان ہے یا نہیں؟

سوال نمبر (۳) کا جواب:

(الف):

رمضان وعیدین کے ثبوت کے لئے جبکہ مطلع صاف ہو تو کسی عدد کی تعیین کے بغیر اتنے افراد کے چاند دیکھنے کی شہادت کافی ہے جن کی شہادت کے اوپر اطمینان حاصل ہوجائے اور جن کا عادتاً جھوٹ پر اتفاق کرلینا محال ہو، عالمگیری میں ہے:

''وإن لم یکن بالسماء علۃ لم تقبل إلا شہادۃ جمع کثیر، یقع العلم یخبرہم، وہو مفوض إلی رأی الإمام من غیر تقدیر، ہو الصحیح.....وسواء فی ذلک رمضان وشوال وذو الحجۃ، کذا فی السراج الوہاج، وذکر الطحاوی أنہ تقبل شہادۃ الواحد إذا جاء من خارج المصر، وکذا إذا کان علی مکان مرتفع، کذا فی الہدایۃ، وعلی قول الطحاوی اعتمد الإمام المرغینانی، وصاحب الأقضیۃ والفتاوی الصغری، لکن فی ظاہر الروایۃ: لا فرق بین خارج المصر والمصر، کذا فی

معراج الدرایہ'' (ہندیہ۱،۱۹۸، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۱ھ۱۹۹۱ء، ع۔أ: ۶) (اور اگر آسمان میں رؤیت سے مانع کوئی علت نہ ہو تو ایک بڑی جماعت کی گواہی ہی قبول ہوگی جن کی خبر سے یقین (غلبہ ظن) حاصل ہوجائے، اور اس کافیصلہ امام کی رائے کے سپرد ہے۔

کسی تعداد کی تحدید کے بغیر اوریہی صحیح ہے اور اس میں رمضان، شوال اور ذی الحجہ (اور دیگر مہینے) برابرہیں، ایسا ہی ''السراج الوہاج '' نامی کتاب میں ہے، اور امام طحاوی نے بیان کیا ہے کہ ایک فرد کی گواہی قبول کی جائے گی، جبکہ وہ شہر کے باہر سے آئے، اور ایسے ہی، جبکہ وہ بلند جگہ پر ہو، ایسے ہی ''ہدایہ '' میں ہے، اور امام طحاوی کے قول پر امام مرغینانی اور ''الاقضیۃ '' اور ''الفتاوی الصغری '' نامی کتاب کے مؤلف نے اعتماد کیا ہے، لیکن ''ظاہر الروایہ'' میں شہر اور شہر کے باہر کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، ایسے ہی ''معراج الدرایہ '' میں ہے)۔

لیکن علامہ ابن عابدین شامی نے امام طحاوی کے قول کو ائمہ ثلاثہ کا قول قرار دیا ہے، اور ''النہایہ'' نامی کتاب سے نقل کیا ہے کہ یہی ظاہر الروایہ ہے، اور علامہ شامی نے دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ بڑی جماعت کی شہادت اس صورت میں لازم ہے، جبکہ شاہد شہر کا ہو اور بلند جگہ پر نہ ہو، لہذا دوسری روایت پہلی روایت کے اطلاق کو مقید کرے گی، اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ پہلی روایت میں شہادت کے مسترد کئے جانے کی علت یہ قرار دی گئی ہے کہ رؤیت کے سلسلہ میں لوگوں کے برابر ہونے کے باوجوداور دوسری روایت کے مطابق مسترد کئے جانے کی یہ علت نہیں پائی جارہی ہے؛ کیونکہ شہر کےباہر کی فضا وہوا صاف ہوتی ہے اور بلند جگہ سے دیکھ لینے کا زیادہ امکان رہتا ہے (ابن عابدین، رد المحتار ۳۸۹،۲، بیروت، دار الفکر، ۱۴۲۱ھ ، ع۔أ : ۸)۔

موجودہ دور میں عدل کا معیار:

زمانہ کے اختلاف سے عدل کا معیار بھی بدلتا رہتا ہے، لہذا موجودہ دور میں اتنا کافی ہے کہ چاند دیکھنے والا معاشرہ میں جھوٹا نہیں سمجھا جاتا ہو، اور صوم وصلاۃ کا پابند ہو، علامہ کاسانی رقمطراز ہیں:

''قال بعضہم: من غلبت حسناتہ سیئاتہ فہو عدل، وقال بعضہم: من یجتنب الکبائر، وأدی الفرائض، وغلبت حسناتہ سیئاتہ فہو عدل'' (کاسانی، بدائع الصنائع۲۶۸،۶، بیروت، دار الکتاب العربی، ۱۹۸۲ء، ع۔أ: ۷) (بعض فقہاء کا قول ہے کہ جس کی نیکیاں برائیوں پر غالب آجائے، سو وہ عدل ہے..... اور بعض فقہاء نے کہا کہ جو کبیرہ گناہوں سے بچے، اور فرائض ادا کرے اور اس کی نیکیاں برائیوں پر غالب ہوں تو وہ عادل ہے)۔

نیز قرافی مالکی شہاب الدین احمد بن ادریس (و: ۶۸۴ھ) رقمطراز ہیں:

''نص ابن أبی زید فی النوادر علی أنا إذا لم نجد فی جہۃ إلا غیر العدول أقمنا أصلحہم

وأقلہم فجوراً للشہادۃ علیہم، ویلزم مثل ذلک فی القضاۃ وغیرہم، لئلا تضیع المصالح، وما أظنہ یخالفہ أحد فی ہذا: فإن التکلیف مشروط بالإمکان'' (قرافی، الذخیرۃ ۴۶،۱۰، بیروت، دار الغرب، ۱۹۹۴، تحقیق: محمد حجی، ع۔ أ : ۱۴) (ابن ابی زید نے نوادر میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ جب ہم کسی علاقہ میں غیر عادل کے سوا نہ پائیں، تو ان میں جو زیادہ لائق ہو اور کم غلط کار ہو اسے ہم ان کے کے اوپر گواہی کے لئے کھڑا کرینگے، اور قاضی وغیرہ میں بھی اسی کے مثل لازم ہے، تاکہ مصالح ضائع نہ ہوں، اور میرے خیال میں اس سلسلہ میں ان کی کوئی مخالفت نہیں کرے گا، کیونکہ تکلیف امکان کے ساتھ مشروط ہے)۔

مستور الحال کی شہادت کا حکم:

رؤیت ہلال کے سلسلہ میں صحیح قول کے مطابق مستور الحال کی شہادت معتبر ہے، ہندیہ میں ہے: ''وأما مستور الحال فالظاہر أنہ لا تقبل شہادتہ، وروی الحسن عن أبی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی أنہ تقبل شہادتہ وہو الصحیح، کذا فی المحیط، وبہ أخذ الحلوانی کذا فی شرح النقایۃ'' (عالمگیری۱۹۷،۱، بیروت، دار الفکر، ۱۹۹۱ء، ع۔أ: ۶) (بہرحال مستور الحال توبہ ظاہر اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی، اور حسن نے امام ابوحنیفہؒ سے نقل کیا ہے کہ اس کی شہادت قبول کی جائے گی، اور یہی صحیح ہے، ایسا ہی ''محیط '' میں ہے، اور حلوانی نے اسی قول کو لیا ہے، ایسا ہی ''شرح النقایہ '' میں ہے)۔

(ب): چاند دیکھ کر شہادت دینے کا لزوم:

چاند دیکھ کر قاضی، یا مقامی علماء یا رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ دار یا عام مسلمانوں کے پاس جاکر شہادت دینا لازم ہے، خواہ دیکھنے والا مرد ہو یا عورت یہاں تک کہ پردہ نشیں خاتون اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر نکلے گی جبکہ رؤیت ہلال اس کی شہادت پر موقوف ہو، علامہ حصکفی تحریر فرماتے ہیں:

''ویجب علی الجاریۃ المخدرۃأن تخرج فی لیلتہا بلا إذن مولاہا وتشہد'' (حصکفی، الدر المختار۳۸۶،۲، بیروت، دار الفکر ۱۳۸۶ھ، ع، أ: ۶)۔

(اور پردہ نشیں باندی پر واجب ہے کہ اپنی رؤیت کی رات میں اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکلے اور گواہی دے)۔

اور علامہ شامی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ''وکذا یجب علی الحرۃ أن تخرج بلاإذن زوجہا، وکذا غیر المخدرۃ والمزوجۃ بالأولی، قال الطحاوی: والظاہر أن محل ذلک عند توقف إثبات الرؤیۃ علیہا، وإلا فلا'' (ابن عابدین، رد المحتار۳۸۶،۲، بیروت، دار الفکر)۔

(اور ایسے ہی آزاد خاتون پر واجب ہے کہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نکلے، اور ایسے ہی غیر پردہ نشیں خاتون اور غیر شادی شدہ عورت پر بھی بدرجہ اولی واجب ہوگا، طحاوی نے کہا بہ ظاہر اس کا محل اس وقت ہے، جبکہ اس پر رؤیت ہلال کو ثابت

کرنا موقوف ہو، ورنہ نہیں)۔

چاند دیکھنے والے کے بیان کی حیثیت:

رمضان کا چاند دیکھنے والے کا بیان اصولی طور پر خبر ہے نہ کہ شہادت، لہذا:

''لا یشترط فی ہذہ الشہادۃ لفظ الشہادۃ، ولا الدعوی، ولا حکم الحاکم، حتی إنہ لو شہد عند الحاکم، وسمع رجل شہادتہ عند الحاکم وظاہرہ العدالۃ وجب علی السامع أن یصوم، ولا یحتاج إلی حکم الحاکم'' (عالمگیری۱،۱۹۷، بیروت، دار الفکر، ۱۹۹۱، ع۔أ: ۶) (اس شہادت میں لفظ شہادت،اور نہ ہی دعوی اور نہ ہی حاکم کا فیصلہ شرط ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص حاکم کے پاس شہادت دے، اور دوسرا شخص حاکم کے پاس کی اس کی شہادت کو سن لے اور وہ بہ ظاہر عادل ہو، تو سننے والے پر روزہ رکھنا واجب ہے، اور وہ حاکم کے فیصلہ کا محتاج نہیں)۔

عید کی رؤیت کے سلسلہ میں بیان کا حکم:

البتہ عید کا چاند دیکھنےو الے کا بیان شہادت ہے، اور اس میں شہادت کی کچھ شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے، جو درج ذیل ہیں:

۱۔ حریت یعنی آزادی۔

۲۔ لفظ شہادت یعنی یہ کہے کہ ''أشہد بأنی رأیت الہلال'' (میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے چاند دیکھا ہے)۔

۳۔ عدالت یعنی گواہ عادل ہوں۔

۴۔ نصاب شہادت یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت کی گواہی۔

۵۔ مجلسِ قضا یا مجلس ہلال کمیٹی یا مجلس مسلمین جہاں قاضی نہ ہوں۔

۶۔ گواہ تہمت کی وجہ سے سزا یافتہ نہ ہوں۔

البتہ اس میں دعوی دائر کرنا شرط نہیں ہے، چنانچہ علامہ حصکفی رقمطراز ہیں:

''وشرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشہادۃ، ولفظ أشہد، وعدم الحد فی قذف لتعلق نفع العبد، لکن لا تشترط الدعوی، کما لا تشترط فی عتق الأمۃ، وطلاق الحرۃ'' (حصکفی، الدر المختار۲،۳۸۶)۔ (علت اور عدالت کے ساتھ عیدالفطر کے لئے نصاب شہادت، لفظ ''أشہد'' اور تہمت میں سزایافتہ نہ ہونا، بندہ کے نفع کے تعلق کی وجہ سے شرط ہے، لیکن دعوی کرنا شرط نہیں ہے، جس طرح باندی کی آزادی اور آزاد خاتون کی طلاق میں دعوی شرط نہیں ہے)۔

اور علامہ ابن نجیمؒ امام اسبیجابیؒ کے حوالہ سے تحریر فرماتےہیں:

''وأما فی ہلال الفطر والأضحی وغیرہما من الأہلۃ، فإنہ لا یقبل فیہ إلا شہادۃ لرجلین أو رجل وامرأتین عدول أحرار غیر محدودین، کما فی سائر الأحکام'' (ابن نجیم، البحر الرائق۲،۲۹۰)۔

(بہرحال عید الفطر اور عید قرباں اور ان کے علاوہ دیگر مہینوں کے چاند میں صرف ایسے دو مرد یا ایک مرد اور دوعورتوں کی ہی شہادت قبول کی جائے گی، احکام میں یہی شرط ہے)۔

البتہ ''نوادر'' میں امام ابوحنیفہ سے ایک روایت ہے کہ ہلال ذی الحجہ رمضان کی طرح ہے، کیونکہ اس سے امر دینی، یعنی قربانی کا وجوب وابستہ ہے، اور اسی کو ''تحفۃ الفقہاء'' اور ''بدائع الصنائع'' کے مؤلف نے صحیح قرار دیا ہے، اس دلیل سے کہ یہ خبر کے باب سے ہے؛ کیونکہ قربانی گواہ پر واجب ہوتی ہے پھر دوسرے کی طرف منتقل ہوتی ہے، لہذا یہ خبر کے باب سے ہے اور اس میں عدد شرط نہیں ہے (دیکھئے: کاسانی، بدائع الصنائع٢،٨٢)۔

لیکن ظاہر مذہب اور ظاہر الروایہ یہی ہے کہ ہلال ذی الحجہ ہلال شوال کی طرح ہے؛ کیونکہ اس شہادت سے حکم شرعی یعنی لوگوں پر قربانی کا وجوب وابستہ ہے، لہذا اس میں عددشرط ہوگا (دیکھئے: ابن نجیم، البحر الرائق ٢،٢٩٠)۔

او راس کی ترجیح اس بات سے ہوتی ہے کہ گواہ پر قربانی کا لزوم یقینی نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ رمضان کے علاوہ تمام مہینوں کے ہلال کے سلسلہ میں دیکھنے والے کا بیان اصولی طور شہادت ہے۔

(ج): چاند دیکھنے والے کے لئے فوری طور پر شہادت دینے کا لزوم:

چاند دیکھنے والے پر لازم ہےکہ فوری طور پر شہادت دے، بلا مجبوری چند گھنٹوں کی تاخیر یا ایک دن یا اس سے زائد کی تاخیر کی صورت میں اس کی شہادت رد کردی جائے گی، علامہ ابن نجیمؒ کی صراحت: ''أن الجارية المخدرة إذا رأت ہلال رمضان، وبالسماء علة وجب عليها أن تخرج فی ليلتها، وتشہد بغير إذن مواليها، كما صرح بہ البزازی'' (ابن نجیم، البحر الرائق٢،٢٨٧) (کہ پردہ نشیں باندی جب رمضان کا چاند دیکھے، اور آسمان میں علت ہو، تو اس پر واجب ہے کہ اپنی رؤیت کی اسی رات میں نکلے اور اپنے آقاؤں کی اجازت کے بغیر گواہی دے، جیسا کہ بزازی نے اس کی صراحت کی ہے)۔

اور علامہ ابن عابدین کی صراحت ''أی:ليلة الرؤية'' یعنی رؤیت کی رات ہی نکلے (ابن عابدین، رد المحتار٢،٣٨٦) سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ اس سلسلہ میں تاخیر روا نہیں ہے، اور تاخیر موجب تہمت وشبہ ہے اور متہم کی گواہی مسترد کردی جاتی ہے۔

''شاہد الحسبۃ إذا أخبر شہادتہ بغير عذر، لا يقبل لفسقہ'' (ابن نجیم، الاشباہ٢٢١، بیروت، العلمیہ١٤٠٠ھ)۔

سوال نمبر (۴) کا جواب:

(الف): دائرہ قضا کے تمام مسلمانوں پر قاضی کے اعلان پر عمل کا لزوم:

جس حلقہ میں نظام قضا موجود ہو، وہاں کے تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ چاند کے

ثبوت یا عدم ثبوت کے سلسلہ میں اپنے قاضی کے اعلان کی پابندی کریں؛ کیونکہ قاضی کا فیصلہ لزوم پیدا کرنے والی شئی ہے، اور شریعت میں حجت ہے، ''ہندیہ'' میں ہے: ''قضاء القاضی حجۃ'' (عالمگیری۱،۱۹۹) (قاضی کا فیصلہ حجت ہے)۔

اور ''کاکی'' سے نقل کرتے ہوئے حاشیہ شلبی میں درج ہے:

''لو سمع قاضیاً یُشہد قوماً علی قضائہ، کان للسامع أن یشہد علی قضائہ بغیر أمرہ؛ لأن قضاء القاضی حجۃ ملزمۃ'' (علاء الدین، تکملۃ حاشیۃ رد المحتار ۱،۵۰۵، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۵ھ۱۹۹۵ء)۔

(اگر کوئی شخص قاضی کو سنے کہ وہ اپنے فیصلہ پر کسی قوم کو گواہ بنائے تو سننے والے کے لئے جائز ہوگا کہ قاضی کے حکم کے بغیر اس کے فیصلہ کی گواہی دے، اس لئے کہ قاضی کا فیصلہ لازم کرنے والی حجت ہے)۔

اور علامہ تمرتاشی اور حصکفی تحریر فرماتےہیں:

''شہدوا أنہ شہد عند قاضی مصر کذا شاہدان برؤیۃ الہلال فی لیلۃ کذا، وقضی القاضی بہ،ووجد استجماع شرائط الدعوی قضی، أی: جاز لہذا القاضی أن یحکم بشہادتہما؛ لأن قضاء القاضی حجۃ، وقد شہدوا بہ'' (حصکفی، الدر المختار مع تنویر الابصار۲،۳۹۰) (لوگوں نے گواہی دی کہ فلاں شہر کے قاضی کے پاس دو گواہ نے فلاں رات رؤیت ہلال کی گواہی دی اور قاضی نے چاند کا فیصلہ کردیا، اور دعوی کی شرطیں اکٹھی طور سے پائی گئیں، تو اس دوسرے شہر کا قاضی بھی چاند کا فیصلہ کردے گا، یعنی اس قاضی کے لئے جائز ہے کہ ان کی شہادت کے مطابق فیصلہ کرے؛ اس لئےکہ قاضی کا فیصلہ حجت ہے، اور لوگوں نے اس فیصلہ کی گواہی دی ہے)۔

(ب): قاضی کا اعلان اعلانِ سلطان کے درجہ میں ہے:

دراصل رمضان اور عید وغیرہ کے چاند کا اعلان سلطان کی ذمہ داری ہے، قاضی کو حاصل ہونے والی ولایت بھی حقیقتاً سلطان کی طرف سے ہے، لہذا مسلم ملک کا قاضی اگر اعلان کا ذمہ دار ہے، اسی طرح مسلم اقلیت ملک ہندوستان وغیرہ میں مسلمانوں کے منتخب امیر کی طرف سے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی اس کی ذمہ دار ہے، تو پھر قاضی کی طرف سے ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتا ہے، تو اس کا اعلان، اعلان سلطان کے حکم میں ہے، اور اس کی پابندی اسی طرح لازم ہے، جس طرح سلطان کے اعلان کی پابندی لازم ہے، ''طاعۃ الإمام فیما لیس بمعصیۃ فرض'' (ابن نجیم، البحر الرائق۵،۱۵۲) (غیر معصیت میں امام کی اطاعت فرض ہے) لہذا امام کے مقرر کردہ قاضی کی اطاعت بھی لازم ہے۔

البتہ جہاں سلطان مسلم نہ ہو وہاں کے مسلمانوں پرلازم ہے کہ وہ کسی معتبر عالم دین کو اپنا امیر منتخب کرلیں، اور امیر منتخب ہونےسے قبل متدین عالم کے فیصلہ پر

رمضان وعیدکا آغاز کریں؛ اس لئے کہ ''والعالم الثقۃ فی بلدۃ لا حاکم فیہا قائم مقامہ'' (فرنگی محلی، عبد الحئی، عمدۃ الرعایہ۱٫۲۴۶، حاشیہ نمبر: ۸، ط: الہند) (قابل اعتماد عالم ایسے ملک میں جہاں کوئی حاکم نہ ہو، حاکم کے قائم مقام ہوتا ہے)۔

(ج): کسی صوبہ کے قاضی کا اعلان صرف اسی صوبے کے مسلمانوں کے حق میں واجب العمل ہے:

ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر ایک صوبہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رؤیت کا اعلان کیا تو یہ صرف اسی صوبے کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہے، اور دوسرے صوبے کے مسلمانوں کے حق میں اس کا درجہ محض ایک خبر کا ہے، وہ اعلانِ سلطان کا درجہ نہیں رکھتا ہے، چنانچہ علامہ ابن الہمام کمال الدین محمد بن عبد الواحد سیواسیؒ تحریر فرماتے ہیں: ''والقاضی لو أخبر قاضی البلد الأخری بأنہ ثبت عندہ ببینۃ قبلہا حق فلان علی فلان الکائن فی بلد القاضی الآخر لم یجز العمل بہ؛ لأن إخبار القاضی لا یثبت حجۃ فی غیر محل ولایتہ'' (ابن الہمام، فتح القدیر۷٫۲۸۶، بیروت، دار الفکر) (قاضی اگر دوسرے شہر کے قاضی کو یہ خبر دے کہ میرے پاس شہادت کی بنیاد پر فلاں شخص کا حق جو دوسرے قاضی کے شہر میں رہتا ہے، ثابت ہوگیا ہے، تو اس پر عمل کرنا جائز نہیں؛ اس لئے کہ قاضی کی خبر اس کے حدود ولایت کےباہر حجت نہیں ہوسکتی)۔

اس سے معلوم ہوا کہ قاضی کا اعلان صرف اس صوبہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہے جو اس کے حدود اختیار میں ہے، اور دوسرے صوبوں کے مسلمانوں کے حق میں وہ محض ایک خبر ہے، جس پر دوسرے صوبہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کو اطمینان ہو تو وہ اس کی بنا پر اعلان کرسکتی ہے۔

(د): ریڈیو سے رؤیت ہلال کے اعلان کے معتبر ہونے کی صورت:

اگرچہ قدیم فقہاء نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ دینی امور میں کافر کے قول کا اعتبار نہیں ہے کہ دینی امور میں کافر کے قول کا اعتبار نہیں ہے، چنانچہ علامہ ابن نجیمؒ ''مجتبی'' کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''قول الفاسق غیر مقبول فی الدیانات، فکیف قول الکافر'' (ابن نجیم، البحر الرائق ۱٫۳۸۸) (دینی امور میں فاسق کا قول مقبول نہیں ہے، تو کافر کا قبول کیونکر مقبول ہوگا؟)۔

لیکن رؤیت ہلال کے سلسلہ میں اصل مدار اطمینان قلبی پر ہے، چنانچہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ ''وأما شہادۃ الفاسق فإن تحری القاضی الصدق فی شہادتہ تقبل وإلا فلا'' (سمرقندی، تحفۃ الفقہاء۳٫۳۶۳، بیروت، العلمیہ، ۱۴۰۵ھ۱۹۸۴ء) (بہرحال فاسق کی شہادت سو اگر قاضی کو اس کی گواہی کے سلسلہ میں صداقت کا اطمینان اور گمان غالب ہو، تو قبول کی جائے گی، ورنہ نہیں)۔

لہذا اگر تجربات سے تصدیق ہوتی ہو کہ معلن بلاد وبدل قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی ہی کے فیصلہ کو نشر کرتا ہے، اور قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف خبر کی صحیح نسبت کرتا ہے، تو اس پر اعتماد کرلینا کافی ہے۔

خلاصہ یہ کہ موجودہ دور میں تحقیق خبر کے اتنے وسائل ہیں کوئی شخص باضابطہ اعلان کرے تو اس پر اعتماد کی گنجائش ہے۔

سوال نمبر (۵) کا جواب:

(الف): ابرآلود مطلع والے علاقے کا حکم:

جن علاقوں میں عام طور سے مطلع ابرآلود رہتا ہو اور بہت کم چاند کی رؤیت ۲۹؍تاریخ کو ممکن ہوتی ہو، جیسے برطانیہ وغیرہ، ایسے علاقوں میں ان کے قریب کی ان جگہوں کا اعتبار ہوگا جن کا مطلع ایک ہو، لہذا ایسے علاقوں میں ہمیشہ ۳۰؍دن کا مہینہ شمار کرکے رمضان وعیدین کا فیصلہ صحیح نہیں ہے۔

یہی حکم ان ممالک کا ہے جہاں ماہ دوماہ رات نہیں ہوتی ہے، جیسے بلغاریہ وغیرہ، وہاں بھی رمضان وعیدین کا فیصلہ ان قریبی معتدل دن ورات والے علاقے سے کیا جائے گا جن کا مطلع ایک ہو۔

(ب): ابرآلودمطلع والے علاقوں میں ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد کا حکم:

قدیم ماہرین فلکیات رؤیت ہلال کے لئے کسی فلکیاتی حساب کو منضبط نہیں مانتے تھے، چنانچہ چوتھی صدی ہجری کے نامور فلسفی اور ماہر نجوم وفلکیات ابوریحان بیرونی نے اپنی کتاب ''الآثار الباقیۃ'' میں تمام علماء فلکیات کا اجماعی نظریہ بتایا ہے کہ ''فضائی وفلکی حالات ایسے ہیں کہ جو کوئی غور کرے گا تو رؤیت ہلال کے ہونے یا نہ ہونے کا کوئی قطعی فیصلہ ہرگز نہ کرسکے گا (بیرونی، الآثار الباقیۃ؍۱۹۸، مفتی محمد شفیع، رؤیت ہلال؍۲۵، ط: ہندوستان)۔

جدید ماہرین فلکیات بھی کچھ اسی طرح کی بات کہتے ہیں، چنانچہ پاکستانی مصنف ضیاء الدین صاحب رصدگاہ گرین ویچ کی سائنس ریسرچ کونسل کے فلکیاتی معلوماتی قرطاس نمبر ۶ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

''ہر ماہ نئے چاند کی پہلی مرتبہ نظر آنے والی تاریخوں کے متعلق پیش گوئی کرنا ممکن نہیں؛ کیونکہ ایسے کوئی قابل اعتماد اور مکمل طور پر مستند مشاہدات موجود نہیں ہوتے جنہیں ان شرائط کو متعین کرنے میں استعمال کیا جاسکے جو چاند کے اول بار نظر آنے کے لئے کافی ہوں'' (ضیاء الدین، رؤیت ہلال موجودہ دور میں؍۱۷، ط: پاکستان)۔

زیادہ سے زیادہ ماہرین فلکیات امکان رؤیت کا اظہار کرسکتے ہیں، اور ابرآلود مطلع والے علاقوں میں امکان رؤیت پر مدار نہیں رکھا جاسکتا ہے، لہذا ان علاقوں میں ماہرین فلکیات کے قول پر پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے، البتہ ایسے قریبی ممالک کی

رؤیت ہلال کے اعلان پر عمل کیا جائے گا، جن کا مطلع ایک ہو۔

(ج): ریڈیو کے اعلانات کی بنیا دپر اعلان کا حکم:

مختلف جگہوں کے ریڈیو اسٹیشن اپنے اپنے علاقوں کے قاضیوں یا رؤیت ہلال کمیٹیوں کا فیصلہ نشر کریں، تو تین یا چار یا تعداد قسامہ پچاس کے عدد کے بغیر جس قدر اعلانات پر قاضی حضرات یا رؤیت ہلال کمیٹیوں کو ان جگہوں پر چاند ہوجانے کا اطمینان اور یقین ہوجائے، تو وہ ان اعلانات پر اعتماد کرسکتے ہیں، اور ان کی بنیاد پر رؤیت کا ثبوت مان کر اپنے علاقوں میں اعلان کرسکتے ہیں کہ یہ استفاضہ خبر کی صورت ہے، علامہ حصکفیؒ رقمطراز ہیں: ''وقبل بلا علۃ جمع عظیم یقع العلم الشرعی وہو غلبۃ الظن بخبرہم، وہو مفوض إلی رأی الإمام من غیر تقدیم بعدد علی المذہب، وعن الإمام أنہ یکتفی بشاہدین، واختار فی البحر، وصحح فی الأقضیۃ الاکتفاء بواحد إن جاء من خارج البلد، أو کان علی مکان مرتفع، واختارہ ظہیر الدین'' (حصکفی، الدر المختار۲،۳۸۷۔۳۸۹)۔

تو جس طرح مطلع صاف ہونے کی صورت میں بلا تعداد اتنے لوگوں کی شہادت مطلوب ہے جس سے قاضی کو اطمینان اور گمان غالب ہوجائے، اسی طرح استفاضہ خبر کی صورت میں اس قدر اعلانات کی ضرورت ہے جن کی بنیاد پر قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کو ان جگہوں پر چاند ہوجانے کا اطمینان اور یقین ہوجائے۔

(د) متصل صوبے یا ملک کے مختلف صوبوں سے باوثوق ذرائع کے ساتھ رؤیت کی خبر ملنے کا حکم:

اگر ایک صوبے میں رؤیت کا ثبوت نہیں ہوتا، اور اس صوبے سے متصل یا ملک کے مختلف صوبوں سے باوثوق ذرائع کے ساتھ رؤیت کی خبر ملتی ہے تو یہ استفاضۂ خبر ہے، اور اس پر اعتماد کرکے رؤیت کا اعتبار کرنا ضروری ہے، علامہ حصکفی تحریر فرماتے ہیں: ''لو استفاض الخبر فی البلد الأخری لزمہم علی الصحیح من المذہب'' (حصکفی، الدر المختار۲،۳۹۰) (اگر دوسرے شہر میں خبر کا استفاضہ ہوجائے، تو صحیح مذہب کے مطابق وہاں کے مسلمانوں پر رؤیت کا اعتبار کرنا لازم ہے)۔

اور علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:''قال الرحمی:معنی الاستفاضۃ أن تأتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون، کل منہم یخبر عن أہل تلک البلدۃ أنہم صاموا عن رؤیۃ، لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن أشاعہ'' (ابن عابدین، رد المحتار۲،۳۹۰) (رحمتی کا قول ہے کہ استفاضہ کا مفہوم یہ ہے کہ اس شہرسے متعدد جماعت آئے، اور ان میں سے ہر شخص اس شہر والے کے بارے میں خبر دے کہ انہوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے، خبر پھیلانے والے کے علم کے بغیر محض خبر کا منتشر ہونا کافی نہیں ہے)۔

یہ استفاضہ قاضی کے عمل کی حکایت نہیں، بلکہ ضمناً اس کے فیصلہ کی خبر ہے، جو شہادت سے زیادہ قوی ہے؛ کیونکہ استفاضہ سے یقین حاصل ہوتا ہے جبکہ شہادت

سے ظن غالب (ابن عابدین، رد المحتار۲،۳۹۰)۔

لہذا متصل صوبے کے متعدد مقامات یا ملک کے مختلف صوبوں سے باوثوق ذرائع کے ساتھ رؤیت کی خبر ملے تو اس پر اعتماد کرتے ہوئے قاضی یا رؤیت ہلال مناسب یہ ہے کہ ملک کے مسلمانوں کو اختلاف وانتشار سے بچانے کی غرض سے ایک مرکزی ہلال کمیٹی راجدھانی دہلی میں بنائی جائے، جس کا رابطہ تمام صوبوں کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی سے ہو جو شہادت کی بنیاد پر رؤیت ہلال کا فیصلہ لے اور مرکزی کمیٹی کو اس کی اطلاع کردے، اور مرکزی کمیٹی صوبائی قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کے فیصلہ کا اعلان کرے۔

سوال نمبر (۶) کا جواب:

(الف): قریبی مقامات میں رؤیت ہونے کی صورت میں اعلان کی ذمہ داری:

اگر قریبی مقامات میں رؤیت ہوتی ہے تو دوسرے قریبی مقامات میں رؤیت کا ثبوت پہلے مقام پر قاضی کے فیصلہ کی شہادت کی بنا پر ہوگا یا استفاضہ خبر کی بنیاد پر، دونوں صورتوں میں دوسرے قریبی مقامات میں رؤیت کے اعلان کا حق اور اس کی ذمہ داری قاضی شہر یا رؤیت ہلال کمیٹی کی ہے، ''جاز لہذا القاضی أن یحکم بشہادتہما؛ لأن قضا ء القاضی حجۃ'' (حصکفی، الدر المختار۲،۳۹۰) (کسی شہر کے قاضی کے پاس اس بات کی شہادت دی جائے کہ فلاں شہر کے قاضی نے دو گواہوں کی شہادت کی بنیاد پر رؤیت ہلال کا فیصلہ کیا، تو اس قاضی کے لئے ان کی شہادت کے مطابق فیصلہ کرنا جائز ہے؛ اس لئے کہ قاضی کا فیصلہ حجت ہے)۔

اور اس کی شرح میں علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں: ''قولہ: جاز'' الظاہر أن المراد بالجواز الصحۃ فلا ینافی الوجوب'' (ابن عابدین، رد المحتار۲،۳۹۰) (مصنف کا قول قاضی کے لئے جائز ہے بہ ظاہر جواز سے مراد صحت ہے لہذا یہ وجوب کے منافی نہیں ہے)۔

اور جہاں قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نہ ہو، وہاں یہ ذمہ داری معتبر عالم دین کی ہوگی۔

(ب): دوسرے مقامات میں رؤیت ہونے کی صورت میں رؤیت ہلال کے فیصلہ واعلان کا مجاز کون؟

دوسرے مقامات کی رؤیت پر رؤیت ہلال کا فیصلہ لینے کی اصل ذمہ داری قاضی کی ہے، اور اگر کسی رؤیت ہلال کمیٹی میں قاضی بھی شامل ہو تو پھر فیصلہ لینے کی ذمہ داری رؤیت ہلال کمیٹی کی ہے، اور جہاں قاضی وغیرہ نہ ہو، وہاں فیصلہ لینے کی ذمہ داری ایسی رؤیت ہلال کمیٹی کی ہے، جس میں مستند علماء شامل ہوں۔

(ج): رؤیت کے فیصلہ واعلان کے نظام کی موجودگی میں دیگر افراد اور ادارہ کے اعلان کا حکم:

غیر مسلم ملک میں مسلمان بہ طور خود کسی امیر کا انتخاب کریں یا باہمی رضامندی سے قاضی مقرر کرلیں تو پھر رؤیت کے فیصلہ واعلان کی ذمہ داری اس قاضی کی ہے؛ کیونکہ مسلمانوں کا منتخب قاضی بھی سلطان کے حکم میں ہے، لہذا اس کا اعلان بھی اعلان سلطان کے درجہ میں ہے، اس لئے کی بنیاد پر روزہ رکھنا یا عید کرنا درست نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''من شذّ شذ فی النار'' (المستدرک للحاکم، حدیث نمبر: ۳۹۱، مسند الفردوس للدیلمی، حدیث نمبر: ۸۱۱۶، ترمذی، حدیث نمبر: ۲۱۶۷، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (جو مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہوگا اسے ان سے الگ کرکے جہنم میں ڈال دیا جائے گا)۔

اور علامہ شامی کی صراحت کے مطابق: ''یصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین، ویجب علیہم أن یلتمسوا والیاً مسلما'' (ابن عابدین، رد المحتار۲،۱۴۴) (قاضی مسلمانوں کی باہمی رضامندی سے قاضی ہوجاتا ہے، اور ان پر مسلمانوں ہے کہ مسلم حاکم طلب کریں)۔

لہذا مسلمانوں نے بہ طور خود کسی امیر کا انتخاب کیا ہو، جس منتخب امیر نے کسی قاضی کو اس کام کا ذمہ دار بنایا ہو، یا مسلمانوں نے باہمی رضامندی سے قاضی مقرر کیا ہو، جس نے رؤیت ہلال کے ثبوت واعلان کا نظام بنایا ہو، اس سے ہٹ کر ہر اعلان غیر معتبر ہے۔

(د): غیر مجاز لوگوں کی طرف سے اعلان کی صورت میں روزہ نہ رکھنے کا حکم:

غیر مجاز لوگوں کی طرف سے کیا جانے والا اعلان غیر معتبر ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولّہ ما تولی ونصلہ جہنم، وساءت مصیراً'' (النساء : ۱۱۵) (اور ایمان والوں کے راستہ سے ہٹ کر کوئی راستہ اپنائے گا تو ہم اسے اسی رخ پر چلنے دینگے، اور پھر جہنم میں جھلسادینگے، اور اس کا بہت برا انجام ہوگا)۔

لہذا غیر مجاز افراد یا ادارہ کے اعلان کی صورت میں روزہ نہ رکھنے یا رکھ کر توڑ دینے کی صورت میں نہ قضا واجب ہے نہ کفارہ۔

قضا کا لزوم اس صورت میں ہے، جبکہ کسی فرد نے چاند دیکھ کر روزہ توڑ دیا ہو؛ اس لئے کہ اس کی شہادت مسترد کردی گئی، ہندیہ میں ہے:

''رجل رأی ہلال رمضان وحدہ، فشہد، ولم تقبل شہادتہ، کان علیہ أن یصوم، وإن أفطر فی ذلک الیوم، کان علیہ القضاء دون الکفارۃ، وإن أفطر قبل أن یردّ القاضی شہادتہ، فالصحیح أنہ لا تجب علیہ الکفارۃ، کذا فی فتاوی قاضی خان'' (ہندیہ۱،۱۹۷-۱۹۸) (ایک شخص نے تنہا رمضان کا چاند دیکھا، اور گواہی دی، اور اس کی گواہی قبول نہیں کی گئی، تو اس پر واجب ہوگا کہ روزہ رکھے، اور اگر اس دن روزہ توڑے، تو اس پر قضا ہوگی نہ کہ کفارہ، اور اس اگر قاضی کے شہادت کو مسترد کرنے سے پہلے ہی روزہ توڑدے،تو صحیح قول کے مطابق اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا، ایسے ہی فتاوی قاضی خان میں ہے)۔

لیکن جب غیر مجاز لوگوں کا اعلان ہی غیر معتبر ہے، تو پھر رمضان کا آغاز ہی نہیں ہوا، تو پھر روزہ نہ رکھنے یا رمضان سمجھ کر روزہ رکھ کر توڑ دینے کی صورت میں کیونکر قضا لازم ہوگی؟

سوال نمبر ۷ کا جواب:

(الف): ایک شہر یا صوبہ میں متعدد رؤیت ہلال کمیٹی وغیرہ کا حکم:

تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اصول کو اہمیت دیں اور جزئیات وفروعات کے اختلاف کو شدت دینے سے پرہیز کریں، محض اپنے اپنے مسلک پر اصرار کرنے کی بجائے امت کی اجتماعی مصلحت کو پیش نظر رکھیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا'' (آل عمران: ۱۰۳) (اور اللہ کی رسی سب مل کر مضبوطی سے تھام لو، اور الگ الگ نہ ہو یعنی ٹولیوں، گروہوں اور فرقوں میں مٹ بٹو)، نیز ارشاد ہے:''إنما المؤمنون إخوة'' (الحجرات: ۱۰) (تمام ایمان والے بھائی بھائی ہیں)۔

اور حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ''فعلیکم بالجماعۃ، فإنما یأکل الذئب القاصیۃ'' (سنن نسائی، حدیث نمبر: ۸۴۷، سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۵۴۷، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (تم جماعت کو لازم پکڑو، کیونکہ بھیڑیا اسی بکری کو کھا جاتا ہے جو ریوڑ سے دور نکل جاتی ہے)۔

اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ''إن اللہ لا یجمع أمتی علی ضلالۃ'' (سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۲۱۶۷، المستدرک للحاکم، حدیث نمبر: ۳۹۲، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (بے شک اللہ تعالی میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا، اور اللہ سبحانہ کا ہاتھ جماعت پر ہے، اور جو جماعت سے نکلے گا تو اسے مسلمانوں سے الگ کرکے جہنم میں ڈال دیا جائے گا)۔

لہذا تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ رمضان اور عیدین کے چاند کی رؤیت کے اعلان کے لئے متحدہ پلیٹ فارم تیار کریں اور اگر اس طرح کے متعدد ادارے موجود ہوں تو ان کو چاہئے کہ اپنے اپنے مسلک سے اوپر اٹھ کر اسلام اور مسلمانوں کے مصالح کے پیش نظر ان اداروں کو ایک ادارہ میں تبدیل کردیں، جس میں ہر مسلک کی عادلانہ نمائندگی ہو، محض مسلک یا ذاتی مصلحت اور شہرت کے لئے الگ الگ گھر وندے بنانا مناسب نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ ایک شہر وصوبے میں موجود ایک سے زائد اداروں کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کو اختلاف وانتشار سے بچانے کے لئے متحدہ پلیٹ فارم بنائیں۔

(ب): مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کی تشکیل:

باہمی اتفاق کے ساتھ ملکی پیمانے پر ایک فیصلہ واعلان سامنے لانے اور مسلمانوں کو انتشار سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ ملک کو چار زون (Zone) میں تقسیم کیا

جائے:

(١) پہلا زون یا ایریا یعنی علاقہ شمال مشرقی ریاستیں ہوں، اور اس کا مرکز امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ اور جھارکھنڈ کو بنایا جائے، ان ریاستوں کے ادارے براہ راست اس سے جڑیں اور چاند کی شہادت کے سلسلہ میں اسے مطلع کریں۔

(٢) دوسرا زون یا ریجن (Rgion)یعنی علاقہ ساؤتھ یعنی جنوبی ریاستیں ہوں ،اور اس کا مرکز حیدرآباد ہو، جنوبی ریاستوں کے ادارے براہ راست اس سے مربوط ہوں اور رؤیت ہلال کی شہادت کے بارے میں اسے مطلع کریں۔

(٣) تیسرا زون یعنی علاقہ مغربی ریاستیں ہوں اور اس کا مرکز گجرات ہو، اور مغربی ریاستوں کے ادارے براہ راست اس سے جڑیں اور چاند کی شہادت کے سلسلہ میں اسے مطلع کریں۔

(٤) چوتھا زون وسطی ریاستیں ہوں اور اس کا مرکز اترپردیش ہو اور وسطی ریاستوں کے ادارے براہ راست اس سے مربوط ہوں، اور چاند کی شہادت کے بارے میں اسے مطلع کریں، اور لکھنؤ میں اس کی ذمہ داری مولانا خالد رشید فرنگی محل دی جائے۔

اور مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کی تشکیل دہلی میں کی جائے، جس میں ہر مسلک کے نمائندے شامل ہوں، اور اس کی ذمہ داری احمد بخاری صاحب کو دی جائے۔

سوال نمبر (٨) کا جواب:

(الف): ماہرین فلکیات کی رائے پر رؤیت قبول کرنے کا حکم:

قدیم وجدید ماہرین فلکیات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رؤیت ہلال کے لئے کوئی فلکیاتی حساب منضبط نہیں ہے، چنانچہ علامہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے:

''اعلم أن المخففين من أہل الحساب ہم متفقون على أنہ لا يمكن ضبط الرؤية بحساب بحيث يحكم بأنہ يرى لا محالۃ، أو لا يرى البتۃ على وجہ مطرد، وإنما قد يتفق ذلک، أو لا يمكن بعض الأوقات'' (ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی٢٥،١٨٣، بیروت، دار الوفاء، ط: ٣، ١٤٢٦ھ، ٢٠٠٥، تحقیق: انور باز، عامر جزار) (معلوم ہو کہ اہل حساب میں سے تمام کے تمام محققین اس بات پر متفق ہیں کہ چاند کی رؤیت کو کسی حساب سے اس طرح منضبط کرنا ممکن نہیں ہے کہ ہمیشہ یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ وہ یقینا دکھائی دے گا، یا نہ دکھائی دے گا، بلکہ یہ رؤیت کبھی اتفاقاً ہوجاتی ہے، اور بعض اوقات ممکن نہیں ہوتی ہے)۔

حاجی خلیفہ نے ''کشف الظنون'' میں شمس الدین محمد بن علی خواجہ کا چالیس سال کا یہ تجربہ تحریر کیا ہے کہ ان معاملات میں کوئی صحیح اور یقینی پیش گوئی نہیں کی جاسکتی کہ جس پر اعتماد کیا جاسکے (مفتی محمد سمیع، رؤیت ہلال ،٢٥، ط: الہند)۔

موجودہ ترقی یافتہ دور کے جدید ماہرین فلکیات کی رائے بھی اس سے ملتی جلتی ہے، جیسا کہ ایک پاکستانی مؤلف جناب ضیاء الدین صاحب نے تحریر کیا ہے کہ انہوں نے

یونیورسٹی آف لندن، آبزرویٹری اور رائل گرین ویچ آبزرویٹری سے استفسار کیا، اس کے جواب میں ان کو یونیورسٹی آف لندن آبزرویٹری کے شعبہ فزکس وعلوم فلکیات کے اسسٹنٹ ڈائرکٹر نے جو اپنی ماہرین رائےفیصلہ دیا، اور یہ تھا کہ:

''آپ کے استفسار کے متعلق کہ آیا رصدگاہی سائنسداں، کوئی ایسا معیار قائم کرنے کے قابل ہوچکے ہیں جس سے نیا چاند نمودار ہونے والی شام کی یقینی پیشیں گوئی کی جاسکے؟ مجھے افسوس ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے، کچھ عرصہ قبل اس خاص مسئلہ پر قضاۃ سعودی عرب کے اراکین کے ساتھ میرے طویل مذاکرات ہوئے اور یہ معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں پیش کی جانے والی کوئی بھی تجویز یقینی طور پر قرآن مجید کی ضروری شرائط سے تقریباً متصادم ہے، مسئلہ یہ ہے کہ درحقیقت رؤیت ہلال کے متعلق کوئی بھی مفروضہ قائم نہیں کیا جاسکتا۔

آخر میں لکھا ہے کہ ..... مجھے اس بات پر افسوس ہے کہ میرے خیال میں کوئی ایسا سائنسی طریقہ نہیں ہے جس سے کہ اس موقع پر اسلام کی ضروری شرائط پوری کی جاسکیں (ضیاء الدین، رؤیت ہلال موجودہ دور میں،۱۵)۔

نیا چاند کیا ہے؟

سورج مشرق سے نکل کر مغرب میں ڈوبتا ہے، چاند بھی اسی طرح مشرق سے نکل کر مغرب میں ڈوبتا ہے، یہ چاند کے روزمرہ کی چال ہے، البتہ چاند کی ایک دوسری چال بھی ہے، وہ مغرب سے مشرق کی طرف بھی چلتا ہے، دو متضاد چالیں ایک ساتھ چلتا ہے، اور یہ بات اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں، جیسے ہم فٹ بال کو لات مارتے ہیں تو گیند سامنے کی طرف بھی جاتی ہے اور گول بھی گھومتی ہے، اسی طرح چاند چوبیس گھنٹے میں ایک راؤنڈ لیتا ہے، اور دوسری چال مغرب سے مشرق کی طرف چوبیس گھنٹوں میں ۲۳ڈگری چلتا ہے، اور انتیس دن میں ایک راؤنڈ پورا کرتا ہے، اور جیسے آدھی زمین روشن رہتی ہے اور آدھی پر اندھیرا چھایا رہتا ہے، یہاں رات ہے اور چین میں سورج نکلا ہوا ہے، یہی حال چاند کا بھی ہے، اس کا آدھا حصہ جو سورج کی طرف ہے وہ روشن ہوتا ہے اور دوسرا آدھا جو سورج کے مقابل نہیں وہ تاریک ہوتا ہے، سو آدھا روشن اور آدھا غیر روشن ہونے میں چاند اور زمین یکساں ہیں، اور جب ہم چاند کو زمین سے دیکھیں اور اس کا روشن حصہ نظر نہ آئے تو اس کا نام مُحاق ہے، پھر جب ہمارے دیکھنے کا زاویہ بدلتا ہے تو چاند کے روشن حصہ کا ایک کنارہ ہمیں نظر آتا ہے، یہ ہلال ہے، پھر جوں جوں زاویہ بدلتا رہتا ہے ہر دن کا چاند بڑا ہوتا رہتا ہے، پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ چاند زمین اور سورج کے بیچ میں آجاتا ہے، سو چاند کا آدھا روشن حصہ دوسری طرف ہوجاتا ہے اور ہماری طرف تاریک والا حصہ ہوجاتا ہے، یہ زمانہ محاق کہلاتا ہے، پھر جب چاند مشرق کی طرف ہٹتا ہے اور سورج کے تقابل سے نکل جاتا ہے تو قمر جدید

کہلاتا ہے، لیکن ابھی اس کا زاویہ اتنا باریک ہوتاہےکہ ابھی زمین سے اس کے دیکھنے کا امکان نہیں ہوتا، جب چاند سورج سے کم ازکم سولہ ڈگری پیچھے ہوجائے تب زمین سے دیکھنے کے قابل ہوتا ہے اور کھجور کی ٹہنی کی طرح نظر آتا ہے۔ خیال رہے کہ چاند اگر زمین کے قریب ہو تو کم از کم ۱۷ گھنٹے کی عمر کے بعد انسانی نظر میں آنے کا امکان ہوتا ہے، چونکہ زمین کے مدار اور چاند کے مدار میں تبدیلی آتی رہتی ہے؛ کیونکہ یہ ہم سطح نہیں ہیں اور ہوا کی کیفیت بھی یکساں نہیں رہتی اور چاند کی رفتار میں بھی فرق ہوتا ہے، کبھی زمین کے قریب ہوکر تیز گھومتا ہے اور کبھی زمین سے دور ہوکر آہستہ گردش کرتا ہے، اس لئے سائنسی طور پر مستقبل کے چاند کی پوزیشن کے بارے میں بات کی جاسکتی ہے، البتہ رؤیت ہلال کے بارے میں یقینی پیشینگوئی نہیں کی جاسکتی؛ کیونکہ اس میں کئی ایک عوامل ہیں جو یکساں نہیں رہتے، مثلاً: مطلع کی کیفیت، فضاء میں گردوغبار، مقام مشاہدہ کا محل وقوع، اسی طرح گرمی، سردی، فضا کی نمی، فضا کی خشکی، وغیرہ۔ خود ماہرین فلکیات اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ حساب کی قطعیت کے باوجود ہزار میں ایک غلطی کا امکان موجود ہے، لہذا ماہرین فلکیات کی رائے پر رؤیت کو قبول نہیں کیا جاسکتا ہے، چنانچہ علامہ شامیؒ نے فلکیاتی قواعد کو بذات خود صحیح مانتے ہوئے فلکیاتی تحقیقات پر دار ومدار رکھنے سے انکار کیا ہے، جیسا کہ تحریر فرماتے ہیں: ''ما صرح بہ علماؤنا من عدم الاعتماد علی قول أہل النجوم فی دخول رمضان؛ لأن ذلک مبنی علی أن وجوب الصوم معلق برؤیۃ الہلال لحدیث:''صوموا لرؤیتہ''، وتولید الہلال لیس مبنیا علی الرؤیۃ بل علی قواعد فلکیۃ، وہی وإن کانت صحیحۃ فی نفسہا، لکن إذا کانت ولادتہ فی لیلۃ کذا، فقد یری فیہا الہلال وقد لا یری، والشارع علق الوجوب علی الرؤیۃ، لا علی الولادۃ'' (ابن عابدین، رد المحتار۱؍۴۳۱، بیروت، دار الفکر، ۱۴۲۱ھ۲۰۰۰ء، ع۔أ: ۸) (ہمارے علماء نے رمضان کی آمد کے سلسلہ میں اہل نجوم کے قول پر اعتماد نہ کرنے کی جو صراحت کی ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ روزے کا وجوب رؤیت ہلال پر معلق ہے، اس حدیث کی رو سے ''صوموا لرؤیتہ '' (کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو) اور چاند کی ولادت رؤیت پر مبنی نہیں ہے، بلکہ فلکیاتی قواعد پر مبنی ہے، اور یہ قواعد بذات خود قواعد بذات خود صحیح ہیں، لیکن اگر کسی رات میں چاند کی پیدائش ہو، تو کبھی وہ نظر آتا ہے، اور کبھی نظر نہیں آتا، اور شارع علیہ السلام نے روزے کے وجوب کو رؤیت پر معلق کیا ہے، نہ کہ چاند کی پیدائش پر)۔

نیز امام مالک اور احمدؒ کی طرح امام ابوحنیفہؒ کا اصل مسلک یہی ہے کہ اختلاف مطالع کا بلاد قریبہ نہ بلاد بعیدہ میں مطلقاً کوئی اعتبار ہے، اس کے باوجود علامہ شرنبلالی حسن بن عمار حنفیؒ رقمطراز ہیں:''وقیل:یختلف ثبوتہ باختلاف المطالع، واختارہ صاحب التجرید وغیرہ، کما إذا زالت الشمس عند قوم، وغربت عند غیرہم، فالظہر علی الأولین

لا المغرب لعدم انعقاد السبب فی حقہم'' (شرنبلالی، مراقی الفلاح،۴۳۶، مصرف بولاق) (اور بعض حضرات کا قول ہے کہ اختلاف مطالع کی وجہ سے رؤیت ہلال کے ثبوت میں بھی اختلاف ہوسکتا ہے، ''تجرید القدوری '' وغیرہ کے مؤلف نے اسی کو ترجیح دیا ہے، جیسا کہ جب کچھ لوگوں کے یہاں آفتاب ڈھل جائے اور دوسروں کے یہاں ڈوب جائے، تو پہلے لوگوں پر ظہر ہے نہ کہ مغرب؛ کیونکہ ان کے حق میں مغرب کا سبب پایا نہیں گیا)۔

اور علامہ طحطاوی اس کے حاشیہ پر رقمطراز ہیں:

''وہو الأشبہ، لأن انفصال الہلال من شاع الشمس یختلفباختلاف الأقطار، کما فی دخول الوقت وخروجہ، وہذا مثبت فی علم الأفلاک والہیأۃ، وأقل ما تختلف فیہ المطالع مسیرۃ شہر، کما فی الجواہر'' (طحطاوی، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح،۴۳۶، مصر، بولاق، ۱۳۱۸ھ) (یہی قول زیادہ صحیح ہے؛ اس لئے کہ چاند کا سورج کی کرنوں سے خالی ہونا ممالک کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے، جیسا کہ اوقات (نماز) کی آمد ورفت میں،،،،، اور یہ فلکیات اور علم ہیئت کے مطابق ایک امر مسلم ہے، نیز کم سے کم جس سے اختلاف مطالع واقع ہوتا ہے ، وہ ایک ماہ کی مسافت ہے، جیسا کہ ''جواہر'' نامی کتاب میں ہے)۔

تو احناف نے ایک ماہ کی مسافت والے ممالک، یا ایسے علاقے میں جہاں عام طور سے ایکے دن کا فرق رؤیت میں ہوجاتا ہو، اختلاف مطالع کو اسی وجہ سے معتبر مانا ہے کہ پوری دنیا میں ایک دن رؤیت کا امکان نہیں ہے، اسی طرح تولید ہلال جدید (New Moon)سے صرف رؤیت کا امکان پایا جاتا ہے نہ کہ رؤیت کا وقوع، اور چونکہ شریعت مطہرہ نے محض تولید ہلال یا امکان رؤیت پر دارومدار نہیں رکھا ہے، بلکہ وقوع رؤیت پر مدار رکھا ہے، اور ماہرین فلکیات محض تولید ہلا ل یا امکان رؤیت بتاسکتے ہیں، رؤیت ہلال کے بارے میں یقینی پیشینگوئی نہیں کرسکتے ہیں، اس لئے ان کی رائے پر رؤیت کو قبول نہیں کیا جاسکتا ہے۔

(ب) عمومی طور پر ابرآلود رہنے والے ممالک میں ماہرین فلکیات کی رائے پر عمل کرنے کا حکم:

یہ بات تفصیل سے گزرچکی کہ چاند کی پیدائش زمین کے آسمان پر ایک ہی وقت میں ہوتی ہے، لیکن چاند پیدا ہوتے ہی انسانی نظر میں آنے کے قابل نہیں ہوتا، کافی وقت گزرنے کے بعد یہ انسانی نظر میں آنے کے قابل ہوتا ہے، چونکہ چاند کی مدار بیضوی شکل کا ہوتا ہے؛ اس لئے چاند اور زمین کے درمیان فاصلہ کبھی ۲۵۲۷۱۰ میل تک زیادہ ہوتا ہے اور کبھی ۲۲۱۴۶۳ میل تک کم ہوجاتا ہے، لہذا اگرچاند زمین کے قریب ہو تو کم سے کم ۱۷ گھنٹے کی عمر کے بعد انسانی نظر میں آنے کا امکان ہوتا ہے، اور اگر فاصلہ زیادہ ہو، تو ۲۴ گھنٹے کی عمر کے بعد بھی چاند انسانی نظر میں آنے کا امکان نہیں ہوتا ہے۔

اور سائنسی طور پر محض تولید ہلال یا امکان رؤیت کی خبر دی جاسکتی ہے، لیکن رؤیت ہلال کے بارے میں یقینی طور پر پیشینگوئی نہیں کی جاسکتی ہے، لہذا عمومی طور پر ابرآلود رہنے والے ممالک میں بھی ماہرین فلکیات کی رائے پر عمل نہیں کیاجاسکتا ہے، وہاں کے رہنے والے کو قریب تر متحد المطلع ملک کی رؤیت کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔

(ج): ماہرین فلکیات کی رائے کے مطابق شہادت کو مسترد کرنے کا مسئلہ:

اگر ماہرین فلکیات کی رائے ہوکہ آج افق پر چاند قابل رؤیت نہیں، اور سائنسی اعتبار سے رؤیت ممکن ہی نہیں ہے، اور تمام ماہرین فلکیات کی رائے یہی ہو، اور کوئی خبر واحد کی شکل میناس دن رؤیت کی شہادت دے تو یہ شہادت مسترد کردی جائے گی؛ کیونکہ جب عقلاً رؤیت ممکن ہی نہیں ہے تو ایسی صورت میں جو شہادت پیش ہورہی ہے وہ شہادت متہم ہے، اور متہم ہونے کی وجہ سے وہ شہادت معتبر نہیں ہے۔

اور یہی رائے میرے نزدیک راجح ہے جبکہ بعض اہل علم کی رائے ہے کہ فلکی حساب کا نفی میں بھی اعتبار نہیں ہے، لیکن یہ رائے میرے نزدیک مرجوح ہے۔

اور اگر یہ شہادت ''خبر مستفیض'' کی شکل میں ہو، تو پھر یہ شہادت قبول کی جائےگی؛ کیونکہ ایک بڑی تعداد جن کا عادتاً جھوٹ پر اتفاق کرنا محال ہو، ان کی شہادت سے یقین حاصل ہوتا ہے، لہذا ایسی صورت میں یہی سمجھا جائے گا کہ ماہرین فلکیات سے فلکیاتی قواعد کی تطبیق اور حساب لگانے میں چوک ہوئی ہے اور انہوں نے چاند نظر آنے کے لئے سورج، چاند اور زمین کے درمیان بننے والے زاویے کے حساب میں چوک کی ہے، یہ زوایہ نویا اس سے زائد درجے کو پہنچ چکے تھے، لیکن حساب میں چوک ہوئی، یا موسم اور افق کی شفافیت کو نظر انداز کردیا گیا، یا کسی نہ کسی عامل میں چوک ہوئی ہے۔

* * *

مسائل رؤیت ہلال - بعض تنقیحات

مولانا اختر امام عادل قاسمی•

مطلع کامفہوم اورحدود:

سوال نمبر (۱) :

الجواب :لغت میں مطلع سورج یاچاندکےمقام طلوع یاظہور کو کہتےہیں، قرآن کریم میں اسی مفہوم میں یہ آیت کریمہ واردہوئی ہے:

''حتی إذا بلغ مطلع الشمس'' (سورہ الکہف: ۹۰)۔

اصطلاحی مفہوم بھی اس سے مختلف نہیں ہے،مغرب میں چاندکےمقام ظہورکو ''مطلع'' کہا جاتا ہے (حاشیہ ابن عابدین۲،۳۹۳)۔

شامی میں ہے:

''مطلب في اختلاف المطالع قوله (واختلاف المطالع) جمع مطلع بكسر اللام موضع الطلوع، بحر عن ضياء العلوم'' (حاشیہ رد المحتار علی الدر المختار ۲،۳۹۳)۔

مگرچانداورسورج کےطلوع وغروب کی جگہیں نظام قدرت کےتحت مختلف ہوتی رہتی ہیں،کائناتی سسٹم میں ہردن اور ہرساعت کےلحاظ سےان کےطلوع وغروب کی جگہیں مقرر ہیں ،جس کی طرف قرآن کریم میں بھی اشارہ کیاگیاہے:

* ''رب السماوات والأرض وما بينهما ورب المشارق'' (سورہ صافات: ۵)۔

* ''فلا أقسم برب المشارق والمغارب إنا لقادرون'' (سورہ معارج: ۴۰)۔

اختلاف مطالع کی حقیقت:

*اس سےیہ بھی اندازہ ہوتا ہےکہ مطالع کااختلاف قدرتی طورپرموجودہے،اورکوئی ایک مطلع ساری روئے زمین کے لئے کافی نہیں ہے، قرآن کریم نےمشارق ومغارب کےالفاظ استعمال کرکےاس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ شرق وغرب کی بناپرمطلع میں اختلاف ہوتا ہے، نیزطویل مسافتوں پربھی مطلع بدل جاتا ہے، علاوہ زمین کی ساخت (کروی) ہی ایسی ہے، نیزوہ مسلسل گردش میں ہے، اورشمس وقمر بھی گردش میں ہیں ایسی حالت میں ایک مقام طلوع تمام روئےزمین کے لئے کافی ہوہی نہیں سکتا۔ یہ وہ حقیقت ہےجس کی واقعیت میں کسی کااختلاف نہیں ہے،علماء اورماہرین فلکیات کےمطابق اگرچاندمشرق میں نظر آتا ہےتومغرب میں بھی لازماً نظرآئےگا، جبکہ اس کے برعکس

• مہتمم جامعہ ربانی منورواشریف سمستی پوربہار۔

ضروری نہیں ،علامہ قرافی لکھتے ہیں :

''أن البلاد المشرقية إذا كان الهلال فيها في الشعاع وبقيت الشمس تتحرك مع القمر إلى الجهة الغربية فما تصل الشمس إلى أفق المغرب، إلا وقد خرج الهلال من الشعاع، فيراه أهل المغرب ولا يراه أهل المشرق هذا أحد أسباب اختلاف رؤية الهلال، وله أسباب أخر مذكورة في علم الهيئة لا يليق ذكرها هاهنا، إنما ذكرت ما يقرب فهمه، وإذا كان الهلال يختلف باختلاف الآفاق، وجب أن يكون لكل قوم رؤيتهم في الأهلة، كما أن لكل قوم فجرهم، وغير ذلك من أوقات الصلوات، وهذا حق ظاهر وصواب متعين'' (الفروق او انوار البروق (مع الہوامش)۲،۳۰۲)۔

علامہ ابن تیمیہؒ نےبھی یہی بات لکھی ہے۔

جہاں تک مطلع کی حدکی بات ہےتوباوجودیکہ مطالع میں فی لواقع اختلاف موجود ہے، اوراس میں کوئی اختلاف نہیں، شامیؒ لکھتے ہیں:

''اعلم أن نفس اختلاف المطالع لا نزاع فيه بمعنى أنه قد يكون بين البلدتين بعد بحيث يطلع الهلال ليلة، كذا في إحدى البلدتين دون الأخرى، وكذا مطالع الشمس؛ لأن انفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف الأقطار حتى إذا زالت الشمس في المشرق لا يلزم أن تزول في المغرب، وكذا طلوع الفجر وغروب الشمس، بل كلما تحركت الشمس درجة فتلك طلوع فجر لقوم وطلوع شمس لآخرين وغروب لبعض ونصف ليل لغيرهم كما في الزيلعي'' (حاشیہ رد المحتار علی الدر المختار۲،۳۹۳)۔

اختلاف اس امرمیں ہےکہ اس اختلاف کا شرعی طور پر اعتبار ہے یا نہیں؟ فقہاء شافعیہ کا استثناء کرکے جمہورعلماء کے یہاں شرعاً اس کا اعتبار نہیں ہے، بلکہ ایک مقام کی رویت دوسرےتمام مقامات کےلئےکافی ہوگی، گوکہ اختلاف مطلع کے اعتبار یاعدم اعتبارکےاقوال تقریباًچاروں ہی مذاہب میں موجودہیں، البتہ شافعیہ کامسلک راجح یہ ہےکہ اختلاف کا اعتبار ہے (رسائل ابن عابدین۱،۲۲۸۔۲۲۹، نیز عربی عبارت کے لئے دیکھئے: حاشیہ رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار ۲،۳۹۳۔۳۹۴)۔

البتہ متأخرین فقہاء احناف بھی دوردرازکی مسافتوں میں اختلاف مطالع کےقائل نظرآتےہیں:

علامہ کاسانیؒ لکھتےہیں:

''فأما إذا كانت بعيدة فلا يلزم أحد البلدين حكم الآخر؛ لأن مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر في أهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر.وحكي عن أبي عبد الله بن أبي موسى الضرير أنه استفتي في أهل إسكندرية أن الشمس تغرب بها، ومن على منارتها يرى الشمس بعد ذلك بزمان كثير. فقال: يحل لأهل البلد الفطر ولا يحل لمن على رأس المنارة إذا كان يرى غروب الشمس؛ لأن مغرب الشمس يختلف كما يختلف مطلعها، فيعتبر في أهل كل موضع مغربه'' (بدائع الصنائع۴۰،۲۴۰)۔

زیلعی رقمطرازہیں :

''وانفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف الأقطار، كما أن دخول الوقت وخروجه يختلف باختلاف الأقطار حتى إذا زالت الشمس في المشرق لا يلزم منه أن تزول في المغرب، وكذا طلوع الفجر وغروب الشمس، بل كلما تحركت الشمس درجةً فتلك طلوع فجرٍ لقومٍ وطلوع شمسٍ لآخرين وغروب لبعضٍ ونصف ليلٍ لغيرهم'' (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق۱،۳۲۱)۔

اختلاف مطالع کےاعتبارکےدلائل :

جو حضرات اختلاف مطالع کااعتبارکرتےہیں ان کی نظراس مسئلہ کی کائناتی واقعیت پرہے، نیزسورج کےمطالع کا اختلاف نمازونکےاوقات مینمؤثرمانا جاتاہے،اوقات نمازمیں کوئی شہرکسی دوسرےشہرکےتابع نہیں ہے، ہر ایک کااپناجداگانہ وقت ہے،اس لئےچاندکےمطالع میں بھی فرق کالحاظ ہوناچاہیے اورایک مقام کی رویت کی شہادت دوسرےمقام کےلئےمعتبرنہیں ہونی چاہئے۔

نیزبعض روایات سےمعلوم ہوتا ہےکہ ایک شہرکی رویت دوسرےشہرکےلئےکافی نہیں ہے، جیساکہ کریبؓ کی روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کےجواب سے اندازہ ہوتا ہے:

''عن كريبٍ أن أم الفضل بنت الحارث بعثته إلى معاوية بالشام، قال:فقدمت الشام فقضيت حاجتها واستهل على رمضان وأنا بالشام فرأيت الهلال ليلة الجمعة، ثم قدمت المدينة فى آخر الشهر فسألنى عبد الله بن عباسٍ - رضى الله عنهما - ثم ذكر الهلال فقال:متى رأيتم الهلال! فقلت:رأيناه ليلة الجمعة، فقال:أنت رأيته فقلت: نعم ورآه الناس وصاموا وصام معاوية، فقال:لكنا رأيناه ليلة السبت فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلاثين أو نراه، فقلت أولا تكتفى برؤية معاوية وصيامه، فقال:لا، هكذا أمرنا رسول الله -صلى الله عليه وسلم-'' (صحيح مسلم۳،۱۲۶)۔

لیکن اس روایت سے استدلال محل نظرہےاس لئےکہ امکان ہےکہ خبرواحدہونےکی بنیاد پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نےاس خبر کو مسترد کردیا ہو، اس لئےکہ کئی روایات سے ثابت ہوتا ہےکہ خود سرکاردوعالم ﷺ نے اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے صحابہ نے باہر سے آنے والی شہادتوں کی بنیاد پر روزہ کا فیصلہ فرمایا:

''عن ابن عباس قال : جاء أعرابي إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال : أبصرت الهلال الليلة ، قال : أتشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا عبده ورسوله ؟ قال : نعم ، قال : يا بلال أذن في الناس فليصوموا غدا'' (ابوداؤد۲،۷۵۴-۷۵۵، ترمذی۳،۶۶)۔

اختلاف مطالع معتبرنہ ہونےکی وجوہات:

*جن فقہاءکےیہاں اختلاف مطالع کا اعتبارنہیں ہےوہ کہتےہیں کہ روزہ وعید کی بنیادرویت پرہے، حدیث میں ہےکہ :

''صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته'' (الفتح۴،۱۱۹، مسلم۲،۷۶۲)۔

ظاہر ہے کہ ہرشخص کو رویت کامکلف نہیں کیاجاسکتا،اس لئےروئےزمین کےجس خطہ میں بھی رویت ثابت ہوجائے، روزہ کاحکم سب کےلئےثابت ہوگا۔

* دراصل زمین کی ساخت (نشیب وفراز، پہاڑی علاقے، گنجان آبادیاں، کھلےمیدان، ساحل سمندر کے علاقے وغیرہ) اورشمس وقمراورزمین کی گردشوں کےلحاظ سے ہرموسم کےلئےخط اختلاف کی صحیح تعیین ممکن نہیں، اوراگرظن وتخمین سےتعیین کربھی لی جائے تواس پرسب کااتفاق ضروری نہیں، پھراس کاعلم ہرایک کونہیں ہوسکتا،یہ صرف ماہرین فلکیات ہی جان سکتے ہیں ،کہ کس علاقےکےمطلع کی حدکیاہے؟اوریہ اسلام کےمزاج کےخلاف ہےکہ دین یادینی عبادات کی فہم کوعام لوگوں کی عقل وشعور سے ماوراء صرف چند دماغوں پرمرتکز کردیا جائے، بالخصوص جس عمل کی بنیاد حساب وکتاب پر ہو، احادیث میں اس کی صاف نفی کی گئی ہے، اورمنصوص چیزوں میں تعلیلات نہیں چلتیں، حسابات کی بنیادپراگرمطلع کےاختلاف کااعتبارکیاجائےتوشرعی اورفنی طورپربہت سی بنیادی خرابیاں اورمشکلات پیدا ہونگی ،مثلاً:

*مطالع قمرکاعلم بہت پیچیدہ اورمشکل ہے، اس کےجاننےوالےبمشکل کہیں مل سکتے ہیں، موجودہ دورمیں، جبکہ فلکیات نےکافی ترقی کرلی ہےاورکئی مسائل میں وہ قطعیت کا دعویٰ بھی کرتی ہے، لیکن اس کےباوجودکوئی بڑا سے بڑا ماہرفن قطعیت کےساتھ کسی علاقےمیں خط کھینچ کرمتعین نہیں کرسکتاکہ اس علاقے کےمطلع کی حدیہ ہے اور اس خط کےایک جانب رویت کا امکان ہے اور دوسری جانب امکان نہیں ہے، پھر ظاہر ہے کہ شریعت کسی غیریقینی اور مشکل امرپر احکام دین کامدارنہیں رکھ سکتی، اسلامی احکام کی بنیاد یسر اور یقین پر ہے، جس میں ہرعامی وغیرعامی مساوی ہے۔

*پھر اس خط کی بنیادپرایک ہی ملک، بلکہ ایک ہی شہر کےدوعلاقوں میں عید کے ہونے اورنہ ہونےکافیصلہ کیاجائےجس کی کوئی نظیراسلامی تاریخ میں موجودنہیں ہے۔

*پھر یہ خط اختلاف ہرعلاقے اورہرمہینےمیں یکساں نہیں رہتا، بلکہ ہرماہ بدلتا رہتا ہے، اور اس میں امتیاز کرنا بہت مشکل امرہے،جس کےلئےماہرین کی ضرورت ہوگی، دینی احکام میں مشکل پسندی اسلام کےمزاج ومذاق کے خلاف ہے۔

*بعض حضرات نےایک مہینہ کی مسافت کوحداختلاف سمجھاہے،جس کاذکرشامی وغیرہ کئی علماء نے کیا ہے، اور اس کی بنیاداس آیت کریمہ کوقراردیاہے:

''غدوها شهرٌ ورواحها شهر'' (سبا: ۱۲)۔

''وقدرالبعدالذي تختلف فيه المطالع مسيرة شهرٍ فأكثرعلى مافي القهستاني عن الجواهر اعتبارًا بقصة سليمان-عليه السلام-،فإنه قد انتقل كل غدوٍ ورواحٍ من إقليمٍ إلى إقليمٍ وبينهما شهرٌ اهـ، ولايخفى مافي هذا الاستدلال، وفي شرح المنهاج للرملي، وقد نبه التاج التبريزي على أن

اختلاف المطالع لا يمكن في أقل من أربعةٍ وعشرين فرسخًا، وأفتى به الوالد، والأوجه أنها تحديديةٌ كما أفتى به أيضًا اهـ '' (رد المحتار۲،۳۹۳)۔

''طحطاوی'' میں ہے:

''قال في شرح السيد:لأن انفصال الهلال من شعاع الشمس يختلف باختلاف الأقطار كما في دخول الوقت وخروجه حتى إذا زالت الشمس في المشرق لا يلزم منه أن تزول في المغرب وكذا طلوع الفجر وغروب الشمس، بل كلما تحركت درجة فتلك طلوع الفجر لقوم وطلوع الشمس لآخرين وغروب لبعض ونصف ليل الآخرين، وهذا مثبت في علم الأفلاك والهيئة عيني وأقل ما تختلف فيه المطالع مسيرة شهر، كما في الجواهر اعتبارا بقصة سليمان على نبينا وعليه الصلاة والسلام، فإنه قد انتقل كل غدو ورواح من إقليم إلى إقليم وبين كل منهما مسيرة شهر قهستاني، ونقلة الغد وهي السير من أول النهار إلى الزوال، والرواح السير من الزوال إلى الغروب ا هـ'' (حاشیہ علی مراقی الفلاح۱،۴۳۶)۔

ممکن ہےکسی کوایک آدھ دفعہ اس کےمطابق مشاہدہ بھی ہواہو،لیکن یہ جزوی اوراتفاقی چیزہے،فنی لحاظ سے مہینہ کی مسافت کومعیارکلی قراردینادرست نہیں، جس پرموجودہ عہدکےتمام ماہرین فلکیات کاتقریباًاتفاق ہے،اگراس کو بنیاد بنایا جائے توپوری دنیاکی تاریخوں میں تقریباًپونےدوماہ کافرق آجائےگا، مثلاً ۱۸۰طول البلد کی ایک جانب یکم محرم الحرام واقع ہونےکی صورت میں اس سےمتصل دوسری جانب میں تقریباً۲۰/صفر ہوگی، جبکہ پوری دنیامیں ایک دن سےزیادہ فرق نہیں ہوسکتا۔

مسافت ماہ کومعیارفرض کرلیاجائےتوتقریباًہر۴۸۰میل کےعلاقہ کی تاریخ دوسرے علاقہ سےمختلف ہوگی، اس طرح دنیابھرمیں ہرچھوٹے سےخطہ کی تاریخ دوسرےخطہ سےالگ ہوجائےگی (احسن الفتاوی۴،۵۰۴)۔

* نیزیہ محض امکان ہےکہ ایک ماہ کی مسافت پرمطلع بدل سکتاہے،ظاہرہےکہ محض امکان پرثبوت کاحکم کیسے لگایا جاسکتاہے؟ اختلاف مطالع کاامکان توہردوقریبی مقامات کےدرمیان بھی موجودہے۔

*علاوہ اہم سوال یہ ہےکہ یہ مسافت عام اورمعروف راستوں سےناپی جائےگی یاخط مستقیم کےذریعہ ،یہ خودمسئلہ کومشکل بنادیتاہے،معروف راستوں کااعتبارکیاجائےتوکبھی ممکن ہےکہ قریب کاشہرایک ماہ کی مسافت کے برابر ہوجائے، اوردورکاشہرنہ ہو، اوراگرخط مستقیم پراس کی پیمائش کی جائےتواس کےلئے ہرشہرکےطول بلد، عرض بلد اور علم المثلث الکروی کاجاننا ضروری ہے، اوراس کےماہرین بہت کم ہیں ،ظاہرہےکہ دینی احکام کواس طرح کی مشکلات کاپابندنہیں کیاجاسکتا (احسن الفتاوی۴،۵۰۴)۔

*بعض لوگوں نےچوبیس (۲۴)فرسخ کواختلاف مطالع کی حدقراردیاہے، جیساکہ شامی نےبھی ذکر کیا ہے ، اوربعض نےمسافت قصرکو بنیاد بنایا ہے، جیساکہ نووی وغیرہ

نےتصریح کی ہے:

''والصحیح عند أصحابنا أن الرؤیة لا تعم الناس، بل تختص بمن قرب علی مسافة لا تقصر فیها الصلاة'' (شرح مسلم للنووی)۔

*بعض حضرات نےپانچ سو(۵۰۰)میل کی مسافت کواختلاف مطلع کی حدقراردیاہے (رد المحتار۲؍۳۹۳)، جیساکہ علامہ بنوریؒ نے ''معارف السنن '' میں نقل کیاہے:

''وحققوا وقوع الاختلاف فی المطلع بنحوخمس مأة میل'' (معارف السنن۵؍۳۴۰)۔

لیکن اہل فن کےنزدیک یہ بنیادیں بھی قابل اعتبارنہیں ہیں (احسن الفتاوی۴؍۵۰۴)۔

*اختلاف مطالع میں طول البلدکی طرح عرض البلدبھی مؤثرہوتا ہے، مگردونوں کی تاثیرکےاصول بالکل مختلف ہیں، اگرایک ماہ کی مسافت کوطول البلد کےلحاظ سےبنیادبنایاجائےتوعرض البلدکاہدرلازم آتاہے،اوراگرطول وعرض دونوں میں ایک ایک ماہ مرادلی جائےتواس میں دومتضاداصولوں کوایک معیارپرلانالازم آتاہے، جوباطل ہے (احسن الفتاوی۴؍۵۰۴)۔

انہی پیچیدگیوں کی بناپرجمہورائمہ نےعام طورپراختلاف مطالع کوشرعی احکام میں مؤثرنہیں مانا ہے، اورمطلع کی حدبندی سےگریزکیاہے،اس لئے جمہورکے مسلک کےمطابق ایک مقام کی رویت تمام مقامات کےلئےکافی ہوگی بشرطیکہ کوئی شرعی تعذرپیش نہ آئے، مثلاً مہینہ انتیس یاتیس کےبجائے اٹھائیس یااکتیس کاہوجائے،توپھراس رویت کااعتبارنہ ہوگا،متأخرین فقہائے حنفیہ میں علامہ کاسانی اورزیلعی وغیرہ نےغالباًاسی بات کو مسافت قریبہ اورمسافت بعیدہ کےفرق سے تعبیر کیاہے،اس طرح قائلین اورمنکرین کےدرمیان ایک راہ تطبیق پیداہوجاتی ہے، علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

''ولو صام أهل بلدٍ ثلاثین یومًا وصام أهل بلدٍ آخر تسعةً وعشرین یومًا، فإن کان صوم أهل ذلك البلد برؤیة الهلال وثبت ذلك عند قاضیهم، أو عدوا شعبان ثلاثین یومًا، ثم صاموا رمضان فعلی أهل البلد الآخر قضاء یومٍ لأنهم أفطروا یومًا من رمضان لثبوت الرمضانیة برؤیة أهل ذلك البلد ، وعدم رؤیة أهل البلد لا یقدح في رؤیة أولئك ، إذ العدم لا یعارض الوجود ، وإن کان صوم أهل ذلك البلد بغیر رؤیة هلال رمضان أو لم تثبت الرؤیة عند قاضیهم ولا عدوا شعبان ثلاثین یومًا فقد أساءوا حیث تقدموا رمضان بصوم یومٍ .ولیس علی أهل البلد الآخر قضاؤه لما ذکرنا أن الشهر قدیکون ثلاثین وقد یکون تسعةً وعشرین ، هذا إذا کانت المسافة بین البلدین قریبةً لا تختلف فیها المطالع، فأما إذا کانت بعیدةً، فلا یلزم أحد البلدین حکم الآخر؛ لأن مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف، فیعتبر في أهل کل بلدٍ مطالع بلدهم دون البلد الآخر'' (بدائع الصنائع۴؍۲۴۰)۔

ہمارےعلماء متأخرین نےمسافت قریبہ اور بعیدہ کی وضاحت اسی طورپرکی ہے، اور اختلاف مطالع کے مسئلے میں اس کوقول فیصل قراردیاہے، مثلاً:

*حضرت مفتی محمدشفیع صاحبؒ نےیہ بات علامہ انورشاہ کشمیری اورعلامہ شبیراحمدعثمانیؒ کےحوالےسےنقل کی ہے (رؤیت ہلال،۲۳، مرتب: مفتی محمد شفیعؒ)۔

* علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ فتح الملہم میں تحریر فرماتے ہیں:

''ینبغی أن یعتبر اختلافها إن لزم منہ التفاوت بین البلدتین بأکثرمن یوم واحد؛ لأن النصوص مصرحۃ بکون الشهرتسعۃ وعشرین أو ثلاثین فلا تقبل الشهادۃ ولایعمل بها فیما دون أقل العدد ولا فی أزید من أکثرہ'' (فتح الملہم شرح مسلم۳،۱۱۳)۔

*علامہ بنوریؒ نےبھی معارف السنن میں شارح کنزعلامہ زیلعیؒ کےقول کی تشریح کرتےہوئےیہی بات لکھی ہے (معارف السنن۵،۳۳۷)۔

*حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں :

''بلاد قریبہ اور بعیدہ میں قرب وبعد کا معیار کیا اور کتنی مسافت ہوگی۔وہ یہ ہے کہ جن بلاد میں اتنا فاصلہ ہو کہ ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ اعتبار کر نے کے نتیجےمیں مہینہ کے دن اٹھائیس رہ جائیں یا اکتیس ہو جائیں وہاں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا اور جہاں اتنا فاصلہ نہ ہو وہاں نظر انداز کیا جا ئے گا'' (رؤیت ہلال،۲۳)۔

''فتاویٰ دار العلوم '' میں ہے:

''ملکوں کے درمیان اگر اتنی دوری ہو کہ ایک ملک کی خبر ماننے سے دوسرے ملک میں ۲۸ یا ۳۱ دن کا مہینہ ہوتا ہو تو وہ خبر قابل تسلیم نہ ہوگی، اور اختلاف مطالع معتبر ہوگا '' (فتاوی دار العلوم دیوبند،۱۲۸۳)۔

یہ ایک معتبربنیادہےجس کومطلع کی حدبندی کےلئےاستعمال کیاجاسکتاہے۔

*ایک رائےیہ ہےکہ اس کومبتلیٰ بہ کی رائےپرچھوڑدیاجائے،یہ بات قواعد ابن رشدکےحوالےسےعلامہ محمد انورشاہ کشمیریؒ نےبیان فرمائی ہے ۔

لیکن یہ ایک مبہم سی بات ہے،پہلی رائےزیادہ واضح اورقابل عمل ہے۔

برصغیرکےدوردرازعلاقوں میں ہونےوالی رویت کاحکم :

سوال نمبر۱(ب، ج):

الجواب:-ان دونوں سوالوں کاجواب یہ ہےکہ بلاشبہ برصغیرکامطلع ایک ہے،لیکن جیساکہ پیچھےعرض کیاگیاکہ خط اختلاف ہرماہ مختلف ہوتارہتاہے،اس کی بناپریہ ممکن ہےکہ کسی مہینےمیں بالائی علاقوں میں رویت ہوجائےاورنشیبی علاقوں میں رویت نہ ہو،اوریہ بھی ممکن ہےکہ اس کی رویت عام علاقوں کےساتھ ہو،اس لئےجن مہینوں میں کیرالایااسی طرح کےساحلی علاقوں کی رویت کوقبول کرنےکی صورت میں عام علاقوں میں مہینہ کاتوازن بگڑجائے، اور مہینہ ۲۸یا۳۱کاہونے لگے توایسی صورت میں وہاں کی رویت قبول نہیں کی جائےگی،اوریہ ماناجائےگاکہ ان مہینوں میں وہاں کامطلع عام ہندوستان سےمختلف ہے،اس لئےکہ مطلع واحد کےلئے ضروری ہےکہ اس کےماتحت تمام علاقوں

میں مہینہ کاشرعی توازن برقراررہے۔

''بدائع الصنائع '' میں ہے:

''لأن الشهر قد يكون ثلاثين يومًا وقد يكون تسعةً وعشرين يومًا، لقول النبي - صلى الله عليه وسلم - الشهر هكذا وهكذا وأشار إلى جميع أصابع يديه ثم قال:الشهر هكذا وهكذا ثلاثًا وحبس إبهامه في المرة الثالثة، فثبت أن الشهر قد يكون ثلاثين، وقد يكون تسعةً وعشرين'' (بدائع الصنائع٢،٨٠)۔

ایک خطہ کی رویت دوسرےخطہ میں-اعتبارکامعیار

سوال نمبر١(د):

الجواب :کسی ایک علاقہ میں رویت کےثبوت سےدوسرے علاقےوالوں پراس کاحکم اس وقت تک عائد نہ ہوگاجب تک کہ مقامی قاضی، ہلال کمیٹی یاکوئی معتبرعالم دین شواہدوقرائن کی روشنی میں اس کی تصدیق وتوثیق کرتے ہوئے ثبوت رویت کااعلان نہ کرے، اس لئےکہ ایک علاقہ کےقاضی یااداره کافیصلہ دوسرے علاقےپر نافذنہیں ہوتا،الایہ کہ خود صدرمملکت اس کااعلان کرے، تومملکت کےتمام حدودمیں رویت ثابت قرارپائےگی۔

''والخلاصة من أن الصحيح أن قضاء القاضي في المحدود لا يصح إن لم يكن المحدود في ولايته انتهى، وفي تبيين الكنز علل عدم صحة القضاء بقوله؛ لأنه لا ولاية له في ذلك المكان ، قال:وقد اختلف المشايخ فيه هل يعتبر المكان أو الأهل، فقيل:يعتبر المكان، وقيل يعتبر الأهل حتى لا ينفذ قضاؤه في غير ذلك المكان على قول من يعتبر'' (مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر٤،٤٨١)۔

''القضاء بتخصص بالزمان و المكان فلو و لاه قاضيا بمكان كذا لا يكون قاضيا في غيره و في الملتقط : و قضاء القاضي في غير مكان ولايته لا يصح'' (الاشباہ والنظائر١،٢٥٥)۔

شافعیہ کاراجح قول بھی یہی ہے،ابن حجرلکھتےہیں :

''وقال بن الماجشون لا يلزمهم بالشهادة الا لأهل البلد الذي ثبتت فيه الشهادة الا أن يثبت عند الإمام الأعظم، فيلزم الناس كلهم؛ لأن البلاد في حقه كالبلد الواحد إذ حكمة نافذ في الجميع''(فتح الباری٤،١٢٣)۔

ایک علاقہ میں ثبوت رویت اور اعلان کے بعد دوسرےعلاقے میں اس ثبوت کے اعتبار کے لئےقاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی درج ذیل ذرائع تحقیق سےاستفادہ کرسکتی ہے، دوسرے خطے کے قاضی یا ہلال کمیٹی کے پاس شرعی تصدیق کے طور پر درج ذیل ذرائع میں سے کوئی ایک ذریعہ بھی متحقق ہوجائے تو دوسرے خطے کا قاضی یا ہلال کمیٹی شرعا اس اعلان کی پابند ہوگی:

*شہادت علی الرؤیۃ:یعنی چاند دیکھنے والے دو عادل افرادخود قاضی یا ہلال کمیٹی

کے سامنے حاضرہوکرچاند دیکھنے کی شہادت دیں۔

*شہادت علی شہادۃ الرؤیۃ:- یعنی چاند دیکھنے والےحضرات کسی مجبوری کےتحت خود تو حاضر نہ ہوں؛ لیکن ان میں سے ہر ایک کی گواہی پر دو عادل شخص حاضرہوکرگواہی دیں، مثلاً کہیں کہ ہمارے سامنے فلاں فلاں شخص نے چاند کی گواہی دی ہے۔

*شہادت علی القضاء:- یعنی کسی جگہ قاضی یا کمیٹی شرعی ثبوت کی بنیادپر چاند کا فیصلہ کردے، پھر اپنے فیصلہ کو دو گواہوں کے سامنے مہر بند کرکےیاکسی اورقابل اعتمادذریعہ سے دوسرے شہر کی کمیٹی یا قاضی کو بھیج دے۔

*استفاضہ: یعنی چاند کی خبریں یا قاضی کے فیصلہ کی اطلاعات دوسرے علاقہ تک اس تواتر سے پہنچیں کہ اتنے لوگوں کوجھوٹ یاغلط کہناممکن نہ ہو (فقہی عبارت کے لئے دیکھئے: تنویر الابصار مع الدر والشامی ۳،۳۵۸)۔

''طریق موجب کأن یتحمل اثنان الشہادۃ أو یشہد علی حکم القاضي أو یستفیض الخبر'' (شامی ۳،۳۶۴، طحطاوی،۳۵۹)۔

''عن ربعي بن حراش عن رجل من أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال: اختلف الناس في آخر یوم من رمضان، فقدم أعرابیان فشہدا عند النبي صلی اللہ علیہ وسلم، باللّٰہ لأہل الہلال أمس عشیۃ، فأمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس أن یفطروا۔ زاد خلف في حدیثہ: وأن یغدوا إلی مصلاہم'' (سنن ابی داؤد۱،۳۱۹، رقم: ۲۳۳۹)۔

''وفي مجموع النوازل: شاہدان شہدا عند قاضي مصر لم یر أہلہ الہلال علی أن قاضي مصر کذا شہد عندہ شاہدان برؤیۃ الہلال وقضی بہ ووجد شرائط صحۃ الدعویٰ قضی بشہادتہما حکاہ عن شیخ الإسلام'' (الفتاوی التاتارخانیہ۳،۳۶۶)۔

رویت کےلئےفلکی حسابات سےاستفادہ:

سوال نمبر۲:- (الف، ب،ج):

الجواب: اسلام میں قمری ماہ کے آغاز واختتام کا مدار چاند کی رویت بصری پر ہے یاپھر تیس (۳۰) تاریخ کی تکمیل پر،ان کےعلاوہ اورکوئی تیسری شرعی بنیادنہیں ہےجس پرمہینہ کےآغازواختتام کی بنارکھی جاسکے، یہ چیزنص میں واردہوئی ہے،حضرت ابوہریرۃؓ سےمروی ہےکہ نبی کریم ﷺنےفرمایا:

''صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ فإن غبي علیکم فأکملوا عدۃ شعبان ثلاثین'' (الجامع الصحیح المختصر ۲،۶۷۴)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سےبھی اس مضمون کی کئی روایات منقول ہیں،اوریہ سب صریح روایات ہیں ،جن کوکسی تاویل کی بنیادپرترک نہیں کیاجاسکتا،حقیقی رویت کےبغیرمحض فلکی حسابات کی روشنی میں چاندکاوجودتسلیم نہیں کیا جائےگا، عہدقدیم

سےلےکرآج تک کےتقریباًتمام ہی علماء اسلام (چندشاذاقوال کوچھوڑکر) نے چاند کےلئے رویت بصری کوضروری قراردیاہے،اورمحض فلکی حسابات کوناکافی قراردیاہے،:

علامہ شامی لکھتےہیں:

'' لاعبرة بقول المؤقتين أي في وجوب الصوم على الناس'' (شامی ۳،۳۵۴)۔

''فتاویٰ تاتارخانیہ'' میں ہے:

''يجب صوم رمضان برؤية الهلال أو باستكمال شعبان ثلاثين ولا يجوز تقليد المنجم فی حسابہ لا فی الصوم ولا فی الافطار '' (الفتاوی التاتارخانیہ۳،۳۶۷) ۔

حافظ ابن حجرعسقلانیؒ تحریر فرماتے ہیں :

''والمراد بالحساب هنا حساب النجوم وتسييرها، ولم يكونوا يعرفون من ذلك أيضا إلا النزر اليسير ، فعلق الحكم بالصوم وغيره بالرؤية لرفع الحرج عنهم في معاناة حساب التسيير واستمر الحكم في الصوم ولو حدث بعدهم من يعرف ذلك ، بل ظاهر السياق يشعر بنفي تعليق الحكم بالحساب أصلا ويوضحه قوله في الحديث الماضي '' فإن غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين'' ولم يقل فسلوا أهل الحساب ، والحكمة فيه كون العدد عند الإغماء يستوي فيه المكلفون فيرتفع الاختلاف والنزاع عنهم ، وقد ذهب قوم إلى الرجوع إلى أهل التسيير في ذلك وهم الروافض ، ونقل عن بعض الفقهاء موافقتهم.قال الباجي:وإجماع السلف الصالح حجة عليهم، وقال ابن بزيزة:وهو مذهب باطل فقد نهت الشريعة عن الخوض في علم النجوم؛ لأنها حدس وتخمين ليس فيها قطع ولا ظن غالب، مع أنه لو ارتبط الأمر بها لضاق إذ لا يعرفها إلا القليل'' (فتح الباری۶،۲۸۴)۔

فلکی حسابات بذات خودغیر شرعی نہیں ہیں:

البتہ رویت بصری کی تحقیق وتفتیش اوراس کوزیادہ سےزیادہ یقینی بنانے کےلئے فلکی حسابات سےمددلینےمیں مضائقہ نہیں ہے،بشرطیکہ اس سےاصل شرعی بنیادرویت بصری متأثرنہ ہو،دراصل فلکی حسابات بذات خودغیر شرعی نہیں ہیں ،خودقرآن کریم نےبیان کیاہےکہ شمس وقمرسےحسابات اورماہ وسال کی تاریخوں کانظام وابستہ ہے:

* ''الشمس والقمر بحسبان'' (الرحمن: ۵)۔

سورج اورچانداپنی گردش میں ایک ایک حساب اورضابطہ کےپابندہیں ۔

* ''والشمس تجري لمستقرٍ لها ذلك تقدير العزيز العليم * والقمر قدرناه منازل حتى عاد كالعرجون القديم * لا الشمس ينبغي لها أن تدرك القمر ولا الليل سابق النهار وكلٌ في فلكٍ يسبحون'' (یس: ۳۸۔۴۰)۔

(اورسورج اپنی قرارگاہ (محورومدار)پرروان دواں ہے،یہ ایک غالب علیم ہستی کاطےکردہ نظام ہے،اورچاندکےلئےہم نےمنزلیں مقررکررکھی ہیں ،یہاں تک کہ لوٹ پھرکروہ کھجورکی پرانی شاخ کی مانندہوجاتاہے،نہ سورج کی مجال کہ وہ چلتےچلتے چاند

کو جاپکڑےاورنہ ہی رات دن پرسبقت لےجاسکتی ہے،اوران میں سے ہرایک اپنے مدار میں تیررہا ہے)۔

* ''یسألونك عن الأهلة قل هي مواقيت للناس والحج '' (البقرہ: ۱۸۹)۔

*''وسخر لكم الشمس والقمر دائبين وسخر لكم الليل والنهار '' (ابراہیم: ۳۳)۔

* ''هو الذي جعل الشمس ضياءً والقمر نورًا وقدره منازل لتعلموا عدد السنين والحساب ما خلق الله ذلك إلا بالحق يفصل الآيات لقومٍ يعلمون'' (یونس: ۵)۔

* ''وجعلنا الليل والنهار آيتين فمحونا آية الليل وجعلنا آية النهار مبصرةً لتبتغوا فضلًا من ربكم ولتعلموا عدد السنين والحساب وكل شيئ فصلناه تفصيلًا '' (الاسراء: ۱۲)۔

یہ تمام آیات فلکی حسابات کی واقعیت پردلالت کرتی ہیں ،چنانچہ موجودہ دورمیں سائنسی علوم وآلات کے ذریعے انسان نے یقین یاکم ازکم ظن غالب کی حدتک علم فلکیات کوحاصل کرلیاہے۔

اسی طرح فقہاء اسلام نےاس اصول کوتسلیم کیاہے،کہ مسائل واحکام شرعیہ کے استنباط واستخراج اوراطلاق میں مختلف علوم وفنون کےماہرین کی آراء سےاستفادہ کرناچاہئے،اس کی دومثالیں پیش ہیں :

*ایک مسئلہ یہ ہےکہ مردکےعضوتناسل کےراستےسےکوئی چیزاگرمعدہ میں پہونچادی جائےتواس سےروزہ ٹوٹے گایانہیں؟ حنفیہ کےیہاں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، امام اعظم ابوحنیفہؒ کےنزدیک نہیں ٹوٹےگا، امام ابویوسفؒ کےنزدیک ٹوٹ جائےگا، اورامام محمدؒکی رائےپہلےامام ابویوسفؒ کےمطابق تھی، لیکن بعدمیں توقف اختیارکرلیا،دراصل یہ مسئلہ اس امر کی تحقیق پرمبنی ہےکہ عضوتناسل اورمعدہ کےدرمیان منفذہےیانہیں؟ ظاہرہےکہ اس مسئلہ کاتعلق علم تشریح الاعضاء(Anotomy)سےہے،اورماہرین طب کی بات ہی اس میں فیصلہ کن ہوسکتی ہے (البنایہ شرح الہدایہ ۳،۶۸۴-۶۸۵)۔

* اسی طرح ایک مسئلہ کان میں دوایاتیل ٹپکانےسےروزہ ٹوٹنےکاہے،اس کی بنیادبھی اسی پرہے،کہ کان سےجوف معدہ تک منفذ ہےیانہیں ؟اکثرعلماء اس سےروزہ ٹوٹنےکاحکم صادرکرتےہیں ،لیکن یہ مسئلہ بھی اصلاًعلم تشریح الاعضاء کےباب کاہےاوراسی علم کےماہرین کی رائےاس امرمیں فیصلہ کن ہوسکتی ہےماہرین تشریح الاعضاء کاخیال ہےکہ کان اورمعدہ کےدرمیان کوئی منفذنہیں ہے۔

اسی طرح رویت کےباب میں حدودمیں رہتےہوئےفلکی حسابات سےاستفادہ کی گنجائش ہوگی ،آبزرویٹری کی وہ معلومات جوبدیہی ہیں ،ان سےرویت ہلال میں استفادہ ممکن ہے،اگرعلم فلکیات کےمطابق چاندافق پر موجود ہو اور چاند نظر نہ آئےتوفیصلہ حساب پرنہیں حقیقی رویت پرہوگا،اوراگرچاندافق پرموجودیاقابل رویت نہ ہواورکچھ لوگ رویت کادعویٰ کریں، ایسے موقعہ پرشہادت کوقبول کرنےمیں بہت احتیاط اوردقت

نظرسےکام لیناچاہئے،اورفلکیات کی مددسے شہادات پرجرح بھی ہونی چاہئے، ورنہ آنکھ بندکرکےشہادت قبول کرنےمیں امت مسلمہ کی رسوائی کااندیشہ ہے۔

شہادت ایک امرظنی ہے:

یہ توطے ہےکہ رویت کافیصلہ شہادت پرمبنی ہے،اورحسابی طورپرمحض قابل رویت ہوناشہادت کی متبادل نہیں ہے،لیکن فی نفسہ شہادت ایک امرظنی ہے، اگرشہادت متہم ہوجائےتوقابل قبول نہیں رہتی ،شہادت کی قبولیت کےلئے جس طرح شاہدین کالائق اعتبارہوناضروری ہےاسی طرح محل شہادت میں بھی شہادت کےتحمل کی صلاحیت لازم ہے:

’’أن الشهادة ترد بسبب التهمة وسببها أنواع إما معنًى في الشاهد وهو الفسق , والعمى وإما معنًى في المشهود له وهو وصلةٌ خاصةٌ بينه وبين الشاهد كقرابة الولاد , والزوجية , وإما لدليلٍ شرعيٍ وهو في حق المحدود في القذف بعد التوبة؛ لأن الله تعالى جعل عجزه عن الإتيان بأربعة شهداء دليل كذبه بقوله تعالى { فإذ لم يأتوا بالشهداء فأولئك عند الله هم الكاذبون } والله أعلم‘‘ (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق۴،۲۴۲)۔

فلکی حسابات کی بنیادپرجن کوعصر حاضرمیں کم ازکم ظن غالب کادرجہ ضرورحاصل ہوچکاہےاگرافق پرچاند موجود یا قابل رویت نہ ہوتوپھروہ محل شہادت کیسےبن سکتاہے؟اوراس پرشہادت قابل سماعت کیوں کرہوسکتی ہے؟توجس طرح قضامیں شاہدین کی تنقیح کی جاتی ہےاسی طرح محل شہادت کی تنقیح بھی ضروری ہے۔

واضح رہےکہ پچھلےادوارمیں علم فلکیات کوظن غالب کادرجہ حاصل نہیں تھااس لئےشہادت کےبالمقابل فلکی حسابات قابل ردسمجھےجاتےتھے،جیساکہ شامی وغیرہ نےبحث کی ہے:

’’مطلب لا عبرة بقول المؤقتين في الصوم قوله (ولا عبرة بقول المؤقتين) أي في وجوب الصوم على الناس بل في المعراج لا يعتبر قولهم بالإجماع ولا يجوز للمنجم أن يعمل بحساب نفسه وفي النهر، فلا يلزم بقول المؤقتين إنه أي الهلاك يكون في السماء ليلة، كذا وإن كانوا عدولا في الصحيح، كما في الإيضاح وللإمام السبكي الشافعي تأليف مال فيه إلى اعتماد قولهم؛ لأن الحساب قطعي اه، ومثله في شرح الوهبانية ۔

مطلب ما قاله السبكي من الاعتماد على الحساب مردود قلت ما قاله السبكي رده متأخرو أهل مذهبه منهم ابن حجر والرملي في شرحي المنهاج وفي فتاوى الشهاب الرملي الكبير الشافعي سئل عن قول السبكي لو شهدت بينة برؤية الهلال ليلة الثلاثين من الشهر وقال الحساب بعدم إمكان الرؤية تلك الليلة عمل بقول أهل الحساب؛ لأن الحساب قطعي والشهادة ظنية وأطال في ذلك فهل يعمل بما قاله أم لا وفيما إذا رؤي الهلال نهارا قبل طلوع الشمس يوم التاسع والعشرين من الشهر وشهدت بينة برؤية هلال رمضان ليلة الثلاثين من شعبان فهل تقبل الشهادة

أم لا؛ لأن الهلال إذا كان الشهر كاملا يغيب ليلتين أو ناقصا يغيب ليلة أو غاب الهلال الليلة الثالثة قبل دخول وقت العشاء لأن كان يصلي العشاء لسقوط القمر الثالث هل يعمل بالشهادة أم لافأجاب بأن المعمول به في المسائل الثلاث ما شهدت به البينة لأن الشهادة نزلها الشارع منزلة اليقين وما قاله السبكي مردود رده عليه جماعة من المتأخرين وليس في العمل بالبينة مخالفة لصلاته، ووجه ما قلناه أن الشارع لم يعتمد الحساب، بل ألغاه بالكلية بقوله نحن أمة أمية لا نكتب ولا نحسب الشهر وهكذا وهكذا، وقال ابن دقيق العيد: الحساب لا يجوز الاعتماد عليه في الصلاة انتهى والاحتمالات التي ذكرها السبكي بقوله؛ ولأن الشاهد قد يشتبه عليه الخ لا أثر لها شرعا لإمكان وجودها في غيرها من الشهادات اه قوله (وقيل نعم الخ) يوهم أنه قيل بأنه موجب للعمل وليس كذلك بل الخلاف في جواز الاعتماد عليهم وقد حكي في القنية الأقوال الثلاثة فنقل أولا عن القاضي عبد الجبار وصاحب جمع العلوم أنه لا بأس بالاعتماد على قولهم ونقل عن ابن مقائل أنه كان يسألهم ويعتمد على قولهم إذا اتفق عليه جماعة منهم ثم نقل عن شرح السرخسي أنه بعيد۔

وعن شمس الأئمة الحلواني: أن الشرط في وجوب الصوم والإفطار الرؤية ولا يؤخذ فيه بقولهم، ثم نقل عن مجد الأئمة الترجماني أنه اتفق أصحاب أبي حنيفة إلا النادر والشافعي أنه لا اعتماد على قولهم'' (حاشیہ رد المحتار علی الدر المختار۲؍۳۸۷)۔

لیکن موجودسائنسی ترقیات کےتناظرمیں کم ازکم تحقیقی پہلوسے غورکرنےکی ضرورت ہے۔

واضح رہےکہ چاندکی رویت یاشہادت میں غلطی یاوہم کاامکان رہتاہے،خودصحابی رسول حضرت انسؓ سےاس معاملہ میں ایک بارغلطی ہوگئی تھی،جس کی جلد ہی اصلاح ہوگئی تھی (فہم الفلکیات؍۱۵۶)۔

شہادت قرائن کےخلاف ہوتوقابل ردہوتی ہے:

دوسری طرف بعض فقہاء نے تصریح کی ہےکہ گواہوں کی گواہی عقلی شواہداوردلائل کےخلاف ہوتوقابل قبول نہ ہوگی،اس لئےکہ گواہی میں صدق وکذب کا احتمال موجود ہوتا ہے، علامہ ابن قیمؒ نے ''الطرق الحکمیۃ'' میں اس کی کئی مثالیں پیش کی ہیں:

*مثلاًکوئی شخص چوری کےالزام میں مأخوذہواوراس کےخلاف شہادت بھی آجائے، لیکن چوری کامال دوسرے شخص کے گھر سے برآمد ہو، تووہی شخص چور قرار پائےگا اورجس شخص کےخلاف شہادت آئی ہےوہ بری قرار دیا جائےگا اورشہادت رد ہوجائےگی ۔

* فقہاء نے متعددمعاملات میں قرائن کوبڑی اہمیت دی ہے،بعض قرائن شہادت واقرارسےبھی زیادہ طاقتورہوتےہیں ،ایک روایت حضرت جابربن عبداللہؓ سےمروی ہےکہ

فرماتےہیں ،میں نےخیبرجانےکاارادہ کیا، اوررسول اللہ ﷺکےپاس حاضرہوکراس کی اطلاع دی، توحضور ﷺنےفرمایاکہ ''جب تم میرےوکیل کےپاس جاؤ تواس سےپندرہ (۱۵) وسق کھجوریں لےلینا، اورجب وہ تم سےکوئی نشانی طلب کرےتوتم اپناہاتھ اپنے گلے پر رکھ دینا''۔

*حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ام ولد حضرت ماریہ قبطیہؓ کے ساتھ کچھ لوگوں نےایک شخص کومتہم کردیا،اورلوگوں کی گواہیوں کی بنیادپر حضور ﷺ نےحضرت علیؓکواس کےقتل پرمامورفرمایا،حضرت علیؓ اس کو گرفتار کرنے پہونچےتووہ ایک کنویں میں غسل کررہاتھا،حضرت علیؓنےاس کوکنویں سے نکلنے کاحکم دیا،آپ نے ہاتھ پکڑکراس کونکالا،تودیکھاکہ اس کاعضوتناسل کٹاہواہے،حضرت علیؓ نےاس کوقتل نہیں کیا،اورسرکاردوعالم ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع دی ۔

اس روایت سے اندازہ ہوتاہےکہ کبھی بعض قرائن کی وجہ سےشہادت کا اعتبار کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ فقہائے اسلام نےبھی تصریح کی ہےکہ اگرگواہوں کی گواہی قرائن وشواہد کےخلاف ہوتوشرعاًقابل قبول نہیں ہوگی :

*امام ابوحنیفہؒ،امام شافعیؒ،اورامام احمدبن حنبل کاموقف یہ ہےکہ اگرچارگواہ کسی عورت کی زناکاری کی شہادت دیں،اوربعدمیں معلوم ہویہ عورت باکرہ ہے، اور طبی طور پراس کی تصدیق بھی ہوجائے،توشہادت رد قرار پائےگی، یاچارگواہ کسی مرد کےبارےمیں گواہی دیں کہ اس نےزناکیاہے،لیکن بعدمیں معلوم ہواکہ اس کاآلہ کٹا ہوا ہے، تواس پرحدجاری نہیں ہوگی ۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمدالماوردیؒ اورعلامہ نوویؒ نےامام شافعی کامسلک بھی یہی نقل کیاہے ۔

شہادت پرقاضی کامطمئن ہونابھی ضروری ہے:

اورایک اہم ترین بات یہ ہےکہ کسی فیصلہ کےلئے صرف شہادت پیش کردینا کافی نہیں ہے، بلکہ شہادت پر قاضی کامطمئن ہونا بھی ضروری ہے، ورنہ قضاکی ضرورت ہی نہیں تھی، شاہد خودہی قاضی بن جاتا،اگرتکنیکی نقائص کی بنیاد پر قاضی پیش کردہ شہادتوں سےمطمئن نہ ہوتووہ اپنےشرح صدرکےخلاف فیصلہ کرنےکاپابندنہیں ہے---اسی لئےبعض صورتوں میں جم غفیرکی شہادت طلب کی گئی ہے،تاکہ کذب کےامکانات کم سے کم رہ جائیں ،اورقاضی کواطمینان قلب حاصل ہو۔

''قبل (بلا علة جمع عظيم يقع العلم) الشرعي وهو غلبة الظن (بخبرهم وهو مفوض إلى رأي الإمام من غير تقدير بعدد) على المذهب وعن الإمام أنه يكتفى بشاهدين واختاره في البحر وصحح في الأقضية الاكتفاء بواحد إن جاء من خارج البلد أو كان على مكان مرتفع ، واختاره

ظهير الدين قالوا وطريق إثبات رمضان والعيد أن يدعي وكالة معلقة بدخوله بقبض دين على الحاضر فيقر بالدين والوكالة وينكر الدخول فيشهد الشهود برؤية الهلال فيقضى عليه به ، ويثبت دخول الشهر ضمنا لعدم دخوله تحت الحكم'' (رد المحتار على الدر المختار۷،۳۶۷)۔

فلکی حسابات اس امرمیں قاضی کےلئےمعاون ہوسکتےہیں ۔چاندقابل رویت ہے یانہیں؟ اس کی عمر کتنی ہے؟ غروب شمس کےبعدوہ کتنی دیرتک افق پررہا؟ چاند ٹکیۂ آفتاب کےکس جانب نظرآیا؟ نظرآنےوالےچاندکارخ کس جانب تھا؟وغیرہ یہ سوالات شہادت کی جانچ کےلئےبےحدنفع بخش ہیں ،اوران کےذریعہ قاضی کسی صحیح نتیجہ تک پہونچ سکتاہے۔

مطلع کومتأثرکرنےوالی چیزیں :

سوال نمبر۲(د):

الجواب: مطلع صاف نہ ہونےکامطلب یہ ہےکہ چاندزمین پرسےنظرنہ آئے،اوراس کےکئی اسباب ہوسکتے ہیں، ابر، گردوغبار، دھند، شبنم، سیاہی،کوئی سایہ وغیرہ، روایات حدیث اورکتب فقہیہ میں اس طرح کی کئی چیزوں کا ذکر آیا ہے:

* ''عن ابن عباسٍ أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- قال :صوموا رمضان لرؤيته، وأفطروا لرؤيته، فإن حال بينكم وبينه غمامة أو ضبابة فأكملوا شهر شعبان ثلاثين'' (السنن الكبرى وفی ذيله الجوہر النقی۴،۲۰۸)۔

ضبابۃ کےمعنی دھندکےہیں ،اورغمامۃ کےمعنیٰ ابرکےہیں۔

* ''فإن حال بينكم وبينه غبرة سحاب أو قترة، فأكملوا العدة ثلاثين''(صحيح ابن حبان۸،۳۵۷)۔

* ''فإن حال بينكم وبين منظره سحابة ـ أو قترة ـ فأكملوا العدة ثلاثين يوما هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه بهذا اللفظ '' (المستدرک على الصحيحين۱،۵۸۷)۔

* ''فإن حال بينكم وبينه سحابةٌ أو ظلمةٌ فأكملوا العدة عدة شعبان'' (مسند الصحابہ فی الكتب التسعہ ۲۷،۳۴۹)۔

* ''فإن حال بينكم وبينه سحابٌ أو ظلمةٌ أو غيابةٌ فأكملوا العدة'' (شرح مشكل الآثار)۔

* ''فإن حال بينكم وبينه سحابٌ أو ظلمةٌ أو هبوةٌ، فأكملوا العدة، ولا تستقبلوا الشهر استقبالا، ولا تصلوا رمضان بيومٍ من شعبان'' (شرح السنہ للبغوی۳،۲۳۲)۔

* ''فإن حال بينكم وبينه سحابة أو ظلة فأكملوا العدة عدة شعبان ولا تستقبلوا الشهر استقبالا ولاتصلوا رمضان بيوم من شعبان'' (سنن النسائی الكبرى۲،۸۵، حديث نمبر: ۲۴۹۹)۔

اور اسی حکم میں وہ تمام چیزیں بھی داخل ہیں جوچاندتک نظرپہونچنےمیں رکاوٹ بنیں، اسی لئےفقہاءنے ایک اصولی لفظ ''علۃ '' استعمال کیاہے،یعنی کسی وجہ اوررکاوٹ سے چاند نظرنہ آئے،اوراس کی مثال میں بادل اورغباروغیرہ کاذکرکیاہے،اس میں انتہائی

عمومیت کےساتھ وہ تمام موانع شامل ہوجاتے ہیں جن کوبندہ خودسےدورکرنےپرقادرنہ ہو:

''وإذا كان بالسماء علة كغيم وغبار وغيرهما'' (مجمع الانہرفی شرح ملتقی الابحر ۳۴۸،۱)۔

ایک شخص کی شہادت پررمضان کاآغازاورپھرعیدکاچاندنظرنہ آنا:

سوال نمبر۲(ہ):

الجواب:اصولی طورپرایک معتبرشخص کی شہادت پررمضان کےآغازکافیصلہ کرناغلط نہیں ہے،اس کاثبوت حدیث اورفقہ دونوں سےہے:

* ''عن ابن عباسٍ قال جاء أعرابيٌ إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: إني رأيت الهلال قال الحسن في حديثه يعني رمضان فقال: أتشهد أن لا إله إلا الله؟ قال نعم، قال: أتشهد أن محمدًا رسول الله، قال: نعم، قال يا بلال! أذن في الناس فليصوموا غدًا'' (سنن ابی داؤد۲۸۳،۶)۔

''إن كان بالسماء علة فشهادة الواحد على هلال رمضان مقبولة إذا كان عادلا مسلما عاقلا بالغا حرا كان أو عبدا ذكرا كان أو انثى'' (الہندیہ)۔

لیکن۳۰/رمضان مکمل ہوجانےکےبعدصاف موسم کےباوجودجب چاندنظرآیاتوقرین قیاس یہ ہےکہ ۲۹/شعبان کی شہادت فی الواقع درست نہیں تھی، اورشہادت دینےوالےکوغلط فہمی ہوئی تھی، علامہ حصکفی کےالفاظ میں یہ ہلال نہیں تھا دیکھنےوالےکاصرف خیال تھا:

''لأن ما رآه يحتمل أن يكون خيالا لا هلالاً'' (الدر المختار، شرح تنویر الابصار ۴۲۳،۲)۔

اس صورت میں گواہ قابل مؤاخذہ ہے،اورموسم صاف ہونےکی صورت میں لوگ ایک روزہ اوررکھیں گے، مزید تفصیل کےلئے دیکھئے: (البحر الرائق ۱۷۶،۶، درر الحکام شرح غرر الاحکام ۴۵۴،۲)۔

نیز علامہ طحطاوی نقل فرماتےہیں:

''(وإذا تم العدد) أي عدد رمضان ثلاثين (بشهادة فرد) برؤيته (ولم ير هلال الفطر و) ذلك و (السماء مصحية لا يحل الفطر) اتفاقا على ما ذكره شمس الأئمة ويعزر ذلك الشاهد كذا في الدرر وفي التجنيس إذا لم ير هلال شوال لا يفطرون حتى يصومون يوما آخر وقال الزيلعي والأشبه أن يقال إن كانت السماء مصحية لا يفطرون لظهور غلطه وإن كانت متغيمة يفطرون لعدم ظهور الغلط (واختلف الترجيح) في حل الفطر (فيما إذا كان) ثبوت رمضان (بشهادة عدلين) وتم العدد ولم ير هلال شوال مع الصحو صحح في الدراية والخلاصة والبزازية حل الفطر، لأن شهادة الشاهدين إذا قبلت كانت بمنزلة العيان وفي مجموع النوازل لا يفطرون وصححه كذلك السيد الإمام الأجل ناصر الدين لأن عدم الرؤية مع الصحو دليل الغلط فتبطل شهادتهما (ولا خلاف في حل الفطر إذا) تم العدد لو (كان في السماء علة و لو) وصلية (ثبت

رمضان بشهادة الفرد) العدل كالعدلين اتفاقا على التحقيق'' (مراقی مع الطحطاوی مصری، ۵۴۰)۔

گواہوں کےلئےعدل کامعیار:

سوال نمبر۳(الف):

الجواب :مطلع اگرصاف ہوتوہلال رمضان اورعیدین کےلئےایک بڑی جماعت اورجم غفیرکی شہادت ضروری ہےجن کےغلط ہونےکاتصورنہ کیاجاسکتاہو:

''ويقبل شهادة المسلم والمسلمة عدلًا كان الشاهد أو غير عدلٍ بعد أن يشهد أنه رأى خارج المصر أو أنه رآه في المصر وفي المصر علةٌ تمنع العامة من التساوي في رؤيته، وإن كان ذلك في مصرٍ ولا علة في السماء لم يقبل في ذلك إلا الجماعة اهـ '' (حاشیہ رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار ۳۸۹،۲)۔

''وذكر في الإمداد أنها في الصحو كرمضان والفطر أي فلا بد من الجمع العظيم ولم يعزه لأحد'' (حاشیہ رد المحتار۳۹۱،۲)۔

''قولہ وبقیۃ الا شهر التسعۃ)فلا یقبل فیها الا شہادۃ رجلین اورجل وامرأتین عدول احرار غیر محدودین، کما فی سائر الا حکام، وذکر فی الا مداد: انها فی الصحو کر مضان والفطراں، فلا بد من الجمع العظیم ولم یغیرہ لا حد لکن قال الخیر الرملی:الظاهر أنہ فی الاهلاۃ التسعۃ لا فرق بین الغیم والصحوج فی قبول الرجلین لفقد العلۃ المو جبۃ لا شتراط الجمع الکثیر وهی توجہ الکل طالبین ویؤیدہ قولہ کما فی سائر الا حکام اھ '' (شامی۱۳۰،۲)۔

البتہ موجودہ دورمیں گواہوں کےلئے عدل کاوہ معیارضروری نہیں ہےجوفقہ کی کتابوں میں مرقوم ہے،بلکہ اس قدر کافی ہےکہ آدمی معاشرہ میں سچااور معتبر مانا جاتاہو،اورنمازوغیرہ کاپابندہواوربس ،اس دورمیں صحیح عادل لوگوں کی شرط لگادی جائےتوکئی اہم شعبےاورحقوق ضائع ہوجائیں گے:

''العدل في الشهادة:أن يكون مجتنبًا عن الكبائر، ولا يكون مصراً على الصغائر، ويكون صلاحہ أكثر من فساده وصوابہ أكثر من خطائہ، وأن يستعمل الصدق ديانۃ ومروءۃً، ويجتنب عن الكذب ديانۃ ومروءۃ'' (الفتاوی التاتارخانیہ۴۲۴،۱۱)۔

''الفسق لايمنع اهلية الشهادة عندنا وإنما يمنع أداء الشهادة لتهمۃ الكذب------ وعن أبی يوسف إن كان الفاسق وجيها ذا مروة جازت شهادتہ؛ لأن مثلہ لا يكذب'' (فتاوی قاضی خان۴۳۷،۳)۔

''تجوز شهادة الرجل المسلم ما لم يصب حداً، أو تعلم عليہ حوبۃ في دينہ۔ عن محمد قال: قال شريح: ... وائت على ذٰلک بشهود عدول، فإنا قد أمرنا بالعدول۔ وأئت فسل عنہ ... فإن قالوا: ما علمنا إلا عدلاً مسلمًا، فهو إن شاء الله كذٰلک، وتجوز شهادتہ'' (مصنف ابن ابی شیبہ۴۲۸،۴-۴۲۹)۔

''عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: جاء أعرابي إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال:إني رأيت الهلال، قال الحسن في حديثه:يعني رمضان، فقال:أتشهد أن لا إله إلا الله؟ قال:نعم، قال:أتشهد أن محمداً رسول الله؟ قال: نعم، قال: يا بلال! أذن في الناس فليصوموا غدًا، وسكت عنه'' (سنن ابی داؤد۱،۳۲۷)۔

''والحديث الثاني يدل على أن من لم يظهر فسقه قبل شهادته في صوم رمضان فإنه صلى الله عليه وسلم لم يفتش أمر العدالة في الواقعة وإن قال:إنه صلى الله عليه وسلم لعله كان يعرفه فيجاب بأنه لو كان كذٰلک لما فتش عن إسلامه'' (اعلاء السنن۹،۱۲۶)۔

''واستثنى الثاني الفاسق ذا الجاه والمروة فإنه يجب قبول شهادته'' (درمختار مع الشامی۵،۳۵۶)۔

''(مسألةٌ):قال القرافي في باب السياسة:نص بعض العلماء على أنا إذا لم نجد في جهةٍ إلا غير العدول أقمنا أصلحهم وأقلهم فجورًا للشهادة عليهم ، ويلزم ذلك في القضاة وغيرهم لئلا تضيع المصالح قال:وما أظن أحدًا يخالف في هذا، فإن التكليف شرطٌ في الإمكان، وهذا كله للضرورة لئلا تهدر الأموال وتضيع الحقوق'' (معین الحکام ۲،۵۷)۔

حضرت مفتی محمدشفیع صاحب نےیہی بات ''معین الحکام'' کےحوالےسےلکھی ہے، اوراس کواس دورکی مجبوری قراردیاہے:

''ھٰذاھوالصواب الذی علیہ العمل'' (یعنی یہی صحیح ہےجس پرسب قضاۃ کاعمل ہے (رؤیت ہلال،۱۹ بحوالہ معین الحکام،۱۴۵)۔

مستورالحال کی شہادت بھی فی زمانہ قابل قبول ہے، اس لئےکہ جب فسق کےساتھ شہادت قابل قبول ہے تو مستورالحال کافاسق ہوناتوضروری نہیں :

* ''واستثنى الثاني الفاسق ذا الجاه والمروة فإنه يجب قبول شهادته'' (درمختار مع الشامی۵،۳۵۶)۔

* ''الفسق لايمنع اهلية الشهادة عندنا وإنما يمنع أداء الشهادة لتهمة الكذب------ وعن أبی يوسف إن كان الفاسق وجيها ذا مروة جازت شهادته؛ لأن مثله لا يكذب'' (فتاوی قاضیخان۳،۴۳۷)۔

* ''إذا كان بالسماء علة قبل الا مام شهادة الواحد العدل فی روية الهلال رجلا كان او امرأ ة حرا كان او عبداً (الیٰ قولہ) وتاويل قول الطحاوی عدلا كان او غير عدل ان يكون مستوراً'' (ہدایہ۱۰،۱۹۵)۔

''وتشترط العدالة لأن قول الفاسق في الديانات غير مقبولٍ، وتأويل قول الطحاوي عدلًا كان أو غير عدلٍ أن يكون مستورًا'' (ہدایہ۱،۱۲۱)۔

سوال نمبر۳(ب):

الجواب : چاندکی خبردیانت بھی ہےاورمعاملہ بھی ،رمضان کاچاندہوتودیانت

ہےاوراس کےلئےخبرکافی ہےاورعیدکاچاندہوتومعاملہ ہے،اوراس کےلئےشہادت ضروری ہے،اس طرح چاندکی خبرخبربھی ہےاورشہادت بھی،اس لحاظ سےکہ یہ خبرہےایک شخص کی خبربھی معتبرہوتی ہے،یہاں تک کہ محدودفی القذف اورفاسق کابیان بھی قابل سماعت ہوتاہے،لیکن دوسری جہت سےیہ شہادت بھی ہے،کہ اس کےلئےمجلس قضاضروری ہے،نیزبیان کاآغازلفظ اشہدسے کیاجاتاہے،عدالت کی شرط ملحوظ ہوتی ہے،اوراس شہادت سے عیدکاحکم ثابت ہوتاہےوغیرہ:

* ’’قبل الإمام شهادة الواحد العدل يدخل المحدود في القذف بعد التوبة وهو ظاهر الرواية لأنه خبرٌ) أي ليس بشهادةٍ ولهذا لم يختص بلفظ الشهادة (وعن أبي حنيفة:أنها لا تقبل لأنها شهادةٌ من وجهٍ) دون وجهٍ من حيث إن وجوب العمل به إنما كان بعد قضاء القاضي ومن حيث اختصاصه بمجلس القضاء ومن حيث اشتراط العدالة‘‘ (العنایہ شرح ہدایہ۳،۲۷۶)، نیز اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لئے دیکھئے: (بدائع الصنائع۴،۲۳۶)۔

چانددیکھنےوالوں کی ذمہ داری :

سوال نمبر۳(ج):

الجواب :چانددیکھنےوالوں پرفوری شہادت دینی ضروری ہے،بلاعذراس میں تاخیردرست نہیں،اس لئےکہ اس سے بہت سےاحکام اورذمہ داریاں وابستہ ہیں، اور تاخیرمسلمانوں میں انتشارکابھی باعث ہے،نیزاس سے خودشہادت متہم ہوجاتی ہےکہ وقت پرشہادت کیوں نہیں دی گئی؟ایسی صورت میں شہادت لائق اعتبارنہیں رہ جائےگی، ہاں کوئی عذر ہو، مثلاً سفرمیں ہو، یا بیمارہواوروقت پرمجلس قضاتک پہونچنامشکل ہو تو تاخیر سےبھی شہادت دی جاسکتی ہے،اورعذرکی بناپریہ شہادت قابل قبول ہوسکتی ہے،جیساکہ ایک اعرابی نےدیہات سے آکرحضورﷺکےپاس شہادت دی اور آپ نے اسے قبول فرمایا، یاحضرت کریب نےشام کی رویت کاذکرکئی دن کےبعد حضرت عبداللہ بن عباسؓ کےسامنےکیا۔

’’ولو شهد ناس عند الإمام بعد نصف النهار وبعدما زالت الشمس أن ذلك اليوم هو العاشر من ذي الحجة جاز لهم أن يضحوا ويخرج الإمام من الغد فيصلي بهم صلاة العيد ، وإن علم في صدر النهار أنه يوم النحر فشغل الإمام عن الخروج أو غفل فلم يخرج ولم يأمر أحدا يصلي بهم فلا ينبغي لأحد أن يضحي حين يصلي الإمام إلى أن تزول الشمس ، فإذا زالت قبل أن يخرج الإمام ضحى الناس، وإن ضحى أحد قبل ذلك لم يجز، ولو صلى الإمام صلاة العيد وذبح رجل أضحيته ثم تبين للإمام أن يوم العيد كان بالأمس جازت الصلاة‘‘ (بدائع الصنائع ۱۱،۲۱۱)۔

صوبائی قاضی کےاعلان رویت کےحدود:

سوال نمبر۴(الف):

الجواب :قاضی کےحدودولایت کےاندررہنےوالےتمام مسلمانوں پراس اعلان کےمطابق عمل کرنالازم ہے۔

''وقد اختلف المشايخ فيه هل يعتبر المكان أو الأهل فقيل يعتبر المكان، وقيل:يعتبر الأهل حتى لا ينفذ قضاؤه في غير ذلك المكان على قول من يعتبر'' (مجمع الانہر۴،۴۸۱)۔

سوال نمبر۴ (ب):

الجواب:-اگریہ قاضی مملکت ہےاورسلطان کی اجازت سےاعلان کرتاہےتب توظاہرہےکہ یہ اعلان سلطان کےدرجہ میں ہےاوراگرکہیں سلطان موجودنہ ہواورمسلمانوں نےاس کواپناقاضی مقررکیاہوتواس کااعلان بھی اعلان سلطان کےقائم مقام ہوگا۔

''قال:وإذا لم يكن سلطان ولا من يجوز التقليد منه، كما هو في بعض بلاد المسلمين غلب عليهم الكفار في بلاد المغرب كقرطبة الآن وبلنسية وبلاد الحبشة، وأقروا المسلمين عندهم على مال يؤخذ منهم يجب عليهم أن يتفقوا على واحد منهم يجعلونه واليا فيولى قاضيا ويكون هو الذي يقضي بينهم ، وكذا ينصبون إماما يصلي بهم الجمعة .ا هـ .ويؤيده ما في جامع الفصولين ، وكل مصر فيه وال مسلم من جهة الكفار يجوز من إقامة الجمع والأعياد وأخذ الخراج وتقليد القضاء وتزويج الأيامى لاستيلاء المسلم عليهم ، وأما طاعة الكفرة فهي موادعة ومخادعة ، وأما في بلاد عليها ولاة الكفار فيجوز للمسلمين إقامة الجمع والأعياد ، ويصير القاضي قاضيا بتراضي المسلمين، ويجب عليهم طلب وال مسلم اهـ'' (البحر الرائق شرح كنز الدقائق ۶،۲۹۸)۔

''والعالم الثقة فی بلدة لاحاكم فيهاقائم مقامہ'' (عمدة الرعايہ على شرح الوقايہ۱،۳۰۹)۔

سوال نمبر۴ (ج):

الجواب :صوبہ کےقاضی کااعلان صرف اس صوبہ کےمسلمانوں کےلئےبمنزلۂ اعلان سلطان واجب العمل ہے، دوسرےعلاقہ کےمسلمانوں کےلئےیہ محض خبر ہے، جوبلاشروط شہادة على القضاء دوسرےقاضی کےلئےوجوب بلکہ جواز کا سبب بھی نہیں ہے:

''القضاء بتخصص بالزمان والمكان فلو ولاه قاضيا بمكان كذا لا يكون قاضيا في غيره وفي الملتقط : وقضاء القاضي في غير مكان ولايته لا يصح'' (الاشباہ والنظائر۱،۲۵۵)۔

''وقال بن الماجشون لا يلزمهم بالشهادة إلا لأهل البلد الذي ثبتت فيه الشهادة، إلا أن يثبت عند الإمام الأعظم، فيلزم الناس كلهم؛ لأن البلاد في حقه كالبلد الواحد إذ حكمة نافذ في الجميع'' (فتح الباری ۴،۱۲۳)۔

''ہدایہ'' میں ہے:

''قضاء القاضی محدود فی ولایتہ'' (الہدایہ۲)۔

نیز ''فتح القدیر'' میں ہے:

''لان اجتهاد القاضی لایثبت فی ولایۃ غیرہ'' (فتح القدیر علی الہدایہ۳)۔

''(تتمة) لم يذكروا عندنا العمل بالأمارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهركضرب المدافع في زماننا والظاهروجوب العمل بهاعلى من سمعهاممن كان غائباعن المصركأهل القرى ونحوهاكمايجب العمل بهاعلى أهل المصرالذين لم يرواالحاكم قبل شهادة الشهود وقد ذكر هذا الفرع الشافعية فصرح ابن حجر في التحفة أنه يثبت بالإمارة الظاهرة الدالة التي لا تتخلف عادة كرؤية القناديل المعلقة بالمنائر قال: ومخالفة جمع في ذلك غير صحيحة ا هـ '' (البحر الرائق۶،۱۸۳)۔

ریڈیو سے اعلان کےلئےمسلمان ہوناضروری نہیں :

سوال نمبر۴ (د):

الجواب :اعلان کےمعتبرہونےکےلئےمعلن کامسلمان ہوناضروری نہیں ،بشرطیکہ تجربات سےیہ اطمینان ہوکہ یہ غلط نسبت نہیں کرتاہے،بالخصوص آج کےدورمیں مسلمان یامتقی کی شرط کالحاظ رکھنااوربھی زیادہ مشکل ہے، ''فتاویٰ ہندیہ '' میں ہے:

''منادي السلطان يقبل خبره عدلًا كان أو فاسقًا'' (الفتاوى الهنديه۲،۱۸۸)۔

''البحرالرائق '' میں ہے:

''وكذلك الجواب في منادي السلطان يقبل خبره عدلا كان أو فاسقا'' (البحر الرائق۵،۷۹)۔

''شامی'' میں ہے:

''وقد يقال إن المدفع في زماننا يفيد غلبة الظن وإن كان ضاربه فاسقا؛ لأن العادة أن الموقت يذهب إلى دار الحكم آخر النهار فيعين له وقت ضربه ويعينه أيضا للوزير وغيره، وإذا ضربه يكون ذلك بمراقبة الوزير وأعوانه للوقت المعين فيغلب على الظن بهذه القرائن عدم الخطأ وعدم قصد الإفساد وإلا لزم تأثيم الناس وإيجاب قضاء الشهر بتمامه عليهم، فإن غالبهم يفطر بمجرد سماع المدفع من غير تحر ولا غلب ظن والله تعالى أعلم'' (حاشيه رد المحتار ۲،۴۰۷)۔

جن علاقوں میں بالعموم مطلع ابرآلودرہتاہو-قریبی علاقوں کومعیاربنایاجائے:

سوال نمبر۵(الف، ب):

الجواب :مہینہ کوہمیشہ ۳۰دن کاشمارکرناشریعت اورفلکیات دونوں لحاظ سےغلط ہے، حدیث میں آتاہےکہ مہینہ کبھی ۲۹کاہوتاہےاورکبھی ۳۰کا:

''عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال:إنا أمةٌ أميةٌ،لا نكتب ولا نحسب، الشهر هكذا وهكذا يعنى مرةً تسعةً وعشرين، ومرةً ثلاثين'' (الجامع الصحيح المختصر۲،۶۷۵)۔

محض فلکیات کوبنیادبنانابھی درست نہیں، اس لئےکہ یہ مذکورہ بالاحدیث ''لا نكتب ولا نحسب'' کی منشا کےخلاف ہے، شریعت نہیں چاہتی کہ یہ امت بھی یہودیوں کی طرح شرعی احکام میں حساب وکتاب کےمخمصوں میں مبتلا ہو، یہود کےساتھ تشبہ اسلامی تعلیمات کےمنافی ہے،اوروہ بھی جب کہ صریح طورپراس کی ممانعت بھی کردی گئی ہو۔

فتاویٰ تاتار خانیہ میں ہے:

''یجب صوم رمضان برؤیۃ الھلال أو باستکمال شعبان ثلاثین ولا یجوز تقلید المنجم فی حسابہ لا فی الصوم ولا فی الافطار'' (الفتاوی التارخانیہ۳،۳۶۷)۔

ایسی صورت میں بہتراورمحتاط راستہ یہ ہےکہ قریبی ممالک کی رویت کا اعتبار کیا جائے، جیسا کہ فتاویٰ دار العلوم میں ہے:

''جب برطانیہ میں دائمی ابر ہونے کی وجہ سے چاند دیکھنا ناممکن ہے تو اہل برطانیہ کو چاہیے کہ اپنے قریبی ملک مثلاً مراکش وغیرہ کی رویت کا اتباع کریں، جبکہ وہ خبر بطریق موجب برطانیہ پہنچے '' (فتاوی دار العلوم دیوبند)۔

جب ملک کےچندشہروں میں رویت کااعلان ہوجائے :

سوال نمبر ۵(ج):

الجواب :اگرایک صوبہ میں رویت کےفیصلہ کی خبردوسرےصوبہ کےقاضی کےپاس معتمدذرائع سےموصول ہوں ،مثلاًقاضی خودان سےرابطہ کرکے معلومات حاصل کرلے،یاجن لوگونکےسامنےفیصلہ ہواہےوہ قاضی کےسامنے شہادت دیں ،یابدرجۂ استفاضہ فیصلۂ رویت کی خبرمشہورہوجائے،اورقاضی کواس پراطمینان اورغلبہ ظن حاصل ہوجائے تو اپنےحدودولایت میں اس فیصلہ کےمطابق رویت کافیصلہ کرسکتاہے،اوریہ کوئی مشکل امرنہیں ہے،خاص طورپرآج کے تیزرفتارمواصلاتی دورمیں مختلف قاضیوں ،اورہلال کمیٹیوں سے معلومات کاتبادلہ اوراطمینان کاحصول بہت آسان ہے، ریڈیوکےاعلانات بھی غلبۂ ظن کےلئےمفید ہیں، میرےخیال سے عددکی قیدضروری نہیں ہے، ہردور اور ہرعلاقے کے اپنے وسائل اورذرائع ابلاغ سےجب اطمینان اورغلبۂ ظن حاصل ہوجائےمقامی قاضی یاہلال کمیٹی رویت کافیصلہ کرسکتی ہے:

''الدر المختار'' میں ہے:

''(و) قبل (بلا علة جمع عظيم يقع العلم) الشرعي وهو غلبة الظن بخبرهم وهو مفوض إلى رأي الامام (من غير تقدير بعدد) على المذهب، وعن الامام أنه يكتفى بشاهدين، واختار في البحر'' (الدر المختار ۲،۴۲۶)۔

''شهدوا أنه شهد عند قاضي مصر كذا شاهدان برؤية الهلال في ليلة كذا، وقضى القاضي به، وقد وجد استجماع شرائط الدعوى قضى أي جاز لهذا القاضي أن يحكم بشهادتهما؛ لأن قضاء القاضي حجة شهدوا به، لا لو شهدوا برؤية غيرهم؛ لأنه حكاية (درمختار) قال الشامي:تنبيه:قال الرحمتي:معنى الاستفاضة أن تأتي من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم يخبر عن أهل تلك البلدة أنهم صاموا عن رؤية لامجرد الشيوع من غير علم بمن أشاعه، كما قد تشيع أخبار يتحدث بها سائر أهل البلدة ولا يعلم من أشاعها، كما ورد: أن في آخر الزمان يجلس الشيطان بين الجماعة فيتكلم بالكلمة فيتحدثون بها، ويقولون: لا ندري من قالها، فمثل هذا لاينبغي أن يسمع،

فضلا عن أن يثبت به حكم اهـ ـقلت: وهو كلام حسن، ويشير إليه قول الذخيرة: إذا استفاض وتحقق، فإن التحقق لايوجد بمجرد الشيوع'' (تنوير الابصار۳۵۸،۳)۔

''شامی'' میں ہے:

''طريق موجب كأن يتحمل اثنان الشهادة أو يشهد على حكم القاضي أو يستفيض الخبر'' (شامی ۳۶۴،۳)۔

''عن ربعي بن حراش عن رجل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم قال: اختلف الناس في آخر يوم من رمضان، فقدم أعرابيان فشهدا عند النبي صلى الله عليه وسلم، بالله لأهلا الهلال أمس عشية، فأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم الناس أن يفطروا۔ زاد خلف في حديثه: وأن يغدوا إلى مصلاهم''۔

''وفي مجموع النوازل: شاهدان شهدا عند قاضي مصر لم ير أهله الهلال على أن قاضي مصر كذا شهد عنده شاهدان برؤية الهلال وقضى به ووجد شرائط صحة الدعوىٰ قضى بشهادتهما حكاه عن شيخ الإسلام'' (الفتاوى التاتارخانيه۳۶۶،۳)۔

سوال نمبر۵(د):

الجواب:-اگریہ خبراتنی جگہوں سےموصول ہوکہ اس کوخبرمستفیض کہاجاسکے، تواس پراعتمادکرتےہوئےرویت کااعتبارکیاجاسکتاہے۔

''طريق موجب كأن يتحمل اثنان الشهادة أو يشهد على حكم القاضي أو يستفيض الخبر'' (شامی ۳۶۶،۳)۔

''أن هذه الاستفاضة ليس فيها شهادة على قضاء قاض ولا على شهادة؛ لكن لما كانت بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها أن أهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بها لأن البلده لا تخلو عن حاكم شرعي عادة فلا بد من أن يكون صومهم مبنيا على حكم حاكمهم الشرعي فكانت تلك الاستفاضة بمعنى نقل الحكم المذكور وهي أقوىٰ من الشهادة بأن أهل تلك البلدة رأوا الهلال وصاموا؛ لأنها لا تفيد اليقين فلذا لم تقبل إلا إذا كانت على الحكم أو على شهادة غيرهم لتكون شهادة معتبرة إلا فهي مجرد أخبار، بخلاف الاستفاضة فإنها تفيد اليقين'' (شامی ۳۵۹،۳)۔

''قال شمس الأئمة الحلوانيؒ:الصحيح من مذهب أصحابناؒ أن الخبر إذا استفاض وتحقق فيما بين أهل البلدة الأخرىٰ يلزمهم حكم هذه البلدة (إلى قوله) ثم اعلم أن المرار بالاستفاضة تواتر الخبر من الوار دين من بلدة الثبوت إلى البلدة التي لم يثبت بها'' (منحة الخالق على البحر الرائق۳۷۲-۴۷۱،۲)۔

چاند کااعلان کرنےکاحق کس کوہے؟

سوال نمبر۶(الف، ب):

الجواب: ہرصوبہ اورمقام پررویت کےفیصلہ واعلان کاحق مقامی قاضی کاہے،اورجہاں قاضی نہ ہووہاں مسلمانوں کی مرضی سےمنتخب کردہ ہلال کمیٹی اس

کےلئےمجازہوگی،اس لئےکہ تراضی مسلمین سےبھی مقام قضاحاصل ہوجاتاہے،عام علماء یاخواص کویہ اختیارحاصل نہیں ہے،اس لئےکہ اس سے انتشارپیداہوتاہے۔

''وأما في بلاد عليها ولاة الكفار فيجوز للمسلمين إقامة الجمع والأعياد ، ويصير القاضي قاضيا بتراضي المسلمين ، ويجب عليهم طلب وال مسلم ا هـ '' (البحر الرائق شرح كنز الدقائق۶،۲۹۸)۔

غیرمجازاعلان رویت کاحکم :

سوال نمبر۶(ج، د):

الجواب :جس مقام پررویت کےفیصلہ واعلان کانظام موجودہےوہاں دوسرےکسی غیرمجازشخص یااداره کورویت کےفیصلہ اوراعلان کاحق حاصل نہیں ہے، اورنہ کسی غیرمجازشخص کےاعلان کےمطابق روزہ توڑناجائزہے ،اورنہ اس اعلان سےشب کی تراویح ترک کی جائےگی، لیکن اگرکوئی شخص غیرمجازاعلان کوسن کرروزہ توڑدےتواس پرصرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں:

* ''ولو كانوا ببلدة لا حاكم فيها صاموا بقول ثقة وأفطروا بإخبار عدلين) مع العلة (للضرورة) ولو رآه الحاكم وحده خير في الصوم بين نصب شاهد وبين أمرهم بالصوم بخلاف العيد كما في الجوهرة، ولا عبرة بقول المؤقتين ، ولو عدولا على المذهب قال في الوهبانية وقول أولى التوقيت ليس بموجب وقيل نعم والبعض إن كان يكثر'' (رد المحتار على الدرالمختار۷،۳۶۳)۔

* ''لو كانوا في بلدةٍ لا قاضي فيها ولا وال (((والي))) فإن الناس يصومون بقول الثقة ويفطرون بإخبار عدلين للضرورة'' (البحر الرائق ۲،۲۸۷)۔

* ''لو شهد جماعةٌ أن أهل بلدةٍ قد رأوا هلال رمضان قبلكم بيومٍ فصاموا وهذا اليوم ثلاثون بحسابهم ولم ير هؤلاء الهلال لا يباح فطر غدٍ ولا يترك التراويح في هذه الليلة لأنهم لم يشهدوا بالرؤية ولا على شهادة غيرهم وإنما حكوا رؤية غيرهم'' (الفتاوى الهنديہ۱،۲۵۱)۔

مختلف رویت ہلال کمیٹیوں کی ذمہ داریاں :

سوال نمبر۷(الف، ب):

الجواب:جس شہرمیں ایک سےزیادہ ایسے نظام موجودہوں وہاں ضروری ہےکہ باہم اتحاد اور مشاورت کے بعد فیصلہ واعلان کیاجائے، تاکہ امت میں انتشار پیدانہ ہو۔یہی کام ملک بھرمیں پھیلی ہوئی تنظیموں اورہلال کمیٹیوں کوبھی کرناچاہئے،علاوہ تمام صوبائی کمیٹیوں کےساتھ ایک مرکزی کمیٹی بھی تشکیل دی جائے،جس کےلئےیہ ریاستی کمیٹیاں یونٹ کاکام کریں گی ،اورسب کےاتفاق رائےسے کوئی فیصلہ واعلان کیاجائے۔

رویت ہلال میں فلکی حسابات کی شرعی حیثیت:

سوال نمبر۸:(الف):

الجواب :جیساکہ مقالہ کےابتدائی حصہ میں عرض کیاجاچکاہےکہ اسلام میں قمری مہینوں کی بنیادچاندکی رویت بصری پرہے،جس پرقدیم وجدیدتمام علماء کرام (چند کا استثناکرکے) کا اتفاق ہے، احادیث صحیحہ میں نہایت صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ چاند کی رویت کے بغیر نہ رمضان کاآغاز ہوسکتا ہے اور نہ عید کا، البتہ مہینہ کبھی ۲۹کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ کا،اس لئے۲۹تاریخ کوچاندکی رویت نہ ہوسکےتو۳۰ کاعددمکمل کیاجائے،اس مضمون کی کئی روایات متعدد صحابہ سے منقول ہیں، اوراپنےمفہوم کےلحاظ سے اس قدرواضح ہیں کہ ان میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے،اسی لئے معدودے چند علماء کوچھوڑکرآج تک امت اپنےاس اجتماعی موقف پرقائم ہے،پہلےاس مضمون کی روایات پرایک نظرڈال لیں:

احادیث رویت ہلال:

* ''عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما:أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ذكر رمضان فقال: (لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروه فإن غم عليكم فاقدروا له'' (الجامع الصحيح ۲،۶۷۴، حديث نمبر: ۱۸۰۷)۔

*''حدثنا عبد الله بن مسلمة حدثنا مالك عن عبد الله بن دينار عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهماأن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:الشهر تسع وعشرون ليلة فلا تصوموا حتى تروه فإن غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين'' (الجامع الصحيح ۲،۶۷۴، حديث نمبر: ۱۸۰۷)۔

* ''عن نافعٍ عن عبد الله بن عمر - رضى الله عنهما - قال قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم- الشهر تسعٌ وعشرون فإذا رأيتم الهلال فصوموا وإذا رأيتموه فأفطروا فإن غم عليكم فاقدروا له'' (صحيح مسلم۳،۱۲۲)۔

*''حدثنا محمد بن زياد قال: سمعت أبا هريرة رضي الله عنه يقول:قال النبي صلى الله عليه وسلم أو قال قال أبو القاسم صلى الله عليه وسلم:صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته فإن غبي عليكم فأكملوا عدة شعبان ثلاثين'' (الجامع الصحيح ۲،۶۷۴، حديث نمبر: ۱۸۰۷)۔

* ''عن ابن عباسٍ قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تقدموا الشهر بصيام يومٍ ولا يومين إلا أن يكون شيءٌ يصومه أحدكم ولا تصوموا حتى تروه ثم صوموا حتى تروه، فإن حال دونه غمامةٌ، فأتموا العدة ثلاثين ثم أفطروا والشهر تسعٌ وعشرون'' (سنن ابی داؤد۲،۲۶۹، حديث نمبر: ۲۳۲۹)۔

* ''عن حذيفة بن اليمان عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:لا تقدموا الشهر حتى تروا الهلال قبله أو تكملوا العدة ثم صوموا حتى تروا الهلال أو تكملوا العدة قبله'' (المجتبى من السنن۴،۱۳۵، حديث نمبر: ۲۱۲۶)۔

* ''عن ربعي عن بعض أصحاب النبي صلى الله عليه و سلم قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم : لا تقدموا الشهر حتى تكملوا العدة أو تروا الهلال ثم صوموا ولا تفطروا حتى

تروا الهلال أو تكملوا العدة ثلاثين أرسله الحجاج بن أرطاة قال الشيخ الألباني : صحيح '' (المجتبى من السنن۴،۱۳۵، حدیث نمبر: ۲۱۲۶)۔

*''حدثنا أبو الزبير قال: سألت جابرًا هل سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:لا تصوموا حتى تروا الهلال فإن خفي عليكم فأتموا ثلاثين، وقال جابر: هجر رسول الله صلى الله عليه وسلم نساءه شهرًا فنزل لتسعٍ وعشرين، وقال: إنما الشهر تسعٌ وعشرون'' (مسند احمد۳،۳۴۱، حدیث نمبر: ۱۴۷۱۱)۔

* ''عن قيس بن طلق عن أبيه قال:سمعت رجلا سأل النبي صلى الله عليه و سلم عن اليوم الذي يشك فيه، فيقول بعضهم هذا من شعبان وبعضهم هذا من رمضان فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروا الهلال، فإن غم عليكم، فأكملوا العدة ثلاثين'' (سنن البیہقی الکبری۴،۲۰۸، حدیث نمبر: ۷۷۴۰)۔

* ''عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: في رمضان لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروه فإن غمي عليكم فاقدروا له وفي رواية أخرى فأتموا ثلاثين يوما'' (الجامع الصحيح مسند الامام الربيع بن حبيب۱،۱۳۱)۔

یہ چندروایات ہیں جو سردست میسرآگئیں ،تحقیق پراوربھی روایات مل سکتی ہیں، تقریباً سات (۷) صحابہ: *حضرت عبداللہ بن عمرؓ*حضرت ابوہریرہؓ*حضرت عبداللہ بن عباسؓ *حضرت حذیفہ بن الیمانؓ*حضرت جابربن عبداللہؓ*حضرت طلق بن علیؓ *اورحضرت ابوسعیدالخدریؓ -نےیہ مضمون حضورﷺسے نقل کیاہے۔

''فاقدروالہ'' کی تشریح :

بعض روایات میں فاقدروالہ ہےاوربعض میں اس کی تکمیل فاقدروالہ ثلاثین ،یافاتموا ثلاثین،یا فاکملواالعدۃ ثلاثین وغیرہ کےالفاظ سےکی گئی ہے ،اس سے یہ ثابت ہوتاہےکہ فاقدروالہ کامعنیٰ وہی ہےجوفاقدروالہ ثلاثین کے ہیں، بعض حضرات نےفاقدروالہ کامعنیٰ یہ اخذکیاہےکہ اگر۲۹/تاریخ کورویت نہ ہو توفلکی حساب کےذریعہ ہلال کااندازہ کرو۔ یہ رائےتابعین میں مطرف بن عبداللہ بن الشخیرؒ،فقہاء شافعیہ میں ابوالعباس بن سریجؒ،اورمحدثین میں ابن قتیبہؒ کی طرف منسوب کی جاتی ہے (عمدۃ القاری۱۰،۲۶۱)۔

لیکن علامہ ابن عبدالبرؒ نےمطرف اورابن سریج کی طرف اس انتساب کوغلط قراردیا ہے، ان کےبقول یہ حضرات جمہورکےہم خیال ہیں لیکن بعض دوسرے حوالوں سےاس انتساب کی تائیدہوتی ہے (المقدمات۱،۱۸۸، مواہب الجلیل ۲،۳۸۸)۔

بعد کےادوارمیں سبکی وغیرہ نےاس نظریہ کی حمایت میں کافی شہرت حاصل کی (حاشیہ رد المحتار علی الدر المختار۲،۳۸۷)۔

پچھلےادوارمیں فاقدروالہ کی حسابی تشریح کوکوئی قبولیت حاصل نہ ہوسکی ،بلکہ عام طورپراس کوردکردیاگیا،لیکن عصر جدید میں اس تشریح کوزیادہ قوت کےساتھ پیش

کیاجارہاہے،بلکہ بعض لوگوں نےاس تشریح کوحضرت عبداللہ بن عمرؓ کےمسلک فقہی کےساتھ جوڑکر مضبوط بنانےکی کوشش کی ہے،ان کاکہناہےکہ حضرت ابن عمرؓ کامسلک یہ تھاکہ کہ اگر۲۹کوچاندنظرنہ آئےتومہینہ کوتنگ کردواورچاندکوافق پرفرض کرلو،یعنی ابن عمربھی فاقدرواکےمعنی اندازہ کرنےہی کولیتے تھے،جواس روایت کےراوی ہیں ،ان حضرات کےمطابق بعض طرق میں فاقدروالہ ثلثین یہ بعدکے ناقلین میں سے صرف ایک شخص نےاضافہ کیاہےجوحضرت ابن عمرکےمسلک کےخلاف ہے،ظاہرہےکہ روایت کی وہی تشریح زیادہ معتبرہوگی جوخوداس روایت کاراوی بیان کرے،یعنی حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں یہ اضافہ سندی اورمعنوی دونوں اعتبارسے شاذہے۔

لیکن پہلی بات تویہ ہےکہ یہ اضافہ صحیح طریق سے منقول ہے،اورروایت کی سب سے مستندتشریح وہی ہےجواسی روایت کےدوسرےطرق سے ہم آہنگ ہو۔

*اوردوسری بات یہ ہےکہ یہ روایت تنہاحضرت ابن عمرسے منقول نہیں ہے،بلکہ جیساکہ اوپرعرض کیاگیاکہ آپ کےعلاوہ چھ (۶)دیگرصحابہ نےبھی اس روایت کونقل کیاہے ،اوران سب میں ۲۹تاریخ کورویت نہ ہونےکی صورت میں ۳۰تاریخ مکمل کرنےکاصریح حکم ہے،اوریہ الفاظ خودنبی کریم ﷺکےہیں ،اس لئےحضرت ابن عمرؓ کی روایت اختلاف طرق کی بناپرترک بھی کردی جائےتب بھی چھ (۶)صحابہ سے یہ مضمون بعینہ انہی الفاظ کےساتھ منقول ہے۔

غرض روایت میں ثلاثین کااضافہ ایک امرمحقق ہے،اوراس روایت سےواضح طورپرثابت ہوتاہےکہ مہینہ کاآغاز۲۹تاریخ کی رویت بصری سے ہوگا، اور اگر۲۹کورویت نہ ہوسکےتو تیس(۳۰) کاعددمکمل کیاجائےگا۔نص میں صراحت کےساتھ روزہ اورافطارکورویت سےصیغۂ حصر کےساتھ مربوط کیاگیاہے،جس نے تاویلات کےدروازوں کوبندکردیاہے۔

حدیث میں ''رویت'' کی تشریح:

آج کل بعض لوگ رویت کےمعنی علم بتاتے ہیں ،لیکن یہ بھی جہالت ہےاس لئےکہ اولاًرویت کےحقیقی معنیٰ آنکھ سےدیکھنےکےہیں ،اورجب تک کسی لفظ کاحقیقی معنیٰ متروک یامتعذرنہ ہوجائےاس وقت تک اس کاحقیقی معنیٰ ترک نہیں کیاجاسکتا۔

دوسری بات یہ ہےکہ رویت سےمرادعلم ہےتو ''فان غم علیکم '' کے کیا معنیٰ ہیں؟ کیا علم غبارآلود ہوجائے--- غرض حدیث کےالفاظ اس طرح کی تاویلات بارده کی اجازت نہیں دیتے۔

''نحن أمۃ أمیۃ لانکتب ولانحسب'' کی تشریح –دین کی سادگی کابیان:

حدیث میں ''نحن أمۃ أمیۃ لانکتب ولانحسب'' کہہ کرفلکی حسابات کی سختی کےساتھ تردیدکی گئی ہے، یعنی یہ دین فطرت ہے جوہرعامی وعالم ،جنگلی وشہری ،خواندہ

وناخواندہ ،متقدم ومتأخرکےلئےنازل کیاگیاہے،اس کی فطری نزاکت وسادگی قیامت تک ختم نہیں ہوگی ،اورمصنوعی تکلفات سےیہ ہمیشہ پاک رہےگا،بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ حضور ﷺ نےان الفاظ سےاپنی مجبوری بیان فرمائی ہے کہ چونکہ امت ناخواندہ ہے، اس لئے حساب وکتاب کی باریکیوں میں اس کوالجھاناتکلیف مالایطاق ہے،یعنی اس کامطلب یہ ہوگا اگر یہ امت ناخواندگی کی پستی سے نکل جائے اوراس میں حساب وکتاب کے سمجھنےکی اہلیت پیداہوجائے ،تومجبوری کی بناپرجوحکم دیاگیاتھاوہ ختم ہوجائےگا، اورامت فلکی حسابات کے ذریعہ تاریخوں کاتعین کرسکےگی، لیکن یہ حدیث پاک کی غلط تشریح ہے،حدیث میں عذر کابیان نہیں ہےبلکہ دین اسلام کےمزاج کابیان ہے کہ یہ دین سب کےلئےہے،اس لئےایسامعیاراختیارکرناجس کوکچھ لوگ توبرت سکیں اورکچھ لوگ نہ برت سکیں ،یاکسی دورمیں اس کوپوراکیاجاسکےاورکسی میں نہ کیاجاسکے،یہ اس دین کےمزاج اورابدیت کےمنافی ہے،دنیامیں حالات بدلتے رہتے ہیں ،قومیں عروج وزوال کاشکارہوتی رہتی ہیں ،لیکن دائمی دین کی شان یہ ہے کہ وہ ہردور میں لوگوں کےلئے قابل عمل ہو، اورلوگ اپنےدین کی فہم یااس پرعمل کےلئے چندمٹھی بھر افرادکےدست نگر بن کرنہ رہ جائیں، بلکہ دین کامکمل تصورخودان کےاپنےذہن میں بھی ہو---

یہ تصورکہ یہ(رویت ہلال) ناخواندگی کےدورکانظریہ ہےاصول دین کی توہین اوراسلامی افکارونظریات کی معقولیت تک نارسائی کی دلیل ہے،ایک دوسری روایت سے میرے اس مضمون کی تائیدہوتی ہےجس میں رسول اللہ ﷺنےاسی امۃ امیۃ کے حوالے سے دین کی ابدیت اورسادگی کواس طرح بیان فرمایاہے، حضرت حذیفہ بن الیمانؓ روایت کرتے ہیں :

’’عن حذيفة أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- قال: لقيت جبريل عليه السلام عند أحجار المراء فقال يا جبريل إنى أرسلت إلى أمةٍ أميةٍ الرجل والمرأة والغلام والجارية والشيخ الفانى الذى لا يقرأ كتاباً قط، قال إن القرآن نزل على سبعة أحرف‘‘ (مسند احمد۵؍۴۰۵، حدیث نمبر: ۲۳۴۹۴)۔

فلکی حسابات کےباب میں امت آج بھی ناخواندہ ہے:

پھریہ خیال کہ اب امت خواندہ ہوگئی ہے اورحساب وکتاب کوسمجھنےلگی ہے،یہ محض خام خیالی ہے،واقعہ یہ ہےفلکی حسابات کامدارآج بھی چندلوگوں ہی کی تفہیم پرمنحصر ہے،جوحسابی خاکہ بناکرانہوں نےانٹرنیٹ پرشائع کردیاہے،اسی کی سب لوگ تقلیدکرتےہیں،امت میں کتنےلوگ ہیں جنہوں نےخودفلکی حسابات کاجائزہ لیاہویاخودسے یہ حسابات تیارکرنےکی اہلیت رکھتےہوں،کسی تیارشدہ نظام کی اشاعت اوربات ہےاوراس کوسمجھنےکی صلاحیت اس سے مختلف چیز ہے۔فلکی حسابات اگرخودتیارکرنےکی نوبت

آئےتویہ آج بھی اسی طرح باریک اورپیچیدہ ہیں جس طرح کہ پچھلےزمانہ کےلوگوں کےلئے تھے۔

فلکی حسابات کےذریعہ ایک عیداورایک رمضان کاتصورپوراہونامشکل:

فلکی حسابات کےبارےمیں بعض لوگوں کایہ خیال بھی صحیح نہیں کہ اس طرح پوری دنیامیں عیدین اوررمضان کےموقعہ پراتحادکامظاہرہ ہوگا،اورایسے مواقع پرجو انتشار ہوتا ہےوہ ختم ہوجائےگا،یہ بھی محض خوش فہمی پرمبنی ہے،اس لئےکہ جہاں تک ولادت قمر کاتعلق ہےتواس پرماہرین کےدرمیان اتفاق ہوسکتا ہے لیکن چاندکس مرحلہ میں قابل رویت ہوگا اس پرہرگزاتفاق نہیں ہوسکتا،اس لئےکہ یہ علاقوں اوردیکھنےوالوں کےاحوال پرموقوف ہے،نیزدیکھنےوالےکھلی آنکھوں سے دیکھتےہیں یاکسی آلہ کی مددسے؟چاندکی عمر کیاہونی چاہئے؟افق پرغروب کےبعدکتنی دیراورکتنی ڈگری پر رہنا چاہئے؟ان چیزوں کےلئےایک نقطۂ اتفاق قائم ہوناخودماہرین فلکیات میں بہت مشکل ہے۔ظاہرہےکہ شریعت کےمطابق مہینہ کےآغازکےلئےچاندکی محض ولادت کافی نہیں ہےبلکہ قابل رویت ہونابھی ضروری ہے، اس لئےکہ جوچیزمنصوص طورپرواردہو،اس کوعلت کی بنیادپرختم نہیں کیاجاسکتا، کیونکہ نص میں تعلیل غیرکےلئےمطلوب ہوتی ہے بذات خود اس کےلئےنہیں۔

رویت ہلال کواوقات نمازپرقیاس کرنادرست نہیں :

بعض حضرات چاندکےمسئلہ کواوقات نمازپرقیاس کرتے ہیں کہ اوقات نمازکوبھی نصوص میں سورج کی گردشوں کےساتھ وابستہ کیاگیاہے،لیکن آج شمسی جنتری کےمطابق ہرشخص نمازاداکرتاہے،اورشاذونادرہی کوئی شخص ہوگا جو نماز کی ادائیگی سےقبل سورج کی گردشوں کےمشاہدہ کااہتمام کرتاہو،اس لئےکہ مقصد سورج کی گردش نہیں ،بلکہ وقت کاتعین ہےاوروہ مشاہدہ سے بھی حاصل ہوسکتاہے اور فلکی حسابات سےبھی،پھررمضان اورعیدین کےلئےصرف رویت پر اصرار کیوں ہے،اس کوبھی جنتری سےمربوط کرنےمیں کیاحرج ہے؟

لیکن یہ ایک کمزورقیاس ہےاس لئےکہ اوقات نمازکےبارےمیں ہمارانظریہ یہ ہےکہ اصلاًوہ بھی سورج کی گردشوں ہی سے وابستہ ہیں ،لیکن چونکہ ان کامشاہدہ ہرشخص ہرجگہ بآسانی کرسکتاہے،اورجنتری کی صحت کابھی اندازہ لگاسکتا ہے، اس لئےاس میں نرم رویہ اختیارکیاگیاکہ ہرشخص جب چاہےجنتری کی صحت کااندازہ کرسکتاہےاورغلط ہونےپراس کی پابندی سےآزادبھی ہوسکتاہے،جب کہ طلوع ہلال کامسئلہ اگررویت پرمبنی نہ رکھاجائےاورمحض فلکی حسابات پرمدار رکھ دیا جائے، توفلکی حسابات کےمطابق طلوع ہلال کاپتہ لگاناہرآدمی کےبس کی بات نہیں ،وہ صرف ماہرین فلکیات ہی جان سکتےہیں،ظاہرہےکہ ایسی صورت میں رویت کی صحت وعدم صحت کاپتہ

لگانابھی عام آدمی کےلئےمشکل ہوگا،اس وقت رویت کونظراندازکرکےمحض فلکی حسابات پرمسئلہ کی بنیادرکھنےکامطلب یہ ہوگاکہ رویت والی نصوص عام لوگوں کےلئےکلیۃً متروک ہوجائے،جب کہ اوقات نمازہروقت مشاہدہ میں ہیں ،جنتری کےباوجودمشاہدہ قدرتی طورپرمتروک نہیں ہوتا،اس طرح اوقات نمازمیں جنتری پرعمل کرنےکےباوجودنص متروک نہیں ہوتی،جب کہ چاندمیں فلکی حسابات کومدار بنالیا جائے تو نص کلیۃً متروک ہوجائےگی ---اسی لئےفقہاء نےکسی دورمیں رویت بصری کوترک کرنےپراتفاق نہیں فرمایا۔

سوال نمبر ۸(ب):

الجواب:ایسےملکوں میں جہاں مطلع عموماًابرآلودرہتاہو،وہاں بھی فلکیات کی بنیادپررویت کافیصلہ نہینکیا جائےگا، بلکہ قریبی ممالک میں جہاں چاندکی رویت ہوتی ہوان کااعتبارکیاجائےگا۔

فلکی حسابات کےخلاف رویت کی شہادت

سوال نمبر۸ (ج):

الجواب:اس میں سوال کایہ جزوفرضی ہےکہ سائنسی اعتبارسےچانددیکھناممکن نہ ہو اور رویت عامہ ہوجائے یارویت کی خبرمستفیض آجائے،اس لئےکہ فلکی لحاظ سےچانددیکھنااگرممکن نہ ہوگاتوایک دوشخص کوچانددیکھنےمیں مغالطہ ہوسکتاہے،پورےجم غفیرکونہیں۔ایسےحالات میں جب فلکی اعتبارسےچاندافق پرموجود نہ ہو ہےیاقابل رویت نہ ہو، اگر چند اشخاص رویت کی شہادت دیتےہیں ،اورقاضی کوچاندکی سائنسی پوزیشن کاعلم ہوتووہ اس پرجرح کرے گا، اورجرح کی روشنی میں شاہدیا توخودٹوٹ جائےگایایہ کہ قاضی کادل مطمئن نہیں ہوگا،ظاہرہےکہ ان دونوں صورتوں میں شہادت قابل رد ہوگی، شہادت کےردوقبول میں قرائن کابھی بڑادخل ہوتاہے،اگرمحل شہادت مشتبہ ہوجائے،یاخودقاضی کوشرح صدر حاصل نہ ہوتومحض شہادت پیش کردیناورویت کےلئےکافی نہیں ہے۔

* * *

رؤیت ہلال اور فقہاء کے نقاط نظر

مفتی شبیر احمد قاسمی

(۱) چاند کا ثبوت کیسے ہو؟

جب مطلع غبار آلود ہو تو ۲۹ر شعبان کو رمضان کے چاند کے ثبوت میں بالاتفاق ایک ثقہ آدمی کی شہادت معتبر ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل ص: ۳۶ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اور ہلال ذی الحجہ کے بارے میں حنفیہ کے درمیان اختلاف ہے کہ مطلع غبار آلود ہونے کی حالت میں ایک ثقہ آدمی کی خبر معتبر ہے یا دو گواہوں کی شہادت لازم ہے؟ اس کی تفصیل ص: ۲۲ر میں موجود ہے۔

اور ہلال فطر کے بارے میں مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں سب کا اتفاق اس بات پر ہے کہ دو عادل آدمیوں کی شہادت لازم ہے اور اس میں شخص واحد کی شہادت معتبر نہیں؛ بلکہ طریق موجب کی چاروں صورتوں میں سے کسی ایک سے رویت کا ثبوت لازم ہے، اب ہمارے اس مضمون کی پوری توجہ اسی مسئلہ سے متعلق ہے، اس میں جتنی بحث کی گئی ہے وہ سب اس مسئلے کو واضح کرنے کے لئے ہے۔

(۲) طریق موجب:

طریق موجب کا مطلب یہ ہے کہ اس طریقے سے ثبوت ہوجائے کہ جس پر عمل کرنا واجب ہوجائے اور اس کی چار صورتیں ہیں:

(۱) دو عادل شخص متبع شریعت، حاکم مسلم یا ہلال کمیٹی کے پاس آکر از خود چاند دیکھنے کی شہادت دے دیں۔

(۲) دو عادل متبع شریعت آدمی مذکورہ ذمہ دار کے پاس آکر اس بات کی شہادت دے دیں کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے فلاں ذمہ دار کے سامنے فلاں تاریخ کی رویت کی شہادت دو عادل شخص نے دی ہے۔

(۳)دو عادل آدمی آکر یہ شہادت دیں کہ فلاں شہر کے فلاں ذمہ دار نے ثبوت رویت کا فیصلہ دے دیا ہے۔

(۴) استفاضہ:یعنی کسی علاقہ میں رویت ہوجانے کے بارے میں کثیر تعداد کے لوگ ہر طرف سے آکر خبر دیں یا متعدد اخبار، ٹیلیفون اور ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ مسلسل خبریں آجائیں جس سے خبر دینے والوں کی سچائی کا ظن غالب پیدا ہوجائے تو اس کو بھی شرعی شہادت کا درجہ حاصل ہے اور اس پر عمل کرنا بھی لازم ہوجاتا ہے اور اس خبر

دینے والے کا عادل ہونا شرط نہیں ہے، اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

مذکورہ چاروں طریقوں میں سے تین طریقے علامہ شامیؒ نے ایک جگہ نقل کئے ہیں، جو ان الفاظ سے موجود ہیں:

(۱) ''طريق موجب كأن يتحمل اثنان الشهادة أو يشهدا على حكم القاضي أو يستفيض الخبر'' (شامي كراچي ۲، ۳۹۴، زكريا ۳/ ۳۶۴)۔

طریق موجب یہ ہے کہ دو عادل آدمی خود چاند دیکھنے کی شہادت دے دیں یا دو عادل آدمی کسی قاضی کے فیصلے کی شہادت دے دیں یا استفاضہ کے طور پر خبر آجائے۔

اور ایک طریقہ اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے:

(۲) ''تقبل فيما لايسقط بالشبهة إن شهد رجلان على شهادة شاهدين'' (البحرالرائق ۷، ۱۲۰)۔

جو امور شبہات کی وجہ سے ساقط الاعتبار ہوجاتے ہیں (جیسا کہ حدود وقصاص، ان کے علاوہ دیگر امور میں) دو شاہدوں کی شہادت پر دوسرے آدمی کی شہادت قابل قبول ہے۔

(۳) استفاضہ کی حقیقت:

استفاضہ اور خبر مستفیض کا مطلب یہ ہے کہ ایک اتنی بڑی جماعت ایک ساتھ آکر اطلاع کردے یا الگ الگ طور پر یکے بعد دیگرے اتنے لوگ آکر اطلاع کریں جن کا جھوٹ پر متفق ہوجانا عادۃً ناقابل تصورہو۔ اور چاند کی خبر کے بارے میں استفاضہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی دوسرے علاقے میں رویت کا ثبوت ہونے کے متعلق کثیر تعداد کے لوگ آپ کے یہاں آکر خبر دیں اور ان خبر دینے والوں کا با شرع یا عادل ہونا بھی شرط نہیں ہے (مستفاد: امداد الفتاوی ۲، ۱۰۲، قاموس الفقہ ۱، ۹۹، احسن الفتاوی ۴، ۴۷۱، فتاوی رحمیہ ۵، ۱۸۵)۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ نے اس کو ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

''معنى الاستفاضة أن تأتي من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم يخبر عن أهل تلك البلدة'' (شامي زكريا ۳،۳۵۹)۔

استفاضہ کا مطلب یہ ہے کہ اس شہر اور اس علاقہ سے متعدد جماعت میں سے ہر ایک اس علاقہ والوں کی طرف سے خبر دیں۔

(۲) ''المراد الجمع الذي يحصل بخبرهم غلبة الظن، وهو مفوض إلى رأي الإمام من غير تقدير عدد وهو الصحيح'' (عمدة الرعاية على شرح الوقاية كتاب الصوم ۱/ ۲۴۶)۔

مجمع سے ایسا مجمع مراد ہے کہ ان لوگوں کی خبر سے غلبہ ظن حاصل ہوجائے اور وہ حاکم اور ذمہ دار کی رائے پر محول ہے،اس میں تعداد کی کوئی تعیین نہیں اور یہی صحیح ہے۔

(۴) خبر مستفیض کے لئے افراد کی تعداد:

یہاں ایک سوال یہ اٹھتا ہے کہ استفاضہ یا خبر مستفیض کے لئے افراد کی تعداد متعین ہے یانہیں؟ تو اس سلسلے میں حضرات فقہاء کی اکثر عبارات اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ خبر مستفیض یا استفاضہ کے حصول کے لئے افراد کی تعداد کا اعتبار یا تعیین لازم نہیں؛ بلکہ اس کثرت کے ساتھ لوگوں سے خبریں حاصل ہوجائیں کہ سچائی کا ظن غالب حاصل ہوجائے کہ اتنے لوگ جھوٹ پر متفق نہیں ہوسکتے۔ اب قاضی شرعی یا قاضی کے قائم مقام یا علاقے کے اہل حل وعقد اور با اثر لوگ وقت اورموقع کے اعتبار سے اس کثرت کا اعتبار کرینگے یعنی کبھی ظن غالب جمع کثیر سے حاصل ہوگا اور کبھی افراد کی معمولی تعداد سے ظن غالب ہوسکتا ہے، تو مقصود یہی ہے کہ اتنے لوگوں کی خبر سے ذمہ دار افراد کو اطمینان حاصل ہوجائے کہ یہ لوگ جھوٹ پر متفق نہیں ہوسکتے؛ بلکہ ان لوگوں کی خبریں سچی ہونگی (مستفاد: امداد الفتاوی ۲/ ۱۰۲)۔

اس کو حضرات فقہاء نے اپنی اپنی کتابوں میں مختلف الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے، علامہ شامی اور صاحب ''مجمع الانہر'' اس کو ان الفاظ سے نقل فرماتے ہیں:

(۱) ''المجمع العظيم جمع يقع العلم بخبرہم ويحكم العقل بعدم تواطئہم على الكذب، والمراد من العلم ہنا مايوجب العمل وہو غالب الظن'' (شامي زكريا ۳/ ۳۵۶، مجمع الأنہر بيروت ۱/ ۳۴۹)۔

بڑے مجمع سے اتنا بڑا مجمع مراد ہے کہ ان کی خبر سے علم شرعی یعنی ظن غالب حاصل ہوجائے اور ان لوگوں کے جھوٹ پر متفق ہوجانے پر عقل گواہی نہ دے اور علم سے مراد یہاں ایسا علم ہے جس پرعمل کرنا لازم ہوجائے اور وہ غلبہ ظن ہے۔

علامہ حصکفیؒ اس کو ان الفاظ سے نقل فرماتے ہیں:

(۲) ''وہو غلبۃ الظن بخبرہم وہو مفوض إلى رأي الإمام من غير تقدير بعدد على المذہب، وعن الإمام أنہ يكتفى بشاہدين، وتحتہ في الشامية:أن ظاہر الرواية ہو اشتراط العدد لا الجمع العظيم والعدد يصدق باثنين'' (درمختار كراچی ۳/ ۳۸۸، زكريا ۳/ ۳۵۶)۔

(۳) ''وغلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل'' (شامي زكريا ۳/ ۳۵۴، كراچی ۲/ ۳۸۶)۔

(۴) ''والصحيح من ہذا كلہ أنہ مفوض إلى رأي الإمام إن وقع في قلبہ صحۃ ما شہدوا بہ'' (شامي كراچی ۲/ ۳۸۸)۔

صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ بڑے مجمع سے اتنا بڑا مجمع مراد ہے کہ ان کی خبر سے ظن غالب حاصل ہوجائے اور یہ امام اور ذمہ دار کی رائے پر مفوض ہے اور راجح قول کے مطابق افراد کی تعداد کی کوئی حد متعین نہیں ہے۔ او رامام ابوحنیفہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ دو گواہوں سے کفایت ہوجاتی ہے اور اس کے تحت شامی میں ہے کہ ظاہر الروایہ میں عدد کی شرط ہے جمع عظیم نہینہے اور عدد کا کورم دو سے بھی

پورا ہوجاتا ہے۔ اور غلبہ ظن ایسی حجت شرعی ہے جس پر عمل کرنا واجب ہوجاتا ہے اور صحیح اس پوری تفصیل میں سے یہی ہے کہ کثرت کی بات حاکم کی رائے پر محول ہے کہ جب اس کے دل میں اس چیز کی صحت کی بات پیدا ہوجائے، جس کی وہ لوگ شہادت دے رہے ہیں۔

(۵) استفاضہ اور تواتر کا فرق:

خبر مستفیض اور متواتر میں یہ فرق ہے کہ خبر متواتر سے یقین کامل حاصل ہونا لازم ہے، نیز خبر متواتر سے قطعیت کا ثبوت ہوتا ہے، اس لئے کہ خبر متواتر نص قطعی کے درجے میں ہے اور اس کے بر خلاف خبر مستفیض سے یقین کامل حاصل ہونا لازم نہیں ہے؛ بلکہ صرف سچائی کا غلبہ ظن حاصل ہوجانا کافی ہے، نیز خبر مستفیض دلیل قطعی نہیں ہے؛ بلکہ دلیل ظنی ہے، اس کو حضرات فقہاء نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

(۱) ''لیس المراد ہنا بالجمع العظیم ما یبلغ مبلغ التواتر الموجب للعلم القطعي حتی لا یشترط لہ ذلک، بل ما یوجب غلبۃ الظن'' (شامي کراچی ۲/ ۳۸۸، زکریا ۳/ ۳۵۶)۔

(۲) ''ظاہر کلامہ مشیر إلی أن المراد بہ ما یبلغ عدد التواتر المفید للعلم الیقین لکن الأمر لیس کذلک، بل المراد الجمع الذي یحصل بخبرہم غلبۃ الظن، وہو مفوض إلی رأي الإمام من غیر تقدیر عدد وہو الصحیح'' (عمدۃ الرعایۃ علی ہامش شرح الوقایۃ، کتاب الصوم ۲۴۶/۱)۔

(۶) استفاضہ کے لئے ایک علاقہ کی خبر یں کافی ہیں یا متعدد علاقوں کی خبریں لازم؟

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موجب استفاضہ کے لئے متعدد علاقوں سے الگ الگ خبریں آنا لازم ہے یا صرف ایک علاقہ یا ایک شہر کی متعدد خبریں استفاضہ کے لئے کافی ہیں؟ تو اس سلسلے میں تقریبا تمام فقہاء کا اتفاق اس بات پر ہے کہ جس طرح متعدد شہروں اور علاقوں کی متعدد خبریں موجب استفاضہ بن سکتی ہیں (مستفاد: امداد المفتیین کراچی ص: ۴۸۷)۔

اسی طرح صرف ایک مقام کی اور ایک شہر کی متعدد خبریں بھی موجب استفاضہ بن سکتی ہیں (مستفاد: احسن الفتاوی ۴/۴۷۱)۔

اس کو حضرات فقہاء نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

(۱) ''ثم إعلم أن المراد بالاستفاضۃ تواتر المخبر من الواردین من بلدۃ الثبوت إلی البلدۃ التي لم یثبت بہا'' (منحۃ الخالق ۲/ ۲۷۰)۔

صاحب تاتارخانیۃ نے اس کو ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

(۲) ''أن الصحیح من مذہب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فیما بین أہل إحدی البلدتین یلزمہم حکم أہل ہذہ البلدۃ'' (تاتارخانیۃ ۲/ ۳۵۵، ہکذا في الشامي، زکریا ۳/ ۲۵۹،

کراچی ۲/ ۳۹۰، مجمع الأنہر بیروت ۱/ ۳۵۲)۔

(۷) ٹیلیفون اور فیکس کی خبریں موجب استفاضہ:

گردش زمانہ اور تبدیل احوال اور تجدید آلات اور نئے نئے ذرائع مواصلات کی وجہ سے شریعت کے احکام بھی اسی طریقہ سے نئے انداز سے ثابت ہوجاتے ہیں۔

حضرات فقہاء متقدمین اور ائمہ مجتہدین کے زمانے میں نئے آلات کی ایجاد نہیں تھی، نہ اس زمانے میں ٹیلیفون اور فیکس کا تصور تھا اور نہ ہی انٹرنیٹ اور ٹیلی ویژن کے چینل کا وہم وگمان تھا اور آج کل کے زمانے میں ٹیلیفون ، فیکس انٹرنیٹ اور ٹیلی ویژن کے چینل رجسٹری خط سے بھی زیادہ معتبر اور مضبوط مانے جاتے ہیں؛ اس لئے فقہاء کے زمانہ میں معتبر ترین خط وکتابت کا جو حکم تھا آج کل کے زمانے کے مذکورہ آلات کے ذریعہ مواصلات قائم کرنا اس سے بھی زیادہ مضبوط اور معتبر ہے، یورپ اور امریکہ کے ساتھ ایشیا کا جو تجارتی تعلق ہے، اس کا سارا مدار ان ہی آلات کے اوپر ہے، صرف ایک ٹیلی فون کے ذریعہ سے یا صرف ایک فیکس کے ذریعہ سے کروڑوں روپیوں کا مال ایشیاء سے یورپ اور امریکہ بھیج دیا جاتا ہے اور اسی طریقے سے مذکورہ آلات کے ذریعہ سے صرف ایک دفعہ کی اطلاع پر کروڑہا روپیہ فارن سے ایشیاء بھیج دیا جاتا ہے؛ لہٰذا ایسے مضبوط ترین ذرائع مواصلات کو معتبر ترین خط وکتابت سے کم درجہ میں نہیں مانا جاسکتا؛ بلکہ اس سے کہیں اونچے درجہ میں ماننا پڑے گا؛ لہٰذا اگر متعدد ٹیلیفون یا متعدد فیکس یا متعدد ریڈیوں کی خبریں اس طریقے سے آجائیں کہ اس کی خبر کی سچائی پر ظن غالب پیدا ہوجائے تو یہ استفاضہ کے درجہ میں پہنچ جائے گا؛ لہٰذا اسے طریق موجب کی ایک شکل قرار دے کر اس پر عمل کرنا لازم قرار دیا جائے گا۔

اختلاف مطالع کا حکم:

اختلاف مطالع کا اعتبار ہونے اور نہ ہونے سے متعلق علماء کی دو جماعتیں ہیں ، ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ اختلاف مطالع کااعتبار نہیں ہے؛ لہٰذا اگر اہل مشرق نے چاند دیکھا ہے اور اہل مغرب نے نہیں دیکھا ہے اور طریق موجب کے ذریعہ سے اہل مشرق کو اہل مغرب کی رویت کا ثبوت ہوجائے تو اہل مشرق کو اہل مغرب کی رویت پر عمل کرنا لازم ہے اور اس قول کو ظاہر الروایہ کہاجاتا ہے، چنانچہ حضرت گنگوہیؒ وغیرہ نے اس قول کا اعتبار کرکے مکہ مکرمہ کی رویت جب طریق موجب سے ثابت ہوجائے تو اہل کلکتہ اور اہل ہند پر اس کا اعتبار کرنا لازم ہونے کا قول کیا ہے، جیسا کہ ''الکوکب الدری ۱/ ۲۴۶'' میں موجود ہے؛ لہٰذا ہم اس بارے میں حضرات فقہاء کے اختلاف دلائل کے ساتھ واضح کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیے۔ اور اس سلسلہ میں حضرات فقہاء کی دو رائے ہیں:

(۱) حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں؛ لہٰذا ان کے نزدیک بلاد بعیدہ کی رویت طریق موجب

سے حاصل ہوجائے تو اس پر عمل کرنا لازم ہوجاتا ہے۔

(۲) حضرت امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک اختلاف مطالع کا اعتبار ہے؛ لہٰذا بلاد بعیدہ کی خبر طریق موجب سے حاصل ہونے کے باوجود اس کا اعتبار نہیں، یہ ائمہ کے درمیان کا اختلاف ہے اور حنفیہ کی کتابوں میں دو رواتیں ہیں:

(۱) ایک ظاہر الروایہ جو امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ وغیرہ کی طرف بھی منسوب ہے، اس روایت کے اعتبار سے مشرق کی خبر مغرب میں طریق موجب سے حاصل ہوجائے تو اس پر عمل کرنا لازم ہوجاتا ہے؛ اس لئے کہ اس روایت کے مطابق اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے، اسی روایت کو حضرت گنگوہیؒ نے ''الکوکب الدری ۱/ ۲۴۶'' نسخہ قدیم میں واضح فرمایا ہے۔

(۲)حنفیہ کی دوسری روایت یہی ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار ہے؛ لہٰذا بلاد بعیدہ کی خبر طریق موجب سے حاصل ہونے کے باوجود اس پر عمل کرنا درست نہیں ہوگا۔

اب اس تفصیل کے بعد حضرت سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام کے ارشادات پر غور کرنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا ہے، اس سلسلے میں چند روایات یہاں نقل کردی جاتی ہیں، پھر اس کے بعد دونوں قولوں میں روایات کا مصداق کیا ہے؟ واضح کیا جائے گا، اس سلسلے میں ہم آپ کے سامنے چار روایتیں پیش کرتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

''عن أبي ہریرۃؓ یقول:قال النبي ﷺ:أو قال أبوالقاسم ﷺ:صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ، فإن أغمي علیکم فأکملوا عدۃ شعبان ثلاثین'' (الصحیح للبخاري ۱/ ۲۵۶، رقم: ۱۸۷۱، ف: ۱۹۰۸)۔

''عن عبداللہ بن عمر قال: قال رسول اللہ ﷺ: ''الشہر ہکذا وہکذا وہکذا'' ثلاث مرات بیدہ، ثم قبض في الثالثۃ إبہامہ، فإن غم علیکم فأتموا ثلاثین'' (السنن الکبری للبیہقي ۶/ ۱۹۶، رقم: ۸۰۲۱)۔

''عن ابن عمر عن النبي ﷺ أنہ قال: إنا أمۃ أمیۃ لانکتب ولا نحسب الشہر ہکذا وہکذا، یعني مرۃ تسعا وعشرین ومرۃ ثلاثین'' (الصحیح البخاري ۱/ ۲۵۶، رقم: ۱۸۷۵)۔

''عن محمد بن سعد عن أبیہ عن النبي ﷺ قال:الشہر ہکذا وہکذا عشرا وعشرا وتسعا مرۃ'' (الصحیح للمسلم ۱/ ۳۴۸، النسخۃ الہندیۃ)۔

اب ان روایات کی عبارت پر غور کرنے کی ضرورت ہے، ان ساری روایات پر غور کرنے کے بعد یہ بات صاف واضح ہوجاتی ہے کہ آپ نے دو طرح سے ارشاد فرمایا:

(۱) آپ ا نے فرمایا: ''صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ'' چاند دیکھ کر روزہ رکھوو اور چاند دیکھ کر افطار کرو، یہ حدیث شریف مطلق ہے، اس کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا

ہے کہ ہر ایک قوم اپنے علاقہ کی رویت کی مکلف ہے اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پوری امت ایک رویت پر عمل کرے گی، تو اس روایت کے اندر دو پہلو ہمارے سامنے آئے:

ایک پہلو یہ ہے کہ ہر قوم اپنے اپنے خطہ اور علاقہ کی رویت کی مکلف ہے، جیسا کہ امام شافعیؒ نے سمجھا ہے۔ اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ دور دراز اور بلا بعیدہ کی رویت کی بھی ہر قوم مکلف ہے، جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ نے سمجھا ہے، اسی کو حضرت گنگوہی علیہ الرحمہ نے ''الکوکب الدری '' میں ذکر کیا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان دونوں پہلوؤں میں سے کسی ایک پر عمل کیسے ہو؟ اس لئے حضور ا کے دوسرے ارشادات کو سامنے رکھ کر سمجھنا ضروری ہے کہ آپ ا کا مقصد اس ارشاد میں کیا ہے؟ تو اس بارے میں مؤخر الذکر تینوں روایتوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے، آپ ا نے ان تینوں روایات میں صاف الفاظ کے ساتھ یہ ارشاد فرمایا ہے: ''الشہر ہکذا وہکذا ثلاث مرات بیدہ، ثم قبض في الثالثۃ إبہامہ، فإن غم علیکم فأتموا ثلاثین'' اور بعض روایت میں دو مرتبہ ''عشرۃ '' کہا اور ایک مرتبہ ''تسع '' فرمایا ہے، سب کا اصل یہ نکلا کہ آپ ا نے متعین کرکے فرمایاکہ مہینہ انتیس یا تیس دن ہی کا ہوتا ہے، اٹھائیس دن کا کوئی مہینہ نہیں ہوتا ہے؛ لہٰذا بلاد بعیدہ کی رویت کا اعتبار اس شرط کے ساتھ کیا جائے گا کہ آپ کے یہاں کسی بھی زمانہ میں ان بلاد بعیدہ کی رویت کا اعتبار کرنے کی صورت میں مہینہ اٹھائیس یا اکتیس کا ہونا لازم نہ آتا ہو، لہٰذا حنفیہ کی کتابوں میں ظاہر الروایہ جو نقل کیا گیا ہے جس میں بلاد بعیدہ کی خبر کو معتبر مانا گیا ہے، اس کا مطلب یہی ہے کہ اتنی دور کی بلاد بعیدہ کی رویت معتبر ہوگی کہ وہاں کی رویت تسلیم کرنے کی صورت میں آپ کے یہاں کسی بھی زمانہ میں کبھی بھی (مہینہ) اٹھائیس یا اکتیس کا ہونا لازم نہ آتا ہو اور سعودیہ عربیہ مکۃ المکرمہ کی رویت ہندوستان میں تسلیم کرنے کی صورت میں ہندوستان کا مہینہ اٹھائیس یااکتیس دن کا ہونا لازم آتا ہے؛ اس لئے سعودی عرب کی رویت دونوں قسم کی روایتوں کے پیش نظر ہندوستان میں معتبر نہیں ہوگی، مگر آسام ومنی پور کی رویت پاکستان اور پشاور کے لئے، اسی طرح بنگلہ دیش کی رویت کراچی اور سندھ اور بلوچستان کے لئے یا اس کے برعکس صوبہ سندھ کی رویت پورے ہندوستان کے لئے معتبر ہوگی، ایسا ہی جنوب شمال میں کشمیر کی رویت آندھرا اور تامل ناڈو اور بنگال وآسام کے لئے، اسی طرح اس کے برعکس مشرق ہند اور جنوب ہند کی رؤیت شمال ہند کے لئے معتبر ہوگی اور یہ بھی ایک دوسرے کے لئے بلاد بعیدہ کی رؤیتیں ہیں، مگر ان میں سے کسی ایک کی رؤیت تسلیم کرنے میں دوسری جگہ اٹھائیس یا اکتیس دن کا ہونا لازم نہیں آتا، یہی حضرت سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام کی ساری

روایات کا حاصل ہے اور حضرات فقہاء کی ظاہر الروایہ میں جو مشرق کی رویت مغرب کے لئے اور مغرب کی مشرق کے لئے معتبر فرمایا گیا ہے ، اس کا مطلب بھی یہی ہے اور جن بزرگوں نے مکۃ المکرمہ کی رؤیت کو ہندوستان والوں کے لئے لازم قرار دیا ہے، انہوں نے مشرق ومغرب کا مطلب واضح کرنے میں جو بات لکھی ہے وہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے؛ لہٰذا جو تفصیل آپ کے سامنے لکھی گئی ہے یہی صحیح اور معتبر ہے اور اسی کو صاحب بدائع اور علامہ شامیؒ نے بھی نقل فرمایا ہے، علامہ زیلعیؒ کے حوالہ سے علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے ''العرف الشذی '' میں بہت صاف الفاظ کے ساتھ اس مسئلہ کو واضح فرمایا ہے اور حضور ا کے سارے ارشادات کی مراد اسی کو بتلایا ہے جو ہم نے لکھا ہے، عبارت ملاحظہ فرمائیے:

''ہذا إذا كانت المسافة بين البلدين قريبة لا تختلف فيها المطالع، فأما إذا كانت بعيدة فلا يلزم أحد البلدين حكم الآخر؛ لأن مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف، فيعتبر في أهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر'' (بدائع الصنائع ۲/ ۲۲۵-۲۲۴، شامي زكريا ۳/ ۳۶۴)۔

''وقال الزيلعي شارح الكنز:إن عدم عبرة اختلاف المطالع إنما هو في البلاد المتقاربة لا البلاد النائية، وقال:كما في تجريد القدوري، وقال به الجرجاني، أقول:لابد من تسليم قول الزيلعي، وإلا فيلزم وقوع العيد يوم السابع والعشرين أو الثامن والعشرين أو يوم الحادي والثلاثين، أو الثاني والثلاين، فإن هلال بلاد قسطنطنية ربما يتقدم على هلالنا بيومين، فإذا صمنا على هلالنا ثم بلغنا رؤية هلال بلاد قسطنطنية يلزم تقديم العيد أو يلزم تأخير العيد إذا صام رجل من بلاد قسطنطنية، ثم جاء نا قبل العيد، ومسألة هذا الرجل لم أجدها في كتبنا وظني أنه يمشى على رؤية من يتعيد ذلک الرجل فيهم وقست هذه المسألة على ما فى كتب الشافعية من صلى الظهر ثم بلغ في الفور بموضع لم يدخل فيه وقت الظهر إلى الآن أنه يصلي معهم أيضا والله أعلم وعلمه أتم، وكنت قطعت بما قال الزيلعي، ثم رأيت في قواعد ابن رشد إجماعا على اعتبار اختلاف المطالع في البلدان النائية، وأما تحديد القرب والنائي محمول إلى المبتلى به ليس له حد معين، وذكر الشافعية في التحديد شيئا'' (العرف الشذي مع الترمذي، النسخة الهندية ۱/ ۱۴۹)۔

اور علماء کی دو جماعتوں میں سے ایک جماعت جس میں حضرت گنگوہیؒ وغیرہ ہیں، انہوں نے ظاہر الروایات کی جس پہلو کو لیا ہے اس میں اس بات کا خیال نہیں کیا گیا ہے کہ مکہ میں ہندوستان سے ایک دن پہلے چاند پیدا ہوا کرتا ہے، یہ قول بظاہر قیود وشرائط کے بغیر فقہاء نے علی الاطلاق نقل فرمایا ہے اور اسی قول پر ہر فقیہ کی عبارات میں وعلیہ الفتوی وہو ظاہر المذہب جیسے الفاظ ترجیح کی عبارت نقل کی گئی ہیں اور اسی سے بہت سے علماء نے علی الاطلاق اس طرح کا مسئلہ لکھا ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے۔

کہیں سے بھی طریق موجب سے ثبوت رؤیت کی بات آجائے اس پر عمل کرنا لازم

ہوگا؛ لیکن حقیقت میں علی الاطلاق مسئلہ ایسا نہیں ہے، بلکہ اس میں قیود وشرائط بھی ہیں، جیسا کہ صاحب بدائع وغیرہ نے اسی قول کو نقل کرنے کے ساتھ ساتھ صاف الفاظ میں قیود وشرائط کی صراحت فرمائی ہے اور وہ یہ کہ دو بلد اور دو ملکوں کے درمیان مسافت دو قسم پر ہے:

(۱) مسافت قریبہ: جس میں ایک کنارے کے بلاد کے لوگوں کی رؤیت پر عمل کرنے کی صورت میں دوسرے کنارے کے بلاد میں مہینہ کبھی بھی ۲۸ر یا ۳۱ر دن کا نہ ہوتا ہو، بلکہ دونوں بلادوں میں مہینہ کا توازن باقی رہتا ہو، تو ایسے دو بلاد اور دو ملکوں کے درمیان اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے؛ لہٰذا منی پور اور آسام کی رؤیت طریق موجب سے ثابت ہوجائے تو پنجاب ویوپی وغیرہ کے لوگوں پر اسی رویت پر عمل کرنا لازم ہے، اسی طرح پنجاب کی رؤیت طریق موجب سے ثابت ہوجائے توآسام وبنگال اور منی پور وغیرہ کے لوگوں پر بھی اس کے اوپر عمل کرنا لازم ہوجائے گا؛ اس لئے کہ دونوں قسم کے بلادوں میں مہینوں کا توازن باقی رہتا ہے۔

(۲) مسافت بعیدہ اور مسافت فاحشہ جس میں ہر دو بلاد اور ہر دو ملکوں میں سے کسی ایک کی رؤیت کا دوسرے بلاد اور دوسرے ممالک میں اعتبار کرنے کی صورت میں کبھی بھی مہینہ ۲۸ر یا ۳۱ر دن کا ہوجانا لازم آتا ہو اور دونوں بلادوں کے درمیان مہینوں کا توازن باقی نہ رہتا ہو، تو ایسے دو بلادوں کے درمیان اختلاف مطالع معتبر ہے؛ لہٰذا ایک کی رؤیت طریق موجب سے ثابت ہونے کے باوجود دوسرے میں معتبر نہ ہوگی، اسی وجہ سے مکۃ المکرمہ اور عرب ممالک کی رؤیت کا برصغیر اور ہندوستان میں اعتبار نہ ہوگا اور مکۃ المکرمہ سے طریق موجب کے ساتھ ہندوستان میں رؤیت کا ثبوت ہوجائے تو ہندوستان والے اس پر عمل نہیں کرینگے، نہ روزے کی قضاء کرینگے اور نہ ہندوستان والے عید منائینگے، جیسا کہ آج کے زمانہ میں ہر سال ہندوستان سے ایک دن پہلے مکہ اور مدینہ والے روزہ رکھتے ہیں اور اسی طرح ایک دن پہلے وہاں عید مناتے ہیں اور ان کا روزہ اور عید طریق موجب سے ثابت ہونے کے باوجود برصغیر کے لوگ اس پر عمل نہیں کرتے؛ اس لئے کہ بر صغیر اور عرب ممالک کے درمیان جو مسافت ہے وہ مسافت بعیدہ وفاحشہ ہے؛ لہٰذا حضرت گنگوہیؒ کا وہ قول جو (الکوکب الدری ۱/ ۲۴۶) پر موجود ہے، قابل عمل نہ ہوگا۔ بدائع کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

''وجہ ظاہر الروایۃ أن المطالع لاتختلف إلا عند المسافۃ البعیدۃ الفاحشۃ'' (بدائع الصنائع ۲/ ۲۱)۔

''ہذا إذا کانت المسافۃ بین البلدین قریبۃ لاتختلف فیہا المطالع، فأما إذا کانت بعیدۃ، فلایلزم أحد البلدین حکم الآخر؛ لأن مطالع البلاد عند المسافۃ الفاحشۃ تختلف، فیعتبر في أہل کل بلد مطالع بلدہم دون البلد الآخر'' (بدائع الصنائع، زکریا ۲/ ۲۲۴، کراچی ۲/۸۳)۔

اور علماء کی دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار اس وقت ہوگا جب کہ دو بلادوں کے درمیان مسافت بعیدہ فاحشہ ہو اور اگر مسافت بعیدہ فاحشہ نہیں ہے، تو اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہونگے، بلکہ مطالع ایک ہی شمار ہونگے، لہٰذا اس قول کی وجہ سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ آسام وکلکتہ کی رؤیت دہلی اور اترپردیش کے لوگوں کے لئے طریق موجب سے ثابت ہونے کے باوجود معتبر نہ ہوگی، بلکہ اس کا اعتبار کرکے اس پر عمل کرنا لازم ہوگا، ایسی صورت میں فقہاء کے دونوں قولوں کے درمیان تعارض بھی باقی نہیں رہے گا۔

برصغیر میں کیرالہ کا حکم:

یہاں یہ بات انتہائی قابل توجہ ہے کہ برصغیر میں کیرالہ کی ساحلی پٹی جو درحقیقت ہندوستان کا حصہ ہے، رؤیت ہلال کے بارے میں اس کا معاملہ پورے برصغیر سے الگ تھلک رہتا ہے۔ تجربہ سے کیرالہ کی ساحلی پٹی کے بارے میں یہ واضح ہوتا رہا ہے کہ جس دن سعودی عرب اور عرب ممالک میں چاند نظر آتا ہے، اسی دن کیرالہ کی ساحلی پٹی میں بھی چاند نظر آجاتا ہے، اس لئے برصغیر کے کسی بھی علاقہ کے علماء نے کیرالہ کی ساحلی پٹی کی رؤیت کو برصغیر کے دیگر علاقے کے لئے تسلیم نہیں کیا ہے؛ اس لئے کہ وہاں کی رؤیت کو تسلیم کرنے کی صورت میں برصغیر کی دیگر علاقے، مثلاً: آندھرا پردیش، مہاراشٹر، بنگال وآسام، یوپی، پنجاب، راجستھان وغیرہ میں سعودیہ عرب کی رؤیت تسلیم کرنے کی طرح مہینہ کبھی ۲۸ یا ۳۱دن کا ہونا لازم آجاتا ہے؛ لہٰذا کیرالہ کی ساحلی پٹی کا مطلع سعودیہ اور عرب ممالک کی طرح ہوگا اور کیرالہ اور عرب ممالک کا مطلع ایک ہی ثابت ہوگا اور برصغیر سے بالکل الگ تھلگ ثابت ہوگا؛ اس لئے کیرالہ کی ساحلی پٹی کی رؤیت کو برصغیر کے لئے تسلیم کرنا درست نہیں ہوگا۔

کیا رؤیت ہلال میں فلکیاتی حساب معتبر ہے؟

ثبوت ہلال کے بارے میں فلکیاتی حساب وکتاب سے کام لینا معتبر ہے یانہیں؟ آج کے زمانے میں بعض ماہرین رؤیت بصری کے بجائے فلکیاتی حساب اور آلات رصدیہ کو معیار بنا کر کے مہینوں اور سال بھر کے لئے کیلنڈر تیار کر رکھا ہے، تو کیا شریعت میں اس کا اعتبار ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلے میں وضاحت یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کا اتفاق اس بات پر ہے کہ ثبوت رؤیت ہلال کے بارے میں فلکیاتی حساب وکتاب کا اعتبار نہیں، کتب فقہ میں اس کی صاف وضاحت موجود ہے کہ شریعت میں فلکیاتی حساب وکتاب کااعتبار نہیں، چنانچہ حضرات حنفیہ، شافعیہ حنابلہ کے نزدیک اس پر اعتماد کرنا کسی طرح درست نہیں اور حضرات مالکیہ کے نزدیک بھی یہی حکم ہے کہ فلکیاتی حساب پر اعتماد کرنا ددرست نہیں؛ البتہ صرف امام قرافی نے مالکیہ کا ایک قول نقل کیا ہے،، جس میں فلکیاتی حساب وکتاب پر اعتماد کے جواز کو لکھا ہے، مگر یہ مالکیہ کا اصل مسلک نہیں ہے؛ لہٰذا

چاروں اماموں کے نزدیک اس کا اعتبار نہیں ہے، فقہاء کی عبارات ملاحظہ فرمائیے:

''والمعتمد في المذہب الحنفي إن شرط وجوب الصوم والإفطار رؤیۃ الہلال، وأنہ لاعبرۃ بقول المؤقتین ولو عدولا، ومن رجع إلی قولہم خالف الشرع -إلی قولہ- ومنع مالک من اعتماد الحساب في إثبات الہلال أن الإمام الذي یعتمد علی الحساب لا یقتدی بہ ولا یتبع. وقولہ: وذکر القرافي قولا آخر للمالکیۃ بجواز اعتماد الحساب في إثبات الأہلیۃ -إلی قولہ-:أما الشافعیۃ فقال النووي -إلی قولہ- :في ہذا الحصر نفي لاعتماد الحساب، وقولہ: ولا یعتمد الحنابلۃ الحساب الفلکي في إثبات ہلال رمضان، ولو کثرت إصابتہ'' (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیہ ۲۲/ ۳۴-۳۳)۔

ایک مقام سے ایک شخص کی خبر متعدد ذرائع سے پہنچنے کا حکم:

ایک شخص سے متعلق خبر ایک مقام سے متعدد ذرائع سے اس طرح پہنچ جائے کہ اس واقعہ کو ریڈیو پر نشر کر دیا جائے ۔ اور بعض لوگ ٹیلیفون سے اطلاع کردیں یا بعض لوگ فیکس سے مطلع کردیں، یا اس واقعہ سے متعلق خبر متعدد ریڈیو پر نشر ہوجائے یا متعدد اخبار میں نشر ہوجائے، یا متعدد ٹیلیفون اور فیکس آجائے تو اس سے بھی استفاضہ کا تحقق حاصل ہوجائے گا، مثلاً فلاں جگہ فلاں قاضی نے ثبوت شرعی کی وجہ سے چاند کا فیصلہ دے دیا، پھر اس فیصلہ کی اطلاع بطریق استفاضہ دوسرے شہروں میں پہنچ جائے تو وہاں والوں پر بھی اس پر عمل کرنا واجب ہوجاتا ہے؛ لہٰذا اس قاضی کے فیصلہ کی اطلاع اگر متعدد اخبار یا متعدد ریڈیو یا متعدد ٹیلیفون کے ذریعہ آپ کے یہاں آجائے اور آپ اس تعدد ذرائع کے ذریعہ ملی ہوئی اطلاع کی سچائی پر ظن غالب پیدا ہوجائے تو یہ طریق موجب کے درجہ میں ہوجائے گا اور اس پر عمل کرنا واجب ہوجائے گا (علم الفقہ۳/۱۶)۔

ہاں البتہ اگر اس مقام کے اس واقعہ کی خبر صرف ایک ٹیلیفون یا صرف ایک ریڈیو یا صرف ایک فیکس کے ذریعہ سے آتی ہے تو یہ حجت شرعی نہیں، ہاں البتہ اس کے اوپر جس شخص کو اعتماد حاصل ہوجائے وہ خود اپنے طور پر عمل کرسکتا ہے (مستفاد: کفایت المفتی ۴/ ۲۰۷-۲۰۹، ایضاح المسائل ص: ۸۱)۔

البتہ شہر یا علاقہ کے قاضی یا کمیٹی کا فیصلہ ہے اور اس کی خبر اس شہر کے مضافات یا گاؤں میں ایک ریڈیو یا ایک ٹیلیفون ایک آدھ آدمی کی خبر زبانی طور پر پہنچ جائے تو علاقہ کے گاؤں والوں پر اس فیصلہ پر عمل کرنا جائز ہوگا۔

استفاضہ کے تحقق کے بعد فیصلہ کی ضرورت نہیں:

کسی جگہ رؤیت ہلال کا تحقق ہوجانے کے بعد جب اس کی اطلاع استفاضہ کے طور پر دوسری جگہ آجائے تو دوسری جگہ کی ہلال کمیٹی یا قاضی کے دوبارہ فیصلہ کا انتظار لازم نہیں؛ بلکہ بطریق استفاضہ رؤیت کی خبر آجانے کے بعد اس پر عمل کرنا واجب ہوجاتا ہے، جیسا کہ شمس الائمہ حلوانیؒ کے قول سے واضح ہوتا ہے (مستفاد: احسن الفتاوی ۴/ ۴۷۰)۔

''الصحيح من مذہب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض، وتحقق فيما بين أہل البلدة الأخرى يلزمہم حكم ہذه البلدة'' (شامي زكريا ۳/ ۳۵۹، منحة الخالق ۲/ ۲۷۰، مجمع الأنہر بيروت ۳۵۲/۱، شامي كراچی ۲/ ۳۹۰)۔

جہاں قاضی یا ہلال کمیٹی نہ ہو وہاں بغیر فیصلہ کے صوم وافطار:

جن علاقوں میں قاضی یا ہلال کمیٹی یا ایسا متبحر عالم دین نہیں ہے، جس کے فیصلے پر علاقہ کے لوگ عمل کرتے ہوں اور نہ ہی وہاں پر کسی کے فیصلے کا انتظار کیا جاتا ہے، تو ایسے علاقہ میں ثبوت رؤیت کا فیصلہ لازم نہیں؛ بلکہ صرف چاند دیکھنے والے کا یہ کہہ دینا کافی ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھ لیا ہے؛ لہٰذا ہلال رمضان کے بارے میں ایسے علاقہ میں اگر صرف ایک معتبر آدمی نے چاند دیکھا ہے تو اس کے کہنے کے مطابق اس علاقہ کے لوگ روزہ رکھینگے اور ہلال عید کے بارے میں دو معتبر اور ثقہ افراد نے چاند دیکھ کر کے لوگوں کو بتلا دیا ہے کہ ہم نے خود چاند دیکھا ہے تو صرف ان دونوں کے کہنے پر وہاں کے لوگ کل کو عید منائینگے (مستفاد: امداد الاحکام ۳/ ۱۱۵، احسن الفتاوی ۴/ ۴۶۵)۔

نیز ایسے علاقہ میں اگر مرکزی ہلال کمیٹی کے فیصلہ کا اعلان ریڈیو یا ٹیلی ویژن وغیرہ سے پہنچ جائے تو وہ لوگ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے اعلان پر بھی عمل کرسکتے ہیں؛ اس لئے کہ یہ اعلان ان کے حق میں ضرب طبل اور توپ کی آواز کے درجہ میں ہے، اس کو حضرات فقہاء نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

''ولو كانوا ببلدة لا حاكم فيہا صاموا بقول ثقة وافطروا باخبار عدلين مع العلة'' (درمختارمع الشامي كراچی ۲/ ۳۸۶، زكريا ۳/ ۳۵۴، البحرالرائق ۲/ ۲۶۷، كوئٹہ)۔

''وفي الشامية:ولو تفرد واحد برويته في قرية ليس فيہا وال ولم يأت مصرا ليشہد وہو ثقة يصومون بقوله، والظاہر أنه يلزم أہل القرى الصوم بسماع المدافع أو رويته القناديل من المصر؛ لأنه علامة ظاہرة تفيد غلبة الظن حجة موجبة للعمل'' (شامي كراچی ۲/ ۳۸۶، زكريا ۳/ ۳۵۴)۔

معتبر اور متبحر عالم، حاکم مسلم کے قائم مقام ہے:

مسلم ممالک جن میں منجانب حکومت مسلم حکام ہوتے ہیں، جو شریعت کے مطابق فیصلہ دیتے ہیں، وہاں عالم اور مفتی کو فیصلہ صادر کرنے کا حق نہیں ہے؛ بلکہ صرف فتوی دینے اور مسئلہ بتلانے کا حق ہے اور جن ممالک میں منجانب حکومت مسلم حکام نہیں ہیں؛ بلکہ غیر مسلم ممالک ہیں اور حکام بھی غیر مسلم ہیں اور اگر اتفاقاً مسلم حکام ہوں وہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں دیتے تو ایسے ممالک میں معتبر اور معاملہ فہم اور متبحر عالم، حاکم مسلم کے قائم مقام ہوجاتا ہے اور وہ عالم مسلمانوں کے پرسنل لاء یعنی ذاتی معاملات اور مذہبی معاملات میں حاکم مسلم کے قائم مقام ہوکر شرعی فیصلہ صادر کیا کرے

گا اور اگر ثقہ اور معتبر علماء کی ایک کمیٹی بن جائے تو یہ کمیٹی بھی حاکم مسلم کے قائم مقام ہوجائے گی اور اس کا فیصلہ قاضی شرعی کے فیصلہ کے قائم مقام ہوجائے گا۔

لہٰذا ہندوستان جیسے ممالک میں علماء کی جو ہلال کمیٹی بنی ہوئی ہے یا جہاں ہلال کمیٹی نہیں ہے، مگر ایسے با اثر متبحر عالم موجود ہیں جو شرعی فیصلہ صادر کرسکتے ہیں تو ان کا رؤیت ہلال کے بارے میں فیصلہ دینا ایسا ہے، جیسا کہ مسلم حاکم اور قاضی کا فیصلہ ہوتا ہے؛ لہٰذا ان کے رؤیت ہلال کا فیصلہ دینے کے بعد اس فیصلہ کا مساجد کے ائمہ اور علاقہ کے ذمہ دار لوگ اعلان کرسکتے ہیں (مستفاد: احسن الفتاوی ۴/ ۴۶۶، فتاوی محمودیہ ۳/ ۱۶۶)۔

اسی طرح ان کے فیصلہ شرعی کے بعد جب یہ مرکزی ہلال کمیٹی یا امارت شرعیہ یا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے ذمہ داروں کو احتیاط کے ساتھ ٹیلیفون یا فیکس کے ذریعہ سے اپنے فیصلہ کی تفصیل کے ساتھ اطلاع کردینگے تو مرکز سے اس فیصلہ کے اعلان کرنے کا حق بھی حاصل ہوجائے گا (مستفاد: جواہر الفقہ ۱/ ۴۰۲، احسن الفتاوی ۴/ ۴۹۰) ۔

اس کو عمدة الرعایہ میں اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

’’والعالم الثقة في بلدة لا حاكم فيه قائم مقامه‘‘ (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية ۲۴۶/۱)۔

ہلال ذی الحجہ میں خبر واحد کا اختلاف:

بادل کے زمانے میں ہلال رمضان کے متعلق اتفاق اس بات پر ہے کہ ایک معتبر آدمی کی خبر سے ثبوت رمضان کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے، دو آدمی کی شہادت مشروط نہیں ہے اور ہلال شوال کے بارے میں اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ بادل کے زمانہ میں دو آدمی کی شہادت لازم ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ذی الحجہ، ہلال رمضان کے حکم میں ہے یا ہلال شوال اور فطر کے حکم میں؟ تو اس سلسلے میں ہمارے سامنے دو قسم کی روایات ہیں اور دونوں طرف دلائل بھی ہیں اور دونوں طرف کے اقوال کے لئے الفاظ ترجیح بھی استعمال کئے گئے ہیں۔

(۱) ہلال ذی الحجہ کا حکم، ہلال فطر کی طرح ہے، اس میں بادل کے زمانہ میں ایک آدمی کی شہادت معتبر نہ ہوگی؛ بلکہ دو ثقہ مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت لازم ہے، جیسا کہ ہلال فطر میں لازم ہوتا ہے اور صاحب درمختار اور صاحب ہدایہ نے اسی کو زیادہ صحیح قرار دے کر ترجیح دی ہے کہ بادل کے زمانے میں ہلال ذی الحجہ ہلال فطر کی طرح ہے، اس کے ثبوت میں دو گواہ لازم ہیں۔ اور صاحب مجمع الانہر اور علامہ شامیؒ نے بحث کرتے ہوئے آخر میں اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ صاحب ہدایہ نے اس کو ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

’’والأضحى كالفطر في هذا في ظاهر الرواية، وهو الأصح‘‘ (ہدایۃ رشیدیہ ۱/۱۹۶، ہدایۃ

مکتبہ تھانوی ۱/ ۲۱۶، البحرالرائق کوئٹہ ۲/ ۲۶۹)۔

اس کو علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

''ذوالحجۃ کشوال فلا یثبت بالغیم إلا برجلین أو رجل وامرأتین، وفي الصحو لابد من زیادۃ العدد علی ما قدمناہ، وفي النوادر عن الإمام انہ کرمضان وصحّحہ في التحفۃ، والأول ظاہر المذہب وصحّحہ في الہدایۃ، وقولہ:والأول وتأید الأول بأنہ المذہب'' (شامي زکریا ۳/ ۳۶۱، کراچی ۲/ ۳۹۱، البحرالرائق ۲/ ۲۶۹، مجمع الأنہر قدیم ۱/۲۳۶، بیروت ۱/ ۳۴۸)۔

(۲) صاحب بدائع اور صاحب فتح القدیر نے بادل کے زمانہ میں ہلال ذی الحجہ کو ہلال رمضان کے حکم میں قرار دیا ہے؛ اس لئے جس طرح بادل کے زمانہ میں ایک آدمی کی شہادت سے ہلال رمضان کا ثبوت ہوجاتا ہے، اسی طرح ہلال ذی الحجہ کا ثبوت بھی ہوجائے گا اور اسی قول کو صاحب ''بدائع '' اور صاحب ''فتح القدیر '' نے زیادہ صحیح اور زیادہ راجح قرار دیا ہے اور اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ یہ باب شہادت میں سے نہیں ہے؛ بلکہ باب اخبار میں سے ہے؛ اس لئے کہ جو شہادت دینے والا ہوتا ہے قربانی کا فریضہ پہلے اس پر لازم ہوگا، پھر اس کے بعد دوسروں پر لازم ہوتا ہے، جس طرح ہلال رمضان کے معاملہ میں روزہ پہلے خود دیکھنے والے پر لازم ہوتا ہے، اس کے بعد اس سے متعدی ہوکر دوسروں پر لازم ہوتا ہے؛ لہٰذا ہلال ذی الحجہ کا حکم ہلال رمضان ہی کی طرح ہوگا، ہلال فطر کی طرح نہیں ہوگا۔

اس کو صاحب ''فتح القدیر '' نے ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

''والصحیح أنہ یقبل فیہ شہادۃ الواحد؛ لأن ہذا من باب الخبر فإنہ یلزم المخبر أولا، ثم یتعدی منہ إلی غیرہ'' (فتح القدیر بیروت ۲/ ۳۲۵، فتح القدیر کوئٹہ ۲/ ۲۵۳)۔

صاحب ''بدائع'' نے اس کو ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

''وأما ہلال ذی الحجۃ -إلی قولہ- إن کان بالسماء علۃ فقد قال أصحابنا:إنہ یقبل فیہ شہادۃ الواحد، وذکر الکرخي أنہ لایقبل فیہ إلا شہادۃ رجلین أو رجل وامرأتین، کما في ہلال شوال، وقولہ؛ والصحیح ہو الأول'' (بدائع الصنائع زکریا ۲/ ۲۲۳، بدائع بیروت ۲/ ۵۷۸، کراچی۸۲/۲)۔

حضرات فقہاء نے دونوں طرف کی روایات کو صحیح قرار دیا ہے؛ لیکن علامہ شامی علیہ الرحمہ نے پہلے قول کو ظاہر الروایہ کے موافق ہونے کی وجہ سے زیادہ صحیح قرار دیا ہے اور دونوں طرف کی تصحیح کو پیش نظر رکھنے کے بعد کسی ایک طرف کی تائید کے لئے وجہ ترجیح کی ضرورت ہے اور پہلا قول ظاہر الروایہ کے مطابق ہے اور دوسرا قول روایات نوادر میں سے ہے، تو ظاہر بات ہے کہ جب ظاہر الروایہ اور نادر الروایہ میں معارضہ ہوگا تو ظاہر الروایہ کو ترجیح حاصل ہوتی ہے؛ اس لئے علامہ شامیؒ نے دونوں طرف کی تصحیح کے بعد ظاہر الروایہ کی تائید فرما کر ہلال ذی الحجہ کو ہلال فطر کے حکم میں قرار دیا ہے، یہی قول مفتی بہ ہونا چاہئے؛ لیکن اگر کوئی قول

ثانی پر فیصلہ دیتا ہے تو اس کو بھی غلط نہیں کہا جاسکتا ہے؛ اس لئے کہ اس کو بھی فقہاء کی ایک جماعت نے صحیح قول قرار دیا ہے۔

زوال سے قبل یا زوال کے بعد چاند نظر آنے کا حکم:

اگر ۲۹ر شعبان کو چاند نظر نہیں آیا اور نہ ہی کسی دوسری جگہ سے اطلاع آئی اور پھر ۳۰ر شعبان کو زوال کے بعد چاند نظر آگیا؛ حالانکہ ابھی سورج غروب ہونے میں بھی کافی دیر ہے، اسی طرح اگر ۲۹ر رمضان کو چاند نظر نہیں آیا اور نہ ہی کہیں سے اطلاع آئی پھر ۳۰ر رمضان کو زوال کے بعد چاند دکھائی دینے لگا؛ حالانکہ ابھی سورج غروب ہونے میں بھی کافی وقت باقی ہے، تو ایسی صورت میں بالاتفاق نظر آنے والا چاند آنے والی رات کا چاند شمار ہوگا اور یہی سمجھا جائے گا کہ آج مہینہ کی ۳۰ر تاریخ ہے، اس مسئلہ میں امت کا اتفاق ہے، کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

اور اگر ۲۹ر شعبان یا ۲۹ر رمضان کو کہیں چاند نظر نہیں آیا اور نہ ہی کہیں سے رؤیت کی اطلاع آئی تو ایسی صورت میں ۳۰ر شعبان یا ۳۰ر رمضان کو زوال سے پہلے چاند دکھائی دینے لگے تو کیا حکم ہے؟ تو اس سلسلے میں حضرات صحابہ میں دوجماعتیں ہوگئیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت انس بن مالکؓ سے یہ روایت ہے کہ چاہے زوال سے پہلے نظر آرہا ہو، یہ چاند آنے والی رات کا چاند ہے، گذشتہ رات کا چاند نہیں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے۔

(۲)حضرت علی اور عائشہ رضی اللہ عنہما سے یہ روایت مروی ہے کہ اگر زوال سے پہلے چاند نظر آیا ہے تو وہ آنے والی رات کا چاند نہیں ہے؛ بلکہ گذشتہ رات کا چاند شمار ہوگا؛ لہٰذا آج کا دن ۳۰ر شعبان یا ۳۰ر رمضان کا دن نہیں ہے؛ بلکہ یکم رمضان یا یکم شوال کا دن شمار ہوگا؛ لہٰذا اگر رمضان کا چاند ہے تو ایک روزہ بعد میں قضاء کرنا ہوگا۔ اور اگر شوال کا چاند ہے تو زوال سے پہلے چاند دیکھنے کے بعد روزہ توڑ دینا ہوگا اور اگر زوال سے پہلے عید پڑھنے کا وقت باقی ہے تو عید بھی پڑھ لی جائے۔ اور اگر عید کا وقت باقی نہیں ہے تو کل کو عید کی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ اور حضرت عمرؓ سے ایک دوسری روایت ان لوگوں کے مطابق بھی ہے۔

صحابہ کے درمیان اس اختلاف کی بناء پر ائمہ مجتہدین کے درمیان بھی اختلاف واقع ہوا ہے، چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام محمد بن حسن شیبانیؒ کے نزدیک صحابہ کی پہلی جماعت کی طرح زوال سے پہلے نظر آنے والا چاند آنے والی رات کا چاند شمار ہوگا، گذشتہ رات کا چاند شمار نہیں ہوگا؛ لہٰذا اگر ہلال رمضان ہے تو ایک روزہ قضاء کرنے کی ضرورت نہیں اور اگر ہلال فطر ہے تو آج روزہ توڑنا جائز نہ ہوگا؛ بلکہ روزہ بدستور باقی رہے گا۔ اور حضرت امام ابویوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک صحابہ کی

دوسری جماعت کی طرح زوال سے پہلے دکھائی دینے والا چاند گذشتہ رات کا شمار ہوگا؛ لہٰذا اگر رمضان کا چاند ہے تو ایک روزہ قضاء کرنا ہوگا۔ اور اگر شوال کا چاند ہے تو چاند دیکھنے کے بعد روزہ افطار کرنا ہوگا؛ لیکن علامہ شامیؒ نے طرفین کے قول کو راجح قرار دیا ہے؛ اس لئے اسی پر امت کا عمل ہونا چاہئے، یعنی دن میں چاند دیکھنے کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، چاہے زوال سے پہلے دیکھا گیا ہو؛ لیکن اگر کسی نے امام ابویوسفؒ کے قول پر عمل کرلیا ہے تو اس کو بھی غلط نہیں کہا جاسکتا؛ اس لئے کہ یہ بھی حنفیہ کی ایک روایت ہے اور صحابہ کا ایک قول ہے؛ لیکن امت کے عمل کے لئے ایک قول متعین کرنا چاہئے؛ اس لئے طرفین کے قول پر فتوی صادر کرنا ہوگا؛ کیونکہ طرفین کے متفق ہونے کی وجہ سے اس قول میں قوت آگئی۔

''ولو رأوا يوم الشک الهلال بعد الزوال أو قبله فهو ليلة المستقبلة في قول أبي حنيفة ومحمد، ولا يكون ذلک اليوم من رمضان، وقال أبويوسف: إن كان بعد الزوال فكذلک، وإن كان قبل الزوال فهو ليلة الماضية، ويكون اليوم من رمضان، والمسألة مختلفة بين الصحابة، وروي عن عمر، وابن مسعود، وابن عمر، وأنس مثل قولهما، وروي عن عمر رواية أخرى مثل قوله وهو قول علي وعائشة، وعلى هذا الخلاف هلال شوال إذا رأوه، وقوله: ويكون اليوم يوم الفطر'' (بدائع الصنائع بيروت ۲/ ۵۷۸، شامي كراچی ۲/ ۲۹۲، زكريا ۳/ ۳۶۱)۔

اس کو علامہ شامی نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

''ورويته نهارا قبل الزوال وبعده وتحته في الشامية:ومعنى عدم اعتبارها أنه لا يثبت بها حكم من وجوب صوم أو فطر، فلذا قال في الخانية: فلا يصام له ولا يفطر'' (شامي زكريا ۲/ ۳۶۳، كراچی ۲/ ۳۹۳)۔

شامی کی مذکورہ عبارت سے پہلے درمختار کی ایک عبارت ہے جس کے ذیل میں علامہ شامیؒ نے تقریباً پونے دو صحفہ پر اپنی ایک تقریر لکھی ہے، اس میں سے ایک مختصر سا ٹکڑا نقل کیا جاتا ہے:

''ورويته بالنهار ليلة الآتية مطلقا على المذهب، وتحته في الشامية: سواء روي قبل الزوال وبعده، وقوله: على المذهب أي الذي هو قول أبي حنيفة ومحمدؒ -إلى قوله- والمختار قولهما'' (درمختار مع الشامي زكريا ۳/ ۳۶۱، شامي كراچی ۲/ ۳۹۲)۔

نیز علامہ شامی نے اس کے بعد کافی لمبی بحث کی ہے اور پوری بحث کا حاصل یہ ہے کہ طرفین کے قول کو اس لئے ترجیح حاصل ہے کہ جہاں رسول اللہ ﷺ نے ''صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته'' فرمایا ہے وہاں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:''فإن حالت دونه غيابة فأكملوا ثلثين يوما'' کہ جب ۲۹ر تاریخ میں مطلع غبار آلود ہوجائے اور بادل چھا جائے تو تم ۳۰ر دن پورے کرلو (ترمذی شریف ۱/ ۱۴۸)، اسی کی وضاحت علامہ شامی نے ذیل میں آنے والی عبارت سے کی ہے کہ دن میں جو چاند دیکھا جارہا ہے وہ آنے والی رات کا

چاند دن میں دیکھنے کی وجہ سے نہیں ہے؛ بلکہ مذکورہ حدیث شریف کی رو سے طرفین کے نزدیک دن میں چاند دیکھنے کا اعتبار نہیں ہے؛ بلکہ ۳۰ر دن پورے ہونے کے ذریعہ سے ہلال کا ثبوت ہوگا اور ۳۰ر دن غروب کے بعد ہی ثابت ہونگے۔

''والأصل عندہما أنہ لا یعتبر رؤیتہ نہارا، وإنما العبرۃ لرؤیتہ بعد غروب الشمس، وقولہ:وأما عندہما فلا یکون من ماضیۃ مطلقا بل ہو للمستقبلۃ، ولیس قولہ للمستقلۃ ثابتا برؤیتہ نہارا؛ لأنہ لا عبرۃ عندہما برؤیتہ نہارا، وإنما ثبت بإکمال العدۃ'' (شامي زکریا ۳/ ۳۶۲-۳۶۱، کراچی ۲/ ۳۹۲)۔

ہوائی جہاز یا ہیلی کاپٹر سے چاند دیکھنا:

کتب فقہ میں اس طرح کی عبارات بکثرت موجود ہیں کہ جب شہر کی فضاء غبار آلود ہو اور صحراء اور دیہات میں فضاء صاف ہو، اسی طرح آبادی فضاء غبار آلود ہو اور اونچے ٹیلے اور پہاڑوں میں فضاء صاف ہو اور شہر وآبادی میں چاند کہیں نظر نہ آئے تو صحراء سے یا پہاڑوں سے کوئی معتبر شخص چاند دیکھ کر آتا ہے اور قاضی شرعی یا ہلال کمیٹی کے سامنے آکر شہادت دیتا ہے، تو اس کی شہادت کو بنیاد بنا کر ہلال رمضان کا فیصلہ صادر کیا جاسکتا ہے اور اسی طرح اگر پہاڑوں اور صحراء سے دومعتبر شخص آکر ہلال شوال کی شہادت دے دیں تو ان کی شہادت پر کل کو عید کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے، اسی طرح ذی الحجہ کے چاند کے بارے میں شہادت دیتا ہے تو اس کے مطابق فیصلہ دینا جائز ہے۔

تو فقہاء کی اس قسم کی عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مطلع غبار آلود ہونے کی حالت میں ہوائی جہاز یا ہیلی کاپٹر سے معتبر ثقہ افراد بادلوں سے اتنی اونچائی پر جاکر چاند دیکھ کر آئیں جتنی اونچائی پر جانے کی وجہ سے مطلع میں اختلاف پیدا نہ ہو تو شرعی طور پر اس طرح ہوائی جہاز اور ہیلی کاپٹر سے چاند دیکھنے کا اعتبار ہوگا اور اس کے مطابق شرعی فیصلہ کرنا جائز ہوگا، بس اس کا لحاظ رکھا جائے کہ اتنا زیادہ اونچائی پر نہ جائے کہ جس سے مطلع میں تغیر پیدا ہوجائے، جیسے ہمارے یہاں نینی تال کی چوٹی کے اوپر پہنچنے کے بعد بادل نیچے رہ جاتا ہے، وہاں سے چاند دیکھ کر یا اس طرح کی بلندی سے چاند دیکھ کر سطح زمین پر آکر شہادت دینگے تو لازمی طور پر تسلیم کرنا ہوگا، اس کو رد کرنا جائز نہیں ہوگا؛ اس لئے کہ نینی تال کی چوٹی پر بہت بڑا شہر آباد ہے، صوبہ اترانچل کا ہائی کورٹ بھی وہاں پر قائم ہے، تقریباً ۳۵ر کلو میٹر چڑھائی پر یہ شہرآباد ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ نے امداد المفتیین میں کافی لمبی بحث کرنے کے بعد یہ بات کہی ہے کہ اگر ہوائی جہاز اتنی بلندی پر پہنچ جائے کہ وہاں سے سعودیہ عربیہ کے مطلع کے برابر ہوجائے جس سے مہینوں کی تاریخ میں فرق پڑسکتا

ہے، تب جائز نہیں ہے؛ لیکن اگر اتنی بلندی پر نہیں ہے؛ بلکہ صرف پچیس تیس میل کی اونچائی پر ہو تو اختلاف مطالع لازم نہیں آئے گا، تو ایسی صورت میں ہوائی جہاز اور ہیلی کاپٹر سے چاند دیکھنا معتبر ہوگا، نیز ہیلی کاپٹر اتنی اونچائی پر نہیں جاتا جس سے اختلاف مطالع پیدا ہوجائے، یہ ایسا ہوگا جیسا کہ نینی تال کی چوٹی یا مسوری کی بلندی یا کشمیر کے پہاڑوں سے چاند دیکھنے کے بعد دہلی، مرادآباد میں آکر شہادت دی جارہی ہے تو ایسی صورت میں دہلی، مرادآباد کے ذمہ داروں پر اس رؤیت کا اعتبار کرنا شرعاً لازم ہوگا۔ حضرات فقہاء نے اس مسئلہ کو اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

علامہ حصکفیؒ کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

(۱) ''الاكتفاء بواحد إن جاء من خارج البلد أو كان على مكان مرتفع'' (الدرالمختار مع الشامي كراچی ۲/ ۳۸۸، زكريا ۳/ ۳۵۷، الدرالمنتقی بيروت ۱/ ۳۵۰)۔

اس کو علامہ شامی علیہ الرحمہ اس قسم کے الفاظ سے نقل فرماتے ہیں:

(۲) ''فأما إذا كانت متغيمة أو جاء من خارج المصر أو كان في موضع مرتفع، فإنه يقبل عندنا، وقوله عندنا يدل على انه قول أئمتنا الثلاثة وقد جزم به في المحيط، وقوله: وجه ظاهر الرواية أن الرؤية تختلف باختلاف صفو الهواء وكدورته وباختلاف إنهباط المكان وارتفاعه، فإن هواء الصحراء اصفى من هواء المصر وقد يرى الهلال من أعلى الأماكن ما لا يرى من الأسفل فلا يكون تفرده بالرؤية خلاف الظاهر بل على موافقة الظاهر'' (شامي كراچی ۲/ ۳۸۸-۳۸۹، شامی زكريا ۳/ ۳۵۷)۔

اس کو صاحب مجمع الانہر نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

(۳) ''وأما إذا جاء من خارج المصر أو جاء من أعلى الأماكن في مصر ذكر الطحاوي تقبل شهادته، وقوله: واعتمد عليها لقلة الموانع، فإن هواء الصحراء اصفى، فيجوز أن يراه دون أهل المصر، وكذا إذا كان على مكان مرتفع في المصر لاختلاف الطلوع والغروب باختلاف المواضع في الارتفاع والانخفاض'' (مجمع الأنهر بيروت ۱/ ۳۵۰)۔

نینی تال کے پہاڑوں کے اوپر سے دیکھے ہوئے چاند کا اعتبار:

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نینی تال کے پہاڑ کی چوٹی کے اوپر سے دیکھا ہوا چاند نیچے والوں کے لئے معتبر ہے (مستفاد: انوار رحمت / ۵۲۴، كتاب المسائل ۲/ ۱۲۵، جدید فقہی مسائل ۲/ ۲۴)۔

''فأما إذا كانت متغيمة أو جاء من خارج المصر أو كان في موضع مرتفع، فإنه يقبل عندنا، وقوله عندنا يدل على أنه قول أئمتنا الثلاثة وقد جزم به في المحيط'' (شامي، كتاب الصوم، زكريا ۳/ ۳۵۷، كراچی ۲/ ۳۸۸)۔

فإذا جاء من خارج المصر أو جاء من أعلى الأماكن في مصر ذكر الطحاوي أنه تقبل شهادته، وذكر الكرخي أنه تقبل، وفي الأقضية صحح رواية الطحاوي واعتمد عليها'' (تاتارخانية

زکریا ۳/ ۳۵۹، رقم: ۴۵۶۳)۔

''وأما إذا جاء من خارج المصر أو جاء من أعلى الأماكن في مصر ذكر الطحاوي أنہ تقبل شہادتہ'' (مجمع الأنہر، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۵۰)۔

''ذكر الطحاوي أنہ تقبل شہادة الواحد إذا جاء من خارج المصر، وكذا إذا كان على مكان مرتفع'' (ہندیۃ قدیم زکریا ۱/ ۱۹۸، ہندیہ جدید اتحاد۱/ ۲۶۰)۔

اکابر علماء اور اہل فتاوی کی رائے:

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ اور علامہ ظفر تھانویؒ اور علامہ محمد یوسف صاحب بنوریؒ اور مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ ان سب حضرات کی متفقہ رائے یہی ہے کہ فون پر معتبر ترین آدمی محتاط طور پر خبر دیتا ہے، جس میں کسی قسم کی مداخلت نہ ہو تو یہ خبر ایسی معتبر ہے جیسا کہ بالمشافہ آکر خبر دی ہو (مستفاد: جواہر الفقہ۱/ ۴۰۲، احسن الفتاوی ۲/۴۹۰)۔

حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کا فتوی:

اس حکم کو ''امداد الفتاوی '' میں حضرت تھانویؒ نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے ''کہ مضمون زبانی حجت ہے وہ خط سے بھی حجت ہے، جب خط کی شناخت اور اس کے واقعی ہونے پر اطمینان ہو اور خاص قاضی اور عوام برابر ہیں '' (قدیم امداد الفتاوی ۲/ ۹۴، جدید مطول حاشیہ ۴/ ۱۵۳، رقم: ۹۰۴)۔

حضرت مفتی کفایت اللہ علیہ الرحمہ کا فتوی:

اس حکم کو حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب علیہ الرحمہ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:''دوسرے شہر کی رؤیت کی شہادت بطریق شرعی آجائے تو مقام موصول الیہ میں بھی صوم یا فطر کا حکم دیا جائے گا، اخبارات، خطوط اور تار برقی اور ٹیلیفون اتنی کثرت سے آجائیں کہ غلبہ ظن کو مفید ہوں تو صوم اور افطار کا حکم دیا جاسکتا ہے '' (کفایت المفتی قدیم ۴/ ۲۰۹، جدید ۶، ۳۵۴، رقم: ۲۵۱۹)۔

حضرت عبدالحئی لکھنوی علیہ الرحمہ کی رائے:

اس کو ابوالحسنات مولانا عبدالحئی لکھنویؒ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے: ''خبر تار یا خط بدرجہ کثرت پہنچ جاوے اس پر عمل ہوسکتا ہے اور بحسب اقتضاء انتظام زمانہ حال اس پر حکم عام بھی دے سکتے ہیں'' (مجموعۃ الفتاوی مطبع یوسفی ۲/۲۸۱)۔

حضرت گنگوہی علیہ الرحمہ کا فتوی:

حضرت گنگوہیؒ خط کے معتبر ہونے کے بارے میں ان الفاظ کے ساتھ نقل فرماتے ہیں: ''چاند کی خبر تحریر خط سے دریافت ہوسکتی ہے، جب مکتوب الیہ کو غالب گمان یہ ہے کہ فلاں کاتب عدل کا خط ہے، اس میں کوئی انحراف نہیں ہوا ہے تو اس پر عمل درست ہے، کتاب القاضی جیسی توکید وتوثیق ضروری نہیں۔ اور امام ابویوسفؒ نے خود وہ قیود

کتاب القاضی میں بھی کم کردی تھیں، بعد تحریر کے فقط دلیل اعتبار خط کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حیہ کلبیؓ کے ہاتھ اپنا نامہ ہرقل کو بھیجا تو ہرقل نے یہ نہ کہا کہ آدمی کا اعتبار نہیں ہے اور نہ آپ کو یہ خیال ہوا کہ قاصد کا کیا اعتبار ہوگا، علی ہذا ارسال نامہ جات پر آپ کے زمانہ میں اور خلفاء راشد کے زمانے میں دو دو گواہ کہیں نہیں گئے '' (فتاوی رشیدیہ، ص: ۴۵۷)۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ کا فتوی:

اور اس کو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ نے ''امداد المفتیین'' میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا جواب ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے: ''اگر ایک شہر سے متعدد لوگوننے ٹیلیفون سے خبر دی یا ریڈیو کے ذریعہ اعلان کیا تو یہ صورت بھی استفاضہ کی ہوسکتی ہے''۔

پھر اس کے بعد مفتی شفیع صاحبؒ نے اس رائے کو ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے: ''بلکہ یہ صورت بھی استفاضہ میں داخل ہے کہ مختلف شہروں سے مختلف لوگوں کے ذریعہ سے رؤیت ہلال کی خبریں یا حکم بالرؤیت کی خبریں بحد تواتر موصول ہوجائیں، اس میں مختلف شہروں کے اخبار یا ٹیلیفون یا مختلف ریڈیو اسٹیشنوں کی خبریں شامل ہیں، جب وہ حد تواتر کو پہنچ جائیں تو استفاضہ کی تعریف میں داخل ہیں'' (امداد المفتیین، ص: ۴۸۷)۔

مگر حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے اپنی اس تحریر پر پوری طرح اعتماد کا اظہار نہیں فرمایا ہے۔

حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ کا فتوی:

حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ اس کو ان الفاظ سے نقل فرماتے ہیں: ''ریڈیو، ٹیلیفون کو بھی خط پر قیاس کیا جاتا ہے، جیسے خط میں مخبر غائب ہے، مگر امتیاز تحریر کے واسطے سے ممتاز ہوسکتا ہے، ایسے ہی ریڈیو اور ٹیلیفون میں بھی غائب ہونے کے باوجود آواز میں امتیاز کیا جاسکتا ہے'' (احسن الفتاوی ۲/ ۴۱۲) ۔

اب حضرات فقہاء کی عبارات ملاحظہ فرمائیے، حضرات فقہاء اس کو ان الفاظ کے ساتھ نقل فرماتے ہیں:

(۱) ''وكذا ما يكتب الناس فيما بينهم يجب أن يكون حجة للعرف'' (شامي۸/۱۳۶، کراچی ۵/۴۳۶)۔

(۲) ''أجاز أبويوسف ومحمد العمل بالخط في الشاهد والقاضي والراوي إذا رأى خطه، والفتوى على قولهما إذا تيقن أنه خطه سواء كان في القضاء أو الرواية أو الشهادة، وقوله:وقلما يشتبه الخط من كل وجه، فإذا تيقن جاز الاعتماد عليه توسعة على الناس'' (شامي زكريا ۸/ ۱۳۸، کراچی ۵/ ۴۳۷)، اسی سے ملتی جلتی عبارت صاحب بحر کی بھی ہے (البحرالرائق

کوئٹہ ۷/۷۲)۔

حاصل یہ کہ مسلک کے قابل اعتماد بڑے بڑے ارباب فتاوی اور راسخین فی العلم نے تار ٹیلیفون وغیرہ کی خبرونکو معتبر تسلیم فرمایا ہے۔ اور جس طریقہ سے بالمشافہ آکر خبر دینے سے معتبر مانا جاتا ہے، اسی طرح ٹیلیفون اور تار برقی اور ریڈیو کی خبر کو بھی ان اکابر اہل فتوی نے تسلیم فرمایا ہے۔ اور جس طرح بالمشافہ متعدد افراد کے خبر دینے سے استفاضہ حاصل ہوجاتا ہے، اسی طریقہ سے متعدد ٹیلیفون اور ریڈیو اور تار برقی کی خبر کو بھی استفاضہ میں تسلیم فرمایا ہے۔

اکابر ارباب فتاوی میں انہیں حضرات کانام سر فہرست ہے، حضرت گنگوہیؒ، حضرت تھانوی، ابوالحسنات حضرت مولانا عبدالحئی لکھنویؒ اور مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ اور حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ ان سب حضرات نے خطوط کو بالمشافہ شہادت یا خبر کے درجہ میں تسلیم کیا ہے اور پھر ان میں سے اکثروں نے ٹیلیفون اور تار برقی کی خبر کو بھی بالمشافہ شہادت یا بالمشافہ خبر کے درجہ میں تسلیم فرمایا ہے۔

اور آج کل کے زمانہ میں کتاب القاضی الی القاضی مع شرائط کے جس قدر معتبر ہے، فیکس اس سے کم درجہ کا نہیں ہے۔ اور اسی طرح ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی خبر بالمشافہ خبر سے بھی زیادہ معتبر ہے؛ اس لئے کہ ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر جو خبریں آتی ہیں وہ ذمہ دارانہ طور پر آتی ہیں اور اسی طرح ٹیلیفون کی خبر بھی بالمشافہ خبر کے درجہ میں سمجھی جاتی ہے؛ لہٰذا اگر یہ خبریں اتنی تعداد میں آجائیں جن کی سچائی کا ظن غالب پیدا ہوجائے تو یہ استفاضہ کی شکل میں طریق موجب بن جائینگی، ان پر عمل کرنا واجب ہوجائے گا۔ اور استفاضہ کی صورت میں خبر دینے والوں اور اطلاع دینے والوں کا عادل ہونا با شرع ہونا مشروط نہیں ہے؛ بلکہ فاسق کی خبریں بھی ظن غالب کی صورت میں معتبر ہوجاتی ہیں۔

اسی کو فقہاء نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

’’ولا يشترط فيہ الإسلام ولا العدالۃ، وقولہ :في عدم اشتراط الإسلام نظر‘‘ (شامي زكريا ۳/۳۵۶)۔

متعدد اخبار اور ریڈیو کی خبریں:

جس طرح ٹیلیفون اور تار برقی اور ٹیلی ویژن چینل کی خبریں بالمشافہ خبر کے درجہ میں ہیں، قریب قریب اسی طرح ریڈیو اور اخبار کی خبر بھی بالمشافہ خبر کے درجہ مینہے ؛ لہٰذا جب متعدد ریڈیو یا متعدد اخبار کے ذریعہ سے خبریں شائع ہوجائیں اور خبر کی سچائی پر ظن غالب پیدا ہوجائے تو اس سے بھی استفاضہ حاصل ہوجائے گا اور وہ بھی طریق موجب کے درجہ میں ہوجائے گا (مستفاد: امداد المفتیین ص: ۴۸۷، کفایت المفتی

۴/ ۲۰۹، احسن الفتاوی ۴/ ۴۱۲، مجموعۃ الفتاوی ۱/ ۲۶۵)۔

شخص واحد کی شہادت :

اگر ایک شخص نے قاضی شرعی یا معتبر ہلال کمیٹی کے پاس آکر رؤیت کی شہادت دی ہے تو اگر ہلال فطر کے بارے میں شہادت دیتا ہے تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ اس کو مسترد کردیا جائے گا۔ اور اگر ہلال رمضان کے بارے شہادت دی ہے تو اسے قبول کر لیا جائے گا اور اس ایک آدمی کی شہادت وجہ سے تمام لوگوں کے درمیان روزہ رکھنے کا فیصلہ دیا جائے گا، نیز اس کی شہادت دینے میں لفظ شہادت کا استعمال کرنا بھی لازم نہینہے؛ بلکہ محض اس کے خبر دینے کی بنا پر رؤیت کا فیصلہ دیا جاسکتا ہے، بس اتنی بات لازم ہے کہ جو شخص خبر دے رہا ہے وہ عادل اور معتبر شخص ہو، اس کو صاحب ہدایہ نے ان لفاظ سے نقل فرمایا ہے:

(۱) ''وإذا كان بالسماء علة قبل الإمام شهادة الواحد العدل في رؤية الهلال رجلا كان أو امرأة حرا كان أو عبدا، وقوله: لا يختص بلفظ الشهادة، وتشترط العدالة'' (ہدایہ رشیدیہ ۱/۱۹۵، تبیین الحقائق۱/۳۱۹)۔

(۲) ''لو أخبر رجل عدل القاضي بمجئ رمضان يقبل، ويأمر الناس في الصوم في يوم الغيم ولا يشترط لفظ الشهادة، وشرائط القضاء أما في العيد فيشترط لفظ الشهادة'' (البحرالرائق کوئٹہ ۲/ ۲۶۳، ہكذا في الهندية ۱/۱۹۷، ہكذا في مراقي الفلاح ص: ۳۵۷، شامي كراچی ۲/ ۳۸۹، زكريا ۳/ ۳۵۸)۔

سوال نمبر ۲ (ھ) ہلال رمضان میں شخص واحد کی شہادت اور تیس روزے کی تکمیل:

جب قاضی یا ہلال کمیٹی نے ایک معتبر شخص کی شہادت سے ثبوت رمضان کا فیصلہ صادر کردیا ہے اور اس فیصلہ کی بنا پر تمام لوگوں نے روزہ رکھ لیا ہے ، اس کے بعد جب تیس روزے مکمل ہوجائیں تو ہمارے سامنے دو مسئلے در پیش ہیں:

مسئلہ (۱): تیس روزے مکمل ہوجانے کے بعد تیسویں تاریخ کی شام کو مطلع غبار آلود ہونے کی وجہ سے کہیں چاند نظر نہیں آیا، تو ایسی صورت میں تمام علماء کا اتفاق اس بات پر ہے کہ اب چاند نظر نہ آنے کے بعد دوسری جگہ کی خبر کا انتظار نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ تیس روزے کی تکمیل کی وجہ سے کل کو عید منائی جائے گی۔

مسئلہ (۲): تیس روزے مکمل ہوچکنے کے بعد تیس تاریخ کی شام کو مطلع صاف رہا، مگر چاند کہیں نظر نہیں آیا، تو ایسی صورت میں کیا کیاجائے؟ تو اس سلسلے میں امام ابوحنیفہؒ سے دو روایتیں ہیں:

(۱) امام حسن بن زیاد کی روایت: وہ فرماتے ہیں کہ رمضان کی رؤیت کا ثبوت صرف ایک شخص کی شہادت سے ہوا تھا، اب اگر اسی کو بنیاد بنا کر تیس روزے پورے ہونے کے بعد مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہیں آیا اور عید منائی جاتی ہے تو ایک شخص کی

شہادت سے عید منانا لازم آجاتا ہے؛ اس لئے عید منانا جائز نہیں ہوگا؛ بلکہ اس شخص کی شہادت کو جھوٹی شہادت قرار دے کر ۳۱؍ تاریخ کو بھی روزہ رکھنا لازم ہوگا۔

(۲) حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ کی روایت: وہ فرماتے ہیں کہ مطلع صاف ہونے کی صورت میں بھی ۳۰؍ روزے مکمل ہوچکنے کے بعد چاند نظر آئے یا نہ آئے دونوں صورتوں میں کل کو عید منائی جائے گی، اور کل کو یکم شوال تسلیم کیا جائے گا، اس لئے کہ ایک شخص کی شہادت کے بعد قاضی نے جب روزہ رکھنے کا فیصلہ دے دیا ہے تو لوگوں نے شخص واحد کی شہادت سے روزہ نہیں رکھا ہے، بلکہ قاضی کے فیصلے سے روزہ رکھا ہے۔ نیز یوم الفطر کا ثبوت ابتداءً شخص واحدکی شہادت سے نہیں ہوا ہے؛ بلکہ رمضان کے ۳۰؍ دن مکمل ہونے کے بعد انتہاءً ثابت ہوا ہے اور بہت سے شرعی احکام شخص واحد کی شہادت سے ابتداءً ثابت نہیں ہوتے ہیں؛ لیکن انتہاءً اور بناءً ثابت ہوجاتے ہیں، جیسا کہ ایک شخص کی شہادت سے حق میراث کا ثبوت نہیں ہوسکتا؛ لیکن اگر ابتداء میں دائی نے ولادت کی شہادت دے دی تھی، اب انتہاء میں اسی کو بنیاد بنا کر میراث کا حکم بھی ثابت کردیا جائے گا۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ نے شرنبلالیہ اور غایۃ البیان کے حوالہ سے امام محمدؒ کے قول کو زیادہ صحیح اور راجح قرار دیا ہے؛ اس لئے امام محمدؒ کے قول پر فتوی ہوگا اور ۳۰؍ روزے پورے ہونے کے بعد عید منائی جائے گی۔ اس کو علامہ شامیؒ نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

(۱) ’’وجہ قول محمد وہو الأصح أن الفطر ما ثبت بقول الواحد ابتداء، بل بناء وتبعا فكم من شيء يثبت ضمنا، ولا يثبت قصدا، وسئل عنہ محمد فقال:ثبت الفطر بحكم القاضي لا بقول الواحد يعني لما حكم في ہلال رمضان بقول الواحد ثبت الفطر بناء على ذلک بعد تمام ثلاثين‘‘ (شامي كراچی ۲/ ۳۹۱، زكريا ۳/۳۶۰)۔

اوراسی کو ہندیہ میں اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

’’إذا صاموا شہادة واحد واكملوا ثلاثين يوما ولم يروا ہلال شوال لا يفطرون في ما روي الحسن عن أبی حنيفة للاحتياط، وعن محمد أنہم يفطرون، وفي غاية البيان:قول محمد أصح، وقال شمس الائمة الحلواني: ہذا الاختلاف فيما إذا لم يروا ہلال شوال والسماء مصحبة، فأما إذا كانت متغيمة فإنہم يفطرون بلا خلاف، وہو الاشبہ‘‘ (ہندیہ۱/ ۱۹۸، وہکذا فی الہدایہ۱۹۵/۱)۔

بعض لوگوں نے امام محمد کے اختلاف کو اس صورت میں قرار دیا ہے کہ جب مطلع صاف نہ ہو اور مطلع صاف ہونے کی صورت میں امام محمد کے نزدیک بھی افطار جائز نہیں ہے۔ اور اس مقام پر علامہ ابن عابدین شامی نے دونوں طرح کے اقوال نقل فرمائے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود علامہ شامی کو ان متعارض اقوال کے بارے میں الجھاؤ اور تردد پیدا ہوا ہے، اس لئے کوئی فیصلہ کن بات کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں؛ اس لئے کہ امام

زیلعیؒ کی عبارت سے کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام محمدؒ کا اختلاف مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں ہے، جیسا کہ ''مراقی الفلاح ص: ۳۵۹، اور زیلعی ۱/ ۳۲۰، فتح القدیر ۲۵۱/۲، اور منحۃ الخالق ۲/ ۲۶۷'' کی عبارات سے یہی سمجھ میں آتا ہے۔

جب دونوں طرح کے اقوال ہمارے سامنے ہیں تو احتیاط کا پہلو یہی ہے کہ مطلع صاف ہونے کی صورت میں پچھلی شہادت کو غلط قرار دے کر مزید ایک روزہ رکھ لیا جائے۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اوپر کی عبارت کے بعد اس خلش کو خود ظاہر فرمایا ہے۔

ہلال رمضان میں دو آدمی کی شہادت اور تیس روزے کی تکمیل:

اگر رمضان کا ثبوت دو آدمی کی شہادت سے ہواتھا اور اب ۳۰ر روزے پورے ہونے کے بعد مطلع صاف نہیں رہا ہے، تو ایسی صورت میں بالاتفاق دوسری جگہ کی خبر کاانتظار لازم نہیں؛ بلکہ لازمی طور پر کل کو عید منانے کا اعلان کرنا ہوگا۔ اور اگر ۳۰ر روزے پورے ہونے کے بعد مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہیں آیا ہے تو ایسی صورت میں شرعی حکم کیا ہوگا؟ کیا ان دونون شاہدوں کی شہادت کو غلط قرار دے کر مزید ایک روزہ رکھنا چاہئے یا کل کو عید منانا چاہئے؟

تو اس سلسلے میں راجح اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ چاند نظر آئے یا نہ آئے مطلع صاف ہو یا نہ ہو ہر حالت میں مزید ایک روزہ رکھنا جائز نہ ہوگا؛ بلکہ کل کو عید منانی لازم ہوگی، اسی طرح خبر مستفاض کے ذریعہ سے رمضان کا روزہ رکھا گیا تھا اور اب چاند نظر نہیں آیا اور پھر مطلع صاف ہے تو ۳۰ر روزے پورے ہونے کے بعد کل کو عید منانی ہے (علم الفقہ ۳/ ۱۷)۔

اس کو مراقی الفلاح میں اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

''إذا كان ثبوت رمضان شهادة عدلين، وتم العدد ولم ير هلال شوال مع الصحو وصح في الدراية، والخلاصة والبزازية حل الفطر؛ لأن شهادة الشاهدين إذا قبلت كانت بمنزلة العيان'' (طحطاوي على مراقي الفلاح ص: ۳۵۹، الفتاوى التاتارخانية ۲/ ۳۵۴، ہندیہ ۱/ ۱۹۸، شامي كراچی ۲/ ۳۹۰، شامي زكريا ۳/ ۳۵۹)۔

اس مسئلہ میں بعض لوگوں نے کچھ تفصیل یہ کی ہے کہ اگر قاضی نے ثبوت رمضان کے متعلق دو ثقہ آدمی کی شہادت اس حالت میں قبول کی تھی کہ مطلع غبار آلود تھا اور پھر رمضان کے ۳۰ر روزے پورے ہونے کے بعد مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نہیں نظر آیا ہے، تو ایسی صورت میں مزید ایک روزہ رکھنے کی ضرورت نہیں؛ بلکہ کل کو عید منانی ہوگی اور اگر ہلال رمضان کے بارے میں قاضی نے دو آدمی کی شہادت اس حالت میں قبول کی تھی کہ مطلع صاف تھا، پھر رمضان کے ۳۰ر روزے پورے ہونے کے بعد مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہیں آیا، تو ایسی صورت میں ایک روزہ مزید رکھا جائے اور عید نہ منائی جائے۔

’’لو قال قائل إن قبلهما في ا لصحو أي في ہلال رمضان وتم العدد لایفطرون، وإن قبلهما في غیم أفطر، والتحقق زیادة القوة في الثبوت في الثاني‘‘ (حاشیۃ چلپی علی التبیین ۱/ ۳۲۰، فتح القدیر ۲/ ۲۵۱، شامي کراچی ۲/ ۳۹۱، زکریا ۳/ ۳۶۰، منحۃ الخالق ۲/ ۲۶۷)۔

دوسرے علاقہ کی خبر اور ۳۰ء روزے کی تکمیل:

اگر کسی ایک علاقہ میں طریق موجب سے چاند کا ثبوت ہوجانے کی وجہ سے قاضی نے ہلال رمضان کا فیصلہ کردیا ہے اور پھر اس کی خبر دوسرے علاقہ میں بطریق استفاضہ پہنچ جاتی ہے یا بطریق موجب، جس کی بنیاد پر دوسرے علاقہ کے لوگوں نے بھی روزہ رکھنا شروع کردیا ہے ، جب ۳۰ء روزے پورے ہوگئے اور مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے رؤیت نہیں ہوئی تو ایسی صورت میں دوسری جگہ کی خبر کا انتظار لازم نہیں، سب کے نزدیک کل کو عید منانی ہے۔

اور اگر ۳۰ء روزے پورے ہونے کے بعد مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہیں آیا ہے، تو ایسی صورت میں مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ جہاں سے ثبوت ہلال کے فیصلے کی اطلاع آئی تھی اگر وہاں ایک شخص کی شہادت کی وجہ سے فیصلہ کردیا گیا تھا، تو ایسی صورت میں اس کی شہادت کا کذب اور غلط ہونا محقق ہوچکا ہے؛ اس لئے اس دوسرے علاقہ کے لوگ ایک روزہ مزید رکھینگے ، کل کو عید نہیں منائینگے۔ اور اگر جہاں سے اطلاع آئی تھی وہاں کے قاضی نے دو ثقہ آدمی کی شہادت سے رؤیت کا فیصلہ دے دیا تھا اور اسی کی اطلاع پر آپ کے یہاں روزہ رکھا گیا تھا اور پھر ۳۰ء روزے پورے ہونے کے بعد مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہیں آیا ہے تو اسی صورت میں جہاں سے اطلاع آئی ہے ، اگر وہاں کے لوگ کل کو عید مناتے ہیں تو آپ کے یہاں بھی کل کو عید منانا ضروری ہوگا، ہاں البتہ اگر طریق موجب سے وہاں سے یہ اطلاع آجائے کہ وہاں کے لوگ کل کو عید نہیں منا رہے ہیں، روزہ رکھ رہے ہیں اور پچھلی شہادت کو وہاں کے قاضی نے جھوٹی شہادت قرار دے کر اپنا فیصلہ واپس لے لیا ہے اور مزید ایک روزہ رکھنے کا حکم صادر کردیا ہے تو آپ کے یہاں بھی مزید ایک روزہ رکھنا لازم ہوجائے گا (مستفاد: امداد الاحکام ۳/ ۱۱۹)۔

حاکم یا قاضی نے خود چاند دیکھا تو کیا حکم ہے؟

اگر حاکم یا قاضی نے خود چاند دیکھا ہے؛ لیکن اس کے ساتھ کسی اور نے چاند نہیں دیکھا تو ایسی صورت میں حاکم اور قاضی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنی رؤیت کی بنا پر لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم کرے یا کل کو عید کا اعلان کردے؛ بلکہ اس کے لئے یہ ضروری تھا کہ دوسرے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ چاند دکھا دیتا، تاکہ یہ لوگ اس کے پاس آکر شہادت دیتے اور اس کے مطابق فیصلہ صادر کر دیتا؛ لیکن جب اس کے ساتھ کسی اور نے چاند نہیں دیکھا تو ایسی صورت میں اس کی رؤیت کا اعتبار کرنے کے لئے

یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ قاضی مجلس قضاء میں کسی کو اپنا قائم مقام قاضی بنا دے، پھر اس کے سامنے عام آدمی کی طرح شہادت دیدے تو وہ نائب قاضی کی شہادت قبول کرکے لوگوں کے درمیان روزہ رکھنے کا فیصلہ صادر کردے، یہ اس صورت میں ہے، جبکہ ہلال رمضان سے متعلق ہو؛ لیکن بعض لوگوں نے اس بات کو احتیاط کا پہلو قرار دیا ہے، ورنہ قاضی کو خود اپنی رؤیت کی بنا پر روزہ رکھنے کے لئے اعلان کر دینے کا بھی حق ہے، بہر حال اول صورت زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے۔

اور اگر قاضی نے تن تنہاء ہلال شوال یا ہلال ذی الحجہ دیکھا ہے اور قاضی کے ساتھ کسی اور نے نہیں دیکھا تو محض اپنی رؤیت کی بنا پر نہ از خود عید کا فیصلہ دینا جائز ہے اور نہ ہی کسی کو اپنا قائم مقام بنا کر اس کے سامنے شہادت دے کر عید کا فیصلہ کرانا جائز ہے؛ اس لئے کہ رؤیت ہلال کے حق میں قاضی بھی خود ایک معتبر مسلمان کے درجہ میں ہے، تو جس طرح ایک معتبر مسلمان کی شہادت سے عید کا فیصلہ دینا جائز نہیں ہے اسی طرح تنہاء قاضی کی شہادت پر بھی فیصلہ دینا جائز نہیں، اس کو حضرات فقہاء کرام نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے، صاحب مراقی الفلاح نقل فرماتے ہیں:

''الإمام يأمرہم بالصوم برؤيتہ وحدہ، ولا يصلي بہم العيد ولا يفطر لاسرا ولا جہرا'' (طحطاوي على مراقي الفلاح ص: ٣٥٧)۔

اور اس کو ''الدرالمنتقی'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

''فرأى الإمام ہلال رمضان وحدہ أو القاضي لہ أن يأمر الناس بالصوم أو ينصب من يشہد عندہ، ولو رأى ہلال الفطر لا يأمر بالفطر، ولا يفطر سرا ولا جہرا، وقيل: يفطر سرا'' (الدرالمنتقى ١/ ٣٥١)۔

اور ''مجمع الانہر'' میں یہ الفاظ ہیں:

''إذا رأى الإمام وحدہ أو القاضي وحدہ ہلال شوال، فإنہ لايخرج إلى المصلى، ولا يأمر الناس بالخروج'' (مجمع الأنہر بيروت ١،٣٥١)۔

فاسق کی شہادت:

ایسے لوگ جن کی ظاہری شکل وصورت اور وضع قطع شریعت کے مطابق نہیں ہے، ان کو ظاہری حالت کی بنا پر فاسق کہا جاتا ہے، ان کی شہادت کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ تو ایسے لوگ دو قسموں پر ہیں:

(١) وہ لوگ جن کی ظاہری حالت ، وضع قطع شریعت کے مطابق نہیں ہے اور ان کے حالات اور ماحول اور معاملات وگفتگو بھی شریعت کے مطابق نہیں ہے، ان کو جھوٹ بولنے میں اور وعدہ خلافی کرنے میں کوئی دریغ نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کو جھوٹ بولنے میں شرم آتی ہے، ایسے لوگوں کی شہادت دینی معاملات میں مردود ہے، ان کی شہادت

قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کو حضرات فقہاء نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

''لایقبل الفاسق بأن من قلد فاسقا یاثم، وإذا قبل القاضي شہادتہ یأثم، وقولہ: حتی لو قبلہا القاضي وحکم بہا کان آثما، لکنہ ینفذ'' (شامي زکریا ۸/ ۲۵، شامي کراچی ۵/ ۳۵۶)۔

(۲) ایسا شخص جس کا ظاہری حلیہ اور وضع قطع شریعت کے مطابق نہیں ہے؛ لیکن وہ سنجیدہ اور باوقار ہے، جھوٹ بولنے کو خود اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے، اور اپنے اندر مروت اور غیرت رکھتا ہے، تو ایسے شخص کی شہادت قبول کرنا جائز ہے؛ بلکہ امام ابویوسفؒ کے قول کے مطابق ایسے شخص کی شہادت قبول کرنا بعض حالات میں واجب ہوجاتا ہے، اسی لئے رؤیت ہلال کے مسئلے میں چاہے ہلال رمضان ہو یا ہلال شوال یا ہلال ذی الحجہ ہر ایک کے بارے میں ایسے شخص کی شہادت قابل قبول ہوگی اور اس کے مطابق فیصلہ دینا بلاشبہ اور بلاکراہت جائز ہوجائے گا (مستفاد: احسن الفتاوی۴/۴۷۶)۔

اس کو علامہ علاؤالدین حصکفی نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

''واستثنی الثاني الفاسق ذا الجاہ والمروۃ، فإنہ یجب قبول شہادتہ'' (درمختار مع الشامي، کراچی ۵/۳۵۶، زکریا ۸/۲۶)۔

اور اس کو صاحب ہدایہ نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

''عن أبي یوسف أن الفاسق إذا کان وجیہا في الناس ذا مروۃ تقبل شہادتہ؛ لأنہ لا یستأجر لوجاہتہ ویمتنع عن الکذب لمروتہ'' (ہدایہ رشیدیہ ۳/۱۴۰)۔

جن لوگوں نے ایسے فاسق کی شہادت کو مسترد کرنے کی بات کہی ہے وہ اس لئے نہیں کہی ہے کہ وہ جھوٹ بول سکتا ہے؛ بلکہ صرف اس لئے کہی ہے کہ اس کی شہادت قبول کرنے میں دینی معاملات میں اس کو عزت ہوتی ہے اور فاسق کی عزت شرعا مطلوب نہیں ہے؛ لیکن یہاں پر رؤیت ہلال کی شہادت لینے میں قاضی یا ہلال کمیٹی کے نزدیک اس کی عزت ہر گز مقصود نہیں ہوتی؛ بلکہ صرف مسلمانوں کا ایک اہم مسئلہ حل کرنا مقصود ہوتا ہے اور حدیث پاک کے اندر ایسے نظائر بکثرت موجود ہیں۔ بخاری شریف کی حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

''فإن اللہ لیؤید ہذا الدین بالرجل الفاجر'' الحدیث (بخاري شریف۲/۹۷۷، حدیث: ۶۳۵۳)۔

لہٰذا ایسے فاسق کی شہادت رؤیت ہلال کے بارے میں بلاشبہ مقبول ہوگی۔

ہلال کمیٹی کے فیصلے کا ریڈیو یا ٹیلی ویژن میں اعلان:

اگر کسی مقام میں شرعی ثبوت ہوجانے کی بنا پر وہاں کے قاضی شرعی یا ہلال کمیٹی نے ثبوت رؤیت کا فیصلہ دے دیا ہے اور قاضی شرعی اور ہلال کمیٹی کے ممبران سب قابل اعتماد اور معتبر ہیں، پھر ان کی طرف سے اس فیصلے کا ریڈیو یا ٹیلی ویژن میں اعلان ہوجاتا ہے تو اس کی دوصورتیں ہوسکتی ہیں:

(۱) سب جگہ مطلع صاف نہیں ہے؛ بلکہ غبار آلود ہے، تو ایسی صورت میں اس

فیصلہ کا اعلان ریڈیو یا ٹیلی ویژن میں اس طریقہ سے کردیا جائے کہ فیصلہ کرنے والے کی طرف سے یہ اعلان ہو رہا ہے کہ ہمارے پاس طریق موجب سے رویت ہلال کا شرعی ثبوت ہوچکا ہے، جس کی بنا پر رؤیت تسلیم کرلی گئی ہے، اس لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ کل یکم شوال اور عید کا دن ہے، یا فلاں دن بقرعید کی نماز ہوگی تو ریڈیو یا ٹیلی ویژن کا یہ اعلان اگر مرکزی ہلال کمیٹی کی طرف سے ہورہا ہے تو اتنی دور تک کے لوگوں کے لئے معتبر ہوگا کہ اس اعلان پر عمل کرنے کی وجہ سے ان کے یہاں مہینہ کبھی بھی ۲۸ر یا ۳۱ر کا نہ ہوتا ہو (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۱۱/ ۸۴)۔

اور اگر مرکزی ہلال کمیٹی کی طرف سے یہ اعلان نہیں ہے؛ بلکہ خاص خطے کی ہلال کمیٹی کی طرف سے ہے، تو اس کمیٹی کے حلقہ اثر میں اس اعلان پر عمل کرنا لازم ہوجائے گا اور دوسرے خطوں کے لوگوں پر جہاں اس کمیٹی کا اثر ورسوخ نہیں ہے، اس اعلان پر عمل کرنا لازم نہیں؛ بلکہ ان خطوں کے قاضی یا ہلال کمیٹی کے فیصلے پر موقوف رہے گا۔

اسی طرح حلقہ اثر میں ٹیلیفون یا فیکس کے ذریعہ اطلاع پہنچ جائے تو وہ بھی معتبر اور واجب العمل ہوجائے گا؛ لہٰذا مرکزی ہلال کمیٹی کی طرف سے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کا اعلان پورے ملک کے لئے اور خاص خطے کی ہلال کمیٹی کا اعلان اس کے حلقہ اثر کے لئے اس طرح کے حکم میں ہوگا جیسا کہ شہر کے قاضی کے فیصلے کے بعد ضرب طبل کی آواز اور ضرب مدافع یعنی توپ کی آواز اور تعلیق القنادیل علی المنائر یعنی میناروں پر مخصوص روشنی کا دکھائی دینا اور سائرن کی آواز رؤیت کے فیصلے کی علامت ہوتی ہے، اس کو حضرات فقہاء نے ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

’’عندنا العمل بالإمارات الظاہرۃ الدالۃ علی ثبوت الشہر کضرب المدافع في زماننا، والظاہر وجوب العمل بہا علی من سمعہا ممن کان غائبا عن المصر کأہل القری ونحوہا کما یجب العمل بہا علی أہل المصر الذین لم یروا الحاکم قبل شہادۃ الشہود، وقولہ:أنہ یثبت أنہ بالامارات الظاہرۃ الدالۃ التي لاتختلف عادۃ کرؤیۃ القنادیل المعلقۃ بالمنائر، ومخالفۃ جمع في ذلک غیر صحیحۃ‘‘ (منحۃ الخالق۲/۲۷۰، شامي کراچی ۲/ ۳۸۶، زکریا ۳/ ۳۵۴)۔

اور اس کو علامہ شوکانی علیہ الرحمہ نے نیل الاوطار میں ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

’’أنہ لایلزم أہل بلد رؤیۃ غیرہ إلا أن یثبت ذلک عند الإمام الأعظم، فیلزم الناس کلہم؛ لأن البلاد في حقہم کالبلد الواحد إذا حکمہ نافذ في الجمیع‘‘ (نیل الأوطار ۴/ ۷۸)۔

خبر اور اعلان میں شہادت کی شرائط لازم نہیں:

قاضی شرعی یا اس کے قائم مقام کمیٹی کے سامنے شرعی شہادت کے ثبوت کے لئے پانچ شرطیں لازم ہیں:

(۱) عدد شہود دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں۔
(۲) ان شاہدوں کا مسلمان ہونا۔
(۳) ان شاہدوں کا عاقل اور سمجھ دار ہونا۔
(۴) ان شاہدوں کا بالغ ہونا۔
(۵) ان شاہدوں کا عادل اور دین دار ہونا۔

لیکن ایسے شاہدوں کی شہادت کے ساتھ قاضی یا قاضی کے قائم مقام کمیٹی نے اگر شرعی فیصلہ صادر کردیا ہے تو اس فیصلے کے اعلان اور خبر پہنچانے کے لئے یہ تمام شرائط لازم نہیں ہیں؛ بلکہ صرف ایک عاقل بالغ دیندار مسلمان کا اعلان کردینا یا خبر دینا کافی ہوجاتا ہے اور اس معتبر شخص کی خبر اور اعلان پر قاضی کے حلقۂ اثر میں عمل کرنا لازم ہوجاتا ہے۔

لہٰذا اگر شرعی فیصلے کا اعلان ریڈیو یا ٹیلی ویژن میں ہوتا ہے تو اعلان کرنے میں دو آدمی کا اعلان لازم نہیں ہے؛ بلکہ صرف ایک معتبر آدمی کا اس فیصلہ کا معتبر طریقہ سے اعلان کردینا کافی ہے کہ اعلان کرنے والا پہلے اپنا تعارف کرائے، اس کے بعد فیصلہ کی تفصیل کے ساتھ اعلان کردے، تو یہ اعلان اگر مرکزی ہلال کمیٹی کی طرف سے ہے تو پورے ملک کے اندر عمل کرنے کے لئے یہ اعلان کافی ہوجائے گا۔

اسی طرح فیکس اور ٹیلیفون کے ذریعہ سے جانا پہچانا معتبر مسلمان اطلاع کرتا ہے تو یہ بھی شرعاً معتبر ہوگا (مستفاد: جواہر الفقہ ۱/ ۴۰۲، احسن الفتاوی ۴/ ۴۹۰)۔

اس کو حضرات فقہاء نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

''ویجوز إخبار رجل عدل عن رجل عدل کما فی روایۃ الأخبار'' (بدائع الصنائع بیروت ۲/ ۵۷۶، کوئٹہ ۲/۸۱)۔

''والعدد لیس بشرط في الإخبار إلا أنہ إخبار في الدین فیشترط فیہ الإسلام والعقل والبلوغ والعدالۃ کما في روایۃ الإخبار'' (بدائع الصنائع بیروت ۲/ ۵۷۶، کوئٹہ ۲/ ۸۱)۔

مرکزی ہلال کمیٹی کی طرف سے ذیلی کمیٹی کے فیصلہ کا اعلان:

اب یہاں ایک اہم ترین مسئلہ ہمارے سامنے ہے کہ مسلم ممالک میں منجانب حکومت ہلال کمیٹی قائم ہوتی ہے اور پھر ان میں مرکزی ہلال کمیٹی کے ساتھ ہر ذیلی کمیٹی کا تعلق ایک نظام کے تحت میں رہتا ہے؛ اس لئے وہاں پر ذیلی کمیٹی اختیار کلی نہیں رکھتی ہے؛ لیکن غیر مسلم ممالک میں نظام حکومت کے تحت ہلال کمیٹی قائم نہیں ہوتی، بلکہ ہر ہلال کمیٹی معتبر مسلمانوں کے مشورہ اور انتخاب سے قائم ہوتی ہے، چاہے مرکزی ہلال کمیٹی ہو یا صوبائی یا ضلعی، ہر ایک مسلمانوں کے آپس کے انتخاب سے قائم ہوتی ہے؛ اس لئے ہر ایک کو اپنے اپنے حلقہ اثر میں فیصلہ کے لئے اختیار کلی حاصل ہوگا۔

لہٰذا ہندوستان جیسے غیر مسلم ممالک میں کسی بھی مقام پر معتبر ہلال کمیٹی نے

اگر شرعی شہادت اور طریق موجب سے رؤیت کا ثبوت ہونے کی بنا پر ثبوت ہلال کا فیصلہ صادر کر دیا ہے اور پھر اس کمیٹی کے متدین اور دیندار، ذمہ دار شخص نے نہاییت محتاط طور پر جس میں کسی قسم کی مداخلت کا خطرہ نہ رہے، ثبوت ہلال کے فیصلہ کی اطلاع اس کی تفصیل کے ساتھ مرکزی ہلال کمیٹی کو کردے، تو ایسی صورت میں مرکزی ہلال کمیٹی اس طریقہ سے اس فیصلہ کا اعلان کرنے کا حق رکھتی ہے کہ ''فلاں شرعی ہلال کمیٹی'' جس کے افراد فلاں فلاں معتبر علماء اور دیندار لوگ ہیں، انہوں نے شرعی شہادت کی بنیاد پر رؤیت ہلال کا فیصلہ دے دیا ہے اور ہمارے پاس معتبر ذریعہ سے اس کی اطلاع پہنچی ہے، اس لئے ہم اس فیصلہ پر اعتماد کرکے اعلان کر رہے ہیں، تو اس طریقہ سے ٹیلیفون پر آئی ہوئی اطلاع پر مرکزی ہلال کمیٹی ذیلی کمیٹی کے فیصلہ کا اعلان کرسکتی ہے۔ اور اس مسئلہ پر حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ ، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور علامہ محمد یوسف صاحب بنوریؒ اور مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی مدظلہ چاروں کا اتفاق ہے اور ہم نے ان چاروں کے متفقہ فیصلہ سے اس مسئلہ میں استفادہ کیا ہے (جواہر الفقہ ۱/ ۴۰۲، احسن الفتاوی ۴/ ۴۹۰)۔

قاضی یا ہلال کمیٹی کے فیصلہ پر کتنی دور کے لوگ عمل کرسکتے ہیں؟

قاضی یا ہلال کمیٹی کے فیصلہ پر کتنی دور کے لوگ عمل کرسکتے ہیں؟ تو اس کی تین شکلیں ہمارے سامنے ہیں:

شکل (۱): قاضی یا ہلال کمیٹی کے فیصلہ پر اس کے حلقہ اثر میں عمل کے لئے طریق موجب سے اس فیصلہ کی اطلاع پہنچنا لازم نہیں؛ بلکہ صرف ایک معتبر شخص کی خبر کافی ہو جائے گی، چاہے ٹیلیفون سے خبر آجائے یا فیکس کے ذریعہ خبر آجائے یا ریڈیو اور اخبار کے ذریعہ خبر آجائے یا توپ کی آواز سے پتہ چل جائے یا فیصلہ کی خاص علامت ظاہر ہوجائے، مثلاً کسی اونچی جگہ پر مخصوص روشنی کا ظاہر ہونا یا ڈھولک کی آواز سنائی دینا اور آج کل کے زمانہ میں سائرن کی آواز سنائی دینا، یہ سب علامتیں حلقہ اثر میں شہر اور اس کے متعلقات میں عمل کے لئے کافی ہیں۔

''العمل بالإمارات الظاہرۃ اللدالۃ علی ثبوت الشہر کضرب المدافع في زماننا الظاہر وجوب العمل بہا الخ'' (منحۃ الخالق کوئٹہ ۲/۲۷۰)۔

شکل (۲): حلقہ اثر سے باہر اس قسم کی خبروں پر عمل کرنا واجب نہیں ہے، ہاں البتہ اگر اس طرح کی خبر پر کسی کو ظن غالب حاصل ہوجائے تو اس کو شخصی طور پر عمل کرنا جائز ہے، عمومی حکم لگانا درست نہیں ہے (مستفاد: فتاوی رشیدیہ۴۵۱، کفایت المفتی ۴/ ۲۰۴)۔

اشکال: یہاں کسی کو یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ شخصی طور پر عمل کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے جب کہ کوئی شخص خود چاند دیکھ کر قاضی کے پاس جاکر شہادت

دیتا ہے اور قاضی اس کی شہادت رد کردیتا ہے تو ایسی صورت میں خود اس کو ہلال شوال میں افطار کرنے کی اجازت نہیں ہے؛ بلکہ اس کو بھی روزہ رکھنا لازم ہوتا ہے، جس کو حضرات فقہاء نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

''رأی مکلف ہلال رمضان أو الفطر ورد قولہ بدلیل شرعي صام مطلقا وجوبا، وقیل: ندبا، فإن أفطر قضی فقط'' (الدرالمختارکراچی ۲/ ۳۸۴، زکریا ۳/ ۳۵۰)۔

اسی کو صاحب ہدایہ نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

''ومن رأی ہلال الفطر وحدہ لم یفطر احتیاطا'' (ہدایہ رشیدیہ ۱/ ۱۹۶)۔

جواب: آپ کے اس اشکال کے دو جواب دئے جاسکتے ہیں:

(۱) اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں بالکل الگ الگ ہیں، ایک تو یہ ہے کہ رؤیت کا شرعی ثبوت ہوجانے کے بعد اس کی خبر یا اس کا اعلان ایک معتبر شخص کردیتا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ رؤیت کا شرعی ثبوت قاضی یا ہلال کمیٹی کے پاس نہیں ہوا ہے، بلکہ صرف ایک شخص چاند دیکھنے کی شہادت دیتا ہے اور وہ شہادت بھی مسترد ہوگئی تو دونوں صورتیں الگ الگ ہیں کہ پہلی چیز میں چونکہ ثبوت کے فیصلہ کے بعد اعلان ہورہا ہے؛ اس لئے شخصی طور پر عمل کی گنجائش ہے اور دوسری چیز میں رؤیت کا کہیں ثبوت نہیں ہوا؛ اس لئے خود دیکھنے والے کو بھی عمل کی گنجائش نہیں؛ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کے دیکھنے میں اشتباہ پیدا ہوا ہو۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ خود اس مسئلے میں حضرات فقہاء کا زبردست اختلاف ہے، چنانچہ تاتارخانیہ اور فتح القدیر میں اس سلسلے چار اقوال نقل کئے ہیں:

قول (۱): ایسا شخص اس دن کا کھانا پینا چھوڑ دے، مگر اس میں روزہ کی نیت نہ کرے؛ اس لئے کہ وہ دن اس کے حق میں عید کا دن ہے، صرف احتیاطاً کھانا پینا چھوڑنے کا حکم دیا جارہا ہے۔

قول (۲): جب اس شخص کو چاند دیکھنے کا یقین ہے، تو روزہ رکھنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ افطار کرے گا اور خفیہ طور پر کھائے گا۔

قول(۳): جہراً علانیہ طور پر افطار کرکے کھاپی سکتا ہے۔

قول (۴): وہ شخص افطار نہیں کرے گا؛ بلکہ روزہ رکھے گا؛ لہٰذا افطار کرے گا، تو ایک روزہ قضاء کرے گا، اس کو صاحب فتح القدیر نے ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

''لایفطر، لا یأکل، ولا یشرب، ولکن لا ینوي الصوم والتقرب إلی اللہ تعالی؛ لأنہ یوم عید في حقہ للحقیقۃ التي عندہ ، ولا یخفی أن التعلیل بالاحتیاط ینافی تأویل قولہ: وقیل: إن أیقن أفطر ویأکل سرا، وعلی القول بأنہ لا یفطر لو أفطر یقضی'' (فتح القدیر کوئٹہ ۲/ ۲۵۲)۔

اسی کو صاحب تاتارخانیہ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

''إن الواحد إذا رأی ہلال شوال وشہد عند القاضي ورد القاضي شہادتہ ماذا یفعل؟ قال

محمد بن سلمۃ: یمسک یومہ ولا ینوي صومہ، وبعض مشایخنا قالوا:إن أیقن برویۃ الہلال أفطر لکن یأکل سرا۔ وفي الفتاوی الخلاصۃ: وفي قول آخر یفطر جہرًا'' (تاتارخانیۃ ۲/ ۳۵۶)۔

لہٰذا آپ کا اوپر ذکر کردہ اشکال اور شبہ مذکورہ جوابات سے دور ہوجائے گا اور اطمینان ہوجانا چاہئے؛ اس لئے کہ خود چاند دیکھنے والے کو متعدد اقوال سے افطار کرنے کی اجازت ہے۔

شکل (۳): قاضی یا ہلال کمیٹی کے فیصلہ کی خبر دوسرے علاقوں میں طریق موجب اور استفاضہ سے پہنچ جائے تو حلقہ اثر اور اس کے باہر ہر جگہ عمل کرنا واجب ہوگا، بشرطیکہ اتنی دور کے فیصلہ کی اطلاع نہ ہو کہ وہاں کی رؤیت تسلیم کرنے سے آپ کے یہاں مہینہ کبھی ۲۸ر یا ۳۱ر کا ہونا لازم آجاتا ہو ، جیسا کہ سعودیہ عربیہ میں اکثر وبیشتر رؤیت کا ہمارے یہاں کے مہینہ کی ۲۸ر تاریخ میں بھی ہوجاتا ہے اور اس کی اطلاع ہمارے یہاں بطریق استفاضہ آجاتی ہے؛ لیکن ہم اس کو اس لئے تسلیم نہیں کرتے کہ سعودیہ عربیہ کا مطلع اور ہمارے یہاں کا مطلع ایک نہیں ہے؛ بلکہ مسافت بعیدہ ہونے کی وجہ سے دوالگ الگ مطلع ہیں اور اس کے برخلاف ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کا مطلع ایک ہے؛ اس لئے ان تینوں ممالک میں سے قاضی یا ہلال کمیٹی کے فیصلہ کی اطلاع طریق موجب اور استفاضہ کے ساتھ ہمارے یہاں آجائے گی تو اس پر عمل کرنا لازم ہوجائے گا۔

اس کو علاؤ الدین کاسانیؒ نے ''بدائع الصنائع'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

''ہذا إذا کانت المسافۃ بین البلدتین قریبۃ لاتختلف فیہا المطالع، فأما إذا کانت بعیدۃ، فلا یلزم أحد البلدین حکم الآخر؛ لأن مطالع البلاد عند المسافۃ الفاحشۃ تختلف، فیعتبر في أہل کل بلد مطالع بلدہم دون البلد الآخر'' (بدائع الصنائع بیروت ۲/ ۵۷۹، کراچی ۲/ ۸۳)۔

اسی کو علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ نے ''منحۃ الخالق'' میں ان الفاظ سے نقل کیا ہے:

''إنہ لیس بین تلک البلاد بعد کثیر بحیث تختلف بہ المطالع لکن ظاہر الإطلاق یقتضی لزوم عامۃ البلاد ما ثبت عند بلدۃ أخری، فکل من استفاض عندہم خبر تلک البلدۃ یلزمہم اتباع أہلہا، ویدل علیہ قولہ: فیلزمہم أہل المشرق برؤیۃ أہل المغرب'' (منحۃ الخالق کوئٹہ ۲/ ۲۷۰، زکریا ۲/ ۴۷۱)۔

شمالی ہند کا فیصلہ جنوبی یا مشرقی ہند کے حق میں:

اگر شمالی ہند میں رؤیت کا شرعی فیصلہ ہوچکا ہے، تو جنوبی ومشرقی ہند میں اس فیصلہ پر عمل کیا جاسکتا ہے یانہیں؟ تو اس سلسلے میں ہمارے سامنے پانچ شکلیں ہیں:

شکل (۱): شمالی ہند میں رؤیت عامہ ہوئی اور پورے ہندوستان میں جنوب سے شمال تک اور مشرق سے مغرب تک ہر جگہ مطلع صاف تھا؛ لیکن جنوبی اور مشرقی ہند

میں رؤیت نہیں ہوئی اور شمالی ہند کی رؤیت عامہ کی خبر یا شمالی ہند کے قاضی شرعی یا شرعی ہلال کمیٹی کے شرعی فیصلہ کی جنوبی یا مشرقی ہند میں شہادت دی گئی، یا اس فیصلہ کی خبر بطریق استفاضہ پہنچ گئی ہے، تو ایسی صورت میں جنوبی اور شمالی ہند میں بھی اس رؤیت پر عمل کرنا لازم ہوجائے گا۔ اسی کو حضرات فقہاء نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

''إنہ لیس بین تلک البلاد بعد کثیر بحیث تختلف بہ المطالع لکن ظاہر الإطلاق یقتضی لزوم عامۃ البلاد ما ثبت عند بلدۃ أخری، فکل من استفاض عندہم خبر تلک البلدۃ یلزمہم اتباع أہلہا، ویدل علیہ قولہ: فیلزمہم أہل المشرق برؤیۃ أہل المغرب'' (منحۃ الخالق کوئٹہ ۲/ ۲۷۰، زکریا ۲/ ۴۷۱)۔

شکل (۲): شمالی ہند میں رؤیت عامہ ہوئی اور سب جگہ مطلع صاف تھا، مگر اس کی اطلاع جنوبی اور مشرقی ہند میں طریق موجب سے نہیں پہنچی، بلکہ ایک آدھ ریڈیو یا ٹیلی ویژن یا ایک آدھ ٹیلیفون یا فیکس سے پہنچی ہے، تو ایسی صورت میں جنوبی اور مشرقی ہند میں جب کہ مطلع صاف تھا، اس پر عمل کرنا جائز نہ ہوگا (محمودیہ ۱۱/۸۴)۔

شکل (۳): شمالی ہند میں رؤیت کا فیصلہ ہوچکا ہے اور جنوبی ومشرقی ہند میں مطلع صاف نہ تھا؛ بلکہ ابر آلود تھا، تو ایسی صورت میں ایک آدھ ریڈیو یا اخبار یا ایک آدھ ٹیلیفون یا فیکس وغیرہ کی اطلاع پر جنوبی ہند میں عمومی فیصلہ کرنا جائز نہ ہوگا؛ بلکہ خبر مستفیض لازم ہوگی، ہاں البتہ اگر کسی کو اس اطلاع پر ظن غالب پیدا ہوجائے تو شخصی طور پر عمل کرنا جائز ہے (مستفاد: فتاوی رشیدیہ ۴۵۱-۴۵۰)۔

''ویجوز إخبار رجل عدل عن رجل عدل کما فی روایۃ الأخبار۔ والعدد لیس بشرط في الإخبار إلا أنہ إخبار في الدین، فیشترط فیہ الإسلام والعقل والبلوغ والعدالۃ، کما في روایۃ الاخبار'' (بدائع الصنائع بیروت ۲/۵۷۶، کوئٹہ ۲/ ۸۱)۔

شکل (۴): مطلع ہرجگہ صاف نہ تھا، پورے ہندوستان میں ابرآلود رہا اور اسی حالت میں شمالی ہند میں طریق موجب سے رؤیت کا ثبوت ہونے کی بنا پر قاضی شرعی یا مرکزی ہلال کمیٹی نے رؤیت کا شرعی فیصلہ دے دیا ہے اور اس فیصلہ کی اطلاع جنوبی اور مشرقی ہند میں طریق موجب اور استفاضہ کے ساتھ پہنچتی ہے، توجنوبی اور مشرقی ہند میں بھی اس فیصلہ پر عمل کرنا لازم ہوجائے گا (مستفاد: کفایت المفتی ۴/ ۲۰۰)۔

اس کو حضرات فقہاء نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

''ولو شہدوا أن قاضي بلد قضی شہد عندہ اثنان برویۃ الہلال في لیلۃ کذا، وقضی بشہادتہما جاز بہذا القاضي أن یحکم بشہادتہما؛ لأن قضاء القاضي حجۃ، وقد شہدوا بہ'' (البحرالرائق ۲/ ۲۷۰، فتح القدیر ۲/ ۲۴۳، کوئٹہ، ہندیہ کوئٹہ ۱/ ۱۹۹، مجمع الأنہر ۱/۳۵۲)۔

’’قال شمس الأئمۃ الحلواني: الصحیح من مذہب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فیما بین أہل بلدۃ الأخری یلزمہم حکم ہذہ البلدۃ‘‘ (شامي زکریا ۳/ ۳۵۹، منحۃ الخالق ۲/ ۲۷۰، مجمع الأنہر بیروت ۱/ ۳۵۲، تاتارخانیۃ ۲/۲۵۵)۔

شکل (۵): شمالی ہند میں رؤیت کا شرعی ثبوت ہونے کی وجہ سے قاضی شرعی یا شرعی ہلال کمیٹی نے یہ فیصلہ دے دیا ہے کہ کل عید ہے؛ لیکن جنوبی اور مشرقی ہند میں مطلع صاف تھا اور شمالی ہند کے اس فیصلہ کی خبر جنوبی اور مشرقی ہند میں بطریق استفاضہ پہنچ جائے، یا شمالی ہند سے با شرع لوگوں نے وہاں جاکر اس فیصلہ کی شرعی شہادت دی ہے، تو ایسی صورت میں جنوبی اور مشرقی ہند میں شمالی ہند کے فیصلہ پر عمل کرنا جائز ہوجائے گا؛ اس لئے کہ پورا ہندوستان ایک ہی مطلع کے دائرہ میں شامل ہے اور ایک ہی مطلع کے لوگوں کے بارے میں آقائے نامدار علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

’’صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ‘‘ (بخاري شریف ۱/ ۲۵۶، حدیث: ۱۸۷۱)۔

اس حدیث کے ذیل میں علامہ شوکانیؒ نے ’’نیل الاوطار ‘‘ میں محدثین کی یہ تشریح نقل فرمائی ہے، جو ذیل میں درج کی جارہی ہے:

’’إنہ لایلزم أہل بلد رویۃ غیرہ إلا أن یثبت ذلک عند الإمام الأعظم، فیلزم الناس کلہم؛ لأن البلاد في حقہم کالبلد الواحد إذ حکمہ نافذ في الجمیع‘‘ (نیل الأوطار ۴/ ۷۸)۔

* * *

رؤیت ہلال، اختلاف مطالع، حقائق اور احکام

مفتی اقبال احمد قاسمی•

(۱) شریعت میں بہت سے احکام کا دارومدار چاند کی رویت پر رکھاگیا ہے، مہینہ کی ابتداء میں جہاں چاند نظر آتا ہے اسے مطلع کہتے ہیں جسکی جمع مطالع ہے، یعنی طلوع یا ظہور کی جگہ، جیسا کہ سورج کا مطلع وہ ہوتا ہے جس طرف سے سورج طلوع ہوتا ہے، یعنی '' مشرق '' اسی طرح چاند کا مطلع وہ مغرب کی سمت ہوتی ہے جس طرف چاند نظر آتا ہے۔ ''قال اللہ تعالیٰ: حتی إذابلغ مطلع الشمس'' (کہف: ۹۰)۔

''الموسوعۃ الفقہیہ'' میں ہے:

''المطالع فی اللغۃ جمع مطلع (بفتح اللام وکسرہا) وھو موضع الطلوع أو الظہور، ومن ذلک قولہ تعالی حتی إذا بلغ مطلع الشمس أی منتہی الأرض المعمورۃ من جھۃ الشرق ولایخرج المعنی الاصطلاحی عن المعنی اللغوی وھو موضع الطلوع أوالظہور، ویقصد بہ ھنا موضع طلوع الہلال من الغرب'' (الموسوعۃ الفقہیہ۳۸، ۱۱۰کویتیہ)۔

مطالع کا اختلاف:

اسلامی کلینڈر میں مہینہ کا آغاز نئے چاند کی رویت حقیقی یا حکمی سے وابستہ ہے، چونکہ کسی بھی مہینہ کی ۲۹تاریخ کوہر ہر مطلع پر چاند کی رویت عامہ عام طورپر نہیں ہوتی، یعنی تمام مقامات کے مطالع پر چاند نظر نہیں آتا بعض مطلع پر نظر آیا بعض جگہ نظر نہیں آیا اسی کا نام اختلافِ مطالع ہے اب یہاں سوال یہ ہوتا ہے کہ ایک مطلع کی رویت کا دائرہ کس حد تک وسیع ہوگا اورایک مطلع کی رویت سے کتنی دوری تک اسی رویت کا اعتبار ہوگا یعنی مطلع کے حدود کا پیمانہ کیا ہوگا؟ یہ ایک معرکۃ الآراء بحث ہے۔

''إن اختلافات المطالع تعبیر فقہی یراد بہ عندالفقہاء:

ظہور القمر ورؤیتہ، فی أول الشہر بین بلد وبلد حیث یراہ أہل بلد مثلاًبینما الاٰخرون، لایرونہ فتختلف مطالع الہلال... تثار مسألۃ اختلاف المطالع دائماعندما یثور القول باعتبار روۃ بعض البلاد روۃ لجمیعہا علی سبیل الإلزام'' (الموسوعۃ الفقہیہ۲۸، ۱۱۰)۔

غرضیکہ مطالع کا اختلاف ایک واقعاتی چیز ہے اور حضرات فقہا بھی اس سے بے خبر نہیں ہیں، اور فقہاء کے درمیان اس مسئلہ میں جو اختلاف ہے وہ اس واقعاتی شئی کے بارے میں نہیں ، بلکہ اس میں اختلاف ہے کہ اس اختلاف مطالع کا اعتبار بھی ہے یا نہیں

• صدر مدرس ومفتی مدرسہ مظہر العلوم، کانپور، یوپی۔

چنانچہ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے:

''اعلم أن نفس اختلاف المطالع لانزاع فیہ بمعنی أنہ قد یکون بین البلدتین بعد بحیث یطلع الہلال لیلۃ کذا فی البلد تین دون الأخری إلی أن قال، أو إنما الخلاف فی اعتبار اختلاف المطالع الخ'' (ردالمحتار للشامی ۳۹۳،۲)۔

اختلاف ِمطالع ایک امر واقعی ہے اسکی شہادت اس سے بھی فراہم ہوتی ہے کہ دنیا میں بعض خطے ایسے ہیں کہ جہاں چھ مہینے رات اور چھ مہینے دن ہوتے ہیں اسی طرح بعض علاقے ایسے ہیں کہ جب وہاں رات ہوتی ہے تو عین اس وقت دوسری جگہ دن یا مثلاً ایک ملک میں عشاء کا وقت ہے تواس وقت دوسرے ملک میں ظہر کا وقت ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ فی نفسہ اختلاف مطالع قدرتی چیز ہے۔ البتہ رویت ہلال کے تعلق سے یہاں دواہم بحثیں پیدا ہوتی ہے ایک یہ کہ اختلاف مطالع معتبر ہے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ اگر معتبر ہے تواسکے حدود کیا ہیں؟

اختلاف مطالع کا اعتبار و عدم اعتبار:

اب رہی یہ بحث کہ رویت ہلال کے سلسلے میں اختلاف مطالع کا اعتبا رہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں زمانہ قدیم سے اختلاف پایا جاتا ہے، جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں تین قسم کی آراء ہیں۔

ایک جماعت:اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار کرتی ہے بلا د قریبہ میں بھی اور بلاد بعیدہ میں بھی ابن حجر عسقلانیؒ نے بحوالہ ابن المنذر اس قول کو عکرمہ ، قاسم بن محمد، سالم بن عبداللہ، واسحاق بن راہویہ کی طرف منسوب کیا ہے اور فرمایا کہ امام ترمذی نے اہل علم سے صرف اسی قول کو نقل کیا ہے اورماوردی نے شافعیہ کا ایک قول یہی بیان کیا ہے (فتح الباری ۱۲۳،۴، شرح المہذب ۲۷۳،۶)۔

دوسرا قول: اس کے بالمقابل یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں ہے نہ بلاد قریبہ میں نہ بلاد بعیدہ میں، لہذا ایک شہر میں رؤیت ہوجائے تو بطریق موجب جس شہر علاقے میں بھی یہ خبر پہنچے ، وہاں کے لوگوں پررؤیت کا اعتبار کرنا لازم ہوجائے گا، ائمہ ثلاثہ ابوحنیفہؒ احمدؒ ومالکؒ کی طرف یہ قول منسوب ہے (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۱، ۵۵۰)۔ اوریہی احناف کی ظاہر الروایہ ہے اوریہی مفتی بہ قول رہا ہے (درمختار مع الشامی ۱۰۴،۲)۔

تیسرا قول: اس سلسلے میں یہ ہے کہ بلاد قریبہ میں اختلاف مطالع معتبر نہیں اور بلاد بعیدہ میں معتبر ہے ، لہذا ایک جگہ کی رویت اس جگہ سے قریب علاقوں میں مانی جائے گی اور اس سے بعید علاقوں میں نہیں مانی جائے گی۔ شافعیہ میں سے اکثر نے اسی قول کو اختیار کیا ہے (الفقہ علی المذاہب ۵۵۰،۱، فتح الباری ۱۲۳،۴)۔

ہمارے علماء احناف میں سے بھی بہت سے حضرات نے اسی تیسرے قول کو راجح

قرار دیا ہے ، جیسا کہ علامہ عبدالحئی لکھنویؒ نے علامہ طحاوی، قدوری، صاحب '' فتاوی تاتار خانیہ '' علامہ عالم بن علاء صاحب '' ہدایہ '' علامہ زیلعی اوردیگر فقہاء کی عبارات سے واضح کیا ہے اور خود علامہ عبدالحئی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

واصح المذاہب عقلا و نقلاہمیں است کہ ہر دوبلدہ کہ فیما بین آنہا مسافتے باشد کہ دراں اختلاف مطالع میشود وتقدیر مسافت یک ماہ دریں صورت حکم رؤیت یک بلدہ ببلدہ دیگر نخواہد شد ، ودر بلاد متقاربہ کہ مسافت کہ از یک ماہ داشتہ باشند حکم رؤیت یک بلدہ ببلدہ دیگر خواہد شد (مجموعہ فتاوی عبدالحئی ۲، ۱۳۴۔۱۳۵)۔

نیز زمانہ قریب کے علماء میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری بھی اس کے قائل تھے(العرف الشذی۱، ۲۰۳) وکما حکاہ العلامہ البنوریؒ فی معارف السنن ص: ۳۳۔ اورخود مولانا بنوری بھی اس کے قائل تھے اسی طر ح علامہ شبیر احمد عثمانی نے '' فتح الملہم '' ۱۱۳،۳ میں اسی کو اختیار کیا ہے اور مولانا مفتی محمد شفیع علیہ الرحمہ بھی اسی کو راجح قرار دیتے ہیں (رؤیت ہلال،۴۸)۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع اپنے رسالہ '' رؤیت ہلال'' میں فرماتے ہیں:

آج تو ہوائی جہاز نے ساری دنیا کے مشرق و مغرب کو ایک کرڈالا ہے ایک جگہ کی شہادت دوسری جگہ پہنچنا قضیہ نہیں ، بلکہ روز مرہ کا واقعہ بن گیا ہے اوراس کے نتیجے میں اگر مشرق کی شہادت مغرب میں اور مغرب کی شہادت مشرق میں حجت مانی جائے تو کسی جگہ مہینہ اٹھائیس دن کا اور کسی جگہ اکتیس دن کا ہونا لازم آجائے گا، اس لئے ایسے بلاد بعیدہ میں جہاں مہینہ کے دنوں میں کمی بیشی کا امکان ہو اختلاف مطالع کا اعتبار کرنا ہی ناگزیر اور مسلک حنفیہ کے عین مطابق ہوگا (رویت ہلال: ۴۸)۔

نیز ایک اہم نکتہ اس سلسلہ میں مولانا یوسف بنوری نے بھی لکھا ہے: وہ یہ ہے کہ:

''ائمہ کرام کے زمانہ میں جونظام مواصلات تھا اس کے اعتبار سے یہ ممکن نہ تھا کہ ایک ماہ کے اندر اندر کوئی شخص اتنا طویل مسافت طے کرلے جس میں مطلع ہلال مختلف ہوجائے، پس کوئی شخص ایک جگہ چاند دیکھ کر کسی دوسری ایسی جگہ نہیں پہنچ سکتا تھا جہاں کا مطلع پہلی جگہ سے مختلف ہوجائے، اس لحاظ سے ائمہ نے فرمایا کہ ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ بھی معتبر ہے اورمطالع کے اختلاف کا اعتبار نہیں (معارف السنن ۳۸۸،۵ ۔ ۳۳۹)۔

حاصل یہ ہے کہ اس زمانے میں بھی اگر نظام مواصلات نے وہ ترقی کرلی ہو تی جو اب ہے تووہ فقہاء بھی یہی کہتے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار ہے، لہذا اسی پر اعتماد ہونا چاہئے۔

مطالع کے حدود:

اب اہم مسئلہ یہاں یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کئے جانے کی صورت میں اس کی حدود کیا ہونگے؟ حافظ ابن حجرؒ نے اس سلسلے میں علماء کے پانچ اقوال نقل کئے ہیں۔

۱۔ ''أحدهما:اختلاف المطالع قطع به العراقيون والصيدلانی وصححه النووی فی الروضية وشرح المذهب'' (شرح المہذب۶؍۲۷۳)۔

۲۔ ''ثانيها:مسافة القصر قطع بها الإمام والبغوی وصححه الرافعی فی الصغير، والنووی فی شرح مسلم، وبهذا قال الفورانی، وإمام الحرمين، والغزالی والبغوی وآخرون من الخراسانيين، وضعفه النووی'' (شرح المہذب ۶؍۲۷۳) ۔

۳۔ ''ثالثها: اختلاف الأقاليم ، وبهذا قال الصيمری وآخرون''

۴۔ ''رابعها: حكاه السرخسی، فقال: يلزم كل بلدلا يتصور خفاؤه عنهم بلاعارض دون غيرهم''

۵۔ ''خامسها: قول ابن الماجشون المتقدم قال ابن الماجشون : لايلزم الشهادة إلا لأہل البلد تثبت فيه الشهادة، إلا أن عند الإمام الأعظم فيلزم الناس كلهم'' (فتح الباری ۴؍۱۵۵)۔

علامہ شوکانی نے چھٹے قول کا اضافہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

۶۔ ''سادسها:أنه لايلزم إذا اختلف الجهتان ارتفاعاً وانحداراً، كان يوكن أحدهما سهلا والأخر جبلا، أو كان بلدفی إقليم'' (نیل الاوطار)۔

اس کے علاوہ بھی اقوال ملتے ہیں علامہ شامی نے قہستانی کے حوالہ سے ایک ماہ کی مسافت نقل کیا ہے:

۷۔ ''وذكر القهستانی عن الجواہر تحديده بمسيرة شهر فصاعدا اعتبارًا لقصة سليمان عليه السلام قال:فإنه قد انتقل كل غدوورواح من إقليم إلى إقليم، وبين كل من مسيرة شهر انتہی''(رسائل ابن عابدین ۱؍۲۵۰، قال تعالی : غدوّ ہا شہرورواحہا شہر، ایک ماہ کی مسافت چار سو اسی کیلومیٹر ہے (قضایا معاصرہ، ۴۹۵-۷۲ میل برابر ۱۱۵۸۴۸ کلو میٹر (المعجم الوسیط مادہ میل وفرسخ)۔

۸۔ ۲۴؍فرسخ کی مسافت معیار ہے ایک فرسخ تین شرعی میل کا ہوتا ہے، ایک شرعی میل چار ہزار ذراع کا ہوتا ہے ، علامہ شامی نے اسی کو ترجیح دی ہے:

''وقد نبه التاج التبريزی على أن اختلاف المطالع لايمكن فی أقل من أربعة وعشرين فرسخاً''

وأفتی به الوالد، والأوجه أنه تحديدة (رسائل ابن عابدین ۱؍۲۵۰)۔

۹۔ بعض نے مبتلی بہ کی طرف محمول کیا ہے، جیسا کہ محدث یوسف بنوریؒ لکھتے ہیں: ۔

''وحد البعد مفوض إلى رأی المبتلی به، وليس له حد معين'' (معارف السنن ۵؍۳۳۷)۔

۱۰۔ بعض علماء نے ایک دن کے فرق کواختلاف مطالع کا معیار قرار دیا ہے ،

علامہ شبیر احمد عثمانی نے ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے:''ینبغی أن یعتبر اختلافہا إن لزم التفاوت بین البلدین بأکثر من یوم واحد'' (فتح الملہم ۳،۱۱۳، باب بیان ان لکل بلد رویتہم)۔

ترجیح الراجح:

مذکورہ بالا اقوال میں سے آخری قول، یعنی دسواں قول ہی قول آخر معلوم ہوتا ہے اور یہ قول نص سے قریب تر ہے، کیونکہ حدیث میں ۲۹،۳۰ روز کے مہینہ ہونے کی تصریح ہے لہذا اگر کسی کی شہادت سے مہینہ ۲۸،یا ۳۱،کا لازم آئے تو اسکو مطلع کے اختلاف پر محمول کرنا ضرور ی ہوگا چنانچہ مفتی محمد شفیع صاحب نے اسی کو ترجیح دی فرماتے ہیں:

''جن بلاد میں اتنا فاصلہ ہوکہ ایک جگہ کی رویت کا دوسری جگہ اعتبار کرنے سے مہینہ کے دن اٹھائیس رہ جائیں یا اکتیس ہوجائیں، وہاں اختلاف مطلع کا اعتبار کیا جائے گا اورجہاں اتنا فاصلہ نہ ہو وہاں نظر انداز کردیاجائے گا (رویت ہلال : ۴۸)۔

''مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے اجلاس منعقدہ ۳،۴،مئی ۲۰۱۷ء ؁ کی تجویز میں بھی اسی قول کو راجح قرار دیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں :

''محققین احناف اورعلماء امت کی تصریحات اوران کے دلائل کی روشنی میں مجلس کی متفقہ رائے ہے کہ بلاد بعیدہ میناس باب میں بھی اختلاف مطلع معتبر ہے۔

۱۔ بلاد بعیدہ سے مراد یہ ہے کہ باہم اس قدر دوری واقع ہو کہ عادتاان کی رؤیت میں ایک دن کا فرق ہوتا ہے، ایک شہر میں ایک دن پہلے چاند نظر آتا ہے اوردوسرے میں ایک دن کے بعد ، ان بلاد بعیدہ میں اگر ایک کی رؤیت دوسرے کے لئے لازم کردی جائے تو مہینہ کسی جگہ ۲۸ دن کا رہ جائے گااورکسی جگہ ۳۱ دن کا قرار دیا جائے گا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے اس قول کی تائید ہوتی ہے۔

۲۔ بلاد قریبہ وہ شہر ہیں جن کی رؤیت میں عادتاً ایک دن کا فرق نہیں پڑتا، فقہاء ایک ماہ کی مسافت کی دوری کو جو تقریبا ۵۰۰ یا ۶۰۰ میل ہوتا ہے، بلاد بعیدہ قرار دیتے ہیں اوراس سے کم کو بلاد قریبہ ، مجلس اس سلسلہ میں ایک ایسے چارٹ کی ضرورت سمجھتی ہے جس سے معلوم ہوجائے کہ کتنی مسافت پر مطلع بدلتا ہے اورکن کن ملکوں کا مطلع ایک ہے (جدید فقہی مسائل ۲، ۴۵، رویت ہلال کا مسئلہ ۱۱۔۱۲)۔

(ب) و (ج) بر صغیر ہندو پاک وبنگلہ دیش کا مطلع، اوران کے ساحلی علاقوں کے مطلع کا حکم :

ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش وغیرہ کا مطلع مختلف ہونے کے باوجود ایک ہی حکم رکھتا ہے، خواہ ان میں سے بعض ملکوں کے بلندی کی سطح مختلف ہے، کیونکہ مقام بلند پر اگر رؤیت ہلال کا ثبوت ہوجائے تو پست سطح ارض کے باشندوں کے لئے وہ رؤیت لازم ہوتی ہے، چنانچہ فتاوی ہندیہ درمختار وغیرہ میں بصراحت لکھا ہے کہ شہر کے باہر

سے اگر کوئی شخص ثبوت رؤیت ہلال کی شہادت دے تو قابل قبول ہوگی اوراسی طرح کوئی شخص مقام بلند سے آکر ثبوت رؤیت کی شہادت دے تووہ بھی قابل قبول ہوگی عبارت ملاحظہ ہو۔ '' وذکر الطحاوی أن تقبل شہادۃ الواحد إذا جاء من خارج المصر، وکذا إذا کان علی مکان مرتفع'' مذکورہ عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ مقام بلند پر ثبوت رؤیت نیچے والوں کے لئے لازم ہوگی تو ان ممالک میں بلندی کی سطح گرچہ کافی مختلف ہے اور مطالع گرچہ بالفرض مختلف ہیں لیکن بایں ہمہ ان میں کسی ملک میں ثبوت رؤیت ہلال دوسرے ملک والوں کے لئے لازم ہوگی بشرطیکہ ثبوت رؤیت ہلال کی بطریق موجب موصول ہو یہ شبہ ہوسکتاتھا کہ ان ممالک کے درمیان کافی دوری ہے، اس لئے اختلا ف مطالع معتبر ہونا چاہئے تو عرض ہے کہ یہ سب ممالک ایک دوسرے کے پڑوسی کہلاتے ہیں اور ان کے درمیان اتنا فاصلہ نہیں کہ ان کے درمیان طلوع وغروب آفتاب سے ایک دن کا فرق پیدا ہوجائے بلکہ مشرق ومغرب کے اعتبار سے طلوع و غروب شمس میں زیادہ سے زیادہ ایک یاد وگھنٹہ کا فرق ہوتا ہے اوراتنے فرق کی وجہ سے جواختلاف مطالع ہلال ہوگا اس کا شرعی نقطۂ نگاہ سے کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ نیز اکابر امت کا فتوی اورفیصلہ بھی یہ ہے کہ ان پڑوسی ملکوں میں مطالع کا اختلاف اس قدر نہیں ہے کہ جس کا اعتبار کیا جائے، چنانچہ مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ کے زیر اہتمام ۳،۴،۱۹۶۷ء کو ملک کے مقتدر علماء اورمختلف مکاتب فکر کے اکابر نے رؤیت ہلال کے متعلق متفقہ طورپر چند فیصلے فرمائے تھے اس میں سے ایک فیصلہ بعینہ پیش خدمت ہے:

''ہندوستان وپاکستان کے بیشتر حصوں اوربعض قریبی ملکوں، مثلاً نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہے، علماء ہندو پاک کا ہمیشہ عمل اسی پر رہا ہے اور غالبا تجربہ سے بھی یہی ثابت ہے ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بعد مسافت نہیں کہ مہینہ میں ایک دن کا فرق پڑتا ہو اس بنیاد پر ان دونوں ملکوں میں جہاں بھی چاند دیکھا جائے شرعی ثبوت کے بعد اس کا ماننا دونوں ملکوں کے تمام اہل شہر پر لازم ہوگا'' (رویت ہلال)۔

ساحلی علاقوں کی رویت کا مسئلہ:

سوال میں جن ساحلی علاقوں کا تذکرہ ہے کہ وہ ساحلی سمندر پر دور تک آباد ہیں اور بسا اوقات ساحلی پٹیوں پر آباد علاقے (جیسے کیرالہ) اسی طرح پاکستان کے بعض مغربی حصوں میں پہلے رویت ہوجاتی ہے، جبکہ ہندوپاک کے اکثر علاقوں میں رویت نہیں ہوتی ایسی صورت میں مطلع کا اتحاد ماننا مشکل ہوتا ہے اور رویت ہلال کمیٹیوں یا قاضی کے لئے یہ شش و پنج کا مرحلہ ہوتا ہے آج سے کافی پہلے اس مسئلہ پر امارات شرعیہ بہار و اڑیسہ نے غور وخوض کیا تھااور بالآخر مجلس نے یہ فیصلہ کیا کہ

''عام طورپر غیر منقسم ہندوستان کا مطلع ایک ہے، البتہ ایسا ہوسکتا ہے کہ ہندوستان یا پاکستان کے بعض آخری کناروں کے شہر ایسے ہوں جووسطی اورمرکزی

ہندوستان کے بجائے دیگر ممالک سے اس قدر قریب ہوں کہ عادۃ وہاں کی رؤیت ان دوسرے ممالک کے مطابق ہوتی ہو۔ مثلا کیرلا کے ساحلی علاقوں کی دوسرے قریبی علاقوں کے ساتھ قربت یا پاکستان کے بعض سرحدی علاقوں کی ایران یا افغانستان سے قربت ایسی صورت میں دور دراز کے صرف ایسے شہروں میں رؤیت ہو اور اندرون ملک کہیں بھی رؤیت نہیں ہوتی ہوتو قاضی اوردیگر ذمہ دار علماء کو احتیاط اور تیقظ کے ساتھ فیصلہ کرنا ہوگا '' (تجاویز رؤیت ہلال منعقدہ مجلس ۱۹۹۳ء)۔

ایسی صورت میں فیصلہ کرتے وقت دیگر مقامات کی رویت کا بھی لحاظ رکھنا ہوگا اور رویت کی تسلیم سے مہینہ ۲۸، یا ۳۱ کا لازم نہ آئے یہ توبہر حال شرط ہے۔

(د) ایک علاقہ کے اعلان پر دوسرے علاقہ والوں کا عمل کرنا:

د۔ ہندوستان وغیرہ ممالک کے کسی خطہ میں اگر رؤیت ہلال کے ثبوت ہوجانے کی وجہ سے رؤیت کا اعلان و فیصلہ کردیاگیا، تو جس خطہ میں یہ اعلان ہوا ہے اس خطہ میں قاضی یا حاکم کے حدود و لایت تک وہ اعلان موجب عمل ہے، لیکن حدود ولایت سے باہر دوسرے خطوں مینوہ اعلان موجب عمل نہیں ہے، اور نہ دوسرے خطے کے قاضی کے لئے اس اعلان کی بنیاد پر رؤیت کا اعلان کرنا جائز ہے، جب تک کہ اس کے نزدیک طریق موجب سے رؤیت کا ثبوت نہ ہوجائے اور وہ طریق موجب جن سے باہر سے آنے والی رؤیت ہلال کی خبر کو معتبر تسلیم کیا جاتا ہے، چار ہیں اور وہ یہ ہیں: (۱) شہادۃ بالرؤیہ، (۲) شہادۃ علی الشہادۃ بالرؤیہ (۳) شہادۃ علی الحاکم والقاضی(۴) استفاضۂ خبر من جہات شتی (کما فی امداد الفتاوی۲،۹۹، ۱۱۱، معارف السنن ۵، ۳۳۵)۔

اس لئے ہندوستان وغیرہ ممالک کے جن خطوں میں چاند نہ دیکھا گیا ہو وہاں کے لوگوں کو چاہئے کہ دوسری جگہوں سے آنے والی رؤیت کی خبروں پر عمل کرنے کے بجائے اپنے علاقے کے ہلال کمیٹی کے فیصلہ کا انتظار کریں اوراس کے مطابق عمل کریں۔

(۲) فلکیاتی حساب سے رؤیت کاثبوت:

(۲) الف: رویت کے لئے فلکیاتی حساب سے استمداد :

یہ حقیقت ہے کہ شریعت نے علم ہیئت ونجوم اور فلکیاتی تحقیقات کے تکلف میں پڑنے کے بجائے رؤیت ہلال کو معیار قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: ''فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ'' (بقرہ: ۱۸۵)۔

اور حدیث پاک میں ہے:

''صوموا الرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ، فإن غم علیکم فأکملوا عدۃ شعبان ثلاثین'' (ابن ماجہ، ص: ۵۳۰)۔

فقہاء لکھتے ہیں:

''ولایثبت الہلال بقول منجم أی حاسب یحسب سیر القمر لافی حق نفسہ ولاغیرہ، لأن الشارع أنا ط الصوم والفطر والحج برؤیۃ الہلال لابوجودہ إن فرض صحۃ قولہ فالعمل بالمراد الفلکیۃ وإن کانت صحیحۃ لا تجوز''(الفقہ الاسلامی وادلتہ ، ۶۰۰)۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رابطۂ عالم اسلامی کی ایک تجویز یہاں نقل کردی جائے جس میں بچشم رؤیت ہلال کو ترجیح دی گئی ہے اور فلکیاتی حساب کا اعتبار نہ کرنا طے پایا ہے۔

''فإن للمسلمین فی تلک المناطق و مشابہما أن یأخذوا بمن یتقون بہ من البلاد الإسلامیۃ التی تعمد علی الرؤیۃ البصریۃ الہلال دون الحساب بأی شکل من الأشکال (قرارات مجلس المجمع الفقہ الاسلامی ۶۶ط۱۴۱۰ھ)۔

البتہ فلکیاتی حساب سے اس حد تک مدد لی جاسکتی ہے کہ فلکیاتی تحقیق سے جس روز رؤیت ہلال کا امکان نہ ہو اس روز شہادت قبول کرنے میں کافی تحقیق و جستجو اور ناقابل تردید تعداد کی گواہی ناگزیر ہوگی اورجس روز رؤیت ہلال کاا مکان ہے اس دن زیادہ تحقیق کی ضرورت نہیں ہے ، بلکہ معمولی خبر پر بھی اعتماد کیا جاسکتا ہے، کیونکہ رؤیت ہلال میں اصل قاضی کے قلب کو اطمینان حاصل ہونا ہے : چنانچہ مشہور شارح حدیث ابن بطال تحریر فرماتے ہیں: ''إنما المعول علی رؤیۃ الہلال، وإنما لنا أن ننظر فی علم الحساب، مایکون عیانا أو کالعیان'' (عمدۃ القاری ۵، ۱۰،۱۹۹)۔

لیکن فلکیات سے استمداد کے جواز کے باوجود عافیت اس میں ہے کہ جس طرح اعتماد ممنوع ہے اسی طرح استمداد سے بھی گریز کیا جائے کیونکہ ابتدائی طورپر تعاون لینے کی اجازت مرور ایام کے بعد فلکیاتی حساب پر عوام کا کلی اعتماد اور رویتِ ہلال کے فریضہ کے ترک کی جانب مفضی ہوسکتی ہے۔ نیز جب فلکیاتی حساب سے استعانت کوجائز قرار دیدیا جائے تو لوگ ۲۹،تاریخ کی شام اور ۳۰ تاریخ کو چاند تلاش کرنے کے بجائے حساب کو تلاش کرنے لگینگے اور جب معلوم ہوجائے گا کہ آج افق پر چاند کی بصر ی رویت کا امکان نہیں ہے تو لوگ چاند تلاش کرنا جو فرض کفایہ تھا بالکل چھوڑ دینگے کہ جب رویت بصری کا امکان نہیں تو تلاش کرنا فضول ہے۔ تواس طرح امت ایک فرض کفایہ کو اجتماعی طورپر تر ک کردے گی۔ ''یفترض علی المسلمین فرض کفایۃ أن یلتمسو الہلال'' (الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ص: ۵۵۱)۔

اس لئے سدا للباب فلکیات سے مدد لینے کی پذیرائی نہ ہونی چاہئے۔

(۲) (ب) فلکیاتی حساب اور شہادت میں تعارض کے وقت ترجیح کا مسئلہ:

چونکہ رویت ہلال کے معاملہ میں آلاتِ رصدیہ اور فلکیاتی حساب پر مدار رکھنا یا اعتماد کرنا جائز نہیں اوران حسابات ریاضیہ فلکیہ کا ناقابل اعتبار ہونا تقریبا ایک اجماعی مسئلہ ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں۔

''(قولہ لاعبرۃ بقول الموقتین) أی فی وجوب الصوم علی الناس، بل فی المعراج لایعتبر قولہم بالإجماع ولایجوز للمنجم أن یعمل بحساب نفسہ وفی النہر:فلایلزم بقول الموقتین انہ ای الہلال یکون فی السماء لیلۃ کذا وإن کانوا عدو لافی الصحیح کما فی الإیضاح''(شامی ۲،۲۰۰)۔

لہٰذا اگر فلکیاتی حساب سے کسی جگہ چاند کی رویت کی ۲۹،تاریخ کو امکان نہ ہو اور شہادت شرعیہ سے اس روز رؤیت ثابت ہوجائے تو شہادات پر ہی عمل ہوگا۔ محض فلکیاتی تحقیق و حساب کی وجہ سے شہادت رد نہیں کی جاسکتی بلکہ جس طرح حسابات ریاضیہ کا اعتبار وجوبِ صوم میں نہیں کیاگیا اسی طرح اگرثقہ اور عادل گواہوں نے اس بات کی گواہی دی کہ ہم نے چاند دیکھا ہے اور حسابات ریاضیہ کے اعتبار سے اس روز رؤیت کا امکان نہیں تو اس صورت میں بھی محض حسابات ریاضیہ کی وجہ سے ان شاہدوں کی شہادت کو رد نہیں کیا جائے گا، لیکن چونکہ عام طورپر حضرات مصنفین جہاں حسابات ریاضیہ کے عدم اعتبار کو بیان فرماتے ہیں وہاں بطور مثال پہلی صورت تحریر فرماتے ہیں کہ اگر مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہیں آیا اور منجمین و اہل ہیئت یہ بتلاتے ہیں کہ چاند موجود ہے تو محض ان کی بات پر روزہ واجب نہ ہوگا۔ (بلکہ ملا علی قاریؒ کی عبارت میں تو یہاں تک ہے کہ کسی حساب داں نے محض اپنے حساب کی یاد پر بلارؤیت شرعی روزہ رکھا تو وہ گنہگار ہوگا اوراسی بنیاد پر عید الفطر منائی تو فاسق ہوگا اور افطار کو وجوبی طورپرحلال سمجھا تو کافر قرار دیا جائے گا) اس سے شاید یہ غلط فہمی ہو کہ دوسری صورت میں یعنی جب کہ حسابات ریاضیہ سے رؤیت کا عدم امکان ثابت ہوتا ہو اور شرعی شہادات رؤیت کی میسر ہوجائے تو وہ رد کر دی جائے گی حالانکہ ایسا نہیں ہے ،بلکہ علامہ شامیؒ نے جہاں علامہ سبکی شافعیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اہل حساب کے قول کا اعتبار کیا جائے گااس لئے کہ حساب قطعی خبر ہے'' وہیں انہوں نے اس کی صراحت فرمائی ہے کہ علامہ سبکی کے اس قول کی خود ان کے ہم مسلک مشائخ نے تردید فرمائی ہے اس موقع پر جو عبارات مشائخ شافعیہ کی نقل فرمائی ہے اس میں دوسری صورت کی صراحت موجود ہے اوراس میں صاف صاف لکھا ہے کہ اہل حساب کے قول کی وجہ سے شہادت رد نہیں کی جاسکتی، بلکہ شہادات پر ہی عمل ہوگا، اس لئے کہ شارع نے شہادات کو یقین کا قائم مقام قرار دیا ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے : رد المحتار علی الدر المختار ۔ ۲،۱۰۰)۔

اس بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر رصد گاہ والے یہ اعلان کریں کہ فلاں روز رؤیت ممکن نہیں اور شہادت شرعیہ سے اس روزرؤیت ثابت ہوجائے تو شہادات پر ہی عمل ہوگامحض رصد گاہ کی تحقیق و حساب کی وجہ سے شہادت رد نہیں کی جاسکتی، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس شہادت کو ماننے کی وجہ سے مہینہ ۲۹ سے کم کالازم نہ آتا ہو، اس لئے کہ اگر مہینہ ۲۹ سے کم کا لازم آتا ہے تو وہ دن محل شہادت ہی نہیں ، '' لقولہ

علیہ الصلوۃ والسلام: الشہر ھکذا وہکذا وہکذا، وعقد الإبہام فی الثالثۃ، ثم قال:الشہر ہکذا وہکذا وہکذا، یعنی تمام الثلاثین ، یعنی مرۃ تسعاً وعشرین ومرۃ ثلاثین'' (متفق علیہ)۔

(۲) (ج) مطلع کی کیفیت کے سلسلہ میں محکمۂ موسمیات سے مدد، واقفیت حاصل کرنا:

مطلع کا صاف یاگرد آلود ہونا بظاہر حسی چیز ہے، جس کا فیصلہ بہ آسانی کیا جاسکتاہے، اس کے لئے محکمۂ موسمیات کی مدد لینا یا ان سے رجوع کرنے کی چنداں ضرورت سمجھ میں نہیں آتی، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ محکمۂ موسمیات کے اندازے و تجربے عموماً صحیح ثابت ہوتے ہیں ان کی پیشین گوئیوں پر یقین نہیں تو گمان کا فائدہ ضرور حاصل ہوتا ہے، اس بنا پر محکمۂ موسمیات سے اس حد تک معلومات فراہم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ مطلع کی کیفیت دریافت کرلی جائے کہ آج مطلع صاف ہے یا گرد آلود ہے اور چاند کے کیا امکانات ہیں تاکہ تحقیق وجستجو میں اور شہادت کی تاکید و تیسیر کیلئے آسانی فراہم ہوسکے چنانچہ اگر محکمۂ موسمیات کے بموجب مطلع صاف ہو تو ظاہری کثافت کے باوجود زیادہ تحقیق سے کام لینا ہوگا اور اگر محکمۂ موسمیات کے مطابق مطلع گرد آلود ہے تواسی اعتبار سے چاند کے ثبوت کے لئے رمضان میں خبرواحد اور عید میں شہادت کافی ہوگی۔ اگرچہ شرعی اعتبار سے رؤیت کے ثبوت کے لئے شرعی پیمانہ ہی معتبر ہے۔ محکمہ موسمیات کی خبر محض کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے محکمۂ موسمیات سے رجوع کی بھی شرعاً کوئی ضرورت نہیں ۔

(۲) (د) مطلع صاف نہونے کے اسباب :

مطلع صاف نہ ہونے کا ظاہری مطلب یہی ہے کہ چاند دیکھے جانے کے محل وموقعہ پر آسمان پوری طرح صاف نہ ہو، بادل ہو، یادھواں ہو یا گرد و غبار ہو مطلع کے صاف وناصاف ہونے میں علاقوں کا بھی فرق ہوتا ہے۔جو گنجان شہری آبادی والے علاقے ہیں ان میں عموماً فضا خراب اور گرد آلود ہوتی ہے، جبکہ دیہات کے کھلے علاقوں میں یہ خرابی نہیں ہوتی، اسی طرح عموماً جہاں کارخانے اور صنعتی ادارے ہوتے ہیں وہاں کی فضا صاف وہموار نہیں ہوتی ہے نتیجتًہ مطلع بھی متاثر ہوتا ہے۔ اسی طرح موسم کا بھی فرق پڑتا ہے سردی کے موسم میں بعض دفعہ شام ہی سے شبنم اورکہرا پڑنے لگتا ہے اور دھند چھاجاتی ہے جسکے سبب چاند بھی دھند کا شکار ہوجاتا ہے اور کھلی آنکھوں نظر نہیں آتا۔ غرضیکہ مطلع صاف نہونے کے ابر کے علاوہ متعدد اسباب ہوتے ہیں اور مزید ہوسکتے ہیں ہندوؤں کے تہوار دیوالی وغیرہ کے موقع پر پٹاخوں سے جو دھواں اٹھتا ہے وہ بھی مطلع کومتاثر کرتا ہے، جیسا کہ دھلی ہریانہ وغیرہ میں گذشتہ سالوں میں یہ حالت پیدا ہوچکی ہے۔ نیز قدرتی اسباب بھی ایسے ہوتے ہیں کہ کبھی خوب فضا روشن نظر آتی ہے اور بعض دفعہ (بغیر کسی سبب کا علم ہوئے) فضا میں تاریکی معلوم ہوتی ہے۔ وغیر ذلک

’’لأنہ یتیقن فی الرؤیۃ فی الصحاری مالم یتیقن فی الأمصار لما فیہا من الکثر الغبار، وکذا إذا کان فی المصر فی موضع مرتفع‘‘ (البحرالرائق ۲،۲۶۹)۔

(۲) (ہ) ۳۰،رمضان کو مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہ آنے کا مسئلہ :

۲۹،شعبان کو مطلع صاف نہیں تھا اورایک دیندارمسلمان کی خبر رؤیت کی بناپر آغاز رمضان کا فیصلہ و اعلان ہوا اور ۳۰،روزے پورے ہونے کے بعد ۳۰ ،رمضان کی شام کو بھی عید کا چاند نظر نہیں آیا تواب اکتیسویں دن عیدمنالی جائے یا پھر اکتیسواں روزہ رکھ کر بتیسواں دن عید منائی جائے؟ اس مسئلہ کی کل چار صورتینہیں:

۱۔۲۹، شعبان کومطلع صاف نہ ہو اور دیندار مردوں کی خبرکی بنیاد پر رمضان شریف کاثبوت ہوا ہو پھر تیس روزے پورے ہونے کے بعد رمضان کی شام کو مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے عید کا چاند نظر نہیں آیا۔

۲۔ مذکورہ بالاصورت میں تیس روزہ پورے ہونے کے بعد ۳۰،رمضان کی شام کو مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہیں آیا۔

۳۔ ۲۹،شعبان کو مطلع صاف نہ ہونے اور صرف ایک دیندار شخص کی خبر کی بنیاد پر رمضان شریف کا ثبوت ہو اہو اور پھر تیس روزے ہونے کے بعد ۳۰، رمضان کی شام کو مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے عید کا چاند نظر نہیں آیا۔

مذکورہ بالا تینوں صورتوں میں تیس روزے پورے ہونے کے بعد اکتیسویں دن عید منائی جائے اور اکتیسویں روزہ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ۔ مذکورہ بالا تینوں صورتوں کا یہ حکم شیخین اور امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک متفق علیہ ہے کسی کا اختلاف نہیں۔

۴۔ ۲۹، شعبان کو مطلع صاف نہ تھا اور صرف ایک دیندار کی خبر رؤیت پر رمضان کا ثبوت ہوا ہو اور تیس روزے پورے ہوجانے کے بعد ۳۰، رمضان کو مطلع صاف ہونے کے باوجود عید کا چاند نظر نہ آیاہو۔

اس چوتھی صورت میں امام ابو حنیفہ اورامام ابویوسف علیہما الرحمہ فرماتے ہیں کہ اکتیسویں روزہ رکھ کر بتیسویں دن عید منائی جائے گی۔ اکتیسویں دن عید منانا جائز نہیں، کیونکہ اکتیسویں دن عید منانے کی صورت میں عیدالفطر کا ثبوت ایک شخص کی خبر و شہادت سے لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ، اس لئے کہ ہلال عید کے ثبوت کے لئے دو دیندار شخصوں کی شہادت لازم اور ضروری ہے۔

اس چوتھی صورت میں بھی امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ تیس روزے پورے ہونے کے بعد اکتیسویں دن عید منائی جائے ، اکتیسواں روزہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔ جانبین کے دلائل تفصیل سے کتب فقہ میں مذکور ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ امام محمدؒ کے قول پر عمل کرتے ہوئے اکابر علماء دین (امام

ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اورحکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ) کے فتاوی کے بہ موجب مذکورہ بالا چوتھی صورت میں بھی اکتیسویں دن عید الفطر منانا جائز ہے (معارف السنن۵، ۳۵۳، ۳۵۴، ردالمحتار،۲،۱۰۳، فتاوی تاتار خانیہ۱،۳۵۴، فتاوی رشیدیہ ۳۶۷، امداد الفتاوی ۲،۸۴)۔

امداد الفتاوی میں ہے:

''الجواب:فی الدر المختار:ولو صاموا بقول عدل حیث یجوز وغم ہلال الفطر الخ، وفی رد المحتار عن المعراج عن المجتبی إن حل الفطر ھنا (أی فیما إذا غم ہلال الفطر) محل وفاق، وإنما الخلاف فیما إذا لم یغم و لم یر الہلال فعندھما لایحل الفطر وعند محمد یحل کما قالہ شمس الأئمۃ الحلوانی وحررہ الشر نبلالی فی الإمداد قال فی غایۃ البیان وجہ قول محمد، وھو الأصح أن الفطر ماثبت بقول الواحد ابتداء، بل بناء وتبعا فکم من شئی یثبت ضمناً ولایثبت قصداً الخ '' (۲، ۱۵۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ صورت مختلف فیہ ہے۔ مگر علامہ شامی کا رجحان امام محمدؒ کے قول کی تصحیح و ترجیح کی طرف ہے کہ باوجود مطلع صاف ہونے کے بھی عید کرلینگے۔ لیکن جہاں تشویش عوام کا اندیشہ ہو شیخین کے قول پر فتوی دینا مناسب ہے۔ بلکہ اس گواہ کو تنبیہ بھی کرنا چاہئے (امداد الفتاویٰ جدید مطول حاشیہ۵،۱۸۵، باب روۃ الہلال)۔

''فی ردالمحتار:قال فی الدرروعزر ذلک الشاہد أی لظہور کذبہ''(شامی، کتاب الصوم، قبیل مطلب فی رؤیۃ الہلال نہاراً مکتبہ زکریا دیوبند ۳،۳۶۰، کرانچی ۲،۳۹۱)۔

مذکورہ مسئلہ میں بعض اکابر نے شیخین کے قول کو ترجیح دی ہے، بلکہ علماء پاکستان نے اسی پر اتفاق فرمایا ہے کہ اس صورت میں عید کرنا جائز نہیں، بلکہ اکتیسواں روزہ رکھنا لازم ہے۔ ان اتفاق کرنے والوں مینحضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ بھی شامل ہیں۔

علامہ شامیؒ اپنے رسالہ میں تحریرفرماتے ہیں:

''ثم اعلم انہ إذا تم عدد رمضان ثلاثین بشہادۃ فرد ولم یرہلال الفطر والسماء مصحیۃ لایحل الفطر اتفاقاً لظہور غلط الشاہد۔۔۔ ولاخلاف فی حل الفطر إذا تم العدد، وکان بالسماء علۃ لیلۃ الفطر، وإن ثبت رمضان بشہادۃ الفرد، کما حررہ فی إمدادالفتاح'' (رسائل ابن عابدین ۱، ۲۳۶، رویت ہلال، ص: ۱۰۴)۔

لیکن آج کے حالات میں امام محمد کے قول پر فتویٰ اوفق بالزمان معلوم ہوتا ہے۔

(۳) (الف) مطلع صاف ہونے پر رمضان یا فطر کے ثبوت کا معیار :

مطلع صاف ہونے کی صورت میں احناف و مالکیہ کے نزدیک ثبوتِ ہلال کیلئے جمع عظیم کی رویت شرط ہے خواہ ماہ رمضان ہو یا شوال دیگر حضرات کے یہاں دو

شہادت کافی ہیں (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲،۶۰۰)۔

امام ابوحنیفہ سے بھی حضرت حسن کی روایت ہے کہ دو شخص کی شہادت مطلقاً کافی ہے خواہ مطلع ابر آلود ہویا صاف ہو چنانچہ علامہ بن نجیم ' البحرالرائق ' میں لکھتے ہیں۔

''وروی الحسن عن أبی حنیفۃ أنہ یقبل فیہ شہادۃ رجلین وامرأتین سواء کان بالسماء علۃ اولم یکن کما روی فی ہلال رمضان أنہ تقبل فیہ شہادۃ الواحد العدل سواء کان فی السماء علۃ أولم یکن'' (البحرالرائق ۲،۲۶۹، نیز ملاحظہ ہو: رد المحتار۲،۱۰، بدائع الصنائع ۲،۸۱)۔

اسی قول کو علامہ ابن نجیم اورشامی نے ترجیح دی ہے۔ انہوننے اس کی علت یہ بتائی ہے کہ حالا ت وزمانہ پر یہ مسئلہ مبنی ہے، پہلے صورتحال یہ تھی کہ لوگ چاند دیکھنے کا اہتمام کرتے تھے، بڑے شوق وذوق سے ہلال کا معائنہ کرتے تھے، اب ایسی بات نہیں رہی، لوگوں نے سستی و کاہلی کو راہ دینے ہی پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ دیکھنے والے پر جملہ چست کرتے ہیں، انہیں برابھلا کہتے ہیں لہذا:

''ینبغی العمل علی ھذہ الروایۃ فی زماننا''(البحرالرائق ۲، ۲۷۹، رد المحتار ۲،۱۰۱)۔

علامہ شامی اس روایت کو ترجیح دینے کا سبب ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :

''ولواشترط فی زماننا الجمع العظیم لزم أن لایصوم الناس إلا بعد لیلتین أوثلاث وحینئذ فلیس فی شہادۃ الإ ثنین تفرد بین الجمع الغفیر حتی یظہر غلط الشاہد فانتفت علی ظاھر الروایۃ فتعین الافتاء بالروایۃ الاخری'' (رد المحتار۲، ۱۰۱)۔

معتدل نقطۂ نظر:

جیسا کہ فقہاء نے فی زمانہ حسن کی روایت کو ترجیح دینے کی بات لکھی ہے، لیکن جمہور احناف کی روایت میں جو جمع عظیم یا خبر مستفیض کی شرط ہے اسکی بھی معقول وجہ ہے وہ یہ کہ مطلع بے غبار ہونے کے وقت ایک دوآدمی کو رؤیت میں مغالطہ ہوسکتا ہے۔

''لأن التفرد بالرؤیۃ فی مثل ہذہ الحالۃ یوہم الغلط ، فیجب التوقف فیہ حتی یکون جمعاً کثیراً'' (ہدایہ، کتاب الصوم)۔

احناف کے دونوں قولوں کو سامنے رکھتے ہوئے مناسب رائے وہ ہے جسکو مولانا محمد میاں دیوبندی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے اور جمعیۃ العلماء کے فقہی اجتماع منعقدہ ۲۶،۲۷ جب ۱۴۲۱ھ نے اسی کو اپنی تجویز میں اختیار کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ شوال اور ذی الحجہ کے علاوہ اور مہینوں میں رویت ہلال کا فیصلہ مطلع صاف ہونے کی حالت میں بھی دو شاہدوں کی شہادت پر کیا جاسکتا ہے۔ ''عن الإمام أنہ یکتفی بشاہدین واختارہ فی البحر (در مختار) حیث قال:وینبغی العمل علی ہذہ الروایۃ؛ لأن طبائع الناس تکاسلت عن ترأی الأھلۃ'' (رد المحتار۲، ۱۲۶) ''وقال الخیر الرملی: الظاہر أنہ فی الاھلۃ التسعۃ لافرق بین الغیم

والصحو فی قبول الرجلین لفقد العلۃ الموجبۃ لاشتراط الجمع الکثیر وھو توجہ الکل طالبین'' (رد المختار ۱۳،۲، فقہی فیصلے ص: ۶۵)۔

شہادت کے اعتبار کیلئے صفت عدالت کی شرط۱ :

چونکہ ہلال رمضان کی رؤیت خبر ہے اور ہلال شوال کی رؤیت شہادت ہے، اس لئے دونوں کے احکام جداگانہ ہیں، ہلال رمضان کے لئے مطلع ناصاف ہونے کی صورت میں صرف ایک شخص کی رؤیت کافی ہے جیسا کہ صاحب '' ہدایہ '' فرماتے ہیں:

''وإذا کان بالسماء علۃ قبل الإمام شہادۃ الواحد العدل فی رویۃ الہلال رجلا کان أو امرأۃ حراکان أو عبداً'' (ہدایہ ۱، ۲۱۵) ''وعن عبداللہ بن عباسؓ قال:جاء أعرابی إلی النبی ﷺ فقال:رأیت الہلال قال أتشہد أن لاإلہ إلا اللہ وأن محمداً عبدہ ورسولہ قال:نعم! قال:یا بلال! أذن فی الناس فلیصوموا غداً'' (رواہ ابوداؤد والنسائی والترمذی)۔

جبکہ عید کے ثبوت کے لئے دو عادل کی شہادت ضروری ہے:'' وإذا کان بالسماء علۃ لم تقبل فی ہلال الفطر إلا شہادۃ رجلین أو رجل وامرأتین'' (ہدایہ ۱، ۲۱۶)۔

صاحب مغنی فرماتے ہیں '' ولایفطر إذا رأہ وحدہ'' (مغنی لابن قدامہ ۹۵،۳)۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں : رؤیت ہلال عید کے لئے باتفاق امت شہادت شرط ہے (جواہر الفقہ۱، ۳۹۹)۔

رویت ہلال کے باب میں چاند کی شہادت دینے والے کیلئے مندرجہ ذیل شرائط کالحاظ ضروری ہے ۔

۱۔ شاہد کا مسلمان ہونا۔ ۲۔ عاقل ہونا۔ ۳۔بالغ ہونا۔ ۴۔ بینا ہونا۔ ۵۔ عادل ہونا۔۶۔ لفظ شہادت کا ہونا۔ ۷۔جس واقعہ کی شہادت ہو اسے بچشم خود دیکھنا۔ ۸۔ مجلس قضاء یا اسکے قائم مقام کا ہونا۔

شہادت کے اعتبار کے لئے جوپانچویں شرط عدالت ہے اس بارے میں شاہد کا قاضی کے نزدیک معتبر ہونا اصل ہے۔ اگر قاضی کے غلبۂ ظن میں وہ جھوٹا نہیں ہے اوراسکے احوال بالکل فاسق معلن کے نہیں ہیں تواسکا اس دور قحط الرجال میں اعتبار کرنا صحیح ہوگا، یوں بھی حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک عدالت کا تعلق ظاہر حال سے ہے۔ اس لئے اگر چاند دیکھنے والا سماج میں جھوٹا نہیں سمجھا جاتا اور صوم وصلوۃ کا پابند ہے تواس کی شہادت معتبر ہونی چاہئے ، کیونکہ عموماً ایسے لوگوں پر اعتماد کرلیا جاتا ہے۔

علامہ جرجانی فرماتے ہیں: ''الثقۃ ھی التی یعتمد علیہا فی الأقوال والأحوال'' ۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:''العدالۃ تعمل ملکۃ علی ذمۃ التقوی والمروۃ أوالشرط أدناھا، وھو ترک الکبائر والإصرار علی الصغائر ومایخل بالمروۃ'' (شامی ۳۵،۲)۔

مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ صاحبؒ سے کسی نے سوال کیا کہ یہاں دیہات میں عدالت بالکل مفقود ہے، اکثر لوگ داڑھی منڈے ہیں اور جوداڑھی والے ہیں وہ بھی ناچ

گانا سنتے ہیں، اگرچہ نماز بھی پڑھتے اور وعظ بھی سنتے ہیں تو کیا ان کی شہادت معتبر ہوگی؟ اس پر حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ اگر امام کو ان کی صداقت کا یقین ہوجائے تو ان کی گواہی معتبر ہوگی (کفایت المفتی)۔

مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

اوراس زمانہ میں جب کہ فسق کی بہت سی صورتیں مثلاً ڈاڑھی منڈانا وغیرہ ایسی عام ہوگئی کہ ان کی وجہ سے مطلقا شہادت کو رد کردیا جائے تو بہت سے معاملات کا ثبوت کسی طرح بہم نہ پہونچے گا (رویت ہلال، ص: ۴۷ کراچی)۔

غرضیکہ موجودہ دور میں گذشتہ بالا حوالوں کی روشنی میں اتنا کافی ہے کہ چاند کی شہادت دینے والا معاشرہ میں غیر معتبر نہیں سمجھا جاتا اور فی الجملہ صوم و صلوۃ کا عادی ہے،

مستورالحال کا حکم:

رہا مستورالحال کا مسئلہ تو مستورالحال شخص کی شہادت رویتِ ہلال عید کے لئے تو حجت نہ ہوگی، البتہ ہلال رمضان کے لئے اس کی خبر معتبر ہوگی۔ علامہ شامی فرماتے ہیں۔

''وتقبل شہادۃ المسلم والمسلمۃ عدلاً کان الشاہد أوغیر عدل، والمراد بغیر العدل المستور'' (شامی ۱۲۴،۲، البحرالرائق ۲۶۶،۲)۔

رمضان کی رویت میں مستورالحال شخص کی شہادت کا اعتبار کرلینا، اسلئے صحیح ہے کہ یہ خالص دیانات کے قبیل سے ہے اور دیانات میں مستورالحال کا قول معتبر ہے۔

''قول الطحاوی عدلاکان أو غیر عدل أن یکون مستوراً'' (ہدایہ۱، ۲۵۱)۔

''وفی روایۃ الحسن، وھی المذکور ۃ تقبل شہادۃ المستور، و بہ أخذ الحلوانی''(حاشیہ ہدایہ)۔

(۳) (ب) چاند دیکھنے والے کا فریضہ اوراس کے بیان کی شرعی حیثیت(خبر یا شہادت؟)

جس کسی نے بھی چاند دیکھا ہو، خواہ مرد ہو یا عورت، غلام ہو یا نوخیز باندی، تو اس کی ذمہ داری ہے کہ فوراً قاضی ، حاکم یا ہلال کمیٹی، کے پاس آکر رؤیت ہلال کی اطلاع دے (بزازیہ علی ہامش الہندیہ ۲۴،۴ ، الہندیہ ۱۹۶،۱، الدرالمختار)۔

اگر خدا نخواستہ اس کے علاقہ میں ان میں سے کوئی نہ ہو تو ایسی صورت میں وہ جامع مسجد میں آئے اور رؤیت ہلال کی گواہی دے(ہندیہ ۱، ۱۹۷)۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رائی ہلال پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے علاقے کے قاضی کے پاس جاکر چاند دیکھنے کی شہادت دے، اگر نظام قضاء نہ ہوتو رؤیت ہلال کمیٹی کے پاس یا مقامی علماء جن کے اوپر وہاں کے باشندگانِ مسلمان کا اعتماد

ہو کے پاس جاکر رؤیت ہلال کی شہادت دے، اگر اس منطقہ میں علماء بھی نہ ہوں اور نہ رؤیت ہلال کمیٹی ہو تو ایسی صورتحال میں جامع مسجد میں جاکر سر عام لوگوں کے سامنے شہادت دینا ضروری ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے چاند دیکھنے کے بعد آپ ﷺ کے پاس جاکر رؤیت ہلال کی خبر دی (رد المحتار۲، ۲۹)۔ اسی طرح ابن عباسؓ کی حدیث مینایک اعرابی شخص آپﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور رؤیت ہلال کی اطلاع دیتا ہے اور آپ ﷺ اس کی شہادت قبول فرماتے ہیں (سنن ترمذی باب فی الصوم بالشہادۃ ۱،۱۴۸)۔

رہا یہ مسئلہ کہ چاند دیکھنے والونکا بیان شہادت ہے یا خبر؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ''ہلال رمضان تو مطلقاً خبر سے متعلق ہے، باقی اور ہلال (عید وغیرہ)اگر حاکم یا والی مسلم یا قاضی شرع یا اس کا قائم مقام، جیسے رؤیت ہلال کمیٹی وغیرہ موجودہو تو شہادت سے متعلق ہوتا ہے ورنہ وہ بھی خبر شرعی سے متعلق ہوتا ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے:

الف: وقبل بلا دعوی وبلا لفظ أشہد و بلاحکم ومجلس قضاء؛ لأنہ خبر لاشہادۃ الصوم ۔الخ'' (شامی۲،۳۸۵)۔

ب۔''وشرط للفطر مع العلۃ العدالۃو نصاب الشہادۃ ولفظ اشہد وعدم الحد فی قذف لتعلق نفع العبد۔۔۔۔

''ولو کانوابلدۃ لاحاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ وأفطروا بأخبار عدلین مع العلۃ للضروۃ إلی الآخر'' (الدرالمختار، شامی ۲،۱۲۵)۔

اوراس کے تحت شامی(کتاب الصوم ۲،۱۲۵) میں ہے:'' قولہ للضرورۃ الخ أی ضرورۃ عدم حاکم یشہد عندہ''۔

اس لفظ '' للضرورۃ '' سے معلوم ہوا کہ اگر حاکم شرع اس کا قائم مقام موجود ہوگا تواس کو تقدم ہوگااورفیصلہ کرنے کا استحقاق اسی کو رہے گا۔ اور شہادت کی کارروائی بھی ضروری ہوگی۔

شہادت کے متعلق ہونے کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ خصومات یا حقوق العباد مینواقع شدہ نزاعات کی طرح ہر اعتبار سے تحت القضاء داخل ہو، بلکہ مفہوم یہ ہے کہ یہ چیز دیانات کے قبیل سے ہے ، مگر چونکہ اس کا تعلق عامۃ المؤمنین سے ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں ، جیسے رؤیت ہلال فطر میں کہ اس میں نفع عباد کا بھی تعلق ہوجاتا ہے، اس لئے درستگی نظم اور عمدگی امتثال کے لئے قضا و امارات سے تعلق ہوجاتا ہے اور قضاء و امارات سے متعلق ہونے کے معنی بھی یہ نہیں ہے کہ امیر المؤمنین و صاحب قوت قہریہ کا موجود ہونا ضروری ہو، بلکہ اگر یہ موجود ہو تو فھو المراد ورنہ ایسا معتمد وثقہ شخص

جو تراضی مسلمین سے اس قسم کے معاملات میں حدود شروع میں رہ کر فیصلہ کرنے کے لئے اوراس میں جو اختلاف رونما ہوں ان کو رد کرنے کے لئے منتخب و نامزد کردیاگیا ہو تو کافی ہے۔ اور اگرایسا عند الکل معتمد شخص موجود نہ ہو تو جماعت مسلمین (جیسے رؤیت ہلال کمیٹی جس کے سبب ارکان باشرع ہوں) یا خطیب جامع مسجد وعیدگاہ یا وہاں کا معتمد مفتی یا عالم جس کے سامنے اس قسم کے معاملات میں رجوع کیا جاتا ہو قاضی شرع کی قائم مقام ہو کر اس کے سامنے حسب قاعدہ شرع شہادتیں گذار کر ثبوت رؤیت حاصل کرلیا جاوے، اوراگر ایسا بھی نظم موجود نہ ہوتو محض خبر شرعی پر حسب قواعد عمل کرلیا جائے۔ کیونکہ وجوب صوم و افطار کا مدار محض ثبوت رؤیت پر ہے۔ جو شرعی ضابطہ کے مطابق ہو، جیسا کہ آیت کریمہ ''فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ۔۔۔'' (سورہ بقرہ: ۱۸۵) کے منطوق اوراحادیث صحیحہ ''صومو ا لرؤیتہ وأفطروالرؤیتہ'' (چاند دیکھ کر روزہ رکھا کرو اور چاند ہی دیکھ کر افطار کیا کرو) (مسلم ۳۴۷،۱) وغیرہ کے مدلول ومفہوم سے واضح ہوتا ہے:

نیز رؤیت ہلال کے ثبوت کے لئے اصطلاحی شہادت کے ضروری نہ ہونے کے بارے میں مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ لکھتے ہیں:

''اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ رؤیت ہلال کی اطلاع اصطلاحی شہادت نہیں ہے اوراس کے وہ شرائط نہیں ہیں جوقاضی کی عدالت میں شہادت کے ہیں، بلکہ وہ خبر ہے اوراس کے لئے شرعی قاضی یا عالم دین و مفتی کا غلبۂ ظن کافی ہے، فقہاء کرام نے ان دونوں باتوں کی تصریح فرمائی ہے ''۔

اس سلسلہ میں موصوف نے مولانا تھانوی کا فتویٰ بھی نقل کیا ہے جو درج ذیل ہے:

''جن احکام میں حجاب مانع قبول ہے اس میں (ٹیلی فون کا واسطہ) غیر معتبر ہے اور جن میں حجاب مانع قبول نہیں ہے ان میں اگر قرائن قویہ سے متکلم کی تعیین ہوجائے (کہ فلاں شخص ہی بول رہا ہے) تو معتبر ہے ''(امداد الفتاوی۔۷۸،۲)۔

اس فتوی کو نقل کرکے مولانا نعمانی فرماتے ہیں:

''حضرت حکیم الامتؒ کے اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ رؤیت ہلال کے ثبوت کی خبر وہ شہادت نہیں ہے جس کے لئے شاہد کا سامنے موجود ہونا ضروری ہوتا ہے ، بلکہ یہ ایک خالص دینی معاملہ کی خبر اوراطلاع ہے اس کے معتبر اور قابل قبول ہونے کیلئے خبر دینے والے کا سامنے ہونا ضروری نہیں ، لہٰذا سوال میں جس خبر کے بارے میںدریافت کیاگیا ہے وہ معتبر ہے اوراس پر عمل کیا جائے گا '' (الفرقان شمارہ اپریل ۱۹۷۸ء)۔

(۳) (ج) چاند کی شہادت میں تاخیر کا حکم :

چاند دیکھنے والوں کے لئے فوری طورپر شہادت دینا ضروری ہے خصوصاً اگر

ثبوت رویت ان کی شہادت پر موقوف ہے تو ان کے لئے کہ فرض عین ہے کہ فوری طورپر شہادت دیں۔

''قال الحلوانی:یلزم العدل، ولو أمۃ أو مخدرۃ أ ن یشہد فی لیلتہ کیلایصبحوا مفطرین، وھی من فروض العین'' (شامی ۹۱،)۔

اگر چاند دیکھنے کے بعد چاند دیکھنے والوں نے تاخیر سے گواہی دی توان کی گواہی کے قبول کرنے اور عدم قبول کے سلسلے میں تفصیل ہے کہ اگر ان کی یہ تاخیر اس لئے ہے کہ مقامی علماء یا چاند کمیٹی تک پہونچنا اس کے لئے فوری طورپرممکن نہ تھا تب تو اسکی شہادت رد نہیں کی جائے گی ورنہ رد کی جاسکتی ہے۔

''وعلیہ تفرع ما لو شہدوا فی آخر رمضان برؤیۃ ہلالہ قبل صومہم بیوم إن کانوا فی المصر ردت لترکہم الحسبۃ، وإن جاء وامن خارج قبلت من الفتح ملخصاً'' (شامی۲،۹۹)۔

اس لئے رؤیت ہلال کی شہادت میں حتی الوسع تاخیر سے بچاجانا چاہئے، تاہم پھر بھی چند گھنٹے کی تاخیر سے منفی اثر مرتب نہیں ہوگا جیسا کہ بعض فقہی جزئیات سے معلوم ہوتا ہے، حلوانی کا مذکورہ قول اسی طرف ہے۔البتہ اتنی تاخیر نہ ہو کہ قاضی وغیرہ کو غور وفکر اورتحقیق کرنے کا موقع نہ مل سکے اوردوسرے دن وہ روزہ نہ رکھ سکیں، چنانچہ داماد آفندی رقم فرماتے ہیں:

''وفیہ إشارۃ إلی أن شہادتہ لازمۃ لئلایفطر الناس''(مجمع الانہر۱،۲۳۸) ''موسوعۃ فقہیہ'' کی عبارت سے یہی بات عیاں ہے:

''وإن وقت أعلام بالسنۃلرمضان،ھو ماقبل فجر الیوم منہ'' (موسوعہ فقہیہ۲۲،۳۹)۔

اگرکوئی معقول عذر پیش ہو تو اسے چاہئے کہ کسی دوسرے کو رؤیت کی پوری کیفیت بتاکر شہادت کے لئے روانہ کرے، ایک دن یا اس سے زائد تاخیر کے بعد شہادت دے، تو اس میں تفصیل ہے ، اگر وہ شہر کے باہر سے آرہا ہے اور اس کو راستے میں اتنی تاخیر ہوگئی تو اس کا عذر مقبول ہے، اورشہادت قبول کی جائے گی جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

''ومن رجل من أصحاب النبی ﷺ قال:اختلف الناس فی آخر یوم من رمضان، فقد م أعرابیان، فشہدا عند النبی ﷺ باللہ لأہلال الہلال أمس عشیۃ فأمر رسول اللہ ﷺ أن یفطروا'' (ابوداؤد باب شہادۃ الرجلین علیٰ رؤیۃ ہلال شوال)۔

(۴) (الف) قاضی کے اعلان رویت کے حدود:

جس علاقہ میں نظام قضا ء موجود ہے، جیسا کہ بہار، اڑیسہ، آندھرا پردیش وغیرہ دیگر صوبوں میں نظام قضا موجود ہے، اگر وہاں کا قاضی ثبوت رمضان وعید الفطر کا اعلان کرتا ہے تو اس حلقہ قضاء کے تمام مسلمانوں پر اس اعلان کے مطابق عمل کرنا

ضروری ہوگا۔ چنانچہ صاحب ہدایہ اپنی کتاب '' التجنیس '' میں فرماتے ہیں:

''اشتبہ فشہدا أن قاضی بلد کذا قضی بثبوتہ بالشہود، لایظہر ذلک فی حق مصر آخر، ویظہر فی حق رأہ'' (البزازیہ علی ہامش الہندیہ ۴، ۴۵)۔

لہذا صوبہ بہار و اڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضاء قائم ہے کے قاضی نے ثبوت رؤیت ہلال کے بعد اعلان کیا ہے تو اس حلقہ قضاء کے تمام مسلمانوں پر اس اعلان کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوگا، جیسا کہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مد ظلہ نے جدید فقہی مسائل میں یہ صراحت فرمائی ہے کہ '' اگر یہ اطلاع کسی رؤیت ہلال کمیٹی یا قاضی شریعت کی طرف منسوب ہے تواس علاقہ کے لوگوں کے لئے اس پر عمل کرنا واجب ہوگا، نیز اس لئے بھی اس اعلان پر عمل کرنا واجب ہوگاکہ قضاء قاضی ایک مستقل حجت شرعیہ ہے اورجب کوئی امرحجت شرعیہ سے ثابت ہوجائے تو اس کا ماننا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا، لیکن قاضی کا یہ فیصلہ صرف اسکے ماتحت علاقوں اوراسکے دائرہ حدود میں رہنے والوں کے لئے ہی نافذ ہوگا دوسرے خطہ کے مسلمانوں پر اسکا فیصلہ نافذ نہ ہوگا، الاّ یہ کہ وہاں کے مقامی قاضی یا ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کے نزدیک اس رؤیت ہلال کا شرعی ثبوت محقق ہوکر اعلان کرادیا جائے۔ ''لأن قضاء القاضی محدود فی ولایتہ''(ہدایہ)۔

''وفی فوائد نجم الدین النسفی، سئل شیخ الإسلام أبو الحسن عن قاضی قضی برؤیۃ ہلال رمضان بشہادۃ شاہدین عند اشتباہ فی مصر ہل یظہر حکمہ فی حق مصر آخر فقال:لا، لأنہ لیس تبعا لہ بخلاف قری ہذا المصر ومحالہ ومایںسب إلیہ'' (غیاثیہ ۵۰ دیکھئے تاتارخانیہ ۲، ۳۵۶)۔

(۴) (ب) ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ قاضی کے اعلان کا درجہ :

قاضی کی طرف سے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں نشر کیا جانے والا اعلان اعلان سلطان کے حکم میں ہوتا ہے، اور جس طرح اعلان سلطان پر عمل ضروری ہے، اسی طرح قاضی کی طرف سے متعینہ الفاظ اور جملوں کے ساتھ کئے جانے والے اعلان پر بھی عمل ضروری ہے، بلکہ ریڈیو، ٹیلی ویژن کے ذریعہ قاضی کے فیصلہ کا اعلان تو پ داغنے اور قندیل کی روشنی سے بھی زیادہ قوی اور اطمینان بخش ہے اوراسکے ذریعہ اس سے زیادہ بڑھ کر غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ریڈیو، ٹیلی ویژن سے معتبر طریقہ پر خبر نشر کرنے والے کی حیثیت منادی سلطان کی ہے، اورمنادی سلطان کی خبر معتبر اور واجب التعمیل ہے۔ چاہے منادی عادل ہو یا فاسق فتاوی عالمگیری میں ہے۔

''خبر منادی السلطان مقبول، عدلاً کان أو فاسقاً'' (ہندیہ۲، ۲۷)۔

''والظاہر أنہ یلزم أہل القری الصوم بسماع المدافع أ و رؤیۃ القنادیل من المصر؛ لأنہ

علامۃ ظاہرۃ تفید غلبۃ الظن، وغلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل کا صرحوا بہ‘‘ (بدائع الصنائع۲،۳۲)۔

(۴)(ج)صوبہ کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کے اعلان کا دائرہ کار:

ہندوستان اوراس جیسے ملکوں میں اگر ایک صوبہ کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کی طرف سے شرعی اصولوں کی روشنی میں رویت ہلال کا اعلان کیا جائے تو یہ اعلان صرف اسی صوبہ یا علاقہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا جہاں کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کی طرف سے اعلان کیاگیا ہے، دوسرے صوبہ اورعلاقہ کے مسلمانوں کے حق میں وہ اعلان محض ایک خبر ہے ان لوگوں کے حق میں اس اعلان کی حیثیت اعلان سلطان کی نہیں ہوگی، وجہ یہ ہے کہ یہ اعلان مشابہ ہے قاضی کی طرف سے داغی جانے والی توپ کی آواز ڈھنڈورچی کے اعلان اور قندیلوں کی روشنی کے ، لہذا جس طرح اس مقیس علیہ میں عموم نہیں ہوتا اس طرح اعلان قاضی میں بھی عموم نہ ہوگا بنا بریں دوسرے صوبہ اور علاقہ والوں کے لئے اس اعلان کے مطابق تو روزہ رکھنا اور افطار کرنا درست نہ ہوگا۔ البتہ وہاں کے لئے مقرر قاضی رویت ہلال کمیٹی یا ذمہ دار علماء اسے تسلیم کرنے کا اعلان کردیں تو پھر وہاں کے مسلمانوں کے لئے اس پر عمل ضروری ہوگا۔ چنانچہ امارت شرعیہ کی مجلس منعقدہ ۱۹۸۲ء میں رویت ہلال کی تجاویز میں یہی صراحت موجود ہے نیز اسکی تائید مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ کی اس تحقیق سے ہوتی ہے فرماتے ہیں:

’’جس شہر میں باقاعدہ قاضی یا ہلال کمیٹی نے کسی شہادت پر اطمینان کرکے عید وغیرہ کا اعلان کردیا، اس اعلان کو اگر ریڈیوپر نشر کیا جائے تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے بھی فیصلہ کیا اس شہر اوراس کے مضافات و دیہات کے لوگوں کواس اعلان پر عید وغیرہ کرنا جائز ہے۔ شرط یہ ہے کہ ریڈیو کو اس کا پابند کیا جائے کہ وہ چاند کے متعلق مختلف خبریں نشر نہ کرے ’’ صرف وہ فیصلہ نشر کرے، جواس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے اس کو دیا ہے اوراس کو نشر کرنے میں پوری احتیاط سے کام لے، جن الفاظ میں فیصلہ دیاگیا ہے وہ الفاظ بعینہ نشر کئے جائیں، جس ریڈیو میں ایسی احتیاط کی پابندی نہ ہو اس کے اعلان پر عید وغیرہ کرنا کسی کیلئے درست نہیں (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص: ۱۵۸)۔

خلاصہ یہ کہ کسی ایک صوبہ کے قاضی یا اسکے قائم مقام رویت ہلال کمیٹی وغیرہ کا اعلان صرف اپنے صوبہ کے لئے اعلان سلطان کا درجہ رکھے گا، دوسرے علاقہ کے مسلمان پر اسکی تعمیل واجب نہ ہو گی، بلکہ وہ محض ایک خبر ہوگی جس پر مقامی قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کے فیصلہ کے بغیر عمل درست نہیں ۔

’’قال ابن الماجشون:لایلزمہم بالشہادۃ إلا لأہل البلد الذی تثبت فیہ الشہادۃ، إلا أن یثبت

عند الإمام الأعظم، فلزم الناس کلہم، لأن البلاد فی حقہ کالبلد الواحد إذا حکمہ نافذ فی الجمیع'' (فتح الباری ۱۲۳،۴)۔

اگر پورے ملک کے مرکزی نظام قضاء کا قیام عمل میں آجائے جس کے پاس صوبائی نظام قضایا ہلال کمیٹی کے ذمہ داران رؤیت ہلال کی پوری کا رروائی سرانجام دینے کے بعد مرکزی نظام قضاء کو بذریعہ تحریر یا فون اطلاع کردیں اور مرکز خود سے اعلان کرے یا اپنی طرف منسوب کرواکر اعلان کروائے تب پورے ملک کے مسلمانوں پر اس اعلان پر عمل کرنا واجب ہوگااوراس کی حیثیت سلطان کے اعلان کی ہوگی۔

''خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان أو فاسقا''(ہندیہ ۵، ۳۰۹، کتاب الکراہیہ)۔

(۴) (د) معلن کے مسلمان ہونے کی شرط:

ماقبل میں یہ بات گذر چکی ہے کہ رمضان وعید الفطر کی رویت کی خبر دینے والے کا مسلمان ہونا شرط ہے، لیکن رؤیت ہلال ثابت ہونے کے بعد کیااسکے اعلان کے لئے معلن کا مسلمان ہونا بھی ضروری ہے۔ بظاہر معلن کا مسلمان ہونا بھی شرط معلوم ہوتاہے، کیونکہ رویت ہلال کا مسئلہ دیانات کے قبیل سے ہے اور دیانات کے باب میں کافر کا قول معتبر نہیں ''لایقبل قول الکافر فی الدیانات'' (ہندیہ۵،۳۴۲)، لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ معلن کے لئے مسلمان ہونے کی شرط ضروری نہ قرار دی جائے بلکہ اگر تجربات سے یہ بات ثابت ہوکہ ریڈیو یا ٹیلی ویژن سے قاضی کا اعلان انہیں متعینہ الفاظ اورعبارت میں ہوتا ہے جو قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کی طرف سے محفوظ طریقہ سے بھیجا جاتا ہے تو اسکے ذریعہ ہونے والے اعلان پر اعتمادکرلینا کافی ہونا چاہئے علامہ شامی نے توپ ونقارہ کی آواز اور چراغ کی روشنی کو اعلان کا درجہ دیا ہے اس میں یہ کوئی قید نہیں ہے کہ توپ ونقارہ والا یا روشنی کرنے والا مسلمان بھی ہو۔

''والظاہر أنہ یلزم أہل القری الصوم بسماع المدافع أورویۃ القنادیل من المصر، لأنہ علامۃ ظاہرۃ تفید غلبۃ الظن، وغلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل کما صرحوا بہ'' (بدائع الصنائع ۳۲،۲)۔

نیز عموماً ریڈیو اسٹیشن پر ہمارے زمانہ میں کافروں کا غلبہ ہے تواگر معلن کے مسلمان ہونے کی شرط ضروری قرار دی جائے تو پھر اعلان مشکل ہوجائے گا اورایک صوبہ یا ملک کے قاضی کا ہلال عید کے فیصلہ کو مثلا تمام مسلمانوں تک پہنچا نا متعذر ہوجائے گا اور خبر معلوم نہ ہونے کی بناپر امت مشقت میں گرفتار ہوجائے گی اورقاعدہ ہے : ''المشقۃ تجلب التیسیر'' (الاشباہ والنظائر ص: ۱۲۵)۔

لہذا اس مسئلہ میں معلن کووکیل کے درجہ میں رکھنا چاہئے کہ وہ قاضی کے وکیل کی حیثیت سے اعلان کررہا ہے اورظاہر ہے کہ وکیل کے لئے اسلام شرط نہیں ہے۔

''ولاتشرط کونہ مسلماً صحیحاً'' (ہندیہ ۲۵۲،۳)۔

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر معلن کا فر ہوتو تو خبر قابل عمل واعتماد ہوگی، تاہم معلن کو یا ریڈیو ، ٹی وی اسٹیشن کو چند باتوں کا پابند کیا جاسکتا ہے، ایک یہ کہ چاند کے متعلق مختلف قسم کی خبریں نشر نہ کرے، بلکہ قاضی یا ہلال کمیٹی کی طرف سے جو فیصلہ دیا گیا اسے ہی نشر کرے۔ دوسرے یہ کہ جن الفاظ میں فیصلہ کیاگیا ہے بعینہ انہیں الفاظ کے ساتھ نشر کرے۔ اس میں کسی طرح ترمیم نہ کرے۔

(۵) (الف) و(ب) عموماً جہاں رؤیت ممکن نہ ہو وہاں کا حکم :

وہ علاقے اور ممالک جہاں بالعموم مطلع ابر آلود رہتا ہے اور شاذ و نادر ۲۹تاریخ کو رؤیت ہوتی ہے، جیسے برطانیہ، پیرس، وغیرہ ملکوں میں اِس طرح کے علاقوں و ملکوں کیلئے صحیح طریقۂ کار یہ ہوگا کہ دیگر قریبی بلاد یا ممالک سے رابطہ کریں اور اصولِ شرع کی روشنی میں ۲۹ کی رؤیت کا معتبر ثبوت فراہم ہوجائے تو اسکو تسلیم کرلیں، ورنہ ۳۰؍ دن کا مہینہ شمار کرکے رمضان و عیدین کا فیصلہ کریں۔

ارشادنبوی ﷺ: '' صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ، فإن غم علیکم فعدوا الثلاثین'' کا تقاضا یہی ہے کہ اگر ۲۹؍کو چاند نظر نہیں آیا توتیس پورے کرو، ''احکام القرآن '' میں ہے:

''وھو أصل فی اعتبار الشہر ثلاثین إلا أن یری قبل ذلک الہلال، فإن کل شہر غم علینا، فعلینا أن نعدہ ثلاثین ، ہذا فی سائر الشہر التی یتعلق بہا الأحکام، وإنما یصیر إلی أقل من ثلاثین برؤیۃ الہلال'' (احکام القرآن للجصاص ۱؍۲۰۲)۔

اصل بات یہی ہے جیسا کہ علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

''لأن الأصل فی الشہر ثلاثون یوما، والنقصان عارض، فإذا لم یعلم، عمل بالأصل'' (بدائع الصنائع۲؍۸۳)۔

خلاصہ یہ کہ برطانیہ جیسے علاقے جہاں بالعموم مطلع ابر آلود رہتا ہے وہاں ہمیشہ مہینہ تیس دن کا شمار کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اوراسی طرح چاند کی رؤیت کے لئے ماہرین فلکیات کے قول کوحجت بنانا بھی درست نہیں ہے، بلکہ ان ممالک کے لئے تین صورتیں ہیں:

۱۔ دیگر ممالک کے ریڈیو کی خبر پر عمل کرنا بشرطیکہ یہ معلوم ہوجائے کہ وہ ثبوت شرعی کے بعد ہی رؤیت کا اعلان کرتاہے، خواہ یہ معلوم ہونا علم یقین کے درجہ میں ہویا ظن غالب کے درجہ میں ہو بشرطیکہ مہینہ ۲۸ دن یا ۳۱ دن کا نہ ہوتا ہو۔

۲۔ کسی دوسرے علاقہ کے معتبر عالم سے رابطہ قائم کیا جاوے اوران سے ٹیلی فون پر معلوم کرلیا جاوے، بشرطیکہ بولنے والے کی آواز سے معلوم ہوجاوے کہ یہ فلاں عالم صاحب ہی بول رہے ہیں۔

۳۔ مختلف ممالک سے ثبوت رؤیت کی اطلاع اتنی تعداد میں آجاوے کہ وہ استقاضہ کا درجہ حاصل کرلے تو اس پر عمل کرلیا جاوے ورنہ پھر مہینہ تیس دن ہی کا شمار کیا

جاوے ، جیسا کہ '' نظام الفتاوی واحسن الفتاوی '' میں ہے (دیکھئے نظام الفتاوی۱،۲۳۴، احسن الفتاوی۴ ،۴۲۵)۔

مجلہ مجمع فقہ اسلامی میں جوار ملکوں کی رؤیت ہلال کے اعلان پر عمل کرنے کوترجیح دی گئی ہے (مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی الدورۃ الثانیۃ، العدد الثانی۲، ۹۶۷)۔

(۵) (ج) و (د) ریڈیووغیرہ کے اعلان پر دوسرے صوبہ کے ذمہ داران کا فیصلہ کرنا:

ملک کے چند شہروں یا صوبوں کی رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کی طرف سے رؤیت کے ثبوت کا فیصلہ ہوجانے پر ان جگہوں کے ریڈیو اسٹیشن، ان کی طرف سے رؤیت کا جو اعلان کرتے ہیں دوسرے علاقوں کے ذمہ داران کس حد تک ان اعلانات پر اعتماد کرسکتے ہیں؟

یہ مسئلہ در حقیقت کتاب القاضی الی القاضی کے ذیل میں آتا ہے۔ جس کے لئے فقہاء نے بعض شرائط مقرر کی ہیں۔ غور و فکر سے اس نتیجہ پر پہونچاجاسکتا ہے کہ ریڈیو کے ذریعہ قاضی کی طرف سے کیا جانے والا اعلان کتاب القاضی الی القاضی کے قبیل سے نہیں مانا جاسکتا ، کیونکہ ریڈیو کے اعلان کی صورت میں ان شرائط کا تحقق نہیں ہوتا ہے جوکتاب القاضی الی القاضی کے لئے ضروری ہے، لہذا محض ریڈیو کے اعلان پر چاہے وہ اعلان ، کسی قاضی یا ذمہ دار رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف کیوں نہ منسوب ہو، دوسرے علاقے کے قاضی یا دیگر ذمہ دارحضرات کے لئے فیصلہ کرنا درست نہیں ہوگا، بلکہ ضروری ہوگا کہ فون یا کسی اورمستند ذریعہ سے اس قاضی سے رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران سے اس اعلان کی تصدیق کرلیں جس کے حوالہ سے ریڈیو نے اعلان کیا ہے پھر تصدیق ہوجانے کی صورت میں انہیں اعلان کرنے کا اختیار ہوگا۔

اس کے لئے حضرت مفتی محمد شفیع ودیگر علماء نے جوتجویز کی ہے وہ بہتر ہے آپ نے ''جواہر الفقہ'' میں لکھا ہے:

''حکومت ہر بڑے شہر میں ذیلی کمیٹیاں قائم کرے ان میں سے ہر ایک میں کچھ ایسے مستندعلماء کو ضرور لیا جائے جوشرعی ضابطہ شہادت کا تجربہ رکھتے ہیں اور ہر ذیلی کمیٹی کا کام صرف شہادت مہیا کرنا نہ ہو، بلکہ اس کو فیصلہ کرنے کا اختیار دیا جائے یہ ذیلی کمیٹی اگرباقاعدہ شہادتیں لے کر کوئی فیصلہ کردیتی ہے تو فیصلہ تو شہادت کی بنیاد پر ہوچکا اب صرف اعلان کا کام باقی ہے اس کے لئے شہادت ضروری نہیں، بلکہ ذیلی کمیٹی کا کوئی ذمہ دار مرکزی کمیٹی کو ٹیلی فون پر محتاط طورپر جس میں کسی مداخلت کا خطرہ نہ رہے ذیلی کمیٹی کے اس فیصلہ کی اطلاع دے دے اور مرکزی کمیٹی اس صورت میں اس کو اپنا فیصلہ کہہ کر نہیں، بلکہ ذیلی کمیٹی کا فیصلہ بتلا کر اس طرح نشر کرے کہ مرکزی کمیٹی کے سامنے اگرچہ کوئی شہادت نہیں آئی بلکہ فلاں ذیلی کمیٹی نے جس میں فلاں فلاں علماء شریک ہیں شہادت کی بنیاد پر یہ فیصلہ کیا ہے ہم اس

فیصلہ پر اعتماد کرکے اعلان کررہے ہیں'' (جواہر الفقہ ۱،۴۰۲-۴۰۳)۔

اگر حکومت یہ فریضہ نہ انجام دے یا اسلامی حکومت نہ ہو جیسے ہندوستان وغیرہ میں تو مسلمان کی اجتماعیت سے اس طرح کی منظم کمیٹیاں تشکیل دی جاسکتی ہیں مگر صرف ریڈیواسٹیشن کے اعلان پرجب کہ ایسی منظم صورت نہ ہو دوسری جگہوں کی کمیٹیا ں فیصلہ نہ کریں، بلکہ اور ذرائع ابلاغ سے تحقیق کرکے فیصلہ کریں جس کی صورت اوپر لکھی گئی ہے ، البتہ مختلف ریڈیو اسٹیشن کسی جگہ کے بارے میں چاند ہوجانے کی خبر دیں اوراستفاضہ کی صورت ہوجائے تواس پر اعتماد کرنا درست ہے اوراس پر فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

رہا یہ سوال کہ کتنی جگہوں کا اعلان درکار ہوگا اس سلسلہ میں صحیح یہ ہے کہ کمیٹی کو اطمینان و یقین ہوجائے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے لکھا ہے:

بعض فقہاء نے پچاس اور بعض نے کم و بیش کا عدد متعین کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ تعداد کوئی متعین نہیں قاضی یا ہلال کمیٹی کے اعتماد پر مدار ہے بعض اوقات سوآدمیوں کی خبر کم ہے اور بعض اوقات دس بیس کی خبر سے ایسا یقین کامل حاصل ہوجاتا ہے(رؤیت ہلال،۴۳)۔

(د) اگر کسی ایک صوبہ میں رویت نہیں ہوسکی، لیکن اس سے متصل یا ملک کے دیگر مختلف صوبوں کے ریڈیو اور ٹی وی سے رؤیت ہلال کے ثبوت کا اعلان کیا جارہا ہو۔ یہاں تک کہ وہ خبر مستفیض کی حیثیت اختیار کرلے تو ایسی صورت میں باوثوق ذرائع سے موصولہ متعدد خبروں کو استفاضہ خبر مانتے ہوئے اس پر عمل کرنا اس صوبہ والوں کے لئے بھی ضروری قرار پاتا ہے جبکہ ان کا مطلع ایک ہو۔ '' معارف السنن'' میں ریڈیو کے بارے میں لکھا ہے:

''نعم:إذا تواردت أخبار راديو، متعدد ة من شتى الجهات، ولا تختلف جهات الأنبا عن البلد الذى لم ير فيه الهلال ببعد يختلف فيه المطالع، فيسوغ العمل بهذه الأنباء المرسلة، وتدخل فى حد الاستفاضة المفيدة للطمانينة'' (معارف السنن ۳۴۰،۵)۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی تحریر فرمایا کہ اگر دوسری جگہ سے خبر آجائے تواس کے معتبر ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ طریق موجب سے پہنچے، اور طریقہ موجب چار ہیں(۱) شہادت بالرؤیت (۲) شہادۃ علی الشہادات بالرؤیت (۳) شہادت علی حکم الحاکم (۴) استفاضہ جو حکم حاکم کے حکم میں ہے اور جب ان ذرائع سے خبر آوے گی تو اس پر عمل واجب ہے اور ظاہر ہے کہ ترک واجب معصیت ہے۔ (امد اد الفتاوی ۱۱۸،۲۔ ۱۲۰)

فتاوی عالمگیری میں ہے:''لورأى أهل مغرب هلال رمضان يجب على أهل مشرق، كذا فى الخلاصة، ثم إنما يلزم الصوم على متأخر الرؤية إذا ثبت عندهم رؤية أو لئک بطريق موجب

الخ'' (الفتاوی الہندیہ ۱،۱۹۹)۔

نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ استفاضہ کے لئے متعدد شہروں سے الگ الگ خبریں آنالازم نہیں ہے،بلکہ اگر کسی ایک جگہ سے بھی بطریق استفاضہ ثبوت کی خبر آجائے تواس کا اعتبار ہوگا۔ ''قال شمس الأئمۃ الحلوانی:الصحیح من مذہب أصحابنا إن الخبر إذا استفاض و تحقق فیما بین أہل البلدۃ الأخریٰ یلزمہم حکم ہذہ البلدۃ'' (شامی زکریا ۳،۳۹۵، ومثلہ فی التاتارخانیۃ زکریا ۳،۳۶۶، مجمع الأنہر ۱، ۲۳۹، منحۃ الخالق ۲،۲۷۰)۔

(۶) (الف) و (ب) رویت کے اعلان کا حق اوراسکی ذمہ داری:

قمری مہینہ کی ۲۹ تاریخ کوسورج غروب ہونے کے وقت چاند تلاش کرنا ، چاند دیکھنے کی کوشش کرنا امت مسلمہ پر فرض کفایہ ہے۔ ''یجب أ ن یلتمس الناس الہلال فی التاسع والعشرین من شعبان و قت الغروب فإن رأوہ صاموہ وإن غم أکملوہ ثلاثین یوماً'' (عالمگیریہ ۱، ۱۹۷، ومثلہ فی فتح القدیر ۲، ۳۱۶، مجمع الانہر، ۳۱، مراقی الفلاح،۳۵۴، البحر الرائق۲، ۲۶۳۔۲۶۴، تبیین الحقائق زکریا ۲،۱۵۵، تاتار خانیۃ زکریا۳،۳۱۸)۔

معارف القرآن میں ہے:

شریعت نے عبادات کے معاملہ میں تو قمری حساب کو بطور فرض متعین کردیا اورعام معاملات تجارت وغیرہ میں بھی اسی کو پسند کیاہے، جو عبادتِ اسلامی کا ذریعہ ہے، اورایک طرح کا اسلامی شعار ہے۔ اگرچہ شمسی حساب کو بھی ناجائز قرار نہیں دیا، شرط یہ ہے کہ اسکا رواج اتناعام نہ ہوجائے کہ لوگ قمری حساب کوبالکل بھلادیں، کیونکہ ایسا کرنے میں عبادات روزہ، و حج وغیرہ میں خلل لازم آتا ہے، جیسا اس زمانہ میں عام دفتروں اور کاروبار ی اداروں، بلکہ نجی اور شخصی مکاتبات میں بھی شمسی حساب کا ایسا رواج ہوگیا ہے کہ بہت سے لوگوں کو اسلامی مہینہ بھی پورے یاد نہیں رہے یہ شعری حیثیت کے علاوہ غیرت قومی وملی کا بھی دیوالیہ پن ہے نجی خط و کتابت اور روزمرّہ کی ضروریات مینقمری اسلامی تاریخوں کا استعمال کریں تواس میں فرض کفایہ کی ادائیگی کا ثواب بھی ہوگا اور اپنا قوی شعار بھی محفوظ رہے گا (معارف القرآن ، پ: ۲)۔

اب رہا مسئلہ کہ عمومی رؤیت نہ ہوسکنے پر رؤیت کی تحقیق وراسکے مطابق اعلان کی ذمہ داری اسکا حق واختیار کس کو ہے؟ تو اس سلسلہ میں اصل یہ ہے کہ

جن ملکوں مینمیں اقتدار اعلی مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو وہاں چاند کااعلان وہی معتبر ہوگا جوحکومت کی طرف سے مقرر کردہ افراد یاد کمیٹی کی طرف سے کیا جائے،اپنے طورپر عوام کو روزہ رکھنے یا عید منانے کا اختیار نہ ہوگا۔ ''والصحیح من ہذا کلہ أنہ مفوض إلی رأی الإمام الخ'' (شامی زکریا ۳،۳۵۶، عمدۃ الرعایۃ ۱،۲۴۶)۔

ہندوستان جیسے ممالک جہاں اقتدار اعلی مسلمانوں کوحاصل نہینہے، وہاں چاند کے اعلان کا اختیار معتمد علیہ رؤیت ہلال کمیٹیوں یا علاقہ کے بااثر ائمہ اورعلماء کو ہوگا،

انہی کے سامنے چاند کی شہادتیں پیش کی جائینگی، اورانہی کے اعلان پر روزہیا عید کا فیصلہ ہوگا، اورجس کمیٹی اورعالم کا جتنا دائرہ اثر ہے اسی حد تک اس کا فیصلہ نافذ العمل ہوگا۔ ''والعالم الثقۃ فی بلدۃ لاحاکم قائم مقامہ'' (عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایہ ۲۶۴،۱، انوار رحمت،۵۱۴، جواہر الفقہ۴۰۲،۱، جدید فقہی مسائل ۲۷،۲)۔

(۶) (ج) و (د) رؤیت کے نظام کے خلاف کسی فرد یا ادارہ کا اعلان :

ہندوستان جیسے ملکوں میں جہاں امت مسلمہ کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے، اجتماعی نظام کا فقدان ہے مختلف تنظیموں کی طرف سے اپنی اپنی رویت ہلال کمیٹیاں ہیں، دیگر ادارے اور افراد بھی سمع وطاعت کے بجائے اپنی علیحدہ رائے پر اصرار وضدپر اتر آتے ہیں اِن احوال میں کس کا اعلان اصل ہے اور کس کا اعلان ناقابلِ عمل یہ عوام الناس کے لئے مشکل مرحلہ ہے تاہم جن علاقوں میں کوئی مستحکم نظام ہے مثلاً بہار واڑیسہ میں امارت شرعیہ وغیرہ کے تحت رویت کے فیصلہ و اعلان کے لئے مستقل نظام موجود ہے یا جن شہروں وصوبوں میں کوئی معتمد معروف رویت ہلال کمیٹی اپنا فریضہ انجام دیتی آرہی ہے۔ اس کے اعلان پر اعتماد وانقیاد لازم ہے۔ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

''جن ملکوں میں اسلامی حکومت نہیں ہے یا ہے مگر باقاعدہ شرعی قاضی مقرر نہیں وہاں شہر کے عام دیندار مسلمان جس عالم یا جماعت پر مسائل دینیہ میں اعتماد کرتے ہوں اس شخص یا جماعت کو قاضی کے قائم مقام سمجھا جائے گا اور رؤیت ہلال میں اسکا فیصلہ واجب التعمیل ہوگا (رؤیت ہلال، ص: ۳۹)۔

بعض علاقوں وشہروں میں مسلکی اعتبار سے ایک سے زائد رویت ہلال کمیٹیاں یا انکے مسلک کے علماء رویت کا الگ الگ اعلان کرتے ہیں اوربعض اوقات اعلانات میں تضاد و ٹکراؤہوتا ہے ۔ ایسی صورت میں عوام جس مسلک سے منسلک ہیں ان پر ان کی اتباع لازم ہے۔

جماعت مسلمین کی طرف سے منتخب کوئی رویت ہلال کمیٹی ہویا ارباب حل و عقد نے کوئی نظام متعین کیا ہو اسکی خلاف ورزی کرتے ہوئے کسی فرد یا ادارے کا متوازی اعلان یا کمیٹی کے اعلان کی مخالفت کی شرعاً گنجائش نہیں ہے۔

خدانخواستہ اگر رؤیت ہلال کمیٹی کسی اجتہای غلطی یا اپنی کم تدبیری کی بناپر رویت کا غلط فیصلہ کر بیٹھتی ہے تو اسکی ذمہ دار وہ خود ہے۔اوراس معاملہ میں اگرچہ اسکی غلطی اس پر احسن طریقہ سے واضح بھی کردینا چاہئے تاکہ آئندہ وہ صحیح تدبیر اختیار کرسکے، لیکن اسکے فیصلہ کو جسکا تعلق اجتماعی عبادات سے ہے عملاً تسلیم کرنا لازم ہے اور عملی مخالفت ناجائز ہے، لوگوں کے روزے عید اورحج کی عبادتیں عند اللہ معتبر قرار پائیں گی اگرچہ واقعہ کے اعتبار سے وہ عید یا حج کا دن نہو اور غلط

شہادتوں کی بناپر صوم و افطار یا حج کی تاریخ کا تعین کرلیا گیا ہو، جیسا کہ ابوداؤدؒ نے اپنی سنن میں باب باندھا ہے:''إذا أخطاء القوم الہلال'' (جب لوگ ہلال کے مسئلہ میں غلطی کریں) اوراسکے تحت یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا :

''وفطر کم یوم تفطرون وأضحاکم یوم تضحون'' (ابو داؤد و کتاب الصیام) ۔

(تمہاری عیدالفطر اس دن ہے جس دن تم عیدالفطر مناتے ہو اور تمہاری قربانی اس دن ہے جس دن تم قربانی کرتے ہو)۔

امام خطابی کہتے ہیں:

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اجتہاد کی صورت میں جو غلطی ہوجائے وہ لوگوں کے لئے قابل در گذر ہے اگر کسی گروہ نے چاند دیکھنے کی کوشش کی مگر تیس تاریخ سے پہلے چاند دکھائی نہیں دیا اس لئے تیس روزوں کی تعداد مکمل کرکے عید منائی اوراس کے بعد ان کے نزدیک یہ بات ثابت ہوگئی کہ مہینہ ۲۹ ہی کا تھا تو ان کا روزہ اوران کی عید کے بارے میں جو کچھ ہوچکا ان پر نہ کوئی گناہ ہے اور نہ ملامت ، اسی طرح اگر انہوننے حج کے موقع پر عرفات کے دن کے معاملہ میں غلطی کی توان پر دوبارہ حج کرنا واجب نہ ہوگا اوران کی قربانیاں اداہوجائینگی یہ اللہ سبحانہ کی طرف سے اپنے بندوں کے حق میں تخفیف اور نرمی ہے'' (عون المعبود ۶، ۲۴۲)۔

جب شرعاً اجتہادی غلطی کے باوجودروزہ عید حج درست قرار پاتا ہے تواب مخالفت کی کوئی وجہ نہیں رہ جاتی، لہٰذا معروف و معتبر کمیٹی کے متوازی کسی فرد یا ادارہ کا اعلان کرنا شرعاً گناہ اور شرو فساد پھیلانے کے مترادف ہے۔

(د) جن لوگوں کو اعلان میں دخل دینا منع ہے، جیسا کہ اوپر ذکر آیا اگر وہ اپنا کوئی علیحدہ اعلان کرتے ہیں یا رؤیت ہلال کمیٹیوں کے اعلان کی مخالفت کرتے ہیں تواس کو اہمیت نہیں دینی چاہئے نہ ہی اسپر عمل کرنا درست ہے، لیکن ان کے اعلان سے ایک شبہ تو بہرحال پیدا ہوجاتا ہے اس لئے روزہ توڑدینے کی صورت میں کفارہ کا حکم نہ ہونا چاہے۔

فقہی ضابطہ کہ '' کفارات شبہ سے ساقط ہوجاتے ہیں '' ایک مسلم ضابطہ ہے،جیسا کہ ''الأشباہ والنظائر'' میں ہے:الحدود تدرأبالشبہات (ص: ۱۴۹) ''الأصل فی ذلک أن کفارۃ رمضان تسقطہا الشبہۃ فہی بمنزلۃ الحدّ'' (أحکام القرآن ۱،۲۶۲، باب من صام فی السفر ثم أفطر)۔

اس سلسلہ میں مفتی محمد سلمان منصورپوری نے متوازی اعلان کو بھی ایک حد تک اہمیت دی ہے وہ لکھتے ہیں:

اگر مثلاً جنوبی ہند کی خبر پر شمالی ہند کا کوئی مقامی عالم اپنے طورپر رؤیت کا اعلان کردے اور اس علاقہ کی بااثر کمیٹیاں اس رؤیت کو تسلیم نہ کریں تو مقامی عالم کا فیصلہ صرف اس کے زیر اثر لوگوں پر ہی نافذ ہوگا ، دیگر لوگوں پر اس کا نفاذ نہ ہوگا۔ ''والعالم الثقۃ فی بلدۃ لاحاکم قائم مقامہ'' (عمدۃ الرعایۃ ۱،۲۴۶،کتاب المسائل ۲،۱۳۲)۔

(۷) (الف) و (ب) رؤیت ہلال کے مسئلہ میں اختلاف و انتشار سے بچنے کی راہ :

رویت ہلال کے مسئلہ میں خصوصاً رمضان و عید کے چاند کے ثبوت میں جو کبھی امت مسلمہ میں افراتفری مچتی ہے اسکے حل کے لئے متعدد بار اکابر سر جوڑ کر بیٹھ چکے ہیں لیکن غیر اسلامی حکومتوں میں کسی بھی تنظیم پر اخلاقی دباؤ کے علاوہ ان کو پابند بنانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا اور مطلق العنانی سے بعض ناعاقبت اندیش غلط روش پرچل پڑتے ہیں اور پھر مسائل کھڑے ہوجاتے ہیں ۔

در اصل رویت ہلال کا مسئلہ ، اسلامی حکومت کے نظام کا ایک حصہ ہوتا ہے، اسی لئے رؤیت ہلال کا اعلان ملک کا سر براہ اپنی ذمہ داری پر قاضی یا نمائندہ کمیٹی سے انجام دلاتا ہے۔ ظاہر ہے حکومت کے اعلان پر اختلاف کی گنجائش بھی نہیں رہتی ہے، لیکن جہاں جہاں اسلامی حکومت کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے وہاں رویت ہلال کے فیصلے میں بھی بکھراؤ پایا جاتا ہے حالانکہ اسلامی حکومت نہونے پر عامۃ المسلمین کی ذمہ داری ہوتی کہ اس طرح کے اجتماعی دینی کامونکے لئے از خود کسی سربراہ یا کمیٹی کا انتخاب کریں اوراسکے فیصلہ کو قاضی کے فیصلہ کی طرح نافذ کریں۔ لیکن بدقسمتی سے جب خود نمائی اور عہدہ طلبی یا سمع و طاعت سے رو گردانی کا مزاج بڑھ جاتا ہے تو پھر مقابلہ آرائی کی شکلیں پیدا ہوجاتی ہیں اغیار کی سازشیں بھی اختلاف کی آگ میں پٹرول چھڑکنے کاکام کرتی ہیں، نتیجہ یہ کہ رویت کے فیصلہ پر روزہ وعید کا سادہ ساحکم دنیاوالوں کی نگاہ میں معمہ اور تماشا بن جاتا ہے۔ ایک ایک شہر میں کئی کئی قاضی اور کئی رویت ہلال کمیٹیاں جگ ہسائی کی جلوہ سامانیاں فراہم کرتی ہیں۔

اسکا حل یہی ہے کہ تمام کمیٹیو ں میں تال میل پیدا کیا جائے ، اتحاد امت کو اہمیت دی جائے ،بڑوں کے فیصلوں کا احترام کیا جائے، کسی مسئلہ کو انا کا مسئلہ نہ بنایا جائے مشترکہ کمیٹیوں کی بھی تشکیل ہو جس میں سب کی نمائندگی ہو شہر و صوبہ کی کمیٹیوں کی سطح سے اوپر ایک بڑی نمائندہ کمیٹی ہو جسکے فیصلہ پر تمام کمیٹیاں اتفا ق کرکے ان کے اعلان کو آگے بڑھا ئیں اس طرح ایک حد تک اختلاف وانتشار سے بچاجاسکتا ہے۔

چنانچہ ادارۃ المباحث الفہقیہ جمعیۃ علماء ہند کے ساتویں فقہی اجلاس میں اس سلسلہ میں ایک تجویز یہ پاس ہوئی تھی کہ :

''جب تک مختلف مکاتب فکر کے علماء کو ثبوت رویت ہلال میں ہم آہنگ نہیں کیا جائے گا ، ملک میں انتشاری کیفیت ختم نہیں ہوسکے گی۔ اس لئے یہ اجتماع جمعیۃ علماء ہند کے ارباب حل و عقد سے اپیل کرتا ہے کہ وہ پورے ملک کی ہلال کمیٹیوں اوران کے ذمہ داران کا ایک اجتماع بلائیں اوران سے تبادلۂ خیال کرکے اس دستور العمل (مرتبہ مولانا محمد میاں صاحبؒ) کے مطابق عمل کرنے کی اپیل کریں۔ اس طریقہ سے اختلاف و انتشارکم سے کم ہوسکتا ہے (تجویز نمبر ۲: فقہی اجتماع منعقدہ ۲۷، رجب ۱۴۲۱ ھ بمقام

شیخ الہند ہال دیوبند)۔

غالباً مذکورہ بالا تجویز کے مطابق اب تک رویت ہلال کمیٹیوں کامشترکہ اجلاس منعقد نہیں کیا جاسکا اگر یہ متحد ہ اجتماع کمیٹیوں کا منعقد کیاجائے اورکوئی مشترکہ کمیٹی وجود میں آجائے توانشاء اللہ اسکے مفید اثرات و ثمرات برآمد ہونگے۔

* * *

رؤیت ہلال، بصری رؤیت، فلکیاتی حساب، غور وفکر کے چند پہلو

مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی•

جواب (۱):

مطلع کی وضاحت:

(الف)مطلع کے معنی ہے چاند نکلنے کی جگہ، جیساکہ محمد رواس قلعہ جی لکھتے ہیں: ''المطلع بکسر اللام مکان الطلوع''(معجم لغۃ الفقہاء: باب حرف المیم ، ص: ۴۳۶، ط: دارالنفائس بیروت)۔

محمد مرتضی زبیدی لکھتے ہیں:''حتی مطلع الفجر''۔۔وقال ابن کثیر ونافع وابن عامر والیزیدی عن أبی عمرو وعاصم وحمزۃ بفتح اللام، قال الفراء:وھو أقوی فی القیاس؛ لأن المطلع بالفتح الطلوع، وبالکسر الموضع الذی تطلع منہ''(تاج العروس :مادہ طلع ۴۴٫۵)۔

حضرت مولانامفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

اختلاف مطالع سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جگہ اگردور ہے تو مطلع مختلف ہوگااور اگر قریب ہے تو مطلع متحد ہوگا، حالانکہ حقیقت یہ نہیں؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب کبھی چاند افق پرطلوع ہوتا ہے تووہ اپنے دیکھنے والوں کے حساب سے زمین پرایک قوس بناتا ہے، جو شخص اس قوس کے اندر ہوگا وہ چاند دیکھ سکے گا ، اورجوقوس سے باہر ہوگاوہ چاندنہ دیکھ سکے گا ، مثال کے طورپر یہ سمجھ لو جیسے چاندطلوع ہوااوریہ ڈیسک کی طرح جو رقبہ ہے وہ ہے قو س، جس میں چاند دیکھا جاسکتا ہے، تو ایک آدمی ڈیسک کے ایک کونے پرکھڑا ہے اورایک آدمی ڈیسک کے دوسرے کونے پرکھڑا ہے اوردونوں کے درمیان ہزار ہا میل کافاصلہ ہے، مگر دونوں کے لئے مطلع متحد ہے، اس واسطے کہ دونوں قوس کے اندر ہیناورچاند کودیکھ رہے ہیں، اورایک آدمی یہاں اندر کھڑا ہے اوردوسرا باہر، تو دونوں کے درمیان ہوسکتا ہے کہ ایک میل کابھی فاصلہ نہ ہو؛لیکن مطلع مختلف ہوگیا۔

اس کی ایک حسی مثال لیجئے کہ دارالعلوم کے باہر ایک اونچی ٹنکی لگی ہوئی ہے، تو اس کو دیکھتے چلے جائیں، یہ دورتک نظرآئے گی اورنظر آتی رہے گی ، یہاں تک کہ ایک نقطہ ایسا آئے گا کہ نظر آنی بند ہوجائے گی، جہاں وہ آخری بارنظر آئی، اورپھردورقائدآباد (مشرق) کی طرف چلے جائینتو یہاں بھی دورتک نظر آتی رہے گی،

• شیخ الحدیث ومہتمم دارالعلوم اسلامیہ عربیہ ماٹلی والا، بھروچ، گجرات۔

اورجہاں تک آخری بارنظر آئے گی، تو یہ دونوں کامطلع ایک ہے، جب کہ دونوں کے درمیان چار پانچ میل کافاصلہ ہے ، لیکن جہاں آخری بار نظر آئی اور اس سے آگے جہاں نظر نہیں آرہی توان کے درمیان ہوسکتا ہے ایک ہی گز کا فاصلہ ہو، لیکن دونوں کا مطلع مختلف ہے، تو معلوم ہوا کہ مطلع کے اتحاد اوراختلاف کاتعلق فاصلے کی کمی اورزیادتی پر نہیں ہے، بلکہ نظر آنے کی صلاحیت پر ہے، پھر اگر یہ ہوتا کہ دائمی طورپرچاند ایک ہی قوس بناتا کہ جب بھی طلوع ہوتا توساری دنیاکو دوحصوں میں تقسیم کردیتا، اورایک حصہ میں نظر آتا اوردوسرے حصے میں نظر نہیں آتا تو بھی معاملہ آسان تھا کہ حساب لگا کر دیکھ لیتے کہ قوس میں کون کون سامک آرہا ہے اور کون سانہیں آرہا، جو آرہا ہے اس کو کہتے کہ اس کا مطلع متحد ہے اورجو نہیں آرہا اس کو کہتے کہ مطلع مختلف ہے، لیکن ہوتا یہ ہے کہ ہرمرتبہ جب چاندطلوع ہوتا ہے تو وہ زمین پر نئی قوس بناتا ہے ،مطلب یہ ہے کہ جو ممالک یاجو علاقے پچھلے مہینے میں اس قوس میں داخل تھے تو ہوسکتا ہے کہ اس مہینے میں وہ سب خارج ہوگئے ہوں ، اورنئے علاقے قوس میں آگئے ہوں، اورہرماہ اسی طرح یہ قوس بدلتی رہتی ہے، لہذا کوئی دائمی فارمولہ ایسا وضع نہیں کیاجاسکتا کہ یوں کہا جائے کہ کراچی اور حیدرآباد کامطلع تو ایک ہے اور کراچی اورلاہور کا مختلف، بلکہ ہرمرتبہ نئی صورت حال پید اہوتی ہے، لہذا اختلاف مطالع کو اگر معتبر مانا جائے، جیسا کہ ائمۂ ثلاثہ فرماتے ہیں : تو عین ممکن ہے کہ کورنگی میں چاند نظر آئے اورصدر میں نظر نہ آئے، تو کہنا چاہئے کہ کورنگی اورصدر کا مطلع بھی مختلف ہے، اورچوں کہ مطلع مختلف ہے، اس لئے اگر کورنگی میں چاند نظر آئے تو صدر والوں پر حجت نہ ہونا چاہئے، اورصدر میں نظر آئے تو کورنگی والوں پرحجت نہ ہونا چاہئے، اوراگر اختلاف مطالع کو بالمعنی الحقیقی معتبر ماناجائے تو ایک شہر میں بھی ایک آدمی کی رئویت دوسرے کے لئے کافی نہ ہونی چاہئے ؛لیکن یہ حضور ﷺ کے عمل اور ہدایات کے خلاف ہے (رؤیت ہلال از مفتی تقی عثمانی صاحب، ص: ۳)۔

مقصود الحسن فیضی صاحب رقم طراز ہیں:

مطلع ''طلوع'' مصدر کااسم ظرف ہے، طلوع کے معنی ہےنکلنا ،طلوع ہونا، ظاہر ہونا، اس طرح مطلع کا معنی ہوا طلوع ہونے کی جگہ، اسی مناسبت سے چاند اورسورج کے طلوع ہونے کی جگہ کومطلع کہتے ہیں۔

مطلع سے ہماری مراد ماہِ نو کے مشرق کی جانب چھپ جانے کے ایک یادودن بعد مغرب کی جانب ظاہر ہونے کی جگہ ہے، اس کو اس طرح سمجھئے کہ ایک ہی خطہ طول البلد پرواقع تمام مقامات پر سورج اورچاند ایک وقت میں طلوع ہوں گے، اورایک ہی وقت میں غروب ہونگے، مثلاًحیدرآباد ،سندھ ، کابل ، تاشقند کا طول البلد تقریباً ۶۸؍درجہ مشرق ہے، اگر حیدرآباد سندھ میں سورج صبح ۶؍ بج کر ۲۲؍منٹ پرطلوع ہوگا، تو کابل اورتاشقند

میں بھی اسی وقت طلوع ہوگا، اسی طرح تاشقند میں چاند غروب آفتاب کے بعد نظرآگیا ہے، توان مقامات پربھی ضرور نظرآنا چاہئے ، بشرطیکہ بادل یافضا کی آلودگی آڑے نہ آئے، لہذا ہم یہ کہہ سکتے ہینکہ حیدرآباد ،سند ھ ، کابل اورتاشقند کا مطلع ایک ہی ہے۔

اس کی مزید وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ ایک مقام (الف) مقام (ب) سے پورے ۱۸۰ء درجہ مغرب میں واقع ہے،یعنی اگر مقام (ب) کاطول البلد ۷۵ درجہ مشرق اورمقام (الف) ۱۸۰ءدرجہ مغرب ہے تو ۲۳ء مارچ یا ۲۳ء دسمبر کو جس وقت مقام (ب) میں سورج طلوع ہوگا، مقام (الف) میں غروب ہورہاہوگا، اوروہاں رات شروع ہوجا ئے گی، تو گویا مقام (ب) اورمقام (الف) کے مطالع بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہیں(رویت ہلال؛ مشاہدہ یانظام فلکیات پراعتماد: فصل دوم، اختلاف مطالع ،۵۸،۵۷، ط:مکتبہ نورالاسلام ،لاہور)۔

ابواحمدمحمدشعلان لکھتے ہیں:''إن اختلاف المطالع تعبیر فقهی، یراد عند الفقهاء: ظهور القمر ورؤیته فی أول الشهر بین بلد وبلد، حیث یراد أهل بلد مثلاً، بینهما الآخرون لایرونه فتختلف مطالع الهلال، ذهب الجمهور إلی أنه لا عبرة باختلاف المطالع، واعتبرها الأحناف والشافعیة، واستدلوا بأثر ابن عباس فی زمن معاویة'' (مقالہ: تحری الہلال:ص: ۴، جمع واعداد:أبواحمد محمد الشعلان)۔

مطلع کے حدود:

احناف کا مشہور مذہب اختلاف مطالع کی بابت عدم اعتبار کا ہے ، لیکن ماضی قریب وبعید میں اکثر فقہاء احناف اختلاف مطالع کے قائل نظر آتے ہیں،جیساکہ امام زیلعیؒ لکھتے ہیں:

''والأشبہ أن یعتبر، لأن کل قوم مخاطبون بما عندهم، وانفصال الهلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف الأقطار''(تبیین الحقائق:کتاب الصوم ۱،۳۲۱، ط:مکتبہ امدادیہ، ملتان)۔

جو لوگ اختلاف مطالع کا اعتبار کرتے ہیں، وہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ قریب ملکوں میں اختلاف مطالع معتبر نہیں ،علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

''قال القرطبی :قد قال شیوخنا إذا کانت رؤیة الهلال ظاہرة قاطعة بموضع، ثم نقل إلی غیرہم بشهادة اثنین لزمهم الصوم، وقال ابن الماجشون: لا یلزمهم بالشهادة إلا لأہل البلد الذی ثبتت فیه الشهادة إلا أن یثبت عند الإمام الأعظم، فیلزم الناس کلهم؛ لأن البلاد فی حقه کالبلد الواحد، إذ حکمه نافذ فی الجمیع، وقال بعض الشافعیة:إن تقاربت البلاد کان الحکم واحدا، وإن تباعدت فوجهان:لا یجب عند الأکثر، واختار أبوالطیب وطائفة الوجوب، وحکاہ البغوی عن الشافعی۔ وفی ضبط البعد أوجه:أحدها اختلاف المطالع، قطع به العراقیون والصیدلانی، وصححه النووی فی ''الروضة'' و''شرح المهذب'' (فتح الباری : کتاب الصوم ، باب قول النبی ﷺ اذا رأیتم الهلال فصوموا، رقم الحدیث : ۱۹۰۶- ۱۹۱۱، ص: ۶۱۹،ج: ۴،ط:دارالفکر، بیروت، لبنان)۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کے لئے کتنی دوری درکار ہے ؟

اس بابت علماء کی آراء مختلف ہیں ،حافظ ابن حجرؒ نے پانچ اقوال نقل کئے ہیں:

۱-''أحدهما:اختلاف المطالع، قطع به العراقيون والصيدلانی، وصححه النووی فی الروضة وشرح المذهب'' (المجموع شرح المہذب۶/۲۷۳،ط: دارالفکر بیروت)۔

۲- ''ثانيها:مسافة القصر، قطع بها الإمام والبغوی، وصححه الرافعی فی الصغير والنووی فی شرح مسلم، وبهذا قال الفوزانی وإمام الحرمين والغزالی والبغوی وآخرون من الخراسانيين، وضعفه النووی'' (شرح المہذب۶ /۲۷۳، ط:دارالفکر بیروت)۔

۳- ''ثالثها: اختلاف الأقاليم، وبهذا قال الصيمری وآخرون''۔

۴-''رابعها:حكاه السرخسی، فقال:يلزم كل بلد لا يتصور خفاؤه عنهم بلا عارض دون غيرهم''۔

۵-''خامسها:قول ابن الماجشون المتقدم، قال ابن الماجشون:لا يلزمهم بالشهادة إلا لأهل البلد ثبتت فيه الشهادة إلا أن يثبت عند الإمام الأعظم، فيلزم الناس كلهم''(فتح الباری ۴/۶۱۹، ط: دارالفکر، بیروت)۔

علامہ شوکانی نے چھٹے قول کا اضافہ کیاہے، وہ فرماتے ہیں:

۶-''سادسها:انه لا يلزم إذا اختلف الجهتان ارتفاعاً وانحداراً، كأن يكون أحدهما سهلا والآخر جبلاً، أو كان كل بلد فی إقليم'' (نیل الاوطار۴/۲۱۸، ط: القدس، قاہرہ)۔

۷- اس کے علاوہ بھی اقوال ملتے ہیں، علامہ شامی نے قہستانی کے حوالہ سے ایک ماہ کی مسافت نقل کی ہے:

''وذكر القهستانی عن الجواہر تحديده بمسيرة شهر فصاعدًا اعتبارًا بقصة سليمان عليه السلام؛ قال:فإنه قد انتقل كل غدو ورواح من إقليم إلى إقليم ، وبين كل منهما مسيرة شهر انتهى'' (رسائل ابن عابدین۱/۲۵۰)، ''قال تعالیٰ :غدوها شهر ورواحها شہر''، ایک ماہ کی مسافت چار سو اسی کیلو میٹر ہے (قضایا معاصرہ: ۴۹۵) ۔

۷۲، میل برابر۱۔۱۵۔۸۴۸ میٹر ہوتا ہے ۔

''الميل :مقياس للطول قدّر قديما باربعة آلاف ذراع، فالبر يقدر الآن بما يساوی ۱۶۰۹ من الأمتار'' (المعجم الوسيط: مادہ: میل وفرسخ)۔

۸- ۲۴ فرسخ، ایک فرسخ تین شرعی میل کاہوتا ہے، ایک شرعی میل چار ہزار ذراع کاہوتا ہے، علامہ شامی نے اسی کو ترجیح دی ہے:

''وقد نبه التاج التبريزی على أن اختلاف المطالع لا يمكن فی أقل من أربعة وعشرين فرسخاً، وأفتى به الوالد، والأوجه أنه تحديدية'' (رسائل ابن عابدین۲/۲۵۰،ط: عالم الکتب)۔

۹- بعض نے مبتلی بہ کی طرف محول کیا ہے، جیساکہ محدث عصر علامہ یوسف بنوریؒ لکھتے ہیں:

''وحد البعد مفوض إلی رأی المبتلی بہ ، ولیس لہ حد معین'' (معارف السنن۵/۳۳۷،ط: سعید کمپنی ،کراچی)۔

۱۰- بعض علماء نے ایک دن کے فرق کو اختلاف مطالع کا معیار قراردیاہے، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ان الفاظ میں اشارہ کیاہے:''ینبغی أن یعتبر اختلافھا إن لزم التفاوت بین البلدین بأکثر من یوم واحد''(فتح الملہم ۳/۱۱۳)۔

شو افع کے نزدیک پہلا قول راجح ہے:

''والبعد یعتبر باختلاف المطالع، وھو الأصح عند الشوافع'' (فتح الملھم۴/۶)۔

علمائے احناف میں علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے ساتویں قول کو ترجیح دی ہے، تقدیرش مسافت یک ماہ است، دریں صورت حکم رؤیت یک بلدہ بلدۂ دیگر نخواہد شد، ودربلاد متقاربہ کہ مسافت کم ازکم یک ماہ داشتہ باشند حکم رؤیت یک بلدہ بہ بلدۂ دیگر لازم خواہد شد (مجموعۃ الفتاوی ہامش خلاصۃ الفتاوی۱/۲۵۶،ط: المکتبۃ الاشرفیہ، دیوبند)۔

''مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ'' نے دسویں قول کو راجح قراردیاہے۔

محققین احناف اورعلماء امت کی تصریحات اوران کے دلائل کی روشنی میں مجلس کی متفقہ رائے ہے کہ بلاد بعیدہ میں اس باب میں بھی اختلاف مطلع معتبر ہے۔

۱- بلادبعیدہ سے مراد یہ ہے کہ باہم اس قدر دوری واقع ہو کہ عادۃً ان کی رؤیت میں ایک دن کافرق ہوتا ہے، ایک شہر میں ایک دن پہلے چاندنظر آتا ہے، اوردوسرے میں ایک دن کے بعد،ان بلادبعیدہ میں اگر ایک کی رؤیت دوسرے کے لئے لازم کردی جائے، تو مہینہ کسی جگہ ۲۸؍دن کا رہ جائے گا، اورکسی جگہ ۳۰؍دن کا قراردیا جائے گا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے اس قول کی تائید ہوتی ہے۔

۲- بلادقریبہ وہ شہر ہیں جن کی رؤیت میں عادۃً ایک دن کافرق نہیں پڑتا، فقہاء ایک ماہ کی مسافت کی دوری کو-جو تقریباً ۵۰۰یا۶۰۰ میل ہوتاہے- بلادبعیدہ قراردیتے ہیں، اوراس سے کم کو بلاد قریبہ، مجلس اس سلسلہ میں ایک ایسے چارٹ کی ضرورت سمجھتی ہے جس سے معلوم ہوجائے کہ کتنی مسافت پرمطلع بدلتا ہے اورکن کن ملکوں کامطلع ایک ہے (جدید فقہی مسائل۲/۴۵، رؤیت ہلال کا مسئلہ: ۱۲-۱۱)۔

(ب،ج) مذکورہ تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ ایک دن کا فصل اختلاف مطالع کا معیار ہے اورظاہر ہے کہ برصغیر ہندوستان بشمول پاکستان وبنگلہ دیش ونیپال وغیرہ کے مطالع کے درمیان ایک دن کافرق نہیں ہوتا ہے ؛بلکہ چند منٹوں یازیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ کا فرق ہوتا ہے، لہذا ازروئے شرع ان ملکوں کا مطلع ایک ہوگا، اس کی بابت ''مجلس تحقیقات ونشریات، ندوۃ العلماء، لکھنؤ'' نے بھی واضح طور پراسی طرف اشارہ کیا ہے۔

''ہندوستان وپاکستان کے بیشتر حصوں اوربعض قریبی ملکوں مثلاً نیپال وغیرہ کامطلع ایک ہے، علمائے ہندوپاک کاعمل ہمیشہ اسی پر رہا ہے، اورغالباً تجربہ سے بھی

یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بعد مسافت نہیں ہے کہ مہینہ میں ایک دن کافرق پڑتا ہو، اس بنیاد پر ان دونوں ملکوں میں جہاں بھی چاند دیکھا جائے شرعی ثبوت کے بعد اس کا ماننا ان دونوں ملکوں کے تمام اہل شہر پر لازم ہونا چاہئے۔

مصروحجاز جیسے دورو دراز ملکوں کا مطلع ہندوپاک کے مطلع سے علاحدہ ہے، یہاں کی رؤیت ان ملکوں کے لئے اوران ملکوں کی رئویت یہاں کے لئے کسی بھی حالت میں لازم اورقبول نہیں ہے، اس لئے کہ ان میناور ہندوپاک میں اتنی دوری ہے کہ عموماً ایک دن کا فرق ان میں واقع ہوجاتا ہے اوربعض اوقا ت اس سے بھی زیادہ۔

اگر ملک کے کسی حصہ میں ۲۹؍ تاریخ کو رئویت ہلال کا ثبوت ہوگیا، تو مطلع ایک ہونے کی وجہ سے دوسرے خطہ کے مسلمانوں پر عمل اس وقت لازم ہوتا ہے جب کہ وہاں کے مقامی قاضی یاہلال کمیٹی کے ذمہ داران کے نزدیک اس رئویت ہلال کے شرعی ثبوت محقق ہوجائے (شرعی ثبوت کے شرائط، شہادت علی القضاء ملاحظہ ہو)۔

حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: یہ یادرہے کہ بلندی کی سطح مختلف ہونے سے مطالع قمر میں اختلاف نہیں ہوتا، ہاں، مطالع ومغارب شمس میں ہوتا ہے (محمودالفتاوی :کتاب الصوم۲؍۱۰۳، مکتبۂ انور، ڈابھیل)۔

مقصود حسن فیضی صاحب لکھتے ہیں:

مطالع کی حدود کے متعلق ائمۂ سلف کے اقوال میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن آج کل طول البلد کے تعین اوراس کے مطابق معیاری وقت کے تعین نے اس مسئلہ کو کافی حد تک آسان کردیا ہے، کئی اسلامی ممالک میں سارے ملک میں معیاری وقت ایک ہی ہوتا ہے، خواہ اس کا فاصلہ ۱۵؍ڈگری طول البلد سے زیادہ ہو ، مثلاً سعودی عرب ۳۵؍ درجے سے ۵۶ درجے طول البلد شرقی یعنی ۲۱؍ درجے پرپھیلا ہواہے، لیکن ملک بھر میں ان کا معیاری وقت ایک ہی ہے، یعنی گرنیچ ٹائم سے ٹین گھنٹے پہلے، رئویت ہلال کے لئے حکومت کمیٹی مقررکردیتی ہے، جو شہادات کی توثیق کے بعد رئویت ہلال کا اعلان کرتی ہے، اوراس کو پورے ملک کی رئویت ہلال قراردیاجاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس حکومت نے ملک بھر کے لئے ایک ہی مطلع قراردیا۔

ایسی ہی صورت حال بھارت میں ہے، جس کا طول البلد ۷۰تا ۸۰ یعنی ۱۹؍ درجے ہے، وہاں بھی ایک معیاری وقت ہے، اوروہاں کی رئویت بھی ملک بھر کے لئے ایک ہی رئویت ہے ، البتہ چند ممالک ایسے بھی ہیں، جو بہت زیادہ درجوں پر پھیلے ہوئے ہیں، مثلاً چین، روس ، اورکناڈا، ان کے مختلف علاقو نمیں معیاری وقت بھی الگ ہے، اوراسی طرح مطالع بھی (رئویت ہلال مشاہدہ یانظام فلکیات پراعتماد:فصل دوم اختلاف مطالع ، ص: ۶۶،۶۷، ط:نورا لاسلام اکیڈمی، لاہور)۔

(د)حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری د امت برکاتہم العالیہ تحریرفرماتے ہیں:

اگر ہندوپاک وبنگلہ دیش ونیپال کے تمام مسلمان رویتِ ہلال کے فیصلہ کے لئے کسی کمیٹی کو اختیار دے دیں اور اس کمیٹی کے سامنے رؤیت ہلال کا شرعی ثبوت مہیا ہونے پر وہ فیصلہ واعلان کردے ،تو ان تمام مسلمانوں پر وہ اعلان وفیصلہ واجب العمل ہوگا ؛ بشرطیکہ کمیٹی کے ارکان میں ماہرین فقہ کی اکثریت ہو اور ان کی رائے کو قانونی غلبہ حاصل ہو، اور اگر ایسا نہیں ہے تو مقامی قاضی یا رؤیتِ ہلال کمیٹی کے فیصلہ کا انتظار ضروری ہے (محمود الفتاوی :کتاب الصوم۲؍ ۱۰۳، مکتبہ انور، ڈابھیل)۔

ہندوستان بشمول پاکستان وبنگلہ دیش ونیپال کا مطلع ایک مانا گیاہے، لیکن یاد رہے کہ رؤیت ہلال کی نری خبر کو موجب عمل اور حجت لازمہ نہیں قرار دیا گیاہے، بلکہ ضروری ہے کہ وہ قاضی یا حاکم کے فیصلہ سے مؤکد ہو،تب جاکر وہ خبردوسروں کے لئے حجت لازمہ اور موجب لازمہ وموجب عمل بنتی ہے ،اسی کے ساتھ یہ بھی یادرہے کہ کسی قاضی کے یا حاکم کے فیصلہ کی خبر اس کے حدودولایت ہی میں موجب عمل قرار دی جاتی ہے،دوسری جگہوں پر اس کے موجب عمل ،بلکہ مجوّز عمل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہاں بھی قاضی کا یہ فیصلہ یا رؤیت ہلال کی خبر شرعی اصولوں کے مطابق شہادت علی الرؤیت یا شہادت علی الشہادت یا شہادت علی القضاء یا استفاضۂ خبر کے ذریعہ پہنچے ،پھر وہاں کا حاکم یا قاضی اس کو سن کر رؤیت ہلال کا فیصلہ کرکے اعلان کردے تو دوسری جگہوں پر وہ خبر موجب عمل ہوگی، بغیر ا ن شرعی طریقوں کے دوسری جگہوں پر نری خبر کا پہنچ جانا وہاں کے لوگوں کے لئے نہ ہی موجب عمل ہے اورنہ ہی مجوّز عمل:''اعلم أن الہلال بالشہادۃ علی الرؤیۃ أو الشہادۃ علی الشہادۃ أو الشہادۃ علی القضاء أو استفاضۃ الخبر من جہات شتی اہ'' (معارف السنن۵/۳۳۵، ط: سعید کمپنی، کراچی)۔

علامہ ابن رشد مالکی علیہ الرحمہ کے اس کلام سے یہ مترشح ہوسکتاہے کہ ''بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا معتبر ہونا اجماعی مسئلہ ہے'' (کماقال العلامۃ محمد یوسف لدھیانوی فی احسن الفتاوی۴/۴۷۴)۔

لیکن علامہ ابن رشد کے کلام سے یہ مطلب کشیدکرنا صحیح معلوم نہینہوتا؛ بلکہ اس کلام کا بے غبار مطلب یہ لیا جاسکتا ہے کہ کسی حاکم وامام کا رؤیت ہلال کا فیصلہ اس کے حدود ولایت سے خارج بلاد بعیدہ میں حجت نہیں ہے؛بلکہ وہاں اس کے حجت ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ فیصلہ بلاد بعیدہ میں شرعی گواہوں کے ذریعہ پہنچے، چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے ''فتح الباری '' میں علامہ ابن رشد مالکی کے قول ہی کے مثل حافظ ابن عبدالبر کا قول نقل کیاہے اور پھر علامہ قرطبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اگر کسی جگہ رؤیت ہلال کا قطعی ثبوت ہوجائے، پھر اس کو دوسری جگہوں تک شرعی گواہوں کے ذریعہ پہنچایا جائے تو دوسری جگہ کے لوگوں پر روزہ رکھنا ضروری

ہوگا، علامہ ابن حجرؒ کے حافظ ابن عبدالبر کے قول کے بعد علامہ قرطبی کے قول کے نقل کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن عبدالبر مالکی یا ابن رشد مالکی کے قول سے بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کے معتبر ہونے کو اجماعی مسئلہ سمجھنا صحیح نہیں ہے،بلکہ حضرات مالکیہ کا مشہور مذہب خود حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے یہی نقل کیاہے کہ ان حضرات کے نزدیک مطلقاً اختلاف مطالع کا اعتبار نہینہے ۔

''إذا رأى ببلدة لزم أهل البلاد كلها، وهو المشهور عند المالكية، لكن حكى ابن عبد البر الإجماع على خلافه، وقال:أجمعوا على أنه لاتراعى الرؤية فيما بعد من البلاد كخراسان والأندلس، قال القرطبى:قد قال شيوخنا:إذا كانت رؤية الهلال ظاهرة قاطعة بموضع ثم نقل غيرهم بشهادة اثنين لزمهم الصوم'' (فتح البارى ۴/۶۱۹،ط:دارالفكر، بيروت)۔

اور علامہ شوکانیؒ نے تو حافظ ابن عبد البرؒ کے اجماع کے دعویٰ ہی کو باطل قرار دیا ہے (نیل الاوطار۴/۱۹۵، ط: القدس، القاہرہ)۔

اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں حضرت علامہ ابن رشد اور ابن عبدالبر علیہ الرحمہ کے قول کی ایک دوسری توجیہ کی ہے،لیکن احقر کے خیال میں وہ تکلف سے خالی نہیں ہے(مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح الملہم۳/۱۱۳) اور ''بدائع الصنائع'' کی جس عبارت سے اختلاف مطالع کا معتبر ہونا معلوم ہوتاہے ،اس کی عمدہ توضیح مفتی رشید احمد صاحب نے ''احسن الفتاویٰ'' (۴/۵۰۵-۵۰۶) میں کردی ہے، جس کا حاصل یہی ہے کہ بلاد قریبہ اور کسی حاکم کے حدودولایت میں تو اس حاکم کا فیصلہ حجت ملزمہ ہوگا ،وہاں کسی علیٰحدہ حجت کی ضرورت نہیں ہے، البتہ حدود ولایت سے باہر بلاد بعیدہ میں حاکم کا فیصلہ حجت ملزمہ نہیں ہوگا، بلکہ اس کے حجت ملزمہ ہونے کے لئے مستقل حجت (شہادت علی الشہادۃ یا شہادت علی القضاء یا استفاضۂ خبر) ضروری ہے (بدائع ۲/۲۲۱،کتاب الصوم ،ط:زکریا)، ''وجه ظاهر الرواية:إن المطالع لا تختلف إلا عند المسافة البعيدة الفاحشة''۔

یادرہے کہ ''بدائع'' کی مذکورہ عبارت کے آخری جملہ میں جو بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کو معتبر قرار دیا گیاہے،وہ رؤیت ہلال کے ظاہری مشاہدہ کے اعتبار سے ہے ، حکم شرعی کے اعتبار سے نہیں ،کیونکہ ہلال رمضان میں حکم شرعی اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ بلادقریبہ وبعیدہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے ،جیسا کہ تفصیل اوپر گذری (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: احسن الفتاوی۴/۵۰۵-۵۰۶، ط: دارالاشاعت، دیوبند- امداد الفتاوی۲/۱۰۹،ط:زکریا)۔

ہندوستان وغیرہ ممالک کے کسی خطہ میں اگر رؤیت ہلال کے ثابت ہوجانے کی وجہ سے رؤیت کا اعلان وفیصلہ کردیا گیا ،تو جس خطہ میں یہ اعلان ہوا ہے اس خطہ میں قاضی یا حاکم کے حدودولایت تک وہ اعلان موجب عمل ہے،لیکن حدودولایت سے باہر

دوسرے خطوں میں وہ اعلان موجب عمل نہیں ہے، اورنہ دوسرے خطے کے قاضی کے لئے اس اعلان کی بنیاد پر رؤیت کا اعلان کرنا جائز ہے، جب تک کہ اس کے نزدیک طریق موجب سے رؤیت کا ثبوت نہ ہوجائے اور وہ طریق موجب - جن سے باہر سے آنے والی رؤیت ہلال کی خبر کو معتبر تسلیم کیا جاتا ہے- چار ہیں اور وہ یہ ہے : (۱) شہادۃ بالرؤیہ،(۲) شہادۃ علی الشہادۃ بالرؤیہ،(۳) شہادۃ علی الحاکم والقاضی(۴) استفاضۂ خبر من جہات شتی (کما فی امداد الفتاوی۲/۹۹،۱۱۱،ط:زکریا) ۔

اس لئے ہندوستان وغیرہ ممالک کے جن خطوں میں چاند نہ دیکھا گیا ہو، وہاں کے لوگوں کو چاہئے کہ دوسری جگہوں سے آنے والی رؤیت کی خبروں پر عمل کرنے کے بجائے اپنے علاقے کی ہلال کمیٹی کے فیصلہ کا انتظار کریں اور اس کے مطابق عمل کریں۔

جواب(۲) :

(الف)فلکیاتی حساب سے مدد لینا:

نفاذ حکم کے لئے فلکیاتی حساب کا اعتبار تو بہر حال کسی طرح جائز نہیں؛ کیونکہ اس کا اعتبار کرنا متعدد احادیث صحیحہ کے خلاف ہے ، جیسے '' إنَّا أمۃ أمیۃ لا نکتب ولا نحسب، الشہر ہکذا وہکذا، یعنی مرۃ تسعۃ وعشرین ومرۃ ثلاثین'' (بخاری:کتاب الصوم، رقم الحدیث: ۱۹۱۳)۔

''ہم امی لوگ ہیں، نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب کرنا ،مہینہ اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے، یعنی کبھی انتیس کا اور کبھی تیس کا''۔

اور ''صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ، فإن غمّي علیکم فأکملوا عدۃ شعبان ثلاثین'' (بخاری: کتاب الصوم، رقم الحدیث: ۱۹۰۹)۔

(ہلال دیکھ کر روزہ رکھو اور ہلال دیکھ کر روزہ موقوف کرو، اگر ہلال تم سے پوشیدہ رہ جائے تو شعبان کے تیس دن کی گنتی پوری کر لو)۔

نیز ائمہ اربعہ میں سے حضرت امام شافعیؒ کے علاوہ کسی امام کے نزدیک نہ فلکیاتی حساب سے نفاذ حکم برائے عامۃ المسلمین جائز ہے اور نہ خود حساب داں شخص کے لئے حجت برائے عمل ہے، حضرت امام شافعیؒ کے قول کی تفصیل اس طرح ہے کہ جو شخص حساب داں کے قول کو صحیح یقین کرتا ہو تو اسے بمطابق فلکیاتی حساب عمل کرنا درست ہے اور جو شخص اس کو نہ مانتا ہوتو ایسے شخص کے لئے ان کے یہاں بھی عمل کرنا جائز نہیں ہے، حضرت امام شافعیؒ کی طرف اعتبار کرنے کا قول مذکورہ تفصیل کے ساتھ منسوب ہے، چنانچہ علامہ عبدالرحمن الجزایری نے اس کو تفصیل کے ساتھ نقل فرمایا ہے، ملاحظہ ہو:

''الشافعیۃ قالوا:یعتبر قول المنجمین فی حق نفسہ وحق من صدقہ، ولا یجب الصوم علی عموم الناس بقولہ علی الراجح'' (الفقہ علی المذاہب الأربعہ ۱/۵۵۱، کتاب الصوم،ط: دار

الفکر، بیروت)۔

تو عرض یہ ہے کہ شوافع کا یہ قول کسی دلیل پر مبنی نہینہے ، ایک تو اس وجہ سے کہ جماعت متأخرین فقہاء نے اس کو مردود قرار دیا ہے ، دوسرے اس وجہ سے کہ جس چیز کو انہوں نے بطور دلیل پیش کیا ہے، درحقیقت وہ بھی ایک دعویٰ بلادلیل ہے، کیونکہ علامہ سبکی نے جو احتمال بیان فرمائے ہیں مثلا:''لأن الشاہد قد یشتبہ الخ'' اور دلیل میں فرمایا : ''لأن الحساب قطعی'' (رد المحتار۳/۳۵۵،کتاب الصوم، ط: زکریا) تو چونکہ یہ احتمال بھی ناشی بلادلیل ہے، اس لئے ان سب باتوں کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، نیز اس وجہ سے بھی یہ قول قابل اعتبار نہیں ہے کہ یہ اجماع امت کے خلاف ہے،جیسا کہ ''رد المحتار'' میں ہے:''لا یعتبر قولہم بالإجماع، ولا یجوز للمنجم أن یعمل بحساب لنفسہ۔ وفی النہر: فلا یلزم بقول الموقتین أنہ أی الہلال یکون فی السماء لیلۃ، کذا وإن کانوا عدولا''۔کیونکہ خود ماہرین فلکیات اس حساب کو قطعی نہیں مانتے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ علوم فلکیات وموسمیات موجب للیقین ہیں یا نہیں؟ اور ان کی بنیاد پر رؤیت ہلال کا حکم لگایا جاسکتاہے یا نہیں ؟ اس سلسلہ میں مسٹرڈی میکنالی اسسٹنٹ ڈائریکٹرشعبۂ علوم وطبعیات یونیورسٹی آف لنڈن آبزرویٹری کی رائے درج ذیل ہے ، جو ضیاء الدین صاحب ایم اے لاہوری کے استفسار کا جواب ہے:

''آپ کے استفسار کے متعلق کہ آیا آبزرویٹری سائنسداں کوئی ایسا معیار قائم کرنے کے قابل ہوچکے ہیں جس سے اب نیا چاند نمودار ہونے والی شام کی یقینی پیشین گوئی کرسکیں؟ مجھے افسوس ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے، درحقیقت رؤیت ہلال کے متعلق کوئی بھی مفروضہ قائم نہیں کیا جاسکتا'' (القاسم دیوبند،شمارہ: ۱۲،ص: ۶-۵)۔

اسی مسئلہ پر وائل گرین ویچ آبزرویٹری انگلستان کی سائنس ریسرچ کائونسل کی جدید ترین تحقیق کا نچوڑ ان کے تیار کردہ فلکیاتی معلومات شیٹ ۶ــمیں یوں درج ہے:'' ہر ماہ نئے چاند کی پہلی مرتبہ دکھائی دی جانے والی تاریخوں کے متعلق پیشین گوئی کرنا ممکن نہیں ،کیونکہ ایسے کوئی قابل اعتماد اور مکمل طورپر مستند مشاہدات موجود نہیں ہیں، جنہیں ان شرائط کے متعین کرنے میں استعمال کیا جاسکے ،جو چاند کے اول باردکھائی دیئے جانے کے لئے کافی ہوں، رؤیت ہلال کے متعلق کوئی بھی پیشین گوئی غیر یقینی ہوتی ہے (ایضا :شمارہ : ۱۲،ص: ۶)۔

چوتھی صدی ہجری کا مشہور اسلامی فلا سفر اور ماہر نجوم وفلکیات ابوریحان بیرونی نے اپنی کتاب ''الآثار الباقیۃ عن القرون الخالیۃ'' میں آلات رصدیہ کے ان نتائج کے غیر یقینی ہونے کے مسئلہ کو تمام ماہرین فن کا اجماعی اور اتفاقی نظریہ بتلایا ہے،چنانچہ تحریرفرماتے ہیں:''إن علماء الہیئۃ مجمعون علیٰ أن المقادیر المفروضۃ فی أواخر أعمال رؤیۃ الہلال ہی أبعاد لم یوقف علیہا إلا بالتجربۃ'' یعنی علماء ریاضی وہیئت اس پر متفق ہیں کہ

رؤیت ہلال کے عمل میں آنے کے لئے جو مقداریں فرض کی جاتی ہیں، وہ سب ایسی ہیں جن کو صرف تجربہ ہی سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اور آگے لکھتے ہیں کہ '' فضائی وملکی حالات ایسے ہیں کہ ان میں جو بھی ذرا غور کرے گا تو رؤیت ہلال کے ہونے نہ ہونے کا کوئی قطعی فیصلہ نہ کرسکے گا'' اور کشف الظنون میں محمد ابن خواجہ علی کا چالیس سالہ تجربہ لکھا ہے کہ ان مقامات میں کوئی صحیح اور یقینی پیش گوئی نہیں کی جاسکتی جس پر اعتماد کیا جاسکے (رؤیت ہلال از مفتی شفیع صاحب پاکستانی،ص: ۳۶،ط: ادارۃ المعارف ،کراچی)۔

آپ کے سامنے ماہرین علوم فلکیات وطبعیات کے اقوال پیش کردیئے گئے ،جس سے معلوم ہوگیا کہ آج بھی سائنسداں پہلی رؤیت کی تعیین پر ناکام ہیں۔

اب رہی یہ بات کہ فلکیاتی حساب کے ذریعہ اس سلسلے میں مددلی جاسکتی ہے یا نہیں کہ کیا آج ہلال کی بصری رؤیت کا امکان ہے یا نہیں؟ تو میری ناقص رائے میں اس سے مدد لینا بھی چند وجوہ سے ناجائز ہونا راجح معلوم ہوتا ہے ۔

(۱) اس وجہ سے اس سے تعاون لینا درست نہیں کہ ابتدائی طورپر تعاون لینے کی اجازت مرور ایام کے بعد فلکیاتی حساب پر عوام کا کلی اعتماد اور ایک فریضۂ عام کے ترک کی جانب مفضی ہوسکتی ہے، اس لئے سدًا للذرائع وحسماً للمادۃ اس سے مددلینے کی اجازت بھی نہ دینی چاہئے ،کیونکہ ہلال کے متعلق یہ حکم ہے کہ جب ۲۹/تاریخ گزرجائے اور ۳۰/ تاریخ کی شب آجائے تو افق(آسمان) پر چاند تلاش کرنا فرض ہے ، ''یفترض علی المسلمین فرض کفایۃ أن یلتمسوا الہلال'' (الفقہ علی المذاہب الاربعہ۱/۵۵۱، ط: دار الفکر،بیروت) اور جب فلکیاتی حساب سے استعانت کو جائز قرار دے دیا جائے تو لوگ ۲۹/ تاریخ کی شام اور ۳۰/تاریخ کی شب میں چاند تلاش کرنے کے بجائے حساب کو تلاش کرنے لگیں گے اور جب معلوم ہوجائے گا کہ آج افق پر چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہیں ہے تو لوگ تلاش کرنا (جو فرض کفایہ تھا) اس کو بالکل چھوڑ دیں گے، کیونکہ جب رؤیت بصری کا امکان ہی نہیں ہے تو تلاش کرنا فضول ہے، تو گویا اس طرح امت ایک فرض کفایہ کو اجتماعی طورپر ترک کردے گی۔

(۲) تو اس وجہ سے کہ فلکیاتی حساب خود مبنی علی المقدمات الفاسدہ ہے اور اس سے مدد لینا بھی فاسد ہے ، جو حساب کیا جائے گا کوئی ضروری نہیں ہے کہ صد فیصد ٹھیک ہی ہو، غلط بھی ہوسکتا ہے ،اور غلط ہونا کئی وجہوں سے راجح ہے ، اولاً اس وجہ سے کہ غلطی کرنا انسانی فطرت ہے ،دوسرے اس وجہ سے کہ فلکیاتی حساب چند مقدمات مفروضہ پر مبنی ہوتا ہے، جن میں سے چند مقدمات کا مخدوش ہونا دلائل سے ثابت ہے، جیسا کہ حضرت تھانویؒ نے فرمایا ہے (امداد الفتاوی ۲/۱۱۳، کتاب الصوم،ط:زکریا)۔

(۳) تیسرے اس وجہ سے بھی فلکیاتی حساب غلط ہے کہ ہر بعد میں آنے والا

فلسفی اپنے متقدمین کے نظریات کو غلط ثابت کرتا ہے، علی ہذا القیاس ایک موقّت حساب کرکے ثابت کرتا ہے کہ مثلا ۳۰/کی شب میں چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہیں ہے اور دوسرا موقّت یہ ثابت کرتا ہے کہ ۳۰/کی شب میں چاند کی بصری رؤیت کا قوی امکان ہے، اسی طرح ایک سائنس داں دوقسم کے خیالات رکھتا ہے تو اس کے کس خیال سے تعاون لیا جائے گا، مثلاً کراچی کے ایک ماہ نامہ رسالہ ''روحانی دنیا '' نے جنوری ۱۹۸۱ء کے حوالہ سے لکھا ہے کہ گرین ویچ آبزرویٹری نے ایک تحقیق پیش کی جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ جب تک چاند کی عمر کم از کم تیس گھنٹہ کی نہ ہو اس وقت تک وہ پہلی بار نہیں دیکھا جاسکتا ہے، اور سائنس داں مذکور کا ایک دوسرا قول اس طرح ہے کہ ''چند ایسی معتبر اطلاعات بھی مذکور ہیں کہ جہاں بہت اچھی طرح کیفیتوں میں چاند اس وقت دیکھا گیا جب اس کی عمر صرف بیس گھنٹے تھی ''(القاسم ،دیوبند ، اپریل: ۱۹۸۲ء ج: ۱)۔

لیکن اس سلسلہ میں تھوڑی سی وسعت اس طرح پیدا کی جاسکتی ہے کہ علم ہیئت کے اعتبار سے جس تاریخ میں چاند کا امکان نہ ہواورجس تاریخ میں چاند کا امکان ہو؛دونوں صورت حال کو پیش نظر رکھ کر کسی یقینی رائے تک پہنچنے کے بعد ہی فیصلہ کیا جائے ، یعنی اگر فلکیاتی تحقیق سے ثابت ہوجائے کہ آج شام ہلال عید یا ہلال رمضان ہوگااور بصری رؤیت بھی حاصل ہوجائے تو وہ حجت ہے، اور اگر صرف فلکیاتی تحقیق ہوئی مگر بصری رؤیت نہ ہوسکی تو وہ قطعاً حجت نہیں ۔

(ب) اگر رؤیت ہلال کی شرعی شہادت ملی ہے تو محض فلکیاتی حساب سے عدمِ امکان کی بنیاد پر اس کو رد نہیں کیا جاسکتا ہے،کیونکہ رؤیت ہلال کے معاملہ میں آلاتِ رصدیہ اور حسابات ریاضیہ کے ناقابل اعتبار ہونے کا مسئلہ تقریبًا اجماعی مسئلہ ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ فرماتے ہیں:

''والمراد بالحساب ہنا حساب النجوم وتسییرہا، ولم یکونوا یعرفون من ذلک أیضا إلا النزر الیسیر، فعلق الحکم بالصوم وغیرہ بالرؤیۃ لدفع الحرج عنہم فی معاناۃ الحساب والتسییر، واستمر الحکم فی الصوم، ولو حدث بعدہم من یعرف ذلک، بل ظاہر السیاق یشعر بنفی تعلیق الحکم بالحساب اصلاً ، ویوضحہ قولہ فی الحدیث الماضی: فإن غم علیکم فأکملوا العدۃ ثلاثین، ولم یقل: فاسئلوا أہل الحساب، والحکمۃ فیہ کون العدد عند الإغماء یستوی فیہ المکلفون فیرتفع الاختلاف والنزاع عنہم ، وقد ذہب قوم إلی الرجوع إلی أہل التسییر فی ذلک وہم الروافض، ونقل عن بعض الفقہاء موافقتہم، قال الباجی: وإجماع السلف الصالح حجۃ علیہم، وقال ابن بزیزۃ: وہو مذہب باطل فقد نہت الشریعۃ عن الخوض فی علم النجوم؛ لأنہا حدس وتخمین لیس فیہا قطع ولا ظن غالب مع أنہ لو ارتبط الأمر بہا لضاق إذ لا یعرفہا إلا القلیل'' (فتح الباری ۴/۶۲۳،کتاب الصوم،ط: دار الفکر ، بیروت)۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

''(قولہ لا عبرة بقول الموقتين) أی فی وجوب الصوم علی الناس بل فی المعراج لا يعتبر قولهم بالإجماع، ولا يجوز للمنجم أن يعمل بحساب نفسه، وفی النهر:فلا يلزم بقول الموقتين انه أی الهلال يكون فی السماء ليلة كذا، وإن كانوا عدولاً فی الصحيح ،كما فی الإيضاح'' (شامی٣/٣٥٤،ط: زكريا)۔

عمومی طورپر جب یہ فیصلہ کر لیا گیا کہ حساباتِ ریاضیہ کا اس معاملہ میں اعتبار نہیں تو اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ اس کا اعتبار جس طرح وجوب صوم میں نہیں کیا گیا اسی طرح اگر ثقہ اور عادل گواہوں نے اس بات کی گواہی دی کہ ہم نے چاند دیکھا ہے اور حسابات ریاضیہ کے اعتبار سے اس روز رؤیت کا امکان نہیں تو اس صورت میں بھی محض حسابات ریاضیہ کی وجہ سے ان شاہدوں کی شہادت کو رد نہیں کیا جائے گا۔

اس بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر رصد گاہ والے یہ اعلان کریں کہ فلاں روز رؤیت ممکن نہیں اور شہادت شرعیہ سے اس روز رؤیت ثابت ہوجائے تو شہادت پر ہی عمل ہوگا، محض رصد گاہ کی تحقیق وحساب کی وجہ سے شہادت رد نہیں کی جاسکتی، ہاں یہ ضروری ہے کہ اس شہادت کو ماننے کی وجہ سے مہینہ ٢٩/سے کم کا لازم نہ آتا ہو، اس لئے کہ اگر مہینہ ٢٩/سے کم کا لازم آتا ہے تو وہ دن محلِ شہادت ہی نہیں ''لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام: الشهر هكذا وهكذا وهكذا، وخنس الإبهام فی الثالثة، ثم قال: الشهر هكذا وهكذا وهكذا، يعنی تمام الثلاثين، يعنی مرة تسعاً وعشرين ومرة ثلاثين'' (متفق علیہ: رقم الحدیث: ١٩١٣،١٩٠٨)۔

اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ رصد گاہوں اور آلات رصدیہ کے ذریعہ حاصل کردہ معلومات بھی رؤیت ہلال کے مسئلہ میں کوئی یقینی فیصلہ نہیں کہلا سکتی ،بلکہ وہ تجرباتی اور تخمینی معاملہ ہے تو اس اصول کے حکیمانہ اصول ہونے کی اور بھی تاکید ہوگئی، جو رسول اللہ ﷺ نے اس معاملہ میں اختیار فرمایا کہ ان کاوشوں اور باریکیوں میں امت کو الجھائے بغیر بالکل سادگی کے ساتھ رؤیت ہونے نہ ہونے پر احکام شرعیہ کا مدار رکھ دیا، جس پر ہر شخص ہر جگہ ہر حال میں آسانی سے عمل کرسکے (رؤیت ہلال از مفتی شفیع صاحب : ٣٨-٣٧،ط: ادارۃ المعارف ،کراچی)۔

(ج) مطلع کا صاف یا گردآلود ہونا حسّی چیز ہے،جس کا فیصلہ بہ آسانی کیا جاسکتاہے، اس کے لئے محکمۂ موسمیات کی مدد لینا سمجھ میں نہیں آتا، اوررہا رؤیت کے امکان وعدم امکان کا سوال، تو جب اس سلسلہ میں ان کی بات کا شرعاً اعتبار ہی نہیں تو پوچھنے سے کیا حاصل؟

چنانچہ حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحبؒ رقمطراز ہیں: دین اسلام سیدھی سادی فطرت سلیمہ پر دائر ہے، تاکہ ہر طبقہ کا انسان خواہ کسی خطہ کا ہو ،کسی طبقہ کا

ہو،جاہل واَن پڑھ ہو یا پڑھا لکھا ،متمدن ہویا غیر متمدن، غرض کوئی ہو، صرف ایک قید ہے کہ عاقل ہو ،ہر ایک اپنے رب سے رابطۂ عبودیت قائم کرکے آسانی سے کامیاب وفائز المرام ہوسکے۔

اسلامی احکام کا مدار فلسفیانہ موشگافیوں پر یا علم اخلاق وریاضی وہندسہ کے حساب کے دقائق اور نکتوں پر دائر نہیں ہے، لہذا ہلال کی رؤیت وعدم رؤیت کا حکم بھی ان حسابی یا نجومی دقائق وحساب پر نہیں ہوگا، بلکہ صاف ارشاد فرمایا گیا : ''إنَّا أمۃ أمیۃ لا نکتب ولا نحسب، الشہر ہکذا وہکذا، یعنی مرۃ تسعۃ وعشرین ومرۃ ثلاثین'' (بخاری:کتاب الصوم، رقم الحدیث: ۱۹۱۳)۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امت اسلام کے احکام کا مدار حساب وکتاب پر نہیں، کیونکہ صوم رمضان کبھی ۲۹/دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰/ دن کا ہوتا ہے ،پس ۲۹/ شعبان کو چاند نظر آجائے تو روزہ رکھنا شروع کردو اور اگر ۲۹/ شعبان کو چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے ۳۰/ دن پورے کرکے روزہ رکھنا شروع کردے،چاند نظر آئے یا نہیں، کیونکہ کوئی مہینہ ۳۰/دن سے زیادہ کا نہیں ہوتاہے،اسی طرح ہلال عید کا حکم بھی بتایا گیاکہ ۲۹/ رمضان کو چاند نظر آجائے تو عید منالو اور ۲۹/رمضان کو چاند نظر نہ آئے تو ۳۰/ روزہ پورے کرکے عید منالو ،چاند نظر آئے یا نہ آئے (نظام الفتاوی۱۲۹،۱/۱۲۸، ط:اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا)۔

الغرض ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رؤیت کے لئے نہ تو فلکیاتی حساب سے مدد لینے کی ضرورت ہے اور نہ تو محکمۂ موسمیات سے مدد لینے کی ضرورت ہے ۔

(د) چاند کے قابل رؤیت ہونے کے باوجود بھی مطلع اگر صاف نہ ہوتو چاند دکھائی نہیں دیتا۔

مطلع کے متأثر ہونے کے -ابر کے علاوہ-دوسرے اسباب بھی ہوسکتے ہیں،اس سلسلے میں کچھ دوسری چیزیں بھی اثر انداز ہوتی ہیں مثلاً:

(۱) فضا کا مکدر ہونا:

جس مقام کی فضا مکدر ہوگی (غبار آلود ہو یا فضا میں دھنواں پھیلا ہو یا کہرا ہو) وہاں چاند دکھائی نہیں دے گا،جیسے شہر اور دیہات میں چاند کے دیکھنے کے سلسلے میں فرق واقع ہوسکتا ہے ، چنانچہ فقہاء احناف میں سے امام طحاویؒ نے اس فرق کو تسلیم کیاہے، بحر الرائق میں اس کی صراحت موجود ہے کہ جب کوئی آدمی شہر کے باہر سے آئے اور چاند دیکھنے کی گواہی دے تو اس کی گواہی معتبر ہوگی، بشرطیکہ وہ عادل اور ثقہ ہو، کیونکہ عموماً شہر کی فضا پر غبار چھایا رہتا ہے اور صحرا کی فضا صاف ہوتی ہے۔

''أما إذا جاء من مکان آخر خارج المصر، فإنہ تقبل شہادتہ إذا کان عدلاً ثقۃً، لأنہ یتیقن فی الرؤیۃ فی الصحاری ما لم یتیقن فی الأمصار لما فیہا من کثرۃ الغبار''(البحر الرائق

٢/٤٧٠، ط: دار الکتب العلمیہ،بیروت)۔

(٢) مقام کا بلند یا پست ہونا:

اسی طرح علامہ ابن نجیم حنفی مصریؒ صاحب بحرنے اونچے اور نیچے پستی میں واقع مقامات میں بھی فرق کو معتبر قرار دیاہے، فرماتے ہیں: ''وکذا إذا کان فی المصر فی موضع مرتفع''۔ اور آگے فرماتے ہیں: ''لکن فرقہ بین من کان فی المصر وخارجہ، وبین مکان المرتفع وغیرہ'' (ایضًا)۔

اور عام مشاہدہ بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ آج کل شہروں کی فضا میں آلودگی اتنی ہوتی ہے کہ رات کو تارے بھی صحیح سے نظر نہیں آتے، بڑھتی آبادی کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ایندھن، کوئلہ اور پٹرول سے چلنے والی صنعتوں میں اضافے ہورہے ہیں، نیز آج کل جس رفتار سے آبادی میں اضافہ ہورہا ہے اس سے کہیں زیادہ تیزرفتاری سے خودکارانجنوں والی گاڑیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے ،نتیجۃً آکسیجن ختم ہورہا ہے اور ہر طرف دھواں ہی دھواں پھیلتا جارہا ہے، اعدادوشمار کے مطابق ۷۰٪فیصد فضائی آلودگی انہیں گاڑیوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے ۔

(٣) بجلی کی روشنی :

اسی طرح بجلی اور لائٹ کی روشنی وغیرہ کو بھی اس میں دخل ہوتاہے ،مشاہدہ ہے کہ بجلی جاتی ہے تو آسمان بالکل صاف نظر آتا ہے اور ستارے بھی صاف صاف نظر آتے ہیں، لہذا شہروں میں عام طورپر ان روشنیوں کی جگمگاہٹ کی بنیادپر بھی چاند دیکھنے میں پریشانی لاحق ہوتی ہے، جبکہ دیہاتوں میں فضا صاف ہوتی ہے اور اکثر دیہات اونچے اور پہاڑی مقامات پر واقع ہوتے ہیں، اس لئے دیہاتوں میں چاند دیکھے جانے کا احتمال زیادہ ہوتا ہے، شامی میں ہے :

''وجہ ظاہرالروایۃ أن الرؤیۃ تختلف باختلاف صفوالہواء وکدرتہ، وباختلاف انہباط المکان وارتفائہ، فإن ہواء الصحراء أصفی من ہواء المصر، وقد یری الہلال من أعلی الأماکن ما لا یری من الأسفل'' (رد المحتار٣/٣٥٧، کتاب الصوم، ط: زکریا)۔

(٤) چاند کے غروب کا وقت:

اگر سورج کے غروب کے بعد چاند دیرتک افق پر رہتا ہے تو اس کے نظر آنے کے امکانات قوی ہوتے ہیں، ورنہ شفق کی تیز روشنی رکاوٹ بن جاتی ہے، اہل ہیئت کے نزدیک رؤیت کے لئے چاند کا غروبِ آفتاب کے بعد کم از کم پندرہ منٹ تک باقی رہنا (یعنی غروب نہ ہونا) ضروری ہے ،یہ کم از کم تعداد ہے ،ورنہ بعض نے پچاس منٹ، بعض نے پچیس منٹ ،بعض نے بتیس منٹ بھی کہا ہے، ''العذب الزلال '' مینمرقوم ہے :

''ولما قابلت الشیخ أحمد موسی الزرقاوی وکلمتہ فی ہذا الأمر قال:بعض الفلکیین الذین وقعت کتبہم فی أیدینا کابن الشاطر، قالوا:لایمکن أن یری الہلال إلا إذا مکث نحو ٥٠ ؍دقیقۃ

ویکون بعده عن درج الشمس بنحو ۱۲؍ درجۃ۔ قال:ومن المعلوم أن القمر یقطع الدرجۃ الواحدۃ فی ساعۃ واحدۃ و۴۹؍ دقیقۃ فیکون ابن الشاطر لا یعتمد رؤیۃ الہلال إلا بعد الاجتماع بإحدی وعشرین ساعۃ و۴۸؍ دقیقۃ، وخالفہ ابن یونس المصری والسلطان الغ بیک السمرقندی والجمہور، فقالوا:إنہ یری بعد مبارحۃ الشمس بست درجات ومکث الہلال نحو ۲۵؍دقیقۃ، ثم قال لی:وعندی أنہ متی فارق الشمس بنحو ۴؍درجات، ومکث نحو۱۶؍ دقیقۃ امکنت الرؤیۃ'' (العذب الزلال فی رؤیۃ الہلال ۲/۲۲۱، ط: المدارس، الدارالبیضاء،قطر)۔

اوپر کی عبارت سے یہ بھی واضح ہوا کہ اہل ہیئت کا اس مینبھی اختلاف ہے کہ چاند سورج سے کتنے درجہ کی دوری پر ہونے کی صورت میں قابل رؤیت ہوتا ہے ،لیکن چاردرجہ سے کم کا فاصلہ ہونے کی صورت میں اس کے قابل رؤیت ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں، اس لئے چاردرجہ یعنی اجتماع شمس وقمر، یعنی نیومون کے بعد آٹھ گھنٹہ گذرجانے کو قابل رؤیت ہونے کی کم سے کم حد تسلیم کیا جاسکتاہے ۔

(ھ)قمری ماہ کی ۲۹تاریخ کو مطلع کے غبار آلود ہونے کی صورت میں ایک آدمی کی شہادت رؤیت کا اعتبار:

اگر ۲۹/ تاریخ کو مطلع غبار آلود تھا اور ایک شخص نے قاضی کے پاس آکر یہ شہادت دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے اور قاضی اس ایک شخص کی شہادت کو معتبر مان کر فیصلہ کردے کہ ،مثلاً کل رمضان کی ایک تاریخ ہوگی اور عوام الناس نے اس کے مطابق عمل کرتے ہوئے رمضان کے تیس روزے مکمل کرلئے اور اتفاق یہ ہے کہ اس دن بھی افق(آسمان) غبار آلود ہے، تو باتفاق فقہاء اگلادن یکم شوال اور عید الفطر کا دن ہوگا، جیسا کہ ''فتاوی ہندیہ '' میں ہے : ''فأما إذا کانت متغیمۃ فإنہم یفطرون بلا خلاف،کذا فی الذخیرۃ''(۱/۱۹۸، کتاب الصوم، ط: زکریا) اوردر مختار میں بھی بحوالہ زیلعی یہی لکھا ہے کہ اگر صورت مذکورہ میں تیس روزہ مکمل کرلینے کے بعد اگر افق(آسمان) غبارآلود ہوتو افطار باتفاق فقہاء حلال ہوگا،اور یہی قول اشبہ ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو: ''نقل ابن کمال عن الذخیرۃ إن غم ہلال الفطر حل اتفاقا، وفی الزیلعی: الأشبہ إن غم حل، وإلا لا'' (الدر المختار ۳/۳۶۰، کتاب الصوم، ط: زکریا)۔

اور اگر آسمان صاف ہو اور تیس روزے مکمل کرلینے کے بعد بھی چاند نظرنہ آئے تو حضرات شیخین کی رائے یہ ہے کہ اگلا دن یکم شوال اور عید الفطر کا دن نہ ہوگا، اور نہ افطار جائز ہوگا ، کیونکہ وہ دن رمضان ہی کاآخری دن ہوگا ،اور جس گواہ نے ہلال رمضان کے رؤیت کی گواہی دی تھی؛ اس نے غلط بیانی سے کام لیا یا اس کو دھوکہ ہوگیا تھا۔

علامہ شامیؒ تحریرفرماتے ہیں:

''ثم اعلم أنہ إذا تم عدد رمضان ثلاثین بشہادۃ فرد ولم یر ہلال الفطر والسماء مصحیۃ لایحل الفطر اتفاقا لظہور غلط الشاہد ... ولا خلاف فی حل الفطر إذا تم العدد وکان بالسماء علۃ

لیلۃ الفطر، وإن ثبت رمضان بشہادۃ الفرد، کما حررہ فی إمداد الفتاح‘‘(رسائل ابن عابدین ۲۳۶/۱، ط: عالم الکتب)۔

لہذا اس گواہ واحد کی کذب بیانی کے واضح ہونے کی بنا پر وہ سزاکا مستحق ہوگا اور حضرت امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ بایں ہمہ اگلادن یکم شوال کا دن ہوگا اور لوگوں کو افطار کرنا واجب اور روزہ رکھنا حرام ہوگا، جیسا کہ ’’فتاوی ہندیہ ‘‘ میں یہ تفصیل مذکور ہے، ملاحظہ ہو: ’’إذا صاموا بشہادۃ الواحد وأکملوا ثلاثین یوما ولم یروا ہلال شوال، لا یفطرون فیما روی الحسن عی أبی حنیفۃ رحمہا اللہ تعالی للاحتیاط، وعن محمد: إنہم یفطرون، کذا فی التبیین‘‘ (الہندیہ ۱۹۸،۱،کتاب الصوم، ط: زکریا)۔

اور ردالمحتار میں بھی یہی تفصیل نقل کی گئی ہے کہ شیخین کی رائے یہ ہے کہ افطار کرنا حلال نہ ہو گا ؛بلکہ وہ شاہد جس نے ثبوت رؤیت ہلال رمضان کی شہادت دی وہ مستحق سزا ہے، کیونکہ یہ شخص واضح الکذب ہے۔ عبارت اس طرح ہے : ’’(قولہ لایحل) أی الفطر إذا لم یر الہلال۔ قال فی الدرر:ویعزر ذلک الشاہد أی لظہور کذبہ‘‘ (۳/۳۶۰، کتاب الصوم،ط: زکریا)، اور امام محمدؒ کی رائے بھی وہی لکھی ہے جو بحوالہ فتاوی ہندیہ اوپر مذکور ہوئی ہے اور ’’فتاوی ہندیہ‘‘ میں امام محمدؒکے مذہب کے بارے میں شمس الائمۃ الحلوانی کی بھی یہی رائے لکھی ہے کہ یہ مذہب اصح ہے، اور علامہ شامی نے اس قول کے اصح ہونے کی علت بحوالہ ’’غایۃ البیا ن ‘‘ یوں تحریرفرمائی کہ امام محمدؒ کی رائے کے اصح ہونے کی علت یہ ہے کہ تیس روزے مکمل کرنے کے بعد افطار کا حکم اس ایک شخص کی شہادت سے ابتداءً ثابت نہیں ہورہا ہے، جس نے ثبوت رمضان کی شہادت دی تھی، بلکہ بناءً وتبعاً ثابت ہورہا ہے اور بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو اس طرح قصداًثابت نہیں ہوتی ہے ،لیکن ضمناً ثابت ہوجاتی ہیں، عبارت اس طرح ہے :

’’قال فی غایۃ البیان:وجہ قول محمد وہو الأصح:أن الفطر ما ثبت بقول الواحد ابتداء بل بناءً وتبعًا، فکم من شیئ یثبت ضمناً ولا یثبت قصداً‘‘ (ردالمحتار ۳/۳۶۰،ط:زکریا)۔

شمس الائمہ الحلوانی نے اس کی ایک نظیر پیش فرمائی کہ ثبوت نسب کے سلسلہ میں بچہ جنانے والی دایہ واحدہ کی شہادت معتبر ہے اور اسی شہادت کے ذریعہ اس بچہ کے لئے ثبوت وراثت بھی ضمناً ہوجائے گا، حالانکہ ایک دایہ کسی کے لئے ثبوت وراثت کی شہادت دے تو اس کی شہادت سے ثبوت وراثت نہیں ہوسکتا ،علی ہذا القیاس ثبوت رمضان ایک شخص کی شہادت سے قصداً واصالۃً ہوا اور اسی کے ضمن میں تیس روزے مکمل کرنے کے بعد چاند کی بصری رؤیت مطلع کے صاف ہونے کے باوجود نہ ہونے کی صورت میں بھی ضمناًچاندثابت ہوجائے گا ۔

’’قال شمس الأئمۃ فی شرح الکافی :وہو نظیر شہادۃ القابلۃ علی النسب، فإنہا تقبل، ثم یفضی ذلک إلی استحقاق المیراث، والمیراث لا یثبت بشہادۃ القابلۃ ابتداءً‘‘ (رد المحتار ۳/۳۶۰،

ط: زکریا) ۔

حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ صورت مسئولہ مختلف فیہ ہے اور علامہ شامیؒ کا رجحان امام محمدؒ کے قول کی تصحیح وترجیح کی طرف ہے کہ صورت مذکورہ میں مطلع صاف ہونے کے باوجود عید منائی جائے گی، لیکن جہاں تشویش عوام کا اندیشہ ہو؛ شیخین کے قول پر فتوی دینا مناسب ہے (امداد الفتاوی ۲/۱۰۶،ط: زکریا)۔

جواب(۳):

(الف) رؤیت ہلال کے ثبوت کے شرعی ضابطے:

شریعت مطہرہ نے ثبوت ہلال کے لئے کچھ ضوابط متعین کئے ہیں، ان ضابطوں کی تفصیلات ذیل میں دی جارہی ہیں، اثبات ہلال کے وقت اگریہ ضابطے پیش نظر رہیں تو شرعی طورپر ثبوت ہلال کے فیصلہ میں غلطی کے امکانات باقی نہیں رہتے ،بعض دفعہ مذکورہ شرعی ضابطوں کو نظر انداز کردینے کی وجہ سے یا ان سے ناواقفیت کی وجہ سے اس مسئلہ میں فروگذاشت ہوجایا کرتی ہے۔وہ ضابطے یہ ہیں :

(۱) رؤیت عامہ:

اگر مطلع بالکل صاف ہے تو رؤیت ہلال کے ثبوت کے لئے ایک جم غفیر کی رؤیت کا اعتبار ہوگا؛ خواہ وہ چاند رمضان کا ہویا شوال کا، ایک بڑی جماعت کے سلسلے میں مختلف اقوال موجود ہیں، تاہم سب اقوال میں ایک چیز مشترک ہے کہ سب دیکھنے والوں کی تعداد ایسی کثیر ہو کہ سب کا کذب پر اتفاق کرلینا محال ومتعذر ہو،اور یہ تعداد زمان ومکان کے لحاظ سے کثیر وقلیل بھی ہوسکتی ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

''قال:الجمع العظیم جمع یقع العلم بخبرہم ویحکم العقل بعدم تواطئہم علی الکذب'' (رد المحتار ۳/۳۵۶، کتاب الصوم،ط: زکریا)۔

اگر مطلع ابرآلود نہ ہو اور ایک جم غفیر چاند دیکھ لے تو عید الفطر اور رمضان کے چاند کے ثبوت کیلئے یہ رؤیت عامہ کافی اور قطعی ہے، اس کے بعد شہادت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

رمضان اور عید کے ہلال کے لئے یہی شرط ہے، امام ابوحنیفہؒ سے امام محمدؒ کی یہی روایت ہے ،لیکن امام حسنؒکی امام ابوحنیفہؒ سے عید کے چاند کے سلسلہ مینایک روایت یہ ہے کہ اس صورت میں بھی دومردوں یا ایک مرداور دوعورتوں کی شہادت قبول ہوگی، جیسا کہ حقوق العباد میں قبول ہوتی ہے۔

''فأما إذا لم یکن بالسماء علۃ فلا تقبل شہادۃ الواحد والمثنی حتی یکون امرًا مشہوراً ظاہراً فی ہلال رمضان، وہکذا فی ہلال الفطر فی روایۃ ہذا الکتاب، وفی روایۃ الحسن عن أبی حنیفۃ رحمہما اللہ تعالی قال:تقبل فیہ شہادۃ رجلین أو رجل وامرأتین بمنزلۃ حقوق العباد''

(المبسوط للسرخسی۳/۱۴۰، کتاب نوادر الصوم، ط:دار الفکر ، بیروت)۔

''در مختار'' میں ہے :

''وبلا علۃ جمع عظیم یقع العلم الشرعی، وہو غلبۃ الظن بخبرہم ---وعن الإمام انہ یکتفی بشاہدین'' (درمختار ۳/۳۵۶،کتاب الصوم، ط:زکریا)۔

(اور اگر مطلع ابر آلود نہ ہوتو ایک بڑی جماعت کا دیکھنا ضروری ہے؛ تاکہ علم شرعی حاصل ہواور علم شرعی سے مراد غلبۂ ظن ہے اور امام ابوحنیفہؒسے ایک روایت یہ ہے کہ اس صورت میں بھی دوگواہوں کی شہادت کافی ہے ۔)

امام ابوحنیفہؒ کی دوسری روایت کو ترجیح دیتے ہوئے علامہ ابن نجیم مصریؒ وابن عابدین شامیؒ نے مطلع صاف ہونے کی صورت میں بھی دوشخصوں کی گواہی کو کافی خیال کیاہے اور اس کی دلیل یہ دی ہے کہ لوگ عموماً چاند دیکھنے میں سستی اور کاہلی برتتے ہیں۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

''وینبغی العمل علیہا فی زماننا؛ لأن الناس تکاسلت عن ترائی الأہلۃ'' (البحر الرائق ۲/۴۶۸، ط: دارالکتب العلمیۃ، بیروت)۔

علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں:

''أنت بصیر بأن کثیرا من الأحکام تغیرت لتغیر الأزمان ، ولو اشترط فی زماننا الجمع العظیم لزم أن لایصوم الناس إلا بعد لیلتین أو ثلاث لما ہو مشاہد من تعامل الناس'' (رد المحتار ۳/۳۵۷،کتاب الصوم، ط: زکریا)۔

(عیانراچہ بیاں کہ بہت سے احکام زمانہ کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں، اگر ہمارے زمانے میں شہادت کیلئے بڑی جماعت کی شرط رکھی جائے تو لوگ دودن یا تین دن کے بعد ہی روزہ رکھ سکیں گے ،کیونکہ اس سلسلہ میں لوگوں کی سستی ایک عام بات ہوگئی ہے)۔

مطلع صاف ہونے کی صورت میں اگر شہر کے رہنے والے ایک شخص نے اونچی جگہ سے چاند دیکھا یا شہر سے باہر رہنے والے ایک شخص نے چاند دیکھا تو اس ایک شخص کی شہادت بھی معتبر ہوگی۔

''ذکر الطحاوی أنہ تقبل شہادۃ الواحد إذا جاء من خارج المصر لقلۃ الموانع، وإلیہ الإشارۃ فی کتاب الاستحسان، وکذا إذا کان علی مکان مرتفع فی المصر'' (در مختار ۳/۳۵۷، کتاب الصوم: ط،زکریا)۔

(امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کی شہادت قبول ہوگی اگر وہ بیرون شہر سے آیا ہو؛ کیونکہ وہاں رکاوٹیں کم ہوتی ہیں۔ ''کتاب الاستحسان'' میں اس کی طرف اشارہ ہے، اسی طرح ایک شخص کی گواہی کافی ہوگی اگر اسے بلند مقام سے دیکھا ہو، اگرچہ

شہر کا رہنے والاہو)۔

''وعلی قول الطحاوی اعتمد الإمام المرغینانی وصاحب الأقضیۃ والفتاوی الصغری'' (فتاوی عالمگیری، کتاب الصوم۱/۱۹۸، ط: زکریا)۔

(امام طحاویؒ کے قول کو امام مرغینانی صاحب ''ہدایہ'' نے ترجیح دی ہے اور اسی طرح اس قول کو ''الأقضیۃ والفتاوی الصغری'' کے مصنف نے راجح قرار دیا ہے)۔

فقہاء کرام نے بعض علامات کو بھی غلبۂ ظن کے لئے کافی قرار دیا ہے۔

''یلزم أہل القری الصوم بسماع المدافع أو رؤیۃ القنادیل من المصر؛ لأنہ علامۃ ظاہرۃ تفید غلبۃ الظن، وغلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل'' (رد المحتار،کتاب الصوم۳/۳۵۴،ط:زکریا)۔

(شہر سے توپ کی آواز سنائی دے یا روشنی نظر آئے تو دیہات کے رہنے والوں کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہوگا؛ کیونکہ ان ظاہری علامتوں سے غلبہ ظن کا فائدہ حاصل ہوتاہے اور غلبۂ ظن کسی عمل کے وجوب کیلئے حجت ہے)۔

ہمارے خیال میں فی زمانہ امام حسن کی روایت کو ترجیح حاصل ہونی چاہئے، کیونکہ رؤیت ہلال کے مسئلہ میں بنیادی عنصر قاضی یا ہلال کمیٹی کو اطمینان قلب ہونا ہے، اس کی تائید رؤیت ہلال سے متعلق دوسری فقہی جزئیات سے ہوتی ہے،بیرون شہر سے وارد شخص کی رؤیت ہلال کی اطلاع یا بلند مقام پر سے دیکھنے والے کی شہادت کی اساس وبنیاد پر بصری رؤیت کا فیصلہ کردیا جاتا ہے، جب کہ مطلع صاف ہو، البتہ شاہدکا عادل ہونا شرط ہے، اس کی وجہ تیقن کا حصول ہے ۔

''لأنہ یتیقن فی الرؤیۃ فی الصحاری ما لم یتیقن فی الأمصار لما فیہا من کثرۃ الغبار، وکذا إذا کان فی المصر فی موضع مرتفع، وہلال الفطر إذا کانت السماء مصحیۃ کہلال رمضان، فہذا یدل علی ترجیح روایۃ الحسن'' (البحر الرائق۲/۴۷۰،ط:دار الکتب العلمیہ، بیروت)۔

(۲) خبر مستفیض:

مطلع اگر صاف ہو اور چاند نظر نہ آئے تو رمضان المبارک اور عید دونوں کے لئے خبر مستفیض شرط ہے ،خبر مستفیض سے مراد ایسی خبر ہے جس کو بکثرت -ایسی جگہ کے بارے میں جہاں رؤیت ہوچکی ہے- ایسے لوگ بیان کریں جن کا کذب پر اتفاق محال ہو،ایسی جگہ آکر بیان کریں جہاں ابھی تک رؤیت ثابت نہیں ہوئی ہے، صرف سنی سنائی باتوں اور افواہ سے کوئی خبر؛ خبر مستفیض کادرجہ حاصل نہیں کرتی۔

''إن المراد بالاستفاضۃ تواتر الخبر من الواردین من بلدۃ الثبوت إلی البلدۃ التی لم یثبت بہا لا مجرد الاستفاضۃ'' (حاشیہ البحر الرائق :کتاب الصوم۲/۴۷۲،ط: دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔

علامہ رحمتی فرماتے ہیں:

استفاضہ کا مطلب یہ ہے کہ جہاں چاند ہوا ہے وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں، ہر

جماعت یہ خبر دے کہ اس شہر کے مسلمانوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے، محض خبر کا پھیل جانا کہ یہ بھی معلوم نہ ہو کہ کس نے یہ بات کہی،خبر مستفیض نہیں ہے۔

''قال الرحمتی :معنی الاستفاضۃ أن تأتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون؛ کل منہم یخبر عن أہل تلک البلدۃ أنہم صاموا عن رؤیتہ،لا مجرد الشیوع من غیر علم عن إشاعتہ'' (رد المحتار۳/۳۵۹، کتاب الصوم، ط: زکریا)۔

''فی الذخیرۃ:قال شمس الأئمۃ الحلوانی:الصحیح من مذہب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فیما بین أہل البلدۃ الأخری یلزمہ حکم ہذہ البلدۃ ا ہـ ومثلہ فی الشرنبلا لیۃ عن المغنی'' (رد المحتار۳/۳۵۹، کتاب الصوم،ط:زکریا)۔

(اوراگر خبر مستفیض متحقق ہو جائے دوسرے شہر کے باشندوں کے درمیان تو اس شہر کا حکم ان کیلئے لازم ہوگا۔)

جس طرح متعدد آنے والی جماعتوں کی خبریں مستفیض کا درجہ حاصل کرلیتی ہیں، اسی طرح متعدد تحریریں -چاہے تحریر خط کی صورت مینہو یا ٹیلی گرام کی صورت مینہو- خبر مستفیض کا درجہ حاصل کرلیں گی ، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ تحریر میں تعداد کثرت ہو۔

مولانا عبدالحئ فرنگی محلیؒ فرماتے ہیں:

''دررؤیت ہلال شہرت اخبار معتبر است ، اگر از شہرے خبرے رسیدہ کہ بہ شب گذشتہ درآنجارؤیت ہلال شدہ یابوساطت تاربرقی ،دریافت ایں امرشدتا وقتے کہ شہرت آناز تحریرات کثیرہ واخبار عدیدہ معلوم نشود اعتبار آں نہ باید ساخت'' (مجموعۃ الفتاوی علی خلاصۃ الفتاوی۱/۲۶۴، مکتبہ اشرفیہ دیوبند)۔

(رؤیت ہلال کے ثبوت کیلئے وہی خبر معتبر ہے جو مشہور ہوجائے، اگر کسی مقام سے خبر پہنچنے کہ وہاں گذشتہ شب چاندکی رؤیت ہوئی ہے یا ٹیلی گرام کے ذریعہ یہ بات معلوم ہوئی ہے تو اس خبر کا اس وقت تک اعتبار نہیں کیا جائے گا جب تک کہ متعدد تحریروں اور مختلف خبروں کے ذریعہ اس کی تصدیق نہ ہوجائے)۔

(۳) شہادت علی الرؤیۃ:

مطلع اگر ابرآلود ہوتو رمضان المبارک کے چاند کے ثبوت میں اور عید الفطرکے چاند کے ثبوت میں فقہاء نے فرق کیا ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے :

الف: مطلع اگر ابر آلود ہوتو رمضان المبارک کے چاند کے سلسلہ میں ایک دیندار پابند شریعت مسلمان مرد یا عورت کی خبر پر فیصلہ کیا جاسکتاہے ،جبکہ وہ خبردیں کہ انہوں نے بذاتِ خود، بچشم خود چاند دیکھا ہے ۔

''وقبل بلا دعوی ولا بلفظ اشہد، وبلا حکم ومجلس قضاء، لأنہ خبر لا شہادۃ للصوم مع علۃ کغیم وغبار خبرُ عدلٍ أو مستور'' (الدر المختار۳/۳۵۲،ط: زکریا)۔

(رمضان المبارک کے چاند کی رؤیت ایک مرد یا ایک عورت کی خبر سے ثابت ہوجاتی ہے اگر مطلع بادل یا غبار یادھوئیں کی وجہ سے صاف نہ ہو)۔

اسی طرح الفقہ المیسر مینہے:

''تثبت رؤیۃ الہلال لرمضان بخبر رجل أو امرأۃ...إذا کانت بالسماء علۃ من غیم أو غبار أو دخان'' (الفقہ المیسر: ۱۷۰، ط: المؤسسۃ الصحافۃ ،لکھنؤ)۔

(رمضان المبارک کے چاند کے ثبوت کے لئے اگر مطلع ابریاغباریا دھنویں کی وجہ سے یا کسی اوروجہ سے صاف نہ ہو تو ایک عادل مردیا عورت کی خبر کافی ہے)۔

شہادت ہلال کی شرطیں:

(۱) شاہد کا مسلمان ہونا۔(۲) عاقل ہونا۔(۳) بالغ ہونا۔(۴) بینا ہونا۔ (۵) شاہد کا عادل ہونا۔(۶) لفظ شہادت کا ہونا۔ (۷) جس واقعہ کی شہادت ہواسے بچشم خود دیکھنا۔ (۸) مجلس قضاء کا ہونا۔

شہادت کے باب میں پانچویں شرط عدالت ہے:

عدالت کی تعریف:

گواہوں کے عادل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ گواہ کبیرہ گناہ سے بچتا ہو اور صغیرہ گناہ پر اصرار نہ کرتا ہو اور اس کی نیکیاں برائیوں پر غالب ہو، محدود فی القذف کے سوا کسی شخص سے کوئی گناہ کبیرہ صادر ہوجائے اور وہ شخص اس گناہ کبیرہ سے سچی توبہ کرلے تو توبہ کے بعد اس کی شہادت معتبر وقابل قبول ہوگی۔ اور اس پچھلے گناہ کبیرہ کا کوئی اثر اس کی عدالت پر باقی نہ رہے گا۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ غیر عادل کی شہادت بربنائے عدم اطمینان فی امور الدین غیر معتبر ہے،لیکن دوسری طرف امام ابویوسفؒ کے قول کو نقل کیا گیا جس میں اس غیر عادل فاسق کی گواہی کو معتبر مانا گیا جو بامروت ہو، معاشرہ میں لوگ عمومی طورسے اسے سچا سمجھتے ہوں۔

''الفسق لا یمنع أہلیۃ الشہادۃ عندنا، وإنما یمنع أداء الشہادۃ لتہمۃ الکذب... وعن أبی یوسفؒ:إن کان الفاسق وجیہاً ذا مروۃ جازت شہادتہ، لأن مثلہ لا یکذب'' (قاضی خان علی الہندیہ ۲/۴۶۰، ط:زکریا)۔

اورشہادت کا تعلق باب قضاء سے ہے اور باب قضاء میں امام ابویوسفؒ ہی کا قول معتبر ہوتا ہے، اس لئے فاسق کی شہادت معتبر ہونی چاہئے، جو بظاہر صوم وصلوۃ کا پابند ہو، حیادار اور بامروت انسان ہو، جسے لوگ اپنے ماحول میں صادق الوعد اورعادل پرست سمجھتے ہوں ،تو ایسے فاسق کی شہادت صوم وافطار کے باب میں قابل عمل اور قابل حجت ہونی چاہئے۔

علامہ شامی نے بھی فاسق شخص کی خبر کو کافی سمجھا ہے، اگر قاضی کو اس

کی خبر کی سچائی کے سلسلہ میں ظن غالب ہوجائے ۔

''فإن تحری القاضی الصدق فی شہادتہ تقبل، وإلا فلا'' (رد المحتار ۸/۱۷۸، کتاب الشہادات، ط:زکریا)۔

جس کی تائید اس جزئیہ سے بھی ہوتی ہے کہ اہل ہویٰ رافضی وغیرہ کی شہادت فاسق ہونے کے باوجود معتبر ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کا فسق مفضی الی الکفر نہ ہو۔

''(تقبل من أہل الأہواء)أی أصحاب بدع لا تکفر کجبروقدر ورفض وخروج الخ۔'' (الدر المختار ۸/۱۸۸، کتاب الشہادات، ط: زکریا)۔

اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عدالت کا تعلق ظاہر حال سے ہے، اس لئے اگر چاند دیکھنے والا سماج میں جھوٹا نہیں سمجھا جاتا اور صوم وصلوۃ کا پابند ہے تو اس کی شہادت معتبر ہونی چاہئے، کیونکہ عموما ایسے لوگوں پر اعتماد کرلیا جاتا ہے۔

''والشرط ہو العدالۃ الظاہرۃ عند أبی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی، وأما الحقیقۃ وہی الثابتۃ بالسؤال عن حال الشہود بالتعدیل والتزکیۃ لیست بشرط، وعند أبی یوسف ومحمدؒ أنہا شرط، کذا فی البدائع''(فتاوی ہندیہ ۳/۴۵۰، کتاب الشہادات، ط:زکریا)۔

(ب) مطلع ابرآلود ہونے کی صورت میں ثبوت ہلال عید کیلئے خبر کافی نہیں ہے، بلکہ باقاعدہ شہادت ضروری ہے اور نصاب شہادت یہ ہے کہ دوآزاد پابندشریعت مسلمان مردیا ایک مرد اور دوعورتیں رؤیت ہلال کمیٹی ،قاضی، مفتی یا عالم کے پاس رؤیت کی شہادت دیں اور ان حضرات کے ذریعہ ان کی شہادت قبول کرلی جائے۔

''وشرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشہادۃ ولفظ اشہد وعدم الحد فی قذف لتعلق نفع العبد'' (الدرالمختار۳/۳۵۳،ط: زکریا)۔

''وتثبت رؤیۃ الہلال للعید بشہادۃ رجلین أو رجل وامرأتین إذا کانت بالسماء علۃ من غیم أو غبار أو دخان'' (الفقہ المیسر: ۱۷۰،ط:مؤسسۃ الصحافۃ ،لکھنؤ)۔

(ہلال عید کے ثبوت کے لئے دومردونیا ایک مرد اور دوعورتوں کی شہادت ضروری ہے، اگر مطلع ابروغبار یا دھویں کی وجہ سے صاف نہ ہو)۔

(مطلع ابرآلود ہونے کی صورت میں عید کے چاند کے ثبوت کیلئے دو آزاد عادل مرد یا ایک آزاد عادل مرداور دوآزاد عادل عورتوں کی شہادت شرط ہے ۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ایک صورت میں خبر مطلوب ہے ،اور ایک صورت میں شہادت مطلوب ہے ، یعنی:

الف: مطلع ابرآلود ہو اور مسئلہ ہلال رمضان کا ہو تو اس صورت میں خبر مطلوب ہے۔

ب : مطلع ابرآلود ہو تو ہلال عید کے لئے شہادت مطلوب ہے۔

(۴) شہادت علی الشہادۃ:

اگر اصل شاہد کیلئے دارالقضاء یامفتی یا کمیٹی کے سامنے حاضر ہونا ممکن نہ ہو

تو اصل گواہ دوثقہ آدمیوں کو گواہ بناکر اپنی طرف سے دارالقضاء ،مفتی یا کمیٹی کے سامنے شہادت کا فریضہ انجام دینے کے لئے بھیجیں اور وہ دونوں گواہ قاضی، مفتی یا کمیٹی کے سامنے حاضر ہوکر شہادت دیں کہ ہمارے سامنے فلاں آدمی نے شہادت دی ہے کہ اس نے چاند دیکھا ہے اور انہوں نے ہمیں گواہ بناکر بھیجا ہے کہ ہم آپ تک ان کی گواہی پہنچادیں، یہ ثبوت ماہ رمضان وہلال عید کیلئے ہے ،اگر یہ گواہ اپنی طرف سے ایک گواہ بھیجے تو کافی ہے،لیکن بہتر یہ ہے کہ ہر گواہ اپنی طرف سے دودوگواہ بھیجے۔

''وہی مقبولۃ بشرط تعذر حضور الأصل بموت أو مرض أو سفر، وفی رد المحتار:أشار إلی أن المراد بالمرض ما لا یستطیع معہ الحضور إلی مجلس القاضی کما قیدہ فی الہدایۃ، وإن المراد بالسفر الغیبۃ مدتہ'' (الدرالمختار۸/۲۲۵، کتاب الشہادات ، ط: زکریا)۔

''ہندیہ'' میں ہے :

''لا تجوز علی شہادۃ رجل أقل من شہادۃ رجلین أو رجل وامرأیتن، وکذا علی شہادۃ المرأۃ، وہذا عندنا، کذا فی الخلاصۃ۔ رجلان شہدا علی شہادۃ رجلین أو علی شہادۃ قوم جاز عندنا، کذا فی فتاوی قاضی خان'' (الہندیۃ ۵۲۴-۳/۵۲۳، کتاب الشہادات، ط:زکریا)۔

''شامی'' میں دوسری جگہ پر ہے:

''وتقبل شہادۃ واحد علی اٰخر بخلاف الشہادۃ علی الشہادۃ فی سائر الأحکام۔الخ''(رد المحتار ۳/۳۵۳،کتاب الصوم ،ط: زکریا)۔

(۵) شہادت علی قضاء القاضی:

مفتی یا قاضی کی مجلس میں شرعی شہادت پیش ہواور مجلس میں دودیندار پابند شرع مسلمان شروع سے آخر تک حاضرہوں اور وہ پھر کسی دوسرے مقام کے قاضی یا مفتی کے سامنے حاضر ہوکر شہادت دیں کہ فلاں مقام پر قاضی یا مفتی کی مجلس میں ہمارے سامنے رؤیت ہلال کی شہادتیں پیش ہوئی ہیں اور ان کی شہادت کی سماعت کے بعد قاضی یا مفتی نے رؤیت ہلال کا فیصلہ کردیا ہے، تو یہ بھی ثبوت ہلال رمضان وعید کیلئے کافی ہے۔

''شہدوا أنہ شہد عند قاضی مصر، کذا شاہدان برؤیۃ الہلال فی لیلۃ کذا، وقضی القاضی بہ ووجد استجماع شرائط الدعوی قضی ای جاز لہذا القاضی ان یحکم بشہادتہما؛ لان قضاء القاضی حجۃ ، وقد شہدوا بہ، لا لوشہدوا برؤیۃ غیرہم لأنہ حکایۃ'' (الدر المختار-۳/۳۵۸ ۳۵۹، کتاب الصوم، ط: زکریا)۔

(۶) کتاب القاضی الی القاضی:

ایک جگہ کے قاضی یا مفتی کے سامنے شرعی شہادت پیش ہوئی اور اس نے رؤیت ہلال کا فیصلہ کردیا،اب وہ دوسرے مقام کے قاضی یا مفتی کے نام دو دیندار مسلمان کے سامنے خط لکھے کہ میرے سامنے شرعی شہادت پیش ہوئی ہے ،جس کی بناء پر میننے

رؤیت ہلال کا فیصلہ کیا ہے ،اور اس پر دستخط کرے اور مہر لگائے،پھر ان کو سنا کر بند کرکے مہر لگاکر ان کے حوالے کردے ،وہ دونوں شخص وہ خط لے کر دوسرے مقام کے قاضی یا مفتی کے پاس جائیں اور گواہی دیں کہ یہ فلاں قاضی یا مفتی کا مکتوب ہے، اس نے ہمارے سامنے اس خط کو لکھا ہے اور لکھنے کے بعد پڑھ کر سنایا ہے اور ہمارے حوالے کیاہے کہ ہم آپ تک یہ مکتوب پہنچادیں،تودوسری جگہ کا قاضی یا مفتی اس کو منظور کرکے اعلان کرسکتاہے، یہ بھی ثبوت ہلال کیلئے حجت ہے۔مگر یہ حجت اسی وقت ہے کہ جب وہ دونوں شخص گواہی دیں کہ فلاں قاضی یا مفتی نے ہمارے سامنے اس خط کو لکھا ہے اور پڑھ کر سنایا ہے اور ہمارے حوالے کیاہے، اگر اس طرح کی شہادت نہ دیں، محض ایک خط کی حیثیت سے صرف پہنچادیں تو اس کی حیثیت ایک خط کی ہوگی، تفصیل کے لئے دیکھئے: (الدرالمختار ۸/۱۳۱تا ۱۳۹، کتاب القضاء،ط:زکریا)۔

لہٰذا ثبوت رؤیت سے متعلق درج بالاطُرق موجبہ میں سے کسی بھی طریقہ سے پورے ہندوستان میں سے کسی بھی جگہ سے موصول شدہ خبر وشہادت حجت شرعیہ ہے اور اس کو تسلیم کرکے اس کے مطابق عمل کرنا واجب ولازم ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒفرماتے ہیں:(روزہ وغیرہ کے لئے)اگر دوسری جگہ سے خبر آجاوے تو اس کے معتبر ہونے کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ طریق موجب سے پہنچے اور طریق موجب یہ ہیں: ایک شہادت بالرؤیت، دوسرے شہادت علی الشہادۃ بالرؤیت، تیسرے شہادت علی حکم الحاکم، چوتھے استفاضہ جو حکم حاکم میں ہے، اور جب ان ذرائع سے خبر آئے گی تو اس پر عمل واجب ہے اور ظاہر ہے کہ ترک واجب معصیت ہے۔

(ب) مسلمانوں کو ہر ماہ کی ۲۹/ تاریخ کو چاند دیکھنا چاہئے اور رمضان ، شوال، ذی الحجہ کے مہینوں کے لئے خصوصی اہتمام کرنا چاہئے، اور چاند نظر آجائے تو فوراً بلا تاخیر چاند کمیٹی یا قاضی یا مفتی وغیرہ کے پاس حاضر ہوکر شہادت دینی چاہئے۔

اگر چانددیکھنے والے کو یہ معلوم ہو کہ میری شہادت پر ثبوت رؤیت موقوف ہے، یعنی اس کے علاوہ کسی نے نہیں دیکھا اور اس کو اپنے حال کے لحاظ سے غلبۂ ظن ہے کہ اس کی شہادت ردنہ کی جائے گی تو اس پر شہادت دینا واجب ہوجاتاہے ،یہاں تک کہ اگرچاند دیکھنے والی پردہ نشین منکوحہ عورت ہے تب بھی اس رات گھر سے نکل کر قاضی کے سامنے شہادت پیش کرے، اگر شوہر اجازت نہ دے تو بلا اجازت نکل سکتی ہے۔

''در مختار'' میں ہے :

''ویجب علی الجاریۃ المخدرۃ أن تخرج فی لیلتہا بلا إذن مولاہا وتشہد کما فی الحافظیۃ۔۔۔ علامہ شامیؒ اس پر حاشیہ تحریرفرماتے ہیں: قولہ ویجب علی الجاریۃ المخدرۃ ای التی لا تخالط الرجال، وکذا یجب علی الحرۃ ان تخرج بلا اذن زوجہا، وکذا غیر المخدرۃ والمزوجۃ بلا ولی، قال:والظاہر ان محل ذلک عند توقف اثبات الرؤیۃ علیہا وإلا فلا''

(شامی۳/۳۵۳،ط: زکریا)۔

اگرخدانخواستہ اس کے علاقہ میں قاضی یا مفتی یا چاند کمیٹی میں سے کوئی نہ ہوتو ایسی صورت میں وہ جامع مسجد میں آئے اور رؤیت ہلال کی گواہی دے ، دیکھئے: (الہندیہ۱/۱۹۷،کتاب الصوم: ط: زکریا)۔

علامہ شامی فوری اطلاع دینے کی علت پر علامہ حلوانی کے حوالہ سے روشنی ڈالتے ہیں:

''قال الحلوانی:یلزم العدل ولو أمۃ أو مخدرۃ أن یشہد فی لیلۃ کی لایصوم مفطرین، وہی من فروض العین'' (شامی۳/۳۵۲،ط: زکریا)۔

یعنی فوری اطلاع دینا ضروری ہے ، تاکہ عید کے دن کوئی روزہ نہ رکھ لے اور یہ فرض عین ہے۔

اوراحادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ رائی ہلال پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے علاقے کے قاضی کے پاس جاکر چاند دیکھنے کی شہادت دے، اگر نظام قضاء نہ ہوتو رؤیت ہلال کمیٹی کے پاس یا مقامی علماء- جن کے اوپر وہاں کے باشندگان مسلمان کا اعتماد ہو -کے پاس جاکر رؤیت ہلال کی شہادت دے، اگر اس منطقہ میں علماء بھی نہ ہوں اور نہ رؤیت ہلال کمیٹی ہو تو ایسی صورت حال میں جامع مسجد میں جاکر لوگوں کے سامنے شہادت دینا ضروری ہے،حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے چاند دیکھنے کے بعد آپ ﷺ کے پاس جاکر رؤیت ہلال کی خبر دی ۔

''عن ابن عمر قال:تراء ی الناس الہلال فأخبرت رسول اللہ ﷺ أنی رأیتہ فصامہ وأمر الناس بصیامہ'' (ابوداؤد:کتاب الصوم، رقم الحدیث: ۲۲۴۲)۔

اسی طرح ابن عباسؓ کی حدیث مینہے کہ ایک اعرابی شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتاہے اور رؤیت ہلال کی اطلاع دیتا ہے اور آپ ﷺ اس کی شہادت قبول فرماتے ہیں۔

''عن ابن عباسؓ قال : جاء اعرابی إلی النبیﷺ فقال: انی رأیت الہلال، قال: أتشہد ان لاإلہ إلا اللہ؟ أتشہد ان محمدًا رسول اللہ؟ قال:نعم، قال:یا بلال! أذّن فی الناس أن یصوموا غدًا'' (سنن الترمذی:باب فی الصوم بالشہادۃ، رقم الحدیث: ۶۹۱)۔

چاند دیکھنے والوں کا بیان شہادت ہے یا خبر؟

شہادت اور خبر دوچیزیں الگ الگ ہیں، ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے، بعض کلام بحیثیت خبر کے معتبر اور قابل اعتماد ہوتے ہیں، مگر وہ بحیثیت شہادت ناقابلِ قبول ہوتے ہیں۔

وجہ یہ ہے کہ خبر کوئی حُجت ملزمہ نہیں جو دوسرے کو ماننے پراور اپنا حق چھوڑنے پر مجبور کردے، جس کو خبر دینے والے کی دیانت اور سچائی پر بھروسہ ہو وہ

مانے گا، جس کو نہ ہو وہ ماننے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا،بخلاف شہادت کے کہ وہ حجت ملزمہ ہے ، جب شرعی شہادت سے کسی معاملہ کا ثبوت قاضی یا جج نے تسلیم کرلیا تو قاضی یا جج اس پر مجبور ہے کہ اُس کے موافق فیصلہ دے اور فریقِ مخالف اس پر مجبور ہے کہ اس کو تسلیم کرے۔

عام طورپر رؤیت ہلال عید کے معاملہ کو رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام نے شہادت کا معاملہ قرار دیا ہے ،البتہ رمضان کے چاند میں خبر کو کافی سمجھا ہے، بشرطیکہ خبر دینے والا ثقہ مسلمان ہو، ترمذی،ابوداؤد وغیرہ میں ایک اعرابی کے اور ابوداؤد کی روایت میں حضرت ابن عمر کے واقعہ سے ثابت ہے (روایت اوپر گذرچکی)کہ صرف ایک ثقہ مسلمان کی خبر پر آنحضرت ﷺ نے رمضان شروع کرنے اور روزہ رکھنے کا اعلان فرمادیا، نصاب شہادت کو ضروری نہیں سمجھا، رمضان کے علاوہ دوسرے ہر چاند کی شہادت کے لئے نصاب شہادت اور اس کی تمام شرائط کو ضروری قرار دیا گیا اور سب فقہاء امت کا اس پر اتفاق ہے ۔

اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب نے اپنی کتاب ''نظام الفتاوی '' میں بالتفصیل مع تحقیق وتدقیق مسئلہ تحریر فرمایا ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

''ہلال رمضان تو مطلقًا خبر سے متعلق ہے، باقی اور ہلال (عید وغیرہ)اگر حاکم یا والی مسلم یا قاضی شرع یا اس کا قائم مقام ،جیسے رؤیت ہلال کمیٹی وغیرہ موجود ہوتو شہادت سے متعلق ہوتاہے ،ورنہ وہ بھی خبر شرعی سے متعلق ہوتا ہے ،جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارتوں سے معلوم ہوتاہے :

''وقیل بلا دعوی ولا بلفظ أشہد وبلا حکم ومجلس قضاء، لأنہ خبر لا شہادۃ'' (الدر المختار۳/۳۵۲، ط:زکریا)۔

''وشرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشہادۃ ولفظ اشہد وعدم الحد فی قذف لتعلق نفع العبد------'' (ایضا ۳/۳۵۳)۔

''ولو کانوا ببلدۃ لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ وأفطروا بإخبار عدلین مع العلۃ للضرورۃ إلی الآخر'' (ایضا ۳/۳۵۴)۔

اور اس کے تحت علامہ شامی فرماتے ہیں: ''قولہ للضرورۃ الخ أی ضرورۃ عدم حاکم شہد عندہ''۔

اس لفظ ''للضرورۃ'' سے معلوم ہوا کہ اگر حاکم شرع یا اس کا قائم مقام موجود ہوگا تو اس کو تقدم ہوگا اور فیصلہ کرنے کا استحقاق اسی کو رہے گا،اورمسلمان حاکم موجود ومیسر نہ ہونے کی صورت میں شہادت کی تمام شرائط ساقط الاعتبار نہ ہوں گی، بلکہ شروط ممکنہ کا اعتبار ضروری ہے ، چنانچہ جزئیات ذیل میں عددکالزوم مصرح ہے،

حالانکہ عدد بھی شروط شہادت میں سے ہے۔

''فیشترط فیہ ما یشترط فی سائر حقوقہم من العدالۃ والحریۃ والعدد وعدم الحد فی القذف ولفظ الشہادۃ والدعوی علی خلاف فیہ إن أمکن ذلک وإلا فقد تقدم، إنہم لو کانوا فی بلدۃ لا قاضی فیہا ولا والی، فإن الناس یصومون بقول ثقۃ ویفطرون بإخبار عدلین للضرورۃ'' (البحرالرائق ۲/۴۶۵،ط: دارالکتب العلمیۃ ،بیروت)۔

اس جزئیہ میں ''إن أمکن'' اس پر دلیل ہے کہ شروط ممکنہ کا لحاظ ضروری ہے ۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ مطلع کے صاف نہ ہونے کی صورت میں ہلال رمضان کے ثبوت کے لئے شہادت ضروری نہیںہے ، بلکہ ایک عادل کی خبر بھی معتبر ہے، لیکن رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں کے چاند کے ثبوت کے لئے شہادت کی شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ،مثلا شاہد کا مسلمان ہونا، عاقل ہونا، بالغ ہونا، بینا ہونا، شاہد کا عادل ہونا، لفظ شہادت، مجلس قضاء ،نیز جس واقعہ کی وہ گواہی دے رہا ہے اس کو اس نے بچشم خود دیکھا ہو ،واللہ اعلم(مستفاد از رؤیت ہلال لمفتی محمد شفیع ؒ)۔

نیز اس میں ایک شرط مجلس قضاء ہے، یعنی شاہد کے لئے ضروری ہے کہ قاضی کی مجلس میں خود حاضر ہوکر شہادت دے، پس پردہ یا دورسے بذریعہ خط یا ٹیلیفون یا وائرلیس ریڈیووغیرہ جدید آلات کے ذریعہ کوئی شخص شہادت دے تو وہ شہادت نہیں، بلکہ محض ایک خبر کا درجہ رکھے گی، جن معاملات ومسائل میں خبر کافی ہے ان میں اُس پر عمل جائز ہوگا اور جن معاملات میں ثبوت کے لئے شہادت ضروری ہے ان میں یہ خبر کافی نہ سمجھی جائے گی؛ اگر چہ آواز پہچانی جائے اور بولنے والا ثقہ اور قابل شہادت ہو۔

(ج)رؤیت ہلال کا مسئلہ ان امور دینیہ میں سے ہے جن پر شریعت اسلامی نے عبادات اور بعض احکام کی بنیاد رکھی ہے،لہذا شریعت اسلامی نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ قمری ماہ کی ۲۹/تاریخ کو چاند دیکھنے کا اہتمام کریں، فقہاء کرام کی صراحت کے مطابق ۲۹/ شعبان اور ۲۹/رمضان کو چاند دیکھنے کا اہتمام کرنا فرض کفایہ ہے، اگر آبادی کے چند افراد نے بھی چاند دیکھنے کی کوشش نہیں کی تو ساری آبادی کے لوگ گنہگار ہوں گے۔

ہر وہ شخص جس نے چاند دیکھا ہو اس کے لئے ممکنہ عجلت کے ساتھ اپنے متعلقہ ذمہ داروں تک پہنچ کر شہادت دینا ضروری اور لازم ہے، تاکہ بروقت اعلان ہوسکے، پردہ نشین خواتین نے بھی اگر چاند دیکھا ہوتو ان کے لئے ذمہ داروں تک پہنچ کر شہادت دینا ضروری ہے ، تاکہ تمام لوگ فرض روزہ اداء کرسکیں جو فرض عین ہے۔

''قال الحلوانی:یلزم الحق ولو أمۃ مخدرۃ أن یشہد فی لیلتہ کیلا یصبحوا مفطرین، وہی من فروض العین'' (رد المحتار ۳/۳۵۳، کتاب الصوم،ط: زکریا)۔

اوراگر ثبوت رؤیت ان کی شہادت پر موقوف ہے تو ان کے لئے ضروری ہے کہ

فوری طورپر شہادت دیں،جیسا کہ شامی کی عبارت اوپر گزری، چنانچہ داماد آفندی رقم فرماتے ہیں:

''وفیہ إشارۃ إلی أنہ یشہد عند حاکم، والشہادۃ لازمۃ لئلا یفطر الناس إذا کان عدلاً'' (مجمع الانہر ۱/۳۵۱، کتاب الصوم،ط:مکتبہ فقیہ الامۃ ، دیوبند)۔

شہادت اگرچہ تاخیر سے آئے اس کو قبول کرنا ضروری ہے ؛ جبکہ شرعی شہادت کاملہ ہو،اگر زوال کے بعد آئی ہے تو نماز دوسرے روز پڑھے، عید الاضحی میں تیسرے روز تک کی اجازت ہے، ہاں اگر اس قدر تاخیر کی جس سے خود شاہدوں کے بارے میں یہ شبہ پیدا ہوجائے کہ انہوں نے قصدًا تاخیر کی ہے، اپنے فرض میں کوتاہی کی ہے اور حق ادا نہیں کیا تو اب قبول نہ کی جائے گی،لیکن زیادہ تاخیر کی کوئی معقول وجہ ہے تو ان کی شہادت قبول کی جائے گی،البتہ رمضان پر چند ایام کی تاخیر یا عید الفطر میں چند گھنٹوں کی تاخیر یا چاند دوسری جگہ ثابت ہوچکا ہے، اس کی شہادت علی الشہادت پہنچنے میں تاخیر ہوئی ہو تو اگر چہ کافی تاخیرہو،مثلاً عید الاضحی میں آٹھ نودن کی تاخیر ہوجائے تب بھی حرج نہیںہے ،عوام کا انتشار لائق اعتبارنہیںہے ،ان کو مسئلہ سمجھنا چاہئے،چنانچہ علامہ قاضی خان تحریر فرماتے ہیں:

''إذا شہد الشہود علی ہلال رمضان فی الیوم التاسع والعشرین إنہم رأوا ہلال رمضان قبل صومہم بیوم إن کانوا فی ہذا المصر ینبغی أن لا تقبل شہادتہم، لأنہم ترکوا الحسبۃ وإن جاؤوا من بعید جازت شہادتہم لانتفاء التہمۃ'' (قاضی خان علی ہامش الہندیہ ۱/۱۹۸،ط: زکریا)۔

(جب گواہوں نے ۲۹/ رمضان میں یہ گواہی دی کہ انہوں نے شعبان کی انتیسویں کو چاند دیکھا تھا تو اگر وہ اسی شہر کے ہوں تو ان کی گواہی اس لئے قبول نہ ہوگی کہ انہوں نے اپنا فرض اور اخلاص کو ترک کیا ہے، اور اگر وہ دورجگہ سے آئے ہوں تو ان کی گواہی قبول کرلی جائے گی، کیونکہ کوتاہی اور عدم اخلاص کا شبہ نہیں ہے)۔

بلکہ انتشاروغیرہ کے خوف سے قبول نہ کرنے میں عید الفطر کی نماز قضاء ہوجائے گی اور قربانی وغیرہ احکام پر اثر پڑے گا، اس لئے بھی قبول کرنا ضروری ہوگا۔

قاضی خان فرماتے ہیں:

''فإن کانت صلوۃ الفطر فی الیوم الأول بعذر یصلی فی الیوم الثانی، وإن فاتت بغیر عذر لا یصلی فی الیوم الثانی'' (بہامش الہندیہ۱/۱۸۵، ط: زکریا)۔

(اگر کسی عذر کی بناء پر پہلے روز نماز عید الفطر نہ ہوئی تو دوسرے روز پڑھے اور بلاعذر کے چھوٹ گئی تو دوسرے روز نہیں پڑھی جائے گی) حضرت علامہ حصکفیؒ در مختار میں لکھتے ہیں:

''وتؤخر بعذر کمطر إلی الزوال من الغد فقط، فوقتہا من الثانی کالأول، وتکون قضاء لا أداء'' (درمختار ۳/۵۹،باب العیدین،ط: زکریا)۔

عید الفطر کی نماز کسی عذر کی وجہ سے جیسے بارش یا امام کے حاضر نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے روز تک ہی مؤخر ہوسکتی ہے اور دوسرے روز اس کا وقت پہلے دن کی طرح ہے اوریہ دوسرے روز نماز پڑھنا قضاء ہوگا ،ادا نہیں ہوگا،البتہ شہادت دینے میں تاخیر کرنا بعض صورتوں میں فسق کا موجب ہے جس سے شہادت مردود ہوجاتی ہے۔

''الاشباہ'' میں ہے :

''شاہد الحسبۃ إذا أخر شہادتہ لغیر عذر لا یقبل نفسہ'' (الاشباہ والنظائر۲/۲۵۱،کتاب القضاء والشہادات والدعاوی، ط: مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکۃ)۔

مگر علامہ رافعی نے حاشیہ ابوالسعودسے یہ بھی نقل کیا ہے :

''یشترط لفسقہ بالتاخیر بعد العلم بالحرمۃ من غیر عذر ظاہر تعینہ لأداء الشہادۃ'' (تقریرات الرافعی علی الردالمحتار ۸/۶۲۶، کتاب الشہادات،ط: زکریا)۔

اس سے معلوم ہوا کہ تاخیر سے شہادت اس وقت مردود ہوتی ہے جب کہ :

(۱) بلاعذر ہو (۲) تاخیر کی حرمت کا علم ہو (۳) دوسرا کوئی اور اداء شہادت کے لئے نہ ہو۔

پس اگر بلاعذر شہادت دینے میں تاخیر کریں تو مذکورہ شرائط کے پائے جانے کی صورت میں چاند کے معاملہ میں بھی شہادت کا رد کردینا مناسب اور قرین قیاس ہے ،کیونکہ جب معاملہ رمضان وعید کا ہوتا ہے تو اس کی اہمیت سب کو معلوم ہوتی ہے، پھر بھی شہادت میں تاخیر ضرور موجب فسق ہونا چاہئے ۔

کیونکہ اس کی شہادت کو قبول کرنے کا مطلب لوگوں میں انتشار کو پھیلانا ہے ، جو شرعاً ممنوع ہے، ارشاد باری ہے : ''الفتنۃ أشد من القتل'' (سورۃ البقرۃ :آیت : ۱۹۱)۔

جواب (۴):

(الف): قاضی کی شرائط:

(۱) مرد ہونا(۲) عاقل وبالغ ہونا (۳)آزاد ہونا(۴) مسلمان ہونا(۵) عادل ہونا(۶) سمع اور بصر کا صحیح سالم ہونا(۷) احکام شرعیہ کا عالم ہونا۔

''فأما ولایۃ القضاۃ: فلا یجوز تقلید القضاء الا لمن کملت فیہ سبع شرائط : الذکوریۃ، والبلوغ، والعقل ،والحریۃ، والإسلام، والعدالۃ، والسلامۃ فی السمع والبصر، والعلم'' (الاحکام السلطانیہ للامام ابوالحسن الماوردی: ۶۵،۶۶، ۶۰، دار الکتب العلمیہ ، بیروت) ۔

یوں تو قاضی کا انتخاب امام کی جانب سے ہوتا ہے لیکن جہاں امام نہ ہو وہاں بھی ضرورت شدیدہ کی بنیاد پر اجتماعی وملی مسائل کے حل کی غرض سے کسی کو شہر کے لوگ متفق ہوکر- جو شرائط قضاء رکھتا ہو- منتخب کرسکتے ہیں۔

''ولو أن أہل بلد قد خلا من قاضٍ أجمعوا علی ان قلدوا علیہم قاضیاً'' (ایضاً: ۷۳)۔

علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں:

’’وفی الفتح:إذا لم یکن سلطان ولا من یجوز التقلد منہ کما ہو فی بعض بلاد المسلمین غلب علیہم الکفار کقرطبۃ الآن یجب علی المسلمین أن یتفقوا علی واحد منہم یجعلونہ والیاً‘‘ (شامی۸/۴۳،کتاب القضاء، ط:زکریا)۔

علامہ ماوردی آگے فرماتے ہیں:’’ویجوز أن یکون القاضی عام النظر فی خصوص العمل، فیقلد النظر فی جمیع الأحکام فی محلۃ من البلد، فتنفذ جمیع أحکامہ فی المحلۃ التی عینت لہ‘‘ (الاحکام السلطانیۃ : ۶۷) ۔

(کسی خاص شہر یا خاص مجمع پر اختیارات عامہ کے ساتھ قاضی کا تقررکرنا جائز ہے اور وہ اسی خاص مفوضہ علاقہ پر اپنے احکام نافذ کرنے کا مجاز ہوگا۔)

اور آگے فرماتے ہیں :

’’فإن قلد الحکم بین من ورد إلیہ فی دارہ أو مسجدہ صح، ولم یجز لہ أن یحکم فی غیر دارہ ولا فی غیر مسجدہ، لأنہ جعل ولایتہ مقصورۃ علی من ورد إلی دارہ ومسجدہ‘‘ (ایضًا: ۶۹)۔

(اگر صرف ان لوگوں کے امور فیصل کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے جو اس کے مکان یا اس کے مسجد میں وارد ہو تو یہ تقرر بھی صحیح ہے ، مکان یا مسجد کے علاوہ کسی جگہ کے معاملات سے تعرض کرنا جائز نہ ہوگا ۔)

ان عبارتوں سے دوامور ثابت ہوتے ہیں:

(۱) جن بلاد میں مسلمان حاکم نہ ہو- جیسا کہ ہمارے ہندوستان جیسے ممالک کا حال ہے- وہاں مسلمانونپر لازم ہے کہ وہ کسی عالم ثقہ ومتدین کو اپنا امام تسلیم کریں اور وہ قاضی وحاکم کے قائم مقام ہوگا۔

(۲) وہ عالم ثقہ حاکم کے قائم مقام اسی بلد کی حدود تک ہوگا، یعنی اس کا فیصلہ اس کی حدود ولایت تک محدود رہے گا اور لوگوں پر اس کے فیصلہ کو عمل میں لانا لازم ہوگا۔

مفتی کفایت اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں: جس امام کو تمام مسلمان اپنے امور دینیہ کی اقامت کے لئے پسند کرکے مقرر کرلیں وہ سلطان کانائب ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے (کفایت المفتی ۲/۲۳۷، کتاب القضاء ،ط: زکریا)۔

مفتی صاحب کے فتوی کی روشنی میں کہا جاسکتاہے کہ بہار اور اڑیسہ میں قاضی کا تقرر امیر کے تحت وجود میں آتا ہے اور امیر نائب سلطان کا درجہ رکھتا ہے ،تو قاضی کا فیصلہ بھی سلطان ہی کا درجہ رکھے گا، کیونکہ قاضی کا فیصلہ گویا امام ہی کا فیصلہ ہے، اس کی دلیل کے لئے صرف اتنا لکھ دینا کافی ہوگا کہ جہاں حاکم شرعی نہیں وہاں مسلمانوں کا کسی کو امام بنا کر اس کے پیچھے جمعہ پڑھ لینا کافی ہوجاتا ہے، کیا یہ امام نائب حاکم نہیں ؟ اس کا جواز تو خود ہی نیابت حاکم کی طرف مشیر ہے۔

لہذا صوبہ بہار واڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں، جہاں نظام قضاء موجود ہے، اگر وہاں کا قاضی چاند کا ثبوت ہونے کے بعد اعلان کرتاہے تو اس کے حلقہ قضاء

کے تمام مسلمانوں پر اس اعلان پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

(ب) ریڈیو اور ٹیلیویژن کے ذریعہ اعلان:

ہلال کمیٹیوں کی طرف سے رؤیت کا اعلان ریڈیواور ٹیلیویژن پر بھی کیا جانا چاہئے،اس اعلان کو قبول کرنے میں شرعاً کوئی چیز مانع نہیں ہے، الا یہ کہ قرائن اس کے خلاف ہوں ،ایسی صورت میں اس کی تصدیق ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعہ کرالینا چاہئے،ریڈیو اور ٹیلیویژن کی خبروں پر دینی معاملات میں بھی اعتماد کیا جاتاہے ۔

الحاج محمد بن عبدالوہاب اندلسی فرماتے ہیں:

''فقد تبین بہذا إن وسائل التبلیغ، کالتلیفون والتلغراف والرادیو وغیرہا، یعمل بہا فی نقل ثبوت رؤیۃ الہلال، ولکن بشرط عدم البعد جدا'' (العذب الزلال: ۱۷۳،ط:المدارس، الدار البیضاء، قطر)۔

(اس سے واضح ہوا کہ ذرائع ابلاغ ،مثلا ٹیلیفون ،ٹیلیگراف، ریڈیو وغیرہ کو رؤیت ہلال کے ثبوت کی خبر کو نقل کرنے کے لئے استعمال کیا جاسکتاہے ،بشرطیکہ بہت زیادہ دوری نہ ہو)۔

ان آلات جدیدہ کے ذریعہ حاصل ہونے والی خبر کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کا فیصلہ کرنے سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ قرون سابقہ ماضیہ میں خبر رسانی کے کون سے طریقے موجود تھے، جس پر افطار وصوم کا وجود ہوجایا کرتا تھا ،اس سلسلے مینخبر رسانی کے درج ذیل تین طریقے رائج ہونے کا پتہ چلتا ہے :

(۱) توپ کی آواز، (۲) ڈھنڈورچی کا اعلان،(۳) قندیلوں کی روشنی۔ خبررسانی کے ان تین طریقونکے بارے میں فقہی روایت نقل کی جارہی ہے :

''الظاہر أنہ یلزم أہل القری الصوم بسماع المدافع أو لرؤیۃ القنادیل من المصر؛ لأنہ علامۃ ظاہرۃ تفید غلبۃ الظن، وغلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل کما صرحوا بہ، واحتمال کون ذلک لغیر رمضان بعید'' (شامی ۳/۳۵۴،کتاب الصوم:ط: زکریا، حاشیہ بحرالرائق۲/۴۷۲،ط: دارالکتب العلمیہ،بیروت)۔

مذکورہ بالا عبارت سے واضح طورسے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی علامات کے بارے میں بار بار کے تجربہ کے بعد یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ ہمیشہ رؤیت کے اعلان ہی کے لئے ان علامات سے کام لیا جاتا ہے ،اور یہ تجربہ یقین یا ظن غالب کا فائدہ پہنچادیتاہے ،اس لئے ان کے مقتضی پر عمل کرناضروری ہوگا، اگر چہ عقلی طورپر اس احتمال کی گنجائش باقی رہتی ہے کہ یہ علامات اس غرض سے نہیں ،بلکہ کسی اور غرض سے وجود میں لائی گئی ہوں، اس کے باوجود یہ احتمال ان کے موجب ہونے میں خلل انداز نہیں ہوتا، کیونکہ فقہی اصول ''غلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل '' مسلمہ قاعدہ ہے ،جس پر دیگر اور بھی مسائل کی بنیاد قائم ہے۔

ان تمام تفصیلات اور توضیحات کے بعد مروجہ خبر رسانی کے آلات کے بارے میں حکم صادرکرنا بعید از قیاس نہیں، بلکہ قریب از قیاس ہے اور بدیہی امر ہے کہ کسی علامت کی صداقت کا بار بار ہونے والا تجربہ ایک سادہ اور غیر ناطق چیز توپ ، قندیل وغیرہ کی علامت کو موجب عمل بنایا جاسکتاہے، تو ریڈیوجو تفصیلات سے بھی آگاہ کرتاہے اور جس کی اطلاع واعلان پر اطمینان توپ کی آواز یا میناروں کی روشنی سے حاصل شدہ اطمینان کے مقابلہ میں کہیں زیادہ قوی ہوتاہے ، اور جس کے بارے میں تجربہ کی مدت بھی کافی طویل ہے، تو مذکورہ شرائط پر مشتمل ہونے کی حالت میں اعلان پر یقین آجانا یا کم سے کم اس کی صحت کا غلبۂ ظن حاصل ہوجانا بدیہی امر ہے اور اس بارے میں غلبۂ ظن ہی کافی اور حجت سمجھا جاتا ہے ،جیسا کہ فقہی اصول ''غلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل'' مؤید ہے۔

اس لئے ریڈیو کے اعلان پر عمل کرنا خود رائی اور سلف کے طریق سے انحراف نہیں، بلکہ اگر بغور دیکھا جائے تو توپ کی آواز اور روشنی کے مقابلہ میں ریڈیو کی خبر افادۂ خبر اور حصول غلبہ ظن میں بدرجہا آگے ہے۔

ریڈیوکی خبرکو مخصوص شرائط کے ساتھ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے بھی معتبرفرمایا ہے ،چنانچہ وہ ''آلات جدیدہ کے شرعی احکام '' میں لکھتے ہیں:

''جس شہر میں باقاعدہ قاضی یا ہلال کمیٹی نے کسی شہادت پر اطمینان کرکے عید وغیرہ کا اعلان کردیا ہواس اعلان کو اگر ریڈیوپر نشر کیا جائے تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے اس شہر اور اس کے مضافات ودیہات کے لوگوں کو اس اعلان پر عید وغیرہ کرنا جائز ہے، شرط یہ ہے کہ ریڈیوکو اس کا پابند کیا جائے کہ وہ چاند کے متعلق مختلف خبریں نشر نہ کریں، صرف وہ فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے اس کو دیا ہے، اور اس کو نشر کرنے میں پوری احتیاط سے کام لے، جن الفاظ میں فیصلہ کیا گیا ہے وہ الفاظ بعینہ نشر کئے جائیں، جس ریڈیومیں ایسی احتیاط کی پابندی نہ ہو اس کے اعلان پر عید وغیرہ کرنا کسی کے لئے درست نہیں(ص: ۱۸۸،۱۸۹، ط: ادارۃ المعارف،کراچی)۔

بہتر تو یہ ہی ہوتا کہ قاضی یا امام خود ہی ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر اعلان کردیں ،لیکن چونکہ ہمارے اس ملک میں ریڈیو، ٹی وی اسٹیشنوں پر غیروں کا قبضہ ہے ،اس لئے اگر وثوق سے معلوم ہوجائے کہ ان لوگونکے اعلان میں غلطی کا وقوع بھی نہیں ہوا ہے تو ایسے اعلان پر اعتماد کیا جاسکتاہے ۔

ریڈیو کی خبر کے بارے مینمولانا محمد منظور نعمانی صاحب لکھتے ہیں:

''رؤیت ہلال کے بارے میں ریڈیو کی خبر اورٹیلی فون سے ملنے والی اطلاع نہ ہر صورت میں قابل قبول ہے اور نہ ہر صورت میں قابل رد اور نہ قابل اعتبار ہے ،بلکہ اس

میں یہ تفصیل ہے کہ جس ریڈیو اسٹیشن کے متعلق تحقیق سے یہ معلوم ہے کہ وہ رؤیت ہلال سے متعلق خبر دوسری خبروں کی طرح اپنے عام ذرائع معلومات کی بناپر نشر نہیں کرتا ؛ بلکہ کسی معتبر دینی مرکز یا علماء کی کسی جماعت سے یا کسی قابل اعتماد رؤیت ہلال کمیٹی کے فیصلہ کی دی ہوئی اطلاع پر اسی کے حوالہ سے نشر کرتا ہے، جیسا کہ پاکستان کے ریڈیو اسٹیشن اور اسی طرح دہلی کے آل انڈیا ریڈیواسٹیشن اور پٹنہ ریڈیو اسٹیشن کے بارے میں معلوم ہوا ہے، تو اس کی یہ خبر قابل قبول ہوگی اور اس کی حیثیت فیصلہ کے صرف اعلان کی ہوگی،جیسا کہ مختلف زمانوں میں رؤیت ہلال کے ثبوت کے بعد مختلف طریقوں سے اس کا اعلان کیا جاتا رہا ہے،اور اب بھی کیا جاتا ہے اور ان اعلانوں کو عمل کے لئے کافی سمجھاجاتا ہے '' (ماہنامہ الفرقان، شمارہ، اپریل ۱۹۸۷ء)۔

''مجلس تحقیقات شرعیہ، لکھنؤ'' نے اپنے بیان میں واضح کیا ہے :

ریڈیو کے جس اعلان پر صوم یا افطار صوم کا حکم دیا جائے گا اس کے لئے ضروری یہ ہے کہ تفصیل ہو اور ذمہ دار علماء کی طرف سے ہویا کم از کم ذمہ دار کے حوالے سے ہو کہ انہوں نے باضابطہ شرعی شہادت لے کر چاند کے ہوجانے کا فیصلہ کیا ہے ، مثلا کوئی مسلمان ریڈیواسٹیشن سے یہ اعلان کرے کہ ہمارے شہر کی فلاں ذمہ دار ہلال کمیٹی یا جماعت علماء یا قاضی شریعت (بتصریح نام) نے ثبوت شرعی کے بعد رؤیت ہلال کا اعلان کردیا ہے ،اس طرح کی صراحت کے ساتھ کئے جانے والے اعلان پر صوم اور افطار صوم درست ہے''۔

لہذا قاضی کی طرف سے اگر ریڈیویا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتا ہے، تو اس کا اعلان اس کے حدود ولایت وقضاء میں اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا اور اس کے حدود قضاء میں سب مسلمانوں کو اس اعلان پر عمل کرنا لازم ہوگا۔

(ج) کیا قاضی کا فیصلہ محدود علاقہ میں قابل عمل ہوگا؟

اس سلسلہ میں فقہاء کرام کی تشریحات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کا فیصلہ اسی علاقے تک محدود ہوگا جس علاقے کے لئے اسے عہد ۂ قضاء سپرد کیاگیاہے، مقررہ حدود کے باہر قاضی کی حیثیت ایک عام آدمی کی طرح بلاامتیاز وتفریق ہے، یہی بات حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ نے اُس وقت تحریرفرمائی ہے ،جبکہ حضرت علیہ الرحمہ دارالعلوم دیوبند کے مسند افتاء پر فائز تھے ،ان کے الفاظ یہ ہے :

''اگر مفتی صاحب خود بھی آکر دوسرے شہر کے قاضی یا مفتی کے پاس اپنا فتوی بنابر شہادت بیان کریں جب بھی ان کے قول پر افطار کا حکم دینا اور افطار کرنا کسی کے لئے جائز نہیں '' (فتاوی دارالعلوم دیوبند ۲/۴۷۵،کتاب الصوم، ط:دارالاشاعت، کراچی)۔

ہندوستان وغیرہ ممالک کے کسی خطہ میں اگر رؤیت ہلال کے ثبوت ہوجانے کی وجہ سے رؤیت کا اعلان وفیصلہ کردیا گیا ،تو جس خطہ میں یہ اعلان ہوا ہے اس خطہ

میں قاضی یا حاکم کے حدودولایت تک وہ اعلان موجب عمل ہے؛ لیکن حدود ولایت سے باہر دوسرے خطوں میں وہ اعلان موجب عمل نہیں ہے، اور نہ دوسرے خطے کے قاضی کے لئے اس اعلان کی بنیاد پر رؤیت کا اعلان کرنا جائز ہے، جب تک کہ اس کے نزدیک طریق موجب سے رؤیت کا ثبوت نہ ہوجائے اور طریق موجب- جن سے باہر سے آنے والی رؤیت ہلال کی خبر کو معتبر تسلیم کیا جاتا ہے -چار ہیں، اور وہ یہ ہے : (۱) شہادۃ بالرؤیہ، (۲) شہادۃ علی الشہادۃ بالرؤیہ (۳) شہادۃ علی حکم الحاکم والقاضی (۴) استفاضۂ خبر من جہات شتی(کما فی امداد الفتاوی ۲/۹۹،۱۱۱،ط: زکریا)۔

''اعلم أن الہلال بالشہادۃ علی الرؤیۃ أو الشہادۃ علی الشہادۃ أو الشہادۃ علی القضاء أو استفاضۃ الخبر من جہات شتی۔ اہـ'' (معارف السنن۶/۱۳،باب ماجاء ان الصوم لرؤیۃ الہلال والافطار لہ ،ط: القادر،کراچی)۔

ورنہ اس اعلان کی حیثیت دوسرے علاقہ کے مسلمانوں کے حق میں محض ایک خبر اور افواہ کی ہوگی اور اس کا درجہ دوسرے علاقہ والوں کے حق میں اعلان سلطان کا نہ ہوگا، ہاں جب تمام صوبے کے مسلمان کسی ایک بااثر شخصیت پر اعتماد کرلیں اور ان کو اپنے دینی معاملات کی انجام دہی کے لئے اپنا حکمراں تسلیم کرلیں تو پھر اس کا اعلان ان تمام صوبے کے لوگوں کے حق میں اعلان سلطان کا حکم رکھے گا۔

(د) ریڈیو سے رؤیت ہلال کے اعلان کے معتبر ہونے کے لئے معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہونا چاہئے، جیسا کہ عالمگیری میں ہے، ''لا یقبل قول الکافر فی الدیانات'' (عالمگیری۵/۳۴۲،ط: زکریا)۔

اور یہ مسلم اصول ہے جو قرآن مجید کی آیت سے ماخوذ بتایا جاتا ہے : ''ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا'' (سورۂ نساء : ۱۴۱)۔

لیکن فقہاء کرام کے اقوال میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلان کرنے والے کے لئے ثقاہت وغیرہ کی شرط نہیں ہے، بلکہ اگر منادی غیر ثقہ ، فاسق وفاجر ہوپھر بھی اس کا اعلان واجب التسلیم ہوگا،''خبر منادی السلطان مقبول، عدلا کان أو فاسقا، کذا فی جواہر الأخلاطی اھـ '' (فتاوی عالمگیری : ۵/۳۰۹،کتاب الکراہیۃ ،ط: زکریا) ۔

پہلے زمانہ میں ہندوستان وغیرہ ممالک میں دھپڑے یا ڈھول بجاکر اعلان کیا جاتا تھا، لیکن اب وہ مفقو د ہو رہا ہے ،شاذ ونادر ہی کہیں کہیں اس سے اعلان کا کام لیا جاتا ہے ، اس لئے دور حاضر میں علماء وفقہاء نے اس کے قائم مقام ریڈیوکو قرار دیا ہے اور اسی کو منادی سلطان کی حیثیت دی ہے (مستفادازرؤیت ہلال لمولانا محمد میاں صاحبؒ) ۔

معلوم ہوا کہ ریڈیوکے اعلان کو بہت سے ماہرین فقہ وفتاوی نے منادی سلطان کی خبر کا درجہ دیا ہے اور منادی سلطان کے سلسلہ میں ''فتاوی عالمگیری '' وغیرہ میناس عبارت میں جہاں فاسق منادئ سلطان کی خبر کو مقبول قرار دیا گیا ہے، وہیں اس کے

مسلمان ہونے کی کوئی تصریح نہیں کی گئی ہے ،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ریڈیووغیرہ کے ذریعہ رؤیت ہلال کے معتبر ہونے کے لئے معلن کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے ، نیز اس سلسلہ میں ذیل کا جزئیہ ملاحظہ ہو:

''ولا یقبل قول الکافر فی الدیانات إلا إذا کان قبول قول الکافر فی المعاملات یتضمن قبولہ فی الدیانات، فحینئذ تدخل الدیانات فی ضمن المعاملات، فیقبل قولہ فیہا ضرورۃ، ہکذا فی التبیین'' (فتاوی عالمگیری، کتاب الکراہیۃ۵/۳۰۸، ط: زکریا)۔

مذکورہ تصریحات فقہاء کی روشنی میں احقر کا ناقص خیال یہ ہے کہ ریڈیو سے رؤیت ہلال کے اعلان کے معتبر ہونے کے لئے معلن کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ کوئی بھی شخص اعلان کرے، اگر تجربات سے تصدیق ہوتی ہے کہ یہ شخص قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف خبر کی صحیح نسبت کرتاہے تو اس کے اعلان پر اعتماد کرنے کی گنجائش ہے ۔

مگر یاد رہے کہ ریڈیوکے اس اعلان کی حیثیت منادی سلطان کی اسی قاضی کے حدودقضاء میں ہوگی جہاں سے وہ اعلان نشر ہورہا ہے، دوسری جگہ نہیں۔

البتہ مذکورہ رؤیت ہلال کمیٹی کا فیصلہ جو قابل حجت ہے اس کا دائرہ کار محدود ہوگا، جس مقام کی ہلال کمیٹی یا (ثقہ معتبر عالم) نے یہ فیصلہ دیاہے، اس شہر اور اس کے مضافات کی جتنی آبادیاں ہیں جو اس ہلال کمیٹی یا ثقہ معتبر عالم کی حدود اثر میں داخل ہیں، صرف اس حد تک ان کا فیصلہ نافذ ہوگا ،اس کو ملک گیر پیمانے پر نافذ نہیں مانا جاسکتاہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ اس حکم کو ہم نے اخذ کیا ہے کتب فقہ کی ان جزئیات سے جن میں شہر کے مضافات کے لئے توپ کی آواز ،ڈھنڈورچی کے اعلان اور قندیلوں کی روشنی کو ثبوت کے لئے کافی سمجھا گیا ہے،لہذا جب مقیس علیہ میں تخصیص ہوتو مقیس میں بدرجہ اولی تخصیص ہوگی، اس میں تعمیم نہیں ہوسکتی ، حاصل اس کا یہ ہوا کہ ریڈیوکی اس خبر کو منادی کے اعلان کا درجہ حاصل ہے، اور اس کی تائید حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ صاحب کی تحقیق سے بھی ہوتی ہے ۔ جیسا کہ حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں:''جس شہر میں باقاعدہ قاضی یا ہلال کمیٹی نے کسی شہادت پر اطمینان کرکے عید وغیرہ کا اعلان کردیا،اس اعلان کو اگر ریڈیو پر نشر کیا جائے تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے بھی فیصلہ کیا اس شہر اور اس کے مضافات ودیہات کے لوگوں کو اس اعلان پر عید وغیرہ کرنا جائز ہے۔شرط یہ ہے کہ ریڈیوکو اس کا پابند کیا جائے کہ وہ چاند کے متعلق مختلف خبریں نشر نہ کرے، صرف وہ فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے اس کو دیا ہے ، اور اس کو نشر کرنے میں پوری احتیاط سے کام لے ، جن الفاظ میں فیصلہ دیا گیاہے وہ الفاظ بعینہ نقل کئے جائیں،جس ریڈیو مینایسی احتیاط کی پابندی نہ ہو اس کے اعلان پر عید وغیرہ کرنا کسی کیلئے درست نہیں ''(آلات جدیدہ کے

شرعی احکام: ۱۵۸)۔

جواب(۵) :

(الف وب) ایسے علاقوں مینجہاں بالعموم مطلع ابرآلود رہتا ہے وہاں ان کو قریب کے علاقوں کی رؤیت کا اعتبار کرنا چاہئے، جبکہ مطلع دونوں کا ایک ہو، ہمیشہ تیس دن کا اعتبار کرنا اور اس کے قرب وجوار کے متحد المطلع علاقوں کی رؤیت کا اعتبار نہ کرنا صحیح نہیں اور محض ماہرین فلکیات کا قول اس بارے میں معتبر نہ ہونا چاہئے۔

بلکہ ان ممالک کے لئے تین صورتیں ہیں:

(۱) دیگر قریبی ممالک کے ریڈیوکی خبر پر عمل کرنا ، بشرطیکہ یہ معلوم ہوجائے کہ وہ ملک ثبوت شرعی کے بعد ہی رؤیت کا اعلان کرتا ہے، خواہ یہ معلوم ہونا علم یقین کے درجہ میں ہویا ظن غالب کے درجہ میں ہو؛ بشرطیکہ مذکورہ اعلان پر عمل کی صورت میں مہینہ :۲۸/یا ۳۱/دن کا نہ ہوتا ہو۔

(۲) کسی دوسرے علاقہ کے معتبر عالم سے رابطہ قائم کیا جاوے اور ان سے ٹیلیفون پر معلوم کرلیا جائے،بشرطیکہ بولنے والے کی آواز سے معلوم ہوجائے کہ یہ فلاں عالم صاحب ہی بول رہے ہیں۔

(۳) مختلف ممالک سے ثبوت رؤیت کی اطلاع اتنی تعداد میں آجائے کہ وہ استفاضہ کا درجہ حاصل کرلے تو اس پر عمل کرلیا جائے یا شہادت علی الشہادت یا شہادت علی القضاء یا رؤیت کی شہادت حاصل ہوجائے تو اس پر عمل کیا جائے، ورنہ تکمیل ثلاثین لازم ہے۔

لہذا برطانیہ میں رمضان وعیدین مراکش کی خبر پر کرنے کے بارے میں ایک تحریری استفتاء کسی کی طرف سے حضرت مولانا سعید احمد پالنپوری برکاتہم کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا ،مولاناموصوف کا جواب مندرجہ ذیل ہے:

الجواب: حامدًا ومصلیا اما بعد ! ضابطۂ شرعی یہ ہے کہ متحد المطلع ملک سے آئی ہوئی چاند کی شرعی شہادت یاخبر مقامی رؤیت ہلال کمیٹی منظور کرے تو معتبر ہوگی، مگر شرط یہ ہے کہ جس ملک سے خبر آئی ہو وہاں رؤیت کا باقاعدہ نظام ہو، اور شرعی اصول کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہو، اس اصول سے اگر مراکش میں باقاعدہ رؤیت کا نظام ہے تو وہ وہاں سے آئی ہوئی شہادت یا خبر جب مقامی رؤیت کمیٹی قبول کرے تو برطانیہ میں واجب العمل ہوگی۔

دوسرا فتوی: مولانا مفتی نظام الدین صاحبؒ کا بلاتعین کسی بھی اسلامی یا غیر اسلامی ملک کی شرعی رؤیت ہلال کمیٹی کی اطلاع- اگر چہ شرعی ضابطہ کے مطابق شرعی الفاظ ہی میں کیوں نہ ہو-آئے، اس پر عمل کا جواز مشروط ہے اس شرط کے ساتھ کہ اس اطلاع پر عمل کرنے سے مہینہ ۲۸/ دن یا ۳۱/دن کاہونالازم نہ آتا ہو، اور یہ چیز

اس وقت متحقق ہوگی جب اپنے یہاں کی ۲۹/ تاریخ قمری متعین ہو۔

اور جب برطانیہ میں پورے سال کسی مقام پر بھی رؤیت ہلال ہوئی ہو تو ۲۹/تاریخ قمری کاتعین نہ ہوسکے گا، پس ایسی صورت میں ان اعلانات پر عمل کرنا متفق رہے گا اور لازم ہوگا کہ کسی بھی مسلم ملک میں جہاں مطلع عام طورسے صاف رہتا ہو تو وہاں شرعی ضابطہ سے ثبوت رؤیت ہونے کے بعد شرعی ضابطہ کے مطابق شرعی الفاظ میں اعلان ہوتا ہو، اس اعلان کے مطابق عمل کرنا شرعاً لازم ہوجائے گا (اسلامی ماہ اور رؤیت ہلال: ۱۹۸،ط: مجلس تحقیقات شرعیہ، برطانیہ)۔

مگر مراکش سے چاند کی خبر جلد نہ آنے (یعنی رات کو دس گیارہ بجے ،کبھی دو تین بجے اور کبھی دوسرے دن صبح کو خبر آنے) کی بناء پر عوام وخواص انتشار کا شکار ہوگئے، چنانچہ برطانیہ والوں نے ایک تفصیلی سوال نامہ مفتی حضرات کو ارسال کیا ،جس میں تحریر کیا گیا کہ انتشار سے بچنے کے لئے سعودی عربیہ کی رؤیت پر ہم عمل پیرا ہوں تو اس کی گنجائش ہے؟ چونکہ سعودی عربیہ اسلام کا مرکز ہے اور حرمین شریفین وہاں ہونے سے عالم اسلام کے مسلمانوں کے دلوں میں اس کا احترام ہے، اورچاند کا فیصلہ بھی فقہی اصول کے مطابق ہوتا ہے ،وہاں محکمہ موسمیات کا اعتبار نہیں ہوتا،تو مفتیان عظام نے جو جوابات دیے ان میں سے چند یہاں درج ہیں:

حضرت مولانا مفتی یحییٰ صاحب مظاہر علوم سہارنپور:

آپ حضرات سعودیہ عربیہ کے اعلان پر چاند کے سلسلہ میں عمل کرسکتے ہیں، کیونکہ وہاں چاند دیکھنے کا اہتمام بہت زیادہ ہوتاہے ،جیسے کہ مولانا عبداللہ عباس ندوی کے یہاں سے بھی معلوم ہوا، نیز وہاں کے اعلان کو معتبر ماننے کی صورت میں یہ خرابی بھی لازم نہیں آتی کہ آپ کے یہاں پررمضان کا مہینہ ۲۸یا ۳۱/ دن کا ہوجائے اور یہ خرابی بھی نہیں کہ ہمیشہ ۲۹/کا ہوا کرے، جیسے کہ غیر معین ملک کے اعلان کو ماننے کی صورت میں مہینہ ہمیشہ ۲۹/ دن کا ہوتاہے، نیز انگلینڈ کے عوام کے درمیان دوفریق ہونے کا خدشہ بھی نہیں،بلکہ امید قوی یہ ہے کہ وہاں کے تمام مسلمان سعودیہ عربیہ کے اعلان پر متفق رہیں گے، نیز سعودیہ عربیہ کا اعلان سہولت سے میسر ہوسکتاہے، اس میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی، جیسے مراکش کے اعلان میں پیش آتی ہے ، ان وجوہ کی بناپر احقر کو یہ خیال ہوا کہ وہاں کے اعلان پر اعتبار کرلیا جاوے (مفتی یحییٰ صاحبؒ، دارالافتاء، مظاہر علوم سہارنپور۔۴/ربیع الآخر ۱۴۰۷ھ)۔

حضرت مولانا اسماعیل بھڑکودروی صاحبؒ، صدر مفتی دارالعلوم کنتھاریہ، بھروچ، انڈیا:

سعودی عربیہ میں رؤیت ہلال کا فیصلہ شرعی ضابطہ کے مطابق ہوتا ہے، جیسا کہ ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی کے الفرقان میں شائع شدہ مضمون اور مولانا منظور نعمانی صاحب کے پیش فرمودہ شواہد سے اور سعودیہ کے ادارہ البحوث العلمیہ والافتاء والدعوۃ

والارشاد کے ذمہ دار کبار علماء کرام کی منظور کردہ تجاویز سے معلوم ہوتا ہے ، تو محض اس بنیاد پر کہ فلکی ضوابط وحسابات کے اعتبار سے رؤیت غلط ثابت ہوتی ہے، شرعاً اس کو غلط اور غیر معتبر کہنا درست نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد عالیہ ''إنا أمۃ أمیۃ لا نکتب ولا نحسب الحدیث''(بخاری،ومسلم) ''صُوْمُوْا لِرُوِیَتِہٖ وأفطروا لِرُوِیَتِہٖ'' کے پیش نظر رؤیت ہلال کی اس بات کے لئے علم ہیئت کی معلومات وحسابات پر اعتماد کرنا جائز اور درست نہیں ہے اور اسی طرح ان ہیئتی تحقیقات وحسابات پر اعتماد کرتے ہوئے شہادت معتبرہ سے ثابت شدہ رؤیت ہلال کی نفی کرنا اور اسے غلط قرار دینا بھی درست نہیں(مستفاد از برطانیہ میں رؤیت ہلال کا تاریخی پس منظر از مولانا موسیٰ کرماڈی ،یوکے)۔

ان کے علاوہ اور بہت سارے فتاوی سعودی کی رؤیت پر اطمینان اور محکمۂ موسمیات کے حساب پر اعتبار نہ کرنے کے بارے میں موصول ہوئے ہیں ، طوالت کی وجہ سے درج نہیں کیا جاسکتا۔

(ج)رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کی طرف سے رؤیت کے ثبوت کا فیصلہ ہوجانے پر ریڈیوکے ذریعہ اعلان پر دوسرے علاقوں کے ذمہ داران اعتماد کرتے ہوئے اپنے علاقوں میں اعلان کرسکتے ہیں اور اس کے مطابق رمضان وعیدین کے لئے عمل کرسکتے ہیں۔

البتہ ریڈیو کے جس اعلان پر صوم یا افطار صوم کا حکم دیا جائے گا اس کے لئے ضروری ہے کہ تفصیلی ہو اور ذمہ دار علماء کی طرف سے ہو ،یا کم از کم ان کی ذمہ داری کے حوالے سے ہو کہ انہوں نے باضابطہ شرعی شہادت لے کر چاند کے ہونے کا فیصلہ کیاہے، توریڈیواسٹیشن سے اس طرح کے واضح اعلان پر صوم وافطار درست ہے، ریڈیوپر اعلان کرنے والا کوئی متدین مسلمان نہ ہو، بلکہ ریڈیوکا غیر مسلم ملازم ہو اور وہ کسی ذمہ دار ہلال کمیٹی یا جماعت علماء یا قاضی شریعت کے فیصلہ کا (بتصریح نام) اعلان کرے تو وہ بھی قابل تسلیم ہوگا ۔

اسی طرح مختلف ریڈیواسٹیشنوں کے ذریعہ اگر متعدد مقامات پر رؤیت ہوجانے کی خبر یا اعلان نشر ہواور رؤیت اور اس کی خبروں پر فیصلہ کرنے والی اتھارٹی کو یہ اطمینان ہوجائے کہ واقعی رؤیت ہوچکی ہے اوراتنی خبریں غلط نہیں ہوسکتی تو اس کی بنیاد پر فیصلہ کیا جاسکتاہے (کیونکہ اس تعداد کثرت سے استفاضہ کی شان پیدا ہوجاتی ہے)۔

اور یہ فیصلہ ملک گیر کمیٹی کرتی ہے تو وہ تمام ملک کے لئے ہوگا اور اگر کوئی علاقائی کمیٹی کرتی ہے تو صرف اس علاقے کے لئے ہوگا جس کی یہ نمائندہ ہے، رہی یہ بات کہ کتنی جگہ کی خبروں یا کتنے ریڈیو اسٹیشنوں سے دی جانے والی اطلاعات پر

اطمینان حاصل ہوگا؟ سو اس بارے میں کسی تعداد کو متعین نہیں کیا جاسکتا،کیونکہ خبروں کی نوعیت، خبردینے کی حیثیت اور حالات کے اعتبار سے یہ تعداد کم وبیش ہوسکتی ہے، البتہ اتنی بات یقینی ہے کہ دوتین سے کم مقامات کی اطلاع کوفیصلہ کی بنیاد نہیں بنا یا جاسکتا ،تقریبی اور اجتماعی طورپر پانچ چھ کی تعداد کو اختیار کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتاہے -

نیز یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ ہلال رمضان کامسئلہ چونکہ دیانات کے قبیل سے ہے ، اسی لئے اس کے ثبوت کے لئے وہ قضاء قاضی کا محتاج نہیں ہوتا ہے اور اس میں رؤیت عام نہ ہونے کی صورت میں شہادت کی ضرورت بھی نہیں پڑتی ہے ،اور ہلال عید سے لوگوں کی منفعت بھی متعلق ہوتی ہے، اس لئے وہ حقوق العباد کے قبیل سے ہے ، اور اس کے ثبوت کے لئے شہادت کی ضرورت پڑتی ہے -

''قال فی البحر عن الخلاصۃ بعد ما ذکرہ الشارح ہنا:لأن اثبات مجیئ رمضان لا یدخل تحت الحکم حتی لو أخبر رجل عدل القاضی بمجیئ رمضان یقبل ویأمر الناس بالصوم، یعنی فی یوم الغیم، ولا یشترط لفظ الشہادۃ وشرائط القضاء، أما فی العید فیشترط لفظ الشہادۃ وہو یدخل تحت الحکم لانہ من حقوق العباد'' (ردالمحتار۳/ ۳۵۸، کتاب الصوم ،ط: زکریا)۔

ہلال رمضان اور ہلال عید کے اس فرق کی وجہ سے ایک دوصوبوں یا چند صوبوں میں ہلال رمضان کے اعلان کی صورت میں دوسرے صوبوں میں ہلال رمضان کے ثبوت کا اعلان کردینا جائز ہے، مگر ہلال عید میں یہ جائز نہیں ہے؛ جب تک کہ ہلال عیدکے اعلان کی اطلاع دیگر صوبوں کے قاضی کو شہادت شرعی کے اصول کے مطابق شہادت علی القضاء یاشہادت علی الشہادت یا شہادت علی الرؤیۃ کے ذریعہ نہ ہوجائے ، ہاں اگر وہ اعلان خبر مستفیض کا درجہ اختیار کرلے- اور اس کی صورت یہ ہے کہ کم از کم پانچ چھ آدمی کی خبر یا پانچ چھ جگہوں کے ریڈیو اسٹیشن یا پانچ چھ جگہوں کے ٹیلی فون سے ہلال عید کے اعلان کا ثبوت فراہم ہوجائے- تو اس دوسرے صوبہ کے قاضی کے لئے بھی ہلال عید الفطر کا اعلان اپنے حدود قضاء میں کردینا واجب ہے۔

اوراستفاضہ کی صورت میں شہادت شرط نہیں ہے :

''قال الشامی علی قول الدر المختار:نعم، لو استفاض من الخبر فی البلدۃ الأخری لزمہم علی الصحیح۔

قلت:وجہ الاستدراک أن ہذہ الاستفاضۃ لیس فیہا شہادۃ علی قضاء قاض، ولا علی شہادۃ، لکن لما کانت بمنزلۃ الخبر المتواتر وقد ثبت بہا إن أہل تلک البلدۃ صاموا یوم کذا لزم العمل بہا'' (شامی ۳،۳۵۹، کتاب الصوم،ط: زکریا)۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

اگر عام رؤیت ہلال کمیٹی یا کسی قاضی ومفتی کے سامنے شہادت گزرے اور اس

کے فیصلہ کی اطلاع مختلف شہروں اور مختلف اطراف کی دس بیس نشرگاہوں سے آجائے تو اصطلاح فقہاء میں یہ خبر مستفیض ہوجائے گی، جس میں شرائط شہادت ساقط ہو جاتی ہیں، ایسی صورت میں ہلال رمضان وہلال عیدین دونوں میں ریڈیو کی خبر پر عمل درست ہوگا، بشرطیکہ شہر کے قاضی ومفتی اس خبر کو خبر مستفیض تسلیم کرلیں، عوام خود اس کا فیصلہ نہ کریں (امداد المفتیین : ۴۷۹-۴۷۸، ط: دارالاشاعت،کراچی)۔

(د)علامہ رحمتی نے خبر مستفیض کی جو تعریف بیان کی ہے ؛ اس میں علامہ رحمتی کے ''کل منہم یخبر عن أہل تلک البلدۃ الخ'' کے الفاظ بتلارہے ہیں کہ خبر دینے والے ثبوت رؤیت کی نوعیت اور اس کی بنیاد کی بھی وضاحت کریں، تاکہ افواہ اور خبر مستفیض کے درمیان فرق کیا جاسکے،لوگوں کا محض یہ کہہ دینا کافی نہ ہوگا کہ فلاں جگہ چاند ہوگیا یا فلاں جگہ روزہ رکھا گیا، ان شرائط کے ساتھ اگر خبر مستفیض پہنچے تو وہ موقع یقین ہے اور اس خبر سے قاضی یا ہلال کمیٹی کو پورا اطمینان ہوجائے تو اس کے مطابق فیصلہ کیا جاسکتا ہے ۔

شامی میں ہے : ''بخلاف الاستفاضۃ فإنہا تفید الیقین''(ردالمحتار۳/ ۳۵۹،کتاب الصوم، ط: زکریا)۔

جواب(۶):

(الف)جب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ مطلع ایک ہونے کی صورت میں اور اسی طرح اختلاف مطلع قلیل ہونے کی صورت میں سب جگہوں کا ایک ہی حکم ہے تو اگر کسی جگہ رؤیت شرعی طورپر ثابت ہوگئی اور شرعی طورپر اس کا ثبوت دوسرے شہر یا قاضی کو یا رؤیت ہلال کمیٹی کو پہنچ گیا تو قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی اس کے مطابق فیصلہ کرنے کے پابند ہونگے۔

یہاں دو صورتیں ہیں:

(۱) رمضان کا چاند ۲۹/تاریخ کو دیکھا جائے اور اس کا اعلان کیا جائے ،تو اس صورت میں دوسرے علاقے کے اہل اسلام تک اس کی خبر بطریق موجب پہنچے تو ان کے لئے درست ہے کہ اس کے مطابق عمل کرتے ہوئے وہ روزہ رکھیں،کیونکہ رمضان کے چاند کے لئے بہ حساب تصریحات فقہاء قابل اعتماد خبر کافی ہے۔

(۲)عید کا چاند ۲۹/تاریخ کو دیکھ کر اس کا اعلان کیا گیا ہو تو اس صورت میں دوسرے علاقوں کے مسلمان محض خبر پر اعتماد نہیں کرسکتے ،بلکہ فقہاء کی تصریحات سے ثابت ہے کہ اس میں باقاعدہ شہادت شرعیہ کا ہونا ضروری ہے ،لہذا مقامی قاضی اور قاضی نہ ہونے کی صورت میں کوئی عالم ثقہ ،یا معتمد کمیٹی کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ شہادت حاصل کرکے فیصلہ کرے اور مسلمانوں کے ذمہ لازم ہوگا کہ ان کے فیصلہ کا انتظار کریں۔

اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کے چاند کی صورت میں خبر صادق کے پہنچنے پر اس کے مطابق عمل جائز ہے ،مگر عید کے لئے شہادت کے ضروری ہونے کی وجہ سے صرف کسی خبر پر افطار درست نہیں ، لہٰذا قاضی کے فیصلہ کا انتظار کرنا چاہئے۔

جہاں قاضی ہوں وہاں کا حکم تو صاف ہے کہ فیصلۂ قضاء کا انتظار ضروری ہے ، البتہ جہاں قاضی نہ ہوں- جیسے ہندوستان کے اکثر شہروں کا حال ہے- تو اس سلسلہ میں صاحب بحر ودرمختار دونوں نے تصریح کی ہے کہ ایسے علاقوں میں ضرورت کی وجہ سے شہادت شرعیہ ساقط ہوجائے گی اور صرف دوثقہ ومعتبر آدمی کی خبر پر افطار کیا جاسکتاہے۔

''ولو كان ببلدة لاحاكم فيها صاموا بقول ثقة، وأفطروا بإخبار عدلين مع العلة للضرورة. قوله: لا حاكم فيها؛ أى لا قاضى ولا والى كما فى الفتح. قوله: للضرورة، أى ضرورة عدم وجود حاكم يشهد عنده'' (در مختار مع شامی ۳/۳۵۳،كتاب الصوم، ط: زكريا)۔

اور علامہ بنوریؒ نے اسی پر یہ فرمایا ہے کہ جہاں شرعی قاضی نہیں ہیں وہاں شہادت شرعیہ گذارنا نہیں چاہئے، بلکہ عید میں صرف دوعادل آدمیوں کی خبر پر عید کرنا چاہئے۔

''واعلم:أن بلاد الهند اليوم ليست فيها حكومة إسلامية، وليس فيها دارالقضاء للمسلمين، فالحكم فى مثلها الصوم باخبار ثقة،والفطر بقول ثقتين، ولا ينبغى لعلماء العصر من المفتيين المشيى على ما هو شأن فضاة دارالإسلام من الشهادة وغيرها'' (معارف السنن۵/۳۴۵،ط: سعيد كمپنى،كراچى)۔

مگر حضرت مولانا عبدالحئ لکھنویؒنے عمدۃ الرعایۃ میں لکھا ہے :

''والعالم الثقة فى بلدة لا حاكم فيها قائم مقامه'' (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقايه: ۲۴۶، حاشیہ: ۸، ط:ديوبند)۔

حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے،وہ فرماتے ہیں :

''جن ملکوں میں اسلامی حکومت نہیں ہے، یا ہے مگر باقاعدہ شرعی قاضی مقرر نہیں ہیں، وہاں شہرکے عام دیندار مسلمان جس عالم یا جماعت پر مسائل دینیہ میں اعتماد کرتے ہوں؛ اس شخص یا جماعت کو قاضی کے قائم مقام سمجھا جائے گا اور رؤیت ہلال میں اس کا فیصلہ واجب التعمیل ہوگا (رؤیت ہلال: ۶۰،ط: ادارۃ المعارف، کراچی)۔

موجودہ حالات وزمانے کے لحاظ سے بھی بہتریہی ہے کہ جہاں قاضی نہ ہوں وہاں کسی عالم یا جماعت وکمیٹی کے فیصلہ کا انتظار کیا جائے، تاکہ انتشار وافتراق سے بچا جاسکے۔

جہاں حاکم اور عالم نہ ہوں وہاں دیندارلوگ اس خلا کو پُر کریں:

اور ایسے مقامات پر جہاں کوئی حاکم یا عالم نہیں ہے وہاں کے رہنے والے رمضان

المبارک کے چاند کا فیصلہ ایک دیندار مسلمان (عدل)اور عیدین کا دودیندار (عدلین) کی (چاند دیکھنے کی)خبر پر کردیں تو آمد رمضان وعید ثابت ہوجائے گی، جیسا کہ شامی میں ہے :

''ولو کانوا ببلدۃ لاحاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ وافطروا باخبار عدلین (درمختار) (قولہ ببلدۃ) ای أو قریۃ، قال فی السراج:لو تفرد واحد برؤیتہٖ فی قریتہ لیس فیہا والٍ لم یأت مصراً یشہد وہو ثقۃ یصومون بقولہ:قلت:والظاہر أنہ یلزم أہل القری الصوم بسماع المدافع أو رؤیۃ القنادیل من المصر''(شامی ۳/۳۵۳، ط:زکریا)۔

(ایسے مقام پر جہاں حاکم نہ ہو وہاں ایک معتبر شخص کے کہنے پر (کہ میں نے چاند دیکھا ہے)روزہ رکھا جائے گا، اور دوکے کہنے پر (کہ ہم نے چاند دیکھا ہے)عید منائی جائے گی ،خواہ وہ مقام شہرہویا قصبہ ،سراج میں کہا ہے: اگر تنہا ایک شخص نے گائوں میں چاند دیکھا، اس کو گواہی دینے کے لیے شہر جانا ضروری نہیں اور اگر وہ دیندارہے تو لوگ اس کے کہنے پر روزہ رکھیں ، میرا کہنا ہے کہ گائوں کے رہنے والے اگر شہر سے آنے والی توپ کی آواز سُن لیں (اگر رمضان کا چاند ہے)یا قندیلوں کی روشنی دیکھ لیں تو بھی ان پر روزہ رکھنا لازم ہوجائے گا)۔

یہی بات محقق ابن ہمامؒ فرماتے ہیں:

''من رأی ہلال رمضان فی الرستاق (القریۃ) ولیس ہناک والٍ ولا قاضٍ فإن کان ثقۃ یصوم الناس بقولہ، وفی الفطر إن أخبر عدلان برؤیۃ الہلال ـــ'' (فتح القدیر ۲/۳۳۰،ط: زکریا)۔

(جو شخص ایسی رستاق (بستی) میں چاند دیکھے جہاں کوئی حاکم نہیں ہے، اگر یہ شخص دیندار اور سچا ہے تو اس کے کہنے پر روزہ رکھ لینا چاہئے اور عید کا موقع ہوتو دودیندار شخصوں کے اپنے چاند دیکھنے کی اطلاع پر (عمل کرنا چاہئے)۔

اس مسئلہ کو ذکر فرمانے کے بعد موصوفؒ استدلالی انداز میں ایک بڑا چبھتاہوا سوال کرتے ہیں:

''أرأیت لو لم ینصب فی الدنیا إمام ولا قاض حتی عصوا بذلک أما کان یُصام بالرویۃ'' (فتح القدیر ۳/۳۳۰، ط:زکریا)۔

(آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے کہ اگر دنیا والے امام وقاضی کو مقررنہ کرنے کے گناہ گارہوں تو چاند نظرآنے پر بھی کیا روزہ نہ رکھا جائے گا)۔

دیہات میں رہنے والوں کیلئے حکم:

مذکورہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں ہر ایسے مقام کا حکم بھی معلوم ہوگیا جہاں کوئی حاکم شرعی یا اس کا قائم مقام (علماء کی جماعت یا ثقہ عالم) نہ ہو،تو وہ لوگ رؤیت کا فیصلہ مقامی طورپر کسی دیندار شخص سے کرائیں ،یا چاند دیکھنے کے بعد خود ہی عمل کریں، لیکن اگر دیہات میں رؤیت نہیں ہوئی تو یہ لوگ قریبی شہر کے تابع ہوں گے

،انہیں اگر اقرب ترین شہر یا قصبہ سے رؤیت کی کوئی معتبر خبر مل جائے یا شہر کی کوئی علامت ریڈیوکا اعلان، روشنی ،توپ کی آواز وغیرہ ان تک پہنچ جائے تو رمضان وعیدین کے احکام ان لوگوں پر نافذ ہونگے (رؤیت ہلال کا مسئلہ از مولانا برہان الدین سنبھلی : ۵۶تا ۵۸،ط: مجلس تحقیقات، لکھنؤ)۔

(ب)اگر کسی جگہ شرعی قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی شرعی نہج پر قائم نہ ہو یا کمیٹی ہی نہ ہو تو دوسرے شہر کی رؤیت کا علم بطریق استفاضہ یا شہادت شرعیہ عوام تک پہنچ جائے، مثلاً عالم یا مفتی دوسرے شہر کی رؤیت کو معتبر قرار دے دیں تو عوام پر لازم ہوگا کہ وہ اس کے مطابق عمل کریں۔

چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے کہ شہروں وغیرہ میں جہاں قاضی یا نائبین قاضی موجودہوتے ہیں وہاں شہادت کے لئے قاضی کا فیصلہ ضروری ہے،لیکن دیہات میں جہاں ایسا کوئی نظم نہ ہو وہاں کوئی شخص رمضان کا چاند دیکھ کر گائوں کی مسجد میں لوگوں کے سامنے گواہی دے دے تو لوگوں پر اس کے قول کے مطابق روزہ رکھنا لازم ہوجائے گا، جب کہ وہ شخص عادل ہواور کوئی حاکم موجودنہ ہو جس کے پاس شہادت دی جائے (فتاوی ہندیہ ۱/۱۹۷،ط: زکریا)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جہاں کوئی نظام قضاء شرعی طورپر موجود نہ ہو یا ہلال کمیٹی موجود نہ ہو، وہاں گائوں کی مسجد کا امام یا انفرادی یا اجتماعی طورپر کمیٹی کی شکل میں جولوگ ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں اور عوام وخواص اس مسئلہ میں ان سے رجوع کرتے ہیں وہ ہی لوگ رؤیت کے فیصلے اور اعلان کے مجاز ہوں گے، کوئی بھی عالم یا مفتی جو مسجد کا امام نہ ہویا کمیٹی کا ممبرنہ ہو وہ اعلان کا مجاز نہ ہوگا، جیسا کہ حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کا قول اوپر کی شق (الف) میں گذرا۔

شمس الائمہ حلوانی کے درج ذیل الفاظ کا مطلب:

''إن الخبر إذا استفاض وتحقق فيما بين أهل البلدة الأخرى يلزمهم حكم هذه البلدة''۔

(جب خبر عام طورپر مشہور ہوجائے اور اس کی صحت متحقق ہوجائے تو دوسرے شہرمیں بھی اس خبر کے مطابق حکم لازم ہوجائے گا)۔

اس کا اقتضاء یہ ہر گز نہیں ہے کہ نام نہاد ''خبر مستفیض '' کے ذریعہ کسی دوسرے شہر میں کوئی اطلاع پہنچے تو بغیر اس کی چھان بین کیے- کہ خبر مستفیض ہے یا افواہ -فوراً عمل شروع کردینا ہر چھوٹے بڑے پر لازم ہوگا،بلکہ یہاں ''لزوم '' سے وہی معروف اور مشروط لزوم مراد ہے ، جس طرح چاند کی رؤیت سے لزوم ہوتا ہے، اس کے معنی یہ کبھی بھی نہیں سمجھے جاتے کہ ایک دوافراد نے چاند دیکھا اور بغیر کسی قاضی یا حاکم یا دیندار مسلمان عالم وغیرہ (جبکہ وہ موجود ہو) کے فیصلہ کیے بغیر تمام اہل شہر پر روزہ یا افطار لازم ہوگیا،اگریہی عموم مطلوب ہوتا تو پھر شہادت رؤیت اور اسی باب

کے دیگر احکام بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی، پس معلوم ہوا کہ یہاں بھی لزوم سے مراد یہ ہے کہ جب حکام یا عالم اس خبر مستفیض کی نوعیت کا اندازہ لگاکر فیصلہ کردے تب عمل لازم ہوگا (رؤیت ہلال کا مسئلہ از مولانا برہان الدین سنبھلی :۵۴،ط: مجلس تحقیقات،لکھنؤ)۔

(ج) جہاں رؤیت کے فیصلے اور اعلان کا کوئی نظام موجود ہو،وہاں کسی اور کے لئے جائز نہیں کہ ہلال کمیٹی یا شرعی پنچایت اور نظام سے ہٹ کر کوئی فیصلہ کرے، ایسے کسی فرد یا ادارہ کے اعلان کو سن کر ہلال کمیٹی یا شرعی پنچایت کے غوروخوض کے بعد فیصلہ سے قبل روزہ نہ رکھنا چاہئے ،اسی طرح روزہ توڑنا اور عید منانا بھی جائز نہ ہونا چاہئے، بالخصوص روزہ توڑنے میں تو اوربھی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے، وہ تو کسی ذمہ دار ادارہ کے فیصلہ کے بغیر توڑنا قطعاً جائز نہ ہونا چاہئے۔

البتہ اگر کوئی ہلال کمیٹی دھاندلی کرکے صحیح طورپر آنے والی شہادت یا استفاضہ کو رد کردے اور عوام کو شہادت یا استفاضہ کے صحیح ہونے کا یقین ہویا ظن غالب ہو تو اس صورت میں عوام کو چاہئے کہ وہ شہادت یا استفاضہ پر عمل کریں، اور اسی طرح اگر اس کے برعکس صورت ہوکہ ہلال کمیٹی نے کسی کی شہادت پر رؤیت کا فیصلہ کردیا ہو،لیکن بعضے لوگوں کو شہادت میں شبہ ہو، یا وہ شاہد کے بارے میں ایسی بات جانتے ہوں جس کی وجہ سے اس کی شہادت کو رد کرنا واجب تھا، پھر بھی کمیٹی نے اس کی شہادت کو قبول کرلیاہوتو ان لوگوں کے لئے جائز ہونا چاہئے کہ اس فیصلہ کو نہ مانیں ،جیسا کہ العذب الزلال فی رؤیۃ الہلال مینمرقوم ہے:

’’فلو انقسم الناس وقبل الإمام شہادۃ من شہد بالہلال وافطر ہو وغالب الناس، وتأخر آخرون لریبۃ عندہم فی الشہود، أو علمہم بما یوجب رد شہادتہم، مما لم یعلمہ الإمام ولا أمکن ہؤلاء اطلاعہ علیہ، فالوجہ عندی أنہ لا حرج علیہم، وإنہم مکلفون فیما بینہم وبین اللہ بما اعتقدوہ، وکذلک علیہ لوردّ الإمام شہادۃ من شہد بہلال رمضان واعتقد بعض الناس صدقہ، جاز لہ أو وجب علیہ الصوم، واختلف الحکم فی حقہ وحق عموم الناس‘‘(العذب الزلال ۲/۲۰۰،ط: المدارس ،الدارالبیضاء) ۔

البتہ ہلال کمیٹی کے فیصلہ کونہ ماننا ہلال رمضان میں تودرست ہے ، لیکن ہلال فطر وعید میں یہ درست نہ ہوگا، عید تو اس کو ہلال کمیٹی کے فیصلہ کے مطابق ہی کرنی چاہئے۔فقہ کی کتابو ں میں یہ جزئیہ صراحت کے ساتھ نقل کیا گیا ہے کہ وہ شخص جس نے ۲۹/شعبان کو چاند دیکھا ہو اور کسی وجہ سے امام یا قاضی اس کی شہادت کورد کردے تو اس کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے، لیکن اس کے تیس روزہ مکمل کرنے کے بعد بھی اگر چاند نظر نہ آئے تو اسے عید کرنے کی اجازت نہیں ، بلکہ اسے احتیاطاً روزہ ہی رکھنا پڑے گا اور عید لوگوں کے ساتھ منانی پڑے گی، صاحب البحر الرائق فرماتے ہیں:

’’وأشار بوجوب صومہ إذا رأی ہلال الفطر وحدہ إلی أن المنفرد برؤیۃ ہلال رمضان إذا صام وأکمل ثلاثین یوماً لم یفطر إلا مع الإمام، لأن الوجود علتہ الاحتیاط، والاحتیاط بعد ذلک فی تأخیر الإفطار، ولو أفطر لاکفارۃ علیہ اعتبارًا للحقیقۃ التی عندہ، وأطلق فی الرائی فشمل من لا تقبل شہادتہ ومن تقبل ، کذا فی الفتاوی الظہیریۃ‘‘ (البحر الرائق ۲/۴۶۴، کتاب الصوم،: دارالکتب العلمیہ، بیروت)۔

لہذا جولوگ روزہ نہ رکھنے کے قائل ہیں ان کے قول کو بھی رد فرماد یا۔

(د)غیر مجاز لوگوں کی جانب سے اعلان کی صورت میں باوجود عدم جواز کے اگر کوئی نادان شخص روزہ توڑلے تو اس پر صرف قضاء لازم ہوگی؛ کفارہ نہیں ،کیونکہ یہ کفارہ شبہ سے ساقط ہوجاتا ہے ، جیسا کہ فقہ کی ہر معتبرکتاب میں یہ اصول موجود ہے؛ مثلا ہدایہ میں ہے: ’’ہذہ الکفارۃ تندرئ بالشبہات‘‘(ہدایہ اولین: ۲۱۵،ط : اشرفی بکڈپو، دیوبند)۔

نیز بحرالرائق کی جو عبارت اوپر گذری اس میں بھی مذکورہے کہ اس پر صرف قضاء ہے ،کفارہ نہیں ۔ ’’ولو أفطر لاکفارۃ علیہ اعتباراً للحقیقۃ التی عندہ‘‘۔

علاوہ ازیں قاضی خان وغیرہ میں ایک ایسا جزئیہ ذکر کیا گیا ہے کہ جس میں روزہ کا توڑنا تو باتفاقِ علماء حرام ہے، مگر اس کے باوجود مفطر پر کفارہ واجب نہیں۔

’’وقال قاضی خان: إن أفطروا لا کفارۃ علیہم، لأنہم أفطروا بتاویل‘‘ (البحر الرائق: کتاب الصوم، ۲/۴۶۰، ط: دارالکتب العلمیہ ،بیروت)۔

صاحب بحر الرائق ایک دوسری جگہ کفارہ کے واجب نہ ہونے کی علت میں تحریرفرماتے ہیں:

’’وإنما لم تجب الکفارۃ فیما إذا رأی ہلال رمضان ولم یصم، لأن القاضی رد شہادتہ بدلیل شرعی، وہو تہمۃ الغلط، فأورث شبہۃ، وہذہ الکفارۃ تندرئ بالشبہات‘‘ (البحر الرائق ۲/۴۶۴،کتاب الصوم)۔

اس سے بھی زیادہ رہنمائی فتاوی شامی میں مذکوردرج ذیل جزئیہ سے ہوتی ہے :

’’لو أفطر أہل الرستاق بصوت الطبل یوم الثلاثین ظانین أنہ یوم العید وہو لغیرہ لم یکفروا، کما فی المنیۃ‘‘ (رد المحتار ۳/۳۸۳، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد، ط: زکریا)۔

خلاصہ کلام یہ کہ ایسے لوگوں کے اعلان پر روزہ توڑنا تونہ چاہئے، لیکن اگر کسی نے یہ غلطی کرہی لی تو کفارہ واجب نہیں ہوگا، اگرچہ یہ شخص گناہ گار ہوگا ،لیکن اگر تحقیق ہوجائے کہ اس دن رؤیت ہوچکی ہے، اور بعد میں ہلال کمیٹی کی طرف سے بھی فیصلہ ہوجائے توقضاء بھی واجب نہیں ہوگی اور گناہ گار بھی نہ ہوگا۔

جواب:(۷)

الف: اس میں شبہ نہیں کہ اسلام کی تمام عبادتوں میں اجتماعیت کا رنگ ہے ،اسی لئے پنج گانہ نمازیں جماعت کے ساتھ فرض کی گئی، جمعہ میں پورے محلہ کی ایک

جماعت کی صورت پیدا کی گئی، عید ین میں مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی آبادی یا پورا شہر ایک جگہ جمع ہوجاتا ہے ،اسی طرح حج مسلمانوں کا بین الاقوامی اجتماع ہے ،اس لئے روزہ اور عیدین میں بھی ایک حد تک وحدت مطلوب ہے، یہ بات کہ ایک ہی علاقہ میں دودوتین تین دن روزہ شروع ہواور عید منائی جائے، یہ مناسب طریقہ نہیں، اس سے مسلمانوں کی اجتماعیت متأثر ہوتی ہے، اور مسلمانوں میں انتشار پیدا ہوتاہے ،اور جگ ہنسائی کی نوبت آتی ہے ،اس لئے ایک ہی شہر میں ایک سے زائد کمیٹی نہ ہونی چاہئے، اگر ہوتب بھی ایک دوسرے کے فیصلوں پر غورکرلینا چاہئے۔

ایسے مسائل میں انا اور اپنے وقار کے احساس سے دامن کو بچانا چاہئے ؛کیونکہ یہ ایک خالص شرعی مسئلہ ہے ،نہ اس میں کسی مسلک کی جیت ہے اورنہ ہار، اور نہ ہی کسی کمیٹی کی فتح ہے اورنہ شکست ،اس لئے تمام کمیٹیوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اپنے فیصلوں پر مصرنہ رہیں، ورنہ نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ امت میں انتشار واختلاف کا باعث بنے گی، آج ہر جگہ لوگوں کے درمیان ایک اضطراب وتذبذب ہے، عوام میں یہ سوچ پیدا ہورہی ہے کہ کچھ علماء ایسے مسائل کو اپنے لئے وقار وانا کا مسئلہ بنا لیتے ہیں، اور امت پر اس کا کیا اثر پڑے گا ؟ اس کو سوچنے کے روادار نہیں ہوتے ،حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں رؤیت ہلال کے مسئلہ میں شرعی اعتبار سے کوئی پیچیدگی ہے ہی نہیں ،بلکہ ضرورت ہے انتظامی اصلاح کی ،کہ مختلف ریاستوں کی ہلال کمیٹیوں میں باہمی ارتباط ہونا چاہئے اور جب شرعی اصول کی روشنی میں ایک جگہ کوئی فیصلہ ہو جائے تو سارے ملک کی کمیٹیوں کو اس کو قبول کرلینا چاہئے، اور اپنی رائے وفیصلہ پر اصرار ترک کردینا چاہئے، تاکہ باہمی اتحاد واتفاق پیدا ہو اور انتشار سے بچا جاسکے۔

ہر شہر میں رمضان اور عید ایک ہی تاریخ میں ہو اس کا مکلف شریعت نے مسلمانوں کو نہیں بنایا ہے ،یہ بات اپنی جگہ درست ہے، لیکن اگر اس بات کی کوشش کی جائے کہ وہ ملک جس کے تمام شہروں یا صوبوں کا مطلع ایک ہے وہاں پورے ملک میں رمضان کی ابتداء اور عید ایک ہی تاریخ میں ہوتو یہ ایک مستحسن بات ہوگی، اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک ''کل ہندرؤیت ہلال کمیٹی'' تشکیل دی جائے جس میں قابل علمائے کرام ہوں اور اس کی شاخیں ہر صوبہ میں ہوں، تاکہ تمام صوبوں کیلئے اس کا اعلان قابلِ قبول ہوسکے،اس طرح جو اختلافات رؤیت ہلال کے سلسلہ میں عموما پیش آتے رہتے ہیں ان کا سد باب ہوسکتا ہے۔

(ب) اس سلسلہ میں کچھ گذارشات ذکر کی جاتی ہے، اگر ان کا پوری احتیاط کے ساتھ التزام کیا گیا تو پورے ملک میں باہمی اتفاق کے ساتھ ایک فیصلہ اور اعلان سامنے آسکتا ہے ۔

رؤیت ہلال کمیٹیوں کے بارے میں چند وضاحتیں:

علاقہ کے ہر ضلع میں رؤیت ہلال کمیٹی کی ضلع کمیٹی ہونی چاہئے ، اس ضلع کے تمام تعلقہ جات وبڑے بڑے قصبوں میں حسب ذیل کمیٹیاں تشکیل دی جائے گی اور پورے علاقہ کے مرکزی مقام پر ایک مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی قائم ہو۔

مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی:

(۱)مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کا صدر علاقہ کی مشہور ومعروف عالم شخصیت ہونی چاہئے۔

(۲)ممبروں کی تعداد اور تعین کے مسئلے کو مقام کے اعتبار سے حل کیا جا نا چاہئے۔

(۳) ممبران میں اکثریت یادوتہائی ممبر رؤیت ہلال اور اس سے متعلق ضروری مسائل سے واقف کار علماء کا ہونا ضروری ہونا چاہئے۔

(۴) ہلال کمیٹی کے تمام فیصلے شرعی حدود میں ہونے چاہئے۔

(۵)ضلعی یا ذیلی کمیٹیوں کے فیصلے کے اختلاف کی صورت میں مرکزی ہلال کمیٹی کا فیصلہ آخری اور قطعی ہونا چاہئے۔

(۶) مرکزی ہلال کمیٹی ہر ماہ کی رؤیت اور اس کے فیصلے کی پابند ہونی چاہئے۔

(۷)اس کے ذمہ ہوگا کہ وہ اپنے فیصلے کو فوری طورپر مقامی کسی ایسے اخبار کو دے جو علاقہ بھر میں پہنچتا ہو،یا اس کے علاوہ تشہیر کی جو بھی صورت ہو اس کو اختیار کرنا چاہئے۔

(۸)مرکزی ہلال کمیٹی کی نشست ہر ماہ کی انتیس تاریخ کوبعد نماز مغرب دفتر ہلال کمیٹی میں ہونی چاہئے، جس میں تمام مقامی ممبروں کا بغیر کسی اطلاع کے حاضر ہونا اخلاقی ودینی فریضہ سمجھا جائے۔

(۹)مرکزی ہلال کمیٹی فیصلہ کرنے میں ہر گز تاخیر نہ کرے، وقت مقررہ پر فیصلہ ہونے کی صورت میں مرکزی ہلال کمیٹی بذریعہ اخبارات وریڈیو اور دیگر ذرائع ابلاغ وترسیل اس فیصلے کی تشہیر کی ذمہ دار ہونی چاہئے۔

(۱۰)ہر ذیلی ضلعی کمیٹیوں کو اطلاع کرنا اس کے ذمہ لازم نہیں ہونا چاہئے،بلکہ ہر ضلعی کمیٹی کے ذمہ دار کے لئے لازم ہوگا کہ وہ اپنی مرکزی ہلال کمیٹی سے رابطہ قائم کرکے مرکزی کمیٹی کے فیصلے کو معلوم کریں اور اس کو بنیاد بنا کر اپنے ضلع میں رؤیت ہلال کو ثابت کریں۔

ضلعی کمیٹیوں کی ذمہ داریاں:

(۱)علاقہ کے جتنے اضلاع ہیں اتنی کمیٹیوں کی تشکیل مرکزی کمیٹی کے ذمہ ہوگی۔

(۲) ہر ضلع کی کمیٹی اپنے اپنے تعلقہ جات وبڑے بڑے قصبوں میں کمیٹیاں خود تشکیل دے ۔

(۳) ضلعی کمیٹی پر رؤیت یا رؤیت کی شہادت موصول ہونے کی صورت میں ضلع کمیٹی خود فیصلہ کردے ۔اور اپنے اس فیصلے سے مرکزی ہلال کمیٹی کو بھی مطلع کردے ،تاکہ اس فیصلے کو بنیاد بناکر پورے علاقہ میں رمضان یا عید کا ثبوت ہوسکے۔

(۴)ضلعی کمیٹی کے افراد میں سے اکثریت رؤیت ہلال اور اس سے متعلق ضروری مسائل سے واقف کار علماء کی ہونی چاہئے،اور اگر کسی وجہ سے اکثریت نہ ہوسکے تو کم از کم ایک عالم کا ہوناضروری ہے ۔

(۵)ضلعی کمیٹی کا ایک معینہ دفتر ہوجس میں ایک فون ہو، جس کا نمبر مرکزی کمیٹی کوارسال کرنا بھی ضروری ہے۔

(۶)ضلع کمیٹیاں اپنے اپنے علاقہ میں ذیلی کمیٹیوں کے صدروممبروں کے اسماء مع ضروری تفصیلات اپنے پاس رجسٹر میں رکھیں، تاکہ بوقت ضرورت ان سے رابطہ قائم کیا جاسکے۔

ذیلی کمیٹیوں کی ذمہ داریاں:

(۱) ہر تعلقہ اور بڑے قصبہ میں ذیلی کمیٹی تشکیل دی جائے ، جن کے ممبران کا تعین ضلعی کمیٹی مقامی حضرات کے مشورے سے کرے ۔

(۲)اس کا متعینہ دفترہو، جہاں حسب موقع اس کی میٹنگ ہوا کرے اور ضلعی کمیٹی یا مرکزی کمیٹی کی خط وکتابت بھی اس پتہ پر کی جاسکے۔

(۳)ذیلی کمیٹیوں کے ممبر قابل اعتماد ، امانت دار اور دینی مزاج رکھنے والے عادل حضرات ہوں،اور بہتریہ ہے کہ اس میں علم دین سے واقف کار حضرات کو ترجیح دی جائے۔

(۴) جب ان کے پاس کسی موقع پر رؤیت یا شہادت رؤیت حاصل ہوجائے تو وہ شرعی احکامات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس پر فیصلہ کردیں۔

(۵) ہر ماہ کی انتیس تاریخ کو بعد نماز مغرب کمیٹی کی میٹنگ ہونی چاہئے، اور کمیٹی کے تمام ممبران شعبان ورمضان ،عید و بقرہ عید کے موقعوں پر رؤیت ہلال کا اہتمام کریں اور ضلعی کمیٹی جو بھی فیصلہ کرے اس کی تشہیر کریں اور اس پر عمل پیرا ہوں۔

جواب :(۸)

(الف)شریعت میں مہینہ کے لئے اعتبار رؤیت ہلال کا ہے، جیسا کہ حدیث گذر چکی، ''صوموا لرؤیتہ الخ۔'' لہذاا نتیس کو چاند نظرنہ آئے تو مہینہ تیس دن کا شمار کیا جائے گا ، فلکیات اس دن چاند کے قابل رؤیت ہونے کو بتائے تب بھی ان کی رائے پر رؤیت کو قبول نہیں کیا جاسکتا ، کیونکہ اس کا اعتبار کرنا متعدد احادیث صحیحہ کے خلاف ہے، اس سلسلہ میں مفصل بحث سوال نمبر (۲) الف میں گذر چکی ہے۔

(ب) ایسے علاقوں میں بھی ان کو ماہرین فلکیات کی رائے کا اعتبار نہیں کرنا

چاہئے، بلکہ اس کے قرب وجوار کے متحدالمطلع علاقوں کی رؤیت کا اعتبار کرنا چاہئے، اس کی بھی تفصیل سوال نمبر (۵) (ب) میں گذر چکی ہے۔

(ج) اس صورت میں بھی شہادت پرہی عمل کرنا چاہئے، ماہرین فلکیات کی تحقیق وحساب کی وجہ سے شہادت رد نہیں کی جاسکتی، البتہ یہ ضروری ہے کہ ا س شہادت کو ماننے کی وجہ سے مہینہ ۲۹سے کم کا لازم نہ آتا ہو، اس لئے کہ اس صورت میں وہ دن محل شہادت ہی نہیں ،جیسا کہ یہ بحث بھی سوال نمبر :۲ (ب) میں گذر چکی۔

* * *

رؤیت ہلال اور جدید نظام فلکیات سے استفادہ
(شامل اشاعت سوال ۸.۲)

مفتی حافظ سید صادق محی الدین فہیم•

اگر مطلع غبار آلود ہو:

۲.(الف) ہندوستان کے مختلف علاقوں میں موسم کے فرق کی وجہ یا فضاء میں ابر،گردوغباریا مختلف طرح کی کثافت کے اعتبارسے کہیں مطلع ابرآلود ہواورکہیں صاف ہواورگردآلودنہ ہوتوظاہرہے جہاں تک مطلع ایک ماناگیا ہے اس کے کسی حصہ میں رؤیت ثابت ہوجائے توشرعی ثبوت وشواہدکی روشنی میں دیگرحصوں میں بھی اسی رؤیت کا اعتبارہوگا۔بالفرض جہاں تک مطلع ایک ہے وہ سارا علاقہ فضاء میں گردوغباریا ابروکثافت سے دھندلا ہوکہ ۲۹؍تاریخ کو یہ امورمانع رؤیت ہوں توحنفیہ میں سے بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اجتہاد کرنا اورحساب فلکی کی معرفت رکھنے والوں کے قول پرعمل کرنا جائزہے۔

امام قشیری کا قول ہے کہ فلکی حساب سے یہ معلوم ہوکہ چاندافق پراس طورپرطلوع ہوچکا ہے کہ اگرکوئی مانع رؤیت، مثلا بادل وغیرہ نہ ہوتو چاندنظرآسکتا ہے توایسی صورت میں سبب شرعی پائے جانے کی وجہ سے روزہ واجب ہوگا چونکہ حقیقی رؤیت روزہ لازم ہونے کے ساتھ مشروط نہیں ہے۔ اورمذکورہ حوالہ سے یہ بات لکھی ہے ''اوراس پراتفاق ہے کہ زیرزمیں جیل خانہ میں بندشخص کوگنتی پوری کرنے یا اجتہادکے ذریعہ یہ بات معلوم ہوجائے کہ آج رمضان کا دن ہے تواس پرروزہ واجب ہوگا'' (الموسوعۃ الفقہیۃ ۳۳؍۲۲، وفی الہامش نقلا عن عمدۃ القاري۱۰؍۲۷۲)۔

متاخرین میں بعض محقق علماء جومختلف فقہی دبستان سے تعلق رکھتے ہیں،ان کی بھی یہی رائے ہے ،احناف میں محمدبن مقاتل الرازی جومحمدبن حسن کے شاگرد ہیں (السبکی العلم المنشور ص۱۰)۔ قاضی عبدالجبار،وصاحب جمع العلوم (حاشیۃ ابن عابدین ۲؍۹۲نقلا عن القنیۃ ورسائلہ۱؍۲۲۳) اورالمرجانی (یا ترجمانی)اوربعض بغداد کے موالک بھی یہی رجحان رکھتے ہیں، ابن بزبزۃ امام مالک سے اس بارے میں ایک روایت کا ذکربھی کرتے ہیں اوراسی قسم کی بات دائودی سے ابن رشدنے ذکرکی ہے، قرافی کہتے ہیں ہلال اورکسوف وخسوف کا حساب قطعی ہے ،مالکیہ میں ابن البناء یہی رائے رکھتے

• حیدرآباد۔

ہیں (العذب الزلال، ص۴۷۱)۔ امام شافعی کی طرف منسوب قدیم قول کی بناء(بدایۃ المجتہد۱؍۲۸۴)بعض فقہاء شافعیہ جیسے ابن سریج،قفال الشاشی،ابوطیب الطبری،سبکی،ابن دقیق العیدرحمہم اللہ اورعبادی وغیرہم ہیں جوموجودہ تحقیقات کی روشنی میں بوقت ضرورت ماہرین فلکیات کے رائے پرعمل کا رجحان رکھتے ہیں،امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں مطرف بن عبداللہ الشخیررحمہ اللہ بھی یہی رائے رکھتے ہیں اوران کاشمارکبارتابعین میں ہوتا ہے اورابن قتیبہ جوماہرلغت کہلاتے ہیں دونوں کی رائے یہ ہے کہ مطلع برآلودہونے کی صورت میں منازل کے اندازوں سے حساب پراعتمادکیا جائے گا (الجامع لاحکام القرآن للقرطبي ۲؍۲۹۳)۔

معاصرین میں حساب فلکی پر عمل کی رائے رکھنے والوں میں الشیخ محمد بخیت المطیعی (ارشاد اہل الملۃ الی الاہلۃ۸۱۔۸۲) اورالشیخ محمد رشید رضا (تفسیر المنار ۲؍۱۵۱) اور الشیخ طنطاوی جوہری (رسالۃ الہلال ص۴۷) الشیخ المراغي (اوائل الشہور العربیۃ ص۱۵) اور الشیخ احمد محمد شاکر وغیرہم قابل ذکر ہیں(شبکۃ الألوکۃ، المبحث الأول) ۔

فلکیاتی حساب کااعتبار کرنے کے اوربھی علماء قائل ہیں جن میں ڈاکٹرخالدزعاق (ماہرفلکیات) ،مصطفی احمد الزرقا (معروف عالم دین) ، شیخ عبداللہ بن سلیمان المنیع (مشیرایوان شاہی ورکن سربرآوردہ علماء بورڈ)ڈاکٹرعبدالعزیزبن عبدالرحمن المحمود(ماہراسلامیات)ڈاکٹرذکی عبدالرحمن مصطفی (پروفیسرفلکیاتی علوم کنگ عبدالعزیزسٹی برائے سائنس وٹکنالوجی)ڈاکٹرمحمدعبدالرحمن البابطین(مشیروزارت انصاف برائے اموررؤیت) عبداللہ المالکی (ڈائرکٹر ریسرچ اینڈ اسٹیڈز سنٹر)ڈاکٹرمحمدصالح العلی (اسکالرشرعی سیاست)کے نام لئے جاسکتے ہیں۔ (http://www.urdunews.com/node/78886)

''الموسوعۃالفقہیہ،رؤیت الہلال۲۲؍۲۵'' میں بھی فلکیات کے حساب سے چاندکا اندازہ کرکے رؤیت کی رائے رکھنے والے ،مطرف بن عبداللہ بن الشخیر، شافعیہ میں ابوالعباس بن سریج اورمحدثین میں سے ابن قتیبہ رحمہم اللہ کے نام لکھے گئے ہینگوکہ بعضوں نے ان کے اقوال کی اور انداز سے توجیہ کی ہے ۔

اس طرح کی رائے بظاہردیکھنے میں درست معلوم ہوتی ہے، لیکن چونکہ نص ''صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ'' سے متصادم ہے، اس لئے قابل عمل نہینمعلوم ہوتی،البتہ جہاں تک مطلع ایک ہے اکثرمقامات پرابروغبارمانع رؤیت رہاہواور کسی ایک حصہ میں رؤیت ثابت ہوجائے تواس پر عمل اس شرط کے ساتھ درست ہوسکتا ہے کہ مقامی قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی ثبوت شرعی کے بعداس کااعلان کرے،حسب صراحت صدریہ سہولتیں معدوم ہوں تونشریات کے موجودہ ذرائع ابلاغ سے بشروط متذکرہ رؤیت کی اطلاع ثابت ہوتو اس پر بھی عمل ہوسکتا ہے، ورنہ اکثر ائمہ خواہ وہ ائمہ اربعہ سے ہوں یا

دیگرفقہاءمذکورہ صورتحال میں حدیث پاک پرعمل کرتے ہوئے مہینہ کے ۳۰؍دن شمارکرنے کی رائے رکھتے ہیں،چنانچہ حضرت ابن عمر سے مروی روایت میں یہ الفاظ ملتے ہیں''إنا أمة أمية، لا نكتب ولا نحسب، الشهر هكذا وهكذا'' (صحیح مسلم ۷۶۱؍۲ رقم۱۰۸۰) (ہم لوگ پڑھے لکھے نہیں ہیں،حساب وکتاب سے ناواقف ہیں مہینہ اس طرح بھی ہوتا اوراس طرح بھی، یعنی کبھی ۲۹؍دن کا اورکبھی۳۰؍دن کا)۔

علامہ ابن حجررحمہ اللہ کہتے ہیں حساب فلکی سے مرادیہانپر ستاروں اوران کی گردش کے حساب کا علم ہے،گرچہ اس حساب کووہ لوگ بہت کم جانتے تھے ،اس وجہ سے روزہ وغیرہ کا حکم رؤیت ہلال سے متعلق کردیا گیا ہے تاکہ ان سے اس حرج کودورکیا جائے جوگردش کا حساب لگانے میں پیش آتا ہے۔گرچہ بعدمیں اس علم کے جاننے والے پیداہوئے پھربھی حدیث پاک کا سیاق وسباق بتاتا ہے کہ دراصل روزہ کے حکم کوحساب فلکی سے متعلق کرنے کی نفی کی گئی ہے آپ ﷺ نے ''فإن غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين''فر مایا ''ولم يقل فاسئلوا أهل الحساب'' حساب جاننے والوں سے دریافت کرو نہیں فرمایا، اس لئے اس حدیث پاک پرعمل کرنے ہی میں سہولت وآسانی ہے،اس حکم کی تعمیل میں یہ حکمت ہے کہ چاندنظرنہ آنے کی صورت میں گنتی پوری کرنے میں تمام مکلف مسلمان برابرہونگے (فتح الباري۱۲۷؍۴) ۔

چوتھی صدی ہجری کے مشہوراسلامی فلاسفرماہرعلم نجوم وفلکیات ابوریحان بیرونی جن کی تحقیقات کومغربی ماہرین نے بھی تسلیم کیا ہے لکھتے ہیں علماء ریاضی وہیئت کا اس پراتفاق ہے کہ رؤیت ہلال سے متعلق جوتحقیقات ماہرین اپنے علم کی روشنی مینکرتے ہیں وہ صرف تجربہ پرمبنی ہوتے ہیں جن کو یقین کا درجہ حاصل نہیں ہوتا چونکہ آسمانی سیاروں کے احوال مختلف ہوتے ہیں بسااوقات فضائی وفلکی احوال میں اختلاف کی وجہ وہ کوئی قطعی نتیجہ اخذنہیں کرسکتے۔ ''إن علماء الهيئة يجمعون على أن المقادير المفروضة فى أواخر أعمال رؤية الهلال هي أبعاد لم يوقف عليها إلا بالتجربة'' (الآثارالباقية عن القرون الخالية)۔

۲ ۔(ب) محققین کا ماننا ہے کہ فلکیات کے ماہرین چاندکی پیدائش سے متعلق پیشگوئی تو کرسکتے ہیں لیکن چاندکے قابل رؤیت ہونے کے بارے میں کوئی یقینی پیشگوئی نہیں کرسکتے،بالفرض آئندہ سائنسی ترقی اس عروج پرپہنچ جائے کہ چاندکے قابل رؤیت ہونے کی یقینی پیشگوئی کاموقف ماہرین فلکیات کو حاصل ہوسکے تب بھی اس کومعیارشرعی نہیں ماناجائے گا۔ احادیث پاک میں چونکہ رؤیت کومعیاربنایا گیا ہے، اس لئے فقط ماہرین فلکیات کی رائے قابل قبول نہیں ہوگی، البتہ بصری رؤیت سے قبل انہوں نے ۲۹؍تاریخ کورؤیت کی پیشگوئی کی ہواوراس کے مطابق طلوع آفتاب کے بعدبصری رؤیت بھی حاصل ہوگئی ہوتب تو کوئی اختلاف نہیں پھر بھی یہ رؤیت شرعی اصول

وضوابط کی بنیاد پر ہی قابل تسلیم ہوگی ۔چاندکے قابل رؤیت ہونے اورواقعتا اس کی رؤیت کے ہوجانے میں بڑافرق ہے،قابل رؤیت ہونے سے اس کی رؤیت کا ہوجانا ضروری نہیں ،بعض دفعہ چانداپنی عمرکی وجہ قابل رؤیت ہوتا ہے، لیکن بعض موانعات وعوامل کی وجہ رؤیت کاشرعی ثبوت فراہم نہیں ہوتا، نیزمحققین کا ماننا ہے کہ اگرغروب آفتاب کے وقت چاندکی عمر ۴۵؍گھنٹے ہو اور غروب شمس اورغروب قمرکا درمیانی وقفہ ۳۰؍منٹ کا ہوتوعام حالات میں یہ چاندقابل رؤیت ہوتا ہے،تاہم مطلع ا برآلودہونے کی وجہ افق پرچاندکی رؤیت نہ ہوسکی ہوتوظاہرہے محققین کی تحقیق کا اعتبارنہیں ہوگا بلکہ حدیث پاک ''فأکملوا العدة ثلاثین'' پر عمل ہوگایعنی آنے والے دن اس مہینہ کی تیسویں تاریخ شمارکی جائے گی، تیس دن کی تکمیل کے بعد نئے قمری مہینہ کا آغاز ہوگا۔

ماہرین فلکیات کی تحقیقات کوقبول نہ کرنے کی ایک اوروجہ بھی ہے کہ چاندکے قابل رؤیت ہونے کی پیشگویاں تخمینی حساب پرمبنی ہیں،اگرکسی علاقہ مینجہاں عام طور پرمطلع ابر آلود نہیں رہتا فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹؍تاریخ کوچاند کی بصری رؤیت کا امکان نہ ہو اوراس کے باوجود اس علاقہ سے رؤیت ہلال کی شہادت ملتی ہے تو اس کوقبول کیا جانا چاہئے۔ البتہ عام طور پر شہادت کو قبول کرنا یا مسترد کرنا بعض استثنائی احوال میں قاضی پر منحصر ہے،عام حالات میں رؤیت ہلال کے ثبوت کیلئے شرعی معیار معتبرہے فلکی حساب معیار نہیں، بات دراصل یہ ہے کہ اسلامی مہینہ کے آغازکافیصلہ محض ماہرین فلکیات وسائنسدانوں کی پیش قیاسیوں اوران کے تخمینی حسابات پرنہیں کیا جاسکتا، کیونکہ ان کی پیش قیاسیاں اورحسابی انداز ے بسااوقات اسلامی رؤیت کے معیاروقانون سے متصادم ہوتے ہیں جوکتاب وسنت سے منصوص ہیں ،رؤیت کے بارے میں اسلامی اصول وضوابط کوبعض عوامی وعمومی مفادپرمبنی مفروضہ مباحث کی بنیادونپرمعطل نہیں کیا جاسکتا۔کیونکہ مزعومہ مصالح کی پشت پرکوئی نص نہیں ہوتی ،شرعی مقاصدومصالح نصوص سے مستنبط ہوتے ہیں ، اسلامی مہینہ کے آغاز کیلئے اس بات کوضروری ماناگیا ہے کہ اس سلسلہ میں کسی ثقہ وقابل بھروسہ شخص نے شہادت دی ہواورقاضی اسلام نے اس کوقبول کرلیا ہو، تاہم سائنسدانوں کے سائنسی تجزیات اور ان کے حسابی مشاہدات کی بنیاد پرقائم شہادتوں(آراء)کو اس طورپرلیا جاسکتا ہے کہ اس کوشرعی شہادت کی تائیدمیں کسی ماہرکی رائے کے طورپردیکھاجائے، البتہ سائنسی مشاہداتی تحقیق کی بنیادپرقائم شہادت یقینی شہادت رؤیت کے مقابلہ میں قابل ردہے۔ فقہائے کرام نے احادیث وآثار کی روشنی میں آغاز رمضان کے مسئلہ کو ایک امرِ دینی مانا ہے، اس لئے اس کے آغاز کی خبر کو شہادت کے بجائے روایت قرار دیا ہے ،اس قاعدہ سے یہ جزئیہ بھی نکالا ہے کہ ثبوت رمضان کیلئے ایک شخص کی روایت بھی قابل قبولہے ، کیونکہ امور دینیہ میں خبرواحد قابل اعتبار ہے (اصول السرخسي۳؍۳۳۸)۔

شرعی نقطۂ نظر سے چاند کا دیکھناعبادت کا ذریعہ ہونے کی وجہ بجائے خود عبادت ہے،چاندکے دیکھنے کا حکم فرمان رسول ﷺ سے ثابت ہے۔ ''کان رسول اللہ ﷺ یتحفظ من ہلال شعبان مالا یتحفظ من غیرہ،ثم یصوم لرؤیتہ رمضان،فإن غم علیہ عدثلاثین یوما ثم صام'' (السنن الکبري ۴۲۴،۸ رقم ۴۰۱۷)، اس لئے چاندکا نظرآجانا یا اس کے نظرآنے کا کوئی شرعی ثبوت فراہم ہوجانا کافی ہےچاندکی رؤیت بھی نہ ہو یا کہیں سے اس کی نظرآنے کی شرعی شہادت بھی مہیا نہ ہوتوحدیث پاک کی روسے مہینہ کے ۳۰دن پورے کئے جائیں گے۔''ثم اعلم أنہ إذا تم عدد رمضان ثلاثین بشہادۃ فردولم یر ہلال الفطروالسماء مصحیۃ لا یحل الفطراتفاقا لظہورغلط الشاہد.... ولا خلاف فی حل الفطر إذا تم العدد وکان بالسماء علۃ لیلۃ الفطر، وإن ثبت رمضان بشہادۃ الفردکما حررہ فی امدادالفتاح'' (مجموعترسائل ابن عابدین۱،۲۳۶)۔

تاہم موجودہ دور کے محقق علماء رؤیت سے متعلق سائنسدانوں کی آراء کوبعض شرائط وقیود کے ساتھ ایک ماہر کی رائے کی حیثیت سے تسلیم کرنے کے حق میں ہیں، اس تناظر میں رؤیت ہلال کی شہادت شرعی اصول وقواعد کے مطابق ثابت ہو تو کسی صورت میں اس کو رد نہیں کیا جاسکے گا ،البتہ ثبوت شہادت میں کوئی سقم رہ گیا ہو تو ماہرین فلکیات کی آراء کی بنیاد پر ایسی شہادت استرداد کے قابل ہوسکتی ہے ،قرائن کی بنیاد پر قاضی کو بھی شہادت مسترد کرنے کا حق حاصل ہے۔ ''لأن التفرد بالرؤیۃ فی مثل ہذہ الحالۃ یوہم الغلط، فیجب التوقف فیہ حتی یکون جمعا کثیرا''(الہدایۃ شرح بدایۃ المبتدي ۱،۱۳۱)۔

۲ ۔(ج) اس سوال کے جواب میں شق ''ب ''کےضمن میں جوصراحت کی گئی ہے وہ یہی ہے کہ محکمہ موسمیات سے معلومات کی حد تک آیا آج مطلع صاف ہے یا گردآلودوکثافت زدہ ہے اورچاندکی رؤیت ممکن ہے یا نہیں اس حد تک مددلی جاسکتی ہےلیکن اس بنیادپررؤیت یا عدم رؤیت کا حتمی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ فلکی حسابات سے متعلق اس کے ماہرین کی آراء کی حیثیت ظنی ومزعوماتی ہے ،شرعی احکام کی بنیاد ظن وتخمین پرنہیں بلکہ یقین پررکھی گئی ہے ، ظاہرہے رؤیت ہی یقینی علم ہے خواہ وہ حقیقی رؤیت ہو یا شرعی شہادت کی بنیادپررؤیت کا ثبوت ہوشارع علیہ السلام نے قمری مہینہ کے آغازواختتام کا مدارروئیت پررکھا ہے،سائنسی تحقیقات وفلکی حسابات پرنہیں، احادیث پاک ''لا تصوموا قبل رمضان، صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ، فإن غم علیکم فاقدروا لہ'' سے دوباتیں واضح ہوتی ہیں ایک ہے رؤیت ہلال دوسرے ہے وجودہلال ،مہینہ کا ثبوت رؤیت ہلال سے ہوگا، رؤیت کے بغیرمہینہ کا آغازثابت ہوگا نہ اختتام، ماہرین فلکیات کی تحقیقات وجودہلال کوثابت کرتی ہیں ظہورہلال کونہیں،حدیث پاک کی روسے وجود معتبرنہیں ہے، بلکہ ظہور معتبرہے۔ حدیث پاک میں ''غم ''کا لفظ استعمال ہواہے،اس

لفظ میں وجودہلال کی نفی نہیں ہے، بلکہ رؤیت کی نفی ہے،ممکن ہے ہلال کا وجودافق پرہو، لیکن بادل یا گردوغبارکے درمیان میں حائل ہونے سے رؤیت ممکن نہ ہو،اس لفظ سے چاندکے وجودکی نفی نہیں ہے، یعنی اس کا معدوم ہونا نہیں، بلکہ اس کا مستور ہونا ممکن ہے ''فإن غم''سے عوارض وموانعات کی وجہ عدم رؤیت کا اظہارمقصودہے، اس لئے حدیث پاک کی روسے ''فاقدروالہ''پرعمل ہو۔

۲۔(د) مطلع صاف نہ ہونا جس طرح ابرکی وجہ ممکن ہے اسی طرح گردوغبار ودیگرایسے موانعات جوفضاء کوآلودہ وکثیف کرتے ہینان سے بھی ممکن ہے ،موجودہ دور میں کارخانوں کی چمنیوں سے نکلنے والا دھواں بھی مطلع کودھندلا کرسکتا ہے۔ نیزچاندکاسورج سے زاویائی فاصلہ(Elongation) افق سے سورج کا نیچے ہونا ،افق سے چاندکی بلندی ،زمین سے چاندکا فاصلہ،غروب شمس وغروب قمرکے درمیان وقفہ کی کمی یا بیشی،مطلع کی کیفیت،فضاء میں آلودگی کا تناسب ، مشاہدہ کے مقام کی سطح سمندرسے بلندی ،فضاء میں نمی وغیرہ کوماہرین نے موانعات رؤیت ہلال میں شمارکیا ہے۔ (www.moonsighting.com)

۲۔(ہ) اگر۲۹؍شعبان کومطلع ابرآلودہواورقاضی نے ایک شخص کی شہادت کی بناء آغازرمضان کا اعلان کردیا ہواس کے بعدرمضان کی ۳۰؍تاریخ مکمل ہوچکی ہواورعیدکا چانددیکھنے کی بہت کوشش کے باوجودکسی کوعیدکا چانددکھائی نہ پڑا ہو تو کیا اگلے دن کوعیدالفطرکا دن قراردیکرعیدمنائی جائے گی یا یہ سمجھا جائے گا کہ جس فردواحدنے چاندکی گواہی دی تھی اسے مغالطہ ہوا یا اس نے غلط بیانی سے کام لیا، لہذا اگلے دن کورمضان کی ۳۰؍تاریخ قراردیکرروزہ رکھنے کا فیصلہ کیا جائے گا؟ ظاہرہے حسب حکم شرع ایک شخص کی شہادت کوقبول کرکے قاضی نے رمضان کے آغازکا فیصلہ کردیا ہو اورمسلمانوں نے ۳۰؍ دن پورے کرلئے ہوں اوراتفاقا اس د ن مطلع ابرآلودہوکہ پورے علاقے کی ایسی ہی کیفیت ہواورکہیں بھی اس مانع کی وجہ رؤیت ممکن نہ ہوتواس کے بعدآنے والے دن کوبالاتفاق یکم شوال اورعیدالفطرکادن مان لیا جائے گا۔''فأما إذا كانت متغيمة، فإنهم يفطرون بلا خلاف، كذا في الذخيرة'' (فتاوی ہندیہ۱؍۱۹۸)۔ درمختارمیں بھی بحوالہ زیلعی یہی لکھا ہے:''نقل ابن الكمال عن الذخيرة إن غم هلال الفطرحل اتفاقا،وفي الزيلعي:الأشبه إن غم حل وإلا لا'' (شامي۲؍۱۲۹)، اگرفضاء مکدرنہ ہوبلکہ صاف وشفاف ہو، لیکن اس کے باوجود۳۰؍دن مکمل کرلینے کے بعدبھی چاندکی رؤیت نہ ہوتواس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے،حضرات شیخین(امام اعظم وامام ابویوسف رحمہما اللہ)آنے والے دن کویکم شوال اور عیدالفطر کا دن ہونا تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس کوماہ رمضان کا ہی آخری دن قراردیتے ہیں اوراس دن احتیاطا روزہ رکھنے کی ہدایت دیتے ہیں۔ ''إذا صاموا بشهادة الواحد وأكملواثلاثين يوما ولم يروا هلال شوال لايفطرون فيماروى الحسن عن أبي حنيفة

رحمہما اللہ تعالی للاحتیاط''۔ اب رہا آغازرمضان کے لئے جس نے رؤیت کی گواہی دی تھی اس کے بارے میں دواحتمالات ذکرکرتے ہینممکن ہے اس نے غلط بیانی سے کام لیا ہویایہ بھی ممکن ہے کہ اس کودھوکہ ہوگیا ہو۔ امام محمدرحمہ اللہ کی رائے اس کے برعکس ہے،وہ آنے والے دن کویکم شوال اورعیدالفطرکا دن قراردیتے ہیں ،یہ بھی کہ مسلمان عیدمنائیں اورروزہ نہ رکھیں، کیونکہ روزہ رکھنا ان کے حق میں حرام ہوگا۔ ''وعن محمد أنہم یفطرون،کذا فی التبیین'' (الہندیہ۱،۱۹۸)۔

فقہاء کرام نے امام محمدرحمہ اللہ کے رائے کواصح مانا ہے۔گوکہ علامہ شامی نے تقی الدین سبکی شافعی کے حوالہ سے نقل کیا ہے اس صورت میں اہل حساب کی تحقیق کا اعتبارکیا جائے گا،چونکہ حسابی معاملات قطعی ہوتے ہیں ،پھرعلامہ شامی نے علامہ سبکی کے ہم مسلک مشائخ کے اقوال ان کی تردیدمیں نقل کئے ہیں۔اس کا مختصرخلاصہ یہی ہے کہ وہ سب اہل حساب کی تحقیق کی بناء رؤیت کی شہادت کے ردکئے جانے کے قائل نہیں ہیں(رد المحتارعلی الدرالمختار۲،۱۰۰)۔ قبول شہادت اورحسابی تحقیق کا رداسی وقت ممکن ہے، جبکہ شہادت کوتسلیم کرنے کی صورت میں مہینہ ۲۹دن سے کم نہ ہوجائے ،۲۹دن سے کم کا مہینہ ثابت ہوجائے توپھراس شہادت کا اعتبارنہیں ہوگا،سیدنا محمدرسول اللہ ﷺ کاارشادپاک اس باب میں واضح ہے ''وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ:إنا أمۃ أمیۃلا نکتب ولا نحسب الشہرہکذا وہکذا وہکذا وعقد الإبہام فی الثالثۃ ثم قال:الشہر ہکذا وہکذا وہکذا، یعني تمام الثلاثین، یعني مرۃ تسعۃ وعشرین ومرۃ ثلاثین'' (متفق علیہ،مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح۶،۴۳۶،رقم ۱۹۹۱)۔

اگر مطلع صاف ہو تو جم غفیر کی شرط:

۳۔ (الف) مطلع صاف ہواورابروغبارکے کوئی آثارآسمان پرموجودنہ ہونتورؤیت ہلال کے ثبوت کیلئے جم غفیرکی رؤیت ضروری ہوگی، خواہ وہ چاندآغازرمضان کا ہوکہ اختتام رمضان کا۔جم غفیرسے کیا مراد ہے اس کے تعین میں گوکہ اختلاف ہے، لیکن سب کی آراء پرغورکیا جائے تونتیجہ ایک ہی برآمدہوتاہے وہ یہ کہ اتنی کثیرتعدادمیں مسلمانوں نے چانددیکھا ہوکہ ان کی کذب بیانی پراتفاق محال وناممکن ہو،کثرت تعدادمیں زمانی ومکانی حیثیت سے افرادکی قلت وکثرت بھی دیکھی جاسکتی ہے، یعنی جس علاقے یا جس زمانہ میں آبادی کا تناسب کم یا زیادہ ہوگاہردواعتبارسے تعدادکی کثرت معتبرہوگی الغرض چانددیکھنے والوں کی اتنی کثرت ہوکہ ان کی تکذیب ممکن نہ ہوتویہ گویا استفاضہ کی ایک صورت قرارپائے گی۔ ''فإن لم یکن فی السماء علۃ لم تقبل الشہادۃ حتی یراہ جمع کثیر یقع العلم بخبرہم'' (البحرالرائق۲،۲۶۸)۔ جمع عظیم کے بارے میں امام محمدرحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ اس کو امام المسلمین تسلیم کرے،جمع عظیم کی صورت مینشروط شہادت لازم

نہیں۔ ’’قال:ولا یشترط فیہم الإسلام ولا العدالۃ کما فی إمداد الفتاح ولا الحریۃ ولا الدعوی‘‘ (الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین۲،۳۸۸)۔ مطلع صاف نہ ہو،بلکہ غبارآلودہوتوآغاز رمضان کیلئے ایک عادل شخص کی شہادت کافی ہے۔ ایک عادل شخص کی گواہی قابل قبول ہونے پرفقہاء کرام نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استدلال کیا ہے۔ جس میں اس بات کا ذکرہے کہ ایک اعرابی سیدنا محمدرسول اللہ ﷺ وسلم کی خدمت میں حاضرہوئے اورعرض کیا کہ آج رات میںنے چانددیکھاہے،آپ ﷺ نے دریافت فرمایاکہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہوکہ اللہ کے سوا کوئی معبودنہیں اورمحمد ﷺ اس کے بندے اوررسول ہیں؟اعرابی نے جواب دیا ،ہاں!آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے بلال لوگوں میں اعلان کردوکہ وہ کل سے روزہ رکھیں۔ ’’واستدل الحنفیۃ علی قبول شہادۃ العدل الواحد بما رواہ ابن عباس قال:جاء اعرابي إلی النبي ﷺ فقال:ابصرت الہلال اللیلۃ،قال:أتشہد أن لا إلہ إلا اللہ وأن محمدا عبدہ ورسولہ؟ قال:نعم،قال :یا بلال! أذن فی الناس فلیصوموا غدا‘‘ (الموسوعۃ الفقہیۃ۲۲،۲۵-۲۶ وبہامشہ---اخرجہ ابوداؤد ۲،۷۵۴-۷۵۵)۔ اگروہ مستورالحال ہو یعنی اس کا فسق ظاہرنہ ہوتواس کی شہادت بھی معتبرہے ،اس موقع پرشہادت دینے والے کا ’’اشہد ’’میں گواہی دیتا ہوں کہنا بھی ضروری نہیں۔‘‘تأویل قول الطحاوي رحمہ اللہ عدلا کان أوغیر عدل (أن یکون مستورا)‘‘ (البنایہ ۱،۲۱۵)۔ ’’وفی روایۃ الحسن وہي المذکورۃ، تقبل شہادۃ المستور وبہ أخذ الحلواني‘‘(شرح فتح القدیر علی الہدایۃ شرح بدایۃ المبتدي۲،۳۲۷)۔

ہلال عیدکا موقع ہویا دیگرمہینوں کی رؤیت کا جبکہ مطلع ابرآلودہوتو تمام فقہاء بشمول ائمہ اربعہ اس بات پرمتفق ہیں کہ کم ازکم دوعادل اشخاص رؤیت ہلال کی شہادت دیں۔ علامہ عبدالبرلکھتے ہیں:’’فأجمع العلماء علی أنہ لا تقبل فی شہادۃ شوال فی الفطر إلا رجلان عدلان‘‘ (التمہیدلما فی المؤطا من المعاني والأسانید۱۴،۳۵۴المکتبۃ الشاملۃ)، ہلال عیدودیگر مہینوں کی رؤیت کے ثبوت میں شہادت کے شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، جیسے گواہ مسلمان ،عاقل،بالغ،بینا ،عادل ہو اور ’’اشہد ’’میں شہادت دیتا ہوں کے ساتھ گواہی دے،اوریہ شہادت مجلس قضاء میں ہو اورگواہی دینے والا بچشم خود چاند دیکھا ہو ہلال عیدکےساتھ چونکہ حقوق العباد متعلق ہیں،اس لئے یہ تحت القضاء داخل ہے۔‘’لأن إثبات مجيء رمضان لا یدخل تحت الحکم حتی لو أخبر رجل عدل القاضي لمجيء رمضان یقبل، ویأمر الناس بالصوم، یعني فی یوم الغیم ولایشترط لفظ الشہادۃ وشرائط القضاء، أما فی العید، فیشترط لفظ الشہادۃ، وہو یدخل تحت الحکم، لأنہ من حقوق العباد، کذا فی الخلاصۃ من کتاب الشہادات‘‘(البحر الرائق شرح کنز الدقائق ۲،۲۸۴)۔

علامہ ابن نجیم مصری نے بھی عدالت کا کم سے کم درجہ یہی بتایا ہےکہ عدل کا معیارتقوی ومروت ہے اس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ کبائرسے بچے اورصغائر پر

اصرارنہ کرے اورخلاف مروت اموركا مرتكب نہ ہو،''والشرط أدناہا وہو ترک الكبائر والإصرار على الصغائر وما يخل بالمروءة'' (البحرالرائق۲،۲۸۷)۔ ظاہرہے موجودہ دینی اعتبارسے ناگفتہ بہ حالات کے باوجودایسے کچھ افرادکافراہم ہوجانا ناممکن نہیں ہے، البتہ کہیں اورکبھی ایسے افرادمفقودہوں توایسے غیرعادل افرادکی گواہی بھی تسلیم کی جاسکتی ہے جواوروں کے بالمقابل دیندارہوں،فسق ونافرمانی میں بھی دیگرافرادسے کم ہوں توایسے ناگزیرحالات میں ان کی گواہی بھی قبول کی جائے گی، فقہاء نے اس کی حکمت ومصلحت یہ بیان کی ہے کہ امت کے حقوق ومصالح متاثرنہ ہوں۔ چنانچہ قاضی خاں نے لکھا ہے اگرچہ کوئی فاسق ہو، لیکن اس میں مروت پائی جاتی ہو اور معاشرتی سطح پروجاہت کا حامل ہواورکذب بیانی کوبراسمجھتا ہوتو بعد تحقیق اس کی بات مانی جاسکتی ہے، حضرت امام ابویوسفؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ ''العدالة ملكة تحمل على ملازمة التقوى والمروء ة والشرط أدناہا وہوترک الكبائروالإصرارعلى الصغائر وما يخل بالمروءة''(ردالمحتار ۳،۳۵۲)، ''الفسق لا يمنع أهلية الشهادة عندنا۔۔ وإنما يمنع أداء الشهادة لتهمة الكذب ۔۔۔۔وعن أبي يو سف رحمہ الله إن كان الفاسق وجيہا ذا مروة، جازت شہادتہ لأن مثلہ لا يكذب'' (قاضيخان كتاب الشہادات۲،۴۳۷۔ ۴۳۸)۔

مطلع صاف ہونے کی صورت میں احناف ثبوت ہلال کیلئے دواشخاص کی شہادت کوکافی نہیں سمجھتے، بلکہ خبرمستفیض کوضروری قراردیتے ہیں۔''أما إن كان صحوا فلا بد من رؤية جماعة كثيرين''۔ موالک نے استفاضہ کی تعریف اس طرح کی ہے۔ ''وہي الجماعة الكثيرة التى يؤمن تواطؤہا على الكذب ويفيد خبرہا العلم'' (الفقہ على المذاہب الاربعة،ص۳۱۲)، استفاضہ کواس لئے ضروری قراردیا گیا ہے کہ غلطی کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔ ''لأن التفرد بالرؤية فى مثل ہذہ الحالة يوہم الغلط فيجب التوقف فيہ حتى يكون جمعا كثيرا'' (الہداية في بداية المبتدي۱،۱۱۹)۔

۳۔(ب) جہاں نظام قضاء قائم ہووہاں کے قاضی کے پاس پہنچ کرہی شہادت دینا چاہئے، حسب صراحت فقہاء آغازرمضان کیلئے ایک عادل شخص کی خبرکافی ہوگی، ظاہرہے قاضی وحاکم ہی کویہ حق ہے کہ وہ اس کی شہادت کوقبول کرکے رؤیت کا فیصلہ دے، کسی شہرمیں مختلف مقامات سے رؤیت کی خبرپہونچی ہوتوعوام الناس کے لئے اس کومانناں درست نہیں ہوگا تاآنکہ قاضی وحاکم بعدتحقیق اس کا اعلان کرے،اسلامی ملکوں کیلئے یہی حکم ہے۔ ''وقد ثبت بہا أن أہل تلک البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بہا،لأن البلدة لا تخلوعن حاكم شرعي عادة،فلا بدمن أن يكون صومہم مبنيا على حكم حاكمہم الشرعي'' (الدر المختار۲،۳۹۰)۔

کسی نے چانددیکھا ہو اس کوچاہئے کہ اس کی شہادت کیلئے اسی رات حاکم یا قاضی سے رجوع کرے،جہاں قاضی وحاکم نہ ہوں وہانہلال کمیٹیاں یا ثقہ عالم ومفتی بھی

قاضی کے قائم مقام ہوں گے۔ان کواس کی اطلاع دے، اس میں عورت ومرد باندی وغلام کی کوئی قید نہیں یہاں تک کہ پردہ نشین باندی بھی اپنے آقا کی اجازت کے بغیر اس کی شہادت دینے کیلئے باہر نکل سکتی ہے ،اگر تنہا فاسق نے چاندیکھا ہو تو چاہئے کہ وہ گواہی دے ،کیونکہ قاضی بسااوقات اس کی شہادت کو قبول کرتا ہے ،اس کو رد کرنے کا اختیار بھی حاصل ہے اور یہ حکم شہر کیلئے ہے ، بالفرض کسی علاقہ میں ان میں سے کوئی بھی نہ پایا جاتاہوتومقامی مسجدمیں پہنچ کررؤیت کی شہادت دے،بشرطیکہ وہ عادل ہوتو لوگوں پر لازم ہوگا کہ اس کے قول کی بنا روزہ رکھیں۔ ’’إذا رأى الواحد العدل ہلال رمضان یلزمہ أن یشہد بہا فی لیلتہ حرا کان أو عبدا ذکرا کان أو أنثی حتی الجاریۃ المخدرۃ تخرج وتشہد بغیر إذن مولاہاوالفاسق إذا راہ وحدہ یشہد؛ لأن القاضي ربما یقبل شہادتہ لکن القاضي یردہ، کذا فی الوجیز للکردري، ہذا فی المصر، وأما فی السواد إذا رأی أحدہم ہلال رمضان یشہد فی مسجد قریتہ وعلی الناس أن یصوموا بقولہ بعد أن یکون عدلا إذا لم یکن ہناک حاکم یشہد عندہ، کذا فی المیحط‘‘ (الفتاوی الہندیۃ ۱،۱۹۷)۔

آغازرمضان کیلئے چونکہ ایک فردکی شہادت کافی ہے اوریہ شہادت خبرکادرجہ رکھتی ہے، اس لئے مجلس قضاء میں اس کی حضوری وشہادت ضروری نہیں۔ ’’وقبل بلادعوی وبلا لفظ اشہد وبلا حکم ومجلس قضاء،لأنہ خبر لا شہادۃ للصوم‘‘(الدر المختار ۱،۱۴۴)۔

رؤیت ہلال کی اطلاع اصطلاحی شہادت نہیں کہلاتی، بلکہ وہ خبرہے، اس لئے اس میں وہ شرائط لازم نہیں رکھے گئے جوعدالت میں قاضی سے رجوع ہوکردی گئی شہادت کے ہوتے ہیں،گوکہ احادیث پاک میں رؤیت سے متعلق شہادت ہی کا لفظ استعمال ہوا ہے، لیکن وسیع ترمفہوم میں اس کوشہادت سے تعبیر کیا گیا ہے۔حقوق کے ثابت کرنے یا نزاعی امورمیں فیصلہ کی غرض سے عدالت میں رجوع ہونے والوں کیلئے بطورثبوت شرعی شہادت کا پیش کرنا ضروری ہوتا ہے،آغاز رمضان کیلئے نہیں،اس لئے رؤیت کے بارے میں راوی کے ثقہ اورعادل ہونے کی شرط کوکافی سمجھاگیا ہے،بایں ہمہ رؤیت ہلال کے بارے میں ہرکس وناکس کی رائے قبول نہیں کی جائے گی ۔مستورالحال ہوتوالگ بات ہے، لیکن جس کا فسق کھلم کھلا (علانیہ) ظاہرہورؤیت کے بارے میں اس کی بات نہیں مانی جائے گی۔’’إن جاءکم فاسق بنبإ فتبینوا‘‘ (سورہ حجرات: ۶) کے ارشادپاک کی روشنی میں جب دنیا کے اموروامعاملات میں عمل سے پہلے تحقیق کی ہدایت ہے تورؤیت کا مسئلہ جوخالص اسلامی وعباداتی امورسے متعلق ہے اس میں کسی فاسق معلن جس کا فسق ظاہرہوتوکیسے اس کی بات کا اعتبارکیا جاسکتا ہے۔مطلع صاف نہ ہو، بلکہ فضاء ابرآلودیاغبارآلودہو تو احناف آغازرمضان کی رؤیت کے بارے میں ایک عادل شخص کی شہادت کا اعتبارکرتے ہیں ،عدالت کے وصف میں اس بات کوکافی مانتے ہیں کہ سیئات

(برائیوں) کے بالمقابل حسنات (نیکیاں) زیادہ ہوں اس لئے مستورالحال کی گواہی قبول کرتے ہیں اوررؤیت کے بیان کوشہادت نہیں بلکہ اخبارکی قبیل سے مانتے ہیں۔ ’’قبل الحنفیۃ فی رؤیۃ ہلال رمضان شہادۃ العدل الواحد فی الغیم أو الغبار وانعدام صحو السماء، واکتفوا فی وصف العدالۃ بترجیح الحسنات علی السیئات، وقبلوا شہادۃ مستورالحال، ولم یشترطوا الذکورۃ والحریۃ، واعتبروا الا علام بالرؤیۃ من قبیل الاخبار‘‘ (الموسوعۃ الفقہیہ۲۲،۲۵)، چونکہ رؤیت کی اطلاع شرعی شہادت کے دائرہ میں نہیں آتی، اس لئے اورامورکی طرح شروط شہادت اور مجلس قضاء کا پایا جانا شرعا ضروری نہیں ہے۔ ’’لأن إثبات مجيء رمضان لا يدخل تحت الحكم،حتى لو أخبر رجل عدل القاضي بمجي رمضان يقبل ويأمر الناس بالصوم، إن كان فی يوم غيم ولا يشترط لفظ الشہادۃ وشرائط القضاء‘‘ ۔

اب رہا ہلال عید کا مسئلہ اس کا حکم ہلال رمضان سے مختلف ہے اس کی حیثیت محض خبرکی نہیں، بلکہ شہادت کی ہے اس لئے دیگرشروط، جیسے مجلس قضاء وغیرہ لازم رہینگے۔ ’’وشرط للفطرمع العلۃ والعدالۃ نصاب الشہادۃ ولفظ أشہد۔۔‘‘ (الدر المختار ۱۴۴،۱)، ’’وأما فی العید فیشترط لفظ الشہادۃ والعدد وسائر شرائط القضاء وہو یدخل تحت الحکم، لأنہ من حقوق العباد لانتفاعہم بالفطر‘‘(کمال الدرایۃ وجمع الروایۃ من شروح ملتقی الابحر۳۸۴،۲)۔

اسلامی مملکت ہوتورؤیت کے اعلان کاحق حاکم شرع یعنی قاضی اسلام کوہے، مسلم ممالک میں قاضی اسلام ہی کواس کا اعلان کرنا چاہئے، غیراسلامی ممالک جس میں موجودہ دورکے جمہوری ممالک بھی شامل ہیں حاکم اسلام کا کوئی شرعی تصورنہیں ہے، اس لئے مسلمانوں کوچاہئے کہ شرعی امورکی رہبری کے لئے ایک حاکم یا قاضی مقررکرلیں۔’’وفی الفتح: وإذا لم یکن سلطان ولامن یجوز التقلد منہ کماہو فی بعض بلاد المسلمین غلب علیہم الکفارکقرطبۃ الآن یجب علی المسلمین أن یتفقوا علی واحد منہم یجعلونہ والیا فیولي قاضیا، ویکون ہو الذی یقضي بینہم‘‘ (رد المحتار علی الدر المختار ۴۳،۸)، اور وہ مسلمانوں کے عمومی ومذہبی مسائل میں اپنے رفقاء کارجو علم وعمل کے پیکرہوں سے مشورہ کے بعدجوبات طئے ہوجائےاس کا اعلان ہو’اس کوملک کے سارے مسلمان تسلیم کریں اوراس کے مطابق عمل کریں۔ موجودہ حالات میں عالمی وملکی سطح پراسلام اور مسلمانوں کے حق میں ناموافق اورناخوشگواراحوال کے باوجودکسی ایک مذہبی شخصیت پراتفاق رائے آج تک ممکن نہیں ہوسکا۔’’اے بسآرزوکہ خاک شدہ ’’امت مسلمہ کے مختلف مکاتب فکرکے علماء وعوام کے درمیان اتفاق تورہا دورایک ہی مکتبہ فکرکے علماء وخواص اوران کے متبعین کے درمیان بھی کئی وجوہ سے ایسا اختلاف رونما ہے جوعناد ودشمنی کی حدتک پہنچ گیا ہے اوریہ اختلافی سرگرمیاں بھی حق وباطل کے درمیان ہونے والی معرکہ آرائی کا منظر پیش کررہی ہیں ۔مسلمان باطل سے سمجھوتہ کرنے تیارہیں،

لیکن فروعی مسائل میں ردوقدح کا بازارگرم کئے ہوئے ہیں ، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسلم معاشرہ میدان کارزاربنا ہوا ہے ،ان جیسے حالات میں مسلم امت کوجوڑے رکھنے میں مسلم پرسنل لا بورڈ کی کوششیں کاوشیں قابل قدرولائق تحسین ہیں۔ اسی تناظرمیں اسلامک فقہ اکیڈمی کی خدمات کا اعتراف نہ کرنا بھی ناسپاسی ہوگی،علماء عرب وعجم اوران کے خواص وعوام کے درمیان فقہ اکیڈمی کی اجتماعی علمی تحقیقات بڑی قدرکی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں۔ اسلامی نقطئہ نظرسے مسائل جدیدہ میں تعمق وغور وفکر کیلئے بغرض اجتماعی اجتہادمنعقدکی جانی والی مجالس اوربعدمباحث اس میں طئےکی جانے والی آراء سے ملت اسلامیہ کی عظیم رہبری ورہنمائی انجام پارہی ہے۔ ہردوادارے مسلک ومشرب کے جھمیلوں میں پڑے بغیرملک وملت کی خدمت میں مصروف ہیں، الغرض جن صوبوں جیسے بہار، اڑیسہ وغیرہ میں قاضی مقررہیں ،رؤیت کے اعلان کا ان کوحق رہے گا،اورجہاں قاضی مقررنہ ہو، رؤیت ہلال کے مسئلہ میں خاص طورپرہندوستان کے مختلف صوبوں اور ریاستوں مینرؤیت ہلال کمیٹیاں قائم ہیں جس میں علماء ومفتیان کرام کارگزارہیں ،خاص اس مسئلہ میں بڑی حدتک اس وقت اتفاق رائے پایا جارہاہے تاہم مزید اصلاح کی ضرورت سے انکارنہیں کیا جاسکتا، ان ہلال کمیٹیوں میں مخلص ماہرین اسلامی قانون وماہرین فلکیات کی شمولیت بڑی اہمیت رکھتی ہے، اس لئے اس پرمثبت اندازسے غوروفکر کرکے مناسب تبدیلی لائی جانی چاہئے۔

جہاں جہاں رؤیت ہلال کمیٹیاں قائم ہیں بعدتحقیق وہ جوفیصلہ دیں مسلمانوں کوچاہئے کہ اس پرعمل کریں ایسے قصبے ودیہات جہاں رؤیت ہلال کمیٹیاں نہ ہوں ،اگر ایک عالم فقیہ بھی ان کے ہاں موجود ہو تو رؤیت کی قبولیت میں اس کا فیصلہ بھی کافی ہے۔ ''العالم الفقیہ کاف ببلدۃ لاحاکم فیہا'' (درمختار۲،۱۳۵)، ''العالم الفقیہ فی بلدۃ لا حاکم فیہا قائم مقامہ'' (عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ۱،۳۰۹)، اگر ایک سے زائد علماء وہاں موجود ہوں تو ان دیہاتوں میں رہنے والے ان کے ہاں موجودعلماء کی رائے کوقبول کریں اوران علماء کوچاہئے کہ وہ شہروں میں قائم ہلال کمیٹیوں سے رابطہ میں رہیں،رؤیت کے بارے میں جواطلاع ملے اس کے مطابق عوام الناس کی رہبری کریں ۔

شہادت کی ادائیگی میں تاخیر:

۳۔ (ج) اموردینیہ میں ادائے شہادت میں بلاکسی عذرتاخیرکوفقہاء نے موجب فسق قراردیا ہے، کسی عذرومجبوری کی وجہ سے فورا شہادت کا فریضہ ادا نہ ہوسکا تو تاخیر سے شہادت دینے کی گنجائش ہے بشرطیکہ وہ عادل ہو۔چاند دیکھنے کے چندگھنٹوں بعدرات ہی میں چانددیکھنے والوں نے گواہی دیدی ہوتووہ حاکم،قاضی،رؤیت ہلال کمیٹی یاثقہ عالم ومفتی کوچاہئے اس کی تصدیق کے فوری بعدرؤیت کا اعلان کرادیں،چانددیکھنے کے بعدتقریبا ایک دن تاخیرہوگئی ہواورچانددیکھنے والے ثقہ ومعتبرہوں توان کی تصدیق

کی جاسکتی ہے بشرطیکہ تاخیرکی کوئی معقول وجہ ہو، مثلا رؤیت ہلال کی شہادت دینے والے اسی شہر کے ہوں تو ان کی شہادت رد کی جائے گی کیونکہ جو شرعی ذمہ داری ان پر عائد تھی انہوں نے اس کو بر وقت ادا نہیں کیا،البتہ رؤیت کی شہادت دینے والے کسی دور شہر سے آکر گواہی دے رہے ہوں تو ان کی گواہی قبول کی جائے گی۔ ''وعلیہ تفرع مالو شہدوا فی آخر رمضان برؤیۃ ہلالہ قبل صومہم بیوم إن کانوا فی المصر ردت لترکہم الحسبۃ، وإن جاءوا من خارج قبلت، من الفتح ملخصا'' (الدر المختار۲،۳۸۵)، ''إذا شہد الشہود علی ہلال رمضان فی الیو م التاسع والعشرین أنہم رأوا ہلال رمضان قبل صومہم إن کانوا فی ہذا المصر ینبغي أن لا تقبل شہادتہم؛ لأنہم ترکوا الحسبۃ وماکان حقا علیہم،وإن جاءوا من مکان بعید جازت شہادتہم لانتفاء التہمۃ'' (فتاوی قاضیخان۱،۱۲۷)۔

بسااوقات رؤیت ہلال کی اطلاع تاخیر سے ملنے کے باعث مسلمانوں کے مابین اگر شدید اختلاف وانتشار پایا جارہا ہے تو اس کے تدارک کیلئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ اسلام عالمگیرمذہب ہے ،اس کی دعوت ساری انسانیت کیلئے اوراس کے احکام تاقیام قیامت متحقق ہیں اورملت اسلامیہ اس پرعمل کی پابندہے۔ بعض احوال میں علمی و فکری اختلاف اس کے حدودوقیودکے ساتھ ماہرین علوم اسلامیہ کے درمیان مستحسن ہے بشرطیکہ وہ نفس کے تقاضوں کے زیراثرنہ ہو،اب رہا دینی ومذہبی امورمیں امت کی رہنمائی تو وہ علماء ربانین کی ذمہ داری ہے اس لئے اسلام کے جواحکام ہیں ان میں رؤیت ہلال کا مسئلہ بھی ہے جن کا سطوربالا میں ذکرہواہے اس لئے قرآن پاک کی آیت: ''وأطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم'' (سورہ نساء: ۵۹) کی روسے اولوالامرمیں علماء بھی شامل ہیں اس لئےامت مسلمہ کو چاہئے کہ دیگراورمذہبی امورکی طرح رؤیت ہلال کے بارے مینبھی علماء کی تحقیقات پرعمل کرے۔

ایک صوبہ کا اعلان رؤیت کیا پورے ملک کے لئے کافی ہے؟

۴۔ (الف۔ب) صوبہ بہار واڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضاء موجود ہے وہاں کے قاضی اگر چاند کا شرعی ثبوت ملنے کے بعداعلان کرتے ہیں تواس حلقہ کے تمام مسلمانوں کیلئے اس اعلان پر عمل کرنا ضروری ہوگا،یا دیگر ایسے صوبوں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت نے کسی کوقاضی بنایا ہواوروہ قاضی ریڈیویا ٹیلی ویژن کے ذریعہ رؤیت کااعلان کرے تواس کواعلان سلطان کے حکم میں ماناجاناچاہئے، کیونکہ اسلامی مملکت میں اس طرح کا حق قاضی اسلام کوحاصل ہے،اسلامی مملکت کے کئی بلاک ہوں اوروہ زمین کی طول وعرض میں پھیلے ہوئے ہو ں، اس لئے اسکے مختلف صوبے اور اس کے گورنرس اورقضاۃ مقررہوں ان میں سے کسی ایک صوبہ کے قاضی وحاکم نے احکام شریعت کے مطابق رؤیت کے ثبوت کے بعد ریڈیویا ٹیلی ویژن پراعلان کیا ہو تووہ اعلان اس صوبہ کی حدتک محدودہوگا دوسرے صوبہ میں رہنے والوں کیلئے

وہ اعلان سلطان کے حکم میں نہیں ہوگا، ہاں، البتہ پوری مملکت کے سربراہ اعلی یا ان کے قائم مقام قاضی القضاۃ نے اعلان کیا ہوتو مملکت کے سارے حدودمیں وہ اعلان نافذالعمل ہوگا اوراس کا درجہ ساری مملکت کے تمام صوبے والوں کے حق میں اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا۔ ''سئل عن قضاء القاضي برؤية هلال شهر رمضان بشهادة شاهدين عند الاشتباه فی مصر ،هل يجوز لأهل مصر آخر العمل بحكمهم؟ فقال :لا،ولا يكون مصر آخر تبعا لهذا المصر،إنما سكان هذا المصر وقراها يكون تبعا له''(الفتاوی التاتارخانیۃ ۳،۳۶۶) ''وقال ابن الماجشون لا يلزمهم بالشهادة إلا لأهل البلد الذي تثبت فيه الشهادة إلا أن يثبت عندالإمام الأعظم، فيلزم الناس كلهم، لأن البلاد فی حقه كالبلد الواحد إذ حكمه نافذ فی الجميع'' (فتح الباري۴،۱۲۳)۔

صوبہ بہار، اڑیسہ اورملک کے دیگرصوبوں میں جہاں جہاں نظام قضاء موجودہے اور جہانمسلمانوں نے اتفاق رائے سے قاضی بنایا ہو اور رؤیت کا شرعی ثبوت ملنے کے بعدوہ اعلان کرے تو ان صوبوں کے تمام مسلمانوں کااس کوتسلیم کرناضروری ہوگا،چونکہ ان قاضیوں کااعلان ان کے صوبوں کے ساتھ خاص ہے اس لئے یہ اعلان سلطان کے اعلان کی طرح نہیں سمجھاجائے گابلکہ ان صوبوں کی حدتک مختص ہوگا جہاں رؤیت ثابت ہوچکی ہے، البتہ تمام صوبے والے ملکر کسی ایک کوقاضی القضاۃ، یعنی تمام قاضیوں کا سربراہ اعلی مقررکئے ہوں اوراس نے اعلان کیا ہو توتمام صوبے والوں کو اس کی تعمیل کرنا ضروری ہے، کیونکہ یہ اعلان۔ حکما اعلان سلطان کے درجہ مینسمجھا جائے گا ہے، ایسے صوبہ کے افرادجہانمسلمانوں نے قاضی مقررنہ کیا ہوتو ان پردوسرے صوبہ کے مقررہ قاضی کی بات پرعمل کرناواجب نہیں ہوگا چونکہ اس کی حیثیت ان کے حق مینمحض خبرکی ہے، لیکن اگردیگرصوبوں کی ہلال کمیٹیاں مذکورہ قاضی صاحب کے شرعی احکام کی روسے بعدتحقیق اس اعلان کی تصدیق کے بعداعلان کریں توایسی صورت میں ان صوبوں کے مسلمانوں پربھی اس کی تعمیل لازم ہوگی ،موجودہ حالات میں ملت اسلامیہ کواختلاف وانتشارسے بچانے کی یہی ایک عملی راہ ہے کہ ہندوپاک کے وہ اکثرعلاقے جن کا مطلع ایک ہے ان مینکہیں قاضی مقررہیں اورکہیں ہلال کمیٹیاں قائم ہیں، اس لئے ہندوپاک کے کسی بھی علاقہ میں شرعی اعتبارسے رؤیت کاثبوت فراہم ہوجائے توتمام علاقوں کے مقررہ قضاۃ و ہلال کمیٹیاں اپنے اپنے علاقوں میں بعدتحقیق اس کا اعلان کریں تاکہ مسلمان حسب اعلان احکام شریعت کے مطابق عبادات انجام دیں،کسی بھی طرح کے اختلاف ونزاع سے اپنے آپ کوبچائیں۔

ہندوپاک میں خاص اس مسئلہ میں تفرقہ وانتشارسے بچنے کے لئے جن صوبوں میں قاضی مقررہیں وہ جدیدذرائع ابلاغ جیسے ٹی وی وغیرہ پراس کا اعلان کردیں اوریہ کوئی مشکل کام نہیں ہے چونکہ بعض ٹی وی چیانلس ہندوپاک ہی میں نہیں، بلکہ اکثرملکوں میں

دیکھے جاتے ہیں ،ا س وقت ان کومرکزی حیثیت حاصل ہے،ان سے رابطہ کرنے پروہ اس کی اجازت بھی دیتے ہیں چنانچہ بعض انٹرنیشنل ٹی وی چیانلس آغازرمضان وہلال عیدکے موقع پررؤیت ہلال کا پروگرام رکھتے ہیں اوردنیا بھرسے خبروصول کرنے کی کوشش کرتے ہیں ،ہندوستان بھرکی ہلال کمیٹیوں سے وہ رابطہ رکھتے ہیں اوران کے فیصلوں کا ٹی وی سے اعلان بھی کرتے ہیں اوررؤیت ہلال کے صدورکواسکرین پرپیش کرکے ان سے بھی اعلان کرواتے ہیں۔ موجودہ حالات میں ہلال کمیٹیوں کومزیدمنظم کیا جانا چاہئے ،کسی ایک جگہ شرعی احکام کی روسے رؤیت ثابت ہوجائے یعنی وہ احکام شرعی جوآغازرمضان کے ثبوت کیلئے اورہلال عیدوہلال ماہ ذی الحجہ اوردیگرقمری مہینونکے ثبوت کیلئے شریعت نے مقررکئے ہیں مزیدمطلع ابرآلودہوتواس بارے میں ماہ رمضان اورہلال عیدوغیرہ کیلئے اورمطلع ابر آلود نہ ہوتورؤیت کے ثبوت کے لئے کیا احکام لازم ہیں ،ان سے کمال درجہ واقفیت رکھنے والے علماء ومفتیان کرام کی جماعت نے رؤیت کا اعلان کیا ہوتوسب کے لئے اس پرعمل لازما ضروری ہوگا۔

۴ -(ج)رؤیت ہلال کی دوجہتیں ہیں ،ایک جہت شہادت کی ہے اوردوسری جہت خبرکی ہے ،چنانچہ فقہاء کرام نے رمضان کی رؤیت کوتو ازقبیل اخبارمانا ہے اس لئے شروط شہادت جیسے مجلس قضاء میں حاضرہونے اورقاضی کے ہاں شہادت دینے کی اس میں قیدنہیں رکھی ہے، البتہ عیدالفطروعیدالاضحی ودیگرمہینوں کی ثبوت رؤیت میں شروط شہادت کو ضروری سمجھا ہے۔ ’’وتتم الشهادة عندهم فی المصر إمام القاضي، وفی القرية فی المسجد بين الناس.....‘‘ (الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۵،۲۲ وبہامشہ بدائع الصنائع۲،۸۱)، تاہم کتاب الشہادۃ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ آغاز رمضان ہو یا ہلال عید ودیگر مہینوں کی رؤیت ان کے بارے میں وہ احکام شہادت ضروری نہینمعلوم ہوتے جو اور امور کے ثبوت کیلئے ضرور ی قرار دئے گئےہیں ،گوکہ فقہائے کرام نے اس میں تفصیلی بحث کی ہے ،لیکن اس کا خلاصہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اخبار کی جہت سے مانا جائے ،بالخصوص آغاز رمضان کے اخبار کی قبیل سے ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ بعضوں نے ہلال عید ودیگر مہینوں کی رؤیت ہلال کو از قبیل اخبار مانا ہے اور بعضوں نے از قسم شہادت۔ ’’ولكن بعض الفقهاء ذهب إلى أن رؤية هلال رمضان خصوصا من باب الأخبار ذلک بأن الواحد العدل كاف عند جماعة من العلماءواحتج بخبر ابن عمر أنه قال :أخبر ت رسول الله ﷺ إني رأيت الهلال فأمر الناس بالصيام‘‘ (بہامش الفتح الرباني من فتاوی الامام الشوكاني ص۱۶۹۵)۔

تاہم ہندوستان جیسے ملک میں اختلاف وانتشارسے ملت کوبچانے کیلئے جہاں نظام قضاء قائم ہو وہاں قاضی کے پاس اور جہاں رؤیت ہلال کمیٹیاں ہونان کے ہاں پہنچ کررؤیت کی شہادت دینے کا التزام جاری رہناچاہئے، ایسےدیہاتوں میں جہاں ایسا نظم نہ ہو وہاں چاند

دیکھنے والے کو مسجد میں پہنچ کرمسلمانوں کو رؤیت کی خبر دینا چاہئے، ہندوستان جیسے ملک میں جس صوبہ میں قاضی مقررہے وہ اعلان کرے بشرطیکہ وہ شرعی احکام کے روسے تحقیق کے بعداعلان کرے تویہ اعلان اس صوبہ کی حدتک اعلان سلطان کے درجہ میں ہوناچاہئے،دیگرصوبوں میں رہنے والوں کیلئے اس کی نوعیت خبرکی ہوگی،البتہ ان صوبوں میں رؤیت ہلال کمیٹی یا ثقہ عالم دین اس اعلان کی تحقیق کے بعداس کی صحت کا اعلان کریں تواس پرمسلمانوں کوعمل کرنا ضروری ہوگا۔

۴۔ (د) ٹیلی ویژن، ریڈیووغیرہ کے ذریعہ رؤیت ہلال کا کسی قاضی یا ہلال کمیٹی کی نسبت سےکوئی اعلان کرے تو یہ اعلان ہلال رمضان وہلال عیدین کی نسبت سے ہوتواس کی دوجہتیں ہوں گی،ایک جہت اعلان کی ،دوسری جہت اسلامی وشرعی حکم کی ۔ا س لئے اعلان کرنے والا ایک عادل مسلمان ہو،غیرمسلم نہ ہو۔دینی معاملات میں کافر کا قول قبول نہیں کیا جائےگا تاہم ایسے معاملات میں کافر کا قول ضمنا دینی امور سے متعلق ہو تو ایسی صورت میں اس کے قول کے قابل قبول ہونے کی گنجائش موجود ہے ،معاملات کے ضمن میں دینی امور شامل ہوجاتے ہیں اور ضرورۃ ایسی صورتحال میں قول کافر کو قبول کرلیا جاتا ہے۔ ’’خبر الواحد یقبل فی الدیانات کالحل والحرمۃ والطہارۃ والنجاسۃ إذا کان مسلما عدلا۔۔۔۔ ولایقبل قول الکافرفی الدیانات إلا إذا کان قبول قول الکافر فی المعاملات یتضمن قولہ فی الدیانات، فحینئذ تدخل الدیانات فی ضمن المعاملات، فیقبل قولہ فیہا ضرورۃ، ہکذا فی التبیین‘‘ (فتاوی ہندیہ۵،۳۰۸)، تاہم ریڈیووٹیلی ویژن سے دی جانے والی اطلاع شہادت کے درجہ کی خبرنہیں ہے بلکہ قاضی شہریا ہلال کمیٹی نے شرعی ثبوت کی تکمیل وتحقیق کے بعدجوفیصلہ دیا ہے اس کی اطلاع نشرکی جارہی ہے تواس میں معلن کے مسلم ہونے کی شرط میں نرمی کی جاسکتی ہے ،خاص طورپرایسے ملک میں جہاں نشریات کے شعبے میں مسلمانوں کا نہیں بلکہ غیرمسلموں کا غلبہ ہو،اس صورت میں اس حدتک ان کوپابندکیا جانا چاہئے کہ نشرکرنے والے بعینہ وہی الفاظ نشرکرینجوقاضی یارؤیت ہلال کے ذمہ داروں نے قلمبندکرکے ان کے حوالے کئے ہیں ،ہندوستان میں اب تک کے حالات میں تجربہ یہی ہے کہ نشریات کے ذمہ دارخواہ غیرمسلم ہی کیوں نہ ہونرؤیت کی اطلاع نشرکرنے کے بارے میں جوذمہ داری کوقبول کرتے ہیں اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کرتے، بلکہ وہی اطلاع نشرکرتے ہیں جوان کے ذمہ کی جاتی ہے، اس لئے ان کی اطلاع پراعتمادکرلینے کی گنجائش ہے،البتہ ان جدید ذرائع ابلاغ کے ذمہ داروں سے اجازت لیکرقاضی شہریا ہلال کمیٹی کے ذمہ دارخوداعلان کریں توزیادہ بہترہے۔اس طرح کی اجازت کی تحصیل مشکل یا ناممکن نہینہے بلکہ اکثرریاستوں میں اس پرعمل درآمد ہے۔

وہ ممالک جہاں کا مطلع اکثر ابر آلود رہتا ہے:

۵ ۔ (الف، ب) ایسے علاقے جہاں عام طورپرمطلع ابرآلودرہتاہے اوربہت کم چاندکی

رؤیت ۲۹؍تاریخ کوممکن ہوتی ہے جیسے برطانیہ وغیرہ کہ سال کے کچھ یا اکثر مہینوں میں وہاں چاند۲۹؍تاریخ کونظرہی نہیں آتا توکیا ایسی جگہوں مینہمیشہ ۳۰؍دن کا مہینہ شمارکرکے رمضان وعیدین کا فیصلہ کیا جائے؟

مسلم ممالک میں حاکم وقت کا اس بارے میں کیا جانے والا فیصلہ ظاہرہے اسلامی احکامات کے مدنظرہی ہوتا ہے، اس لئے وہاں اختلاف رونما نہیں ہوتا،حاکم کا فیصلہ اختلاف کی بنیادوں کومنہدم کردیتا ہے،ہندوپاک میں گوکہ مسلم ملک نہ ہونے کی وجہ حقیقی حاکم اسلام وقاضی شرع کا تصورنہیں ہے مسلمانوں کی اتفاق رائے کی بنابعض صوبوں کے مقررہ قضاۃ کوحکما قاضی اسلام مانا جائے گا،لہذا ان کے اوررؤیت ہلال کمیٹیوں کی جانب سے بعدتحقیق اسلامی احکام کی روسے جاری کئے جانے والے فیصلے عوام کے ہاں قدرکی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں اورجمہوری حکومتیں علماء ہی کے فیصلے کی روشنی میں مسلمانوں کی اعیادوغیرہ کے موقع پرتعطیل کا اعلان کرتی ہیں،اخبارات ،ریڈیو اورٹی وی چیانلس بھی بھرپورتعاون کرتے ہیں، یہ بات بڑی خوش آئندہے کہ مختلف مکاتب فکرکے علماء باہم فکری ونظری اختلاف کے باوجودرؤیت کے بارے میں ہلال کمیٹیوں کے فیصلے کوتسلیم کرتے ہیں جس کی وجہ اختلاف وانتشارکا دروازہ نہیں کھلتا،لیکن برطانیہ کے مسلمانوں کا معاملہ جداگانہ ہے،جہاں مختلف ممالک کے افرادآبادہیں ،ہندوپاک ،مشرق وسطی کی ایک کثیرتعدادہے جوبرطانیہ میں آبادہے۔

جامعہ نظامیہ کے ایک نوجوان عالم دین محمدقاسم صدیقی تسخیراس وقت امریکہ کی ریاست نارتھ کیرولینا میں اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں جوسابق میں جامعہ مذکورہ کے شعبہ تدریس وافتاء سے جڑے رہے ہیں،ان کی تحقیق یہ ہے ''اس وقت امریکہ میں ہلال سے متعلق تین نظرئیے پائے جاتے ہیں،ایک گروہ مقامی رؤیت ہلال پرعمل کرتا ہے،دوسرا گروہ رؤیت کا اہتمام کرتا ہے اوراگرپہلے کسی مقام سے رؤیت کی اطلاع شرعی معیارکے مطابق آجائے تواس کو اختیارکرلیتا ہے،بالعموم سعودی عرب ہی کی رؤیت پراعتماد کرتاہے۔تیسراگروہ فلکی حساب وکتاب پراعتمادکا قائل ہے اورتیسرا گروہ ماہرین فلکیات کی روشنی میں رمضان وعیدین کے چاندکااعلان قبل ازوقت کردیتا ہے کہ کس تاریخ کورمضان کا آغازہوگا اورکس تاریخ کوعیدہوگی،ایک اورگروہ ہے جوگلوبل مون سائٹنگ کے نظرئیے پرعمل پیراہے یعنی فقہی اصطلاح میں وہ مطالع کے اختلاف کا اعتبارنہیں کرتے ،کسی بھی ملک وعلاقے میں چاندکی رؤیت ہوجائے اوراس کی خبرشرعی اصول وقوانین کے مطابق پہنچ جائے تووہ لوگ اس کوتسلیم کرلیتے ہیں،ان کا کہنا ہے کہ ریاست امریکہ (نارتھ کیرولینا)کی ۹۰؍فیصدآبادی گلوبل مون سائٹنگ پرعمل پیراہے''اس اختلاف کا ناخوشگوارپہلویہ ہے کہ ایک ہی شہرمیں دودن عیدہوتی ہے(امریکہ کی ریاست نارتھ کیرولینا میں چاندکا مسئلہ)اس تناظرمیں برطانیہ اوران جیسے ممالک جہاں مطلع

ابرآلودرہتا ہے رؤیت ہلال کا مسئلہ خصوصی غوروفکراورتحقیق کا ہے،اس اختلاف کورفع کرنے کا کوئی نہ کوئی حل تلاش کرناچاہئے۔اس مسئلہ کے حل میں حضرت مولانا مفتی سیدعبدالرحیم لاجپوری رحمہ اللہ الباری کے فتاوی میں جوبرطانیہ کے سفرکی روداد درج ہے اس پربھی عمل ہوسکتا ہے۔

فتاوی رحیمہ جلددہم کتاب الحظروالاباحہ مینلکھا ہے کہ برطانیہ کے سفرکے دوران رؤیت ہلال کمیٹی جمیعت علماء برطانیہ کی دعوت پراس مسئلہ پر جواجلاس منعقدہواتھا ،خاص اس مسئلہ پربحث وگفتگوہوئی تھی اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

''یہاں برطانیہ میں پوراسال مطلع ابرآلودرہتاہے اس لئے ۲۹ر،واں چاندنظرنہیں آتا،شایدہی کسی وقت نظرآجائے،اس لئے یہ ملک اسلامی ممالک کی اطلاع کا محتاج رہتا ہے،یہاں مختلف مسلک اورمکتب خیال کے لوگ بستے ہیں،سعودی عربیہ کے باشندے اورجماعت اسلامی والے سعودی عربیہ کی خبرتسلیم کرنے پرمصررہتے ہیناوراس کے مطابق عمل کرناچاہتے ہیں، پاکستانی حضرات چاہتے ہیں کہ پاکستان سے رابطہ رکھا جائے، ہندوستانی حضرات مراکش سے تعلق رکھنے پرمصررہتے ہیں،ان میں بھی دوفرقے ہیں (دیوبندی،بریلوی)جوایک دوسرے پراعتمادنہیں رکھتے،نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوتین روزتک عیدمنائی جاتی ہے،ان حالات میں اتحادواتفاق کی دوصورتیں نظرآتی ہیں:

(۱)مختلف مکتب خیال کے افرادہوائی جہازکے ذریعہ بادلوں کے اوپرپہنچ کر رمضان اورعیدین کاچانددیکھ لیا کریں تاکہ فیصلہ متفقہ ہو۔کیا اس پرعمل کی گنجائش ہے؟

(۲)اسلامی ممالک سے جوپہلی خبربطریق موجب مل جائے اسے منظورکرلیا جائےاس میں کسی ایک ملک کی ترجیح لازم نہیں آتی جو بھی پہلی خبربطریق موجب مل جائے اسے منظورکرلیا جائے اس پربھی سب متفق ہوسکتے ہیں،آیا سعودی عربیہ کی خبرقبول کی جاسکتی ہے؟مطلع کا مختلف ہونا مانع تونہ ہوگا؟

پہلی صورت سے متعلق احقرنے عرض کیا تھا کہ آپ کے یہاں کے ان پیچیدہ حالات کے پیش نظر برطانیہ میناس پر عمل کرنے کی گنجائش ہے اگر چہ یہ طریقہ غیر مستحسن اور دشوار گزار ہے،اس لئے اس کی عام اجازت نہیں ہوسکتی، اختلاف اور فتنہ سے بچنے کیلئے خاص برطانیہ کیلئے اس کی گنجائش ہے۔''الضرورات تبیح المحظورات''۔ دوسری صورت کے متعلق احقر نے عرض کیا تھا کہ مراکش قریب ہے اس سے تعلق رکھاجاتا توبہترتھا،کہاگیا کہ عرب حضرات مراکش کی ترجیح کوپسندنہیں کریں گے ،اس کے بعدا حقرنے(کہاکہ) سعودی عربیہ کی خبرشرعی طریقہ سے ملے اوریہ خبر یہاں کے اعتبارسے ۲۹ر،۳۰کے درمیان دائرہوتوقابل قبول ہوسکتی ہے مطلع کا اختلاف مانع نہ ہوگا۔ ۲۸ر،واں یا۳۱ر،واں چاندلازم آتا ہوتوقابل قبول نہ ہوگی،اس کے جواب میں بعدمیں جوحوالہ جات شامل کئے گئے ہیں اس میں فتاوی عالمگیری کی عبارت۔ ''ولا عبرة لاختلاف المطالع

ـــکذا فی الخلاصۃ‘‘(عالمگیری ۲۱۱،۱)، اور مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (فتح الملہم شرح مسلم۳۱۳،۳) کے حوالے سے عبارت۔ ’’نعم فينبغي أن يعتبر اختلافها إن لزم منه التفاوت بين البلدتين بأكثر من يوم واحد، لأن النصوص مصرحة بكون الشهر تسعة وعشرين أوثلاثين فلا تقبل الشهادة ولا يعمل بها فيمادون أقل العدد ولا فی أزيدمن أكثره‘‘ درج کی گئی ہے ۔

علم الفقہ میں ہے ایک شہر والوں کاچاند دیکھنا دوسرے شہر والوں پر بھی حجت ہے۔ان دونوں شہروں میں کتنا ہی فاصلہ کیوں نہ ہو،حتی کہ اگر ابتدائےمغرب میں چاند دیکھا جائے اور اس کی خبر معتبر طریقہ سے انتہائے مشرق کے رہنے والوں کو پہنچ جائے تو ان پر اس دن کا روزہ ضروری ہوگا (درمختار رد المحتار وغیرہ ، علم الفقہ۳،۱۷۔۱۸)۔

آخرمیں لکھا ہے۔ اورظاہرہے اختلاف مطالع ایک خاص مقدارِمسافت پرہوتا ہےیہ نہیں کہ یہاں سے دہلی تک اختلاف مطالع ہوجائے ،بلکہ اس کیلئے ایک خاص مقدارمعین ہے جس کواہل حساب ہی جانتے ہیناوررؤیت وشہادت ایسی چیزیں ہیں جن کوہرشخص سمجھ سکتا ہے،پس ہلال کا مداررؤیت وشہادت ہی ہونا چاہئے نہ کہ اختلاف۔ مطالع پرپس امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول اصول شریعت کے بھی زیادہ موافق ہے اور اصول عقل کے بھی (وعظ العشرص۷،۸)۔ اس کے بعدمندرجہ ذیل فیصلہ پرحاضرین مجلس نے دستخط ثبت فرمائے ،فیصلہ کی فوٹوکاپی(عکسی نقل)اس کےساتھ منسلک ہے۔فقط والسلام۔

متفقہ فیصلہ (اسلامک کلچرسینٹرلندن مؤرخہ ۱۵،جولائی ۱۹۷۸ء):

مسلمانان برطانیہ اس امرپراتفاق کا اظہارکرتے ہیں کہ رمضان وعیدین کے لئے رؤیت ہلال کا وہ طریقہ اختیارکیا جائے گاجوسنت نبویﷺ میں بتایا گیا ہے اوراس کا طریقہ یہ ہوگا کہ:

(الف)برطانیہ میں چانددیکھنے کی کوشش جغرافیائی امکان کی روشنی میں کی جائے گی اورعلماء کی ایک کمیٹی ہوائی جہازکے ذریعہ چانددیکھنے کی کوشش کرے گی۔

(ب)اگربرطانیہ میں مذکورہ طریقہ سے چاندنظرنہ آئے توکسی اسلامی ملک سے رؤیت ہلال کی شرعی طورپرثابت ہونے والی شہادت کی خبرپرانحصارکیا جائے گا۔

اور (ج)رؤیت ہلال کمیٹی (الف)یا (ب)کی روشنی میں چاندکا اعلان کرے گی اور اس کی وسیع پیمانے پرتشہیرکا اہتمام کیا جائے گا، تاکہ پورے جزائربرطانیہ میں ایک ہی دن رمضان کا آغازواختتام ہوسکے۔دستخط شرکاء۔

۱۶،جولائی ۱۹۷۸ کو یہ اجلاس منعقدہوا تھا ،اسلامک سنٹرلندن میں لکھی گئی مندرجہ بالا متفقہ تحریرپڑھ کرسنائی گئی ، تمام ارکان رؤیت ہلال کمیٹی جوحاضرتھے،نے اس کی تائیدفرمائی اوراسے درست قراردیا،ممبران کمیٹی کے سواء جو اکابر علماء اس میٹنگ میں موجودتھے انہوں نے بھی پوری موافقت فرمائی ۔

احقر کی رائے میں برطانیہ وغیرہ جیسے ملکوں میں جہاں رؤیت کی صورتحال عموما ایسی رہتی ہے جس کا سوال میں ذکر ہے ،اس دشواری کے پیش نظر بالفرض حدیث پاک ''صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ،فإن غم علیکم فعدوا ثلاثین'' (السنن البیهقي ۳۴۶،۴) کی روسے ۳۰،دن کا مہینہ شمارکرکے روزہ وعیدین کے اہتمام کی کوئی حتمی رائے دی جائے تو دیگر ممالک اسلامیہ کی تواریخ اوران جگہوں کی تواریخ میں بہت بڑافرق رونما ہوجائے گا،حساب کرنے کی صورت میں چارسال میں ایک ماہ کا فرق واقع ہوجائے گا،موجودہ سائنسی تحقیقات کی روشنی میں برطانیہ کا مطلع کہاں تک ایک ہوسکتا ہے شایداس کا جاننا کوئی مشکل امرنہیں ہوناچاہئے، بعد تحقیق مطلع کے حدودمتعین ہوجائیں اوران حدودمیں کہیں رؤیت ممکن ہوتواس کا اعتبارکرناچاہئے اسی سے ان کی مشکل کا حل آسان ہوسکتا ہے،چونکہ ایسے قریبی ممالک جوایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں ان کا مطلع ایک ہی ہوگا، اس لئے اس کوملحوظ خاطررکھناچاہئے،اس خصوص میں برطانیہ جیسے ممالک میں ایک ایسی مرکزی کمیٹی تشکیل دی جانی چاہئے جو علماء شریعت اورماہرین فلکیات پرمشتمل ہوجوقمری مہینوں کی ۲۹،تاریخ کورؤیت کی کوشش کرے ،برطانیہ اوراس کے ملحقہ سارے شہروں میں رؤیت ہلال کیلئے ذیلی کمیٹیاں بھی تشکیل دی جائیں تاکہ وہ رؤیت کاخاص اہتمام کریں۔کہیں بھی رؤیت ہوجائے تومرکزی کمیٹی کواس سے مطلع کریں ،اس سے بھی ان شاء اللہ مسئلہ کے حل میں مددمل سکتی ہے۔رؤیت سے پہلے ماہرین فلکیات کی رائے معلوم کرلی جائے،ان کی تحقیق یہ بتارہی ہے کہ ۲۹،کی رؤیت ممکن ہے تواس موقع پررؤیت کا خصوصی اہتمام وانتظام کیا جائے،برطانیہ یا اس کے قرب وجوارکی ریاستوں مینشرعی طورپررؤیت ثابت ہوجائے تواس میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا، عدم رؤیت کی صورت میں اختلاف رونماہوسکتا ہے اس کا حل یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس پرعمل سے قریبی ممالک میں ایک دن کا فرق واقع ہورہاہوتورؤیت کے شرعی احکام پراصرارکے بجائےماہر ین فلکیات کی بات مانی جانی چاہئے،یہ ایک اضطراری مسئلہ ہے اس کودیگر سارے ان ممالک پر منطبق نہیں کیا جاسکتا جہاں کا مطلع ہمیشہ ابرآلودنہیں رہتا۔ تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ مراکش برطانیہ سے قریب ہے زیادہ تر وہاں کی رؤیت کا اعتبارکیا جاناچاہئے،اس میں اختلاف کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔مراکش کی رؤیت پرعدم اتفاق کی صورت میں محقق علماء کی رائے کی وجہ مسلم ملکوں جیسے سعودیہ کی رؤیت پرعمل کی گنجائش معلوم ہوتی ہے ۔ تاہم اس بات کو فراموش نہیں کیا جانا چاہئے کہ برطانیہ کے علاقہ سے سعودی عربیہ کی فضائی مسافت چھ ہزار کیلو میٹر سے بھی زائد ہے۔اس لئے ماہرین فلکیات کی رائے پر عمل میں سہولت معلوم ہوتی ہے ،تاہم ماہرین فلکیات کی بات پر عمل کی صورت میں مسلم ممالک اور برطانیہ وغیرہ جیسے ملکوں میں ایک سال میں ہفتہ ۔ دس دن کا فرق واقع نہ ہورہا ہو ۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے ،فقہ حنفی میں اس کے اعتبار نہ ہونے کی وضاحت موجود ہے:''ولا عبرة لاختلاف المطالع فی ظاہر الروایۃ''(فتاوي ہندیہ۱۹۸،۱)، ''فإن غم علیکم فاقدروا لہ'' کی وضاحت حنابلہ نے ''ضیقوا لہ وقدروہ تحت السحاب وممن قال ہذا أحمد بن حنبل وغیرہ'' (عمدة القاري ۲۷۱،۱۰)۔ ابن قدامہ نے تضییق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:''والتضییق لہ أن یجعل شعبان تسعۃ وعشرین یوما'' (المغني۱۰۹،۳)، اور ائمہ ثلاثہ (ابو حنیفہ ،مالک وشافعی) اور جمہور علماءنے ''قدروا إتمام العدد ثلاثین یوما''(فی ہامش المنتقی شرح المؤطا۹،۳) کے معنی مراد لئے ہیں۔

مسئلہ کی نزاکت واہمیت کے پیش نظر ایسے متدین ماہرین فقہ کی رائے قبول کی جانی چاہئے جو شرعی نصوص کی توجیہ وتشریح میں اپنی دقیقہ سنجی سے معنوی اختلاف کے ساتھ ماہرین فلکیات کی رائے قبول کرنے کی تائید میں ہیں ،جیسے مطرف بن عبد اللہ الشخیرابن قتیبہ وغیرہ جنہوں نے '' قدروہ بحساب المنازل'' (المنہاج شرح صحیح مسلم بن حجاج۱۸۹،۷) سے اس کی توجیح وتشریح کی ہے۔ برطانیہ کی حد تک اس رائے کومان لیا جائے تو مسئلہ رؤیت کے حل میں مدد مل سکتی ہے ۔

۵۔(ج) ملک کے چند شہروں یا صوبوں کی رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ داروں کی طرف سے رؤیت کے ثبوت کا فیصلہ ہوجانے پر ان جگہوں کے ریڈیواسٹیشن ان کی طر ف سے رؤیت کا اعلان کرتے ہیں تو ان علاقوں کے ذمہ دار علماء کو چاہئے کہ اس کی تصدیق کریں۔ جب تصدیق ہوجائے تو مقامی ذمہ داراس اعلان کی بنیاد پر رؤیت کا ثبوت مان کر اپنے علاقوں میں رؤیت کا اعلان کر سکتے ہیں ۔ ریڈیو پر اعلان کی صورت میں اس بات کی تصدیق کہ اعلان کرنے والے کی آواز جانی پہچانی ہو اور رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ داروں نے جو تحریر نشرکیلئے دی ہو من وعن وہی تحریر نشر کرنے کا تیقن ہو تو ایک ریڈیوسے نشر ہونے والی خبر بھی کافی ہے ، تیقن اگر حاصل نہ ہو تو پھر مختلف ریڈیو اسٹیشنوں سے اس کی خبریں اس طور پر نشر ہونی چاہئے کہ وہ حد تواتر کو پہنچ جائے ، علماء نے اس کو استفاضہ میں شمار کیا ہے ،بعضوں نے کم از کم تین ریڈیو اسٹیشنوں سے رؤیت کی خبر نشر ہونے کی شرط رکھی ہے ۔ لیکن درست بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ رؤ یت کی خبر پہونچنے کی کوئی بھی صورت ہو اگر وہ یقینی درجہ کی ہو تو ایک ریڈیو اسٹیشن کی خبر بھی کافی ہے تاہم موجودہ دور ذرائع ابلاغ کی ترقی کا ہے عام طور پر ریڈیوکااب ازکار رفتہ میں شمار ہوگیا ہے ، ٹیلی ویژن ، انٹرنیٹ وغیرہ نے اس کی جگہ لے لی ہے ،ان کے ذریعہ نشریات کا مسئلہ اور آسان ہوگیا ہے ،آن کی آن میں ایک جگہ کی خبر دوسری جگہ تک آواز کے ساتھ صاحب آواز کی شخصیت کاعکس بھی آن واحدمیں پہنچ جاتا ہے ،عام مشاہدہ اس وقت یہی ہے کہ ملک بھر میں پھیلی ہوئی رؤیت ہلال کمیٹیاں اگر چہ تفرق کا شکار ہیں اور ہر کمیٹی اپنے آپ کو مقتدر مانتی ہے کسی اور

کی بڑائی کو تسلیم کرنے کا مزاج بہت کم ہے نتیجہ یہ ہے کہ ہر کوئی اپنی حیثیت عرفی کو منواتے ہوئے قوم وملت کی خدمت کرنا چاہتا ہے اس مزاج کی اصلاح ہوجائے آپسی اتحاد اور جوڑ کی صورت پیدا ہوجائے تو یہ ایک کرشمہ سے کم نہیں ہوگا ،تاہم اس دوستانہ گلہ کے ساتھ یہ بات بھی خوش آئند ہے کہ جن علاقوں میں نظام قضاء قائم ہے وہاں کے علماء وعوام اس کے زیر اثر ہیں اور جہاں نظام قضاء قائم نہیں وہاں ہلال کمیٹیاناپنے اپنے دائرہ میں کام کررہی ہیں ہلال رمضان وہلال عید وغیرہ کے سلسلہ میں آپس میں ربط وارتباط برقرار رکھی ہوئی ہیں اور شرعی ثبوت کے بعد ان کے فیصلوں کو قبول کرکے رؤیت کا اعلان کررہی ہیناو ر اب مختلف علاقائی وعالمی سطح کے ٹی وی چینلس نے رؤیت ہلال کیلئے خصوصی اہتمام کر رکھا ہے اور وہ رؤیت ہلال کمیٹوں سے رابطہ میں رہتے ہیں ،رؤیت کا حتمی ثبوت فراہم ہوجائے تو نہ صرف اس کوبلا کسی کمی یا زیادتی کے نشر کرتے ہیں،بلکہ رؤ یت ہلال کے صدور وغیرہ کو ٹی وی کے اسکرین پر پیش کرکے رؤیت کا اعلان کرتے ہیں ، برصغیر ہند وپاک میں اب یہ مسئلہ بڑی حد تک اختلاف وانتشار سے پاک ہے ۔

۵۔(د) اب سوال یہ ہے کہ ایک صوبہ میں رؤیت کا ثبوت نہیں ہوتا اور اس صوبہ سے متصل یا ملک کے مختلف صوبوں سے باوثوق ذرائع کے ساتھ رؤیت کی خبر ملتی ہے تو کیا اس کو استفاضہ خبر مانتے ہوئے اس صوبہ میں بھی رؤیت کا اعتبار کیا جاسکتا ہے؟

ظاہر ہے ایسی صورت مینباوثوق ذرائع سے ملنے والی رؤیت کی خبر تصدیق وتیقن کیلئے کا فی ہونی چاہئے ۔ ’’وغالب الظن عندہم ملحق بالیقین وہو الذي یبتنی علیہ الأحکام یعرف ذلک من تصفح کلامہم فی الأبواب‘‘ (الاشباہ والنظائر۱،۶۳)۔ شریعت مطہرہ کی رو سے عمومی فیصلونکی بنیاد دو مردونیا ایک مرد اور دوعورتوں کی شہادت پر رکھی گئی ہے جس سے غلبہ ظن تو حاصل ہوجاتاہے لیکن یقینی علم بہت کم حاصل ہوتا ہے شریعت نے جب اس کا اعتبار کیا ہے تو باوثوق ذرائع سے ملنے والی رؤیت کی خبر کا اعتبار بدرجہ اولی کیاجانا چاہئے۔ ’’وأما أکبر الرأی وغالب الظن فھو الطرف الراجح إذا أخذ بہ القلب وہو المعتبرعند الفقہاء‘‘(الاشباہ والنظائر ۱،۶۳) ۔

ایسے علاقے یا صوبے جہاں جدید ذرائع ابلاغ کی رسائی نہیں ہے اور وہانایسے علماء اور عوامی نمائندگان بھی موجود نہیں ہے جو اس کی فکر کریں، آغاز رمضان کیلئے ایسی جگہوں پر ایک مسلم شخص کے ذریعہ پہونچنے والی رؤیت کی اطلاع بھی کافی ہونی چاہئے بشرطیکہ خبر پہونچانے والا ثقہ اور قابل بھروسہ ہو ،ہلال عید ودیگر قمری مہینوں کے آغاز کے سلسلہ میں کم از کم دو افراد کی شہادت ضروری ہے جو شرعی احکام کی رو سے شہادت کی اہلیت وصلاحیت رکھتے ہوں،الغرض رؤیت کی اطلاع شرعی ثبوت وشواہد کی بنیاد پر ملک کے کسی ایک صوبہ میں متحقق ہوجائے اور یہ خبر باوثوق

ذرائع سے ملک کے مختلف صوبوں میں پہنچ جائے تو شرعا اس کو قابل اعتبار ماناجانا چاہئے۔ ''إن المراد بالاستفاضۃ تواتر الخبر من الواردین من بلدۃ الثبوت الی البلدۃ التي لم یثبت بھا لا مجرد الاستفاضۃ''(البحر الرائق ۲،۲۹۱)۔ قدیم زمانوں میں موجودہ دور جیسی ذرائع ابلاغ کی سہولتیں مہیا نہیں تھینتو اس وقت فقہاء نے دیہات میں رہنے والوں کیلئے اس مقصد سے شہر سے پہنچنے والی توپ کی آواز یا روشنی کا بھی اعتبار کیا ہے جو اس دور میں اس مقصد کیلئے مروج تھیں۔'یلزم أہل القری الصوم بسماع المدافع أو رؤیۃ القنادیل من المصر، لأنہ علامۃ ظاہرۃ تفید غلبۃ الظن وغلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل''(رد المحتار ۲،۳۸۶)۔

چاند کی رؤیت کا اعلان کس کےذمہ ہے؟

۶۔ (الف) کسی علاقے ،صوبے اور شہر وغیرہ میں عام رؤیت نہ ہویا مطلق رؤیت کا ثبوت نہ ہو اور دوسرے قریبی مقامات میں رؤیت ہوتی ہے تو رؤیت کے اعلان کا حق قاضی کو ہوگا جن صوبوں میں قاضی مقرر ہیں اور جہاں قاضی مقرر نہیں ہیں اور وہاں رؤیت ہلال کمیٹیاں موجود ہیں تو یہ حق ان کو حاصل ہوگا ، بالفرض جہاں یہ دونوں نظام موجود نہ ہو نتو علماء ومفتیان کرام کو یہ حق حاصل ہونا چاہئے، کسی جگہ کوئی عالم یا مفتی موجود نہ ہوتواس جگہ کے ایسے متدین افراد امت کو یہ حق ملنا چاہئے جن کو عوامی اعتماد حاصل ہے ۔غیر اسلامی ممالک میں امت کو اختلاف وانتشار سے بچانے کی یہی ایک راہ ہے ۔

۶۔(ب) ایسی صورت حال میں رؤیت کے فیصلہ واعلان کیلئے کسی عالم ومفتی ہی کو مجاز گردانا جانا چاہئے۔ انفرادی واجتماعی طور پر (کمیٹیوں وغیرہ)کی شکل میں جو لوگ ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں اور عوام وخواص اس مسئلہ میں ان سے رجوع کرتے ہیں تو تنہا عالم ومفتی کے بجائے یہ حق ان کو دیا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ دین ودیانت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوں، رؤیت ہلال کے مسائل سے واقف ہونے کے ساتھ ملک کی دوسری ریاستوں اور صوبوں سے اس خصوص میں کام کرنے والوں سے رابطہ میں ہوں ،ایسی کمیٹیوں کو اگر اس میں علماء کی شمولیت نہ ہو ضرور اس کمی کو پورا کرلینا چاہئے تاکہ انتظامی امور ومصالح کے ساتھ شرعی مصالح کی پوری طرح رعایت ہوسکے ۔بہر صورت امت کے ساتھ شفقت ومہربانی اور ان کے درمیان پیار ومحبت اور اتحاد واتفاق کو ہر قیمت پر برقرار رکھنے کی غرض سے اختلاف وانتشار سے بچنے کی ہر وہ تدبیر اختیار کی جانی چاہئے جس سے امن عامہ متاثر نہ ہو اور عام ماحول تکدر سے محفوظ رہے۔

۶۔(ج) جہاں رؤیت کے فیصلہ واعلان کا کوئی نظام موجود ہے ،بشرطیکہ عوام وخواص کی اس کو عمومی تائید حاصل ہو تو یہ حق انہیں کو ملنا چاہئے اس سے ہٹ کر اگر کوئی اعلان کرے، خواہ کسی فرد کی طرف سے ہو یا ادارہ کی طرف سے تو اس کی

حوصلہ شکنی ہونی چاہئے ،اس طرح اعلان کرنے والوں کو بھی اس کو انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہئے جو نظام پہلے سے کا رگزار ہے یہ حق انہیں کو دیا جانا چاہئے ۔اور مسلمانوں کوبھی چاہئے کہ وہ ایک بااعتماداداره سے رجوع رہیں اور اس کے اعلان وفیصلہ پر ہی روزہ رکھیں اور عید کریں اسلام میں تفرق وتشتت ہر حال میں ناپسندیدہ ہے اس سے بچنے کیلئے اس کی پابندی مسلمانوں پر لازم ہے ۔چونکہ اسلامی ملک میں اس طرح کا حق حاکم اسلام کو یا اس کے نائب کو حاصل ہے ،غیر اسلامی ممالک میں رؤیت کے باب میں کہیں قاضی مقرر ہیں یا رؤیت ہلال کمیٹیاں قائم ہیں اس لئے غیر اسلامی ممالک میں یہ کام انہیں کے تفویض ہونا چاہئے ،اس نظام کے مخالف کوئی دوسرا محاذی نظام روح اسلام کے منافی ہے ۔

۶۔(د)غیر مجاز لوگوں کی طرف سے اعلان کی صورت میں روزہ نہ رکھنے والوں اور بالخصوص روزہ توڑدینے والوں پر کفارہ کا لزوم نہیں ہوناچاہئے البتہ اس روزہ کی قضاء توضروری ہوگی ۔فقہاء کرام نے کفارہ ساقط ہونے کی بہت سی صورتیں بیان کی ہیناس تناظر میں یہاں بھی اس بات کی گنجائش معلوم ہوتی ہے کہ غیر مجاز افراد کے اعلان پر اعتماد کرکے کسی نے روزہ نہ رکھا ہو یا روزہ رکھا تھا، لیکن توڑدیا ہو توہردوپرصرف قضاء لازم ہونی چاہئے ۔

اعلان رؤیت کے لئے نظام وحدت:

۷۔(الف) ایک شہر وصوبہ میں ایک سے زائد ایسے نظام کا ہونا مزاج اسلامی کے منافی ہے ،تاہم آپسی تال میل کے ساتھ سارے نظام ایک رائے پر اتفاق کرتے ہوں اور امت کی خیر خواہی ان کے پیش نظر ہو تو موجودہ بگڑے ہوئے سماج میں اس کو بادل ناخواستہ ہی کیوننہ ہو گوارا کیا جاسکتا ہے ،لیکن جب سب کا مقصد امت کی بہی خواہی اور خیر خواہی ہو تو پھر الگ الگ نظامونکا قیام چہ معنی دارد، اس کے باوجود ایک سے زائد نظام کہیں قائم ہوں تو پھر ان کو انا کے خول سے نکل کر اللہ کی رضا کیلئے ایک دوسرے میں ضم ہوجانا چاہئے ،ملکی وعالمی سطح کے مسلم واسلام دشمن احوال میں ضرور یہ کام انجام دینا چاہئے، اب بھی اگر نوشتہ ٔ دیوار پڑھنے کی فرصت نہ ملے یا اس کی صلاحیت ہی سے محرومی ہو تو اس پر جس قدر خون کے آنسو روئے جائیں کم ہے،اسلام امانتیں اہلیت وصلاحیت رکھنے والے افراد امت کے حوالے کرنے کی تائید میں ہے اور اس کا مؤکد حکم دیا گیا ہے۔ بیشک اللہ تعالی تم کوتاکیدی حکم کرتے ہیں کہ تم امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو(النساء۵۸)۔

ملک وقوم کی خدمت بالخصوص ملت اسلامیہ کی رہبری ورہنمائی کا فریضہ انجام دینے کی ذمہ داری اسلامی وانتظامی صلاحیتوں کے حامل دیندار تقوی شعار علماء وخواص دانشوران ملت ہی کے تفویض کی جانی چاہئے محض نسلی ،وطنی، سیاسی

یاقرابت وخاندان کی بنیاد پر عہدے ومناصب کی تقسیم نہیں ہونی چاہئے۔ شومئ قسمت اس وقت ملت کے اداروں جیسے مساجد واوقاف اور دینی تنظیموں کی باگ ڈور ایسے ہی افراد کے ہاتھوں میں ہے جن میں سے اکثرافراد ضروری بنیادی اسلامی احکام کی رعایت اور امور انتظامی کی صلاحیت سے محروم ہیں ان میں ایسے بھی ہیں کہ جن کو بہت کم عوام وخواص مسلم افراد نے منتخب کیا ہے ،بہت سے ''خود کوزہ وخودکوزہ گروخود گلِ کوزہ '' کے مصداق خو د ہی سب کچھ ہیں اور بزور وجبر اپنی حیثیت منوائے ہوئے ہیں خواہ کوئی دل سے ان کو مانتا ہو یا نا مانتا ہو اس کی کوئی فکر نہیں،اس غیر اسلامی فکر کی اصلاح اسلامی احکام کی جانکاری ، اس کی روح سے واقفیت اور تربیت وتزکیہ کے بغیر ممکن نہیں۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ نے اتحاد واتفاق کا ایک نسخہ کیمیاء بتایا ہے اور وہ ہے خدا ترسی وتواضع جس امت میں تواضع کی صفت ہوگی وہاں ایسی خرابیاں پنپنے ہی نہیں پائیں گی ان خرابیوں کو دور کرنے کی یہی ایک مؤثر تدبیر ہے ۔

۷۔(ب) اس وقت ملک کی مختلف ریاستوں میں ہلال کمیٹیاں قائم ہیں جو خود مختار ہینسوائے بہار واڑیسہ اور بعض علاقوں کے جہاں نظام قضاء قائم ہے اب تک کسی ایسی مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کا وجود کم سے کم میرے علم سے باہر ہے جس کے زیر انتظام ساری ریاستوں کی ہلال کمیٹیاں کام کررہی ہونایسی صورتحال میں تمام ریاستوں میں کسی نئے انتظام کی تجویز مبنی بر مصلحت معلوم نہیں ہوتی، البتہ مسلم پرسنل لا بورڈ جو ملک بھر کے تمام مکاتب فکر کا بااعتماد ادارہ ہے اس کو ایک مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کسی مرکزی شہر میں قائم کرناچاہئے ،ملک کی تمام ریاستوں میں قائم ہلال کمیٹیوں کے ذمہ داروں سے رابطہ کرکے ان کی ریاستی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے ان کو اس مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی میں نمائندگی دینا چاہئے ہر قمری مہینہ کے آغاز میں حسب عمل درآمد قدیم تمام ریاستوں میں چاند دیکھنے کی کوشش جاری رہنی چاہئے،کسی ریاست میں چاند کی رؤیت ہوجائے تو اس کی اطلاع مرکزی ہلال کمیٹی کو دی جانی چاہئے اور مرکزی ہلال کمیٹی کو چاہئے کہ وہ تمام ریاستوں کو اس سے مطلع کرے موجودہ ترقی یافتہ دورمیں انٹر نیٹ سے رابطہ کی صورت آسان ہوگئی ہے جس میں اطلاع دینے والے ذمہ دار صرف آواز ہی نہیں بلکہ بذات خود آن لائن رہتے ہوئے اس کا اعلان کرسکتے ہیں جس پر یقینی طور پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، علاوہ ازیں ریاستی کمیٹیوں کو بھی طئے شدہ فیصلہ کے مطابق رؤیت کے اعلان کا مجاز گردانا جانا چاہئے، ملک کے مختلف اداروں کے درمیان اتفاق وارتباط کی یہ بہتر شکل دکھائی دیتی ہے اس سے اختلاف وانتشار کا دروازہ بھی بند ہوسکتا ہے، ضرورت محسوس ہو تو سال میں ایک یا دو مرتبہ مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی دیگر تمام ریاستو ں کے ذمہ داروں کے ساتھ باہمی تبادلہ خیال کیلئے ہر مرتبہ الگ الگ ریاستوں میں ایک نشست رکھی جاسکتی ہے ،البتہ مختلف ریاستوں میں

کارکردہلال کمیٹیوں کو مؤثر بنانے کیلئے علماء ومفتیان کرام کے ساتھ ماہرین فلکیات کی نمائندگی بھی ہونے چاہئے ،مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی میں مختلف ریاستوں کے ذمہ داروں کو نمائندگی دینے کے ساتھ متدین ماہرین فلکیات کو بھی نمائندگی کا موقع دیاجاناچاہئے تاکہ خاص حالات میں ان کی رائے سے شرعی احکام کی رعایت رکھتے ہوئے استفادہ کیا جاسکے۔

صاف مطالع والے ممالک میں بجائے فلکیات کے بصری رؤیت پر انحصار:

۸ ۔(الف) جن ملکوں میں عام طورپرآسمان ابرآلودنہیں رہتا اورآنکھوں سے چاندکی رؤیت ہوجاتی ہے اگر ایسے علاقوں میں کبھی مطلع صاف نہ ہواورکھلی آنکھوں سے چاندنہیں دیکھا جاسکے تومابرین فلکیات کی رائے پررؤیت کوقبول نہیں کیا جانا چاہئے۔کیونکہ حدیث پاک میں صراحت وضاحت کے ساتھ' 'صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ'' (بخاری رقم۱۹۰۹) واردہے ،رؤیت نہ ہویا شرعی اعتبارسے رؤیت ہلال کا کوئی ثبوت فراہم نہ ہوتوپھرحدیث پاک'فإن غم علیکم فاقدروالہ''،اور ''فإن غم علیکم فأکملواالعدۃ ثلاثین یوما'' (مسند ابي دواؤد الطیالیسي۲،۲۰۲رقم ۹۱۴) کی رو سے۳۰؍ کی گنتی پوری کریں گے، چونکہ ہلال کا شرعی سبب اس کی رؤیت ہے ،رؤیت ہوتوحسب رؤیت اوررؤیت نہ ہوتوپھر۳۰؍دن شمارکریں گے۔اس بارے میں بکثرت روایات کچھ الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ آئی ہیں،جیسے ''فأکملوا عدۃ شعبان ثلاثین'' (صحیح البخاري، رقم۱۷۷۶) ''فأکملوا العدۃ ثلاثین''(موطاامام مالک ص۱۷۷۴) ''فأکملوا ثلاثین یوما'' (سنن الترمذي۲،۶۵، رقم ۶۸۸) ''فعدوا ثلاثین''(صحیح مسلم' رقم۱۸۱۰)''فأتموا العدۃ ثلاثین ثم أفطروا'' (سنن ابي داود، رقم: ۱۹۸۲) ''فأتموا ثلاثین'' (مسنداحمد، رقم۱۴۱۴۳)۔ بریں بناء ایسے علاقوں میں جہاں عام طورآسمان ابرآ لودنہیں رہتا اور آنکھوں سے چاندکی کی رؤیت ہوجاتی ہے توپھررؤیت ہلال وہی معتبرہے جوکھلی آنکھوں سے دیکھنے یا دیکھنے والے کی طرف سے شرعی طورپرعینی شہادت کے فراہم ہونے پر مبنی ہو،ماہرین فلکیات کی تحقیقات اوران کے پاس موجودآلات کی بناپرچاندکے بارے میں ان کی شہادت قطعی قابل اعتبارنہیں ہونی چاہئے ۔

المختصرتشریحات احادیث پاک و تصریحات فقہاء کرام کی روشنی میں اس بات کا ثبوت ملتا ہےکہ مطلع ابر آلود ہو مسئلہ آغاز رمضان کا ہوتو خبر مطلوب ہے۔ مسئلہ ہلال عید سے متعلق ہو تو شہادت ضروری ہے' ہلال رمضان ہو کہ ہلال عید کا ثبوت جبکہ مطلع ابرآلود نہ ہو تو استفاضہ لازم ہے۔

۸ ۔ (ب) البتہ جن ملکوں میں مطلع عمومی طورپرابرآلودرہتا ہے جیسا کہ بہت سے مغربی ملکوں کی صورتحال ہے تووہاں ماہرین فلکیات کی رائے پرعمل کی گنجائش ہونی چاہئے،رابطہ عالم اسلامی کے تحت چلنے والےادارہ مجلس الفقہ الاسلامی کی طرف سے ۲۰۱۲ء میں اس موضوع پر بین الاقوامی کانفرنس منعقدہوئی تھی اس اجلاس میں رؤیت

ہلال اورقمری مہینہ کے آغازواختتام کے بارے میں شرکاء کانفرنس کے تین رجحانات کا ذکرکیا گیا ہے۔اس میں بعض علماء کا خیال یہ تھا کہ علم فلکیات کی رائے پررؤیت کوقبول کرناچاہئے کیونکہ حساب وریاضیات کوقطعیت کا درجہ حاصل ہے،جدیدفلکیات نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ لمحہ بہ لمحہ چاندکی حرکت کوپوری وضاحت کے ساتھ دیکھا اورپورے وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ہلال رمضان یا ہلال عیدطلوع ہوا ہے یا نہیں۔بعض علماء کا یہ بھی رجحان تھا کہ اسلام چونکہ قطعیات کی مخالفت نہیں کرتا اورجدیدترقیات سے استفادہ سے منع نہیں کرتا اس لئے ایک طرف جہاں شرعی نصوص کی پابندی ضروری ہے جن میں چانددیکھ کرروزہ رکھنے اورچانددیکھ کرروزہ ختم کرنے کی ہدایت کی گئی ہے وہیں یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جدیدماہرین فلکیات کی تحقیقات کی روشنی میں چاندنظرآنے کے امکان اورعدم امکان کا جائزہ لیا جائے اورحسابات کی روشنی میں اگرقطعیت کے ساتھ یہ کہا جائے کہ علمی وسائنسی تحقیقات کی روسے چاند نظرآنے کا کوئی امکان نہ ہو اوران ممالک میں، جبکہ کوئی شرعی ثبوت بھی فراہم نہ ہوتو حسبہ عمل ہوتوبہتر ہے ،اس میں کوئی اختلاف نہینہونا چاہئے۔اسی طرح ۲۹؍تاریخ کوماہرین فلکیات محض چاندکی ولادت کی بنارؤیت کا دعوی نہ کریں، بلکہ افق پرہلال کے وجودکا دعوی کریں اوربرطانیہ وغیرہ جیسے ملکو ں میں مطلع عمومی طورپرابرآلودہونے کی وجہ بصری رؤیت کے عدم امکان کوظاہرکرینتوخاص طورپرایسے ملکوں میں ان کی رائے قبول کی جانی چاہئے یہ ایک استثنائی صورت ہے ،اس کوعمومی حکم نہیں دیا جانا چاہئے کہ جہاں عمومی طورپر مطلع ابرآلودنہ ہووہاں بھی اس پرعمل ہو۔ اس مسئلہ کو اس پربھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ جہاں چھ مہینہ دن اورچھ مہینہ رات رہتی ہے توان کوچاہئے کہ نمازپنچگانہ کی ادائیگی کیلئے اپنے قریب ترین ملک جس میں دن ورات کا فرق وامتیازممکن ہے اس کوسامنے رکھتے ہوئے شرعی علامات کوپیش نظررکھ کرچوبیس گھنٹے میں پانچ نمازیں مقررکرلیناسی طرح آپﷺ نے مسیح الدجال کے بارے میں فرمایاکہ وہ زمین پرچالیس دن رہے گا،اورفرمایا کہ ایک دن ایک برس کا ہوگا،دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ! کیا اس میں ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی؟فرمایا نہیں، بلکہ اس کے لئے اندازہ مقررکرو ۔آپ ﷺ نے چالیس دن کے ایک طویل دن کوایک دن شمارفرماکرپانچ نمازوں کے اداکرنے کوکافی نہیں سمجھا بلکہ نمازوں کے اوقات کی ۲۴؍گھنٹوں کے اعتبارسے تحدیدکرتے ہوئے نمازوں کے اداکرنے کی تلقین فرمائی،علی ہذا رمضان المبارک کے روزوں میں رمضان کے آغازواختتام کے مسئلہ میں قریب ترین ملک کے حساب کا اندازہ کرکے روزہ رکھیں ۔اس تناظرمیں برطانیہ وغیرہ جیسے ملکوں میں جہاں عمومی طورپرمطلع ابرآلودرہتا ہے مذکورہ مسئلہ پرقیاس کرکے کہا جاسکتا ہے کہ وہ

رؤیت ہلال کے بارے میں قریبی ملکوں کی رؤیت کااعتبارکریں اوراس پراعتبارکرنے کے سلسلہ میں فلکیات کے ماہرین کی تحقیقات سے بھی استفادہ کریں ۔

''اختلف علماء الحنفیۃ فیمن--------- یقدرون للصبح والظہروالعصر وقتا، باعتبار أقرب البلاد التي لا تتواری فیہا الأوقات الخمستوقد استدلوا علی ذلک بالقیاس علی أیام الدجال، الذي ہومن علامات الساعۃ الکبری، فقد أمرالنبي ﷺ بالتقدیرفیہا، فی الحدیث الذی رواہ مسلم قال: ''ذکرالنبي ﷺ الدجال ولبثہ فی الأرض أربعین یوما:یوم کسنۃ، ویوم کشہر، ویوم کجمعۃ، وسائر أیامہ کأیامکم''۔ قال (الراوي) قلنا:یا رسول اللہ:أرایت الیوم الذي کالسنۃ،اتکفینا فیہ صلاۃ یوم؟ قال:لا،ولکن اقدروا لہ''۔ أي صلوا صلاۃ سنۃ فی الیوم الذي ہو کسنۃ، وقدروا لکل صلاۃ وقتا''(الموسوعۃ الفقہیۃ۷؍۱۸۸)۔

۸۔ (ج)اگرکسی تاریخ کے بارے میں ماہرین فلکیات کی رائے ہوکہ آج افق پرچاندقابل رؤیت نہیں اورسائنسی اعتبارسے رؤیت ممکن ہی نہیں ہے،اور یہ صورت حال ایسے ممالک سے متعلق ہے جہاں عام طور پر مطلع ابر آلود نہیں رہتا تو اس کی کچھ وضاحت سوال نمبر (۲ب)کے ضمن میں کی جاچکی ہے ،ان جیسے شہروں میں بصورت خبر واحد رؤیت کی اطلاع ملتی ہو تو وہ قابل ردہوگی، کیونکہ خبر واحد میں غلطی کے احتمال کا یقینی امکان موجود ہے ،ویسے فقہاء کی صراحت کے مطابق بعض خاص حالات میں شہادت قابل ردہو سکتی ہے۔ پھرجب قطعیت کے ساتھ یہ معلوم ہوجائے کہ وہ گواہی غلط تھی تو اسے بدرجہ اولی مستردکیا جاناچاہئے،عام حالات مینرؤیت کے ثبوت کیلئے شرعی لحاظ سے ضروری ہے کہ مقررہ شروط اورنصاب کے مطابق رؤیت کی شہادت مل جائے اورحاکم اس کے مطابق فیصلہ کردے،تاہم خصوصی احوال میں اگرمقررہ نصاب اورشروط کے مطابق شہادت مل بھی جائے، لیکن فلکی حسابات کی روسے ماہرین کی قطعی رائے یہ ہوکہ اس دن اس مقام پررؤیت ناممکن تھی توحاکم پرلازم ہوگا کہ وہ اس شہادت کوقبول کرنے میں مزید تحقیق کرے کیونکہ شہادت تواس صورت میں بھی مستردکی جاسکتی ہے جب اس میں غلطی کا احتمال ہو،جبکہ اس صورت میں اس کا غلط ہوناقطعی ہوسکتا ہے،لہذافلکی حسابات کے ذریعہ اسلامی مہینوں کا اثبات تودرست نہیں ہوگا لیکن رؤیت کی شہادت کوقبول یا مستردکرنے کے بارے میں حسابات پراعتمادکیاجاسکتا ہے۔

تاہم استفاضہ کی صورت ہو متعدد مقامات سے ایک جم غفیر کی رؤیت کی یقینی اطلاعات موصول ہوں تو رؤیت مانی جانی چاہئے ،ماہرین فلکیات اور سائنسدانوں کی رائے کا اعتبار نہیں کیا جانا چاہئے،لیکن جہاں عام طور پر مطلع ابر آلود رہتا ہے اور بہت کم چاند کی رؤیت ممکن ہوتی ہے، اس لئے خبر واحد کی صورت ہو تو اس کے قابل استرداد ہونے میں کوئی کلام ہی نہیں ،اگر کہینسے رؤیت کی شہادت مل جائے توقابل ردہونی

چاہئے ،کیونکہ فلکی حساب کی بنیادپرکسی جگہ رؤیت ناممکن ہواوراس کے باوجودرؤیت کی شہادت مل جائے تواس شہادت کوقبول نہیں کیا جاناچاہئے۔

فلکی وسائنسی ماہرین کی رائےکے پیش نظراور عوام کے مشاہداتی تجربہ کی بناء برطانیہ جیسے ملکوں میں عدم رؤیت متحقق ہوتو استفاضہ کی صورت موہوم معلوم ہوتی ہے اس تناظر میں فلکی وسائنسی تحقیق کے مطابق عدم رؤیت کی رائے قابل ترجیح معلوم ہوتی ہے ۔

’’نص علیہ القرطبي بقولہ:وقدذہب مطرف بن عبد الله الشخیر، وہومن کبار التابعین، وابن قتیبۃمن اللغویین فقالا:یعول علی الحساب عند الغیم بتقدیرالمنازل واعتبارحسابہا فی صوم رمضان،حتی أنہ لوکان صحوا لرئي،لقولہ علیہ السلام:فإن أغمي علیکم فاقدروا لہ‘‘ أي استدلوا علیہ بمنازلہ وقدروا إتمام الشہر لحسابہ‘‘(الجامع لاحکام القرآن للقرطبي۲؍۲۹۳)۔

نوٹ: یہ سوال ان ملکوں سے متعلق ہو جن میں عام طورپرآسمان ابرآلودرہتاہے وہاں اگرایسی صورتحال ہوتواس پرعمل ہوناچاہئے، تاکہ حرج ودشواری کو دورکیا جاسکے اوراگریہ سوال عمومی نوعیت کا ہے اوران مقامات سے متعلق ہے جہاں آسمان عام طور پر ابرآلود نہیں رہتا اورآنکھوں سے چاندکی رؤیت ہوجاتی ہے تواس کی صراحت سوال نمبر۲؍(ب)میں موجود ہے۔

* * *

رؤیت ہلال میں بصری رؤیت کی اہمیت اور حکم شرعی

مولانا خورشید انور اعظمی•

اسلامی شریعت میں رؤیت ہلال کوبہت ہی اہمیت حاصل ہے ،اس لئے کہ بہت سی عبادات کی ادائیگی کامسئلہ رؤیت ہلال سے وابستہ ہوتاہے ،خاص طورپر رمضان اور عیدین کے چاندکی اسلامی معاشرے میں کافی اہمیت ہوتی ہے ،اور ہر شخص اس کے ثبوت کاپوری بے صبری کے ساتھ انتظار کرتا ہے ، لیکن بعض دفعہ عام رؤیت نہ ہونے کی صورت میں اس کی شرعی تصدیق مینکافی اختلاف پیداہوجا تا ہے ،اور ایسی عجیب و غریب صورت حال پیدا ہوجاتی ہے کہ جس عبادت سے اتحاد واتفاق اور اخوت ومحبت کا ہمہ گیرپیغام عام ہوناچاہئے اس سے اختلاف و انشقاق اور انتشار وخلفشار کی ناگفتہ بہ کیفیت رونما ہو جاتی ہے ،جس کے زیر اثرایک طرف ہمارااملی اتحاد پارہ پارہ ہوتا نظرآتا ہے تو دوسری طرف اسلام مخالف افراد کو اس پر ہنسنے اورطعن وطنز کرنے کا موقع فراہم ہوتاہے ، اس لئے وقت کے اس نازک اوراہم ترین موضوع کے مختلف بنیادی پہلوؤں پرایک متوازن گفتگو کی حقیر سی کوشش کی جارہی ہے، تاکہ اس کے ذریعہ زیر بحث مسئلہ کوبآسانی حل کیا جاسکے اور امت کو مزید انتشارسے جہاں تک ممکن ہو بچایا جاسکے۔

(۱)الف -مطلع از روئے لغت اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سورج نمودار ہوتا ہے، العین میں ہے :

''الموضع الذی تطلع علیہ الشمس''(العین۲،۱۱)[مطلع وہ جگہ ہے جہاں سو رج طلوع ہوتا ہے] نیز جہاں چاند وستارے طلوع ہوتے ہیں اس جگہ کو بھی مطلع کہا جاتا ہے (مختار الصحاح ۱،۱۹۱، جمہرۃ اللغہ۲،۹۱۵)۔

اصطلاح شریعت میں بھی مطلع کا اطلاق اسی معنی پرہوتا ہے ،البتہ رویت ہلال کے تناظر میں اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں چاند طلوع ہوتا ہے، ''الموسوعۃ الفقہیہ'' میں ہے:

''ولایخرج المعنی الاصطلاحی من المعنی اللغوی وہوموضع الطلوع أوالظہور ویقصد بہ ھنا موضع طلوع الہلال من الغرب'' (الموسوعۃ الفقہیہ ۳۸،۱۱۰) [مطلع کا اصطلاحی معنی اس کے لغوی معنی سے مختلف نہیں ہے، وہ ہے طلوع ہونے یا ظاہر ہونے کی جگہ ،اور یہاں اس سے مرادمغرب سے چاند کے طلوع ہونے کی جگہ ہے]

• صدر مدرس جامعہ مظہر العلوم، بنارس۔

چنانچہ کتب فقہ مینبھی مطلع کی تصریح اسی معنی میں کی گئی ہے، ''البحرالرائق'' میں ہے :

''المطالع جمع مطلع بکسر اللام موضع الطلوع، کذا فی ضیاء الحلوم'' (البحرالرائق ۲/۲۹۱، رد المحتار ۲/۳۹۳) [مطالع مطلع بکسر لام کی جمع ہے ،جس کا معنی ہے طلوع ہونے کی جگہ،ضیاء الحلوم میں ایسے ہی ہے]

یہ بات مسلم ہے کہ دنیا میں چاند کے مطالع مختلف ہیں،کہیں چاند طلوع ہوتا ہے تو کہیں غروب، کہیں رات ہوتی ہے تو کہیں دن ،یہی وجہ ہے کہ اس سلسلے میں کسی کاکوئی اختلاف بھی نہیں ہے، علامہ ابن عابدین شامی نے علامہ زیلعی کے حوالے سے اس کی وضاحت فرمائی ہے، لکھتے ہیں :

''اعلم أن نفس اختلاف المطالع لا نزاع فیہ بمعنی أنہ قد یکون بین البلدتین بعد بحیث یطلع الہلال لہ لیلۃ، کذا فی إحدی البلدتین دون الأخری، وکذامطالع الشمس؛ لأن انفصال الہلال من شعاع الشمس یختلف اختلاف الأقطار حتی زالت الشمس فی المشرق لایلز م أن تزول فی المغرب، کذاطلوع الفجر وغروب الشمس، بل کلما تحرکت الشمس درجۃ، فتلک طلوع فجر لقوم وطلوع شمس لآخرین وغروب لبعض ونصف لیل لغیرہم، کما فی الزیلعی'' (رد المحتار ۲/۳۹۳)۔

معلوم ہوناچاہئے کہ فی نفسہ مطالع کے مختلف ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس طرح پر کہ کبھی دوشہرونکے درمیان اتنا فاصلہ ہوتا ہے کہ ایک شہر مینایک رات مینچاند طلوع ہوتا ہے جب کہ دوسرے شہر میں اس وقت طلوع نہیں ہوتا ،یہی حال سورج کے مطالع کا بھی ہے کیونکہ چاند کا فاصلہ سورج کی کرنوں سے ملکوں کے اعتبار سے بدل جاتا ہے یہاں تک کہ مشرق میں سورج کے زوال سے یہ لازم نہیں آتا کہ مغرب میں بھی اس کا زوال ہورہا ہو ،یہی حال طلوع فجر اور غروب شمس کا بھی ہے ،بلکہ جب بھی سورج ایک ڈگری آگے بڑہتا ہے تو کہینصبح طلوع ہوتی ہے تو کہیں سورج نمودار ہوتا ہے، کہیں غروب شمس ہوتا ہے تو کہیں نصف شب ۔

اس تصریح سے واضح ہوتاہے کہ تمام فقہائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ چاند کے مطالع فی الواقع مختلف ہیں البتہ اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ مطالع کے اختلاف کومعتبر مانا جائے یا نہ مانا جائے ، چنانچہ متقدمین فقہائے احناف کے نزدیک مطالع کااختلاف یکسرمعتبر نہیں ہے، یعنی پوری دنیاکا مطلع ایک ماناجائے گا اورکسی ایک جگہ بھی چاند کی رویت ہوجانے سے ہر جگہ اس کی رویت بطریق موجب تسلیم کرلی جائے گی، جب کہ بہت سے دوسرے فقہاء کے نزدیک مطالع کا اختلاف معتبر ہے اور پوری دنیا کا مطلع ایک نہیں ہے ،فقہائے احناف میں علامہ کاسانی نے ''بدائع الصنائع '' (۲/۲۲۴)میناسی کو اختیار کیا ہے اور اپنے موقف کی توضیح اس طرح کی ہے کہ مسافت

قریبہ میں مطلع کو متحد اور مسافت بعیدہ میں مطلع کو مختلف مانا جائے گا ،علامہ زیلعی نے ''تبیین الحقائق'' (۱/۳۲۱) میں اور ملا علی قاری نے ''شرح النقایہ'' (۱/۱۷۲) میں اس قول کو ''اشبہ'' قرار دیا ہے، ملاعلی قاری لکھتے ہیں :

''الأشبہ من حیث الدلیل ھو الاعتبار باختلافہا کما فی دخول وقت الصلوۃ؛ لأن السبب شہود الشہر فإذا انعقد بالرویۃ فی حق قوم لایلزم أن ینعقد فی حق غیرہم مع اختلاف المطالع کما لوزالت الشمس أوغربت علی قوم دون آخرین یجب الظہر أو المغرب علی الأولین دون أولئک لعدم انعقاد السبب فی حقہم'' (شرح النقایۃ ۱/۱۷۲)۔

علامہ انور شاہ کشمیری نے علامہ زیلعی کے قول کو درست قرار دیا ہے اور اس کو تسلیم کرنے پر زور دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر اس کو نہ مانا جائے تو بعض اوقات مشکلات پیدا ہوں گی،اور عید ۲۷/۲۸یا ۳۱/۳۲ تاریخوں میں کرنی پڑ سکتی ہے ، لکھتے ہیں :

''ھوالصواب ولابد من تسلیم قول الزیلعی والا لزم وقوع العید یوم السابع والعشرین والثامن والعشرین أوالحادی والثلاثین والثانی والثلا ثین إذ اکان بین بلدتین مسافۃ بعیدۃ'' (معارف السنن۵/۳۳۷)۔

یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے اکابر علماء مطالع کے اختلاف کو معتبر مانتے ہیناور اسی کے مطابق چاند کی رویت کا فیصلہ کرتے ہیں ۔

البتہ بلاد کے قریب و بعید ہونے کی حدکی تعیین کے بارے مینعلماء کے مختلف رجحانات ہیں، علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس تعلق سے پانچ اقوال نقل کئے ہیں (فتح الباری۴/۱۲۳)، بعض فقہاء نے ایک ماہ کی مسافت کو معیار بنایا ہے (مجمع الانہر۱/۲۲۹، ردالمحتار۲/۳۹۳، حاشیۃ الطحطاوی ۱/۲۹۳)، تاج الدین تبریزی نے چوبیس فرسخ کو اختلاف مطالع کا معیار قرار دیا ہے (رد المحتار۲/۳۹۳)، ابو مخرمہ عبداللہ بن عمرکاخیال ہے کہ جن دوعلاقوں کے سورج کے طلوع وغروب میں آٹھ ڈگری یعنی بتیس منٹ کا فرق ہوتا ہوتو مطلع متحد ہوتاہے اور اگر اس سے زائد کا فرق ہواگرچہ کسی ایک موسم ہی میں کیوں نہ ہوتو مطلع مختلف ہوتا ہے (عمدۃ المفتی والمستفتی۱/۲۱۲)، علامہ شبیر احمد عثمانی نے اپنی تصنیف لطیف ''فتح الملہم '' میں زیر بحث مسئلے پرسیر حاصل گفتگو کرتے ہوئے کہاکہ جہاں تاریخ بدل جاتی ہواور ایک دن سے زیادہ کا فرق ہوجاتاہو وہاں کا مطلع مختلف مانا جائے گا، تحریر فرماتے ہیں :

''نعم ینبغی أن یعتبر اختلافہا إن لزم منہ التفاوت بین البلدتین بأکثر من یوم واحد؛ لأن النصوص مصرحۃ بکون الشہر تسعۃ وعشرین أو ثلاثین فلا تقبل الشہادۃ ولا تعمل بہا فیما دون أقل العدد ولا أزید من أکثرہ'' (فتح الملہم ۳/۱۱۳)۔

راقم الحروف کی ناقص رائے میں یہی قول راجح معلوم ہوتا ہے کہ جن علاقوں میں

تاریخ بدل جاتی ہو وہانکامطلع مختلف ماناجائے ،اور جہاں تاریخ نہ بدلے وہاں کا مطلع متحد مانا جائے اور اسی کے مطابق رویت کے ثبوت وعدم ثبوت کا فیصلہ کیا جائے ۔

ب-غیر منقسم ہندوستان کامطلع محققین علماء ہندوپاک کے نزدیک ایک ہے ،اس لئے کہ ان ممالک کے درمیان اتنا فاصلہ نہیں ہے کہ ایک دن کا فرق ہوجاتا ہو، اس لئے یہاں کے بعض علاقوں کی بلندی وپستی کا اس مسئلے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اس لئے کہ ہمارے فقہا ء نے بیرون شہر سے آنے والے اور کسی اونچے مقام سے چاند دیکھنے والے کی گواہی کو قبول کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ مطلع کے متحد ہونے کی صورت مینعلا قوں کی بلندی وپستی سے کوئی فرق نہیں پڑتا فتا وی ہندیہ میں ہے:

''وذكر الطحاوى أن تقبل شهادة الواحد إذا جاء من خارج المصر، وكذا إذاكان على مكان مرتفع'' (فتاوی ہندیہ۱/۱۹۸)۔

''ہدایہ'' میں ہے :

''لافرق بين أهل المصرومن ورد خارج المصر، وذكر الطحاوى أنه تقبل شهادة الواحد إذا جاء من خارج المصر لقلة الموانع وإليه الإشارة فى كتاب الاستحسان، وكذا إذا كان على مكان مرتفع فى المصر'' (ہدایہ ۱/۱۱۹)۔

مذکورہ جزئیات اگرچہ براہ راست زیر بحث مسئلہ سے متعلق نہیں ہیں، تاہم ان سے یہ روشنی ضرورملتی ہے کہ اگر مطلع ایک ہو تو علاقوں کے بلند وپست ہونے کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑنا چاہئے ۔

ج-اگر ان علاقوں میں کہیں بھی رویت ہوتی ہے ۔اوراس کی خبر طریق موجب سے دوسری جگہ پہونچتی ہے تو اس کا اعتبار کیا جائے گا ،تبیین الحقائق میں ہے :

''ثم إنما يلزم متاخرى الروية إذا ثبتت عندهم روية ذالک بطريق موجب حتى لو شهد جماعة أهل بلد كذا رأواهلال رمضان قبلكم فصاموا وهذا اليوم ثلاثون بحسابهم ولم ير هولاء الهلال لا يباح فطر غد ولا تترک التراويح هذه الليلة؛ لأن هذه الجماعة لم يشهدو ابالرؤية ولا على شهادة غيرهم'' (تبيين الحقائق ۱/۳۱۷، البحرالرائق۲/۲۹۰)۔

حکیم الامت حضرت مولانااشرف علی تھانوی تحریر فرماتے ہیں:

اگردوسری جگہ سے خبر آجائے تو اس کے معتبرہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ طریق موجب سے پہونچے اور طریق موجب چار ہیں، ۱-شہادۃ بالرویۃ،۲-شہادۃ علی الشہادۃبالرویۃ،۳-شہادۃ علی حکم الحاکم،۴-استفاضہ جو حکم حاکم کے حکم میں ہے اور جب ان ذرائع سے خبر آوے گی اس پر عمل واجب ہے اور ظاہرہے کہ ترک واجب معصیت ہے (امداد الفتاوی ۱۲۰-۲/۱۱۸) ۔

د- جن علاقوں کا مطلع ایک ہے اگر وہاں کسی جگہ ۲۹/تاریخ کاثبوت ہوجائے اور رویت کا اعلان کردیا جائے توملک کے دوسرے علاقہ کے مسلمانوں کوچاہئے کہ اپنے

مقامی قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کے فیصلے کا انتظارکریں اور اس کے مطابق عمل کریں،اس لئے کہ ہر شخص اپنے مقامی قاضی کے فیصلے کا پابند ہوتا ہے، ''فتاوی تاتارخانیہ'' میں ہے :

''الفتاوی النسفیۃ:سئل عن قضاء القاضی برویۃ ہلال شہر رمضان بشہادۃ شاہدین عند الاشتباہ فی مصر،ہل یجوز لأھل مصر آخر العمل بحکمہم؟ فقال لا، ولایکون مصر آخر تبعا لہذا المصر، إنماسکان ہذا المصر وقراہا یکون تبعا لہ''(التاتار خانیۃ ۳/۶۶۳)۔

اسی طرح دوسرے علاقہ کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران بھی اس اعلان کے پابند نہیں ہوں گے ، جیسا کہ فتح القدیرکے اس جزئیہ سے معلوم ہوتا ہے :

''والقاضی لو أخبرقاضی البلد الآخر بأنہ ثبت عندہ ببینۃ قبلہا حق فلان علی فلان الکائن فی بلد القاضی الآخر لم یجز العمل بہ؛ لأن اخبارالقاضی لایثبت حجۃ فی غیرمحل ولایتہ''(فتح القدیر ۷/۲۷۶)۔

علامہ ابن ماجشون نے بھی یہی کہا ہے،لکھتے ہیں :

''لایلزمہم بالشہادۃ إلا لأھل البلد الذی تثبت فیہ الشہادۃ''(فتح الباری ۴/۱۲۳)۔

نیزمفتی محمد شفیع عثمانی نے فتاوی دارالعلوم (۳/۶۴) میں اورمفتی رشید احمد لدھیانوی نے احسن الفتاوی (۴/۴۲۱) میں یہی تحریر فرمایا ہے ۔

(۲)-الف-اگر ہندوستان میں کسی جگہ فضامیں ابر ،گرد وغبار یا کسی اور طرح کی کثافت ہو تو افق پر بصری رویت کے امکان اور عدم امکان کے تعلق سے فلکیاتی حساب سے مدد نہیں لی جاسکتی، اس لئے کہ شریعت کی نگاہ میں اس تعلق سے اس کاکوئی اعتبار نہیں ہے، کیونکہ اسلام ایک سادہ مذہب ہے جو اس طرح کی چیزوں کی اہمیت کو تسلیم تو ضرور کرتا ہے، لیکن اپنے دینی امور کو اس طرح کی پیچیدگیوں کے حوالے نہیں کرنا چا ہتا ،فتاوی ہندیہ میں ہے :

''وہل یرجع إلی قول أہل الخبرۃ العدول ممن یعرف علم النجوم الصحیح أنہ لایقبل ،فی السراج الوہاج'' (ہندیہ۱/۱۹۷)۔

''الموسوعۃ الفقہیہ'' میں ہے :

''لاعبرۃ بقول الموقتین ولو عدولا علی المذہب وفی الشامیۃ لا یعتبر قولہم بالإجماع ولایجوز للمنجم أن یعمل بحساب نفسہ فلا یلزم بقول الموقتین أنہ أی الہلال یکون فی السماء لیلۃ کذا، وإن کانوا عدولا فی الصحیح''(رد المحتار۲/۳۸۷، الموسوعۃ الفقہیہ۲۲/۳۳)۔

الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید میں ہے :

''لایعتد شرعا بقول الفلکیین الذین یعتمدون علی الحساب، ولوکا نوا عدولا وللإما م السبکی تالیف مال فیہ إلی اعتماد قولہم واحتج بأن الحساب قطعی فی نتائجہ لکن قولہ رد متأخر و أہل مذہبہ ومنہم ابن حجر والرملی'' (الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید۱/۴۰۱)۔

ب-اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کہ۲۹/تاریخ کو چاند کی بصری رویت کاامکان نہ ہو اور اس کے باوجود اس خطہ سے رویت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو اس کو قبول کیاجائے گا اور اس کو غلط فہمی کہہ کررد نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ شریعت میں اعتبارِرویت بصری کا ہے ،اور اسی کو اختیار کرنے کا حکم ہے ،اسرار شریعت کے عظیم ماہر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں :

''أقول لما کا ن وقت الصوم مضبوطا بالشہر القمری باعتبار رویۃ الہلال وہو تارۃ ثلاثون یوما وتارۃ تسع وعشرون، وجب فی صورۃ الاشتباہ أن یرجع إلی ہذا الأصل وأیضا مبنی الشرائع علی الأمور الظاہرۃ عند أمیین دون التعمق والمحاسبات النجومیۃ ، بل الشریعۃ واردۃ باخمال ذ کرہا'' (حجۃ اللہ البالغہ ۲/۷۹)۔

علامہ وہبہ زحیلی اپنی کتاب ''الفقہ الاسلامی وادلتہ '' میں لکھتے ہیں :

''لایعتمد علی ما یخبر بہ أہل المیقات والحساب والتنجیم لمخالفتہ شریعۃ نبینا أفضل الصلوۃ والتسلیم، لأنہ، وإن صح الحساب والرصد فلسنا مکلفین شرعا إلا الرویۃ العادیۃ'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ۲/۲۲)۔

ج-چاند کی رویت کے لئے محکمہ موسمیات سے مدد لی جاسکتی ہے کہ آج مطلع صاف ہے یا گرد آلود وکثافت زدہ ہے اور چاند کی رویت ممکن ہے یانہیں ؟لیکن چاند کے ثبوت کے لئے اعتبارویت بصری کا ہو گا ا وراسی کے مطابق چاند کی رویت کا فیصلہ کیا جائے گا،علامہ ابن بطال نے ''نحن أمۃ أمیۃلانکتب ولانحسب''والی حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے :

''وإنما المعول علی رویۃ الأہلۃ، وإنما لنا أن ننظر فی علم الحساب مایکون عیانا أو کالعیان، وأما ماغمض حتی لایدرک إلا بالظنون ویکشف الہیئات الغائبۃ عن الأبصار فقد نہینا عنہ وعن تکلفہ'' (عمدۃ القاری ۱۰/۲۸۷)۔

د-مطلع صاف نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ افق پر بدلی ،غبار ،دھواں یا کوئی ایسی چیزچھائی ہوئی ہو جس سے چاند نظر نہ آسکے ۔ہدایہ میں ہے :''العلۃ غیم أو غبار أو نحوہ'' (ہدایہ ۱/۱۱۹)۔

علامہ بدرالدین عینی نے ''البنایہ '' میں ''اونحوہ '' کی شرح کرتے ہوئے لکھا :

''نحو الدخان والضباب''(البنایۃ ۴/۲۶)۔

علامہ ابن مودود موصلی نے ''الاختیار لتعلیل المختار '' میں اس کو اور واضح کرتے ہوئے لکھا :

''غیم أو غبار أو نحوہما مما یمنع الرویۃ'' (الاختیار لتعلیل المختار ۱/۱۲۹)۔

یہ اور اس طرح کی عبارات فقہاء سے معلوم ہوتا ہے کہ افق پر جس چیز کے بھی چھا جانے سے چاند کی رویت ممکن نہ ہو وہ سب اس میں شامل ہے ۔

ہ-اگر ۲۹/شعبان کو مطلع ابر آلود ہواور قاضی ایک شخص کی شہاد ت کی بنا پر رمضان کے چاندکا اعلان کردے اور جب رمضان کی۳۰/تاریخ مکمل ہواور شام کو موسم بالکل صاف ہو اور کوشش کے باوجودکسی کو چاند نظرنہ آئے تو اس سلسلے میں فقہاء کا اختلاف ہے،حضرات شیخین کے نزدیک اگلے دن روزہ رکھا جائے گا اور یہ سمجھا جائے گا کہ پہلے مغالطہ ہوگیا ہے ،اور امام محمد کے نزدیک اگلادن عید الفطر کا دن ہوگا ۔

''المحیط البرہانی'' میں ہے :

''فی شرح القدوری :والواحد إذا شہد علی ہلال رمضان عند القاضی والسماء متغیمۃ وقبل القاضی شہادتہ وأمر الناس بالصوم فلما أتموا ثلاثین یوما غم علیہم ہلال شوال قال أبو حنیفۃ وأبو یو سف یصومون من الغد، وإن کان یوم الحادی والثلاثین ولا یفطرون وقال محمد یفطرون قال شمس الأئمہ الحلوانی ھذا الاختلاف فیما إذا لم یرواھلال شوال والسماء مصحیۃ، فأما إذاکانت السماء متغیمۃ، فإنہم یفطرون بلاخلاف إذا شہد علی ہلال رمضان واحد''(المحیط البرھانی ۲/۳۷۸، التاتار خانیۃ ۳/۳۶۲) ۔

امام محمد کے قول کومنحۃ الخالق (۲/۲۸۷)اورحاشیۃ الشلبی(۱/۳۲۰)میں ''اصح ''قرار دیا گیا ہے، اور بحرالعلوم عبدالعلی لکھنوی نے اپنی کتاب ''رسائل الارکان ''(۲۰۷) میں اس قول کو '' ارفق ''بتایا ہے ۔

امام محمد کے قول کے صحیح ہونے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جب مطلع صاف نہ ہونے کی صورت مینایک شخص کی گواہی پر رمضان کے چاندکا ثبوت تسلیم کرلیاگیااور اس کا رمضان ہونا طے ہوگیا تو رمضان کے ۳۰/دن پورے ہوجانے کے بعداگلادن عید کا ہوناچاہئے، ھدایہ میں ہے :''ویثبت الفطر بناءاعلی ثبوت الرمضانیۃ بشہادۃ الواحد'' (ہدایہ۱/۱۱۹)۔

محمد بن سماعہ نے اس بات کو اور واضح اندازمیں بیان کیا ہے ،کہتے ہیں :

''لما حکم الحاکم بثبوتہ وأمرالناس بالصوم فبالضرورۃ یثبت الفطر بعد ثلاثین یوما''(فتح القدیر ۲/۳۲۴)۔

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ زیر بحث مسئلے میں رمضان کے ۳۰/دن پورے ہوجانے کے بعد اگلا دن عید کا ہوگا۔

۳-الف:اگر مطلع صاف ہو تو رمضان وعیدین کے ثبوت لئے جم غفیر کا چاند دیکھنا ضروری ہے ،فتاوی ہندیہ مینہے :

''وإن کانت مصحیۃ لایقبل الاقول الجماعۃ کما فی ہلال رمضان کذا فی خزانۃالمفتیین'' (ہندیہ۱/۱۹۸)۔

فقہاء کرام نے چاند دیکھنے والوں کے لئے عادل ہونے کی شرط لگائی ہے ،الفقہ الاسلامی میں ہے :

''اتفق العلماء علی اشتراط العدالۃ فی الشہود'' (الفقہ الاسلامی ۸/۱۷۵)۔

البتہ امام طحاوی کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر عادل کی گواہی بھی مان لی جائے گی، لیکن علماء نے اس کی وضاحت کی ہے کہ اس سے مراد مستور الحال ہے، ہدایہ میں ہے :

''وتأویل قول الطحاوی عدلاکان غیر عدل أن یکون مستورا''(ہدایہ ۱/۱۱۹،البحر الرائق ۲/۲۸۷) ۔

عدالت سے مراد آدمی کی وہ صفت ہے جس سے وہ کبائر سے اجتناب کرے، صغائر پر اصرار نہ کرے اور ہر اس بات سے دور رہے جس میں رذالت وخساست ہو، البحرالرائق میں ہے :

''حقیقۃ العدالۃ ملکۃ تحمل علی ملازمۃ التقوی والمروٴۃ والشرط أدناہا وہو ترک الکبائر والإصرار علی الصغائر ومایخل بالمروٴۃ'' (البحرالرائق ۲/۲۸۷،ردالمحتار۲/۳۸۵)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ دورمیں بھی عدالت کا یہی معیار ہونا چاہئے، اور جب تک عادل گواہان ملتے رہیں دیانات میں ان کی گواہی پر عمل کیا جانا چاہئے ،جیسا کہ علامہ زیلعی اور علامہ ابن نجیم نے اپنی کتابوں میں اس کی صراحت کی ہے، لکھتے ہیں:

''قول الفاسق فی الدیانات التی یمکن تلقیہا من العدول غیر مقبول کالہلال وروایۃ الاخبار'' (البحر الرائق ۲/ ۶ ۷ ۸، تبیین الحقائق۱/۳۱۹)۔

البتہ اگر قاضی کوفاسق کے بارے میں ظن غالب ہو کہ وہ اپنی شہادت میں سچا ہے تو اس کی گواہی قبول کرسکتا ہے، ''رد المحتار '' میں ہے: ''إن تحری القاضی الصدق فی شہادتہ تقبل أو لا'' (ردالمحتار ۴/۴۶۶)۔

اس سے یہ روشنی ملتی ہے کہ بدرجہ مجبوری شاہد کی عدالت کے بارے میں فقہاء کا ذکر کردہ معیارضروری نہیں ہے ، چنانچہ بحرالعلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی نے اپنی کتاب ''رسائل الارکان '' میں اس پہلوپر روشنی ڈالی ہے ،لکھتے ہیں :

''نحن نقول إن شرط العدالۃ فی أمثال زماننا یخل بأکثر الأعمال لا سیما فی الصیام فالاحری أن یفتی بما عن الإمام أبی یوسف إن کان شاہدا ذا مروۃ بحیث یغلب علی الظن صدقۃ یقبل قولہ لئلا یختل أمر الصیام'' (رسائل الارکان ۶۰۲)۔

ہمارے اکابر میں مفتی شفیع عثمانی صاحب کا بھی ''معین الحکام '' کے حوالے سے یہی موقف ہے (رویت ہلال: ۱۹)۔

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ دور میں جو شخص بظاہر متدین ہو اس کی شہادت معتبر ہونی چاہئے ،البتہ راقم کا خیال ہے کہ رمضان کے بالمقابل عیدین میں کافی احتیاط کی ضرورت ہے ،کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمار ی تھوڑی سی چھوٹ آگے چل کر

خود ایک مسئلہ بن جائے ،دجل وفریب اور فسق وفجور کی اس دنیامیں کچھ بھی مستبعد نہیں ہے -

مستور الحال جس کافسق و عدالت دونوں ظاہر نہ ہوں اس کی شہادت معتبر ہوگی -

ہدایہ کی شرح بنایہ میں ہے :''یقبل قول المستور فی الأصح'' (بنایہ۴/۲۷)۔

''الفقہ علی المذاہب الاربعہ '' میں ہے :''ومثل العدل فی ذلک مستور الحال علی الأصح'' (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۱/۴۹۹، ہندیہ ۱/۱۹۷)۔

ب-چاند دیکھنے والوں کو جہاں نظام قضاء ہے قاضی کے پاس اور جہاں نظام قضاء نہیں ہے وہاں کے مقامی علماء یا ہلال کمیٹی کے ذمہ دار ان کے پاس شہادت دینا ضروری ہے، ''الفقہ علی المذاہب الاربعہ '' میں ہے :

''یجب علی من رأی الہلال ممن تصح شہادتہ أن یشہد بذلک فی لیلتہ عندالقاضی إذا کان فی المصر فإن کان فی قریۃ، فعلیہ أن یشہد بین الناس بذلک فی المسجد'' (الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۱/۴۹۹)۔

الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:''تتم الشہادۃ عندہم فی المصر أمام القاضی، وفی القریۃ فی المسجد'' (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۲/۳۰)۔

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے: ''یفترض علی من رأی الہلال أن یودی الشہادۃ إذا لم یثبت دونہ حتی یجب علی المخدرۃ، وإن لم یأذن لہا زوجہا'' (الاختیار لتعلیل المختار ۱/۱۲۹)۔

الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید میں ہے : ''إذا کان فی قریۃ لا حاکم فیہا وراہ فیشہد فی مسجد قریتہ وعلی الناس أن یصوموابقولہ إذاکا عدلا أو مستورالحال'' (الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید ۱/۴۰۳)۔

اسی طرح عید کے چاند کے بارے میں فرمایا :

''ولو کا نوا ببلدۃ لا حاکم فیہا بأخبار شخصین عدلین وجوبا إذا کان بالسماء علۃ لعدم وجود حاکم یشہد عندہ'' (الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید ۱/۴۰۳)۔

چاند دیکھنے والوں کا بیان رمضان کی رویت میں خبر اور عیدین میں شہادت ہے، اور شہادت ہونے کی صورت مینجہاں نظام قضا ہے وہاں قاضی کے پاس جا کر شہادت دینی ہوگی ،اور جہاں نظام قضا نہیں ہے وہاں رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران یا قابل اعتماد عالم کے پاس جا کر شہاد ت دینی ہوگی ،اگر رمضان کے چاند کی گواہی ہے تو چونکہ وہ ایک دینی امر ہے، اس لئے اس میں صرف عدالت کی شرط ہے دیگر شرائط قضا کا پایا جانا ضروری نہیں ہے، لیکن اگر عید کے چاند کی گواہی ہے توچونکہ اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے، اس لئے اس میں دیگر شرائط کا پا جانا ضروری ہے ،علامہ ابن نجیم اس مسئلے کے ذیل میں لکھتے ہیں :

''ولا یشترط لفظ الشہادۃ وشرائط القضاء أمافی العید فیشترط لفظ الشہادۃ وہو یدخل

تحت الحکم لأنہ من حقوق العباد'' (البحر الرائق ۲/۲۸۳)۔

النہر الفائق میں ہے : ''الفطر أشبہ سائر حقوقہم ولذا اشترط فیہ مااشترط فی حقوقہم من العدد والعدالۃ والحریۃ ولفظ الشہادۃ أما لدعوی ففی الخانیۃ ینبغی أن لایشترط'' (النہر الفائق ۲/۱۳) ۔

ج-چاند دیکھنے والوں کو فوری طور پر شہادت دینا ضروری ہے بلاوجہ اس میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے کہ اس سے مسائل پیدا ہوں، ''الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید '' میں ہے: ''یلزم من رأہ أن یشہد عند الحاکم فی لیلۃ رویتہ کی لا یصبحوا مفطرین'' (الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید ۱/۴۰۳)۔

اگرگواہی دینے میں کسی عذر کے بغیر تاخیر ہوجائے توشہادت رد کردی جائے گی ورنہ نہیں، ''فتح القدیر '' میں ہے : ''لو شہدوا فی تاسع عشر رمضان أنہم رأوا ہلال رمضان قبل صومہم بیوم، إن کانو افی المصر لا تقبل شہادتہم؛ لأنہم ترکوا الحسبۃ وإن جاؤامن خارج قبلت'' (فتح القدیر ۲/۳۲۳)۔

۴-الف:جہاں نظام قضا قائم ہے اگر وہاں کا قاضی چاند کی رویت کا اعلان کرتا ہے تو اس کے حلقہ قضا کے تمام مسلمانوں کے لئے اس پرعمل کرنا ضروری ہے،مفتی رشید احمد لدھیانوی لکھتے ہیں :

''اگر بذریعہ ریڈیووغیرہ کسی مستند عالم یا مفتی یا شرعامعتبر ہلال کمیٹی وغیرہ کی خبر(متعلق فیصلہ ثبوت ہلال عیدین بطریق شہادات شرعیہ)نشر کی گئی تو یہ خبرفیصلہ کرنے والے کی حدود ولایت تک معتبر ہوگا ،حدودولایت سے خارج معتبر نہیں (احسن الفتاوی۴/۴۲۱)۔

ب- ریڈیو اور ٹیلی وزن کی محض خبر سے رویت ہلال کا ثبوت نہیں ہوتا لیکن اگر قاضی کی طرف سے ریڈیو یا ٹیلی وزن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتو اس کا اعلان اعلان سلطان کے درجہ میں ہو گا ۔اس لئے کہ قاضی اپنے حلقہ اثر میں سلطان کا نائب ہوتا ہے اور جہاں سلطان نہیں ہوتا ہے اس کا قائم مقام ہوتا ہے ۔

ج-اگر صوبہ کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رویت کا اعلان کیا تو صرف اسی صوبہ کے مسلمانوں کے لئے اس پر عمل کرنا واجب ہوگا ،دوسرے صوبہ کے مسلمانوں کے حق میں وہ محض ایک خبر ہے ۔

د-ریڈیو سے رویت ہلال کے اعلان کے معتبر ہونے کے لئے معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ رویت کا مسئلہ دیانات کے قبیل سے ہے ،جس میں کافر کا قول معتبر نہیں ہوتا ،ہندیہ میں ہے :''لایقبل قول الکافر فی الدیانات'' (ہندیہ۵/۳۴۲)۔

اس لئے اگر مسلمان معلن ملتا ہے تو ٹھیک ہے ،ورنہ اس اہم دینی مسئلے مینکسی ایسے ادارے پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے جودوسروں کے قبضہ میں ہو،بلکہ قاضی یااس کا

نمائندہ یا رویت ہلال کمیٹی کاکوئی ذمہ دار شخص ٹیلی وزن سے براہ راست اعلا ن کرے یا دیگر مروجہ ذرائع سے اس خبر کو اس طرح عام کرے کہ لوگوں کو اس کے صدق کا کامل یقین ہوجائے اور اس میں کسی طرح کے جھوٹ کا احتمال نہ ہو ۔

۵-الف:جن علاقوں میں عام طور پر مطلع ابر آلود رہتا ہے ،اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ چاند کی رویت ۲۹/تاریخ کو ممکن ہوتی ہے تو ایسی جگہوں میں ہمیشہ ۳۰/دن کا مہینہ شمارکرکے رمضان وعیدین کا فیصلہ نہیں کیا جا ئے گا، بلکہ اس سلسلہ مینجو شرعی اصول ہے اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا کہ اگر ۲۹/ کو چاند کی رویت ہوئی تو ٹھیک ورنہ ۳۰/ کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا ،نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :''صوموا لرویتہ وأفطروا لرؤیتہ، فإن أغمی علیکم فاقدروا لہ ثلاثین'' (صحیح مسلم ۱/۳۴۷)۔

علامہ نووی نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ اگر ۲۹/کی رویت نہ ہو تو۳۰/کے اعتبار سے مہینہ شمار کیا جائے گا جمہور علماء کا یہی مذہب ہے ، تحریر فرماتے ہیں :

''ذہب مالک والشافعی وأبو حنیفۃ وجمہور السلف والخلف ان معناہ قدروا تمام العدد ثلاثین یوما'' (شرح النووی علی صحیح مسلم ۷/۱۸۹)۔

''الموسوعۃ الفقہیہ'' میں ہے :''عند توالی الغیم فی نہایۃ الشہور القمریۃ تکمل ثلاثین ثلاثین بالحدیث السابق : فإن غم علیکم فأکملوا العدۃ ثلاثین''(الموسوعۃ الفقہیہ۲۲/۳۰)۔

''ہدایہ'' میں ہے :''لأن الأصل بقاء الشہر فلا ینتقل عنہ إلابدلیل ولم یوجد'' (ہدایہ۱/۱۱۷)۔

ب -جب مہینہ ۳۰/کا شمار کیا جائے گا اورسال کے دنوں میں دیگر ممالک کے حساب سے فرق پڑتا ہو تو قریبی دگر ممالک میں رویت ہلال کے اعلان پر عمل کرنا چاہئے نہ کہ ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد کرنا چاہئے۔

ج-اگر ملک کے چند شہروں یا صوبوں کی رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کی طرف سے رویت کے ثبوت کا فیصلہ ہوجانے پر ان جگہوں کے ریڈیو اسٹیشن ان کی طرف سے جو اعلان کرتے ہیں دوسرے علاقوں کے ذمہ دار ان صرف اس پر اعتماد کر کے اعلان نہیں کرسکتے، بلکہ ان شہروں اور صوبوں کی رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران سے را بطہ و تحقیق کرکے فیصلہ کر سکتے ہیں ،البتہ اگر مختلف جگہوں کے ریڈیو اسٹیشن سے قاضی یا کمیٹی کی طرف سے اعلان ہونے لگے اوراستفاضہ کی کیفیت پیدا ہوجا ئے تو اس پر اعتماد کرکے اعلان کیا جا سکتا ہے ،مفتی محمد شفیع عثمانی لکھتے ہیں :

اگر ملک کے مختلف حصوں اور سمتوں سے دس بیس ریڈیواور ٹیلیفون ،ٹیلیوزن یا خط وغیرہ کے ذریعہ چاند خود دیکھنے والوں کی طرف سے اطمینان بخش خبریں آجائیں

تو ان پر اطمینان کیا جا سکتا ہے ،شرط یہ ہے کہ خبر دینے والے کی شناخت پوری ہوجائے اور وہ یہ بیان کریں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے یا یہ کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی کے سامنے شہادت پیش ہوئی اس نے شہادت کا اعتبار کر کے چاند کا فیصلہ کردیا (شامی۲/۱۵۱) محض ایسی مبہم خبر کہ فلانجگہ چاند دیکھا گیاہے استفاضہ خبر کے لئے کافی نہیں (آلات جدیدہ: ۷۷۱)۔

پھر استفاضہ خبر ہونے کے لئے صرف دوتین جگہوں کا اعلان کا فی نہیں ہوگا، بلکہ اس کے لئے دس بیس جگہوں کے ریڈیو سے وہاں کے قاضیوں یا ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کا فیصلہ نشرکیا جا نا ضروری ہے ،مفتی محمد شفیع عثمانی تحریر فرماتے ہیں :

یاد رہے کہ ایک ریڈیو سے بہت سے شہروں کی خبریں سن لینا استفاضہ خبر کے لئے کافی نہیں بلکہ استفاضۃ خبر سمجھا جائے گا جب دس بیس جگہوں کے ریڈیو اپنے مقامات کے قاضیوں یا ہلال کمیٹی کا فیصلہ نشر کریں (رویت ہلال : ۱۲)۔

د-اگر ایک صوبہ میں رویت کا ثبوت نہیں ہوتا اور اس سے متصل صوبہ میں یا مختلف صوبوں میں باوثوق ذرائع سے رویت کی خبراس طرح ملتی ہے کہ اس کے غلط ہونے کا بالکل امکان نہ ہو تو اس کو استفاضہ خبر مان کر رویت کے اعتبار کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، مگر استفاضہ اور افواہ کا فرق کرنا ذمہ دار علماء کا کام ہے ،اس لئے مقامی علماء کو چاہئے کہ صحیح صورت حال کا جائزہ لے کر محتاط طریقہ پر رویت کافیصلہ کریں ،قواعد الفقہ میں ہے :

''استفاضۃ الخبر ہو ذیوع الخبر وانتشارہ،فی رد المحتار عن الرحمتی أن تاتی من تلک البلدۃ التی روئی فیہا الہلال جماعات متعددۃ کل منہم یخبر عن اہل تلک البلدۃ انہم صاموا عن روۃ لا مجرد الشیوع عن غیر علم بمن اشاعہ کماتشیع اخبار یتحدث بہا سائر أہل البلدۃ ولا یعلم من اشاعہا''(قواعد الفقہ۱/۱۷۶)۔

علامہ شمس الائمہ الحلوانی نے کہا : ''الصحیح من مذہب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فیما بین أہل البلدۃ الأخری یلزمہم حکم ہذہ البلدۃ'' (رد۳/۳۵۹، مجمع الانہر ۱/۲۳۹، منحۃ الخالق۲/۲۷۰، المحیط البرہانی ۲/۳۷۹)۔

۶-الف:اگر کسی علا قہ میں عام رویت نہ ہو یا مطلق رویت کا ثبوت نہ ہواور دوسرے قریبی مقامات میں رویت ہوئی ہے تو رویت کے اعلان کا حق اور اس کی ذمہ داری وہاں کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کی ہوگی ۔

''إن الرویۃلاتلزم غیر أہل البلد الذی وقعت فیہ إلاأن یکون الإمام یحمل الناس علی ذلک'' (الاستذکار ۳/۲۸۲، عون المعبود ۶/۳۲۶) ۔

ب - اورایسی صورت حال میں رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران یاوہاں کے عالم ومفتی اس اعلان کے مجاز ہونگے اور عوام وخواص ان سے رجوع کریں گے ۔اس لئے کہ

جہاں حاکم نہیں ہوتا ہے وہاں کا ثقہ عالم اس کے قائم مقام ہوتا ہے،امام الحرمین علامہ جوینی لکھتے ہیں : ''إذا شغر الزمان عن الإمام وخلا عن سلطان ذی نجدة وكفاية ودراية فالأمور موكولة إلى العلماء وحق على الخلائق على اختلاف طبقاتهم أن يرجعوا إلى علمائهم'' (غیاث الامم فی التیاث الظلم۱/۳۹۲)۔

مولانا عبدالحی فرنگی محلی تحریر فرماتے ہیں:

''العالم الثقة ببلدة لاحاكم فيها قائم مقامه يعنى القاضى'' (عمدة الرعاية۱/۲۲۶)۔

ج-جہاں رویت کے فیصلہ واعلان کا کوئی نظام موجود ہو وہاں اس سے ہٹ کر اگرکوئی فرد یا ادارہ شرعی اصول کے مطابق اعلان کرتا ہے تو درست نہینہے اور اس کا اعتبار کرکے روزہ رکھنا یا عید کرنا درست نہینہوناچاہئے ،اس لئے کہ اس میں فتنہ کا اندیشہ ہے ،اسی طرح کے حالات میں حضرت تھانوی نے ایک فتوی دیا ہے ،جس سے زیر بحث مسئلے پر روشنی پڑتی ہے ،لکھتے ہیں:

ظاہرا قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کے ساتھ اختلاف نہ کرے نہ عملا نہ اعلاما یا اعمالا ،تعذر کے وقت اس باب خاص میں وہ قائم مقام قاضی شرعی کے ہے ،البتہ جب قاضی کی خطاء متیقن ہوجائے تو خاص لوگوں کو حقیقت کی اطلاع ایسے طور سے کردے کہ تشویش و فتنہ نہ ہو (امداد الفتاوی۲/۱۵۵) ۔

د-غیر مجاز لوگوں کو اپنی طرف سے اعلان نہینکرنا چاہئے، لیکن اگر اس کی طرف سے اعلان کیاگیا ہے تواس صورت مینروزہ نہ رکھنے والوں یا رکھ کر توڑ دینے والوں پرقضا ہوگی کفارہ نہیں ،جیسا کہ ''البحرا لرائق '' کے مندرجہ ذیل جزیہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے :''والوالى إذا أخبر صديقه صام إن صدقه ولايفطر وإن أفطر لاكفارة عليه'' (البحرالرائق ۲/۲۸۶)۔

اسی طرح شامی کے اس جزیہ سے بھی اس بات کی جانب اشارہ ملتا ہے ،ردالمحتار میں ہے :

''ولو أفطر أهل الرستاق بصوت الطبل ظانين أنه يوم العيد وهو لغيره لم يكفروا'' (ردالمحتار ۲/۴۰۷)۔

۷-الف:مناسب تو یہی ہے کہ ایک شہر وصوبہ میں ایک سے زائد ایسا نظام نہ ہو تاکہ اختلاف وانتشار سے بچاجاسکے۔

ب-جب یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ پورے ہندوستان کا مطلع ایک ہے اور صورت حال یہ ہے کہ اگرملک کے علماء وقضاۃتھوڑی سی فکر مندی سے کا م لے لیں تو کم از کم اس ملک میں وحدت رمضان وعیدین کی خوشگوار فضا قائم ہو سکتی ہے ، اس لئے آج کی شدید ضرورت ہے کہ ملک گیر سطح پر ایک ایسے ادارے کی تشکیل ہوجس میں مختلف مکاتب فکر کے معتمد علماء شامل ہوں ،اس کا ایک مرکزی دفتر ہو،اور ہر صوبہ اورہر

شہر میں اس کی ذیلی شاخیں ہوں جن کا باہم مضبوط رابطہ ہو،اس سلسلے میں جمعیۃ علماء ہند،مسلم پرسنل لابورڈ، امارت شرعیہ بہار واڑیسہ اوراسلامی فقہ اکیڈمی دلی جیسی اہم تنظیمینبنیادی کردا ر ادا کر سکتی ہیں اور ملک کے ہر مکتبہ فکر کے بڑے اداروں کے ذمہ دار ان کی ایک مشترکہ میٹنگ کرکے کوئی بہتر لائحہ عمل کرسکتی ہیں ،اس اہم کام کے لئے وسعت ظرفی کی ضرورت ہوگی تب یہ کام پایہ تکمیل تک پہونچ سکتا ہے اور اس طرح کے انتشار کو دور کیا جا سکتا ہے ۔

٨-الف-جن ملکوں میں آسمان ابر آلود نہیں رہتا اور آنکھوں سے چاند کی رویت ہوتی ہے وہاں اگر مطلع صاف نہ ہو اور کھلی آنکھوں سے چاند نہ دیکھا جاسکے توماہرین فلکیات کی رائے پر رویت قبول نہیں کی جائے گی ،اس لئے کہ جن چیزوں سے رویت ہلال کا ثبوت ہوتا ہے ''علم فلکیات ''اس زمرے میں نہیں آتا ،العرف الشذی میں ہے :

''اعلم أن الہلال یثبت بالشہادۃ بالرویۃ أوالشہادۃ علی الشہادۃ أوالشہادۃعلی القضاء أوالإفاضۃ أی التواتر'' (العرف الشذی ٢/١٤٥)۔

اسی لئے علماء نے چاند کے ثبوت کے لئے ماہرین فلکیات کا اعتبار نہیں کیا ہے ،علامہ حموی نے لکھا ہے :

''لایجوز تقلید المنجم فی حسابہ لا فی الصوم ولا فی الإفطار'' (غمز عیون البصائر شرح الاشباہ النظائر ٢/٦٦)۔

ردا لمحتار میں ہے : ''لاعبرۃ بقول الموقتین أی فی وجوب الصوم علی الناس'' (رد المحتار ٣/١٥٤)۔

ب-جن ملکوں میں مطلع عمومی طور پر ابر آلود ہوتا ہے جیسا کہ مغربی ملکوں کی صورت حال ہے وہاں بھی ماہرین فلکیات کی رائے پر عمل نہیں کیا جائے گا، بلکہ اسی اصول نبوی پر عمل کیا جائے گا جس کو آپ نے بصراحت بیان فرمایا ہے:

''إذا رأیتموہ فصوموا وإذا رأیتموہ فأفطروا فإن غم علیکم فاقدروا لہ'' [جب تم رمضان کا چاند دیکھو تو روزے رکھو اور جب شوال کا چاند دیکھو تو افطار کرو ،اگر تم پر بدلی چھائی ہو تو اس کا اندازہ کرو]۔

مفتی تقی عثمانی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

اس سے علماء کرام نے استدلال کیا ہے کہ ثبوت ہلال رویت ہی سے ہوگا ،حسابات سے ہلال کا ثبوت نہیں ہے بلکہ اعتبار رویت کا ہے ، اس لئے حسابات کے نتائج اور آلات رصدیہ سے حاصل شدہ معلومات کو اگر بالکل یقینی سمجھا جائے، جب بھی احکام شرعیہ میں ان کی مداخلت بجائے مفید ہونے کے مضر اور مسلمانوں کے لئے سخت مشکلات پیداکرنے والی ہیں ، اور اگر ان حسابات اور آلات کے نتائج قطعی اور یقینی ہوتے تو ماہرین فن کے اختلاف رائے کا احتمال نہ ہوتا (انعام الباری٥/٩٨٤)۔

''الفقہ علی المذاہب الاربعہ" میں ہے :''لاعبرۃ بقول المنجمین فلا یجب علیہم الصوم بحسابہم ولاعلی من وثق بقولہم،لأن الشارع علق الصوم علی امارۃ ثابتۃ لاتتغیر أبدا، وہی رویۃ الہلال أو إکمال العدۃ ثلاثین، أما قول المنجمین فہو إن کان علی قواعد دقیقۃ فإنا نراہ غیر منضبط، بدلیل اختلاف آرائہم فی أغلب الأحیان'' (الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۱/۵۵۱)۔

علامہ ابن تیمیہ نے کہا :

''إن العلماء بالہیئۃیعرفون أن الرویۃ لاینضبط بأمر حسابی وإنما غایۃ الحساب منہم إذا عدل أن یعرف کم بین الہلال من درجۃ وقت الغروب مثلا،لکن الرویۃ لیست مضبوطۃ بدرجات محدودۃ'' (الفتاوی الکبری ۲/۴۶۴)۔

ج- اگر کسی تاریخ کے بارے میں ماہرین فلکیات کی رائے ہو کہ آج افق پر چاند قابل رویت نہیں اور سائنسی اعتبار سے رویت ممکن ہی نہیں ہے تو اگر اس دن رویت کی شہادت دی جائے تو اس کوخلاف واقعہ سمجھ کر رد نہیں کیا جا سکتا ہے ،اس لئے کہ شریعت میں اعتبار رویت بصری کا ہے جو پائی جا رہی ہے ،علامہ حموی نے ''قنیہ '' کے حوالے سے لکھا ہے :

''الشرط عندنافی وجوب الصوم والإفطار رویۃ الہلال ولا یوخذ بقول المنجمین'' (غمز عیون البصائر شرح الاشباہوالنظائر ۲/۶۶) ۔

پھر اگر یہ خبر مستفیض ہو تو رمضان اور عیدین دونوں میں اس کا اعتبار ہوگا،اور اگر خبر واحد ہواور ایک آدمی نے چاند دیکھا ہو تو رمضان میں اس کا اعتبار ہوگا عیدین میں نہیں ،اس لئے کہ عیدین کے چاند کے ثبوت کے لئے کم از کم دو شاہد عدل کاہونا ضروری ہے ۔

* * *

رؤیت ہلال کے مسئلہ پر ایک نظر

مفتی راشد حسین ندوی•

سوال(١)

الف:مطلع کامطلب:

مطلع''طلع یطلع''باب''نصر'' کا مصدر بھی ہے اور اسم ظرف بھی ہے، قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ اس کا لام مفتوح ہوتا، ایک لغت اس طرح کی ہے بھی، لیکن زیادہ مشہور لام کا مکسور ہونا ہے اور یہ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سے چاند سورج نکلتے ہیں:

''طلعت الشمس و القمر والفجر والنجوم، تطلع طلوعا ومطلعا فهی طالعۃ۔ الخ۔''(لسان العرب ٨/١٨٣-مادة طلع)۔

اصطلاحی مفہوم بھی لغوی مفہوم سے الگ نہیں ہے، اصل میں قرآن مجید کی تصریح کے مطابق چاند کا ایک قدرتی نظام ہے، اور مہینہ کے ہر دن کے لیے اس کی منزلیں متعین ہیں، زمین کے طول البلد اور عرض البلد کے اعتبار سے ہر علاقہ میں چاند کا مطلع بھی الگ الگ ہے، سائنسی طور پر بھی یہ ایک ثابت شدہ اور محقق معاملہ ہے، اسی لیے اس کے بارے میں فقہاء کا کوئی اختلاف بھی نہیں ہے، اس حقیقت کی صراحت کرتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

١-{والقمر قدرناه منازل حتی عاد کالعرجون القدیم} (یس: ٣٩)۔

(اور چاند کی منزلیں بھی ہم نے طے کر رکھی ہیں،یہاں تک کہ پھر وہ ویسے ہی ہوجاتا ہے، جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی)

٢-{ہو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا وقدره منازل لتعلموا عدد السنین والحساب} (یونس: ٥)۔

(وہی ہے جس نے سورج کو چمک اور چاند کو اجالا بنایا اور اس کے لیے منزلیں متعین کردیں، تاکہ تم سالوں کی تعداد اور حساب جان لو)

اس کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ آلوسی اور علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ منزلیں ٢٨ہیں:

''والمنازل ثمانیۃ وعشرون منزلا۔الخ۔'' (روح المعانی ١٣/٣٣، تفسیر قرطبی١٥/٢٩)۔

اور تفاسیر کا خلاصہ کرتے ہوئے مفتی شفیع صاحب ''معارف القرآن'' میں تحریر

• مدرسہ ضیاء العلوم میدانپور، تکیہ کلاں، رائے بریلی، یوپی۔

فرماتے ہیں:

''لفظ منازل منزل کی جمع ہے، جس کے اصل معنی جائے نزول کے ہیں، اللہ تعالیٰ نے شمس و قمر دونوں کی رفتار کے لیے خاص حدود مقرر فرمائی ہیں، جس میں سے ہر ایک کو منزل کہا جاتا ہے، چاند چونکہ اپنا دورہ ہر مہینہ میں پورا کرلیتا ہے، اس لیے اس کی منزلیں تیس یا انتیس ہوتی ہیں، مگر چونکہ ہر مہینہ میں چاند کم از کم ایک دن غائب رہتا ہے، اس لیے عموما چاند کی منزلیں اٹھائیس کہی جاتی ہیں۔الخ۔''(معارف القرآن ۴/۵۰۵-و ۷/۳۹۳)۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

''اعلم أن نفس اختلاف المطالع لا نزاع فیہ بمعنی أنہ قد یکون بین بلدتین بعد بحیث یطلع الھلال لیلۃ کذا فی إحدی البلدتین دون أخری''(رد المحتار ۲،۱۰۵، رسائل ابن عابدین ۱/۲۵۰)۔

(جان لو کہ مطالع کے مختلف ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اس معنی میں کہ کبھی دو شہروں کے درمیان اتنی دوری ہوتی ہے کہ ایک شہر میں چاند طلوع ہوجاتا ہے، دوسرے میں نہیں ہوتا)۔

لیکن پھر علماء کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ شرعا اختلاف مطالع کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟ ائمہ اربعہ میں سے امام شافعیؒ اس کو معتبر مانتے ہیں، احناف اور بقیہ ائمہ کے یہاں بھی اس کو معتبر قرار دینے کی روایات موجود ہیں، لیکن جمہور (احناف، مالکیہ، حنابلہ وغیرہ) کے یہاں صحیح قول یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا شرعا کوئی اعتبار نہیں ہے، یعنی اگر ایک جگہ رؤیت ہوگئی تو شرعی ثبوت کی شرط کے ساتھ دنیا کے کسی بھی علاقہ میں اس کا اعتبار کیا جائے گا، خواہ وہاں کا مطلع الگ ہی کیوں نہ ہو، علامہ شامی اپنے رسالہ ''تنبیہ الغافل والوسنان'' میں فرماتے ہیں:

''وما اختارہ من اعتبار اختلاف المطالع ھو المعتمد عند الشافعیۃ علی ما صححہ الإمام النووی فی المنھاج عملا بالحدیث المذکور، لکن المعتبر الراجح عندنا أنہ لا اعتبار بہ، وھو ظاہر الروایۃ، وعلیہ المتون کالکنز وغیرہ وھو الصحیح عند الحنابلۃ، کما فی الإنصاف، وھو مذھب المالکیۃ'' (رسائل ابن عابدین ۱،۲۵۱، نیز دیکھئے: رد المحتار ۲/۱۰۵، فقہ السنۃ۱/۵۰۴)۔

یہی بات علامہ ابن رشد نے بھی لکھی ہے، لیکن انہوں نے بلاد بعیدہ کو اس حکم سے الگ قرار دیا ہے:

''وإذا قلنا أن الرؤیۃ (إلی) وأجمعوا أنہ لا یراعی ذلک فی البلدان النائعۃ کالأندلس والحجاز'' (بدایۃ المجتہد ۲۸۸-۱/۲۸۷)۔

آخری دور میں علمائے ہند نے بھی کم سے کم عملی طور پر ابن رشد کی اس تجویز

کو تسلیم کرلیا، مولانا برہان الدین سنبھلی فرماتے ہیں:

''بہر کیف! نظریاتی طور پر پہلے چاہے جو بھی اختلاف رہا ہو، مگر اب تو عملی طور پر تمام مذاہب کے لوگ شعوری یا غیر شعوری طور پر ابن رشد کے گویا ہم نوا بن گئے، یعنی بلاد بعیدہ میں رؤیت کا حکم نہیں مانتے '' (رؤیت ہلال کا مسئلہ: ۸۵، نیز دیکھئے: جدید فقہی مسائل۲/۲۹، کتاب المسائل ۲/۴۷)۔

لیکن چونکہ بقول علامہ شامی عدم اعتبار پر تمام متون اور شروع کا اعتبار ہے، حدیث''صوموا لرؤیتہ'' اس کی مؤید ہے، جمہور ائمہ اسی کے قائل رہے ہیں، اس لیے کئی جلیل القدر اور محقق علماء عدم اعتبار پر آج بھی مصر ہیں (دیکھئے: احسن الفتاوی-۴/۴۶۷ ۴۸۰-۴۸۱)۔

ان روایات فقہیہ، نصوص شرعیہ نیز مصالحہ عامہ کے پیش نظر راقم کی رائے یہ ہے کہ اختلاف مطالع اگرچہ ایک حقیقت اور امر مشاہد ہے، لیکن شرعا اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اگر دنیا کے کسی بھی خطہ میں شرعی اعتبار سے رؤیت ثابت ہوجائے، اور اس کی خبر شریعت میں معتبر ذرائع سے دوسرے علاقوں میں ہوجائے تو وہاں بھی صوم و فطر کے احکام جاری ہوجائیں گے۔''صوموا لرؤیتہ'' کا تقاضا بھی یہی ہے، جمہور کا قول بھی یہی ہے، احناف کی متون معتبرہ میں بھی یہی ہے، اور چاند کے سلسلہ میں پیدا ہوجانے والے غیر معمولی اختلاف کو اس کے ذریعہ آسانی سے دور بھی کیا جاسکتا ہے، اور آگے اکیڈمی نے جو سوالات قائم کیے ہیں، ان کی ضرورت ختم ہوسکتی ہے، اس لیے احقر کی ناقص رائے یہی ہے، بقیہ میں واقف ہوں کہ اس کو تسلیم نہیں کیا جائے گا، اس لیے ذیل میں مطلع کے سلسلہ میں حد بندی کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں:

مطلع کی حد:

اوپر ہم نے جو تفصیلات کی ہیں، اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ اختلاف مطالع کے سلسلہ میں فقہاء کے تین مسلک ہیں، اس کا خلاصہ مفتی شفیع صاحب نے ان الفاظ سے کیا ہے:

''اس مسئلہ میں فقہائے امت، صحابہ و تابعین اور بعد کے علماء کے تین مسلک ہوگئے ہیں، ایک یہ کہ اختلاف مطالع کا ہر جگہ ہر حال میں اعتبار کیا جائے، دوسرا یہ کہ کسی جگہ کسی حال میں اعتبار نہ کیا جائے، تیسرا یہ کہ بلاد بعیدہ میں اعتبار کیا جائے اور قریبہ میں نہ کیا جائے، اور عجب اتفاق ہے کہ یہ تینوں طرح کا اختلاف فقہاء امت حنفی شافعی مالکی حنبلی چاروں فقہ کے فقہاء میں موجود ہے، فرق صرف کثرت و قلت کا ہے ''(درس ترمذی ۲/۵۳۱، بحوالہ: رؤیت ہلال، ۵۶)۔

احناف کا اصل مسلک اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کا ہے، لیکن امام فخر الدین زیلعی صاحب ''تبیین الحقائق'' نے بلاد بعیدہ میں اس کومعتبر قرار دیا اور جیسا کہ اوپر

گذر چکا ہے کہ متاخرین احناف خاص طور سے علمائے ہند نے عام طور سے اسی پر فتوی دیا:

''والأشبہ أن یعتبر لأن کل قوم مخاطبون بما عندہم''(تبیین الحقائق۱؍۳۲۱، کتاب الصوم، قبیل باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، رسائل ابن عابدین ۱؍۲۵۰)۔

لیکن بلاد بعیدہ اور قریبہ کی تفریق کا کیا معیار ہوگا؟ اس کے سلسلہ میں فقہاء احناف کے یہاں زیادہ وضاحتیں نہیں ملتیں، البتہ دوسرے مسالک خاص طور سے شوافع کے یہاں خاصی تفصیلات ملتی ہیں، علامہ شامی نے فقہاء کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ۲۴؍ فرسخ سے کم میں مطالع میں اختلاف نہیں ہوسکتا:

''وفی شرح المنہاج للرملی وقد نبہ التاج التبریزی علی أن اختلاف المطالع لا یمکن فی أقل من أربعۃ و عشرین فرسخا۔الخ''(شامی ۲/۱۰۵، رسائل۱/۲۵۰)۔

علامہ شامی نے بعض فقہائے احناف کے حوالہ سے ایک مہینہ یا اس سے زیادہ کی مسافت کا قول بھی نقل کیا ہے، جس کی دلیل حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ کو بنایا گیا ہے، لیکن علامہ شامی نے اس قول اور استدلال کو ضعیف قرار دے کر پہلے قول کو راجح قرار دیا ہے (رسائل ۱؍۲۵۰)۔

استاذ محترم مولانا برہان الدین سنبھلی ان اقوال کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''واضح رہے کہ ایک مہینہ کی مسافت سے مراد وہ فاصلہ ہے جو پیدل کی رفتار کے لحاظ سے بنتا ہے، اسی معیار پر کتب فقہ میں تین دن کی مسافت کو مسافت قصر کہا گیا ہے، جس کا اندازہ بحساب انگریزی ۴۸؍ میل کیا گیا ہے، اسی طرح اگر مہینہ تیس دن کا فرض کیا جائے تو ایک مہینہ کی مسافت چار سو اسی میل ہوتی ہے، چوبیس فرسخ بعید ہے، ایک فرسخ تین میل شرعی کے برابر ہوتا ہے، اور ایک شرعی میل چار ہزار ذراع کا ہوتا ہے... جو انگریزی میل کی مقدار سے بقدر ۲۳۰؍ گز زائد ہوتا ہے... اس طرح چوبیس فرسخ ۲۴×۳=۷۲ میل شرعی کے برابر ہوئے اور بحساب انگریزی جس کے ۸۱؍ میل ۳؍فرلانگ ۶۰؍گز یعنی تقریبا ۱-۲؍۸۱ میل ہوتے ہیں '' (رؤیت ہلال کا مسئلہ؍۹۴-۹۳)۔

ان دو اقوال کے علاوہ حافظ ابن حجر اور علامہ شوکانی نے سات مزید اقوال نقل کیے ہیں، جن میں تین میں تو اتنی یکسانیت ہے کہ وہ ایک ہی معلوم ہوتے ہیں کہ جتنے فاصلہ تک رؤیت میں یکسانیت رہتی ہو، علم ہیئت ...اور جغرافیائی اعتبار سے کوئی فرق نہ پڑتا ہو، ان کا مطلع ایک مانا جائے گا، بقیہ کا مطلع دوسرا مانا جائے گا (فتح الباری۱۲۴-۴/۱۲۳، کتاب الصوم، باب قول النبی اذا رأیتم الھلال فصوموا، رؤیت ہلال کا مسئلہ: ۹۳-۹۲)۔

اس قول کی تائید کئی فقہی روایات سے بھی ہو رہی ہے، مثلا: فتاوی تاتارخانیہ میں

ہے:

''إذا كان بين بلدتين تفاوت لا يختلف المطالع لزم حكم أحد البلدتين البلدة الأخرى'' (تاتارخانیہ۳/۳۶۵)۔

''وعلى قول من اعتبره ينظر إن كان بينهما تفاوت بحيث لا تختلف المطالع يجب، وإن كان بحيث يختلف فأكثر المشائخ۔الخ'' (رسائل ابن عابدین ۱/۲۵۱، وانظر: بدائع الصنائع ۲/۲۲۴)۔

یہی وہ قول ہے جس کو اکثر علمائے ہند بھی راجح قرار دیتے ہیں، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی فرماتے ہیں:

''مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ...میں مختلف مکاتب فکر کے علماء اور نمائندہ شخصیتوں نے مل کر اس مسئلہ کے بابت جو فیصلہ کیا تھا وہ حسب ذیل ہے، اسی میں نمبر ۳ ،پر ہے:

بلاد بعیدہ سے مراد یہ ہے کہ ان میں باہم اس قدر دوری واقع ہو کہ عادۃ ان کی رؤیت میں ایک دن کا فرق ہوتا ہے، ایک شہر میں ایک دن پہلے چاند نظر آتا ہے اور دوسرے میں ایک دن کے بعد '' (جدید فقہی مسائل ۲/۳۴، نیز دیکھئے: کتاب المسائل۲/۴۷)۔

بحث کا خلاصہ:

احقر کی رائے میں شرعی طور پر اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کیا جائے تو اس باب کی تمام دشواریاں حل ہوجائیں گی، لیکن عملا چونکہ جمہور امت اس کا اعتبار کرتی ہے، لہٰذا اس کی حد بندی میں بھی وہی قول اختیار کرنا چاہیے جس پر جمہور کا عمل ہے، یعنی جن مقامات میں ایک دن چاند نظر آجاتا ہے، ان کا مطلع ایک قرار دیا جائے اور جہاں دوسرے دن نظر آتا ہے، وہاں کا مطلع الگ قرار دیا جائے، اس کو مسافت وغیرہ سے مربوط کرنے کے بجائے اسلاف سے منقول اسی اجمال پر رہنے دیا جائے۔ فقط

ب:بر صغیر کا مطلع ایک ہے:

جمہور کے نزدیک اگرچہ اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عملی طور پر ہمیشہ اختلاف مطالع کا اعتبار کیا گیا، چنانچہ آج کے دور میں دنیا میں کہیں بھی رؤیت ہو تو پورے عالم اسلام میں شرعی طور پر اس کی تصدیق ممکن ہے، لیکن عملا ایسا نہیں ہوتا، البتہ علماء نے برصغیر ہند و پاک، بنگلادیش و نیپال کا مطلع ایک قرار دیا ہے، ''مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء '' کی تجویز میں ہے:

''ہندوستان و پاکستان کے بیشتر صوبوں اور بعض قریبی ملکوں مثلا نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہے، علماء ہند و پاک کا عمل ہمیشہ اسی پر رہا ہے ''(جدید فقہی مسائل ۲/۳۴)۔

مولانا برہان الدین سنبھلی صاحب فرماتے ہیں:

''گویا اس پر سب علماء کا عملا اتفاق ہے کہ ان دو ملکوں میں اختلاف مطالع کا

اعتبار نہیں ہوگا '' (رؤیت ہلال کا مسئلہ: ۹۵-۹۴)۔

لیکن ادھر کئی سالوں سے دیکھا جاتا ہے کہ پاکستان میں رؤیت ہوجاتی ہے، لیکن ہندوستان میں اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا، یا ہندوستان کی رؤیت پر پاکستان میں غور نہیں کیا جاتا، یعنی اگرچہ برصغیر کا مطلع ایک مانا جاتا ہے، لیکن سیاسی سرحد نے کچھ ایسی فضا پیدا کردی ہے کہ عملا ایک دوسرے سے استفادہ نہیں ہوپاتا۔

جہاں تک کیرل اور پاکستان کے دور دراز مغربی علاقوں کا تعلق ہے تو یہ حضرات عموما ملک کے دوسرے علاقوں سے ایک دن پہلے ہی صوم و فطر مناتے ہیں، میرا خیال یہ تھا کہ یہ لوگ مطالع کے عدم اعتبار کے قول کو اپناکر رؤیت ہلال کے مسئلہ میں اپنے کو سعودیہ سے مربوط کیے ہوئے ہیں، لیکن آپ کی تحریر سے لگا کہ وہ ایسا رؤیت ہوجانے کی بنیاد پر کرتے ہیں، اگر یہ صحیح ہے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مطلع الگ ہے، جب مطلع الگ ہے تو یا تو اختلاف مطالع کے سلسلہ میں جمہور کا قول اختیار کیاجائے اور ان کی رؤیت کی تصدیق ہوجانے پر ہر جگہ صوم و فطر منائی جائے، ورنہ اگر اختلاف مطالع کو معتبر قرار دینا ہے، جس پر عملا سب متفق ہوچکے ہیں تو یہ کہنا ہی پڑے گا کہ ان کا مطلع برصغیر کے عام مطلع سے الگ ہے، غالبا اسی لیے ندوۃ العلماء کی تجویز میں ''بیشتر صوبوں '' کے الفاظ ہیں، علامہ شامی نے اپنے رسالہ میں مختلف حوالوں سے اس کی صراحت کی ہے:

''وعلی قول من اعتبره ینظر إن کان بینهما تفاوت بحیث لا تختلف المطالع یجب، وإن کان بحیث تختلف فأکثر المشائخ أنه لا یعتبر...والأشبه أن یعتبر، لأن کل قوم مخاطبون بما عندهم (الی) وروی أن أبا موسی الضریر الفقیه صاحب المختصر قدم الاسکندریة، فسئل عمن صعد علی منارة الاسکندریة، فیری الشمس بزمان طویل بعد ما غربت عندهم فی البلد أیحل له أن یفطر؟ فقال: لا ویحل لأهل البلد، اذ کل مخاطب بما عنده'' (رسائل ابن عابدین ۱/۲۵۰) ۔

اس کی تائید علامہ شوکانی کے اس قول سے بھی ہوتی ہے، جس کو مولانا برہان الدین سنبھلی صاحب نے نقل کیا ہے:

''مقام رؤیت سے جو جگہ (طبعی و جغرافیائی اعتبار سے) مختلف ہو وہ بعید ہے، اس کے علاوہ قریب، مثلا بلند مقام پر چاند نظر آیا، تو اس رؤیت کو نشیبی علاقہ کے لیے نہیں سمجھا جائے گا، اسی طرح اس کے برعکس ''(رؤیت ہلال کا مسئلہ: ۹۳-۹۲)۔

ج:ملک کے دوسرے حصوں کا حکم:

اگر جمہور کا قول اختیار کیا جائے تو جواب واضح ہے، لیکن اختلاف مطالع کا قول اختیار کیا جائے تو ہر جگہ کے لوگ اپنی رؤیت کے اعتبار سے عمل کریں گے، دلائل (ب) پر گزر چکے ہیں۔

د:ایک مطلع والے مختلف شہروں کا حکم:

جن علاقوں کا مطلع ایک ہے، ان میں کسی ایک جگہ رؤیت ہوجانے پر دوسری جگہوں پر رؤیت اصولی طور پر تسلیم کرلینی چاہیے، لیکن دوسری جگہوں کی رؤیت کی تصدیق کی شرائط ایسے امور پر مبنی ہے، جن کا تحقق عام مسلمانوں سے نہیں ہوسکتا، اس لیے ایک جگہ اعلان ہوجانے کے باوجود دوسری جگہ یہ دیکھنا پڑے گا کہ اس کی اطلاع شرعی اعتبار سے معتبر ذرائع سے آئی ہے یا نہیں؟ اس کا فیصلہ حکام اور ان کی غیر موجودگی میں علماء ہی کرسکتے ہیں، لہٰذا اس اعلان پر عمل مسلمانوں پر اسی وقت لازم ہوگا جب مقامی قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی اس کا اعلان کرے، ان دونوں کی غیر موجودگی میں امام یا با اثر عالم ان کا قائم مقام ہوگا، ان کے اعلان کے بعد ان کے حلقہ اثر تک کے علاقہ کے تمام مسلمانوں پر صوم و فطر لازم ہوجائیں گے، اس کے دلائل منددرجہ ذیل ہیں:

۱-فقہاء نے صراحت کی ہے کہ رؤیت کی اطلاع بطریق موجب ہونی چاہیے، صرف خبر کا پہنچنا کافی نہیں ہے، طریق موجب میں خواہ دو کی گواہی سامنے آجائے جو خود رؤیت کی شہادت دیں یا دوسری جگہ کے قاضی کے فیصلہ کی گواہی دیں یا خبر مستفیض پہنچ جائے، عوام الناس کی خبر مستفیض، شہادت اور حکایت میں فرق نہیں کرپائیں گے، علامہ شامی فرماتے ہیں:

''بطریق موجب، کان یتحمل اثنان الشهادة أو یشهدا علی حکم القاضی أو یستفیض الخبر، بخلاف ما اذا أخبر أن أهل بلدة کذا رأوه لأنه حکایة'' (شامی۲،۱۰۵، نیز دیکھئے: فتح القدیر و رسائل ابن عابدین/۲۵۳-۲۵۲، بدایة المجتهد۱/۲۸۶) ۔

۲-سلطان کی غیر موجودگی میں علماء حاکم کے قائم مقام ہوتے ہیں، مولانا عبد الحی فرنگی محلی فرماتے ہیں:

''والعالم الثقة فی بلدة لا حاکم فیها قائم مقامه'' (عمدة الرعایة حاشیة شرح الوقایة ۱/۲۴۶)۔

نیز صاحب ''الحدیقة المحمدیة'' فرماتے ہیں:

''وإذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایة، فالأمور موکلة إلی العلماء ویلزم العوام الرجوع إلیهم'' (رؤیت ہلال کا مسئلہ: ۵۲، بحوالہ؛ الحدیقة المحمدیة)۔

مولانا برہان صاحب سنبھلی دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

''استفاضہ خبر کی صورت میں بھی فیصلہ مقامی علماء پر مشتمل جماعت ہی کرنے کی مجاز ہوگی، کیونکہ عوام پر اگر فیصلہ چھوڑ دیاجائے تو وہ افواہ اور خبر صحیح کے درمیان فرق کرنے کی صلاحیت نہ رکھنے کی بناء پر ہوسکتا ہے بے بنیاد افواہ ہی کو خبر مستفیض سمجھ بیٹھیں اور اس پر ہی فیصلہ کرلیں جو یقینا غلط ہوگا، مزید یہ کہ ان کو اختیار دینا گویا انتشار اور بدنظمی کو دعوت دینا ہوگا '' (رؤیت ہلال کا مسئلہ: ۵۳، نیز

دیکھئے: کتاب المسائل۲/۴۶)۔

کیا دوسرے علاقہ کے ذمہ داران اعلان کے پابند ہیں؟

جب ذمہ داروں کے پاس شہادت، خبر مستفیض یا شریعت میں معتبر کسی دوسرے ذریعہ سے رؤیت کی اطلاع پہنچ جائے تو اب بلاشبہ ان پر اعلان کرنا لازم ہوجائے گا، اس لیے کہ مسئلہ ہلال رمضان کا ہو تو اس اعلان پر روزہ کی شروعات کا مدار ہے، دوسرے لوگ اس کی اطلاع پر تکیہ کیے ہوئے ہیں، لہٰذا جب معلوم ہوگیا کہ مہینہ شروع ہوچکا تو اس کے اوپر اس کا اعلان کرنا ضروری ہوگا، اسی طرح اگر ہلال عید کا مسئلہ ہے، تو ثبوت ہوجانے کے بعد عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے، لہٰذا اگر اس کے نزدیک شرعی طور پر ثبوت ہوچکا ہے، تو اس کا اعلان کرنا بھی اس پر لازم ہوگا، اس لیے کہ یہ کتمان شہادت میں سے ہے، جس کے بارے میں ارشاد ہے:{ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فإنہ آثمٌ قلبہ}(البقرۃ: ۲۸۳)۔

سوال(۲):

الف:امکان رؤیت کے لیے فلکی حساب سے مدد لینے کا حکم:

اس سوال کا جواب قدرے تفصیل کا متقاضی ہے، جس کی گنجائش اس تحریر میں نہیں ہے، مختصرا عرض ہے کہ صوم وفطر کا مدار شریعت نے شہود شہر پر قرار دیا ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے:{فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ} (البقرۃ: ۱۸۵) (تو جو اس مہینہ کو پالے وہ روزہ رکھے)۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ ان دونوں کا مدار رؤیت ہلال پر ہے یا محض وجود ہلال پر؟ اگر مدار رؤیت ہلال پر ہو تو سائنسی آلات، حساب اور ظن و تخمین سے، خواہ اس کی موجودگی کا پتہ یقینی طور سے ہورہا ہو یا غلبۂ ظن حاصل ہو رہا ہو، صوم و فطر کے احکام ثابت نہیں ہوسکتے، اور اگر صوم و فطر کے احکام ثابت کرنے کے لیے صرف وجود ہلال یا امکان رؤیت کافی ہو تو سائنسی ظن و تخمین اور حساب سے اس کا پتہ لگاکر صوم و فطر کے احکام ثابت کیے جاسکتے ہیں۔

اس اختلاف کا اصلی سبب دو حدیثیں ہیں، جن میں سے ایک سے لگتا ہے کہ مدار رؤیت پر ہے، جبکہ دوسری حدیث سے حساب اور ظن و تخمین سے پتہ لگانے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، وہ دونوں حدیثیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱-’’عن أبی ہریرۃ رضي اللہ عنہ قال:قال النبي ﷺ:صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ، فإن أغمی علیکم فأکملوا عدۃ شعبان ثلاثین‘‘(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب قول النبي ﷺ اذا رأیتم الہلال فصوموا: ۱۹۰۹، صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب وجوب صوم رمضان لرؤیۃ الہلال: ۲۵۱۴)۔

(آنحضرت ﷺ نے فرمایا: چاند دیکھ کر روزہ رکھو، اور اسی کو دیکھ کر عید مناؤ، اور اگر وہ تم سے پوشیدہ کردیا جائے تو شعبان کے تیس دن مکمل کرلو۔)

یہ حدیث الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ صحاح میں مختلف مقامات پر موجود ہے، اور اس میں صاف طور پر رؤیت پر مدار رکھا گیا ہے:

۲- ''عن ابن عمر رضي الله عنهما قال:سمعت رسول الله ﷺ يقول:إذا رأيتموه فصوموا، وإذا رأيتموه فأفطروا، فإن غم عليكم فاقدروا له'' (صحيح البخارى، كتاب الصوم، باب رؤية الهلال: ۱۹۰۰)۔

(حضرت ابن عمر فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب چاند دیکھ لو تو عید مناؤ، اور اگر تم پر چاند چھپ جائے تو اس کا اندازہ کرلو)۔

اس حدیث کے الفاظ''فاقدروا له'' کو بعض حضرات علم نجوم اور منازل قمر کے ذریعہ اندازہ لگانے پر محمول کرتے ہیں، جبکہ جمہور کے نزدیک اس حدیث کا مطلب بھی وہی ہے جو پہلی حدیث کا ہے کہ چاند نظر نہ آنے پر اندازہ کرکے مہینہ کے تیس دن پورے کرلو اور مہینہ مکمل کرلو، جمہور کا کہنا ہے کہ اس طرح دونوں احادیث میں تطبیق پیدا ہوجاتی ہے، ورنہ دوسرے معنی لینے پر دونوں احادیث میں اختلاف پیدا ہوجاتا ہے:

''فاقدروا له بكسر الدال وضمها وقيل الضم خطأ رواية، واختلفوا فى معناه، والمختار الذى عليه الجمهور أن المراد قدروا الاتمام ثلاثين، وأكملوا هذا العدد فى الشهر الذى كنتم فيه كما فى الرواية الأخرى:فأكملوا عدة شعبان ثلاثين، قال فى المواهب:هذا مذهبنا ومذهب مالك وأبى حنيفة وجمهور السلف الخلف، وقال بعضهم أن المراد تقدير منازل القمر وضبط حساب النجوم حتى يعلم أن الشهر ثلاثون أو تسع و عشرون، وهذا القول غير سديد، فإن قول المنجمين لا يعتمد عليه''(حاشية البخارى عن اللمعات تحت حديث: ۱۹۰۶)۔

تقریبا یہی بات علامہ ابن رشد مالکی نے کہی ہے اور دوسرے قول کی نسبت مطرف بن شخیر کی طرف کی ہے جو کبار تابعین میں سے تھے، مزید فرمایا کہ یہ حدیث مجمل ہے جس میں کئی معانی کا احتمال ہے، جب کہ''فأكملوا العدة ثلاثين'' مفسر ہے، لہٰذا مجمل کو مفسر ہی پر محمول کرنا چاہیے، یہی اہل اصول کا طریقہ ہے، چنانچہ وہ مجمل اور مفسر میں سرے سے تعارض کے قائل نہیں ہیں، اس طرح جمہور کا مسلک ہی راجح ہے:

''فأما اختلافهم إذا غم الهلال، فإن الجمهور يرون أن الحكم فى ذلك أن تكمل العدة ثلاثين (إلى) وروى عن بعض السلف أنه إذا أغمى الهلال رجع إلى الحساب بمسير القمر والشمس وهو مذهب مطرف بن الشخير وهو من كبار التابعين (إلى) فمذهب الجمهور فى هذا

الأرجح‘‘(بدایۃ المجتہد۱/۲۸۷)۔

علمائے احناف کی کتابوں میں بھی جمہور ہی کا قول اختیار کیا گیا ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں:

’’ولا عبرة بقول المؤقتين...بل فی المعراج:لا يعتبر قولهم بالإجماع۔الخ‘‘(رد المحتار شامی ۲،۱۰۰، تنبیہ الغافل والوسنان ۱/۲۴۵)۔

اس طویل عبارت کا (جس کے متن کا صرف معمولی حصہ ہم نے نقل کیا ہے) حاصل یہ ہے کہ خواہ علم نجوم کے ماہرین عدول ہی کیوں نہ ہوں، ان کا قول معتبر نہیں ہوگا، بعض حضرات نے اس کو اجماعی مسئلہ قرار دیا ہے، امام سبکی شافعیؒ نے ان کے قول کو قابل اعتماد قرار دینے کا رجحان ظاہر کیا ہے، لیکن شوافع کے متاخرین نے ان کے قول کی تردید کی ہے۔

اپنے رسالہ میں علامہ شامی نے اس پر طویل بحث کی ہے، جس کا خلاصہ کرتے ہوئے اخیر میں فرمایا کہ اس کے بارے میں متاخرین کے تین قول ہیں:

۱-قاضی عبد الجبار اور صاحب جمع العلوم کے نزدیک ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

۲-علی بن مقاتل کے نزدیک جب ماہرین فلکیات کی ایک جماعت کا کسی بات پر اتفاق ہوجائے تو ان پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، ورنہ نہیں۔

۳-کسی صورت پر ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا:

’’الحاصل أن للمتأخرين ثلاثة أقوال:نقلها الامام الزاهدی فی القنية؛ الأول ما قاله القاضی عبد الجبار وصاحب جمع العلوم أنه لا بأس بالاعتماد علی قول المنجمين، الثانی مانقله علی بن مقاتل۔الخ۔‘‘(رسائل ۱/۲۴۶)۔

لیکن ان تمام اقوال میں دل کو چھولینے والا قول وہ ہے جس کو علامہ شامیؒ نے ابن حجر کے حوالہ سے نقل کیا ہے، اگرچہ بعد میں اس کو بھی ماننے سے انکار کردیا ہے:

’’وفصل المحقق ابن حجر بأن الذی يتجه فيما لو دل الحساب علی كذب الشاهد بالرؤية أن الحساب إن اتفق أهله علی أن مقدماته قطعية، وكان المخبرون منهم بذلک عدد التواتر ردت الشهادة وإلا فلا، وهذا أولی من إطلاق السبكی الغاء الشهادة المذكورة وإطلاق غيره قبولها‘‘ (رسائل ابن عابدین ۱/۲۴۹)۔

(محقق ابن حجر نے اس میں تفصیل کی ہے کہ اوجہ یہ ہے کہ حساب جب رؤیت کی گواہی دینے والے کے جھوٹا ہونے پر دلالت کرے تو جب اہل حساب اس کے مقدمات کے قطعی ہونے پر متفق ہوں اور ان کی تعداد تواتر تک ہو تو شہادت رد کردی جائے گی، ورنہ نہیں، یہ قول سبکی کے قول سے اچھا ہے کہ مطلقا گواہی رد کردی جائے گی اور دوسروں کے اس قول سے بھی کہ اس کو مطلقا قبول کرلیا جائے گا)۔

غالبا اسی عبارت کی روشنی میں مولانا خالد سیف اللہ صاحب فرماتے ہیں:

''البتہ فلکیاتی تحقیق سے اس قدر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے کہ جس تاریخ کو طلوع ہلال کا امکان نہ ہو، اس روز رؤیت ہلال کی شہادت کافی تحقیق اور ناقابل تردید تعداد کی گواہی کے بغیر تسلیم نہ کی جائے اور جس دن فنی اعتبار سے طلوع ہلال کا امکان زیادہ ہو، اس دن معمولی خبر پر بھی اعتبار کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ ذکر کیا گیا، اس مسئلہ میں اصل ایسی خبر کا پایا جانا ہے جس سے قاضی کا قلب مطمئن ہوجائے، اور اس طرح کی فنی تائید معمولی خبر کے لیے بھی تقویت وتائید کا باعث بن جاتی ہے'' (جدید فقہی مسائل۲/۲۶)۔

احقر کی رائے میں بھی تفصیل والی آراء پر ہی فتوی دینا مناسب ہے، جب اہل فن متفق ہوں کہ آج چاند نہیں نکل سکتا تو جب تک جم غفیر رؤیت کی اطلاع نہ دے صرف دو گواہوں کی گواہی نہ مانی جائے رد کردی جائے، جس طرح مختلف شبہات پر رد کردی جاتی ہے، اور جس دن کے بارے میں اہل فن متفق ہوں کہ آج چاند نکل سکتا ہے، اس دن خواہ بظاہر مطلع صاف ہو، صرف دو کی گواہی مان لی جائے، غبار اور فضائی آلودگی مان کر، اور رمضان میں ایک کی خبر بھی تسلیم کرلی جائے، اس حد تک میرے نزدیک فلکیاتی حساب سے مدد لی جاسکتی ہے۔ واللہ أعلم

ب:فلکیاتی حساب کے خلاف شہادت کا حکم:

اس سوال کا جواب بڑی حد تک ان تفصیلات سے واضح ہوچکا ہے جن کو ہم (الف) کے جواب میں درج کرچکے ہیں، ان تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر تمام ماہرین اس پر متفق ہوں کہ اس دن رؤیت کا امکان نہیں ہے تو صرف جم غفیر کی شہادت ہی سے رؤیت ثابت ہوسکتی ہے، اس کے کئی اسباب ہیں:۔

۱-آسمان صاف ہو تو تمام حضرات فرماتے ہیں کہ جم غفیر کی شہادت ہی سے رؤیت ثابت ہوسکتی ہے، دو کی شہادت ناکافی ہوگی، اس لیے کہ دو کی شہادت میں خاصے احتمالات ہیں:

''وإذا لم یکن فی السماء علۃ اشترط لھلال رمضان جمع عظیم یقع العلم الشرعي وھو غلبۃ الظن بخبرھم (إلی) ولم یقدر فیہا الجمع العظیم بشئ''(رسائل ابن عابدین۱/۲۳۴، والکتب الأخری)۔

یہاں بھی احتمالات کے سبب جم غفیر کی شرط ہونی چاہیے۔

۲-قرابت اور حقد و عداوت کے سبب شہادت رد کردی جاتی ہے، اس لیے کہ اس شہادت میں شبہات ہوتے ہیں تو یہاں بھی رد کردینی چاہیے، اس لیے یہاں بھی اس سے بڑھ کر شبہات ہیں۔

۳-عصر حاضر کے محققین نے غالبا انہیں وجوہات کی بناء پر اسی طرح کے قول

اختیار کیے ہیں۔ ہم مولانا خالد سیف اللہ صاحب کی تحقیق (الف) میں نقل کرچکے ہیں، اسی کے متعلق یورپین افتاء کونسل کی تجویز میں ہے:

''لہٰذا اگر فلکی حساب کے ذریعہ کسی خطہ میں شرعا معتبر رؤیت کی نفی ہوجائے تو پھر گواہوں کی گواہی کا اعتبار نہ ہوگا، کیونکہ یہ ظنی ہے، اسے غلط فہمی اور کذب بیانی پر محمول کیا جاسکتا ہے، جب کہ حسابی شہادت قطعی ہوتی ہے، اور ظنی کی بنیاد پر قطعی کو رد نہیں کیا جاسکتا ہے، کیونکہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ظنی کو قطعی پر ترجیح نہیں دی جائے گی'' (یورپین افتاء کونسل کے اجتماعی فیصلے اور فتاوی، اردو ترجمہ: ۴۸)۔

ج:رؤیت کے لیے محکمۂ موسمیات سے مدد:

صیام و فطر کا مدار رؤیت ہلال پر ہے، رؤیت ہلال کے وقت آسمان صاف ہو تو الگ احکام ہیں، غبار آلود یا بدلی زدہ ہو تو الگ احکام ہیں۔جہاں تک محکمۂ موسمیات کا تعلق ہے تو وہ اپنے آلات اور بادل و غبار نیز ہوا کی رفتار اور ان کے رخ کودیکھ کر ایک اندازہ لگاتا ہے، اور ظنی پیش گوئی کرتا ہے کہ فلاں دن فلاں وقت ایسا موسم ہوگا، نہ تو وہ یقینی بات کہنے کا دعوی کرتا ہے، نہ ہی ان کی ہر پیش گوئی صحیح ثابت ہوتی ہے، لہٰذا ان سے مدد لینے کا میرے خیال سے کوئی فائدہ نہیں ہے، غروب کے وقت جس طرح کی صورت حال ہو، مسائل اسی کے مطابق ہوں گے، محکمۂ موسمیات کی پیش گوئی پر انحصار کرکے بیٹھ جانا کسی طرح بھی درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔

د:مطلع صاف نہ ہونے کا مطلب:

مطلع صاف نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ چاند دیکھنے سے کوئی ایسی رکاوٹ پیش آجائے جو چاند دیکھنے سے مانع ہو، سوال نمبر۲ ،الف کے تحت دو احادیث درج کی گئی ہیں، ان میں سے ایک میں''فإن غم'' کا لفظ ہے، دوسری حدیث میں ''أغمي'' کا لفظ ہے، ''غم (ن) غما''کے معنی ڈھانپ لینے کے ہیں اور ''غم علیہ الأمر'' (جب مجہول کا صیغہ ہو) کے معنی پوشیدہ اور مشتبہ ہونے کے ہیں (دیکھئے؛ المعجم الوسیط، مصباح اللغات اردو)۔

دوسرے لفظ ''أغمي'' کے معنی ابر رہنے کے ہیں، اور ''أغمي علیہ'' کے معنی بے ہوشی طاری ہونے کے ہیں (المعجم الوسیط)۔

دونوں حدیثوں کا مطلب صاف ہے کہ چاند دیکھنے سے کوئی رکاوٹ سامنے آگئی ہو، خواہ ابر کے ذریعہ یا گرد و غبار کے ذریعہ، فقہاء نے اس کو صراحت سے بیان کیا ہے، علامہ شامی ''تنبیہ الغافل والوسنان'' میں فرماتے ہیں کہ جب آسمان پر بادل اور غبار جیسی کوئی علت موجود ہو:

''ثم إذا کان فی السماء علۃ من نحو غیم أو غبار۔۔الخ''(رسائل ابن عابدین۱/۲۳۴)۔

ہدایہ میں ہے:

''والعلۃ غیم أو غبار أو نحوہ'' (ہدایہ مع الفتح ۲/۲۵)۔

اس کے علاوہ اکثر فقہی کتابوں میں بادل ہونے کے بجائے ''إذا کان بالسماء علۃ'' کے الفاظ آئے ہیں (مثلا دیکھئے؛ بدائع۲/۲۲۳وغیرہ)۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادل، کہرا، گرد و غبار، دھواں اور رکاوٹ بننے والی تمام چیزیں اس میں شامل ہیں۔

ہ:جب فرد واحد کی خبر پر روزوں کی ابتدا ہو:

جب ایک شخص کی خبر سے روزوں کی شروعات ہو، پھر رمضان کے ۳۰ ؍دن مکمل ہونے پر چاند نظر نہ آئے، تو فقہاء نے مسئلہ میں کچھ تفصیلات بیان کی ہیں، وہ یہ کہ تیسویں دن اگر مطلع ابر آلود ہو تو بالاتفاق دوسرے دن عید منالی جائے گی، اور اگر مطلع بالکل صاف ہو، نہ گرد و غبار ہو، نہ ابر ہو، نہ دھواں یا چاند دیکھنے سے رکاوٹ بننے والی کوئی اور چیز ہو تو اس صورت حال میں مسئلہ کا حکم بیان کرنے میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہوگیا ہے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس صورت حال میں دوسرے دن عید نہیں منائی جائے گی، اس لیے کہ گواہ نے یقینی طور سے غلطی کردی ہے، بلکہ گواہ کی سرزنش کی جائے گی، لیکن امام محمد کے نزدیک اس صورت حال میں دوسرے دن عید منائی جائے گی، بظاہر یہاں ایک کی گواہی سے عید منانا ثابت ہورہا ہے، لیکن وہ تبعا ہے، اور بہت سی چیزیں اصلا ثابت نہیں ہوتیں، لیکن تبعا ثابت ہوجاتی ہیں، بعض حضرات نے امام محمد کے قول پر فتوی دیا ہے، لیکن یہ امام محمد کی ایک روایت ہے، علامہ شامی نے اپنے رسالہ میں اس کا ذکر آگے دوسری طرح کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا قول ہی ان کے نزدیک مفتی بہ ہے، راقم کی رائے بھی یہی ہے، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

''ثم اعلم أنہ إذا تم عدد رمضان ثلاثین بشہادۃ فرد، ولم یر ہلال الفطر والسماء مصحیۃ، لا یحل الفطر اتفاقا، لظہور غلط الشاھد ویغرر (الی) ولا خلاف فی حل الفطر إذا تم العدد وکان بالسماء علۃ لیلۃ الفطر وإن ثبت رمضان بشہادۃ الفرد (الی) لأن الفطر ما ثبت بقول الواحد ابتداء، بل بناء و تبعا فکم من شئ یثبت ضمنا ولا یثبت قصدا۔الخ''(رسائل ابن عابدین: ۱/۲۳۶) ۔

اس عبارت میں حالت صحو میں تیس دن مکمل ہونے پر بالاتفاق عید نہ منانے کی بات ہے، ''ہندیہ'' میں اس کے بارے میں امام محمد کا اختلاف نقل کیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا:

''إذا صاموا بشہادۃ الواحد، وأکملوا ثلاثین یوما ولم یروا ہلال شوال لا یفطرون فیما روی الحسن عن أبی حنیفۃ رحمہما اللہ للاحتیاط، وعن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ أنہم یفطرون کذا فی التبیین، وفی غایۃ البیان قول محمد أصح کذا فی النہر الفائق، وقال شمس الأئمۃ

الحلواني:هذا الاختلاف فيما إذا لم يروا هلال شوال والسماء مصحية، فأما إذا كانت متغيمة يفطرون بلا خلاف۔الخ'' (هنديہ ۱/۱۹۸، مزید تفصیل کے لیے دیکھئے؛ بدائع الصنائع۲/۲۲۳، هدایہ مع الفتح۲/۲۵۱) ۔

سوال (۳):

الف:رؤیت ہلال کی شہادت:

جب مطلع صاف ہو تو رمضان، عید اور تمام مہینوں کے ثبوت کے لیے جم غفیر یا بالفاظ دیگر اتنے افراد کی شہادت مشروط ہے، جس سے حاکم قاضی یا ہلال کمیٹی کو ان کی سچائی کا غلبۂ ظن حاصل ہوجائے، ان مخبرین کی تعداد کے سلسلہ میں کئی اقوال نقل کیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ امام ابو حنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ صرف دو افراد کی گواہی بھی کافی ہوجائے گی، علامہ شامی نے اپنے رسالہ میں چاند دیکھنے سے لوگوں کی سستی کے سبب اس روایت کی ترجیح کو اولیٰ قرار دیا ہے، لیکن بندۂ ناچیز کے خیال میں علامہ شامی نے جس سبب سے دو کی گواہی کو کافی قرار دیا ہے، وہ سبب کم از کم رمضان اور فطر کے موقع پر اس زمانہ میں نہیں پایا جاتا، بڑی تعداد رمضان اور عید کا چاند دیکھنے کی کوشش کرتی ہے، لہٰذا ان کی آراء میں سے وہی رائے راجح معلوم ہوتی ہے جس کے مطابق تعداد کی کوئی حد بندی نہیں ہے، بس اتنی تعداد ہو جس سے ان کی سچائی کا غلبہ ظن حاصل ہوجائے، اس سلسلہ کی چند عبارات ملاحظہ ہوں:

۱-''وإذا لم يكن فى السماء علة اشترط لهلال رمضان والفطر جمع عظيم يقع العلم الشرعي، وهو غلبة الظن بخبرهم؛ لأن المطلع متحد فى ذلک المحل...ولم يقدر فيها الجمع العظيم بشئ...قال فى البحر:''والحق ما روى عن محمد وأبى يوسف أيضا أن العبرة لتواتر الخبر ومجيئه من كل جانب، انتهى، وذكر الشرنبلالى وغيره تبعا للمواهب أن الأصح رواية تفويضه إلى رأي الامام، وروى الحسن عن أبى حنيفة أنه تقبل فيه شهادة رجلين أو رجل وامرأتين وإن لم يكن فى السماء علة، قال فى البحر:ولم أر من رجح هذه الرواية وينبغى العمل عليها فى زماننا؛ لأن الناس تكاسلوا عن ترائ الأهلة''(تنبيہ الغافل والوسنان رسائل ابن عابدين: ۱/۲۳۴، هدایہ مع الفتح ۲/۲۵۰-۲۵۳، ہندیہ۱/۱۹۷-۱۹۸، شامی۲/۹۸-۱۰۳) ۔

۲-مولانا خالد سیف اللہ رحمانی فرماتے ہیں:

''اول یہ کہ مطلع اگر صاف ہو تو فقہاء رمضان المبارک اور عید الفطر ہر دو موقعوں پر خبر مستفیض کو ضروری قرار دیتے ہیں، خبر مستفیض کا مطلب یہ ہے کہ ایک اتنی بڑی جماعت چاند دیکھنے کی اطلاع دے جن کا جھوٹ پر متفق ہونا عادۃ ناقابل تصور ہو '' (جدید فقہی مسائل۲/۱۴)۔

۳-مولانا رشید احمد لدھیانویؒ لکھتے ہیں:

''بحالت صحو دونوں ہلال میں جم غفیر کے ایسے اخبار جو موجب ظن غالب ہوں

ضروری ہوں گے ''(احسن الفتاوی: ۴/۴۸۰)۔

شاہدین میں عدالت کا معیار:

جب بدلی یا گرد و غبار کی وجہ سے رمضان کا چاند نظر نہ آئے، تو ایک عدل بلکہ صحیح قول کے مطابق مستور الحال کی خبر کافی ہوجائے گی، بشرطیکہ وہ کھلم کھلا فاسق نہ ہو،لیکن معاملہ اگر ہلال عید کا ہو تو دو عدلوں کی شہادت ضروری ہے، ان کا عدل ہونا مشروط ہوگا، صرف مستور الحال ہونا کافی نہ ہوگا:

''ثم إذا كان فی السماء علۃ من نحو غیم أو غبار قبل لهلال رمضان خبر واحد عدل فی ظاهر الروایۃ ومستور علی قول مصحح لا ظاهر فسق اتفاقا (الی) وشرط لهلال الفطر مع علۃ فی السماء شروط الشهادۃ؛ لأنہ تعلق بہ نفع العباد وهو الفطر فأشبہ سائر حقوقهم، فاشترط لہ ما اشترط لها من العدد والعدالۃ وعدم الحد فی القذف وإن تاب۔الخ''(رسائل ابن عابدین۱/۲۳۴، هدایہ مع الفتح ۲/۲۵۰-۲۵۳، شامی ۲/۹۸-۱۰۳، ہندیہ ۱/۱۹۷-۱۹۸)۔

احسن الفتاوی میں ''علماء کا متفقہ فیصلہ '' کے عنوان سے پاکستان کے اکابر علماء مفتی شفیع، علامہ یوسف بنوری اور دوسرے کبار علماء کا فتوی ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے:

''ہلال رمضان بحالت علت خبر واحد سے، خواہ وہ عادل ہو یا مستور الحال ہو ثابت ہوسکتا ہے، اس میں شہادت شرط نہیں، البتہ ہلال عیدین میں شہادت بشرائطہا ہونا ضروری ہے، یعنی کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ایسی ہوں جو دین دار ہوں '' (احسن الفتاوی۴/۴۸۰)۔

ب:چاند کی شہادت کا حکم:

جن مقامات پر نظام قضاء موجود ہے، وہاں چاند کی گواہی قضاۃ کی ذمہ داری ہے، اور جہاں نظام قضاء موجود نہ ہو وہاں ہلال کمیٹی کے ذمہ داران یہ فریضہ انجام دیں گے، ہلال کمیٹی بھی موجود نہ ہو تو یہ ذمہ داری مقامی علماء کی ہوگی، اگر عیدین یا رمضان کے علاوہ کسی اور مہینہ کی رؤیت محل نظر ہو تو اس میں شہادت کی جملہ شرائط (لفظ شہادت قاضی یا اس کے قائم مقام کی مجلس وغیرہ) کو ملحوظ رکھنا ضروری ہوگا، فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے، کچھ عبارات ملاحظہ ہوں:

۱-(قولہ بطریق موجب) كان يتحمل اثنان الشهادۃ، أو يشهدا علی حكم القاضی أو يستفيض الخبر بخلاف ما إذا أخبر أن أهل بلدۃ كذا رأوه، لأنہ حكايۃ (شامی ۲،۱۰۵)۔

۲-وشرط لهلال الفطر مع علۃ فی السماء شروط الشهادۃ؛ لأنہ تعلق بہ نفع العباد وهو الفطر فأشبہ سائر حقوقهم فاشترط لہ ما اشترط لها من العدد والعدالۃ وعدم الحد فی قذف، وإن تاب ولفظ الشهادۃ والدعوی علی خلاف فيہ۔الخ'' (رسائل ابن عابدین ۱/۲۳۴، هدایۃ ۱/۱۹۶،ط؛ احسان بکڈپو، بدائع الصنائع۲/۲۲۲)۔

۳-مولانا سلمان منصورپوری نے مختلف بحثوں کو یکجا کرتے ہوئے لکھا ہے:

''جب رؤیت عام نہ ہو تو عیدین اور دیگر مہینوں کے چاند کے ثبوت کے لیے ضروری ہے کہ درج ذیل چار ذرائع میں سے کوئی ذریعہ پایا جائے:

(۱)شہادت علی الرؤیہ؛ یعنی چاند دیکھنے والے دو عادل شخص، خود قاضی یا کمیٹی کے روبرو چاند دیکھنے کی گواہی دیں۔

(۲)شہادت علی شہادۃ الرؤیہ؛ یعنی چاند دیکھنے والے خود تو حاضر نہ ہوں، لیکن ان میں سے ہر ایک کی گواہی پر دوعادل شخص گواہی دیں کہ ہمارے سامنے فلاں فلاں شخص نے چاند کی گواہی دی ہے۔

(۳)شہادۃ علی القضاء؛ یعنی کسی جگہ قاضی یا کمیٹی شرعی ثبوت پر چاند کا فیصلہ کردے، پھر اپنے فیصلہ کو دو گواہوں کے سامنے مہر بند کرکے دوسرے شہر کی کمیٹی یا قاضی کو بھیجے۔

(۴)استفاضہ؛ یعنی کسی جگہ سے چاند کی خبر یا قاضی کے فیصلہ کے بعد اس کی خبر دوسرے شہر تک اس تواتر سے پہنچے کہ اس سے چاند کے ثبوت کا علم یقینی ہوجائے '' (کتاب المسائل۲/۵۱)۔

نظام قضاء موجود نہ ہونے کی صورت میں یہی ذمہ داری ہلال کمیٹی یا علماء کے اوپر ہونے کی صراحت کرتے ہوئے مولانا عبد الحی فرنگی محلی ''شرح الوقایہ '' کے حاشیہ ''عمدۃ الرعایہ '' میں فرماتے ہیں:

''والعالم الثقۃ فی بلدۃ لا حاکم فیہا قائم مقامہ''(عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ۱/۲۴۶)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی فرماتے ہیں:

''ہندوستان یا اس جیسے ممالک میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، تین صورتیں ہیں:

۱-اول یہ کہ مسلمان بطور خود کسی امیر کا انتخاب کریں یا باہمی رضا مندی سے قاضی مقرر کرلیں اور وہ ان امور کو طے کرے، فتح القدیر، بحر اور شامی وغیرہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔

۲-ایسا نہ ہوسکے تو اجتماعی طور پر رؤیت ہلال کمیٹی بنائی جائے جس میں علمائے فقہ ضرور ہوں، اور انہیں کا فیصلہ تسلیم کیا جائے۔

۳-دیہات وغیرہ جہاں ایسی کمیٹیوں کا بھی بنایا جانا ممکن نہ ہو، وہاں موجود علماء خود فیصلہ کریں ''(جدید فقہی مسائل: ۲/۲۷)۔

اسی سے ملتی جلتی بات مولانا سلمان منصورپوری نے بھی لکھی ہے (کتاب المسائل۲/۴۶)۔

جہاں تک ہلال رمضان کا تعلق ہے تو اس کے لیے صرف خبر کا ہونا کافی ہے، اس میں شہادت والی شرائط نہیں ہیں:

''ثم إذا كان فی السماء علۃ من نحو غیم أو غبار قبل ھلال رمضان خبر واحد عدل فی ظاھر الروایۃ ومستور علی قول مصحح۔الخ''(رسائل ابن عابدین ۱/۲۳۴ وما ذکرنا من کتب الفقہ من قبل)۔

جہاں علماء بھی نہ ہوں:

البتہ اگر کسی جگہ نہ قاضی ہو، نہ ہلال کمیٹی، نہ علماء، تو وہاں ایک کے خبر دینے سے رمضان اور دو عدلوں کے خبر دینے سے عید کا ثبوت ہوجائے گا۔

''وأما فی السواد إذا رأی أحدھم ھلال رمضان یشھد فی مسجد قریتہ، وعلی الناس أن یصوموا بقولہ بعد أن یکون عدلا إذا لم یکن ھناک حاکم یشھد عندہ...وإذا أخبر رجلان فی ھلال شوال فی السواد والسماء متغیمۃ ولیس فیہ وال ولا قاض، فلا بأس للناس أن یفطروا، کذا فی الزاھدي، وتشترط العدالۃ۔الخ'' (ھندیہ ۱۹۸-۱/۱۹۷، رسائل ابن عابدین۱/ ۲۳۴، شامی۲/۹۹)۔

''وعبارۃ الشامی:صاموا بقول ثقۃ وأفطروا بأخبار عدلین (قولہ وأفطروا) عبارۃ غیرہ لا بأس أن یفطروا والظاھر أن المراد بہ الوجوب أیضا۔الخ'' (شامی ۲/۹۹) ۔

ج:کیا فوری طور پر ادائے شہادت شرط ہے:

اگر چاند دیکھنے کے بعد کسی نے ادائے شہادت میں تاخیر کردی تو دیکھا جائے، اگر یہ تاخیر کسی ناگزیر سبب سے تھی، مثلا فوری طور پر ذمہ داروں کے پاس اس کا پہنچنا ممکن نہیں تھا، تو اس کی شہادت رد نہیں کی جائے گی، ورنہ بلا وجہ تاخیر کرکے بعد میں گواہی دے تو اس کی شہادت رد کردی جائے گی، اس لیے کہ ثبوت رؤیت جن کی شہادت پر موقوف ہو، ان پر فوری طور پر ادائے شہادت لازم ہے، خواہ وہ پردہ نشین عورت ہی کیوں نہ ہو، یہاں تک کہ شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے لیے گھر سے نکل سکتی ہے:

''وکذا یجب علی المرأۃ أن تخرج بلا إذن زوجھا۔الخ''(شامی۲/۹۹)۔

(قولہ لا فاسق اتفاقا)...وعلیہ تفرع ما لو شھدوا فی آخر رمضان برؤیۃ ھلالہ قبل صومھم بیوم إن کانوا فی المصر ردت لترکھم الحسبۃ، وإن جاؤوا من خارج قبلت''(أیضا، نیز دیکھئے؛ محمود الفتاوی ۲/۱۲۳)۔

سوال (۴):

الف:قاضی کا اعلان اس کے دائرۂ اثر ہی میں مؤثر ہوگا:

جب کسی خاص علاقہ اور حلقہ میں ایک شخص کو لوگوں نے اپنا امیر یا قاضی تسلیم کرلیا تو قضاء کے جملہ امور میں اس کی بات ماننا اس علاقہ کے لوگوں پر لازم ہوجائے گا، اس لیے کہ وہ اس علاقہ کا صاحب امر اور امیر ہے، قرآن مجید اور احادیث میں ''أولوا الأمر'' کی بات ماننے کو لازم قرار دیا گیا ہے:

''قال الله تعالیٰ:{یا أیہا الذین آمنوا أطیعوا الله وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم} (النساء: ۵۹)۔

''وقال النبي ﷺ:إن أمر علیکم عبد مجدع -حسبتها قالت:أسود- یقودکم بکتاب الله، فاسمعوا لہ وأطیعوا'' (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعۃ الأمراء: ۴۷۶۲)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں:

''ہندوستان یا اس جیسے ممالک میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، تین صورتیں ہیں:

۱-اول یہ کہ مسلمان بطور خود کسی امیر کا انتخاب کریں یا باہمی رضامندی سے قاضی مقرر کرلیں اور وہ ان امور کو طے کرے، فتح القدیر، بحر اور شامی وغیرہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔۔الخ '' (جدید فقہی مسائل۲/۲۷، نیز دیکھئے؛ کتاب المسائل۲/۲۷)۔

علامہ ابن الہمام فرماتے ہیں:

''وإذا لم یکن سلطان ولا من یجوز التقلد منہ کما ہو فی بعض بلاد المسلمین غلب علیہم الکفار کقرطبۃ فی بلاد المغرب وبلغیۃ وبلاد الحبشۃ وأقروا المسلمین عندھم علی مال یؤخذ منہم یجب علیہم أن یتفقوا علی واحد منہم یجعلونہ والیا فیولی قاضیا أو یکون ہو الذی یقضی بینہم''(فتح القدیر ۶/۳۶۵، کتاب أدب القاضی، نیز دیکھئے: شامی ۴/۳۴۲) ۔

اس لیے کہ اگر قاضی چاند کا اعلان کرتا ہے تو اس کے حلقہ اثر کے تمام افراد پر لازم ہوجاتا ہے کہ اس کے اعلان پر عمل کریں۔

ب:قاضی کے اعلان کی حیثیت:

قاضی جب شرعی تقاضوں اور اصولوں کو مکمل کرلینے کے بعد خود یا اپنے معتمد کے ذریعہ ثبوت یا عدم ثبوت ہلال کا ریڈیو یا ٹیلی ویزن پر اعلان کردیتا ہے تو اس کے حلقہ اثر میں اس کی حیثیت یقینی طور پر سلطان کے اعلان جیسی ہوجاتی ہے، جس کا ماننا واجب ہوجاتا ہے، دلائل اوپر گزر چکے ہیں، مولانا عبد الحی فرنگی محلی فرماتے ہیں:

''والعالم الثقۃ فی بلد لا حاکم فیہا قائم مقامہ''(عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ۱/۲۴۶)۔

اس کی دلیل وہ تمام نصوص فقہیہ بھی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مسلمانوں کی حکومت نہ ہو تو وہ اگر کسی کو والی یا قاضی بنادیں تو شرعا وہ ان کا والی اور قاضی بن جائے گا، مثلا:

''ویصیر القاضي قاضیا بتراضي المسلمین'' (شامی ۴/۴۲) ۔

''الدر'' میں ہے:

''ولو فقد وال لغلبۃ کفار واجب علی المسلمین تعیین وال'' (أیضا)۔

''فتح القدیر'' میں ہے:

''...یجب علیہم أن یتفقوا علی واحد منہم یجعلونہ والیا۔الخ'' (۶/۳۶۵)۔

ج:ایک علاقہ کے اعلان کا دوسرے علاقہ پر اثر:

اوپر گزرچکا ہے کہ قاضی یا ہلال کمیٹی کا اعلان اس کے زیر اثر علاقہ ہی تک محدود رہے گا، دوسرے علاقہ کے عوام خود سے اس اعلان پر عمل نہیں کرسکتے، ہاں اگر وہاں کے قاضی یا ہلال کمیٹی اپنے ذرائع سے تصدیق کرنے کے بعد اپنے علاقہ میں اعلان کرادیں تو اب وہاں کے لوگ بھی اس اعلان پر عمل کریں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک قاضی اپنے یہاں جب اعلان کرے گا تو دوسری جگہ کے لوگ اس میں تمیز نہیں کر پائیں گے کہ یہ اعلان شرعی ضوابط کے مطابق ان تک پہنچ رہا ہے یا نہیں، اس کی حیثیت محض خبر اور حکایت کی ہے یا شہادت کی؟ مزید برآں اگر معاملہ عوام ہی پر چھوڑ دیا جائے تو انتشار کا بڑا اندیشہ ہے، مولانا برہان الدین سنبھلی دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

''استفاضۂ خبر کی صورت میں بھی فیصلہ مقامی علماء پر مشتمل جماعت ہی کرنے کی مجاز ہوگی، کیونکہ عوام پر اگر فیصلہ چھوڑ دیا جائے تو وہ افواہ اور خبر صحیح کی شہرت کے درمیان فرق کرنے کی صلاحیت نہ رکھنے کی بناء پر ٹھوسکتا ہے بے بنیاد افواہ ہی کو خبر مستفیض سمجھ بیٹھیں، اور اس پر ہی فیصلہ کرلیں جو یقینا غلط ہوگا، مزید یہ کہ ان کو اختیار دینا گویا انتشار اور بدنظمی کو دعوت دینا ہوگا '' (رؤیت ہلال کا مسئلہ: ۵۳، نیز دیکھئے؛ کتاب المسائل۲/۴۶)۔

خلاصہ کلام یہ کہ ایک صوبہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کا اعلان دوسرے صوبہ کے مسلمانوں کے لیے محض ایک خبر ہے، اس کی حیثیت صرف اس کے دائرۂ اثر میں سلطان کے اعلان جیسی ہے، دوسرے صوبہ میں اس کی حیثیت محض ایک خبر کی ہے جس پر بلا تحقیق عمل نہیں ہوسکتا۔ واللہ أعلم

د:کیا معلن کا مسلمان ہونا شرط ہے؟

اگر ٹی وی یا ریڈیو کا اناؤنسر قاضی یا ہلال کمیٹی کے حوالہ سے اعلان کرتا ہے تو اس کا مسلمان ہونا شرط نہیں ہے۔

تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ رمضان کے چاند کی شہادت کی حیثیت خبر کی ہے، خبر دینی معاملہ سے متعلق ہے، لہٰذا مخبر کا مسلمان نیز عاقل بالغ اور عادل یا مستور الحال ہونا شرط ہے، اور عید و دیگر مہینوں کی خبر کی حیثیت شہادت کی ہے، لہٰذا اس میں مکمل نصاب شہادت مع شرائط ضروری ہوگا:

''ولأن هذا ليس بشهادة بل هو اخبار۔۔الخ''(بدائع۲/۲۲۲، وما بعد)۔

لیکن قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نے جب شہادت قبول کرلی اور اعلان کروا رہے ہیں تو کسی بھی طریقہ سے اعلان کرادینا کافی ہوگا، جس سے لوگوں کو اعتماد ہوجائے کہ یہ اعلان قاضی کی طرف سے ہے، مثلا توپ کا چلا دینا وغیرہ، اسی میں یہ بھی ہے کہ قاضی یا کمیٹی کے حوالہ سے ٹی وی یا ریڈیوز پر اعلان کرادیا جائے:

''(قوله ببلدة) ...والظاهر أنه يلزم أهل القرى الصوم بسماع المدافع أو رؤية القناديل من

المصر، لأنہ علامۃ ظاھرۃ تفید غلبۃ الظن، وغلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل۔الخ'' (شامی۲/۹۹)۔

کتاب ''رؤیت ہلال فقہ اسلامی کی روشنی میں'' ہے:

''ریڈیو پر اعلان کرنے والا اگر متدین مسلمان نہ ہو، بلکہ غیر مسلمان ملازم ہو اور وہ کسی ذمہ دار ہلال کمیٹی یا جماعت علماء یا قاضی شریعت (بتصریح) کے فیصلہ کا اعلان کرے، تو بھی یہ خبر قابل تسلیم ہوگی، اور صوم و افطار کا حکم درست ہوگا جس طرح توپ کی آواز اور ڈھنڈورچی کے اعلان پر فقہاء صوم و افطار صوم جائز قرار دیتے ہیں '' (ص: ۳۴ بحوالہ مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ)۔

سوال(۵):

الف:جہاں مطلع ہمیشہ ابر آلود رہتا ہو:

حدیث شریف:''فإن غم علیکم'' پر سرسری نگاہ ڈالنے سے یہی شبہ ہوتا ہے کہ جن علاقوں میں مطلع ہمیشہ ابرآلود رہتا ہے، وہاں کے لوگوں کو ہمیشہ تیس کا مہینہ ماننا چاہیے، اس لیے کہ چاند نظر نہ آنے پر ۳۰؍دن مکمل کرنے کا حکم دیا جارہا ہے، لیکن اوپر گذر چکا ہے کہ علماء کی اکثریت کے نزدیک شرعا اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے، جن کے یہاں معتبر ہے وہ بھی اتحاد مطالع کی صورت میں چاند کی رؤیت کے سلسلہ میں متعدد مقامات پر احکام میں یکسانیت کے قائل ہیں، لہٰذا اگر چاند نظر نہیں آیا تو وہاں کے علماء اور ذمہ داروں پر لازم ہے کہ قریب ترین ممالک اور علاقوں سے رابطہ کرکے رمضان یا چاند کا اعلان کردیا کریں:

''قال شمس الأئمۃ الحلوانی رحمۃ اللہ علیہ:الصحیح من مذھب أصحابنا رحمہم اللہ تعالی أن الخبر إذا استفاض وتحقق فیما بین أھل البلدۃ الأخری یلزمہم حکم ھذہ البلدۃ۔الخ''(رسائل ابن عابدین: ۱/۲۵۲)۔

مولانا سلمان منصورپوری لکھتے ہیں:

''جس ملک یا شہر میں ہمیشہ مطلع ابر آلود رہتا ہو، اور تلاش و جستجو کے باوجود چاند نظر آنے کی کوئی شکل نہ ہو (مثلا لندن اور بعض دیگر یورپی علاقے) تو وہاں قریبی ملک سے آئی ہوئی چاند کی معتبر شہادت یا خبر مستفیض پر عمل کیا جائے گا، پس ایسے علاقہ کے علماء پر لازم ہے کہ وہ اتفاق رائے سے اقرب ترین ملک سے رابطہ کرکے رمضان یا عید کا اعلان کیا کریں ''(کتاب المسائل۲/۵۲)۔

فتاوی رحیمیہ میں ہے:

''...لیکن جہاں ہمیشہ ابر و غبار کی وجہ سے چاند نظر نہیں آتا ہے، اور سب چاند تیسواں شمار کرتے ہیں تو اس میں بڑا تفاوت ہوگا (الی) ایسے وقت میں اپنے نزدیک کے ممالک جہاں پر طلوع وغیرہ میں زیادہ تفاوت نہ ہو، اور انتیسویں کا چاند نظر آتا ہو، ایسے ملک سے رابطہ اور تعلق رکھنا چاہیے اور یہ زیادہ مناسب ہے، اور اس کی صورت یہ ہو

کہ ہلال رمضان کے بارے میں وہاں کے تین چار دین دار اور معتمد آدمیوں کے فون کی خبر پر جب تم ان کی آواز اچھی طرح پہچان سکو اور تمہیں چاند نظر آنے کا یقین پیدا ہوجائے تو رمضان کا فیصلہ کردو۔''(عید کے لیے شہادت کی شرط ہوگی) (فتاوی رحیمیہ ۳/۷۷-۷۸)۔

اسلامک کلچرل سنٹر لندن کے متفقہ فیصلہ کے (ب) میں ہے:

''اگر برطانیہ میں مذکورہ طریقہ سے چاند نظر نہ آئے تو کسی اسلامی ملک سے رؤیت ہلال کی شرعی طور پر ثابت ہونے والی شہادت کی خبر پر انحصار کیا جائے گا ''(فتاوی رحیمیہ۴۱۸-۳/۴۱۷)۔

ب:قریبی ممالک کے اعلان پر عمل کیا جائے

ہم (الف) میں تفصیل سے عرض کرچکے ہیں کہ جن ممالک میں ابر کے سبب رؤیت نہیں ہوپاتی، وہ قریبی ممالک سے مستند ذرائع سے اطلاعات منگوا کر اس پر عمل کریں۔

ج:ایک علاقہ کے اعلان سے دوسرے علاقہ والوں کا فائدہ اٹھانا:

ریڈیو اور ٹی وی پر جو اعلانات ہوتے ہیں، ان کی حیثیت خبر کی ہوتی ہے، جس سے رمضان کے چاند کی تصدیق کی جاسکتی ہے، لیکن عید کے چاند کی تصدیق اسی وقت کی جاسکتی ہے، جب خبر مستفیض ہوجائے اور خبر مستفیض کی تعریف میں علماء کا اختلاف ہے، عام طور سے اس کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ہر طرف سے چاند کی خبریں اس طرح آئیں کہ خبر کی صداقت کا ظن غالب ہوجائے:

١- شامی میں ہے:''قولہ بطریق موجب؛ کان یتحمل اثنان الشہادۃ، أو یشہدا علی حکم القاضی، أو یستفیض الخبر، بخلاف ما إذا أخبر أن أهل بلدة كذا رأوه لأنہ حکایۃ'' (شامی ۲،۱۰۵)۔

٢- ''قال شمس الأئمۃ الحلوانی رحمۃ اللہ علیہ:إن الخبر إذا استفاض، وتحقق فیما بین أهل البلدة الأخری یلزمہم حکم هذه البلدة انتهی، وکتبت فیما علقتہ علی البحر أن المراد بالاستفاضۃ تواتر الخبر من الواردین من تلک البلدة إلی البلدة الأخری لا مجرد الاستفاضۃ، لا منها قد تکون مبنیۃ علی أخبار رجل واحد، فیشیع الخبر عنہ ولا شک أن هذا لا یکفی بہ بدلیل قولہم: إذا استفاض الخبر و تحقق، فإن التحقیق لا یکون بما ذکرنا'' (تنبیہ الغافل والوسنان رسائل۱/۲۵۳-۲۵۲) ۔

٣-مولانا سلمان منصورپوری لکھتے ہیں:

''جب رؤیت عام نہ ہو تو عیدین (اور دیگر مہینوں) کے چاند کے ثبوت کے لیے ضروری ہے کہ درج ذیل چار ذرائع میں سے کوئی ذریعہ پایا جائے۔ پھر نمبر چار پر ہے:

(۴)استفاضہ: یعنی کسی جگہ سے چاند کی خبر یا قاضی کے فیصلہ کے بعد اس کی

خبر دوسرے شہر تک اس تواتر سے پہنچے کہ اس سے چاند کے ثبوت کا علم یقینی ہوجائے۔ان میں سے اگر ایک ذریعہ بھی متحقق ہوجائے تو عید کے چاند کا ثبوت ہوجائے گا ''(کتاب المسائل۲/۵۱)۔

۴-مولانا رشید احمد لدھیانویؒ نے ''احسن الفتاوی'' میں اکابر علماء کا متفقہ فیصلہ درج کیا ہے، نمبر ۵، پر استفاضہ پر بحث کرتے ہوئے اس میں یہ عبارت ہے:

''رؤیت ہلال میں جہاں جہاں استفاضہ کا لفظ آیا ہے، اس میں بھی بے سر وپا افواہوں یا غیر معروف لوگوں کے خطوط کا اعتبار نہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حاکم وقت یا اس کے نائب مجاز (یعنی جماعت علماء یا عالم ثقہ) کے پاس متعدد خبر دینے والے خبر رؤیت ہلال کو بشرائط المرقومہ فی الجواب السابق بیان کریں اور اس سے مخبر الیہ کو طمانینت قلب اور غلبہ ظن حاصل ہوجائے تو اس صورت میں یہ طریق موجب عمل قرار دیا جائے گا، اس کے علاوہ استفاضہ میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ حاکم یا نائب یا عالم ثقہ فی القریہ کے پاس متعدد خطوط یا ٹیلیفون یا تار توسط یا بغیر توسط کے ایسے اور اتنے آجائیں کہ اس کی طمانینت قلب ہوسکے'' (احسن الفتاوی۴/ ۴۸۱-۴۸۰)۔

رہا یہ سوال کہ کیا خبر استفاضہ تبھی قرار دیں گے جب تین ریڈیو اسٹیشنوں کا اعلان حاصل ہوجائے؟ تو بعض حضرات نے اس کو مشروط قرار دیا ہے، اور دلیل اس سے دی ہے کہ اصول حدیث میں خبر مستفیض اسی کو کہتے ہیں جو دو طرق سے زیادہ سے ثابت ہو، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

''والثانی: وهو أول أقسام الآحاد ما لہ طرق محصورة بأكثر من اثنين (الی) وهو المستفيض على رأي جماعة من الفقهاء''(شرح نخبة الفكر مع شرحہ: ۳۴،ط؛ مکتبہ سید احمد شہید رائے بریلی)۔

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مفتی احمد خانپوری فرماتے ہیں:

''مگر حقیقت یہ ہے کہ استفاضہ کے لیے کوئی عدد متعین نہیں، بلکہ جتنی اخبار سے غلبہ ظن متحقق ہوجائے وہ خبر مستفیض ہے ''(محمود الفتاوی ۲/۱۲۵)۔

غلبہ ظن کس خبر سے حاصل ہوسکتا ہے؟ اس کے بارے میں علامہ شامی نے تفصیلی بحث کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حاکم کو جس سے بھی غلبہ ظن حاصل ہوجائے، اور غلبہ ظن حاصل ہونے میں تفاوت ہوتا ہے:

''وإذا لم يكن فی السماء علة اشترط لهلال رمضان والفطر جمع عظيم يقع العلم الشرعي، وهو غلبة الظن بخبرهم (الی) ولم يقدر فيها الجمع العظيم بشئ، فروي عن أبی يوسف أنہ قدره بعدد القسامة خمسين رجلا، وعن خلف بن أيوب خمس مائة ببلخ، وعن محمد تفويضہ إلى رأي الإمام، قال فی البحر:والحق ما روی عن محمد وأبی يوسف أيضا؛ أن العبرة لتواتر الخبر ومجيئہ من كل جانب انتهى، وذكر الشرنبلالی وغيره تبعا للمواهب أن الأصح رواية

تفویضہ إلی رأي الإمام۔الخ'' (رسائل ۱/۲۳۴) ۔

خلاصہ یہ کہ تین یا کسی خاص تعداد کو مشروط کرنے کے بجائے اس مسئلہ میں زیادہ بہتر یہ ہے کہ کہا جائے کہ جس سے ذمہ داروں کو غلبہ ظن حاصل ہوجائے، اس کو وہ خبر مستفیض یا غلبہ ظن دینے والی خبر کہہ سکتے ہیں، بعض اوقات ایک کی خبر سے بھی غلبہ ظن حاصل ہوجاتا ہے، جیسا کہ مسلمانوں نے مسجد قبلتین میں ایک کی خبر سے قبلہ بدل لیا تھا، اور احادیث میں اس طرح کی کئی مثالیں موجود ہیں، اور کبھی دسیوں کے قول سے بھی اطمینان نہیں ہوتا۔ واللہ أعلم

د:دوسرے صوبہ کی خبر پر اعتماد:

اگر کسی صوبہ میں رؤیت نہیں ہوئی، لیکن متصل صوبہ میں رؤیت ہوگئی اور قابل اعتماد ذرائع سے اطلاع آگئی تو اس کے مطابق چاند کی تصدیق کرکے اعلان کیا جاسکتا ہے:

''قولہ بطریق موجب؛ کان یتحمل اثنان الشهادة أو یشهدا علی حکم القاضی أو یستفیض الخبر بخلاف ما إذا أخبر أن أهل بلدة کذا رأوه لأنه حکایة'' (شامی۲/۱۰۵) ۔

سوال(۶):

الف:رؤیت کا اعلان کون کرے؟

چاند کی رؤیت کے اعلان کا حق اسلامی یا بالفاظ دیگر مسلمان ممالک میں حکومت کی متعین کردہ کمیٹی یا افراد کو ہوگا۔

جہاں تک ان ممالک کا تعلق ہے جہاں اقتدار اعلیٰ مسلمانوں کے پاس نہیں ہے تو اگر مسلمانوں نے نظام قضاء بنا رکھا ہے تو یہ اختیار شرعی امیر یا قاضی کو ہوگا، اس لیے کہ وہی حاکم کا قائم مقام ہے، اگر نظام قضاء قائم نہ ہو، لیکن رؤیت ہلال کمیٹی قائم ہو جس کا عوام پر اثر ہو تو اب اعلان کا حق اسی کمیٹی کو ہوگا، گویا اس خاص معاملہ میں یہ کمیٹی حاکم کی قائم مقام کرے گی، اگر کہیں پر رؤیت ہلال کمیٹی بھی نہ ہو تو علاقہ کے بااثر عالم یا کسی مرکزی مسجد کے با اثر امام کو یہ اختیار حاصل ہوگا، اس لیے کہ یہ ایک دینی معاملہ ہے، لوگ تمام دینی معاملات میں ان حضرات کو مرجع اور امیر قرار دیتے ہیں تو اس معاملہ میں بھی وہی مرجع ہوں گے اور ان کی حیثیت اس معاملہ میں حاکم شرعی جیسی ہوگی، کہیں پر اس طرح کے علماء اور ائمہ بھی نہ ہوں تو لوگ ایک ثقہ کے کہنے سے روزہ رکھیں گے اور دو عدلوں کے کہنے سے عید منالیا کریں گے، یہ احکام مندرجہ ذیل عبارات سے منقول وماخوذ ہیں:

۱-''إلا إذا کان فی بلدة لا حاکم فیها، فانهم یصومون بقول ثقة، ویفطرون بقول عدلین'' (تنبیہ الغافل والوسنان رسائل ابن عابدین۱/۲۳۴، وکذا فی الهندیة۱/۱۹۸، وغیرہا من الکتب الفقهیة)۔

۲-''إذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالأمور مؤکلة إلی العلماء ویلزم العوام الرجوع

إلیہم'' (رؤیت ہلال کا مسئلہ: ۵۲، بحوالہ؛ الحدیقۃ المحمدیۃ)۔

۳-''والعالم الثقۃ فی بلدۃ لا حاکم فیہا قائم مقامہ'' (عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ ۱/۲۴۶)۔

۴-جدید فقہی مسائل۲/۲۸، اور کتاب المسائل۲/۴۶ پر اس کی تائید کرنے والی بات کہی گئی ہے۔ واللہ أعلم

ب:غیر متعلق کا اعلان:

جہاں (الف) میں بیان کردہ صاحب اختیار میں سے کوئی موجود ہو، وہاں غیر متعلق فرد یا کمیٹی کے اعلان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے، اس لیے کہ اوپر ذکر کردہ عبارات میں یہ اختیار مذکورہ اصحاب اختیار کو دیا گیا ہے، فقہی عبارات میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ کسی اور کو اعلان کرنے کا حق نہیں ہے اور اگر کر بھی دے تو اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے، لہٰذا ان کے اعلان کی بنیاد پر صوم و فطر کی شروعات نہیں کی جائے گی، ان افراد کے پاس اگر کوئی ثبوت ہو تو ان کو چاہیے کہ موجود قاضی یا ہلال کمیٹی کے پاس پیش کریں، اور اعلان معتبر ادارہ کی طرف سے ہو، یہی وجہ ہے کہ کوئی فرد چاند دیکھ لے لیکن اس کی شہادت رد کردی جائے تو صرف احتیاطا اسے روزہ رکھنے کو کہا جاتا ہے، اور معتبر افراد اور کمیٹی کے علاوہ دوسرے لوگ عوام ہی کے حکم میں ہیں:

''ومن رأی ہلال رمضان وحدہ صام وإن لم یقبل الإمام شہادتہ (الی) لأن الوجوب علیہ للاحتیاط'' (ہدایہ ۱/۱۹۵)۔

''وأما وجوب الصوم علیہ فممنوع، فإن المتحققین من مشائخنا قالوا:لا روایۃ فی وجوب علیہ، وإنما الروایۃ أنہ یصوم، وھو یصوم علی الندب احتیاطا''(بدائع۲/۲۲۱)۔

''ومن رأی ہلال الفطر وحدہ لم یفطر احتیاطا''(ہدایہ ۱/۱۹۶)۔

د:غیر مجاز افراد کے اعلان پر عمل کرنے والوں کا حکم:

اگر غیر مجاز افراد کے اعلان سے متاثر ہوکر کسی نے روزہ رکھنا شروع کردیا، یا عید سمجھ کر روزہ نہیں رکھا، جب کہ مجاز افراد کی طرف سے اعلان نہیں ہوا تو چونکہ شرعا اس دن رمضان کا روزہ تھا، اس لیے اس کے بدلہ میں اس کو قضاء کرنی ہوگی، لیکن اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا، اس لیے کہ اس نے جو کچھ کیا ہے شبہ میں مبتلا ہوکر کیا ہے اور کفارہ ایک سزا ہے جو شبہات سے ساقط ہوجائے گا:

''ومن رأی ہلال الفطر وحدہ لم یفطر احتیاطا (ہدایۃ) (قولہ لم یفطر)...وعلی القول، بأنہ لا یفطر لو أفطر یقضی، ثم منہم من قال:لا کفارۃ علیہ بلا خلاف (الی) والصحیح عدم لزومہما فیہما..الخ'' (فتح القدیر۲/۲۵۲)۔

سوال(۷)

الف:ایک صوبہ کی متعدد کمیٹیوں کا حکم:

جب اقتدار اعلیٰ مسلمانوں کے پاس نہ ہو تو حکم یہ ہے کہ مسلمان کسی کو اپنا امیر مقرر کرلیں جو قاضیوں کا تقرر کرے، اور ان امور میں مسلمانوں کی قیادت کرے جن میں امیر کی ضرورت رہا کرتی ہے، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی فرماتے ہیں:

''ہندوستان یا اس جیسے ممالک میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، تین صورتیں ہیں:

۱-اول یہ کہ مسلمان بطور خود کسی امیر کا انتخاب کریں، یا باہمی رضامندی سے قاضی مقرر کرلیں اور وہ ان امور کو طے کرے، فتح القدیر، بحر اور شامی وغیرہ میں اس کی صراحت موجودہے۔

۲-ایسا نہ ہوسکے تو اجتماعی طور پر رؤیت ہلال کمیٹی بنائی جائے جس میں علمائے فقہ ضرور ہوں اور انہیں کا فیصلہ تسلیم کیا جائے۔

۳- دیہات وغیرہ جہاں ایسی کمیٹیوں کا بھی بنایا جانا ممکن نہ ہو، وہاں موجود علماء خود فیصلہ کریں ''(جدید فقہی مسائل۲/۲۷)۔

اور فتح القدیر میں ہے:

''وإذا لم یکن سلطان ولا من یجوز التقلد منہ، کما ھو فی بعض بلاد المسلمین غلب علیہم الکفار کقرطبۃ فی بلاد المغرب الآن وبلنسیۃ وبلاد الحبشۃ وأقروا المسلمین عندھم علی مال یؤخذ منہم یجب علیہم أن یتفقوا علی واحد منہم یجعلونہ والیا فیولی قاضیا أو یکون ھو الذی یقضی بینہم'' (فتح القدیر ۶/۳۶۵، کتاب أدب القاضی)۔

اس حکم پر مسلمان عمل کرتے ہیں، چنانچہ بعض صوبوں میں امارت شرعیہ کا مستحکم نظام قائم ہے، اور جن صوبوں میں امارت شرعیہ کا نظام قائم نہیں ہے، وہاں ہلال کمیٹیاں بہرحال موجود ہیں۔

لیکن المیہ یہ ہے کہ مسلمان متعدد فرقوں اور مسالک میں بٹے ہوئے ہیں، جن میں سے ایک کو دوسرے پر اعتماد نہیں ہے یا اعتماد ہو بھی تو ہر مسلک کی قیادت دوسرے پر اعتماد کو اپنی قیادت کے لیے خطرناک سمجھتی ہے، اس لیے ہر فرقہ بلکہ ہر مسلک کے الگ الگ نظام قائم ہیں، شیعہ کی الگ کمیٹی ہے، سنی کی الگ، دیوبندی کی الگ ہے اور بریلوی کی الگ، بعض اوقات تو ایک ہی مسلک میں دینی یا سیاسی وجوہات سے متعدد کمیٹیاں وجود میں آجاتی ہیں، جن سے بلاشبہ انتشار پیدا ہوتا ہے، اور مسلمانوں کی جگ ہنسائی ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ مسالک کے ان اختلافات کو ختم کرنا ناممکن ہے، لہٰذا ان الگ الگ کمیٹیوں کو ختم کرنا بھی ناممکن ہے، البتہ یہ ممکن ہے کہ مختلف مسالک کی کمیٹیوں کے ذمہ داران ملت کے درد کو سمجھیں، ایک دوسرے سے رابطہ کی شکل نکالنے کی کوشش کریں، کسی بھی اعلان سے پہلے آپس میں تبادلۂ خیالات کریں اور ممکن ہو تو ایک جیسا

اعلان کریں، اگر سامنے سے کوئی حق بات کہی جارہی ہو تو اس کی گہرائی میں جائیں، صرف مخالف مسلک کی بات ہونے کے سبب اسے چٹکیوں میں نہ اڑائیں، اگر آپس میں رابطہ ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ بہت کم اختلافات کی نوبت آئے گی اور ملت کو انتشار واضطراب سے بچایا جاسکے گا۔ واللہ أعلم

ب:ملکی پیمانہ پر اتحاد کا طریقہ:

ہم نے مقالہ کی ابتداء میں بیان کیا ہے کہ اس پر سب متفق ہیں کہ اختلاف مطالع ایک طبعی اور قدرتی حقیقت ہے، لیکن فقہاء کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ شرعا یہ اختلاف معتبر ہوگا یا نہیں؟ جمہور کے نزدیک اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، دنیا مینکہیں بھی ایک جگہ رؤیت ہو اور معتبر ذرائع سے دنیا کے انتہائی خطہ میں اس کی اطلاع پہنچ جائے، تو اس کا ماننا وہاں کے لوگوں پر بھی لازم ہوجائے گا، احناف کے یہاں بھی قول مختار اور مفتی بہ یہی ہے، تمام متون اور شروح اس پر متفق ہیں، لیکن عملی طور پر اب شرعا بھی اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جانے لگا ہے، راقم نے عرض کیا تھا کہ اس مسئلہ میں جمہور کا قول مان لینے سے اتحاد قائم ہوسکتا ہے، اس لیے مفتی بہ قول ہی کو اختیار کرنا چاہیے، تاکہ اتحاد قائم کیا جاسکے، صاحب (احسن الفتاوی۴/۴۲۵)۔

یہ تو بین الاقوامی پیمانہ پر ہے، ہندوستان کا مسئلہ تو اس سے بھی آسان ہے، اس لیے کہ اختلاف مطالع کی رائے رکھنے والوں نے بھی پورے برصغیر کا مطلع ایک قرار دیا ہے، لہٰذا ایک جگہ رؤیت ہوجائے اور قابل اعتماد ذرائع سے اس کی اطلاع پہنچ جائے تو سارے ہندوستان میں بالاتفاق اس کو تسلیم کرلیا جائے گا، پھر عملا ایسا کیوں نہیں ہے؟ اس کے بارے میں اتنا شدید اختلاف کیوں پیش آتا ہے؟

میرے خیال سے اس کی ایک وجہ مسلکی اختلاف کے سبب باہمی اعتماد میں بے انتہاء کمی کا ہونا ہے، اور دوسری وجہ جدید ذرائع ابلاغ پر بعض فرقوں کا عملا کلی اعتماد اور بعض کا بالکلیہ عدم اعتماد ہے۔

لہٰذا اس سلسلہ میں اگر اتحاد قائم کرنا ہے تو ضروری ہوگا کہ ملک میں جتنی بھی رؤیت ہلال کمیٹیاں ہیں، ان میں لازمی طور پر ہر مسلک کی ایسی نمایاں نمائندگی ہو کہ ہر مسلک والے اس پر اعتماد کرسکیں، نمایاں نمائندگی سے ہماری مراد یہ ہے کہ جس کو ممبر بنایا جائے، اس کو اپنے مسلک میں اچھی شہرت حاصل ہو، ساتھ ہی ملک میں موجود تمام کمیٹیوں کے درمیان مکمل رابطہ ہو، جب ایک جگہ رؤیت ہوجائے تو فوری طور پر اس کی اطلاع دوسری کمیٹیوں کو دی جائے اور ذریعہ ایسا اختیار کیا جائے جس پر سب اعتماد کرسکیں، اگر ایسا ہوجائے تو اتحاد کی امید کی جاسکتی ہے۔

لیکن یہ کام بحسن و خوبی تبھی انجام پاسکتا ہے جب صوبائی سطح کی کمیٹیوں کے ساتھ ایک مرکزی کمیٹی بھی ہو،تاکہ سب کمیٹیاں مرکزی کمیٹی کے رابطہ میں رہیں، اور

کہیں بھی رؤیت ہو تو وہاں کی کمیٹی مرکزی کمیٹی کو مطلع کرے، مرکزی کمیٹی بقیہ کمیٹیوں کو مطلع کرے، اس طرح معاملہ آسان ہوجائے گا، ورنہ مرکزی کمیٹی نہ ہونے کی صورت میں اہل رؤیت کو ہر جگہ اطلاع دینی ہوگی۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس پر عمل تبھی آسانی سے ممکن ہوگا، جب جدید ذرائع ابلاغ کے اوپر اعتماد کرنے میں کچھ نرمی برتی جائے، اس لیے کہ فقہاء نے اس سلسلہ میں جو شرائط عائد کی ہیں وہ صرف شرائط برائے شرائط نہیں ہیں، ان کا مقصد یقین اور غلبہ ظن کا حصول ہے، اور جدید ذرائع ابلاغ کی بعض انواع میں یہ اطمینان حاصل ہوسکتا ہے، مثلا اگر ایک جگہ شرعی شہادت کے ساتھ رؤیت کی تصدیق کی جاچکی ہے، تو وہاں کا قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کا ذمہ دار اپنے لیٹرپیڈ پر اپنی دستخط اور مہر کے ساتھ اس کی تفصیل لکھے، اور واٹس ایپ پر اطلاع بھیج دے تو لمحات میں معتبر خبر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجی جاسکتی ہے، اور کچھ احتیاطی تدابیر اختیار کرکے اس کو قبول بھی کیا جاسکتا ہے۔

مسلسل انتشار واضطراب اور جگ ہنسائی کے بعد ادھر ایک دو سالوں سے کمیٹیوں کی طرف سے ہوش مندی اور دانش مندی کا مظاہرہ کیا جارہا ہے، اللہ کرے یہ سلسلہ دراز ہو تاکہ اس بلا مقصد فضیحت سے چھٹکارہ ملے، ورنہ پہلے اختلافات کی جو شدت تھی، اس کے پیش نظر جو کچھ لکھا گیا وہ بس ایک کاغذی تحریر تھی، اس پر عمل تقریبا ناممکن تھا۔ واللہ أعلم

سوال (۸)

الف:ماہرین فلکیات کا قول معتبر نہیں:

اس سوال کا جواب (سوال: ۲ الف کے تحت) تفصیل سے دیا جاچکا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث میں مدار رؤیت پر رکھا گیا ہے، جس حدیث میں ''فاقدروا لہ'' آیا ہے، اس کا مطلب بھی جمہور ''فأکملوا العدة ثلاثین'' بتاتے ہیں، اگرچہ ہر دور میں فلکیات سے مدد لینے کے قائل علماء رہے ہیں، لیکن جمہور نے ان کی رائے قبول نہیں کی، احناف کے یہاں بھی مفتی بہ قول عدم اعتبار کا ہے، لہٰذا خاص طور سے جہاں آسمان صاف رہا کرتا ہے، وہاں ماہرین فلکیات سے نہ مددلینے کی ضرورت ہے، نہ ان کی رائے پر رؤیت یا بالفاظ دیگر چاند کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔(دلائل کے لیے دیکھئے؛ سوال ۲ الف، تکرار سے بچنے کے لیے یہاں دلائل ذکر نہیں کیے۔)

ب:جہاں مطلع صاف نہیں رہتا کیا وہاں ماہرین فلکیات سے مدد لی جاسکتی ہے؟

جہاں پر مطلع ہمیشہ ابر آلود رہتا ہے، وہاں کے باشندے قریب ترین ممالک سے رابطہ کرکے وہاں کی رؤیت پر عمل کریں، ہم سوال نمبر ۵ (الف، ب) کے تحت اس پر بحث کرچکے ہیں، بقیہ ماہرین فلکیات سے کلی مدد لینے کی اجازت ان کو بھی نہیں ہوگی،

اس لیے کہ جمہور نے ممانعت کو عام رکھا ہے، لہٰذا اس کے دائرہ میں یہ لوگ بھی یقینا آجائیں گے۔ (ممانعت کے دلائل کے لیے دیکھئے؛ سوال: ۲، الف)

ج:ماہرین فلکیات کی تحقیق کے خلاف شہادت

ہم نے سوال نمبر ۲ الف کے تحت علامہ ابن حجر کے حوالہ سے اس سلسلہ میں معتدل قول یہ نقل کیا تھا کہ اگر کسی دن کے بارے میں ماہرین فلکیات متفق ہوجائیں کہ آج رؤیت نہیں ہوگی تو اس دن رؤیت ہلال کی شہادت کافی تحقیق اور ناقابل تردید تعداد کی شہادت کے بغیر قبول نہ کی جائے، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے بھی اس کی تائید کی ہے (دیکھئے: سوال: ۲، الف)

لہٰذا جب ماہرین فلکیات رؤیت نہ ہونے پر متفق ہوں تو جب تک جم غفیر رؤیت کی گواہی نہ دے، عام شہادت کو رد کردیا جائے گا، اور ان کے دعوے کو غلط فہمی پر محمول کیا جائے گا۔ واللہ أعلم (دلائل کے لیے دیکھئے؛ سوال: ۲، ب)

* * *

رؤیت ہلال، اختلاف مطالع اور موجودہ انتشار کا حل

مفتی عبد الرحیم قاسمی•

سوال:(۱) الف۔

الجواب:مطلع کے معنیٰ چاند کے طلوع ہونے کی جگہ ہے اس طرح اختلاف مطلع کا مطلب یہ ہوا کہ دنیا کے مختلف خطوں میں چاند کے طلوع ہونے اور نظر آنے کی جگہ الگ الگ ہوا کرتی ہے لہٰذا ممکن ہے کہ ایک جگہ چاند نمودار ہو اور دوسری جگہ نہ ہوایک جگہ ایک دن چاند نظر آئے اور دوسری جگہ دوسرے دن اب یہاں دو سوالات ہیں ایک یہ کہ اختلاف مطلع پایا بھی جاتا ہے یا نہیں ؟دوسرے اگر پایا جاتا ہے تو اسکا اعتبار بھی ہوگا یا نہیں؟پہلا مسئلہ اب نظری نہیں رہا، بلکہ یہ بات اب مشاہدہ اور تجربہ کی سطح پر ثابت ہوچکی ہے کہ دنیا کے مختلف علاقوں میں مطلع کا اختلاف پایا جاتا ہے اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے بعض مقامات ایسے ہیں جن کے درمیان بارہ بارہ گھنٹوں کا فرق ہے عین اس وقت جب ایک جگہ دن اپنے شباب پر رہتا ہے تو دوسری جگہ رات اپنا آدھا سفر طے کرچکی ہوتی ہے ٹھیک اس وقت جب ایک مقام پر ظہر کا وقت ہوتا ہے دوسری جگہ مغرب کا وقت ہے اگر وہاں چاند نظر آئے تو کیا جہاں ظہر کا وقت ہے وہاں بھی چاند نظر آجائے گا یا اسکو مغرب کا وقت تسلیم کر لیا جائے گا؟

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس مطلع کا اختلاف معتبر بھی ہوگا یا نہیں ؟احناف کا مشہور مسلک یہی ہے کہ اختلاف مطلع کا اعتبار نہیں، یعنی اگر مشرق کے کسی خطہ میں چاند نظر آیا تو وہ مغربی خطوں کے باشندوں کے لئے بھی حجت ہوگا اور یہی رویت انکے لئے رمضان و عیدین ثابت کرنے کو کافی ہوگی ۔

امام شافعی اور کچھ دوسرے فقہاء کے یہاں اس اختلاف مطالع کا اعتبار ہے اور انکے یہاں ایک مقام کی رویت دوسرے مقام کے لئے بھی رویت اور چاند دیکھے جانے کی دلیل نہیں وہ حضرت عبداللہ ابن عباس کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں، لیکن ابن عباس کی جس حدیث کو وہ اپنی دلیل بناتے ہیں وہ انکے نقطہ نظرکیلئے صریح اور واضح نہیں، البتہ یہ بات بہت واضح ہے کہ نمازوں کے اوقات میں سبھی اختلاف اوقات کا اعتبار کرتے ہیں اگر ایک جگہ ظہر یا عشاء کا وقت ہوچکا ہو اور دوسری جگہ نہ ہوا ہو وہاں کے لوگ محض اس بناء پر ظہر و عشاء کی نماز ادا نہیں کر سکتے کہ دوسری جگہ ان

• امیر مرکز دعوت وارشاد وافتاء بانی وناظم جامعہ حسینیہ خیر العلوم نور محل روڈ، بھوپال۔

نمازوں کا وقت ہوچکا ہے اگر ایک جگہ مہینہ کا اٹھائیسواں ہی دن ہے اور دوسری جگہ انتیسواں جہاں چاند نظر آ گیا تو محض اس بناء پر اٹھائیسویں تاریخ ہی پر مہینہ ختم کر کے اگلے دن رمضان یا عید نہیں کی جائے گی کہ دوسری جگہ چاند نظر آگیا ہے (جدید فقہی مسائل ۲۸،۲تا۳۳، حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے یہ تو ظاہر ہے کہ سورج اور چاند دنیا میں ہر وقت موجود رہتے ہیں آفتاب ایک جگہ طلوع ہوتا ہے دوسری جگہ غروب ایک جگہ نصف النہار میں ہوتا ہے دوسری جگہ عشاء کا وقت اسی طرح چاند ایک جگہ ہلال بنکر چمک رہا ہے ایک جگہ پورا چاند بنکر اور کسی جگہ بالکل غائب ہے ان حالات میں اگر ایک جگہ لوگوں نے کسی مہینہ کا ہلال دیکھا انکی شہادت ایسے ملکوں میں جہاں ابھی ہلال دیکھنے کا وقت ہی نہیں ہوا اگر پورے شرعی شرائط و ضوابط کے ساتھ پہنچ جائے تو کیا اسی کا اعتبار ان ملکوں کے لئے بھی کیا جائیگا یا نہیں اس میں ائمہ مجتہدین اور فقہاء کے مختلف اقوال ہیں اور وجہ اختلاف یہ نہیں کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے والوں کے نزدیک دنیا میں ایسا اختلاف موجود نہیں، بلکہ گفتگو اس میں ہے کہ موجود ہوتے ہوئے شرعی احکام میں اسکا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں، کیونکہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اسلامی معاملات میں چاند سورج اور انکی گردشوں اور کیفیات کی حقائق مقصود ہی نہیں مقصود صرف امر الٰہی کااتباع ہے اور ان گردشوں کو ان احکام کے اوقات کی ایک علامت بطور اصطلاح قرار دیا گیا ہے، اس مسئلہ میں فقہاء امت صحابہ تابعین اور بعد کے علماء کے تین مسلک ہو گئے ایک یہ کہ اختلاف مطالع کا ہرحال میں ہر جگہ اعتبار کیا جائے گا دوسرا یہ کہ کسی جگہ کسی حال میں اعتبار نہ کیا جائے تیسرا یہ کہ بلاد بعیدہ میں اعتبار کیا جائے اور قریبہ میں نہ کیا جائے اور عجب اتفاق یہ ہے کہ یہ تینوں طرح کا اختلاف حنفی شافعی مالکی حنبلی چاروں فقہ کے فقہاء میں موجود ہے فرق صرف کثرت و قلت کا ہے مذاہب کی پوری تفصیل استاذ محترم علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے مسلم کی شرح ''فتح الملہم '' میں تحریر فرمائی ہے جو حضرات مطلق اعتبار کرنے کی رائے رکھتے ہیں انکا کہنا یہ ہے کہ جیسے آفتاب کے مطلع کا اختلاف سب کے نزدیک معتبر ہے ایک ہی وقت میں کسی ملک میں صبح کی نماز ہوتی ہے کسی جگہ مغرب یا عشاء کی نماز ہوتی ہے ایک شہر کے تابع دوسرے لوگوں کو نہیں کیا جا سکتا اسی طرح چاند کے معاملے میں ہر افق کا الگ حکم ہونا چاہئے ایک جگہ کی شہادت پورے شرعی قواعد کے ساتھ دوسری جگہ پہنچ جائے تب بھی دوسرے شہروں کے لئے وہ شہادت حجت نہیں ہونا چاہئے اور جو حضرات اختلاف مطلع کو مطلقا غیر معتبر قرار دیتے ہیں انکا کہنا ہے کہ چاند کے معاملہ میں آنحضرتﷺ نے پوری امت کو مخاطب کرکے فرمایا کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو یہ تو ظاہر ہے کہ ہر فرد بشر کا

دیکھنا ضروری نہیں بعض کا دیکھ لینا کافی ہے، اس لئے ایک شہر کے مسلمانوں کا چاند دیکھ لینا دوسرے شہر کیلئے شہادت کافی ہے، اس لئے کہ جب شہادت شرعیہ کے ساتھ ایک شہر میں رویت ہونا ثابت ہو جائے تو جس جگہ یہ شہادت پہنچے ان پر بھی اسکا اتباع لازم ہوگا، خواہ انکے درمیان کتنا ہی فاصلہ اور مشرق مغرب کا بعد ہو اور جن حضرات نے یہ فیصلہ فرمایا کہ بلاد بعیدہ میں اعتبار کیا جائیگا بلاد قریبہ میں نہ کیا جائے ان کا کہنا یہ ہے کہ بلاد قریبہ میں فرق بہت معمولی ہوتا ہے اور اسکو نظر انداز کیا جا سکتا ہے بلاد بعیدہ میں اختلاف بالکل واضح ہے اور کھلا ہوا ہے اسکو نظر انداز کرنا صحیح نہیں امام اعظمؒ حضرت ابو حنیفہ سے ظاہر الروایت یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کیا جائے، اسی کو عام فقہاء حنفیہ نے راجح قرار دیا ہے یہاں تک کہ مشرق و مغرب کے فاصلہ میں اختلاف مطالع کو غیر معتبر قرار دیکر ایک جگہ کی رویت کو دوسری جگہ کیلئے حجت قرار دیا ہے اور ایک جماعت حنفیہ نے آخری قول کو اختیار کیا ہے کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار کرنا چاہئے فقہاء حنفیہ میں سے زیلعی اور صاحب بدائع وغیرہ جنکی جلالت شان فقہاء حنفیہ میں مسلم ہے انہوں نے اسی آخری قول کو ترجیح دی ہے (بدائع ۲،۸۳)۔

ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ بھی اسی کی ترجیح کے قائل تھے اور استاد محترم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ''فتح الملہم شرح مسلم'' میں اسی آخری قول کی ترجیح کیلئے ایک ایسی چیز کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اس پر نظر کرنے کے بعد اس قول کی ترجیح واضح ہو جاتی ہے خصوصا اس زمانہ میں جبکہ مشرق و مغرب کے فاصلے چند گھنٹوں میں طے ہو رہے ہیں وہ یہ کہ قرآن و سنت مینیہ بات منصوص و قطعی ہے کہ کوئی مہینہ انتیس دن سے کم یا تیس دن سے زائد نہیں ہوتا بلاد بعیدہ اور مشرق و مغرب کے فاصلوں میں اگر اختلاف مطلع کو مطلقا نظر انداز کر دیا جائے تو اس نص قطعی کے خلاف یہ لازم آجائے کہ کسی شہر میں اٹھائیس تاریخ کو بعض ملک سے اسکی شہادت پہنچ جائے کہ آج وہاں چاند دیکھ لیا گیا ہے تو اگر اس شہر کو دوسرے کے تابع کیا جائے تو اسکا مہینہ اٹھائیس دن کا رہ جائے گا اسی طرح اگر کسی شہر میں رمضان کی تیس تاریخ کو کسی بعید ملک کے متعلق بذریعہ شہادت یہ ثابت ہو جائے کہ آج وہاں انتیس تاریخ ہے اور اگر چاند نظر نہ آیا تو کل وہاں روزہ ہوگا اور اتفاقا چاند نظر نہ آیا تو انکو اکتیس روزے رکھنا پڑینگے اور مہینہ اکتیس دن کا قرار دپڑے گا جو نص قطعی کے خلاف ہے، اس لئے ناگزیر ہے کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطلع کا اعتبار کیا جائے اگر کہا جائے کہ بلاد بعیدہ میں جہاں اٹھائیس تاریخ کو مہینہ ختم کرنا پڑا وہا ں حکم دیا جائے گا کہ ان لوگوں نے ایک دن بعد مہینہ شروع کیا، لہٰذا ایک دن کا روزہ قضاء کریں اسی طرح جہاں تیس تاریخ پر بھی مہینہ ختم نہیں ہواوہاں یہ قرار دیا جائیگا کہ ان

لوگوں نے مہینہ ایک دن پہلے شروع کر لیا تھا تو مہینہ کا پہلا روزہ غلط ہوا اسی طرح مہینوں کے دنوں کا نص قطعی کے خلاف گھٹنا بڑھنا لازم نہیں آتا تو جواب یہ ہے کہ جب ان لوگوں نے عام رویت یا ضابطہ کی شہادت کے مطابق مہینہ شروع کیا تو دور کی شہادت کی بنا پر خود مقامی شہادت یا رویت کو غلط یا جھوٹا قرار دینا نہ عقلا معقول ہے نہ شرعا جائز ہے، اس لئے یہ تو جیہہ غلط ہے۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کی اس تحقیق سے اس کا بھی فیصلہ ہو گیا کہ بلاد قریبہ اور بعیدہ میں قرب و بعد کا معیار کیا ہے اور کتنی مسافت ہو گی وہ یہ کہ جن بلاد میں اتنا فاصلہ ہو کہ ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ اعتبار کرنے کے نتیجہ میں مہینے کے دن اٹھائیس رہ جائیں یا اکتیس ہو جائیں وہاں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائیگا اور جہاں اتنا فاصلہ نہ ہو وہاں نظر انداز کیا جائیگا ۔

حضرت مفتی شفیع صاحب کی رائے کے مطابق امام اعظمؒ اور امام ابو حنیفہ اور دوسرے ائمہ جنہوں نے اختلاف مطالع کو غیر معتبر قرار دیا ہے اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ جن بلاد میں مشرق و مغرب کا فاصلہ ہے وہاں ایک جگہ کی شہادت دوسری جگہ پہنچنا ان حضرات کیلئے محض ایک فرضی قضیہ اور تخیل سے زائد کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا اور ایسے فرضی قضایا سے احکام پر کوئی اثر نہیں پڑتا نا در کو بحکم معدوم قرار دینا فقہاء میں معروف ہے اس لئے اختلاف مطالع کو مطلقا غیر معتبر فرمایا، لیکن آج تو ہوائی جہازوں نے ساری دنیا کے مشرق و مغرب کو ایک کر ڈالاایک جگہ کی شہادت دوسری جگہ پہنچنا قضیہ فرضیہ نہیں، بلکہ روز مرہ کا واقعہ بن گیا ہے اور اسکے نتیجہ میں اگر مشرق کی شہادت مغرب میں اور مغرب کی شہادت مشرق میں حجت مانی جائے تو کسی جگہ مہینہ اٹھائیس دن کا کسی جگہ اکتیس دن کا ہونا لازم آجائے گا، اس لئے ایسے بلاد بعیدہ میں جہاں مہینہ کے دنوں میں کمی بیشی کا امکان ہو اختلاف مطالع کا اعتبار کرنا ہی نا گزیر ہے اور مسلک حنفیہ کے عین مطابق ہوگا (رویت ہلال کے شرعی احکام ص ۶۱ سے ۶۵ تک) ۔

''بدائع'' میں ہے:''ہذا إذا كانت المسافة بين البلدين قريبة لا تختلف فيها المطالع، فأما إذا كانت بعيدة فلا يلزم أحد البلدين حكم الأخر، لأن مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر فی أہل كل بلد مطلع بلدہم دون البلد لآخر''۔

دونوں شہروں کا ایک حکم اس وقت ہے جب یہ دونوں شہروں کے درمیان مسافت قریب ہو جسمیں مطالع مختلف نہ ہوں بہر حال جب مسافت بعیدہ ہو تو ایک شہر پر دوسرے کا حکم لازم نہیں ہوگا، کیونکہ زیادہ مسافت ہونیکی حالت میں مطالع بلاد مختلف ہوتے ہیں تو دوسرے شہروں میں سے ہر ایک میں اسی کے مطلع کو معتبر مانا جائیگا دوسرے شہر کے مطلع کو نہیں (بدائع۲،۸۳)۔

''فتح الملہم'' میں ہے:''ینبغی أن تعتبر اختلافها إن لزم التفاوت بین البلدتین بأکثر من یوم واحد؛ لأن النصوص مصرحۃ بکون الشہر تسعۃ و عشرین أو ثلاثین فلا تقبل الشہادۃ لا فیما دون العدد ولا أزید من أکثرہٖ''۔

مناسب یہ ہے کہ ایسے مقامات کے درمیان اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے جہاں تاریخوں میں ایک دن سے زیادہ کا فرق عادتا ہوتا ہے، کیونکہ نصوص میں تصریح ہے کہ مہینہ انتیس یا تیس دن کا ہوتا ہے (نہ کہ زیادہ) تو ایسی جگہ کی شہادت پر عمل نہیں کیا جائیگا جہاں کی شہادت پر عمل کرنے سے انتیس دن سے کم یاتیس دن سے زیادہ کا مہینہ بن جاتا ہو۔ (فتح الملہم ۳،۱۱۳)۔

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ منعقدہ ۴،۳ مئی ۱۹۶۷ء میں مختلف مکاتب فکر کے علماء اور نمائندہ شخصیتوں نے مل کر اس مسئلہ کی بابت جو فیصلہ کیا تھا وہ حسب ذیل ہے ۔

(۱)نفس الامر میں پوری دنیا کا مطلع ایک نہیں ہے، بلکہ اختلاف مطالع مسلم ہے یہ ایک واقعاتی چیز ہے اس میں فقہاء کرام کا کوئی اختلاف نہیں اور حدیث سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے ۔

(۲)البتہ فقہاء اس باب میں مختلف ہیں صوم و افطار صوم کے باب میں یہ اختلاف مطالع معتبر ہے یا نہیں محققین احناف اور علماء امت کی تصریحات اور انکے دلائل کی روشنی میں مجلس کی متفقہ رائے ہے کہ بلاد بعیدہ میں اس باب میں بھی اختلاف مطلع معتبر ہے۔

(۳)بلاد بعیدہ سے مراد یہ ہے کہ ان میں باہم اس قدر دوری واقع ہو کہ عادتا انکی رویت میں ایک دن کا فرق ہوتا ہے ایک شہر میں ایک دن پہلے چاند نظر آتا ہے اور دوسرے میں ایک دن کے بعد ان بلاد بعیدہ میں اگر ایک کی رویت دوسرے کے لئے لازم کر دی جائے تو مہینہ کسی جگہ اٹھائیس دن کا رہ جائے گا اور کسی جگہ اکتیس دن کا قرار پائے گا ،حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت سے اسی قول کی تائید ہو تی ہے(جدید فقہی مسائل ۲،۲۷)۔

''مختارات النوازل'' میں ہے:''أہل بلدۃ صاموا ثلاثین یوما بالرؤیۃ، وأہل بلدۃ أخری صاموا تسعۃ وعشرین یوما بالرؤیۃ أیضا، فعلیہم قضاء یوم إذا لم تختلف المطالع بینہما عملا بقول من رآہ ولا یعتبر بقول من لم یرہ، أما إذا اختلف المطالع، فلا قضاء علیہم''۔

ایک شہر والوں نے چاند دیکھ کرتیس روزے رکھے اور دوسرے شہر والوں نے بھی چاند دیکھ کر انتیس روزے رکھے تو ان پر ایک دن کے روزے کی قضاء لازم ہوگی ،جبکہ دو نوں شہروں کے درمیان مطلع مختلف نہ ہو انکے قول پر جو اختلاف مطالع کو معتبر مانتے ہیں، بہر حال جب مطالع مختلف ہوں تو ان پر قضاء لازم نہیں(مختارات

النوازل، ۴۵۷)۔

سوال (ب) :

الجواب:ہندوستان اور پاکستان کا مطلع ایک ہی سا ہے، جیسا کہ مراد آباد کے اجلاس میں اکابر تصریح فرما چکے ہیں جب شرعی رویت ہلال کمیٹی کا فیصلہ شرعی ضابطہ کے مطابق انتیس تاریخ کو ہم تک پہنچے گا تو شرعا معتبر ہوگا ورنہ شرعا معتبر نہ ہوگا (منتخبات نظام الفتاوی۱، ۴۷۵)۔

جب یہ اعلانات اور نشریات بیرون ملک سے آئیں اور اپنے یہاں قاعدہ شرعی کے مطابق رویت کا ثبوت حاصل کر کے اعلان کرنے کا قانون و انتظام ہو اور اس پر عمل رائج و مشہور ہو تو اس انتظام کے تحت جو اعلان ہو فقط اس پر عمل کریں خود عجلت نہ کریں (منتخبات نظام الفتاوی ۱،۵۰۱)۔

سوال۱-(ج):

الجواب :بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا شرعا اعتبار ہے اور بعیدہ کی حد یہ ہے کہ وہاں رویت تسلیم کرنے سے اپنے یہاں کا مہینہ انتیس دن سے کم یا تیس دن سے زیادہ کا لازم آجاتا ہو ایسی جگہوں کی خبریں تسلیم نہیں کی جائے گی (کتاب المسائل ۲،۱۲۳) ۔

کیرالا کی رویت تسلیم کرنے کی وجہ سے مہینہ انتیس دن سے کم یا تیس دن سے زیادہ کا ہو سکتا ہے اسلئے کیرالہ بلاد بعیدہ میں سے ہے وہاں کی رویت ہندوستان کے دوسرے شہروں کیلئے معتبر نہیں۔

سوال ۱۔ (د):

الجواب:اگر اعلان بائیں الفاظ ہو کہ فلاں رویت ہلال کمیٹی چاند کے شرعی ثبوت مل جانے کے بعد یہ اعلان کر رہی ہے یا اپنے انتظام سے اعلان کرا رہی ہے کہ رویت ہلال شرعا ثابت ہو چکی ہے صبح مثلا روزے رکھے جائیں یا صبح نماز عید ادا کی جائے اور یہ کمیٹی جانی پہچانی اور معتبر ہو اور اسکے سب ارکان با شرع ہوں تو یہ اعلان مقبول ہوگا اور اس پر عمل کر نا واجب ہوجائے گا،اسی طرح معتمد و معتبر ہلال کمیٹی کے موجود نہ ہونے کی صورت میں یہی اعلان اگر قاضی شہر یا اس کے قائم مقام کی جانب سے ہو تو وہ بھی مقبول اور واجب العمل ہوگا ۔انہی شرائط مذکورہ کے ساتھ دوسرے مقامات سے آنے والا اعلان بھی واجب العمل ہوگا صرف ایک قید ملحوظ ہوگی کہ اس اعلان پر عمل کرنے کی وجہ سے مہینہ اٹھائیس دن کا نہیں ہو رہا ہو اگر اٹھائیس دن کا ہو رہا ہوگا تو عمل کرنا جائز نہ رہیگا اسی طرح بائیں الفاظ خبریا اعلان نشر ہو کہ میں نے خود چاند دیکھا ہے یا مجھ سے فلاں فلاں (کم سے کم دو معتبر عادل) شخصوں نے خود اپنا چاند دیکھنا بیان کیا اور ان الفاظ کا نشر کرنے والا شخص معلوم و معتبر ہو اور قرائن شرعیہ سے صحت کاظن غالب ہے تو مقامی طور پر خبریں بھی طرق موجبہ کے مطابق

ہونیکی وجہ سے معتبر ہونگی اور قابل عمل ہوگی مگر اسکے معتبر ہونے میں یہ تفصیل ہوگی کہ اس خاص آبادی کے آس پاس آبادی میں جہاں جانا آنا زیادہ دشوار نہ ہو اگر کوئی عالم متدین موجود ہو اس قسم کے مسائل سے واقف ہو اس کے سامنے ریڈیو سے خبر سننے والوں کو پیش کر کے بیان دلائیں پھر حکم شرعی معلوم کر کے اس کے مطابق عمل کریں عوام خود رائی و عجلت نہ کریں (منتخبات نظام الفتاویٰ جدید۱،۴۹۹)۔

ان تمام صورتوں میں عمل جائز ہونے کے لئے ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ ان اعلانات یا خبروں پر عمل کرنے کی وجہ سے مہینہ تیس یا انتیس دن کی بجائے اٹھائیس دن یا اکتیس دن کا نہ ہو رہا ہو ورنہ کسی صورت میں بھی عمل کرنا جائز نہ ہوگا (منتخبات نظام الفتاویٰ جدید ۱، ۵۰۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ مقامی کمیٹی ان اعلانات کی پابند نہیں ریڈیو کی خبر ایک اعلان کی حیثیت رکھتی ہے یہ اعلان اگر بضابطہ رویت ہلال کمیٹی کی جانب سے ہو جو چاند ہونے کی بقاعدہ شہادت لیکر چاند ہونے کا فیصلہ کرتی ہے یا کسی ایسے شخص کی جانب سے ہو جس کو وہاں کے مسلمانوں نے قاضی یا امیر شریعت کی حیثیت سے مان رکھا ہے اور وہ باضابطہ شہادت لیکر فیصلہ کیا کرتا ہے اور اعلان کرنے والا خود قاضی یا امیر شریعت یا رویت ہلال کمیٹی کا صدر یا کمیٹی کا مفتی مسلم نمائندہ ہو تو مقامی کمیٹی یا قاضی یا امیر کے لئے جائز ہوگا کہ وہ اس پر اعتماد کر کے رویت ہلال کا فیصلہ کر دے (رویت ہلال مولانا محمد میاں صاحب ص ۹۴)۔

جس شہر میں بقاعدہ قاضی یا ہلال کمیٹی نے کسی شہادت پر اطمنان کر کے عید وغیرہ کا اعلان کر دیا ہو اگر اس اعلان کو ریڈیو پر نشر کیا جائے تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے تو اس شہر اور اسکے مضافات و دیہات کے لوگوں کو اس اعلان پر عید وغیرہ کرنا جائز ہے شرط یہ ہے کہ ریڈیو کو اسکا پابند کیا جائے کہ چاند کے متعلق خبریں نشر نہ کرے صرف وہ فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے اسکو دیاہے اور اسکو نشر کرنے میں پوری احتیاط سے کام لے جن الفاظ میں فیصلہ دیا گیا وہ الفاظ بعینہ نشر کئے جائیں (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص ۱۷۷)۔

اگر کوئی قاضی یا مسلم مجسٹریٹ یا ہلال کمیٹی پورے ضلع یا صوبے یا پورئے ملک کے لئے ہو تو اسکا فیصلہ اپنے حدد ولایت میں واجب العمل ہوگا (آلات جدیدہ کے شرعی احکام حضرت مفتی شفیع صاحبؒ ص ۱۴۴)۔

سوال۲۔ (الف):

الجواب:حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے تحریر فرمایا چاند کسی وقت اور کسی دن معدوم تو ہوتا نہیں اپنے مدار میں کہیں نہ کہیں موجود ہوتا ہے اس کے لئے نہ انتیس تاریخ شرط ہے نہ تیس وہ اٹھائیس تاریخ کو اور اس سے پہلے بھی فضاء کے کسی بلند افق سے

دربینوں کے ذریعہ دیکھا جا سکتا ہے جو آفتاب کی شعا ع کو انسان کی نگاہ کے درمیان حائل نہ ہونے دیں مسئلہ اگر صرف وجود کا ہوتا تو انتیس تیس کی بحث ہی ختم تھی اس سے بدیہی ظاہری طور پر یہ معلوم ہو گیا کہ ان تمام معاملات میں جس چیز کا اعتبار شرعا کیا گیا ہے وہ چاند کا افق کے اوپر موجود ہونا نہیں، بلکہ اسکا قابل رویت ہونا اور عام آنکھوں سے دیکھا جانا ہے اور اس پر صرف رمضان یا عید ہی کا مدار نہیں شریعت اسلام کے ہزاروں معاملات اس سے متاثر ہوتے ہیں نکاح طلاق عدت وغیرہ کے مسائل پر اس کا بڑا اثر پڑتا ہے اور جب یہ بات واضح ہو گئی کہ انتیس تاریخ کو چاند ہونے یا نہ ہونے اور اسکو تسلیم کرنے یا نہ کرنے کا معاملہ بھی کسی تہوار یا قومی تقریب کا وقت متعین کرنے کا مسئلہ نہیں بلکہ ایک عبادت ختم اور دوسری عبادت شروع ہونے کا مسئلہ ہے مثلا رمضان کی انتیس کو چاند ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ رمضان کی عبادت ختم ہو گئی اور اس وقت سے عبادت عید کے احکام، نیز حج کے مہینہ شروع ہو گئے جس کا بہت سے احکام پر اثر پڑتا ہے اس لئے دیکھنا یہ چاہئے کہ قرآن اور حضور اکرم ﷺ نے چاند ہونا کسے قرار دیا ہے اور نہ ہونا کس کو کہا آیا چاند کا صرف افق پر موجود ہونا شرعی احکام میں کافی تسلیم کیا جائے گا یا عام انسانی آنکھوں سے دیکھنے پر اس کے ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا، یعنی رمضان یا عید کرنے کے لئے چاند کا صرف وجود کافی ہے یا شہود اور رویت ضروری ہے اس کے فیصلے کے لئے دیکھئے رسول کریم ﷺ کے ارشادات کیا ہیں۔

حدیث کی سب سے بڑی مستند کتاب جو اعتماد میں قرآن کریم کے بعد دوسرا درجہ رکھتی ہے، یعنی صحیح بخاری میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ''لاتصوموا حتی تروہ ولا تفطروا حتی تروہ، فإن غم علیکم فاقدروا لہ'' روزہ اس وقت تک نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور عید کے لئے افطار اس وقت تک نہ کرو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور اگر چاند تم پر مستور ہو جائے تو حساب لگا لو، یعنی حساب سے تیس دن پورے کر لو اس کتاب کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''الشہر تسع و عشرون لیلۃ فلا تصو موا حتی تروہ، فإن غم علیکم فأکملوا العدۃ ثلاثین'' (صحیح بخاری ۱،۲۵۶)۔

مہینہ یقینی انتیس راتوں کا ہے اس کے لئے روزہ اس وقت تک نہ رکھو جب تک رمضان کا چاند نہ دیکھ لو پھر اگر تم پر چاند مستور ہو جائے تو شعبان کی تعداد تیس دن پورے کر کے رمضان سمجھو دوسرے معنیٰ میں لیا جائے تو وہ حقیقت نہیں مجاز ہے، اس لئے حاصل اس ارشاد نبوی کا یہ ہوا کہ تمام احکام شرعیہ جو چاند سے ہونے یا نہ ہونے سے متعلق ہیں ان میں چاند کا ہونا یہ ہے عام آنکھوں سے نظر آئے معلوم ہوا کہ مدار احکام چاند کا افق پر وجود نہیں، بلکہ رویت ہے اگر چاند افق پر موجود ہو، مگر کسی وجہ قابل رویت نہ تو احکام شرعیہ میں اس وجود کا اعتبار نہ کیا جائے گا حدیث کے اس مفہو م

کو اس حدیث کے آخری جملہ نے اور زیادہ واضح کر دیا ہے جس میں یہ واضح ہے کہ چاند تم سے مستور اور چھپا ہوا ہے یعنی تمہاری آنکھیں اس کو نہ دیکھ سکیں تم پھر تم اس کے مکلف نہیں کہ ریاضی کے حسابات سے چاند کا وجود اور پیدائش معلوم کرو اور اس پر عمل کرو آلات رصدیہ اور دوربینوں سے اسکا وجود دیکھو، بلکہ فرمایا ''فإن غم علیکم فأکملوا العدة ثلاثین'' یعنی اگر چاند تم پر مستور ہو جائے تو تیس دن پورے کر کے مہینہ ختم سمجھو اس میں لفظ غم خاص طور سے قابل نظر ہے اس لفظ کے لغوی معنیٰ عربی محاورے کے اعتبار سے بحوالہ قاموس، شرح قاموس یہ ہے: ''غم الہلال علیٰ الناس غما إذا حال دون الہلال غیم دقیق أو غیر ہ فلم یر'' (تاج العروس شرح قاموس)۔

لفظ ''غم الہلال علی الناس'' اس وقت بولا جاتا ہے، جبکہ ہلال کے درمیان کوئی بادل یا دوسری چیز حائل ہو جائے اور چاند نہ دیکھا جا سکے جس سے معلوم ہوا کہ چاند کا وجود خود آنحضرت ﷺ نے تسلیم کر کے یہ حکم دیا ہے کیونکہ مستور ہو جانے کے لئے موجود ہونا لازم ہے جو چیز موجود ہی نہیں اس کو معدوم کہا جاتا ہے محاورات میں اسکو مستور نہیں بولتے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ چاند کے مستور ہو نے کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں ان میں سے بھی کوئی سبب پیش آئے بہر حال جب چاند نگاہوں سے مستور ہو گیا اور دیکھا نہ جا سکا تو حکم شرعی یہ ہے کہ روزہ اور عید میں اسکا اعتبار نہ کیا جائے گا(رویت ہلال حضرت مفتی شفیع صاحبؒ ص ۲۸تا ۳۰)۔

در مختار میں ہے:''لا عبرة بقول الموقتین ولو عد ولا علی المذہب أی فی وجوب الصوم علی الناس، بل فی المعراج لا یعتبر قولہم بالاجماع'' وقت مقرر کرنے والے اگر چہ عادل ہوں انکا قول معتبر نہیں، یعنی وجوب صوم میں متفقہ طور پر انکا قول غیر معتبر ہونے پر اجماع ہے (شامی۲، ۹۲)۔

''صرح بہ علمائنا من عدم الاعتماد علی قول أہل النجوم فی دخول رمضان؛ لأن ذاک مبنی علی أن وجوب الصوم معلق برویة الہلال لحدیث صوموا لرؤیتہ وتولید الہلال لیس مبنیا علی الرؤیة، بل علی قواعد فلکیة، وہی وإن کانت صحیحة فی نفسہا لکن إذا کانت ولادتہ فی لیلة، کذا فقد یری فیہا الہلال، و قد لایری والشارع علق الوجوب علی الرویة لا علی الولادة''۔

ہمارے علماء نے وضاحت کی ہے کہ اہل نجوم کے قول پر اعتماد نہیں کیا جائے گا دخول رمضان کے بارے میں، کیونکہ اس کی بنیاد اس پر ہے کہ روزہ کا واجب ہونا رویت ہلال پر معلق ہے حدیث کی وجہ سے کہ ''صوموا لرؤیتہ '' چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند کی پیدائش کی بنیاد دیکھنے پر نہیں، بلکہ قواعد فلکیہ پر ہے وہ اگر چہ فی نفسہ صحیح بھی ہو، لیکن جب اسکی ولادت اس طرح رات میں ہوگی تو بھی اسمیں دیکھا جا سکے گا اور کبھی نہیں دیکھا جا سکے گا اور شارعؒ نے وجوب صوم کو چاند کے دیکھنے پر معلق کیا ہے نہ کہ چاند کی پیدا ئش پر(ردالمحتار ۱،۲۸۹)۔

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ افق پر بصری رویت کا امکان معلوم کرنے کے لئے فلکیاتی حساب کے ماہرین سے مدد لینا جائز نہیں ۔

ابو ریحان بیرونی چوتھی صدی ہجری کے مشہور اسلامی فلا سفر اور ماہر نجوم فلکیات جنکی تحقیقات سے روسی ماہرین نے راکیٹ وغیرہ کے مسائل میں بڑا کام لیا ہے انکی مشہور کتاب الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ میں آلات رصدیہ کے نتائج کے غیر یقینی ہونے کے مسئلہ کو تمام ماہرین فن کا اجماعی اور اتفاقی نظریہ بتلایا ہے کہ علماء ریاضی و ہیئت اس پر متفق ہیں کہ رویت ہلال کے عمل میں آنے کے لئے جو مقداریں فرض کیجاتی ہیں وہ سب ایسی ہیں جنکو صرف تجربہ ہی سے معلوم کیا جاسکتا ہے اور رویت ہلال کا قطعی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا (الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ ص ۱۹۸)۔

سوال ۲(ب):

الجواب : اگر رصد گاہ والے یہ اعلان کر یں کہ فلاں رو ز رویت ممکن نہیں اور شہادت شرعیہ سے اس روز رویت ثابت ہو جائے تو شہادت پر ہی عمل ہوگا (محمود الفتاوی ۴، ۱۵۵)۔

رویت ہلال کی شہادت محض اس وجہ سے رد نہیں کی جا سکتی کہ رصد گاہ والے اس روز رویت کو نا ممکن قرار دیتے ہیں (محمود الفتاوی۴،۱۶۳)۔

''ہل یعمل بالشہادۃ أم لا، فأجاب بأن المعمول بہ فی المسائل الثلاث ما شہدت بہ البینۃ؛ لأن الشہادۃ نزلہا الشارع منزلۃ الیقین، وما قالہ السبکی مردود، ردہ علیہ جماعۃ من المتأخرین''۔

(جس تاریخ میں فلکیاتی حساب سے چاند کی بصری رویت کا امکان نہ ہو اس رات میں چاند دیکھنے کی شرعی شہادت ملتی ہے تو شرعی شہادت کو قبول کیا جائے گا اور اس پر عمل کیا جائے گا اور فلکیاتی حساب کو رد کر دیا جائے گا کیوں نکہ شارع نے شہادت کو یقین کے درجہ میں رکھا ہے) (شامی ۲،۹۲)۔

سوال۔۲(ج):

الجواب: مطلع کا صاف یا گر د آلود ہونا حسی چیزہے جس کا فیصلہ بآسانی کیا جا سکتا ہے اس کے لئے محکمہ موسمیات کی مدد لینے کی ضرورت نہیں ہے رہا رویت کے امکان و عدم امکان کا سوال تو اس سلسلہ میں انکی بات کا شرعا اعتبار ہی نہیں (محمود الفتاوی ۴، ۱۶۳)۔

موجودہ ترقی یافتہ دور کے فلکیاتی علوم کے جدید ماہرین کی رائے بھی یہی ہے کہ رویت ہلال کے متعلق پیشن گوئی نہیں کی جا سکتی ہر ماہ نئے چاند کے پہلی مرتبہ نظر آنے والی تاریخوں کے متعلق پیشن گوئی کرنا ممکن نہیں، کیونکہ ایسے کوئی قابل اعتماد اور مکمل طور پر مستند مشاہدات موجود نہیں ہوتے جنہیں ان شرائط کو متعین کرنے میں

استعمال کیا جا سکے جو چاند کے اول بار نظر آنے کے لئے کافی ہوں (رویت ہلال موجودہ دور میں ص۱۷ مصنف ضیاء الدین صاحب) ۔

اسی مسئلہ میں وائل گرین ویج آبزروٹیری انگلستان کی سائنس ریسرچ کونسل کی جدید ترین تحقیق کا نچوڑ انکے تیار کردہ فلکیاتی معلومات شیٹ نمبر چھ میں یوں درج ہے ہر ماہ چاند کی پہلی مرتبہ دکھائی دی جانے والی تاریخوں کے متعلق پیشن گوئی کرنا ممکن نہیں، کیونکہ ایسے کوئی قابل اعتماد اور مکمل طور پر مستند مشاہدات موجود نہیں جنہیں ان شرائط کے تعین کرنے میں استعمال کیا جا سکے جو چاند کے اول بار دکھائی دئے جانے کے لئے کافی ہوں رویت ہلال کے لئے کوئی پیشن گوئی غیر یقینی ہوتی ہے (القاسم ص ۶۵،شمارہ نمبر ۱۲ دیوبند)۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ رصد گاہوں اور آلات رصدیہ کے ذریعہ حاصل کردہ معلومات بھی رویت ہلال کے مسئلہ میں کوئی یقینی فیصلہ نہیں کہلا سکتی بلکہ وہ بھی تجرباتی اور تخمینی معاملہ ہے تو اس اصول کے حکیمانہ اصول ہونے کی اور بھی تاکید ہو گئی جو رسول اللہ ﷺ نے اس معاملہ میں اختیار فرمایا کہ ان کاوشوں اور باریکیوں میں امت کو الجھائے بغیر سادگی کے ساتھ رویت ہونے اور نہ ہونے پر احکام شرعیہ کا مدار رکھ دیا جس پر ہر شخص ہر جگہ ہر حال میں آسانی سے عمل کرسکے (رویت ہلال حضرت مفتی شفیع صاحب ص ۴۲)۔

سوال۲(د):

الجواب: ''مع العلۃ أی من غیم و غبار ودخان'' عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مطلع صاف نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ابر ہو یا غبار ہو یا دھواں ہو ان تینوں اسباب میں سے کوئی سبب پایا جائے تو یہ مانا جائے گا کہ علت پائی جارہی ہے (رد محتار۲، ۹۱)۔

سوال ۲(ھ):

الجواب:انتیس شعبان کو مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے ایک شخص کی گواہی پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کیا اور تیس رمضان مکمل ہونے پر مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نہیں دکھا تو آئندہ دن عید کرنے کا حکم دیا جائے گا،کیونکہ تیس دن مکمل ہو چکے ہیں ۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے تحریر فرمایا ہے یہ صورت مختلف فیہ ہے، مگر علامہ شامی کا رجحان امام محمد کے قول کی تصحیح وترجیح کی طرف ہے کہ باوجود مطلع صاف ہونے کے (چاند نظر نہ آنے پر بھی)عید کرلیں گے (امداد الفتاوی ۲،۱۰۶)۔

''وإنما الخلاف فیما إذا لم یغم ولم یرا الہلال فعندھما لا یحل الفطر و عند محمد یحل کما قالہ شمس الأئمۃ الحلوانی، وحررہ الشر نبلا لی فی الإمداد، قال فی غایۃ البیان: وجہ قول

محمد:وہو الأصح أن الفطر ماثبت بقول الواحد ابتداء، بل بناء و تبعا، فکم من شئی یثبت ضمنا ولا یثبت قصدا، وسئل عنہ محمد، فقال:ثبت الفطر بحکم القاضی لابقول الواحد، یعنی لما حکم فی ہلال رمضان بقول الواحد ثبت الفطر بناء علی ذ الک بعد تمام الثلاثین ''۔

(اختلاف تو صرف اس صورت میں ہے، جبکہ ایک شخص کی شہادت کی بنا پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کر دیا اور رمضان کے تیس روزے مکمل ہو گئے ہوں اور تیس رمضان کی شام کو موسم بالکل صاف ہو اور عید کا چاند دیکھنے کی کوشش کے باوجود کسی کو عید کا چاند دکھائی نہ پڑا ہو تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگلے دن کو عید منانا جائز نہیں اور امام محمد کے نزدیک اکتیس تاریخ کو روزہ نہیں رکھیں گے عید منانا جائز ہے ۔شمس الائمہ حلوانی نے بھی ایسا کہا ہے اور شرنبلانی نے بھی یہی تحریر کیا ہے امام محمد کے قول کی وجہ یہ ہے کہ اور یہی زیادہ صحیح ہے ایک آدمی کے قول پر فطر ابتدا ثابت نہیں ہوا، بلکہ بناء ثابت ہوا ہے کتنی چیزیں ایسی ہیں جو قصدا ثابت نہیں ہوتیں ضمنا ثابت ہو جاتی ہیں امام محمد سے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ عید الفطر منانے کا حکم قاضی کے حکم سے ثابت ہوا ہے ایک آدمی کے قول سے ثابت نہیں ہوا، یعنی جب قاضی نے ایک آدمی کے قول پر رمضان کا چاند ہونے کا فیصلہ کیا تو اسکے بعد تیس دن پورے ہونے کے بعد عید الفطر منانے کا حکم ثابت ہوا) (شامی ۹۵،۲)۔

''إذا صاموا بشہادۃ الواحد وأکملو ا ثلاثین یوما، ولم یرو ا ہلال شوال لا یفطرون فیما روی الحسن عن ابی حنیفۃ رحمہما اللہ تعالیٰ للاحتیاط وعن محمد رحمہ اللہ أنہم یفطرون، وفی غایۃ البیان قول محمد أصح، قال شمس الأ ئمہ الحلوانی ہذا الاختلاف فیما إذا لم یروا ہلال شوال والسماء مصحیۃ'' (فتاوی ہندیہ ۱۹۸،۱)۔

(جب ایک آدمی کی گواہی پر روزے رکھے اور تیس دن پورے کر لئے اور عید کا چاند نظر نہیں آیا توحسن کی روایت امام ابو حنیفہ سے یہ ہے کہ عید نہیں منائیں گے احتیاط کیوجہ سے اور امام محمد نے کہا کہ عید منائینگے ''غایۃ البیان '' میں ہے کہ امام محمد کا قول زیادہ صحیح ہے شمس الائمہ حلوانی نے کہا یہ اختلاف اس وقت ہے جب آسمان صاف ہو اور عید کا چاند نہیں دیکھا ہو) (فتاوی عالمگیری ۱۹۸،۱)۔

سوال ۳۰(الف):

الجواب:مطلع صاف ہونے کی حالت میں رمضان اور عیدین دونوں کے چاند کے ثبوت کے لئے اتنے آدمیوں کی خبر ضروری ہے جنکی خبر سے ظن غالب ہو جائے رویت عامہ یعنی عام لوگوں کا یا جم غفیر کا چاند دیکھنا یہ رمضان اور عیدالفطر کے ثبوت کا قطعی فیصلہ ہے اسکے بعد قانونی شہادت کی ضرورت نہیں رہتی(فتاوی رحیمیہ ۱۸۲،۵)۔

اگر ابر اور گرد و غبار آسمان پر کچھ نہ ہو تو جمع عظیم کی شہادت ضروری ہے

جس سے غلبہ ظن حاصل ہو جائے (فتاوی دارالعلوم۶، ۳۸۰) مطلع صاف ہو تو مجمع کثیر کا اعتبار ہے (فتاوی محمودیہ ۷۳،۱۵)۔

در مختار میں ہے:''وقبل بلا علۃ جمع عظیم یقع العلم الشرعی و ھو غلبۃ الظن بخبرہم وہو مفوض إلی رأی الإمام من غیر تقدیر بعدد علی المذہب قال الشامی:أی إن شرط القبول عند عدم علۃ فی السماء لہلال الصوم أو الفطر کما فی الإمداد اخبار جمع عظیم''۔

بغیر علت جمع عظیم کی خبر قبول کی جائے گی جنکے خبر دینے سے علم شرعی حاصل ہو جائے اور وہ غلبہ ظن ہے تعداد متعین کئے بغیر وہ حاکم کی رائے کے سپرد ہے مذہب کے مطابق، یعنی آسمان میں علت نہ ہونے کے وقت رمضان اور عید کے چاند کے لئے بڑی جماعت کا خبر دینا قبول کیئے جانے کے لئے شرط ہے(رد محتار ۹۲،۲)۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے تحریر فرمایا اگر مطلع صاف ہو، یعنی ایسا گرد و غبار دہواں یا بادل وغیرہ افق پر چھایا ہوا نہیں ہے جو چاند کی رویت میں حائل ہوسکے اور اس کے باوجود کسی بستی یا شہر کے عام لوگوں کو چاند نظر نہیں آیاتو ایسی صورت میں ہلال عیدین کے لئے صرف دوچار گواہوں کے اس بیان کا اعتبار نہ ہوگا کہ ہم نے اس بستی یا شہر میں چاند دیکھا ہے، بلکہ اس صورت میں ایک جم غفیر یعنی بڑی جماعت کی گواہی ضروری ہوگی جو مختلف اطراف سے آئے ہوں اور اپنی اپنی جگہ چاند دیکھنا بیان کریں کسی سازش کا احتمال نہ ہو اور جماعت کی کثرت کے سبب عقلا یہ باورنہ کیا سکے کہ اتنی بڑی جماعت جھوٹ بول سکتی ہے اس جماعت کی تعداد کے متعلق فقہاء کے مختلف اقوال ہیں بعض نے پچاس کا عدد بیان کیا ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ کوئی خاص تعداد شرعا متعین نہیں جتنی تعداد سے یقین ہو جائے کہ یہ سب مل کر جھوٹ نہیں بول سکتے وہی تعداد کافی ہے خواہ پچاس ہو یا کم و بیش، البتہ ہلال رمضان و عیدین کے علاوہ باقی نو مہینوں کے چاند میں خواہ ابر ہو یا مطلع صاف ہو دومرد یا ایک مرد دو عورتوں کی شہادت کافی ہے (رویت ہلال ص ۵۸۔حضرت مفتی شفیع صاحب)۔

اگر موقع ہلال رمضان یا غیر رمضان (عیدین و شعبان)کا ہو مطلع صاف ہو تو عادل یا مستور الحال ثقہ مسلمانوں کی شہادت گواہی کے الفاظ کے ساتھ اتنی تعداد مین ہو کہ رویت ہلال کے ثبوت کا ظن غالب ہو جائے یہ تعداد متعدد ہونے کے بعد کسی خاص عدد کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ قاضی شرع یا اس کے قائم مقام ہلال کمیٹی کی صواب دید پرمحمول ہے(جدید منتخبات نظام الفتاوی ۴۷۸،۱)۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے پانچویں شرط شاہد کا عادل ہونا ہے جو بنص قرآن ثابت ہے ۔ ''وأشہدوا ذوی عدل منکم'' اورلفظ عدل اصطلاحی لفظ ہے جس کی تعریف یہ ہے وہ مسلمان جو کبیرہ گناہوں سے مجتنب ہو اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرے اور اسکے اعمال صالحہ اعمال فاسدہ پر اور راست کاری خطاء کاری پر

غالب ہو (ہدایہ عالمگیری)، اس کے بالمقابل جو شخص کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہے یا صغیرہ گناہوں کا عادی ہے اور اسکے برے اعمال اچھے اعمال پر غالب ہیں وہ اصطلاح شرع میں فاسق کہلاتا ہے خلاصہ اس شرط کا یہ ہے کہ شاہد عادل ہونا چاہئے فاسق نہ ہو مگر باتفاق فقہاء اس کا مطلب یہ ہے کہ فاسق کی شہادت کو قبول کرنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا قاضی کے ذ مہ واجب نہیں لیکن اگر قاضی کو قرآئن کے ذریعہ معلوم ہو جائے کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا اس بنا پر وہ فاسق کی شہادت پر کوئی فیصلہ کر دے تو یہ فیصلہ صحیح و نافذ ہے (ہدایہ شرح وقایہ در مختار شامی عالمگیری)۔

اور جب سے دنیا میں فسق کی کثرت ہوئی اور عام معاملات کی شہادت میں ایسے ہی لوگ آنے لگے جو شرعی اصطلاح میں فاسق ہیں تو لوگوں کے حقوق کی حفاظت اور مقدمات کے فیصلے کیلئے حضرات فقہاء نے یہی صورت اختیار کی ہے کہ جس فاسق کے معاملہ میں قرائن اور حالات سے اس کا اطمنان ہو جائے کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا تو اسکی شہادت قبول کر کے اس پر مقدمات کے فیصلے کریں، البتہ ایسے لوگوں میں سے اس کا انتخاب کریں جو دوسرں کی نسبت زیادہ صلاحیت رکھتا ہو، مثلا نماز روزہ کا پابند اور عام احکام شرعیہ کا احترام کرتا ہو۔ فقہ کی مستند و مشہور کتاب ''معین الحکام '' میں اس بحث کو ایک مستقل باب میں واضح طور پر بیان کیا ہے اور اسکی بنیادی وجہ یہ قرار دی ہے کہ حق تعالیٰ نے فاسق کی شہادت کو رد کرنے کا حکم نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اس کی تحقیق کر لو ''إذا جاءكم فاسق بنبإ فتبينوا'' (سورہ الحجرات: ۶) جس کا مطلب یہ ہے کہ تحقیق سے اس کا سچا ہونا ثابت ہو جائے تو قبول کر لو ورنہ ردکر دو تو جب حالات کا جائزہ لیکر قاضی کو اس کا سچا ہونے کا گمان غالب ہو جائے تو وہ اسکی شہادت قبول کر سکتا ہے اور اس زمانہ میں جبکہ فسق کی بہت سی صورتیں مثلا داڑھی منڈانا و غیرہ ایسی عام ہو گئی ہیں کہ انکی وجہ سے مطلقا شہادت کو ردکر دیا جائے تو بہت سے معاملات کا ثبوت کسی طرح بہم نہ پہنچے گا، لہٰذا فقہاء کے اس مسلک کے سوا کوئی چارہ نہیں، اسی لئے ''معین الحکام '' میں یہ تحقیق نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ''ہذا ھوالصواب الذی علیہ العمل'' یعنی یہ صحیح ہے جس پر سب قضاۃ کا عمل ہے ''قال القرافی فی باب السیاسۃ:نص بعض العلماء علی انا إذا لم نجد فی حجۃ إلاغیر العدول أقمنا أصلحھم وأقلہم فجور اللشہادۃ علیہم، ویلزم ذالک القضاۃ و غیرہم لئلا تضیع المصالح قال وما أظن أحدا یخالف فی ہذا فالتکلیف شرط فی الإمکان، وہذا کلہ لضرورۃ لئلا تھدر الأموال وتضیع الحقوق'' (معین الاحکام ص ۱۴۵)۔

(علامہ قرافی نے باب السیاست میں بیان کیا ہے کہ علماء نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ جب کسی جگہ شاہد عادل نہ ملیں تو ہم غیر عادل لوگوں میں جو دین کے اعتبار سے بہتر اور فسق میں کم ہو اسکو شہادت کیلئے قائم کریں گے اور ایسا کرنا اس زمانہ کے

قاضیوں کیلئے لازم ہے تاکہ لوگوں کے حقوق اور مصالح ضائع نہ ہو جائیں پھر فرمایا میں نہیں جانتا کہ کوئی فقیہ اس بات سے اختلاف کریگا، کیونکہ وجوب بقدر استطاعت ہوتا ہے اور یہ ضرورت کی بنا پر ہے، تاکہ لوگوں کے مال اور حقوق ضائع نہ ہو جائیں(رویت ہلال حضرت مفتی شفیع صاحبؒ ص ۵۴)۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحب نے تحریر فرمایا مسلمان اگر چہ فاسق ہو، لیکن اگر ذی مروت و ذی وجاہت وباوقار ہو کہ جھوٹ بولنے میں اپنی توہین سمجھتا ہو سبکی محسوس کرتا ہو جھوٹ نہ بولتا ہو تو اسکی شہادت قابل قبول ومعتبر ہوسکتی ہے (منتخبات نظام الفتاوی جدید ۱، ۴۷۳)۔

سوال۳(ب):

الجواب:حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے رویت ہلال کا معاملہ ایک حیثیت سے عام معاملات کی طرح ہے جن سے دوسرے لوگوں کا نفع نقصان وابستہ ہوتا ہے اور دوسری حیثیت اسمیں دیانت و عبادت کی بھی ہے اس لئے اس کی شرائط بھی بہ نسبت دوسرے معاملات کی شرائط کے کچھ نرم ہیں عام معاملات میں شہادت کیلئے دعو ی شرط ہے کہ کوئی مدعی دعوی کرے اس دعوی کے ثبوت میں شہادت پیش ہو یہاں باتفاق جمہور فقہاء دعوی شرط نہیں شہادت ہلال کی شرائط حسب ذیل ہیں:

شہادت کی ابتدائی تین شرطیں تو وہی ہیں جو تمام معاملات کیلئے ہیں، یعنی گواہ کا مسلمان ہونا ،عاقل ہونا ،بالغ ہونا ، بینا ہونا، غیر مسلم کی شہادت رویت ہلال میں قبول نہیں دیوانہ کی شہادت کسی چیز میں قابل قبول نہیں نا بالغ بچہ کی شہادت بھی معتبر نہیں نابینا قابل شہادت نہیں پانچویں شرط شاہد کا عادل ہونا ہے، یعنی وہ مسلمان جو کبیرہ گناہ سے بچتا ہو صغیرہ گناہ پر اصرار نہ کرے اس کے اعمال صالحہ اعمال فاسدہ پر اور راست کاری خطا کاری پر غالب، ہو مگر باتفاق فقہاء فاسق کی شہادت قبول کرنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا قاضی کے ذمہ واجب نہیں، لیکن اگر قاضی کو قرائن کے ذریعہ معلوم ہو جائے کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا اس بنا پر وہ فاسق کی شہادت پر فیصلہ کر دے تو یہ فیصلہ صحیح و نافذ ہے ۔

’’أن القاضی لو قضی بشہادۃ الفاسق یصح عندنا‘‘ (ہدایہ ۳، ۱۵۶)۔

مستور الحال کی گواہی معتبر ہے:’’أما مستور الحال فالظاہر أنہ لا تقبل شہادتہ وروی الحسن عن أبی حنیفۃ أنہ تقبل شہادتہ و ھو الصحیح ‘‘ (عالمگیری ۱،۱۹۷)۔

چھٹی شرط لفظ شہادت ہے اس کے بغیر کوئی گواہی قبول نہیں ہوتی وجہ یہ ہے کہ لفظ شہادت میں حلف اور قسم کے معنی بھی ہیں اور واقعہ کے خود مشاہد ہ کر نیکا اقرار بھی ہے اس لئے ہر گواہ پر لازم ہے کہ اپنا بیان پیش کرنے سے پہلے یہ کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ فلاں واقعہ اس طرح ہوا ہے (ہدایہ عالمگیری وغیرہ) جس کے معنی

ہوئے کہ میں حلفی بیان دیتا ہوں کہ فلاں واقعہ میں نے بچشم خود دیکھا ہے ۔

ساتویں شرط یہ ہے کہ جس واقعہ کی گواہی دے رہا ہے اسکو بچشم خود دیکھا ہو محض سنی سنائی بات نہ ہو ہاں اگر کوئی شخص عذر کے سبب گواہی کیلئے حاضر نہیں ہوسکتا تو وہ اپنی گواہی پر دو مردوں یا ایک مرد اوردو عورتوں کو گواہ بنا کر مجلس قاضی میں بھیج سکتا ہے مجلس قضاء میں ان لوگوں کی گواہی اس ایک شخص کے قائم مقام سمجھی جائے گی یہ دونوں گواہ قاضی کے سامنے یہ بیان دیں گے کہ فلاں شخص نے اس واقعہ کو دیکھا ہے اور خود حاضری سے معذور ہونے کے سبب ہم دونوں کو اپنی شہادت پر گواہ بنا کر بھیجا ہے ہم اسکی شہادت پر شہادت دیتے ہیں (عالمگیری،رد المحتار)۔

آٹھویں شرط مجلس قضاء ہے، یعنی شاہد کے لئے ضروری ہے کہ قاضی کی مجلس میں خود حاضر ہو کر شہادت دے پس پردہ یا دور سے بذریعہ خط یا ٹیلوفون یا وائر لیس یا ریڈیو وغیرہ جدید آلات کے ذریعہ کوئی شہادت دے تو وہ شہادت نہیں محض ایک خبر کا درجہ رکھے گی جن معاملات اور مسائل میں خبر کافی ہے ان میں اس پر عمل جائز ہوگا اور جن معاملات میں ثبوت کے لئے شہادت ضروری ہے ان میں یہ خبر کافی نہ سمجھی جائے اگر چہ آواز پہچانی جائے اور بولنے والا ثقہ اور قابل شہادت ہو جن ملکوں میں اسلامی حکومت نہیناور با قاعدہ شرعی قاضی مقرر نہیں وہاں شہر کے عام دیندار مسلمان جس عالم یا جماعت پر مسائل دینیہ میں اعتماد کرتے ہوں اس شخص یا جماعت کو قاضی کے قائم مقام سمجھا جائے گا اور رویت ہلال میں اس کا فیصلہ واجب التعمیل ہوگا (رویت ہلال ص ۵۲تا ۵۷)(کما فی حاشیۃ شرح وقایہ مولانا لکھنوی)۔

''والعالم الثقۃ فی بلد لاحاکم فیہ قائم مقامہ'' (حاشیہ شرح وقایہ ۱،۲۴۶)۔

عام طور پر رویت ہلال کے معاملہ کو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے شہادت کا معاملہ قرار دیا ہے البتہ رمضان کے چاند میں خبر کو کافی سمجھا ہے بشرط یہ ہے کہ خبر دینے والا ثقہ مسلمان ہو ۔ترمذی ،ابو داؤد نسائی وغیرہ میں ایک اعرابی اور ابو داؤد کی روایت میں حضرت ابن عمر کے واقعہ سے ثابت ہے کہ صرف ایک ثقہ مسلمان کی خبر پر آنحضرت ﷺ نے رمضان شروع کرنے اور روزے رکھنے کا اعلان فرما دیا نصاب شہادت کو ضروری نہیں سمجھا رمضان کے علاوہ دوسرے ہر چاند کی شہادت کے لئے نصاب شہادت اور اسکی تمام شرائط کو ضروری قرار دیا گیا اور سب فقہاء امت کا اس پر اتفاق ہے اور سنن دار قطنی میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہلال عید کے لئے دو آدمیوں سے کم کی شہادت کافی نہیں قرار دی (حاشیہ شرح وقایہ رویت ہلال ص ۵۲)۔

شہادت اور خبر کا یہ فرق ہے۔

سوال۳(ج):

الجواب: ''إذا رأی الو احد العدل الہلال یلزمہ ان یشہد بھا فی لیلتہ'' (ایک عادل شخص نے چاند دیکھا تو اس پر لازم ہے کہ رات ہی میں اسکی گواہی دے)(بزازیہ علی ہامش الہندیہ ۹۴،۴)۔

اور شامی میں ہے: ''یلزم العدل ولو أمۃ أو مخدرۃ أن یشہد فی لیلتہ کیلا یصبحوا مفطرین وہی من فروض العین'' عادل اور باندی اور پردہ نشین عورت پر لازم ہے کہ اسی رات ہی میں گواہی دے دیں، تاکہ لوگ بغیر روزہ کے صبح نہ کریں اور یہ گواہی دینا فرض عین ہے(شامی ۹۱،۲)۔

''إذا رأی الواحد العدل ہلال رمضان یلزمہ أن یشہد بھا فی لیلۃ، وأما فی السواد إذا رأی أحدہم ہلال رمضان یشہد فی مسجد قریتہ'' جب ایک عادل نے رمضان کا چاند دیکھا تو اس پر لازم ہے کہ رات ہی میں اسکی گواہی دے بہر حال دیہات میں جب ان میں سے کوئی رمضان کا چاند دیکھے تو اپنے گاؤں کی مسجد میں گواہی دے(فتاوی عالمگیری۱۹۷،۱)۔

''یأثم بکف عنھا إذا طلب المدعی'' گواہی دینا لازم ہے گواہی کے مطالبہ کے وقت بھی گواہی نہیں دی تو گنہگار ہوگا (فتاوی عالمگیری ۴۵۲،۳)۔

رمضان کے موقع پر شہادت میں تاخیر کرنے سے روزہ چھوٹ جائے گا اور عید کے موقع پر شہادت مین تاخیر کرنے سے لوگ عید کے دن روزہ رکھ لیں گے حالانکہ عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف وانتشار کا سبب بنے گا اس لئے چاند دیکھنے والوں کو جس قدر جلدی ممکن ہو قاضی کے پاس یا ہلال کمیٹی کے سامنے حاضر ہو کر چاند دیکھنے کی شہادت دینا لازم ہے اگر چاند دیکھنے کی گواہی نہ دیں گے تو گنہگار ہوں گے۔

علامہ رافعی نے حاشیہ ابو السعود سے نقل کیا ہے ''یشترط لفسقہ بالتأخیر بعد العلم بالحرمۃ من غیر عذر ظاہر تعنیہ لأداء الشہادۃ'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تاخیر سے شہادت اس وقت مردود ہوتی ہے جبکہ (۱)بلا عذر تاخیر ہو (۲) تاخیر کی حرمت کا علم ہو (۳) کوئی اور شہادت دینے والا نہ ہو(تقریرات الرافعی علی رد المحتار)۔

کتنی تاخیر موجب رد ہوگی حموی نے قنیہ کے حوالہ سے اس میں اختلاف کا ذکر کیا ہے پھر بعض فضلاء سے نقل کیا ہے کہ اختلاف اس پر ہے کہ قاضی کے پاس حاضر ہو کر شہادت دینے پر قدرت ہو یعنی اتنی تاخیر کرنا کہ قاضی کے پاس حاضر ہونے کے لئے جو وقت درکار ہے وہ موجب فسق نہ ہوگی اس سے زیادہ تاخیر موجب فسق ورد ہوگی (حموی علی الاشباہ ۳۲۴،۲)۔

''لو شہدوا فی آخر رمضان برؤیۃ ہلالہ قبل صومہم بیوم، إن کانوا فی المصر ردت لترکھم الحسبۃ، وإن جاؤا من خارج قبلت'' اگر رمضان کے آخر میں ایک دن پہلے کے چاند کی گواہی دی اگر وہ اسی شہر کے رہنے والے ہیں تو گواہی رد کر دی جائے گی اور اگر

وہ باہر سے آئے ہیں تو ان کی گواہی قبول کر لی جائے گی(شامی ۹۱،۲)۔

سوال ۴۰(الف،ب):

الجواب (الف، ب) :حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے تحریر فرمایا ہے ریڈیو اور ٹی وی پر ظاہر ہے شہادت نہیں دی جا سکتی اس پر ہونے والی اطلاع محض خبر و اعلان کے درجہ میں ہوگی اگر یہ اطلاع کسی رویت ہلال کمیٹی یا قاضی شریعت کی طرف منسوب ہے تو اس علاقہ کے لوگوں کے لئے اس پر عمل کرنا واجب ہوگا، اس لئے کہ یہ محض اطلاع نہیں، بلکہ ایک فیصلہ کا اعلان ہے دوسرے علاقے کے لئے خبر کا درجہ رکھے گی اور وہاں کے ارباب حل و عقد اور رویت ہلال سے متعلق ذمہ داروں پر موقوف رہے گا کہ وہ اگر اس خبر کو فیصلہ کے لئے کافی سمجھیں تو فیصلہ کر دیں ورنہ نہیں۔

مثلا بہار میں امارت شرعیہ حیدر آباد اور دہلی میں رویت ہلال کمیٹی قائم ہیں تو اب بہار دکن اور دہلی کے ملحقہ علاقوں میں وہاں کے ذمہ داروں کی طرف منسوب ریڈیو یا ٹی وی کی اطلاع اعلان سلطان کا درجہ رکھے گی اور وہاں کے لوگوں کے لئے اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا کیونکہ ''خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان أو فاسقا'' (فتاوی عالمگیری۳۰۹،۵)۔ بادشاہ کے منادی کی خبر مقبول ہے چاہے وہ عادل (معتبر دیندار ہو) یا فاسق ہو۔جبکہ دوسرے علاقوں میں چوں کہ اسکی حیثیت منا دی سلطان کی نہیں، کیونکہ وہاں کے مسلمانوننے انکو اپنے علاقے کے لئے اسکا مجاز تسلیم نہیں کیا، لہٰذا انکے لئے محض اطلاع ہوگی اعلان نہ ہوگا اور وہاں کے ذمہ داروں پر موقوف ہوگا کہ وہ اسکی روشنی میں فیصلہ کریں یا نہ کریں (جدید فقہی مسائل ۲۲،۲)۔

''اشتبہ فشہدا إن قاضی بلد کذا قضی بثبوتہ بالشہود لا یظہر ذلک فی حق مصر آخر و یظہر فی حق قراہ''چاند مشتبہ ہو گیا تو دو گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں شہر کے قاضی نے گواہوں کے ذریعہ چاند ثابت ہونے کا فیصلہ کیا ہے تو یہ فیصلہ دوسرے شہر کے حق میں ظاہر نہیں ہوگا ہاں جس شہر کاقاضی ہے اسکے گاؤں کے حق میں ظاہر ہوگا(فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ۹۵،۴)۔

سوال ۴۰(ج):

الجواب:حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے جس شہر میں باقاعدہ قاضی یا ہلال کمیٹی نے کسی شہادت پر اطمنان کر کے عید وغیرہ کا اعلان کر دیا ہو اس اعلان کو اگر ریڈیو پر نشر کیا جائے تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے اس شہر اور اسکے مضافات و دیہات کے لوگونکو اس ریڈیو کے اعلان پر عید وغیرہ کرنا جائز ہے شرط یہ ہے کہ ریڈیو کو اسکا پابند کیا جائے کہ وہ چاند کے متعلق مختلف خبریں نشر نہ کرے صرف وہ فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے اسکو دیا ہے اور اسکے نشر کرنے میں پوری احتیاط سے کام لے جن الفاظ میں فیصلہ دیا گیا ہے وہ

الفاظ بعینہ نشر کئے جائیں جس ریڈیومیں ایسی احتیاط کی پابندی نہ ہو اس کے اعلان پر عید وغیرہ کرنا کسی کے لئے درست نہیں اور جس طرح ایک شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی کا فیصلہ اس شہر اور اسکے مضافات کے لئے واجب العمل ہے اسی طرح اگر کوئی قاضی یا مجسٹریٹ یا ہلال کمیٹی پورے ضلع یا پورا صوبہ یا پورے ملک کے لئے ہو تو اسکا فیصلہ اپنے اپنے حدود ولایت میں واجب العمل ہوگا(رویت ہلال ص ۶۶)۔

سوال ۴۰(د):

الجواب:حضرت مفتی نظام الدین صاحب نے تحریر فرمایا ہے ریڈیو کا یہ شرعی اعلان قاضی یا قندیل مناره یا صوت مدافع کی طرح محض علامت ہی نہیں کہ اس پر قیاس کیا جائے بلکہ اس سے بہت اونچی چیز ہے اور با قاعدہ اعلان ہے اور اعلان کرنے والا نائب یا وکیل ہوگا پس جس طرح اس کمیٹی کے لئے کچھ شرائط و قیود ہیں اسی طرح اعلان کرنے والے کے لئے بھی کچھ شرائط ہوں گی کم از کم اس کا مسلمان ہونا ضروری ہوگا (منتخبات نظام الفتاوی جدید۱،۴۷۴)۔

''خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان أو فاسقا'' بادشاہ کی طرف سے اعلان کرنے والے کا اعلان معتبر ہے وہ عادل دیندار ہو یا فاسق ہو(فتاوٰی عالمگیری ۵،۳۰۹)۔

تجربات سے تصدیق ہوتی ہے کہ یہ شخص قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کی طرف خبر کی صحیح نسبت کیا کرتا ہے تو اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے ۔

سوال ۵۰(الف):

الجواب:حضرت مفتی نظام الدین صاحب نے تحریر فرمایا ہے اگر شعبان کی انتیس تاریخ کو مطلع نا صاف تھا، لیکن ایک معتمد و متدین مسلمان نے چاند دیکھ کر چاند دیکھنے کی شہادت دیدی تو روزہ رکھنا سب پر شرعا واجب ہو گیا، اب نہ کسی خبر کا منگوانا جائز رہیگا اور نہ اس شہادت شرعی کے خلاف کرنا جائز رہے گا اسی طرح انتیس رمضان کو مطلع نا صاف تھا، لیکن دومعتمد متدین مسلمانوں نے چاند دیکھ کر چاند دیکھنے کی شہادت دیدی تو عید منانا سب پر واجب ہو گیا اب نہ کسی خبر وغیرہ کا منگوانا جائز رہے گا اور نہ اس شہادت شرعی کے خلاف کرنا جائز رہے گا ،اسی طرح اگر مطلع صاف ہو اور چاند دیکھنے کی اتنے لوگوں نے شہادت دیدی کہ ان سب کا جھوٹ بولنے پر اتفاق کر لینا سمجھ میں نہ آتا ہو یا دشوار معلوم ہوتا ہو تو انکی شہادتوں پر عمل کرلینا واجب ہو جاتا ہے ، اب کہیں سے خبر منگوانا یا اس شرعی شہادت کے خلاف کرنا نا جائز ہی رہے گا ، انتیس شعبان کا معاملہ ہو یا انتیس رمضان کا دونوں میں یہی حکم ہے کہ انتیس شعبان کے بعد روزہ رکھنا اورانتیس رمضان کے بعد عید مناناواجب ہو جائے گا ،برطانیہ کے لئے بھی یہی حکم ہے(منتخبات نظام الفتاوی جدید ۱،۴۸۴)۔

اور اگر انتیس شعبان یا انتیس رمضان کو مذکورہ بالا حکم کے مطابق چاند دیکھنا

ثابت نہ ہواتو تیس شعبان کو دن میں روزہ رکھنے کی نیت کر لینے کے بعد وقت کے اندر اندر، یعنی نصف النہار شرعی تک اطلاع کا انتظار کرنا (تلوم) اور عام عادت کے مطابق چاند کا پتہ لگانا (التماس ہلال) شرعا واجب رہتا ہے عام عادت کے مطابق مثلا آج کل کے ریڈیو ٹی وی کو عام ہو جانے کی وجہ سے انتیس شعبان کی شام کو دنیا کے کسی خطے کی شرعی رویت ہلال کمیٹی کی جانب سے جس کے سب افراد با شرع و معتبر ہوں بایں الفاظ اعلان آ جائے کہ ہم فلاں رویت ہلال کمیٹی چاند ہو جانے کا شرعی ثبوت حاصل ہو جانے کے بعد اعلان کرتے ہیں کہ صبح روزہ رکھا جائے تو اب سب پر روزہ رکھنا واجب ہوجائے گا انتیس رمضان کو اسی قسم کی شرعی رویت ہلال کمیٹی جس کے سب افراد با شرع اور معتبر ہوں ان الفاظ میں اعلان کریں کہ شرعی ضابطہ کے مطابق ہلال عید کی رویت ثابت ہونے کی وجہ سے ہم اعلان کرتے ہیں کہ صبح عید منائی جائے تو عید منانا واجب ہو جائے گا اسی طرح من جانب پوری کمیٹی کے فقط اس کا صدر اپنے عہدے کو بتلاتا ہوا یہ اعلان کرے جو ابھی مذکور ہوا تو بھی اس پر عمل کر لینا واجب ہو جائے گا اس لئے کہ مفتی بہ قول میں رویت ہلال کے ثبوت کے بارے میں اختلاف مطالع معتبر نہیں، بلکہ صرف طرق موجبہ سے نفی ثبوت کے شرعی طریقہ سے ثابت ہو جانا کافی ہے اور یہ اعلان مذکور نہ شہادت ہے نہ خبر، بلکہ مدافع قاضی و حاکم شرعی کے مدافع و نقارہ کی آواز یا اس کا اعلان عام کے حکم میں ہے اور اس پر عمل کرنا دیانتا اس شخص پر واجب ہو جاتا ہے جواس قاضی یا حاکم شرعی کو جانتا یا مانتا ہو پس اگر تیس شعبان کو نصف یوم شرعی تک تلوم و التماس کے باوجود رویت ہلال کا شرعی ثبوت نہیں ملا تو خواص کے علاوہ سبکو کھا پی لینا اور روزہ نہ رکھنا لازم ہو جاتا ہے اب اگر اس وقت کے گزر جانے کے بعد یعنی نصف نہار شرعی کے بعد شرعی ضابطہ کے مطابق اطلاع رویت آ جائے گی جب بھی کوئی گناہ نہ ہوگا، بلکہ صرف ایک روزہ کی قضا کا حکم ہوگا ۔مراکش افریقہ یا کسی بھی دور یا نزدیک ملک کی قید ضابطہ شرعی پر نہیں، بلکہ شرعی ضابطہ کے مطابق آنے کی قید ہے اور یہ قید ہے کہ وہ شرعی الفاظ و ضابطہ میں ہو اور اس پر عمل کرنے سے عمل کرنے والوں کے نزدیک مہینہ اٹھائیس دن یا اکتیس دن کا ہونا لازم نہ آتا ہو (منتخبات نظام الفتاوی جدید ۱،۴۸۴تا ۴۸۷)۔

سوال۔۵ (ب):

الجواب:دنیا کہ کسی ایک خطے میں انتیس تاریخ کو کبھی چاند نظر ہی نہ آتا ہو وہاں کا مطلع ہمیشہ نا صاف ہی رہتا ہو تو وہاں انتیس شعبان یا انتیس رمضان کو جس ملک کے ریڈیو سے مذکورہ بالا شرعی اصول و ضوابط کے مطابق اعلان ہوتا ہو اس ملک کے ریڈیو سے اعلان کی تلاش ہر ماہ جاری رکھیں اور جس تاریخ کا وہ اعلان کریں وہی تاریخ اپنے یہاں متعین رکھیں تو انتیس تاریخ خود بخود متعین ہوتی رہے گی اور عمل کرنا آسانی

سے ہوتا رہے گا ،انتیس شعبان کو شرعی ضابطہ کے مطابق چاند ہو جانے کا اعلان ہو جائے تو روزہ رکھنا شروع کر دیں ورنہ تیس دن پورے کر کے روزہ رکھنا شروع کریں پھر انتیس رمضان کو اگر چاند ہونے کا اعلان شرعی مذکورہ ضابطہ کے مطابق آ جائے تو عید منا لیں سائنسی یا حسابی وغیرہ تخمینہ کی بنیاد پر یکم شوال یا ایک رمضان مقرر کر کے نما ز عید ادا کر لینا یا روزہ رکھ لینا درست نہ ہوگا، ماہ ذی الحجہ یا کسی دوسرے مہینہ کے لئے بھی سائنسی یا حسابی تخمینہ کی بنیاد پر تاریخ مقرر کرنا شرعی عمل نہ ہوگا (منتخبات نظام الفتاوی جدید ۱، ۵۱۱)۔

عیدالفطر کے ثبوت کے لئے جس طرح کے الفاظ میں اعلان آنا بتلایا گیا ہے اگر اسی طرح کے الفاظ میں عید الاضحی کی رویت ہلال کے ثبوت کا اعلان آ جائے اور دنیا کے کسی خطہ سے آ جائے اور اس اعلان پر عمل کرنے سے مہینہ انتیس دن یا تیس دن کے بجائے اٹھائیس دن یا اس سے بھی کم کا یا اکتیس دن یا اس سے بھی زیادہ کا نہ ہو رہا ہو تو اعلان کے مطابق عید الاضحی کی نما ز ادا کرنا ضروری ہو جائے گا (منتخبات نظام الفتاوی ۱،۵۱۰)۔

سوال ۵۰(ج):

الجواب:اگر مطلع صاف ہونے کی حالت میں معتبر مضمون کا نشریہ آ جائے، یعنی یہ کہ میں نے خود چاند دیکھا ہے اور یہ شخص معلوم اور معتبر ہو یا یہ مضمون ہو کہ مجھ سے فلاں معلوم معتبر شخص نے خود اپنا چاند دیکھنا بیان کیا ہے یا فلاں شرعی ہلال کمیٹی یا فلا ں با اختیار مسلمان حاکم نے یا فلاں قاضی شرع نے یا فلاں مفتی نے اور یہ سب لوگ معتبر اور معلوم ہوں شرعی ثبوت لیکر انہوں نے رویت ہلال کا حکم دیا ہے اور یہ اعلان یا خبر اتنی تعداد میں آ جائے کے عادتا ان سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا متصور نہ ہو یا متعذر ہو تو عمل کرنا جائز ہوگا صرف دو ایک نشریہ کبھی اس صورت میں عمل کرنے کے لئے کافی نہ ہوگا خواہ ہلال عید کے موقع پر ہو یا ہلال رمضان اگر مطلع صاف نہ ہو اورموقع ہلال رمضان کے ثبوت کا ہو اور نشریہ کا مضمون وہی ہے جو ابھی راجح و محقق کہہ کر لکھا گیا یعنی یہ کہ میں نے خود چاند دیکھا ہے یا یہ کہ مجھ سے فلاں معلوم و معتبر شخص نے خود اپنا چاند دیکھنا بیان کیا ہے یا فلاں شرعی ہلال کمیٹی یا فلاں با اختیار مسلمان حاکم نے یا فلاں قاضی شرع نے یا فلاں مفتی نے اور یہ سب لوگ معتبر اور معلوم ہوں شرعی ثبوت لیکر رویت ہلال کا حکم دیا ہے تو ایک نشریہ بھی عمل کے لئے کافی ہو جائے گا۔

اگر مطلع صاف نہ ہو اور موقع ہلال عید کے ثبوت کا ہو یا رمضان کے علاوہ کسی اور مہینہ کا ہو مثلا شعبان یا عید الاضحی وغیرہ کا ہو ایسے معتبر مضمون کا نشریہ جسکو راجح اور محقق کہہ کر ابھی لکھا گیا کم از کم دو کی تعداد میں آنا ضروری ہے جو

مختلف مقامات سے کیف ما اتفق آ رہے ہوں اور اس نشریہ کے صادق ہونے کا اور نشر کرنے والوں کے عادل ہونے کاظن غالب ہو (منتخبات نظام الفتاوی جدید ۱،۴۹۹تا ۵۰۰)۔

اگر رویت ہلال کمیٹی یا کسی قاضی مفتی کے سامنے شہادت گزرنے اور اسکے فیصلے کی اطلاع مختلف شہروں اور مختلف اطراف کی دس بیس نشر گاہوں سے آ جائے تو اصطلاح فقہاء میں یہ خبر مستفیض ہو جائے گی جس میں شرائط شہادت ساقط ہو جاتی ہے ایسی صورت میں ہلال رمضان و ہلال عیدین دونوں میں ریڈیو کی خبر پر عمل درست ہوگا بشرطیکہ اس شہر کے قاضی مفتی ا س خبر کو خبر مستفیض تسلیم کر لیں عوام خود اس کا فیصلہ نہ کریں(امداد المفتیین ص ۴۷۸تا ۴۷۹)۔

سوال ۔ ۵(د):

الجواب: حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے اگر ملک کے مختلف حصوں اور سمتوں سے دس بیس ریڈیو ٹیلیویزن یا خط و غیرہ کے ذریعہ چاند خود دیکھنے والوں کی طرف سے اطمینان بخش خبریں آ جائیں تو ان پر اطمنان کیا جا سکتا ہے شرط یہ ہے کہ خبر دینے والے کی شناخت پوری ہو جائے اور وہ یہ بیان کریں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے یا یہ کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی کے سامنے شہادت پیش ہوئی اس نے شہادت کا اعتبار کر کے چاند ہونے کا فیصلہ کر دیا محض ایسی مبہم خبر کہ فلاں جگہ چاند دیکھا گیا ہے استفاضہ خبر کے لئے کافی نہیں (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص ۱۷۷)۔

رمضان کے چاند میں کیونکہ شہادت یا استفاضہ خبر دونوں شرط نہیں ایک ثقہ مسلمان کی خبر بھی کافی ہے اس لئے خط اور آلات جدیدہ کی خبروں پر اس شرط کے ساتھ عمل کرنا درست ہے کہ خبر دینے والے کا خط یا آواز پہچانی جائے اور وہ بچشم خود چاند دیکھنا بیان کرے اور جس کے سامنے یہ خبر بیان کی جا رہی ہے وہ اسکو پہچانتا ہو اور اسکی شہادت کو قابل اعتماد سمجھتا ہو، ٹیلیگرام اور وائر لیس سے آئی ہوئی خبروں میں، کیونکہ خبر دینے والے کی شناخت نہیں ہو سکتی، اس لئے محض ایسی خبرونسے ہلال ثابت نہیں ہوگا، البتہ ٹیلیفون ٹیلیویزن ریڈیو پر آواز کی شناخت ہو جاتی ہے اور یہ پہچانا جا سکتا ہے تو جب یہ معلوم ہو کہ خبر دینے والا کوئی ثقہ مسلمان عاقل بالغ بینا ہے اور خود اپنے چاند دیکھنے کی خبر دے رہا ہے تو رمضان کا اعلان کرایا جا سکتا ہے اور خبر دینے والے پر مکمل اعتماد نہ ہو تو رمضان کا اعلان کرانا بھی درست نہیں (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص ۱۷۸)۔

حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ جب متعدد جگہوں سے یا کسی ایک ایسے شہر سے جہاں نامور علماء اور مفتیان کرام ہوں مختلف ثقہ لوگوں کے یہ بیانات موصول ہوں کہ ہم نے خود چاند دیکھا ہے یا ہمارے سامنے فلاں شہر

کے قاضی یا ہلال کمیٹی کے صدر یا مفتی یا معتمد علیہ شخصیت نے شہادت سن کر چاند ہونے کا فیصلہ دیا ہے اور جب ایسا بیان دینے والوں کی تعداد اتنی کثیر ہو جائے کہ عقلا انکے جھوٹا ہونے کا کوئی احتمال باقی نہ رہے اور خبر مستفیض کے درجہ میں آجائے اور ان خبروں کے صحیح ہونے کا یقین یا غلبہ ظن مقامی قاضی یا ہلال کمیٹی کے صدر یا معتمد علیہ شخصیت کو حاصل ہو جائے تو انکو عید کے چاند کا اعلان کرنے کا بھی حق حاصل ہو جائے گا ایک دو فون کافی نہ ہوں گے (فتاوی رحیمیہ۵،۱۸۸)۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے کمیٹی کا کوئی شخص ٹیلیویزن یا ٹیلیفون سے بایں الفاظ خبر دے کہ میں نے خود چاند دیکھا ہے یا فلاں شخص نے مجھ سے اپنا چاند دیکھنا بیان کیا ہے اور واقعہ بھی یہی ہو تو یہ خبر معتبر ہوگی اسی طرح خبر دینے والا خبر دے کہ میرے سامنے یہاں کی ہلال کمیٹی نے چاند کی شہادت شرعی لیکر رویت ہلال کے ثبوت کا فیصلہ دیا ہے اور معاملہ رمضان کے چاند کا ہے اور مطلع غبار آلود ہے تو یہ ایک خبر ٹیلیویزن یا ٹیلیفون کی بھی ثبوت کے لئے کافی ہوجائے گی۔

اور اگر مطلع غبار آلود ہواور چاند عید کا ہو یا کسی اور مہینہ کا ہو یا چاند رمضان ہی کا ہو مطلع صاف ہو تو کم سے کم ایسی دو خبروں کا دو ٹیلیفون کے ذریعہ آنا ضروری ہوگا اگر یہ خبریں انہی متعینہ الفاظ میں آ رہی ہیں اور مطلع صاف ہے تو خواہ رمضان کا چاند ہو یا غیر رمضان کا مختلف مقامات سے اتنی تعداد میں خبریں آ جانا ضروری ہے کہ صداقت کا ظن غالب حاصل ہو جائے (منتخبات نظام الفتاو ی جدید ۱،۴۶۹)۔

سوال ۔۶(الف):

الجواب:جہاں قاضی مقرر ہوں یا رویت ہلال کمیٹی اعلان کرتی ہو تو وہاں قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کے فیصلے کا انتظار کرنا ضروری ہے البتہ جہاں قاضی نہ ہو جیسے ہندوستان کے اکثر شہروں کا حال ہے تو اس کے متعلق حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے جن ملکوں میں اسلامی حکومت نہیں یا ہے، مگر باقاعدہ شرعی قاضی مقرر نہیں وہاں شہر کے عام دیندار مسلمان جس عالم یا جماعت پر مسائلہ دینیہ میں اعتماد کرتے ہوں اس شخص یا جماعت کو قاضی کے قائم مقام سمجھا جائے گا اور رویت ہلال میں اسکا فیصلہ واجب التعمیل ہوگا (رویت ہلال ص ۵۶مفتی شفیع صاحب)۔

سوال ۔۶(ب):

الجواب:جہاں مسلم حاکم نہ ہو رویت ہلال کمیٹی یا ذمہ دار لوگ جن سے عوام و خواص اس مسئلہ میں رجوع کرتے ہوں یا معتمد عالم جنکو لوگ مانتے ہوں انہی کو ثبوت رویت کے اعلان کا حق ہے حضرت مولانا عبدالحئی لکھنو ی نے شرح وقایہ کے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے۔''والعالم الثقۃ فی بلد لا حاکم فیہ قائم مقامہ'' (حاشیہ شرح وقایہ ۱،۲۴۶)۔

سوال ۔ ۶(ج):

الجواب:حضرت مفتی شفیع صاحب نے تحریر فرمایا اگر قاضی شرعی نے دو گواہوں کی گواہی پر افطار کا حکم دیا ہے تو دوسرے شہر میں اس حکم پر شہادت دینے کے لئے دو گواہ کافی ہیں اوردوسرے شہر کے قاضی کو انکی گواہی پر حکم کرنے کا اختیار ہے بشرطیہ کہ گواہ ثقہ و عادل ہوں یہ حکم قاضی کا ہے فتوے کا یہ حکم نہیں پس اگر کسی مفتی صاحب نے جو کہ قاضی شرعی نہ ہوں دو گواہوں کی گواہی پر کوئی فتوی دیا ہے تو اس حکم پر خواہ کتنے ہی شاہد موجود ہوں دوسرے شہر میں افطار (عید)کا حکم دینا جائز نہیں ،شرائط مندرجہ نمبر ایک کے خلاف اگر کسی شخص نے افطار (عید)کا حکم کر دیا اس کے حکم کو مان کر افطار کرنا جائز نہیں (۳)اس صورت میں دوسرے شہر کے مفتی اور عام باشندوں کو مفتی او ل کی تحریر پر افطار کا حکم کرنا یا افطار کرنا جائز نہیں (امداد المفتیین ص ۴۷۴تا۷۵)۔

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ جہاں رویت کے فیصلے و اعلان کا مقررہ نظام موجود ہے وہاں اس سے الگ ہٹ کر کسی فرد کی طرف سے اعلان کیا جائے یہ امت میں انتشار کا سبب بننے کی وجہ سے درست نہیں اور اسکا اعتبار کرتے ہوئے روزہ رکھنا یا عید کرنا جائز نہیں ۔

سوال۔ ۶ (د):

الجواب:غیر مجاز لوگوں کی طرف سے اعلان کی صورت میں روزہ توڑ دینے والے اگر عالم ہیں تو ان پر قضاء اور کفار دونوں لازم ہوں گے اور اگر عام آدمی ہے اور کسی عالم مفتی کے کہنے سے اس نے روزہ توڑا ہے تو اس پر کفارہ نہیں صرف قضاء لازم ہوگی جیسا کہ حضرت مفتی شفیع صاحب نے تحریر فرمایا ہے کسی شہر کے مفتی کی تحریر یا زبانی بیان کے متعلق شہادت پر دوسرے شہر میں افطار کرنا جائز نہیں اور اگر کسی نے افطار کرایا اگر افطار کرنے والا عالم ہے تو اس پر قضاء و کفارہ دونون لازم ہوں گے اور اگر عامی آدمی ہے اور کسی عالم یا مفتی کے کہنے سے اس نے افطار کیا ہے تو اس پر کفارہ نہ آئے گا صرف قضاء لازم ہوگی(امدادالمفتیین ص۴۷۶)۔

روزہ رکھنے والوں پر صرف قضاء لازم ہوگی۔

عالمگیری میں ہے:''ثم إنما یلزم الصوم علی متاخر ی الرویۃاذا ثبت عندہم رویۃ اولئک بطریق موجب حتی لو شہد جماعۃ أن أہل بلدۃ قد روا ہلال رمضان قبلکم بیوم فصاموا و ہذا الیوم ثلاثون بحسابہم ولم یر ہولاء الہلال لا یباح فطر غد ولا یترک التراویح فی ہذہ اللیلۃ؛ لأنہم لم یشہدوا بالرؤیۃ ولا علی شہادۃ غیرہم، وإنما حکوا رویۃ غیرہم'' (فتاوی عالمگیری ۱، ۱۹۹)۔

سوال۔ ۷(الف):

الجواب :ایک شہر یا ایک صوبہ میں ایک سے زائد ایسے نظام کا ہونا مناسب نہیں کیونکہ اس سے اختلاف و انتشار کی نوبت آتی ہے اور مسلمانوں کا اتحاد مطلوب ہے آپس

میں صلاح و مشورہ اور باہمی تعاون کے ساتھ کام کریں اگر شہادت شرعی کی و جہ سے اعلان مختلف ہوں تو ایک فرقہ دوسرے فرقہ پر اپنی رائے تھوپنے کی کوشش نہ کریں جن لوگوں کو جس گروہ پر اعتماد ہو اسی کے مطابق عمل کریں دوسرے سے تعارض نہ کریں۔

''محمود الفتاوی'' میں ہے معتبر علماء کرام کی رائے میں اختلاف ہو تو جن کی رائے پر اعتماد ہو انکی رائے پر عمل کریں دوسرے گروہ کی تغلیط اور ان پر تنقید نہ کریں (محمود الفتاوی ۲۸۷،۴)۔

جس گروہ کے اعلان پر اعتماد ہو اسی کے مطابق اپنا اپنا اعتکاف پورا کر لیں (محمود الفتاوی ۲۹۱،۴)۔

''فتاوی دارالعلوم'' میں ہے جب کہ شہادت معتبرہ سے رویت ہلال ثابت ہو گئی تو افطار کرنا ضروری تھا پس افطار کرنے والوں پر کوئی مواخذہ اور کفارہ نہیں (فتاوی دارالعلوم ۳۸۴،۶)۔

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ایک شہر یا صوبہ میں ایک سے زائد ایسے نظام ہوں جن کو انکے گروہ نے مجاز کیا ہو اور وہ شرعی شہادت کی بنیاد پر اعلان کریں تو انکے اعلان سے روزہ توڑنے والوں پر کوئی مواخذہ اور کفارہ نہیں ۔

سوال۔ ۷(ب):

الجواب:جس طرح مثلا دہلی میں شرعی قیود و شرائط کے مطابق ہلال کمیٹی قائم ہے اسی طرح اور جگہ بھی جہاں جہاں ریڈیو اسٹیشن ہوں شرعی ہلال کمیٹی بنا دی جائے اور اسکے ذریعہ آپس میں ایسا ارتباط قائم کر لیا جائے جس سے ایک دوسرے کو اعتماد حاصل ہو جائے اور کبھی کبھی حسب ضرورت و موقع ایک ایک دو دو نمائندے لیکر شرعی ہلال کمیٹی کا اجتماع کر لیا جائے اور کوئی نئی پیش آمدہ بات ہو تو اس میں تبادلہ خیالات کر کے حتی المقدور یکجہتی حاصل کر لی جایا کرے پورے ملک کے ہر گوشہ میں رویت ہلال ممکن ہے اور ہر گوشہ سے صرف ایک مقام کی شرعی ہلال کمیٹی تک شرعی اصول و ضابطہ کے مطابق اطلاعیں پہنچانا دشوار ہوگا اور جب ہر مرکز پر معتبر شرعی ہلال کمیٹی ہوگی تو اپنے قریب تر مقام کی شرعی ضابطہ اصو ل کے تحت اطلاعات پہنچانے اور تحقیق کرنے میں آسانی ہو جائے گی اور آپس میں رابطہ اعتماد ہونے کی بنا پر اسکی تائید و توثیق حدود مذکورہ میں نیز جس مقام تک ان شرعی قیود و شرائط کے مطابق اطلاعات پہنچیں بآسانی وہ اطلاعات قابل قبول ہو سکیں گیں اس سے بھی بہت حد تک عوام تشویش و افتراق سے محفوظ رہ سکیں گے بہر حال جب کوئی اعلان یا کوئی خبر شرائط و قیود شرعیہ مذکورہ کے مطابق ہوگی تو پورے ہندوستان کے لئے عمل کے واسطے کافی ہو سکے گی جس فاصلہ تک اختلاف مطالع کی بحث نہیں آتی ۔ (منتخبات نظام الفتاوی ۴۶۲،۱)۔

سوال ۔۸(الف):

الجواب:حضرت مفتی نظام الدین صاحب نے تحریر فرمایا ہے حساب منجمین کا اعتبار محققین احناف کے نزدیک اور محققین ائمہ اربعہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے، بلکہ طرق موجبہ سے جو ثبوت رویت کا ہوگا فقط وہ معتبر ہوگاخواہ وہ ثبوت دنیا کے کسی حصے گوشہ سے آئے کسی بھی طرح سے آئے صرف شرط اتنی ہے کہ نصوص صریحہ صحیحہ یا متون صحیحہ شرعیہ کے خلاف نہ ہو اور مقصد شرع سے بھی متجاوز نہ ہو اس لئے کہ طرق موجبہ خود نصوص نہیں کہ نص کا یا حقیقت واقعہ کا معارضہ یا مقابلہ کرسکے بلکہ نصوص سے متاخر وثانوی درجہ میں ہے (منتخبات نظام الفتاوی جدید ۱،۴۹۳)۔

مذہب مختار کے مطابق موقتین کے قول کا کچھ اعتبار نہیں ''وہبانیہ '' میں کہا کہ موقتین حساب داں کے قول سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا شامی نے اسی کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مثبت حکم نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انکے قول سے لوگوں پر روزے کا وجوب باتفاق نہ ہوگا اور نہر میں ہے کہ موقتین کے کہنے سے لازم نہیں آتا کہ چاند اس رات آسمان میں موجود ہی ہو گویہ لوگ از روئے شرع عادل ہی کیوں نہ ہوں صحیح قول یہی ہے پھر چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں کہ علامہ سبکی شافعی کا قول غیر مقبول ہے متاخرین شافعیہ نے اسکو رد کر دیا ہے۔

''ولا عبرة بقول الموقتين ولو عدولا على المذهب قال فى الوهبانية:وقول أولى التو قيت ليس بموجب و تحته فى الشاميه أى فى وجوب الصوم على الناس بالإجماع، وفى النهر:فلا يلزم بقول الموقتين أنه أى الحلال يكون فى السماء ليلة كذا، وإن كانوا عدولا فى الصحيح إلىٰ قوله ما قاله السبكى رده متأخرا أهل مذهبه إلى قوله، وما قاله السبكى مردود '' (شامی ۲،۹۲)۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحب نے تحریر فرمایااگر موقع ہلال رمضان کا ہو اور مطلع ناصاف ہو یعنی کسی غبار و غیرہ کی وجہ سے رویت عامہ سے مانع ہو تو محض ایک عادل یا مستور الحال مسلمان کی شہادت سے روزہ رکھنے کا حکم دے دیں گے خواہ وہ گواہی دینے کا لفظ کہے یا نہ کہے دونوں صورتوں میں اسکی گواہی معتبر ہوگی (منتخبات نظام الفتاوی جدید ۱،۴۷۷)۔

اگر موقع ہلال عیدین یا کسی اور مہینہ کا ہو اور مطلع نا صاف ہو تو دو عادل یا مستور الحال ثقہ مسلمانوں کی شہادت سے جو گواہی کے الفاظ کے ساتھ ہو رویت معتبر ہوگی (منتخبات نظام الفتاوی جدید ۱، ۴۷۸)۔

''و قبل بلا دعوى وبلا لفظ أشهد وبلا حكم و مجلس قضاء للصوم مع علة كغيم و غبار و خبر عدل أو مستور و شرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادة ولفظ اشهد''(در مختار مع رد محتار۲، ۹۰،۹۱)۔

سوال۔۸(ب):

الجواب:حساب منجمین کا اعتبار محققین احناف کے نزدیک اور محققین ائمہ اربعہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے بلکہ طرق موجبہ سے جو ثبوت رویت کا ہوگا فقط وہ معتبر

ہوگا (منتخبات نظام الفتاوی جدید ۱، ۴۹۳)۔

شعبان کی انتیس تاریخ کی شام کو یا اسی رات میں کوئی شرعی رویت ہلال کمیٹی (جس کے سب افراد کا باشرع ہونا معلوم ہو)کا اعلان بایں الفاظ آجائے کہ میں فلاں شرعی رویت ہلال کمیٹی کا صدر یا ممبر ہوں رویت ہلال کا شرعی ثبوت حاصل کرنے کے بعد اعلان کرتا ہوں کہ کل یکم رمضان ہے یا کل سے روزہ رکھا جائے تو اس اعلان کے تقاضے اورحکم پر عمل کرنا صحیح ہو جائے گا یہ اعلان انہیں الفاظ میں دنیا کہ کسی خطے سے آجائے عمل کرنا درست رہے گا اسی طرح رمضان کی انتیس تاریخ کی شام کو یا اسی رات میں مذکورہ اوصاف کی کمیٹی کا اعلان آ جائے کہ شرعی ثبوت لیکر اعلان کیا جاتا ہے کہ کل یکم شوال ہے یا کل نماز عید ادا کی جائے تو اس پر بھی عمل کرنا درست رہیگا اگر یہی اعلان انہیں مذکورہ الفاظ میں اٹھائیس تاریخ کو آئے تو معتبر نہ ہوگا، کیونکہ اس صورت میں مہینہ کے اٹھائیس دن کا ہونا لازم آئیگا یہ نص صریح ''الشہر ہکذا وہکذا'' کے خلاف ہوگا جس کا خلاف کرنا کسی صورت میں جائز نہیں (منتخبات نظام الفتاوی جدید ۱،۵۳۹)۔

سوال ۔ ۸(ج):

الجواب:حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب نے تحریر فرمایا ہے فلکی حساب کی بنیاد پر شرعی شہادت کو رد کرنا جائز نہیں ہر دور میں فقہاء نے رمضان و عید ین کا دارومدار رویت ہلال پر رکھا ہے تدقیقات فلسفیہ اور قواعد ریاضیہ یاآلات رصدیہ اور حساب پر نہیں رکھا (محمودالفتاوی ص۸۴۔۲۸۳)۔

احکام شرعیہ کا دارومدار حجت شرعی پر ہے گواہی شرعی حجت ہے فلکی حساب حجت شرعی نہیں محض تخمینہ ہے تخمینہ سے کسی امر کا ثبوت نہیں ہو سکتا (محمود الفتاوی ۴،۲۷۰)۔

فلکی حساب کا رویت پر مثبت و منفی کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔''لا عبرة بقول الموقتین فی الصوم قال الشامی: إن الشارع لم یعتمد الحساب، بل ألغاه بالکلیة'' (شامی ۲،۹۲)۔

لہٰذا سائنسداں اس رات میں چاند کی رویت کو نا ممکن کہیں اور شہادت مل جائے تو چاند دیکھنے کی شہادت قبول کی جائے گی، اگر رمضان کا چاند ہے اور مطلع صاف نہیں ہے تو ایک آدمی کی خبر بھی معتبر مانی جائے گی اور رمضان کے علاوہ عید وغیرہ کے چاند کے لئے مطلع صاف نہ ہونے کے وقت دو آدمیوں کی شہادت معتبر ہوگی اور مطلع صاف ہونے کے وقت خبر مستفیض کی شکل میں ہوتو معتبر ہوگی۔

* * *

رؤیت ہلال سے متعلق عہدہ حاضر کے مسائل

مفتی محمد عثمان بستوی•

اختلاف مطالع کی حقیقت:

چاند کے نمودار ہونے کے وقت کرہ ارضی پر بننے والے قوس سے جو حصہ باہر ہوگا ان کو چاند نظر نہ آئے گا اور جو حصہ قوس کے اندر ہوگا ان کو چاند نظر آئے گا، تو زمین کا جتنا حصہ قوس سے باہر ہو اس کا مطلع قوس کے اندر والے کے مطلع سے جدا اور مختلف ہوگا چاہے اس کے درمیان کتنا ہی کم فاصلہ ہو، ''ومن کان خارج ذلک القوس لا یستطیع أن یراہ، فقد یکون بلد فی طرف من القوس داخلہ، فمطلعہ مختلف مع من کان خارج ذلک الطرف من القوس، وإن کانت المسافۃ بینہما قلیلۃ'' (قضایا فقہیۃ معاصرۃ۲،۲۵۴)۔

اتحاد مطالع اور اختلاف مطالع کی حقیقت سے جو باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ اختلاف مطالع ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار ممکن نہیں، اسی لئے اختلاف مطالع کا متحقق ہونا تمام فقہاء کے یہاں مسلمات میں سے ہے، کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا ہے: ''اعلم أن نفس اختلاف المطالع لا نزاع فیہ بمعنی أنہ قد یکون بین البلدتین بعد بحیث یطلع الہلال لیلۃ، کذا فی إحدی البلدتین دون الأخری'' (رد المحتار۳،۳۶۳ مطبوعہ زکریا)۔

۲۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اختلاف مطالع کا مدار قرب وبعد پر نہیں، بلکہ اس کا مدار قوس کے اندر وقوع اور عدم وقوع پر ہے، چنانچہ محقق عصر حضرت مفتی محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ مطلع کے اتحاد واتفاق کا تعلق فاصلے کی کمی اور زیادتی پر نہیں بلکہ نظر آنے کی صلاحیت پر ہے (انعام الباری۵،۴۹۳)۔

''قد یکون بلد فی طرف من القوس داخلہ فمطلعہ مختلف مع من کان خارج ذلک الطرف من القوس ومطلعہ متحد مع من کان داخل القوس فی طرف آخر'' (قضایا فقہیہ معاصرۃ۲،۲۵۴)۔

اتحاد واختلاف کو حساب سے متعین کرنا ممکن نہیں:

اتحاد مطالع اور اختلاف مطالع کو فلکی حساب سے بھی متعین نہیں کیا جاسکتا ہے، کیونکہ ہر مرتبہ جب چاند طلوع ہوتا ہے تو وہ زمین پر نئی قوس بناتا ہے جس میں یہ امکان ہوتا ہے کہ جو ممالک اور جو علاقے اس قوس میں داخل تھے ہوسکتا ہے کہ اس مہینے وہ خارج ہوگئے ہوں اور نئے علاقے قوس میں آگئے ہوں، تو جو علاقے قوس سے

• مدرسہ ریاض العلوم گورینی، جونپور۔

پہلے خارج تھے ان کا مطلع مختلف تھا، لیکن جب وہ قوس کے اندر آگئے تو ان کا مطلع اور پہلے سے شامل علاقوں کا مطلع متحد ہوجائے گا، جبکہ سابقہ مہینے میں دونوں کا مطلع مختلف تھا اور یہ صورتحال ہر مہینہ پیش آتی ہے، کیونکہ یہ قوس ہر مہینہ بدلتی رہتی ہے، لہذا کوئی دائمی فارمولہ ایسا وضع نہیں کیا جاسکتا جس سے یہ فیصلہ کرلیا جائے کہ ان علاقوں کا مطلع متحد ہے اور ان علاقوں کا مطلع مختلف ہے۔

''وہذا القوس یتغیر کل شہر، فمن کان مطلعہ متحدا فی شہر، قد یختلف مطلعہ فی شہر آخر، فلا یمکن أن یقال فی موضعین من الأرض أن مطلعہما متحدا أو مختلف دائماً، وعلی ہذا فاعتبار اختلاف المطالع یحتاج إلی حساب دقیق جدا کل شہر، وبناء الأحکام علی ذلک من الصعوبۃ بمکان'' (قضایا فقہیۃ معاصرۃ ۲،۲۵۴)۔

مذاہب العلماء فی اختلاف المطالع واتحادہ:

۱۔ اتحاد مطالع اور اختلاف مطالع کی جو حقیقت ذکر کی گئی یہ شریعت میں کسی کے نزدیک بھی معتبر نہیں، کیونکہ اختلاف مطالع کو بالمعنی الحقیقی کسی نے معتبر نہیں مانا ہے، اس لئے کہ اگر اس کو معتبر مانا جائے تو یہ ایک شہر میں بھی ایک آدمی کی رؤیت دوسرے آدمی کے لئے کافی نہیں ہوگی، حالانکہ نبی اکرمﷺ کا عمل اور آپﷺ کی ہدایت اس کے خلاف ہے، چنانچہ ابوداؤد میں واقعہ مذکور ہے کہ حضور اکرمﷺ نے مدینہ منورہ میں چاند دیکھا تو نظر نہیں آیا تو آپﷺ نے اعلان فرمایا کہ آج چاند نظر نہیں آیا اگلے دن عصر کے بعد ایک قافلہ آیا اس نے کہا ہم نے کل شام مغرب کے وقت چاند دیکھا تھا تو چوبیس گھنٹے بعد آکر انہوں نے شہادت دی تو چوبیس گھنٹے تک چاند دیکھنے کے بعد وہ سفر میں رہے تو یہ تقریبا ایک مرحلہ کا سفر ہوگا اور ایک مرحلہ تقریباً سولہ سے بیس میل تک کا فاصلہ ہوتا ہے تو وہاں کی رؤیت کو حضور اکرمﷺ نے اہل مدینہ کے لئے حجت قرار دیا، اگر اختلاف مطالع معتبر ہوتا تو حضور اکرمﷺ ان کی رؤیت کو اہل مدینہ کے لئے حجت قرار نہ دیتے تو معلوم ہوا کہ اختلاف مطالع کا عدم اعتبار ہی صحیح مسلک ہے، جو حنفیہ نے اختیار کیا اور جو ان کی ظاہر الروایہ ہے (انعام الباری۵،۴۹۳)۔

''جاء أعرابی إلی النبیﷺ فقال إنی رأیت الہلال یعنی رمضان فقال أتشہد أن لا إلہ إلا اللہ ، قال:نعم، قال:أتشہد أن محمدا رسول اللہ، قال:نعم، قال یا بلال! أذن فی الناس فلیصوموا غداً'' (ابوداؤد،۳۲۰)۔

مطالع حکمیہ اور علماء کے مذاہب:

سطور بالا میں مطلع حقیقی سے متعلق بحث کی گئی اس کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے مطلع حکمی سے متعلق عرض کیا جائے، مطلع حکمی کا مطلب یہ ہے کہ کتنی مسافت

کا مطلع ایک مان کر کے اس مسافت میں کسی بھی جگہ رؤیت ہونے کے بعد دوسری جگہ کے لوگوں کے لئے اعتبار کرنا لازم ہوگا اور کتنی مسافت میں ایک جگہ کی رؤیت دوسرے جگہ کے لوگوں کے لئے موجب نہ بنے گا، تو اس سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

۱۔ ائمہ ثلاثہ یعنی حضرت امام ابوحنیفہ، امام احمد ، امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک اختلاف مطالع کا مطلقاً کوئی اعتبار نہیں نہ بلاد قریبہ میں نہ بلاد بعیدہ میں، لہذا اگر کسی ایک جگہ بھی رؤیت ہوجائے تو اس رؤیت کی خبر شرائط معتبرہ عند الفقہاء کے مطابق جس علاقہ یا جس شہر میں بھی پہنچے وہاں کے لوگوں پر اس کا اعتبار کرنا لازم ہوگااور اس رؤیت سے جو احکام شرعیہ ثابت ہوتے ہیں ان پر عمل لازم ہوگا۔

''اختلف الفقہاء علی رأیین فی وجوب الصوم وعدم وجوبہ علی جمیع المسلمین، ففی رأی الجمہور، یوحد الصوم بین المسلمین، ولا عبرۃ باختلاف المطالع'' (الفقہ الاسلامی،۶۰۵)۔

۲۔ حضرت امام شافعیؒ بلاد قریبہ میں اختلاف مطالع نہیں مانتے ہیں، اور بلاد بعیدہ میں معتبر مانتے ہیں۔

لہذا ایک جگہ کی رؤیت، اس جگہ سے قریب علاقوں میں مانی جائے گی اور اس سے بعید علاقوں میں نہیں مانی جائے گی، شافعیہ میں سے اکثر نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، ''وفی رأی الشافعیۃ یختلف بدء الصوم والعید بحسب اختلاف مطالع القمر بین مسافات بعیدۃ'' (الفقہ الاسلامی،۶۰۵)۔

اختلاف مطالع کے حدود:

حضرات شوافع بلاد بعیدہ میںاختلاف مطالع کا اعتبار کرتے ہیں، چنانچہ حافظ بن حجر نے مسافت بعیدہ اور مسافت قریبہ کے سلسلہ میں کل پانچ اقوال نقل کئے ہیں:

۱۔ علم ہیئت کے اعتبار سے جتنی مسافت پر مطلع بدل جاتا ہے وہ بعید ہے۔

۲۔ مسافت قصر بعید ہے اسی کو شاہ ولی اللہؒ نے المصفی (۲۲۷) میں اختیار کیا ہے۔

۳۔ مقام رؤیت سے اتنا فاصلہ کہ جہاں تک اگر کوئی نہ ہو چاند نظر آنا چاہئے اتنا قریب ہے اس سے زیادہ بعید ہے۔

۴۔ ایک بادشاہ کی حدود سلطنت قریب ہے اور خارج سلطنت بعید ہے۔

۵۔ ایک اقلیم کے تمام حصے قریب اور دوسرے اقلیم میں واقع حصے بعید (دنیا کو ہفت اقلیم مانا گیا تھا) (فتح الباری۴،۸۷)۔

۶۔ مقام رؤیت سے جو جگہ (طبعی جغرافیائی اعتبار سے) مختلف ہو وہ بعید ہے اس کے علاوہ قریب ہے (فتح الباری۴،۸۷)۔

۷۔ ایک مہینہ کی مسافت بعید ہے اور اس سے کم قریب ہے (نیل الاوطار ۴،۳۰۶)۔

متاخرین احناف:

متاخرین احناف نے بھی مسافت بعیدہ میں اختلاف مطالع کو ترجیح دیا ہے اور

مسافت بعیدہ کی تحدید ایک مہینہ کی مسافت سے کی گئی ہے، چنانچہ علامہ عبد الحی فرنگی محلیؒ نے علامہ طحاوی، امام قدوری، صاحب فتاوی تاتارخانیہ، صاحب ہدایہ، علامہ زیلعی اور دیگر فقہاء کی عبارات سے واضح کیا ہے، اور خود علامہ عبد الحئی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

واضح المذہب عقلاً ونقلاً ہمیں است کہ ہر دو بلدہ فیما بین آنہا مسافت باشد کہ دراں اختلاف مطالع می شود وتقدیرش مسافت ایک ماہ است دریں صورت حکم رؤیت یک بلدہ ببلدہ دیگر خواہد شد، یعنی عقلاً ونقلاً سب سے زیادہ صحیح مذہب یہ ہے کہ جن دو شہروں میں اتنی مسافت ہو کہ اس میں مطلع بدل جاتا ہو جس کا اندازہ ایک ماہ کی مسافت ہے، ان میں ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر کے لئے معتبر نہ ہوگی اور قریبی شہروں میں جن کے درمیان ایک ماہ سے کم کی مسافت ہو ایک شہر کی رؤیت کا حکم دوسرے شہر کے لئے ہوگا (نفائس الفقہ۳٫۱۴۰)۔

''ہذا إذا کانت المسافۃ بین البلدتین قریبۃ لا تختلف فیہا المطالع، فأما إذا کانت بعیدۃ، فلا یلزم أحد البلدتین حکم الآخر؛ لأن المطالع البلاد عند المسافۃ الفاحشۃ تختلف، فیعتبر فی کل أہل بلد مطلع بلدہم دون الآخر'' (بدائع۲٫۸۳)۔

حضرات اکابر کا فتوی:

حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ مفتی شبیر احمد صاحب عثمانیؒ علامہ یوسف بنوریؒ اور مفتی شفیع صاحبؒ وغیرہم نے بھی مسافت بعیدہ اختلاف مطالع کو معتبر مانا ہے، البتہ ان حضرات نے قرب اور بعد کا رویہ معیار تجویز فرمایا ہے، کہ جو بلاد اتنی دور ہوں کہ ان کے اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے سے دودن کا فرق پڑ جائے، وہاں اختلاف مطالع معتبر ہوگا (یعنی ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ کے لئے کافی نہ ہوگی)، کیونکہ اگر ایسے بلاد بعیدہ میں بھی اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کیا جائےتو مہینہ یا اٹھائیس ۲۸ دن کا اکتیس (۳۱) دن کا ہوسکتا ہے جس کی شریعت میں کوئی نظر نہیں ہے۔

''وحاصل ما اقترحہ الشیخ رحمہ اللہ أن لا یعتبر اختلاف المطالع فی عامۃ الأحوال، ولکن ینبغی أن یعتبر أن أدی ذلک فی بلد من البلاد إلی نقصان الشہر من تسعۃ وعشرین، أو زیادتہ إلی واحد وثلاثین، لأنہ خلاف المنقوص وہذاأمر معقول، إلا أن یمکن أن یعدی فی حکم الرؤیۃ فی ہذا الشہر إلی الشہر السابق، واللہ اعلم'' (فتح الملہم۵٫۱۹۸، قضایا فقہیہ معاصرۃ۲٫۲۵۷)۔

فقہاء احناف کا راجح مذہب اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے کا ہے، یعنی ایک جگہ کی رؤیت شرائط معتبرہ کے ساتھ جب دوسرے لوگوں تک پہنچے تو ان کے ذمہ اس کا اعتبار کرنا ضروری ہے، اور اس حکم پر ہر زمانے میں عمل ہوسکتا ہے بشرطیکہ اہل حکومت ایسا کرنا چاہیں، ورنہ مجبوراً متاخرین کے قول پر عمل وفتوی جاری ہوگا (انعام

الباری۵،۹۳۔۹۹)۔

خلاصہ بحث:

مطلع حقیقی: چاند کے نمودار ہونے کے وقت کرہ ارض پر بننے والے قوس وکمان کے دونوں سروں کے درمیان جو حصہ ہوگا ان کا مطلع ایک ہوگا اور جو حصہ قوس سے باہر ہوگا اس کا مطلع مختلف ہوگا۔

مطلع حکمی: روئے زمین کے وہ حصے جن میں کسی جگہ کی رؤیت کا اعتبار کرنے سے مہینہ ۲۸ یا ۳۱ دن کا نہ بنے تو ان سب حصوں کا مطلع ایک ہوگا اور اگر مہینہ کی تاریخ میں فرق پڑتا ہو تو اختلاف کا اعتبار ہوگا۔

۳۔ اختلاف مطالع کے سلسلہ میں فقہاء کے مذاہب اور متاخرین کا مسلک نقل کردیا گیا ہے حنفیہ کے نزدیک ظاہر الروایہ اور راجح مذہب عدم اعتبار کا ہے، لیکن ضرورۃً ومجبوراً اعتبار کیا جاتاہے۔

الراجح عندی:

رمضان، عیدین، حج، وغیرہ اجتماعی عبادات ہیں جس میں نظم وانتظام اور اجتماعیت مطلوب ہوتی ہے اور اس کے لئے حکومت کی ضرورت ہے، لہذا اگر حکومت اسلامیہ موجود ہو اور احناف کے راجح مذہب پر عمل کرے اس میں کوئی دشواری نہیں بلکہ حکومتی مقاصد کے عین مطابع ہے اور جب حکومت موجود نہ ہو یا ہو، لیکن عمل نہ کرے تو متاخرین احناف کے مسلک کے مطابق عمل کیا جائے گا، جیسا کہ اس وقت امت کا اسی پر عمل ہے، یعنی جب مہینہ ۲۸ یا ۳۱ دن کا بن جائے، دوسری جگہ کی رؤیت کا اعتبار کرنے کی صورت میں تو اس جگہ کی رؤیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اگرچہ طریق موجب سے پہنچے۔

(ب، ج) کسی ملک کے وہ علاقہ اور حصے جو جغرافیائی اعتبار سے عام علاقونسے الگ ہوں جن میں رؤیت ملک کے دیگر علاقوں کے مقابلے میں عام طور سے پہلے یا بعد میں ہوتی ہو تو اگر یہ کسی ایسے ملک میں ہو جس میں اسلامی حکومت ہو اور حکومت ہی رؤیت وغیرہ کا فیصلہ کرتی ہو تو ایسی صورت میں پورے ملک کا مطلع متحد مانا جائے گا، اور حکومت کے فیصلے کے مطابق عمل واجب ہوگا، لیکن اگر حکومت اسلامیہ نہ ہو یا ہو، لیکن وہ ان امور میں دخیل نہ ہو تو ایسی صورت میں ان علاقوں کا مطلع حکماً مختلف مانا جائے گا اور ان کی رؤیت سے دوسرے لوگوں کے لئے عمل جائز نہ ہوگا، کیونکہ اس سے مہینہ کی تاریخ کا ۲۸ یا ۳۱ دن ہونا لازم آئے گا جو نصوص متعینہ (کہ مہینہ ۲۹ یا ۳۰ ہی دن کا ہوسکتا ہے اس سے زائد نہیں) کے معارض ہے اور یہی اکابر علماء دیوبند کا فتوی بھی ہے۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ ایسے بلاد بعیدہ میں جہاں مہینہ کے دنوں میں کمی بیشی کا امکان ہو اختلاف مطالع کا

اعتبار کرنا ہی ناگزیر اور مسلک حنفیہ کے عین مطابق ہوگا (جواہر الفقہ۳،۴۸۳)۔

(د) جن علاقوں کا مطلع ایک ہو اس میں کسی ایک جگہ کی رؤیت کی خبر اور اس کے فیصلے کی اطلاع دوسری جگہ پہنچے تو عمل کے سلسلہ میں یہ تفصیل ہے کہ رمضان المبارک کی رؤیت کی خبر جب کسی دوسرے علاقہ میں پہنچے تو اس کے لئے نظام قضا لازم نہیں، بلکہ یہ خبر دیانت کی قبیل سے ہے، لہذا عدد یا عدالت کی شرط کے ساتھ اس کو قبول کرلیا جائے گا بشرطیکہ یہ معاملہ حکومت اسلامیہ سے متعلق نہ ہوورنہ اس کی اتباع لازم ہوگی، ''وقبل بعلۃ خبر عدل، ولو قناً أو أنثی لرمضان، لأن صوم رمضان أمر دینی، فأشبہ روایۃ الأخبار، ولہذا لا یختص بلفظ الشہادۃ'' (بحر الرائق۲،۲۶۶)۔

البتہ ہلال عید چونکہ خبر کے ساتھ ساتھ معاملات میں بھی داخل ہوجاتی ہے، اس لئے اس میں یہ تفصیل ہے کہ جن علاقوں کا مطلع ایک ہے اگر کسی حصہ میں ۲۹،تاریخ کو رؤیت کا ثبوت ہوجائے تو دوسرے خطے کے مسلمانوں پر ان کے اعلان کے مطابق عمل کرنا جائز نہیں، بلکہ اپنے مقامی قاضی اور جہاں نظام قضا نہ ہو وہاں کی ہلال کمیٹی یا اس علاقہ کے ذمہ دار اہل علم کے فیصلے کا انتظار کرنا واجب ہے، بغیر ان کے فیصلے کے خود سے عمل کرنا جائز نہیں اور ایک علاقے کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی دوسرے علاقہ کے قاضی یا ہلال کمیٹی کے اعلان کی پابند نہیں جب تک کہ خود ان کو شرائط کے مطابق اطمینان نہ ہوجائے، شرائط کے مطابق اطمینان کی صورتیں درج ذیل ہیں:

(۱) شہادت علی الرؤیۃ، (۲) شہادت علی شہادۃ الرؤیۃ، (۳) خبر استفاضہ، (۴) شہادت علی القضاء (قضایا فقہیہ معاصرہ،۲۵۵)۔

فتاوی دار العلوم کراچی میں ہے:

کسی عالم کو جس شہر کے لئے قائم مقام قاضی قرار دیا گیا ہو اس کا فیصلہ اسی شہر اور اس سے متعلقہ دیہات کے لوگوں کے لئے حجت ہوگا، دوسرے شہر کے لوگوں کو وہاں کے ایسے ہی عالم کا فیصلہ حجت ہوگا، دوسرے شہر کے لوگوں کو وہاں کے ایسے ہی عالم کا فیصلہ حجت ہوگا، لہذا اس شہر کے عالم فیصلے کی اطلاع خواہ فون پر دی گئی ہو یا خط وغیرہ کے ذریعہ ، محض اس اطلاع کی بنا پر دوسرے شہر کے لوگوں کو عید کرنا جائز نہ ہوگا، ہاں اگر ایک شہر کے عالم کے فیصلے پر دو گواہ دوسرے شہر کے عالم کے پاس جاکر گواہی دیں یا دوسرے شہر کے عالم کو پہلے شہر کے عالم کے فیصلے کی خبر بدرجہ استفاضہ پہنچ جائے اور اس گواہی یا خبر استفاضہ کی بنیاد پر دوسرے شہر کے عالم نے رؤیت ہلال کا فیصلہ کردیا تو یہ فیصلہ صحیح ہوگا اور اس شہر کے لوگوں کو عید کرنا جائز بلکہ لازم ہوگا (فتاوی دار العلوم کراچی۳،۴۶)۔

الجواب الثانی:

الف: رؤیت ہلال کے ثبوت اور فیصلے میں فلکیاتی حساب پر مدار رکھنا باتفاق فقہاء

ناجائز ہے، کیونکہ ثبوت ہلال کا تعلق شریعت مطہرہ نے رؤیت سے رکھا ہے نہ کہ حساب وکتاب سے اسی وجہ سے امت کا تقریباً یہ اجماعی فیصلہ ہے کہ فلکیاتی حساب وکتاب سے ہلال کو ثابت نہیں کیا جاسکتا، البتہ شریعت مطہرہ کسی حکم شریعت میں عمل کی آسانی کے لئے جدید وسائل اور نظام سے استفادہ پر پابندی بھی نہیں لگاتی ہے،بلکہ لوگوں کو حسب سہولت جدید وسائل سے نفع اٹھانے کی اجازت دیتی ہے چنانچہ علامہ ابن تیمیہ نے تمام محقق اہل حساب سے یہ نقل فرمایا ہے کہ رؤیت ہلال کے بارے میں کوئی حساب اور ضابطہ منضبط کرنا خارج از امکان ہے اور لیجئے، چوتھی صدی ہجری کے نامور فلاسفر اور ماہر نجوم وفلکیات ابو ریحان البیرونی نے اپنی کتاب ''الآثار الباقیۃ '' میں تمام علمائے فلکیات کا اجماعی نظریہ یہ بتایا ہے کہ ''فضائی وفلکی حالات ایسے ہیں کہ جو کوئی غور کرے گا تو رؤیت ہلال کے ہونے یا نہ ہونے کا کوئی قطعی فیصلہ ہرگز نہ کرسکے گا (نفائس الفقہ۳؍۱۲۵)۔

''المعتمد فی المذہب الحنفی أن شرط وجوب الصوم والإفطار رؤیۃ الہلال، وأنہ لا عبرۃ بقول المؤقتین ولو عدولاً'' (الموسوعۃ الفقہیہ۲۲؍۳۳)۔

''أو الاعتماد علی الحساب فی إثبات الہلال بصفۃ عامۃ، ماتفقت المذاہب المتبوعۃ علی نفیہ، بل صرحوا بأنہ لا یجوز الاعتماد علیہ، وذلک لقول رسول اللہ ﷺ: لا تصوموا حتی تروا الہلال ولا تفطروا حتی تروہ، فإن غم علیکم فاقدروا لہ'' (قضایا فقہیہ معاصرہ۲؍۲۲۸)۔

نوٹ: زمانہ موجودہ میں آلات کی ترقی اور متعدد نصوص کے اشارات کی بنا پر فقیہ عصر مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی نے زمانہ موجودہ میں اس مسئلہ کو قابل غور وفکر قرار دیا ہے (السابق؍۲۳۲)۔

فلکیاتی نظام سے رویت میں مدد لینا:

مطلع ابرآلود ہونے اور صاف ہونے کا شہادت اور خبر کے احکام میں اثر ہوتا ہے، مثلاً عیدین وغیرہ کے لئے مطلع کے ابر آلود ہونے کے وقت دوعادل کی گواہی معتبر مان لی جاتی ہے، لیکن مطلع صاف ہونے کے وقت رؤیت عامہ کو شرط قرار دیا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرائن اور علامات سے خبر کے قبول کرنے اور نہ کرنے میں شدت اور خفت اختیار کی جاسکتی ہے، لہذا فلکیاتی حساب کو قرائن کے درجے میں رکھ کر اگر یہ حساب چاند کی رؤیت کی نفی کررہے ہوں تو شہادت کے قبول کرنے میں شدت برتی جائے اور شاہدین کو متہم ٹھہرا کر رد کردیا جائے اور جب حساب وکتاب فلکیہ روؤیت کے وجود کو مان رہے ہوں تو اس وقت شہادت کے قبول کرنے میں تخفیف برتی جائےجیسے کہ مطلع کے ابرآلود ہونے کے وقت تخفیف برتی جاتی ہے، اس کی شریعت میں گنجائش ہے ممانعت کی کوئی ونہ نہیں، کیونکہ شہادت کے رد وقبول میں قرائن کا ایک بڑا حصہ ہوتا ہے۔

''شہادۃ الصدیق لصدیقہ مقبولۃ ولکن إذا وصلت صداقتہما إلی مرتبۃ تصرف أحدہما فی

مال الآخر لا تقبل شہادۃ أحدہما للآخر'' (شرح مجلۃ الاحکام۴٫۳۵۵، ج۱۶-۱۲)۔

''أما شہادۃ علیہ فمقبولۃ، والفاسق إذا تاب لا تقبل شہادتہ ما لم یمض علیہ زمان یظہر علیہ أثر التوبۃ'' (شامی۸٫۱۸۹)۔

مذکورہ بالا عبارتوں سے معلوم ہوا کہ شہادت کے رد وقبول میں قرائن کا دخل ہوتا ہے اور یہ مسئلہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے لہذا اگر شہادت کے قبول کرنے کے لئے فلکی حساب سے مدد لی جائے تو اس کی اجازت ہوگی، چنانچہ حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب مدظلہ العالی فرماتےہیں کہ فلکیاتی تحقیق سے اس قدر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے کہ جس تاریخ کو طلوع ہلال کا امکان نہ ہو اس روز رؤیت ہلال کی شہادت کافی تحقیق اور ناقابل تردید تعداد کی گواہی کے بغیر تسلیم نہ کی جائے اور جس دن فنی اعتبار سے طلوع ہلال کا امکان زیادہ ہو اس دن معمولی خبر پر بھی اعتبار کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ ذکر کیا گیا اس مسئلہ میں اصل ایسی خبر کا پایا جانا ہے جس سے قاضی کا قلب مطمئن ہوجائے اور اس طرح کی فنی تائید معمولی خبر کے لئے بھی تقویت وتائید کا باعث بن جاتی ہے (جدید فقہی مسائل۲٫۲۶)۔

ب: اگر کسی خطہ میں ۲۹ تاریخ کو چاند کے بصری رؤیت کے امکان کی نفی ایسے فلکیاتی حساب سے ہورہی ہو جو اہل فن کی نظر میں قطعی ہو جس میں اختلاف نہ ہو تو ایسے حساب کی نفی کے وقت اگر شہادت شرعی مل جائےتو اس کو قبول نہ کیا جائے گا، بلکہ ایسی شہادت محتمل اور متہم ہونے کی وجہ سے رد کردی جائے گی، چنانچہ مفتی محمد تقی صاحب عثمانی فرماتےہیں کہ اگر کسی دن حساب کی رو سے چاند کا نظر آنا یا افک ہونا عقلاً محال ہو پھر بھی کوئی شخص شہادت دے کہ میں نے آج چاند دیکھا ہے تو وہ شہادت معتبر ہوگی یا نہیں تو اس سلسلہ میں بیشتر علمائے عصر کا کہنا یہ ہے کہ جب عقلاً ممکن ہی نہیں تو ایسی صورت میں جو شہادت پیش ہورہی ہے وہ شہادت متہم ہے اور متہم ہونے کی وجہ سے وہ شہادت معتبر نہیں ہونی چاہئے جیسے کہ مطلع صاف ہونے کی صورت میں جم غفیر کی شرط لگائی جاتی ہے ایک دوفرد کی شہادت کو قبول نہیں کیا جاتا ہے، اسی طرح سے جب فلکیاتی حساب سے شہادت ممکن نہ ہو تو ایک دو فرد کی شہادت متہم ہوکر مردود ہوجائے گی، البتہ اگر رؤیت عامہ ہو تو خود فلکیاتی حساب مشتبہ ہوجائینگے (ملخصاً انعام الباری۵٫۴۵۹)۔

''قال العلامۃ العبادی: إنہ إذا دل الحساب القطعی علی عدم رؤیتہ لم یقبل قول العدول لرؤیتہ وترد شہادتہم بہا، انتہی، وہو ظاہر جلی ولا یجوز الصوم حینئذ، ومخالفۃ ذلک معاندۃ أو مکابرۃ'' (حاشیۃ قلیوبی وعمیرۃ علی شرح المنہاج للمحلی۲٫۴۸، نقلاً عن قضایا فقہیۃ معاصرۃ۲٫۲۳۵)۔

علامہ ابن تیمیہ اور علمائے عرب:

سعودی عرب کے علماء کا کہنا یہ ہے کہ ولادت ہلال نہ ہونے کے باوجود چونکہ ہمیں شہادت کی اتباع کا حکم دیاگیا ہے، لہذا ہم شہادت پر عمل کرتے ہیں چاہے حساب کی رو سے اس وقت چاند کا نظر آنا ممکن ہی نہ ہو اور ہماری فقہ کی کتابوں میں اسی کے مطابق مسئلہ لکھا ہے کہ اگر ۲۹تاریخ کی صبح کو چاند نظر آیا پھر اسی شام کو رؤیت ہلال کی شہادت آگئی تو وہ شہادت معتبر ہوگی جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ فلکی حساب کا نفی میں بھی اعتبار نہیں ہے (انعام الباری۵،۹۵)۔

اور یہی مسلک علامہ ابن تیمیہ کا بھی ہے ..... ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: جنہوں نے اپنے فتاوی میں اس موضوع پر بڑی مبسوط ومحققانہ بحث کی ہے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض قاضی عادل گواہوں کی شہادت کو فلکیات کے عالم کے کہنے کی وجہ سے، حالانکہ وہ جاہل وکاذب ہوتا ہے، رد کردیتے ہیں، ایسے لوگ ان کا مصداق ہیں کہ جن کے لئے فرمایا گیا ہے کہ وہ حق کے سامنے آنے پر وہ حق کو ٹھکرا دیتے ہیں اور اس کو جھٹلا دیتے ہیں (جدید فقہی مباحث۱،۲۰۵)۔

ترجیح:

شہادت قبول کرنے کے لئے شاہد کے صدق وکذب کی تفتیش کا حکم خود قرآن کریم میں ہے اور متہم کی شہادت کا مردود ہونا مسلمان میں سے ہے اور ظاہر کے خلاف شہادت شبہ ضرور پیدا کردیتی ہے اس لئے محقق عصر کی راجح معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم۔

ج: ہر فن میں فن کے ماہرین کا قول معتبر اور مسلم ہوتا ہے اور ان کے قول پر اعتماد کیا جاتا ہے، چنانچہ مرض کے مضر ہونے نہ ہونے کے سلسلہ میں اطباء کے قول کا اعتبار کیا جاتا ہے اسی طرح مطلع کے صاف اور ابرآلود ہونے میں محکمہ موسمیات کے قول کا اعتبار کیا جائے گا، کیونکہ وہ اس باب کے ماہر ہیں، لہذا ان کے قول کو رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں، البتہ ہلال کا فیصلہ رؤیت ہی سے کیا جائے گا نہ کہ محکمہ موسمیات کے ماہرین کے اقوال سے اور نہ ہی فلکیاتی حساب وکتاب سے، ماہرین کے اقوال کے اعتبار کے سلسلہ میں عبادت (د) کے ذیل میں ملاحظہ ہو۔

د: مطلع کے صاف نہ ہونے سے مراد صرف ابرآلود ہونا نہیں، بلکہ ہر ایسی چیز ہے جو افق کی کثافت کا سبب ہو اور رؤیت ہلال کے لئے مانع ہواور حاجز بنتی ہو جس کے لئے حضرات فقہاء علت کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور اس کی تمثیل ابر، دخان اور گرد وغبار وغیرہ جیسے الفاظ سے کرتےہیں تو معلوم ہوا صرف ابر کثافت کا سبب نہیں، بلکہ اس کے اسباب اور بھی ہیں، یہ ظاہری موانع ہیں اس کے علاوہ اسباب کثافت کے کثیر ہونے اور ان کی وجہ سے نظام فلکی کے متاثر ہونے کی بنا پر دوسرے ایسے اسباب بھی ہوسکتے ہیں جس کی وضاحت اس کے ماہرین کے لئے ممکن ہے۔

''وشرط للفطر فتح العلۃ أی من غیم وغبار ودخان'' (شامی۲،۳۵۳) أوبإخبار طبیب

حاذق مسلم مستور، وأفاد فی النہر تبعاً للہجر جواز الطبیب بالکافر فیما لیس فیہ إبطال عبادۃ‘‘ (شامی۳،۴۰۴)۔

’’یؤخذ ذلک بقول رجلین عدلین لہما بالصلاۃ بالماء بہ یفتی ..... قولہ بقول رجلین الخ فإن قالا: إن ما فیہا ألف ولو مثلاً نزح، کذا فی شرح المنیۃ، قولہ: بہ یفتی وہو الأصح‘‘ (شامی۱،۳۷۰)۔

ہ: جب رمضان المبارک کا ثبوت مطلع کے ابر آلود ہونے کی وجہ سے ایک شخص کی خبر وشہادت کی بنا پر ہوا ہو اور ۳۰؍رمضان المبارک کو مطلع کے صاف ہونے کے باوجود رؤیت نہ ہو تو اس سلسلہ میں ائمہ احناف کا، نیز ائمہ شوافع کا بھی اختلاف ہے، حضرات شیخین کے نزدیک ۳۰؍رمضان المبارک کو مطلع کے صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہ آنے کی صورت میں اگلے دن افطرا کرنا جائز نہیں، بلکہ اس کو رمضان کی شہادت دینے والے کی غلط فہمی اور اشتباہ پر محمول کیا جائے گا، لیکن حضرت امام محمدؒ کے نزدیک اگلے دن افطار کرنا جائز ہے، البتہ اگر ۳۰؍رمضان المبارک کو مطلع صاف نہ ہو تو بالاتفاق افطار جائز ہے اس میں اختلاف نہیں اور ترجیح شیخین کے قول کو ہے یا امام محمد کے قول کو اس سلسلہ میں علامہ شامی نے کوئی واضح فیصلہ نہیں کیا ہے۔

’’ولو صاموا بقول عدل لا یحل الفطر علی المذہب خلافاً لمحمد، کذا ذکرہ المصنف وإن غم ہلال الفطر حل اتفاقاً وفی الزیلعی الأشبہ إن غم حلّ وإلا لا قولہ ’’وفی الزیلعی ‘‘ نقلہ لبیان فائدۃ لم تعلم من کلام الذخیرۃ وہی ترجیح عدم حل الفطر إن لم یغم شوال الظہور غلط الشاہد؛ لأنہ الأشبہ من ألفاظ الترجیح إلی أن قال لأنہ ترجیح لما ہو متفق علیہ تأمل‘‘ (شامی۳،۳۶۱ ملخصاً)۔

البتہ حضرت تھانوی نے دونوں قولوں پر عمل کے لئے یہ صورت بیان فرمائی کہ صورت مسئولہ مختلف فیہ ہے علامہ شامی کا رجحان امام محمد کے قول کی تصحیح وترجیح کی طرف ہے کہ صورت مذکورہ میں مطلع صاف ہونے کے باوجود عید منائی جائے گی، لیکن جہاں تشویش عوام کااندیشہ ہو شیخین کے قول پر فتوی دینا مناسب ہے (امداد الفتاوی۲،۱۰۱)۔

حضرت کے فتوی سے معلوم ہوا کہ راجح امام محمد کا قول ہے، البتہ اگر کوئی عارض موجود ہو تو شیخین کے قول پر فتوی دیا جاسکتا ہے۔

الجواب الثالث:

الف: مطلع صاف ہونے کی صورت میں ہلال رمضان وہلال شوال دونوں کے لئے ظاہر الروایہ کے مطابق اتنے کثیر افراد کا رؤیت کی خبر دینا شرط ہے جن کا کسی سازش پر اتفاق کرنا ممکن نہ ہو، لیکن حسن بن زیاد کی ایک روایت میں ہے کہ آسمان خواہ ابرآلود ہو یا صاف شوال کے چاند کے لئے دوعادل مردوں کی شہادت مقبول ہوگی اور رمضان المبارک کے چاند کی شہادت کے لئے ایک عادل شخص کی گواہی بھی کافی ہے

خواہ آسمان ابر آلود ہو یا صاف، کیونکہ رمضان المبارک کی رؤیت یہ اخبار دیانت کی قبیل سے ہے، لہذا اس میں شہادت کی شرائط لازم نہیں ہونگی، بلکہ عادل کی خبر بھی معتبر ہوگی، البتہ شوال کی رؤیت میں مخبر کا چونکہ اس میں نفع ہے، لہذا موقع تہمت ہونے کی وجہ سے شریعت نے عدالت کے ساتھ عد دکی بھی شرط لگادی (دیکھئے: بدائع۲،۲۲۲)۔

اور اگر مطلع صاف نہ ہو تو شہادت شوال کے لئے دوعادل کی شہادت شرط ہے اور شہادت رمضان کے لئے ایک عادل کی شہادت یا خبر بھی کافی ہے۔

''وإن كان بالسماء علة فلا تقبل فيه إلا بشهادة رجلين، كما فى الشهادة فى الحقوق والأموال لما روى عن ابن عباس وعن ابن عمر أنهما قالا:إن رسول اللهﷺ أجاز شهادة رجل واحد على رؤية هلال رمضان، وكان لا يجيز الإفطار إلا بشهادة رجلين'' (بدائع۲،۲۲۲)۔

عدالت کا معیار:

حضرات فقہاء نے عدالت کی جو تعریف کی ہے وہ یہ ہے ''کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرنا، صغیرہ پر اصرار نہ کرنا، اعمال صالحہ کا اعمال فاسدہ پر غالب ہونا اور راست کاری کا خطا کاری پر غالب ہونا ''، اصطلاح میں عدالت کی یہ تعریف کی گئی ہے، لہذا جو شخص کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو یا صغیرہ گناہوں کا عادی ہو اور اس کے برے اعمال اچھے اعمال پر غالب ہوں وہ اصطلاح شرع میں فاسق کہلاتا ہے (جواہر الفقہ۳،۴۷۲)۔

''العدل من يجتنب الكبائر كلها حتى لو ارتكب كبيرة تسقط عدالته، وفى الصغائر العبرة للغلبة أو الإصرار على الصغيرة فتصير كبيرة، ولذا قال: وغلب صوابه'' (شامی۸،۱۸۹)۔

مستور الحال کا حکم:

مستور الحال جس کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو اس کی عدالت میں اختلاف ہے بعض روایات میں مستور الحال کا حکم غیر عادل کی طرح ہے اور اس کے برعکس دوسری روایات میں مستور الحال کو عادل کے حکم میں رکھا گیا ہے اور اس کو مفتی بہ بھی کہا گیا ہے، لہذا مستور الحال کی خبر وشہادت کو قبول کرنے کی اجازت ہے (دیکھئے: البحر الرائق۲،۲۶۶)۔

فاسق کی شہادت:

فاسق کی شہادت قبول کرنے کے سلسلہ میں حضرت مفتی ممد شفیع صاحبؒ نے تفصیلی کلام کیا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے وہ نقل کردیا جائے، حضرت فرماتےہیں کہ باتفاق فقہاء فاسق کی شہادت کو قبول کرنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا قاضی کے ذمہ واجب نہیں، لیکن اگر قاضی کو قرائن کے ذریعہ معلوم ہوجائے کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا اس بنا پر وہ فاسق کی شہادت پر کوئی فیصلہ کردے تو یہ فیصلہ صحیح اور نافذ ہوگا، اور جب سے دنیا میں فسق کی کثرت ہوئی ہے اور عام معاملات کی شہادت میں ایسے لوگ آنے لگے جو

شرعی اصطلاح میں فاسق ہیں تو لوگوں کے حقوق کی حفاظت اور مقدمات کے فیصلے کے لئے حضرات فقہاء نے یہ صورت اختیار کی ہے جس فاسق کے معاملہ میں قرائن اور حالات سے اس کا اطمینان ہوجائے کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا تو اس کی شہادت قبول کرکے اس پر مقدمات کے فیصلے کریں، البتہ ایسے لوگوں میں سے اس کا انتخاب کریں جو دوسروں کی نسبت زیادہ صلاحیت رکھتا ہو مثلاً نماز وروزہ کا پابند اور عام احکام شرعیہ کا احترام کرتا ہو، فقہ کی مستند کتاب ''معین الاحکام '' میں اس کی بنیادی وجہ یہ قرار دی ہے کہ حق تعالی نے فاسق کی شہادت کو رد کرنے کا حکم نہیں فرمایا ہے، بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اس کی تحقیق کرلو، ''إذا جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا'' (سورۃ الحجرات: ۶) جس کا مطلب یہی ہے کہ تحقیق سے اس کا سچا ہونا ثابت ہوجائے تو قبول کرلو ورنہ رد کردو جب حالات کا جائزہ لے کر قاضی کو اس کے سچا ہونے کا گمان غالب ہوجائے تو وہ اس کی شہادت کو قبول کرسکتا ہے اور اس زمانہ جبکہ فسق کی بہت سی صورتیں داڑھی منڈانا وغیرہ ایسی عام ہوگئی کہ ان کی وجہ سے مطلقاً شہادت کو رد کردیا جائے تو بہت سے معاملات کا ثبوت نہیں ہوگا، فقہاء کے اس مسلک کے سوا کوئی چارہ نہیں، اسی لئے معین الحکام میں یہ تحقیق نقل کرنے کے بعد لکھا گیا ہے:

''قال القرافی فی باب السیاسۃ:نص بعض العلماء علی أنا إذا لم نجد فی جہۃ إلا غیر العدول أقمنا أصلحہم وأقلہم فجوراً للشہادۃ علیہم، ویلزم ذلک فی القضاۃ وغیرہم لئلا تضیع المصالح، قال:وما أظن أحدا یخالف ہذا فالتکلیف شرط فی الإمکان، وہذا کلہ لضرورۃ لئلا تہدر الأمور وتضیع الحقوق'' (جواہر الفقہ۳،۴۷۳)۔

حاصل یہ نکلا کہ جب کوئی شخص کسی ظاہری فسق میں مبتلا ہو لیکن نماز وروزہ کا اہتمام اور سچ بولنے کا التزام کرتا ہو تو قاضی کے لئے اس کی شہادت قبول کرنے کا اختیار ہے بشرطیکہ اس کو اطمینان ہوجائے۔

خلاصہ:

خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت ہلال کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر مطلع غبار آلود ہو تو ہلال بالاتفاق خبر کے ذریعہ ثابت ہوسکتا ہے شہادت کی ضرورت نہیں نہ عدد شہادت ضروری ہے اور نہ مجلس قاضی اور نہ لفظ أشہد خواہ دار الاسلام میں ہو یا دار الحرب میں کوئی والی وحاکم مسلم وہاں موجود ہو یا نہ ہو محض ایک عادل ثقہ آدمی کی خبر سے ابر وغبار کی حالت میں ہلال رمضان ثابت ہوسکتا ہے اور مستور الحال یعنی جس کا فسق معلوم نہ ہو اگرچہ ثقہ ہونا بھی معلوم نہ ہو اس کی خبر بھی قول مفتی بہ کے موافق اس بارے میں مقبول ہے اور اگر مطلع صاف ہو تو جم غفیر کی شہادت ضروری ہے اور قول مفتی بہ کی رو سے دو عادل ثقہ آدمی کا قول بھی اس صورت میں قبول کیا جاسکتا ہے، جبکہ یہ شخص کہیں شہر سے باہر جنگل یا گاؤں وغیرہ میں دیکھ کر آئے ہوں اور ہلال عید الفطر

وعید الاضحی کے لئے شہادت کاملہ ضروری ہے یعنی دو مرد یا ایک مرد دوعورتیں ہوں اور سب ثقہ ہوں اور مجلس قاضی میں آکر بلفظ أشہد گواہی دیں اور اگر مطلع صاف ہو تو رمضان کی طرح عیدین کے لئے بھی جم غفیر کی شہادت شرط ہے (جواہر الفقہ۳،۵۱۲)۔

''أقول: أنت خبیر بأن کثیراً من الأحکام تغیرت لتغیر الأزمان ولو اشترط فی زمان الجمع العظیم لزم أن یصوم الناس إلا بعد لیلتین أو ثلاث لما ہو شاہد من تکاسد الناس، بل کثیراً ما رأیناہم یشتمون من یشہد بالشہود ویؤدونہ، وحینئذ فلیس فی شہادات الاثنین تفرد بین الجمع الغفیر حتی یظہر غلط الشاہد ..... علۃ ظاہر الروایۃ فتعین ..... بالروایۃ الأخری'' (شامی ۳،۳۵۷)۔

حاصل یہ کہ رمضان المبارک کا چاند دیکھنے میں آج بھی کوتاہی کا ہونا مشاہد اور مسلم ہے، لہذا علامہ شامی کی رائے کے مطابق مطلع صاف ہونے کی صورت میں بھی رمضان کے لئے دو عادل کی خبر کافی ہوگی، البتہ عید الفطر میں جمع عظیم کی شرط ہوگی۔

ب: رؤیت ہلال کی خبر شہادت ہے یا خبر دیانت:

رؤیت ہلال کی خبر اصولی طور سے خبر دیانت میں داخل ہے خواہ رمضان المبارک کی رؤیت ہو یا شوال المکرم کی، لیکن چونکہ ہلال شوال وغیرہ میں انسانی نفع بھی متعلق ہوجاتا ہے، اس لئے اس کو شریعت مطہرہ نے شہادت کے باب میں رکھا ہے اور اس کے لئے شرائط شہادت کو لازم قرار دیا ہے، جیسا کہ روایات اور حضرات فقہاء کے کلام سے ثابت ہوتا ہے۔ مفتی شفیع صاحب فرماتے ہیں حضرات فقہاء نے ہلال رمضان وہلال عید وغیرہ میں یہ فرق کردیا ہے کہ ہلال رمضان کے ثبوت کے لئے خبر کافی ہے، شہادت ضروری نہیں بخلاف دوسرے اہلہ کے کہ وہ عام ضابطہ کے مطابق بدون شہادت ثابت نہ ہونگے اور وجہ فرق کی یہ قرار دی کہ ثبوت رمضان خالص حقوق اللہ وديانات میں سے ہے جن کا ضابطہ یہی ہے کہ ان میں خبر واحد ثقہ معتبر ہےبخلاف ہلال عیدین وغیرہ کے کہ ان میں حقوق اللہ وديانات کے ساتھ کچھ منافع عباد کے بھی شامل ہیں یعنی افطار صوم وغیرہ اس لئے ہلال رمضان کی خبر کو خالص دیانات کے ضابطے میں رکھا گیا اور ہلال عیدین وغیرہ کو ان معاملات کے ضابطے میں جو مشروط بالشہادۃ ہیں (جواہر الفقہ۳،۵۱۱)۔

''تقبل شہادۃ واحد عدل لما ذکرنا أن ہذا من باب الإخبار لا من باب الشہادۃ..... ولأنہا من باب الشہادۃ (أی شہادۃ شوال) ألا تری أنہ لا یلزم الشاہد شئی بہذہ الشہادۃ بل لہ فیہ نفع، وہو إسقاط الصوم عن نفسہ، فکان متہما فیشترط فیہ العدد نفیا للتہمۃ، بخلاف ہلال رمضان، فإن ہناک لا تہمۃ، إذ الإنسان لا یتہم فی الإضرار نفسہ بالتزام الصوم'' (بدائع۲،۲۲۲-۲۲۳)۔

حاصل:

حاصل یہ کہ عام طور پر رویت ہلال کے معاملہ کو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے شہادت کا معاملہ قرار دیا ہے البتہ رمضان کے چاند میں خبر کو کافی سمجھا ہے

بشرطیکہ خبر دینے والا ثقہ ہو۔ ترمذی، ابوداؤد، نسائی وغیرہ میں ایک اعرابی کے اور ابوداؤد کی روایت میں حضرت ابن عمر کے واقعہ سے ثابت ہے کہ صرف ایک ثقہ مسلمان کی خبر پر آنحضرت ﷺ نے رمضان شروع کرنے اور روزہ رکھنے کا اعلان فرمادیا۔ نصاب شہادت کو ضروری نہیں سمجھا۔ رمضان کے علاوہ دوسرے ہر چاند کی شہادت کے لئے نصاب شہادت اور اس کی تمام شرائط کوضروری قرار دیا گیا اور سب فقہاء امت کا اس پر اتفاق ہے اور سنن دارقطنی میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہلال عید کے لئے دوآدمیوں سے کم کی شہادت کافی نہیں قرار دی (جواہر الفقہ۳، ۴۷۱)۔

شہادت کے احکام:

سطور بالا میں تفصیل سے یہ عرض کیا گیا کہ رمضان المبارک کی رؤیت کے ثبوت کے لئے شہادت ضروری نہیں ہے بلکہ خبر کافی ہے، البتہ دار الاسلام میں قاضی کے پاس اس خبر کا پہنچانا ضروری ہے، تاکہ اس کے مطابق فیصلہ کیا جاسکے اور یہ اجتماعی عبادت اجتماعی طریقے سے انجام دی جاسکے۔ ''لأن البلد لا تخلو عن حاکم شرعی عادۃ، فلا بد من أن یکون صومہم مبنیا علی حکم حاکمہم الشرعی'' (شامی)۔

لیکن رمضان کی رؤیت خبر سے تعلق رکھتی ہے، جیسا کہ نصوص اس پر شاہد ہیں، لہذا اس کے لئے قاضی مجلس قضا شہادت وغیرہ لازم وضروری نہیں، البتہ رمضان المبارک کے علاوہ دوسرے مہینوں کے اہل خصوصاً شوال وذی الحجہ کی رؤیت شہادت سے تعلق رکھتی ہے، لہذا شوال وغیرہ کا چاند دیکھنے والے کے لئے قاضی یا اس کے قائم مقام یا رؤیت ہلال کمیٹی کے پاس جاکر شہادت دینا ضروری ہے اس شہادت کے لئے مجلس قضا وشہادت کی دیگر شرائط کا لحاظ رکھنا حتی الوسع ضروری ہے اور جن ملکوں میں اسلامی حکومت نہیں ہے وہاں کے عام دیندار مسلمان جس عالم یا جماعت پر مسائل دینیہ میں اعتماد کرتے ہوں اس شخص یا جماعت کو قاضی کے قائم مقام سمجھا جائے گا اور رویت ہلال میں اس کا فیصلہ واجب التعمیل ہوگا۔

''والعالم الثقۃ ببلدۃ لا حاکم فیہا قائم مقامہ یعنی القاضی وہو مأخوذ من الفتح حیث قال فی أمثال ہذہ البلاد یجب علی المسلمین أن یتفقوا علی واحد منہم، کما ذکرہ الشامی'' (۴۳،۸ فی باب القضاء، رؤیت ہلال۴۷۵،۳)۔

اور شہادت کے متعلق تمام احکام کی رعایت حتی الوسع ضروری ہے جس کی صراحت صاحب بحر اور حضرات اکابر نے کی ہے ، ''فیشترط فیہ ما یشترط فی سائر حقوقہم من العدالۃ والحریۃ والعدد وعدم الحد فی القذف الخ'' (احسن الفتاوی۴۶۵)۔

''وفی البحر: واعلم أن ما کان من باب الدیانات، فإنہ یکتفی فیہ بخبر الواحد العدل کہلال رمضان وما کان من حقوق العباد وفیہ إلزام محض کالبیوع والأملاک فشرطہ العدد والعدالۃ

ولفظ الشہادۃ مع باقی شروطہا ومنہ الفطر'' (البحر الرائق۲،۲۶۷، اور تفصیل جواہر الفقہ۳،۴۷۴ میں بھی موجود ہے)۔

ج: تفصیل بالا سے معلوم ہوا کہ ہلال فطر کے وہی احکام ہیں جو بیوع املاک وغیرہ میں شہادت کے احکام ہیں اور ان امور میں شہادت کی تاخیر کو علماء نے موجب فسق لکھا ہے تاخیر کے موجب فسق ہونے کے کل تین شرطیں ہیں (۱) تاخیر بلاعذر کے ہو (۲) تاخیر کی حرمت کا علم ہو (۳) اس کے علاوہ کوئی اور شہادت کے لئے موجود نہ ہو، جب یہ تین شرطیں پائی جائیں پھر شہادت میں تاخیر موجب فسق ہے، لہذا اگر کوئی جان بوجھ کرکے بلا کسی عذر کے رؤیت کی شہادت میں تاخیر کرے اور کچھ وقت گزرنے کے بعد شہادت دے تو اس کی شہادت فسق کی وجہ سے رد کردی جائے گی، خصوصاً جب اس کی شہادت موجب انتشار ہو تو بدرجہ اولی رد کردی جائے گی۔

''شاہد الحسبۃ إذا أخر شہادتہ بغیر عذرلا یقبل لفسقہ'' (الاشباہ والنظائر۲،۳۲۴)۔

''إن فی حقوق العباد إذا طلب المدعی من الشاہد لیشہد لہ فأخر من غیر عذر ظاہر ثم أدی بعد ذلک لا تقبل شہادۃ ہذا الشاہد لأن بالتأخیر من غیر عذر صار فاسقاً، کذا فی الظہیریۃ'' (فتاوی عالمگیری۳،۴۶۷)۔

''یشترط لفسقہ بالتأخیر بعد العلم بالحرمۃ من غیر عذر ظاہر تعینہ لأداء الشہادۃ'' (تقریرات رافعی،۲۰۶)۔

اور موسوعہ فقہیہ میں علامہ قرافی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جب رؤیت ہلال شرائط کے مطابق ثابت ہوجائے تو لوگوں کو اطلاع کرنا واجب ہے، کیونکہ روزہ وغیرہ جیسی عبادتیں کسی شخص کا ذاتی معاملہ نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق عام شہریوں اور ملک کے تمام باشندوں سے ہے، لہذا بقدر امکان اس کا اعلان اور تشہیر واجب ہے (دیکھئے: الموسوعۃ الفقہیہ۲۲،۳۸)۔

اور احادیث سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، ''اختلف الناس فی آخر یوم من رمضان فقدم أعرابیان فشہدا عند النبیﷺ باللہ لأہل الہلال أمس عشیۃ فأمر رسول اللہﷺ أن یفطروا'' (ابوداؤد باب شہادۃ رجلین علی رویۃ ہلال شوال)۔

الجواب الرابع:

سوال ۳ کے ب کے تحت یہ واضح کردیا گیا ہے کہ جن ممالک میں اہل اسلام کا اقتدار نہیں ان ممالک میں عامۃ الناس کی طرف سے متعین کردہ قاضی جمعہ وعیدین، اوقاف اور دیگر انتظامی احکام شرعیہ کی ادائیگی کے لئے قاضی شرعی کے قائم مقام ہونگے (ملخصاً ، امداد الفتاوی۱،۶۹۰، شامی۶،۶۳۴)، لہذ ا جن علاقوں کے لئے ان کا انتخاب ہوگا اسی علاقہ تک ان کا فیصلہ واجب العمل ہوگا، کیونکہ ان کو عامۃ الناس کی طرف سے محدود علاقہ کے لئے منتخب کیا گیا ہے، لہذا ان کا فیصلہ عمومی نہ ہوگا بلکہ

جس علاقہ کے لئے انتخاب ہوا ہے اسی علاقہ کے ساتھ خاص رہے گا۔

''القضاء مظہر لا مثبت ویتخصص بزمان ومکان وخصومۃ حتی لو أمر السلطان بعدم سماع الدعوی بعد خمسۃ عشر سنۃ فسمعہا لم ینفذ'' (شامی۸؍۱۱۳)۔

لہذا جب عامۃ المسلمین کی طرف منتخب کردہ قاضی اپنے حلقہ تولیت میں کوئی فیصلہ خواہ وہ رؤیت سے متعلق ہو یا دیگر احکام سے متعلق ہو نافذ کرے تو اس پر عمل کرنا واجب ہوگا اس لئے اس کے اعلان رؤیت کے مطابق رمضان یا عید کرنا لازم ہوگا، البتہ جن کو ان کے فضا سے ہی اختلاف ہو تو اس کا حکم جدا گانہ ہوگا۔

''قال ابن الماجشون: لا یلتزمہم بالشہادۃ إلا أہل البلد الذی تثبت فیہ الشہادۃ إلا أن یثبت عند الإمام الأعظم، فیلزم الناس کلہم؛ لأن البلد فی حقہ کالبلد الواحد إذ حکمہ نافذ فی الجمیع'' (فتح الباری ۴؍۱۲۳)۔

''وما کان لمومن ولا مومنۃ إذا قضی اللہ ورسولہ أمراً أن یکون لہم الخیرۃ من أمرہم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً مبیناً'' (احزاب: ۳۶)۔

ب، ج: عامۃ المسلمین یا ان کی نمائندہ جماعت کی طرف سے منتخب کردہ قاضی جب قاضی شرعی کے قائم مقام ہوگیا تو اس کے فیصلے کا سلطان کے اعلان کے مانند ہونا ثابت ہوگیا، البتہ سلطان کا اعلان پورے ملک کے لئے ہوتا ہے اور قاضی کا اعلان اپنے حلقہ قضا کے لئے اور بس۔ اور اگر اس کے فیصلے کو واجب العمل نہ مانا جائے تو اس کی قضا عمل عبث کے سوا کچھ نہ بنے گی اور ظاہر ہے حضرات فقہاء عمل عبث کی اجازت نہیں دے سکتے، لیکن قاضی کا فیصلہ اپنے حدودولایت تک سلطان کے فیصلے کے قائم ہو اور اس سے باہر اس کی حیثیت اخبار کی ہے، لہذا حدود ولایت سے باہر عمل کے وجوب کے لئے اور خبر کے قبول کے لئے جو شرائط ہیں وہ بہرحال لازم ہونگی بغیر ان شرائط کے حلقہ قضاء کے باہر فیصلہ واجب العمل نہیں ہوگا۔

''والقاضی لو أخبر قاضی البلد الآخر بأنہ ثبت عندہ بینۃ قبلہا فہو فلان الکائن فی بلد القاضی الآخر لم یجز العمل بہ؛ لأن اخبار القاضی لا یثبت حجۃ فی غیر محل ولایتہ'' (فتح القدیر ۶؍۳۸۲، شامی ۴؍۳۶۵)۔

اس لئے ذرائع ابلاغ مثلاً ریڈیو، ٹیلی ویزن وغیرہ سے کیا جانے والا اعلان بحکم خبر ہے اور یہ خبر چونکہ دیانات سے تعلق رکھتی ہے اس لئے اس اعلان کے لئے اعلان کرنے والے کا مسلمان ہونا بھی شرط ہوگا۔

''إن خبر الکافر مقبول بالإجماع فی المعاملات لا فی الدیانات، وشرط العدالۃ فی الدیانات کالخبر عن نجاسۃ الماء فیتمم ولا یتوضأ إن أخبر بہا مسلم عدل ولوعبداً ویتجری فی الفاسق والمستور، ثم یعمل بغالب ظنہ'' (رد المحتار ۹؍۴۹۷)۔

''وقبل للصوم خبر عدل لا فاسق اتفاقا؛ لأن قولہ فی الدیانات غیر مقبول..... بخلاف

الإخبار بطہارۃ الماء ونجاستہ ونحوہ، حیث یتحری فی خبرہ فیہ إذا قد لا یقدر علی تلقیہا من جہۃ العدول'' (شامی۳،۳۵۲)۔

د: رؤیت ہلال کی خبر اور اس کا اعلان چونکہ خبر دیانت سے تعلق رکھتا ہے، اس لئے اعلان کرنے والے کا مسلمان ہونا ضروری ہے غیر م سلم خواہ کتنا ہی قابل اعتبار اور آزمودہ ہو دینی امور میں اس کی خبر شرعاً غیر معتبر ہوتی ہے، لہذا اعلان کرنے والے کا مسلمان ہونا لازم ہے۔

''وأصلہ أن خبر الکافر مقبول بالإجماع مقبول فی المعاملات لا فی الدیانات، وشرط العدالۃ فی الدیانات، کالخبر عن نجاسۃ الماء فتیمم ولا یتوضأ، وإن أخبر بہا مسلم عدل ولو عبداً ویتحری فی الفاسق والمستور، ثم یعمل بغالب ظنہ'' (شامی ۹،۴۹۷)۔

الجواب الخامس:

جن علاقوں میں بالعموم مطلع ابر آلود رہتا ہو اور انتیس کو چاند کی رؤیت ممکن نہ رہتی ہو ان علاقوں میں سال کے بارہ مہینہ ہمیشہ مہینہ کو تیس دن شمار کرکے رمضان وعیدین کا فیصلہ کرنا اصول شریعت کے منافی ہے، کیونکہ شریعت نے مہینہ کو ۲۹ یا ۳۰ کے درمیان دائر کیا ہے ہمیشہ تمام مہینہ ۳۰ کا ہونا نبی پاکﷺ کے اس ارشاد: ''الشہر ہکذاأو ہکذا'' کے منافی اور معارض ہونے کی وجہ سے لغو اور کالعدم ہوگا، لہذا ہمیشہ ۳۰ دن کا مہینہ شمار کرکے عیدین کا فیصلہ کرنا جائز نہیں، ''إنا أمۃ أمیۃ لا نکتب ولا نحسب، الشہر ہکذا أو ہکذا، یعنی مرۃ تسعاً وعشرین ومرۃ ثلاثین'' (بخاری ومسلم) (ہم تو بے پڑھے لکھے لوگ ہیں ہم لکھنا اور حساب نہیں جانتے مہینہ تو اس طرح اور اس طرح یعنی ۲۹ یا تیس دن کا ہوتا ہے)۔

ب: جن علاقوں میں عوارض کی بنا پر ۲۹ تاریخ کو رؤیت ممکن نہ ہو ان علاقوں کے لئے حکم شرعی یہ ہے کہ جو ممالک اور خطے ایسے علاقوں سے قریب ہوں جس کا مطلع صاف رہتا ہو اور ضابطہ کے اعتبار سے دونوں کے فاصلے سے تاریخ نہ بدلتی ہو تو اس قریبی شہر کی رؤیت کے مطابق عمل کیا جائے، قریبی علاقہ کی رؤیت کی خبر اگر خبر استفاضہ ہو (جیسا کہ ذرائع ابلاغ کی کثرت اور اس کے استعمال کے عموم کی وجہ سے یہ کثیر الوقوع بھی ہے) تو پھر فلکیاتی حساب سے مدد لینے کی کوئی ضرورت بھی نہیں، کیونکہ خبر مستفیض کے معتبر ہونے کے لئے کوئی شرط نہیں صرف خبر کا شیوع اور عام ہونا ہی اعتبار پیدا کرنے کے لئے کافی ہے (دیکھئے: شامی۳،۳۵۹)۔

البتہ اگر قریبی علاقہ کی خبر، خبر مستفیض نہ ہو، بلکہ خبر آحاد کے قبیل سے ہو تو ایسی صورت میں رمضان المبارک کی رؤیت کے سلسلہ میں کوئی اشکال اور خلجان واقع نہیں ہوتا ہے، کیونکہ رمضان المبارک کی رؤیت کا تعلق خبر دینیہ محضہ سے ہے

جس کے اعتبار کے لئے مسلمان ہونا کافی ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے ایک دیہاتی کی خبر سے لوگوں کو رمضان کریم کے روزے رکھنے کا حکم دیا۔

''جاء أعرابی إلی النبی ﷺ فقال إنی رأیت الہلال، یعنی ہلال رمضان فقال:أتشہد أن لا إلہ إلا اللہ، قال:نعم، قال:أتشہد أن محمداً رسول اللہ؟ قال:نعم، قال:یا بلال أذن فی الناس أن یصوموا غداً'' (مشکوۃ،۱۷۴)۔

لیکن اگر اس خبر کا تعلق ہلال فطر سے ہو تو ایسی صورت میں یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ اس کے قبول کرنے کے لئے شہادت علی الرویۃ یا شہادت علی القضا یا شہادۃ علی الشہادۃ یا کتاب القاضی إلی القاضی جیسے امور کی شرط لگائی جاتی ہے تو اگر قریبی علاقے کی رؤیت بطریق موجب نہ پہنچے تو اس کے مطابق فطر کا اعلان کیونکر ہوسکتا ہے یہ ایک اہم سوال اور خلجان ہے جس کے جواب کی ضرورت ہے اس اشکال کو حل کرنے کے لئے ذہن نشیں رہنا چاہئے کہ ہلال کی خبر خواہ وہ ہلال فطر ہو یا ہلال رمضان یا دیگر اہلہ سب اصولی اعتبار سے خبر دیانت کی قبیل سے ہیں اور ان کا شہادت کے باب میں جانا ایک امر عارض کی وجہ سے ہے، لیکن وہ امر عارض بھی کوئی ایسا قوی نہیں جس کو ترک نہ کیا جاسکتا ہو وہ عارضی اتہام ہے، یعنی اس میں چونکہ مبتلا بہ کا نفع وابستہ ہے، اس لئے بغیر شہادت کے قبول کرنے میں وہ متہم مانا جائے گا، اس لئے اس اتہام کو دور کرنے میں حضرات فقہاء نے شاہدین عدلین کی شرط لگادی تاکہ اتہام باقی نہ رہے۔

''ولأن ہذا من باب الشہادۃ، ألا تری أنہ لا یلزم الشاہد شئی بہذہ الشہادۃ، بل لہ فیہ نفع وہو إسقاط الصوم عن نفسہ فکان متہما فیشترط فیہ العدد نفیاً للتہمۃ بخلاف ہلال رمضان، فإن ہناک لاتہمۃ إذ الإنسان لا یتہم فی الإضرار بنفسہ بالتزام الصوم'' (بدائع۲،۲۲۲)۔

اور اس کی تائید مفتی نظام الدین صاحب کے فتوی سے بھی ہوتی ہے وہ اپنے ایک مفصل فتوے میں فرماتےہیں کہ یہ اعلان نبوی اس اعلان کا مقیس علیہ ہوسکتا ہے جس طرح اعلان نبوی کسی دار یا حکومت سے محدود نہیں تھا اسی طرح یہ اعلان بھی کسی دار یا حکومت کی حدود سے محدود نہ ہوگا جیسا کہ ۳۷ھ کے مرادآباد کے اجلاس جمعیۃ العلماء کے فیصلے سے بھی معلوم ہوتا ہے، نیز یہ اعلان خالص امور دینیہ سے متعلق ہے اور باب دیانات سے ہے بلکہ از قبیل عبادات اور خالص عبادات سے متعلق ہے، بعض مہینوں میں کچھ آمیزش معاملات کی جیسے ماہ عید الفطروغیرہ جو نظر بھی آتی ہے تو وہ محض تبعاً وضمناً ہے اس میں صلاحیت نہیں کہ اس کو مقیس علیہ بنایا جائے اور اس پر مستقل احکام متفرع کئے جائیں، بلکہ جس طرح اور امور دینیہ اور عبادات کے مخاطب سارے عالم کے مسلمان ہوتے ہیں اسی طرح اس کے مخاطب بھی سارے عالم کے مسلمان ہوسکتے ہیں اور جس طرح وہ سب ''فلیبلغ الشاہد الغائب'' کے قاعدہ سے سب پر متوجہ

رہتے ہیں اسی طرح یہ بھی اسی قاعدہ سے سب پر متوجہ رہ سکتا ہےبشرطیکہ مخصوص شرعی الفاظ میں ہو اور تمام شرائط وقیود کو حاوی ہو جن کی تشریح وتفصیل اپنے اپنے موقع پر آجائے گی (نظام الفتاوی۱،۴۹۷)۔

سطور بالا سے یہ بات متحقق ہوگئی کہ رویت ہلال کی خبر اصالۃ شہادت نہیں، لہذا من حیث الخبر پڑوس کے ملک یا علاقے میں قبول کی جاسکتی ہے اگرچہ طریق موجب سے موصول نہ ہو بس شرط یہ ہے کہ خبر پہنچانے والا دین دار مسلمان ہو اور بس۔ البتہ بندہ کی رائے کے مطابق احتیاط اس میں ہے کہ جب پڑوس کے ملک کی خبر ابرآلود علاقہ میں طریق موجب سے موصول نہ ہو اور معاملہ عیدین کا ہو تو احتیاطاً ماہرین فلکیات کے قول سے اس کا تطابق کرلیا جائے، مطابقت کے وقت قبول کرنے میں کوئی شبہ باقی نہ رہے گا اور اتہام بھی ختم ہوجائے گا، کیونکہ فلکیاتی حساب کو اثبات رؤیت کے لئے موثر تو نہیں مانا گیا ہے لیکن نفی رؤیت کے لئے اس کو تسلیم کیا جاتا ہے تہمت کی نفی کرنے کے لئے تو معلوم ہوا فلکیاتی حساب کو دفع تہمت کے لئے قبول کیا جاسکتا ہے لہذا اگر ابرآلود علاقے میں موصول ہونے والی اطلاع ماہرین فلکیات سے موید ہو بلا کسی رد وقدح کے قبول کرنا جائز ہے اور احتیاط کے موافق ہے۔ اور اگر ماہرین فلکیات کے مخالف ہو تو خبر آحاد ہونے کی صورت میں وہ خبر تہمت سے خالی نہ ہوگی، اس لئے اس کو قبول کرنے میں بھی احتیاط برتنا انسب ہوگا اگرچہ نفس الامر کے اعتبار سے قبول کرنے کی گنجائش ہوگی (دیکھئے: قضایا فقہیہ معاصرہ۲،۲۴۰)۔

ج: ملک کے چند شہروں یا صوبوں سے اگر ہلال رمضان کے فیصلے کی خبر ریڈیو اسٹیشن وغیرہ سے نشر ہو، ریڈیو اسٹیشن کا نظام قابل اعتماد لوگوں کے ماتحت ہو تو اس اعلان کی بنا پر دوسرے علاقہ کے ذمہ داران کے لئے ہلال رمضان کا اعلان کرنے کی شرعاً اجازت ہے، لیکن اگر یہ معاملہ ہلال شوال کا ہو یا ذی الحجہ وغیرہ کا ہو تو اس کو قبول کرنے اور اس کو بنیاد بنا کر اعلان کرنے کےلئے شرط یہ ہے کہ کم از کم اتنے ذرائع سے وہ خبر موصول ہو جس کا کسی سازش اور کذب پر اتفاق ممکن نہ ہو اگر اتنے کثیر ذرائع سے اعلان وخبر موصول ہو تو عید الفطر کا اعلان کرنا بھی جائز ہے چاہے وہ رؤیت ایک شہر کی رؤیت ہو یا متعدد شہر وں کی رؤیت اس لئے کہ یہ خبر استفاضہ میں داخل ہے اور خبر استفاضہ کے لئے طرق کا متعدد اور کثیر ہونا لازم ہے، خبر کا متعدد ہونا لازم نہیں، چنانچہ ''احسن الفتاوی'' میں ہے کہ استفاضہ میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ حاکم یا نب یا عالم ثقہ فی القریہ کے پاس متعدد خطوط یا ٹیلیفون یا تار توسط یا بغیر توسط کے ایسے اور اتنے آجائیں کہ اس کی طمانینت قلب ہوسکے (احسن الفتاوی ۴،۴۸۱)، اور تفصیل شامی (۳،۳۹۵) میں مذکور ہے۔

د: خبر استفاضہ کے لئے خبر کے موصول ہونے کے ذرائع کا متعدد اور اتنا کثیر

ہونا شرط ہے جن کا کذب پر اتفاق ممکن نہ ہو، لہذا جب کوئی خبر اتنے کثیر طرق اور ذرائع سے موصول ہو جن کا کذب پر اتفاق دشوار ہو اس کو خبر استفاضہ کہینگے اور اس پر اعتبار کیا جائے گا، چاہے وہ خبر ایک شہر سے آئے یا متعدد شہروں سے، نیز ایک مقام کی ایک ہی خبر ہو یا متعدد مقامات کی متعدد خبریں ہوں سب خبر استفاضہ میں داخل ہے شرط صرف ذرائع اور وسائل کے متعدد ہونے کی ہے (شامی۲،۳۹۵)۔

جواہر الفقہ میں ہے کہ کسی ایک ریڈیو سے بہت سے شہروں کی خبریں سن لینا استفاضہ خبر کے لئے کافی نہیں، بلکہ استفاضہ جب سمجھا جائےگا جب دس بیس جگہوں کے ریڈیو اپنے اپنے مقامات کے قاضیوں یا ہلال کمیٹی کا فیصلہ نشر کریں (جواہر الفقہ۳،۴۷۸)۔

الجواب السادس:

ب: اگر ہلال رمضان کی رؤیت عامہ نہ ہو یا بالکل ہوئی ہی نہ ہو اور دوسرے قریبی علاقوں میں رؤیت عامہ ہوئی ہو تو ایسی صورت میں جس جگہ خبر پہنچے تو اس پر عمل کرنے کے لئے قضا وغیرہ کی کوئی ضرورت وحاجت نہیں ہے، کیونکہ اس کا تعلق خبر سے اور خبر شہادت وقضا کی شرائط سے مستغنی ہے۔

''وقبل بعلۃ خبر عدل ولوقناً أو أنثی لرمضان؛ لأن صوم رمضان أمر دینی فأشبہ روایۃ الأخبار، ولہذا لا یختص بلفظ الشہادۃ'' (البحر الرائق۲،۲۶۶-۲۶۷)۔

لیکن اگر اس کا تعلق ہلال فطر سے ہو تو دوسری جگہ قبول کرنے کے لئے شہادت وعمل قضا کی حاجت ہوتی ہے، اس لئے اس کو قبول کرنے اور اعلان کرنے کا اختیار قاضی یا اس کے نائب اور قائم مقام عالم ثقہ کو ہوگا غیر کو اس کا اختیار نہیں اور نہ ہی خود سے افطار کی اجازت ہوگی۔

''وقبل خبر حرین أو حر وحرتین للفطر؛ لأن ہلال الفطر تعلق بہ نفع العباد وہو الفطر، فأشبہ سائر حقوقہم فیشترط فیہ ویشترط فی سائر حقوقہم من العدالۃ والحریۃ والعدد وعدم الحد فی قذف الخ'' (البحر الرائق۲،۲۶۶)۔

البتہ اگریہ صورت کسی دار الکفر میں پیش آئے تو خبر کو قبول کرنے اور رد کرنے اور اعلان کرنے کا حق واختیار کسی کو ہوگا یا لوگ خود مختار ہونگے اپنی جواب دید کے مطابق عمل کر نے کے مجاز ہونگے، اس سلسلہ میں اختلاف پایا جانا ہے بعض اہل علم یہ فرماتے ہیں کہ دار الکفر میں قضا وشہادت چونکہ ممکن نہیں، اس لئے لوگوں کو اس عمل کے بغیر افطار کی اجازت ہوگی اور علامہ بنوری نے تو دار الکفر میں عمل شہادت وقضا کو غیر مناسب ہی قرار دیا ہے، کیونکہ دار الکفر میں نظام قضا کا نفاذ صحیح معنوں میں دشوار ترین ہے اسی لئے ہلال فطر میں بھی اخبار عدلین کو کافی کہا ہے چنانچہ شامی میں ہے کہ:

''ولو كانوا ببلدة لا حاكم فيها صاموا بقول ثقةوأفطروا باخبار عدلين مع العلة للضرورة أى ضرورة عدم وجود حاكم يشهد عنده، واعلم أن بلاد الهند اليوم ليست فيها حكومة إسلامية وليس فيها دار القضاء للمسلمين فالحكم فى مثلها الصوم باخبار ثقة، والفطر بقول ثقتين ولا ينبغى لعلماء العصر من المفتيين المشى على ما هو شأن قضاة دار الإسلام من الشهادة وغيرها'' (معارف السنن۵،۳۴۵)۔

حضرت تھانوی وغیرہ کی رائے:

البتہ اس کے برعکس حضرت مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محلی حضرت تھانوی، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ وغیرہم نے ایسے ممالک جن میں اہل اسلام کا اقتدار نہ ہو تمام دینی اجتماعی انتظامی امور کی انجام دہی کے لئے قاضی کے قائم مقام عالم ثقہ کو قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ عامۃ المسلمین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے احکام دینیہ انتظامیہ کے لئے کسی ماہر قابل اعتماد عالم کو دینی امور میں فیصل بنائیں، ''إن أهل المسجد لو اتفقوا على نصب رجل متولياً لمصالح المسجد فعند المتقدمين يصح'' (شامی۶،۶۳۴)۔

''وفى عمدة الرعاية على شرح الوقاية: والعالم والثقةفى بلدة لا حاكم فيها قائم مقامه'' (شرح وقایہ۱،۲۴۶)۔

یہ امر انتظامی ہے اس میں جماعت قائم مقام امام کے ہوجائےگی (امداد الفتاوی ۱،۶۹۰)۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتےہیں کہ جن ملکوں میں اسلامی حکومت نہیں ہے وہاں شہر کے عام دیندار مسلمان جس عالم یا جماعت پر مسائل دینیہ میں اعتمادکرتے ہوں اس شخص یا جماعت کو قاضی کے قائم مقام سمجھا جائے گا۔ رؤیت ہلال میں اس کا فیصلہ واجب التعمیل ہوگا (جواہر الفقہ۲،۴۷۵)۔

الراجح: اس مسئلہ مختلف فیہا میں ترجیح حضرت تھانویؒ، مولانا فرنگی محلیؒ وغیرہ کے اقوال کو حاصل ہے، کیونکہ علامہ شامی نے ضرورت کی بنا پر صرف اخبار عدلین کو کافی قرار دیا ہے اور جب ثقہ عالم جو قاضی کے قائم مقام بن سکتا ہے تو عامۃ المسلمین کی ذمہ داری ہے کہ اس کو قاضی کے قائم مقام مان کر دینی، اجتماعی، انتظامی امور میں اس کو فیصل بنائیں، لہذا جب عالم ثقہ موجود ہو تو کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی اس لئے شہادت کے ضابطے پر عمل کیا جائے گا، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ہلال فطر میں اعلان وغیرہ کی ذمہ داری ثقہ عالم کی ہوگی، یا کسی دینی جماعت (ہلال کمیٹی) پر اعلان وغیرہ کی ذمہ داری عائد ہوگی۔

ب: عامۃ المسلمین جس جماعت کی طرف اپنی دینی اور دنیاوی مسائل کے لئے رجوع کرتے ہوں اگر جماعت کے افراد مسلمان اور مسائل شرعیہ سے واقف ہوں خصوصاً مسائل ہلال سے بھی واقفیت رکھتے ہوں تو شہادت وغیرہ کے قبول کرنے اور اعلان وغیرہ

کا ان کو حق حاصل ہے، کیونکہ جس جماعت پر مسائل دینیہ میں عام دیندار مسلمان اعتماد کرتے ہوں وہ جماعت قاضی کے قائم مقام سمجھی جائے (جواہر الفقہ۳،۴۷۵)۔

لیکن اگر جماعت کے افراد مسلمان نہیں تو پھر ان کو اعلان وغیرہ کا کوئی حق نہیں، اس لئے کہ یہ دینی معاملہ ہے جس کی انجام دہی کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے اسی طرح اگر جماعت کے افراد مسلمان ہوں لیکن مسائل شرعیہ اور مسائل ہلال وغیرہ سے ناواقف ہوں تو شرعاً ان کے ذمہ واجب ہے کہ وہ اپنے فیصلہ کے لئے کسی قابل اعتماد ثقہ عالم کو شریک کار رکھیں کیونکہ جہالت کے ساتھ فیصلہ کرنا شریعت میں ناجائز ہے اس پر بڑی سخت وعید آئی ہے، نبی پاکﷺ نے ارشاد فرمایا: فیصلہ کرنے والے تین طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو حق کو پہنچانے پر بھی ظلم کرے، دوسرے وہ جو حق کو بغیر جانے فیصلہ کردے ایسے دونوں شخص جہنمی ہیں البتہ وہ شخص جو حق کو پہچان کر اس کے مطابق فیصلہ کرے وہ جنتی ہے۔

''قال النبیﷺ:القضاۃ ثلاثۃ واحد فی الجنۃ واثنان فی النار، فأما الذی فی الجنۃ فرجل عرف الحق وجار فی الحکم فہو فی النار ورجل قضی للناس علی جہل فہو فی النار'' (نیل الاوطار ۸،۴۸۳)۔

اسی طرح عامۃ المسلمین کے ذمہ شرعاً واجب ہے کسی جاہل فرد یا جماعت کو اپنی دینی امور میں فیصل ہرگز نہ بنائیں دینی امور میں جاہل کو فیصل بنانا شرعاً ناجائز اور اللہ اس کے رسول اور عامۃ المسلمین کے ساتھ خیانت ہے۔

''قال النبیﷺ: من تولی من أمر المسلمین شیئاً فاستعمل علیہم رجلاً، وہو یعلم أن فیہم من ہو أولی بذلک، وأعلم فیہ بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ فقد خان اللہ ورسولہ وجماعۃ المسلمین'' (نصب الرایہ۴،۶۲)۔

حاصل یہ کہ جاہل یا غیر دیندار شخص کو قاضی بنانا اور اس کا بننا دونوں ناجائز ہے، لہذا اگر جماعت کے افراد مسائل شرعیہ سے واقف ہوں تو پھر ان کے لئے شہادت وغیرہ قبول کرکے شرعاً فیصلہ ان کے لئے جائز ہے اور ان کو اس کا حق بھی حاصل ہے لیکن اگر جماعت کے افراد احکام شرعیہ سے ناواقف یا غیر دیندار ہیں تو شہادت لینے، فیصلہ کرنے کا اختیار ثقہ عالم کو ہے، البتہ یہ اعلان چاہے وہ خود کرے یا کسی اثر ورسوخ رکھنے والی جماعت سے کروائے دونوں جائز ہے (دیکھئے: الفقہ الاسلامی)۔

نیز قاضی کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ہم عصر ارباب علم واصحاب فضل کی طرف رجوع بھی کرے:

''ومن صفتہ أن یکون غیر مستکبر عن مشورۃ من معہ من أہل العلم'' (معین الحکام۱۵، اسلامی عدالت۱۹۲، شامی۸،۴۱-۴۳)۔

ج: روؤیت کا اعلان کا جو نظام پہلے سے موجود ہو اگر وہ شرعی اصول وضابطہ کے مطابق ہو تو اگر اس سے ہٹ کر کوئی اعلان کیا جائے خواہ کسی فرد کی طرف سے ہو یا جماعت کی طرف سے تو شرعاً یہ غلط ہے، کیونکہ آپﷺ نے امت میں تفریق ڈالنے والے ہر کام سے منع فرمایا ہے جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے کا حکم دیا ہے، اس لئے جو صحیح شریعت کے مطابق نظام قائم ہو اس سے الگ انتظام کرنے والے فرد یا ادارہ کا ساتھ دینے میں تفریق کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ہے۔ اس لئےایسے لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنا ضروری ہے، ایک روایت میں آپﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إن يد الله مع الجماعة والشيطان مع من فارق الجماعة ويركض'' (الفقیہ والمتفقہ)۔

(بے شک اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اور شیطان جماعت کی رائے سے اختلاف کرنے والوں کے ساتھ کودتا پھرتا ہے) (لمحات فکریہ،۲۶۴)۔

اور ایسے لوگوں کے اعلان کے مطابق اگر روزہ رکھا جائےتو روزہ صحیح اور درست ہے بشرطیکہ وہ قابل اعتبار مسلمان ہوں، کیونکہ روزہ کا تعلق خبر دیانت سے ہے جس کے قبول کرنے کے لئے عادل مسلمان ہونا کافی ہے، جس کی خبر سے رؤیت کا غالب گمان ہوجائےہ تو اس پر عمل کرنا جائز ہے اور چونکہ عید کا تعلق شہادت وغیرہ سے ہے، لہذا اگر شرائط کا لحاظ کرکے دوسری جماعت کی طرف سے اعلان کیا جائے تو اس پر بھی عمل صحیح ہوجائے گا، کیونکہ جب اعلان کی شرائط لازمہ کو پورا کیا جائے تو اعلان صحیح ہے اگرچہ اختلاف برا ہے، اور اگر شرائط کو پورا نہ کیا جائے تو بھی چونکہ اصل کے اعتبار سے خبر ہے اس لئے جن کو ان کی خبر پر ظن غالب ہوجائے تو ان کے لئےاس پر عمل کرنے کی گنجائش ہو ہی جائے گی۔

''إنهم لو كانوا ببلدة لا قاضي فيها ولا والٍ فإن الناس يصومون بقول الثقة ويفطرون بإخبار عدلين للضرورة'' (البحر الرائق۲،۲۶۷، معارف السنن۵،۳۴۵)۔

د:غیر مجاز لوگوں کی طرف سے اعلان کی صورت میں ان کی اتباع واقتدا غلط فیصلے کی تائید ہے جو شرعاً منع ہے، لیکن پھر بھی اگر کچھ لوگ ان کی اتباع کرتے ہوئے روزہ توڑ دیں تو ان پر صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں جیسے کہ وہ شخص جس کی شہادت کو رد کردیا گیا ہو اس کے لئے روزہ توڑنا جائز نہیں، لیکن اگر توڑ دے تو صرف قضا ہے کفارہ نہیں۔

''رأى مكلف هلال رمضان أو الفطر ورد قوله بدليل شرعي صام مطلقاً وجوباً وقيل ندباً فإن أفطر قضى فقط فيهما الشبهة الرد أى أن القاضي لما رد قوله ''بدليل شرعي'' أورت شبهة، وهذه الكفارة تندرى بالشبهة'' (ہدایہ)، ''ولا يخفى أن هذه علة لسقوط الكفار فى هلال رمضان، أما فى هلال الفطر فلكونه يوم عيد عنده'' (شامی۳،۳۵۱)۔

الجواب السابع:

الف: اگر ایک سے زائد دینی اجتماعی معاملات کو حل کرنے والے اداروں کا قیام کا مقصد کسی ادارے کی طرف سے شرعی اصولی وضوابط کی پابندی میں تساہل کی بنا پر ہوتا ہے تو ایسی صورت میں بقدر ممکن اولاً کمی کوتاہی کے ازالہ کی کوشش کرنا ہے نہ کہ اس کے مد مقابل دوسرا ادارہ قائم کرنا اگر اصلاح کی ساری سنجیدہ کوششیں ناکام ہوجائیں تو شرعی اصولی وضوابط کے مطابق دوسرا ادارہ قائم کرنا دینی ضرورت ومجبوری ہے، اور مجبوری کی صورت میں شرعاً اس پر عمل پر کوئی گناہ اور مواخذہ بھی نہ ہوگا، اور اگر دوسرے ادارے کے قیام کا سبب فکری اختلاف ہے تو اس کو روکنا تو ممکن نہیں، البتہ فیصلہ اور اعلان میں اگر تمام ادارے اپنے ذاتی مفادات سے اوپر اٹھ کر قومی مفاد کے لئے کسی فیصلے پر اتفاق کرلیں تو اتحاد ممکن ہے اور یہی قوم کے فلاح وبہبود کے لئے لازم ہے۔

''إذا رفع إليه حكم قاض آخر نفذه أی ألزم الحكم والعمل بمقتضاه لو مجتهداً فيه، إلى أن قال: إلا ما عرى عن دليل مجمع أو خالف كتاباً أو سنة مشهورة لا ينفذ فی الكل'' (شامی۸؍۸۹۔۹۰)۔

ب: بندہ کی ناقص رائے میں اس اختلاف کو ختم کرنے کی یہ شکل سمجھ میں آتی ہے کہ جتنے ذیلی ادارے اس طرح کا کام کرنے والے موجود ہوں ان سے درخواست کی جائے کہ ہر ادارہ اپنی نمائندگی کے لئے کسی سمجھدار قابل اعتماد دین دار شخص کا انتخاب کرے پھر تمام ذیلی اداروں کے منتخبہ افراد کا ایک مرکزی ادارہ تشکیل دیا جائے اس کے بعد یہ مرکزی ادارہ ذیلی اداروں کو شہادت لینے اور فیصلہ کرنے کا اختیار دیں اور اپنا وکیل بنائیں پھر جب ملک کے کسی حصہ میں رؤیت ہو اور کوئی ذیلی ادارہ جس کو شہادت لینے کی اجازت حاصل ہے وہ شہادت لے کر فیصلہ کردے تو اس فیصلہ کا اعلان مرکزی ادارے کی طرف سے کیا جائے اس طرح کرنے سے اختلاف ختم ہوجائے گا اور انتشار سے بچا جاسکے گا (رؤیت ہلال۳؍۴۹۵، جواہر الفقہ)۔

الجواب الثامن:

الف: فلکیاتی حساب سے رؤیت تسلیم نہ کرنے پر ائمہ اربعہ وتمام فقہاء کا تقریباً اجماع ہے اگر کسی نے اس سے کچھ اختلاف کیا ہے تو ان کی تعداد بہت کم ہے، نیز ان کے ہم مسلک علماء نے اس کا رد بھی کردیا ہے اور اس کے عدم اعتبار پر اپنے اکابر علماء کا بھی اتفاق ہے اس سلسلہ میں مفصل تحقیق جواہر الفقہ ، نفائس الفقہ، جدید فقہی تحقیقات، جدید فقہی مسائل میں موجود ہے۔

''ولا عبرة بقول المؤقتين أی فی وجوب الصوم على الناس، بل فی المعراج لا يعتبر قولهم بالإجماع ولا يجوز للمنجم أن يعمل بحساب نفسه، وفی النهر فلا يلزم بقول الموقتين''

(التفصیل فی الشامیہ ۳،۳۵۴۔۳۵۵)۔

ب: ہمیشہ مطلع کے ابرآلود رہنے والے ملکوں میں بھی صرف ماہرین فلکیات کی رائے پر اعتماد کرکے رؤیت کو ثابت کرنا جائز نہیں، بلکہ قریبی ملکوں سے موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق (جب وہ قابل اطمینان ہوں)فیصلہ کرنا واجب ہے البتہ اطلاعات کی صداقت وغیرہ جانچنے وپرکھنے میں ماہرین فلکیات کے اقوال سے مدد لینا احوط ہے۔

'' ولو کانوا ببلدۃ لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ وأفطروا باخبار عدلین مع العلۃ للضرورۃ أی عدم وجود حاکم یشہد عندہ'' (الشامی۳،۳۵۴)۔

''لو کانوا ببلدۃ لا قاضی فیہا، فإن الناس یصومون بقول الثقۃ ویفطرون بإخبار عدلین للضرورۃ'' (البحر الرائق۲،۲۶۷)۔

ج: اگر کسی تاریخ کے بارے میں ماہرین فلکیات کی رائے کے مطابق رؤیت ممکن نہ ہو پھر بھی رؤیت کی شہادت ملے تو اگر یہ شہادت خبر احاد کی شکل میں ہو تو ان کی شہادت کو مشتبہ ومتہم ہونے کی وجہ سے رد کردیا جائے گا۔ جیسے کہ رمضان کی ابتدا ء ایک شخص کی خبر سے انتیس تاریخ سے ہو اور تیس تاریخ کے مکمل ہونے پر مطلع صاف ہونے کے باوجود رؤیت نہ ہو تو شیخین کے نزدیک تیس تاریخ کو رمضان کی تکمیل نہیں مانی جائے گی، بلکہ اکتیس کو روزہ رکھنا لازم ہوگا، کیونکہ رمضان کا مخبر متہم ہوگیا، اس لئے یہ خبر کالعدم ہوگئی، اسی طرح سے جب فلکیاتی اعتبار سے رؤیت ممکن نہ ہو اس کے باوجود شہادت موصول ہو تو متہم ہونے کی وجہ سے رد کردی جائے گی، البتہ اگر خبر استفاضہ سے رؤیت کا ثبوت ہورہا ہو تو ماہرین فلکیات کا قول مشکوک اور غیر معتبر قرار پائے گا اور خبر استفاضہ پر عمل لازم ہوگا (دیکھئے: شامی۳،۳۶۰، بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ۲،۲۴۷)۔

* * *

رؤیت ہلال سے متعلق چند پیش آمدہ اہم مسائل

مولانا محمد مصطفی عبد القدوس ندوی•

سوال(١ -- الف):

مطلع کا معنی ومفہوم:

مطلع واحد ہے اس کی جمع مطالع آتی ہے، لغوی معنی: نکلنے یا ظاہر ہونے کی جگہ(مختار الصحاح) اسی معنی میں قرآن میں آیا ہے :{حتى إذا بلغ مطلع الشمس وجدها تطلع على قوم لم نجعل لهم من دونها سترا}(کہف: ٩٠)، جہاں تك اس کے اصطلاحی معنی ومفہوم کی بات ہے تو یہ ایك حقیقت ہے کہ اصطلاحی معنی ومفہوم لغوی معنی سے الگ نہیں ہوسکتا ہے؛ پس مغرب سمت سے چاند نکلنے کی جگہ، جس سے ماہ قمری کا آغاز ہوتا ہے، کو مطلع کہا جاتا ہے (دیکھئے : حاشية ابن عابدين ٣٩٣،٢، الموسوعة الفقهية الكويتية ١١٠،٣٨)۔

مطلع کے حدود:

مطلع کے بارے میں فقہاء کرام کے تین نقاط نظر پائے جاتے ہیں :

ایك یہ کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ، پوری دنیا میں کہیں بھی رویت ہلال ہوجائے تو پوری دنیا کے مسلمانوں کے اوپر رمضان کا روزہ رکھنا اور موقوف کرنا واجب ہوجائے گا، اور اسی بنیادپر عیدین کا فیصلہ ہوگا اور سب لوگ ایك ساتھ مل کر عیدین منائیں گے۔ ظاہر ہے کہ اس قول کے مطابق مطلع کے حدود کی تعینے نہیں ہوسکتی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ فلکیاتی حساب کاا عتبار ہوگا، اسی بنیاد پر رویت ہلال ہونے اور نہ ہونے کا فیصلہ ہوگا ،رویت ہلال کے ثبوت کے لئے ظاہری رؤیت کا ہونا کوئی ضروری نہیں،اس قول کے مطابق مطلع کے حدود کی تعیین نہیں ہوسکتی ۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار ہوگا ، اس کے قائلین کی بھی ایك بڑی تعداد ہے؛ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ سےایسا ہی منقول ہے ، اسی کے قائل حضرت عکرمہؒ ، قاسم بن محمدؒ ، سالم بن عبد اللہ ؒ، اسحاق بن راہویہ ؒ، اور امام بخاری ؒ ہیں (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي٢٩٥،٢)، شوافع فقہاء کے یہاں یہی قول راجح اور مختار مذہب ہے (المجموع شرح المهذب٦، ٢٧٣، البيان في فقه الامام الشافعي٤٧٩،٣، فرع اختلاف المطالع)، احناف میں ملك العلماء کاسانیؒ اور علامہ زیلعی ؒنے اسی قول کو اختیار کیا ہے،اور اس قول

• صدر شعبہ تخصص، جامعة العلوم گڑھا، گجرات۔

کو اشبہ (یعنی صحیح بات) قرارد یا ہے (بدائع الصنائع۲،۸۳، تبیین الحقائق۱،۲۷۳، ۳۲۱)، علامہ ابن نجیم مصری ؒ نے اختلاف مطالع معتبر ہونے کا قول نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہی قول اشبہ ہے جیسا کہ تبیین میں ہے (البحرالرائق۲، ۴۷۱) اورعلامہ ابن عابدین شامی ؒ نے بھی اسی نقطۂ نظر کو ذکر کرتے ہوئے علامہ زیلعیؒ اور صاحب فیض کی طرف نسبت کی ہے کہ ان دونوں حضرات نے اس قول کو راجح قرار دیا ہے ''واعتمده الزيلعي وصاحب الفيض'' (رد المحتار۳، ۲۶۵)۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ علامہ ابن نجیم مصریؒ اور علامہ ابن عابدین شامیؒ دونوں کا رجحان اسی قول کی طرف ہے،اسی طرح صاحب تجرید،صاحب ہدایہ اورعلامہ طحاویؒ نےاسی قول کواختیار کیا ہے (مراقي الفلاح وحاشية الطحاوي، ۴۳۶، مختارات النوازل، مطبوعه عثمانیه، ورق: ۳۸)۔

اختلاف مطالع کا پایا جانا ایك واضح حقیقت ہے، جس سے انکارنہیں کیا جاسکتا؛ کیونکہ آج بعض ایسے علاقے اور خطے موجود ہیں، جہاں چھ ماہ رات اور چھ ماہ دن ہوتے ہیں ، اور کچھ ایسے علاقے وخطے ہیں جہاں چند گھنٹوں کی رات ہوتی ہے، اور بعض ایسے علاقے ہیں ، جہاں ایك خطہ میں رات ہے تو ٹھیك اسی وقت دوسری جگہ دن ہے ، کہیں عشاء کی نماز کا وقت ہے تو اسی وقت دوسری جگہ ظہر کا وقت ہے ، کہیں فجر کی نماز کا وقت ہے ، تو عین اسی وقت دوسرے مقام پر عصر یا مغرب کا وقت ہوچکا ہوتا ہے غرضیکہ نماز کے اوقات اختلاف مطالع کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں اس میں اختلاف مطالع کا اعتبار ہوتا ہے اسی طرح رویت ہلال میں بھی اختلاف ہوگا۔

اس قول کے مطابق مطلع کے حدود کی تعیین ہو سکتی ہے؛ البتہ اس کی تعیین کے بارے میں تھوڑا اختلاف پایا جاتا ہے ، اور وہ یہ ہے :

۱۔– دوقریبی شہروں کے درمیان اختلاف مطالع معتبر نہیں بلکہ ایسے دوشہروں کے درمیان اختلاف مطالع معتبر ہے جن کے درمیان بڑی دوری اور طویل فاصلہ ہو، ایسی صورت میں ایك شہر کی رویت ہلال دوسرے شہر کے لئے معتبر وملزم نہیں ہوگی (دیکھئے: بدائع الصنائع۲،۸۳، حاشية الطحاوي على مراقي الفلاح،۴۳۶)، جیسے ہندوستان اور قسطنطیہ کے درمیان فاصلہ زیادہ ہے(معارف السنن۵/۳۳۷)؛ لہذا ہندوستان کی رؤیت قسطنطنیہ کے لئے او رقسطنطیہ کی رؤیت ہندوستان کے لئے معتبر وملزم نہیں ہوگی۔

۲۔ – علامہ عبد الحی لکھنویؒ لکھتے ہیں: ایسے دو شہر جن میں اتنا فاصلہ ہو کہ ان کے مطالع بدل جائیں ، اس کا اندازہ ایك ماہ کی مسافت سے کیا جاتا ہے (مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى۱،۲۵۶)۔

۳۔ – قصر صلاۃ کی مسافت، امام شافعیؒ اور علامہ بغویؒ کےنزدیك یہی صحیح اور راجح ہے، امام رافعی ؒ اور امام نووی ؒ نے اس قول صحیح قراردیا ہے (مجموع۶، ۲۷۳)۔

چوتھا قول: صوبے اور ریاست کے اختلاف سے مطلع بدلے گا، یہ صیمریؒ اور

دوسرے فقہاء کی رائے ہے۔

پانچواں قول :علامہ سرخسیؒ کا بیان ہے : ان تمام شہروں کے درمیان رؤیت ہلال لازم ہوگی جن سے اس کا بغیر کسی عارض کے پوشیدہ رہ جانا ممکن نہ ہو، نہ کہ دوسروں کے حق میں (فتح الباری ۴، ۱۲۳، ۱۵۵) ۔

چھٹا قول : علامہ شوکانیؒ کا بیان ہے : رؤیت ہلال لازم نہ ہوگی، جبکہ نشیب وفراز کے اعتبار سے جہتیں مختلف ہوں اس طور پر کہ ایك علاقہ نیچے ہے اور دوسرا پہاڑ پر، یا ہر شہر الگ الگ صوبہ میں ہے (نیل الأوطار۲، ۴، ۱۹۵)۔

ساتواں قول: علامہ قہستانی نے جواہر کتاب کے حوالہ سے ایك ماہ اور اس سے زیادہ مسافت کی تحدید نقل کی ہے اور اس کے لئے اصل حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ کو بنا یا ہے کہ ہر صبح وشام ایك صوبہ سے دوسرے صوبہ تك منتقل ہوجاتے تھے ، او ر ان دونوں کے درمیان ایك مہینہ کی مسافت تھی (رسائل ابن عابدین۱، ۲۵۰، جامع الرموز۱، ۱۵۶)، ایك مہینہ کی مسافت ۴۸۰ میل ہوتی ہے (رؤ یت ہلال کا مسئلہ از مولانا برہان الدین سنبھلی،ص: ۱۳۴)۔

آٹھواں قول :۲۴/ فرسخ ، ایك فرسخ تین شرعی میل ہوتا ہے ، ایك شرعی میل چار ہزار ذراع کا ہوتا ہے ، علامہ شامیؒ نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے (دیکھئے : رسائل ابن عابدین۱،۲۵۰) ۔

نواں قول : بعض علماء نے ایك دن کے فرق کو اختلاف مطالع کا معیار قرار دیا ہے، علامہ شبیر عثمانیؒ کا رجحان اسی طرف ہے، وہ لکھتے ہیں :اگر دوشہروں کے درمیان ایك دن سے زیادہ تفاوت واقع ہوتا ہو تو ان دونوں شہروں کے درمیان اختلاف مطالع کا اعتبار کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے (فتح الملہم۳،۱۱۳)۔

دسواں قول : بعض نے مبتلی بہ پر چھوڑا ہے، جیسا کہ مولانا یوسف بنوریؒ نے لکھا ہے (معارف السنن۵،۳۳۷)۔

مذکورہ اقوال میں پہلا قول شوافع کے یہاں راجح اورصحیح ہے، ''والبعد یعتبر باختلاف المطالع، وھو الأصح عند الشوافع'' (فتح العلام ۴، ۱۸)۔ مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ یوپی نے نویں قول راجح قرار دیا ہے، جس کو علامہ شبیر عثمانیؒ نے بھی اختیار کیا ہے ، اس سلسلہ میں مجلس کی تجاویز کے الفاظ یہ ہیں :

''محققین احناف اور علماء امت کی تصریحات اور ان کے دلائل کی روشنی میں مجلس کی متفقہ رائے ہے کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے۔

بلاد بعیدہ سے مراد یہ ہے کہ ان میں باہم اس قدر دوری واقع ہو کہ عادۃ ان کی رؤیت میں ایك دن کا فرق ہوتا ہے، ایك شہر میں ایك دن پہلے چاند نظر آتا ہے، اور دوسرے شہر میں ایك دن کے بعد، ان بلاد بعیدہ میں اگر ایك کی رؤیت دوسرے کےلئے

لازم کردی جائے ، تو مہینہ کسی جگہ ۲۸/ دن کا رہ جائےگا، اور کسی جگہ ۳۰/ دن کا قرار پائےگا، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت سے اس قول کی تائید ہوتی ہے ۔

بلاد قریبہ میں وہ شہر ہیں جن کی رؤیت میں عادۃ ایك دن کا فرق نہیں پڑتا ، فقہاء ایك ماہ کی مسافت کی دوری کو جو تقریبا ۵۰۰ یا ۶۰۰ میل ہوتا ہے ، بلاد بعیدہ قرار دیتے ہیں ، اور اس سے کم کو بلاد قریبہ ، مجلس اس سلسلہ میں ایك ایسے رپورٹ کی ضرورت سمجھتی ہے جس سے معلوم ہوجائے کہ کتنی مسافت پر بدلتاہے ، اور کن کن ملکوں کا مطلع ایك ہے '' (رؤیت ہلال کا مسئلہ از مولانا برہان الدین سنبھلی،ص: ۱۳۴، جدید فقہی مسائل از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ۲، ۴۴)۔

نواں قول کے مطابق کے سابق میں مجلس تحقیقات ندوہ لکھنؤ کے تحت ہونے والے سمینار میں شریك علماء ہند کا متفقہ فیصلہ نص سے قریب ترہے ؛ کیونکہ حدیث میں ۲۹ یا ۳۰ کے روز مہینے ہونے کی تصریح ہے ؛ لہذا کوئی ۲۸ تاریخ کو رؤیت ہلال کی شہادت دے، یا ۳۰ تاریخ کو ، تو قبول نہیں کی جائےگی ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''إنا أمة أمية، لا نكتب ولا نحسب، الشهر هكذا وهكذا، يعني مرة تسعة وعشرين، ومرة ثلاثين'' (بخاری، كتاب الصوم، ۱۹۱۳)۔

''ہم لوگ ان پڑھ قوم ہیں، لکھنا اور حساب نہیں جانتے ہیں ، مہینہ اتنے اتنے کا ہوتا ہے ، یعنی کبھی ۲۹ دنوں کا اور کبھی ۳۰ دنوں کا''۔

ذکر کردہ اقوال کو سامنے رکھتے ہوئے غور وفکر کے بعد جوبات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ دوری کی وجہ سے عام طور پر چاند کے نظر آنے اور چھپ جانے میں ایك دن کا فرق آجاتا ہو ،جیسا کہ ہندوستان اور سعودی عرب کے درمیان کا ایك دن فرق واقع ہوتا ہے، تو اتنی دوری میں اختلاف مطالع معتبر ہوگا ، اگر ایسا نہ ہو تواختلاف مطالع معتبر نہیں ہوگا ۔ہاں اگر ماہر فلکیا ت کی طرف سے اختلاف مطالع کےمقرر کردہ حدود سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جو چارٹ ترتیب دی گئی ہے، اس پر ماہر فلکیات کی نظر ثانی کے بعد عمل کیا جاسکتا ہے، اس کے مطابق اختلاف مطالع کے حدود مقرر کئے جاسکتے ہیں۔

سوال(۱ -ب):

ہندو پاك کا مطلع:

جواب: مذکورہ تصریحات سے واضح ہے کہ ہندوستان وپاکستان، بنگلہ دیش، نیپال، برما اور افغاستان وغیرہ کے مطالع کے درمیان ایك دن کا فرق نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ چند منٹوں یا زیادہ سے زیادہ ایك دوگھنٹوں کا فرق ہوتا ہے؛ لہذا از روئے شرع ان ملکوں کا مطلع ایك ہوگا، اس کی طرف مجلس تحقیقات ندوۃ العلماء لکھنؤ نے بھی واضح اشارہ کیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

''ہندوستان و پاکستان کے بیشتر حصوں اور بعض قریبی ملکوں مثلا نیپال وغیرہ کا مطلع ایك ہے، علماء ہندوپاك کا عمل ہمیشہ اسی پر رہا ہے، اور غالب تجربہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بعد مسافت نہیں ہے کہ ایك مہینہ میں ایك دن کا فرق پڑتا ہو، اس بنیاد پر ان دونوں ملکوں میں جہاں بھی چاند دیکھا جائے شرعی ثبوت کے بعد اس کا ماننا ان دونوں ملکوں کے تمام اہل شہر پر لازم ہوگا۔

مصرو حجاز جیسے دور دراز ملکوں کا مطلع ہندو پاك کے مطلع سے علیحدہ ہے، یہاں کی رؤیت ان ملکوں کے لئے اور ان ملکوں کی رؤیت یہاں کے لئے ہر حالت میں لازم اور قابل قبول نہیں ہے ، اس لئے کہ ان میں اور ہند وپاك میں اتنی دوری ہے کہ عموما ایك دن کا فرق ان میں واقع ہوجاتا ہے ، اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ ۔

اگر ملك کے کسی حصہ میں ٢٩/ تاریخ کو رؤیت ہلال کا ثبوت ہوگیا ، تو مطلع ایك ہونے کی وجہ سے دوسرے خطہ کے مسلمانوں پر اس پر عمل اس وقت لازم ہوتا ہے ، جبکہ وہاں کے مقامی قاضی یا ہلال کمیٹی کے ذمہ دار ان کے نزدیك اس رؤیت ہلال کا شرعی ثبوت متحقق ہوجائے'' (رؤیت ہلال کا مسئلہ از مولانا برہان الدین سنبھلی ،ص: ١٣٤، جدید فقہی مسائل از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ٢، ٤٥)۔

ساحلی پٹیوں پر واقع علاقوں کی رویت ہلال کا مسئلہ :

اوپر کی تصریحات سے واضح ہے کہ اگر ماہر فلکیا ت کی طرف سے اختلاف مطالع کےمقرر کردہ حدود کے مطابق ترتیب دی گئی چارٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان علاقوں کا مطلع غیر ساحلی علاقوں سے مختلف ہے تو اختلاف مطالع مانا جائےگا ، اور اس کے مطابق عمل کرتے ہوئے ان کی رویت ان کے حق میں معتبر اور لازم ہوگی دوسروں کے حق میں نہیں ۔ دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے :''صوموا لرؤیته وأفطروا لرؤیته، فإن غبي علیکم فأکملوا عدة شعبان ثلاثین'' (بخاری، حدیث: ١٩٠٩)۔ ''چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چھوڑو ''؛ پس اگر ساحلی پٹی والے لوگ حقیقت میں چاند دیکھ لیتے ہیں اور ان کے پاس رؤیت ہلال محقق ہوجاتی ہے تو ان کے لئے اپنی رؤیت پر عمل کرنے کی پوری گنجائش ہے ؛ البتہ دوسروں کے لئے اس کو قبول کرنا لازم نہیں ہوگا۔

جہاں تك یہ سوال کہ آیا کیا یہ علاقے ہندوپاك کے عام مطلع وحکم سے الگ ہیں؟ جیسا کہ اوپر بات آچکی ہے کہ اس کا انحصار ماہر فلکیاتی کی تحقیق پر ہے، اگر وہ ان علاقوں کو ہندو پاك کے عام مطلع سے الگ قرار دیتے ہیں تو الگ مانے جائینگے، اور ان کا حکم بھی الگ ہوگا، اور اگر ایسا نہیں ہے تو وہ بھی ہندو پاك کے عام مطلع کے تابع ہونگے۔

ساحلی علاقوں کی رویت ملك کے بقیہ حصوں کے لئے لازم ہوگی ؟

سوال (١– ج):

جواب: اگر ماہر فلکیاتی کی تحقیق کے مطابق ساحلی پٹیوں کے علاقے کیرل وغیرہ پر ہندو پاك کے عام مطلع سے الگ ہیں تو ظاہر ہے کہ ان علاقوں کی رؤیت ہلال ملك کے بقیہ حصوں کے لازم نہیں ہوگی؛ پس بقیہ علاقے والے اپنے مطلع کے لحاظ سے رؤیت پر عمل کریں گے، ہاں اس کی گنجائش ہوگی کہ ملك کے بقیہ علاقوں میں واقع ہلال کمیٹی تحقیق کے بعد وہاں کی رؤیت کا اعتبار کرسکتی ہے ۔

کیاایك خطہ کی رؤیت دوسرے خطہ کے لئے لازم ہے ؟

سوال (١-- د):

جواب: جن علاقوں کا مطلع ایك ہے تو اگر کسی حصہ میں ٢٩ تاریخ کو رؤت ہلال کا ثبوت ہوجائے اور اس کا اعلان بھی کردیا جائے تو ملك کے دوسرے خطہ کے مسلمانوں پر لازم نہیں ہے کہ وہ اس اعلان کے مطابق عمل کریں؛بلکہ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مقامی قاضی اور جہاں نظام قضاء نہ ہو وہاں کی رؤیت ہلال کمیٹی کےفیصلہ کا انتظار کریں ، دوسرے خطے کےقاضی یا رؤیت کمیٹیاں اس اعلان کے پابند نہیں ہیں۔ مجلس تحقیقات ندوۃ العلماء لکھنؤ کی تجاویز میں ہے :

''اگر ملك کے کسی حصہ میں ٢٩ر تاریخ کو رؤیت ہلال کا ثبوت ہوگیا ، تو مطلع ایك ہونے کی وجہ سے دوسرے خطہ کے مسلمانوں پر اس پر عمل اس وقت لازم ہوتا ہے، جبکہ وہاں کے مقامی قاضی یا ہلال کمیٹی کے ذمہ دار ان کے نزدیك اس رؤیت ہلال کا شرعی ثبوت متحقق ہوجائے '' (رؤ یت ہلال کا مسئلہ از مولانا برہان الدین سنبھلی، ص: ١٣٤، جدید فقہی مسائل از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ٢ر ٤٥)۔

اصولی طور پر قاضی کے اپنے حدود ودائرے ہوتے ہیں ، جن میں ان کا فیصلہ نافذ ہوتا ہے ، اسی طرح ہر ہلال کمیٹی کا اپنا ایك حلقہ اور دائرہ ہوتا ہے ، اس دائرہ وحلقہ میں اس کی طرف سے رؤیت ہلال کا فیصلہ واجب العمل ہوتا ہے اور اس حلقہ ودائرہ کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے حلقہ ودائرہ کے قاضی وہلال کمیٹی کی طرف سے رؤیت ہلال کے اعلان پر عمل کریں ۔ صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب ''التنجیس '' میں لکھا ہے: ''اشتبه، فشهد أن قاضي بلد كذا قضى بثبوته بالشهود، لا يظهر ذلك في حق مصر آخر'' (فتاوی بزازیہ٤٩٤ر) (چاند مشتبہ ہوگیا ، دو آدمیوں نے گواہی دی کہ فلاں شہر کے قاضی نے گواہوں کی شہادت کے بعد چاند کا فیصلہ کردیا ، یہ فیصلہ دوسرے شہر والوں کے حق میں نافذ نہیں ہوگا''۔ شیخ الاسلام ابو الحسنؒ کا چشم کشا فتوی ملاحظہ ہو:

''و في فوائد نجم الدين النسفي:سئل شيخ الإسلام أبو الحسن عن قاض قضى برؤية هلال رمضان بشهادة شاهدين عند الاشتباه في مصر، هل يظهر حكمه في حق مصر آخر؟ فقال: لا، لأنه ليس تبعا له، بخلاف هذا المصر و محاله و ما ينسب إليه ''(فتاوی غیاثیہ،ص: ٥٠، فتاوی تاتارخانیہ٢ر ٣٦٥)۔

''نجم الدین نسفی کے فوائد میں ہے کہ شیخ الاسلام ابوالحسن ؒ سے سوال کیا گیا کہ کسی شہر میں رؤیت ہلال مشتبہ ہوگئی ، قاضی نے دو گواہوں کی گواہی کے بعد رمضان کی رؤیت ہلال کا فیصلہ کردیا ، کیا اس قاضی کا فیصلہ دوسرے شہر والوں کے حق میں بھی نافذ ہوگا؟ انہوں نے جواب دیا :نہیں؛ اس لئے کہ دوسرا شہر اس شہر کے تابع نہیں ہے ، بخلاف اس شہر کے گاؤں، محلے اور جو خطے اس طرف منسوب ہیں ، ان سب میں قاضی کا فیصلہ واجب العمل ہوگا''۔

سوال (۲): ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اکثر موسم کا فرق رہتا ہے ، اور فضا میں ابر ، گردوغبار یامختلف طرح کی کثافت کے اعتبار سے بھی ان کے مابین فرق ہے ؛ اس لئے قمری مہینے کی ۲۹/ تاریخ کو ہر جگہ مطلع یکساں صاف یا گرد آلود نہیں رہتا ہے تو :

فلکیاتی حساب سے مدد:

سوال(۲ــ .الف):

جواب: فلکیاتی حساب سے مدد لی جاسکتی ہے ؛ پس اگر جس دن فلکیاتی حساب سے چاند ہونے کا امکان ہو تو اس دن رؤیت ہلال کے ثبوت کے لئے زیادہ تحقیق و تنقیح اور تفتیش و جستجو کی ضرورت نہیں ہوگی ؛ بلکہ معمولی خبر پراعتماد کیا جاسکتا ہے؛ کیونکہ رؤیت ہلال کے مسئلہ میں اصل قاضی کا مطمئن ہونا اور اس کو تشفی اورشرح صدر ہوناہے؛ چنانچہ مشہور شارح حدیث ابن بطال ؒ کہتے ہیں :

''وإنما المعول على رؤية الأهلة، وإنما لنا أن ننظر في علم الحساب ما يكون عيانا أو كالعيان'' (عمدة القاري۵/ ۱۰/ ۱۹۹)۔

''اصل اعتبار بصری رؤیت ہلال ہی کا ہے ؛ البتہ ہمارے لئے علم الحساب میں دیکھنا درست ہے ، بشرطیکہ وہ دیکھنے یا دیکھنے کی طرح کا فائدہ دے ''۔

فلکیاتی حساب سے چاند نہ ہونے کے امکان کے باوجود رؤیت ہلال کا ثبوت:

سوال(۲ ــ ب):

جواب : مذکورہ بالا صورت میں اگررؤیت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو اسے یقینا قبول کیا جائے گا؛کیونکہ اسلام نے حکم کی بنیاد رؤیت ہلال کے ثبوت کے لئے بصری رؤیت پر رکھی ہے؛ البتہ فلکیاتی حساب کے عدم موافقت کے وقت رؤیت ہلا ل کے ثبوت کے لئے چھان بین اور تحقیق وتنقیح زیادہ ہوگی، یہ کہہ کر کہ ان کو غلط فہمی ہوئی ہے ہرگز شہادت رد نہیں کی جائےگی۔

محکمۂ موسمیات سے مدد:

۲ ــ ج:

جواب: محکمۂ موسمیات سے اس حدتك مدد لی جاسکتی ہے کہ اگر محکمۂ موسمیات

کے بموجب مطلع صاف ہو اور ظاہری طورپر فضا کثافت زدہ ہو، تو اس وقت شہادت قبول کرنے میں کافی چھان بین اور تحقیق کی جائے، اس سلسلہ میں ہماری ناقص رائے یہ ہے کہ دوگواہان کی خبر پر رمضان کی رؤیت ہلال کا فیصلہ کیا جائے ، اوراگر محکمۂ موسمیات کے اعتبار سے مطلع گرد آلود ہے ، تو اس وقت خبر واحد ثبوت رمضان کے لئے کافی سمجھی جائے، اگر محکمۂ موسمیات یا فلکیاتی تحقیق کے مطابق بصری رؤیت ناممکن ہے؛ لیکن اس کے باوجود ناقابل انکار تعداد رؤیت ہلال کی اطلاع دے رہی ہو، یعنی دوسرے الفاظ میں خبر مستفیض ہو، تو رؤیت ہلال کا فیصلہ کردیا جائےگا؛ لیکن دوگواہ بصری رؤیت کی خبر دیں تو آیاکیا ان کی تکذیب کی جائے گی؟ اس کی بابت غوروفکر کی ضرورت ہے؛ کیونکہ معاملات میں دوشاہد سے اطمینان قلب ہوجاتا ہے ، اور رؤیت میں بھی اصل یہی ہے کہ قاضی کا قلب مطمئن ہوجائے۔ واضح رہے کہ مذکورہ ساری تفصیلات اس وقت ہے جب کہ اس روز ماہ قمری کی ۲۹/ تاریخ ہو۔

اسی طرح محکمۂ موسمیات کی طرف سے اختلاف مطالع کی تحدید کی بابت جو تفصیلات ہوتی ہیں کہ اتنی دوری پر اختلاف مطالع کا تحقق ہوتا ہے ، قبول کی جاسکتی ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ، یہی رائےفقیہ عصر استاذ گرامی قدر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم کی بھی ہے ۔

مطلع صاف نہ ہو نے کا مطلب :

سوال(۲ــ د):

جواب : مطلع صاف نہ ہونےکا ایك مطلب بالکل واضح ہے کہ فضا ابر آلود اور کثافت زدہ ہو تو کہا جاتا ہے کہ مطلع صاف نہیں ہے ، اس کے سوا دوسرے اسباب بھی ہیں ان میں ایك سبب یہ ہے کہ محکمۂ موسمیات اور ماہر فلکیات کی تحقیق کی رو سے ابھی چاند نکلنے کا وقت نہیں ہوا، گو اس دن گنتی کے اعتبار سے ۲۹ / تاریخ ہو۔

سوال(۲ ــ ہ):

جواب: اگر ۲۹/شعبان کومطلع ابرآلو ہو اور ایك شخص کی شہادت کی بناء پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کردیا ہو، اس کے بعد رمضان کی ۳۰/ تاریخ مکمل ہوچکی ہو ، ۳۰/رمضا ن کی شام کو موسم بالکل صاف ہو اور عید کا چاند دیکھنے کی بہت کوشش کے باوجود کسی کو عید کا چاند دکھائی نہ پڑا ہو تو اگلے دن کو عید الفطر کا دن قرار دے کر عیدمنائی جائےگی؛کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے ۲۹/تاریخ خواہ شعبان کی ہو یا رمضان کی ہو، اور فضا ابر آلود ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہیں آسکا تو تیس دن پورے کرنے کا حکم ہے؛ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمر ؓسے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشا د فرمایا : ’’فإن غم علیکم فأکملوا العدۃ ثلاثین‘‘۔ (اگر آسمان تم ابر آلودہوجائے تو گنتی کے تیس دن پورے کرو) (بخاری ، باب قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم: إذا رأیتم الھلال فصوموا، وإذا

رأيتموه فأفطروا، حديث : ١٩٠٧)۔ صحیح مسلم میں ایسی صورت میں پورے تیس دن پورے کرنے کی صراحت کے ساتھ افطار کرنے کا حکم دیا گیا ہے :

''عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا رأيتم الهلال فصوموا، وإذا رأيتموه فأفطروا، فإن غم عليكم فصوموا ثلاثين يوما'' (مسلم، باب وجوب صوم ومضان لرؤية الهلال والفطر لرؤية الهلال، حديث: ١٠٨١)۔

(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : جب تم لوگ چاند دیکھو تو روزہ رکھو، اور جب تم چاند دیکھو تب ہی افطار کرو ، پھر اگر ابر ہو تو تیس روزے پورے رکھ لو،(اس کے بعد عید کرو))۔

اور چونکہ قاضی کا فیصلہ ملزم ہوتا ہے، اوراتنا مستحکم ہوتا ہےکہ اس کے خلاف دوسرے قاضی کا فیصلہ نافذنہیں ہوتا ہے، اسی کو فقہاء نے قاعدہ کی صورت میں بیان کیا ہے :''الاجتهاد لا ينقض بالاجتهاد'' (الأشباه والنظائر لا بن نجيم المصري ١٠٥،١)۔

دونوں حدیث اورفقہی قاعدہ کا تقاضا جہاں یہ ہے کہ رمضان کا آغاز خواہ ٣٠/شعبان کے بعد ہوا ہو یا ٢٩/ شعبان کو مطلع ابرآلو ہو اور ایك شخص کی شہادت کی بناء پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کیاہو، دونوں ہی صورت میں جب رمضان کا شروع ہونا درست قرار پا یا ، تو اس کے حساب سے جب رمضان کی ٣٠/ تاریخ مکمل ہوچکی ہے تو اس کے بعد عید الفطر منائی جائےگی ، یہ نہیں سمجھا جائےگا کہ جس فرد واحد نے رمضان کے چاند کی گواہی دی تھی اسے مغالطہ ہو ا، یا اس نے غلط بیانی سے کام لیا ہے ؛ لہذ اگلے دن کو رمضان کی ٣٠/ تاریخ قرار دے کر روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا جائے گا ؛ کیونکہ ایسا کرنے میں حدیث کی مخالفت لازم آئے گی اور ''الاجتهاد لا ينقض بالاجتهاد ''(الاشباہ والنظائر لا بن نجيم المصري ١٠٥،١) کے خلاف عمل ہوگا۔

سوال(٣ – الف):

جواب: اس سوال میں کئے مسائل ہیں، جن کی تفصیلات درج ذیل سطور میں ملاحظہ ہو:

مطلع صاف ہونے کی صورت میں رمضان وعیدین کا ثبوت:

اگر مطلع صاف ہو تو شوافع کے نزدیك ثبوت رمضان کے لئے ایك عادل شخص کی شہادت کافی ہے، جبکہ مالکیہ خبر مستفیض کو ضروری قرار دیتے ہیں ، یہی احناف کا بھی مشہور قول ہے،اسی طرح عیدین کے ثبوت ہلال کے لئے جبکہ مطلع بے غبار ہواور فضاء بالکل صاف ہو ، تو مالکیہ اور احناف کے نزدیك خبر مستفیض ضروری ہے،اورخبر مستفیض کا مطلب یہ ہے کہ اتنی بڑی جماعت چاند دیکھنے کی شہادت دے جن کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو (جامع الرموز١٥٥،١در مختار و ردالمحتار ٣٥٦،٢،٣، المجموع شرح المهذب٦، ٢٧٦، أحكام القرآن للجصاص١، ٢٠٢، رسائل ابن عابدين١، ١٣٤، هنديه١، ١٩٨،

سراجیه، ص: ٣٠، الفقه الاسلامي وادلته ٢، ٢٠٠)۔

حنفیہ خبر مستفیض کی شرط اس لئے لگاتے ہیں مطلع صاف ہونے کی صورت میں ایك دو آدمی کی رؤیت میں مغالطہ ہوسکتا ہے ؛ لہذ اکثیر تعدادکی ضرورت ہے؛ تاکہ مغالطہ کا امکان نہ رہے (رسائل ابن عابدین١،١٥٣، فتح القدیر٢،٣٢٤)۔ دیگر فقہاء کے یہاں دو شہادت کافی ہیں، دوسرے فقہاء کی دلیلیں حضرت عبدالرحمن بن زید بن خطاب ؓ اور حضرت ربعی بن حراش ؓ کی مرفوع روایتیں ہیں نیز حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ، حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ اور عمر ؓ کے آثار ہیں ، احناف ان احادیث کو بدلی کی حالت سے متعلق کرتے ہیں اور دوسری حدیث مرفوع سے استدلال کرتے ہیں :

''الصوم یوم تصومون، والفطر یوم تفطرون، والأضحی یوم تضحون'' هذا حدیث حسن غریب ، ''وفسر بعض أهل العلم هذا الحدیث، فقال:إنما معنی هذا أن الصوم والفطر مع الجماعة وعظم الناس'' (ترمذی، باب بما جاء أن الفطر یوم تفطرون الخ، حدیث: ٦٩٧، ابوداد ، حدیث : ٢٣٢٤،دار قطنی ٢، ١٦٤)۔

(جس دن تم لوگ روزہ رکھوگے، جس دن افطار کروگے اس دن عید الفطر ہوگی ، اور جس دن قربانی کروگے اس دن بقرعید ہوگی) ۔ امام ابوعیسی ترمذی ؒ کا بیان ہے : یہ حدیث غریب حسن ہے، (بعض اہل علم نے اس حدیث کی تشریح یوں کی ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ روزہ رکھنا اور موقوف کرنا جماعت اور جم غفیر کے ساتھ ہوگا)۔

معلوم ہوا کہ اصل حکم کا ثبوت تکثیر جماعت سے ہوگا، یا ایك شہر میں موجود تمام مسلمانوں سے ، ہاں اگر کوئی عارض پیش آجائے اس طور پر کہ آسمان ابر آلود ہو تو اس کا حکم شریعت میں دوسرا ہوگا (اعلاء السنن٩،١١٠)۔

امام حسن ؒ نے امام ابو حنیفہ ؒ سے ایك دوسرا قول نقل کیا ہے کہ روزہ کے آغاز کے لئے اور عیدین کے ثبوت کے لئے مطلق دو شخص یا ایك مرد اور دوعورت کی شہادت کافی ہے ، خواہ مطلع ابر آلود ہویا صاف ہو؛ بلکہ روزہ شروع کرنے میں ایك عادل شخص کی شہادت بھی معتبر ہے، خواہ آسمان ابر آلود ہو یا صاف ہو (البحر الرائق٢، ٢٦٩،نیز دیکھئے :بدائع الصنائع٢،٨١، رد المحتار٢، ١٠١)، علامہ ابن نجیم مصری ؒ اور علامہ ابن عابدین شامی ؒ نے امام حسن ہی کی روایت کو ترجیح دیا ہے (سابق حوالہ جات)۔ اس کی تائید فتاوی ولوالجیۃ اور ظہیریہ کی ظاہر عبارت سے ہوتی ہے کہ ظاہر روایت میں تعداد کی شرط ہے نہ کہ جم غفیر کی(البحر الرائق٢، ٢٦٩)، علامہ شامیؒ نے اس روایت کو ظاہر روایت کے موافق ہونے کی صراحت کی ہے (ردالمحتار٢،١٠١)۔

البتہ امام حسنؒ نے امام ابو حنیفہ ؒ سے دوسرا قول نقل کیا ہے کہ دو مرد یا دو عورت اور ایك مرد کی شہادت کافی ہے ، علامہ ابن نجیم مصری ؒ اور علامہ ابن عابدین شامی ؒ نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے ؛ کیونکہ یہ مسئلہ حالات اور زمانہ پر مبنی ہے،

پہلے لوگ چاند دیکھنے کا خوب اہتمام کرتے تھے، اب ایسی بات نہیں رہی،لوگوں کے اندر اس سلسلہ میں سستی وکاہلی پیدا ہوگئی ہے؛ لہذا اس زمانہ میں اس روایت پر عمل کرنا بہتر ہے، ''ينبغي العمل على هذه الرواية في زماننا'' (البحر الرائق۲؍۲۶۹، بدائع الصنائع۲؍ ۸۱، رد المحتار۲؍ ۱۰۱)، اس کی تائید فتاوی ولوالجیۃ اور ظہیریہ کی ظاہر عبارت سے ہوتی ہے کہ ظاہر روایت میں تعداد کی شرط ہے نہ کہ جم غفیر کی (البحر الرائق۲؍ ۲۶۹)، علامہ شامیؒ نے اس روایت کو ظاہر روایت کے موافق ہونے کی صراحت کی ہے (رد المحتار۲؍ ۱۰۱)۔

دوسرے قرائن سے امام ابوحنیفۃ کے اس دوسرے قول کو اختیار کیا جانا راجح معلوم ہوتا ہے؛ کیونکہ رؤیت ہلال کے تحقق کے لئے بنیادی طور پر قاضی یا ہلال کمیٹی کو قلبی اطمینان ہونے کی صورت میں بیرون شہر سے نو وارد شخص کی رؤیت ہلال کی شہادت معتبر ہے ۔ اسی طرح بلدا مقام پر سے دیکھنے والے کی شہادت معتبر ہے ، اور ان دونوں ہی طرح کی شہادت کی بنیاد پررؤیت ہلال کے تحقق کا فیصلہ کردیا جاتا ہے ؛ البتہ شرط یہ ہے کہ شاہد عادل ہو ؛ تاکہ اس کی شہادت پر یقین حاصل ہوسکے :

''أما إذا جاء من مكان آخر خارج المصر فإنه تقبل شهادته إذا كان عدلا ثقة؛ لأنه يتيقن في الرؤية في الصحاري ما لم يتيقن في الأمصار لما فيها من كثرة الغبار، وكذا إذا كان في المصر في موضع مرتفع، وهلال الفطر إذا كانت السماء مصحية كهلال رمضان اهـ.فهذا يدل على ترجيح رواية الحسن'' (البحر الرائق۲؍۲۶۹)۔

(کیونکہ جنگلوں میں رؤیت ہلال کا تیقن ہوجاتا ہے ، اور شہر میں نہیں ہوپاتا ہے ، اس لئے شہر میں فضاگرد آلود زیادہ ہوتی ہے ۔ اسی طرح اگر شہر میں کوئی اونچی جگہ ہو، اور وہاں پر سے کسی نے چاند دیکھا ، تو اس سے بھی یقین حاصل ہوجاتا ہے ۔عید الفطر کا چاند رمضان کے چاند کی طرح ہے، جبکہ آسمان صاف ہو ، یہ دونوں جزئیات امام حسن بن زیادؒ کی روایت کے راجح ہونے پر دال ہیں)۔

نیز ظاہر روایات میں اصل تعداد ہے نہ کہ جم غفیر (رسائل ابن عابدین۱؍ ۱۳۵)۔ اور تعداد کے معتبر ہونے کی تائید نصوص سے بھی ہوتی ہے، حضرت عمرؓ کا مکتوب، حضرت عبد الرحمن بن زیدبن خطابؓ اور حضرت ربعی بن حراشؓ کی مرفوع حدیثیں ہیں ، جن میں دومسلم گواہوں کا تذکرہ ہے ، ان احادیث میں فضاء کے آلودہ یا بے غبار ہونے کی تصریح وتفصیل نہیں ہے، اور مطلق کو مقید کرنے کے لئے دلیل چاہئیے، محض قیاس کی بناء پر نص کو مقید کرنا درست نہیں جبکہ اس پر عمل ممکن ہو۔ ''إن المطلق من كتاب الله تعالى إذا أمكن العمل بإطلاقه، فالزياده عليه بخبر الواحد والقياس لا يجوز'' (أصول الشاشي، ص: ۹ – ۱۰)۔ جب کتاب اللہ مطلق ہو ، اور اس پر عمل کرنا ممکن ہو، تو اس پر خبر واحد اور قیاس سے زیادتی درست نہیں ۔

چاند دیکھنے والوں کے لئے عدالت کا معیار:

عدالت کے معیار کے سلسلہ میں بنیادی طور پر اسلام ، عقل اور بلوغ ہر حال میں شرط وضروری ہیں ، ان کے علاوہ اور جو چیزیں مطلوب ہیں ، ان میں زمانہ وحالات کے اعتبار سے تبدیلی آتی رہتی ہے ، اس میں حد بندی مشکل ہے ، عدالت کا اعلی معیار یہ ہے کہ تقوی اور مرؤت کا مجسم ہو، اور ادنی درجہ یہ ہے کہ گناہ کبیرہ سے بچتا ہو، اور صغیرہ پر اصرار نہ ہو، ظاہری اخلاق وکردار کا حامل ہو اور دیندار ہو، اور خواہشات نفسانی وہوس پر ستی کا عنصر مغلوب ہو (البحر الرائق۲، ۲۶۶، رد المحتار۲،۹۱)۔ غرضیکہ عدالت ایك ایسا ملکہ ہے جو انسان کو تقوی ومرؤت کے ساتھ زندگی گذارنے پر آمادہ کرے (نزهة النظر،ص: ۲۹، فتح المغیث۱، ۲۴)۔ علامہ ابن نجیم مصریؒ کا بیان ہے: ''حقیقة العدالة ملكة تحمل على ملازمة التقوى والمروءة'' (البحر الرائق۲، ۲۶۶، نیز دیکھئے: رد المحتار۲، ۹۱) (حقیقت میں عدالت ایك ملکہ ہے ، جو تقوی اور مرؤت کے اختیار پر مبنی ہے) ۔ البحر الرائق میں ایك جگہ عدالت کی تفصیل کے ذیل میں لکھا ہے :

''عدالت کے کمال کی کوئی حد نہیں ہے کہ وہاں تك پہونچا جائے ، عدالت کے ادنی درجہ پر اکتفا کیا جائے گا ؛ تاکہ لوگوں کے حقوق ضائع نہ ہوں ، اور ادنی عدالت دینداری اور دانائی کا رجحان اور نفسانی خواہش وشہوت کا مغلوب ہونا ہے '' (البحر الرائق۲، ۹۵) ۔

اس طرح عدالت کے دوقسمیں ہوجاتی ہیں : ایك حقیقی عدالت جسے اعلی سے تعبیر کرسکتے ہیں ، دوسری قسم ظاہری عدالت جسے ادنی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے ، اور رؤیت ہلال میں ظاہری عدالت پر اکتفا کیا جاتا ہے ؛ چنانچہ ملك العلماء علامہ کاسانی کہتے ہیں :''لا تشترط فيه العدالة الحقيقية بل يكتفى فيه بالعدالة الظاهرة'' (بدائع الصنائع۲، ۸۱)۔ اس میں حقیقی عدالت شرط نہیں ہے؛ بلکہ ظاہری عدالت پر اکتفا کیا جائےگا۔ رسائل الأركان میں بھی اس طرف اشارہ موجود ہے، لکھا ہے:

ہم کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں ا س طرح کی عدالت کی شرطیں ملحوظ رہنے میں اکثر اعمال مختل ہوجائیں گے ، خاص طور پر روزہ میں ، اس لئے بہتر یہ ہے کہ امام ابویوسفؒ کے قول پر فتوی دیا جائے کہ اگر شاہد صاحب میں مرؤت ہو اس طور پر کہ سچائی کے غلبہ کا گمان ہو، تو اس کا قول معتبر ہوگا ؛ تا کہ روزہ کا معاملہ مختل نہ ہوسکے (فتاوی عبد الجی،ص: ۲۳۵)۔

لہذا موجودہ دورمیں عدالت کے معیار میں اس حد تك کافی ہے کہ وہ مسلمان، بالغ اور عاقل ہونے کے ساتھ گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ ہو، صغیرہ پر اصرار نہ ہو، معاشرہ میں جھوٹا نہ سمجھا جاتاہو، صوم وصلاۃ کا پابند ہو اور دینداری کی اس پر چھاپ ہو ، یہی معیار عدالت رؤیت ہلال میں ملحوظ ہوگا، ڈاکٹر وھبہ زحیلیؒ نے مالکیہ کا مذہب بھی ایسا ہی نقل کیا ہے (الفقه الاسلامي وأدلته ۲، ۶۰۰)۔

مستور الحال کی شہادت:

مستور الحال سے مراد یہ ہے کہ جس کی دینی حالت مخفی ہو اس کے فسق وفجور کا علم نہ ہو (فتح العلام۴، ۱۶)۔ جہاں تك رہی بات مستور الحال کی شہادت قبو ل کرنے کی تو اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض حضرت عدم قبول کے قائل ہیں، یہی حنابلہ کا مذہب ہے (الفقه الاسلامي وأدلته ۲، ۶۰۰)۔ اور بعض فقہاء احناف کا بھی اسی طرف رجحان پایا جاتا ہے (البحر الرائق۲،۶۰۰)۔ فقہ حنفی کی کتابوں میں اس قول کو ظاہر روایت قرار دیا ہے :''أما إذا كان مستور الحال، فالظاهر أن لا تقبل شهادته'' (المحيط البرهاني۲، ۳۷۵ ، ہندیہ۱، ۱۹۷، البحر الرائق۲، ۲۶۶) ۔

جہاں تك مستور الحال کی بات ہے توظاہر روایت ہے کہ اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی، علماء کا ایك طبقہ اسے معتبر مانتا ہے، یہی صحیح تر قول کے مطابق شوافع کا مذہب ہے (فتح العلام۴، ۱۶، عمدة القاري۵،۱۰، ۲۸۱)۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں:

''(والأصح)قبول رواية المستور، وكذا الأصح قبول قوله هنا والصيام به، وبهذا قطع صاحب الإبانة والعدة'' (المجموع شرح المهذب۶، ۲۷۷)۔

(اصح قول یہ ہےکہ مستور الحال کی روایت معتبر ہے، اسی طرح یہاں اور روزہ میں بھی اصح قول کے مطابق مستور الحال کی شہادت معتبر ہے ، اسی کو صاحب ابانہ اور صاحب عدہ نے بھی ترجیح دی ہے)۔

اکثر فقہاء احناف کا رجحان اسی طرف ہے ؛ البتہ وہ ایك شرلگاتے ہیں کہ کھلے ہوئے فسق میں مبتلا نہ ہو (عمدة القاري۵، ۱۰، ۲۸۱)۔ بحر میں ہے :''أما مع تبين الفسق فلا قائل به عندنا'' (البحر الرائق۲،۲۶۶ ، نیز دیکھئے : رسائل ابن عابدین۱،۲۳۴، فتح القدیر ۲،۳۲۳) (بہرحال فسق ظاہر ہونے کے بعد تو ہمارے نزدیك اس کی شہادت کے معتبر ہونے کا کوئی قائل نہیں)۔

صاحب بزازیہ نے ظاہر روایت کے خلاف اسی کو صحیح قرار دیا ہے (بزازیہ۴،۹۴، البحر الرائق۲،۲۶۶، الدر مختار مع الرد ۲، ۹۸)، اور امام ابو حنیفہؒ سے بھی ایك روایت اسی طرح کی منقول ہے (البحر الرائق۲،۲۶۶)۔

فتاوی ہندیہ میں لکھا ہے:''وأنه تقبل شهادته وهو الصحيح'' (ہندیہ۱، ۱۹۷)، (صحیح قول یہ ہے کہ مستور الحال کی شہادت مقبول ہوگی)۔ علامہ حصکفیؒ کا میلان اسی طرف ہے (الدر مختار مع الرد ۲، ۹۸)، علامہ شامیؒ نے مختلف فقہاء سے اس روایت کا درست ہونا نقل کیا ہے، انہوں نے اس کو ظاہر روایت ہونے کا بھی دعوی کیا ہے، اور خود اس روایت کو صحیح قول بتایا ہے، وہ لکھتے ہیں :

''اسی طرح معراج اور تجنیس میں اس کو صحیح قرار دیا ہے ، فتح القدیر میں ہے: یہ حسنؒ کی روایت ہے، حلوانیؒ اور صاحب ''نورالایضاح'' نے اس روایت کو اختیار کیا ہے، میں کہتا ہوں :یہ ظاہر روایت بھی ہے ، حاکم شدیدؒ نے کافی جو کہ امام محمدؒ کی کتابوں کا

مجموعہ ہے، میں رقم فرما ہیں: یہ ظاہر روایت ہے، امام محمدؒ کے الفاظ یہ ہیں: مسلمان مرد یا عورت کی شہادت قبول ہوگی خواہ عادل ہوں ، یا عادل نہ ہوں ، عادل نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مستور الحال ہوں'' (الدر مختار مع الرد ٢،٩٩، نیز ملاحظہ : فتح القدیر ٢،٣٢٣)۔

علامہ شامی نےرسائل میں لکھا ہے :

''قبل ... مستور على قول مصحح لا ظاهر فسق اتفاقا، سواء جاء ذلك المخبر من المصر أو من خارجه في ظاهر الرواية'' (رسائل ابن عابدین١، ٢٣٤)۔

(ایك قول ہے : ... مستور ہو ، اس کی شہادت قبول ہوگی ، یہ صحیح قول ہے؛ البتہ بالاتفاق کھلا ہوا فسق نہ ہو، ظاہر روایت کے مطابق خواہ مخبر شہر سے آیا ہو، یا بیرون شہر سے)۔

اس قول کی تائید حدیث اعرابی سے ہوتی ہے ، جس کے راوی حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ ہیں:

''جاء أعرابي إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فقال:إني رأيت الهلال، قال:أتشهد أن لا إله إلا الله، أتشهد أن محمدا رسول الله، قال: نعم، قال:يا بلال، أذن في الناس أن يصوموا غدا'' (ترمذي، باب ما جاء في الصوم بالشهادة،حدیث : ٦٩١)۔

(ایك اعرابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کناں ہوا کہ میں نے چاند دیکھا ، آپﷺ نے فرمایا : کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اورمحمدﷺ اللہ کے رسول ہیں ،اس اعرابی نے کہا :جی ہاں ، اس کے بعد آپﷺ نے فرمایا : اے بلال! کل لوگوں میں روزہ رکھنے کا اعلان کردو)۔

قابل غور بات یہ ہے کہ آپﷺ نے اعرابی سے اس کی عدالت کے بارے میں سوال نہیں فرمایا ؛ بلکہ ایمان کے بارے میں پوچھا ، اس پر یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ اس کو پہلےسے جانتے ہوں اور واقف ہوں؟ لیکن یہ اعتراض درست نہیں ؛ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ ﷺ اس کےاسلام کے بارے میں تفتیش نہیں فرماتے (إعلاء السنن٩، ١١٠)۔ محقق علامہ ابن ہمامؒ رقمطراز ہیں :''نووارد کی روایت مستور الحال کی شہادت قبول کرنے کی بابت اس حدیث پاك سے استدلال کیا جاتا ہے'' (فتح القدیر٢،٣٢٣)۔ ظاہر ہے کہ انسان ظاہر حال کا مکلف ہوتا ہے ، شریعت ظاہر حال ہی پر حکم لگاتی ہے، اور باطن حالت اللہ کے سپر د ہوتی ہے (دیکھئے: رسائل ابن عابدین ١، ٢٣٦)،اس کی نظیریں طلاق کے باب میں کثرت سے ملتی ہیں، جن میں دیانت کے مطابق طلاق واقع نہیں ہوتی؛ لیکن قضا کی روسے طلاق واقع ہوجاتی ہے ؛ کیونکہ قاضی ظاہر حال بر فیصلہ کرتا ہے ۔

عدالت کی شرط وجوب قضا کے لئے ہے نہ کہ صحت شہادت کےلئے ؛ لہذا اگر

قاضی فاسق کی شہادت پر فیصلہ کردیتا ہے تو اس فیصلہ کا نفاذ عمل میں آئےگا ''والعدالة لوجوبه لا لصحته، فلو قضى بشهادة فاسق نفذ'' (الدر المختار مع الرد ۴، ۴۱۳ ـ ۴۱۴)، ہاں ! البتہ ضروری ہےکہ قاضی اپنے تئیں فاسق کی شہادت پر غور وفکر کرلے، اسے سچائی کا غالب گمان ہوجائے ،تو وہ اس کی قبول کرے ، ورنہ نہیں، علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں: ''فان تحرى القاضي الصدق في شهادته لا تقبل و إلا فلا'' (رد المحتار۴، ۵۱۳، ط: نعمانیہ) (قاضی غور وخوض کرےگا، اگر اس کی شہادت کی سچائی کا گمان ہو تو قبول کی جائے گی ورنہ نہیں)۔

حاصل یہ ہے کہ ایسے مستور الحال کی شہادت معتبر ومقبول ہے ، جس کے فسق وفجور اور عدالت وثقاہت کی تحقیق نہ ہو اس شرط ساتھ کہ قاضی یا ہلال کمیٹی کو اس کے سچے ہونے کا غلبۂ ظن ہو، تو چاند کی رؤیت کے تحقق کا فیصلہ کرسکتی ہے ۔

سوال(۳ ـ ۰ ب):

چاند دیکھنے والے کی ذمہ داری :

احادیث اور فقہ اسلامی سے معلوم ہوتا ہے کہ چاند دیکھنے والے کی ذمہ داری ہے کہ فوری اپنے علاقہ کے قاضی یاحاکم کے پاس آکر چاند دیکھنے کی شہادت دے،اگر وہاں نظام قضا نہ ہو ، تو رؤیت ہلال کمیٹی کے پاس یا مقامی علماء - جن پر وہاں کے مسلمانوں کا اعتماد ہو - جاکر رؤیت ہلال کی شہادت دے، اگر اس علاقہ میں علماء نہ ہوں اور نہ کوئی ہلاکمیٹی قائم ہو، تو جامع مسجد میں جاکر برسر عام لوگوں کے سامنے شہادت دے (دیکھئے: رسائل ابن عابدین۱، ۲۳۷، بزازیہ۴،۹۴، ہندیہ ۱،۲۶۷)۔ علامہ حلوانیؒ نے لکھا ہے کہ رؤیت ہلال کی اطلاع دینا فرض عین ہے (رد المحتار۲،۹۹)۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے چاند دیکھنے کے بعد آپﷺ کے پاس جاکر رؤیت ہلال کی خبردی (ابوداؤد، باب شهادة الواحد على رؤية هلال رمضان ۱، ۳۲۰، مستدرك حاكم: ۵۸۵)۔ اسی طرح حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں ایك دیہاتی شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے ، اور چاند دیکھنے کی اطلاع دیتا ہے اور آپﷺ اس کی شہادت قبول فرماتے ہیں (ترمذی، باب في الصوم بالشهادة۱، ۱۴۸، ابوداؤد ، باب شهادة الواحد على رؤية هلال رمضان ۱، ۳۲۰)۔

شوال کا چاند اگر ایك ہی شخص نے دیکھا ہے ، تو بھی اس کی ذمہ داری ہے کہ چاند دیکھنے کی اطلاع دے؛کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس سے پہلے کسی نے آکر شہادت دے چکا ہو، یا پھر ممکن ہےکہ خود قاضی ، یا حاکم ،یا مقامی عالم نے بھی چاند دیکھا ہو،اس طرح شہادت کا نصاب پورا ہوجائےگا ، اور روزہ موقوف کرنا درست ہوگا ، ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ مالکیہ کا مذہب نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ویجب على العدل أو العدلين رفع الأمر للحاكم أنه رأى الهلال ليفتح باب الشهادة، ولأنه

قد يكون الحاكم ممن يرى الثبوت بعدل''(الفقه الاسلامي وأدلته٢؍ ٦٠٠)۔

(ایك یا دو عادل شخص پر واجب ہے کہ حاکم کو اطلاع دیں کہ اس نے چاند دیکھا ہے؛ تاکہ شہادت کا دروازہ کھل جائے، کبھی ایسا ہوسکتا ہے کہ خود حاکم ایك عادل شخص کی گواہی کو ثبوت کے لئے کافی سمجھتا ہو)۔

چاند دیکھنے والے کا بیان خبر ہے یا شہادت؟

مذکورہ بالا نصوص و تصریحات سے واضح ہوگیا کہ چاند دیکھنے والوں کا بیان اصولی طور پر اگر رمضان کی بابت تو وہ خبر شرعی ہے اور اگر عید الفطر کی بابت تو وہ شہادت ہے؛ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے:

''اختلف الناس في آخر يوم من رمضان، فقدم أعرابيان، فشهدا عند النبي صلى الله عليه وسلم بالله لأهلا الهلال أمس عشية، فأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم الناس أن يفطروا'' (ابودؤد، با ب شہادة الواحد علی رؤیۃ ھلال رمضان ١؍ ٣١٩، حدیث: ٢٣٣٩)۔

(رمضان کے آخری روز میں لوگوں کے درمیان ختلاف ہوا، دو دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، اور انہوں نے اللہ کا واسطہ دے کر گواہی دی کہ ہم نے کل شام چاند دیکھا ہے ، تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو روزہ توڑنے کا حکم فرمایا)۔

اصولی طور پررمضان کاچاند دیکھنے والے کا بیان ایك شرعی خبر ہے، اس کی دلیل حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا قول ہے ''أخبرت'' (میں نے خبر دی) (ابودؤد، با ب شہادة الواحد علی رؤیۃ ھلال رمضان ١؍ ٣٢٠)۔ ملك العلماء علامہ کاسانیؒ چاند دیکھنے والے کا بیان کے رمضان کی بابت خبر اور شوال کی بابت شہادت ہونے کی اصولی طور پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''هذا من باب الشهادة،ألا ترى أنه لا يلزم الشاهد شيء بهذه الشهادة، بل له فيها نفع وهو إسقاط الصوم عن نفسه، فكان متهما، فيشترط فيه العدد نفيا للتهمة بخلاف هلال رمضان هناك لا تهمة'' (بدائع٢؍٨١)۔

(یہ شہادت کے باب سے ہے ، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ شہادت سے شاہد پر کچھ لازم نہیں ہوتا ؛ بلکہ اس کا اس میں فائدہ ہی ہے ، اور وہ اپنی طرف سے روزہ کو ساقط کرتا ہے ؛ لہذا وہ متہم ہوجائےگا ؛ اس لئے اس (عید الفطر) کے چاند میں نصاب شہادت شرط ہے ؛ تاکہ تہمت سے محفوظ رہا جاسکے، برخلاف رمضان کے چاند کے ، یہاں کسی طرح کی تہمت نہیں ہے)۔

''هذا ليس بشهادة بل هو إخبار، بدليل أن حكمه يلزم الشاهد وهو الصوم وحكم الشهادة لا يلزم الشاهد، والإنسان لا يتهم في إيجاب شيء على نفسه، فدل أنه ليس بشهادة بل هو إخبار'' (بدائع٢؍٨١) ۔

(یہ شہادت نہیں ہے بلکہ خبر ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اس شہادت سے شاہد پر روزہ لازم ہوجاتا ہے ؛ حالانکہ شہادت کا حکم یہ ہے کہ شاہد پر کچھ لازم نہیں ہوتا ، انسان اپنی ذات پر کچھ لازم کرنے میں متہم نہیں ہوتا ؛ پس معلوم ہواکہ یہ شہادت نہیں بلکہ خبر ہے)۔

البتہ عید الفطر کے چاند دیکھنے والے کا بیان شہادت توہے، لیکن اس کے لئے شہادت اور مجلس قضا اور شہادت کی دیگر شرائط کا پایا جانا ضروری نہیں ہے، جیسا کہ ذکرکردہ روایات اور فقہی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے۔

چاند دیکھنے کی خبر دینے میں تاخیر:

سوال(۳ – ج):

جواب: رؤیت ہلال کی شہادت میں جہاں تك ممکن ہو تاخیر سے بچنا چاہئے؛ تاہم تھوڑی دیر کی تاخیر میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ بعض فقہی جزئیات سے معلوم ہوتا ہے ، اور اوپر ذکر کی گئی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور اعرابی والی حدیث سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے،اس میں ذکر ہے کہ اعرابی صحابیؓ چاند دیکھنے کے بعد فوری مدینہ کا رخ کیا تھا ، اور رسول اللہ ﷺ کو چاند دیکھنے کی خبر دی تھی (ترمذی، باب في الصوم بالشهادة۱،۱۴۸، ابوداؤد ، با ب شہادۃ الواحد علی رؤیۃ ہلال رمضان ۱،۳۲۰)۔ امام حلوانیؒ نے لکھا ہے: ''أن يشهد في ليلة كي لايصبحوا مفطرين'' (رد المحتار۲،۹۹) (چاند دیکھنے والا اسی رات گواہی دے؛ تاکہ لوگ بغیر روزہ کے صبح نہ کریں)۔ معلو م ہوا کہ تھوڑی تاخیر میں کوئی حرج نہیں ہے ؛ البتہ اتیا تاخیر نہ ہو کہ قاضی وغیرہ لوگوں کو غور وفکر ، تحقیق اور چھان بین کا موقع نہ مل سکے اوردوسرے روزلوگ روزہ نہ رکھ سکیں ، جیسا کہ داماد آفندیؒ نے تصریح کی ہے (مجمع الأنهر۱، ۲۳۸)، اور موسوعہ فقہیہ کی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے، دیکھئے:

''إن وقت العلام بالنسبة لرمضان هو ماقبل فجر اليوم منه''(الموسوعة الفقهية الكويتية۲۲، ۳۹)۔

(رمضان کی رؤیت ہلال کے اعلان کا وقت اس دن کی فجر کی نماز سے پہلے پہلے ہے)۔

اگر کوئی معقول عذر پیش آجائے تو اسے چاہئیے کہ دوسرے کو رؤیت کی پور ی کیفیت بتا کر شہادت کے لئے روانہ کردے، ایك دن یا اس زائد تاخیر کے بعد شہادت دے، تو اس میں تفصیل ہے، اگر وہ شہر کے باہر سے آرہا ہے اور اس کو راستہ میں اتنی تاخیر ہوگئی، تو اس کا عذر مقبول ہے اور شہادت قبول کی جائےگی، بشرطیکہ مطلع ایك ہو یا معمولی فرق ہو، جیسا کہ حدیث شریف میں ارشاد ہے :

''عن رجل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم اختلف الناس في آخر يوم من رمضان، فقدم أعرابيان، فشهدا عند النبي صلى الله عليه وسلم باللّٰه لأهلا الهلال أمس عشية،فأمر

رسول الله صلى الله عليه وسلم الناس أن يفطروا‘‘(ابوداؤد، با ب شہادۃ الواحد علی رؤیۃ ھلال رمضان ۱، ۳۱۹، حدیث: ۲۳۳۹)۔

(ایك صحابی رسول ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:رمضان کے آخری روز میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہوا، دو دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، اور انہوں نے اللہ کا واسطہ دے کر گواہی دی کہ ہم نے کل شام چاند دیکھا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو روزہ توڑنے کا حکم فرمایا)۔

اوراگر وہ اندرون شہر رہتے ہوئے ایك دن کی تاخیر سے شہادت دے رہا ہے تو اس کی شہادت رد کردی ئے گی ؛ چنانچہ صاحب بزازیہ نے خلاصہ الفتاوی کے حوالہ سے لکھا ہے :

’’۲۹؍تاریخ کو رمضان کی رؤیت ہلال کی گواہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے تم لوگوں کے روزہ آغاز کرنے سے ایك دن پہلے چاند دیکھا ہے، یعنی تم لوگوں نے ۳۰؍دن پورے کرنے کے بعد روزہ رکھنا شروع کیا؛ جبکہ چاند ۲۹؍ تاریخ ہی کو نکل چکا تھا، تو اگر وہ گواہان اسی شہر کے ہیں تو بہتر یہ ہے کہ ان کی شہادت قبول نہ کی جائے؛ کیونکہ اس نے حصول ثواب کو ترك کیا، اور اگر کافی دور سے آیا ہے، تو اس کی شہادت مقبول ہو؛ کیونکہ تہمت کا اندیشہ نہیں ہے ‘‘۔

لیکن آج کل جدید وسائل اور ذرائع ابلاغ نے ہر چیز کو آسان کردیا ہے ،ا یسی صورت میں بیرون شہر اضلاع یا دیہات کے رہنے والوں میں سے کسی نے چاند دیکھا اور اضلاع میں دار القضا ء یا رؤیت ہلال کمیٹی موجود ہے جہاں اطلاع کرسکتا ہے تو اسے وہاں اطلاع کردے اور اضلاع کے قاضی ، یا عالم ، یاہلال کمیٹی صوبہ کی راجدھانی کو مطلع کردے ، فون ، یا انٹر نیٹ ، یا فیکس کے ذریعہ بھی مطلع کرسکتا ہے ؛ کیونکہ وہ اب خبر کے حکم میں ہے ، اگر خدانخواستہ اضلاع میں کوئی نظم نہ ہو اور صوبہ کی راجدھانی تك اطلاع پہنچنے میں دیر ہوجائے ،تو بھی شہادت مقبول ہوجائےگی ۔

قاضی کا فیصلہ حلقۂ قضا تك محدود:

سوال(۴– الف):

جواب : صوبہ بہار ، اڑیسہ، جھاڑکھنڈ، یوپی اورآندھراپردیش اور ملك کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضاء موجود ہے ، اگر وہاں کا قاضی چاند کا ثبوت ملنے کے بعد اعلان کرتا ہے تو اس کے حلقۂ قضاء کے تمام مسلمانوں کے لئے اس اعلان پر عمل واجب و ضروری ہوگا؛ چنانچہ صاحب ہدایہ اپنی کتاب ’’ التجنیس ‘‘ میں لکھتےہیں:

’’چاند مشتبہ ہوگیا، دو آدمیوں نےگواہی دی کہ فلاں شہر کے قاضی نے گواہوں کی شہادت کے بعد چاند کے ثبوت کا فیصلہ کردیا ، تو یہ فیصلہ دوسرے شہر والوں کے حق

میں نافذ نہیں ہوگا '' (بزازیہ۴، ۹۴)۔

اس سلسلہ میں شیخ الا سلام ابو الحسنؒ کا فتوی بڑا واضح اور چشم کشا ہے ، درج ذیل سطور میں ملاحظہ ہو :

''وفي فوائد نجم الدين النسفي:سئل شيخ الإسلام أبو الحسن عن قاض قضى برؤية رمضان بشهادة شاهدين عند الاشتباه في مصر، هل يظهر حكمه في حق مصر آخير؟ فقال:لا، لأنه ليس تبعا له، بخلاف قرى هذا المصر و محاله، وما ينسب إليه''۔

(نجم الدین نسفی کے فوائد میں ہے ، شیخ الاسلام ابو الحسن سے سوال کیا گیا کہ کسی شہر میں رؤیت ہلال مشتبہ ہوگئی ، قاضی نے دوگواہوں کی گواہی کے بعد رمضان کی رؤیت ہلال کا فیصلہ کردیا ، کیا اس قاضی کا فیصلہ دوسرے شہر والوں کے حق میں بھی نافذہوگا ؟ انہوں نے جواب دیا : نہیں ، ؛ اس لئے کہ دوسرا شہر اس شہر کے تابع نہیں ہے ، بر خلاف اس شہر کے گاؤں، محلے او رجو خطے اس طرف منسوب ہیں ، ان سب میں قاضی کا فیصلہ واجب العمل ہو گا)۔

کیا قاضی کا اعلان سلطان کا اعلان ہوگا ؟

سوال(۴– ب):

جواب:قاضی کا اعلان سلطان کے اعلان کے حکم میں نہیں ہوگا، جیسا کہ اوپر آچکا ہے کہ قاضی کا فیصلہ اپنے حلقۂ قضاء تك محدود ہوتا ہے، اور سلطان کا فرمان وحکم پورے ملك والوں کے لئے ہوتا ہے ؛ کیونکہ اس کا دائرۂ اختیار وسیع اور پورا ملك ہوتا ہے۔ہاں اگر اسلامی حکومت ہو اورشرعی قضاء کا نظام قائم ہو تو چیف قاضی یعنی دارالسلطنت میں قائم مرکزی دارالقضاء کا قاضی القضاۃ اعلان کرے تو وہ اعلان سلطان کے اعلان کے حکم میں ہوگا، اتفاق سے ہندوستان میں اب تك مرکزی نظام قضاء قائم نہیں ہوسکا، اگر مرکزی نظام قضاء کا قیام عمل میں آجائے ، اور پاس صوبائی نظام قضاء یا ہلال کمیٹی رؤیت ہلال کی پوری کاروائی سرانجام دینے کے بعد مرکزی نظام قضاء کو بذریعہ تحریر یا فون اطلاع کردیں ، اور مرکزی نظام قضاء ریڈیو سے خود اعلان کرے ، یا اپنی طرف منسوب کرکے اعلان کرائے ، تو پورے ملك کے مسلمانوں کے لئے اس اعلان پر عمل کرنا واجب ہوگا، اور اس کی حیثیت سلطا ن کے اعلان کی ہوگی ،فقہاء لکھتے ہیں :''منادي السلطان يقبل خبره عدلا كان أو فاسقا'' (المحيط البرهاني۵، ۳۹۴، البحر الرائق۵، ۷۹، الفتاوى الهندية۵، ۳۰۹)، (بادشاہ کے منادی کی خبر مقبول ہے ، چاہے وہ عادل ہو یا فسق)۔

کیاقاضی یا ہلال کمیٹی کا اعلان رؤیت پورے ملك کے لئے ہوگا؟

سوال(۴– ج):

جواب: ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر صوبہ کے قاضی یا رؤیت ہلال

کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رؤیت کا اعلان کیا تو یہ صرف اس صوبہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا،پورے ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے نہیں ؛ کیونکہ یہ دوسرے علاقہ کے مسلمانوں کے حق میں محض ایك خبر ہے، اوپر بات آچکی ہے کہ ایك صوبہ یا شہر کے قاضی کا رؤیت ہلال کے تحقق کا فیصلہ اعلان سلطان کا درجہ نہیں رکھتا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے پیچھے ''قاضی کا فیصلہ حلقۂ قضا تك محدود '' ملاحظہ ہو۔

ریڈیو اورٹی وی سے اعلان کر نے والے کے لئے مسلمان ہونا ضروری ہے ؟

سوال(۴– د):

جواب:اصولی طور پر رمضان اور عید الفطر کی رؤیت ہلال کی خبر دینے والے کے لئے اسلام شرط ہے ؛ لیکن رؤیت ہلال ثابت ہونے کے بعد اس کے اعلان کے لئے معلن کے لئے مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے، جیساکہ فقہی جزئیات سے معلوم ہوتا ہے، فقہاء لکھتے ہیں:''منادي السلطان يقبل خبره عدلا كان أو فاسقا''(المحيط البرهاني۵، ۳۹۴، البحر الرائق۵، ۷۹، الفتاوی الهندية۵، ۳۰۹)، (بادشاہ کے منادی کی خبر مقبول ہے ، چاہے وہ عادل ہو یا فسق)۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے تصریح کی ہے کہ توپ ونقارہ کی آواز اور چراغ کی روشنی اعلان کے لئے کافی ہے؛ کیونکہ یہ کھلی ہوئی علامت ہے، جس سے غالب گمان حاصل ہوتا ہے ، اور غلبہ ظن عمل کے لئے حجت ہے جیسا کہ فقہاء نے صراحت کی ہے (رد المحتار۲،۹۹)۔

غیرمسلم معلن کی حیثیت وکیل کی ہے، اور وکیل کے لئے اسلام شرط نہیں ہے ''ولا يشترط كونه مسلما صحيحا'' (رد المحتار۲،۹۹)۔ علامہ کاسانیؒ رقمطراز ہیں:''فيجوز وكالة المرتد بأن وكل مسلم مرتدا''(بدائع۲، ۴۵۳) (مرتد شخص کی وکالت درست ہے اس طورپر کہ مسلمان مرتد کو وکیل بنائے)۔ اور چونکہ وکیل کا تصرف اصل میں موکل ہی کا تصرف ہوتا ہے ''لأن تصرف الوكيل كتصرف الموكل'' (بدائع۲، ۲۳۱)؛ لہذا اعلان کرنے والا شخص اگر غیرمسلم ہے، تو اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے؛ کیونکہ وہ اعلان موکل کی طرف منسوب ہے ؛پس کوئی بھی شخص اعلان کرے ، اگر تجربات سے تصدیق ہوتی ہے کہ یہ شخص قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف خبر کی صحیح نسبت کیا کرتا ہے ، تو اس پر اعتماد کرلینا کافی ہے ۔

اکثر ابر آلود رہنے والے علاقوں میں ۳۰ ،دن کا مہینہ شمار کرنے کا حکم:

سوال(۵– الف):

جواب: اصولی طور پر جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۲۹،تاریخ خواہ شعبان کی ہو یا رمضان کی، اور فضا ابرآلود ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہیں آسکا تو تیس دن پورے کرنے کا حکم ہے؛ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشا د فرمایا :

''فإن غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين'' (بخاری، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: إذا رأيتم الهلال فصوموا، وإذا رأيتموه فأفطروا،حدیث : ١٩٠٧)۔

(اگر آسمان تم ابر آلودہوجائے تو گنتی کے تیس دن پورے کرو)۔

صحیح مسلم میں ایسی صورت میں پورے تیس دن پورے کرنے کی صراحت کے ساتھ افطار کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

''عن أبي هريرةؓ، قال:قال رسول الله ﷺ:إذا رأيتم الهلال فصوموا، وإذا رأيتموه فأفطروا، فإن غم عليكم فصوموا ثلاثين يوما'' (مسلم، باب وجوب صوم ومضان لرؤية الهلال والفطر لرؤية الهلال، حدیث: ١٠٨١)۔

(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : جب تم لوگ چاند دیکھو تو روزہ رکھو، اور جب تم چاند دیکھو تب ہی افطار کرو ، پھر اگر ابر ہو تو تیس روزے پورے رکھ لو ،(اس کے بعد عید کرو))۔

رہی ان علاقوں کی بات جہاں بالعموم مطلع ابر آلود رہتا ہے ، اور بہت کم چاند کی رؤیت ٢٩/تاریخ کو ممکن ہوتی ہے ، جیسےبر طانیہ وغیرہ کہ سال کے کچھ یا اکثر مہینوں میں وہاں چاند ٢٩/تاریخ کو نظر ہی نہیں آتا تو ایسی جگہوں میں ہمیشہ ٣٠/دن کا مہینہ شمار کرکے رمضان و عیدین کا فیصلہ نہیں کیا جائےگا بلکہ وہاں سے جو متصل قریبی ملك وعلاقہ ہوگا جہاں مطلع صاف رہتا ہے اور چاند کی رؤیت ممکن ہوتی ہے ، وہاں کی رؤیت کا اعتبار یہاں کیا جاسکتا ہے ، یہی رائے فقیہ عصر، مفسر قرآن، استاذ گرامی قدرحضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی ہے (دیکھئے:بحث نظر حیدرآباد، شمارہ: صفر – رجب ١٤٣٢ھ مطابق جنوری – جون ٢٠١١ء ،ص: ١٨٠)۔ اگر ایسا نہیں کیا اور ٣٠؍دن شمار کیا جاتا رہا تو سال کے دنوں میں دیگر ممالك اسلامیہ کے حساب سے ہفتہ دس دنوں کا فرق پڑجائےگا ، اور چار سال میں ایك مہینےکا فرق پڑے گا ، جس کی وجہ سے وحدت امت اسلامیہ متاثر ہوگی اور حدیث پاك ''الصوم يوم تصومون، والفطر يوم تفطرون، والأضحى يوم تضحون''، هذا حديث حسن غريب، ''وفسر بعض أهل العلم هذا الحديث، فقال:إنما معنى هذا أن الصوم والفطر مع الجماعة وعظم الناس'' (ترمذی، باب بما جاء أن الفطر يوم تفطرون الخ، حدیث: ٦٩٧، ابوداود، حدیث: ٢٣٢٤، دار قطنی ٢؍ ١٦٤) (جس دن تم لوگ روزہ رکھوگے اس دن روزہ ہوگا، جس دن افطار کروگے اس دن عید الفطر ہوگی ، اور جس دن قربانی کروگے اس دن بقرعید ہوگی۔ امام ابوعیسی ترمذیؒ کا بیان ہے : یہ حدیث غریب حسن ہے، بعض اہل علم نے اس حدیث کی تشریح یوں کی ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ روزہ رکھنا اور موقوف کرنا جماعت اور جم غفیر کے ساتھ ہوگا)کے بالکل خلاف ہوگا، اور متصل قریبی ملك جہاں مطلع صاف رہتا ہے اور چاند کی

رؤیت ممکن ہوتی ہے، وہاں کی رؤیت کو معیار بنانے کی صورت میں حدیث پر بھی عمل ہوجائےگا ، اور جو خرابی اوپر بیان کی گئی ہے اس کا بھی مداوی ہوجائےگا۔

ابر آلود علاقوں میں فلکیات پر عمل کا حکم :

سوال(۵– ب):

جواب: سوال میں جو صورت ذکرکی گئی ہے اس میں متصل قریبی ممالك کی رؤیت ہلال کے اعلان پر عمل کیا جائے گا جہاں مطلع صاف رہتا ہے اور چاند کی رؤیت ممکن ہوتی ہے ، ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد نہیں کیا جائےگا؛ کیونکہ علم فلکیات کوئی قطعی علم نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد اندازہ وتخمینہ پر ہے، اور اندازہ غلط بھی ہوسکتا ہے ، ہاں اس حدتك مدد لی جاسکتی ہے کہ قریبی متصل ملك جہاں مطلع صاف رہتا ہے اورچاند کی رؤیت ممکن ہوتی ہے ، جس تاریخ کو وہاں رؤیت ممکن ہو اور اسی تاریخ کو فلکیاتی تحقیق کے اعتبار سے چاند کی رؤیت ممکن ہو تو بات مؤکد ہوجائےگی، اور اگر دونوں کے درمیان اختلاف ہو تو قریبی متصل ملك کی رؤیت کو ترجیح حاصل ہوگی اور اسی پر عمل ہوگا۔

دوسرے صوبے و علاقے کے ذمہ داران کب رؤیت ہلال کا اعلان کریں گے؟

سوال(۵– ج):

جواب: اصولی طور پر ایك شہر وعلاقہ اور صوبہ کے قاضی ، یا ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کی طرف سے رؤیت ہلال اعلان ہو تو دوسرےشہر وعلاقے اور صوبہ کے ذمہ داران کے لئے اس کا ماننا ضروری نہیں ہوگا ، جیسا کہ تفصیل سے پیچھے گذر چکا ہے ؛ پس دوسرے علاقوں کے ذمہ داران ان اعلانات کی بنیاد پر رؤیت کا ثبوت کااعلان اپنے علاقوں میں کرسکتے ہیں، بشرطیکہ وہ خود تحقیق کرلیں اوران کے نزدیك رؤیت کا شرعی ثبوت متحقق ہوجائے اور اطمینا ن حاصل ہوجائے ،اس کے لئے کم از کم تین جگہوں کا اعلان درکار نہیں ہے ، اس سے کم جگہوں بلکہ ایك جگہ کے ا علان سے بھی اطمینان حاصل ہوجائے تو وہ اپنے علاقوں میں رؤیت ہلال کے ثبوت کا اعلان کرسکتے ہیں ؛ چنانچہ فقہاء لکھتے ہیں :

’’ولو شهدوا أن قاضي بلد كذا شهد عنده اثنان برؤية الهلال في ليلة كذا، وقضى بشهادتهما جاز لهذا القاضي أن يحكم بشهادتها؛ لأن قضاء القاضي حجة، وقد شهدوا به‘‘ (فتح القدير۲، ۳۱۴، نیز ملاحظہ ہو: هنديه۱،۱۹۹، البحر الرائق ۲،۲۷۰، فتاوی ابن نجیم بهامش الغياثية،ص: ۱۸)۔

(لوگوں نے گواہی دی کہ فلاں شہر کے قاضی کے پاس دوآدمیوں نے فلاں رات چاند دیکھنے کی گواہی دی اور قاضی نے ان دونوں کی شہادت پر رؤیت ہلال کے تحقق کا فیصلہ کردیا ، تو اس قاضی کے لئے جائز ہے کہ ان دونوں کی شہادت پر فیصلہ کرے؛

کیونکہ قضاء قاضی حجت ہے اور لوگوں نے دیکھا ہے)۔

مختلف صوبوں سے رؤیت کی اطلاعات واعلانات پر رؤیت کا فیصلہ و اعلان :

سوال(۵– د):

جواب : شرح ترمذی معارف السنن میں ریڈیو کے بارے میں لکھا :

''نعم! اذا تواردت أخبار راديومتعددة من شتى الجهات، و لا تختلف جهات الأنباء عن البلد الذي فيه إهلال ببعد يختلف فيه المطلع، فيسوغ العمل بهذه الأنباء المرسلة وتدخل في حد الاستفاضة المفيدة للطمأنية''۔

(ہاں جب ہر طرف سے بذریعہ ریڈیو خبریں آرہی ہوں ، اور جہاں سے خبریں آرہی ہیں ، ان مقامات کا مطلع اس سے شہر سے مختلف نہ ہو جہاں رؤیت ہلال نہیں ہوئی ، گود ونوں کے درمیان دوری ہو ، تو ایسی صورت میں مختلف جگہوں سے آنے والی خبروں پر عمل کرنے کی گنجائش ہوگی ، اور یہ صورت استفاضہ کی حد میں داخل ہوگی جو باعث اطمینان ہے)۔

معلوم ہو ا کہ صوبہ سے متصل یا ملك کے مختلف صوبوں سے باوثوق ذرائع کے ساتھ رؤیت کی خبر ملتی ہو تو اس کو استفاضہ مانتے ہوئے اس صوبہ میں بھی رؤیت کا اعتبار کیا جاسکتا ہے۔

رؤیت کے اعلان کی ذمہ داری کس پر؟

سوال(۶ – الف):

جواب: کسی علاقہ ، صوبہ اور شہر وغیرہ میں عام رؤیت نہ ہو یا مطلق ر ؤیت کا ثبوت نہ ہو اور دوسرے قریبی مقامات میں رؤیت ہوتی ہے ، تو رؤیت کے اعلان کا حق اور اس کی ذمہ داری وہاں کے قاضی پر ہوگی بشرطیکہ وہاں نظام قضاء قائم ہو؛ اس لئے کہ قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہوتی ہے ، اسی وجہ سے فقہاء نے کہا :قضاء قاضی حجت ہے:''لأن قضاء القاضي حجة''(فتح القدیر۲، ۳۱۴، نیز ملاحظہ ہو: ھندیہ ۱، ۱۹۹، البحر الرائق۲، ۲۷۰، فتاوی ابن نجیم بھامش الغیاثیة،ص: ۱۸)۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس کے قائم مقام ہلا ل کمیٹی کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ شرعی حدود کے اندر رؤیت ہلال ہونے کی تحقیق کرکے رؤیت کا اعلان کرسکتی ہے ۔

رؤیت کے فیصلہ واعلان کا مجاز کون؟

سوال(۶ – ب):

جواب: قاضی اوراجتماعی طور پر (کمیٹیوں وغیرہ) کی شکل میں جولوگ ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں اور عوام وخواص اس مسئلہ میں ان سے رجوع کرتے ہیں ، وہ ذمہ دارہیں، اور یہ انہیں کا حق ہے؛اس لئے کہ اوپر فقہاء کا قول گذر چکا ہے: ''قضاء قاضی حجت ہے ''، اور اس کے قائم مقام ہلا ل کمیٹی ہے۔ اس سلسلہ میں مجلس تحقیقات ندوۃ

العلماء لکھنؤ کی تجویز سے بھی استیناس کیا جاسکتا ہے ، اور وہ تجویز یہ ہے :

''اگر ملك کے کسی حصہ میں ۲۹/ تاریخ کو رؤیت ہلال کا ثبوت ہوگیا ، تو مطلع ایك ہونے کی وجہ سے دوسرے خطہ کے مسلمانوں پر اس پر عمل اس وقت لازم ہوتا ہے ، جبکہ وہاں کے مقامی قاضی یا ہلال کمیٹی کے ذمہ دار ان کے نزدیك اس رؤیت ہلال کا شرعی ثبوت متحقق ہوجائے '' (رؤ یت ہلال کا مسئلہ از مولانا برہان الدین سنبھلی ،ص: ۱۳۴، جدید فقہی مسائل از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ۲،۴۵)۔

غیر قاضی کے اعلان سے روزہ اور عید منانے کا حکم:

سوال(۶ – ج):

جواب: جہاں رؤیت کے فیصلہ کا کوئی نظام موجود ہے ، وہاں اس سے الگ ہٹ کر اگر کوئی اعلان کیا جائے خواہ کسی فرد کی طرف سے ہو یا ادارہ کی طرف سے تو اس کا اعتبار کرتے ہوئے روزہ رکھنا یا عید کرنا درست نہیں ہوگا؛ کیونکہ قاضی اور اس کے عدم موجودگی میں ہلال کمیٹی کو عام مسلمانوں پر ولایت عامہ حاصل ہوتا ہے ، دوسروں کو نہیں۔

غیر مجاز لوگوں کی طرف سے ا علا ن پر روزہرکھنے اور توڑنے پر کفارہ کا حکم :

سوال(۶ – د):

جواب: دونوں ہی صورتوں میں صرف قضا لازم ہوگی ، کفارہ نہیں ، پہلی صورت میں تو واضح ہے کہ روزہ رکھنے والوں کا روزہ معتبر نہیں ہوا ؛ اس لئے اس کی جگہ پر قضا کریں گے، دوسری صورت میں کفارہ میں اس لئے واجب نہیں ہوگا کہ کفارہ شبہ سے ساقط ہوجا تا ہے، اوریہاں عام لوگوں کو غیر مجاز لوگوں کی طرف سے اعلان کی صورت میں شبہ میں پڑنا کوئی مستبعد نہیں، ملك العلماء علامہ کاسانیؒ نے شبہ کی وجہ سے کفارہ کےوجوب کے ساقط کے سلسلہ میں ایك اصول ذکر کیا ہے، وہ رقمطراز ہیں :

''وهذه الكفارة لا تجب مع الشبهة والأصل فيه أن الشبهة إذا استندت إلى صورة دليل فإن لم يكن دليلا في الحقيقة بل من حيث الظاهر اعتبرت في منع وجوب الكفارة وإلا فلا'' (بدائع الصنائع۲، ۱۰۰)۔

(یہ کفارہ شبہ پائے جانے کی صورت میں واجب نہیں ہوتا ہے ، اس سلسلہ میں اصل یہ ہے کہ شبہ جب صورۃ کسی دلیل پر مبنی ہو؛ حالانکہ حقیقت میں وہ دلیل نہ ہو، بلکہ اس کی ظاہری صورت ہو ، تو اس طرح کا شبہ کفارہ واجب ہونے میں مانع ہے، ورنہ نہیں)۔

رؤیت ہلال کے اعلان میں مکاتب فکر کے اتحاد کی ضرورت :

سوال(۷ – الف):

جواب: ایسے اداروں کا دینی واخلاقی فریضہ بنتا ہےکہ سب مل جل کر ایك متحدہ پیٹ فارم بنا ئیں، سب کی طرف سے ایك ہی مشترکہ اعلان آنا چاہئے، جیسا کہ امارت

شرعیہ پٹنہ سے مختلف مکاتب فکر کے اتحاد سے رؤیت ہلال کا اعلان آتا ہے، اور دوسرے صوبےوالوں کو چاہئیے کہ وہ اس کو آئیڈیل بنائیں ، اور یہ ایك حقیقت ہے کہ افکار ونظریات اور مکاتب و مشارب کے اختلاف کے ساتھ اتحادواتفاق کا مظاہرہ ایك بڑا خوش منظرگلدستہ دکھتا ہے۔

سوال(۷ – ب):

جواب: ملك کےمختلف نمائندہ اداروں میں سے کسی کو ایك پہل کرنا پڑے گا ، وہ آگے بڑھے اورپورے سے تمام مکاتب فکر کےنمائندہ اداروں اور شخصیات کو ایك جگہ جمع کرے اور ان کے درمیان رؤیت ہلال کے مسئلہ پر گفت وشنید ہو، اس موضوع پر سوچ بچار ہو ، اس مجلس میں امت کی انتشاری کیفیت اور اس کے نقصانات کو ان کے سامنے رکھا جائے اور ان سب کے باہم مشورہ سے ضلعی ، صوبائی اور ملکی کمیٹی تشکیل دی جائے ،اور واضح رہے کہ ان کمیٹیوں میں موجود تمام اہم اداروں اور مکاتب فکر کی نمائندگی اور شرکت ضرور ری اور یقینی بنایا جائے ، اور پورا نیٹ ورکنگ سسٹم ہوکہ جہاں بھی رؤیت ہلال کے ثبوت کی پوری تحقیق شرعی پیمانہ پر ہو ، او رجب کہیں رؤیت کا تحقق ہوجائے تو اس کی اطلاع مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کو دی جائے اور وہاں سے اعلان ہو، تو اس طرح سے باہمی اتفاق کے ساتھ ملکی پیمانے پرایك فیصلہ واعلان سامنے آئے گااور انتشار سے بچا جا سکے گا اور پور ے ملك کے مسلمانوں کے لئے اس پر عمل لازم ہوگا ؛ کیونکہ یہ اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا۔

مطلع ابرآلو کےوقت ماہرین فلکیات کے رائے پر عمل کا مسئلہ :

سوال(۸– الف):

جواب: ماہرین فلکیات کی رائے پر رؤیت کو قبول نہیں کیا جاسکتا ؛ کیونکہ احکام کی بنیاد ظاہر ی علامتوں پر ہوتی ہے ، علمی موشگافیوں اور دقیق فنی چیزوں پر نہیں ہوتی ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف واضح الفاظ میں اشارہ فرمایا:''إنا أمة أمية، لا نكتب ولا نحسب، الشهر هكذا وهكذا يعني مرة تسعة وعشرين، ومرة ثلاثين''(بخاری، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم:لا نكتب ولا نحسب، حدیث: ۱۹۱۳)(ہم ان پڑھ لوگ ہیں ، ہمیں حساب کتاب سے کیا واسطہ، مہینہ اتنے انتے دنوں، یعنی کبھی انتیس اور کبھی تیس دنوں کا ہوتا ہے) ۔

امام عینی کا بیان ہے:''وإنما المعول على رؤية الأهلة'' (عمدة القاري۵، ۱۰، ۱۹۹)۔ (اصل اعتبار بصری رؤیت ہلال ہی کا ہے)۔ یہی مذاہب اربعہ اور جمہور علماء کا قول ومذہب ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:رمضان کے شرعی احکام از راقم الحروف، ص: ۵۶ ۔–۶۸)۔

ماہر فلکیات کی رائے کے خلاف شہادت کا حکم:

سوال(۸– ب):

جواب: جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ اس میں متصل قریبی ممالك کی رؤیت ہلال کے اعلان پر عمل کیا جائے گا جہاں مطلع صاف رہتا ہے اور چاند کی رؤیت ممکن ہوتی ہے ، ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد وعمل کرنے کی گنجائش نہیں ہے؛ کیونکہ علم فلکیات کوئی قطعی علم نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد اندازہ وتخمینہ پر ہے ، اور اندازہ غلط بھی ہوسکتا ہے ، نیزاسلام نے حکم کی بنیاد رؤیت ہلال کے ثبوت کے لئے بصری رؤیت پر رکھی ہے،ہاں اس حدتك مدد لی جاسکتی ہے کہ قریبی متصل ملك جہاں مطلع صاف رہتا ہے اورچاند کی رؤیت ممکن ہوتی ہے ، جس تاریخ کو وہاں رؤیت ممکن ہو اور اسی تاریخ کو فلکیاتی تحقیق کے اعتبار سے چاند کی رؤیت ممکن ہو تو بات مؤکد ہوجائےگی، اور اگر دونوں کے درمیان اختلاف ہو تو قریبی متصل ملك کی رؤیت کو ترجیح حاصل ہوگی اور اس پر عمل ہوگا۔

عمومی طور پر ابر آلود ملکوں میں ماہرین فلکیات کی رائے پر عمل:

سوال(۸–ج):

جواب: اگر کسی تاریخ کے بارے میں ماہرین فلکیات کی رائے ہو کہ آج افق پر چاند قابل رؤیت نہیں، اور سائنسی اعتبار سے رؤیت ممکن ہی نہیں ہے، اور اس دن رؤیت کی شہادت دی جارہی ہے تواس شہادت کو خلاف واقعہ سمجھ کر ردنہیں کیا جائےگا؛ البتہ اس وقت شہادت قبول کرنے میں کافی چھان بین اور تحقیق ضرورکی جائے گی، ویسے اس سلسلہ میں ہماری ناقص رائے یہ ہے کہ یہ شہادت خبر واحد کی شکل میں ہو تواس کو رد کر دیا جائےگا گو رمضان کی رؤیت کے بارے میں شہادت ہو ، ہاں اگر خبر مستفیض کی شکل میں ہو یا دوگواہان کی صورت میں تو ان کی خبر پر رمضان کی رؤیت ہلال کا فیصلہ کیا جائےگا؛ کیونکہ معاملات میں دوشاہد سے اطمینان قلب ہوجاتا ہے، اور رؤیت میں بھی اصل یہی ہے کہ قاضی کا قلب مطمئن ہوجائے ۔ واضح رہے کہ مذکورہ ساری تفصیلات اس وقت ہے جب کہ اس روز ماہ قمری کی ۲۹/ تاریخ ہو۔

* * *

رؤیت ہلال اور اس کے حدود وشرائط

مولانا ولی اللہ مجید قاسمی•

۱۔ مطلع، نکلنے اور ظاہر ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں ''موضع الطلوع'' (البحر الرائق۲،۲۷۲)، ''موضع الطلوع أو الظہور'' (الموسوعۃ الفقہیہ۳۸،۱۱۰)۔

اور لغوی واصطلاحی مفہوم میں کوئی خاص اور قابل ذکر فرق نہیں ہے، اور فقہی کتابوں میں اس سے مغرب کی طرف سے چاند کے نکلنے کی جگہ مراد ہے، اور اختلاف مطالع کا مفہوم یہ ہے، مہینہ کے شروع میں تمام جگہوں اور ملکوں میں چاند بیک وقت طلوع نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس میں فرق پایا جاتا ہے کہ ایک جگہ طلوع ہوتا ہے اور اس وقت دوسری جگہ طلوع نہیں ہوتا ہے (الموسوعۃ الفقہیہ۳۸،۱۱۰)۔

جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر چاند مشرق میں دکھائی دے گیا ہے تو مغرب میں یقینی طور پر نظر آئے گا، کیونکہ مشرق کی بہ نسبت مغرب میں سورج بعد میں غروب ہوتا ہے، اس لئے اگر مشرق میں چاند نظر آگیا ہے تو مغرب میں سورج غروب ہوتے وقت اس کی روشنی اور سائز میں اضافہ ہوجائے گا جس کی وجہ سے چاند نظر آنے کا امکان بڑھ جائےگا، اس کے برخلاف اگر مغرب میں نظر آیا ہے تو مشرق میں چاند کا نکلنا ضروری نہیں ہے، کیونکہ مغرب میں نظر آنے کی وجہ چاند کی روشنی اور سائز میں وہ اضافہ ہے جو مشرق میں سورج غروب ہونے کے وقت موجود نہیں تھا (دیکھئے: الموسوعہ ۳۸،۱۱۱)۔

مطلع میں اختلاف کا ہونا ایک مشاہداتی مطالعہ ہے اور ایک حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں، اور آج کی طرح سے ائمہ اربعہ کے دور میں بھی یہ حقیقت ثابت شدہ تھی کیونکہ ان کے زمانہ میں اسلام جزیرۃ العرب سے نکل کر اسپین تک پھیل چکا تھا، جہاں کے طلوع وغروب کا وقت حجاز سے کافی مختلف تھا، اس لئے کسی کو اس حقیقت سے اختلاف نہیں ہے۔

اختلاف صرف اس میں ہے کہ شرعاً اس کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں، امام شافعی کے علاوہ بقیہ تین اماموں کے نزدیک اس اختلاف کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، یعنی کسی ایک جگہ چاند نظر آجائے تو دیگر جگہوں پر روزہ رکھنا اور عید منانا ضروری ہے بشرطیکہ معتبر ذریعہ سے ان کے پاس اس کی اطلاع پہنچ جائے (الموسوعہ ۳۶،۲۲)۔

• جامعۃ الفلاح بلریا گنج، اعظم گڈھ، یوپی۔

امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے:

''عن کریب أن أم الفضل بنت الحارث بعثہ إلی معاویۃ بالشام قال فقدمت الشام فقضیت حاجتہا واستہل علی رمضان وأنا بالشام فرأیت الہلال لیلۃ الجمعۃ، ثم قدمت المدینۃ فی آخر الشہر فسألنی عبد اللہ بن عباس، ثم ذکر الہلال، فقال:متی رأیتم الہلال! فقلت:رأیناہ لیلۃ الجمعۃ، فقال أنت رأیت! فقلت:نعم، ورأی الناس وصاموا وصام معاویۃ فقال لکنا رأیناہ لیلۃ السبت فلا نزال نصوم حتی نکمل ثلاثین أو نراہ فقلت:أو لا تکتفی برؤیۃ معاویۃ وصیامہ، فقال:لا، ہکذا أمرنا رسول اللہ ﷺ'' (صحیح مسلم١٠٨٧)۔

حنفیہ وغیرہ کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں کہا گیا ہے کہ:

''صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ'' (بخاری، مسلم: ١٠٨١)۔

مفتی کفایت اللہ صاحب نے اس حدیث کی وضاحت میں بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ''صوموا'' (روزہ رکھو) کا خطاب عام ہے تمام مکلفین اس میں داخل ہیں اور ''رؤیت'' کا لفظ ''لرؤیتہ'' میں مصدر ہے جس کا فاعل مذکور نہیں ہے کہ کس کے دیکھنے پر روزہ رکھو، پس اگر مخاطبین ہی کو فاعل مانا جائے اور معنی یہ ہوں کہ جو دیکھے وہ روزہ رکھے تو یہ خرابی ہے کہ بہت سے مکلفین بھی روزہ سہ بچ جائینگے، انہوں نے باوجود شہر میں رہنے اور شہر میں رؤیت ہونے کے بھی چاند نہیں دیکھا حالانکہ یہ بالاجماع باطل ہے کہ جو اپنی آنکھ چاند نہ دیکھے اس پر روزہ نہ ہو بس لامحالہ رؤیت کا فاعل بھی عام لینا ہوگا کہ کسی دیکھنے والے کے دیکھنے پر روزہ رکھو، خواہ وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں جب کہ رؤیت کا ثبوت ہوجائے کہ کسی نے چاند دیکھا ہے خواہ کہیں دیکھا ہو تمام مکلفین پر روزہ فرض ہے، اس حدیث میں جیسے رؤیت کا فاعل مذکور نہیں ہے ایسے ہی محل رؤیت بھی مذکور نہیں ہے، اس لئے وہ بھی عام ہے کہ کہیں بھی دیکھا جائے، صرف اس امر کی ضرورت ہے کہ دیکھنا ثابت ہوجائے۔

اور حضرت کریب کے واقعہ کی توجیہ یہ ہے کہ وہ شرعی قاعدے کے اعتبار سے شہادت نہیں تھی، نیز جب تک وہ امام کے سامنے پیش نہ ہوتی اور امام حکم نہ کرتا اس وقت تک ابن عباس کا یہ فرمانا ''فلا نزال نصوم '' بالکل صحیح ہے کیونکہ حضرت ابن عباس اسی کے مکلف ہیں، اور اگرچہ ایک شخص کی شہادت معتبر ہے، لیکن جب کہ امام کے سامنے پیش ہو اور وہ قبول کرکے حکم دے دے اور یہ بات ابھی تک حاصل نہیں ہوئی تھی، جبکہ حضرت ابن عباس کے سامنے کریب یہ تذکرہ کررہے تھے۔ علاوہ ازیں شریعت میں کوئی حد اس کی مقرر نہیں کی گئی ہے کہ کتنی مسافت کی رؤیت معتبر ہے اور کس قدر فاصلے کی معتبر نہیں ہے، اگر کوئی ایسا فاصلہ ہوتا کہ اس کی رؤیت کا اعتبار نہ ہوتا تو ضرور تھا کہ اس کو بیان کیا جاتا اور اگر روایت کو عام باقی رکھا جائے تو لازم آتا ہے کہ تین کوس کے فاصلے کی رؤیت بھی معتبر نہیں ہو (کفایت المفتی ٢١٢،٤)۔

علامہ ازیں اس دور کے اعتبا رسے تو ابن عباس کی رائے صحیح تھی، کیونکہ ملک شام میں چاند یکھے جانے کی اطلاع مدینہ میں بروقت نہیں پہنچ سکتی تھی، اس لئے رمضان یا عید کے لئے قرب وجوار کی رؤیت ہی کو معیار بنانا چاہئے تھا، لیکن اب فاصلے سمٹ چکے ہیں، اس لئے اس طریقہ پر اصرار درست نہیں ہے۔

اور علامہ شوکانی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کا یہ جملہ تو شرعی دلیل ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں اسی کا حکم دیا ہے اور ان کے اجتہاد کے ذریعہ اختلاف مطلع کے معتبر ہونے کے بارے میں لوگوں کے فہم کوئی دلیل نہیں ہے، اور ان کے اس قول میں اللہ کے رسول کے حکم سے مراد یہ حدیث ہے جسے امام بخاری وغیرہ نے نقل کیا ہے۔

''لا تصوموا حتی تروا الہلال ولا تفطروا حتی تروہ، فإن غم علیکم فأکملوا العدۃ ثلاثین''۔

اور یہ حدیث کسی متعین جگہ کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ اس کا مخاطب ہر مسلمان ہے جس میں اس کی صلاحیت ہو، اس لئےاس حدیث سے یہ استدلال زیادہ ظاہر ہے کہ کسی جگہ چاند دیکھ لیا جائے تو دوسری جگہ کے لوگوں کے لئے اس پر عمل کرنا ضروری ہے، کیونکہ جب کسی شہر کے لوگوں نے چاند دیکھ لیا تو سمجھا جائے گا کہ تمام مسلمانوں نے دیکھ لیا تو اس شہر کے لوگوں پر جو لازم ہے وہ دوسروں پر بھی لازم ہے (نیل الاوطار ۱،۸۵۶)۔

اور مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

مطلع کے اختلاف کا مسافت کے دور یا نزدیک ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس لئے کہ ایسا ممکن ہے کہ قریب کے دوشہروں کا مطلع الگ الگ ہو اور دور کے دوشہروں کا مطلع ایک ہو، اس لئے کہ چاند طلوع ہونے کے وقت زمین کے ارد گرد کمان کی شکل میں ایک لکیر بناتا ہے جو ممالک اس لکیر کے اندر ہونگے ان کے لئے اسے دیکھنا ممکن ہوگا اور جو اس سے باہر ہونگے ان کے لئے ممکن نہیں ہوگا اور ایسا ہوتا ہے کہ ایک ملک اس کمان کے اندر ہوتا ہے اور دوسرا باہر حالانکہ دونوں کے درمیان بہت کم مسافت ہے اور اس کے برخلاف دوملکوں کے درمیان ہزاروں میل کا فاصلہ ہوتا ہے، مگر چاند نکلنے کے وقت دونوں اس کمان کے اند رہوتے ہیں۔

اور یہ کمان ہر ماہ بدلتا رہتا ہے، اس لئے کسی مہینے میں دوجگہوں کا مطلع ایک ہوتا ہے اور دوسرے مہینے میں الگ ہوجاتا ہے اس لئے دوجگہوں کے بارے میں یہ کہنا ممکن نہیں ہے کہ ان کا مطلع ہمیشہ ایک یا دالگ رہے گا، لہذا مطلع کے اختلاف کا اعتبار کرنے میں ہر ماہ دقیق حساب کی ضرورت ہے اور اس پر احکام کا مدار رکھنے میں جو دشواری ہے وہ بالکل واضح ہے، اس لئے گذشتہ تفصیل کے پیش نظر جمہور کا مسلک راجح ہے جن کے یہاں اختلاف مطلع کا اعتبار نہیں ہے (بحوث فی قضایا فقہیہ

معاصرة۲،۲۵۵)۔

اور مفتی رشید احمد صاحبؒ لکھتے ہیں:

اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے، بعض حضرات کا خیال ہے کہ ایسے بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہونا چاہئے جن کی رؤیت میں ایک دن سے زیادہ کافرق ہو، اس لئے کہ اس صورت میں مہینے کے ایام انتیس سے کم یا تیس سے زیادہ ہوجائینگے اور یہ نصوص صریح کے خلاف ہے، یہ خیال صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ فنی تحقیق کے مطابق پوری دنیا میں ایک دن سے زیادہ کا فرق ہوہی نہیں سکتا ہے، اگر ایسا کہیں ہوتا ہے تو اس کا سبب اختلاف مطالع نہیں، بلکہ عوارض فضائیہ یا خیالات بشریہ پر مبنی ہے (احسن الفتاوی۴،۴۶۷)۔

نیز وہ لکھتے ہیں کہ:

اختلاف مطالع قمر کے علم کی بہ نسبت تو شمسی حساب بھی ہزاروں درجہ سہل اور آسان ہے، پس جب کہ شریعت نے شمسی حساب کو عام فہم نہ ہونے کی وجہ سے غیر معتبر قرار دیا ہے تو اختلاف مطالع جیسے پیچیدہ اور مشکل ترین حساب کا مکلف بنانا بطریق اولی مقتضائے شرع کے خلاف ہے، اگر یہ مسئلہ مقتضائے شرع کے خلاف اختلاف مطالع قمر کے علم میں مہارت رکھنے والے چند افراد کے سپرد کر بھی دیا جائے تو اس میں ایک مزید قباحت یہ لازم آئے گی کہ ایک ہی مملکت کے اندر واقع دو متقارب مقامات کے درمیان خط اختلاف مطالع واقع ہونے کی صورت میں ایک شہر میں مرکزی حکومت رؤیت کی بنا پر عید کا فیصلہ کرے اور دوسرے ملحق شہر میں اختلاف مطالع کی بنا پر روزہ کا حکم دے، ایسے فیصلے کی نظیر تاریخ اسلام میں نہیں ملتی ہے، خط اختلاف مطالع کا محل وقوع ہر ماہ مختلف ہوتا ہے، لہذا ہر مہینہ اس کی تعیین کے لئے ماہرین فن کی ضرورت پڑے گی جو کالعدم ہیں، نیز اس میں ہر ماہ تبدیلی واقع ہونے کی وجہ سے اجراء احکام میں تعسر اور عوام میں انتشار پیدا ہونا لازمی امر ہے (احسن الفتاوی،۵۰۳)۔

حضرت تھانوی، مفتی کفایت اللہ، مولانا ظفر احمد عثمانی، مفتی عزیز الرحمن دیوبندی، مفتی نظام الدین اور دوسرے اکابر دیوبند کے نزدیک بھی اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے، اور مفتی رشید احمد صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ ''بدائع '' کی عبارت اختلاف مطالع کے معتبر ہونے سے متعلق نہیں ہے، نیز بعض وجوہات کی بنیاد پر ان کا خیال ہے کہ مولانا عبد الحئی فرنگی محلی کا آخری فتوی بھی مطلقاً عدم اعتبار کا ہے (دیکھئے احسن الفتاوی۴،۵۰۲)۔

اس کے برخلاف علامہ مرغینانی، علامہ زیلعی، اور طحطاوی کے نزدیک اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا، مولانا عبد الحئی فرنگی محلی نے مذکورہ حنفی فقہاء کی عبارتوں کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ عقل ونقل کے اعتبار سے زیادہ صحیح نقطہ

نظر یہ ہے کہ جن دو شہروں میں اتنی مسافت ہو کہ اس میں مطلع بدل جاتا ہو جس کا اندازہ ایک ماہ کی مسافت سے کیا گیا ہے ان میں ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر کے لئےمعتبر نہ ہوگی اور قریب کے شہروں میں جن کے درمیان ایک ماہ سے کم مسافت ہو ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر کے لئے معتبر ہوگی (مجموعۃ الفتاوی۲،۱۳۵)۔

علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ یوسف بنوری بھی اسی کے قائل ہیں (دیکھئے معارف السنن۵،۳۳۴)، اور علامہ شبیر احمد عثمانی نے اسی کو راجح قرار دیا ہے (فتح الملہم۳،۱۱۳)، اور مفتی شفیع کہتے ہیں کہ قرآن وسنت میں یہ بات منصوص اور قطعی ہے کہ کوئی مہینہ انتیس سے کم اور تیس دن سے زائد نہیں ہوتا ہے، بلاد بعیدہ اور مشرق ومغرب کے فاصلوں میں اگر اختلاف مطالع مطلقاً نظر انداز کردیا جائے تو اس نص قطعی کے خلاف یہ لازم آئے گا کہ کسی شہر میں اٹھائیس کو بعید ملک سے اس کی شہادت پہنچ جائے کہ آج وہاں چاند دیکھ لیا گیا ہےتو اگر اس شہر کو دوسرے کے تابع کیا جائے تو اس کا مہینہ اٹھائیس کا رہ جائے گا، اسی طرح سے اگر کسی شہر میں رمضان کی تیس تاریخ کو کسی بعید ملک کے متعلق بذریعہ شہادت یہ ثابت ہوجائے کہ آج وہاں ۲۹ تاریخ ہے اور اگر چاند نظر نہ آیا ہو کل وہاں روزہ ہوگا اور اتفاقا چاند نظر نہ آیا تو ان کو اکتیس روزے رکھنے پڑینگے اور مہینہ اکتیس کا قرار دینا پڑے گا، جو نص قطعی کے خلاف ہےاس لئے ناگزیر ہے کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے، اگر کہا جائے کہ ایسی صورت میں جہاں اٹھائیس تاریخ کو مہینہ ختم کرنا پڑا وہاں یہ کہا جائے گا کہ ان لوگوں نے ایک دن بعد مہینہ شروع کیا، لہذا ایک دن کا روزہ قضا کریں، اسی طرح جہاں تیس تاریخ ہر مہینہ ختم نہیں ہو اور وہاں یہ قرار دیا جائے گا کہ ان لوگوں نے مہینہ ایک دن پہلے شروع کرگیا تھا تو مہینہ کا پہلا روزہ غلط ہوگا، اس طرح مہینوں کے دنوں کا نص قطعی کے خلاف گھٹنا بڑھنا لازم نہیں آتا تو جواب یہ ہے کہ جب ان لوگوں نے عام رؤیت یا ضابطہ شہادت کے مطابق مہینہ شروع کیا ہے تو دور کی شہادت کی بنا پر خود مقامی شہادت یا رؤیت کو چھوٹا قرار دینا نہ عقلاً معقول ہے نہ شرعاً جائز، اس لئے کہ یہ توجیہ غلط ہے (جواہر الفقہ۳،۴۸۲)۔

اور علامہ بنوری رقمطراز ہیں:

ائمہ کرام سے اختلاف مطالع کے غیر معتبر ہونے کے بارے میں مطلقاً ایک اجمالی قول منقول ہے جس میں دور اور نزدیک کا کوئی فرق نہیں بیان کیا گیا ہے اور نہ ہی کوئی تفصیل کی گئی ہے اور اس کا منشا یہ ہے کہ اس زمانہ میں ایک ماہ کے اندر اتنی مسافت طے کرلینا جس میں کہ چاند کے مطلع میں فرق واقع ہوجائے غیر ممکن تھا، کیونکہ اس زمانہ میں حمل ونقل کی ایسی سہولت مہیا نہ تھی تو یہ ممکن نہ تھا کہ کوئی شخص چاند دیکھے پھر ایک ماہ سے پہلے ایسی جگہ پہنچ جائے جہاں کا مطلع پہلی جگہ سے مختلف

ہو اور اس پس منظر میں کہا گیا کہ اختلاف مطلع کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور ایک جگہ جامد نظر آجائے تو دوسری جگہ کے لوگوں کے لئے اس پر عمل کرنا لازم ہوگا اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ مشرق ومغرب کے مطلع کا اختلاف اماموں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا ہے جن کا شمار امت محمدیہ کے ذہین ترین لوگوں میں ہوتا ہے، پھر بعد کے لوگوں نے ان کے قول کو ایسی وسعت دے دی جو ان کی مراد نہیں تھی اور ہر مطلع کے لئے ان کے قول کو عام کردیا، میرا خیال ہے کہ یہ نامناسب طرز عمل ہے اور ضروری ہے کہ اس زمانہ کے حالات وظروف اور مقاصد کی رعایت کی جائے (معارف السنن۵؍۳۳۹)۔

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ منعقدہ ۳۔۴؍مئی ۱۹۶۷ء میں مختلف مکاتب فکر کے علماء اور نمائندہ شخصیات کا اتفاقی فیصلہ یہ تھا کہ:

محققین احناف اور علماء امت کی تصریحات اور ان کے دلائل کی روشنی میں مجلس کی متفقہ رائے ہے کہ بلاد بعیدہ میں اس باب میں بھی اختلاف مطلع معتبر ہے (جدید فقہی مسائل۲؍۳۳)۔

اختلاف مطالع کے حدود:

دور کے ملکوں میں اختلاف مطلع کا بعض لوگوں نے اعتبا رکیا ہے جس کی تفصیل گذر چکی ہے، لیکن ان کے درمیان نزدیک اور دور کی حد بندی کے سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے، بعض لوگوں نے کہا کہ دو الگ الگ ملکوں کا مطلع مختلف ہوگا، علامہ بغوی، رافعی اور امام نووی کے نزدیک مسافت سفر پر مطلع تبدیل ہوجائے گا (دیکھئے: فتح الباری) اور بعض فقہاء کا خیال ہے کہ اگر دو شہروں کے درمیان اتنی مسافت ہے کہ اسے ایک ماہ میں طے کیا جاسکتا ہے تو ان کا مطلع مختلف ہوگا، ایک ماہ کی مسافت تقریباً چار سو اسی (۴۸۰) میل ہوتی ہے (احسن الفتاوی۴؍۴۹۲)۔

اس معاملہ میں زیادہ صحیح رائے یہ ہے کہ جن دو جگہوں میں عام طور پر چاند کی رؤیت میں ایک دن کا فرق واقع ہوجاتا ہے، ان میں مطلع مختلف سمجھا جائے گا اور جن علاقوں میں ایک دن کا فرق واقع نہیں ہوتا ہےان کا مطلع ایک سمجھا جائے گا، چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں :

جن شہروں میں اتنا فاصلہ ہو کہ ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ معتبر ماننے کی صورت میں مہینہ اٹھائیس یا اکتیس دن کا ہوجائے گا وہاں اختلاف مطلع کا اعتبار کیا جائے گا اور جہاں ایسا نہ ہو وہاں اختلاف مطلع کا اعتبار کیا جائے گا اور جہاں ایسا نہ ہو وہاں اختلاف مطلع کو نظر انداز کردیا جائے گا (فتح الملہم۳؍۱۲۳)۔

مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنو کی تجویز بھی یہی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

بلاد بعیدہ سے مراد یہ ہے کہ ان میں باہم اس قدر دوری ہو کہ عادتاً ان کی رؤیت میں ایک دن کا فرق ہوتا ہے، ایک شہر میں ایک دن پہلے چاند نظر آتا ہے اور دوسرے

شہر میں ایک دن کے بعد، ان بلاد بعیدہ میں اگر ایک کی رؤیت دوسرے کے لئے لازم کردی جائے تو مہینہ کسی جگہ اٹھائیس دن کا رہ جائے گا اور کسی جگہ تیس دن کا قرار پائے گا، حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایت سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے (جدید فقہی مسائل۲؍۳۴)۔

لیکن جدید تحقیق کے مطابق، جیسا کہ مولانا تقی احمد عثمانی نے لکھا ہے کہ مطلع کے اختلاف میں مسافت کا سرے سے کوئی دخل نہیں ہے، اس لئے ایسا ممکن ہے کہ قریب کے دو شہروں کا مطلع الگ ہو اور دور کے دو شہروں کا مطلع ایک ہو، نیز خط اختلاف مطالع کا محل وقوع ہر ماہ بدلتا رہتا ہے جو پیچیدہ اور باریک حساب پر مبنی ہوتا ہے، لہذا ہر ماہ اس کی تعیین کے لئے ماہرین فن کی ضرورت ہوگی، اس طرح سے ایک دینی معاملہ چند لوگوں کی رائے اور تحقیق پر منحصر ہوجائے گا اور بقیہ تمام لوگوں کو ان کی تقلید کرنی ہوگی، اور اس میں جو خرابی ہے وہ کسی اہل نظر سے پوشیدہ نہیں ہے، اس لئے زیادہ صحیح یہی ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کیا جائے، اس لئے کسی جگہ کی رات کا تھوڑا سا حصہ بھی رویت والے علاقے کی رات کے کسی بھی حصہ کے ساتھ پایا جائے تو وہاں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہوگا، خواہ یہ علاقہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہوں اور جہاں رات کا کوئی بھی حصہ رؤیت والے علاقہ کی رات کے کسی بھی حصہ کےساتھ نہ پایا جائے وہاں اختلاف مطلع کا اعتبار نہ ہوگا، جامعہ ازہر کی مجمع بحوث الاسلامیہ منعقدہ ۲۷؍اکتوبر ۱۹۶۳ء نے یہی تجویز پاس کی ہے، اور کویت میں منعقد ہونے والی وزارت اوقاف واسلامی امور کی کانفرنس ۳؍مارچ ۱۹۷۳ء میں یہی اعلان کیا گیا ہے۔

ب: ہندوپاک وغیرہ کا مطلع ایک ہے اور بعض علاقوں جیسے کیرلا وغیرہ میں کچھ الگ ہے تو بھی روزہ اور عید کے لئے اسے نظر انداز کردیا جائے گا، اس لئے اگر کیرلا وغیرہ میں رؤیت ہوجائے تو اس کا اعتبار کیا جانا چاہئے، کیونکہ اگر ایسا نہ کرنے کی صورت میں لازم آئے گا کہ اگر یہاں مسلمانوں کی کوئی مرکزی حکومت ہوتی تو وہ ایک شہر یا صوبے میں رؤیت کی وجہ سے عید کا حکم دیتی اور اس سے ملحق دوسرے صوبے میں روزہ کا حکم دے، ایسے فیصلے کی نظیر تاریخ اسلام میں نہیں ملتی۔

ج: کیرل وغیرہ ایک ملک کا حصہ ہیں، اس لئے وہاں ہونے والی رؤیت کا دوسرے صوبوں میں بھی معتبر ہونا چاہئے جس کی وجہ گذر چکی ہے۔

د: رمضان کے چاند کے ثبوت کے لئے خبر مطلوب ہے جس کی تفصیل آئندہ بیان کی جائے گی، اس لئے دوسرے علاقے تک صحیح ذریعہ سے خبر پہنچ جائے تو وہاں کے لوگوں کے لئے اس پر عمل کرنے کی گنجائش ہے، چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

''لوشہد عند الحاکم رجل ظاہر العدالۃ وسمعہ رجل وجب علیہ الصوم، لأنہ قد وجد الخبر الصحیح '' (رد المحتار۳؍۳۵۲)۔

اور عید فطر وعید قربان کے لئے دو لوگوں کی شہادت مطلوب ہے، جو حکومت کی طرف سے مقرر کردہ قاضی کے پاس دی جائے گی اور اگر کسی جگہ حکومت کی طرف سے مقرر کردہ قاضی نہ ہو تو پھر دوعادل کی خبر پر اعتماد کرکے عید منائی جاسکتی ہے۔

''ولو كانوا ببلدة لا حاكم فيها صاموا بقول ثقة وأفطروا باخبار عدلين مع العلة للضرورة'' (رد المحتار۳،۳۵۴)۔

مگر اس میں بھی اجتماعیت کا لحاظ رکھنا ہوگا اور کسی کو انفرادی طور پر عمل کرنے کی گنجائش نہ ہوگی اور مقامی قاضی یا رؤیت ہلال کے فیصلے کا انتظار کرنا ہوگا، اس لئے کہ:

''العالم الثقة فی بلدة لا حاكم فيها قائم مقامه'' (عمدة الرعايه۱،۳۰۹)۔

اور مقامی قاضی اور رؤیت ہلال کمیٹی کو دوسری جگہ کی خبر یا شہادت پر عمل کرنا چاہئے اگر وہ صحیح ذریعہ سے اس تک پہنچ جائیں، لیکن یہ لوگ دوسری جگہ کی رؤیت پر عمل کرنے کے لئے پابند نہیں ہیں۔

''لا يلزم أهل بلدوية غيرهم إلا أن يثبت ذلک عند الإمام الأعظم، فيلزم الناس كلهم؛ لأن البلاد فی حقه كالبلد الواحد إذ حكمه نافذ فی الجميع قاله ابن الماجشون'' (نيل الاوطار۴،۱۹۴)۔

۲۔ حنفیہ، مالکیہ، جمہور شافیہ اور جمہور حنابلہ کے نزدیک فلکیاتی حساب کے ذریعہ رمضان یا عید وغیرہ کے چاند کے نکلنے کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اس کے برخلاف مطرف بن عبد اللہ، ابن قتیبہ، ابن سریج، قفال اور محمد بن مقاتل رازی وغیرہ کے نزدیک مطلع ابرآلود ہونے کی حالت میں رمضان کے چاند کے ثبوت کے لئے فلکیاتی حساب پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، ابن دقیق العید بھی اسی کے قائل ہیں۔

علامہ تقی الدین سبکی کہتے ہیں کہ شہادت قبول نہ کرنے کے معاملہ میں فلکیاتی حساب معتبر ہے، لیکن مہینے کے آغازکے لئے کافی نہیں ہے، یعنی فلکی حساب سے کسی دن چاند کا دکھائی دینا ناممکن ہو تو اس سے چاند دیکھنے کے سلسلہ میں دوایک لوگوں کی گواہی رد کردی جائے گی، لیکن کسی گواہی کے بغیر محض حساب کے ذریعہ چاند کے نکلنے کا اعتبار نہیں ہے، وزارۃ الاوقاف کویت کا اسی پر عمل ہے، اور وہاں منعقد سمینار میں یہی تجویز پاس کی گئی ہے (دیکھئے مجموع الفتاوی الشرعیہ۳،۶۷)۔

اور علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

''فأما اتباع ذلک فی الصحو أو تعليق الحكم العام به فما قاله مسلم'' (مجموع الفتاوی۲۵،۱۳۳)۔

مانعین کے دلائل:

۱۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''فمن شهد منكم الشهر فليصمه'' (سورہ بقرہ: ۱۸۵)۔

اس آیت میں کہا گیا ہے کہ رمضان کے مہینہ میں حاضر رہے تو وہ روزہ رکھے، حاضر رہنے کا ایک مفہوم یہ ہے:

(۱) ابن عبد البر کہتے ہیں کہ مطرف بن عبد اللہ کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں ہے (فتح الباری۴؍۱۲۲) کہ اگر تم میں سے کوئی رمضان کے مہینہ میں گھر پر رہے، سفر میں نہ نکلا ہو تو روزہ رکھے، اور یہی مطلب زیادہ راجح ہے۔

اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جب تم میں سے کسی کو رمضان کا علم اور مشاہدہ ہوجائےتو وہ روزہ رکھے، اور اس کے ذرائع دو ہیں، چاند کا نظر آجانا یا تیس دن مکمل ہوجانا، اس لئے کہ اصول یہ ہے کہ کسی یقینی حالت کو اس وقت تک ترک کرنا درست نہیں ہے جب تک کہ حالت کی تبدیلی کا یقینی علم حاصل نہ ہوجائے، لہذا سابقہ مہینہ کو باقی سمجھا جائے گا،الا یہ کہ چاند دکھائی دے جائے یا مہینے کے تیس دن مکمل ہوجائیں (دیکھئے ۲؍۲۲۰، احکام القرآن لابن عربی۱؍۱۱۸)۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ موجودہ دور میں فلکیاتی حساب قطعیت اور یقین کا درجہ اختیار کرچکا ہے، اس لئے اس کے ذریعہ سابقہ حالت کو ترک کیا جاسکتا ہے (دیکھئے فقہ الصیام،۲۹ یوسف قرضاوی)۔

فلکیاتی حساب کی قطعیت کا دعوی چاند کی پیدائش کی حد تک تو درست ہے، لیکن چاند کے دکھائی دیئے جانے سے متعلق صحیح نہیں ہے، کیونکہ موجودہ ترقی یافتہ دور میں بھی محض رؤیت کا امکان ظاہر کیا جاتا ہے، نہ کہ دکھائی دیئے جانے کا کوئی قطعی فیصلہ، اور مہینے کے آغاز کے لئے محض چاند کا وجود کافی نہیں ہے، بلکہ دکھائی دینا ضروری ہے، چنانچہ جناب ضیاء الدین صاحب نے رصد گاہ گرینچ کی سائنس ریسرچ کونسل کے فلکیاتی معلوماتی قرطاس نمبر ۶ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

ہر ماہ نئے چاند کے پہلی مرتبہ نظر آنے والی تاریخوں کے متعلق پیشیں گوئی کرنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ ایسے کوئی قابل اعتماد اور مکمل طور پر مستند مشاہدات موجود نہیں ہوتے ہیں جنھیں ان شرائط کو متعین کرنے میں استعمال کیا جاسکے جو چاند کے اول بار نظر آنے کے لئے کافی ہوں (رؤیت ہلال موجود ہ دور میں،۱۷)۔

۲۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: ''صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ، فإن غبی علیکم فأکملوا العدۃ ثلاثین'' (صحیح بخاری: ۱۸۱۰، صحیح مسلم: ۱۰۸)۔

اور حضرت عبد اللہ بن عمر سے منقول روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''لاتصوموا حتی تروا الہلال ولا تفطروا حتی تروہ، فإن غم علیکم فاقدروا لہ'' (صحیح بخاری: ۱۹۰۶، صحیح مسلم: ۱۰۸۰)۔

اس حدیث میں روزہ رکھنے اور ختم کرنے کا مدار چاند کی رؤیت کو قرار دیا گیا ہے، اور چاند دکھائی نہ دینے کی صورت میں تیس کی تعداد مکمل کرنے کا حکم دیا گیا

ہے، اور ظاہر ہے کہ فلکی حساب رؤیت کے قائم مقام نہیں ہے اور اس روایت سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ بادل ہونے کی صورت میں چاند کا وجود ممکن ہے، مگر اس کا اعتبار نہیں کیاگیا ہے اور کہا گیا ہے کہ دکھائی نہ دینے کی حالت میں خواہ چاند افق پر موجود ہو یا نہ ہوتیس کی تعداد مکمل کرو او ریہ نہیں فرمایا گیا ہے کہ ایسی صورت میں اہل حساب سے معلوم کرلو۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حدیث میں رؤیت سے مراد چاند کا علم ہے اور اس زمانہ میں اس کا ذریعہ آنکھ سے دیکھ لینا تھا لیکن اس سے دوسرے ذرائع کی نفی نہیں ہوتی ہے، اس لئے اگر مہینہ مکمل ہونے کے دوسرے ذرائع پیدا ہوجائیں تو ان کا اعتبار کیا جانا چاہئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں ''رؤیت'' سے آنکھ کے ذریعہ نظر آجانا مراد ہے، اس لئے کہ صحابہ کرام نے اس لفظ سے یہی سمجھا ہے اور اسی پر ان کے یہاں عمل رہا ہے، اگر اس کا مفہوم وسیع ہوتا تو وہ اس کو ہم سے زیادہ سمجھتے اور ضرورت کے وقت حساب داں سے رجوع کرتے جو ان کے زمانہ میں بھی موجود تھے۔

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ نبیﷺ نے فرمایا:

''أنا أمۃ أمیۃ لا نکتب ولا نحسب، الشہر ہکذا وہکذا، یعنی مرۃ تسعۃ وعشرین ومرۃ ثلاثین'' (صحیح بخاری: ۱۸۴، صحیح مسلم: ۱۰۸۱)۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مہینہ ختم ہونے کے معاملے میں حسابات وغیرہ پر توجہ دینے کی ضرورت نہیں ہے کہ ایسا کرنے میں امت کے لئے حرج اور پریشانی ہے، کیونکہ حساب وکتاب سے ہر شخص کے لئے واقفیت بہم پہنچانا دشواری کا سبب ہے، اس لئے آسانی کے پیش نظر شریعت نے اس کا مدار بصری رؤیت پر رکھا ہے، حالانکہ موجودہ ترقی یافتہ دور میں بھی اس فن کے ماہرین گنے چنے ہیں اور ان پر عبادات کے آغاز کو موقوف رکھتے ہیں جو مشکلات ہیں وہ کسی پر پوشیدہ نہیں، لہذا اس طرح کے بکھیروں میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے (دیکھئے: فتح الباری۴،۱۶۳)۔

۴۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبیﷺ نے فرمایا:

''من أتی کاہنا أو عرافاً فصدقہ بما یقول فقد کفر بما أنزل علی محمد'' (مسند احمد: ۹۵۳۶، ابوداؤد: ۳۹۰۴، المستدرک: ۱۵، وقال صحیح علی شرط الشیخین ووافقہ الذہبی)۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے نجومیوں اور کاہنوں کی بات پر اعتماد درست نہیں ہے، کیونکہ ان کی خبر کا طریقہ غیر شرعی ہے اور ظن وتخمین پر مبنی ہے، اس لئے جو لوگ ماہرین فلکیات کی بات مانتے ہیں وہ اس حدیث کی مخالفت کرتے ہیں۔

اس دلیل پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ پہلے زمانہ کے ماہرین فلکیات عام طور پر

نجومی اور کاہن بھی ہوتے تھے، اور غیبی چیزوں کے جاننے کے دعویدار تھے، اس لئے ان کی تصدیق سے منع کیا گیا ہے، لیکن موجودہ علم فلکیات کا علم نجوم یا شعبدہ بازی سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی یہ لوگ علم غیب کے دعویدار ہیں، بلکہ وہ ٹھوس اور علمی بنیادوں پر قائم ہے اور محسوس ومشاہد تجربات پر مبنی ہے،اٹکل پچو یا گمان سے اس کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔

۵۔ قمری مہینے کے ثبوت کے لئے حساب پر اعتما د نہ کرنے کے سلسلہ میں امت کا اجماع ہے، چنانچہ علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں:

''مسلمانوں کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے کہ عربی مہینوں کے ثبوت کے لئے حساب پر عمل نہیں کیا جائے گا، اور متقدمین کے درمیان اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں تھا، اور نہ اس کے برخلاف کوئی حدیث موجود ہے، اس معاملے میں جو اختلاف منقول ہے وہ تیسری صدی کے بعد پیدا ہونے والے بعض نام نہاد فقیہوں کی طرف سے ہے (مجموعۃ الفتاوی۲۵،۱۳۲)۔

۶۔ شریعت آسانی چاہتی ہے، اس لئے اس نے چاند کے ثبوت کے لئےآنکھ کے ذریعہ دیکھنے یا تیس کے عدد کو مکمل کرنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ چاند دیکھ کر مہینہ شروع یا ختم کرنا بہت ہی آسان ہے جس تک ہر خاص وعام کی رسائی ہوسکتی ہے اس کے برخلاف حساب پر ثبوت کا مدار رکھنے میں تنگی اور پریشانی کا سبب ہے، کیونکہ اس فن کے ماہرین آج بھی گنے چنے لوگ ہیں جن پر اعتماد کرنے کا مطلب ہوگا کہ ایک عبادت شروع کرنے کا دارومدار محض چند لوگوں کی رایوں پر ہو جس سے عام لوگ باخبر نہیں ہیں۔

۷۔ علم فلکیات ایک اجتہادی علم ہے جس میں غلطی کے امکان سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس معاملے میں ماہرین فلکیات کے درمیان اختلاف ہوتا رہتا ہے، متعدد کلنڈروں کی تاریخوں میں اس اختلاف کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، اس لئے اس معاملے میں قطعیت اور یقین کا دعوی درست نہیں ہے۔

اس کے جواب میں کہاجاتا ہے کہ تاریخوں میں اختلاف کی بنیادی وجہ دو ہے، ایک یہ کہ بہت سے کلینڈر ماہرین فلکیات یا معتمد فلکیاتی مراکز کی طرف سے شائع نہیں ہوتے ہیں، بلکہ غیر ماہرین کی طرف سے ذاتی تجربے اور قدیم زائچے کی بنیاد پر اور تجارتی مقصد سے شائع ہوتےہیں، اس لئے ان میں اور ماہرین کی رایوں میں اختلاف دیکھنے کو ملتا ہے۔

دوسرے یہ کہ چاند کی پیدائش اور امکان رؤیت میں اختلاف نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس معاملے میں کس وقت کو معیار بنایا جائے اس میں اختلاف ہوجاتا ہے جیسے کہ ڈاکٹر صالح عجیری کویتی گرپینچ کے وقت کو معیار بناتے ہیں، اس لئے اس کے اعتبار سے بارہ

بجے سے پہلے چاند کی پیدائش ہوجائے تو آنے والی رات نئے مہینہ کی پہلی رات ہوگی اور اگر بارہ بجے کے بعد چاند کی پیدائش ہو تو آنے والی رات گزشتہ مہینہ کی آخری رات ہوگی اس کے برخلاف ام القری کلینڈر کمیٹی نے مکۃ المکرمہ میں غروب شمس کو معیار قرار دیا ہے اس لئے اگر چاند کی پیدائش سے پہلے ہی مکہ المکرمہ میں سورج ڈوب جائے تو اس رات کو مہینہ کی آخری رات قرار دیا جائے گا اور اگر چاند کی پیدائش کے بعد مکہ میں سورج غروب ہو تو وہ رات نئے مہینہ کی پہلی رات ہوگی۔

مجوزین کے دلائل:

۱۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ'' (سورہ بقرہ: ۱۸۵)۔

اس آیت میں ''شہود شہر'' سے مراد نئے مہینہ کا آغاز کا علم ہے، خواہ اس کی معلومات کا کوئی بھی ذریعہ ہو، جیسے کہ بصری رؤیت، تیس کے عدد کی تکمیل، فلکی حساب، ان میں سے کسی بھی ذریعہ سے رمضان کے مہینہ کی ابتدا کا علم ہوجائے تو روزہ رکھنا ضروری ہے۔

اس پر اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ صحیح قول کے مطابق مذکورہ آیت میں ''شہود شہر '' سے مراد رمضان کے مہینہ میں گھر پر رہنا اور حالت سفر میں نہ ہونا ہے اور اگر مہینہ کی ابتدا کا علم بھی مراد ہو تو شریعت نے اسے بصری رؤیت یا تیس کے عدد کی تکمیل پر موقوف قرار دیا ہے، اور محض چاند کے وجود کو کافی قرار نہیں دیا ہے، حالانکہ فلکی حساب کے ذریعہ محض چاند کے وجود اور امکان رؤیت کو معلوم کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لا تصوموا حتی تروا الہلال ولا تفطروا حتی تروہ، فإن غم علیکم فاقدروا لہ'' (صحیح بخاری: ۱۹۰۶، صحیح مسلم: ۱۰۸۰)۔

اس حدیث میں اندازہ لگانے سے مراد چاند کے منازل کا اندازہ لگانا اور حساب کرنا ہے، ابن سریج کہتے ہیں کہ حدیث میں مذکور ''فاقدروا لہ '' کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو علم حساب سے واقف ہیں اور دوسری حدیث میں تیس مکمل کرنے کے مخاطب عام لوگ ہیں (عارضۃ الاحوذی۳،۲۰۷)۔ اس لئے فلکیاتی حساب پر عمل کرنا درست ہے (دیکھئے المجموع۶،۱۷۹، فتح الباری۴،۱۵۷)۔

اس دلیل کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ مذکورہ حدیث مجمل ہے اور دوسری حدیث میں اس کی تفصیل کی گئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ:

''فاقدورا لہ ثلاثین'' (صحیح مسلم: ۱۰۸۰) (شمار کرکے تیس کی تعداد مکمل کرو)۔

اور ضابطہ ہے کہ اگر لفظ مبہم اور مجمل ہو اور دوسری حدیث میں اس کی تفصیل کی گئی ہو تو اسی پر عمل کیا جائے گا، نیز لفظ ''قدر'' عربی زبان میں تمام اور تکمیل کے

معنی میں آتا ہے، جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے: ''قد جعل اللہ لکل شئی قدراً'' (سورہ طلاق: ۳) أی تماما'' (المقدمات لابن رشد۱،۱۸۷، الموسوعہ ۲۲،۳۴)۔

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''إنا أمۃ أمیۃ لا نکتب ولا نحسب، الشہر ہکذا وہکذا، یعنی مرۃ تسعۃ وعشرین ومرۃ ثلاثین''۔

اس حدیث میں رویت بصری پر اعتماد کرنے کی وجہ امت کا امی (ناخواندہ) ہونا بیان کیا گیا ہے جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتی ہے، لیکن اگر امت خواندگی کے مرحلے سے گذر جائے اور لکھتے پڑھنے لگے تو پھر چاند دیکھنے کے معاملے میں حساب وکتاب پر اعتماد کرنا درست ہوگی، کیونکہ اعتماد نہ کرنے کی علت ناخواندگی تھی اور اب وہ علت ختم ہوگئی اور حکم کا مدار علت پر ہوا کرتا ہے، لہذا علت کے بدلنے سے حکم بھی بدل جائے گا (دیکھئے اوائل الشہور العربیہ۱۳،احمد محمد شاکر)۔

اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ نبیﷺ کی طرف سے اپنی امت کو اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ وہ چاند کے ثبوت کے معاملے میں حساب وکتاب کا محتاج نہیں ہے، اس لئے اسے ان بکھیروں میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کے سامنے ایک آسان طریقہ موجود ہےکہ چاند دیکھنے کی کوشش کرے اور نظر نہ آنے کی صورت میں تیس کی تعداد مکمل کرلے، جیسا کہ حدیث میں اس کی صراحت ہے (دیکھئے فقہ النوازل۲،۲۱۱ ،ابوزید)۔

دوسرے لفظوں میں مہینے کے آغاز کو رؤیت پر موقوف رکھا گیا ہے اور اس چھان بین کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی کہ نیا چاند افق پر موجود ہےیا اس کے نظر آنے کا حسابی امکان ہے یا نہیں۔

علاوہ ازیں علم فلکیات سے آج بھی امت کی بڑی تعداد ناواقف ہے، جیسا کہ نبیﷺ کے عہد مبارک میں اکثر لوگ اس کے بارے میں نہیں جانتے تھے، تاہم کچھ لوگ اس فن کے ماہر ضرور تھے اس کے باوجود آنحضرتﷺ نے ان کے حساب وکتاب پر چاند کے ثبوت کا مدار نہیں رکھا، اس لئےآج بھی محض چند لوگوں کی مہارت کی وجہ سے اس پر ثبوت کی بنیاد رکھنا درست نہیں ہے۔

۴۔ نماز کے اوقات کے لئے فلکیاتی حساب پر عمل کیا جاتا رہا ہے، مؤذن کبھی یہ دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتا ہے کہ سورج غروب ہوا ہے یا نہیں، بلکہ وہ دوامی میقات کو دیکھ کر اذان دیتا رہتا ہے، حالانکہ دوامی میقات کا مدار حسابی امور پر ہے، اس لئے نماز کی طرح سے روزے کے لئے بھی فلکیاتی حساب کو معیار بنایا جاسکتا ہے (دیکھئے العلم المنشور فی اثبات الشہور للسبکی،۲۱)۔

اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ یہ صریح حدیث کے مقابلے میں قیاس کرنا ہے جو کہ غلط ہے، کیونکہ حدیث میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ مہینہ کی ابتدا وانتہاء میں صرف دو چیزوں کا اعتبار کیا جائے گا یا تو چاند دیکھ لئے جانے کا یا تیس کی تعداد مکمل کرنے کا۔

دوسرے یہ کہ نماز کے اوقات اور مہینہ کی ابتداء اور انتہا میں فرق ہے، اور اس فرق کے ہوتے ہوئے قیاس کرنا درست نہینجس کی تفصیل یہ ہے کہ نماز کے لئے وقت سبب ہے، جس کے لئے شریعت نے کچھ علامتیں مقرر کی ہیں جیسے کہ سورج کا ڈھل جانا یا غروب ہوجانا وغیرہ تو نماز کے وقت کے آجانے کا علم ہوجائے تو وہ لازم ہوجائے گی، خواہ اس کا علم کسی بھی طریقے سے ہو، یعنی ان علاقوں کے ذریعہ یا حساب کے طریقہ پر، اس کے برخلاف روزے کے وجوب کا سبب چاند کا دیکھ لیا جانا ہے یا تیس کی تعداد مکمل کرنا ہے، اور چاند کے افق پر موجود ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس لئے اگرچاند افق پر موجو دہو، مگر بدلی وغیرہ کی وجہ سے دکھائی نہ دے تو شریعت نے اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ تیس کی تعداد مکمل کرو، جیسا کہ حدیث گزر چکی ہے (دیکھئے الفروق للقرافی، الفرق الثانی والمائۃ)۔

۵۔ تمام لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کسی قیدی کو حساب یا بعض علامتوں کو دیکھ کر اجتہاد کے ذریعہ رمضان کے آغاز کا علم ہوجائے تو اس پر روزہ فرض ہے، اس اجماعی مسئلے سے معلوم ہوتا ہے کہ روزے کی فرضیت کے لئے چاند کا آنکھ کے ذریعہ نظر آجانا شرط نہیں ہے، بلکہ رمضان کے آغاز کا علم ہوجانا کافی ہے۔

اس کے جواب میں بھی یہ کہا گیا ہے کہ صریح حدیث کی موجودگی میں قیاس کرنا غلط ہے، نیز قیدی معذور ہے، آنکھ کے ذریعہ دیکھ لینا اس کی استطاعت سے خارج ہے، اس لئے اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنی وسعت کے بقدر دوسرے ذرائع سے رمضان کی آمد کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کرے، لہذا غیر معذور کو اس پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

۶۔ بہت سے مسائل میں فقہاء اس کے ماہرین کی طرف رجوع کرتے ہیں، جیسے کہ علم طب سے متعلق چیزوں کو جاننے کے لئے ماہر حکیموں سے رجوع کیا جاتا ہے اور اس میدان کو ان کے اختصاص کو دیکھتے ہوئےان کی بات تسلیم کرلی جاتی ہے، تو اس میں کیا حرج ہے کہ چاند کے ثبوت کے بارے میں بھی ماہرین فلکیات سے رجوع کیا جائے اور ان کی تحقیق پر عمل کیا جائے۔

جواب یہ ہے کہ ماہرین کی طرف اس وقت رجوع کیا جاتا ہے، جبکہ مسئلہ کی نوعیت معلوم نہ ہو اور چاند کے ثبوت کا معاملہ ایسا نہیں ہےکہ اس کے لئے ماہرین کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت پڑے، بلکہ اس کی شکل نہایت آسان ہے کہ چاند دیکھنے

کی کوشش کی جائے نظر آجائے تو ٹھیک ہے، ورنہ تیس کی تعداد پوری کرلی جائے۔

۷۔ مہینے کے آغاز کے معاملے میں فلکیاتی حساب قطعیت اور تعیین کا درجہ اختیار کرچکا ہے،جس میں غلطی کا امکان شاذونادر ہے، جبکہ پہلے زمانہ میں ایک ظنی معاملہ تھا، اہل عرب فلکیات کا بہت معمولی علم رکھتے تھے جس کی بنیاد ذاتی مشاہدہ اور سنی سنائی باتوں پر بھی، وہ ریاضی کے قواعد یا ایسے قطعی دلائل پر قائم نہ تھے جو یقین کا فائدہ دیں، اس لئے آنحضور ﷺ نے مہینے کے آغاز کا فیصلہ ایک ایسی چیز پر رکھا جو ہر ایک کے دسترس میں تھا، اور موجودہ دور میں حالت بالکل بدل چکی ہے، اور علم فلکیات ٹھوس اور مضبوط علمی بنیادوں پر قائم ہے جس سے دو اور دوچار کی طرح سے یقین کا فائدہ حاصل ہوتا ہے، اور اس کے ماہرین کے درمیان چاند کی پیدائش اور افق پر اس کے موجود ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے، یہاں تک کہ منٹ اور سکنڈ کے اعتبار سے اس کا وقت برسوں پہلے متعین کردیا جاتا ہے، اس معاملے میں باریک بینی اور گہرائی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ چاند اور سورج گرہن کے بارے میں ان کی طر ف سے برسوں پہلے جو پیشینگوئی کردی جاتی ہے اس میں بال برابر فرق نہیں آتا ہے، حالانکہ گرہن کا حساب چاند کے آغاز سے دس گنا مشکل ہے۔

۲۔ الف: مہینہ کے آغاز کے لئے بصری رؤیت ضروری ہے، اور اس کے لئے فلکیاتی حساب پر عمل کرنا درست نہیں ہے، البتہ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ ۲۹؍تاریخ کو بصری رؤیت کا امکان ہے یا نہیں فلکیاتی حساب سے مدد لی جاسکتی ہے۔

ب: علامہ سبکی کی یہ بات لائق ترجیح ہے کہ اگر دو ایک لوگ چاند دیکھنے کی گواہی دیں اور فلکیاتی حساب کے اعتبار سے اس دن بصری رؤیت ناممکن ہو تو ان کی گواہی رد کردی جائے گی بشرطیکہ حساب بتانے والے فلکیات کے ماہر ہوں اور وہ رؤیت متواترہ کے خلاف نہ ہو، کیونکہ دو ایک لوگ وہم کا شکار ہوسکتے ہیں، اس لئے ان کی گواہی ظن کا درجہ رکھتی ہے، اس کے برخلاف چاند کی پیدائش اور امکان رؤیت کے معاملے میں فلکیاتی حساب مضبوط علمی بنیادوں پر قائم ہے جو ایک طرح سے یقین کا فائدہ دیتا ہے، رابطہ عالم اسلامی کانفرس مکہ المکرمہ منعقدہ ۱۳؍فروری۲۰۱۲ء کی قرارداد میں کہا گیا ہے کہ رؤیت ہلال کی شہادت مقبول ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ صحیح حقائق اور معتبر فلکی اداروں کے اعلانات کی رو سے رؤیت ناممکن نہ ہو، مثلاً یہ کہ اس وقت تک قران ہی نہ ہوا ہو یا سورج کے غروب ہونے سے پہلے ہی چاند غروب ہوگیا ہو ۔

ج: مطلع کے صاف یا آلودہ اور کثافت زدہ ہونے کے معاملہ میں محکمہ موسمیات سے مدد لی جاسکتی ہے۔

د: مطلع صاف نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آلودگی اور کثافت کی وجہ سے آنکھوں

کے ذریعہ چاند کا دیکھ پانا مشکل ہو اور اس کے متعدد اسباب ہوسکتے ہیں، جس میں سے بادل غبار اور دھواں وغیرہ کا تذکرہ فقہی کتابوں میں موجود ہے، چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

''مع العلۃ أی مع غیم وغبار ودخان'' (رد المحتار ۳۵۳،۲)۔

ہ: اگر رمضان کا ثبوت دو عادل گواہوں کے ذریعہ ہو، خواہ مطلع صاف ہو یا ابر آلود اور پھر تیس روزہ مکمل ہونے پر مطلع صاف نہ ہونے کیو جہ سے چاند دکھائی نہ دے تو بہ اتفاق اکتیسواں روزہ نہیں رکھا جائے گا، اور اگر تیس رمضان کو مطلع صاف ہو پھر بھی چاند دکھائی نہ دے تو اس صورت میں اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ اس میں بھی اکتیسواں روزہ نہیں رکھا جائے گا، محقق ابن ہمام دونو نطرح کے اقوال میں تطبیق دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر رمضان کے موقع پر مطلع صاف ہو پھر بھی صرف دو لوگ ہی چاند دیکھ سکے اور تیس کی تعداد پوری ہوگئی، مگر مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہیں آیا تو عید نہیں منائینگے، بلکہ ایک روزہ اور رکھینگے اور سمجھا جائے گا کہ چاند کی گواہی دینے والوں کووہم ہوا تھا، اور اگر رمضان کے آغاز میں مطلع صاف نہ ہواور دو لوگوں کی گواہی کے ذریعہ چاند کا ہو تو بہرصورت تیس کے بعد عید منالینگے۔

اور اگر ایک آدمی کی گواہی کے ذریعہ رمضان کا آغاز ہو اور تیس مکمل ہونے کے بعد مطلع صاف نہ ہو تو بہ اتفاق اس کے بعد عید منالینگے اور اگر تیس رمضان کو مطلع صاف ہو، مگر چاند دکھائی نہ دے تو امام ابوحنیفہ وابویوسف کے نزدیک اکتیسواں روزہ رکھا جائے گا اور اما م محمد کے نزدیک اس حالت میں بھی تیس کے بعد عید منالینگے (دیکھئے ردالمحتار۳۶۰،۲ اور تقریرات رافعی مع الرد۱۴۶،۳)۔

۳۔ الف: حنفیہ کے نزدیک مطلع صاف نہ ہونے کی صورت رمضان وعید دونوں کے لئے ایک بڑی جماعت کی گواہی ضروری ہے جن کی خبر سے ظن غالب حاصل ہوجائے، چنانچہ علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

''وإن لم تکن بالسماء علۃ لم تقبل الشہادۃ، حتی یراہ جمع عظیم'' (الہدایہ۱۹۵،۱)۔

اور علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

''وقیل:بلا علۃ جمع عظیم یقع العلم الشرعی بخبرہم، وہو غلبۃ الظن'' (الدر المختار مع الرد۳۵۶،۳)۔

لیکن ایک بڑی جماعت کی تفصیل میں بڑا اختلاف ہے، اور ظاہر روایت یہ ہے کہ اس معاملے میں کوئی تعداد متعین نہیں ہے، بلکہ قاضی جس تعداد پر مطمئن ہوجائے وہ کافی ہے۔

''وہو مفوض إلی رأی الإمام من غیر تقدیر بعدد علی المذہب'' (الدر المختار۳۵۶،۳)۔

اور حسن بن زیادامام ابوحنیفہ سے نقل کرتے ہیں کہ اس حالت میں دو مرد یا ایک

مرد اور دوعورتوں کی گواہی کافی ہے، علامہ ابن نجیم مصری اور علامہ شامی نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے۔

''وینبغی العمل علیہا فی زماننا، لأن الناس قد تکاسلوا عن ترأی الأہلۃ'' (رسائل ابن عابدین،۲۳۴)۔

اور امام طحاوی کہتے ہیں کہ مطلع صاف ہونے کی صورت میں رمضان کے چاند کے ثبوت کےلئے ایک شخص کی گواہی بھی کافی ہے، بشرطیکہ اس نے صحرا میں ہاشمی ہیں کسی اونچی جگہ سے چاند دیکھا ہو (دیکھئے رد المحتار ۳۵۶،۳)۔

رمضان اور عید وغیرہ کے چاند کی گواہی کے لئے بھی گواہ کا عادل ہونا ضروری ہے، چنانچہ علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

''وقبل بلا دعوی وبلا لفظ أشہد وبلا حکم ومجلس قضاء، لأنہ خبر لا شہادۃ للصوم مع علۃ کغیم وغبار خبر عدل، لا فاسق اتفاقاً'' (الدر المختار۳۵۲،۳) اور عادل ہونے کی یہ تعریف کی گئی ہے۔

''العدالۃ ملکۃ تحمل علی ملازمۃ التقوی والمروۃ والشرط أدناہا، وہو ترک الکبائر والاصرار علی الصغائر، وما یخل بالمرؤۃ'' (رد المحتار۳۵۲،۳)۔

اور علامہ رافعی کہتے ہیں:

''التقوی ترک ما یذم شرعاً والمروۃ ترک ما یذم عرفاً'' (تقریرات رافعی مع الرد ۱۴۶،۳)۔

البتہ امام طحاوی کے قول سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ چاند کے معاملے میں غیر عادل کی گواہی کو قبول کرلینے کے قائل تھے، اگرچہ بعض لوگوں نے کہا کہ غیر عادل سے مراد مستور ہے، چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

''مبنی علی ظاہر قول الطحاوی من قبول ظاہر الفسق'' (رد المحتار ۳۵۲،۳)۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ حالات اور زمانہ کی تبدیلی کی وجہ سے فاسق کی گواہی قبول کرلی جائے گی بشرطیکہ وہ باوقار ہو اور ظن غالب ہو کہ چھوٹی گواہی نہیں دے گا، چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ:

''بل فی زماننا ہذا الفاسق إذا کان وجیہا یغلب علی الظن أنہ لا یکذب فی الشہادۃ أو دلت القرائن علی صدقہ تقبل شہادتہ'' (تفسیر مظہری۳۲۷،۱)۔

اور اس طرح کا قول خود امام ابویوسف سے منقول ہے، چنانچہ علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

''وعن أبی یوسف أن الفاسق إذا کان وجیہا فی الناس ذا مروۃ تقبل شہادتہ؛ لأنہ لا یستأجر لوجاہتہ ویمتنع عن الکذب لمروؤتہ'' (الہدایہ۱۱۷،۳ کتاب الشہادات)۔

بعض لوگوں نے امام ابویوسف کے قول پر عمل کرنے کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ:

''والظاہر أن ہذا مما یغلب علی ظن القاضی صدقہ'' (رد المحتار۸؍۲۶)۔

اور یہ شرط مناسب بھی ہے، کیونکہ قرآن میں کہا گیا ہے کہ فاسق جب کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی چھان بین کرلیا کرو، ''إذا جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا'' (سورۃ الحجرات: ۶) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھان بین کے بعد گمان غالب یہ ہو کہ فاسق سچ بول رہا ہے تو اس کی بات قبول کی جاسکتی ہے، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ گواہی کے معاملے میں قاضی کے اطمینان اور ظن غالب کا بطور خاص اعتبار کیا گیا ہے۔

اور مفتی شفیع صاحب کے حوالہ سے مفتی رشید احمد صاحب لکھتے ہیں:

''فیصلہ نمبر ۸ میں یہ الفاظ کہ (لیکن اسے ایسا نہینکرنا چاہئے) محل تامل ہے، کیونکہ شرعاً جب غلبہ ظن کی حالت میں قاضی کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ فاسق کی شہادت قبول کرے تو پھر یہ کہنا کہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے فی نفسہ بھی محل نظر ہے اور موجودہ زمانہ کے اعتبار سے تو یہ حکم شایدناقابل عمل ہوجائے، کیونکہ اگر فاسق کی شہادت کو مطلقاً رد کرنا قرار دیا جائے تو ساری دنیا کا نظام مختل ہوجائے، کیونکہ معاملات کے لئے قابل قبول شہادت ہزار میں ایک بھی میسر آنا مشکل ہوجائے گا، ہاں ظاہر ہے کہ قاضی کے لئے غلبہ ظن بصدق مخبر ضروری ہے۔

اور پھر قرافی کے حوالے سے مفتی شفیع صاحب نے لکھا ہے:

''وإذا غلب علی الظن صدق الفاسق قبلت شہادتہ وحکم بہا واللہ تعالی لم یأمر برد خبر الفاسق فلا یجوز ردہ مطلقاً، بل یثبت فیہ حتی تبین صدقہ من کذبہ فیعمل علی ما تبین وفسقہ علیہ'' (احسن الفتاوی۴؍۴۷۴)۔

ج: مطلع صاف ہو تو رمضان اور عید دونوں کے لئے خبر مستفیض مطلوب ہے، اور اگر مطلع صاف نہ ہو تو رمضان کے چاند کے لئے ایک آدمی کی خبر کافی ہے جس کے لئے مجلس قضا قاضی کا فیصلہ اور گواہی کے لفظ کی ضرورت نہیں ہے، اور عید کے چاند کے لئے مجلس قضا، قاضی کا فیصلہ، اور گواہی کا لفظ ضروری ہے (دیکھئے: رد المحتار ۳؍۳۵۲۔۳۵۴، الفتاوی الہندیہ۱؍۱۱۸)۔

رمضان اور عید کے چاند کے ثبوت کے معاملے میں فرق بیان کرتےہوئے علامہ شامی نے لکھا ہے:

''وشرط الہلال الفطر مع علۃ فی السماء شروط الشہادۃ؛ لأنہ تعلق بہ نفع العباد، وہو الفطر فأشبہ سائر حقوقہم فاشترط لہ ما اشترط لہا من العدد والعدالۃ والحریۃ وعدم الحد فی القذف، وإن تاب ولفظ الشہادۃ والدعوی علی خلاف فیہ'' (رسائل ابن عابدین؍۲۳۴)۔

لیکن حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب لکھتے ہیں:

رؤیت ہلال کی شہادت بمعنی شہادت عند مجلس القضاء فی الخصومات نہیں ہے باتفاق ائمہ حنفیہ وغیرہم، اس لئے شہادت ہلال میں شہادت کے نام شروط ہی مشروط نہیں

ہیں، حالانکہ شہادت کے شروط نصوص سے ثابت ہیں جو غیر منسوخ ہیں اور فقط شہادت ہی شرط نہیں خلافا للشافعی۔ بس تحقیق عند الاحناف یہ ہے کہ اس باب میں شہادت بمعنی خبر موجب للعلم وغلبۃ الظن ہے، اگرچہ خبر آحاد ہو، صرف شرط یہ ہے کہ غلط اور کذب کا گمان غالب نہ ہو درایۃً یا بدلالۃ المحل، اور شرط یہ ہے کہ ثبوت ہلال سے متعلقہ احکام محض امور دینیہ محضہ ہیں، مثلاً صوم، صلاۃ وعیدین، فطرہ، قربانی، جس طرح اوقات طلوع، غروب زوال، غیبوبت شمس ومثلین سے نماز پنچگانہ متعلق ہے، ان تمام اوقات کی تکلیف اسی وقت ہوجاتی ہے جس وقت اس کے اوقات کا علم ہو، اگرچہ خبر واحد سے ہو جس طرح احکام طہارت ونجاسۃ الماء کی تکلیف عائد ہوتی ہے، ہاں شرط یہ ہے کہ مخبر مسلم عادل ہو یا مستو رالحال ہو اور خبر مظنہ غلط وکذب سے بعید ہو، ائمہ حنیفہ وفقہاء حنفیہ کی کتب سے مع لحاظ اصول مسلمہ حنفیہ یہی امر ثابت ہے اور یہی ظاہر الروایہ ہے (فتاوی امارت شرعیہ۱،۷۴)۔

اور مفتی نظام الدین صاحب لکھتے ہیں:

اور شہادت سے متعلق ہونے کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ خصوصیات یا حقوق العباد میں واقع شدہ نزاعات کی طرح ہر اعتبار سے تحت القضاء داخل ہو، بلکہ مفہوم یہ ہے کہ یہ چیز اگرچہ دیانات کے قبیل سے ہے، مگر چونکہ اس کا تعلق عامۃ المومنین سے ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں جیسے رؤیت ہلال فطر میں کہ اس میں نفع عباد کا بھی تعلق ہوجاتا ہے، اس لئے درستگی نظم اور عمدگی امتثال کے لئے قضا وامارت سے تعلق ہوجاتا ہے(منتخبات نظام الفتاوی۱،۴۷۶)۔

نیز وہ لکھتے ہیں:

نیز یہ اعلان خالص امور دینیہ سے متعلق ہے، ارباب دیانات سے ہے، بلکہ از قبیل عبادات اور خالص عبادات سے متعلق ہے، بعض مہینوں میں کچھ آمیزش معاملات کی (جیسے کہ عید الفطر وغیرہ) جو نظر بھی آتی ہے تو وہ محض تبعا اور ضمناً ہے اس میں صلاحیت نہیں کہ اس کو مقیس علیہ بنایا جائے (نظام الفتاوی۱،۴۹۷)۔

چاند کے ثبوت کے لئے خواہ خبر مطلوب ہو یا شہادت، دونوں صورتوں میں نظم اور اجتماعیت کو برقرار رکھنے کے لئے قاضی، مقامی علماء یا رؤیت ہلال کمیٹی کے پاس جاکر گواہی دینا ضروری ہے، اور انفرادی طور پر چاند دیکھنے کا اعلان کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ روزہ اور عیدین کے لئے اجتماعیت مطلوب ہے، چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

''الصوم یوم تصومون والفطر یوم تفطرون والأضحی یوم تضحون'' (ترمذی،۶۹۷)۔

امام ترمذی کہتے ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے :

''إن الصوم والفطر مع الجماعۃ وعظم الناس'' (سنن ترمذی۲،۷۴)۔

ج: چاند دیکھنے کے بعد فوری طور پر گواہی دینا ضروری ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

''یلزم العدل ولوامۃ أو محذرۃ أن یشہد فی لیلتہ کی لا یصبحوا مفطرین، وہی من فروض العین'' (رد المحتار۳،۳۵۲)۔

اور علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

''ویجب علی الجاریۃ أن تخرج لیلتہا بلا إذن مولاہا وتشہد'' (الدر المختار مع الرد۳،۳۵۳)۔

اور اس فریضے میں کسی عذر کے بغیر تاخیر فسق ہے جس کی وجہ سے اس کی گواہی رد کردی جائے گی، علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں:

''شاہد الحسبۃ إذا أخر شہادتہ بغیر عذر لا یقبل لفسقہ'' (الاشباہ والنظائر۲،۳۲۴)۔

اور ''فتاوی ہندیہ'' میں ہے:

''إن فی حقوق العباد إذا طلب المدعی من الشاہد لیشہد لہ فأخر من غیر عذر ظاہر، ثم أدی بعد ذلک لا تقبل شہادۃ ہدا الشاہد، لأن بالتاخیر من غیر عذر صار فاسقاً'' (الہندیہ۳،۴۶۰)۔

اور علامہ شامی لکھتے ہیں:

''لو شہدوا فی آخر رمضان برؤیۃ ہلالہ قبل صومہم بیوم إن کانوا فی المصر ردت لترکہم الحسبۃ، وإن جاؤا من خارج قبلت'' (رد المحتار۳،۳۵۲، نیز دیکھئے: الہندیہ۱،۱۹۸)۔

اور علامہ حصکفی کہتے ہیں:

''ومتی أخر شاہد الحسبۃ شہادتہ بلا عذر فسق فترد'' (الدر المختار۸،۱۷۵)۔

لیکن اس کے لئے شرط ہے کہ اسے بلا عذر تاخیر کی حرمت کا علم ہو اور اس کے سوا کوئی اور گواہی دینے والا نہ ہو۔

''یشترط لفسقہ بالتأخیر بعد العلم بالحرمۃ من غیر عذر ظاہر تعینہ لأداء الشہادۃ'' (تقریرات الرافعی مع الرد۸،۲۰۶)۔

کسی قدر تاخیر باعث فسق ہوگی؛ اس سلسلہ میں صحیح بات یہ ہے کہ قاضی تک پہنچنے کے لئے جو وقت درکار ہے وہ فسق کا سبب نہیں ہے اور بلا عذر اس سے زیادہ تاخیر باعث فسق ہے۔

''بل المدار علی التمکن من الشہادۃ عند القاضی'' (حموی علی الشہادۃ۲،۳۲۴)۔

۴۔ الف: بہار واڑیسہ اور ملک کے دوسرے صوبوں میں جہاں نظام قضا موجود ہے اگر وہاں کا قاضی چاند کا ثبوت ملنے کے بعد اعلان کرتا ہے تو اس کے حلقہ قضا کے تمام مسلمانوں کے لئے اس اعلان پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

''قلت والظاہر أنہ یلزم أہل القری الصوم بسماع المدافع أو رؤیۃ القنادیل من المصر؛ لأنہ علامۃ ظاہرۃ تفید غلبۃ الظن وغلبۃ الظن، وغلبۃالظن حجۃ موجبۃ للعمل'' (رد المحتار ۲،۳۵۴)۔

ب: قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویزن وغیرہ کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتا ہے تو اس کا اعلان، اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا اور معتبر مانا جائے گا، خواہ اعلان کرنے والا عادل ہو یا فاسق۔

''خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان أو فاسقاً'' (الہندیہ۵،۳۰۹)۔

ج: ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر کسی صوبے کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رؤیت کا اعلان کیا تو وہ صرف اس کے حلقہ فضا تک محدود ہوگا دوسرے صوبے یا علاقے کے لوگوں کے لئے وہ محض ایک خبر ہے جس پر عمل کرنا درست نہیں ہے ، ہندیہ میں ہے: ''لا یقبل إخبارہ قاضیا أخر فی غیر عملہ ولو کان علی قضائہ الخ'' (۳۸۹،۶)، الا یہ کہ درج ذیل تین شرطوں میں سے کوئی ایک شرط پائی جائےتو دوسرے لوگوں کے لئے بھی اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

۱۔ شہادت علی الشہادۃ۔

۲۔ قاضی کے فیصلہ پر گواہی۔

۳۔ خبر مستفیض۔

علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

''فیلزم أہل المشرق برؤیۃ أہل المغرب إذا ثبت عندہم رؤیۃ أولئک بطریق موجب''۔

اس کی شرح میں علامہ ابن عابدین کہتے ہیں:

''(بطریق موجب) کان یتحمل اثنان الشہادۃ أو یشہدا علی حکم القاضی أو یستفیض الخبر بخلاف إذا أخبر أن أہل بلدۃ کذا رأوہ؛ لأنہ حکایۃ'' (رد المحتار۳،۳۶۴)۔

اور اس سے پہلے علامہ شامی نے رحمتی کے حوالے سے خبر مستفیض کی یہ تعریف کی ہے:

''معنی الاستفاضۃ أن تأتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون کل منہم یخبر عن أہل تلک البلدۃ أنہم صاموا عن رؤیۃ لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن أشاعہ'' (رد المحتار۳،۳۵۹)۔

د: ریڈیو سے رؤیت ہلال کے اعلان کے لئے معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ یہ ایک دینی معاملہ ہے جس میں غیر مسلم کی بات کا اعتبار نہیں ہے۔

۵۔ الف: برطانیہ یا اس جیسے ملکوں کے لئے جہاں عام طور پر مطلع ابر آلود رہتا ہے اور ۲۹ کا چاند بہت کم دکھائی دیتا ہے وہاں سے قریب ترین ملکوں کی رؤیت پر اعتماد کرکے روزہ رکھنا یا عید منانا چاہئے (دیکھئے موسوعہ فقہیہ۲۲،۳۱ حاشیہ، احسن الفتاوی۴،۴۲۵ وغیرہ)۔

ب: ایسی حالت میں بھی ماہرین فلکیات پر اعتماد کرنا درست نہ ہوگا۔

ج: گذر چکا ہے کہ ایک قاضی کے فیصلہ کا اعلان دوسرے قاضی کے لئے اسی وقت معتبر ہوگا، جبکہ وہ اعلان اس کے پاس شہادت علی الشہادۃ یا شہادت علی القضا یا

استفاضہ کے ذریعہ پہنچے، اور کسی ایک جگہ سے ریڈیو کا اعلان محض خبر ہے، اس لئے اس کا اعتبار نہیں کیا جائےگا، الا یہ کہ استفاضہ کے ذریعہ وہاں کی رؤیت کی اطلاع عام ہوجائے اور استفاضہ کے لئے مختلف شہروں سے خبر کا آنا شرط نہیں ہے، بلکہ ایک ہی شہر کی اطلاع کافی ہے۔

اسی طرح سے استفاضہ کے لئے کوئی تعداد متعین نہیں ہے، اگرچہ اصول حدیث کے اعتبار سے جس حدیث کے راوی دو سے زیادہ ہوں اسے خبر مستفیض اور مشہور کہا جاتا ہے، البتہ مالکیہ کے نزدیک ایک قول کے مطابق رؤیت ہلال کے معاملے میں استفاضہ سے مراد یہ ہے کہ چاند دیکھنے والے تین سے زائد ہوں (مواہب الجلیل۲،۳۸۴، الموسوعہ ۲۴،۲۲)، جس سے اطمینان کا درجہ حاصل ہوتا ہے جو غلبہ ظن سے قدرے زیادہ اور یقین سے کچھ کم ہوتا ہے، اور چاند کے معاملہ میں خبر مستفیض سے یہی مطلوب ہے، لہذا ریڈیو کے ذریعہ اعلان کی صورت میں کم سے کم تین جگہوں کا قابل اعتماد اعلان در کار ہوگا جس سے قاضی کو غلبہ ظن حاصل ہوجائے۔

د: باوثوق ذرائع سے ملنے والی خبر اگر مستفیض ہے تو اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

''قال شمس الأئمۃ الحلوانی: الصحیح من مذہب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فیما بین أہل البلدۃ الأخری یلزمہم حکم ہذہ البلدۃ'' (رد المحتار۳،۳۵۹)۔

۶۔ الف: جن لوگوں کے پاس چاند دیکھنے والوننے گواہی دی ہے انہیں کو اس کے اعلان کا حق ہے اور اپنے دائرہ اثر میں وہی لوگ اس کے اعلان کے ذمہ دار ہونگے۔

ب: ہلال کمیٹی کو اس کے اعلان کا حق ہے، البتہ اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ ہلال کمیٹی میں علماء کو شامل رکھا جائے جو شہادت وغیرہ کے احکام سے واقف رکھتے ہیں۔

ج: جہاں رؤیت ہلال کے فیصلہ واعلان کا نظام موجود ہے وہاں اس سے الگ ہٹ کر کوئی اعلان کرنا غلط ہے اور اجتماعیت کو پارہ پارہ کرنا ہے۔

د: غیر مجاز لوگوں کی طرف سے اعلان کی صورت میں روزہ توڑ دینے کی وجہ سے صرف قضا لازم ہے کفارہ نہیں، بشرطیکہ وہ اعلان غلط ہو، مولانا ظفر احمد اس طرح کے ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں:

مطلع صاف ہوتے ہوئے کوئی وجہ شبہ کی نہیں تھی، لیکن قاضی کے فتوی کی وجہ سے عوام کو ایک گونہ شبہ ہوجاتا ہے، اس لئے کفارہ واجب نہیں ہے فقط قضا رکھنا کافی ہے۔

''ونظیرہ فی الدر المختار أو احتجم فظن فطرہ فأکل عمداً قضی وکفر، لأنہ ظن فی غیر محلہ حتی لو أفتاہ مفت یعتمد علی قولہ أو سمع حدیثاً ولم یعلم تأویلہ لم یکفر للشبہۃ، وإن أخطأ المفتی'' (امداد الاحکام۳،۱۲۱)۔

۷۔ الف، ب: جو لوگ ایک ساتھ آسکتے ہوں انہیں لے کر ایک مرکزی ہلال کمیٹی کی تشکیل ہونی چاہئے اور پھر ہر ضلع میں اس کی ذیلی کمیٹی ہونی چاہئے، اور نہیں تو ملک میں موجود ہلال کمیٹیوں میں ایک دوسرے کے اعلان کو قبول کرنےکا جذبہ ہونا چاہئے، تاکہ اختلاف وانتشار سے بچا جاسکے۔

۸۔ الف: نہیں، سوال نمبر ۲ کے ذیل میں تفصیل موجود ہے۔

ب: ماہرین فلکیات پر اعتبار کرنے کے بجائے قریبی ممالک کی رؤیت پر اعتماد کرنا چاہئے۔

ج: خبر واحد کی شکل میں ہو تو رد کیا جاسکتا ہے، اور خبر مستفیض کی شکل میں نہیں، تفصیل سوال نمبر ۲ ب کے جواب میں صفحہ ۱۳ پر موجود ہے۔

* * *

رؤیت ہلال سے متعلق چند اہم مسائل

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی•

محور ۱ :

الف: مطلع کی تعریف:

مطلع کے معنی تو ''طلوع ہونے کی جگہ'' ہے، اس سے مراد افق کا وہ حصہ ہے جہاں پر چاند ہو تو ان لوگوں کو نظر آجائے جو حضرات اس حصے کو دیکھ سکتے ہوں؛ کیونکہ یہ سارے سیارات وکواکب اپنے اپنے دائرے میں متحرک ہیں، آفتاب وماہتاب بھی ہمہ دم حرکت میں ہیں، ''کل فی فلک یسبحون'' یہ سیارہ اپنے دائرے میں چل رہا ہے، لیکن یہ سیارے اس وقت نظر آتے ہیں جب ان میں روشنی آجاتی ہے، نیز آسمان پر اتنی مسافت پر ہوں کہ انسانی آنکھ دیکھ سکتی ہو، یہ بھی حقیقت ہے کہ ''چاند '' کی روشنی اپنی ذاتی نہیں، بلکہ سورج کی رہین منت ہے، جب سورج کے سامنے ہوتا ہے تو اس کی روشنی چاند پر پڑتی ہے اور لوگوں کو نظر آتا ہے، اس لئے چاند اور سورج کے طلوع وغروب کا وقت الگ الگ ہے، جب سورج لوگوں سے چھپے گا تو چاند کے بالمقابل ہوگا اور چاند نظر آنے لگے گا، اور جب سورج زمین کے سامنے ہوگا تو چاند محجوب ومستور ہوجائے گا؛ اسی لئے سورج جہاں غروب ہوا وہاں سے مغرب کے تمام حصوں میں چاند نظر آتا رہے گا۔

''ونبہ السبکی وتبعہ غیرہ علی أنہ یلزم من الرؤیۃ فی البلد الشرقی رؤیتہ فی البلد المغربی من غیر عکس'' (فتح المعین،۱۲۵ کتاب الصوم)۔

(سبکی نے متنبہ کیا ہے، دوسرے فقہاء نے بھی ان کی اتباع کی ہے، مشرق میں رؤیت سے مغرب میں رؤیت لازم ہوگی، اس کا برعکس نہیں ہوگا)۔

اسی طرح ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر غروب شمس کے وقت چاند افق پر آٹھ درجہ اوپر موجود ہے تو گویا کہ ۳۲ منٹ غروب کے بعد تک افق پر موجود رہے گا جو اس مدت میں دیکھنے کے قابل ہوجائے گا، نیز اس جگہ سے مشرق کی جانب پر ستر میل پر ایک درجہ نیچے ہوگا، چنانچہ پانچ سوساٹھ میل تک موجود ہوگا، یعنی جس افق پر غروب کے وقت آٹھ درجہ پر تھا اس کے مشرق میں ۷۰ میل کے فاصلہ پر جو شہر وآبادی آباد ہیں وہاں سات درجہ پر ہوگا، البتہ اس کے آگے ہر ستر میل پر ایک درجہ بڑھے گا اسی لئے مغرب میں چاند ضرور نظر آئے گا (مرعاۃ المفاتیح ۱۷۵،۸، رؤیۃ الہلال، ط: ۱۹۸۹ء)۔اس

• استاذ حدیث وفقہ جامعہ حسنیہ کایم کلم، کیرلا۔

کی رو سے غروب شمس کے وقت زمین کے بالمقابل افق پر چاند آٹھ درجہ پر ہے وہاں سے مکمل مغرب میں چاند چوں کہ دکھائی دے گا اس لئے یہ ایک مطلع ہوگا۔

بعض ماہرین کا خیال ہے:

''یہ تین شرطیں پائی جائیں تب چاند نظر آئے گا اس سے پہلے نہیں۔

پہلی شرط: چاند کی عمر کم سے کم ۱۸ گھنٹے ہوچکی ہو۔

دوسری شرط: زمین سے چاند کی اونچائی ۱۰ ڈگری ہوچکی ہو۔

تیسری شرط: سورج ڈوبنے کے بعد ۴۵ کے بعد ۴۵ منٹ مطلع پر رہے تب جاکر چاند نظر آتا ہے۔

ان تین شرطوں سے پہلے چاند ہرگز نظر نہیں آتا ہے، کیونکہ ابھی تک ہلال آسمان پر بنا ہی نہیں ہے'' (مقدمہ ٹمیری کلینڈر برائے ہندوستان۴۱-۱۴۴۰ھ)۔

محور ۲ :

الف: فلکیاتی حساب سے مدد:

۲۹؍شعبان کو اگر مطلع ابرآلود ہو تو رمضان کے ثبوت کے لئے ایک عادل انسان کی خبر بھی کافی ہوتی ہے۔

''وللصوم مع علۃ کغیم وغبار خبر عدل أو مستور علی ما صححہ البزازی، وقال الحاکم الشہید فی الکافی: وتقبل شہادۃ المسلم والمسلمۃ عدلاً کان الشاہد أو غیر عدل، والمراد بغیر العدل، المستور لا فاسق اتفاقا'' (الرد مع الدر۲؍۹۸-۹۹ کتاب الصوم، ط: رشیدیہ پاکستان)۔

(اور صوم کے لئے بادل وغبار جیسے موانع موجود ہوں تو ایک عادل یا مستور الحال کی خبر کافی ہے، جیسا کہ بزازی نے تصحیح کی ہے، حاکم شہید نے کافی میں کہا: مسلمان مرد وعورت کی خبر مقبول ہوگی، خواہ شاہد عادل ہو یا غیر عادل، غیر عادل سے مراد مستور ہے، فاسق کی شہادت بالاتفاق معتبر نہیں ہے)۔

لیکن یہ بھی اس وقت ہے، جبکہ خبر دینے والے کے متعلق صادق ہونے اور اس خبر کی بابت غلطی سے مبرّا ہونے کا تیقن ہو، اگر صدق میں شک ہے یا غلطی کا شبہ ہے تو وہ خبررد کردی جاتی ہے، چنانچہ مشہور مسئلہ ہے:

''رأی مکلف ہلال رمضان أو الفطر ورد قولہ بدلیل شرعی ہو إما فسقہ أو غلطہ صام مطلقاً وجوباً، وقیل: ندبا'' (رد المحتار مع در المختار۲؍۹۸، ط: رشیدیہ)۔

(کسی مکلف نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا اور اس کا قول کسی دلیل شرعی کی بنا پر رد کردیا گیا، خواہ رد کی وجہ فسق ہو یا غلط بیانی وغلط فہمی تو مطلقاً اس پر روزہ رکھنا واجب ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مستحب ہے)۔

بوجہ شک ہی اس شخص کی شہادت رد کی گئی، لیکن خود دیکھنے والے کو اپنے

دیکھنے پر یقین حاصل ہے، اس لئے اس کے ذمہ روزہ رکھنا ضروری ہوتا ہے، حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی لکھتےہیں:''مگر باتفاق فقہاء اس کا مطلب یہ ہے کہ فاسق کی شہادت کو قبول کرنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا قاضی کے ذمہ واجب نہیں، لیکن اگر قاضی کو قرائن کے ذریعہ معلوم ہوجائے کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا اس بنا پر وہ فاسق کی شہادت پر کوئی فیصلہ کردے تو یہ فیصلہ صحیح اور نافذ ہے۔ ہدایہ، شرح وقایہ، در مختار، شامی، عالمگیری وغیرہ (جواہر الفقہ۳،۴۷۲ رؤیت ہلال)۔

فاسق کی خبر اور اس کی شہادت کے رد کرنے کی علت یہی ہے کہ اس کے قول پر اطمینان واعتماد باقی نہیں رہتا، خاص طور پر دینی امور میں اس کی صداقت مشکوک ہوجاتی ہے، مگر قاضی کو قرائن سے صادق ہونے کا یقین ہو تو اس کے مطابق وہ حکم نافذ کرسکتا ہے، صاحب ''معین الحکام ''نے بڑی اچھی بات کہی ہے کہ فاسق کی شہادت رد کرنے کا حکم نہیں ہے، بلکہ اس کی خبر کی تحقیق کرنے کا حکم دیاگیا ہے:''إذا جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا'' (سورہ حجرات: ۶)(ص۱۴۵)۔

معلوم ہوا کہ اصل مدار صداقت کا تیقن اور کذب وجھوٹ سے انتفاء پر ہے۔

فلکی حساب وموسمیاتی پیشیں گوئی بھی ہر چند کہ قطعی ویقینی نہیں ہے، بڑے بڑے ماہرین فن نے اس بات کا کھلے طور پر اعتراف کیا ہے، چنانچہ ابوریحان بیرونی جو مشہور اسلامی فلاسفر اور ماہر نجوم وفلکیات ہے، جس کا قول وتجربہ آج بھی سند کا درجہ رکھتا ہے، انہوں نے اعتراف کرتے ہوئے کہا ہے:

''إن علماء الہیئۃ مجمعون علی أن المقادیر المفروضۃ فی أواخر أعمال رؤیۃ الہلال ہی أبعاد لم یوقف علیہا إلا بالتجربۃ،و للمناظر أحوال ہندسیۃ یتفاوت لأجلہا المحسوس بالبصر فی العظم والصغر وفی ما إذا تأملہا متأمل منصف ولم یستطع بت الحکم علی وجوب رؤیۃ الہلال أو امتناعہا''۔

(علمائے ریاضی وہیئت اس پر متفق ہیں کہ رؤیت ہلال کے عمل میں آنے کے لئے جو مقداریں فرض کی جاتی ہیں وہ سب ایسی ہیں جن کو صرف تجربہ سے معلوم کیا جاسکتا ہے، مناظر کے احوال مختلف ہوتےہیں جن کی وجہ سے آنکھوں سے نظر آنے والی چیز کے سائز میں چھوٹے بڑے ہونے کافرق ہوسکتا ہے اور فضائی وفلکی حالات ایسے ہیں کہ ان میں جو بھی ذرا غور کرے گا تو رؤیت ہلال کے ہونے یا نہ ہونے کا کوئی قطعی فیصلہ ہرگز نہ کرسکے گا) (جواہر الفقہ۳،۴۶۲)۔

لیکن عموماً فلکی حساب کے مطابق ہی رؤیت ہلال کا تحقق ہوتا ہے، اس لئے قاضی وحاکم کے لئے بھی اور عام انسانوں کے لئے بھی بڑا قوی ذریعہ ہوگا کہ خبر دینے والے کی صداقت اور کذب کو جانچنے کے لئے اس سے مدد لی جائے ، مدد لینے میں حرج نہیں ہونا چاہئے، البتہ مدار اس پر نہیں، بلکہ رؤیت پر ہوگا۔

ب: فلکی حساب سے ۲۹ کو چاند کی رؤیت کا امکان نہ ہونے کے باوجود شرعی شہادت:

روزہ شروع کرنااور عید منانا دونوں ہی اسلامی شریعت میں عبادت ہے، عبادات کا مدار صرف حکم الٰہی کے اتباع پر ہے محض عقلی اور حسابی رائے کا اعتبار نہیں، روزہ شروع کرنے اور اس کو موقوف کرکے عید منانے کو شریعت نے ہلال کے ثبوت شرعی پر رکھا ہے، خواہ اس کا ثبوت بنفس نفیس بصری رؤیت سے ہو یا بصری رؤیت کی خبر صادق یا شہادت واستفاضہ سے، بہرحال شرعی ثبوت کی ضرورت ہے، اس بابت اللہ کے رسول کی تعلیمات بالکل واضح ہیں، بخاری ومسلم نے حدیث نقل کی ہے:

''لا تصوموا حتی تروا الہلال ولا تفطروا حتی تروہ، فإن غم علیکم فاقدروا لہ'' (بخاری ۱،۲۵۶، مسلم۱،۳۴۷)۔

(اس وقت تک رمضان کا روزہ مت رکھو جب تک کہ چاند نہ دیکھ لو، اور افطار (کرکے روزہ مت ختم کرو) نہ کرو جب تک کہ چاند نہ دیکھ لو)۔

ایک دوسری حدیث میں ہے: ''الشہر تسع وعشرون لیلۃ، فلا تصوموا حتی تروہ، فإن غم علیکم فأکملوا العدۃ ثلاثین'' (بخاری۱،۲۵۶، مسلم۱،۳۴۷)۔

(مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے، پس جب تک چاند نہ دیکھو روزہ رکھنا شروع مت کرو، اگر ابر مینچاند چھپ جائے تو تیس دن مکمل کرو)۔

اس لئے اصل مدار، شرعی طور پر ثبوت پر ہوگا، فلکی حساب اور موسمیاتی پیشیں گوئی وتخمینہ کا بالکل لحاظ نہ رکھا جائے گا، یہ حسابات کتنے بھی قطعی کیوں نہ سمجھے جاتے ہوں، مگر محققین وماہرین کے یہاں ظنی ہی ہیں، جبکہ شرعی شہادت شریعت کی نگاہ میں قطعی دلیل ہے، اس لئے ماہرین فلکیات کے مطابق اگر ۲۹؍تاریخ کو چاند ہونے کا امکان نہ ہو، مگر شرعی شہادت سے چاند کا ثبوت ہورہا ہو تو چاند مانا جائے گا، اور اس کے مطابق روزہ وافطار کا فیصلہ کیا جائے گا۔

ج: محکمۂ موسمیات سے مطلع کے صاف یا گرد آلود ہونے کی بابت مدد:

۲۹؍تاریخ کو مطلع صاف رہے گا یا کثیف وابرآلود رہے گا، یہ ظاہری آنکھ سے بھی ادراک کیا جاسکتا ہے، نیز بعض کثافت ایسی بھی ہوسکتی ہیں جو ظاہر میں کثافت معلوم نہ ہو، مگر حقیقت میں چاند کے دیکھنے میں مانع ہو چونکہ مطلع کے ابرآلود ہونے کے وقت روزہ رکھنے کے لئے ایک آدمی کی خبر صادق اور روزہ کھولنے کے لئے دوآدمی کی شرعی شہادت کافی ہوجاتی ہے، جبکہ مطلع صاف ہو تو جم غفیر کی ضرورت پڑتی ہے، اس لحاظ سے یہ مسئلہ بھی اہم ہے۔

چونکہ کثافت وابرکا ادراک ظاہری بینائی سے بھی ہوسکتا ہے، اور محکمہ موسمیات کی خبر سے بھی، شریعت نے اس کا مدار ظاہری بصارت پر نہیں رکھا ہے، صرف اتنا کہا ہے کہ اگر چاند ابر میں چلا جائے، اس لئے سب سے قوی ذریعہ تو ظاہری

رؤیت ہی ہے، اگر محکمہ موسمیات کی تحقیق کو بھی نکارا نہیں جاسکتا ہے، اور اس کی خبر پر اعتماد کرکے آسمان کے صاف اور ابرآلود ہونے کا فیصلہ کرسکتے ہیں، خاص طور پر اس وقت زیادہ ضرورت پڑسکتی ہے، جبکہ عام ناظرین کے مابین مطلع صاف ہونے اور ابرآلودہونے کی بابت اختلاف رائے ہوجائے، تو محکمہ موسمیات کو مرجح بنایا جاسکتا ہے۔

د: مطلع کے صاف ہونے اور ابرآلود ہونے کا مفہوم، ابرآلود ہونے کے اسباب:

جس مدار پر ہلال موجود ہو اور قابل رؤیت ہو مگر رؤیت میں کوئی چیز مانع ہوجائے تو اس کو مطلع کا ابرآلود ہونا کہا جاتا ہے، چونکہ عامۃ یہ صورت ابر سے پیش آتی ہے، اس لئے حدیثوں میں بھی ''غم'' کا لفظ آیا ہے، اور عام بول چال میں بھی ''ابرآلود'' ہی رائج ہے، ایک حدیث میں آیا ہے:

''فکان ابن عمر إذا کان شعبان تسعاً وعشرین نظیر لہ فإن رئی فذاک، فإن لم یرو ولم یحل دون نظرہ سحاب ولا قتر أصبح مفطراً'' (ابوداؤد۱،۳۱۷ کتاب الصوم، باب الشہر یکون تسعاً وعشرین) (جب شعبان کی ۲۹تاریخ ہوتی تو حضرت ابن عمر کے لئے چاند دیکھا جاتا، پس اگر نظر آجاتا تو روزہ رکھتے اور اگر نظر نہ آتا اور اس رؤیت کے مابین بادل یا غبار حائل ہوجاتا تو صبح میں روزہ نہ رکھتے)۔

لہذا ۲۹، تاریخ کو رؤیت ممکن ہو پھر بھی دیکھنے میں کوئی رکاوٹ ہو تو مطلع ابر آلود سمجھا جائے گا، خواہ یہ رکاوٹ افق پر بادل کی وجہ سے ہو، یا فضا میں دھواں وغبار کی وجہ سے، یا پھر چاند نکلنے کی جگہ میں غروب ہونے کے باوجود سورج کی تیز روشنی کی وجہ سے، اسی طرح گھنے درختوں، اونچے پہاڑ، یا فلک بوس عمارتوں کی وجہ سے ہوکہ آسمان کا دیکھا جانا مشکل ہورہا ہو یہ سب ابرآلود ہونے کے اسباب ہوسکتے ہیں، ''مجمع الانہر '' میں ہے:

''الغیم عبارۃ عن عدم الظہور لعلۃ فی السماء أو لقربۃ من الشمس'' (مجمع الانہر ۱،۳۴۶ کتاب الصوم)۔

(غیم نام ہے آسمان پر کسی علت کی وجہ سے یا چاند کے سورج سے قریب ہونے کی وجہ سے عدم ظہور کا)۔

''حاشیۃ الطحطاوی'' میں ہے:

''فإن غم علیکم .....وغیرہ کظلمۃ مانعۃ أو ضوء کذلک، أو دخان'' (حاشیۃ الطحطاوی۱،۴۶۴)۔

(بادل وغیرہ کی تشریح جیسے چاند کی رؤیت سے مانع تاریکی یا روشنی یا دھواں)۔

ایک آدمی کی شہادت کب مقبول ہوتی ہے اس کو بیان کرتے ہوئے فقہاء لکھتے ہیں:

''أما إذا جاء من خارج المصر أو جاء من أعلی الأماکن فی مصر ذکر الطحطاوی أنہ

تقبل شہادتہ، ہکذا ذکر فی کتاب الاستحسان، وذکر القدوری أنہ لا تقبل شہادتہ فی ظاہر الروایۃ، وذکر الکرخی أنہ تقبل، وفی الأقضیۃ صحح روایۃ الطحطاوی واعتمد علیہا لقلۃ الموانع، فإن ہواء الصحراء أصفی'' (مجمع الانہر ۱،۳۵۰ کتاب الصوم)۔

(جب شہر کے باہر سے آکر یا اندرون شہر کی اونچی عمارت سے آکر خبر دے تو طحاوی نے ذکر کیا کہ اس کی شہادت مقبول ہوگی، ایسا ہی کتاب الاستحسان میں ہے، امام قدوری نے ذکر کیا کہ اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی ظاہر روایت میں، کرخی نے کہا کہ قبول ہوگی ، اقضیہ میں طحاوی کی روایت کی تصحیح ہے، اور اسی پر اعتماد ہے قلت موانع کی وجہ سے، اس لئے کہ صحراء کی آب وہوا زیادہ صاف ہوتی ہے)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بھی چیز مانع رویت ہو وہ مطلع کے صاف نہ ہونے کا سبب ہوگا؟ خواہ وہ شئی کسی بھی قسم کی ہو۔

۵۔ ایک آدمی کی خبر پر رمضان شروع ہوا مگر تیس روزے ہونے کے باوجود چاند نظر نہیں آیا:

۲۹؍شعبان کو مطلع ابرآلود تھا،صرف ایک عادل شخص نے چاند دیکھا، قاضی نے اس کی خبر پر اعتماد کرکے رمضان کے شروع ہونے کا اعلان کردیا، رمضان کے تیس دن گزر گئے مطلع بالکل صاف ہے، تلاش بسیار کے باوجود چاند نظر نہیں آیا تو اگلا دن ایک شوال، یعنی عید کا دن مانا جائے گا یا رمضان کا آخری دن تصور کیا جائے گا؟

اس بابت حنفیہ کے یہاں اختلاف پایا جاتا ہے، حضرت امام ابوحنیفہ وحضرت امام ابویوسف کے نزدیک اگلا دن رمضان ہوگا اور یہ سمجھا جائے گا کہ شعبان کی ۲۹؍تاریخ کو چاند دیکھنے میں غلطی ہوئی ہے، لیکن امام محمد کے نزدیک اگلا دن عید کا دن ہوگا اور افطار کرنا لازم ہوگا، صاحب ''ہدایہ '' لکھتے ہیں:

''ثم إذا قبل الإمام شہادۃ الواحد وصاموا ثلاثین یوماً لا یفطرون فیما روی الحسن عن أبی حنیفۃ للاحتیاط؛ ولأن الفطر لا یثبت بشہادۃ الواحد، وعن محمد: أنہم یفطرون ویثبت الفطر بناء علی أن ثبوت الرمضانیۃ بشہادۃ الواحد، وإن کان لا یثبت ابتداء'' (ہدایہ۱،۲۱۵، کتاب الصوم)۔

(پھر جب امام نے ایک شخص کی شہادت کو قبول کرلیا اور لوگوں نے تیس روزے رکھ لئے تو (چاند نہ دیکھنے کی صورت میں) افطار نہیں کرینگے، جیسا کہ حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے بربنائے احتیاط، نیز اس لئے کہ افطار شخص واحد کی شہادت سے ثابت نہیں ہوتا ہے، امام محمد سے مروی ہے کہ افطار کرلینگے افطار اس وجہ سے ثابت ہوگا کہ رمضان ہونے کا ثبوت شخص واحد کی شہادت سے ہوچکا ہے اگرچہ ابتداء افطار کا ثبوت (ایک شخص کی شہادت سے) نہیں ہوپاتا ہے)۔

علامہ شامی لکھتےہیں:

''کذا فی المعراج عن المجتبی أن حل الفطر ہنا محل وفاق، وإنما الخلاف فیما إذا لم یغم

ولم یر الہلال، فعندہما: لا یحل الفطر، عند محمد: یحل کما قالہ شمس الأئمۃ الحلوانی وحررہ الشرنبلالی فی الإمداد، قال فی غایۃ البیان: وجہ قول محمد وہو الأصح أن الفطر ما ثبت بقول الواحد ابتداء بل بناء وتبعاً، فکم من شئی یثبت ضمنا ولا یثبت قصداً، وسئل عنہ محمد، فقال ثبت الفطر بحکم القاضی لا بقول الواحد، یعنی لما حکم فی ہلال رمضان بقول الواحد ثبت الفطر بناء علی ذلک بعد تمام الثلاثین'' (رد المحتار۲،۱۰۳ کتاب الصوم، ط: رشیدیہ)۔

(ایسا ہی معراج مینمجتبی سے نقل ہے کہ افطار کا حلال ہونا یہاں (جب کہ مطلع ۳۰ رمضان کو ابر آلود ہو) متفق علیہ مسئلہ ہے، اختلاف اس صورت میں ہے، جبکہ مطلع (۳۰رمضان کو) صاف ہو اور ہلال نظر نہ آیا ہو تو شیخین کے نزدیک افطار حلال نہیں ہے، اور امام محمد کے نزدیک حلال ہے، جیسا کہ شمس الائمہ الحلوانی نے کہا اور شرنبلالی نے امداد میں لکھا ہے، غایۃ البیان میں ہے: امام محمد کے قول کی دلیل اور یہی اصح ہے: افطار ایک شخص کی شہادت سے ثابت نہیں ہوا ہے، بلکہ ضمناً اور تبعاً ثابت ہوا ہے؛ کیونکہ کتنی ہی چیز ہے کہ وہ ضمناً تو ثابت ہوتی ہے قصداً نہیں، امام محمد سے جب معلوم کیاگیا تو انہوں نے فرمایا: افطار قاضی کے فیصلہ سے ثابت ہوا ہے، ایک فرد کے قول سے ثابت نہیں ہوا ہے، یعنی جب ہلال رمضان کے سلسلہ میں ایک شخص کے قول پر فیصلہ کیاتو افطار بھی تیس دن مکمل ہونے کے بعد اسی پر مبنی ہوکر ثابت ہوگا)۔

زیلعی نے شیخین کے قول کی تصحیح کی ہے، جبکہ ''غایۃ البیان '' میں امام محمد کے قول کی تصحیح منقول ہے، صاحب ''عین الہدایہ '' نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''میرے نزدیک حق یہ ہے کہ ایک گواہ سے رمضانیت کا ثبوت بطریق احتیاط تھا اور اس میں قطعی ادا پر وقوف ممکن ہے تو ظن کافی نہیں، بخلاف نسب کے، پس صحیح قول امام ابوحنیفہ ہے اور اسی کو زیلعی نے اشبہ کہا ہے '' (عین الہدایہ۱،۸۸۵)۔

شافعیہ کے نزدیک افطار ہی اصح ہے، شیخ وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

''وإذا أصمنا برؤیۃ عدل، ولم نر الہلال ثلاثین أفطرنا فی الأصح، وإن کانت السماء صحواً لکمال العدد بحجۃ شرعیۃ'' (الفقہ الاسلامی۳،۱۶۵۴)۔

(جب ہم نے ایک عادل شخص کی رؤیت کی بنا پر روزہ رکھا، اور تیسویں دن چاند نہ دیکھا، تو اصح قول میں افطار کرینگے، اگرچہ آسمان صاف ہو؛ کیونکہ حجت شرعیہ کی بنا پر عدد کی تکمیل ہوچکی ہے)۔

شافعیہ کی نزدیک چونکہ آسمان صاف ہو یا ابر آلود ہر صورت میں شخص واحد کی شہادت وخبر سے رمضان کا ثبوت ہوجاتا ہے، اس لئے حجت شرعیہ کے بعد رمضان کی تکمیل پائی گئی، لہذا تیس روزے کے بعد افطار اصح ہے؛ لیکن حنفیہ کے نزدیک چونکہ آسمان کے ابرآلود ہونے کی صورت میں ایک آدمی کی خبر پر رمضان کا ثبوت بربنائے احتیاط ہے، اس لئے راقم خیال کرتا ہے کہ فلکی حساب سے شعبان کی ۲۹تاریخ کو چاند

کی رؤیت ممکن نہیں تھی پھر بھی قاضی نے ایک آدمی کی خبر پر یقین کرکے فیصلہ کردیا جس کا غلط ہونا تیس رمضان کو ثابت ہوگیا تو اب اس غلطی کا تدارک کرتے ہوئے افطار نہ کرنا ہی احتیاط ہے، لیکن امام محمد کی رائے میں بھی بڑی قوت معلوم ہوتی ہے؛ اس لئے کہ ''یغتفر فی الضمنیات ما لا یغتفر فی القصد'' (ضمنیات میں بہت سی چیز گوارہ کرلی جاتی ہے، مگر بالقصد امور میں نہیں کی جاتی ہے)۔

اس صورت میں افطار کا ثبوت ضمنا ہی ہورہا ہے، ذہن میں یہ بات بھی آتی ہے کہ جب رمضان قاضی کے فیصلہ کی وجہ سے ثابت ہوگیا تو اب تیس تاریخ کو چاند دیکھنے اور ڈھونڈنے کا حکم ہی نہیں تو اس دن چاند کا اعتبار کیونکر کیا جائے؟ اس لئے اگر ۲۹؍شعبان کو رؤیت کا امکان تھا اور ابر کی وجہ سے ایک آدمی کی خبر کو صحیح مان کر فیصلہ کیا گیا تو امام محمد کے قول پر عمل کرتے ہوئے تیس رمضان کو خواہ چاند نظرنہ آئے عید کا فیصلہ کرنا چاہئے۔

محور ۳ :

الف: مطلع صاف ہونے کی صورت میں ثبوت رمضان وعیدین کے لئے شہادت کا معیار:

اگر ۲۹؍شعبان یا ۲۹؍رمضان کو مطلع صاف ہے تو ایک دوآدمی کی شہادت سے نہ تو عید کا ثبوت ہوگا اور نہ ہی رمضان کا، بلکہ اتنی بڑی تعداد کی ضرورت ہوگی جن کی شہادت سے چاند ہونے کا یقین یا کم ازکم ظن غالب ہوجائے، نیز گمان غالب ہوجائے کہ اتنی بڑی تعداد جھوٹ پر متفق نہیں ہوسکتی ہے۔

''وقیل: بلا علۃ جمع عظیم یقع العلم الشرعی وہو غلبۃ الظن یخبرہم وہو مفوض إلی رأی الإمام من غیر تقدیر بعدد علی المنصب۔

والصحیح من ہذا کلہ أنہ مفوض إلی رأی الإمام إن وقع فی قلبہ صحۃ ما شہدوا بہ وکثرت الشہود أمر بالصوم'' (الرد مع الدر۲؍۱۰۰-۱۰۱ کتاب الصوم، ط: رشیدیہ)۔

(اگر آسمان پر ابر نہ ہو تو (روزہ شروع کرنے اور موقوف کرنے کے لئے) ایک ایسی بڑی جماعت کو قبول کیا جائے گا جس سےعلم شرعی، یعنی اس کی خبر کے سچ ہونے کا غلبۂ ظن ہوجائے یہ (تعداد) امام کی رائے پر منحصر ہے کسی خاص عدد کے ساتھ متعین نہیں، مذہب صحیح کے مطابق۔

(شامی میں ہے) ان میں سے صحیح یہ ہے کہ امام کی رائے پر موقوف ہے، اگر اس کے قلب میں شہادت کی صحت واقع ہوجائے اور شاہدین کثیر ہوں تو صوم کا حکم دے گا)۔

جمع عظیم کی ضرورت اس لئے ہے کہ سارے لوگ جب چاند تلاش کررہے ہیں تو چند افراد کو ہی کیوں نظر آیا اس سے محسوس ہوتا ہے کہ دیکھنے میں ان سے غلطی ہوئی ہے۔

امام ابوحنیفہ سے اس سلسلہ میں یہ بھی منقول ہے کہ دو آدمی کی شہادت بھی کافی

ہے بحر میں اسی کو صحیح قرار دیا گیا ہے، علامہ شامی نے نقل کیا ہے:

''ینبغی العمل علی ہذہ الروایۃ فی زماننا؛ لأن الناس تکاسلت عن ترائی الأہلۃ فانتفی قولہم مع توجہہم طالبین لما توجہ ہو إلیہ فکان التفرد غیر ظاہر فی الغلط'' (رد المحتار۲،۱۰۱ کتاب الصوم، ط: رشیدیہ)۔

(اس روایت پر اس زمانہ میں عمل مناسب ہے؛ کیونکہ لوگوں نے چاند دیکھنے میں سستی دکھائی ہے، پس ان حضرات کا یہ قول ختم ہوگیا کہ جس کی طرف وہ شخص متوجہ ہے تمام لوگ اسی کو تلاش کررہے ہیں، پس فرد کا دیکھنا غلطی میں ظاہر نہیں ہے)۔

علامہ شامی مزید لکھتے ہیں:

''وأنت خبیر بأن کثیراً من الأحکام تغیرت لتغیر الأزمان ولو اشترط فی زماننا الجمع العظیم لزم أن لا یصوم الناس إلا بعد لیلیتن أو ثلاث لما ہو مشاہد من تکاسل الناس، بل کثیراً ما رأیناہم یشتمون من یشہد بالشہر ویؤذونہ'' (رد المحتار۲،۱۰۱ کتاب الصوم، ط: رشیدیہ)۔

(تم کو معلوم ہے کہ بہت سے احکام زمانہ کے بدلنے سے بدل گئے، اگر ہمارے زمانہ میں جمع عظیم کی شرط ہو تو لازم آئے گا کہ لوگ دو یا تین شب کے بعد روزہ رکھیں، جیسا کہ لوگوں کی سستی اس بابت مشاہد ہے، بلکہ بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ جو لوگ شہود رمضان کی شہادت دیتے ہیں ان کو سب وشتم کرتے ہیں اور تکلیف پہنچاتے ہیں)۔

راقم ناچیز خیال کرتا ہے کہ یہ رائے بہت اچھی ہے؛ ایک طرف تو فسق وفجور عام ہے جس کی بنا پر معدودے چند حضرات کی شہادت پر یقین کرنا مشکل ہے، دوسری طرف لوگوں کی بڑھتی ہوئی ناگفتہ بہ سستی وغفلت کہ رمضان کی آمد کے خوف سے نہ چاند دیکھنا گوارہ اور نہ اس کی خبر سننا گوارہ، لیکن یہ صورتحال عید کے چاند میں نہیں ہے، بلکہ عید کے چاند کی پیشیں گوئی تک ہفتوں پہلے سے شروع ہوجاتی ہے، اس لئے ثبوت رمضان کے لئے دو آدمی کی شہادت کو کافی مانا جائے تو حرج نہیں ہوگا، بلکہ ایک آدمی بھی جو کہ باہر سے آکر یا کسی اونچی جگہ پر چڑھ کر دیکھنے کی خبر دے، نیز اس کے ساتھ فلکی حساب کے اعتبار سے اس دن رویت ممکن ہو تو قاضی کے ثبوت رمضان کا ظن غالب ضرور ہوگا اور فیصلہ کر دینے میں حرج نہیں ہوگا۔

لیکن عید کی بابت بہرحال جم غفیر کی ضرورت ہوگی جن کی شہادت سے چاند کے ہونے کا یقین وظن غالب ہوجائے۔

شافعیہ کے یہاں تو مطلقاً ایک عادل انسان کی شہادت سے رمضان کا بھی ثبوت ہوجاتا ہے اور عید کا بھی، شیخ وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں:

''تثبت رؤیۃ الہلال رمضان أو شوال أو غیرہما بالنسبۃ إلی عموم الناس برؤیۃ شخص عدل ولو مستور الحال سواء أکانت السماء مصحیۃ أم لا'' (الفقہ الاسلامی۳،۱۶۵۲)۔

(رمضان یا شوال وغیرہ کے چاند کی رؤیت کا ثبوت عام لوگوں کی بنسبت ایک عادل شخص سے، خواہ مستور الحال ہونا ہوجائے گا، خواہ آسمان صاف ہو یا نہ ہو)۔

مالکیہ کے یہاں بھی جماعت کثیرہ سے، نیز دو عادل شخص کی شہادت سے ثبوت ہوجاتا ہے، شیخ زحیلیؒ مالکیہ کا مسلک لکھتے ہیں:

''أن یراہ عدلان فأکثر فیثبت بہما الصوم والفطر فی حالۃ الغیم أو الصحو'' (الفقہ الاسلامی ۳،۱۶۵۲-۱۶۵۳)۔

(دو عادل شخص یا اس سے زیادہ دیکھیں تو ان دونوں کے دیکھنے سے رمضان وافطار ثابت ہوجاتے ہیں، ابر کی حالت ہو یا مطلع صاف ہو)۔

شیخ زحیلیؒ نے شافعیہ کے استدلال میں دو حدیثیں ذکر کی ہیں، ایک ابن عمر کی جس کی تخریج ابوداؤد نے کی ہے:

''أن ابن عمر رأی الہلال فأخبر رسول اللہ ﷺ بذلک فصام وأمر الناس بصیامہ '' (ابوداؤد۱،۳۲۰ کتاب الصوم، باب شہادۃ الواحد علی رؤیۃ ہلال رمضان)۔

(حضرت ابن عمر نے چاند دیکھا اور رسول اللہ ﷺ کو خبر دی تو رسول اللہ ﷺ نے روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا امر فرمایا)۔

دوسری حدیث ابن عباس کی ہے جو ابوداؤد وترمذی وغیرہ میں ہے:

''جاء أعرابی إلی النبی ﷺ، فقال: إنی رأیت ہلال رمضان ، فقال: أتشہد أن لا إلہ إلا اللہ؟ قال: نعم، قال: تشہد أن محمداً رسول اللہ؟ قال:نعم، قال: یا بلال! أذن فی الناس فلیصوموا غداً'' (ابوداؤد۱،۳۲۰ کتاب الصوم، باب شہادۃ الواحد علی رؤیۃ ہلال رمضان)۔

(ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر کہا: میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے، رسول اللہ ﷺ نے کہا: کیا تم لا إلہ الا اللہ کی شہادت دیتےہو؟ اس نے کہا: ہاں، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تم شہادت دیتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا: ہاں، اللہ کے رسول نے فرمایا: اے بلال! لوگوں نے میں اعلان کرو کہ آئندہ کل سے روزہ رکھیں)۔

ان دونوں حدیثوں میں ثبوت رمضان کا بیان ہے، عیدین کا ذکر نہیں، احناف نے ان دونوں کو ابرآلود ہونے پر محمول کیا ہے، اس لئے اگر ثبوت رمضان کے لئے دوآدمی کی شہادت یا ایک ثقہ انسان کی شہادت پر اعتبار کیا جائے تو مناسب رہے گا۔

مسکوت الحال شخص کی شہادت:

شہادت کے لئے تو اصل معیار یہی ہے کہ شاہد صفت عدالت کے ساتھ متصف ہو، عادل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو، اس کا تقاضایہ ہے کہ فاسق کی شہادت بالکل مقبول نہ ہو۔

مگر رؤیت ہلال کے سلسلہ میں تھوڑی نرمی برتی گئی ہے؛ کیونکہ رؤیت ہلال کے

قضیہ کی ایک حیثیت تو عام معاملات کی ہے کہ دوسروں کا نفع اس سے وابستہ ہے، اوردوسری حیثیت دیانت وعبادت کی ہے، چنانچہ دیانت وعبادت ہونے کی بنا پر باتفاق جمہور علماء دعوی کی شرط نہیں ہے، ورنہ عام عدالتی معاملات میں جب تک مدعی کا دعوی نہ ہو اس وقت تک کسی قسم کی سنوائی ممکن نہیں ہوتی ہے، امام طحاویؒ نے تو فاسق کی شہادت کو بھی کافی سمجھا ہے، اسی طرح مستور الحال کی شہادت کو بھی کافی سمجھا گیا ہے۔

''فإن كانت السماء متغيمة تقبل شهادة الواحد إذا كان مسلماً، رجلاً كان أو امرأة، وذكر الطحاوى أنه تقبل شهادة الفاسق۔

أما إذا كان مستور الحال فالظاہر أن لا تقبل شہادتہ وروى الحسن عن أبى حنيفة أنه تقبل شہادتہ وہو الصحيح'' (المحيط البرہانى٢،٣٧٦ كتاب الصوم، الفصل الثانى فيما يتعلق برؤية الہلال)۔

(اگر آسمان ابر آلود ہو تو ایک شخص کی شہادت مقبول ہے، جبکہ مسلمان ہو، خواہ مرد ہو یا عورت۔ امام طحاوی نے ذکر کیا کہ فاسق کی شہادت بھی مقبول ہے۔

بہرحال مستور الحال تو ظاہر روایت میں مقبول نہیں ہے، حسن بن زیاد کی روایت امام ابوحنیفہ سے ہے کہ شہادت مقبول ہے اور یہی صحیح ہے)۔

علامہ شامی ایک مسئلہ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''مبنى على ظاہر قول الطحاوى من قبول ظاہر الفسق، فإذا كان اعتقاد القاضى ذلك يجب أن يشہد'' (رد المحتار ٢،٩٩ كتاب الصوم، ط: رشيديہ)۔

(یہ قول امام طحاوی کے قول ظاہر الفسق شہادت کی شہادت کے قبول کرنے پر مبنی ہے، پس جب قاضی کا یہ اعتقاد ہو تو واجب ہے کہ شہادت دے)۔

زمانہ کے حالات بہت تیزی سے بدلے اور بدلتے جارہے ہیں اور اس حدیث کا مفہوم مکمل صادق آتا ہوا نظر آرہا ہے کہ امانت ودیانت اس طرح ناپید ہوگی کہ ڈھونڈنے سے کوئی دیانتدار نہیں ملے گا، ایسے حالات کا ادراک اکابر امت نے پہلے ہی کیا ہے، چنانچہ صاحب ''معین الحکام '' کے یہ الفاظ کافی اہمیت رکھتے ہیں:

''قال القرافى: فى باب السياسة: نصّ بعض العلماء على أنا إذا لم نجد فى جہة إلا غير العدول أقمنا أصلحہم وأقلہم فجوراً للشہادة عليہم، ويلزم ذلك فى القضاة وغيرہم لئلا تضيع المصالح قال: وما أظن أحداً يخالف ہذا فالتكليف شرط فى الإمكان، وہذا كله لضرورة لئلا تہدر الأموال وتضيع الحقوق'' (معين الحكام،١٤٥)۔

(علامہ قرافی نے باب السیاست میں بیان کیا ہے کہ بعض علماء نے اس کی تصریح کی ہے کہ جب کسی جگہ شاہد عدل نہ ملیں تو ہم غیر عادل لوگوں میں جو دین کے اعتبار سے بہتر اور فسق میں کم ہو تو اس کو شہادت کے لئے منتخب کرینگے اور ایسا کرنا اس

زمانہ کے قاضیوں پر لازم ہے، تاکہ لوگوں کے حقوق اور مصالح ضائع نہ ہوجائیں۔

میں نہیں جانتا کہ کوئی عالم وفقیہ اس بات سے اختلاف کرے گا؛ کیونکہ وجوب بقدر استطاعت ہوتا ہے اور یہ ضرورت کی بنا پر ہے تاکہ لوگوں کے مال ضائع اور حقوق تلف نہ ہوں)۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی تحریر فرماتے ہیں:

''اور جب سے دنیا میں فسق کی کثرت ہوئی اور عام معاملات کی شہادت میں ایسے لوگ آنے لگے جو شرعی اصطلاح میں فاسق ہیں تو لوگوں کے حقوق کی حفاظت اور مقدمات کے فیصلہ کے لئے حضرات فقہاء نے یہ صورت اختیار کی ہے کہ جس فاسق کے معاملہ میں قرائن اور حالات سے اس کا اطمینان ہوجائے کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا ہے تو اس کی شہادت قبول کرے، اس پر مقدمات کے فیصلے کریں، البتہ ایسے لوگوں میں اس کا انتخاب کریں جو دوسروں کی بنسبت زیادہ صلاحیت رکھتا ہو، مثلاً نماز روزہ کا پابند اور عام احکام شرعیہ کا احترام کرتا ہو ''(جواہر الفقہ۳،۴۷۲)۔

فتاوی عبد الحئی میں بحوالہ رسائل الأذکار منقول ہے:

ہم کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں اس طرح کی عدالت کی شرطیں ملحوظ رہنے میں اکثر اعمال مختل ہوجائینگے خاص طور پر روزہ، اس لئے بہتر یہ ہے کہ امام ابویوسف کے قول پر فتوی دیا جائے کہ اگر شاہد، صاحب مروت ہو اس طرح پر ہو کہ سچائی کا ظن غالب ہو تو اس کا قولِ قبول کیا جائے گا، تاکہ روزہ کا معاملہ متاثر نہ ہوسکے '' (فتاوی عبد الحئی،۲۶۳، ط: زکریا)۔

حضرت کا فتوی بھی خود یہی ہے، لکھتے ہیں:

''ظاہر الروایہ میں عادل ہونا شرط ہے اور حسن روایت کرتے ہیں امام صاحب سے کہ عدالت شرط نہیں ہے ایک مجہول اور نامعلوم انسان کی شہادت بھی مقبول ہوجائے گی، طحاوی اور شمس الائمہ حلوانی کا بھی یہی مذہب ہے اور متاخرین نے بھی اسی کو صحیح مانا ہے '' (فتاوی عبد الحئی،۲۶۲، ط: زکریا)۔

ب: چاند دیکھنے والے پر چاند کی خبر قاضی یا کمیٹی کے صدر تک پہنچانا لازم ہے، چاند دیکھنے والے کا بیان خبر ہے یا شہادت؟

رؤیت ہلال کی خبر دینے کی دوحیثیتیں ہیں، اس کی ایک حیثیت تو عبادت وقربت کی ہے، چونکہ لوگوں کا نفع بھی متعلق ہے، اس لئے اس کی دوسری حیثیت عام معاملات کی ہے، اسی لئے رمضان کی رؤیت میں صرف اس کے عبادت ودیانت ہونے کا لحاظ رکھا گیا ہے، اور آسمان کے ابر آلود ہونے کی صورت میں صرف ایک آدمی کی سچی خبر پر اعتماد کیا گیا ہے، لیکن چونکہ روزہ موقوف کرنے کا نام ہے جس میں لوگوں کا نفع بھی ہوتا ہے، لہذا ابرآلود یا مطلع صاف ہونے، ہر صورت میں شہادت کے معیار کو باقی رکھا

جاتا ہے، اس لئے چاند کی اطلاع من وجہ خبر بھی ہے اور من وجہ شہادت بھی، البتہ عبادت کی شان غالب ہے، اس لئے قضاء کے عام اصول کے برخلاف دعوی کی شرط نہیں ہوتی ہے، نیز جہاں دار القضاء اور ہلال کمیٹی کا نظم نہ ہو تو محض رمضان کے لئے ایک شخص کی خبر پر اور عید کے لئے مطلع ابرآلود ہو تو دوآدمی کی خبر پر بھی رمضان وعید کا ثبوت ہوجاتا ہے۔

''ولا تشترط الدعوى كما لا تشترط فى عتق الأمة وطلاق الحرة..... لأن اشتراط الدعوى عنده فى عتق العبد؛ لأنه حق عبد، بخلاف الأمة، فإن فيه مع حق العبد حق الله تعالى وهو صيانة فرجها؛ والفطر وإن كان فيه حق عبد لكن فيه حق الله تعالى لحرمة صومه ووجوب صلاة العيد فهو بعتق الأمة أشبه فلا تشترط فيه الدعوى'' (الرد مع الدر٢٫٩٩كتاب الصوم، ط: رشيديه)۔

(رؤیت ہلال میں دعوی کی شرط نہیں ہے، جیسا کہ باندی کی آزادی اور حرہ کی طلاق میں شرط نہیں ہے..... اس لئے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک غلام کی آزادی میں دعوی کی شرط اس لئے ہے کہ عبد کا حق ہے، برخلاف باندی کی آزادی کے کیونکہ اس میں حق العبد کے ساتھ اللہ کا حق بھی ہے اور وہ عورت کی شرمگاہ کی حفاظت ہے؛ روزہ موقوف کرنا اگرچہ اس میں بندے کا حق ہے، لیکن اللہ کا حق بھی ہے، اس لئے کہ روزہ حرام ہے اور عید کی نماز واجب ہے، پس باندی کی آزادی کے مشابہ ہوئی، لہذا اس میں دعوت کی شرط نہیں ہوگی)۔

''ثم إذا كان فى السماء علة من نحو غيم أو غبار قبل لهلال رمضان خبر واحد عدل فى ظاهر الرواية أو مستور الحال على قول مصحح ....لأنه خبر دينى فأشبه رواية الأخبار، ولهذا لا يشترط لفظ الشهادة ولا الدعوى ولا الحكم ولا مجلس القضاء۔

وشرط لهلال الفطر مع علة السماء شروط الشهادة؛ لأنه تعلق به نفع العباد وهو الفطر فأشبه سائر حقوقهم فاشترط له ما اشترط لها من العدد والعدالة والحرية وعدم الحد فى قذف، وإن تاب ولفظ الشهادة والدعوى على خلاف فيه إلا إذا كانوا فى بلدة لا حاكم فيها، فإنهم يصومون بقول ثقة ويفطرون بقول عدلين للضرورة'' (رسائل ابن عابدين١٫٢١٢ ، الرسالة التاسعة)۔

(پھر جب آسمان پر ابریا غبار وغیرہ کوئی مانع ہو تو ہلال رمضان کے لئے ایک عادل شخص کی خبرظاہر الروایہ میں مقبول ہوگی، یا صحیح قول کے مطابق مستور الحال کی بھی؛ اس لئے کہ یہ دینی خبر ہےجو احادیث کی روایت کے مشابہ ہے، اسی لئے لفظ شہادت، دعوی، حکم، مجلس قضاء کی شرط نہیں ہے۔

ہلال عید کے لئے جب آسمان پر ابر ہو شہادت کی شرطیں مشروط ہیں، اس لئے کہ اس سے بندوں کا نفع متعلق ہے اور وہ افطار ہے، پس دیگر حقوق کے مشابہ ہوا، لہذا دیگر حقوق کے لئے جو شرطیں ہیں وہی یہاں بھی ہونگی، یعنی شاہدوں کا عادل ہونا، آزاد ہونا،

حد قذف کے ساتھ متصف نہ ہونا اگرچہ توبہ کرلیا ہو، لفظ شہادت، دعوی کے سلسلہ میں اختلاف ہے الا یہ کہ کوئی ایسا شہر ہو جس میں حاکم نہ ہو تو لوگ ضرورتاً ایک ثقہ آدمی کے کہنے پر روزہ رکھینگے اور دو عادل آدمی کے قول پر روزہ موقوف کرینگے)۔

ایک جگہ اور تحریر ہے:

''لأن إثبات مجئی رمضان لا یدخل تحت الحکم حتی لو أخبر رجل عدل القاضی بمجئی رمضان یقبل ویأمر الناس بالصوم، یعنی فی یوم الغیم ولا یشترط لفظ الشہادۃ وشرائط القضاء، أما فی العید فیشترط لفظ الشہادۃ وہو یدخل تحت الحکم، لأنہ من حقوق العباد'' (رسال ابن عابدین۱،۲۱۵، الرسالۃ التاسعۃ) (اس لئے کہ رمضان کے آنے کا اثبات قاضی کے حکم کے تحت نہیں ہے حتی کہ اگر ایک عادل شخص قاضی کو رمضان کے آنے کی خبر دیا تو قبول کرے گا اور لوگوں کو روزہ کا حکم دے گا، یعنی بادل والے دن میں لفظ شہادت اور شرائط قضاء کی شرط نہیں ہے، لیکن عید میں لفظ شہادت شرط ہے، نیز قاضی کے حکم پر موقوف ہے، اس لئے کہ حقوق العباد میں سے ہے)۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی بات فیصلہ کن بات معلوم ہوتی ہے:

مجلس قضا شرط ہے، یعنی شاہد کے لئے ضروری ہے کہ قاضی کی مجلس میں خود حاضر ہوکر شہادت دے، جن معاملات ومسائل میں خبر کافی ہے ان میں اس پر عمل جائز ہوگا، اور جن معاملات میں ثبوت کے لئے شہادت ضروری ہے ان میں یہ خبر کافی نہ سمجھی جائے گی اگرچہ آواز پہنچانی جائے اور بولنے والا ثقہ اور قابل شہادت ہو (جواہر الفقہ۳،۲۷۴)۔

جس شخص نے ۲۹ شعبان یا ۲۹ رمضان کو چاند دیکھا اس کی ذمہ داری ہے کہ قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کے صدر کو خبر دے، اور یہ خبر دینا اس پر لازم ہے، مختلف فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے:

''قال الحلوانی: یلزم العدل .....أن یشہد فی لیلتہ کی لا یصبحوا مفطرین وہی من فروض العین وأما الفاسق إن علم أن الحاکم یمیل إلی قول الطحاوی ویقبل قولہ یجب علیہ'' (رد المحتار ۲،۹۹ ط:رشیدیہ، عالمگیری۱،۱۹۷ کتاب الصوم، الباب الثانی فی رؤیۃ الہلال)۔

(حلوانی نے کہا: عادل شخص پر لازم ہے کہ چاند جس شب میں دیکھا ہے اسی شب شہادت دے، تاکہ لوگ صبح میں افطار نہ کریں نیز یہ فرض عین ہے اور فاسق کو اگر معلوم ہو کہ حاکم کا میلان امام طحاوی کے قول کی طرف ہے تو اس پر بھی واجب ہے)۔

''أما فی السواد إذا رأی أحدہم ہلال رمضان یشہد فی مسجد قریتہ، وعلی الناس أن یصوموا بقولہ بعد أن یکون عدلاً إذا لم یکن ہناک حاکم یشہد عندہ، کذا فی المحیط'' (عالمگیری۱،۱۹۷ کتاب الصوم، الباب الثانی فی رؤیۃ الہلال، تاتارخانیہ۳،۳۶۱، کتاب الصوم، الفصل الثانی، رؤیۃ الہلال)۔

(بہرحال دیہات میں جب کوئی شخص رمضان کا چاند دیکھے تو اپنے گاؤں کی مسجد میں شہادت دے، اور لوگوں پر لازم ہے کہ اس کی بات پر روزہ رکھیں، جبکہ دیکھنے والا عادل ہو، نیز وہاں حاکم نہ ہو جس کے پاس شہادت دے سکے ایسا ہی محیط میں ہے)۔

ج: چاند دیکھنے والے کے لئے فوراً ہی شہادت ضروری ہے، بلا عذر تاخیر کی صورت میں شہادت رد ہوسکتی ہے:

فقہاء کی عبارت سے تو یوں لگتا ہے کہ جس نے چاند دیکھا ہے اس کے ذمہ لازم ہے کہ قاضی وحاکم، یا کمیٹی کے صدر ونگراں کو اس کی اطلاع دے، چونکہ اس رؤیت پر ایک اہم عبادت کے آغاز واختتام کا انحصار ہے، یہ صرف انفرادی معاملہ نہیں، بلکہ اجتماعی ضرورت ہے، فقہاء کے کلام میں تو یہاں تک تصریح ملتی ہے کہ ایک فاسق شخص نے چاند دیکھا اس کو ظن غالب ہے کہ قاضی وحاکم اس کی خبر یا شہادت کی تصدیق کرے گا تو بھی اس پر لازم ہے کہ فوراً جاکر شہادت واطلاع کے عمل کو مکمل کرے حتی کہ پردہ نشیں خواتین بھی دار القضاء حاضر ہوکر چاند دیکھنے کا بیان درج کروائے، البتہ عورتوں کی اطلاع پر ثبوت وشہود موقوف نہ ہو تو پھر قاضی کے پاس حاضرہونا ضروری نہیں ہوگا۔

''یجب علی الجاریۃ المخدرۃ أن تخرج فی لیلتہا بلا إذن مولاہا وتشہد، کذا یجب علی الحرۃ أن تخرج بلا إذن زوجہا، وکذا غیر المخدرۃ والمزوجۃ بالأولی، والظاہر أن محل ذلک عند توقف إثبات الرؤیۃ علیہا، وإلا فلا'' (الرد مع الدر ۹۹،۲، ط: رشیدیہ)۔

اس سے معلوم ہوا کہ شہادت ایک فریضہ ہے کسی بھی فریضہ میں کوتاہی موجب فسق ہوتی ہے، اس لئے اگر بلاعذر شاہد تاخیر کرتا ہے جس سے اس کی نیت پر شک وشبہ ہوسکتا ہے تو اسے متہم سمجھا جائے گا اور متہم کی شہادت رد کی جاسکتی ہے، لیکن عرفاً جس کو تاخیر نہیں سمجھا جاتا ہے، یا تاخیر ہوئی، مگر عذر کی بنا پر ہوئی تو اس شہادت پر فیصلہ ہوگا، ابوداؤد میں دواعرابی کا قصہ منقول ہے جنہوں نے ایک دن کی تاخیر سے شہادت دی تھی، روایت کے الفاظ ہیں:

''فشہدا عند النبی ﷺ لأہل الہلال أمس عشیۃ، فأمر رسول اللہ الناس أن یفطروا'' (ابوداؤد ۳۲۰،۱ کتاب الصوم، باب شہادۃ رجلین علی رؤیۃ ہلال شوال)۔

(ان دونوں نے شہادت دی کہ گزشتہ کل شام میں چاند دیکھا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ افطار کرلیں)۔

قاضی خاں میں ہے:

''إذا شہد الشہود علی ہلال رمضان فی الیوم التاسع والعشرین أنہم رأووا ہلال رمضان

قبل صومہم بیوم إن کانوا ہذا فی المصر ینبغی أن لا تقبل شہادتہم، لأنہم ترکوا الحسبۃ، وما کان حقاً علیہم، وإن جاءوا من مکان بعید جازت شہادتہم لانتفاء التہمۃ'' (قاضی خاں علی ہامش الہندیہ۱،۱۹۸، ط: احیاء التراث العربی)۔

(جب گواہوں نے ۲۹؍تاریخ کو ہلال رمضان کی شہادت دی کہ انہوں نے رمضان کا چاند لوگوں نے جس دن روزہ رکھا ہے اس سے ایک دن پہلے دیکھا ہے، اگر وہ گواہ شہر کے ہوں تو ان کی شہادت مقبول نہیں، اس لئے کہ انہوں نے حسبت وللہیت کو ترک کردیا جو ان پر لازم تھا، اور اگر وہ لوگ دور جگہ سے آئے ہوں تو ان کی شہادت کافی ہوگی، اس لئے کہ تہمت ان پر باقی نہیں ہے)۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں:

''شہود کی شہادت معتبر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ شہادت دیانت اور حسبت، یعنی للہیت پر مبنی ہے اور ایسی شہادت بلا وجہ معقول تاخیر کرنے سے نامقبول ہوجاتی ہے (کفایۃ المفتی۲،۲۷۹ کتاب القضاء والافتاء)۔

محور ۴ :

الف، ج: ایک قاضی کا اعلان اس کے حلقہ کے لئے لازم وضروری ہے، دوسرے حلقہ کے لئے لازم نہیں:

جن صوبوں میں نظام قضاء قائم ہے جیسے بہار، اڑیسہ اور جھارکھنڈ میں،یا ہلال کمیٹی ہے جس کے فیصلہ کو ہر شخص مانتے ہیں، ان کا فیصلہ اپنے حلقہ میں نافذ اور موجب العمل ہوگا، دوسری جگہ خواہ مطلع ایک ہو، مگر ایک قاضی کا فیصلہ دوسرے قاضی پر لازم نہیں ہوتا ہے، کیونکہ قضاء القاضی محدود فی ولایتہ ہوا کرتا ہے، نیز اس قاضی کا فیصلہ دوسری جگہ کے لئے محض خبر کی حیثیت رکھتا ہے جس پر عمل کرنا واجب نہیں، لہذا روزہ شروع کرنے میں ایک قاضی کے فیصلہ کی خبر یقینی ذرائع سے پہنچ جائے تو قاضی اطمینان قلبی کے بعد روزہ رکھنے کا اعلان کردے، کیونکہ رمضان کے ثبوت کے لئے خبر صادق کافی ہے، لیکن روزہ موقوف کرنے اور عید منانے کے لئے چونکہ شہادت ضروری ہے، اس لئے شہادت کے اصول کے بغیر دوسری جگہ کےقاضی کا فیصلہ قابل تقلید وتنفیذ نہ ہوگا، حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ فرماتے ہیں:

''قاضی کا اعلان صرف اسی دائرے میں محدود رہتا ہے جہاں تک قاضی کا حلقۂ اقتدار ہے'' (رؤیت ہلال،۱۲۴ ط: ایفا)۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں:

''ایک قاضی کافیصلہ صرف اس کے زیر ولایت علاقوں اور شہروں کے حق میں حجت ہے، جوعلاقے اور شہر اس کے زیر ولایت نہیں ان پر اس قاضی کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا، البتہ اگر ثبوت رؤیت سے مطمئن ہوکر دوسرے شہر یا علاقے کا قاضی بھی رؤیت کا

فیصلہ کردے تو اس کے زیر حکومت علاقوں میں بھی رؤیت ثابت ہوجائے گی '' (آپ کے مسائل اور ان کا حل۳،۲۵۹)۔

دوسری جگہ کے قاضی پر بھی یہ فیصلہ اس وقت لازم ہوگا، جبکہ شہادت علی الشہادۃ یا شہادۃ علی القضاء یا استفاضہ خبر سے رؤیت کا ثبوت ہوجائے۔

ب: ریڈیووٹیلی ویزن پر قاضی کے الفاظ میں اعلان رؤیت:

قاضی کے الفاظ میں ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر رؤیت کا اعلان ہوتا ہے اور دجل وتلبیس کا خدشہ نہیں رہتا ہے، بلکہ تجربات کی روشنی میں ایسی نشریات باعتماد وقابل وثوق ثابت ہوچکی ہوں تو یہ اعلان سلطان اور حاکم کے اعلان کے حکم میں ہوگا، کیوں کہ جس ملک میں مسلمان بادشاہ نہیں ہے وہاں مسلمانوں پر لازم ہے کہ کسی کو امام یا قاضی بنائے جو امامت وسلطان کے ان مناصب کو انجام دے جن میں امام وسلطان کا ہونا ضروری ہے۔

''أما بلاد علیہا ولاۃ کفار فیجوز للمسلمین إقامۃ الجمع والأعیاد ویصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین، فیجب علیہم أن یلتمسوا والیاً مسلماً منہم'' (رد المحتار۴،۲۴۲ کتاب القضاء، ط: رشیدیہ) (بہرحال وہ ممالک جہاں کفار حکمراں ہیں وہاں مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ جمعہ وعیدین قائم کریںاور قاضی تراضی مسلمین سے قاضی بن جاتا ہے، لہذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے میں سے کسی مسلمان والی کو تلاش کریں)۔

''یجب علی المسلمین أن یتفقوا علی واحد منہم یجعلونہ والیاً فیولی قاضیاً ویکون ہو الذی یقضی بینہم، وکذا ینصبوا إماماً یصلی بہم الجمعۃ'' (رد المحتار۴،۲۴۲ کتاب القضاء، ط: رشیدیہ)۔

(مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے میں سے ایک پر متفق ہوجائیں جن کو حاکم بنائیں، وہ حاکم قاضی متعین کرے گا اور وہی ان کے مابین فیصلہ کرے گا، اسی طرح واجب ہے کہ امام مقرر کرے جو ان کو جمعہ پڑھائے)۔

اسی طرح جب حاکم، قاضی نہ ہو تو ایک ثقہ انسان کی خبر صادق پر رمضان شروع ہوسکتا ہے، جبکہ آسمان ابر آلود ہو اس مسئلہ کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے:

''ولو کانوا ببلدۃ لا حاکم فیہا أی: لا قاضی ولا والی صاموا بقول ثقۃ أی:افتراضاً '' (الرد مع الدر۲،۹۹ کتاب الصوم، ط: رشیدیہ)۔

(اگر کسی شہر میں حاکم نہ ہو یعنی نہ قاضی ہو اور نہ والی تو ایک قابل اعتماد شخص کی خبر پر روزہ رکھنا فرض ہے)۔

قاضی ووالی کی ایک ساتھ نفی سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر قاضی ہو مگر والی نہ ہو تو قاضی کے فیصلہ کا وہی حکم ہوگا جو حاکم اور سلطان کے فیصلہ کا ہوتا ہے، اس لئے موجودہ دور میں قاضی کا متعین الفاظ میں اعلان سلطان کا اعلان سمجھا جائے گا، اور اس قاضی کے مکمل حلقہ اثر میں نافذ العمل ہوگا۔

د: ریڈیو سے اعلان کے لئے مسلمان ہونے کی شرط:

اگر ریڈیو نشریات کے سلسلہ میں وثوق ویقین سے معلوم ہو کہ جب تک قاضی یا کمیٹی کے فیصلہ کی خوب تحقیق نہیں ہوجاتی ہے اس کو نشر نہیں کیا جاتاہے، جیسا کہ آج کل ریڈیو اسٹیشنوں کے سلسلہ میں یہی رجحان پایا جاتا ہے، خاص طور پر چاند کے اعلان کے سلسلہ میں مشاہد بھی یہی ہے، اس لئے ریڈیو سے رؤیت ہلال کی نشریات پر ظن غالب حاصل ہے اور اطلاع دینے میں یہی مطلوب شرعی ہے اس لئے نشر کرنے والے کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے، کوئی فاسق، بلکہ کافر بھی اعلان کرے اور اس اعلان کی نسبت کرنے میں باعتماد ہو تو اس پر اعتماد کیا جائے گا۔

علامہ شامی کی ایک عبارت اس کی نظیر ہے:

''والظاہر أنہ یلزم أہل القری الصوم بسماع المدافع أو رؤیۃ القنادیل من المصر؛ لأنہ علامۃ ظاہرۃ تفید غلبۃ الظن، وغلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل کما صرحوا بہ واحتمال کون ذلک لغیر رمضان بعید إذ لا یفعل مثل ذلک عادۃ فی لیلۃ الشک إلا لثبوت رمضان'' (رد المحتار۲،۹۹ کتاب الصوم، ط: رشیدیہ)۔

(ظاہر ہے کہ اہل قریہ پرشہر سے توپ کی آواز سننے یا قندیل کی روشنی دیکھنے سے روزہ لازم ہوگا؛ اس لئے کہ یہ ظاہری علامت ہے جو مفید ظن غالب ہے، اور ظن غالب عمل کے لئے حجت موجبہ ہے، جیسا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے، اس کا غیر رمضان کے لئے ہونے کا احتمال بعید ہے، اس لئے کہ عموماً یوم الشک کی شب میں اس طرح کا کا ثبوت رمضان کے لئے ہی کیا جاتا ہے)۔

محور ۵ :

الف، ب: جس علاقہ میں بالعموم مطلع ابر آلود رہتا ہو وہاں کا حکم:

شریعت کا اصل حکم تو یہی ہے کہ جہاں کا مطلع صاف نہ ہو اور ۲۹،تاریخ کو چاند نظر نہ آیا ہو تو تیس دن مکمل کرکے روزہ شروع کیا جائے اور تیس دن مکمل کرکے ہی روزہ موقوف کیا جائے، لیکن اس میں بعض دشواریاں بھی ہیں، مثلاً چاند کبھی نظر ہی نہیں آتا ہے جس کی بنا پر لگاتار تیس دن مکمل کرکے مہینہ کا آغاز کا اعلان کیا گیا، جبکہ اس کے قریبی ملکوں اور حدود میں جہاں مطلع صاف رہتا ہے چاند دیکھا گیا اور مسلسل تین ماہ تک ۲۹ کو ہی دیکھا گیا، اور اسی کے مطابق تاریخ کا اعلان ہوا، جبکہ ہمیشہ ابرآلود رہنے والے ملکوں میں تیس کے حساب کی وجہ سے تاریخ میں تین دنوں کا فرق ہوجاتا ہے، پھر صاف مطلع والے خطے میں ایک ماہ تیس کا چاند ہوا بعدہ مسلسل تین ماہ تک ۲۹ کا چاند ہوا تواب دو خطوں میں صرف سات ماہ میں چھ دنوں کا فرق آگیا اس طرح تین سالوں میں دونوں ممالک میں کم وبیش ایک ماہ کا فرق ہوگا، مطلب یہ ہوگا کہ کچھ جگہوں میں رمضان رہے گا تو کچھ مقامات پر لوگ عید سے فارغ ہوچکے ہونگے اور چند سالوں میں عید الاضحی کی تیاری کررہے ہونگے، یہ صورتحال ان دونوں عبادتوں کی

روح کے منافی بھی ہے، اور غیروں کے لئےہنسنے ومذاق اڑانے کا ذریعہ بھی۔

اس سے بچنے کے لئے اگر حنفیہ کے اصل مسلک پر عمل کیا جائے کہ اختلاف مطالع معتبر ہی نہیں ہے، کیونکہ متاخرین کا یہ فیصلہ کہ اختلاف مطالع معتبر ہے ان ملکوں کی بابت ہے جہاں واقعتاً رویت ہوتی ہو، اور ان دونوں جگہوں کے مابین رؤیت میں اختلاف ہوجاتا ہے، لیکن بطریق موجب پہنچ رہی ہے ان ہی ممالک کی رؤیت کا اعتبار کرکے فیصلہ کرلیا جائے تو انتشار سے یک گونہ چھٹکارا مل سکتا ہے۔

یا پھر ماہرین فلکیات کی مدد سے متعین کیا جائے کہ کثافت والے ملک کا مطلع صاف مطلع والے ملکوں میں سے کسی جگہ کے مطلع کے موافق ہے، اسی ملک کی رویت کے اعتبار سے رمضان وعید ہی نہیں ہر ماہ کے آغاز واختتام کا فیصلہ کرلیا جائے تو بھی مناسب رہے گا۔

''قال الحلوانی: الصحیح من مذہب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض فی بلدۃ أخری وتحقق یلزمہم حکم تلک البلدۃ'' (مجمع الانہر ۱،۳۵۲، ط: دار الکتب العلمیہ)۔

(حلوانی نے کہا: فقہائے احناف کاصحیح مذہب یہ ہے کہ ایک شہر کی خبر بطریق استفاضہ دوسرے شہر پہنچ جائے تو اس شہر کا حکم لازم ہوگا)۔

حضرت مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوریؒ کے فتاوی میں خاص انگلینڈ وغیرہ سے متعلق سوال کے جواب میں ہے:

''لیکن جبکہ یہاں ہمیشہ ابروغبار کی وجہ سے چاند نظر نہیں آتا ہے اور سب چاند تیسواں شمار کرتے ہیں تو اس میں بڑا تفاوت ہوگا، جب دوسری جگہ سے ریڈیو یا ٹیلی فون سے چاند کی خبر لوگ سنینگے تو وہ لوگ اپنے خیالات اور ارادے میں مذبذب ہونگے اور عبادات: تراویح، روزہ، عید، قربانی وغیرہ کے بارے میں خلجان پیدا ہوگا اور نتیجتاً اختلاف رونما ہوگا اور بدنظمی پیدا ہوگی، ایسے وقت میں اپنے نزدیک کے ممالک جہاں پر طلوع وغیرہ میں زیادہ تفاوت نہ ہو اور انتسویں کا چاند نظر آتا ہو ایسے ملک سے رابطہ اور تعلق رکھنا چاہئے اور یہ زیادہ مناسب ہے '' (فتاوی رحیمیہ۴،۲۱۳ ترتیب جدید)۔

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ کا فتوی ایسے ممالک کے متعلق بایں الفاظ ہے:

''مہینوں کا تعین جنتری اور قریبی مقامات کی تحقیق سے ہوسکتا ہے جہاں چاند نظر آتا ہو'' (فتاوی محمودیہ۱۵،۵۰ ترتیب جدید)۔

ج: مختلف شہروں یا صوبوں میں شرعی فیصلہ ہونے پر ریڈیو سے اعلان ہو تو جہاں رؤیت نہیں ہوئی ہے وہاں کے لوگ کیا کریں:

جن ملکوں اور صوبوں کا مطلع متحد ہے وہاں اصل تو یہ ہے کہ ایک جگہ رؤیت ثابت ہوجانے سے دوسری جگہ بھی رؤیت ثابت مانی جائے گی، صرف اتنی بات کافی ہے

کہ رویت والے شہر کی خبر وشہادت کی بابت گمان غالب ہوجائے کہ خبر سچی ہے، کسی سازش کی آمیزش نہیں ہے، یہ کیفیت اس وقت پیدا ہوگی، جبکہ خبر بطریق استفاضہ وشہرت حاصل ہو اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ تین ریڈیو اسٹیشن سے اعلان ہوا ہو، بلکہ ممکن ہے دس بیس نشریات کے بعد استفاضہ ہوسکے اور یہ بھی ممکن ہے تین جگہ سے اعلانات ونشریات پر صداقت کا یقین ہوجائے، حدیثوں میں خبر مستفیض ومشہور کی سب سے کم تعداد تین ہی رکھی گئی ہے، اس لئے یہ کیفیت جتنی جگہ کی نشریات سے حاصل ہوجائے اس قدر نشریات ضروری ہونگی، اور اس کے بعد رویت نہیں ہوئی ہے وہاں کے قاضی وہلال کمیٹی کے لئے فیصلہ کرنا آسان ہوجائے گا،بلکہ فیصلہ کرنا لازم ہوگا اس فیصلہ کا ماننا بھی لوگوں پر لازم ہوگا، حضرت مفتی شفیع عثمانیؒ نے اس پر اپنے مقالہ میں مفصل گفتگو کی ہے، اس کا نقل کردینا کافی وشافی ہوگا۔

''جب ایسا بیان دینے والوں کی تعداد اتنی کثیر ہوجائے کہ عقلاً ان کے جھوٹ ہونے کا کوئی احتمال نہ رہے تو ایسی خبر مستفیض پر روزہ اور عید دونوں میں عمل جائز ہے، اس میں نہ شہادت شرط ہے اور نہ شرائط شہادت ضروری ہیں، اس لئے اس میں ریڈیو، ٹیلی فون وغیرہ ہر قسم کی خبروں سے کام لیا جاسکتا ہے صرف کثرت تعداد اتنی ہونی چاہئے کہ جن کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً باور نہ کیا جاسکے، اس میں بھی بعض فقہاء نے پچاس اور بعض نے کم وبیش کا عدد متعین کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ تعداد کوئی متعین نہیں، قاضی یا ہلال کمیٹی کے اعتماد پر مدار ہے۔

یاد رہے کہ کسی ایک ریڈیو سے بہت سے شہروں کی خبریں سن لینا استفاضہ خبر کے لئے کافی نہیں، بلکہ استفاضۂ خبر جب سمجھا جائے گا جب دس بیس جگہوں کے ریڈیو اپنے اپنے مقامات کے قاضیوں یا ہلال کمیٹی کا فیصلہ نشر کریں، یا جن لوگوں نے چاند دیکھا ہے ان کا بیان نشر کریں یا چار پانچ جگہ کے ریڈیو اور دس بیس جگہ کے ٹیلیفون اور خط، ٹیلی گرام ایسے لوگوں کے پہنچیں جنہوں نے خود چاند دیکھا ہے یا اس جگہ کے قاضی یا ہلال کمیٹی کافیصلہ بیان کریں تو اس طرح یہ خبر، خبر مستفیض ہوجاتی ہے اور جس شہر میں ایسی خبریں پہنچیں وہاں کے قاضی یا ہلا ل کمیٹی کو اس کا اعتبار کرکے رمضان یا عید کا اعلان کردینا چاہئے (جواہر الفقہ۳،۴۷۸ رؤیت ہلال)۔

''قال الرحمتی: معنی الاستفاضۃ أن تأتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون کل منہم یخبر عن أہل تلک البلدۃ أنہم صاموا عن رؤیۃ لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن أشاعہ'' (رد المحتار۲،۱۰۲ کتاب الصوم، رشیدیہ)۔

(رحمتی نے فرمایا: استفاضہ کا مطلب یہ ہے کہ اس شہر (جہاں رؤیت ہوتی ہے) مختلف جماعتیں آکر خبر دیں کہ وہاں کے لوگوں نے دیکھ کر روزہ رکھا ہے محض افواہ نہ ہو کہ معلوم نہیں کس نے یہ بات کہی)۔

د: باوثوق ذرائع سے اس صوبے تک دوسرے صوبے کی رویت کی خبر پہنچ جائے تو اس صوبے میں بھی رؤیت مانی جائے گی:

اگر ایک صوبے میں رؤیت ہوگئی اور شرعی ثبوت کی بنا پر اس کا اعلان بھی ہوگیا، لیکن اس سے متصل صوبے میں چاند نہیں دکھ سکا، مگر باوثوق ذرائع سے رؤیت والے صوبے کی خبر وہاں پہنچ گئی تو دوسرے صوبے میں بھی رؤیت مانی جائے گی، اور وہاں کی ہلال کمیٹی یا قاضی، رؤیت ہلال کا اعلان کرینگے، اس لئے کہ مطلع ایک ہے، جب مطلع متحد ہو تو ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ کی رؤیت ہوتی ہے، بشرطیکہ بطریق موجب خبر سے اس کی تصدیق ہوجائے ۔

''نعم لو استفاض الخبر فی البلدة الأخری لزمہم علی الصحیح من المذہب'' (درمختار علی رد المحتار۲،۱۰۲، ط: رشیدیہ)۔

(ہاں اگر خبر دوسرے شہر میں مستفیض ومشہور ہوجائے تو ان لوگوں پر صحیح مذہب کے مطابق لازم ہوگا)۔

محور ۶ :

الف: قریبی مقامات میں رؤیت کے ثبوت کی بنا پر رؤیت کے اعلان کا حق اور اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی:

کسی جگہ رؤیت کا اعلان اس وقت ہوتا ہے، جبکہ بطریق شرعی چاند کی رؤیت ثابت ہوجاتی ہے رمضان کے آغاز کے لئے مطلع ابرآلود ہونے کی صورت میں ایک آدمی کی سچی خبر کافی ہے، لیکن مطلع صاف ہو یا رمضان کے اختتام کی رؤیت ہو اس کےلئے دوآدمی کی شہادت یا جم غفیر کی شہادت کی ضرورت ہے اگر وہاں قاضی یا حاکم ہے تو قاضی وحاکم کی ہی ذمہ داری ہے کہ رؤیت کا اعلان کرے اگر حاکم وقاضی نہ ہو تو لوگ خود بھی شرعی ثبوت کی بنا پر روزہ موقوف کرسکتے ہیں۔

قاضی خاں میں ہے:

''ومن رأی ہلال رمضان فی الرستاج ولیس ہناک وال ولا قاض، فإن کان الرجل ثقة یصوم الناس بقولہ وفی الفطر: إن أخبر عدلان برؤیة الہلال لا بأس بأن یفطروا'' (قاضی خان علی ہامش الہندیہ۱،۱۹۷)۔

(جس نے رمضان کا چاند رستاج میں دیکھا اور وہاں حاکم وقاضی نہیں ہے پس اگر وہ شخص قابل اعتماد ہو تو لوگ اس کے قول پر اعتماد کرکے روزہ رکھیں اور افطار کے سلسلہ میں اگر دو عادل آدمی رویت ہلال کی خبر دیں تو افطار میں حرج نہیں، اس میں ''لیس ہناک وال ولا قاض '' خاص طور پر قابل ذکر ہے اس کا مفہوم یہی نکلتا ہے کہ قاضی اگر ہے تو قاضی اس کام کو انجام دے گا، لیکن رمضان کا ثبوت چونکہ خبیر پر موقوف ہے، اس لئے قاضی پر ہو یا نہ ہو، بہر صورت جس کو اس دیکھنے والے کے قول پر

اعتماد ہو وہ روزہ رکھ سکتا ہے قاضی کی حاجت نہیں ہے، یہ الگ بات ہے کہ انتشار واختلاف سے بچانے کے لئے اگر قاضی ہو تو اس کو یہ حق دینا چاہئے۔

''ولا یشترط فی ہذہ الشہادۃ لفظ الشہادۃ ولا الدعوی ولا حکم الحاکم حتی أنہ لو شہد عنہ الحاکم وسمعہ رجل شہادتہ عند الحاکم ، وظاہرہ العدالۃ وجب علی السامع أن یصوم ولا یحتاج إلی حکم الحاکم'' (عالمگیری۱،۱۹۷، الباب الثانی رؤیۃ الہلال) ۔

(اس شہادت میں لفظ شہادت، دعوی حاکم کا فیصلہ شرط نہیں ہے یہاں تک کہ اگر حاکم کے پاس شہادت ہو اور اس کی شہادت کو کوئی شخص سن لے بظاہر وہ عادل ہو تو سننے والے پر ضروری ہے کہ روزہ رکھنے حکم حاکم کی ضرورت نہیں ہے)۔

ب: رؤیت کا اعلان عالم ومفتی بھی کرسکتا ہے یا ایسے شخص کا ہونا ضروری ہے جس پر سب کا اتفاق ہے:

اعلان رؤیت کا حق تو اصلاً قاضی وحاکم کا ہے، جہاں کوئی قاضی نہ ہو وہاں ایسے شخص پر اعلان کی ذمہ داری ہوگی جس پر تمام لوگ اعتماد کرتے ہوں، درحقیقت ایسا عالم ومفتی ایک قاضی وحاکم کی شان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ قوم کو انتشار وافتراق سے بچانے کےلئے آگے آئے، اور رمضان کے آغاز واختتام نیز قربانی کی تاریخ کا اعلان کرے، امت کے اوپر بھی لازم ہے کہ ایسے عالم کی بات مانیں اور ان ہی کی طرف رجوع کریں۔ عمدۃ الرعایہ میں ہے: ''العالم الثقۃ فی بلدۃ لا حاکم فیہا قائم مقامہ'' (عمدۃ الرعایہ۱،۳۹۰)۔

(قابل اعتماد عالم ایسے شہر میں جہاں حاکم نہ ہو حاکم کے قائم مقام ہے)۔

ہر عالم ومفتی کو پیش قدمی نہیں کرنی چاہئے، اپنی ذات کی حد تک تو ہر شخص اپنے یقین کے مطابق عمل کرسکتا ہے، مگر قومی شیرازہ بندی کےلئے ایسے ہی باوقار افراد واشخاص کو سامنے آنا چاہئے جن کے احوال واقوال لوگوں کے لئے کھلی کتاب ہو اور عوام الناس میں ان کا دینی شعور وشریعت کی آگہی معروف ہو، اور موثر ہو۔

ج: کسی جگہ نظام قصا موجود ہو یا ایسی کمیٹی ہو جو اعلان کرتی ہو اور لوگوں کو منظور بھی ہو پھر کوئی فرد یا ادارہ چاند کا اعلان کرے تو کیا حکم ہوگا؟

جہاں چاند کے اعلان کرنے کا انتظام ہو، اور قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کا صدر اس کام کو انجام دیتا ہو وہاں کسی ادارے کا یا فرد کا اعلان کرنا موجب افتراق وانتشار ہے اس لئے اس سے احتراز ازبس ضروری ہے، لوگوں کو بھی چاہئے کہ انفرادی اعلان یا ایسے ادارے کے اعلان کی پرواہ نہ کرے، بلکہ قاضی او رکمیٹی کے اعلان کا انتظار کرے، لیکن معاملہ رمضان کے آغاز کا ہو تو چونکہ رمضان کا ثبوت خبر صادق سے ہوجاتا ہے، اس لئے ایسے ادارے یا فرد کے اعلان پر لوگوں کو یقین ہوجائے تو روزہ شروع کردینگے۔

''حتی إنہ لو شہد عند الحاکم وسمع رجل شہادتہ عند الحاکم وظاہرہ العدالۃ وجب علی السامع أن یصوم ولا یحتاج إلی حکم حاکم'' (عالمگیری۱،۱۹۷، الباب الثانی فی رؤیۃ الہلال، ط: بیروت)۔

(حتی کہ اگر حاکم کے پاس شہادت ہو اور اس کی شہادت کوئی سن لےنیز بظاہر وہ عادل ہو تو سامع پر ضروری ہے کہ روزہ رکھے حاکم کے فیصلے کی ضرورت نہیں ہے)۔

یہی وجہ ہے کہ رمضان کا چاند جن لوگوں نے دیکھا ہے ان پر روزہ رکھنا لازم ہے خواہ ان کی بات قاضی وحاکم کے پاس مانی جائے یا نہیں مانی جائے، کیونکہ دیکھنے والے کو یقین حاصل ہے،اس یقین پر عمل کرنا لازم ہے۔

''رأی مکلف ہلال رمضان أو الفطر ورد قولہ بدلیل شرعی صام مطلقاً وجوباً، وقیل ندباً، وأفاد الخیر الرملی أنہ لو کانوا جماعۃ ورُدت شہادتہم لعدم تکامل الجمع العظیم فالحکم فیہم کذلک'' (الرد مع الدر۲،۹۸ کتاب الصوم)۔

(مکلف شخص نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا اور اس کی بابت دلیل شرعی کی بنیاد پر رد کردی گئی تو اس پر واجب ہے کہ شرعی روزہ رکھے اور کہا گیا ہے کہ مستحب ہے، خبر رملی نے کہا: اگر جماعت نے دیکھا اور ان کی شہادت جم غفیر نہ ہونے کی وجہ سے رد کردی گئی تو بھی حکم ایسا ہی ہے)۔

لیکن عید کا ثبوت قاضی وغیرہ کے موجود ہونے کے وقت شہادت کے بعد ہوتا ہے، اس لئے کسی ادارے یا فرد کی بات پر اعتبار کرنا جائز نہیں ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں، عبارت میں مطلقاً کی قید اس لئے ہی لگائی گئی ہے کہ صوم جب مطلق ہوتا ہے تو اس سے شرعی صوم مراد ہوتا ہے۔

''أی صام شرعاً؛ لأنہ المراد حیث أطلق شرعاً وفیہ إشارۃ إلی رد قول الفقیہ أبی جعفر أن معناہ فی ہلال الفطر لا یأکل ولا یشرب ولکن ینبغی أن یفسدہ، لأنہ یوم عید عندہ وإلی رد قول بعض مشائخنا من أنہ یفطر سراً۔

ولو صام رأی ہلال رمضان وأکمل العدۃ لم یفطر إلا مع الإمام لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام ''صومکم یوم تصومون وفطرکم یوم تفطرون''، رواہ الترمذی وغیرہ، والناس لم یفطروا فی مثل ہذا الیوم، فوجب أن لا یفطر نہر (رد المحتار۲،۹۸ کتاب الصوم، ط: رشیدیہ)۔

(یعنی شرعی روزہ رکھے کیونکہ شریعت میں مطلقاً سے یہی مراد ہے، اس میں فقیہ ابوجعفر کے قول کے رد کی طرف اشارہ ہے وہ فرماتے ہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہلال فطر میں نہ کھائے اور نہ پیے، لیکن چاہئے کہ روزہ کو توڑ دے اس لئے کہ اس کے اعتقاد میں عید کا دن ہے اور اس میں اشارہ ہے بعض مشائخ کے قول کے رد کی طرف کہ شرعاً افطار کرے۔

اگر رمضان کا چاند دیکھنے والے نے روزہ رکھا، اور تیس دن مکمل کرلیے تو افطار امام المسلمین کے ساتھ کرے گا اس لئے کہ اللہ کے رسولﷺ نے فرمایا ہے جس دن سب لوگ روزہ رکھیں اسی دن تم روزہ رکھو جس دن سب افطار کریناسی دن تم افطار کرو (ترمذی وغیرہ)، لوگوں نے اس جیسے دن میں افطار نہیں کیا تو اس پر بھی روزہ نہ توڑنا واجب ہوا)۔

د: غیر مجاز لوگوں کے اعلان پر روزہ توڑ دینے والے کا حکم، کفارہ یا قضاء:

چاند کا اعلان ایسے لوگوں نے کیا جو اس کے مجاز نہیں تھے ابھی تک ان لوگوں کی جانب سے اعلان نہیں ہوا ہے جس کی ذمہ داری ہے، محض غیر مجاز لوگوں کے اعلان پر کوئی عید کے موقع پر روزہ توڑ دیا، اگر روزہ توڑنے پر قضا تو ہوگی، مگر کفارہ بھی ہوگا یا نہیں؟

اگر روزہ توڑنے والے نے اعلان کو سچ اور قابل اعتماد سمجھ کر روزہ توڑا ہے تو صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں، لیکن اس غیر مجاز کے اعلان پر اس شخص کو اعتماد واعتبار نہیں پھر توڑ دیا تو کفارہ بھی لازم ہوگا۔

''ولو شہد ہذا الرجل عند صدیق لہ فأکل لا کفارۃ علیہ إن صدقہ، کذا فی فتح القدیر'' (عالمگیری ۱۹۸،۱ کتاب الصوم، الباب الثانی فی رؤیۃ الہلال، ط: بیروت)۔

(اگر دیکھنے والے شخص نے اپنے کسی دوست کے پاس خبر وشہادت دی جس کی بنا پر اس دوست نے کھا لیا اگر اس کو سچا سمجھ کر کھایا ہے تو کفارہ نہیں ہے)۔

اگر سچا نہیں سمجھا پھر کھا لیا تو قصداً روزہ توڑنا پایا جائے گا، نیز کوئی شبہ بھی نہیں ہے، اس لئے کفارہ بھی لازم ہوگا، رمضان کے آغاز کے لئے غیر مجاز شخص نے اعلان کردیا روزہ رکھنے والے نے اس پر یقین کرلیا تو روزہ اس پر واجب ہوگیا، اب اگر روزہ توڑ دیتا ہے تو صرف قضاء واجب ہوگی، کفارہ واجب نہیں ہوگا، کیونکہ رمضان کے آغاز میں صرف چاند کا یقین کافی ہے تیقن کے بعد افطار پایا گیا تو اب قضا واجب ہوگی، مگر شبہ عدم رمضان کا بہرحال ہے اس لئے کفارہ نہیں ہوگا، جیسا کہ اگر کوئی شخص خود چاند دیکھ کر کفارہ واجب نہیں ہوتا ہے، حتی کہ اگر قاضی کے رد کرنے سے پہلے بھی وہ افطار کرلیتا ہے تو صرف قضا واجب ہے، بعینہ اسی مسئلہ کی طرح غیر مجاز کے اعلان کی تصدیق میں بھی تیقن کے بعد افطار پایا گیا ہے:

''وإذا أبصر ہلال رمضان وحدہ وشہد عند القاضی فرد شہادتہ فعلیہ أن یصوم، فإن أفطر بعد ما رد الإمام شہادتہ ولا کفارۃ علیہ عندنا'' (تاتارخانیہ۳۶۲،۳، الفصل الثانی رؤیۃ الہلال)۔

(جب رمضان کا چاند ایک شخص نے دیکھا اور قاضی کے پاس شہادت دی، مگر قاضی نے اس کی شہادت رد کردی تو اس پر روزہ واجب ہے،،،،، پس اگر قاضی کے رد کرنے کے بعد افطار کیا تو اس پر ہمارے نزدیک کفارہ نہیں ہے۔

خانیہ میں ہے: اگر قاضی کے رد کرنے سے پہلے افطار کیا تو صحیح ہے کہ اس پر کفارہ واجب نہیں ہے)۔

لیکن امام اور ایسا شخص جس کو چاند کے اعلان کا حق ہے وہ شہادت کو قبول کرتا، مگر کوئی شخص اس وجہ سے نے روزہ کو لازم کیا ہے اس لئے روزہ توڑنے پر کفارہ بھی واجب ہوتا ہے۔

''ولو شہد فاسق وقبلہا الإمام وأمر الناس بالصوم فأفطر ہو أو واحد من أہل بلدۃ، قال عامۃ المشائخ تلزمہ الکفارۃ، کذا فی الخلاصۃ'' (عالمگیری۱،۱۹۸ کتاب الصوم الباب الثانی)۔

محور ۷ :

الف: ایک شہر وصوبے میں رؤیت ہلال کی کئی کمیٹیاں:

امت کے لئے اس سے بڑا المیہ کیا ہوگا کہ ایک صوبے میں کیا ایک ایک شہر میں کئی کئی کمیٹیاں ونظام قائم ہیں جن کے اعلانات میں اختلافات بھی نظر آتے رہتے ہیں جس کی بنا پر رمضان کے آغاز واختتام کا لطف پھیکا پڑجاتا ہے، چاند کے سلسلہ میں اختلاف تو دور نبوی، و دور صحابہ میں بھی تھا، اس لئے اختلاف ختم نہیں ہوگا، لیکن ایسا اختلاف جو ہر شہر میں ہو پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا، بہرحال کچھ مجبوری بھی ہے کہ سارے لوگ ایک پلیٹ فارم پر جمع نہیں ہوپارہے ہیں مختلف مکاتب فکر کررہے ہیں ہر مکتب فکر کا ایک ایک حلقہ اثر ہے، ہر حلقہ کے لوگ اپنے اپنے مکتب فکر کے نظام کو مانتے ہیں بدون اس طرح کے نظام کے چارہ کار بظاہر نہیں رہا، اس لئے اس کو نہ چاہتے ہوئے بھی گوارہ کرنا پڑے گا، البتہ چاند کے اعلان میں اگر سب کا اعلان یکساں ہو تو انتشار واختلاف ختم ہوسکتا ہے چاند کی رؤیت کا مشہور مکاتب فکر کے مابین بہت کچھ اختلافی ہے بھی نہیں اس لئے اس نکتہ پر سب جمع ہوجائیں اور سب کی آواز یکساں اور مماثل نکلے تو اختلاف وانتشار ختم ہوسکتاہے۔

ب: پورے ہندوستان میں ایک اعلان:

ہندوستان کا مطلع ایک ہے اس لئے ہونا تو یہ چاہئے کہ ایک جگہ رؤیت ہو تو دوسری جگہ بھی رویت ثابت ہوجائے، مگر کوئی مرکزی کمیٹی ایسی نہیں جو سلطان وعظم کا حکم رکھے، اس کا اعلان سب کا اعلان ہو، حکومت بھی نہ کوئی سنجیدہ ہے اور نہ رہی ہے، اور نہ ہی مسلمانوں کی ہے کہ وہ اعلان سے دلچسپی رکھے گی، تمام کمیٹیوں کو آپس میں مربوط ہونا پڑے گا اور یہ آج کے زمانہ میں کوئی مشکل نہیں ہے ٹیلی فون اور انٹرنیٹ کا زمانہ ہے، ہر خبر سکنڈوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوسکتی ہے۔ اور ہر وقت خبر واعلان کی تصدیق کی جاسکتی ہے علاقائی وصوبائی کمیٹیاں متفق ہوجائیں تو ایک وقت اعلان کیا جائے۔

نیز ریڈیو اسٹیشن کو بھی پابند کیا جائے کہ جب تک ہمارا فیصلہ تحریری شکل میں یا

ہمارا آدمی بنفس نفیس آپ کے پاس خبر لے کر نہ پہنچے اس وقت تک اعلان موخر کرے۔

اعلان میں یکسانیت ہوسکتی ہے کہ سارا ہندوستان ایک دن رمضان شروع بھی کرسکتا ہے، اور عید بھی مناسکتا ہے۔

محور ۸ :

الف: جن ملکوں میں مطلع ابرآلودنہیں رہتا اگر کبھی ابرآلود ہوتو کیا کیا جائے:

جن ملکوں میں مطلع ابرآلود نہیں رہتا ہے، یعنی چاند دیکھا بھی جاتا ہے تو چاند دیکھ کر ہی روزہ وافطار ہوگا۔

''صوموا لرؤیتہ وأفطروا برؤیتہ''، حدیث رسول کا یہی مقتضی ہے ماہرین حساب سے مدتوں لی جاسکتی ہے مگر اس پر ثبوت رمضان وثبوت افطار کا مدار قائم نہیں کیا جاسکتا ہے۔ رمضان کی آمد ورفت کا فیصلہ رؤیت سے ہوگا اسی پر شریعت نے مدار رکھا ہے اسی وجہ سے فقہاء نے ایک آدمی کی خبر کب معتبر ہوگی اور کب نہیں ہوگی، نیز دو آدمیوں کی شہادت یا جم غفیر کی خبر پر اعتماد کب جائے گا اور کب نہیں کیا جائے ان سب کے لئے آسمان ومطلع صاف رہنے اور ابرآلود ہونے کو معیار بنایا ہے، ظاہر ہے کہ یہ ایسے ہی ملکوں کے لئے زیادہ فٹ آتا ہے جہاں دونوں ہی صورت حال کا سامنا ہو جہاں مطلع صاف ہی رہتا ہو، یا ابر آلود ہی رہتا ہو وہاں دونوں حالت کا پیرا ہونا ہی ناممکن ہے تو ایسے ملکوں میں دونوں پر مدار کیوں رکھا جاسکتا ہے۔

''فإن كانت السماء مصحية يعرف برؤية الهلال، وإن كانت متغيمة يعرف بإكمال شعبان ثلاثين يوماً لقول النبیﷺ: صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته، فإن غم عليكم فأكملوا شعبان ثلاثين يوماً ثم صوموا'' وكذلك إن غم على الناس هلال شوال أكملوا عدة رمضان ثلاثين يوماً؛ لأن الأصل بقاء الشهر، وكماله، فلا يترك هذا الأصل إلا بيقين على الأصل المعهود أن ما ثبت بيقين لا يزول إلا بيقين مثله'' (بدائع الصنائع۲،۲۲۰ كتاب الصوم زكريا)۔

(پس اگر آسمان صاف ہو تو رؤیت ہلال سے جانا جائے گا اور اگر ابر آلود ہو تو شعبان کے تیس دن مکمل کرنے سے معلوم ہوگا اللہ کے رسولﷺ نے فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ موقوف کرو پس اگر چاند ابر میں چلا جائے تو شعبان کے تیس دن مکمل کرو پھر روزہ رکھو۔

ایسا ہی اگر لوگوں پر ہلال شوال پوشیدہ ہوجائے تو رمضان کے تیس دن مکمل کریں اس لئے کہ اصل ماہ کا باقی رہنا ہے اور اس کا مکمل ہونا ہے، تو اس اصل کو نہیں چھوڑا جائے گا، مگر اسی کے مثل یقین سے؛ کیونکہ معروف قاعدہ ہے جو چیز یقین سے ثابت ہو وہ اسی کے مثل یقین سے ختم ہوگی)۔

ماہرین کے حساب سے اتنی مدد لی جاسکتی ہے کہ اگر شعبان کی انتیس تاریخ کو

مطلع ابرآلود ہو تو ایک آدمی کی خبر پر قاضی اس وقت فیصلہ کرتا ہے، جبکہ اس کو خبر پر پورا اطمینان ہوجاتا ہے فلکی حساب کی موافقت وعدم موافقت اس قسم کے تیقن پیدا کرنے میں مدد گار ثابت ہوگی اور بس۔

ب: عموماً جن ملکوں کا مطلع ابرآلود رہتا ہے وہاں ماہرین فلکیات کی رائے پر اعتماد:

شریعت نے ماہ وسال کے آمد ورفت کا مدار چاند کی رؤیت پر رکھا ہے رمضان کا آغاز واختتام بھی اسی پر موقوف ہے فلکیاتی حساب ورصدی آلات کو شریعت نے معیار نہیں بنایا ہے، مگر جن ملکوں میں رؤیت ہلال کا کوئی راستہ نہیں ہے مثلاً ہمیشہ فضا ابرآلود رہے تو ایسے لوگوں کے لئے دشواری ہے کہ وہ اپنے روزہ وعیدین کے لئے کیا معیار قائم کریں، یہ بھی اپنی جگہ حقیقت ہے فلکی حساب بھی اس زمانہ میں ایک ترقی یافتہ نظام اور لوگوں کے نزدیک یقینی ذریعہ معلومات ہے اس لئے بہت سے حضرات کا پہلے بھی یہ رجحان رہا ہے کہ حساب دانوں کی رائے کو اس بابت اہمیت دی جائے، بلکہ ان کی پیشیں گوئیوں پر عمل کیا جائے اور آج تو یہ رجحان تقریباً قطعیت میں تبدیل ہوچکا ہے، مگر پہلے بھی جمہور نے اس پر اعتماد نہیں کیا آج بھی اس پر کلی اعتبار نہیں کیا جاسکتا ہے، کیونکہ ماہرین کے خیال میں فلکی حساب کتنا کچھ بھی یقین پیدا کردے، مگر قطعی پھر بھی نہیں ہے، معمولی فرق کی بنا پر ماہرین کی پیشیں گوئیوں میں اختلافات پہلے بھی رونما ہوتے رہے ہیں آج بھی ہوتے رہتے ہیں اور اس کا امکان ہر لمحے باقی ہے۔

نیز اس لئے بھی کہ یہ نظام کوئی آج کی پیداوار نہیں، بلکہ دور نبوی کے قبل سے اس کا سراغ ملتا ہے صحابہ کے دور میں تو ایسے خطے بھی اسلامی مملکت کا حصہ بن چکے تھے جو اس فن کے ماہرین تصور کئے جاتے تھے، پھر بھی کسی قسم کا اشارہ اس تعلق سے نہیں ملتا، بلکہ اسلام کا سادہ اور سلجھا ہوا نظام یہ ہے کہ چاند نظر آجائے تو ٹھیک ہے ورنہ تیس دن مکمل کرکے ماہ کے اختتام کا فیصلہ کیا جائے گا مگر ہر جگہ چاند کا ثبوت ضروری نہیں ہے، بلکہ ایک جگہ ثابت ہوجانے سے اس سے متصل ان تمام آبادیوں کے لئے ثابت مانا جاتا ہے، جہاں کا مطلع رویت والے علاقے سے متحد ومتفق ہوتا ہے، اسی لئے توپوں کی آواز اور قندیل کی روشنی پر بھی روزہ موقوف کردینا جائز ہوجاتا ہے۔ اس لئے اگر ماہرین فلکیات سے اگر اتنی مدد لی جائے کہ کثافت والے ممالک کا مطلع رؤیت والے ملکوں میں سے کسی ملک سے ہم آہنگ ہوتا ہے تو شریعت کے خلاف نہیں ہوگا، جب ان علاقوں میں رؤیت ثابت ہوجائے تو کثافت والے ملکوں میں بھی ثابت ما نا جائے اس سے ان ملکوں کی پریشانی دور ہوسکتی ہے۔

ج: ماہرین کے مطابق افق پر چاند قابل رؤیت نہیں جبکہ چاند کی شہادت موجود ہو:

ماہرین فلکیات اور سائنسی تحقیقات کے مطابق ۲۹شعبان یا ۲۹ رمضان کو رؤیت ممکن نہ ہو مگر پھر بھی قاضی کے سامنے دیکھنے والے کی شہادت وخبر موجود ہے تو

قاضی کیا کرے؟

اگر آغاز رمضان کا مسئلہ ہے اور مطلع ابر آلود ہے تو اس میں خبر صادق کافی ہوا کرتی ہے، لیکن مطلع صاف ہو تو جم غفیر کی خبر وشہادت ضروری ہوتی ہے، نیز جم غفیر کی تعداد تو شریعت میں متعین نہیں، مگر اتنی تعداد بہرحال ضروری ہے کہ قاضی کو اطمینان قلب ہوجائے، اور کسی بھی قسم کی سازش کا احتمال باقی نہ رہ جائے، ناچیز کی رائے میں ان دونوں میں قاضی کا مطمئن ہونا ضروری ہے، اگر سائنسی اعتبار سے رؤیت کا امکان نہیں ہے تو قاضی کو اطمینان بھی حاصل نہیں ہوگا اگر قاضی کو اطمینان وگمان حاصل ہوجائے تو دیکھنے والوں کی شہادت وخبر کو ماننا از بس ضروری ہوگا، کیونکہ ثبوت کا مدار تحقیق رؤیت پر ہے، فلکی حساب اور سائنسی تحقیق پر نہیں اور تحقیق رؤیت کا گمان غالب ہوچکا ہے تو فیصلہ کرنا بھی ضروری ہوگا۔

البتہ جن صورتوں میں معاملہ ''شہادت '' سے متعلق رہتا ہے، یعنی جب ۲۹رمضان کو آسمان ابرآلود ہو تو دو شاہدوں کی شرعی شہادت فراہم ہونے کی صورت میں قاضی پر ضروری ہوجاتا ہے کہ فیصلے کردے بشرطیکہ شاہدین معیار عدل کے مطابق ہوں۔

''ولزم فی الکل أشہد بقبولہا والعدالۃ لوجوب أی لوجوب القضاء علی القاضی'' (درمختار مع رد المحتار ۴۱۳،۴ کتاب الشہادات، رشیدیہ)۔

(تمام صورتوں میں لفظ ''أشہد '' لازم ہے، تاکہ وہ شہادت مقبول ہو اور عادی ہونا لازم ہے تاکہ قاضی پر فیصلہ کرنا واجب ہو)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہدین اگر عادل ہیں اور انہوں نے معیار شہادت کو مکمل کرلیا ہے تو قاضی فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگا، خواہ اطمینان قلب ہو یا نہ ہو، قاضی علانیہ یا خفیہ گواہوں کا تزکیہ کراتا ہے یہ صرف ان کی عدالت کو جانچنے کے لئے ہوتا ہے، عادل ہونا یقینی ہوجانے پر فیصلہ کرنا بھی لابدی ہوتا ہے۔

بہرحال یہ محل غوروفکر کیونکہ ایک طرف ماہرین کے حسابات کی روشنی میں ۲۹ کو چاند نہیں ہوسکتا ہو اس میں احتمال ہے کہ ماہرین سے حساب لگانے میں غلطی ہوئی ہو، لیکن عموماً غلطی شاید کم ہوتی ہے، دوسری طرف چاند دیکھنے والے کم از کم دو ہیں جو معیار شہادت پر پورے بھی اتر رہے ہیں، ان مشاہدوں میں یہ احتمال موجود ہے کہ چونکہ روزہ موقوف کرنے کا معاملہ ہے جس میں لوگوں کے نفع کے ساتھ شاہدوں کا نفع بھی ہے، اس لئے جھوٹ وخیانت سے کام لے رہے ہوں، تو کیا قاضی کے اطمینان قلب کے لئے جم غفیر کی خبر کو ضروری قرار دینا مناسب نہیں ہوگا؟

* * *

مسئلہ رؤیت ہلال اور نظام فلکی، شرعی نقطہ

مولانا محمد اظہار الحق قاسمی•

مطلع کا لغوی واصطلاحی مفہوم :

سوال۱(الف) ''مطلع '' لام کے فتحہ اور لام کے کسرہ کے ساتھ اس کے معنی آتے ہیں، طلوع یا ظاہر ہونے کی جگہ۔ چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے: ''حتی إذا بلغ مطلع الشمس'' (موسوعہ فقہیہ۳۹،۱۱۰)۔

یہاں مطلع سے مراد مغرب سے چاند نکلنے کی جگہ ہے (ایضاً بحوالہ حاشیہ ابن عابدین ۲،۳۹۳)۔

جیسا کہ یہ بات عیاں ہے کہ چاند اور سورج ہمیشہ متحرک رہتاہے، کبھی غائب نہیں ہوتا۔ سورج کسی جگہ بوقت صبح مشرق سے نمودار ہوتا ہے اور دوسرے مقام پریہی سورج نصف النہار کو واضح ہوتا ہے اور پھر یہی سورج کسی تیسرے مقام پر غروب ہوتا ہوا نظر آتاہے، بعینہٖ اسی طرح کا معاملہ چاند کا بھی ہے،یہ کسی مقام پر ہلالی شکل میں مغرب کے افق پر ہلکی و کمزور روشنی کے ساتھ نظر آتا ہے تو ٹھیک اسی وقت کسی دوسری جگہ چمکتا دمکتا دکھائی دیتا ہے اور یہی تیسری جگہ بالکل نظروں سے غائب رہتا ہے، گویا اس طرح کی گردش اور مختلف مقامات پر صبح و شام میں اختلاف کی وجہ سے چاند کی رویت مختلف وقت میں ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ ہلال کے ثبوت و عدم ثبوت پر بہت سے شرعی احکامات کی بناء ہے، اس لئے اس کے معتبر ہونے یا نہ ہونے کے سلسلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف واقع ہوا ہے۔

اختلاف مطالع عند الاحناف :

احناف کا اصل مذہب یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے۔ چنانچہ فقہ کی مشہور کتاب ''کنز الدقائق '' میں درج ہے کہ : ''لا عبرة لاختلاف المطالع'' (کنز الدقائق ص: ۶۷)، اسی کے حاشیہ میں مذکور ہے کہ جب ایک شہر والے چاند دیکھ لیں تو دوسرے شہر والوں پر یہ رویت لازم ہوگی خواہ ان دونوں شہروں کے درمیان تفاوت بعیدہ کیوں نہ ہو۔

''قولہ لا عبرة الخ إذا رأى الهلال أهل بلدة يلزم ذلک أهل بلدة أخرى فی ظاهر الرواية مطلقا سواء كان بين البلدتين تفاوت أولا و عليه الفتوىٰ'' (ایضاً)۔

درمختار میں ہے کہ ''واختلاف المطالع غير معتبر على ظاهر المذهب وعليه أكثر

• خادم التدریس دار العلوم وقف دیوبند۔

المشائخ وعلیہ الفتویٰ فیلزم أهل المشرق برؤیۃ أهل المغرب إذا ثبت عندهم رؤیۃ أولئک لساع بطریق موجب‘‘(فتح الملہم ۳،۱۱۳، بحوالہ شامی)۔

لہٰذا اگر کسی ایک شہر میں چاند نظر آجائے تو دوسرے شہر کے لوگ اس کے مطابق رمضان یا عید کرسکتے ہیں، خواہ انہیں چاند نظر نہ آئے بشرطیکہ اس شہر میں رویت ہلال کا ثبوت شرعی طریقہ سے ہوجائے، یعنی شہادت سے یا شہادت علی الشہادت سے یا شہادت علی القضاء سے یا استفاضۂ خبر سے،البتہ متأخرین احناف میں سے حافظ زیلعیؒ نے ’’کنز کی شرح تبیین الحقائق ‘‘ میں لکھا ہے بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع ہمارے نزدیک بھی معتبر ہے۔ لہٰذا بلاد بعیدہ کی رویت کافی نہیں ہے۔ چنانچہ ان کی عبارت ہے کہ ’’والأشبہ أن یعتبر؛ لأن کل قوم مخاطبون بما عندهم وانفصال الهلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف المطالع کما فی دخول وقت الصلوٰۃ وخروجہ یختلف باختلاف الأقطار‘‘ (تبیین الحقائق۱،۳۲۱)۔

متأخرین احناف نے اسی قول پر فتویٰ دیا ہے، چنانچہ بدائع مینمذکور ہے کہ: ’’ہذا إذا کانت المسافۃ بین البلدتین قریبۃ لا تختلف فیها المطالع، فأما إذا کانت بعیدۃ، فلا یلزم أحد البلدین حکم الآخر؛ لأن مطالع البلاد عند المسافۃ الفاحشۃ تختلف فیعتبر فی کل أهل بلد مطلع بلادهم دون الآخر‘‘ (بدائع الصنائع۲،۸۳)۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ اپنے رسالہ ’’رویت ہلال ‘‘ میں لکھتے ہیں کہ ’’ امام اعظم ابوحنیفہؒ سے ظاہر الروایہ یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کیا جائے ‘‘ اسی کو عام فقہائے حنفیہ نے راجح قرار دیا ہے یہاں تک کہ مشرق ومغرب کے فاصلہ میں اختلاف مطالع کو غیرمعتبر قرار دے کر ایک جگہ کی رویت کو دوسری جگہ کے لئے حجت قرار دیاہے اور ایک جماعت حنفیہ نے آخری قول کو اختیار کیا کہ بلاد بعیدہ میں اعتبار کرناچاہئے ۔فقہائے حنفیہ میں سے زیلعیؒ اور صاحب بدائع وغیرہ جن کی جلالت شان فقہائے حنفیہ میں مسلم ہے، انہوننے اسی آخری قول کو ترجیح دی ہے، نیز علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اسی قول کی ترجیح کے قائل تھے (رویت ہلال، ص: ۷۱،۷۲، ادارۃ المعارف، کراچی) حضرت مفتی صاحبؒ کی رائے حتمی معلوم ہوتی ہے ۔

حدود مطالع:

جب یہ بات واضح ہوچکی کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے اور بلاد قریبہ میں غیرمعتبر ہے تو اب مسئلہ یہ ہے کہ قریب و بعید کے درمیان مابہ الاعتبار کیا ہے؟ جس کی وجہ سے فرق کیا جاسکتے کہ یہ قریب ہیں اور یہ بعید۔ اس تعلق سے فقہائے کرام کے مختلف اقوال ملتے ہینان میں سے گیار ہ مشہور اقوال ذیل میں ذکر کئے جارہے ہیں:

۱-مقام رویت سے اتنا فاصلہ جہاں عادتاً چاندنظر آنا چاہئے (اگر کوئی مانع نہ ہو)

قریب ہے، اس سے زیادہ بعید ہے۔ ''أنہ یلزم أھل کل بلد لا یتصور خفائہ عنھم بلاد عارض دون غیرھم'' (نیل الاوطار ۲۶۸،۳)۔

۲- سلطان کے نزدیک اگررویت ثابت ہوجائے تو وہ اپنے حدود مملکت میں (چاہے وہ جتنے وسیع ہوں) تمام لوگوں پر اس کو نافذ کر سکتا ہے۔ گویا ایک ملک کا ہر حصہ قریب ہے اور بیرون ملک بعید ہے: ''أنہ یلزم أھل بلد رویۃ غیرھم، إلا أن یثبت عند الإمام الأعظم، فیلزم الناس کلھم، لأن البلاد فی حقہ کالبلد الواحد إذ حکمہ نافذ فی الجمیع'' (فتح الباری ۴، ۱۲۳، نیل الاوطار ۲۶،۳، فتح الملہم ۱۱۳،۳)۔

۳- ایک اقلیم کے تمام حصے قریب ہیں اور دوسرے اقلیم کے تمام حصے بعید ہیں (معارف السنن۳۴۱،۵)۔

۲۴-۴،فرسخ بعید ہے ، ایک فرسخ کی مقدار تین شرعی میل کا ہوتا ہے۔ ایک شرعی میل چار ہزار ذراع کا ہوتا ہے۔ ''الفرسخ ثلاثۃ امیال والمیل اربعۃ آلاف ذراع'' (شامی ۵۸۰،۱)۔

''و قد نبہ التاج التبریزی علی أن اختلاف المطالع لا یمکن فی أقل من أربعۃ و عشرین فرسخا وأفتی بہ الوالد، والأوجہ أنہ تحدیدۃ'' (رسائل ابن عابدین ۲۵۰،۱)۔

۵- مقام رویت سے جو جگہ مختلف ہو بعید ہے اس کے علاوہ قریب ہے، وفی ضبط البعید أوجہ أحدھما اختلاف المطالع'' (نیل الاوطار ۲۶۸،۳)۔

۶- بعض فقہاء نے مبتلیٰ بہ کی طرف محول کیا ہے۔ چنانچہ محدث بنوریؒ فرماتے ہیں : '' وحد البعد مفوض إلی رأی المبتلی بہ، فلیس لہٗ حد معین'' (معارف السنن۳۳۷،۵)۔

۷-مسافت قصر بعید ہے، اس قول کو المصفیٰ شرح موطاء ص: ۲۲۷ پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اختیار کیا ہے اور شارح مسلم امام نوویؒ نے بھی اسے ہی راجح قرار دیا ہے۔

۸- بعض علماء نے ایک دن کے فرق کو اختلاف مطالع کا معیار قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس قول کی جانب علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے: ینبغی أن یعتبر اختلافھا إن لزم التفاوت بین البلدین بأکثر من یوم واحد'' (فتح الملہم۱۱۳،۳)۔

۹- بعد کا اعتبار اختلاف مطالع سے ہوگا۔ ''اختلاف المطالع قطع بہ العراقیون والصید لا فی وصححہ النووی فی الروضۃ، وشرح المذھب'' (شرح المہذب ۲۷۳)۔

علم ہیئت کے اعتبار سے جتنی مسافت پر مطلع بدل جاتا ہے وہ بعید ہے :''وقیل:إن اتفق المطلع لزمھم'' (شرح مسلم۳۴۸،۱)۔

شوافع کے نزدیک یہی قول راجح ہے۔ ''والبعد یعتبر باختلاف المطالع وھو الأصح عند الشوافع'' (فتح الملہم ۶،۴)۔

۱۰-اس سلسلہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہٗ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ علامہ عثمانیؒ نے فتح الملہم میں

اس کا یہ معیار تجویز فرمایا ہے کہ جو بلاد اتنی دور ہوں کہ ان کے اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے سے دو دن کا فرق پڑ جائے وہاں اختلاف مطالع معتبرہوگا، کیونکہ اگر ایسے بلاد بعیدہ میں بھی اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کیا جائے تو مہینہ ۲۸ یا ۳۱ دن کا ہوسکتا ہے جس کی شریعت میں کوئی نظیر نہینہے۔

''ینبغی أن یعتبر اختلافها إن لزم منہ التفاوت بین البلدتین بأکثر یوم واحد، لأن النصوص مصرحۃ یکون الشهر تسعۃ وعشرین أو ثلاثین، فلا تقبل الشهادۃ ولا یعمل بها فیما دون أ قل العدد ولا أزید من أکثرہ'' (درس ترمذی۲،۵۳۳، بحوالہ فتح الملہم۳،۱۱۳)۔

۱۱-دو شہروں کے درمیان ایک ماہ یا اس سے زاید کی مسافت ہو یعنی کم از کم ایک ماہ کی مسافت پر بعید کا حکم لگایا جائے گا۔ اس سے کم کی مسافت بلاد قریبہ کاحکم نافذ ہوگا۔ ''وقدر البعد الذی تختلف فیہ المطالع مسیرۃ شهرا أو أکثر علی ما فی القهستانی الخ'' (رد المحتار۲،۱۳۲)۔

''و ذکر القهستانی عن الجواهر تحدیدۃ بمسیرۃ شهر فصاعداً اعتبار القصۃ سلیمان علیہ السلام، فإنہ قد انتقل کل غدو وروح من أقلیم إلی أقلیم وبین کل مسیر شهر انتهٰی''(رسائل ابن عابدین ۱،۲۵۰)۔

''قال تعالٰی:غدوّها شهر ورواحها شهر'' (سورہ سبا: ۱۲) ایک ماہ کی مسافت چار سو اسی کیلو میٹر ہے (المعجم الوسیط ماہ میل وفرسخ)۔

حدود مطلع کے سلسلے میں متأخرین احناف کا مسلک:

متاخرین علمائے احناف میں سے مولانا عبدالحئی فرنگی محلیؒ نے اس آخری قول کو ترجیح دی ہے ۔وہ فرماتے ہیں کہ: '' اصح المذاہب عقلاً و نقلاً ہمیں است کہ ہر دو بلدہ کہ فیما بین آنہا مسافتے باشد کہ دراں اختلاف مطالع می شود و تقدیرش مسافت یک ماہ است دریں صورت حکم رویت بلدہ بہ بلد دیگر نخواہد شد، و در بلاد متقاربہ کہ مسافت کم از کم یک ماہ داشتہ باشند حکم رویت یک بلدہ بہ بلد دیگر لازم خواہد باشد '' (مجموعہ الفتاویٰ علی ہامش خلاصۃ الفتاویٰ ۱،۲۵۶)۔

متاخرین فقہاء نے اسی گیارہویں قول کو راجح قرار دیا ہے، اور مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ منعقدہ ۳،۱۹۳۴ء مینیہی منظور شدہ قول ہے یعنی بلاد قریبہ و ہ شہر ہے جن کی رویت میں عادتاً ایک دن کا فرق نہیں پڑتا۔ فقہاء ایک ماہ کی مسافت کی دوری کو جو تقریباً ۵۰۰ یا ۶۰۰ میل ہوتا ہے بلاد بعیدہ قرار دیتے ہیں اور اس سے کم بلاد قریبہ (رویت ہلال کامسئلہ ص: ۱۱۴)۔

اس قول پر ماضی قریب کے اہل علم کا تقریبا اتفاق ہے اور یہی قول نص سے بھی قریب معلوم ہوتا ہے کیونکہ حدیث میں ۲۹، ۳۰ دونونکے مہینے ہونے کی تصریح ہے۔ لہٰذا اگر کوئی ۲۸ تاریخ یا ۳۱ تاریخ کو رویت ہلال کی شہادت دے تو وہ شہادت قبول نہیں کی

جائے گی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ''الشھر ھکذا وھکذا أوحش سلیمان إصبعہ فی الثالثۃ یعنی تسعا و عشرین وثلاثین'' (ابودائود شریف باب الشہر یکون تسعا وعشرین)۔

آج کے ترقی یافتہ دور میں فلکیاتی ماہرین کی مدد سے یہ متعین کرنا دشوار نہیں ہے کہ کہاں سے کہاں تک مطلع ایک ہے؟

برصغیر کا مطلع اور اسکی حدود:

سوال نمبر(۱)(ب)مذکورہ بالا تصریحات سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ ہندوپاک اوربنگلہ دیش ونیپال وغیرہ کا مطلع محققین علماء کے نزدیک ایک ہے لہٰذا ان ممالک کے کسی بھی حصہ میں رویت ہوتودوسرے علاقوں کے لئے یہ رویت معتبرمانی جائے گی ،چنانچہ مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤنے اپنی تجویزمیں ذکرکیا ہے کہ ''ہندوستان وپاکستان کے بیشترحصوں اوربعض قریبی ملکوں مثلا نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہے ،علمائے ہند وپاک کا عمل ہمیشہ اسی پررہاہے اورغالبا تجربہ سے بھی یہی ثابت ہے ،ان ملکوں کے شہروں میں اس قدربعد مسافت نہینہے کہ مہینہ میں ایک دن کا فرق پڑتاہواس بنیاد پران دونوں ملکوں میں جہاں بھی چاند دیکھاجائے شرعی ثبوت کے بعد اس کا ما ننا ان دونوں ملکوں کے تمام اہل شہرپرلازم ہوگا'' (رویت ہلال کا مسئلہ، مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ:ص: ۱۱۵)۔

ساحلی پٹیوں اور نشیبی علاقوں کی رویت کا حکم:

ساحلی پٹیوں پرواقع علاقے مثلا کیرلا وغیرہ یابلند ی کی سطح پریا مغربی حصوں میں واقع علاقہ میں اس قدر بعد مسافت نہیں ہے کہ مہینہ میں ایک دن کا فرق پڑتا ہو،لہٰذاان علاقوں میں سے کسی بھی علاقہ میں اگررویت ہوتی ہے، توہندوپاک کے تمام علاقوں کے لئے معتبر ہوگی، پاکستان کے مغربی حصے جہاں پہلے رویت ہوجاتی ہے۔ وہاں بھی ایسی صورت میں ایک دن کا فرق نہیں پڑتا ہے، بلکہ چند گھنٹوں کا فرق ہوتا ہے ان علاقوں کی رویت مکمل ہندوپاک اورقریبی ممالک کے لئے معتبرہوگی۔ البتہ کیرلا کے ساحلی علاقوں کی دوسرے قریبی علاقوں کے ساتھ قربت یا پاکستان کے بعض سرحدی علاقوں کی ایران یا افغانستان سے قربت ، یا پاکستان کے مغربی علاقوں میں رویت ہو اور اندرون ملک کہیں بھی رویت نہ ہو تو قاضی اور دیگر ذمہ دار علماء کو احتیاط اور تیقظ کے ساتھ فیصلہ کرنا ہوگا۔

ایک علاقہ کی رویت دوسرے علاقوں کیلئے:

سوال (۱)(ج) مذکورہ بالا فیصلوں کا تقاضہ یہ ہیکہ جب ان علاقوں میں کہیں بھی رویت ہوجائے اور وہاں کے ذمہ دار حضرات اسے تسلیم کرلیں توملک کے بقیہ حصوں کے حضرات کو بھی یہ رویت تسلیم کرلینی چاہئے،بقیہ وہ علاقے جواس قدربعید ہونکہ ان میں ایک دن کا فرق پڑتا ہومثلا مصروحجازوغیرہ ان علاقوں کے افراداپنے مطلع کی رویت

کے اعتبار سے عمل کرینگے، البتہ ایک مطلع کے تحت آنے والے علاقوں کے افراد کے لئے کسی ایک جگہہ کی رویت دوسری جگہہ کے لئے معتبرہوگی، کیرلا میں اگررویت ہوتی ہے اوراس کوماننے کی صورت میں ملک کے بقیہ حصوں میں ایک دن یا اس سے زیادہ کا فرق پڑتاہے توایسی صورت میں یہ رویت معتبر نہیں ہوگی اوراگرایک دن یا اس سے زیادہ کا فرق نہیں پڑتا، بلکہ چند گھنٹونیامنٹوں کا فرق پڑتاہے تورویت معتبرہوگی ۔

اتحاد مطلع کی صورت میں اختلاف رویت کا حکم:

سوال (۱)(د) جن علاقوں کامطلع ایک ہے ان علاقونکسی علاقے میں اگر۲۹تاریخ کورویت ہلال کا ثبوت ہوجائے اوراعلان بھی کردیاجائے اوراس ر ویت کاثبوت شرعی طورپردوسرے علاقے کے قاضی یارویت ہلال کمیٹی کو ہوجائے توقاضی یارویت ہلال کمیٹی اس رویت کے مطابق فیصلہ کرنے کے پابند ہونگے مقامی لوگونکو ایسی صورت میں، جبکہ وہاں قاضی یا رویت ہلال کمیٹی یا ثقہ عالم دین موجود ہوان کے فیصلے کا انتظار کرنا چاہئے ۔

اگر کسی علاقے میں قاضی یا رویت ہلال کمیٹی نہ ہو تو ...

اگرکسی جگہ شرعی قاضی یا رویت ہلال کمیٹی شرعی نہج پرقائم نہ ہواور وہاندوسرے شہر کی رویت کا علم بطریق استفاضہ یا بذریعہ شہادت شرعیہ عوام تک پہنچ جائے مثلا عالم یامفتی دوسرے شہرکی رویت کومعتبر قرار دیدیں توعوام پرلازم ہوگا کہ وہ اس مطابق عمل کریں،چنانچہ فتاوٰی قاضی خان میں ہے:''ومن رأی ھلال ر مضان فی الرستاق ولیس ھناک وال ولا قاض،فإن کا ن الرجل ثقۃ یصوم الناس بقولہ وفی الفطران أخبرعدلان برؤیۃ الھلال لا بأس بان یفطروا'' (قاضی خان ۱۷۶٫۱)قضاء یا رویت ہلال کمیٹی پرفیصلے کوموقوف رکھنا دراصل نظم کوبرقراررکھنے کے لئے ہے اس لئے اگرشرعی قاضی نہ ہوجیسے ہندوستان کے اکثرشہروں کا حال ہے تووہاں ضرورت کی وجہ سے شہادت شرعیہ ساقط ہوجائے گی اورصرف ثقہ ومعتبر آدمیوں کی خبر پرافطار کیا جاسکتاہے ''ولوکان ببلدۃلاحاکم فیھاصاموا بقول ثقۃ وأفطروبإخبار عدلین مع العلۃ للضرورۃ قولہ لا حاکم فیھا أی لا قاضی ولا والی، کما فی الفتح قولہ للضرورۃ أی ضرورۃ عدم وجود حاکم یشہد عندہ (درمختار مع شامی ۳۸۶٫۲)۔

علامہ بنوریؒ نے اسی پرتحریر فرمایاہے کہ جہانشرعی قاضی نہ ہووہاں شہادت شرعیہ نہیں گزارنا چاہئے بلکہ عید میں صرف دوعادل آدمیونکی خبر پر عید کرنا چاہئے (معارف السنن ۳۴۵٫۵)۔

عمدۃ الرعا یہ میں مولا نا عبد الحئی لکھتے ہیں کہ :''والعالم الثقۃ فی بلدۃ لاحاکم فیھا قائم مقامہ''(عمدۃالرعایہ ۲۴۶)۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ اسی رائے کواختیارکرتے ہوئے

فرماتے ہینکہ: ''جن ملکوں میں اسلامی حکومت نہیں ہے یا ہے ،مگر باقاعدہ شرعی قاضی مقر ر نہیں ہیں وہاں شہرکے عام دیندار مسلمان جس عالم یا جماعت پرمسائل دینیہ میں اعتماد کرتے ہوں اس شخص یا جماعت کوقاضی کے قائم مقام سمجھاجا ئے گا اور رویت ہلال میں اس کا فیصلہ واجب التعمیل ہوگا '' (رویت ہلال ،ص: ۳۹)۔

ثبوت رویت کیلئے اہل ہیئت ،اہل موقت اوردیگرعلوم کاحکم :

سوال نمبر(۲)(الف) اسلا م ایک عالمگیر ودائمی مذہب ہے اس کے احکامات عالم وجاہل ،متمد ن وبدوی ،بادشاہ ورعایا سب کے لئے یکساں ہیں اوریہ سب کومخاطب کرتاہے ،اس کے اصول سادہ وفطری ہیں، تاکہ تمام انسانی طبقات کے لئے عمل کرنا سہل ہوسکے ، ظاہر ہیکہ جس دین کی بنیاد سادگی اورفطرت پرہے وہ دین علوم ہندسہ، ریاضیہ کی کشاکش سے معری ہے ، اسی طرح تکلفات تدقیقات سے بھی مبری ومنزہ ہے لہٰذا ثبوت ماہ (جس پر بہت سے احکامات کی بنیاد ہے)کے لئے خوردبین سے تلاش ہلال کی ضرورت نہیں او راسکے لئے فضاء میں پروازکی بھی حاجت نہیں ،بلکہ اگرنصوص صحیحہ اورمتون شرعیہ صریحہ میں غورکیا جائے تویہ امربخوبی واضح طور پرنمایاں ہوجاتاہے کہ تکلفات وتدقیقات غیرمطلوب ہی نہیں، بلکہ غیر مستحن بھی ہیں، بلکہ بعض اوقات غیرمعتبرہوں گے (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ،ص ۱۸۳)۔

اس سلسلے میں علامہ شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں ''ولا عبرة بقول الموقتين ولوعد ولا على المذهب الخ (درمختار)أی فی وجوب الصوم على الناس بالإجماع ولايجوز للمنجم أن يعمل بحساب نفسه وفي النهر فلايلزم بقول الموقتين أنه أى الهلال كان في السماء ليلة كذا، وإن كا نوا عدولا في الصحيح كما فى الإيضاح الخ'' (شامی ۲، ۱۴۵)۔

جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیاکہ شریعت اسلامیہ نے احکامات اسلامیہ کو اس انداز پر قائم ومرتب فرمایاہیکہ جسکا بلا تکلف سمجھنا سہل ہو ، اسے ہئیت ، حساب یا دیگر دقیق علوم پر قائم نہیں کیا ہے کہ جسکے سمجھنے کیلئے آلات وتکلفات کی ضرورت پیش آئے ۔نیزمذکورہ بالا عبارت سے یہ بھی معلوم ہواکہ منجمین وموقتین کے حساب کا اعتبارائمہ احناف اور محقیقین ائمہ اربعہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے ، بلکہ طرق موجبہ سے جوثبوت ہوگاوہی معتبرہوگا ابن حجر ؒ فرماتے ہیں بعض لوگ اس بابت ماہرین فلکیا ت سے رجوع اوران کے قول پرعمل کے قائل ہیں یہ رائے راوفض کی ہے (فتح الباری ۱۲۷،۴) ان کی تفصیلی عبارت درج ذیل ہے :

''والمراد بالحساب هنا حساب النجوم وتسييرها،ولم يكونوا يعرفون من ذلك أيضا إلا النزر اليسير، فعلق الحكم بالصوم وغيره بالرؤية لرفع الحرج عنهم فى معاناة حساب التسيرواستمرالحكم فى الصوم، ولوحدث بعدهم من يعرف ذلك،بل ظاهر السياق يشعرينبغى تعليق الحكم بالحساب أصلا ويوضحه قوله فى الحديث الماضى فإن غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين،ولم

یقل فسألوا أہل الحساب، والحکمۃ فیہ کو ن العدد عند الإغماء یستوی فیہ المکلفون، فیرتفع الاختلاف والنزاع عنہم، وقد ذہب إلی الرجوع إلی أہل التسییرفی ذلک وہم الروافض، ونقل عن بعض الفقہاء موفقتہم، قال الباجی:وإجماع السلف الصالح حجۃ علیہم،وقال ابن بزیزہ :وہومذہب باطل فقد نہت الشریعۃ عن الخوض فی علم النجوم؛ لأنہا حدس وتخمین لیس فیہا قطع ولاظن غالب، مع أنہ لو ارتبط الأمر بہا لضاق إذ لا یعرفہا إلا القلیل'' (فتح الباری۴؍۱۲۷)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی اپنی معرکۃ آراء تصنیف الفقہ الاسلامی وادلتہ مینتحریر کرتے ہیں کہ:

''ولا یثبت الہلال بقول منجم أی حاسب یحسب سیرالقمرلافي حق نفسہ ولا غیرہ؛ لأن الشارع أناط الصوم والفطروالحج برؤیۃ الہلال لا بوجود ہ إن فرض صحۃ قولہ، فالعمل بالمراد الفلکیۃ وإن کا نت صحیحۃ لا تجوز''(الفقہ الاسلامی وادلتہ ؍۲؍۶۰۰)۔

مذکورہ بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ اسلامی احکام کا مدارفلسیانہ موشگافیوں ،علم الافلاک ،علم ریاضی وہندسہ اور اہل مؤقت واہل ہیئت کے حسابی دقائق اورنکات پردائرنہیں ہے ،لہٰذاہلال کی رویت اورعدم رویت کا حکم بھی ان حسابی یانجومی دقائق پردائرنہیں ہوگا۔

ثبوت ہلال کا مدار فلکیاتی حساب پر:

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہیکہ:''إنا أمۃ أمیہ لانکتب ولانحسب، الشہر ہکذا وہکذا، یعنی مرۃ تسعۃ وعشرین ومرۃثلاثین''(بخاری شریف: ۱۸۱۴، مسلم شریف: ۱۰۸۰)۔

''صوموالرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ، فإن غم علیکم فأکملوا ثلاثین'' (بخاری شریف: ۱۹۰۹)۔

''فإن شہد شاہدان فصوموا وأفطروا''(ابوداؤد شریف باب شہادۃرجلین علی رؤیۃہلال شوال حدیث نمبر: ۲۳۳۸)۔

ایک دوسری حدیث کے الفاظ ہیں کہ:''لا تصوموا قبل رمضان صوموا لرؤیتہ، وأفطروالرؤیتہ، فإن حالت غیابۃ فأکملواثلاثین یوماً''(ترمذی ۱۰۷)۔

ان احادیث کا ماحصل یہ ہے کہ رمضان وعیدین کے ثبوت کا مدارشریعت نے بصری رویت پررکھاہے، اگر رویت ممکن نہ ہوتو تیس روز مکمل کرو، چانددیکھ کرہی روزہ رکھو، اور چاند دیکھ کر ہی افطار کرو، لہٰذااس کے لئے فلکی آلات ودیگرچیزو نکوبنیاد نہیں بنایاجاسکتا،اسکی وجہ یہ ہیکہ فلکیا تی حساب سے علم یقینی حاصل نہیں ہوتاہے یہ انسان کا بنایا ہواایسا نظام ہے جس میں خطاء وصواب کا احتمال ہے لہٰذااسے بنیاد بناکرشریعت کے اصول کونظراندازنہیں کیاجاسکتا۔

چوتھی صدی ہجری کے مشہور اسلامی فلاسفراورماہرنجوم وفلکیا ت ابوریحان بیرونی اپنی کتاب ''الآثارالباقیۃ عن القرون الخالیۃ'' میں آلات رصدیہ کے نتائج کے غیریقینی ہونے کے مسئلہ کوتمام ماہرین فن کا اجماعی اوراتفاقی نظریہ بتلاتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں کہ :''إن علماء الہیئۃ مجموعون علیٰ أن المقادیرالمفروضۃ فی أواخر أعمال رؤیت الہلال ہی أبعاد لم یوقف علیہا إلا بالتجربۃ، والمناظر أحول ہندسیۃ یتفاوت لأجلہا المحسوس

بالبصرفی العظم والصغرفی ما إذ تأملهامتامل منصف لم یستطع بت الحکم علی وجوب روية الهلال أو امتناعها'' (رویت ہلال از:حضرت مولانا شفیع عثمانی صاحب ، ص: ۳۷ــــ/۳۵بحوالہ:آثارالباقیہ :ص۱۹۸)۔

''ادارہ البحوث العلمیہ والافتاء ''کے تحت فقہی مجلس اورسعودیہ کی سب سے مستند مجلس علماء وفقہا ء نے ۱۳۹۲ھ کے اجلاس میں اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ رویت کے سلسلہ میں حساب وفلکیات کا کوئی اعتبارنہیں، کیونکہ حدیث ''صوموا لرؤیتہ الخ ولا تصوموا حتی تراہ'' الخ کا یہی حاصل ومقصد ہے ،نیزاس مجلس نے بچشم رویت کوترجیح دی ہے اور فلکیاتی حساب کا اعتبارنہ کرنا منظور کیا ہے،''فإن للمسلمين في تلک المناطق وماشابهما أن يأخذوابمن يتقون به من البلاد الإسلامية التی تعتمد علی الرؤيةالبصرية الهلال درن الحساب بأی شکل من الأشکال'' (قرارات مجلس المجمع الفقہ الاسلامی ،۶۶ ،۱۴۱۰ھ)۔

مذکورہ بالا تمام وضاحت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رویت کے سلسلہ میں فلکیاتی حساب کا قطعا اعتبار نہیں ہوگا، ہلال کی رویت وعد م روایت کا اعتبارعلم نجوم ،فلکیاتی حساب پرقطعا نہیں ہوگا، البتہ آج جبکہ فلکیاتی تحقیقات نے ترقیات کے مدارج حاصل کرلئے ہیں اوراس کے ماہرین نے بعض جدید نقشہ جات بھی مرتب کئے ہیں اوراس میں بہت سی اصطلاحات بھی کیں ہیں ،ایسے میں اگرصرف اس حد تک فلکیاتی حساب سے مدد لی جائے کہ افق پر۲۹تاریخ کورویت بصری ممکن ہے یانہیں توصرف معلومات کی حدتک شرعا کوئی قباحت نہیں ہے، البتہ فیصلہ رویت بصری پرہی ہوگا ۔

فلکیاتی حساب سے رویت کا امکان نہ ہو لیکن رویت کی شہاد ت مل جائے :

سوال (۲)(ب) اگرکسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹تاریخ کوچاند کی بصری رویت کا امکان نہ ہو، یعنی ان کے آلات وحسابات ونقشہ سے چاند کی رویت امکان نہ ہواس کے باوجود اس خطہ سے رویت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہواوروہ شہادت خبرمستفیض کے درجہ میں ہوتواسے قبول کیا جائے گا اسے اتنی بڑی جماعت کی غلطی قراردے کررویت کا انکار نہیں کیاجائے گا ،اس لئے کہ ابھی سابق میں ذکرکیا گیا ،فلکیا تی حساب قطعی نہیں ہیں، اس لئے علماء نے رویت ہلال کے سلسلے میں اس کا اعتبارنہیں کیاہے، البتہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ : ''فلکیاتی تحقیقات سے اس قدر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے کہ جس تاریخ کو طلوع ہلال کا امکان نہ ہو، اس روز رویت ہلال کی شہادت کافی تحقیق اور ناقابل تردید تعداد کی گواہی کے بغیر تسلیم نہ کی جائے اور جس دن فنی اعتبار سے طلوع ہلال کا امکان زیادہ ہو، اس دن معمولی خبر پر بھی اعتبار کیا جاسکتا ہے ۔

اس مسئلہ میں اصل ایسی خبر کا پایا جانا ہے جس سے قاضی کا قلب مطمئن ہو

جائے، اور اس طر ح کی فنی تائید معمولی خبر کیلئے بھی تقویت وتائید کا باعث بن جاتی ہے(جدید فقہی مسائل ۲ ،۱۷)۔

مزید وضاحت اگلی شق میں بھی مذکورہے ۔

ثبوت ہلال کیلئے محکمہ موسمیات سے تعاون لینے کا حکم:

سوال نمبر(۲) (ج) تحقق ہلال کے لئے دوچیزیں ہواکرتی ہیں ،اول افق سماء پروجود ہلال، دوم رویت ہلال بصری۔

محکمہ موسمیات سے تعاون لینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ماہرین چاند کے افق آسمان پرہونے کوواضح کرینگے،اس کی عمربتلائینگے ،نیزیہ واضح کریں گے کہ اگرافق آسمان پرچاند کی عمر کم ازکم تیس منٹ ہوگی تب چاندکی رویت ممکن ہوگی ۔حالانکہ ثبوت ہلال کے لئے رویت بصری کا ہونا ضروری ہے ،صرف تحقق وجود کا فی نہیں ہے اورروایت بصری کے لئے عمرکا تیس منٹ ہونا ضروری نہیں ہے ،بلکہ اس سے کم مدت میں بھی دیکھاجاسکتاہے ، اسی لئے بہت سی دفعہ ایساہوتاہے کہ محکمہ موسمیات کی طرف سے یہ اعلان ہوتاہے کہ آج چاند دیکھا جائے گا ،لیکن ایسی شہادت ملتی ہے کہ متعینہ اعلان کے مطابق رویت نہینہوئی ، نیزمحکمہ موسمات یافلکی حسابات کے ذریعہ دی جانے والی خبرکے لئے کسی سائنسدان نے جومقدمات متعین کئے ہیں دوسراسائنسداناس کی تغلیط وتردید کرتا نظرآتاہے ،چنانچہ حضرت مولانا مفتی شفیع عثمانی صاحبؒ پاکستان تحریر فرماتے ہینکہ '' ۱۳۸۰ھ میں محکمہ موسمیات ایک ہفتہ سے اعلان کررہاتھا کہ ۲۹رمضان بروزجمعہ چاند افق آسمان پرتقریباًاکیس منٹ دیکھاجاسکے گا ،ٹھیک ۲۹رمضان کواخبارایوننگ اسٹارکراچی میں پنجاب یونیورسٹی کی رصد گاہ کے ذمہ دار افسراورماہرین فن سائنس داں بھٹی صاحب کا اعلان یہ شائع ہواکہ محکمہ موسمیات کی پیش گوئی کہ ۲۹رمضان کوچاند دیکھاجاسکے گا ،غلط ہے اورمزید یہ کہا کہ ۳۰رمضان بروزسنیچرہلال عیدکے نظر آنے کا غالبا امکا ن کم ہے انھوں نے دعوی کی تائید میں دودلیلیں پیش فرمائیں ،اوریہ کہ ہلال کا سائزاوراس کی روشنی اس قدرکم ہوگی کہ معمولی نگاہیں نہ دیکھ سکیں گی ،اور ثانی یہ کہ غروب آفتاب کے نصف گھنٹہ کے اندرہی ہلال غروب ہوجائے گا اورآسمان پراس قدر تاریکی نہیں چھاسکتی کہ منحنی اورباریک نظرآسکے '' (رویت ہلال مفتی شفیع عثمانی : ۳۱،۳۳)، گویا محکمہ موسمیات کی یہ اطلاع کہ رویت ہلال بصری ممکن ہے یا ممکن نہیں ہے ،غیریقینی ہے ،اورقاعدہ ہے کہ جوشیٔ خودثابت نہ ہواس کواثبات کے لئے ذریعہ نہیں بنایاجاسکتاہے ؛محکمہ موسمیات کی جانب سے نشرکی جانے والی خبرایسے مقدمات پرمبنی ہے جوانسانی وضع شدہ اوراختراع کا نتیجہ ہے جس کی بناء پران کی اطلاعات غیریقینی ہیں ،جس کی حیثیت صرف خبرکی ہوگی ،البتہ دوسری صورت رویت ہلال بصری یعنی چاند کادیکھنا ایک دینی فریضہ بھی

ہے اورایک عبادت بھی ہے اگرچاند نظرآجائے یا اس کے نظرآنے کا کوئی شرعی ثبوت فراہم ہوجائے توبہترورنہ مہینہ کو۳۰تاریخ پرختم کرکے اگلے ماہ کا آغازکیاجائے، جیساکہ سابق میں ذکرشدہ فرمان نبوی ہے ''صوموا لرؤیتہ وأفطرولرؤیتہ، فإن غم علیکم فأکملوا ثلاثین،ثم أفطروا'' (حوالہ سابقہ)، مذکورہ بالا وضاحت کی روشنی میں یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ محکمہ جوسمیات سے رویت ہلال کے سلسلے میں معلومات وخبرکی حدتک مددلینے میں کوئی قباحت نہیں ہے ،البتہ فیصلہ تورویت پرہی ہوگا۔

قابل غور پہلو:

مذکورہ بالا جملہ تصریحات سے یہ بات معلوم ہوتی ہیکہ محکمہ موسمیات ، فلکیاتی تحقیقات ودیگر جدید سائنسی آلات سے حاصل ہونے والی معلومات کی حیثیت محض خبر کی ہوگی یعنی صرف اس حد تک کہ ۲۹تاریخ کو رویت بصری ممکن ہے یانہیں، البتہ فیصلہ رویت بصری کی شہادت پر ہی ہوگا۔

لیکن اب موجودہ ترقی یافتہ دور جس میں سائنس وٹکنالوجی نے اس قد ر ترقیات کے مدارج طے کرلئے ہیں کہ جس کے ذریعہ انہوں نے بہت سی ظنیات کو یقینیات میں اور نظریات کو بدیہیات میں تبدیل کردیاہے ۔ موجودہ دور میں بعض اوقات سائنسی آلات کے ذریعہ حاصل شدہ خبر اس قدر یقینی ہوتی ہے کہ وہ حد ظن سے عدول کرکے یقین میں داخل ہوجاتی ہے ، ایسی صورت میں یہ بات تحقیق طلب ہوجاتی ہیکہ کہ کیا ایسی صورت میں بھی ان کی خبر ظنیات میں داخل رہ کر خبر ومعلوت کی حد تک محدود رہے گی یا مذکورہ پس منظر میں اسکا حکم بھی متغیر ہوجائیگا ۔پاکستان کے معروف محقق جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مرحوم اپنی تفسیر بیان القرآن میں ''فیہ آیات محکمات ہن أم الکتاب وأخر متشابہات'' (آل عمران آیت نمبر ۹) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ : کچھ طبیعیاتی مظاہر (Physical Phenomena)بھی ایک وقت تک آیات متشابہات میں سے رہے ہیں ، لیکن جیسے جیسے سائنس کا علم بڑھتا چلاجارہا ہے ، رفتہ رفتہ ان کی حقیقت سے پر دہ اٹھتا جارہا ہے ، اور اب بہت سی چیزیں محکم ہوکر ہمارے سامنے آرہی ہیں ، تام اب بھی بعض چیزیں ایسی ہیں جن کی حقیقت سے ہم بے خبر ہیں (بیان القرآ ن۲،۱۲) یہ ایک قابل غور پہلو ہے !

مطلع صاف نہ ہونے کی وجوہات:

سوال (۲)(د) مطلع صاف نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مطلع ہلال یعنی چاند نکلنے کی جگہ شاہدین پرواضح نہ ہویا توابرکی وجہ سے یا دھواں کی وجہہ سے ،یاسخت غبارکی وجہہ سے ،یاکہرے کی وجہہ سے ،یہ اسباب تونمایاں ہیں اس کے علاوہ بھی مزیداسباب ہوسکتے ہیں۔

فرد واحد کی شہادت پر ثبوت رمضان ہو...

سوال (۲)(ہ) دراصل سوال مذکور میں دومختلف صورتیں نکلتی ہیں ۔

(۱)پہلی صورت یہ ہیکہ ۲۹شعبان کومطلع صاف نہ ہونے کی بناء پررویت عامہ نہیں ہوئی اورصرف ایک دیندار شخص کی خبر کی بنیاد پررمضان کے ثبوت کا اعلان کردیا گیا ،پھرتیس روزے مکمل ہونے کے بعد ۳۰رمضان کی شام کومطلع صاف نہ ہونے کی وجہہ سے عید کا چاند نظرنہیں آیا توایسی صورت میں باتفاق فقہاء اگلادن یکم شوال یعنی عید الفطرکا ہوگا۔

فتاوی عالمگیری میں منقول ہے کہ ''فأما إذا کا نت متغیمۃ فانھم یفطرون بلا خلاف کذا في الذخیرۃ'' (فتاوی عالگیری :۱۹۸،۱)

صاحب درمختار بھی بحوالہ زیلعی یہی لکھتے ہیں :''نقل ابن کمال عن الذخیرۃ إ ن غم ھلال الفطرحل اتفاقا، وفي الزیلعی الأشبہ إن غم حل وإلالا'' (درمختار ۱۲۹،۲)۔

(۲)دوسری صورت یہ ہے کہ اگر۲۹شعبان کومطلع ابرآلود ہواورایک شخص کی شہادت کی بناء پرقاضی نے آغازرمضان کااعلان کردیا ہوپھرتیس روزے مکمل ہونے کے بعد ۳۰رمضان کی شام مطلع بالکل صاف تھا،عیدکا چاند دیکھنے کی بہت کوشش کے بعدبھی عید کا چاند نظرنہیں آیا تو اس سلسلے میں حضرات شیخینؒ کی رائے یہ ہے کہ اگلادن عیدالفطرکا نہیں ہوگا اس روز افطاربھی جائزنہینہوگا، کیونکہ وہ دن رمضان ہی کا آخری دن شمار ہوگا، اس فردواحد کی گواہی کومغالطہ قرار دیا جائے گا لہذا شیخینؒ کے قول کے مطابق مذکورہ بالا صورت میں عید وافطار کے بجائے مزید ایک روزہ رکھنا چا ہئے اور پہلے شاہد کوخاطی شمار کرنا چاہئے ۔امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگلادن عید الفطرکا ہوگا لوگوں کا افطار کرنا واجب ہوگا، اس روزروزہ رکھنا حرام ہوگا ''إذاصاموا بشہادۃ الواحد وأکملواثلاثین یوما، ولم یرو ا ھلال شوال لا یفطرون فیھا روی الحسن عن أبی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی لاحتیاط وعن محمد أنھم یفطرون، کذا فی التبیین'' (عالمگیری ۱۹۸،۱)، علامہ شامی نے حضرات شیخینؒ کی رائے نقل کی ہیکہ ''(قولہ لایحل)أی الفطرإذالم یرالہلال، قال فی الدرر ویعزر ذلک الشاھد أی لظہورکذبہ'' (شامی ۳۱۰،۳)، فتاوٰی ہندیہ مینامام محمدؒ کی رائے کے متعلق مذکور ہے کہ یہ رائے زیادہ اصح ہے ،نیزشمس الائمہ الحلونیؒ نے بھی امام محمدؒ کے مذہب کو اصح قرار دیا ہے، ''قال في غایۃ البیان وجہ قول محمد وھو الأصح إن الفطرماثبت بقول الواحد ابتداء، بل بناء وتبعا،فکم من شئی یثبت ضمنا أولا یثبت قصدا'' (شامی ۳، ۳۶۰)۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ علامہ شامی کا رجحان امام محمدؒ کے قول کی تصحیح وترجیح کی طرف ہے کہ مذکورہ صورت میں مطلع صاف ہونے کے باوجود عیدمنائی جائے گی ، لیکن جہا ں تشویش کا اندیشہ ہوشیخینؒ کے قول پرفتو ٰی دینا مناسب ہے (امدادالفتاوی ۱۰۶،۲)۔

مطلع صاف ہو تو کتنے لوگوں کی شہادت ضروری ہے:

سوال (۳)(الف) رویت عامہ رمضان وعید الفطر کے چاند کے ثبوت کا قطعی فیصلہ ہے ، رویت عامہ کے بعدکسی قانونی شہادت کی ضرورت نہیں رہتی ، چنانچہ شامی میں مذکور ہے کہ:''وقبل بلاعلۃ جمع عظیم یقع العلم الشرعی وہو غلبۃ الظن:وہو مفوض إلی رأی الإمام من غیر تقدیر بعدد، علی المذہب'' (در مختار۳؍۳۵۶) ۔

رمضان وعیدین کے ثبوت کے لئے جبکہ مطلع صاف ہو غبار آلود نہ ہو تواتنے لوگوں کی شہادت کا فی ہوگی جس سے غلبۂ ظن حاصل ہویعنی جم غفیر ہواور ان لوگوں کے جھوٹ پرمتفق ہونے کوعقل محال قرار دے: وإن لم یکن بالسماء علۃ لم تقبل الإشہاد جماعۃ یقع العلم بخبرہم'' (ہدایہ اول: ۱۹۶)۔

''الجم الغفیر یقع بہ العلم فی ہلال الصوم والفطروالاضحیٰ'' (رسائل الارکان: ۳۰۷)۔

''وإن لم یکن بالسماء علۃ لم تقبل الإشہادۃ جمع عظیم یقع العلم بخبرہم،الخ'' (عالمگیری۱؍۱۹۸)، علامہ شامی علیہ الرحمہ اس سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں کہ رمضان اور عید الفطر کے چاند سے لوگونکا نفع متعلق ہے اس لئے اس کی شہادت معاملات کے درجہ میں ہوگی: ''وشرط لہلال الفطر مع علۃ فی السماء،شروط الشہادۃ لأنہ تعلق بہ نفع العباد وہوالفطر فأشبہ سائر حقوقہم فاشترط لہ ما اشترط لہا من العد د والعدالۃ والحریۃ وعدم الحد فی قذف وإن تاب ولفظ الشہادۃ والدعوی علی خلاف فیہ'' (رسائل ابن عابن : ۲۳۴)۔

مالا بدمنہ میں مذکور ہے کہ ''اگر مطلع صاف باشد در رمضان و شوال جماعتے عظیم می باید '' (ص: ۸۸، مطبع امدادیہ)۔

موجودہ دور میں صورت مذکورہ میں چاند دیکھنے والے کا معاشرہ میں جھوٹا نہ سمجھا جانا اور صوم و صلوٰۃ کا پابند ہونا کافی ہوگا، اس کی گواہی قبول کرلی جائے گی۔ امام ابویوسفؒ سے مروی ہے کہ اگر فاسق ذی وجاہت و بامروت ہو تو اسکی شہادت بھی مقبول ہوجاتی ہے، اس لئے کہ ایسا وجیہ شخص عام طور پر جھوٹ نہیں بولتا ہے۔ نیز قاضی خان کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ فسق کسی انسان کو شاہد بننے کی صلاحیت سے نہیں روکتا بلکہ کذب کی تہمت کی وجہ سے اس کی شہادت مانع ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ مانع شہادت کے لئے اصل علت کاذب ہونا ہے اور جب انسان اپنے معاشرہ میں جھوٹا نہیں سمجھا جاتا تو اس کی علت مانعہ مرتفع ہوگئی۔ لہٰذا ایسے شخص کی شہادت قبول کی جائے گی: ''الفسق لا یمنع أہلیۃ الشہادۃ عندنا، وإنما یمنع أداء الشہادۃ لتہمۃ الکذب... و عن أبی یوسف رحمہ اللہ تعالی :إن کان الفاسق وجیہا ذا مروءۃ، جازت شہادتہ،لأن مثلہ لا یکذب'' (فتاوی قاضی خاں، کتاب الشہادات ۳؍ ۴۳۸، ۴۳۷)۔

مستور الحال کی خبر کا حکم:

ہلال رمضان کے متعلق ایسے مستور الحال کی خبر کافی ہوگی ،جسکے عادل وثقہ

ہونے کی تحقیق نہ ہو،بلکہ اگر قاضی کو کسی فاسق شخص کی اطلاع پر غالب گمان حاصل ہوجائے تو متاخرین فقہاء فرماتے ہیں اس پر عمل کرلینا چاہئے : فان تحری القاضی الصدق فی شہادتہ تقبل وإلافلا''(شامی ۱،۱۰۰)۔

مستور الحال کی خبر رمضان کے چاند میں مقبول ہے۔ غیر ظاہر الروایہ میں امام حسن نے امام ابوحنیفہؒ سے ایسا ہی نقل کیا ہے۔ ''وقبل بلادعوی بلا لفظ أشھد للصوم مع علۃ کغیم خبر عدل أو مستور علی ما صححہ البزازی'' (درمختار۳، ۳۵۲)۔

مستورالحال کی شہادت رویت ہلال عید کے متعلق معتبر نہیں ہے ، شاہد کا عادل ہونا ضروری ہے، البتہ یہاں خبر مستفیض معتبر ہوگی اسلئے کہ جو فائدہ شہادت سے حاصل ہوتا ہے وہ فائدہ خبر مستفیض سے بطریق اتم حاصل ہوجاتا ہے، ''فیلزم أہل المشرق برؤیۃ أہل المغرب إذا ثبت عندہم روےۃ أولئک بطریق موجب(درمختار) کان یتحمل اثنان الشہادۃ أویشہدا علی حکم القاضی أو یستفیض الخبر، بخلاف ما إذا أخبر ان أہل بلدۃکذا راوہ'' (شامی ۲،۳۹۳، ۳۹۴)۔

کیا چاند دیکھنے والوں کاشہادت دینا ضروری ہے:

سوال ۳ (ب) چاند دیکھنے والوں کے لئے قاضی کے پاس جا کر یا جہاں نظام قضاء موجود نہ ہو وہاں کے مقامی علماء یا رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ دار حضرات کے پاس شہادت دینا ضروری ہے۔ چنانچہ شامی میں مذکور ہے کہ ''وقد ثبت بہا أن أھل تلک البلدۃ صاموا یوم کذا لزم العمل بھا، لأن البلدۃ لا تخلوا عن حاکم شرعی عادۃ فلا بد من أن یکون صومھم مبنیا علی حکم حاکمھم الشرعی'' (شامی ج:۱،۳۵۹)۔

ہدایہ میں مذکورہے کہ :''وقبل الإمام شھادۃ الواحد العدل الخ'' (ہدایہ۱،۱۹۵)۔

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ بلاد اسلامیہ میں یہی دستور تھا کہ حاکم وقاضی ہی رمضان کا فیصلہ کرتا تھا۔ لہٰذا ضروری ہوگا کہ نظام کو برقرار رکھنے کے لئے چاند کا دیکھنے والا قاضی کے پاس جا کر گواہی دے، البتہ جہاں نظام قضاء نہ ہو وہاں کے ثقہ عالم یا رویت ہلال کمیٹی اس کے قائم مقام ہوگی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے چاند دیکھنے کے بعد آپؐ کے پاس جا کر رویت ہلال کی خبری دی (شامی۳، ۳۵۹)۔

اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور رویت ہلال کی اطلاع دی، آپؐ نے اس کی شہادت قبول فرمائی (ترمذی باب فی الصوم بالشہادۃ ۱،۱۴۸)۔

رویت کے بیان کا حکم شہادت کا ہوگا یا خبرکا:

رمضان کے چاند کی صورت میں چاند دیکھنے والے کے بیان کی حیثیت محض خبر کی ہوگی جب کہ عید کے چاند کی صورت میں شہادت کی ہوگی۔ چنانچہ درمختار میں ہے کہ:''و قبل بلا دعویٰ وبلا لفظ أشھد وبلا حکم ومجلس قضاء، لأنہٗ خبر لا شھادۃ للصوم''

(درمختار ۳۸۵،۲)۔

''وشرط للفطر مع العلۃ العدالۃ نصاب الشھادۃ و لفظ اشھد''(ایضا)۔

رویت ہلال کے باب میں شہادت کا مفہوم:

شہادت کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ خصومات یا حقوق العباد میں واقع شدہ نزاعات کی طرح ہر اعتبار سے یہ شہادت بھی تحت القضاء داخل ہو بلکہ مفہوم یہ ہے کہ یہ شہادت دیانات کے قبیل سے ہے، مگر چونکہ اس کا تعلق عام مسلمانوں سے ہے اور بعض صورتوں میں، بلکہ خصوصاً عید کی رویت ہلال کے سلسلے میں نفع عباد متعلق ہے، اس لئے نظام کی درستگی اور عمدگی کے لئے اس کا تعلق قضاء و امارات سے ہوجاتا ہے، اسی لئے اگر نظام قضاء موجود نہ ہو تو ایسا معتمد و ثقہ شخص جو مسلمانوں کی باہمی رضامندی سے حدود شرع میں رہ کر اس قسم کے معاملات حل کراتا ہو یا مسلمانوں کے آپسی اختلافات کو از روئے شرع حل کراتا ہو وہ کافی ہوگا۔اور اگر ایسا معتمد شخص نہ ہو تو مسلمانوں کی جماعت مثلاً رویت ہلال کمیٹی وغیرہ یا خطیب عیدگاہ و جامع مسجد یا وہاں کے معتمد مفتی یا عالم دین جس سے اس قسم کے معاملات میں رجوع کیا جاتا ہو، ایسے شخص کو قاضیٔ شرعی کا قائم مقام قرار دے کر اس کے سامنے حسبِ ضابطہ شہادتیں دی جائیں گی اور اس کی روشنی میں رویت ہلال کا فیصلہ لیا جائے گا اور اگر ایسا نظم بھی موجود نہ ہویعنی کوئی معتمد یا ثقہ عالم یا کمیٹی وغیرہ بھی نہ ہو تو محض خبر شرعی پر حسب قواعد عمل کیا جائے گا۔ وجوب صوم و افطار کا مدار محض ثبوت رویت پر ہے، جو شرعی ضابطہ کے مطابق ہو، جیسا کہ آیت قرآنی سے واضح ہوتا ہے کہ ''فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ''(سورہ بقرہ آیت : ۱۸۵)۔

کیاچاند کی فوری شہادت ضروری ہے؟

سوال ۳(ج)چاند دیکھنے والوں کے لئے فوری شہادت دینا ضروری ہے۔

''قال الحلوانی: یلزم العدل ولو أمۃ أو مخدرۃ أن یشھد فی لیلۃ کیلا یصبحوا مفطرین وھی من فروض العین'' (ہندیہ۱۹۷،۱)۔

رویت ہلال کی شہادت میں حتی الوسع تاخیر سے بچنا چاہئے، تاہم پھر بھی چند گھنٹے کی تاخیر سے منفی اثر مرتب نہیں ہوگا اور اس کی شہادت قبول کی جائے گی، جیسا کہ بعض فقہی جزئیات سے معلوم ہوتا ہے۔ حلوانیؒ کا مذکورہ قول بھی اسی جانب مشیر ہے، البتہ اتنی تاخیر نہ ہو کہ جس سے قاضی کو غورو فکر اور تحقیق کرنے کا موقع نہ ملے اور وہ اگلے روز روزہ نہ رکھ سکیں، چنانچہ مجمع الانہر میں ہے کہ ''و فیہ إشارۃ إلی أن شھادتہ لازمۃ لئلا یفطر الناس'' (مجمع الانہر ۲۳۸،۱)۔

اگررائی کو مجلس تک پہونچنے میں کوئی عذر ہو :

اگر رائی کوقاضی کی مجلس میں پہنچکرحاضری دینے میں کوئی معقول عذر

درپیش ہو تو اسے چاہئے کہ کسی دوسرے شخص کو رویت کی پوری کیفیت بتا کر شہادت کے لئے روانہ کرے۔ موجودہ دور میں جب کہ سائنس اور ٹکنا لوجی نے بے شمار ترقیات کرلی ہیں ایسے میں فوری طور پر بذریعہ ٹیلیفون یا موبائل یا بذریعہ پیغام، یعنی میسج مجلس تک اطلاع پہنچادے۔ بغیر کسی معقول عذر کے محض سستی وکاہلی کی بناء تاخیر سے مجلس میں پہنچ کر اطلاع دے یا سستی کی وجہ سے تاخیر سے پیغام پہنچائے تو اس کی شہادت رد کردی جائے گی۔ اگر ایک دن یا اس سے زائدکی تاخیر کے بعد شہادت دے تو اس میں تفصیل ہے۔ اگر وہ شہر سے باہر سے آرہا ہے اور اسے راستے میں تاخیرہوگئی ،نیز اس کے پاس پیغام بھجوانے کا کوئی اور ذریعہ بھی نہیں تھا تو اس کا عذرمعقول اور مقبول ہے اوراسکی شہادت قبول کی جائے گی، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: ''عن رجل من أصحاب النبی ﷺ قال:اختلف الناس فی آخر یوم من رمضان، فقدم أعرابیان فشهدا عند النبی ﷺ باللّٰہ لأهلا الهلال أمس عشیۃ، فأمر رسول اللہ ﷺ أن یفطروا'' (ابودائود: باب شہادۃ رجلین علی رویۃ هلال شوال، رقم الحدیث:۲۳۳۹)۔

شامی میں مذکورہے:''وعلیہ تفرع ما لو شهدوا فی آخر رمضان برؤیۃ هلالہ قبل صومهم بیوم کانوا فی المصر ردت لترکهم الحسبۃ، وإن جاؤا من خارج قبلت من الفتح ملخصاً'' (شامی ۲،۹۱)۔

واضح رہے کہ مذکورہ صورت میں شہادت اس وقت مقبول ہوگی جب کہ مطلع ایک ہو یامطلع میں معمولی فرق ہو، البتہ موجودہ ترقی یافتہ دور میں موبائل یا وہاٹس ایپ وغیرہ کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اگر پیغام رسانی میں تاخیر ہوجائے تو قاضی خبر کی جانچ پڑتال کے بعد شہادت معتبرہ کی صورت میں شہادت کو قبول کرے۔

جن علاقوں میں نظام قضاء موجود ہو وہاں ثبوت ماہ کا حکم:

سوال ۴ (الف) صوبہ بہار،اڑیسہ یا ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضاء موجود ہے اگر وہاں کا قاضی چاند کا ثبوت ملنے کے بعد اعلان کرتا ہے تو اس حلقہ قضاء کے تمام مسلمانوں کے لئے اس اعلان پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔البتہ جو لوگ قاضی کے حلقہ اور دائرہ اثر سے باہر ہیں ان کے حق میں قاضی کا اعلان اور فیصلہ لازم نہیں ہوگا۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے ''قضاء القاضی محدود فی ولایتہ'' (ہدایہ)۔

قاضی کے دائرہ کار:

قضائے قاضی کے سلسلے میں اصل یہ ہے کہ جس علاقہ کے اربابِ حل و عقد نے کسی شخص کو قاضی منتخب کرلیا اور کسی شخص کے امیر ہونے پر اتفاق کرلیا اور بوقت تقرری جو حلقہ یا دائرہ اختیار مقرر کیا گیا اس خاص حلقہ اور دائرہ اختیار کے تمام مسلمانوں پر قاضی کا فیصلہ نافذ اور لازم ہوگا۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ ''إذا قلد

السلطان رجلا قضاء یوم یجوز ویتاقت وإذا قیده بالمکان یجوز ویتقید بذلک المکان'' (عالمگیری۳،۳۸۵)۔

البتہ اگر وہ فیصلے اس نوعیت کے ہوں کہ جو زمان ومکان میں محدود نہیں ہوا کرتے ہیں تو اس میں عمومیت حاصل ہوجائے گی۔

کیا قاضی کا اعلان ''اعلان سلطان ''کے حکم میں ہوگا:

سوال ۴ (ب) غیر اسلامی سلطنت میں یا ایسی جگہوں میں جہاں قضاۃ مقرر ہوں وہاں قاضی کی طرف سے ریڈیو، ٹیلی ویژن، ویڈیوز یا سوشل میڈیا کے ذریعہ نشر کیا جانے والا اعلان ''اعلان سلطان '' کے حکم میں ہوگا، جس طرح اعلان سلطان پر عمل ضروری ہے اسی طرح قاضی کی طرف سے متعینہ الفاظ اورجملوں، نیز قاضی کی مکمل شناخت کے ساتھ اعلان پر بھی عمل ضروری ہوگا۔

دوسرے علاقے والوں کیلئے قاضی کے اعلان کی حیثیت:

سوال ۴(ج) ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر صوبہ کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رویت کا علان کیا تو یہ اعلان صرف اس صوبہ یا اس علاقہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا جواس حلقہ کے دائرہ اثر میں ہے۔ دوسرے صوبہ یا علاقہ کے مسلمانوں کے حق میں اس اعلان کی حیثیت محض ایک خبر کی ہوگی۔ ان لوگوں کے حق میں اس اعلان کی حیثیت ''اعلان سلطان ''کی نہیں ہوگی۔ لہٰذا اور لوگوں کے لئے اس اعلان کے مطابق روزہ رکھنا اور افطار کرنا درست نہیں ہوگا (تجاویز رویت ہلال کا مسئلہ، ص: ۱۰۴، مولانا برہان الدین سنبھلی)۔

''خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان أو فاسقاً'' (عالمگیری۵، ۳۰۹)، دوسرے علاقہ میں اس اعلان کی حیثیت ''منادی سلطان'' کی نہیں ہے، کیونکہ وہاں کے مسلمانوں نے ان کو اپنے علاقے کیلئے اس کا مجاز تسلیم نہیں کیا ہے، اس لئے ان کے لئے یہ اعلان نہیں، بلکہ اس کی حیثیت محض خبر کی ہوگی، وہاں کے ذمہ داروں پر موقوف ہوگا کہ وہ اس کے مطابق فیصلہ کریں یا نہ کریں، البتہ اگر ملکی سطح کی کوئی رویت ہلال کمیٹی ایسی بن جائے جسے سب لوگ تسلیم کریں یا ملکی سطح پر ایسا امیر شریعت منتخب کرلیا جائے جو سب کے نزدیک مسلم ہو، تو ایسی صورت میں اس کا اعلان ''منادی سلطان'' کے حکم میں ہوگا، سب ہی پر اس کی تعمیل ضروری ہوگی۔

البتہ وہاں کے لئے مقرر قاضی رویت ہلال کمیٹی یا ذمہ دار علماء اسے تسلیم کرنے کا اعلان کردیں تو پھر وہاں کے مسلمانوں کے لئے اس پر عمل ضروری ہوگا۔ چنانچہ فتح القدیر اور مختصراً ہدایہ میں ہے کہ ''لا یقبل إخباره (القاضی) قاضیا أخر فی غیر عمله أو غیر عملهما ولو کان علی قضائه، لأنه بالنسبة إلی العمل الآخر لواحد من الرعایا غیر أن الکتاب خص من ذلک بالإجماع'' (فتح القدیر۶، ۳۸۹، ہدایہ آخرین، ص: ۱۰۹)۔

کیا معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہے؟

سوال ۴ (د) کیا رویت ہلال کے سلسلے میں ریڈیو سے اعلان کرنے والے کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ رویت ہلال کا مسئلہ چونکہ دیانات کے قبیل سے ہے اور دیانات کے باب میں کافر کے قول کا اعتبار نہینہوتا، اس لئے اگر ریڈیو کا معلن کافر ہو تو اس اعلان کا اعتبار نہیں ہوگا، جیسا کہ ''عالمگیری'' میں بھی ہے کہ ''لا یقبل قول الکافر فی الدیانات'' (عالمگیری۵،۳۴۲)۔

البتہ دیگر بعض فقہاء کی آراء اور دیگر فقہی جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ معلن کے لئے اسلام شرط نہیں ہے۔

علامہ شامی توپ و نقارہ کی آوازاور چراغ کی روشنی کو اعلان کے لئے کافی سمجھتے ہیں جب کہ یہ اشیاء غیرذوی العقول ہیں چہ جائے کہ مسلمان ہونا چنانچہ مذکور ہے کہ ''والظاھر أنہ یلزم أھل القری الصوم بسماع المدافع أو رؤیۃ القنادیل من المصر؛ لأنہ علامۃ ظاھرۃ وتفید غلبۃ الظن، وغلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل، کما صرحوا بہ'' (بدائع الصنائع ۲،۳۲)۔

نیز معلن کی حیثیت وکیل ہونے کی ہے اور وکیل کے لئے اسلام شرط نہیں ہے۔ ''ولا تشترط کونہ مسلما صحیحا'' (ہندیہ ج۳،۲۵۲)۔

صورت مذکورہ میں اعلان کے مقبول ہونے کی شرط یہ ہے کہ ریڈیو اسٹیشن یا ٹی وی کنٹرول روم سے قاضی کا اعلان انہیں متعینہ الفاظ اور جملوں کے ساتھ ہوتا ہوجو قاضی کی طرف سے محفوظ طریقہ پر بھیجا جاتا ہے اور اس میں اسٹیشن والوں کی طرف سے کسی طرح کا رد و بدل نہ کیا جاتا ہو نیز معلن قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کی طرف خبر کی نسبت کرتا ہو تو اس کے ذریعہ ہونے والے اعلان پر اعتماد کرلینا کافی ہوگا چاہے وہ غیرمسلم ہی کیوں نہ ہو اور اب موجودہ زمانے میں جب کہ اعلان کے ساتھ معلن قاضی کی آڈیو کلپ یا ویڈیو کلپ بھی شامل نشر کردیتا ہے تو ایسی صورت میں اس اعلان پر اعتماد کرلینااور سہل ہوگیاہے ۔

دائمی کثافت زدہ علاقوں کا حکم :

سوال۵ (الف) وہ علاقے جہاں بالعموم مطلع ابر آلود رہتا ہے اور ۲۹،تاریخ کو بہت کم چاند کی رویت ممکن ہوپاتی ہے، جیسے کہ برطانیہ وغیرہ سال کے کچھ یا اکثر مہینوں میں وہاں چاند ۲۹تاریخ کو نظر ہی نہیں آتا ہے تو ایسی جگہوں کے مسلمانوں کو اگر قریبی شہر یا ممالک سے اصول شرع کی روشنی میں ۲۹شعبان کو رمضان کی رویت اور ۲۹رمضان کو عیدکی رویت کا ثبوت ملے تو اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔ نیز شرط یہ بھی ہے کہ جس ملک سے خبر آئی ہو وہاں رویت کا باقاعدہ نظام ہو اور شرعی اصول کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہو۔ اگر ایسی جگہ سے شہادت یا خبر جب مقامی رویت کمیٹی کو

موصول ہو تو وہ واجب العمل ہوگی۔چنانچہ فتاوی تاتارخانیہ وفتاوی عالمگیری میں ہے کہ:''لورأی أہل المغرب ہلال رمضان یجب الصوم علی أہل المشرق'' (تاتارخانیہ، کراچی ، الفصل الثانی فیما یتعلق برؤیۃ الہلال۲، ۳۵۵)۔

''فیلزم أہل المشرق برؤیۃ أہل المغرب إذا ثبت عندہم رؤیۃ أولئک بطریق موجب'' (درمختار۲،۳۹۳)۔

اگر کسی طرح کا ثبوت یا شہادت نہ ملے تو ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ''فإن أغمی علیکم فعدوا لہ ثلاثین'' (مسلم شریف۱،۳۴۷) کے بموجب وہاں کے مسلمانوں کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ ۳۰دن کا مہینہ شمار کرکے رمضان وعیدین کا فیصلہ کریں۔

متحد المطلع ملک کی شہادت کا حکم:

سوال ۵(ب) اگر مہینہ ۳۰دن کا شمار کیا جاتا ہے تو سال کے دنوں میں دیگر ممالک اسلامیہ کے حساب سے چار سال میں ایک مہینہ کا فرق ہوجاتا ہے تو ایسی جگہوں میں متحد المطلع ملک سے شرعی شہادت جملہ شرائط کے ساتھ آئی ہوتووہ شہادت معتبر اور واجب العمل ہوگی، نیز اس مینیہ شرط بھی واضح رہے کہ اس ملک میں ۲۹،تاریخ متعین ہو۔ اس لئے ''صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ، فإن غم علیکم فعدوا ثلاثین'' کا تقاضہ یہی ہے کہ اگر ۲۹کو چاند نظر نہیں آئے تو ۳۰ پورے کرو۔

احکام القرآن میں مذکور ہے کہ: ''ہو أصل فی اعتبار الشہر ثلاثین إلا أن یری قبل ذلک الہلال، فإن کل شہر غم علینا، فعلینا أن نعدہٗ ثلاثین، ہذا فی سائر الشہر التی یتعلق بہا الأحکام، و إنما یصیر إلی أقل من ثلاثین برؤیۃ الہلال (احکام القرآن للجصاص۱،۲۰۲)۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں کہ: ''لأن الأصل فی الشہر ثلاثون یوما والنقصان عارض، فإذا لم یعلم، عمل بالأصل'' (بدائع الصنائع۲،۸۳)۔

مجلہ فقہ الاسلامی میں جوار کے ملکوں کی رویت ہلال کے اعلان پر عمل کرنے کو ترجیح دی گئی ہے (مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی، الدورۃ الثانیہ العدد الثانی ۲،۹۶۷)۔

ریڈیو یا ٹی وی کی خبر کا حکم:

سوال نمبر(۵)(ج) کسی شہریا صوبے میں رویت ہوئی اورریڈیویا ٹی وی کے ذریعہ خبر نشرکی گئی کہ فلاں جگہ چاند دیکھا گیا ہے توصرف اس خبر کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی ،البتہ اگر قاضی یا رویت ہلال کمیٹی نے رویت ہلال کا فیصلہ کرنے کے بعد ریڈیویا ٹیلی ویژن کے لئے لکھ کردیا کہ وہ اس خبر کاا علان کریں اوروہ اعلان کرنے والا قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کی طر ف منسوب کرکے اعلان کرے یا پھر قاضی یار ویت ہلال کمیٹی کے کسی معتبر رکن یا ذمہ دارنے ویڈیو یا آڈیوجاری کی، لوگ اعلان کنندہ سے متعارف ہوں اور اس بات پر بھی لوگوں کا اعتماد ہوگیا ہوکہ ویڈیویا آڈیومیں ایڈیٹنگ نہیں کی گئی ہے توایسی صورت میں یہ اعلان معتبر اورقابل اعتماد ہوگا ،البتہ اعلانات کی بناء

پر رویت کا ثبوت تسلیم نہیں کیا جائے گا ، اس رویت پر عمل کرنا اسی وقت ضروری ہوگا جبکہ وہاں کے قاضی یا ذمہ داران رویت ہلال کمیٹی کے نزدیک اس رویت کا شرعی ثبوت متحقق ہوجائے، ''ولوشہدوا أن قاضی بلد کذا شہد عندہ اثنان برؤیۃ الہلال فی لیلۃ کذا، وقضی بشہادتہا جاز لہذا القاضی أن یحکم بشہادتہا، لأن قضاء القاضی حجۃ وقد شہدوا بہ'' (فتح القدیر ۲،۳۱۴)۔

اس کے لئے بنیادی شرط یہ ہے کہ مطلع کا اختلاف نہ ہو، ''فیجب أن یکون ہذا الجواب إذا لم یکن بینہمامن العبد تختلف بہ المطالع'' (ایضا)۔

دوسرے صوبے کی خبر مستفیض کا حکم:

سوال ۵ (د) ایک صوبے میں رویت ہلال کا ثبوت نہ ہو اس صوبے سے متصل یا ملک کے مختلف صوبوں سے باثوق ذرائع کے ساتھ رویت کی خبر ملتی ہے اور وہ خبر مستفیض کی حیثیت اختیار کرلیتی ہے تو ایسی صورت میں دوسرے صوبے وملک والوں کیلئے جب مطلع ایک ہو خبر معتبر ہوگی ، مقامی دارالقضاء یا رویت ہلال کمیٹی شرعی شہادت وجملہ ناگزیر تحقیقات کے بعد اس خبر کی روشنی میں فیصلہ کرسکتی ہے، چنانچہ ''معارف السنن'' میں مذکور ہے کہ :''إذا تواردت اخبار رادیو متعددۃ من شتی الجہات، ولا تختلف جہات الأنباء عن البلد الذی لم یر فیہ الہلال ببعد یختلف فیہ المطالع، فیسوغ العمل بہذہ الأنباء المرسلۃ وتدخل فی حد الاستفاضۃ المفیدۃ للطمانینۃ''(معارف السنن ۵،۳۴۰)۔

اعلان کی ذمہ داری کس پر:

سوال ۶ (الف) اگر کسی شہر یا علاقہ میں رویت مطلقہ نہیں ہوتی ہے اور اسکے ایسے قریبی شہر میں رویت ہوتی ہے جسکے درمیان ایک دن کا فرق نہیں پڑتا تو ایسی صورت میں اس قریبی شہر کی رویت کا اعتبار کیا جائے گا ،جیسا کہ ماقبل میں تفصیل آچکی ہے، ایسی صورت میں رویت کے اعلان کا حق اور اسکی ذمہ داری وہاں کے قاضی، رویت ہلال کمیٹی یا مقامی ثقہ عالم دین پر ہوگی ، چنانچہ فتاوٰی قاضی خان میں ہے ''ومن رأی ہلال رمضان فی الرستاق ولیس ہناک وال ولا قاض،فإن کا ن الرجل ثقۃ یصوم الناس بقولہ، وفی الفطران أخبرعدلان برؤیۃ الہلال لا بأس بأن یفطروا'' (قاضی خان ۱،۱۷۶)۔

شامی میں ہےکہ : ''أمر السلطان إنما ینفذ إذا وافق الشرع، وإلافلا (درمختار) أی یتبع ولا تجوز مخالفتہ ... أن طاعۃ الإمام فی غیر معصیۃواجبۃ، فلو أمربصوم یوم وجب'' (شامی۵،۴۲۲)۔

اگر نظام قضاء نہ ہو تو اعلان کی ذمہ داری کس پر :

سوال ۶(ب) جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا کہ قاضی کی موجودگی کی صورت میں قاضی کو ہی اعلان کا استحقاق ہوگاالبتہ ا اگرکسی جگہ نظام قضاء موجود نہ ہو تو ایسا معتمد و ثقہ شخص جو مسلمانوں کی باہمی رضامندی سے حدود شرع میں رہ کر اس قسم

کے معاملات حل کراتا ہو یا مسلمانوں کے آپسی اختلافات کو از روئے شرع حل کراتا ہو اس کا فیصلہ اور اعلان معتبر ہوگا۔اور اگر ایسا معتمد شخص نہ ہو تو مسلمانوں کی جماعت مثلاً رویت ہلال کمیٹی وغیرہ یا خطیب عیدگاہ و جامع مسجد یا وہاں کے معتمد مفتی یا عالم دین جس سے اس قسم کے معاملات میں رجوع کیا جاتا ہو، ایسے شخص کو قاضیٔ شرعی کا قائم مقام قرار دے کر اس کے سامنے حسبِ ضابطہ شہادتیں دی جائیں گی اور اس کی روشنی میں رویت ہلال کا فیصلہ لیا جائے گا اور پھر وہ اعلان کرے گا، اگر مذکورہ حضرات کسی وجہ سے بخود اعلان نہ کرسکیں تو ان کی جانب سے مخصوص الفاظ میں ان کی جانب نسبت کے ساتھ اعلان معتبر ہوگا، اگر ایسا نظم بھی موجود نہ ہویعنی کوئی معتمد یا ثقہ عالم یا کمیٹی وغیرہ بھی نہ ہو تو محض خبر شرعی پر حسب قواعد عمل کیا جائے گا۔ وجوب صوم و افطار کا مدار محض ثبوت رویت پر ہے، جو شرعی ضابطہ کے مطابق ہو، جیسا کہ آیت قرآنی سے واضح ہوتا ہے کہ ''فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ''(سورہ بقرہ: آیت : ۱۸۵)۔

ایک علاقہ میں مختلف نظام رویت کاحکم:

سوال ۷(الف)جب کسی شہریا صوبے میں پہلے سے رویت ہلال کیلئے کوئی نظم موجود ہو اور اس کے تحت شرعی اصول کے مطابق رویت کے فیصلے لئے جاتے ہوں تو اس میں اسی علاقے میں کسی نئے نظام کے قائم کرنے سے بہتر یہ ہیکہ اسی سابقہ نظام پر اعتماد کیا جائے تاکہ امت کو انتشار سے بچایا جاسکے ، لیکن اگر کسی جگہ مختلف جماعتوں ،اداروں اور مختلف مکاتب فکر کے نظام قائم ہو توایسی صورت میں تمام اداروںکو مشترکہ طور پر شرعی اصولوں کی روشنی میں امت کو انتشار سے بچانے کیلئے کسی ایک فیصلے پر متفق ہو جانا چاہئے ،اگربالفرض دونوں کا اتفاق واتحاد ناممکن ہوتو ایسی صورت میں اگر کسی کمیٹی نے چاند نہ دیکھے جانے کا اعلان کردیا ، اور دوسری کمیٹی کے افراد نے شرعی اصولوں کی بنیاد پر رویت کا اعلان کردیا، پہلی کمیٹی کے افراد کے پاس ان کے فیصلے کے خلاف اگر شرعی شہادت موصول ہو گئیں تو انہیں بلا جھجھک اپنے فیصلے سے رجوع کرلینا چاہئے ۔

ملکی سطح پرنظام رویت ہلال قائم کر نے ضرورت:

سوال ۷(ب)حقیقت یہ ہیکہ ہندوستا ن میں اتحاد مطلع کی بنیاد پر رویت ہلال کے سلسلے میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے ، ضرورت ہے نظام کے اصلاح اور درستگی کی ، اسکے لئے ضروری ہیکہ مسلمانوں کی بااثر شخصیات ، جماعتیں ، مکاتب فکر ، ادارے اور تنظیمیں فروعی اختلافات سے اوپر اٹھ کر مرکزی سطح پر رویت ہلال کمیٹی تشکیل دیں ،ہر ریاست میں اسکی شاخیں مقرر کی جائیں ، اور پھر یہی کمیٹی شرعی اصولوں کے مطابق فیصلہ کرکے اعلان کرے ۔

اگر مرکزی سطح کی تنظیم یا کمیٹی پہلے سے موجود ہو اوروہ مرکزی سطح پر کام بھی کر رہی ہو تو اس میں اور صوبائی یا علاقائی سطح کی کمیٹیوں کے مابین باہمی ارتباط پیدا کیا جائے، اور جب شرعی اصولوں کی روشنی میں کوئی فیصلہ ہوجائے تو سارے ملک کی کمیٹیاں اسے تسلیم کرے اور مرکزی سطح پر اسکا اعلان کیا جائے، تاکہ علماء کے باہمی تنافس سے ہونے والی بے آبروئی اور دین بیزار لوگوں کی جانب سے ہونے والی طعن وتشنیع سے محفوظ رہا جا سکے۔

دائمی کثافت زدہ علاقوں میں فلکیاتی تحقیقات کا اعتبار:

سوال ۸ (الف) جن ملکوں میں عام طور پر آسمان ابر آلود نہیں رہتا ، اور آنکھوں سے چاند کی رویت ہوجاتی ہے، ایسے علاقے میں اگر مطلع صاف نہ ہو اور کھلی آنکھوں سے چاند نہ دیکھا جاسکے تو بھی فلکیاتی تحقیق کا اعتبار نہیں کیا جائے گا ۔جسکی تفصیل ماقبل میں گذرچکی ہے۔

''ادارہ البحوث العلمیہ والافتاء'' کے تحت فقہی مجلس اورسعودیہ کی سب سے مستند مجلس علماء وفقہا ء نے ۱۳۹۲ھ کے اجلاس میں اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ رویت کے سلسلہ میں حساب وفلکیات کا کوئی اعتبارنہیں کیونکہ حدیث ''صوموا لرؤیتہ الخ ولا تصوموا حتی تراہ'' الخ کا یہی حاصل وخلاصہ ہے ،نیزاس مجلس نے بچشم رویت کوترجیح دی ہے اورفلکیاتی حساب کا اعتبارنہ کرنا منظور کیا ہے:

''فإن للمسلمين في تلك المناطق وماشابهما أن يأخذوابمن يتقون بہ من البلاد الإسلامية التی تعتمد على الرؤيةالبصرية الهلال درن الحساب بأی شكل من الأشكال''(قرارات مجلس المجمع الفقہ الاسلامی ،۶۶ ،۱۴۱۰ھ)۔

سوال ۸(ب) جن ملکوں میں عمومی طور پر مطلع ابر آلود رہتاہے ، جیسا کہ بہت سے مغربی ملکوں کی صورت حال ہے تو ایسی جگہوں پر بھی ثبوت ہلال کیلئے ماہر فلکیات کی تحقیقات پر عمل نہیں کیا جاسکتا ، البتہ وجود ہلال کی اطلاع حاصل کی جاسکتی ہے ، ایسے علاقوں کے مسلمانوں کو اگر قریب المطلع شہر یا ملک سے اصول شرع کی روشنی میں رویت کا ثبوت ملے تو اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔ نیز شرط یہ بھی ہے کہ جس ملک سے خبر آئی ہو وہاں رویت کا باقاعدہ نظام ہو اور شرعی اصول کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہو۔ اگر ایسی جگہ سے شہادت یا خبر جب مقامی رویت کمیٹی کو موصول ہو تو وہ واجب العمل ہوگی۔چنانچہ فتاوی تاتارخانیہ وفتاوی عالمگیری میں ہے کہ:''لورأی أہل المغرب ہلال رمضان يجب الصوم على أہل المشرق'' (تاتارخانیہ ، کراچی ، الفصل الثانی فیما يتعلق برؤية الہلال،ج: ۲، ص: ۳۵۵)۔

فلکیاتی تحقیق کے مطابق رویت کا امکان نہ ہو لیکن شہادت مل جائے :

سوال۸ (ج) اگر کسی تاریخ کے بارے میں ماہر فلکیات کی رائے یہ ہوکہ آج افق پر

چاند قابل رویت نہیں ہے اور سائنسی اعتبار سے رویت ممکن ہی نہیں ہے ، اس دن رویت کی شہادت دی جائے تو اس روز ہلال کی شہادت کافی تحقیق اور ناقابل تردید گواہوں یعنی خبر مستفیض کے بغیر قبول نہیں کی جائے گی ، گویا یہ شہادت خبر واحد کی شکل میں ناقابل اعتبار ہوگی جبکہ خبرمستفیض کی شکل میں قابل اعتباروتسلیم ہوگی ۔چنانچہ فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''فلکیاتی تحقیقات سے اس قدر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہیکہ جس تاریخ کو طلوع ہلال کا امکان نہ ہو، اس روز رویت ہلال کی شہاد ت کافی تحقیق اور ناقابل تردید تعداد کی گواہی کے بغیر تسلیم نہ کی جائے اور جس دن فنی اعتبار سے طلوع ہلال کا امکان زیادہ ہو، اس دن معمولی خبر پر بھی اعتبار کیا جاسکتا ہے ۔اس مسئلہ میں اصل ایسی خبر کا پایا جانا ہے جس سے قاضی کا قلب مطمئن ہو جائے، اور اس طر ح کی فنی تائید معمولی خبر کیلئے بھی تقویت وتائید کا باعث بن جاتی ہے (جدید فقہی مسائل۲، ۱۷)۔

حرف آخر:

خلاصہ یہ کہ مسئلہ رویت ہلال ان مسائل میں سے ہے جن پر بہت سے شرعی احکامات کا مدار اوانحصار ہے، لہٰذا ثبوت رویت ہلال کیلئے جملہ شرعی اصول وشہادت کو پیش نظر رکھ کر کوئی معتدل ومثبت راہ اختیار کی جائے ، نیز امت ، علماء اور دینی اداروں کی بے آبروئی سے حفاظت کیلئے ریاستی کمیٹیوں میں ارتباط واتفاق پیداکرکے مرکزی سطح پر کسی مستحکم قیادت کے تحت حتمی فیصلہ لیا جائے ،تاکہ مسلمانوں کی وحدت ، باہمی انتشار سے حفاظت، شریعت کی حرمت، اداروں، تنظیموں اور کمیٹیوں کا اعتبار، علماء اور ارباب حل وعقد کا وقا ر برقرار رہے۔

* * *

رؤیت ہلال سے متعلق چند اہم مسائل

مولانا محمد فاروق قاسمی•

اختلاف مطالع معتبر ہے یا نہیں؟

اس مسئلہ میں حضرات ائمہ رحمہم اللہ کے مابین اختلاف ہے۔

پہلی رائے:

یہ ہے کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر اور بلاد قریبہ میں غیر معتبر ہے، لہذا بلاد بعیدہ میں ایک مطلع کی رؤیت دوسرے مطلع کے لئے کافی نہیں،بلکہ ہر شہر کے لوگ اپنے اپنے شہر کی رؤیت کا اعتبار کرینگے، اس قول کے مطابق ایک مطلع کے لوگوں کا مہینہ دوسرے مطلع والوں کے مہینہ سے آگے پیچھے ہوسکتا ہے، جیسے کہ سعودیہ اور ہندوستان، اس قول کے حامل حضراتِ احناف میں سے علامہ زیلعی صاحب تبیین، صاحب فیض وغیرہ ہیں، اور حضرت امام قدوری نے اسی کو تجرید میں اختیار کیا ہے، اور اسی کے قائل علامہ جرجانی ہیں، اور حضرت علامہ کشمیریؒ نے بھی اسی کی تصویب فرمائی ہے، جیسا کہ ''معارف السنن '' میں ہے:

''وقیل:یعتبر اختلاف المطالع فی البلاد البعیدۃ، قال الزیلعی شارح الکنز: وہو الأشبہ، وہو الذی اختارہ القدوری فی التجرید، وبہ قال الجرجانی، قال الشیخ: وہذا ہو الصواب'' (معارف السنن۵؍۳۳۷)۔

اور حضرات شوافع کے نزدیک بھی یہی قول صحیح ہے جیسا کہ ابن عابدین تحریر فرماتے ہیں:

''وہو الصحیح عند الشافعیۃ'' (شامی۳؍۳۶۴)۔

دوسری رائے:

دوسری رائے یہ ہے کہ اختلاف مطالعہ معتبر نہیں، خواہ بلاد قریبہ ہوں یا بعیدہ، لہذا اگر کسی ایک شہر میں ثبوت رؤیت ہوجائے تو بطریق موجب جس شہر علاقے میں بھی یہ خبر پہنچے وہاں کے لوگوں پر رؤیت کا اعتبار کرنا لازم ہوگا، یہی حضرات احناف کا ظاہر مذہب ہے، اور اکثر وبیشتر مشائخ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، اور یہی موقف حضرات مالکیہ اور حنابلہ کا بھی ہے، جیسا کہ ''تنویر الابصار'' اور اس کی شرح ''درمختار'' میں ہے:

• جامعہ دارالاحسان، بارڈولی، سورت، گجرات۔

''واختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاہر المذہب، وعلیہ أکثر المشائخ، وعلیہ الفتوی'' (درمختار۳،۳۶۳)۔

''وفی الشامیۃ: وہو المعتمد عند المالکیۃ والحنابلۃ'' (شامی۳،۳۶۴)۔

''وفی معارف السنن:یلزم رؤیۃ بلد أہل البلاد کلہا بعد ثبوت شرعی، وإلیہ ذہب الحنفیۃ کما تقدم، والمالکیۃ کما فی الفتح، وغیرہ، وہو مذہب الحنابلۃ، وقول اللیث کما فی المغنی، وإلیہ ذہب بعض الشافعیۃ'' (معارف۵،۳۵۱)۔

حضرات اکابر دیوبند میں سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ، مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی، حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی اور مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ رحمہم اللہ نے اسی قول پر فتوی دیا ہے۔

دلائل طرفین:

معتبرین کے دلائل:

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ ہر قوم اسی رؤیت کے مطابق عمل کرنے کی مخاطب ہے جو ان کے پاس ثابت ہو، کسی دوسرے قوم کے نزدیک ثابت شدہ رؤیت کی مخاطب نہیں، جیسا کہ اوقات صلوۃ میں ہر ایک قوم پر اپنے اپنے وقت کے متحقق ہونے پر نماز کا خطاب ہے، یہاں تک کہ جس قوم پر عشا اور وتر کا وقت نہ آتا ہو ان پر یہ دونوننمازیں بھی واجب نہیں ہوتیں، اسی طرح باب صوم وعیدین میں بھی ہے کہ جس قوم پر رؤیت کا ثبوت ہو اسی پر اس کے احکام لازم ہونگے دوسری قوم پر ثبوت سے پہلے وہ احکام لازم نہ ہونگے، لہذا باب صوم میں اختلاف مطالع معتبر ہے۔

علامہ شامیؒ اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''والأشبہ أن یعتبر، لأن کل قوم یخاطبون بما عندہم وانفصال الہلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف الأقطار حتی إذا زالت الشمس فی المشرق لا یلزم أن تزول فی المغرب، وکذا طلوع الفجر وغروب الشمس الخ'' (تنبیہ الغافل والوستان علی احکام ہلال رمضان۱،۳۵۱)۔

نیز ان حضرات کا استدلال اس روایت سے بھی ہے جس کی تخریج امام مسلم، امام نسائی، امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے فرمائی ہے کہ:

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے معتق غلام حضرت کریب روایت فرماتے ہیں کہ شام میں شب جمعہ کو رمضان کا چاند دیکھا گیا، اور لوگ شنبہ سے روزہ رہے، لیکن جب وہ مدینۃ المنورہ آئے تو شب شنبہ میں چاند دیکھا گیا شب جمعہ میں نہیں دیکھا گیا، تو حضرت کریبؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے شام کی خبر سنائی، تو انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ تو روزہ شنبہ کے اعتبار سے تیس روزے پورے کرینگے، یا پھر چاند تیس سے قبل دیکھ لیں، تو حضرت کریبؒ نے فرمایا کہ شام میں حضرت معاویہؓ کی رؤیت اور ان کا روزہ کافی نہیں، تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: نہیں! ہم لوگوں کو حضرت نبی کریمﷺ نے ایسے

ہی حکم دیا ہے، جیسا کہ رسالہ میں حضرت علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

''عن کریب أن أم الفضل بعثتہ إلی معاویۃ بالشام، قال:فقدمت الشام فقضیت حاجتہا، واستہلّ علیّ شہر رمضان وأنا بالشام، فرأیت الہلال لیلۃ الجمعۃ، ثم قدمت المدینۃ فی آخر الشہر فسألتنی عبد اللہ بن عباس، ثم ذکر الہلال، فقال:متی رأیتم الہلال؟ قلت:لیلۃ الجمعۃ، فقال:أنت رأیتہ؟ قلت: نعم، ورآہ الناس، وصاموا وصام معاویۃ، فقال لکنہا رأینا لیلۃ السبت، فلا نزال نصوم حتی نکمل ثلاثین، أو نراہ، فقلت: أو لا تکتفی برؤیۃ معاویۃ وصیامہ؟ فقال: لا، ہکذا أمرنا رسول اللہ ﷺ'' (رسالہ۱،۲۵۱)۔

معلوم ہوگیا کہ اختلاف مطالع معتبر ہے، اسی لئے شام کی رؤیت کا ابن عباس نے اعتبار نہیں کیا۔

نیز بلاد بعیدہ میں اگر اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کیا جائے تو مہینہ ۲۸، دن کایا ۳۱،دن کا بھی ہوسکتا ہے، جس کی شریعت میں کوئی نظیر نہیں ہے، اور یہ فرق اس طور سے ہوسکتا ہے کہ مثلاً کسی شہر میں ۲۸،تاریخ کو بعید ملک سے رؤیت کی شہادت اپنی شرطوں کے ساتھ پہنچ جائے کہ آج فلاں ملک میں چاند کی رؤیت ہوچکی ہے تو اگر اس شہر کو اس ملک کے تابع قرار دیا جائے اور اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کیا جائے تو اس شہر کا مہینہ ۲۸، کا رہ جائے گا، اسی طرح اگر کسی شہر میں رؤیت عامہ کی وجہ سے رمضان کی ۳۰،ویں تاریخ ہو، اور وہاں کسی بعید ملک کے متعلق بذریعہ شہادت یہ ثابت ہوجائے کہ آج وہاں ۲۹،ویں تاریخ ہے اور اتفاقاً اس روز وہاں رؤیت ثابت نہ ہوتی ہو تو اس ملک کے تابع قرار دینے سے مزید اس شہر والے کو ایک روزہ رکھنا ہوگا، اور اس طرح سے اس شہر والے کے کل ۳۱،روزے ہوجائینگے، لہذا ضروری ہے کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہو۔

البتہ ان حضرات کے نزدیک اختلاف مطالع میں کس قدر مسافت کا اعتبار ہوگا،اس میں اختلاف ہے، جو حسب ذیل ہے:

۱۔ علم ہیئت کے اعتبار سے جتنی مسافت پر مطلع بدل جائے ''قطع بہ العراقیون والصیدلانی، وصححہ النووی فی الروضۃ وشرح المہذب'' (معارف السنن۵،۳۴۱)۔

۲۔ مسافت قصر، ''قطع بہ الإمام البغوی، وصححہ الرافعی فی الصغیر والنووی فی شرح مسلم'' (معارف)۔

۳۔ ملک واقلیم کا اختلاف، یعنی ایک ملک کے تمام حصے متحد ہونگے، دوسرے ملک کے نہیں۔

۴۔ مقام رؤیت سے ایک مہینہ یا اس سے زائد مسافت کی مقدار اختلاف مطالع کے لئے ضروری ہوگی، ورنہ نہیں، ''ذکر ابن عابدین قدر البعد الذی یختلف فیہ المطالع مسیرۃ شہر فأکثر نقلاً عن الجوہر''۔

۵۔ ۲۴؍فرسخ، یعنی ایک مقام سے دوسرے مقام کے مابین ۲۴؍فرسخ کی مسافت کی دوری ہو تو مطلع مختلف ہوجائے گا، ''وحکی عن شرح المنہاج للرملی أنہ لا یمکن فی أقل من أربعۃ وعشرین فرسخاً'' (معارف۵؍۳۴۱)۔

۶۔ جن دو شہروں کے مابین اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے سے ایک دن سے زائد کا فرق پڑجائے وہاں اختلاف معتبر ہوگا، اور ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ کے لئے کافی نہ ہوگی، اور جن دوشہروں کے مابین اتنا فرق نہ ہو وہاں اختلاف معتبر نہ ہوگا، اور ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر کے لئے اپنی شرطوں کے ساتھ معتبر ہوگی، یہی تحقیق حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ''فتح الملہم'' میں اختیار فرمائی ہے۔

''نعم ینبغی أن یعتبر اختلافہا إن لزم منہ التفاوت بین البلدتین بأکثر من یوم واحد، لأن النصوص مصرحۃ بکون الشہر تسعۃ وعشرین أو ثلاثین فلا تقبل الشہادۃ ولا یعمل دون أقل العدد ولا فی أزید من أکثرہ'' (فتح الملہم۵؍۱۹۸ کراچی)۔

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب زید مجدہ فرماتے ہیں:

اختلاف مطالع کی تعیین ظاہر ہے کہ ماہر فلکیات سے ہوگی، امام نوویؒ نے اسی کو ترجیح دیا ہے، اور یہی بات قرین عقل ونقل ہے اور فی زمانہ اسی پر اہل علم کا اتفاق ہے (قاموس الفقہ۵؍۳۴۷)، واللہ تعالی اعلم۔

غیر معتبرین کے دلائل:

جو لوگ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کرتے ان کی دلیل یہ ہے کہ:

اللہ کے نبیﷺ نے اپنے فرمان ''صوموا لرؤیتہ'' میں خطاب عام کو رؤیت پر معلق فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی قوم کی رؤیت بصری پر اسم رؤیہ صادق ہے، لہذا اس ثبوت رؤیت سے ایک حکم عمومی ثابت ہوگا اور اس کا وجوب تمام اقلیم کے باشندوں کے لئے عام ہوگا، خواہ یہ رؤیت اقلیم کے جس حصہ میں ثابت ہو، برخلاف سورج کے ڈھلنے اور غروب ہونے میں کوئی ایسا عمومی خطاب موجود نہیں ہے جس کا تعلق زوال وغروب کے ساتھ ہو، لہذا ایک مقام کا زوال وغروب دوسرے مقام کے لئے معتبر نہ ہوگا، بلکہ ہر مقام کا زوال وغروب الگ الگ شمار ہوگا، جیسا کہ علامہ شامی ''تنبیہ الغافل'' میں فرماتے ہیں:

''ووجہ الأول عموم الخطاب فی قولہ ﷺ:''صوموا'' معلقا لمطلق الرویۃ فی قولہ:''لرؤیتہ'' وبرؤیۃ قوم یصدق اسم الرؤیۃ، فیثبت ما تعلق بہ من عموم الحکم، فیعم الوجوب، بخلاف الزوال والغروب، فإنہ لم یثبت تعلق عموم الوجوب بمطلق مسماہ فی خطاب من الشارع'' (رسالہ؍۲۵۱)۔

البتہ اس رائے کے مطابق ایک جگہ کی ثابت شدہ رؤیت دوسری جگہ تب معتبر ہوگی،

جبکہ یہ خبر شہادت علی الشہادۃ، یا شہادۃ علی القضاء یا بطریق استفاضہ پہنچی ہو، اگر طریقۂ مذکورہ میں سے کسی بھی طریقہ سے خبر نہ پہنچی ہو تو وہ خبر معتبر نہ ہوگی۔

خلاصہ:

یہ کہ ایسے دوشہر وملک جن کے مابین معتد بہ دوری ودرازی ہو ان کے مابین مطالع کا اختلاف اگرچہ امر متحقق ہے جس سے کسی کو انکار نہیں، مگر اختلاف باب صوم میں اس کے معتبر ہونے کے سلسلہ میں ہے، تو علماء محققین کی ایک بڑی جماعت باب صوم اس اختلاف کا اعتبار نہیں کرتی، اور دوسری جماعت اعتبار کرتی ہے، بندہ کے نزدیک بھی یہی رائے راجح ہے۔

وجہ ترجیح:

وجہ ترجیح امت کا تعامل ہے کہ پورے عالم اسلام میں رؤیت پائے تکمیل تک پہنچ جانے کے باوجود وحدت صوم وعیدین کا فقدان روز روشن کی طرح عیاں ہے، بلکہ کبھی ایک ہی شہر میں صوم وعیدین میں اختلاف کا پایا جانا ایک امر واقعی ہے، ایسا اگر اختلاف مطالع معتبر نہ ہو، تو تمام جگہوں پر صوم وعیدین میں وحدت ہونی چاہئے، مگر ایسا نہیں ہے، لہذا اگر اس قول کا اعتبار کرلیا جائے تو وحدت امت موجود نہ ہونے کی وجہ سے احکام اسلام پر اشکال اور طعن وتشنیع کے ابواب کھل جائینگے، اور اس کی غلط شبیہ امت کے سامنے آئے گی، اس لئے اختلاف مطالعہ معتبر مان کر ان فتنوں سے اسلام کی صیانت وحفاظت ضروری ہے۔ جیسا کہ حضرات احناف میں علماء متاخرین کی ایک جماعت نے اسے قبول کیا ہے۔ چنانچہ علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

''فیعتبر فی أہل کل بلد مطالع بلادہم دون البلد الآخر'' (بدائع۲،۸۳)۔

حضرت مفتی شفیع صاحب رؤیت ہلال رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں:

ہمارے استاذ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ بھی اسی کی ترجیح کے قائل تھے، اور استاذ محترم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے ''فتح الملہم شرح مسلم'' میں اسی قول کو ترجیح کے لئے ایک ایسی چیز کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اس پر نظر کرنے کے بعد اس قول کی ترجیح واضح ہوجاتی ہے، خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ مشرق ومغرب کے فاصلےچند گھنٹوں میں طے ہورہے ہیں (رؤیت ہلال،۵۸)۔

حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب فرماتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ یہی قول صحیح اور نقل وعقل دونوں سے قریب تر ہے (قاموس الفقہ،۵،۳۴۶)۔

برصغیر کا مطلع:

برصغیر ہندوپاک اور بنگلہ دیش کا مطلع علماء محققین کے نزدیک بالاتفاق ایک ہے، اگرچہ ان میں سے بعض علاقے دوسرے بعض علاقے سے نشیب وفراز میں کافی

مختلف ہیں، لیکن اس کے باوجود ان کے مطالع میں ایک دن یا اس سے زائد کا فرق واقع نہیں ہوتا، بلکہ چند گھنٹوں کا فرق ہوتا ہے، لہذا از روئے شرع ان کے مطالع مختلف نہیں ہوسکتے، بلکہ متحد رہینگے، اور ان علاقوں میں سے کسی بھی علاقے میں چاند کی رؤیت شرعی طریقہ سے ہوجائے تو مذکورہ تمام علاقے میں اس کے احکام جاری ہوسکتے ہیں، بشرطیکہ ان شہروں میں بھی شرعی طور سے رؤیت کی خبر متحقق ہو، جیسا کہ ''الفقہ الحنفی وادلتہ '' میں ہے:

''إذا كان بين القطرين قرب بحيث تتحد المطالع فلا يعتبر، وإن كانت بعيدة بحيث تختلف المطالع فيعتبر، فلو صام أهل قطر ثلاثين يوماً برؤية وأهل قطر تسعة وعشرين يوماً برؤية فعليهم قضاء يوم إن كان بين القطرين قرب بحيث تتحد المطالع، وإن كانت بعيدة بحيث تختلف لا يلزم أحد القطرين حكم الآخر'' (الفقہ الحنفی۱،۳۸۹ بحوالہ فتاوی زکریا۳،۳۶۷)۔

قضاء قاضی کا حلقہ عمل:

چنانچہ مطلع متحد ہونے کی صورت میں جب ایک جگہ رؤیت کا ثبوت ہوجائے اور وہاں دار القضاء یا شرعی ہلال کمیٹی موجود ہو اور اس کی جانب سے جملہ شرائط ثبوت کے ساتھ چاند کا اعلان کیا جائے تو اس کے ماتحت جتنے لوگ رہتے ہیں ان سب پر اس چیز کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوگا، البتہ جس علاقہ کے لوگ اس کے ماتحت نہیں ہیں ان پر عمل کے وجوب کے لئے وہاں کے ہلال کمیٹی یا دار القضاء سے شرائط ثبوت کے ساتھ اعلان ضروری ہوگا، لہذا اگر وہاں کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے شرعی شرطوں کے ساتھ اعلان کیا تو اس کے ماتحتوں پر بھی عمل کرنا ضروری ہوگا، ورنہ نہیں، چنانچہ ''معارف السنن'' میں ہے:

''نعم إذا تواردت أخبار راديو متعددة من شتى الجهات ولا يختلف جهات الأنباء عن البلد الذى لم ير فيه الهلال ببعد يختلف فيه المطالع فيسوغ العمل بهذه الأنباء المرسلة، وتدخل فى حد الاستفاضة المفيد للطمانينة'' (معارف السنن۵،۳۴۰)۔

(ہاں جب ریڈیو کی خبریں مختلف جگہوں سے موصول ہوں، اور وہ شہر جس میں رؤیت ہلال کا ثبوت نہ ہوا ہو اس شہر سے خبروں کی جہتیں اتنی دوری کے ساتھ مختلف نہ ہوں کہ مطالع مختلف ہوجائیں تو ایسی خبروں پر عمل کرنا جائز ہوگا، اور یہ خبریں حد استفاضہ میں ہوکر مفید طمانیت ہونگی۔

اسی طرح ''فتاوی ہندیہ'' اور ''البحر الرائق'' میں ہے:

''ولو شهدوا أن قاضى بلد كذا شهد عنده اثنان برؤية الهلال فى ليلة كذا، وقضى بشهادتها جاز لهذا القاضى أن يحكم بشهادتها، لأن قضاء القاضى حجة وقد شهدوا به'' (البحر الرائق۲،۴۷۲)۔

(اگر گواہوں نے دار القضاء میں آکر یہ گواہی دی کہ فلاں شہر کے قاضی کے پاس دوگواہوں نے فلاں شب، رؤیت کی شہادت دی ہے اور قاضی صاحب نے ان دونوں کی

شہادت کے مطابق رؤیت کا فیصلہ کردیا ہے، تو اس دوسرے قاضی کے لئے بھی اس شہادت کی وجہ سے رؤیت کا فیصلہ کرنا جائز ہوگا، اس لئے کہ قاضی کا فیصلہ حجت ہے، جبکہ گواہوں قاضی کے سامنے ثبوت رؤیت کی گواہی دیدی ہو۔

اگرچہ فتاوی ہندیہ اور بحر کے مذکورہ جزئیہ میں یہ شرط نہیں ہے کہ مطالع متحد ہوں یا نہ ہوں، مگر حضرات علماء نے اس کو اتحاد مطالعہ پر محمول کیا ہے، جیسا کہ ''فتاوی غیاثیہ '' میں ہے:

''فیجب أن یکون ہذا الجواب إذا لم یکن بینہما من البعد ما تختلف بہ المطالع'' (غیاثیہ،۵۰)۔

خلاصہ یہ کہ جب مطالع متحد ہوں اور کسی حصہ میں ۲۹ویں تاریخ کو رؤیت کا ثبوت ہوجائےاور اس کا اعلان کردیا جائے تو یہ اعلان اسی ادارہ کے ماتحت لوگوں کے لئے موجب ہوگا، نہ کہ دوسرے علاقہ کے لئے، البتہ اگر دوسرے علاقہ کے ادارہ تک شرعی شرائط کے ساتھ خبر موصول ہو تو اس پر بھی اعلان کرنا ضروری ہوگا، اور اس کے ماتحتوں کے لئے اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوگا، فقط واللہ تعالی اعلم۔

رؤیت ہلال میں فلکیات کی حیثیت:

شریعت غرا نے ہلال کے ثبوت کا مدار دوچیزوں کو قرار دیا ہے، (۱) رؤیت (۲)تکمیل عدت۔

چنانچہ ارشاد نبوی ہے:''صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ'' (ترمذی شریف۱،۱۴۸)۔ یعنی امکان رؤیت کی حالت میں ثبوت ہلال کا مدار رؤیت ہے، نہ یہ کہ صرف چاند کا افق آسمان میں موجود ہونا، اور عدم امکان رؤیت کی صورت میں تکمیل عدت ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

''فإن غم علیکم فاقدروا لہ، وفی روایۃ:فإن حالت دونہ غیابۃ، فأکملوا ثلاثین یوماً'' (ترمذی شریف۱،۱۴۸، مسلم شریف۱،۳۴۷)۔

یعنی اگر چاند افق آسمان پر موجود ہو، مگر کسی عارض کی وجہ سے نظر نہ آسکتا ہو یا موجود ہی نہ ہو بہرحال دونوں صورتوں میں ۳۰،دنوں کی تکمیل کرو، لہذا امکان رؤیت ہونے یا نہ ہونے دونوں صورتوں مینفلکیاتی حساب پر ثبوت ہلال کا مدار نہیں ہے، بلکہ ہلال کا مدار ثبوت ''رؤیت '' یا تکمیل عدت ہے، جیسا کہ علامہ شامی اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں:

''قد صرح علماؤنا وغیرہم بوجوب التماس الہلال لیلۃا لثلاثین من شعبان، فإذا رأوہ صاموا، وإلا أکملوا العدۃ، فاعتبروا الرؤیۃ أو إکمال العدۃ اتباعا للأحادیث الآمرۃ بذلک، دون الحساب والتنجیم'' (رسالہ۱،۲۴۴)۔

لہذا ثبوت ہلال کے لئے فلکیاتی حساب کو مدار ثبوت قرار دینا از روئے ےشرع

درست نہیں، ہاں اگر فلکیاتی حساب سے رؤیت کے لئے صرف مددلی جائے، تاکہ افق آسمان پر چاند کی بصری رؤیت ہونے کا امکان معلوم ہو اور اس کی وجہ سے تتبع وتلاش میں سہولت ہو تو اتنی حد تک مدد لینا درست ہے، مگر فلکیاتی حساب سے اگر چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہ ہو تو اس کو مدار قرار دے کر التماس ہلال میں سستی وکوتاہی برتنا جائز نہیں، اس لئے کہ ۳۰ویں شب میں التماس ہلال حضرات احناف کے نزدیک واجب کفایہ ہے، جیسا کہ ''الموسوعۃ الفقہیہ '' میں ہے:

''وقد أوجب الحنفیۃ کفایۃ التماس رؤیۃ ہلال رمضان لیلۃ الثلاثین من شعبان، فإن رأوہ صاموا وإلا أکملوا العدۃ ثم صاموا'' (الموسوعۃ الفقہیہ۲۲،۲۴)۔

چنانچہ فلکیاتی حساب کو نہ تو ثبوت ہلال کے لئے مدار قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ تو عدم ثبوت کے لئے، حضرات احناف کے نزدیک یہی قول راجح ہے، البتہ اس سلسلہ میں علماء کے مابین کچھ اختلاف ہے جو حسب ذیل ہے:

اعتبار فلکیات میں اختلاف آراء:

چنانچہ اس سلسلہ میں حضرات علماء کی تین آراء ہیں:

۱۔ فلکیاتی حساب پر اعتماد کرنے میں کوئی حرج نہیں، یہ قول قاضی عبد الجبار اور صاحب ''مجمع العلوم '' کا ہے۔

۲۔ منجمین کے قول پر اس وقت اعتماد کرنا درست ہوگا، جبکہ منجمین کی ایک جماعت کا اس پر اتفاق ہو، یہ قول ابن مقاتل سے منقول ہے۔

۳۔ منجمین کا قول غیر معتبر ہے گو وہ سب کے سب عادل ہوں، یہی قول حضرت احناف کا راجح اور معمول بہ ہے، اور یہی قول حضرت امام مالک، امام شافعی اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا بھی ہے، جیسا کہ حسب ذیل عبارت سے واضح ہے:

''الحاصل إن للمتاخرین ثلاثۃ أقوال نقلہا الإمام الزاہدی فی القنیۃ، الأولی ما قالہ القاضی عبد الجبار، وصاحب جمع العلوم أنہ لا بأس بالاعتماد علی قول المنجمین، الثانی: ما نقلہ عن ابن مقاتل أنہ کان یسبأ لہم ویعتمد علی قولہم إذا اتفق علیہ جماعۃ منہم، الثالث:ما نقلہ من شرح الإمام السرخسی أن الرجوع إلی قولہم عند الاشتباہ بعید لحدیث الخ، ولا عبرۃ بقول الموقتین ولو عدولاً علی المذہب، وفی البحر عن غایۃ البیان: من قال: یرجع فیہ إلی قولہم، فقد خالف الشرع الخ'' (رسالہ۱،۲۴۶، ہکذا فی الموسوعۃ الفقہیہ)۔

فلکیاتی حساب کے برخلاف رؤیت:

چنانچہ جب حضرات احناف اور جمہور علماء کے نزدیک فلکیاتی حساب کا اعتبار نہیں ہے تو اگر کسی خطہ میں فلکیاتی اعتبار سے قمری ماہ کی ۲۹ویں تاریخ کو چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہ ہو ا س کے باوجود اس خطہ سے رؤیت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہو تو اسی کا اعتبار ہوگا، اور فلکیاتی اعتبار سے بعض قدیم وجدید علماء کی تحقیق

معتبر نہ ہوگی، اس لئے کہ فلکیاتی حساب کے ذریعہ حاصل کردہ معلومات کی حیثیت کوئی یقینی نہیں، بلکہ تجرباتی اور تخمینی ہے جس کے خلاف ہونے کا نہ یہ کہ صرف احتمال ہے، بلکہ امر واقعی ہے کما لا یخفی علی المتأملین۔ جبکہ شرعی اعتبار سے رؤیت کا اعتبار منصوص ہے، لہذا ضابطہ فلکیات کے خلاف شرعی ثبوت رؤیت کا اعتبار ہوگا، نہ کہ ضابطہ فلکیات کا۔

محکمہ موسمیات سے مدد لینا:

محکمۂ موسمیات سے مدد لینے کا اگر یہ مطلب ہے کہ چاند کی رؤیت افق آسمان میں کس جگہ پر کتنی دیر تک ہوسکتی ہے، تو اس درجہ تک احتمالی طور سے مدد لی جاسکتی ہے، لیکن اگر مدد لینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ثبوت ہلال کے لئے مدار ٹھہرے اور اس کا فیصلہ ہلال کے ثبوت وعدم ثبوت کے لئے حرف آخر ہو تو بات گذر چکی ہے کہ شریعت میں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس لئے کہ دین کی بنیاد ہی سادگی وآسانی اور فطرت پر ہے جو محکمہ موسمیات کے تکلفات اور تدقیقات سائنسیہ سے مبرہ ومنزہ ہے، لہذا اس کے آلات جدیدہ کے ذریعہ تتبع وتلاش کرنے اور فضا میں پرواز کرنے کی ضرورت نہیں، جیسا کہ حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے آلات جدیدہ کے شرعی احکام میں بہت تفصیل سے تحریر فرمایا ہے، اور حضرات فقہاء رحمہم اللہ کی حسب ذیل عبارت سے بھی یہی ترشح ہوتا ہے، چنانچہ شامی میں ہے:

''لا یعتبر قولہم بالإجماع، ولا یجوز للمنجم أن یعمل بحساب نفسہ، وفی النہر: فلا یلزم بقول المؤقتین إنہ:أی الہلال یکون فی السماء لیلۃ کذا، وإن کانوا عدولاً فی الصحیح کما فی الإیضاح'' (شامی زکریا۳٫۳۵۴)۔

مطلع کے صاف ہونے کا مطلب:

مطلع کے صاف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آسمان کے افق کا وہ حصہ جہاں رؤیت ہلال متوقع ہے وہاں رؤیت کے مانع کوئی چیز موجود نہ ہو، جیسے کہ عین وقت رؤیت میں بادل کا آجانا، یا گرد وغبار کا پھیل جانا، اور پورے اوقات رؤیت کا احاطہ کرلینا موانع رؤیت ہیں، اسی طرح افق پر کہرا اور دھندلے پن کا موجود ہونا، یا شبنم وبارش کا پیش آجانا، یا دھواں وغیرہ کا اٹھنا یہ سب موانع رؤیت ہیں، جن کو علۃ فی السماء سے تعبیر کیا جاتا ہے، چنانچہ ''مراقی الفلاح '' میں ہے:

''وإذا کان بالسماء علۃ من غیم أو غبار أو نحوہ کضباب وندی الخ '' (المراقی الفلاح٫۲۳۶)، ''وفی الشامیۃ: مع العلۃ أی من غیم أو غبار ودخان الخ'' (شامی زکریا۳٫۳۵۳)۔

مذکورہ موانع کے ساتھ ساتھ لوگوں میں یہ بھی شائع ذرائع ہے کہ مطلع پر شفق کی زیادتی اور اس کا گہراپن بھی مانع رؤیت ہے، اور یہ ایک امر واقعی شئی ہے کہ اس وقت رؤیت مشکل ہوجاتی ہے۔

سوال ۲ (ھ): رمضان کی ۳۰؍تاریخ مکمل ہوجانے کے باوجود رؤیت کا عدم ثبوت:

اگر ۲۹؍شعبان المعظم کو مطلع ابرآلود یا اس میں کوئی مانع رؤیت موجود ہو، اور ایک عادل شخص کی شہادت کی بنا پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کردیا ہو، اس کے بعد رمضان کی ۳۰؍تاریخ مکمل ہوجانے کے باوجود کسی کو ہلال عید کی رؤیت نصیب نہ ہو تو اس وقت کیا کیا جائے؟

تو اس مسئلے کی متعدد صورتیں ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ ۲۹؍ویں شعبان کو مطلع صاف نہ ہو اور صرف ایک عادل شخص کی شہادت پر آغاز رمضان کا اعلان ہوا ہو اور ۳۰؍روزے مکمل ہوجانے کے بعد ۳۰؍کی شام کو مطلع بالکل صاف ہونے کے باوجود رؤیت کا ثبوت نہ ہو تو اس صورت میں ۳۱؍تاریخ کو عید منانا اور روزہ کا افطار کردینا بالاتفاق جائز نہ ہوگا، بلکہ اس دن مزید روزہ رکھنا ہوگا گو اس کی وجہ سے ۳۱؍روزے کا لزوم ہو، اور ۳۲؍واں دن عید کا دن ہوگا، اور ۲۹؍شعبان کی شہادت رؤیت کو غلط قرار دے کر ایسے شاہد پر تعزیری سزا ہوگی، چنانچہ ''مراقی الفلاح'' اور ''درمختار'' میں ہے:

''وإذا تم العدد أی عدد رمضان ثلاثین بشہادۃ فرد ولم یُر ہلال الفطر والسماء مصحیۃ لا تحل الفطر اتفاقا علی ما ذکرہ شمس الأئمۃ الخ'' (مراقی الفلاح؍۳۳۷)، ''وفی تنویر الأبصار:ولو صاموا بقول عدل حیث یجوز (بأن قبلہ القاضی فی الغیم) وغمّ ہلال الفطر لا یحل، أی الفطر إذا لم یر الہلال، ویعزر ذلک الشاہد أی لظہور کذبہ'' (درمختارمع الشامی زکریا۳؍۳۶۰)۔

جبکہ اس صورت میں بعض لوگوں نے حضرات شیخین اور امام محمد علیہم الرحمہ کا اختلاف بھی نقل کیا ہے کہ امام محمدؒ کے نزدیک ۳۱؍ویں تاریخ کو افطار کرے گا، اور امام شیخین کے نزدیک ۳۱؍ویں تاریخ کو افطار کرنا اور عید منانا جائز نہ ہوگا، جبکہ حضرت امام محمد کی وجہ یہ ہے کہ شئی کبھی ضمنا ثابت ہوتی ہے قصداً نہیں ہوتی تو جب ایک عادل شخص کی شہادت سے رمضانیت ثابت ہوچکی ہے اور ۳۰؍دنوں کے گذرنے سے رمضان مکمل ہوچکا ہے تو اس پر بنا کرکے ازخود ۳۱؍واں دن افطار اور عید کا ہوگا، بعض لوگوں نے حضرت امام محمدؒ کے قول کو ترجیح اور بعض نے دونوں میں تطبیق دی ہے، چنانچہ حضرات شیخین کا قول اس وقت ہے، جبکہ ۳۰؍ویں رمضان کو مطلع صاف ہو، اور حضرت امام محمدؒ کا قول اس وقت ہے جب کہ ۳۰؍ویں رمضان کو مطلع صاف نہ ہو، جیسا کہ ''ہدایہ فتح القدیر '' اور ''البحر الرائق '' وغیرہ میں ہے:

''ومنہم من استحسن ذلک فی قبولہ فی صحو، وفی قبولہ بغیم أخذ بقول محمدؒ'' (فتح القدیر۲؍۳۲۸)، ''وفی منحۃ الخالق: قال الشارح: والأشبہ أن یقال: إن کانت السماء مصحیۃ لا یفطرون لظہور غلطہ، وإن کانت مغیمۃ یفطرون لعدم ظہورہ'' (منحۃ الخالق علی البحر

الرائق۲،۴۶۶)۔

۲۔ مذکورہ تطبیق سے یہ معلوم ہوگیا کہ اگر ۳۰ویں رمضان کو مطلع صاف نہ ہو تو بالاتفاق ۳۱واں دن عید کا ہوگا، اور یہ اس مسئلہ کی دوسری صورت ہوگی۔

۳۔ ۲۹ویں شعبان کو مطلع صاف نہ ہو اور دو گواہوں کی شہادت سے آغاز رمضان کا اعلان ہوا ہو اور ۳۰ویں رمضان کی شام میں کسی علت کی وجہ سے رؤیت کا ثبوت نہ ہوتو بالاتفاق ۳۱واں دن عید کاہوگا، جیسا کہ ''منحۃ الخالق ''میں ہے:

''وفی السراج: صاموا بشہادتین أفطروا عند کمال العدۃ إجماعاً، وہذا ظاہر فیما إذا کانت متغیمۃ عند الفطر'' (منحۃ الخالق۲،۴۹۹)۔

۴۔ ۲۹ویں شعبان کو دو گواہوں کی شہادت سے رمضان کا اعلان ہوا، اور ۳۰ویں رمضان کی شام کو آسمان کے صاف ہونے کے باوجود رؤیت کا ثبوت نہ ہو تو اس سلسلہ میں اختلاف ہے، درایہ، خلاصہ اور بزازیہ میں ہے کہ ۳۱تاریخ کو افطار کا حکم ہوگا، جبکہ ''مجموع النوازل '' میں ہے کہ ۳۱ویں تاریخ کو افطار جائز نہ ہوگا، اس لئے کہ صفاء افق کے باوجود رؤیت کا ثابت نہ ہونا ثبوت رمضا ن کی شہادت کے غلط ہوجانے کی دلیل ہے، جیسا کہ حاصل اختلاف علامہ شامی تحریر کرتے ہیں:

''والحاصل أنہ إذا غم شوال أفطروا اتفاقا إذا ثبت رمضان بشہادۃ عدلین فی الغیم أو الصحو، وإن لم یغم فقبل، یفطرون مطلقاً، وقبل لا مطلقاً، وقبل یفطرون إن غم رمضان أیضاً، وإلا لا'' (شامی۳،۳۶۰)۔

مذکورہ دونوں رائے میں سے افطار کی طرف بندہ کا رجحان ہے، تاکہ ۳۱ویں تاریخ کو روزہ کا حکم دینے سے لوگوں کے مابین نہ تو اضطراب کی کیفیت پیدا ہو اور نہ اسلام پر کسی طرح کا اشکال ہو۔

رمضان وعیدین کے ثبوت کے لئے شہادت کی شرطیں:

رمضان وعیدین کے ثبوت کے لئے شہادتوں کے سلسلہ میں حسب ذیل تفصیل ہے:

(۱) ثبوت رمضان کی شہادت (۲) ثبوت عیدین کی شہادت۔

ثبوت رمضان کے لئے یا تو مطلع صاف ہوگا یا مطلع صاف نہ ہوگا۔

اگر مطلع صاف ہو:

یعنی اگر مطلع بالکل صاف ستھرا ہو، کوئی بدلی، گردوغبار، دھواں اور کہرا وغیرہ موجود نہ ہو تو اس وقت جب تک کہ ایک بڑی جماعت رؤیت چاند کی شہادت نہ دے، چاند کی رؤیت تسلیم نہ کی جائے گی، اور بڑی جماعت کی مقدار صحیح قول کے مطابق وقت کے امام یا اس کے قائم مقام لوگوں کی رائے پر موقوف ہوگی، اور اتنی بڑی جماعت کی قید اس لئے ہے کہ جب افق سماء پر موانع منتفی اور لوگوں کی نگاہیں صحیح ہیں تو ایسی حالت میں اکادکا کی شہادت موہوم خطا ہے، اس لئے ایک دوآدمی کی گواہی معتبر نہ ہوگی،

بلکہ ایک بڑی جماعت کی گواہی معتبر ہوگی، جیسا کہ حسب ذیل عبارت سے عیاں ہے۔

''وإذا لم تکن بالسماء علۃ فلا بد من جمع عظیم لرمضان والفطر ومقدار الجمع مفوض إلی راء الإمام فی الأصح''۔

دوسرا طریقہ:

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ایک قابل اعتماد بالغ مسلمان شہر کے باہر یا کسی بلند مقام سے آکر شہادت دے کہ رؤیت ہلال ہوچکی ہے، تو اس سے بھی ثبوت رمضان ہوجائے گا، البتہ اتنا ضروری ہے کہ وہ آدمی معاشرہ میں دیندار معلوم ہو اور اس کی بددینی لوگوں میں معلوم نہ ہواور جھوٹ بولنے کو خود اپنی شان مروت کے خلاف سمجھتا ہو، گو حضرات فقہاء رحمہم اللہ کے معیار عدل کے مطابق نہ ہو، چنانچہ ''درمختار '' میں ہے:

''وقبل بلا علۃ جمع عظیم یقع العلم الشرعی (إلی قولہ) وصحح فی الأقضیۃ الاکتفاء بواحد إن جاء من خارج البلد أو کان علی مکان مرتفع، وفی الشامیۃ: لأن الرؤیۃ تختلف باختلاف صفو الہواء وکدرتہ وباختلاف انہباط المکان وارتفاعہ، فإن ہواء الصحراء أصفی من ہواء المصر، وقد یری الہلال من أعلی الأماکن ما لا یری من الأسفل فلا یکون تفردہ بالرؤیۃ خلاف الظاہر، بل علی موافقۃ الظاہر'' (درمختار مع الشامی۳،۳۵۵)۔

تیسرا طریقہ:

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اسی ملک کے اطراف وجوانب جہاں کا مطلع مختلف نہ ہو وہاں سے متواتر ناقابل انکار چیزیں استفاضہ کے طور پر موصول ہوں تو اس صورت میں بھی رمضان کا ثبوت ہوجائے گا، ''وقال الکمال: الحق ما روی عن محمد وأبی یوسف أن العبرۃ بتواتر الخبر ومجیئہ من کل جانب'' (مراقی الفلاح،۲۳۶، ہکذا فی الشامی۳،۳۵۶)۔

جب مطلع صاف نہ ہو:

مذکورہ تفصیل تب تھی جبکہ مطلع صاف ہو، لیکن اگر مطلع ابر آلود یا غبار آمیز ہو یا رؤیت سے کوئی اور دوسرے موانع موجود ہوں تو رمضان کے ثبوت کے لئے ایک قابل اعتماد مسلمان کا بیان دینا کہ میں نے چاند دیکھا ہے کافی ہے، اس کے لئے عادل ہونا بھی ضروری نہیں ہے، بلکہ اتنا کافی ہے کہ وہ سنجیدہ اور باوقار ہو اس کی کوئی بددینی معلوم نہ ہو اور جھوٹ بولنے کو خود اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہو، جیسا کہ ''مجمع الانہر'' میں ہے:

''وإذا کان بالسماء علۃ تمنع الرؤیۃ قبل الحاکم فی ہلال رمضان خبر عدل أو مستور فی الأصح'' (مجمع الانہر ۱،۳۴۸)، ''وفی الشامیۃ: وتقبل شہادۃ المسلم والمسلمۃ عدلا کان الشاہد أو غیر عدل، والمراد بغیر العدل المستور'' (شامی زکریا۳،۳۵۲)۔

اسی طرح جب مطلع صاف نہ ہوتو شہادت علی الشہادۃ اور شہادت علی القضاء کے ذریعہ بھی ہلال رمضان کا ثبوت ہوسکتا ہے۔

شہادۃ علی الشہادۃ کی صورت یہ ہے کہ ایک قابل اعتماد مسلمان آدمی جس نے چاند دیکھا ہے وہ خود آنے سے معذور ہو تو وہ کسی دوسرے قابل اعتماد شخص کو اپنی شہادت کا گواہ بنائے گا، اور دوسرا شخص دار القضاء میں اس طرح بیان دے گا کہ فلاں شخص نے جو قابل اعتماد ہے چاند دیکھا ہے، لیکن خود آنے سے معذور ہے، اور اس نے میرے سامنے شہادت دی ہے کہ میں نے چاند دیکھا ہے اور مجھے گواہ بناکر بھیجا ہے کہ میں اس کی شہادت کی گواہی دوں (کذا فی تنویر الابصار فی الشہادۃ علی الشہادۃ مع الشامی ۸؍۲۲۶)۔

اور شہادت علی القضاء کی صورت یہ ہے کہ کم ازکم دوقابل اعتماد مسلمان مرد یا ایک مرد اور دودیندار عورتیں جو کسی دوسرے مقام سے آئے ہوں، شہادت دیں کہ وہاں کی ہلال کمیٹی یا مفتی شہر یا قاضی شہر نے باضابطہ شہادت لے کر رؤیت ہلال کا فیصلہ کیا ہے، تو اس طریقہ سے یہاں بھی رؤیت کا ثبوت ہوسکتا ہے، جیسا کہ تنویر میں ہے:

''شہدوا أنہ شہد عند قاضی مصر کذا شاہدان برؤیۃ الہلال فی لیلۃ کذا وقضی القاضی بہ، ووجد استجماع شرائط الدعوی، قضی أی جاز لہذا القاضی أن یحکم بشہادتہما الخ'' (تنویر مع الشامی۳؍۳۵۸)۔

ہلال عیدین کے ثبوت کے لئے:

جب مطلع صاف ہو:

شوال المکرم اور ذی الحجہ کے چاند کے ثبوت کے لئے، جبکہ مطلع صاف ہو مقامی طور پر اتنے مسلمان کی خبر ضروری ہوگی جن کی تردید کسی بھی طرح ممکن نہ ہو، جیسا کہ ''البحر الرائق'' میں ہے:

''وإن لم یکن فی السماء علۃ فیہما یشترط أن یکون فیہما الشہود جمعاً کثیراً یقع العلم بخبرہم'' (البحر الرائق۲؍۴۶۸)۔

یا کوئی دوسرا مقام جو مطلع کے اندر ہووہاں چاند دیکھے جانے کی خبر اتنے مسلمان دیں کہ ان کی تردید نہ کی جاسکے، اور استفاضہ کی صورت پیدا ہوجائے، تو اس صورت میں بھی عیدین کا چاند ثابت ہوجائے گا، جیسا کہ شامی میں ہے:

''قال شمس الأئمۃ الحلوانی:الصحیح من مذہب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فیما بین أہل البلدۃ الأخری یلزمہم حکم ہذہ البلدۃ'' (شامی زکریا۳؍۳۵۹)۔

جب مطلع صاف نہ ہو:

اور اگر مطلع صاف نہ ہو، بلکہ افق آسمان پر گرد وغبار یا دوسرے موانع موجود ہوں تو چاند کے ثبوت کے لئے حسب ذیل چار طریقوں میں سے کسی ایک کا پایا جانا ضروری ہے:

۱۔ شہادت علی الرؤیۃ، یعنی چاند دیکھنے والے دوعادل شخص خود قاضی یا ہلال کمیٹی کے روبرو چاند دیکھنے کی گواہی دیں، کہ ہم نے بچشم خود چاند دیکھے ہیں،

’’وشرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشہادۃ ولفظ أشہد‘‘ (تنویر الابصار مع الشامی۳،۳۵۳)۔

۲۔ شہادۃ علی شہادۃ الرؤیۃ، یعنی چاند دیکھنے والے کسی عذر شدید کی وجہ سے از خود حاضر نہ ہوں، لیکن ان میں سے ہر ایک کی گواہی پر دو عادل شخص گواہی دیں کہ ہمارے سامنے فلاں فلاں شخص نے چاند دیکھنے کی گواہی دی ہے، جیسا کہ شامی میں ہے:

’’یلزم أہل المشرق برؤیۃ أہل المغرب إذا ثبت عندہم رؤیۃ أولئک بطریقہ موجب کما مر، کان یتحمل اثنان الشہادۃ الخ‘‘ (شامی۳،۳۶۴)۔

۳۔ شہادۃ علی القضاء، یعنی کسی جگہ قاضی یا کمیٹی شرعی ثبوت پر چاند کا فیصلہ کردے پھر اپنے فیصلہ کو دوگواہوں کے سامنے سربمہر کرکے دوسرے شہر کی کمیٹی یا قاضی کو بھیجے، اور یہ گواہ تحریر لے کر کمیٹی کے سامنے اپنی شہادت کے ساتھ پیش کریں کہ فلاں قاضی نے یہ تحریر ہمارے سامنے لکھی ہے (جواہر الفقہ۱،۴۰۱)۔

’’وفی تنویر الأبصار: شہدوا أنہ شہد عند قاضی مصر کذا شاہدان برؤیۃ الہلال وقضی القاضی بہ، ووجد استجماع شرائط الدعوی قضی أی جاز لہذا القاضی أن یحکم بشہادتہما الخ‘‘ (تنویرمع الشامی زکریا۳،۳۵۸)۔

۴۔ استفاضہ، یعنی مختلف جگہوں سے ثبوت چاند کی خبر دوسرے شہر تک اس تواتر سے پہنچے کہ اس سے چاند کے ثبوت کا علم یقینی ہوجائے، جیسا کہ درمختار میں ہے:

’’نعم لو استفاض الخبر فی البلدۃ الأخری لزمہم علی الصحیح من المذہب‘‘ (درمختار ۳،۳۵۹)۔

مذکورہ کسی بھی صورت سے ہلال عیدین کا ثبوت ہوسکتا ہے۔

تنبیہ:

البتہ ثبوت فطر، یعنی ثبوت عیدین کے لئے جبکہ مطلع صاف نہ ہو نصاب شہادت کا ہونا ضروری ہے کہ دوعادل یا ایک عادل مرد اور دوعورتیں لفظ شہادت کے ذریعہ دار القضاء، یا ہلال کمیٹی میں جاکر گواہی دیں، جیسے کہ دیگر حقوق العباد اور اموال وجائیداد کی گواہی میں نصاب شہادت وعدالت مشروط ہوتی ہے، اور یہ سب دار القضاء میں انجام پاتے ہیں، ویسے ہی ثبوت عیدین میں بھی پائے جائینگے، اور یہ اس لئے کہ فطر وقربانی میں بندوں کے لئے نفع دنیوی حاصل ہے تو یہ بندوں کے دیگر تمام حقوق کے ہم مثل ہوچکا ہے، لہذا دیگر حقوق کے اثبات میں جو شرائط شہادت کا لحاظ کیا جائے گا اسی کا یہاں بھی کیا جائے گا۔

جبکہ ہلال صوم کا تعلق صرف امر دینی سے ہے نفع دنیوی سے نہیں، اور امر دینی میں ایک عادل کی خبر معتبر ہے، لہذا یہاں بھی ایک عادل کی خبر معتبر ہوگی۔

چاند دیکھنے والے کا قاضی یا کمیٹی کے سامنے شہادت دینا:

اگر مطلع صاف نہ ہو تو ثبوت رمضان کے لئے ایک عادل آدمی یا مستور الحال

جس کا فسق وعدالت معلوم نہ ہو، کی خبر دینا کافی ہے، اس کے لئے نہ تو مجلس قضاء کی ضرورت ہے اور نہ فیصلہ کی، اس لئے کہ یہ بیان اصولی طور سے شہادت نہیں ہے، بلکہ خبر محض ہے، اسی لئے اس بیان کے لئے نہ تو لفظ شہادت کے ذریعہ بیان دینا ضروری ہے اور نہ پہلے دعوی کرنا ضروری ہے، جیسا کہ درمختار اور مراقی میں ہے:

''وقبل بلا دعوی وبلا لفظ أشہد، وبلا حکم ومجلس قضاء لأنہ خبر لا شہادۃ للصوم مع علۃ'' (درمختار مع الشامی زکریا۲؍۳۵۲، ہکذا فی المراقی؍۲۳۶)۔

البتہ عیدین کے ثبوت ہلال کے لئے شہادت کی تمام شرطیں ملحوظ ہونگی، جیسا کہ ماقبل میں ذکر کی گئیں، تاہم جہاں نہ دار القضاء قائم ہو اور نہ ہلال کمیٹی کا کوئی نظم ہو وہاں ثبوت فطر کے لئے دو عادل آدمی کے چاند کی خبر دیدینا کافی ہوگا، اور ضرورت کی وجہ سے دار القضاء یا ہلال کمیٹی کے بغیر ان دونوں عادل کی خبریں معتبر ہونگی، اور اس وقت شہادت کا لحاظ بھی نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ تنویر میں ہے:

''ولو کانوا ببلدۃ لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ وأفطروا بإخبار عدلین للضرورۃ، أی ضرورۃ عدم وجود حاکم یشہد عندہ'' (تنویر مع الشامی زکریا۳؍۳۵۴)۔

لیکن حضرت مولانا عبد الحی فرنگی محلی تحریر کرتے ہیں کہ جہاں باقاعدہ قاضی مقرر نہ ہو اور نہ ہلال کمیٹی ہو تو وہاں قابل اعتبار عالم دین قاضی وحاکم کے قائم مقام ہونگے۔

''والعالم الثقۃ فی بلدۃ لا حاکم فیہا قائم مقامہ'' (عمدۃ الرعایہ؍۲۴۶)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں دوعادل آدمی کے رؤیت ہلال کی صرف خبر دینا کافی نہیں، بلکہ کسی عالم دین کے سامنے گواہی دینا ضروری ہوگا، یہی رائے حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کی تحریر سے بھی معلوم ہوتی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

''جن ملکوں میں اسلامی حکومت نہیں ہے یا ہے، مگر باقاعدہ شرعی قاضی مقرر نہیں ہے، وہاں شہر کے عام دیندار مسلمان جس عالم یا جماعت پر مسلم دینیہ میں اعتماد کرتے ہوں اس شخص یا جماعت کو قاضی کے قائم مقام سمجھا جائے گا، لہذا چاند دیکھنے والے اسی گاؤں یا قریب والے گاؤں کے ثقہ عالم دین یا امام مسجد کے سامنے گواہی دیں اور وہ گاؤں میں اعلان کریں '' (رؤیت ہلال؍۵۰)۔

مذکورہ تقریر سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ عیدین کے چاند دیکھنے والے کا بیان اصولی طور سے شہادت ہے البتہ جہاں قاضی وحاکم یا اس کے قائم مقام کوئی جماعت نہ ہوں تو اس وقت اس کا بیان خبر ہوتا ہے اور ضرورت کی وجہ سے شہادت ساقط ہوجاتی ہے، جیسا کہ عبارت مذکورہ میں ''للضرورۃ '' سے واضح ہے۔

چاند دیکھنے والے کے لئے فوری شہادت دینا:

اگر افق آسمان پر گرد وغبار یا ابر وغیرہ ہونے کی وجہ سے رؤیت عامہ حاصل نہ

ہو، اور لوگ شدت اشتیاق سے ثبوت رؤیت کے منتظر ہوں اور چاند دیکھنے والا اسی شہر کا باشندہ ہو اور اثبات رؤیت اسی پر موقوف ہو تو اس کےلئے رات کے وقت ہی دار القضاءیا ہلال کمیٹی میں پہنچ کر شہادت دینا ضروری ہے، تاکہ تاخیر شہادت کی وجہ سے لوگوں کا روزہ فوت نہ ہو اور حالت افطار میں صبح کرنا لازم نہ آئے۔

حتی کہ حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے یہاں تک تحریر فرمایا ہے کہ مذکورہ صورت میں پردہ نشیں خواتین خواہ باندی ہوں یا آزاد اپنے مالک وشوہر کی اجازت کے بغیر اسی شب رؤیت میں دار القضاء جاکر رؤیت ہلال کی اطلاع دینگی، اور اس میں تاخیر نہ کرینگی، اور اگر چاند دیکھنے والے نے اسی شہر کے ہوتے ہوئے غیر معمولی تاخیر کردی اور لوگ روزہ نہیں رکھ سکے تو اس کا بعد میں خبر دینا مردود شمار ہوگا، البتہ اگر رائی اسی شہر کا نہ ہو، بلکہ قاضی کے شہر سے دور کا رہنے والا ہو جس کی وجہ سے آنے میں غیر معمولی تاخیر ہوچکی ہو تو اس کی شہادت معتبر ہوگی، اس لئے کہ اس دیکھنے والے کی تاخیر اخبار میں کسی طرح کی کوئی تہمت موجود نہیں، لہذا اس کی خبر بعد میں بھی معتبر ہوگی، جیسا کہ حسب ذیل جزئیہ سے واضح ہے:

''قال الحلوانی: یلزم العدل ولو أمۃ أو مخدرۃأن یشہد فی لیلتہ کی لا یصبحوا مفطرین وہی من فروض العین، (إلی قولہ) ویجب علی الجاریۃ المخدرۃ التی لا تخالط الرجال ، ولذا یجب علی الحرۃ أن تخرج بلا إذن زوجہا، وکذا غیر المخدرۃ والمزوجۃ بالأولی'' (شامی زکریا٣٫٣٥٢-٣٥٣)۔

''وفی الہندیۃ:وإذا شہد الشہود علی ہلال رمضان فی الیوم التاسع والعشرین أنہم رأوا الہلال قبل صومکم بیوم إن کانوا فی ہذا المصر ینبغی أن لا تقبل شہادتہم؛ لأنہم ترکوا الحسبۃ، وإن جاءوا من مکان بعید جازت شہادتہم لانتفاء التہمۃ کذا فی الخلاصۃ'' (ہندیہ١٫٢٦١، ہکذا فی الشامیۃ٣٫٣٥٢)۔

جہاں دار القضاء قائم ہو:

ایسے علاقے جہاں غیر اسلامی ملک ہونے کے باوجود باضابطہ دار القضاء قائم ہو اور امت مسلمہ اس پر اعتماد وبھروسہ کرتی ہوں اور اس کے فیصلہ پر راضی ہوں تو اگر ایسے دار القضاء شرعی طور سے چاند کا ثبوت ہوجانے کے بعد اعلان کرے تو اس کے ماتحت تمام مسلمانوں کے لئے اس اعلان کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوگا۔

البتہ دوسرے شہر وگاؤں کے باشندگان جو اس دار القضاء کے ماتحت نہیں ہیں ان کے لئے یہ اعلان موجب عمل نہ ہوگا، بلکہ ان کے لئے اس رؤیت پر عمل کرنا اس وقت ضروری ہوگا، جبکہ اس شہر وگاؤں کے قاضی یا ذمہ داران ہلال کمیٹی اس رؤیت کی مکمل تحقیق کرلے اور شرعی ثبوت فراہم ہونے کے بعد اعلان کرے تو یہ اعلان ان لوگوں کے لئے بھی موجب عمل ہوگا، جیسا کہ تاتارخانیہ کے حسب ذیل جزئیہ سے واضح ہے:

''سئل عن قضاء القاضی برؤیۃ ہلال شہر رمضان بشہادۃ شاہدین عند الاشتباہ فی مصر، ہل یجوز لأہل مصر آخر العمل کحکمہم؟ فقال: لا، ولا یکون مصراً آخر تبعاً لہذا المصر، إنما سکان ہذا المصر وقراہا بکون تبعاً لہ'' (تاتارخانیہ۳،۳۶۶، رقم: ۴۵۸۶)۔

''وفی فتح القدیر: لأن إخبار القاضی لا یثبت حجۃ فی غیر محل ولایتہ الخ'' (فتح القدیر ۲۶۸،۷)۔

قاضی کا ریڈیو یا ٹیلی ویزن سے اعلان:

اگر قاضی یا شرعی رؤیت ہلال کمیٹی یا مسلم حاکم کی طرف سے ریڈیو یا ٹیلی ویزن پر شرعی ضابطہ کے مطابق چاند کا اعلان ہو تو ایسے اعلان کا شرعاً اعتبار کیا جائے گا، اور شرعی ضابطہ یہ ہے کہ یہ اعلان محض اطلاعاً نہ ہو بلکہ اس طرح کیا جائے کہ یہ فلاں قاضی یا فلاں شرعی ہلال کمیٹی کی طرف سے پوری تحقیق کے بعد چاند کا فیصلہ کیا گیا ہے اور اس کی جانب سے اعلان کرنے کا حکم ہے، تو یہ غیر قابل اعتبار ہوگی، اب اگر ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں صوبائی قاضی یا صوبائی رؤیت ہلال کمیٹی شرعی اصولوں کے مطابق رؤیت کا اعلان کرے تو یہ خبر صرف اسی صوبہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگی جو اس دار القضاء اور ہلال کمیٹی کے ماتحت ہیں، اور اس اعلان کا درجہ اعلان سلطان کا نہ ہوگا کہ پورے ملک میں واجب العمل نہ ہوگا، لہذا قاضی صوبائی کا اعلان اس کے حلقہ قضاء کے علاوہ کے لئے خبر محض ہوگی واجب العمل نہ ہوگی۔

ہاں اگر تمام صوبے کے مسلمان کسی ایک بااثر شخصیت پر اعتماد کریں اور ان کو اپنے دینی معاملات کی انجام دہی کے لئے اپنا حکمراں تسلیم کرلیں تو پھر اس اعلان ان تمام صوبوں کے حق میں اعلان سلطان کا حکم رکھے گا (احسن الفتاوی۴،۴۵۷)۔

''وفی فتح الباری: وقال ابن الماجشون: لا یلزمہم بالشہادۃ إلا لأہل البلد الذی ثبتت فیہ الشہادۃ إلا أن یثبت عند الإمام الأعظم، فلیزم الناس کلہم؛ لأن البلاد فی حقہ کالبلد الواحد'' (فتح الباری۴،۱۴۸)۔

''وفی فتح القدیر: لأن إخبار القاضی لا یثبت حجۃ فی غیر محل ولایتہ'' (فتح القدیر ۲۶۸،۷)۔

معلن کی حیثیت:

اور ثبوت ہلال کے اعلان کے لئے اصل تو یہی ہے کہ ریڈیو اسٹیشن پر خود ایک متدین عالم دین قاضی یا ہلال کمیٹی کے فیصلہ کو سنائے، تاہم اگر یہ ممکن نہ ہو تو کافر وفاسق معلن بھی قاضی کے فیصلہ کو اسی کے متعلقہ الفاظ میں سنا دے تو یہ صورت بھی درست ہوگی۔

اس لئے کہ علامہ شامیؒ نے توپ ونقارہ کی آواز اور روشنی کی شعاع کو اعلان

کے قائم مقام فرمایا ہے، اور ظاہر سی بات ہے کہ یہ سب امور نہ تو رؤیت ہلال کی شہادت ہیں اور نہ اس کی خبر، بلکہ ثابت شدہ رؤیت ہلال پر عرف وعادت کے اعتبار سے بمنزل علامت ہیں، تو جب یہ علامتیں اعلان کے قائم مقام ہوسکتی ہیں، تو ذوی العقول کافر کا ثابت شدہ فیصلہ کا اعلان کرنا بدرجہ اولی معتبر ہوگا، چنانچہ علامہ شامی تحریر کرتے ہیں:

''والظاہر أنہ یلزم أہل القری الصوم بسماء المدافع أو رؤیۃ القنادل من المصر، لأنہ علامۃ ظاہرۃتفید غلبۃ الظن، وغلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل کما صرحوا بہ، واحتمال کون ذلک بغیر رمضان بعید، إذ لا یفعل مثل ذلک عادۃ فی لیلۃ الشک إلا لثبوت رمضان'' (شامی زکریا۳؍۳۵۴)۔

کثافت زدہ علاقے کا حکم:

ایسے علاقے جن میں بالعموم مطلع کثافت زدہ اور ابرآلود رہتا ہو، اور ۲۹؍ کی رؤیت بہت کم ممکن ہو، جیسے کہ برطانیہ وغیرہ کہ وہاں اکثر مہینوں میں ۲۹؍ کا چاند نظر نہیں آتا، تو یہاں شریعت کا کیا حکم ہوگا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصل تو یہی ہے کہ ثبوت ہلال شرعی رؤیت سے متحقق ہو، اور عدم رؤیت کی صورت میں ۳۰؍دنوں کی تکمیل سے ہو، لیکن ایک تیسرا طریقہ خبر کے ذریعہ ثبوت کا بھی ہے، کہ مطلع جب صاف نہ ہو تو ہلال رمضان کے لئے ظاہر الروایت کے مطابق ایک عادل آدمی اور قول صحیح کے مطابق ایک مستور الحال کی خبر معتبر ہے، خواہ یہ خبر اسی شہر کی ہو یا دوسرے شہر کی، جیسا کہ علامہ شامی اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں:

''قال علماؤنا الحنفیۃ فی کتبہم: ویثبت رمضان برؤیۃ ہلالہ وبإکمال عدۃ شعبان ثم إذا کان فی السماء علۃ من غیم أو غبار قبل ہلال رمضان خبر واحد عدل فی ظاہر الروایۃ أو مستور علی قول صحیح لا ظاہر المفسق سواء جاء ذلک الخبر من المصر أو من خارجہ'' (الرسالہ التاسعۃ لابن عابدین۱؍۲۳۴)۔

لہذا اس تیسرے طریقۂ ثبوت کے مطابق کثافت زدہ علاقے میں وہاں کے قریبی ملک سے آتی ہوئی چاند کی معتبر شہادت یا خبر مستفیض پر عمل کیا جائے گا (جیسا کہ اس کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے)۔

اس لئے ایسے علاقے کے علماء پر لازم ہے کہ وہ اتفاق رائے سے اقرب ترین ملک سے رابطہ کرکے رمضان یا عیدین کا اعلان کریں، البتہ اختلاف مطالع کے معتبر ہونے کے قول کے مطابق یہ شرط ضروری ہوگی کہ ان دونوں ملکوں کے مابین اتنی دوری نہ ہو مطلع مختلف ہو۔

''وفی الشامیۃ: قال شمس الأئمۃ الحلوانی: الصحیح من مذہب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فیما بین أہل البلدۃ الأخری یلزمہم حکم ہذہ البلدۃ'' (شامی زکریا۳؍۳۵۹)۔

مذکورہ تفصیلات سے جب معلوم ہوگیا کہ ایسے کثافت زدہ علاقے میں دوسرے قریبی ملکوں کی خبر اپنی شرطوں کے ساتھ معتبر ہوگی تو ایسے ملک میں رؤیت ہلال کےلئے ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد نہیں کیا جائے، جیسا کہ تفصیل ماقبل میں گذر چکی۔

کثافت زدہ علاقہ میں ریڈیو وغیرہ کی خبروں کا اعتبار:

کثافت زندہ علاقے جہاں ۲۹؍شعبان کو عموماً رؤیت کا ثبوت نہ ہوتا ہو اگر اس سے قریب شہر وملک کی شرعی رؤیت ہلال کمیٹی یا قاضی کی جانب سے ریڈیو یا ٹیلی ویزن پر شرعی ضابطہ کے مطابق چاند کا اعلان ہو اور اس کی سچائی کا ظن غالب ہو تو ایسے اعلان کا شرعاً اعتبار کیا جائے گا، اور اس اعلان کی روشنی میں وہاں کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کے لئے ثبوت چاند کااعلان کرنا درست ہوگا، البتہ شرط یہ ہوگی کہ پڑوسی ملک کا مطلع مختلف نہ ہو، اور ریڈیو پر کیا جانے والا اعلان اعلان محض نہ ہو، مثلاً ایسا اعلان نہ ہو کہ فلاں ملک میں چاند ہوگیا ہے، یا بہت سے لوگوں نے چاند دیکھ لیا ہے، اس لئے یہ کہ یہ اعلان خبر محض ہے جو حجت نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ اعلان قاضی یا ہلال کمیٹی کی طرف نسبت کرکے اس طرح کیا جائے، کہ فلاں قاضی یا فلاں ہلال کمیٹی کے فلاں فلاں ذمہ داروں نے رؤیت ہلال کی گواہی قبول کرلی ہے، اور ثبوت چاند کا فیصلہ کردیا ہے، تو اس وقت یہ اعلان معتبر ہوگا۔

لہذا اب اگر یہ خبر پڑوسی ملک سے کثافت زدہ علاقے میں استفاضہ کے طور پر پہنچ جائے تو وہاں بھی ثبوت رؤیت کا اعلان کرنا درست ہوگا، اور استفاضہ کی صورت یہ ہے کہ الگ الگ ریڈیو اسٹیشن وغیرہ سے اتنی خبریں موصول ہوں کہ قاضی یا ہلال کمیٹی کو اس کے سچی ہونے کا یقین ہوجائے۔

اور اگر یہ خبر استفاضہ کی حد تک نہ ہو تو کثافت زدہ علاقے کی کمیٹیاں صرف اعلان مذکور پر اعتماد کرکے فیصلہ نہ کرینگی، بلکہ دیگر ذرائع ابلاغ سے تحقیق کرکے شرعی ثبوت فراہم کرنے کے بعد فیصلہ کرینگی، چنانچہ شامی میں ہے:

''قال شمس الأئمۃ الحلوانی: الصحیح من مذہب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فیما بین أہل البلدۃ الأخری یلزمہم حکم ہذہ البلدۃ'' (شامی زکریا۳؍۳۵۹)۔

''وفی التاتارخانیہ:إذا کان بین البلدتین تفاوت لا یختلف المطالع لزم حکم إحدی البلدتین الأخری، فأما إذا کان تفاوت یختلف المطالع لم یلزم حکم إحدی البلدتین البلدۃ الأخری'' (تاتارخانیہ۳؍۳۶۵)۔

''وفی فتح القدیر: ولو شہدوا أن قاضی بلد کذا شہد عندہ اثنان برؤیۃ الہلال فی لیلۃ کذا، وقضی بشہادتہما، جاز لہذا القاضی أن یحکم بشہادتہما؛ لأن قضاء القاضی حجۃ قد شہدوا بہ'' (فتح القدیر۲؍۳۱۹)۔

اعلان رؤیت کا حق کس کو ہے؟

ایسے علاقے جہاں رؤیت عامہ نہ ہو یا مطلق رؤیت کا ثبوت نہ ہو اور دوسرے قریبی مقامات میں رؤیت ہوچکی ہو تو اس سلسلہ میں اصل یہی ہے کہ چاند دیکھنے والا قاضی یا کمیٹی کو رؤیت کی اطلاع دے اور قاضی رمضان وعیدین کے اعتبار سے ہلال کی شہادت وخبر کی تحقیق کرکے شرعی ثبوت متحقق ہوجانے کے بعد جس اعتبار سے فیصلہ کرے خواہ شہادت کی وجہ سے ہو یا استفاضہ کی وجہ سے، اس کا وہ اعلان کرے۔

اور اگر قاضی یا ہلال کمیٹی کا باضابطہ نظم نہ ہو تو وہاں کے عالم ومفتی جو عام مسائل میں لوگوں کے لئے مرجع کی حیثیت رکھتے ہوں اور ذمہ دار ہونگے کہ وہ شرعی تحقیق کے بعد اعلان کریں۔

اور اگر ایسے بھی عالم ومفتی نہ ہونتو مسجد کے امام اور متدین ذمہ داران مسجد تحقیق رؤیت کے بعد اعلان کریں (اس لئے کہ عموماً ہر گاؤں میں یہ لوگ موجود ہیں)۔

جیسا کہ حسب ذیل عبارت سے واضح ہے:

''وإذا کان بالسماء علۃ تمنع الرؤیۃ قبل الحاکم فی ہلال رمضان خبر عدل أو مستور فی الأصح'' (مجمع الانہر ۱،۳۴۹)۔

''وفی عمدۃ الرعایۃ: والعالم الثقۃ فی بلدۃ لا حاکم فیہا قائم مقامہ'' (عمدۃ الرعایہ علی شرح الوقایہ)۔

اور اگر دار القضاء یا ہلال کمیٹی ہونے کے باوجود ثبوت رمضان کے لئے ایک ثقہ آدمی خود اپنی رؤیت کا اعلان کردے اور مطلع صاف نہ ہو تو اس کا اعلان بھی معتبر ہوگا، اور اس کے مطابق روزہ رکھنا ہوگا، جیسا کہ درمختار میں ہے:

''وقبل بلا دعوی وبلا لفظ ''أشہد'' وبلا حکم ومجلس قضاء، لأنہ خبر لا شہادۃ مع علۃ کغیم وغبار خیر عدل أو مستور علی ما صححہ البزازی'' (درمختار مع الشامی زکریا ۳،۳۵۲)۔

لیکن ہلال عیدین میں جب مطلع صاف نہ ہو اور دو عادل آدمی اپنی رؤیت بصری کا خود اعلان کردے، جبکہ وہاں ہلال کمیٹی موجود ہو تو یہ اعلان معتبر نہ ہوگا، بلکہ اس صورت میں ہلال کمیٹی کی جانب سے تحقیق شہادت کے بعد کمیٹی کا اعلان معتبر ہوگا، جیسا کہ حسب ذیل عبارت سے واضح ہے:

''وشرط للفطر مع العلۃ (من غیم وغبار ودخان) نصاب الشہادۃ، ولفظ أشہد، لتعلق نفع العبد، وفی الشامیۃ: بخلاف ہذا الصوم؛ لأن الصوم أمر دینی فلم یشترط فیہ ذلک، أما الفطر فہو نفع دنیوی للعباد فأشبہ سائر حقوقہم فیشترط فیہ ما یشترط فیہا'' (درمختار ۳،۳۵۳)۔

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ ہلال عیدین کے سلسلہ میں جبکہ مطلع صاف نہ ہو چاند دیکھنے والے کا بذات خود اعلان کرنا معتبر نہیں، لہذا اگر اس کے اس اعلان کی وجہ سے لوگوں نے روزہ توڑ دیا، اور وہاں کی ہلال کمیٹی نے اس اعلان کو تسلیم نہیں کیا تو روزہ توڑنے والے پر صرف قضا لازم ہوگا کفارہ لازم نہ ہوگا، اس لئے کہ اس دیکھنے

والے کے اعلان کو اگرچہ ہلال کمیٹی نے رد کردیا، مگر اس نے ثبوت رؤیت میں شبہ پیدا کردیا اور شبہ کی وجہ سے کفارہ ساقط ہوجاتا ہے، جیسا کہ تنویر میں ہے:

''رائی ہلال رمضان أو الفطر ورُدّ قولہ صام، فإن أفطر قضی فقط بلا کفارۃ، لشبہۃ الرد'' (تنویر مع الشامی۳،۳۵۰)۔

اسی طرح قاضی یا ہلال کمیٹی کے اعلان کرنے والے کی تردید سے قبل ہی لوگوں نے افطار کرلیا تو اس وقت بھی صرف قضا کرنا ہوگا کفارہ نہیں ہوگا۔

''واختلف المشائخ فیما إذا أفطر قبل الرد، والراجح عدم وجوب الکفارۃ'' (تنویر علی الشامی۳،۳۵۱)۔

اتفاق باہمی کا ایک طریقہ:

ہندوستان اپنی غیر معمولی وسعت اور مختلف جغرافیائی حالات وآثار کے باوجود ایک مطلع کے ماتحت ہے، جس پر تقریباً تمام لوگوں کا اتفاق ہے، جبکہ یہاں کے باشندگان ایک سایہ اسلام کے نیچے مختلف گروہوں اور عقیدوں میں تقسیم ہوکر الگ الگ مرکزوں سے تعلق رکھتے ہیں اور اکثر وبیشتر اپنی خود رائی کے شکار اور اپنی ہی تحقیق پر نازاں ہیں، ایسے موقع پر وحدت امت اوراتفاق باہمی کا خیال جوئے شیر کے مترادف ہے، تاہم مالک القلوب کی قدرت بے مثال سے ایسا اتحاد محال بھی نہیں ہے، لہذا اگر تمام فرق اسلامیہ سرجوڑ کر بیٹھ جائیں اور اتفاق رائے سے اثبات رؤیت کا شرعی ضابطہ مقرر کرلیں جس پر عملی جامہ پہنانے کے لئے سبھی تیار ہوں تو اتفاق باہمی کے ساتھ عیدین میں وحدت ہوسکتی ہے۔

مگر اس وحدت کی تحصیل کے لئے کسی ایک مقام پر مرکزی ہلال کمیٹی اور ملک کے مختلف گوشوں میں ذیلی کمیٹی کا انتظام ضروری ہوگا، اور ہر ایک کمیٹی میں ایسے باوثوق عالم دین کا ہونا بھی ضروری ہوگا جو اطراف کی تحقیق رؤیت کرکے شرعی ضوابط کے ساتھ مرکزی کمیٹی تک اطلاع دے سکے، پھر مرکزی کمیٹی جس میں ہر مکتب فکر کے علماء وصلحاء موجود ہوں پورے ضوابط شرعیہ کے ساتھ اعلان عام کرے تو اس طرح رمضان اور عیدین میں وحدت ہوسکتی ہے۔

سوال نمبر ۸ کے الف کا جواب یہ ہے کہ جن ملکوں میں عام طور پر مطلع صاف ہو اور کھلی آنکھوں سے چاند دیکھا جاسکتا ہو اگر کبھی مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے کھلی آنکھوں سے چاند نہ دیکھا جائے تو وہاں بھی ماہرین فلکیات کی رائے پر رؤیت کا فیصلہ نہ ہوگا، بلکہ تکمیل عدت یعنی ۳۰دن کی شمارگی کا اعتبار ہوگا، یا ان شہروں اور ملکوں کی خبریں اپنی شرطوں کے ساتھ معتبر ہونگی جن کے مطالع متحد ہیں، جیسا کہ ماقبل میں اختلاف مطالع کی بحث میں بات گذر چکی ہے۔

سوال نمبر ۸ ب : اسی طرح ایسے مغربی ممالک جہاں عمومی طور پر مطلع ابرآلود

ہوتا ہے وہاں بھی ماہرین فلکیات کی رائے پر عمل کرنے کی گنجائش نہ ہوگی، بلکہ وہاں سے جن ملکوں کا مطلع متحد ہو وہاں کی رؤیت اپنی شرطوں کے ساتھ معتبر ہوگی، کما مر۔

سوال نمبر ۸ ج: اگر ماہرین فلکیات کی تحقیق اور سائنسی اعتبار سے کسی تاریخ کے بارے میں افق آسمان پر رؤیت ہلال بالکل ممکن نہ ہو، اس کے باوجود اس تاریخ میں رؤیت کی شہادت دی جائے تو ماہرین فلکیات کی رائے کے خلاف یہ شہادت معتبر ہوگی یا نہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ماہرین فلکیات کی رائے یہاں بھی معتبر نہ ہوگی، بلکہ شرعی شہادت سے جو رؤیت ثابت ہوگی وہی معتبر ہوگی، جیسا کہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

''فلا یلزم بقول الموقتین إنہ: الہلال یکون فی السماء لیلۃ کذا، وإن کان عدولاً فی الصحیح، کما فی الإیضاح'' (شامی زکریا۳؍۳۵۳)۔

ثبوت رمضان کے لئے شہادت واحد کا حکم:

اب ماہرین فلکیات کی رائے کے خلاف اگر یہ شہادت خبر واحد کی شکل میں ہو تو اس میں تفصیل یہ ہےکہ:

اگر مطلع صاف نہ ہو اور رؤیت رمضان کے چاند کی ہو تو ایک ثقہ مسلمان مرد یا عورت کی شہادت کافی ہوجائے گی، اور اسی خبر کا اعتبار ہوگا، ماہر فلکیات کی بات معتبر نہ ہوگی، کیونکہ حدیث پاک کی وجہ سے اس مسئلہ میں شہادت ضروری نہیں، بلکہ خبر واحد کافی ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

''عن ابن عباس قال جاء أعرابی إلی النبیﷺ فقال:إنی رأیت الہلال یعنی ہلال رمضان فقال: أتشہد أن لا إلہ إلا اللہ، قال: نعم، قال: أتشہد أن محمداً رسول اللہ، قال: نعم، قال: یا بلال! أذن فی الناس أن یصوموا غدا'' (ابوداؤد: ۲۳۴۰)۔

''وعن ابن عمر قال: ترائ الناس الہلال، فأخبرت (وحدی) رسول اللہﷺ إنی رأیتہ فصام وأمر الناس بصیامہ'' (ابوداؤد: ۲۳۴۲)۔

مذکورہ حدیث پاک کی شرح میں ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

''قال المظہر:دل الحدیث علی أن من لم یعرف فیہ فسق تقبل شہادتہ، وعلی أن شہادۃ الواحدۃ مقبولۃ فی ہلال رمضان'' (مرقاۃ۴؍۴۱۲)۔

نیز حضرت علامہ شامیؒ نقل فرماتے ہیں:

''وفی الشامیۃ:ولو تفرد واحد برؤیتہ فی قریۃ لیس فیہا والٍ ولم یأت مصراً لیشہد وہو ثقۃ یصومون بقولہ، وہذا مع العلۃ'' (شامی۳؍۳۵۴)۔

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوگیا کہ اس خبر واحد کا اعتبار صرف ثبوت رمضان کے لئے ہے جبکہ رؤیت سے مانع کوئی عذر موجود ہو، ورنہ رمضان کے علاوہ خواہ عیدین کے لئے ہو یا بقیہ ۹؍مہینوں کے لئے خبر واحد معتبر نہیں، خواہ مطلع صاف ہو یا نہ ہو۔

غیر رمضان کےلئے شہادت کا حکم:

اور اگر مطلع صاف نہ ہو بلکہ مطلع پر رؤیت سے مانع کوئی عذر موجود ہو، تو رمضان کے علاوہ تمام مہینوں کے ثبوت کے لئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہوگی، بشرطیکہ شاہد کے اوصاف مطلوبہ بھی ان میں موجود ہوں، خواہ یہ گواہ خود چاند دیکھنے کی گواہی دیں، یا شہادت علی القضا، یعنی اس بات کی شہادت دیں کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی کے سامنے گواہ پیش ہوئے اور قاضی نے گواہی قبول کرکے اعلان عام رمضان یا عید کا کرایا، تو مذکورہ دونوں صورتوں میں شہادت معتبر ہوگی اور اسی کے مطابق احکام شرعیہ جاری ہونگے، جیسا کہ درمختار اور شامی میں موجود ہے۔

''وہلال الأضحی وبقیۃ الأشہر التسعۃ کالفطر علی المذہب، أی ذو الحجۃ کشوال، فلا یثبت بالغیم إلا برجلین أو رجل وامرأتین، وفی الصحو لابد من زیادۃ العدد'' (درمختار مع الشامی۳٫۳٦۱)۔

اور اگر مطلع صاف ہو تو ہلال عیدین اور ہلال رمضان ان تینوں مہینوں کے لئے جم غفیر یعنی بڑی جماعت کی شہادت ضروری ہوگی، ایسی صورت میں ایک دو شخص کی گواہی قابل اعتبار نہ ہوگی (رؤیت ہلال٫۵۳)۔

البتہ مذکورہ تینوں مہینوں کے علاوہ مابقیہ ۹٫مہینوں کے چاند میں گو مطلع بالکل صاف ہو دومرد، یا ایک مرد دوعورتوں کی شہادت کافی ہوگی، کیونکہ ان مہینوں میں چاند دیکھنے کا عام طور سے اہتمام نہیں کیا جاتا، جیسا کہ علامہ شامی نقل فرماتے ہیں:

''قال الخیر الرملی: الظاہر أنہ أی الأہلۃ التسعۃ لا فرق بین الغیم والصحو فی قبول الرجلین لفقد العلۃ الموجبۃ لاشتراط الجمع الکثیر، وہی توجہ الکل طالبین'' (شامی۳٫۳٦۱)۔

خبر مستفیض کا حکم:

ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ ماہرین فلکیات کی رائے کے خلاف بعض مواقع پر خبر واحد بھی معتبر ہے، تو اگر ان کی رائے کے خلاف خبر استفاضہ کا ثبوت ہو تو وہ بدرجہ اولی معتبر ہوگی، جس کی صورت مفتی شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

ایک صورت ایسی بھی ہے جس میں کسی چاند کے لئے باقاعدہ شہادت شرط نہیں رہتی، خواہ رمضان کا چاند ہو یا عید وغیرہ کا، وہ صورت یہ ہے کہ کوئی خبر اتنی عام اور مشہور ومتواتر ہوجائے کہ اس کے بیان کرنے والے کے مجموعہ پر یہ گمان نہ ہوسکے کہ انہوں نے کوئی سازش کی ہے، یا سب کے سب جھوٹ بول رہے ہیں، ایسی چیز کو اصطلاح میں خبر مستفیض، یعنی مشہور کہا جاتا ہے، شرط یہ ہے کہ مختلف اطراف سے مختلف آدمی یہ بیان کریں کہ ہم نے خود چاند دیکھا ہے، یا یہ کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی نے چاند دیکھنے کی شہادت قبول کرکے چاند ہوجانے کا فیصلہ کیا ہے، یا

موجودہ آلات مواصلات تار، ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ مختلف جگہوں سے مختلف لوگوں کے یہ بیانات موصول ہوں کہ ہم نے خود چاند دیکھا ہے یا ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی نے شہادت سن کر چاند ہونے کا فیصلہ کیا ہے، جب ایسا بیان دینے والوں کی تعداد اتنی کثیر ہوجائے کہ عقلاً ان کے جھوٹ ہونے کا کوئی احتمال نہ رہے، تو ایسی خبر مستفیض پر روزہ اور عید دونوں میں عمل جائز ہے، اس میں نہ شہادت شرط ہے اور نہ شرائط شہادت ضروری ہیں، اھ (رؤیت ہلال،٥٣)۔

خلاصہ یہ کہ ماہرین فلکیات کی رائے کے خلاف ثبوت رمضان کے لئے جبکہ مطلع صاف نہ ہو خبر واحد معتبر ہے، اور خبر مستفیض تو بہرحال معتبر ہے۔

* * *

رؤیت ہلال میں فلکیاتی حساب سے مدد لینے کی شرعی حیثیت (سوال نمبر ۸.۲)

قاضی محمد ریاض ارمان القاسمی•

۲.الف: رویت کے لیے فلکیاتی حساب سے مدد لینا:

اسلام کے اصول سادہ اور فطری ہیں ،اس نے مختلف عبادتوں اور تہواروں کے اوقات کے لئے ایسی چیزوں کو معیار بنایا ہے جن کا سمجھنا اور جاننا ہر عام وخواص اور ناخواندہ و تعلیم یا فتہ آدمی کے لئے ممکن تھا اسی لئے اس نے قمری مہینوں کے بارے میں تکلفات سے کام لینے کی بجائے چاند دیکھنے یا مہینہ کے تیس دن مکمل کر لینے کو ''معیار '' قرار دیا ہے ،اس لئے امام ابوحنیفہ ،امام مالک،امام احمد اور عام فقہاء کا اتفاق ہے کہ فلکیاتی علوم اور حساب پر عید و رمضان کا فیصلہ درست نہیں ،بعض شوافع مثلا امام سبکیؒ اور متاخرین فقہاء میں قاضی عبد الجبار کے نزدیک ایسے شخص کی پیش گوئی اس کے اور ان لوگوں کے حق میں معتبر ہے جو اس کوصحیح باور کرتے ہوں ،عام لوگوں کے لئے خود ان کے یہاں بھی یہ حجت نہیں ہے ۔

اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ایک تو اسلام کا مزاج ہی ان امور میں ایسی تکلف آمیز تحقیقات کا نہیں ہے جن کا ہر عام وخاص آدمی سے تعلق نہ ہو دوسرے اہل فن کی رائیں کبھی ایک دوسرے سے مختلف بھی ہوتی ہیں اور کبھی غلط بھی ثابت ہوتی ہیں، جیسا کہ آئے دن جنتریوں اور تقویموں کے سلسلہ میں مشاہدہ ہے ،ہاں ہجری سنہ کو رائج کرنے کے لئے ایسے مہینوں میں فنی اندازوں کا اعتبار کیا جاسکتا ہے جس کی کسی خاص تاریخ سے کوئی شرعی عبادت متعلق نہ ہو ،اس میں قباحت کی کوئی وجہ نہیں ،البتہ فلکیاتی تحقیق سے اس قدر فائدہ اٹھا یا جاسکتا ہے کہ جس تاریخ کو طلوع ہلال کا امکان نہ ہو ،اس روز رویت ہلال کی شہادت کافی تحقیق اور ناقابال تردید تعداد کی گواہی کے بغیر تسلیم نہ کی جائے اور جس دن فنی اعتبار سے طلوع ہلال کا امکان زیادہ ہو، اس دن معمولی خبر پر بھی اعتبار کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ ذکر کیا گیا اس مسئلہ میں اصل ایسی خبر کا پایا جانا ہے ،جس سے قاضی کا قلب مطمئن ہو جائے اور اس طرح کی فنی تائید معمولی خبر کے لئے بھی تقویت و تائید کا باعث بن جاتی ہے (جدید فقہی مسائل ۲،۲۵-۲۶ فلکیاتی تحقیق کی رعایت)۔

• مدرسہ اسلامیہ قرآنیہ فیض العلوم، یمنا نگر، ہریانہ۔

۲۔ ب : فلکیاتی تحقیق کی وجہ سے شہادت کو رد کرنا :

عام طور پر رویت ہلال اور قمری مہینہ کے آغاز اور اختتام کے بارے میں تین طرح کے رجحانات پائے جاتے ہیں۔

(۱) رویت ہلال وہی معتبر ہے جو کھلی آنکھوں سے چاند دیکھنے یا دکھنے والے کی طرف سے شرعی طور پر عینی شہادت کے فراہم ہونے پر مبنی ہو فلکیات کے ماہرین کی تحقیقات اور ان کے پاس موجود آلات کی بنیاد پر چاند کے بارے میں ان کی شہادت قطعی قابل اعتبار نہیں ۔

(۲) حساب اور ریاضیات کو قطعیت کا درجہ حاصل ہے جدید فلکیات نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ لمحہ بہ لمحہ کی چاند کی حرکت کو پوری وضاحت کے ساتھ دیکھا اور پورے وثوق کے ساتھ کہا جاسکتاہے کہ ہلال رمضان یا ہلال عید طلوع ہوا یا نہیں ہوا اور اس کی بنیاد پر آنے والے سالوں کے لئے تاریخوں کی ایسی تقویم تیار کی جاسکتی ہے جس کے ذریعہ بغیر کسی اختلاف کے ساری دنیا کے مسلمان ایک ہی دن عید منا سکتے ہیں اور ایک ہی دن اپنے روزے کا آغاز کر سکتے ہیں لہذا فلکیاتی حساب کو ہی بنیاد بنا لیا جائے ۔

(۳) ان دونوں رجحانات کے مقابلہ میں ایک تیسرا رجحان یہ ہے کہ اسلام چونکہ قطعیات کی مخالفت نہیں کرتا اور جدید ترقیوں سے استفادہ کی تلقین کرتا ہے، اس لئے ایک طرف جہاں ان شرعی نصوص کی پابندی ضروری ہے جن میں چاند دیکھ کر روزہ رکھنے اور چاند دیکھ کر روزہ کھولنے کی ہدایت کی گئی ہے وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ جدید فلکیات کی روشنی میں اگر قطعیت کے ساتھ یہ کہا جائے کہ علمی وسائنسی تحقیقات کی رو سے چاند دیکھنے کی شہادت دینے والے کی گواہی کو مسترد کیا جانا چاہئے تو گواہی کو ردکر دیا جائے گا، لیکن اگر فلکیات کے ماہرین محض چاند کی ولادت کی بنیاد پر مہینہ کے آغاز کا دعوی کریں تو ایسی صورت میں ان کے دعوی کو ہر گز قبول نہیں کیا جائے اور آنکھوں کی رویت ہی کی بنیاد پر قمری مہینہ کے شروع یا ختم ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا ۔

دوسری رائے کہ فلکیات کے علم نے قطعیات کی صورت اختیار کر لی ہے اورتیسری رائے کہ جدید فلکیات کی روشنی میں اگر قطعیت کے ساتھ یہ کہا جائے کہ علمی وسائنسی تحقیقات کی رو سے چاند دیکھنے کی شہادت دینے والے کی گواہی کو مسترد کر دیا جائے گا تو اس سلسلہ میں شافعی فقیہ امام تاج الدین سبکی نے فلکیاتی حساب سے متعلق اس مسئلہ کے بارے میں تفصیلی بحث کی ہے ،اور مکمل طور سے اور آخری حدیث تک یہاں تک کہ عادل گواہوں کو رد کر دیا ہے،جبکہ صحیح فلکیاتی حساب سے چاند دیکھنے کا امکان نہ ہو، لکھتے ہیں :

’’یہاں ایک دوسری صورت ہے وہ یہ کہ حساب سے معلوم ہو کہ چاند نظر آنے کا

امکان نہیں ہے ،قطعی مقدمات سے اس کا علم ہو،اور چاند سورج سے بہت قریب ہو، اس صورت میں آنکھ سے دیکھنے کا امکان نہیں ہے ،کیوں کہ یہ محال ہے ،اگر ہمیں ایک یا ایک سے زائد شخص خبر دیں جن کی خبر میں جھوٹ یا غلطی کا احتمال ہو ،تو اس خبر کو جھوٹ پر محمول کیا جائے، اور اگر دو گواہ گواہی دیں تو ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی ،کیوں کہ فلکیاتی حساب قطعی ہے ،خبر اور گواہی ظنی ہے، ظنی قطعی کا معارضہ نہیں کرسکتا ہے، چہ جائے کہ اس پر مقدم کیا جائے ،بینہ کے لئے شرط یہ ہے کہ مشہود بہ حسی، عقلی، شرعی اعتبار سے ممکن ہو،جب فلکیاتی حساب سے قطعی طور پر چاند کے نہ ہونے کو مان لیا گیا تو شرعی اعتبار سے اسے قبول کرنا محال ہو گیا، کیوں کہ مشہود بہ کا دیکھنا محال ہے اور شریعت ناممکنات کا حکم نہیں دیتی ہے (سبکی، فتاوی سبکی دار المعارف۱،۴۱۳)۔

ان کی اہم دلیل یہ ہے کہ فلکیاتی حساب نہایت صحیح اور فیصلہ کن ہیں جب کہ آنکھ سے دیکھنے میں ہمیشہ غلطی کا احتمال ہے، اس لیے شریعت نہایت صحیح وفیصلہ کن دلیلوں کے مقابلہ میں غیر پختہ ظنی دلیلوں کو ترجیح نہیں دے سکتی ،نیز یہ کہ شریعت نے ہم سے مطلق آنکھ سے دیکھنے کا مطالبہ نہیں کیا ہے، چاہے وہ درست ہو یا غلط اس لئے ہمارے لئے ممکن نہیں کہ ہم اپنے روزوں کے بارے میں صرف گواہوں پر اعتماد کر لیں ،شریعت نے اس کا حکم نہیں دیا اس لئے خبر کی تحقیق امر واجبی ہے، ہم نے کئی بار دیکھا کہ بعض لوگ ارادے یا بغیر ارادے کہ مخفی مقاصد کے لئے غلط گواہیاں دے دیتے ہیں، لکھتے ہیں :

شریعت میں اس بابت کوئی نص نہیں ہے کہ تمام قسم کے گواہوں کی گواہی قبول کر لی جائے گی خواہ مشہود بہ صحیح ہو یا باطل، روزہ اور اس کے احکام کا لزوم صرف خبر یا گواہی سے نہیں ہوتا ،یہاں تک کہ ہم کہتے ہیں اگر آپ کا حکم ہوتا کہ کوئی بھی خبر دینے والا خبر دے تو روزہ رکھو تو یہ حکم ہمارے سر آنکھوں پر ،لیکن یہ حکم آیا ہی نہیں بلکہ ہمارے لئے خبر کو قبول کرنے کے لیے تحقیق واجب ہے تاکہ ہم اولا اس کی حقیقت کوجان لیں ،اس میں شک نہیں کہ چاند کی گواہی دینے والے حضرات کبھی کبھی اسے دیکھ نہیں پاتے ،یا چاند مشتبہ ہوتا ہے ،یا وہ کسی اور شی کو چاند سمجھ لیتا ہے جب کہ وہ چاند نہیں ہوتا ،یا اس کی آنکھ اس کو وہ چیز دکھا دیتی ہے جو اس نے دیکھی نہیں یا چند دنوں بعد گواہی دیتا ہے ،غلطی سے وہم ہوجاتا ہے، جب کہ جس رات اس نے چاند دیکھا تھا اس میں چاند کی تردید کر دی گئی تھی ،یا اس کی جہالت اتنی سنگین ہوجائے کہ لوگوں کو روزہ کی ترغیب دینے کو ثواب سمجھے ،یا وہ ان لوگوں میں سے ہو جو اپنی عدالت کا ثبوت چاہتے ہوں تو وہ اسے ذریعہ بنا لیں اور حاکموں کی نگاہ میں مقبول ہوجائیں، اس طرح کی بہت سی باتیں ہم نے دیکھی اور سنی ہیں (حوالہ بالا ۱،۴۱۳)۔

وہ فقہاء کو فلکیاتی حساب کو معتبر ماننے کی نصیحت کرتے ہیں، بطور خاص اس وقت جب گواہ چاند دیکھنے کی گواہی اس وقت دے جب کہ فلکیاتی حساب سے چاند نظر آنا ممکن نہ ہو، اسی طرح وہ نصیحت کرتے ہیں کہ وہ ان آراء کی پرواہ نہ کریں جو دینی معاملات میں فلکیاتی حساب کو منع یا حرام قراردیتی ہیں کیوں کہ شریعت نے کبھی بھی فلکیاتی حساب کے استعمال کی تحریم نہیں کی ۔

حاکم پر واجب ہے کہ جب اس طرح کا تجربہ کرے یا بذات خود یا اپنے معتمدین کے ذریعہ جب یہ معلوم ہوجائے کہ فلکیاتی حساب سے چاند نظر نہیں آسکتا تو وہ اس گواہی کو قبول نہ کرے، اور نہ اسے ثابت مانے، نا ہی اس کے مطابق فیصلہ دے، استصحابا مہینہ باقی رہے گا، کیوں کہ وہ پختہ شرعی دلیل ہے یہاں تک کہ اس کے خلاف ثابت ہو جائے ،ہم نہیں کہتے کہ شریعت نے فلکیاتی حساب کو مطلقا غیر معتبر کر دیا ہے (حوالہ بالا ۴۱۴،۱)۔

سبکی نے حسب ضرورت ان امور سے آگاہ کر دیا جن کے ذریعہ صحیح اور دقیق فلکیاتی حساب اور ظنی تخمینی امور میں فرق کیا جاسکے ،انہوں نے قاضیوں سے اجتہاد طلب کیا ہے ،بطور خاص جب کہ فلکیاتی حساب چاند نہ نظر آنے کی قطعی خبر دے ،''فلکیاتی حساب کے کئی مراتب ہیں ،ایک جس میں چاند نظر نہ آنا قطعی ہے ہما رے نزدیک اس کے ذریعہ گواہی کو رد کرنے میں کوئی شک نہیں ہے ،دوسرا چاند نظر نہ آنا ظنی ہے ،تو یہ اس وقت گواہوں اور ان کی نگاہ کے اعتبار سے محل نظر ہے، گواہوں کے امکان کذب و غلط کے اعتبار سے اس کے بہت سے درجے ہیں اس میں قاضی پر حسب استطاعت اجتہاد واجب ہے (حوالہ بلال ۴۱۶،۱)۔

ان کا کہنا ہے کہ فلکیاتی حساب مطلق انسانی آنکھ کی رویت سے زیادہ دقیق ہے، فلکیاتی حساب سے زیادہ غلطی کا امکان انسانی نظر میں ہوسکتا ہے ،''جب دو یا اس سے زیادہ گواہ گواہی دیں جن کی گواہی جھوٹی بھی ہوسکتی ہے اور غلط بھی، اور فلکیاتی حساب سے اس وقت چاند نظر آنا ممکن نہ ہو ،اس وقت وہ دونوں گواہی دیں کہ انہوں نے چانددیکھا ہے تو دونوں کی گواہی رد کر دی جائے گی ،کیونکہ مشہود بہ میں امکان شرط ہے ،خارق عادت کو ممکن قرار دینے سے اولی ہے کہ مذکورہ دونوں گواہوں کو جھوٹا یا غلط مان لیا جائے عادۃ و عقلا محال کا نہ اقرارقبول ہوتا ہے نہ اس کی گواہی (حوالہ بالا۴۱۶،۱)۔

امام سبکی جانتے ہیں کہ اس مسئلہ پر ان کے مذہب میں یہاں تک کہ ان کے زمانے تک کسی نے تفصیل سے بحث نہیں کی لیکن اس کے ساتھ انہیں خوشی ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ کی گہری سمجھ کے بعد یہ رائے اختیار کی ہے :

''یہ مسئلہ ہمیں کہیں نہیں ملا ،لیکن اس پر ہم نے خود غور کیا ،یہ ہمارے نزدیک

قطعا محال ،ایسا صرف ظنی نہیں ہے (حوالہ بالا ۱،۴۱)۔

ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ سبکی اپنے زمانہ سے آگے تھے ،لگتا ہے کہ فلکیاتی حساب کے مسئلہ میں بعض علماء کے ساتھ انہوں نے تن تنہاسخت منا ظرہ کیا ہے ،جب کہ وہ اپنے مذہب میں مجتہد شمار کیے جاتے ہیں ان کی تحریر کے درج ذیل اقتباسات دیکھئے :

''بعض جاہلوں کو ہماری رائے قبول کرنے میں توقف ہوگا ،فلکیاتی حساب کی طرف رجوع کرنے میں کراہت ہوگی ،یہ اس بات پر جمے ہوئے ہیں کہ وہ بات جس کی دوگواہ گواہی دیدیں وہ ثابت ہو جائے گی ایسے لوگوں سے خطاب نہیں ہے ہم ان سے بات کر رہے ہیں جن کے اندر غور وفکر کی ادنیٰ صلاحیت بھی ہو، جاہل سے بات نہیں کی جاتی (مرجع سابق ۱،۴۲۸)۔

شیخ قرضاوی سوال کرتے ہیں کہ اگر سبکی موجودہ زمانے میں ہوتے اور اس علم کی موجودہ ترقی دیکھتے تو ان کی فلکیاتی حساب کے بارے میں کیا رائے ہوتی (فتاوی معاصرہ دارالقلم۲،۲۲۲)۔

بعض فقہاء جیسے عبادی،ابن دقیق نے بھی فلکیاتی حساب سے متعلق سبکی کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔

زکریا بن محمد انصاری لکھتے ہیں :''قلیوبی نے عبادی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ :

''اگر قطعی حساب چاند کی عدم رویت کا پتہ دے تو عادل گواہوں کی بھی رویت کی گواہی قبول نہیں کی جائیگی ،ان کی گواہی بھی رد کر دی جائے گی اور اس وقت روزہ جائز نہیں ہوگا اور اس رائے کی مخالفت سر کشی اور تکبر ہے ' '(احکام الاحکام،شرح عدۃ الاحکام ۲،۲۰۵)۔

قلیوبی نے لکھا ہے :

''بلکہ علامہ العبادی نے کہا :جب قطعی فلکیاتی حساب چاند نہ نظر آنے پر دلالت کرے ،تو عادل گواہ کی رویت بھی قبول نہیں ہوگی ،اور ان کی گواہی رد کر دی جائے گی، یہ تو بالکل ظاہر ہے اور اس وقت روزہ جائز نہ ہوگا ،اور اس کی مخالفت دشمنی اور تکبر ہے'' (حاشیۃ قلیوبی ۲،۸۰۲)۔

ابن حجر عسقلانی نے ذکر کیا کہ ابن دقیق العید نے کہا : جب فلکیاتی حساب ثابت کر دے کہ چاند موجود ہے ،اور اس کی رویت ممکن ہے ،لیکن بادل کی وجہ سے نظر نہ آرہا ہو ،اس حالت میں سبب شرعی کی موجودگی کی وجہ سے روزہ فرض ہوجائے گا ۔

جب فلکیاتی حساب سے ثابت ہو جائے کہ چاند اس طرح نکلا ہے کہ دیکھا جا سکتا ہے، لیکن دیکھنے میں کوئی رکاوٹ مثلا بادل حائل ہے ،تو سبب شرعی کی موجودگی کی وجہ سے یہ وجوب کا مقتضی ہے(ابن حجر التلخیص الحبیر۲،۳۶۰)۔

اور یہ ابن دقیق العید کی تحریر کا اقتباس ہے ''جب فلکیاتی حساب ثابت کر دے کہ

چاند افق پر اس طور پر نکلا ہے کہ اگر رکاوٹ نہ ہوجیسے بادل تو اسے دیکھا جاسکتا ہے تو یہ وجوب کا متقاضی ہے شرعی سبب کے وجود کی وجہ سے لزوم کی شرط حقیقت رویت نہیں ہے ،کیوں کہ اس پر اتفاق ہے کہ مطمورہ میں قید شخص جب جان لے کہ گنتی پورا کرکے یا علامت پہچان کرکے کہ آج کا دن رمضان ہے ،تو اس پر روزہ فرض ہے ،اگر چہ اس نے چاند نہ دیکھاہو،اور نہ کسی دیکھنے والے نے خبر دی ہو (ابن دقیق العید احکام الاحکام ۱۵۴،۲، بحوالہ فلکی حساب اور آغاز ماہ رمضان ایک فقہی ومقاصدی مطالعہ ص۷۴ ۔۷۷)۔

راقم الحروف کے نزدیک پہلی رائے بہترہے کہ رویت ہلال وہی معتبر ہے جو کھلی آنکھوں سے چاند دیکھنے یا دکھنے والے کی طرف سے شرعی طور پر عینی شہادت کے فراہم ہونے پر مبنی ہو فلکیات کے ماہرین کی تحقیقات اور ان کے پاس موجود آلات کی بنیاد پر چاند کے بارے میں ان کی شہادت قطعی قابل اعتبار نہیں ۔

البتہ فلکیاتی تحقیقی سے اس قدر فائدہ اٹھا یا جاسکتا ہے کہ جس تاریخ کو طلوع ہلال کا امکان نہ ہو ،اس روز رویت ہلال کی شہادت کافی تحقیق اور ناقابل تردید تعداد کی گواہی کے بغیر تسلیم نہ کی جائے اور جس دن فنی اعتبار سے طلوع ہلال کا امکان زیادہ ہو، اس دن معمولی خبر پر بھی اعتبار کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ ذکر کیا گیا اس مسئلہ میں اصل ایسی خبر کا پایا جانا ہے ،جس سے قاضی کا قلب مطمئن ہو جائے اور اس طرح کی فنی تائید معمولی خبر کے لئے بھی تقویت و تائید کا باعث بن جاتی ہے (جدید فقہی مسائل ۲۵،۲ ۔۲۶)۔

۲.ج : چاند کی رویت کے لیے محکمہ موسمیات سے مدد:

محکمہ موسمیات یا رصدگاہ کی اطلاع کو شرعی اعتبار حاصل نہیں ہے ،اور شرعی امور بالخصوص عبادات کے اثبات کے لئے وہی ذرائع مفید ہوں گے جنہیں شریعت مطہرہ نے معتبر ٹھہرایا ہے ،یہی وجہ ہے کہ دس سچے کافروں کی گواہی پر فیصلہ نہیں ہوسکتا، حالانکہ دو دین دار مسلمانوں کی شہادت حجت ہو جاتی ہے اور یہ بات بھی ذہن میں رکھنے کی ہے کہ مہینوں کی آمد ورفت کا مدار شریعت نے چاند کے دیکھے جانے پر رکھا ہے ،چاند کے افق پر موجود ہونے پر نہیں (مفتی برہان الدین صاحب سنبھلی ندوۃ العلماء لکھنو)۔

مفتی شفیعؒ رویت ہلال میں رقم طراز ہیں :

بلاشبہ موجودہ دور میں فن ریاضی و فلکیات نے کافی ترقی کر لی ہے، لیکن اس کے باجود یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آج ایک محقق ماہر نے جو کچھ کہہ دیا وہ حرف آخر ہے آئندہ اس کی تغلیط کوئی نہیں کر سکتا ،مفتی صاحب آگے لکھتے ہیں کہ ۲۹،رمضان بروز جمعہ ۱۳۸۰ ھ کے چاند کے بارے میں کراچی اور پنجاب کی آبزرویٹی کے آپس کے حساب میں فرق پڑگیا تھا، پنجاب یونیورسٹی کے محکمہ موسمیات نے بتایا تھا کہ جمعہ کی

شام عید کا چاند نظر آنے کا امکان کم ہے جب کہ اسی چاند کے بارے میں کراچی کی موسمیات والوں نے بتایا کہ چاند نظر آنے کا امکان ہے ،ظاہر ہے ان دو رصد گاہوں کے دونوں بیانوں میں ایک صحیح ہوگا اور دوسرا غلط، لیکن اتنی بات اس اختلاف سے واضح ہوگئی کہ محکمہ موسمیات کی پیشن گوئی میں بھی غلطی ہوسکتی ہے اور ان کے حساب کو قطعی اور یقینی نہیں کہا جاسکتا ہے (رویت ہلال ص۱۲-۱۳)۔

ان دونوں اقتباسات سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ محکمہ موسمیات کی اطلاع کو قطعیت کا درجہ حاصل نہیں ہوگا اور ان کی پیشن گوئی میں غلطی کا امکان ہے، ہاں محکمہ موسمیات سے اس قدر مدد لی جاسکتی ہے کہ آج مطلع صاف ہے یا گرد آلود وکثافت زدہ ہے اور چاند کی رویت ممکن ہے یا نہیں ۔

۲.د : مطلع صاف نہ ہونے کا مطلب:

مطلع صاف نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ چاند بادلوں یا کہر میں چھپ جائے یا چانداور دیکھنے والے کے درمیان بادل یا کہر حائل ہو جائے جیسا کہ القاموس الوحید میں ہے ''غم علیہ الھلال'' چاند کا بادلوں میں یا کہر میں چھپ جانا ،چاند اور کسی کے درمیان بادل یا کہر کا حائل ہو جانا ،چاند کا کسی کو بادل کی وجہ سے دکھائی نہ دینا حدیث میں ہے ''صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ، فإن غم علیکم فأکملوا عدۃ شعبان ثلاثین یوما''(القاموس الوحید ۱۱۸۵،۲)۔

مطلع ابر،گرد وغبار ،کہر کی وجہ سے متاثر مانا جاتا ہے اگر اس اثرمیں وسعت پیدا کی جائے تو مطلع چاند دیکھنے والے کی نظر کی کمزوری ،دیکھنے والے کا اندھا ہونا ،آسمان پر ابر ،غبار ،دھواں کا ہونا ، اسی طرح ہر مہینہ کے چاند میں فرق کا ہونا کہ کبھی باریک کبھی موٹا ،چاند کا اپنے طلوع ہونے کی جگہ کا بدلتے رہنا اور سورج کا چاند سے قریب یا دور ہونا،چاند کا کبھی ۲۹ کو اورکبھی ۳۰ کونظر آنا، دیکھنے والے اور چاند کے درمیان پہاڑ یا بلند عمارت یا کسی اور ایسی ہی چیز کا حائل ہونا ،یا دیکھنے والے کا ایسی جگہ میں ہونا جہاں عموما چاند نظر ہی نہیں آتا، یہ تمام مطلع کے متاثر ہونے کے اسباب مینشمار کیے جاسکتے ہیں (فتاوی محمودیہ ۴۴،۷۱،۱۰)۔

۲.ہ: ۲۹ شعبان کو مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں ایک شخص کی شہادت پر فیصلہ اور اس کا اثر:

اگر ۲۹ ،تاریخ کو مطلع ابر آلود ہو اور ایک شخص کی شہادت کی بناء پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کر دیا ہو، اس کے بعد رمضان کی ۳۰، تاریخ مکمل ہو چکی ہو ،۳۰ رمضان کی شام کو موسم بالکل صاف ہو ااور عید کا چاند دیکھنے کی بہت کوشش کے باوجود کسی کو عید کا چاند دکھائی نہ پڑا ہو تو اگلے دن عید الفطر کا دن قرار دے کر عید نہیں منائی جائے گی، بلکہ یہ سمجھا جائے گا کہ جس فرد واحد نے رمضان کے چاند کی

گواہی دی تھی اسے مغالطہ ہوا یا اس نے غلط بیانی سے کام لیا، لہذا اگلے دن کو رمضان کی ۳۰ تاریخ قرار دے کر روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا جائے گا دیکھئے ''فتاوی محمودیہ'' :

''اگر ہلال رمضان کی رویت کے وقت مطلع صاف نہیں تھا، بلکہ ابر تھا اور قاضی کے پاس دو گواہوں نے اپنی رویت بیان کی جس پر قاضی نے ثبوت رمضان کا اعلان کر دیا اور تیس روزے پورے ہونے پر مطلع صاف ہونے کے باوجود عید کا چاند نظر نہیں ،آیا حالانکہ یہ اکتسویں شب ہے تو عید نہ کی جائے ،بلکہ روزہ رکھا جائے ،اگر ایک شخص کی خبر پر ثبوت رمضان کا اعلان کیا گیا تھا ،پھر تیس روزے ہو جانے پر مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہیں آیا تو اس شخص کو جس کی خبر پر رمضان کا اعلان کیا گیا تھا شرعی سزا دی جائے ،کیونکہ اس نے ہلال رمضان کی خبر غلط دی تھی'' (محمودیہ ۱۰،۱۳۴)۔

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں :

''وبعد صوم ثلاثین بقول عدلین حل الفطر ۔۔۔ ولو صاموا بقول عدل حیث یجوز وغم هلال الفطر لا یحل ۔

قلت:وفی الفیض:الفتوی علی حل الفطر ووافق المحقق ابن الهمام ۔۔۔ لو قال قائل :إن قبلهما فی الصحو: أی فی هلال رمضان، وتم العدد ،لا یفطر، وإن قبلهما فی غیم افطروا ۔۔۔۔ قوله لا یحل أی الفطر إذا لم یر الهلال،قال فی الدرر :ویعذر ذلک الشاهد أی لظهور کذبه''(رد المحتار ،کتاب الصوم ،مبحث صوم یوم الشک ۲،۳۹۰)۔

لیکن اگر ۳۰ رمضان کو مطلع ابر آلود ہو اور رمضان کی ابتداء مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں۲۹، شعبان کو ایک آدمی کی گواہی پر رمضان کی ابتداء کا فیصلہ کیا گیا ہوتو کیا کریں؟ اس سلسلہ میں فتاوی رحیمیہ میں حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوریؒ تحریر فرماتے ہیں، جو حسب ذیل ہے :

مسئلہ یہ ہے کہ مطلع صاف نہ ہو بادل وغیرہ ہو تو رمضان المبارک کے چاند کا ثبوت ایک دیندار یا مستور الحال مرد یا عورت کی گواہی سے ہوجاتا ہے ،اور تراویح پڑھنا اور روزہ رکھنا لازم ہوجاتا ہے اور مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں تیس روزے پورے کر لینے کے بعد بھی چاند نظر نہ آوے تو عید کر لینا چاہئے اکتیسواں روزہ رکھنے کی ضرورت نہیں ''وإذا شهد علی هلال رمضان شاهدان والسماء متغیمة وقبل القاضی شهادتهما وصاموا ثلاثین یوما، فلم یروا هلال شوال إن کانت السماء متغیمة یفطرون من الغد بالاتفاق، وإن کانت مصحیة یفطرون أیضا علی الصحیح کذا فی المحیط'' (فتاوی هندیہ ۱،۱۹۸،بحوالہ فتاوی رحیمیہ۷،۲۳۳)۔

۳۔ الف: رمضان و عیدین کے لیے نصاب شہادت:

رمضان و عیدین کے ثبوت کے لئے جب کہ مطلع صاف ہو تو فقہاء ہر دو موقعوں

پر خبر مستفیض کو ضروری قرار دیتے ہیں خبر مستفیض کا مطلب یہ ہے کہ ایک اتنی بڑی جماعت چاند دیکھنے کی اطلاع دے جن کا جھوٹ پر متفق ہوجانا عادۃ ناقابل تصور ہو'' وقیل:بلا علۃ جمع عظیم یقع العلم الشرعی، وھو غلبۃ الظن بخبرھم'' (در المختار مع رد المحتار۲؍۹۵)، اسی طرح ہدایہ میں ہے:''وإن لم تکن بالسماء علۃ لم تقبل الشھادۃ حتی یراہ جمع عظیم یقع العلم بخبرھم'' (ہدایہ جلد۱؍۱۹۶)۔

بعض فقہاء نے اس جمع عظیم کی تعداد مقرر کرنے کی سعی کی ہے،تاہم اس تعداد کی تعیین میں خاصا اختلاف ہے ، امام ابویوسفؒ سے منقول ہے کہ پچاس آدمی مراد ہیں، اور بعض نے کہا ہے کہ اہل محلہ میں سے اکثر مراد ہیں اور بعض نے فرمایا کہ ہر مسجد سے ایک دو آدمی ہوں تو جمع عظیم ہے ۔

ایک طرف خلف ابن ایوب ہیں کہ پانچ سو شاہدین کی تعداد کو بھی کم تصور کرتے ہیں ''خمس مائۃ ببلخ قلیل'' دوسری طرف حسن بن زیادؒ ہیں کہ خود امام ابو حنیفہؒ سے مطلع صاف ہونے کے باوجود دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کا کافی ہونا نقل کرتے ہیں اور ابن نجیم مصریؒ اپنے زمانہ میں لوگوں کی غفلت اور سستی پر نظر کرتے ہوئے اس رائے کو قابل عمل قرار دیتے ہیں ''وینبغی العمل علیھا فی زماننا؛ لأن الناس قد تکاسلوا عن ترآی الأھلۃ'' (رسائل ابن عابدین جلد۱)۔

مگر ظاہر الروایہ میں کو ئی عدد مذکور نہیں ہے اور اما م محمدؒ نے فرمایا کہ لوگوں کی تعداد جس پر جمع عظیم کا اطلاق ہوسکتا ہواما المسلمین کی رائے پر منحصر ہے یہی آخری قول کو اکثر احناف نے اختیار کیا ہے ۔

خبر مستفیض میں عدل کا معیار:

خبر مستفیض مینچاند دیکھنے والوں کے لیے موجودہ دور میں اتنا کافی ہے کہ وہ معاشرہ میں جھوٹا نہ ہو، صوم وصلاۃ کا پابند ہواور ان کی شہادت پر قاضی کو غلبہ ظن ہوکہ یہ سچ بول رہے ہیں،اوراتنی بڑی جماعت جھوٹ پر متفق نہیں ہوسکتی ہے تو اس میں عدالت شرط نہیں ہے ''ولا یشترط فیھم الإسلام ولا العدالۃ'' (شامی۲؍۳۸۸)، اسی طرح شامی اور فتاوی ہندیہ میں ہے:''فإن تحر ی القاضی الصدق فی شھادتہ تقبل، وإلا فلا''(رد المحتار۴؍۵۱۶) ''وإذا غلب علی الظن صدق الفاسق قبلت شھادتہ وحکم بھا''(الفتاوی الھندیہ ۱؍۱۰۱)۔

ضرورت کے موقعہ پر غیرعدل کی گواہی بھی قبول کی جاسکتی ہے اور ایسے مواقع میں صرف اتنا کافی ہے کہ گواہی دینے والا معاشرہ میں جھوٹا نہ سمجھا جاتا ہو مفتی شفیع صاحبؒ نے معین الحکام کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ:

''علامہ قرافی نے ''باب السیاست'' میں بیان کیا ہے کہ علماء نے اس کی تصریح کی ہے کہ جب شاہد عدل نہ ملیں تو ہم غیرعادل لوگوں میں سے جو دین کے اعتبار سے بہتر اور فسق میں کم ہو اس کی شہادت کو قائم کرینگے اور ایسا کرنا اس زمانہ کے قاضیوں

کے لئے لازم ہے، تاکہ لوگوں کے حقوق اور مصالح ضائع نہ ہو جائیں پھر فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ کوئی عالم فقیہ اس بات سے اختلاف کرے گا ۔

خلاصہ یہ ہے کہ ضرورت کے وقت پر فاسق کی شہادت بھی مقبول ہے جب کہ وہ جھوٹا نہ ہو اور معاشرہ میں سچا سمجھا جاتاہو اگر چہ اصطلاح شریعت میں وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو۔

مستور الحال کی خبر :

مستور الحال آدمی جس کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ یہ کیسا آدمی ہے اچھا یا برا اس کے متعلق عام طور پر فقہاء نے یہی لکھا ہے کہ اس کی خبر معتبر نہیں، لیکن ایک روایت میں امام حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہؒ سے نقل کیا ہے کہ مستور الحال کی خبر رمضان کے چاند میں مقبول ہے (البحر الرائق ۲،۲۶۶)، لہذا اس روایت کی بنا پر گنجائش ہے کہ مستور الحال کی خبر کو قبول کیا جائے۔

اسی طرح مستور الحال کی گواہی بھی خبر مستفیض کی صورت میں قبول کی جائے گی، اس لیے کہ لوگوں کی تعداد کی وجہ سے اس کے قو ل کی بھی تائید و تصدیق ہوجائے گی ''وتأویل قول الطحاوی عدلا کا ن أو غیر عدل أن یکون مستورا '' (ہدایہ۱،۱۹۵ کتاب الصوم)۔

۳۔ب : چاند دیکھنے والے کی گواہی شہادت یا خبر :

جہاں نظام قضاء موجود ہے وہاں قاضی کے پاس جاکر شہادت قائم کرنا ضروری ہے، فقہاء کی عام عبارات میں جو یہ لکھا گیا ہے کہ رمضان کے چاند کی صورت میں ایک عادل کی خبر مقبول ہوگی ان میں ظاہر یہی ہے کہ قاضی وحاکم قبول کرے گا ہدایہ میں ہے ''وقبل الإمام شهادة الواحد'' (ہدایہ۱،۱۹۵)۔

چاند دیکھنے والوں کے لیے قاضی کے پاس جا کر یا جہاں نظام قضاء نہ ہو وہاں کے مقامی علماء یا رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ دار کے پاس شہادت دینا ضروری و لازم ہے ہاں اگر دوسرے لوگ گواہی دینے والے ہوں اور رویت اس کے اوپر موقوف نہ ہو تو پھر ضروری نہیں اسی طرح اگر باپردہ عورت نے چاند دیکھا ہو اور رویت اس کی شہادت پر موقوف ہو تو اس پر بھی قاضی یا مجلس علماء میں حاضر ہو کر گواہی دینا لازم ہے جیسا کہ شامی میں ہے :

''ویجب علی الجاریۃ المخدرۃ أن تخرج فی لیلتها بلا إذن مولاها وتشهد در مختار (قولہ ویجب علی الجاریۃ المخدرۃ) أی التی لاتخالط الرجال،وکذا یجب علی الحرۃ أن تخرج بلا إذن زوجها،وکذا غیر المزوجۃ بالأولیٰ قال:والظاهر أن محل ذلک عند توقف إثبات الرویۃ علیها، وإلا فلا''(رد المحتار۲،۱۲۴، مبحث فی صوم یوم الشک)۔

اور جہاں نظام قضاء نہ ہو یا والی وحاکم نہ ہو وہاں عالم ثقہ یا کمیٹی اس کی قائم

مقام ہوگی ''والعالم الثقۃ فی بلدۃ لا حاکم فیھا قائم مقامہ'' (عمدۃ الرعایۃ ۱،۲۴۶)۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ رقم طراز ہیں کہ جن ملکوں میں اسلامی حکومت نہیں ہے یا ہے، مگر باقاعدہ شرعی قاضی مقرر نہیں ہیں وہاں شہر کے عام دیندار مسلمان جس عالم یا جماعت پر مسائل دینیہ میں اعتماد کرتے ہوں اس شخص یا جماعت کو قاضی کے قائم مقام سمجھا جائے گا اور رویت ہلا ل میں اس کا فیصلہ واجب التعمیل ہوگا (رویت ہلال ص،۳۹)۔

چاند دیکھنے والوں کا بیان شہادت یا خبر:

مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں رمضان کی ابتداء کے لیے ایک معتبرآدمی کی خبر کافی ہے اور عید الفطر کے لئے دو معتبر آدمیوں کی شہادت ضروری ہے،لیکن اس صورت میں گواہوں کے معتبر ہونے یا نہ ہونے کا مدار قاضی اور رویت ہلال کمیٹی کے اطمینان ہی پر ہے، جیسا کہ علامہ شامی فرماتے ہیں: ''فإن تحر ی القاضی الصدق فی شھادتہ تقبل وإلا فلا'' (ردا لمحتار۴،۵۱۶)۔ طرابلسیؒ نے بھی امام قرافیؒ سے نقل کیا ہے ''وإذا غلب علی الظن صدق الفاسق قبلت شھادتہ وحکم بھا ''(الفتاوی الھندیۃ جلد۱،۱۰۱)۔

اگر مطلع ابر آلود نہ ہو تو شوال اور رمضان دونوں کے چاند میں ''خبر'' مطلوب ہے ،مگر ضروری ہے کہ وہ خبر ''مستفیض'' ہو اسی طرح مطلع ابر آلود ہو اور رمضان المبارک کے چاند کا مسئلہ ہو تو اس صورت میں بھی خبر مطلوب ہے ،بخلاف اس صورت میں کہ جب کہ مطلع ابر آلود ہو اور مسئلہ عید یا بقرعید کے چاند کا ہو کہ اس صورت میں گواہی مطلوب ہے اس پر علامہ شامیؒ نے بہت بہتر طریقہ پر روشنی ڈالی ہے جس کا ما حصل یہ ہے کہ عید الفطر کے چاند سے چوں کہ لوگوں کا نفع متعلق ہے، اس لئے وہ معاملات کے درجہ میں ہے۔

''وشرط ھلال الفطر مع علۃ فی السماء شروط الشھادۃ؛ لأنہ تعلق بہ نفع العباد، وھو الفطر فأشبہ سائر حقوقھم فاشترط لہ ما اشترط لھا من العدد والعدالۃ والحریۃ وعدم الحد فی قذف، وإن تاب ولفظ الشھادۃ والدعوی علی خلاف فیہ'' (تنبیہ الغافل والوسنان علی احکام ھلال رمضان،۲۳۴)۔

۳.ج : چانددیکھنے والے کی فوری شہادت:

اگر کوئی شخص شہادت عند القاضی میں تاخیر کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس کے متعلق فقہاء کرام نے لکھاہے کہ شہادت دینے میں تاخیر کرنا بعض صورتوں میں فسق کا سبب ہے جس سے شہادت مردود ہو جاتی ہے ، ''الاشباہ والنظائر'' میں ہے: ''شاھد الحسبۃ إذا أخر شھادتہ بغیر عذر لا یقبل لفسقہ'' (الاشباہ والنظائر۲،۳۲۴)۔

البتہ تقریرات رافعی میں ہے فسق کی وجہ سے شہادت جب مردود ہوگی جب کہ شاہد کو اس کا علم ہو کہ تاخیر کی وجہ سے شہادت مردود ہو جاتی ہے:''یشترط لفسقہ

بالتأخیر بعد العلم بالحرمۃ من غیر عذر ظاھر تعینہ لأداء الشھادۃ'' (تقریرات الرافعی علی رد المحتار، ۲۰۶)۔

اس سے معلوم ہوا کہ تاخیر سے شہادت اس وقت مردود ہوتی ہے جب کہ تین شرطیں پائی جائیں :

(۱)ایک یہ کہ یہ تاخیر بلا عذر ہو۔

(۲)دوسرے یہ کہ تاخیر کی حرمت کا علم ہو۔

(۳)تیسرے یہ کہ اس کے علاوہ کوئی اور اداء شہادت کے لیے موجود نہ ہو۔

پھر یہاں علماء میں ایک اختلاف یہ بھی ہے کہ شہادت میں تاخیر سے اس کا غیر مقبول ہونا ہر قسم کی شہادت کے بارے میں ہے یا خاص حرمۃ فروج کے سلسلہ میں ہے علامہ حموی ؒ نے ہر قسم کی شہادت میں تاخیر کو موجب فسق قرار دئے جانے کی تائید کی ہے۔

لہذا بلاعذر شہادت دینے میں تاخیر کریں تو مذکورہ شرائط کے پائے جانے کی صورت میں چاند کے معاملہ میں بھی شہادت رد کر دینا مناسب اور قرین قیاس ہے ،کیونکہ جب معاملہ رمضان و عید کا ہوتا ہے تو اس کی اہمیت سب کو معلوم ہوتی ہے پھر بھی شہادت میں تاخیر ضرور موجب فسق ہو نا چاہئے ۔

رہا یہ مسئلہ کہ کتنی تاخیر واجب رد ہوگی تو حموی ؒ نے قنیہ کے حوالے سے اس میں اختلاف کا ذکر کیا ہے ،پھر بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ مدار اس پر ہے کہ قاضی کے پاس حاضر ہو کر شہادت دینے پر قدرت ہو ،یعنی اتنی تاخیرکرنا جو قاضی کے پاس حاضر ہو نے کے لئے درکار ہے وہ موجب فسق نہیں ہے اور اس سے زائد تاخیر موجب فسق و رد ہوگی ان کے الفاظ یہ ہیں ''قال بعض الفضلاء :بل المدار علی التمکن من الشھادۃ عند القاضی''(حموی علی الاشباہ۲،۳۲۴)۔

اس لیے شہادت دینے میں اس قد ر تاخیر کیا کہ قاضی کے پاس حاضر ہونے میں اس قدر وقت کی ضرورت نہیں تھی تو اس شخص کی شہادت موجب فسق ہوگی اور مردود قراردی جائے گی اور اگر تاخیر اس قدر ہوئی ہے کہ اس قدروقت کی ضرورت تھی، تاکہ قاضی کے پاس آسکے تو یہ تاخیر موجب فسق نہ ہوگی اور قبول کر لی جائے گی ۔

۴.الف : مقامی قاضی کے اعلان کا حکم:

صوبہ بہار واڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضاء موجود ہے اگر وہاں کا قاضی چاند کا ثبوت ملنے کے بعد اعلان کرتا ہے تو اس حلقہ قضاء کے تمام مسلمانوں کے لئے اس اعلان پر عمل ضروری و لازم ہوگا۔

''ہندیہ'' میں ہے :

''إذا قلد السلطان رجلا قضاء یوم یجوز ویتأقت وإذا قیدہ بالمکان یجوز، ویقید بذلک

المکان'' (فتاوی ہندیہ ۳۸۵،۳)، اگر سلطان نے کسی شخص کو ایک دن کے لئے قضاء کا عہدہ سونپا تو یہ جائز ہے اور وہ ایک دن سے موقت ہوگا اور اگر سلطان نے اس کو کسی جگہ کے ساتھ مقید کیا تو یہ بھی جائز ہے اوراسی مکان وجگہ کے ساتھ مقید ہوگا ۔

اس سے معلوم ہوا کہ قاضی کا عہدہ زمانے سے بھی مقید ہوسکتا ہے اور جگہ کے ساتھ بھی مقید ہوسکتا ہے، لہذا جس قدر اختیار ہو اسی کے دائرہ تک اس کا فیصلہ نافذ ہوگا اور اس دائرے کے باہر اس کی حیثیت قاضی کی نہ ہوگی، لہذا اس کا حکم وفیصلہ بھی نافذ نہ ہوگا، اس سلسلہ میں فقہاء کرام کا بیان بہت واضح ہے ،علامہ ابن الہمام وعلامہ شامیؒ فرماتے ہیں : ''والقاضی لو أخبر قاضی البلد الآخر بأنہ ثبت عندہ بینۃ قبلھا حق فلان الکائن فی بلد القاضی الآخر لم یجز العمل بہ؛ لأن أخبار القاضی لا یثبت حجۃ فی غیر محل ولایتہ'' (فتح القدیر ۳۸۲،۶)۔

اس سے یہ بات صاف ہوگئی کہ قاضی کا حکم و فیصلہ اس کے حدود اختیار ہی میں واجب العمل اور نافذ العمل ہوتا ہے اس کے باہر وہ حجت نہیں ہوتا ہے ۔

۴.ب : قاضی کے اعلان کا حکم:

قاضی صاحب کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویزن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتا ہے تو یہ اعلان اس کے حدود قضاء کے لیے اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا اس لیے جب قاضی امام المسلمین کی جانب سے ولایت قضاء پر فائز ہوا ہے تو اس کی جانب سے اس کا بھی مجاز ہے کہ وہ اپنے حدود قضاء میں رویت کا اعلان کرے ،لہذا اس کا اعلان اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا ۔

جہاں اسلامی سلطنت ہی نہ ہو وہاں کے لوگوں کے لئے مسلمانوں کا منتخب قاضی بھی سلطان کے حکم میں ہوتا ہے لہذا اس کا اعلان بھی اعلان سلطان کے درجے میں مانا جائے گا،کیونکہ جہاں سلطان نہ ہو وہاں کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ علماء کی جانب رجوع کریں اور ایسی جگہوں پر متدین وثقہ عالم حاکم و سلطان کے حکم میں ہوتا ہے (عمدۃ الرعایہ ۲۲۶،۲)۔

۴.ج: صوبہ کے قاضی اور کمیٹی کے اعلان کا درجہ:

ہندوستان اور اس جیسے ملک میں جہاں اسلامی حکومت نہیں ہے اگر ایک صوبہ کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رویت ہلال کا اعلان کیا تو یہ صرف اسی صوبے کے مسلمانوں کے لیے واجب العمل ہوگا اور دوسرے علاقے کے مسلمانوں کے حق میں اس کا درجہ محض ایک خبر کا ہوگا ''قال ابن الماجشون:لا یلزمھم بالشھادۃ إلا أھل البلد الذی تثبت فیہ الشھادۃ، إلا أن یثبت عند الإمام الأعظم فیلزم الناس کلھم؛ لأن البلد فی حقہ کالبلد الواحد إذ حکمہ نافذ فی الجمیع'' (فتح الباری ۱۲۳،۴)۔

لہذا دوسرے علاقوں کے مسلمانوں پر اس کی تعمیل واجب نہ ہوگی ،بلکہ وہ محض

ایک خبر ہے جس پر کوئی اعتماد کرے تو عمل کرسکتا ہے، ورنہ نہیں۔

۴.د : رویت کا اعلان غیر مسلم کی طرف سے :

ریڈیو پر رویت ہلال کا اعلان کرنے والا مسلمان ہونا ضروری ہے ،اگرچہ کہ ریڈیو کو اس کا پابند کیا جائے کہ وہ ازخود چاند کا اعلان نشر نہ کرے، بلکہ علماء کے فیصلہ ہی کو ان ہی کے حوالے سے نشر کرے اور وہ اس کی پابندی بھی کرے کہ علمائے کی طرف سے جن الفاظ میں فیصلہ دیا گیا ہے ،بلا ردو بدل اس کو نشر کرے ،تب بھی کسی غیر مسلم کا اعلان کافی نہ ہوگا کیوں کہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ دیانات میں کافر کے قول کا اعتبار نہیں چنانچہ لکھتے ہیں :

''لا یقبل قول الکافر فی الدیانات'' اسی طرح دیگر کتب میں بھی لکھا ہے لہذا کافر کا اعلان معتبر نہیں ہوگا (عصر حاضر میں رویت ہلال ص،۴۰)۔

البتہ اس سلسلہ میں راقم الحروف کی رائے یہ ہے کہ اعلان کرنے والا کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے ہاں اعلان کروانے والے کی طرف سے جانا پہچانا بندہ ہو اسی طرح جو اعلان کروا رہا ہے وہ وہ باشرع ہو،کیوں کہ اعلان میں ناشر کے الفاظ وآواز کی شرط نہیں ہے ۔ دیکھئے فتاوی قاسمیہ ۴۴۷،۱۱

دوشرطوں کے ساتھ یہ خبر و اعلان معتبر ہوگا ۔

(۱) ذمہ دار کی طرف سے جانا پہچانا نمائندہ ہو۔

(۲) اعلان کرانے والا باشرع ہو ۔

اعلان میں ناشر کے الفاظ وآواز شرط نہیں ہے جب کہ یہ یقین ہو جائے کہ فلاں ذمہ دار کی طرف سے یہ اعلان ہے بصورت دیگر اعلان افطار معتبر نہ ہوگا نیز اعلان کرنے والے کا باشرع یا مسلمان ہو نا شرط نہیں ہے (فتاوی قاسمیہ ۴۴۷،۱۱)۔

اسی طرح ''فتاوی محمودیہ'' میں ہے :

اعلان کرنے والا ریڈیو پر اگر چہ غیر مسلم ہو لیکن جب اس کا پورا اعتماد ہے کہ رویت ہلال کمیٹی کے صدر صاحب نے اس کو یہ تحریر دی ہے جس کا اس نے ان کی طرف سے اعلان کیا ہے تو یہ اعلان معتبر ہے جیسے کہ سرکاری حکم ،اعلان کوئی بہت چھوٹا آدمی بذریعہ منادی کرتا ہے اور یہ اطمینان ہوتا ہے کہ وہ اپنی طرف سے یہ اعلان نہیں کر رہا ہے بلکہ سرکاری تحریر کا اعلان کر رہا ہے تو اس کے اعلان کا اعتبار کر لیا جاتا ہے (فتاوی محمدویہ۸۳،۱۰، ریڈیو کا علان)۔

''فتاوی عالمگیری'' میں ہے :''خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان أو فاسقا'' (ہندیہ ۳۰۹،۵)۔

۵.الف: جہاں چاند۲۹ کو نظر نہیں آتا ایسے علاقہ کا حکم:

جن علاقوں میں بالعموم مطلع ابر آلود رہتا ہے اور بہت کم چاند کی رویت ۲۹ ،تاریخ

کو ممکن ہوتی ہے ،ایسی جگہوں پر ہمیشہ ۳۰ ؍دن کا مہینہ شمار کرکے ر مضان وعیدین کا فیصلہ کرنا صحیح نہیں،بلکہ ایسے علاقوں میں ان کے قریب کے علاقوں کی رویت کا اعتبار ہوگا، جبکہ مطلع دونوں کا ایک ہو ،ہمیشہ تیس دن کا اعبتار کرنا اور اس کے قرب وجوار کے متحد المطلع علاقوں کی رویت کا اعتبار نہ کرنا صحیح نہیں جیسا کہ ''المحیط البرھانی فی الفقہ النعمانی'' میں ہے:

''وفی القدوری :إذا کان بین البلدتین تفاوتاو لا تختلف المطالع لزم حکم إحدی البلدتین حکم البلدۃ الأخری، فأما إذاکان تفاوتا تختلف المطالع لم یلزم إحدی البلدتین حکم البلدۃ الأخری''(المحیط البرھانی فی الفقہ النعمانی۲؍۳۷۹، کتاب الصوم الفصل الثانی فیما یتعلق برویۃ الھلال)۔

''فتاوی محمودیہ'' میں ہے مہینوں کا تعین جنتری اور قریبی مقامات کی تحقیق سے ہوسکتا ہے جہاں چاند نظر آتا ہے (فتاوی محمودیہ ۱۰؍۱۲۴)۔

''نظام الفتاوی '' میں ہے :

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے ملک میں بھی دنیا کے ہر گوشے سے ریڈیو کے اعلانات برابر آتے ہوں گے ،بس آپ کے وہاں کی ۲۹ تاریخ کو ان مذکورہ بالا ضابطوں کے مطابق مذکورہ بالا الفاظ میں دنیا کے جس خطہ سے ریڈ یو پر یہ اعلان آجائے کہ شرعی ثبوت سے رویت ہلال ثابت ہونے کی بنیاد پر اعلان کیا جاتا ہے تو ان اعلانوں کے مطابق بلا تردد عمل کر لیا جائے ،البتہ یہ شق رہ گئی کہ دنیا کے کسی ایک خطہ میں ۲۹ تاریخ کو کبھی چاند نظر ہی نہیںآتا ہو وہاں کا مطلع ہمیشہ ناصاف ہی رہتا ہو تو وہاں ۲۹ تاریخ کا تعین کس طرح کریں گے پھر اس اعلان شرعی پر عمل کس طرح ممکن ہوگا ؟

اس کا حل یہ ہے کہ ۲۹ شعبان یا ۲۹ رمضان کو جس ملک کے ریڈیو سے مذکورہ بالا شرعی اصول وضوابط کے مطابق اعلان ہوتا ہو اس ملک کے ریڈیو سے اعلان کی تلاش ہر ماہ میں جاری رکھیں اور جس تاریخ کا وہ اعلان کریں ،وہی تاریخ اپنے یہاں متعین رکھیں تو ۲۹ شعبان خود بخود متعین ہوتے رہے گی اور عمل کرنا آسانی سے ہوتا رہے گا ،۲۹ شعبان کو شرعی ضابطہ کے مطابق چاند ہو جانے کا اعلان ہو جائے تو روزہ رکھنا شروع کردیں ،ورنہ ۳۰ دن پورے کر کے روزے رکھنا شروع کریں پھر ۲۹ رمضان کو اگر چاند ہو نے کا اعلان شرعی مذکورہ ضابطہ کے مطابق آجائے تو عید منالیں (نظام الفتاوی، کتاب الصوم،عنوان محض سائنسی یا حسابی تخمینے کی بنیاد پر رویت ہلال کا حکم لگانا درست نہیں ۱؍۱۳۱)۔

۵.ب : مذکورہ جگہوں پرماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد:

مذکورہ جگہوں پر چاند کی رویت کے لیے متحد المطلع پڑوسی ممالک کی رویت کا اعتبار کیا جائے گا اوراس سلسلہ میں ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد نہیں کیا جائے گا،

اس لیے کہ رمضان وعید کا مدار رویت ہلال پر ہے نہ کہ وجود ہلال پر اور فلکیات والے وجود ہلال پر تاریخ کی تبدیلی کا فیصلہ کرتے ہیں لہذا ان کے قول کا اعتبار نہ ہوگا۔

۵.ج: ریڈیو کے اعلان پر اعلان:

ملک کے چند شہروں یا صوبوں کی رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کی طرف سے رویت کے ثبوت کا فیصلہ ہوجانے پر ان جگہوں کے ریڈیو اسٹیشن ان کی طرف سے رویت کا جو اعلان کرتے ہیں ،دوسرے علاقوں کے ذمہ داران کس حد تک ان اعلانات پر اعتماد کر سکتے ہیں؟ کیا ان اعلانات کی بنیاد پر وہ رویت کا ثبوت مان کر اپنے علاقوں میں اعلان کرسکتے ہیں اور اس کے لیے کیا کم از کم تین جگہوں کا اعلان درکار ہوگا؟

اس کے لیے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب: ودیگر علماء نے جو تجویز رکھی ہے وہ بہتر ہے ،آپ نے ''جواہر الفقہ'' میں لکھا ہے کہ:

''حکومت ہر بڑے شہر میں ذیلی کمیٹیاں قائم کرے ،ان میں سے ہر ایک میں کچھ ایسے مستند علماء کو ضرور لیا جائے جو شرعی ضابطہ شہادت کا تجربہ رکھتے ہوں اور ہر ذیلی کمیٹی کا کام صرف شہادت مہیا کر نانہ ہو، بلکہ اس کا فیصلہ کرنے کا اختیار دیا جائے یہ ذیلی کمیٹی اگر باقاعدہ شہادتیں لے کر کوئی فیصلہ کردیتی ہے تو فیصلہ تو شہادت کی بنیاد پر ہوچکا اب صرف اعلان کا کام باقی ہے اس کیلئے شہادت ضروری نہیں بلکہ ذیلی کمیٹی کا کوئی ذمہ دار مرکزی کمیٹی کو ٹیلی فون پر محتاط طور پر جس میں کسی کی مداخلت کا خطرہ نہ رہے ،ذیلی کمیٹی کے اس فیصلہ کی اطلاع دے دے اور مرکزی کمیٹی اس صورت میں اس کو اپنا فیصلہ کہہ کر نہیں، بلکہ ذیلی کمیٹی کا فیصلہ بتلا کر اس طرح نشر کرے کہ مرکزی کمیٹی کے سامنے کوئی شہادت نہیں آئی، بلکہ فلاں ذیلی کمیٹی نے جس میں فلاں فلاں علماء شریک ہیں شہادت کی بنیاد پر یہ فیصلہ کیا ہے ہم اس فیصلہ پر اعتماد کر کے اعلان کر رہے ہیں (جواہر الفقہ ۱،۴۰۲-۴۰۳)۔

اس تجویز میں حکومت کا ذکر ہے، لیکن اگر اسلامی حکومت نہ ہو جیسے ہندوستان تو وہاں علماء بھی ہر شہر میں کمیٹیاں قائم کر کے ایک کو مرکز بنا سکتے ہیں اور کسی بھی ذیلی کمیٹی کے فیصلہ کاا علان ملک بھر کے لیے وہ کرسکتے ہیں ،لیکن صرف ریڈیو اسٹیشن کے اعلان پر جب کہ اس کی منظم صورت نہ ہو ،دوسری جگہوں کی کمیٹیاں فیصلہ نہ کریں، بلکہ اور ذرائع ابلاغ سے تحقیق کر کے فیصلہ کریں جس کی صورت اوپر لکھی گئی ہے۔

ہاں البتہ مختلف ریڈیو اسٹیشن کسی جگہ کے بارے میں چاند ہونے کی خبر دیں اور استفاضہ کی صورت ہو جائے تو اس پر اعتماد کرنا درست ہے اور اس پر فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

رہی یہ بات کہ کتنی جگہوں کا اعلان درکار ہوگا تین جگہ کا یا اس سے زائد تو اس

میں صحیح بات یہ ہے کہ جس قدر اعلانات پر کمیٹی کو وہاں چاند ہوجانے کا اطمیان و یقن ہو جائے اس قدر ضروری ہے ۔

''بعض فقہاء نے پچاس اور بعض نے کم وبیش کا عدد متعین کیا ہے اور صحیح یہ کہ تعداد کوئی متعین نہیں ،قاضی یا ہلال کمیٹی کے اعتماد پر مدار ہے ،بعض اوقات سو آدمیوں کی خبر بھی کم ہے اور بعض اوقات دس بیس کی خبر سے ایسا یقین کامل حاصل ہوجاتا ہے'' (رویت ہلال، ۴۳)۔

یہاں ایک بات یہ بھی ضروری طور پر نوٹ کرلینے کی ہے کہ استفاضہ کی صورت جس کا ذکر اوپر آیا ہے اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ مختلف جگہ کے ریڈیو اسٹیشن اپنے اپنے علاقوں کے قاضیوں یا کمیٹیوں کا فیصلہ سنائیں اور اگر ایک ا سٹیشن سے بہت سے شہروں کے بارے میں چاند کی خبریں سن لیا تو استفاضہ کے خبر کے لیے کافی نہیں ہے۔

یاد رہے کہ کسی ایک ریڈیو سے بہت سے شہروں کی خبر سن لینا استفاضہ خبر کے لئے کافی نہیں بلکہ استفاضہ خبر جب سمجھا جائے جب دس بیس جگہوں کے ریڈیو اپنے اپنے مقامات کے قاضیوں یا ہلال کمیٹی کا فیصلہ نشر کریں (رویت ہلال،۴۳)۔

۵ .د: رویت نہیں ہونے پر پڑوسی صوبے کی رویت کا اعتبار :

جس صوبے میں رویت کا ثبوت نہیں ہوتا اور اس صوبے سے متصل یا ملک کے مختلف صوبوں سے باوثوق ذرائع کے ساتھ رویت کی خبر ملتی ہے اور دونوں کا مطلع ایک ہو تو علماء وہاں کی رویت کا اعتبار کر سکتے ہیں، جیسا کہ مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنو کا فیصلہ حسب ذیل ہے :

تار، خط، ٹیلی فون کی خبر معتبر نہیں ہے ہاں اگرخصوصی انتظام کے تحت متعدد جگہوں سے متعدد تار یاٹیلی فون اورخطوط آئیں اور علماء کہیں کہ ان سے ظن غالب پیدا ہوتا ہے تو اس بنیاد پر علماء کا فیصلہ قابل قبول ہوگا (جدید فقہی مسائل ۲،۲۴)۔

''وفی القدوری :إذا کان بین البلدتین تفاوتاو لا تختلف المطالع لزم حکم إحدی البلدتین حکم البلدۃ الأخری،فأما إذاکان تفاوتا تختلف المطالع لم یلزم إحدی البلدتین حکم البلدۃ الأخری'' (المحیط البرھانی فی الفقہ النعمانی۲،۳۷۹، کتاب الصوم الفصل الثانی فیما یتعلق برویۃ الھلال)۔

۶.الف: رویت عامہ ورویت مطلقہ کے نہ ہونے کی صورت میں اعلان کی ذمہ داری کس پر:

اسلام کے اجتماعی نظام میں عبادات میں بھی اجتماعیت ،وحدت اور مرکزیت کو باقی رکھنے کی غرض سے اسلامی حکومت کا خاص کردار رکھا گیا ہے ،امام المسلمین یا اس کے نائب کو امامت کا سب سے زیادہ حق دار قرار دیا گیا ،زکوۃ کے لئے اس بات کو ضروری کہا گیا کہ وہ حکومت کے بیت المال میں جمع کی جائے ،حج بھی حکومت کے

مقرر امیر الحج کے ساتھ انجام دیا جانا چاہئے ،خود حضورﷺ نے ۹ھ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کو حج کا امیر مقرر فرمایا ،عید اور رمضان المبارک میں چاند کی تحقیق اور اس کا اعلان نیز عیدین کا قیام اور اہتمام بھی اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے اور امیر ہی کی طرف سے ملنے والی ولایت کے تحت قاضی بھی ان فرائض کو انجام دیتا ہے، امیر ایسا بھی کرسکتا ہے کہ کسی جماعت یا کمیٹی کو کسی مسئلہ کا فیصلہ کرنے کا مجاز بنا دے۔

ہندوستان جیسے ممالک میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں تین صورتیں ہیں :

(۱) اول یہ کہ مسلمان بطور خود کسی امیر کا انتخاب کریں یا باہمی رضامندی سے قاضی مقرر کرلیں اور وہ ان امور کو طے کرے ۔

(۲) ایسا نہ ہو سکے تو اجتماعی طور پر رویت ہلال کمیٹی بنائی جائے جس میں علماء فقہ ضرور ہوں اور انہیں کا فیصلہ تسلیم کیا جائے ۔

(۳) دیہات وغیرہ جہاں ایسی کمیٹیوں کا بھی بنا یا جانا ممکن نہ ہو وہاں موجود علماء خود فیصلہ کریں بقول مولانا عبد الحی لکھنویؒ ''العالم الثقۃ فی بلدۃ لا حاکم فیھا قائم مقامہ'' (عمد ہ الرعایہ علی شرح الوقایہ۱،۳۰۹)۔

اس وضاحت سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ رویت عامہ کی صورت میں اکثر آدمی چاند دیکھیں گے تو اعلان کی ضرورت نہیں ہوگی؛ البتہ عام رویت نہ ہونے یا مطلق رویت نہ ہونے کی صورت میں جب کہ قریبی مقامات میں رویت ہوئی ہو تو اعلان کا حق جہاں اسلامی مملکت ہے وہاں بادشاہ، قاضی یا امیر کی طرف سے مقرر کر دہ افراد یا کمیٹی ،کو ہوگا اگر حکومت نہ ہوتو مسلمانوں کی طرف سے مقرر کردہ امیر ،امیر کی طرف سے مقرر کردہ قاضی یا کمیٹی کو ہو گا اگر یہ صورت بھی نہ ہوتو مقامی ثقہ عالم کو یہ حق ہوگا کہ وہ چاند کی رویت کا اعلان کرے ۔

۶.ب : رویت کے اعلان کا ذمہ دار عالم یا مفتی یا کوئی اور:

ابھی یہ بات آئی کہ اعلان کا حق اسلامی حکومت ،امیر ،قاضی یا ان کی طرف سے مقررکردہ کمیٹی کو ہے اگر کچھ نہ ہوتو ثقہ عالم کو ہے اس سے یہ ثابت ہو تا ہے کہ ہر عالم اور مفتی اعلان کامجاز نہیں ہے، بلکہ اس مسئلہ مینجن کی طرف لوگونکا رجوع ہو، خواہ انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پروہی اس کے مجاز ہیں جب کہ وہ اس کے اہل بھی ہوں،اور شرعی ضابطہ کا لحاظ بھی رکھتے ہوں۔

۶.ج: غیر مجاز لوگوں کے اعلان کا اعتبار:

جہاں رویت کے فیصلہ واعلان کا کوئی نظام موجود ہے ،وہاں اس سے الگ ہٹ کر اگر کوئی اعلان کیا جائے خواہ کسی فرد کی طرف سے ہو یا ادارہ کی طرف سے تو اس کا شرعا اعتبار نہیں ہوگا اور اس کے اعلان پر روزہ رکھنا یا عید منانا درست نہیں ہوگا۔

ابن الھمام نے صراحت کی ہے :

''وإنما يقبلہ المكتوب إليہ إذا كان الكاتب على القضاء حتى لو مات أو عزل أولم يبق أهلا للقضاء قبل وصول الكتاب لا يقبلہ، لأنہ التحق بواحد من الرعايا، ولهذا لا يقبل إخبارہ قاضيا آخر فى غير عملہ أو فى غير عملهما ---قال ابن الهمام (ولهذا لا يقبل اخبارہ قاضيا آخر) غير المكتوب إليہ (فى غيرعملہ أو غير عملهما) ولو كان على قضائہ؛ لأنہ بالنسبۃ إلى العمل الآخر كواحد من الرعايا غير أن الكتاب خص من ذلک بالإجماع''(فتح القدير ٣٨٩،٦، كتاب ادب القاضى، باب كتاب القاضى الى القاضى)۔

جدید فقہی مسائل میں ہے ''یہ تو ان خبروں کی بابت ہے جو شرعی ذمہ داروں کی طرف منسوب ہوں وہ خبریں جو مبہم انداز پر ہوں مثلا فلاں مقام پر چاند دیکھا گیا،اس کا کوئی اعتبار نہیں ''(جدید فقہی مسائل جلد٢،٢٣)۔

٦۔د : غیر مجاز لوگوں کے اعلان پر عمل کا اثر:

غیر مجاز لوگوں کی طرف سے اعلان کی صورت میں روزہ رکھنے والوں کا حکم یہ ہے کہ ان کا روزہ بحکم صوم مظنون ہے ، لیکن اگر ان کا اعلان غلط ثابت ہو جائے تو بحکم یوشک ہو جائے گا، لہذا عدم ثبوت رمضان کے بعداس روزہ کو بنیت رمضان باقی رکھنا مکروہ تحریمی ہوگا اگر رمضان کی نیت کر لی تو اس روزہ کا نقض واجب ہے اور نفل ورمضان میں متردد نیت سے باقی رکھنا مکروہ تنزیہی ہوگا اس کے نقض سے قضاء واجب ہے (احسن الفتاوی ٤٣٥،٤ ،ثبوت رمضابن کی غلط فہمی سے روزہ)۔

اس سے پتہ لگا کہ غیر مجاز لوگوں کی طرف سے اعلان کی صورت میں روزہ نہ رکھنے والوں پر کوئی گناہ نہیں ہے اور جس نے روزہ رکھ کر توڑدیا تو عدم ثبوت رمضان کے بعد روزہ توڑنا واجب تھا، اس لیے اس پر نہ قضاء ہوگا اور نہ کفارہ ،اگر رمضان اور نفل کی نیت سے روزہ رکھا اور توڑدیا تو صرف روزہ کی قضاء لازم ہوگی ۔

٧ ۔ الف: ایک شہر میں ایک سے زائد رویت ہلال کمیٹی کا حکم اور ان کا فرض:

سب سے پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ یہ کمیٹیاں عوام نے اپنی دینی ضرورت پوری کرنے کے لیے قائم کی ہے ،یا عوام کی بے توجہی کی وجہ سے علماء نے اپنی ذمہ داری سمجھ کر قائم کی ہے ،دونوں ہی صورتوں میں کام کرنے کا مقصد کیا طے ہوا ہے ؟اس کے اعتبار سے فیصلوں کے اثرات ان کے متعینہ حدود میں مرتب ہوں گے،کیونکہ مذکورہ مسائل کتاب القضاء کی روشنی میں ہی حل کیے جائیں گے ۔

اس لیے کہ اگر اسلامی حکومت ہوتی توقاضی متعین ہوتے ،اور ہلال کمیٹی کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی ،نیز غیر اسلامی حکومت بھی عہدہ قضاء کی ذمہ داری سپرد کرتی ،تو بھی اس طرح کے مذکور مسائل کھڑے نہ ہوتے ،معلوم ہوا کہ کمیٹی کی ضرورت نظام قضاء کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے ،اس لیے یہ کمیٹیاں نظام قضاء کی قائم مقام ہوں گی ،ضرورت کے پیش نظر ایک عالم دین بھی قضاء کے قائم مقام بن جائے گا ۔

قضاء کے متعلق جو اصول ہیں اسی کے مطابق ہلال کمیٹی کے مسائل بھی حل کیے جائینگے، قاضی کبھی صرف ایک شہر کے لیے ہوتا ہے، کبھی تحصیل کے لیے کبھی ضلع کے لیے اور کبھی قصبہ کے لیے اسی کے اعتبار سے ہلال کمیٹی کی حدود طے ہونگی، جب کسی قاضی کو کسی جگہ کے لیے خاص کردیا جائے تو اس کی قضاء اسی دائرے تک محدود رہے گی اور اس دائرے سے باہر حکم نہیں بل کہ خبر شمار ہوگی جسے بہ طور حکم دوسرے دائرے میں قبول نہیں کیا جائے گا اور نہ نافذ۔

''إذا قلد السلطان رجلا قضاء بلدة، كذا لا يصير قاضيا فی سواد تلك البلدة مالم يقلد قضاء البلدة ونواحيها،وهذا الجواب إنما يستقيم على رواية النوادر؛ لأن على رواية النوادر المصر ليس بشرط لنفاذ القضاء وإذا قلد السلطان رجلا قضاء يوم يجوز ويتاقت، وإذا قيده بالمكان يجوز ويتقيد بذلك المكان، فعلى هذا لو قيد القاضی انابة نائبه فی مسجد معين لا يكون للنائب أن يقضی فی مسجد آخر كذا فی الملتقط'' (الفتاوی الهنديه٣،٣١٥)۔

کتب فقہ میں ہے کہ ایک قاضی پر دوسرے قاضی کی خبروں کو اس کی ولایت حدود کے باہر قبول کرنا لازم نہیں ہے۔

''وإنما يقبله المكتوب إليه إذا كان الكاتب على القضاء حتى لو مات أو عزل أولم يبق أهلا للقضاء قبل وصول الكتاب لا يقبله؛ لأنه التحق بواحد من الرعايا، ولهذا لا يقبل اخباره قاضيا آخر فی غير عمله أو فی غير عملهما ---قال ابن الهمام (ولهذا لا يقبل اخباره قاضيا آخر) غير المكتوب إليه (فی غيرعمله أو غير عملهما)ولو كان على قضائه لأنه بالنسبة إلى العمل الآخر كواحد من الرعايا غير أن الكتاب خص من ذلك بالإجماع''(فتح القدير ٦،٣٨٩،كتاب ادب القاضی،باب كتاب القاضی الی القاضی)۔

حدود قضاء کی طرح ہلال کمیٹی کو اپنی حد مقرر کرنی چاہئے، کیونکہ ہلال کمیٹی کے ممبر اپنی حد میں ذمہ دار ہیں،وہ اگر حد سے باہر اپنے فیصلے کی خبر دے ،تو وہ مقبول نہیں ہوگی اور اس کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کو افطار کا حکم نہیندیا جائے گا اور نہ ہی عید منانے کی اجازت ہوگی۔

لہذا چاند کمیٹی والوں کو چاہئے کہ مل کر اپنے حدود مقرر کریں اور اسی کے مطابق عوام کی رہنمائی کرکے اپنے وجود کو نافع بنا کر عوام کی خدمت کریں نیز اختلاف وانتشار سے امت کو بچائیں ۔

۷۔ ب: ہندوستان کے تمام علاقوں کو متحد رکھنے کی صورت:

ہندوستان کے تمام علاقوں کا مطلع ایک ہے اور پورے ملک کی سطح پر کام کرنے والا یا اعتماد رکھنے وا لا کوئی ادارہ موجود نہیں ہے ایسی صورت میں ملک کے مختلف اداروں کے درمیان اتفاق وارتباط کی ایسی کوشش جو باہمی اتفاق کے ساتھ ملکی پیمانے پر ایک فیصلہ واعلان سامنے آئے اور انتشار سے بچا جا سکے ،اس کا حل یہ ہے کہ

مسلمانوں کی تمام جماعتیں، مکاتب فکر، ادارے اور مسلمانوں میں بااثر شخصیتیں فروعی اختلاف سے پرے اٹھ کر جمع ہوں اور مر کزی سطح پر ایک رویت ہلال کمیٹی کی تشکیل دیں اور ہر ریاست میں اس کی شاخیں مقرر کریں ،پھر یہی کمیٹی رویت ہلال کا فیصلہ کرے اور ریڈیو سے اس کا اعلان ہو جائے اس طرح امت ایک بڑے اختلاف سے بچ سکے گی، اور خدا کی شریعت علماء کے باہمی تنافس سے ہونے والی بے آبروئی اور اس کی بناء پر خدا بیزار اور دین بیگانوں کے طعنہ و تشنیع سے محفوظ رہ سکے گی۔

مسلمانوں کی وحدت ،انتشار سے حفاظت ،دین و شریعت کی حرمت اور ہر طبقہ کے علماء اور ارباب حل وعقد کے وقار و اعتبار کی بر قراری کے لئے کبا رعلماء دین اور خادمین شریعت اتنی فراخ چشمی اور کشادہ قلبی کے لئے تو تیار ہی ہیں ۔

راقم الحروف کی رائے اس سلسلہ میں یہ ہے کہ اسلامک فقہ اکیڈمی اہل علم کی اس سلسلہ میں ایک کمیٹی بنائے جو اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے غور و خوض کرے اور آئندہ کے لیے لائحہ عمل تیار کرے ،اس کے لیے کچھ تجاویز بھی پاس ہوں جس کی بنیاد پر آئندہ کام ہوسکے اور راستہ ہموار ہو سکے ،اس کام کے لیے سب سے پہلے ہم لوگ موجودہ اجلاس سے پہل کریں اور دارلعلوم وقف دیوبند میں ایک آفس تجویز کیا جائے جہاں سے اس مشن کا آغاز ہو۔

۸ ۔ ۱الف: مطلع ابر آلود ہوتو علم فلکیات پر اعتماد کر کے اعلان کا حکم :

جن ملکوں میں عام طور پر آسمان ابر آلود نہیں رہتا ہے اور آنکھوں سے چاند کی رویت ہوجاتی ہے ،اگروہاں کبھی مطلع صاف نہ ہو اور کھلی آنکھوں چاند نہیں دیکھا جا سکے تو کیا ماہرین فلکیات کی رائے پر رویت کو قبول کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

فلکی حساب پر اعتماد کے سلسلہ میں فقہاء قدیم کے یہاں تین آرا پائی جاتی ہیں :

(۱) جمہور فقہاء اور مسالک اربعہ کے ائمہ (چند حضرات کے استثنا کے ساتھ) کی رائے یہ کہ رویت اگر ممکن ہو تو اس پر اعتماد واجب ہے ،بصورت دیگر مہینہ کو تیس دن کا ماننا ضروری ہوگا ،رمضان ،شوال اور ذی الحجہ سب میں یہی حکم ہوگا (بدائع الصنائع ۸۱،۲، شامی۹۰،۲ وغیرذلک)۔

مکہ مکرمہ کی اسلامی فقہ اکیڈمی نے ۱۴۰۱ ھ میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ فلکی حساب پر اعتماد نہیں کیا جائے گا ،اور چاند کی رویت کے مسئلے کو ہر علاقہ کے اصحاب فتوی کی رائے پر رکھا جائے ،بین الاقوامی اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلہ میں لکھا گیا ہے ''احادیث نبویہ اور سائنسی حقائق کے پیش نظر رویت پراعتماد واجب ہے، فلکی حساب وجدید آلات سے مدد لی جائے گی''۔

(۲) بعض فقہاء کی رائے ہے کہ رمضان ،شوال ،ذی الحجہ اور دیگر مہینوں میں رویت ہلال کے سلسلے میں فلکی حساب پر اعتما د کیا جاسکتا ہے ۔

(۳) بعض حضرات کا خیال ہے کہ رویت اور فلکی حساب دونوں پر اعتماد کیا جائے گا ،اور اگر فلکی حساب رویت کو قطعی طور پر نا ممکن قرار دے تو شہادت کو قبول کرنا جائز نہیں ہے ،بلکہ اس سبب سے اس کو مسترد کرنا واجب ہوگا ،اس رائے کو یوں بیان کیا جاتا ہے کہ فلکی حساب شہادت کو مسترد کرنے کے سلسلے میں معتبر ہے ،لیکن مہینہ کے آغاز کو ثابت کرنے کے لئے تنہا کافی نہیں ہے کہ اس کے لئے شرعی رویت ضروری ہے خواہ آنکھ سے ہو یا جدید وسائل کے ذریعہ ۔

اس رائے میں رویت کو واجب قرار دینے والے شرعی نصوص اور اس قطعی علم فلکیات دونوں کی رعایت کی گئی ہے جس کی رعایت بھی لازم ہے (یکساں عالمی ہجری کلینڈر بین الاسقوامی رویت ہلال کانفرنس ص۴۸)۔

فلکی حساب اور چاند کی رویت پر عالم اسلام میں اعتماد کرنے کا تناسب ذیل میں ملاحظہ ہو۔

اس حوالہ سے عالم اسلام مینتین گروہ پائے جاتے ہیں :

(۱) کچھ ممالک میں فلکی حساب کو رویت کا متبادل مانا جاتا ہے ،یہ ممالک ہیں: تیونس،الجزائر، ترکی، ملیشیا، برونائی، انڈونیشیا، ماضی میں لیبیا میں بھی اسی پر عمل تھا۔

(۲) مصر میں فلکی حساب کو صحیح شرعی رویت کے لئے ایک معاون کے طور پر مانا جاتا ہے ،متبادل کے طور پر نہیں۔

(۳) کچھ ممالک آنکھ یا دور بین کی مدد سے رویت کو ہی معتبر جانتے ہیں، اور فلکی حساب کو سرے سے مسترد کر دیتے ہیں ،یہ ممالک ہیں سعودی عرب ،عما ن کے علاوہ تمام خلیجی ممالک ،ہندوستان،بنگلہ دیش،اور مراکش (یکساں عالمی ہجری کلینڈر بین الاقوامی رویت ہلال کانفرنس ص۴۳)۔

۸.ب: مطلع ابر آلود رہنے والے ملکوں میں علم فلکیات پر اعتماد:

مذکورہ جگہوں پر چاند کی رویت کے لیے متحد المطلع پڑوسی ممالک کی رویت کا اعتبار کیا جائے گا اوراس سلسلہ میں ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، اس لیے کہ رمضان وعید کا مدار رویت ہلال پر ہے نہ کہ وجود ہلال پر اور فلکیات والے وجود ہلال پر تاریخ کی تبدیلی کا فیصلہ کرتے ہیں، لہذا ان کے قول کا اعتبار نہ ہوگا۔

’’فی القدوری :إذا کان بین البلدتین تفاوتاو لا تختلف المطالع لزم حکم إحدی البلدتین حکم البلدة الأخری،فأما إذاکان تفاوتا تختلف المطالع لم یلزم إحدی البلدتین حکم البلدة الأخری‘‘(المحیط البرهانی فی الفقه النعمانی ۳۷۹،۲، کتاب الصوم الفصل الثانی فیما یتعلق برویة الهلال)۔

۸ .ج: علم فلکیات کی بنیاد پر شہادت کو رد کرنے کا حکم :

اگر کسی تاریخ کے بارے میں ماہرین فلکیات کی رائے ہو کہ آج افق پر چاند قابل

رویت نہیں ،اور سائنسی اعتبار سے رویت ممکن ہی نہیں ہے ،تو اگر اس دن رویت کی شہادت دی جائے تو اس کو خلاف واقع سمجھ کر رد تو نہیں کیا جاسکتا ہے، بلکہ اس شہادت کو خوب تحقیق کے بعد قبول کیا جائے گا اگر تحقیق میں ذرا بھی شبہ ہوتو شہادت کو رد کر دیا جائے گا، البتہ خبر مستفیض کی شکل ہوتو شہادت کو رد نہیں کیا جائے گا :

دیکھئے انعام الباری دروس بخاری :

''اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر چاند کی ولادت ہی نہیں ہوئی اور دو آدمیوں نے آکر گواہی دے دی کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے ،تو آیا یہ شہادت معتبر ہو گی یا نہیں ؟

تو سعودی عرب علماء کا کہنا یہ ہے کہ ولادت ہلال نہ ہونے کے باوجودچوں کہ ہمیں شہادت کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے ،لہذا ہم شہادت پر عمل کرتے ہیں ،چاہے حساب کی رو سے اس وقت چاند کا نظر آنا ممکن ہی نہ ہو ،اور ہماری فقہ کی کتابوں میں اسی کے مطابق مسئلہ لکھا ہے کہ اگر ۲۹ ؍تاریخ کی صبح کو چاند نظر آیا ،پھر اسی شام کو رویت ہلال کی شہادت آگئی تو وہ شہادت معتبر ہوگی ،جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ فلکی حساب کا نفی میں بھی اعتبار نہیں ہے ،لیکن اس وقت بیشتر علماء عصر کا کہنا یہ ہے کہ جب عقلا ممکن ہی نہیں ہے تو ایسی صورت میں جو شہادت پیش ہو رہی ہے وہ شہادت متہم ہے اور متہم ہونے کی وجہ سے وہ شہادت معتبر نہیں ہونی چاہئے اور اس کی بنیاد پر فیصلہ بھی نہیں کرنا چاہئے اور یہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ فقہاء کرام نے فرمایا کہ اگر مطلع صاف ہو تو اس وقت ایک یا دو آدمیوں کو ہی کیوں نظر آیا، بلکہ زیادہ آدمیوں کو نظر آنا چاہئے تھا تو جب صرف دو آدمیوں کو نظر آیا تو ان کی شہادت متہم ہوگئی اور اب صرف ان کی شہادت کا اعتبار نہیں جب تک کہ جم غفیر شہادت نہ دیدے، تو محض مطلع صاف ہونے کی صورت میں دوسروں کو نظر نہ آنے کی وجہ سے فقہاء کرام نے جم غفیر کی شرط لگادی تو جہاں بالکل ہی چاند کا نظر آنا ناممکن ہو وہاں جم غفیر کی شرط بطریق اولیٰ ہونی چاہئے اور صرف دو آدمیوں کی شہادت مقبول نہ ہونی چاہئے اور بہت سے علماء عصر کا یہی موقف ہے اور ہمارا بھی رجحان اسی طرف ہے (انعام الباری۵؍۴۹۵،کتاب الصوم)۔

اس سے پتہ لگتا ہے کہ خبر واحد کی شہادت کی شکل مینفلکیات کا اعتبار کر کے شہادت کو رد کیا جاسکتا ہے اور خبر مستفیض ہو تو اس کا اعتبار کیا جائے گا راقم الحروف کی رائے بھی اسی کے موافق ہے کہ فلکیات کا نفی میں اعتبار ہونا چاہئے فقط

* * *

مسئلہ رؤیت ہلال فلکیاتی حساب اور وحدت - ایک شرعی جائزہ
(سوال نمبر ۸.۲)

مولانا شاہ عالم گورکھپوری•

سوال نمبر۲۔ الف :

کیا رؤیت ہلال کے لیے فلکیاتی حساب سے مدد لی جاسکتی ہے ؟تاکہ یہ معلوم ہو کہ آج افق پر چاند کی بصری رؤیت کا امکان ہے یا نہیں ؟

جواب :

رؤیت کے لیے فلکیاتی حساب سے مدد لینے کا مطلب ہے کسی ماہر فلکیات یا منجم کی بات پر اعتماد کرنا ۔اور اس کی ممانعت حدیث شریف میں واضح لفظوں میں ہے :

''نحن أُمۃ أمیۃ لا نکتبُ و لا نحسبُ؛ الشَّہر ہٰکذا و ہٰکذا، یعنی مرۃً تسع و عشرین و مرۃً ثلاثین''۔

اسی طرح فقہاء اربعہ کا اتفاق بھی اس بات پر ہے کہ:

'' لا عبرۃ بقول المنجمین ،... لأن الشارع علق الصوم علی أمارۃ ثابتۃ لا تتغیر أبداً ، و ہی رؤیۃ الہلال أو إکمال العدۃ ثلاثین یوماً۔ أما قول المنجمین فہو إن کان مبنیاً علی قواعد دقیقۃ، فإنا نراہ غیر منضبط، بدلیل اختلاف آرائہم فی أغلب الأحیان ، و ہٰذا ہو رأی ثلاثۃ من الائمۃ ، و خالف الشافعیۃ'' (الفقہ علی مذاہب الأربعۃ ۱،۵۱۰مطبوعہ دار القدس مصر)۔

اس میں امام شافعیؒ کا اختلاف صرف اس معنی میں ہے کہ :

'' الشافعیۃ قالوا:یعتبر قول النمجم في حق نفسہ و حق من صدقہ ، ولا یجب الصوم علی عموم الناس بقولہ الراجح(حاشیہ :الفقہ علی مذاہب الأربعۃ ۱ ،۵۱۰)۔

لہٰذا فلکیاتی حساب سے مدد لینے کا معنی اگر یہ ہے کہ رؤیت کا مدار فلکیاتی حساب پر نہ رکھا جائے بلکہ صرف اشتباہ وغیرہ دور کرنے کے مواقع پر اطمینان کے لیے حساب سے مدد لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں دکھائی دیتا ہے ۔یعنی رؤیت کی تائید و توثیق کے لیے یہ مدد لی جائے نہ کہ فلکیاتی حساب کے تابع رؤیت کو کیا جائے۔کیونکہ ہماری شریعت میں اس قسم کی تنگی نہیں، اور خود اکابرؒ امت نے جدید آلات و حالات پر بشرطیکہ اس سے اصول شرع پر حرف نہ آئے اعتماد کیا ہے ، مثلاً ، ریڈیو کے ایجاد کے موقع پر اس کی شرعی خبروں پر اعتماد کیاگیا ہے ، فون ، ٹیلی گرام وغیرہ

• دار العلوم دیوبند۔

پر شرعی ضابطہ کے تحت آنے پر قبول کیاگیا ہے اور بھی اس کی بیشمار مثالیں ہیں ۔

بنا بریں فلکیاتی حساب سے مدد لینے کی ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ مثلاً ایک سے زاید مقامات پر خبر واحد کی شکل میں چاند دیکھاگیا اور اس کے قبول کے لیے جو شرعی اصول و ضوابط ہیں ان میں بھی کوئی کمی نہیں تو ایک سے زائد مقامات پر چاند کا دیکھا جانا جو قوت پیدا کرتا ہے ایسے موقع پر اگر فلکیاتی حساب سے مزید اطمینان کے لیے مد لے لی جائے کہ آج افق پر چاند کی بصری رؤیت کا امکان ہے یا نہیں ؟تو اس میں کوئی حرج واقع نہ ہونا چاہیے ۔مگر محض چند غیر معتبر لوگوں کی رؤیت پر اس امکان کا استعمال نہینہو نا چاہیے یا غیر مستند لوگونکی رؤیت کو استناد بخشنے کے لیے یا چاند کے لیے جو شرعی اصول و ضوابط اکابر علماء نے مقرر کررکھے ہیناس سے اگر کسی طرح اس مدد لینے میں انحراف لازم آتا ہے تو اس اجازت کا استعمال نہیں ہونا چاہئے (اکابر علماء امت میں سے حضرت مولانا محمد میاں صاحب ؒ کا ایک رسالہ اس کے ساتھ منسلک کیا جاتا ہے تطویل کے سبب راقم سطور اس کو یہاں درج کرنا مناسب نہیں سمجھتا)۔

سوال نمبر۲۔شق ب :

اگر خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹ تاریخ کو چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہ ہو اور اس کے باوجود اس خطہ سے رؤیت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو کیا اسے قبول کیا جائے گا ؟یا یہ کہہ کر کہ ان کو غلط فہمی ہوئی ہے شہادت ردکردی جائے گی؟ جیسا کہ بعض قدیم و جدید علمال کا نقطہ نظر ہے ۔

جواب :

فلکیاتی حساب میناگرچاند کے بصری رؤیت کاامکان نہ ہو، لیکن رؤیت ہلال پر جم غفیر کی شہادت شرعی ملتی ہے تو وہاں حساب کا اعتبار نہ ہوگا، کیونکہ حساب میں غلطی کا قوی امکان ہے، یہ الگ بات ہے کہ یہ غلطی از خود اگلے مہینے کا چاند دور کردیتا ہے، تاہم غلطی واقع ہونے کے امکان کے سبب فلکیاتی حساب پر اعتماد نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی شرعی شہادت کو غلط فہمی پر محمو ل کرکے رد کیا جائے گا، کیونکہ شہادت کو خود نبی پاک علیہ السلام نے یقین کے درجے میں مانا اور اس پر یقین کرنے کا حکم فرمایا ہے اور اس کے مقابل حساب کو قطعی طور پر قبول نہ کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مفتی سعید احمد صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

''جہاں سورج کے رعایت کرنے میں بندہ کے لیے سہولت تھی وہاں احکام سورج سے متعلق کیے گئے ہیں اور جہاں چاند کی کی رعایت میں سہولت تھی وہاں چاند سے متعلق کیے گئے ہیں اور دونوں صورتوں میں رویت پر مدار رکھاگیا ہے حساب پر نہیں رکھاگیا ہے ۔گو کہ لوگوں نے جنتریاں بنالی ہیں، مگر ان پر مدار نہیں۔ چنانچہ جو شخص سورج کو غروب ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہے اس کے لیے روزہ کھولنا جائز ہے چاہے جنتری

میں وقت نہ ہوا ہو اور اگر سورج موجود ہو تو روزہ کھولناجائز نہیں اگرچہ جنتری میں وقت ہوگیا ہو (تحفۃ الالمعی۳، ۵۵ کتاب الصوم)۔

اسی طرح صاحب ''در المختار'' کی عبارت:''لا عبرۃ بقول المؤقتین فی الصوم، ولو عدولاً علی المذہب'' پر بہت تفصیل سے لکھا ہے کہ :

''ولا عبرۃ بقول المؤقتین) أی فی وجوب الصوم علی الناس، بل فی المعراج لا یعتبر قولہم بالإجماع ولا یجوز للمنجم أن یعمل بحسابہ نفسہ'' (رد المحتار علی الدرالمختار،کتاب الصوم۳ ، ۳۵۴)۔

(مؤقتین بمعنی ماہرین فلکیات کے قول کا روزے کے وجوب کے سلسلے میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔ بلکہ معراج میں یہاں تک منقول ہے کہ ماہرین فلکیات کے قول کا اعتبار نہیں ہوگا بالاجماع اور ماہرین فلکیات کے لیے جائز نہیں کہ (اس طرح کے مسائل میں) وہ اپنے حساب پر عمل کریں)۔

اس دوران امام سبکیؒ وغیرہ چند افراد نے حساب کو قطعی مان کر شہادت کو ظنی قرار دیتے ہوئے حساب پر اعتماد کرنے کی جوبات کہی ہے تو اس پر زبر دست انداز میں جواب دیتے ہوئے صاحب ''رد المحتار '' تحریر فرماتے ہیں :

''لأن الشہادۃ نزلہا الشارع منزلۃ الیقین و ما قالہ السبکی مردود، و رد علیہ جماعۃ من المتأخرین، ... ووجہ ما قلنا أن الشارع لم یعتمد الحساب، بل ألغاہ بالکلیۃ بقولہ : ''نحن أمۃ أمیۃ لا نحسب الشہر ہکذا و ہکذا''، و قال ابن دقیق العید (تقی الدین بن دقیق العید متوفی ۷۰۲ ہجری): الحساب لا یجوز الاعتماد علیہ فی الصلاۃ''(رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الصوم ۳،۳۵۵)۔

راقم سطور ان دلائل قطعیہ واضحہ کی روشنی میں اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ جب متقدمین علماء کی زبردست تغلیط امت کے متأخرین و مستند فقہاء نے کررکھی ہے تو اس باب میندور حاضر کے جدید علماء کے نقطہ نظر کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے ۔

سوال۲۔شق ج :

چاند کی رؤیت کے لیے کیا محکمہ موسمیات سے مدد لی جاسکتی ہے ؟ یعنی اس علم کے لیے کہ آج مطلع صاف ہے یا گرد آلود و کثافت زدہ ہے ۔ اور چاند کی رؤیت ممکن ہے یا نہیں ؟

جواب :

چاند کی رؤیت کے لیے محکمۂ موسمیات سے صرف اس حد تک مدد لینے میں کہ آج مطلع صاف ہے یا گرد آلود اور کثافت زدہ ہونے یا نہ ہونے کی وجہ سے رؤیت ممکن ہے یا نہیں ، کوئی قباحت نہیں، بلکہ یہ بھی چاند دیکھنے کی کوشش میں داخل ہے ، جیسے ماضی میں کسی قدر اونچائی پر چڑھنے یا شہر سے باہر نکل کر جہاں کہ کثافت نہ ہو چاند دیکھنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے ، اب دور حاضر میں اس کا بدل محکمۂ موسمیات ہے

کہ وہاں سے مطلع کے گرد آلود ہونے یا نہ ہونے کا پتہ جدید آلات سے لگالیا جاتا ہے ۔

حدیث شریف کے الفاظ ''فإن غم علیکم'' سے بطور اقتضاء النص اور اشارۃ النص پتہ چلتا ہے کہ مطلع کی کثافت اور عدم کثافت کو سمجھنے اور اس سلسلے میں کوشش کرنے کی ہدایت دینا شارع علیہ السلام کا مقصود ہے ۔ اس لیے جدید آلات سے پتہ لگانے کی کوشش بھی اس میں داخل ہوگی ۔

سوال نمبر۲۔شق د:

مطلع صاف نہ ہونے کا کیا مطلب ہے ؟کیا صرف ابر کی وجہ سے مطلع کو متأثر مانا جاتا ہے یا اس کے دوسرے اسباب بھی ہوتے ہیں اور اگر دوسرے اسباب بھی ہیں تو وہ کیا ہوسکتے ہیں ؟

جواب۔

مطلع کا صاف ہونا، یہ فقہ کی خاص اصطلاح ہے ۔ فقہاء کی اصطلاح میں مطلع کا صاف ہونے کا واضح مطلب یہ ہے کہ چاند اور انسان کی بصری رؤیتِ سلیمہ کے مابین کوئی ایسی رکاوٹ نہ ہو جو غروب شمس کے بعد افق پر چاند کے موجود ہونے کے باوجود اسکے دیکھے جانے میں رکاوٹ بن سکے ۔اس کو فقہاء کی زبان مینکہتے ہیں مطلع کا صاف ہونا۔ اور رکاوٹ کے لیے جہاں ابر ہے وہیں دیگر اسباب بھی ہیں ،مثلاً دھواں ، کارخانوں اور فیکٹریوں سے نکلنے والے بعض قسم کے گیس بھی ہیں جو قدرے اوپر جاکر گہرے کثافت کی صورت اپنا لیتے ہیں ۔اسی طرح سمندری بخارات بھی اوپر اٹھ کر رکاوٹ بنتے ہیں ۔آج کل بڑے پیمانے پر کھیتوں میں فضلات جلائے جانے کا رواج عام ہورہا ہے ، زمین سے قدرے اوپر یہ دھواں رکاوٹ محسوس نہیں ہوتے، لیکن اچھی خاصی اونچائی پر جاکر تہہ کی شکل میں جم جاتے ہیں جو جدید آلات سے بھی دیکھے جاسکتے ہیں اور ہوائی جہاز سے سفر کرنے والے تو بخوبی اس قسم کی کثافت کو آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں ، دھویں کی یہ کثافت بھی چاند کے دیکھے جانے میں حارج ہوسکتی ہے ۔

سوال نمبر۲۔شق ہ:

کیا اگلے دن کو رمضان کی ۳۰ تاریخ قرار دے کر روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا جائے گا:

جواب :

بطور خاص اسی جزئیہ پر علامہ محمد امین معروف بہ ابن عابدین شامیؒ (متوفی ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۸۳۶ء)لکھتے ہیں :

''وبعد صوم ثلاثین بقول عدلین حل الفطر...لوجود نصاب الشہادۃ (و) لو صاموا (بقول عدل) حیث یجوز و غم ہلال الفطر (لا) یحل علی المذہب خلافاً لمحمد''۔

اس متن پر صاحب ''رد المحتار'' اپنی وضاحتی تحریرمیں لکھتے ہیں:

''وإنما الخلاف فیما إذا لم یغم و لم یر الہلال، فعندہما لا یحل الفطر، و عند محمد یحل،

کما قالہ شمس الائمہ الحلوانی: وحررہ الشرنبلالی فی الإمداد، قال فی غایۃ البیان:وجہ قول محمد:وہو الأصح، أن الفطر ما ثبت بقول واحد ابتداء بل بناء و تبعاً، فکم من شیء یثبت ضمناً ولا یثبت قصداً، و سئل عن محمد فقال: ثبت الفطر بحکم القاضی لا بقول واحد : یعنی لما حکم فی ہلال رمضان بقول الواحد ثبت الفطر بناء علی ذلک بعد تمام ثلا ثین‘‘ ۔

(تنازعہ اس صورت میں ہے کہ ابر بھی نہ ہو اور ہلال دکھائی بھی نہ دے ۔ تو اس صورت میندونوں (امام ابو حنیفہ اور امام ابویوسفؒ) کے نزدیک افطار کرنا جائز نہیں اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں بھی روزہ توڑ دینا جائز ہے جیسا کہ شمس الائمہ حلوانی نے کہا ہے اور شرنبلالی نے اس کو اپنی کتاب امداد میں نقل کیا ہے ۔اور غایت البیان مینکہا ہے کہ امام محمدؒ کے قول کی وجہ یہ ہے اور یہی بات صحیح بھی ہے کہ دراصل روزہ توڑنے کی بات ایک آدمی کے قول پر نہیں ہے بلکہ کسی اور بنیاد پر ہے اور یہ کسی دوسرے حکم کے تابع ہے ۔چنانچہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو ضمناً ثابت ہوجاتی ہیں ان کے ثبوت میں قصدکا دخل نہیں ہوتا ۔اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے اس بابت پوچھاگیا تو آپنے فرمایا کہ روزہ توڑنا قاضی کے حکم سے ثابت ہوا ہے نہ کہ کسی ایک آدمی کے قول سے ، یعنی جب رمضان کے چاند کے سلسلے میں قاضی نے ایک آدمی کے قول پرفیصلہ صادر کیا ہے تو تیس یوم پورا ہونے کے بعد عید الفطرقاضی کے فیصلے کی بنیاد پر ثابت ہوگیا)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ۲۹ شعبان میں مطلع ابر آلود ہونے یا کسی بھی قسم کی رکاوٹ کے سبب چاند نظر نہ آنے کی صورت میں قاضی نے اگر چہ فرد واحد کی شہادت پر رؤیت کا فیصلہ کیا تھا، لیکن اگر یہ شہادت شرعی اصولوں کی بنیاد پر پختہ شہادت ہے تو اس کا اعتبار و یقین کرکے ۳۰ دن پورے ہونے پر عید کا فیصلہ کرلیا جائے گا ۔ ورنہ شرعی ثبوت و شواہد کے باوجود قضاء قاضی کا لغو قرار دینا لازم آئیگا جس سے بہت سے مفاسد و مسائل جنم لینگے ۔

اور اس سلسلے میں واضح بات یہ ہے کہ قاضی کی قضاء کو اصول شرع کی روشنی میں باجماع امت دلیل اور حجت تسلیم کیا گیا ہے، لہٰذا اس کو لغو یا باطل و بے اثر بنانے والے موہوم دلائل سے احتراز کرنا لازم ہے ۔اس لیے کہ اگر رمضان کے ۳۰ ویں دن بھی باوجود مطلع صاف ہونے کے چاند نظر نہیں آیا تو اس صورت میں چاند کا نظر آہی جانا لازم تو نہیں ۔ ۳۰ میں معمولاً چاند کا نظر آنا سب کو معلوم ہے لیکن ۳۰ میں چاند نظرآہی جانا لازم نہیں ہے ، اگر نظر نہ آئے تب بھی اگلا مہینے شروع ہوجانا حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مفہوم و مقصد ہے ۔نیز ۲۹ سے کم اور ۳۰ یوم سے زیادہ قمری مہینے کا نہ ہونا بھی منصوص شرعی ہے ۔بنا بریں مطلع صاف ہونے کی صورت میں نظر آنے کا پہلو جس درجہ کا ہے اسی درجے کا نظر آنے کا لازم نہ ہونا بھی ہے ۔ اس لیے

قضاء قاضی بثبوت شرعی کو باطل ہونے سے بچانے کے لیے اس پہلو کو ترجیح دینا اور ۳۰ رمضان شمار کرنے کے بعد عید کا فیصلہ صادر کرنا احوط معلوم ہوتا ہے ۔

سوال نمبر۳.الف :

کیا مستور الحال کی شہادت معتبر ہوگی ؟

جواب :

اس سے قبل بھی ہمارے اکابر نے اس جزئیہ پر کافی غور خوض کرکے مسئلہ کو اچھی طرح منقح کردیا ہے بندۂ ناچیز ان سے حرف بہ حرف اتفاق کرتے ہوئے اسے نقل کرتا ہے ۔حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ دیوبندی اپنے رسالہ '' رؤیت ہلال '' مینتحریر فرماتے ہیں:

'' رؤیت ہلال کا معاملہ ایک حیثیت سے عام معاملات کی طرح ہے جن سے دوسرے لوگوں کا نفع و نقصان وابستہ ہوتا ہے ۔اور دوسری حیثیت اس میں دیانت و عبادت کی بھی ہے ۔ اس لیے اس کی شرائط بہ نسبت دوسرے معاملات کی شرائط کے کچھ نرم ہیں ۔ عام معاملات میں شہادت کے لیے دعویٰ شرط ہے کہ کوئی مدعی دعویٰ کرے اس دعویٰ کے ثبوت میں شہادت پیش ہو ۔ یہاں باتفاق جمہور فقہا دعویٰ شرط نہیں ۔

شہادت ہلال کی شرائط حسب ذیل ہیں :

شرط نمبر ۱ تا ۴ ۔ شہادت ہلال کی ابتدائی تین شرطیں تو وہی ہیں جو تمام معاملات کے لیے شرط ہیں ۔یعنی گواہ کا مسلمان ، عاقل ، بالغ ، بینا ہونا ۔ ...پانچویں شرط شہادت کی سب سے اہم شرط ہے جو ہر قسم کی شہادت میں ضروری سمجھی جاتی ہے وہ شاہد کا عادل ہونا ہے ۔ جو بنص قرآن ثابت ہے '' و أشہدُوا ذَوَیْ عدْلٍ مِنْکُم'' (سوررہ طلاق: ۲) اور لفظ ''عدل '' ایک اصطلاحی لفظ ہے جس کی تعریف یہ ہے ''وہ مسلمان جو کبیرہ گناہوں سے مجتنب ہو اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرے اور اس کے اعمال صالحہ ، اعمال فاسدہ پر اور راست کاری ، خطاکاری پر غالب ہو (ہدایہ عالمگیری وغیرہ) اس کے مقابل جو شخص کبیرہ گناہو نکا مرتکب ہے یا صغیرہ گناہوں کا عادی ہے اس کے برے اعمال اچھے اعمال پر غالب ہیں وہ اصطلاح شرع میں فاسق کہلاتا ہے ۔خلاصہ اس شرط کا یہ ہے کہ شاہد عادل ہونا چاہیے فاسق نہ ہو ۔

تنبیہ ضروری کے تحت حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں :

مگر باتفاق فقہاء اس کا مطلب یہ ہے کہ فاسق کی شہادت کو قبول کرنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا قاضی کے ذمہ واجب نہیں ۔ لیکن اگر قاضی کو قرائن کے ذریعہ معلوم ہوجائے کہ یہ جھوٹ نہینبولتا اس بنا پر وہ فاسق کی شہادت پر کوئی فیصلہ کردے تو یہ فیصلہ صحیح اور نافذ ہے '' (رؤیت ہلال صفحہ ۴۵ ، ۴۶) ۔

اسی طرح خاص اسی جزئیہ پر حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحبؒ دہلوی

پرنسپل مدرسہ عالیہ فتحپوری و کنوینر مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی جمعیۃ بلڈنگ دہلی نے مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی دہلی کے اجلاس (جو غالباً ۱۹۷۱ء میں منعقد ہواتھا)میں جو تجاویز پاس ہوئی تھیں ان کی روشنی مینایک لائحہ عمل مرتب کیا اور پھر اسے بھی ملک کے مقتدر علماء اور مفتیان کرام کی خدمت میں ملاحظہ اور ضروری ترمیم و اضافہ کے لیے بھیجا تھا ، اس لائحہ عمل کی مطبوعہ کاپی کی وصولیابی کے بعد اسی کاپی پر مفتی عبد القدوس رومیؒ صاحب مفتی شہر آگرہ نے اپنی ترمیمات و گذارشات جو ماقبل میں انھوں نے بتاریخ نومبر ۱۹۷۲ء کمیٹی کو ارسال فرمائی تھیں ، بطور یاد داشت کے ۷ دسمبر ۱۹۷۲ء مینبقلم خود لکھ کر محفوظ فرمادیا تھا۔اس کی اصل مطبوعہ کاپی مفتی زین الاسلام صاحب الٰہ آبادی مفتی دار العلوم دیوبند کے واسطہ سے راقم سطور کو دستیاب ہوئی (گویا اصل تجویز اور مفتی صاحب کی جانب سے اس پر ترمیم کا مسودہ ، دونوں ہی سامنے ہے) ناظرین کرام کے لیے اس مطبوعہ تجاویز سے صرف بقدر سوال کا جواب درج کیا جاتا ہے:

عنوان : ہلال رمضان کے ثبوت کا فیصلہ مندرجہ ذیل صورتوں میں سے کسی ایک پر ہوگا ۔

الف: مطلع صاف ہونے کی حالت میں اتنے مسلمانو نکا بیان کہ طلوع ہلال کا یقین ہوجائے ۔

ب:یا ایک قابل اعتماد دیندار مسلمان (مرد یا عورت) کا شہر کے باہر سے یا کسی بلند مقام سے آکر خبر دینا جس پر طلوع کایقین ہوجائے (رؤیت ہلال کے فیصلہ کے متعلق ضروری قواعد ص ۱ ، مطبوعہ الجمعیۃ پریس دہلی)۔

مفتی زین الاسلام صاحب قاسمی نے جو رسالہ ترتیب دیا ہے اس میں ایک رسالہ اسی مواد پر مشتمل بنام '' چاند کے فیصلے سے متعلق ضڑوری قواعد '' حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ کا مرتب کردہ شامل ہے رسالہ کے سر ورق پر وضاحتی ایک نوٹ لکھاہوا ہے لیکن نوٹ لکھنے والے کا نام درج نہیں اس وضاحتی نوٹ کے مطابق ؛بعد میں جب مزید کچھ مسائل اور پیچیدگیاں سامنے آئیں تو اسی مطبوعہ رسالہ میں کچھ ترمیم اضافہ کرکے ادارۃ المباحث الفقہیہ کے ساتویں اجتماع منعقدہ ۲۶، ۲۷ رجب ۱۴۲۱ھ بمقام شیخ الہند ہال دیوبند)حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ کے مرتب کردہ ضابطہ کو منظوری دی گئی۔ ساتویں فقہی اجتماع کی ترمیم شدہ عبارت کو بین القوسین () کیاگیا ہے اب وہ عبارت بھی ہدیہ ناظرین ہے ۔

عنوان: مطلع صاف ہو تو رمضان کا فیصلہ مندرجہ ذیل صورتوں میں کسی ایک پر ہوگا ۔

الف : اتنے مسلمان خود اپنا چاند دیکھنا بیان کریں کہ فیصلہ کرنے والوں (یعنی

ہلال کمیٹی کے ارکان اور جہاں کمیٹی نہ ہو بلکہ شہر کا مفتی یا قاضی فیصلہ کرتاہو وہاں کے مفتی یا قاضی)کو چاند ہوجانے کا اطمینان ہوجائے ۔

ب:ایک قابل اعتماد بالغ مسلمان (مرد یا عورت)شہر کے باہر کسی بلند مقام سے آکر شہادت دے جس پر طلوع ہلال کا اطمینان ہوجائے (صح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد اِن جاء من خارج البلد أو مکان مرتفع ۔ الدرالمختار)

ج: کسی دوسری جگہ پر چاند ہونے کی اطلاع وہاں سے اتنے مسلمان آکر دیں کہ استفاضہ کی صورت پیدا ہوجائے اور یہ اطمینان ہوجائے کہ خبر صحیح ہے (ماخود از غیرمطبوعہ مسودہ بنام : رؤیت ہلال کے مسائل و دلائل ص ۴۸ مرتبہ مفتی زین الاسلام صاحب قاسمی)۔

اس سوال کے ایک دوسرے ضمنی جزئیہ کے متعلق عرض ہے کہ رؤیت ہلال رمضان کے لیے گواہوں کا اس معیار کا ہونا ضروری نہیں جو فقہاء نے عام طور پر لکھا ہے یہاں اتنا کافی ہے کہ چاند دیکھنے والا معاشرہ مینعام طور پر جھوٹا نہ سمجھاجاتا ہو اور نماز روزے کا پابند ہو، لیکن معلوم الاحوال ہونا ضروری ہے مستور الحال کی خبر کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ ا س لیے کہ رؤیت ہلال کا مسئلہ اصلاً تحت حکم قضاء القاضی نہیں آتا کہ اس پر شہادت کے لیے وہی سارے اصول اپنا ئے جائیں جو مسئلہ قضاء میں شاہد کے لیے ہینجیسا کہ دار العلوم دیوبند کے صدر مفتی استاذ مکرم حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ نے اپنے فتوی کی تمہید میں اس کو مثالوں سے بھی مدلل فرمادیا ہے (اس مقالہ کے ساتھ وہ فتویٰ اخیر میں منسلک ہے) نیزحضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ''ہدایہ '' اور ''فتاوی عالمگیری '' کے حوالہ سے عاد ل کی تعریف لکھ کر '' تنبیہ '' کے عنوان سے حضرتؒ نے وضاحت فرمادی ہے کہ '' اگر قاضی کو قرائن کے ذریعہ معلوم ہوجائے کہ یہ جھوٹ نہینبولتا اس بنا پر وہ فاسق کی شہادت پر کوئی فیصلہ کردے تو یہ فیصلہ صحیح اور نافذ ہے'' (رؤیت ہلال صفحہ ۴۶)۔

سوال نمبر۳۔ب:

چاند دیکھنے والوں کے لیے کیا قاضی کے پاس جاکر یاجہاں نظام قضا نہ ہو وہاں کے مقامی علماء یا رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ دار کے پاس شہادت دینا ضروری ہے ؟ چاند دیکھنے والو نکا بیان اصولی طور پر شہادت ہے یا خبر ؟اگر شہادت ہے تو کیا اس کے لیے شہادت اور مجلس قضااور شہادت کی دیگر شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ؟۔

جواب :

اگر رمضان کا چاند ہے تو اس کے لیے ضروری نہیں کہ شاہد قاضی کے پاس حاضر ہوکر گواہی دے ، رمضان کاچاند محض خبر واحد سے بھی تسلیم کیا جاسکتا ہے ۔ کما فی الشامی :

''لأنّ إثبات مجیء رمضان لایدخل تحت الحکم حتی لو أخبر رجل عدل القاضی بمجیء رمضان یقبل ویأمر الناس بالصوم أی فی یوم الغیم ولایشترط لفظ الشہادۃ وشرائط القضاء، وأما فی العید فیشترط لفظ الشہادۃ''(شامی۳، ۳۵۸ مکتبہ زکریا دیوبند)ہکذا فی البحر والصنائع)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اصولی طور پر عید کا چاند دیکھنے والوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ جہاں مجلس قضا ہو وہاں قاضی کے پاس جاکر یا جہاں نظام قضا نہ ہو وہاں ذمہ دار کمیٹی کے پاس جاکر شہادت دیں ۔ دنیا کی تمام عدالتوں میں یہی اصول رائج ہے کہ جج کے سامنے شاہد کا گذرنا ضروری ہے۔ چنانچہ فقہاء نے بھی ا س قید کو ملحوظ رکھا اور شاہد کے لیے قاضی کے سامنے آکر بیان دینا ضروری قرار دیا ہے، تاکہ شاہد کے چہرہ اور انداز بیان اور جرح وغیرہ سے اس کا اپنے بیان میں سچایا جھوٹا ہونا واضح ہوسکے ۔البتہ اگر خود حاضری سے کسی وجہ سے معذور ہوتو دو عادل افراد کو اپنی گواہی پر گواہ بناکر بھیجے جس کو فقہا کی اصطلاح میں شہادۃ علی الشہادۃ کہتے ہیں اس کی تفصیل حضرت مفتی نظام الدین صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنے فتوی میں درج کیا ہے وہو ہٰذا ۔

''رویت ہلال کے سلسلے میں یہ تین لفظ(خبر،شہادت،اعلان)استعمال ہوجاتے ہینیہ تینوں لفظ فقہی اصطلاحی الفاظ میں سے ہیں،اگر اپنے شرعی فقہی معنی کے مطابق ہوں تومفید و مؤثر ہوتے ہیں ورنہ لغو یا غیر معتبر اور محض حکایت کے درجے میں ہوتے ہیں اور کسی درجے میں مفید حکم یا مؤثر نہیں رہتے۔ان ہی الفاظ کے مفہوم میں خلط ہونے کی وجہ سے عموماً اختلاف یاالجھاؤ پیدا ہوجاتا ہے اس لئے بقدر ضرورت تھوڑی سی تشریح ضروری ہوگی۔

(۱)خبر: شرعی خبر یہ ہے کہ ہر مخبر کا متعین و معلوم ہونا ضروری ہے۔مثلاً مخبر عن المخبرہوتومخبر اول کی طرح مخبر کے مخبرونکابھی متعین ومعلوم ہونا ضروری ہے ورنہ یہ خبر شرعی نہ ہوگی اورمفید مدعی نہ ہوگی۔

(۲)شہادت: شہادت میں بجز شہادت حسبہ کے ہر شہادت شرعی میں مجلس قضا ء میں حاضر ہوکرقاضی کی مواجہت و حاضری میں اپنی خود کی دیکھی یا سنی ہوئی چیز بمنزلہ لفظ ''اشہد ''یا اسکے ہم معنی لفظ کے ساتھ بیان کرنا، نیز دعوائے مدعی اس کے اس بات کے دعوی کے لئے ۔۔بینہ بیان کرنا اور شہادت حسبہ میناور دعوائے مدعی اور محض مجلس قضاء میں حاضر ہوکر بیان کرناشرط نہینہوتابلکہ اور کسی بھی فیصل کی مجلس میں حاضر ہوکر اپنی شہادۃ لفظ شہادۃ وغیرہ یا '' اشہد '' یا اس کے ہم معنی لفظ میں بیان کرنا ضروری ہواکرتاہے۔

شہادت اور خبر کافرق: شہادت اور خبر میں فرق یہ ہوتا ہے کہ خبر میں مجلس قضاء یا مجلس فیصل وغیرہ میں آکرہی بیان دینا ضروری نہیں ہوتا بلکہ غائبانہ بھی جب کہ

اپنے قیود و شرائط کے ساتھ ہوتو معتبر ہوجاتی ہے بخلاف شہادت کے کہ شہادت غائبانہ قطعاًؔ معتبر اور درست نہیں ہوتی۔

(۳)مفہوم اعلان:اعلان میں متکلم کا ایک تنہا ہونامخاطبین کا متعدد ہونالازم ہوتا ہے اور خبر میں ایسا ضروری نہیں ہوتابلکہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ خبر میں متکلم بھی ایک ہی شخص ہو اور مخاطب بھی ایک ہی شخص ہو، جیساکہ ٹیلیفون و خط وغیرہ میں ہوتا ہے کہ اس کو اعلان کہناشرعاًؔغلط ہوگا۔البتہ اگر یہ خبر کے شرعی مفہوم اور اس کے قیود و شرائط کے مطابق ہوتودیگر خبروں کی طرح مفید ہوسکتی ہے ۔

(ب)ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ خبر مینمتکلم ایک ہی شخص ہو اور مخاطبین کثیر ہونیہ شکل بصورت اعلان ہوتی ہے، جیسا کہ آج کل عموماًؔ ریڈیو کے اعلان ہلال میں یہی صورت ہوتی ہے۔مثلاًؔ ریڈیو میں اس طرح اعلان ہوکہ فلانجگہ عید ہے یا فلاں جگہ چاند ہوگیایا فلاں جگہ چاند نہینہواتو یہ سب اعلان لغو اور بیکار ہے کسی درجہ میں لائق توجہ بھی نہیں ہوتا، بلکہ یہ اعلان محض حکایت کی طرح بے اثر چیز ہوتی ہے۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ کی تحریروں کو سامنے رکھ کر مفتی زین الاسلام صاحب نے شہادت کی جو تعریف لکھی ہے وہ حسب ذیل ہے :

''شاہد کا خود مجلس قضا میں حاضر ہوکر اپنی دیکھی یا سنی ہوئی چیز ''أَشْہَدُ'' (میں گواہی دیتا ہوں) کے لفظ سے بیان کرنا۔ اس میں دو ثقہ مرد (دیندار قابل اعتماد مسلمان) یا ایک مرد اور دو عورتوں کا ہونا ضروری ہے ۔ ریڈیو، ٹیلی فون، خط، وائرلیس، ٹیلی گرام وغیرہ سے شہادت ادا نہیں ہوسکتی ۔ (اسی حکم میں ، دور حاضر کے ابلاغی ذرائع، فیس بک، واٹس ایپ، ٹیلی گرام چینل یا اس کے مساوی دیگر سافٹ ویئرس بھی داخل ہیں، شاہ عالم) (رؤیت ہلال کے مسائل ودلائل ص ۱، غیر مطبوعہ، از مفتی زین الاسلام صاحب قاسمی)۔

مذکورہ بالا مفتیان کرام کی وضاحتوں سے اور ان وضاحتوں کے لیے مندرج شرعی دلائل سے معلوم ہوا کہ صوت مسئولہ میں ہر شہادت شرعی میں مجلس قضا ء میں حاضر ہوکرقاضی کی مواجہت و حاضری میں اپنی خود کی دیکھی یا سنی ہوئی چیز بمنزلہ لفظ '' أَشْہَدُ ''یا اسکے ہم معنی لفظ کے ساتھ بیان کرنا،ضروری ہے ۔

نیز چاند دیکھنے والو نکا بیان اصولی طور پر شہادت ہے یا خبر ؟اگر شہادت ہے تو کیا اس کے لیے شہادت اور مجلس قضااور شہادت کی دیگر شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ؟اس کا جواب بھی مذکورہ اقتباس سے واضح ہوگیا کہ چاند دیکھنے والوں کا بیان بغیر قضائے قاضی کے مطلق خبر کے درجہ میں ہے جو روزہ کے شروع کرنے میں قابل قبول ہے، لیکن عید کے چاند میں قابل قبول نہیں ۔اسی طرح سے رمضان کے چاند کے لیے مجلس قضا کا ہونا ضروری نہیں، لیکن عید کے چاند کے لیے شہادت اور مجلس قضاء یا

اس کے قائم مقام کمیٹیاں یا مفتی شرعی یا امام یا مستند عالم وغیرہ کا مطمئن ہونا شرط ہے جس سے یہ خبر '' طریق موجب '' میں داخل ہوکر حجت ملزمہ بن جاتی ہے ۔

سوال نمبر ۳، شق ج :

چاند دیکھنے والوں کے لیے کیا فوری طور پر شہادت دینا ضروری ہے؟

جواب :

چاند دیکھنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ بعجلت ممکنہ قاضی یا اس کے قائم مقام ہلال کمیٹی یا امام جامع کے پاس حاضر ہوکر شہادت دیں، اس لیے کہ من وجہ اس کا تعلق جہاں عبادات سے ہے، معاملات وديانات وحقوق العبادسے بھی ہے، اگر اس میں تاخیر کی جاتی ہے تو اس سے اہل حقوق کے حقوق متأثر ہونے کا خطرہ ہے۔''البحر الرائق'' میں ہے :

''لأنہ إثبات مجیء رمضان لایدخل تحت الحکم حتی لو اخبر رجل عدل القاضی بمجیء رمضان یقبل ویامر الناس بالصوم، یعنی فی یوم الغیم ولایشترط لفظ الشہادۃ وشرائط القضاء، وأما فی العید فیشترط لفظ الشہادۃ وہویدخل تحت الحکم؛ لأنہ من حقوق العباد کذا فی الخلاصۃ من کتاب الشہادۃ''(البحر الرائق ۲،۲۸۴،۲۸۳)۔

جہاں تک شہادت میں تاخیر کا تعلق ہے تو خواہ تاخیر سے آئے اسے قبول کیا جائے گا، اس کا حکم بھی مذکورہ بالا عبارت فقہیہ سے بطور اقتضاء النص کے نکلتا ہے ''لانہ من حقوق العباد ''اس شہادت کا تعلق حقوق العباد سے ہونے کے سبب اگر قبول نہ کیا جائے تو کسی کی حق تلفی ہوگی۔ البتہ شہادت میں طریق موجب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

سوال نمبر۴ .الف:

صوبہ بہار و اڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضا موجود ہے ،اگر وہاں کا قاضی چاند کا ثبوت ملنے کے بعد اعلان کرتا ہے تو کیا اس کے حلقہ قضا کے تمام مسلمانوں کے لیے اس اعلان پر عمل ضروری ہوگا؟

جواب:

واضح رہے کہ اس موقع سے لفظ ''اعلان'' فقہی اصطلاح ہے ،کوئی عام اعلان مراد نہیں۔ اعلان میں بولنے والا ایک شخص ہوتا ہے اور اس کے سننے والے بیشمارہوتے ہیں ۔ فقہاء نے جو اس کے لیے شرعی حدود بیان کیے ہیں وہ حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ کے قلم سے واضح ہیں اوراگر اعلان شرعی حدود و قیود کے ساتھ ہے تو وہ واجب القبول بن جاتا ہے۔

اسی طرح حلقۂ قضا، ایک مرکزی مقام کے تحت ملحقہ علاقوں کے حکم میں ہونگے ۔مرکزی مقام اور ملحقہ مقام کی تعریف ماقبل میں سوال نمبر ۱،شق نمبر الف کے تحت لکھی جاچکی ہے، فلیرجع ثمہ۔

مذکورہ بالا ملاحظات کی روشنی میں صورت مسئولہ کا حکم یہ ہے کہ جہاں نظام

قضا موجود ہے اگر وہاں کا قاضی شرعی اصول و ضوابط کی روشنی میں چاند کا شرعی ثبوت ملنے کے بعد اعلان کرتا ہے تو اس کے حلقۂ قضا کے تمام مسلمانو نکے لیے اس اعلان پر عمل واجب ہوگا،اس لیے کہ جہاں یہ اعلان شرعی واجب القبول ہے؛ بذات خودشرعی نظامِ قضا بھی حجت ملزمہ میں سے ہے ۔اگر اس پر عمل نہ کیا جائے شریعت کی تخفیف کے ساتھ ایک شرعی حجت ملزمہ کا ترک کرنا لازم آئے گا ۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ نے ''اعلان شرعی'' کے جوحدود بیان فرمائے ہیں، انہی کے الفاظ میں ا سکے ضروری اجزاء پیش خدمت ہیں، بقیہ تفصیل کے لیے اصل کی طرف رجوع کیا جائے ۔

(الف)مفہوم اعلان:اعلان میں متکلم کا ایک تنہا ہونامخاطبین کا متعدد ہونالازم ہوتا ہے اور خبر میں ایسا ضروری نہیں ہوتابلکہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ خبر میں متکلم بھی ایک ہی شخص ہو اور مخاطب بھی ایک ہی شخص ہو، جیساکہ ٹیلیفون و خط وغیرہ میں ہوتا ہے کہ اس کو اعلان کہناشرعاً غلط ہوگا۔البتہ اگر یہ خبر کے شرعی مفہوم اور اس کے قیود و شرائط کے مطابق ہوتودیگر خبروں کی طرح مفید ہوسکتی ہے۔

(ب)ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ خبر مینمتکلم ایک ہی شخص ہو اور مخاطبین کثیر ہونیہ شکل بصورت اعلان ہوتی ہے، جیسا کہ آج کل عموماً ریڈیو کے اعلان ہلال میں یہی صورت ہوتی ہے۔مثلاً ریڈیو میں اس طرح اعلان ہوکہ فلانجگہ عید ہے یا فلاں جگہ چاند ہوگیایا فلاں جگہ چاند نہینہواتو یہ سب اعلان لغو اور بیکار ہے کسی درجہ میں لائق توجہ بھی نہیں ہوتا، بلکہ یہ اعلان محض حکایت کی طرح بے اثر چیز ہوتی ہے۔

(ج)ہاں اگر ریڈیو پر اعلان کرنے والامثلاً ان الفاظ میں کہے کہ میں نے خود چاند دیکھا اور یہ کہنے والا متعین اور معلوم الاحوال شخص بھی جانا پہچاناباشرع ہویایہ کہے کہ مجھ سے خود اپنا چاند دیکھنا فلاں شخص نے بیان کیا ہے اور وہ شخص بھی متعین اور معلوم الاحوال ہوتوچونکہ ان دونوں صورتوں میں مخبر اول کامتعین اور معلوم الاحوال و باشرع ہونا معلوم ہوجاتا ہے، اس لئے یہ شرعی اعلان خبر کے درجہ میں ہوکر... شرائط وقیود کے مطابق (جواصل میں مندرج، ناقل)صحیح ومفیدومعتبر ہوگی۔

(د)اگر ریڈیو میں کسی ایسی شرعی رویت ہلال کمیٹی کا اعلان آئے جس کے افراد کا باشرع ہونامعلوم ہواور ان کا صدر بایں الفاظ اعلان کرے کہ میں فلاں شرعی کمیٹی کاصدر ہوناور بحیثیت صدرشرعی ضابطہ کے مطابق رویت ہلال کا ثبوت ہوجانے کے بعدیہ اعلان کرتاہونکہ صبح سے لوگ روزہ رکھیں یا صبح نماز عید ادا کریں تو یہ اعلان جب اپنے یہاں کی ۲۹ شعبان یا۲۹رمضان کی شام سے لیکررات کے کسی حصہ میں آجائے تومشرق یا مغرب کہیں سے بھی آئے اور خواہ کتنی ہی دوری سے آئے تو یہ طریق موجب کے مطابق ہونے کی وجہ سے اور اختلاف مطالع کے ظاہر الروایۃاور مفتی بہ قول

میں مؤثر نہ ہونے کی وجہ سے اس اعلان پر عمل کرنادیانۃً واجب ہوجائے گااور خاص کر ہندوستان جیسے ملک میں جہاں شرعی ضابطہ کے تحت حکومت کی جانب سے ثبوت رویت کا کوئی نظم نہیں ہے۔

اس میں غور کیا جائے تو مسئولہ جزیہ سے متعلق معقول وضاحت ملتی ہے ۔اسی لیے یہ طویل اقتباس درج کیا گیا ہے۔

سوال نمبر۴ ۔ب:

قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتا ہے تو اس کا اعلان، اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا یا نہیں؟

جواب :

قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتا ہے تو اس کا اعلان، اعلان سلطان کے حکم میں ہوگاکیونکہ ہند ستان میں سلطان شرعی نہ ہونے کی وجہ سے قاضی یا اس کے قائم مقام علماء یا مستند علماء یا امام جامع ہے ۔

سوال نمبر۴ .ج:

ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر صوبہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رؤیت کا اعلان کیا تو کیا یہ صرف اس صوبہ کے مسلمانوں کے لیے واجب العمل ہوگا یا پورے ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے، یعنی دوسرے علاقہ کے مسلمانوں کے حق میں وہ محض ایک خبر ہے یا اس کے حق میں بھی اعلان سلطان کا درجہ رکھتا ہے؟

جواب :

ماقبل مینیہ مسئلہ منقح ہوچکا ہے کہ جہاں تک مطلع ایک ہو ان سب مقامات کا حکم ایک ہوگا ، کسی ایک جگہ شرعی رؤیت کے بعد اور قاضی یا ہلال کمیٹی کی جانب سے شرعی اعلان کے بعد مطلع مینمتحد تمام مسلمانوں کے لیے وہ اعلان واجب العمل ہوگا اور جمہوری ممالک میں جہاں نظام قضا حکومتی سطح پر نہیں وہاں قاضی سلطان کے قائم مقام ہوتا ہے لہٰذا قاضی یا ہلال کمیٹی کا اعلان سلطان کا درجہ رکھتا ہے ۔البتہ شرط یہ ہے کہ رؤیت طریق موجب سے ہو اور اعلان بھی فقہاء کی اصطلاح کے مطابق ہو جس کی تفصیل مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے '' رؤیت ہلال '' میں صفحہ ۳۸ تا ۴۱ چار صفحات میں نہایت واضح انداز میں بیان فرمائی ہے ۔صرف موضوع سے متعلق مفتی صاحبؒ کی تحریرپیش ہے ،تاہم تفصیل کے لیے وہاں رجوع کیا جائے ۔

''پورے ملک یا اُس کے اکثر حصہ میں جہاں یہ ثابت ہوجائے کہ اختلاف مطالع کا مذکورۃ الصدر اثر(جس کی بنا پر ایک جگہ کی شہادت کا اعتبار کرنے سے دوسری جگہ مہینہ صرف ۲۸ دن کا رہ جائے یا ۳۱ دن کا بن جائے) نہیں پڑتا ایک ہی دن عید منانے

کی جائز صورت یہ ہے کہ کہ چند چیزوں کا پوری احتیاط کے ساتھ التزام کیا جائے ۔

(۱) پورے ملک میں ریڈیو اسٹیشنوں کو اس کا پابند کردیا جائے کہ کسی جگہ چاند دیکھے جانے یا نہ دیکھنے کے متعلق کوئی خبر شائع نہ کریں بلکہ صرف وہ فیصلہ نشر کریں جو صدر مملکت یا ان کے قائم مقام کی طرف سے ان کو دیا جائے ۔

(۲) پورے ملک کے ہر قصبہ میں مقامی مستند علماء کی ایک ہلال کمیٹی قائم کی جائے جس میں انتظام درست رکھنے کے لیے ایک مقامی افسر بھی شامل ہو۔

اس کمیٹی میں کم ازکم ایک ایسے عالم کا ہونا ضروری ہوگا جو شرعی ضابطۂ شہادت سے پورا واقف ہو۔ یہ کمیٹی اپنے قصبہ یا دیہات سے آنے والی شہادتوں کی سماعت کرے اور شرعی ضابطۂ شہادت کے مطابق اس کو معتبر سمجھے تو اس کے مطابق فیصلہ کا اعلان خود نہ کرے بلکہ تحریر کر کے دو گواہوں کے ہاتھ ضلع میں بھیج دے۔اور جس قصبہ میں کوئی ایسا عالم موجود نہ ہو جو شرعی ضابطہ شہادت کو بروئے کار لاسکے تو اس قصبہ کو کسی قریبی بستی کے تابع بنادیا جائے جہاں ایسے عالم موجود ہوں۔

۳۔ ہر ضلع میں بھی بصورت مذکورہ ایک ہلال کمیٹی بنائی جائے اور یہاں اس کمیٹی کے علاوہ کسی اعلیٰ افسر کو صدر مملکت کی طرف سے فیصلۂ ہلال کے اعلان کرنے کا مجاز بنا کر اختیار دے دیا جائے کہ وہ ہلال کا فیصلہ نشر کرنے میں صدر مملکت کی طرف سے فیصلہ نشر کرنے میں صدر مملکت کا قائم مقام متصور ہو کیونکہ صدر مملکت کے سوا کسی عالم یا افسر کا فیصلہ پورے ملک کے لیے واجب التعمیل نہیں ہو سکتا۔ فتح الباری شرح بخاری کتاب الصوم میں ہے:

’’وَقَالَ ابْنُ الْمَاجِشُوْنَ:لاَیَلْزَمُہُمْ بِالشَّہَادَۃُ اِلَّااَنْ یَّثْبِتَ عِنْدَ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ فَیَلْزَمُ النَّاسَ کُلَّہُمْ، لِاَنَّ الْبِلاَدَ فِیْ حَقِّہٖ کَالْبَلَدِ الْوَاحِدِ اِذْ حُکْمُہٗ نَافِذٌ فِی الْجَمِیْعِ‘‘ (فتح الباری ۴،۴۸)۔

۴۔ ضلع کمیٹی خواہ خود شہادت سن کر کوئی فیصلہ کرے یا قصبات سے آئے ہوئے کسی فیصلہ کو اختیار کرے مگر اعلان خود نہ کرے بلکہ اعلان کا مضمون لکھ کر اس اعلیٰ افسر کو دیدے جو قائم مقام صدر کی حیثیت سے اس کو نشر کرائے گا۔

۵۔ افسر مجاز اس فیصلہ کو ریڈیو پر نشر کرنے والے کو اس کا پابند کرے کہ اس فیصلہ کو عام خبروں کی طرح نہیں، بلکہ ٹھیک ان الفاظ میں نشر کرے جو ہلال کمیٹی کی طرف سے افسر مجاز کے پاس بھیجے گئے ہیں اور اس کا اظہار بھی کر دے کہ یہ فیصلہ صدر مملکت کی طرف سے نشر کیا جا رہا ہے جس کی پابندی پورے ملک میں یا اس کے فلاں فلاں حصے میں واجب التعمیل ہوگی۔

ان شرائط کی پابندی کے ساتھ انتظام کیا جائے تو پوری مملکت یا کم ازکم اس کے بڑے حصہ میں عید کی وحدت پیدا کرنے کی شرعی صورت بن گئی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ریڈیو ٹیلیفون وغیرہ آلات جدیدہ سے بھی رویت ہلال میں کام لیا جا سکتا

ہے۔ صرف شہادت اُس پر نہیں لی جا سکتی، اس لیے صدر مملکت کا فیصلہ جو اس پر نشر کیا جائے وہ سب کے لیے واجب التعمیل ہوگا۔ جیسے ہر شہر میں روزہ افطار کرنے یا سحری کا کھانا بند کرنے کے لیے نقارے، توپ یا سائرن وغیرہ آلات کو خبر رسانی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور جس شہر میں ان آلات کے ذریعہ اعلان کیا جائے وہ اعلان فقہاء کی تصریحات کے مطابق اس شہر اور اُس کے مضافات کے لیے شرعاً معتبر اور کافی ہے (شامی کتاب الصوم)۔

اسی طرح جب صدر مملکت کی طرف سے اعلان ہو تو وہ پورے ملک کے لیے معتبر ہو سکتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ریڈیو کا اعلان توپ یا سائرن کی آواز سے زیادہ اچھا ذریعہ اعلان ہے۔ اس کو قبول نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

نیز حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ نے بھی اسکے حدود و قیود کو اپنے رسالہ بنام ''رؤیت ہلال کے بارے میں استفتاء ثانی ،مرتبہ ۱۹۷۱ء ''میں واضح فرمادیا ہے ۔خلاصہ جوابات میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

''اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ جبکہ ہندستان میں نظام قضا نہیں ہے تو ہلال کمیٹی یا متفق علیہ معتمد شخصیت کو اس سلسلے میں قاضی کی حیثیت حاصل ہوگی ۔ وہ فیصلہ کر سکے گی ۔اور اس کے فیصلے پر عمل کرنا مسلمانو نپر لازم ہوگا ۔

'' اگر..... کی طرف سے صاحب بصیرت علماء کی کمیٹی بنادی جائے جو باقاعدہ شہادت اور ثبوت حاصل کرکے رؤیت کا فیصلہ کرے ۔ پھر اس کمیٹی کی طرف سے ذمہ دارنہ اس فیصلہ کا اعلان ہو ۔ اور ریڈیو کا محکمہ اس کمیٹی کے منادی کی حیثیت سے کمیٹی کے تباع ہوکر فیصلہ کا اعلان کرے تو یہ فیصلہ لامحالہ اُن حدود میں نافذ العمل ہوگا جو حدود اس کمیٹی کے لیے حکومت نے متعین کی ہیں ۔ ان حدود میں یہ اعلان توپ کے گولہ یا منارہ کی روشنی کی طرح علامت ہوگا جس پر اعتماد کرکے صوم یا افطار کا عمل کیا جاسکے گا ۔

وضاحت :

مولانا حمد میا ں صاحب والے اقتباس میں نقل عبارت کی وقت حذف علامت''...'' کی جگہ ''حکومت پاکستان'' کا لفظ تھا راقم سطور نے اسکو اس لیے حذف کردیا ہے کہ اس جملہ کی ضرورت نہیں نیز اس صورت میں مسئلہ خاص کسی جگہ یا ملک کے لیے نہیں، بلکہ عام ہوجاتا ہے اور یہی مقصد بھی ہے کہ اگر کسی ملک میں اور کسی کی جانب سے صاحب بصیرت علماء کی کمیٹی بنا دی جائے تو اس کا حکم وہی ہوگا جو درج کیا گیا ہے۔

سوال نمبر۴ ۔د:

ریڈیو سے رؤیت ہلال کے اعلان کے معتبر ہونے کے لیے کیا معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہے؟ یا کوئی بھی شخص اعلان کرے، اگر تجربات سے تصدیق ہوتی ہے کہ یہ

شخص قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف خبر کی صحیح نسبت کیا کرتا ہے، تو کیا اس پر اعتبار کر لینا کافی ہے؟

سوال نمبر۵۔ الف: بعض علاقوں میں بالعموم مطلع ابر آلود رہتا ہے، اور بہت کم چاند کی روئیت ۲۹؍تاریخ کو ممکن ہوتی ہے، جیسے برطانیہ وغیرہ، کہ سال کے کچھ یا اکثر مہینوں میں وہاں چاند ۲۹؍تاریخ کو نظر ہی نہیں آتا تو کیا ایسی جگہوں میں ہمیشہ ۳۰؍دن کا مہینہ شمار کر کے رمضان و عیدین کا فیصلہ کیا جائے؟

جواب:

مطلع ابر آلود رہنے کی صورت میں قریبی مطلع کا اعتبار کیا جائے گا یعنی جہاں تاریخ میں دونوں کی یکسانیت ہو ۔ ۲۹ یا ۳۰ کو طے کرنا اپنی طرف سے جائز نہیں ہوگا کیونکہ چاند کا نظام قدرتی نظام ہے ۔

سوال نمبر۵ب:

اگر مہینہ ۳۰ ؍دن کا شمار کیا جاتا ہے تو سال کے دنوں میں دیگر ممالک اسلامیہ کے حساب سے ہفتہ دس دنوں کا فرق پڑجاتا ہے، اور چار سال میں ایک مہینے کا فرق ہوجاتا ہے، تو کیا ایسی جگہوں میں چاند کی روئیت کے لیے ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد کیا جائے؟ یا دیگر ممالک میں رؤیت ہلال کے اعلان پر عمل کیا جائے؟

جواب :

اس مفروضے کی ضرورت ہی نہیں کیوں کہ جب قریبی مطلع کا اعتبار کیا جائے گا تو اس صورت میں اس کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور نہ ماہرین فلکیات کی خدمات حاصل کرنے کی ضرورت باقی رہتی ہے ۔

سوال نمبر۵.ج:

ملک کے چند شہروں یا صوبوں کی روئیت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کی طرف سے روئیت کے ثبوت کا فیصلہ ہوجانے پر ان جگہوں کے ریڈیو اسٹیشن ان کی طرف سے روئیت کا جو اعلان کرتے ہیں دوسرے علاقوں کے ذمہ داران کس حد تک ان اعلانات پر اعتماد کر سکتے ہیں؟ کیا ان اعلانات کی بنیاد پر وہ روئیت کا ثبوت مان کر اپنے علاقوں میں اعلان کر سکتے ہیں؟ اور اس کے لیے کیا کم از کم تین جگہوں کا اعلان درکار ہوگا؟

جواب :

ملک کے چند شہروں یا صوبوں کی روئیت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کی طرف سے روئیت کے ثبوت کا فیصلہ ہوجانے پر ان جگہوں کے ریڈیو اسٹیشن ان کی طرف سے اگر شرعی قواعد کی روشنی میں روئیت کا اعلان کرتے ہیں تو دوسرے علاقوں کے ذمہ داران ،ان اعلانات پر اعتماد کر سکتے ہیں ، تاہم تصدیق اور وثوق ذرائع کی تحقیق ضرور کر لی جائے، تاکہ یہ اعلان خبر موجب کے درجہ میں آجائے۔

اور اگر تین یا اس سے زائد مقامات سے شرعی اعلانات آجائیں تو پھر تو وہ خبر مستفیض کے درجہ میں ہوکر عمل کے لیے بذات خود موجب ہوجائے گا ۔خبر مستفیض کی تعریف عند الفقہاء حسب ذیل ہے :

''معنی الاستفاضۃ أن تأتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون کل منہم یخبر عن أہل تلک البلدۃ أنہم صاموا عن رویۃ لا مجرّد شیوع'' (شامی۲،۹۴)۔

استفاضہ کا معنی یہ ہے کہ اُس شہر سے (جس میں چاند دیکھاگیاہو) متعدد جماعتیں آئیں اور اُن میں سے ہر ایک جماعت اُس شہر والوں کے بارے میں خبر دے کہ انھوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھاہے محض افواہ کی وجہ سے نہیں ۔

سوال نمبر۵۔د:

ایک صوبے میں روئیت کا ثبوت نہیں ہوتا اور اس صوبے سے متصل یا ملک کے مختلف صوبو ں سے باوثوق ذرائع کے ساتھ روئیت کی خبر ملتی ہے تو کیا اس کو استفاضہ خبر مانتے ہوئے اس صوبے میں بھی روئیت کا اعتبار کیا جا سکتا ہے؟

جواب :

ایک صوبے میں اگرروئیت کا ثبوت نہیں ہوتا اور اس صوبے سے متصل یا ملک کے مختلف صوبو ں سے باوثوق ذرائع کے ساتھ روئیت کی خبر ملتی ہے تو دیکھا جائے گا کہ یہ خبر استفاضہ کی شرعی تعریف میں آتی ہے یا نہیں اگر آتی ہے تو خبر استفاضہ ہونے کی بنیاد پر اس صوبے میں بھی روئیت کا اعتبار کیا جا سکتا ہےلیکن مخص خبر کے آنے کو خبر استفاضا نہیں مانا جائے گا ۔ اس کی تفصیلات ماقبل میں درج کی جاچکی ہیں۔

سوال نمبر۶۔ الف:

رویت عامہ کی صورت میں تو حکم واضح ہے لیکن کسی علاقے، صوبے اور شہر وغیرہ میں عام رؤیت نہ ہو یا مطلق رؤیت کا ثبوت نہ ہو اور دوسرے قریبی مقامات میں رؤیت ہوتی ہے ، تو روئیت کے اعلان کا حق اور اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟۔

جواب :

اگرکسی علاقے، صوبے اور شہر وغیرہ میں عام روئیت نہ ہو یا مطلق رؤیت کا ثبوت نہ ہو اور دوسرے قریبی مقامات میں رؤیت ہوتی ہے ، تو رؤیت کے اعلان کا حق اور اس کی ذمہ داری مرکزی مقام کی رؤیت ہلال کمیٹی کی ہوگی، تاکہ نظم و ضبط کو باقی رکھا جاسکے ۔

سوال نمبر۶۔ب:

اگرکسی علاقے، صوبے اور شہر وغیرہ میں عام روئیت نہ ہو یا مطلق روئیت کا ثبوت نہ ہو اور دوسرے قریبی مقامات میں رؤیت ہوتی ہے ، توایسی صورت حال میں رؤیت کے فیصلہ و اعلان کے لیے انفرادی و اجتماعی طور پر (کمیٹیوں وغیرہ) کی شکل

میں جو لوگ ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں اور عوام و خواص اس مسئلہ میں ان سے رجوع کرتے ہیں، وہ ذمہ دارا ہیں، اور یہ انہیں کا حق ہے کہ ثبوت و شواہد مکمل کرنے کے بعد اعلان کریں ، ہر کوئی عالم اور مفتی اس کا مجاز نہیں ہے کہ اعلان کرے، بلکہ اس کی ذمہ داری بنتی ہے کہ رؤیت کو شرعی شہادت تک پہونچانے کی کوشش کرے۔

سوال نمبر۶.ج:

جہاں رؤیت کے فیصلہ و اعلان کا کوئی نظام موجود ہے، وہاں اس سے الگ ہٹ کر اگر کوئی اعلان کیا جائے خواہ کسی فرد کی طرف سے ہو یا ادارہ کی طرف سے تو اس کا کیا حکم ہوگا، اور کیا اس کا اعتبار کرتے ہوئے روزہ رکھنا یا عید کرنا درست ہوگا؟

جواب :

جہاں رؤیت کے فیصلہ و اعلان کا کوئی نظام موجود ہے، وہاں اس سے الگ ہٹ کر کسی ادارہ یا فرد کی جانب سے اگر کوئی اعلان کیا جائے تو اس میں عمل کرنے والوں کے لیے ا سکی گنجائش نکلتی ہے کہ اگروہ مطمئن ہوں تواس اعلان پر عمل کریں اوراس کا اعتبار کرتے ہوئے روزہ رکھنے یا عید کرنے کا فیصلہ کریں۔اس کی نظیر وہ مسئلہ ہے کہ جس میں علماء کا اختلاف ہوجائے تو اس میں دونوں پہلو پر عمل کی گنجائش نکل جاتی ہے۔ کیونکہ دلائل دونو نطرف ہیں اور دونوں طرف شرعی ثبوت وشواہد ہیں۔

سوال نمبر۶.د:

غیر مجاز لوگوں کی طرف سے اعلان کی صورت میں روزہ نہ رکھنے والوں اور بالخصوص روزہ توڑدینے والوں کے لیے کیا حکم ہوگا؟ وہ صرف قضا کریں گے یا ان پر کفارہ بھی عائد ہوگا؟

جواب :

غیر مجاز لوگوں کی طرف سے اعلان کی صورت میں روزہ نہ رکھنے والوں اور بالخصوص روزہ توڑدینے والوں کے لیے قضا بھی لازم ہوگا اور ان پر کفارہ بھی عائد ہوگا۔ جیسے کہ کوئی نجومی ہے اگر اس نے محض حساب کی بنیاد پر روزہ رکھا تو شریعت نے اس کوغیر مجاز اور نااہل قرار دے کر اپنے روزے مینگنہ گار قرار دیا ہے اور اگر ایسے غیر مجاز نے عید منالی تو اس پر قضا کے ساتھ کفارہ بھی لازم کیاگیا ہے ۔یہاں غیر مجاز کو منجم پر قیاس کیا جائے گا ۔منجم کی بات نہ ماننے کی جو علت ہے وہ یہی ہے کہ شریعت نے اس کو غیر مجاز مانا ہے ۔

’’ لو صام المُنجِّمُ عَن رمضانَ قبل رُویتہٖ بنائً علی معرفتِہٖ یکونُ عاصیاً فی صومہٖ و لا یُحسب عن صومہٖ اِلا اِذا ثبت الہلالُ علی خلاف فیہٖ، و لَو جعل عیدَ الفطر بنائً علی زعمہٖ الفاسد یکون فاسقاً و تجبُ علیہ الکفارۃُ فی قولٍ، وہو الصحیح، و اِن استحلّ افطارَہ فرضاً عن عدہ واجباًصار کافراً‘‘ (مرقات ۴ ،۲۴۲)۔

سوال نمبر۷۔ الف:

ایک شہر و صوبے میں ایک سے زائد ایسے نظام کا ہونا کیا حکم رکھتا ہے؟ جبکہ بسا اوقات اختلاف و انتشار کی نوبت آتی ہے تو ایسے اداروں کا کیا حکم و فرض بنتا ہے تاکہ اختلاف و انتشار سے بچا جا سکے۔

جواب :

ایک ہی شہر اور ایک ہی صوبے میں رؤیت ہلال کے لیے ایک سے زائد نظام کا ہونا ملت اور امت کے حق میں مضر نہیں، بلکہ اگر دین کا صادق جذبہ ہو توتعدد کے باوجود مقصد میں متحد ہونگے اور مفید ہونگے، بایں معنی کہ ایک سے کچھ کوتاہی ہوئی تو دوسرا اس کی تلافی کر دے گا، لیکن اگر دین کا جذبۂ صادق نہ ہو تو مخلصین کو اپنا کام کرنا چاہیے اورچونکہ کسی کے پاس خلوص ناپنے کا آلہ یا کوئی فارمولہ نہیں ہے اس لیے صادق جذبات سے عاری نظام کے لیے بامید اصلاح و اخلاص دعاگو رہنا چاہیے۔ ''یمحو اللہ ما یشاء و یثبت'' ایک قدرتی فارمولہ ہے۔

اسی طرح انتشار و اختلاف کی نوبت آجائے تو مخلصین کو چاہیے کہ بلا خوف لومۃ لائم شرعی اصولوں کو مضبوطی سے تھامے رکھیں البتہ اتحاد و اتفاق کی ممکنہ کوششوں کو بروئے کار لانے میں نفس کی حیلہ سازی اور بہانہ بازی کا دخل نہ ہونے دیں۔

سوال نمبر۷۔ب:

ہندوستان کے تمام علاقوں کا مطلع ایک ہے اور پورے ملک کی سطح پر کام کرنے والا یا اعتماد رکھنے والا کوئی ادارہ موجود نہیں ہے، ایسی صورت میں ملک کے مختلف اداروں کے درمیان اتفاق و ارتباط کی کیا شکل ہو سکتی ہے، تاکہ باہمی اتفاق کے ساتھ ملکی پیمانے پر ایک فیصلہ و اعلان سامنے آئے اور انتشار سے بچا جاسکے۔

جواب :

ہندوستان جیسے بڑے ملک میں مطلع ایک ہونے کے باوجود ملکی سطح پر کام کرنے والا یا اعتماد رکھنے والا کسی ادارے کا موجود نہ ہونا ، افسوسناک پہلو ہے ۔ اس مینکوئی دو رائے نہیں ملک مینمختلف ادارے اس عنوان پر اپنی اپنی خدمات بجا لاتے ہیں، لیکن پورے ملک کے لیے یہ ادارے مرکزیت کی حیثیت رکھتے ہوں امر واقع میں ایسا نہیں ہے۔ اس کے اسباب جو بھی شمار کرائے جائیں، لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کسی ایسے ادارے کا وجود میں آنا ناممکن نہیں، بلکہ جد وجہد کے بعد ممکن پہلو زیا دہ واضح ہے ۔ اس کے لیے مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے بہت پہلے ایک واضح خاکہ اپنی کتاب '' رؤیت ہلال '' میں پیش فرمایا ہے اگر بعض جزیات میں ترمیم و اضافہ کے بعد وہ قابل عمل ہوسکتا ہے تو اس پر غور کرنا چاہیے ۔مثلاً یہ کہ اسلام میں داخل تمام مکاتب فکر کو لے کر صوبائی اور پھر ضلعی اور پھر اس کی ذیلی کمیٹیاں بناکر شہروں سے لے

کرقصبات و دیہاتوں تک پھیلادی جائیں ۔ درجہ بدرجہ ان سے حاصل شدہ رؤیت کو مرکزی کمیٹی کے سامنے پیش کرنے کا نظم بنایا جائے ۔ ثبوت و عدم ثبوت کی شہادتوں کے بعد اعلان کا حق مرکزی کمیٹی کو دیا جائے اور یہ عمل آج کے دور میں آسان بھی ہے ابلاغ کے ذرائع نے اس کو سہل تربنا دیا ہے ۔

اس سلسلے میں حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ نے دار العلوم دیوبند کے اکابرارباب افتاء کی ایک تجویز بھی اپنے رسالہ ''رویتِ ہِلال کے بارے میں استفتاء ثانی'' میں نقل فرمائی ہے اور پھر اس پر مزید اپنی گزارشات بھی بالتفصیل درج فرمائی ہیں، اگر اس تجویز پر عمل کر لیا جائے توامید ہے کہ دور حاضر میں اٹھنے والے بہت سے فتنے دب جائینگے اور بہت سے مسائل حل ہوجائینگے ۔ حضرت موصوف لکھتے ہیں :

''موجودہ حالت میں کہ غیر حنفی حضرات بھی رویت ہلال کے بارے میں عملی طور پر مسلک احناف اختیار کیے ہوئے ہیں اور یہ کوشش کرتے ہیں کہ پورے ہندوستان میں عید یا آغاز رمضان ایک ہی دن ہو اور اس سلسلہ میں ریڈیو کی خبر کا اعتبار کیا جائے۔ حضرات علماء نے چند تجویزیں پیش فرمائی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ مفصل تجویز دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کے حضرات مفتیان کرام کی ہے۔

یہ احقر کسی قدر تغیر الفاظ کے ساتھ اس تجویز کو پیش کرتا ہے۔ اور درخواست کرتا ہے۔کہ حضرات علماء اس کے متعلق واضح طور پر اپنی رائے تحریر کریں۔

تجویز یہ ہے

(الف) پورے ہندوستان کے لیے (جس کو اب بھارت کہا جاتا ہے) ایک مرکزی کمیٹی ہو جس کا فیصلہ پورے ہندوستان کے لیے نافذالعمل ہو۔ یعنی پورے ہندوستان میں اس کمیٹی کا اعلان وہ حیثیت رکھے جو کسی شہر کے مضافات کے لیے اُس شہر کا اعلان حیثیت رکھتا ہے کہ اس کی طرف سے توپ کے دھماکہ یا منارہ کی روشنی پر بھی افطار کر لیا جاتا ہے اور مقامی کمیٹی کے فیصلہ کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔

(ب) جہاں جہاں ریڈیو کے اسٹیشن ہیں ہر مقام پر ویت ہلال کی کمیٹی قائم ہو۔ یہ کمیٹیاں آپس میں مربوط ہوں اور اُن کا رابطہ مرکزی کمیٹی سے بھی ہو۔ ان کمیٹیوں کا فیصلہ اپنے حلقہ اثر میں نافذ ہو اور باہمی رابطہ مرکزی کمیٹی کے لیے بھی ایسا ثبوت مہیا کردے جس کی بناء پر وہ پورے ہندوستان کے لیے رویت ہلال کا فیصلہ کرسکے (رویتِ ہِلال کے بارے میں استفتاء ثانی)۔

سوال نمبر۸ :

یہ بات ظاہر ہے کہ چاند کے طلوع و غروب کے اوقات سے مطلع ہونے کے سلسلہ میں ''علم فلکیات'' کو بھی خصوصی اہمیت حاصل ہے، اس پس منظر میں ان سوالات کا جواب مطلوب ہے:

الف: جن ملکوں میں عام طور پر آسمان ابر آلود نہیں رہتا اور آنکھوں سے چاند کی روئیت ہوجاتی ہے، کیا ایسے علاقوں میں اگر کبھی مطلع صاف نہ ہو اور کھلی آنکھوں سے چاند نہیں دیکھا جا سکے تو کیا ماہرین فلکیات کی رائے پر روئیت کو قبول کیا جاسکتا ہے۔

ب: جن ملکوں میں مطلع عمومی طور پر ابر آلود ہوتا ہے، جیسا کہ بہت سے مغربی ملکوں کی صورت حال ہے، تو کیا وہاں ماہرین فلکیات کی رائے پر عمل کرنے کی گنجائش ہے؟

ج: اگر کسی تاریخ کے بارے میں ماہرین فلکیات کی رائے ہو کہ آج افق پر چاند قابل روئیت نہیں، اور سائنسی اعتبار سے روئیت ممکن ہی نہیں ہے، تو اگر اس دن روئیت کی شہادت دی جائے تو اس کو خلاف واقعہ سمجھ کر رد کیا جا سکتا ہے؟ یہ شہادت واحد کی شکل میں ہو تو کیا حکم ہوگا اور خبر مستفیض کی شکل میں ہو تو کیا حکم ہوگا؟۔

جواب :

الف، ماہرین فلکیات کی رائے پر عمل کسی بھی صورت میں درست نہیں کیوں کہ نصوص صریحہ بینہ کی مخالفت لازم آتی ہے ۔

''ووجہ ما قلنا أن الشارع لم یعتمد الحساب، بل ألغاہ بالکلیۃ بقولہ :''نحن أمۃ أمیۃ لا نحسب الشہر ہکذا وہکذا''(رد المحتار علی الدرالمختار،کتاب الصوم ۳، ۳۵۵)۔

اور جو ہم نے کہا ؛اس کی وجہ یہ ہے کہ شارع نبی اکرمﷺ نے قطعاً حساب پر اعتماد نہیں کیا بلکہ ا سکو پورے طور پر ا س کو لغو قرار دیا ہے ۔ آپ کا فرمان ہے کہ ہم بے پڑھے لکھے لوگ ہیں ہم حساب نہیں جانتے (اور ہاتھ سے اشارہ کرکے فرمایا کہ) مہینہ اتنے (۲۹ دن) اور اتنے (۳۰) کا ہوتا ہے ۔

ہاں !تائید میں ماہرین فلکیات سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے ڈ مثلاً رؤیت کی بعض خبریں ہیں، لیکن دلائل میں کچھ اشتباہ واقع ہورہا ہو تو ایسی صورت میں ان کی رائے مؤید بن سکتی ہے ، اس صورت میں حکم کا مدار ماہرین فلکیات پر نہیں ہوگا، بلکہ مدار شرعی دلائل پر ہوگا، البتہ فلکیات کی رائے اور تحقیق ؛تائید اور وضاحت بنے گی ۔

ب۔ مطلع ابر آلود ہونے کی صورت مینبھی ماہرین فلکیات کی رائے اور تحقیق قابل قبول نہیں کیو ں کہ عند الشرع اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ ''أن الشارع لم یعتمد الحساب، بل ألغاہ بالکلیۃ بقولہ:نحن أمۃ أمیۃ لا نحسب الشہر ہکذا وہکذا'' اس کے مزیددلائل ماقبل میں دیے جاچکے ہیں۔

اسی طرححضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ نے بھی اپنے رسالہ بنام ''رؤیت ہلال کے بارے میں استفتاء ثانی ،مرتبہ ۱۹۷۱ء ''میں واضح فرمادیا ہے ۔خلاصہ جوابات میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

''یہ بات بھی سب کے نزدیک تسلیم شدہ ہے کہ ماہرین موسمیات کی پیشین گوئی قابل

اعتبار نہیں ہے‘‘۔

ج۔اگر کسی تاریخ کے بارے میں ماہرین فلکیات کی رائے ہو کہ آج افق پر چاند قابل روئیت نہیں، اور سائنسی اعتبار سے روئیت ممکن ہی نہیں ہے، تو اگر اس دن رؤیت کی شہادت دی جائے تو اس کو خلاف واقعہ سمجھ کر ردنہیں کیا جاسکتا، اس لیے رؤیت کی شہادت ایک دلیل شرعی اور حجت ملزمہ ہے خواہ یہ شہادت واحد کی شکل میں ہو اور اگر خبر مستفیض کی شکل میں ہو تو پھر تو ایک دلیل شرعی کی بنیاد پر اس پر عمل لازم اور واجب بطریق اولی ہوگا ۔

چنانچہ خبر مستفیض سے متعلق گذشتہ صفحات میں کافی دلائل ذکر کیے گئے ہیں تاہم دار العلوم دیوبند کے دارالافتاء سے جملہ مفتیان کرام کی تصدیق سے ابھی سال گذشتہ (۲۰؍۱۲؍۱۴۳۹ھ مطابق ۱؍۹؍ ۲۰۱۸ء)مینجو فتویٰ دیاگیا ہے وہ حسب ذیل ہے ۔ مستفتی نے پوچھا ہے کہ ’’ استفاضہ (اور خبر مستفیض) شرعاً حجت ملزمہ ہے یا حجت غیر ملزمہ ۔ اس سے ثابت ہونے امر پر عمل کرنا شرعاً جائز ہے یا واجب ؟ ۔‘‘ اس کے جواب میں مفتی نعمان صاحب مفتی دار العلوم دیوبند نے تحریر فرمایا ہے کہ :

چاند کے باب میں خبر مستفیض حجت ملزمہ ہے اور ا سپر عمل کرنا صرف جائز نہیں بلکہ واجب ہے ۔

’’قولہ: (بطریق موجب)کأن یتحمل اثنان الشہادۃ أو یشہدا علی حکم القاضی أو یستفیض الخبر‘‘ (رد المختار کتاب الصوم جلد ۳ ص ۳۶۴مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند) ’’نعم لو استفاض الخبر فی البلدۃ الأخری لزمہم علی الصحیح من المذہب، مجتبی وغیرہ‘‘ (الدرالمختار مع رد المحتار کتاب الصوم ۳ ؍۳۹۵) ’’قولہ:’’نعم ’’ فی الذخیرۃ قال شمس الائمہ الحلوانی :الصحیح من مذہب أصحابنا أن الخبر یستفاض أو تحقق فیما أہل البلدۃ الأخری یلزمہم حکم ہٰذہ البلدۃ الخ ۔ومثلہ فی الشرنبلالیۃ عن المغنی‘‘ (رد المحتار)(مجریہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ فتویٰ نمبر۱۶۶ تتمہ ، ن ۱۴۳۹ھ)۔

چاند کا فطری اور قدرتی نظام :

دن اور ماہ و سال کیسے بنتے ہیں :

سورج اور چاند کی دو رفتار ہیں(۱) طول۔ (۲) عرض ۔طول میں سورج کی رفتارسے دن بنتے ہیں ۔ یعنی کسی مقام سے سورج کے نکلنے سے لے کرطول میں آئندہ اسی مقام پر آنے تک کا جو دورانیہ ہے اس کو ۲۴ حصوں پر تقسیم کیاگیا اوراس کو ایک دن تسلیم کیاگیا ہے۔ دن کا چوبیسواں حصہ گھنٹہ کہلاتا ہے اور گھنٹے کا ۶۰واں حصہ ایک منٹ اورایک منٹ کا ۶۰ واں حصہ ایک سکینڈ کہلاتا ہے۔ عرض کی رفتارسے ماہ اور سال بنتے ہیں۔اسلام نے قمری مہینوں کے دن ۲۹یا ۳۰ میں محدود کرکے سال کو بارہ حصوں پر تقسیم مانا ہے اور سال سے صدی کا حساب بنتا ہے ۔شمسی نظام میں مہینوں کے دن

کبھی ۲۸ کبھی ۲۹ کبھی ۳۰ء اور کبھی ۳۱ ہوتے ہیں، لیکن قمری نظام میں۲۸ سے کم اور ۳۱ سے زیادہ دن کا کوئی مہینہ نہیں ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ بعض مذاہب اور بعض تحریکوں کے ارکان ایسے بھی ہیں جنہوں نے مہینوں کی تعداد کو ۱۹ء دن میں اور سال کو ۱۹ حصوں پر تقسیم کرکے ۱۹ مہینے کا سال بناکراسلام کے مد مقابل اپنا کیلنڈر الگ بنایا ہواہے، جیسے کہ بہائی مذہب ۔اور بہائیوں سے سبق لیتے ہوئے قادیانیوں نے بھی اسلام کے مقابل اپنا الگ کیلنڈر بنایا ہوا ہے جن کے نام اسلامی مہینوں کے نام سے مختلف ہیں، لیکن ناموں کے فرق کے ساتھ مہینوں کی تعداد ۱۲ء ہی مانتے ہیں ۔

درس نظامی کی مشہور و متداول کتاب شرح وقایہ میں صدر الشرعیہ فقہاء احناف کے پانچویں طبقہ سے تعلق رکھنے والے فقیہ ، عبیداللہ بن مسعود الحنفی(متوفی ۷۴۷ھ) نے لکھا ہے :

’’السَّنۃُ الشمسیۃُ مدّۃُ وُصولِ الشمس اِلی النقطۃ الّتی فارقتْہا من فلک البروج و ذلک في ثلٰثمائۃٍ وخمسۃ و ستین یوماً و رُبعُ یومٍ و السنۃ القمریۃُ اِثنا عشرَ شہراً قمَریاً و مدّتُہا ثلٰثَ مائۃٍ وّأربعۃَ و خَمسُون یوماً و ثُلثُ یوم و ثُلثُ عُشرِ یومٍ ‘‘(کتاب الطلاق باب العنین)۔

فلک برج کے جس نقطہ سے چلا تھا اسی نقطے پرسورج کے پہنچنے کو شمسی سال کہتے ہیں اور یہ مدت تین سو پینسٹھ دن اور ایک چوتھائی یعنی چھ گھنٹے کی ہوتی ہے،اور قمری سال بارہ قمری مہینو نکا ہوتا ہے جس کی مدت تین سو چون دن اور ایک دن کا تہائی (۸ گھنٹہ)حصہ اور ایک دن کا تیسواں(۴۸ منٹ) حصہ ہوتا ہے ۔

شمشی نظام یعنی عیسوی کیلنڈر کا ایک مہینہ اوسطاً ۳۰دن ۱۰گھنٹے ۳۰منٹ سے بنتا ہے جس کاایک سال ۳٦۵دن ٦گھنٹے پر مشتمل ہوتا ہے ۔یہ زائد ٦ گھنٹہ چار سال میں ۲۴ گھنٹے میں تبدیل ہوکر ایک دن مکمل ہوجاتا ہے ۔ اسی لیے عیسوی کیلنڈر میں چوتھا سال ۳٦٦دن کا ہوتا ہے، جیسا کہ ہر چار سال کے بعد فروری میں ۲۹ دن شمار کیاجاتا ہے۔تاریخوں کا حساب اسی پر چلتا رہے گا ۔ ۲۸سال کے بعد انتیسویں سال کا پہلا دن پھر پہلے سال کی پہلی تاریخ کے دن پر آجائے گا ۔گویا ہر ۲۸سال کے بعد وہی پہلے والا دن وتاریخ آجائے گا۔ کیونکہ ہر چار سال میں بڑھنے والا ایک دن ، ۲۸ سالوں میں ایک ہفتہ بن جایا کرتا ہے اس لیے انتیسویں سال کا پہلا دن پھر پہلے سال کی پہلی تاریخ کے دن پر آجائے گا۔

فی الوقت دنیا میں رائج موجودہ ’’گری گورین کیلنڈر‘‘ جس کو انگریزوں نے۱۷۵۲ء میں تسلیم کرکے رائج کیا، اسی حساب پر بنایاگیا ہے اور اس حساب کو وضع کرنے میں بھی عیسائیوں کے تیرہویں پوپ ’’گری گوری‘‘ (موت۱۵۸۲ء) نے اسلام کی رائج کردہ ہجری حساب سے مدد لی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی حساب سے مدد لیے بغیر جو

کیلنڈر بھی ماضی میں بنایاگیا ہے مثلاً یہودی کیلنڈر ، بکرمی کیلنڈر وغیرہ وہ سب کے سب ایک مدت کے بعد ناکام ہوکر اپنی افادیت کھوچکے اور انسان کے وضع کردہ حساب کی ناکامی کا ثبوت دے چکے ہیں۔موجودہ کیلنڈر بھی چونکہ ایک انسانی حساب پر مبنی ہے اس لیے ۲۸ فروری ۲۱۰۰ء کے بعد ایک مرتبہ پھر ناکام ہوجائےگا ۔ یہ خوبی صرف اور صرف ہجری کلینڈر میں ہے کہ نہ ماضی میں کبھی ناکام ہوا اور نہ آئندہ کبھی ناکام ہوگا ۔فالحمداللہ علی ذلک۔

ہجری کیلنڈر میں چاند جو اپنی مسافت ،عرض میں طے کرتا ہے ،اس کی گردش کو اسلامی کیلنڈر سے ایک ماہ میں، یعنی ایک ہلال کے نکلنے سے لے کر دوسرے ماہ کے ہلال کے نکلنے تک انتیس دن ۱۲ گھنٹہ ۴۵ منٹ میں مانا گیا ہے جو ایک سال میں ۳۵۴ دن اور مکمل ۹ گھنٹے بن جاتے ہیں ۔یعنی چاند کو عرض کی طرف سے اپنی جگہ آنے میں ۳۵۴دن ۹ گھنٹے لگ جاتے ہیں تب ایک سال بنتا ہے۔ تین سال کے بعد یہ زائد ۹ گھنٹہ ۲۷ستائیس گھنٹے میں تبدیل ہوکر، یعنی ایک پورا دن بن کر تین گھنٹہ زائد ہوجائے گا۔ اس کے بعد پھراگلے تین سال میں (یعنی ماضی کے تین سال کے ساتھ جو کہ اب چھ سال بن جائینگے) اس زائدتین گھنٹے کے ساتھ مل کر ۳۰تیس گھنٹے بن جائینگے یعنی ایک دن (۲۴ گھنٹہ) مکمل ہوکر اب چھہ گھنٹہ زائد ہوجائے گا۔ پھر اس کے بعد اگلے دو سال(یعنی کل ۸ سال) میں اس چھ گھنٹہ کے ساتھ ۲۴چوبیس گھنٹے بن جائینگے جو مکمل ایک دن ہے۔ اب ۸ سال کے بعد کوئی سکنڈ یا منٹ زائد نہیں رہے گا ۔ گویا۹واں سال جو شروع ہوگا وہ بالکل پہلے سال کی طرح ہوگا اسی ترتیب سے آئندہ کی تاریخیں چلتی رہینگی ۔

اس میں غور کرنے سے معلوم ہوجائے گا کہ یکے بعد دیگرے جب دو مہینوں کے ۱۲ گھنٹے جمع ہوتے ہیں تو دنوں کی تعداد ۳۰ ہوجایاکرتی ہے اور اسی وجہ سے اس کے بعد کے مہینے میں ۲۹ میں چاند کے دکھنے کا امکان زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ کیوں دن مکمل ہوکر مزید ۱۳۵ منٹ یعنی دو گھنٹہ پندرہ منٹ کازاید وقت چاند کو مل گیا ہے ۔اسی لیے بسا اوقات جغرافیائی اعتبار سے بعض مقامات پرغروب آفتاب کے متصلاً بعد اور کبھی کچھ تھوڑا بہت اور وقت لے کر جیسے کہ چاند کو اگلے مہینے کا نصف گھنٹہ یا چند منٹ اور زاید مل جائے تو ۲۹ میں ہی افق پر چاند نظر جاتا ہے اور بسااوقات کچھ مزید وقت چاہیے تو پھر اگلے روز ہی دکھائی دیتا ہے، چونکہ افق پر پہلے دن ٹھہرے رہنے کا وقفہ بہت کم ہوتا ہے۔

یہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ پہلا سال جو ۳۵۴دن اور ۹ گھنٹے کا تھا اب اس کا تیسرا سال ۳۵۵ دن کا ہوگا ۔اسی طرح چھٹا سال اور آٹھواں سال بھی ۳۵۵ ہی دن کا ہوگا۔ یہ تین دن کا جو اضافہ ۸ سال میں دکھائی دے رہا ہے وہ تین جگہوں پر تقسیم ہوکر آیا ہے اس لیے مستقل مکمل تین دن نہیں، بلکہ ۸ سالوں میں تین جگہ تقسیم شدہ دن مانا جائے گا

۔اب چونکہ پہلے تین سالوں میں ایک دن مکمل ہوچکا تھا تو اس کو ۳۵۴ کی بجائے ۳۵۵مان لیا گیا ہے، لیکن دوسرے دور کے تین اور اس کے بعد کے دو سالوں میں دوجگہ تقسیم ہے، اس لیے اسے مکمل دن نہ مان کر پہلے ہی کے ساتھ رہنے دیا جائے گا ۔البتہ پہلے تین سالوں کی طرح دوسرے تین سال میں،یعنی چھٹواں سال میں بھی ۳۵۵ دن ہی بنینگے، جبکہ اس کے بعد صرف دو سال میں ہی ایک دن پورا ہوکر ۳۵۵دن بن جائینگے۔ اسی پر ہجری سال کی بنیاد ہے، جیسا کہ اسلامی کتب میں اس کی وضاحت تفصیل سے ملتی ہے۔

لیکن عیسوی یا ہجری دونوں کے دن برابر چلتے رہینگے ایک دن کے مقابل ایک ہی دن رہے گا ۔ یہانتک کہ ۱۶۸سال ہجری کے اور ۱۶۳سال عیسوی کے جب پورے ہونگے تو دن دونوں کے برابر ہوجائینگے، یعنی پہلے سال کا پہلا محرم اور پہلی جنوری ایک ہی ساتھ شروع ہوکر ۱۶۳ویں عیسوی سال کے ۳۱دسمبر میں ۱۶۸ویں ہجری سال کے آخری ذی الحجہ کے برابر ہوجائے گا ۔ ۵۹۵۳۵دن ہجری کے بنینگے اور عیسوی کے بھی اتنے ہی دن ہونگے صرف ۱۸ گھنٹے عیسوی میں زائد ہو جائینگے ۔جو آگے کے حساب میں اضافہ ہوتا چلاجائے گالیکن صرف ۱۶۸سال ہجری اور ۱۶۳سال عیسوی کا حساب جب بھی جوڑا جائے گا تو دونوں کے دن برابر ہی نکلینگے ۔

ہجری کیلنڈر کے حساب کا صحیح اصول :

یہ ایک اہم اصول ہے کہ کسی سال کی پہلی تاریخ جس دن میں ہوگی ۳۵۱ ویندن میں پھر وہی دن ہوگا۔ اس حساب سے پہلے سال کی پہلی تاریخ اگر جمعہ کے دن ہے تو دوسرے سال کی پہلی تاریخ منگل کے دن ہوگی کیونکہ پہلے سال کو۳۵۴ دن کا مانا جاتا ہے ۔ جب ۳۵۱ویں دن میں جمعہ ہوگا تو ۳۵۲واں دن سنیچر کا اور ۳۵۴واں دن پیر کا ہوگا اس لیے دوسرے سال کی پہلی تاریخ منگل کے دن ہوگی ۔ اسی طرح تیسرے سال کی پہلی تاریخ سنیچر کے دن ہوگی کیونکہ دوسرے سال کا ۳۵۱واں دن منگل میں پڑا ہے تو ۳۵۲واں دن بدھ ۳۵۳واں دن جمعرات اور ۳۵۴واں دن جمعہ کو پڑگیا۔ لہٰذا تیسرے سال کی پہلی تاریخ سنیچر کو پڑے گی ۔اسی طرح چوتھے سال کی پہلی تاریخ بدھ کو ہونی چاہئے تھی، لیکن چونکہ تیسرا سال ۳۵۵ دن کا ماناجاتا ہے، اس لیے اب چوتھے سال میں پہلی تاریخ جمعرات کوہوگی ۔پھر اسی حساب سے پانچویں سال کی پہلی تاریخ پیر کے دن ہوگی اور چھٹے سال کی پہلی تاریخ جمعہ کے دن ہوگی ۔ اور ساتویں سال کی پہلی تاریخ بجائے منگل کے بدھ کو ہوگی کیونکہ چھٹا سال ۳۵۵ ہی دن کا ماناگیا ہے ۔ اور آٹھویں سال کی پہلی تاریخ اتوار کو ہوگی اور نویں سال کی پہلی تاریخ پھرجمعہ کے دن ہوگی کیونکہ آٹھواں سال بھی ۳۵۵دن کا ہی ماناگیاہے ۔ یہ ایک دور مکمل ہوگیاکیونکہ ۹ویں سال کی پہلی تاریخ جمعہ کے دن آگئی جو پہلے سال کی پہلی تاریخ کا دن تھا اور ماقبل کا کوئی

گھنٹہ یا منٹ باقی بچا ہوا نہیں ہے ۔ اسی ترتیب پر آگے یا پیچھے کی تاریخیں چلتی رہینگی ۔اس حساب سے ہر ۸ سال کے بعد ۹ویں سال کی پہلی تاریخ جمعہ کے دن ہوگی ۔گویا اگلے ۸ سال کے بعد ۱۷ویں سال مینبھی پہلی تاریخ جمعہ کے دن ہوگی، پھراس کے ۸ سال کے بعد ۹وینسال، یعنی ۲۵ویں سال میں بھی پہلی تاریخ جمعہ کے دن ہوگی ۔ الی آخرہ۔

گویا ہر اس سال کو جس کو ۸سے تقسیم کیاجائے اور کچھ بچاہوا نہ رہے تو اس کے بعد والے سال کی پہلی تاریخ جمعہ کے دن ہوگی ۔ اس قاعدہ کے مطابق جب ہم ۱۴۳۲کو ۸ سے تقسیم کرتے ہیں تو حاصل ۱۷۹نکلتا ہے اور کچھ بچاہوا نہیں رہتا، لہٰذا ۱۴۳۳ ، والے سال کی پہلی تاریخ جمعہ کے دن ہونی چاہئے تھی، جبکہ وہ پیر کا دن پڑاہے ۔ اور ۱۴۳۴والے سال میں پہلی تاریخ منگل کے دن پڑنی چاہیے، جبکہ پہلی تاریخ متفقہ طور پر جمعہ کے دن پڑی ہے ۔

اس سے سلسلے میں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ ’’انجمن ترقی اردو، ہند نئی دہلی‘‘ سے شائع ہونے والی ’’تقویم ہجری وعیسوی (مرتبہ ابو النصر محمد خالدی ایم اے عثمانیہ بنظر ثانی مولوی محمد احمد خاں پروفیسر جامعہ عثمانیہ اور زیڈ اے ڈیسائی)میں درج تاریخوں میں ہجری و عیسوی کی تطبیق قطعاً درست نہیں، نیز اس کا حساب بھی درست نہیں۔ لیکن یہی حساب اگر تحفۂ شاہجہانی دائمی کلینڈرسے جوڑا جائے تو حساب بالکل درست نکل آتا ہے ۔

مثلاً ۔ تحفۂ شاہجہانی کلینڈر میں پہلی ہجری کی پہلی تاریخ پیر کے دن مطابق ۱۸جولائی ۶۲۲ء مانا ہے ۔اس لیے پہلی ہجری کے پہلی تاریخ جب پیر کے دن مانا ہے تو دوسری ہجری کی پہلی تاریخ جمعہ کے دن پڑی ہے اور تیسری ہجری کی پہلی تاریخ منگل کے دن تسلیم کیا ہے اور چوتھی ہجری کی پہلی تاریخ سنیچر کے دن ہونی چاہئے، لیکن چونکہ تیسرا سال ۳۵۵دن کا ماناگیا ہے اس لیے اتوار کے دن ہے ۔اور پانچویں سال کی پہلی تاریخ جمعرات کو اور چھٹے کی پہلی تاریخ پیر کے دن اور ساتویں سال کی پہلی تاریخ جمعہ کے ہونی چاہئے، لیکن چھٹا سال ۳۵۵دن کا ماناگیا ہے، اس لیے سنیچر کوپڑی ہے ۔ آٹھویں سال کی پہلی تاریخ بدھ کے دن اور پھر نویں سال کی پہلی تاریخ اتوار کو ہونی چاہئے، لیکن چونکہ آٹھواں سال ۳۵۵دن کا ماناگیا ہے جو جمعرات کا ہے، اس لیے نویں سال کی پہلی تاریخ پیر کو پڑی ہے جو کہ پہلے سال کی پہلی تاریخ کا دن ہے ۔

اسی حساب پر ہر ۸سال کے بعد ۹وانسال پیر کے دن پڑے گا ۔یہی حساب ۱۴۳۲ہجری تک آئے گا اور ۱۴۳۳ھ کی پہلی تاریخ کا پہلا دن پیر کے دن پڑے گا اور ۱۴۳۴کی پہلی تاریخ جمعہ کے دن پڑے گی، جیسا کہ واقع بھی ہوا ہے جوہمارے حساب کے درست ہونے کی ایک بڑی دلیل ہے ۔

حساب کی وضاحت :

مثلاً ہر ہجری سال کے دنوں کی تعداد ۳۵۴ دن ۹ گھنٹے طے ہیں اس کو ضرب دیا جائے آج کی تاریخ ۲۹ ذی الحجہ ۱۴۳۳ سے (۱۴۳۳*۳۵۴.۳۷۵)تو حاصل ضرب ۵۰۷۸۱۹.۳۷۵پانچ لاکھ سات ہزار آٹھ سو ۱۹ دن تین سو پچہتر پوائنٹ یعنی ۹ گھنٹے نکلتے ہیں ۔ اور عیسوی سال کے دنوں کی کل تعداد ۳۶۵ دن چھ گھنٹے مانے جاتے ہیں ۔ ۱۸ جولائی (جو صحیح حساب و صحیح جنتری '' تحفہ شاہجہانی دائمی کیلنڈ ر '' کے مطابق پہلی ہجری کی پہلی تاریخ بنتی ہے)سے لے کر۱۵ نومبر۲۰۱۲تک سے تقابل کریں تو ۱۸جولائی سے ۳۱ دسمبر تک کل دنوں کی تعداد ۱۶۷ہے اور ۶۲۳ء سے لے کر ۲۰۱۱ء کے آخری دسمبر تک کل سال کی تعداد ۱۳۸۹ہے جن کے دنوں کی تعداد (۵۰۷۳۳۲.۲۵)پانچ لاکھ سات ہزار تین سو بتیس دن چھ گھنٹے بنتے ہیں اب پھر ۲۰۱۲کی پہلی جنوری سے لے کر ۱۵ نومبر تک کل دنوں کی تعداد(۳۲۰)ہے ان سب کو جمع کیا جائے تو۰۷۸۱۹.۲۵ ۱۶۷+۵۰۷۳۳۲.۲۵+۳۲۰=۵نکلتے ہیں ۔اس میں تین سو پچہتر پوائنٹ کی جگہ صرف ۲۵ پوائنٹ آیا ہے یہ دن مینکمی زدیاتی نہیں ہے بلکہ سال کو پورا کرنے کے لیے رات کا کچھ حصہ لے لیا ہے ۔

مسئلے کو سمجھنے کے لیے مزید ایک دوسری مثال پر غور کیجیے۔موجودہ وقت میں ہجری کے اعتبار سے ہم ۱۴۴۱ھ میں چل رہے ہیں تو آئیے اس سے قبل ۱۴۴۰ھ تک کا حساب کرکے دیکھتے ہیں اور ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ کی آخری تاریخ ۲۹ذی الحجہ مطابق۳۱،اگست۲۰۱۹ء تک کے دنوں کا حساب کرکے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہجری اور عیسوی سالوں کے دن برابر نکلتے ہیں ۔مثلاً ۱۴۴۰ھ کو ۳۵۴.۳۷۵سے ضرب دینے پر حاصل ضرب ۵۱۰۳۰۰مکمل ،پانچ لاکھ دس ہزار تین سو دن نکلتے ہیں ۔اب عیسوی کی تاریخ سے یکم ہجری سے لے کر۳۱،اگست۲۰۱۹ء تک کے کل دنوں کو جوڑا جائے تو اس کے دن بھی ۵۱۰۲۹۹مکمل نکلتے ہیں ۔

عیسوی حساب نکالنے کا طریقہ یے ہے کہ پہلے یکم ہجری کی پہلی تاریخ مطابق۶۲۲ء میں ۱۸جولائی سے ۳۱ دسمبر تک کل دنوں کی تعداد ۱۶۷ہے اس کو الگ محفوظ کر لیجیے ۔اس کے بعد ۶۲۳ء سے لے کر ۲۰۱۹ء کے آخری دسمبر تک کل سال کی تعداد(۱۳۹۶)تیرہ ہزار چھیانوے ہے اس کو ۳۶۵.۲۵سے ضرب دیجئے(۳۶۵.۲۵*۱۳۹۶) تو دنوں کی تعداد (۵۰۹۸۸۹)پانچ لاکھ نو ہزار آٹھ سو نواسی مکمل بنتے ہیں اب پھر ۲۰۱۹ء کی پہلی جنوری سے لے کر۳۱ ،اگست تک کل دنوں کی تعداد(۲۴۳)ہے اس کو سب کے ساتھ جمع کیا جائے تو ۱۶۷+۵۰۹۸۸۹+۲۴۳=۵۱۰۲۹۹بنتے ہیں یعنی صرف ایک دن کم ہے ۔ یہ تیرہ سو چھیانوے سال مینسورج کے حساب سے ایک دن کمی کا جو فرق ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ آگے چل کر بہت جلدچاند یہ حساب کسی مہینے میں از خود پورا کر دے گا اور دونوں

کے دن برابر ہوجائیں گے۔اگر ۱۴۳۰ھ کا ذی الحجہ ۳۰دن کا ہوا ہوتا تو کوئی فرق نہیں رہ جاتا ، چنانچہ آپ تحقیقی کرکے دیکھ لیں کہ بہت سے قریب المطلع علاقوں میں ذی الحجہ کا چاندمطلع صاف ہونے کے باوجود نہیں دیکھا گیا گویا اپنے مدار میں چاند نے ہندستان ہی کے اس خطہ ارض پر ۳۰دن پورے کیے ہیں ۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہجری اور عیسوی دونوں کے سالوں کی تعداد میں اگرچہ فرق ہے اپنے اپنے حساب کے اعتبار سے لیکن ددونوں کے دنوں کی تعداد برابر ہے یعنی ایک دن کے مقابل ایک ہی دن ماناگیا ہے اور یہ جبھی ممکن ہے جبکہ عیسوی کیلنڈر کو ہجری قوانین و حساب کے تابع مانا جائے کیونکہ ہجری حساب خوساختہ نہیں، بلکہ خدائی نظام کے ماتحت ہیں۔اگر ایسا نہ کیا جائے تو عیسوی کیلنڈر بے لگام ہوکر ہمیشہ اپنی افادیت کھوتا رہے گا، جیسا کہ ماضی میں کئی بار کھو چکا ہے۔

شمسی نظام میں چونکہ دن اور سال کا دورانیہ ایک قاعدہ کے تحت طے کیاگیا ہے، اس لیے یہ مسلم قاعدہ ہے کہ کسی سال کی پہلی تاریخ جس دن میں پڑے گی اس کے پورے ایک سو سال مکمل ہونے کے بعد جب نیا سال شروع ہوگا تو اس کا پہلا دن پہلے سال والے دن سے ایک دن پہلے پڑے گا ۔ مثلاً آج ۲۰۱۲میں ۹دسمبر کی تاریخ میں اتوار کا دن ہے توایک سو سال کے بعد ۲۱۱۲کے ۹دسمبر میں ایک دن پہلے، یعنی سنیچر کا دن آئے گا ۔اس قاعدے سے اگر اختلاف کیاجائے تو شمسی حساب کی تمام تاریخیں غلط قرار پائینگی ۔

اس قاعدہ کی ایک دوسری مثال ایک دن پہلے اور ایک دن بعد کی لیجیے ، مثلاً اگر ۱۳ فروری ۱۹۳۵ء میں چہار شنبہ (بدھ) کے دن پڑا ہوا ہے تو اس کے بعد ۱۳ فروری ۲۰۳۵ء ایک دن پہلے یعنی سہ شنبہ(منگل) میں پڑے گا ۔ اور یہ بھی سمجھ لیجیے کہ ۱۳ فروری ۱۹۳۵ء سے ایک سو سال پہلے یعنی ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء جمعرات میں پڑا ہوگا جو بدھ سے ایک دن بعد کا دن ہے ۔

* * *

رؤیت ہلال میں فلکیاتی حساب اور محکمہ موسمیات سے مدد

مولانا محمد اکرم بن مولانا اسلم رشید•

جواب(۲)(الف)(ج):

رؤیت ہلال کے سلسلہ میں فلکیاتی حساب اور محکمۂ موسمیات سے مدد لینا:

اسلام کی عمومی تعلیمات پر اگر نظر ڈالی جائے اور دوسرے علوم سے استفادہ کے سلسلہ میں اس کے احکام کو دیکھا جائے تو واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رؤیت ہلال کے سلسلہ میں مدد کی حد تک فلکیاتی حساب اور محکمۂ موسمیات سے استفادہ کی گنجائش ہے ،چنانچہ انٹرنیشنل فقہ اکیڈمی جدہ کا فیصلہ مندرجۂ ذیل ہے :

''رؤیت ہی پر اعتماد کرنا واجب ہے ،البتہ فلکیاتی حساب اور رصدگاہوں سے مدد لی جائے گی ؛تاکہ احادیث نبوی اور سائنسی حقائق دونوں کی رعایت ہو سکے ''(انٹرنیشل فقہ اکیڈمی جدہ کے فیصلے،ص: ۱۰۵)۔

مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ لکھتے ہیں:

''قمری مہینہ کا شروع ہونا چاند دیکھنے پر موقوف ہے ،فلکیاتی فن سے اس میں اتنی تو مدد لی جا سکتی ہے کہ آج چاند ہونے کا امکان ہے یانہیں '' (آپ کے مسائل اور ان کا حل۴٫۵۱۷)۔

جواب(۸)(ج):

فلکیاتی حساب پر انحصار :

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ رؤیت ہلال کے سلسلہ میں محض مدد کی حد تک فلکیاتی حساب سے استفادہ کی گنجائش ہے ؛البتہ اسی پر انحصار کرنا درست نہیں ہے ؛اس لئے کہ نصوص میں سورج ،چاند ان کے نظام افادیت اور اہمیت کے تذکرہ کے باوجود ایک بھی مرفوع یا موقوف روایت ایسی نہیں پیش کی جا سکتی کہ جس میں فلکیات کے اعتبار کی بات آئی ہو اور اس کی بنیاد پر چاند کے ثبوت و اعتبار کا ذکر ہو ؛بلکہ احادیث کے ذخیرہ سے تو اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ روزہ اور افطار کے سلسلہ میں اصل مدار رؤیت پر ہے۔

فلکیاتی حساب کے سلسلہ میں شراح حدیث کے اقوال:

علامہ ابن حجرؒ حدیث ''إنا أمة أمية، لا نكتب ولا نحسب، الشهر هكذا وهكذا ''يعني

• مدرسہ عربیہ تعلیم المسلمین لوناواڑہ، گجرات۔

مرة تسعة وعشرين، ومرة ثلاثين ''کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

''والمراد بالحساب هنا حساب النجوم وتسييرها ولم يكونوا يعرفون من ذلك أيضا إلا النزر اليسير فعلق الحكم بالصوم وغيره بالرؤية لرفع الحرج عنهم في معاناة حساب التسيير واستمر الحكم في الصوم ولو حدث بعدهم من يعرف ذلك بل ظاهر السياق يشعر بنفي تعليق الحكم بالحساب أصلا ويوضحه قوله في الحديث الماضي، فإن غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين، ولم يقل فسلوا أهل الحساب''(فتح البارى۴،۱۲۷)۔

''عون المعبود ''میں ہے:

''المراد بالحساب هنا حساب النجوم وتسييرها ولم يكونوا يعرفون من ذلك أيضا إلا النزر اليسير فعلق الحكم بالصوم وغيره بالرؤية لرفع الحرج عنهم في معاناة حساب التسيير''(عون المعبود ۶،۳۱۰)۔

''مرعاة المفاتيح ''میں ہے :

''المراد بالحساب هنا حساب النجوم وتسييرها، ولم يكونوا يعرفون من ذلك أيضا إلا النذر اليسير فعلق الحكم بالصوم وغيره بالرؤية لرفع الحرج عنهم في معاناة حساب التيسير، واستمر الحكم في الصوم، ولو حدث بعدهم من يعرف ذلك بل ظاهر السياق يشعر بنفي تعليق الحكم بالحساب أصلا، ويوضحه قوله في الحديث الماضي، فإن غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين، ولم يقل فسلوا أهل الحساب'' (مرعاة المفاتيح :۶،۴۳۵)۔

علامہ نووی رقمطراز ہیں:

'' قال المازري حمل جمهور الفقهاء قوله صلى الله عليه وسلم فاقدروا له على أن المراد اكمال العدة ثلاثين، كما فسره في حديث آخر قالوا ولا يجوز أن يكون المراد حساب المنجمين؛ لأن الناس لو كلفوا به ضاق عليهم؛ لأنه لا يعرفه إلا أفراد والشرع إنما يعرف الناس بما يعرفه جماهيرهم والله أعلم''(شرح النووی۷،۱۸۶)۔

''ذخيرة العقبى '' میں ہے:

'' فعلق الحكم بالصوم وغيره بالرؤية لرفع الحرج عنهم في معاناة حساب التسيير، واستمر الحكم في الصوم، ولو حدث بعدهم من يعرف ذلك، بل ظاهر السياق يشعر بنفي تعليق الحكم بالحساب أصلا، ويوضحه:''فإن غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين''، ولم يقل:فسلوا أهل الحساب'' (ذخيرة العقبى۲۰،۳۳۶)۔

''بذل المجهود '' میں ہے:

''فعلق الحكم بالصوم و غيره بالرؤية لرفع الحرج عنهم فى معانات حساب التيسير ولو حدث بعد هم من يعرف ذلک بل ظاهر السياق يشعر بنفى تعليق الحكم بالحساب أصلا''(بذل المجهود۱۱،۱۰۵)۔

علامہ انور شاہ کشمیری ؒتحریر فرماتے ہیں:

''فالفطر والصوم عندنا يدور بالرؤية حقيقة، أو نقلها المعتبر شرعا ولا عبرة عندنا بالتقويم'' (فيض البارى ۳،۳۳۰)۔

علامہ سیوطی رقم فرماتے ہیں:

''ولا يجوز أن يكون المراد حساب المنجمين؛ لأن الناس لو كلفوا به ضاق عليهم؛ لأنه لا يعرفه، إلا أفراد والشرع إنما يعرف الناس بما يعرفه جماهيرهم''(تنوير الحوالک شرح مؤطا مالک۱،۲۱۱)۔

رابطۂ عالم اسلامی کی مندرجۂ ذیل تجویز سے بھی فلکیات کے عدم اعتبار کی بات معلوم ہوتی ہے :

''فإن للمسلمين في تلك المناطق وما شابهها أن يأخذوا بمن يثقون به من البلاد الإسلامية التي تعتمد على الرؤية البصرية للهلال دون الحساب بأي شكل من الأشكال عملا بقوله صلى الله عليه وسلم ((صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته، فإن غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين)) وقوله صلى الله عليه وسلم: ((لا تصوموا حتى تروا الهلال أو تكملوا العدة ولا تفطروا حتى تروا الهلال أو تكملوا العدة)''(مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی۲،۷۸۴)۔

فلکیات کے سلسلہ میں فقہاء کے اقوال:

احناف:

علامہ شامی لکھتے ہیں:

''قوله:ولا عبرة بقول المؤقتين)؛ أي في وجوب الصوم على الناس بل في المعراج لا يعتبر قولهم بالإجماع، ولا يجوز للمنجم أن يعمل بحساب نفسه، وفي النهر فلا يلزم بقول المؤقتين أنه أي الهلال يكون في السماء ليلة كذا وإن كانوا عدولا في الصحيح كما في الإيضاح وللإمام السبكي الشافعي تأليف مال فيه إلى اعتماد قولهم؛ لأن الحساب قطعي. اهـ. ومثله في شرح الوهبانية. مطلب ما قاله السبكي من الاعتماد على قول الحساب مردود قلت ما قاله السبكي رده متأخرو أهل مذهبه منهم ابن حجر والرملي في شرحي المنهاج'' (شامی۲،۳۸۷)۔

''مراقی الفلاح'' میں ہے:

''اتفق أصحاب أبي حنيفة، إلا النادر والشافعي أنه لا اعتماد على قول المنجمين في هذا'' (مراقی الفلاح۱،۴۱)۔

''البنایہ'' میں ہے :

''ولا يعتبر قول المنجمين بالإجماع، ومن رجع إلى قولهم فقد خالف الشرع'' (البنایہ۴،۱۷)۔

علامہ ابن نجیم رقمطراز ہیں:

''أشار المصنف إلى أنه لا عبرة بقول المنجمين، قال في غاية البيان:ومن قال:يرجع فيه إلى قولهم فقد خالف الشرع''(البحرا لرائق۲،۲۸۴)۔

شوافع:

البیان فی مذہب الامام الشافعی میں ہے :

''وقال بعض الناس:یعلم دخوله بذلك، ویعلم بالحساب والنجوم:أن الهلال قد أهل، فیلزمه، وهذا لیس بصحیح، لما روى ابن عباس - رضي الله عنهما -:أن النبي - صلى الله علیه وسلم - قال: «صوموا لرؤیته، وأفطروا لرؤیته، فإن غم علیكم.. فأكملوا العدة ثلاثین یوما.... وهذا یمنع من الرجوع إلى قول المنجمین'' (البیان ۴۷۵،۳)۔

الحاوی الکبیر کی مندرجۂ ذیل عبارت سے بھی اہل حساب پر اعتماد کی تردید ہوتی ہے:

''وحكي عن آخرین منهم أنهم عملوا في صومهم على النجوم وما توجبه أحكام الحساب تعلقا بقوله {وعلامات وبالنجم هم یهتدون) {النحل: ١٦) فأخبر أن الابتداء یكون بالنجم، والدلیل على كلا الفریقین روایة عبد الله بن عمر أن رسول الله - صلى الله علیه وسلم - قال:" صوموا لرؤیته وأفطروا لرؤیته، فإن غم علیكم فأكملوا العدة ثلاثین " فعلق حكمه بأحد شرطین، لا ثالث لهما''(الحاوی الکبیر۴۰۸،۳)۔

علامہ نووی ؒ رقم فرماتے ہیں:

''واحتج الجمهور بالروایات التي ذكرناها وكلها صحیحة صریحة فاكملوا العدة ثلاثین وهي مفسرة لروایة فاقدروا له المطلقة، قال الجمهور: ومن قال بتقدیر تحت السحاب فهو منابذ لصریح باقي الروایات وقوله مردود، ومن قال بحساب المنازل فقوله مردود بقوله صلى الله علیه وسلم في الصحیحین: "إنا أمة أمیة لا نحسب ولا نكتب الشهر هكذا وهكذ " الحدیث قالوا:ولأن الناس لو كلفوا بذلك ضاق علیهم لأنه لا یعرف الحساب إلا أفراد من الناس في البلدان الكبار فالصواب ماقاله الجمهور وما سواه فاسد مردود بصرائح الأحادیث السابقة''(المجموع شرح المهذب۲۷۰،۶)۔

علامہ وہبہ زحیلی ؒ کی چشم کشا عبارت ملاحظہ ہو :

''لا یثبت الهلال بقول منجم أي حاسب یحسب سیر القمر، لا في حق نفسه ولا غیره؛ لأن الشارع أناط الصوم والفطر والحج برؤیة الهلال، لا بوجوده إن فرض صحة قوله، فالعمل بالمراصد الفلكیة، وإن كانت صحیحة لا یجوز، ولایطلب شرعا'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱۶۵۳،۳)۔

مالکیہ:

''مواہب الجلیل'' میں ہے :

''ولا یلتفت إلى حساب المنجمین اتفاقا، وإن ركن إلیه بعض البغدادیین'' (مواہب الجلیل۳۸۷،۲)۔

''الفواکہ الدوانی'' میں ہے :

''ولا التفات إلى حساب المنجمین ولا لقول أهل المیقات''(الفواکہ الدوانی۳۰۴،۱)۔

شرح الزرقانی علی مختصر خلیل میں ہے :

''ظاهر قوله بكمال شعبان إنه لا يلتفت لحساب المنجمين، وهو كذلك كما سيأتي'' (شرح الزرقانی۲،۳۳۹)۔

''التوضیح'' میں ہے :

''ولا يلتفت إلى حساب المنجمين اتفاقا، وإن ركن إليه بعض البغداديين''(التوضیح فی شرح مختصر ابن حاجب۲،۳۸۷)۔

حنابلہ:

علامہ ابن قدامہ کی مندرجۂ ذیل عبارت بھی اسی کی طرف مشیر ہے :

''وكذلك لو بنى على قول المنجمين وأهل المعرفة بالحساب، فوافق الصواب، لم يصح صومه، وإن كثرت إصابتهم، لأنه ليس بدليل شرعي يجوز البناء عليه، ولا العمل به، فكان وجوده كعدمه'' (المغنی ۳،۱۱۲)۔

حساب پر عدم انحصار کے سلسلہ میں اکابر کے فتاوی:

''امداد الفتاوی'' میں ہے:

''اول تو ان مقدمات ریاضیہ میں بعض مخدوش بھی ہیں ،دوسرے قطع نظر اس سے شریعت میں ان کا بالکل اعتبار نہیں کیا گیا ،حدیث:''نحن أمة أمية لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا'' اس کی صریح نفی کر رہی ہے '' (امداد الفتاوی ۲،۱۴۴)۔

''فتاوی محمودیہ'' میں ہے :

''علامہ ابن عابدینؒ نے معراج سےاجماع نقل کیا ہے کہ اہل توقیت کا قول معتبر نہیں ''(فتاوی محمودیہ۱۰،۱۱۴)۔

مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوریؒ رقم فرماتے ہیں:

''مؤقتین کی بات معتبر نہیں ہے ،یعنی ان کے حساب کی وجہ سے عوام الناس پر روزہ رکھنا واجب نہیں ہے، معراج میں تو یہاں تک ہے کہ بالاجماع ان کی بات معتبر نہیں ہے ،اور نہ خود حساب دانوں پر ان کی حساب کی وجہ سے روزہ رکھنا جائز ہے ''(فتاوی رحیمیہ۷،۲۲۷)۔

مفتی نظام الدین صاحب رقم فرماتے ہیں:

''اگر ثبوت ہلال کا مدار شرعی شہادت سے ہٹ کر کسی حساب یا محکمۂ موسمیات کی تحقیقات وغیرہ پر رکھا گیا تو نصوص و روایات کے صریح خلاف ہونے کی وجہ سے نا قابل قبول بلکہ واجب الرد ہو جا ئے گا ''(منتخبات نظام الفتاوی۱،۴۵۹)۔

مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ فرماتے ہیں:

''قمری مہینہ کا شروع ہونا چاند دیکھنے پر موقوف ہے ،فلکیات کے فن سے اس میں اتنی تو مدد لی جا سکتی ہے کہ آج چاند ہونے کا امکان ہے یا نہیں؟لیکن جب تک

رؤیت کے ذریعہ چاند ہونے کا ثبوت نہ ہو جائے محض فلکیات کے حساب سے چاند ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا ،مختصر یہ کہ چاند ہونے میں رؤیت کا اعتبار ہے ،فلکیات کے حساب کا اعتبار بغیر رؤیت کے نہیں ہے '' (آپ کے مسائل اور ان کا حل۵۱۸،۴)۔

''فتاوی فریدیہ'' میں ہے :

''ڈائری اور جنتری کے حسابات پر کوئی اہل علم اعتماد نہیں کرتا ''(فتاوی فریدیہ ۴۰،۴)۔

شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی تحریر فرماتے ہیں:

''حسابات کی بنا پر قمری مہینوں کا تعین شرعا درست نہیں ہے ''(فتاوی عثمانی ۱۶۵،۲)۔

''جدید فقہی مسائل'' میں ہے :

''امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کا اتفاق ہے کہ فلکیاتی علوم اور حساب پر عید و رضان کا فیصلہ درست نہیں ہے'' (جدید فقہی مسائل ۱۸،۲)۔

''فتاوی حقانیہ'' میں ہے :

''روزہ کا ثبوت رؤیت یا تکمیل ثلاثین شعبان پر موقوف ہے ا س کے علاوہ کسی حساب و کتاب کی وجہ سے روزہ فرض نہیں ہوتا '' (فتاوی حقانیہ۱۲۸،۴)۔

''فتاوی دار العلوم زکریا'' میں ہے:

''رؤیت ہلال کے بارے میں نجومی ،ستارہ سناش ،کی بات قابل اعتبار نہیں ،لہذا ان کے حساب کی بنا پر ہلال کا ثبوت نہی ہوگا؛ کیونکہ شریعت نے روزہ اور عید کو رؤیت ہلال پر وابستہ کیا ہے ،لہذا نجومیوں کا قول خواہ کتنا ہی د قیق نظریات پر مبنی ہو ،اس میں قطعیت نہیں پائی جاتی، بلکہ اکثر اوقات ان کی رائیں با ہم مختلف ہوتی ہیں ،ہاں جدید فلکیاتی حساب نفی میں استعمال کر سکتے ہیں ،لیکن اثبات میں گنجائش نہیں ہے؛البتہ جو یقینی ہے اس سے مدد لینے میں گنجائش ہے ''(فتاوی دار العلوم زکریا ۲۲۲،۳)۔

''کتاب النوازل'' میں ہے :

''چاند کے ثبوت کے لئےفلکیاتی حساب کو شرعا معیار نہیں بنایا جا سکتا ؛بلکہ چاند کے ثبوت کا مدار رؤیت بصری پر ہے'' (کتاب النوازل۳۰۳،۶)۔

مذکورہ تمام عبارات منقولہ اور اکابر کے فتاوی سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ رؤیت ہلال کے معاملہ میں حسابات ریاضیہ اورآلات رصدیہ کا اعتبار نہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے، بعض شافعیہ حساب کے متبر ہونے کے قائل ہیں، لیکن خود ان کے ہم مسلک مشائخ نے انکار کیا ہے، نیز مذکورہ عبارات سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ اگر رصد گاہ والے یہ اعلان کریں کہ فلاں روز رؤیت ممکن نہیں،اور شہادت شرعیہ سے اس روز رؤیت ثابت ہوجائے، تو شہادت ہی پر عمل ہوگا ،محض رصدگاہ کی تحقیق و حساب کی وجہ سے شہادت رد نہیں کی جا سکتی؛البتہ اس دن چاند کی گواہی کے سلسلہ میں قاضی یا ہلال کمیٹی مضبوط انداز میں جرح کرے ،تاکہ

گواہی کے خلاف واقعہ ہونے کا امکان نہ رہے،چنانچہ مفتی سلمان صاحب منصورپوری قم فرماتے ہیں:

''لہذا جس دن حساب کے اعتبار سے چاند ہونے کا امکان نہ ہو اور اس دن چاند کی گواہی قاضی (یا اس کے قائم مقام)کے سامنے پیش کی جائے ،تو قاضی پر لازم ہے کہ وہ اس گواہی پر مضبوط انداز میں جرح کرے ،تاکہ گواہی کے خلاف واقعہ ہونے کا اامکان نہ رہے ''(کتاب النوازل۶،۳۰۴)۔

جواب (۲)(د):محدثین او ر فقہاءنے حدیث میں مذکور لفظ ''غم'' کے ذیل میں جو بحث کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلع صاف نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ چاند طلوع ہونے کی جگہ کا کسی امر مانع کی وجہ سے واضح نہ ہونا ،جیسا کہ مندرجۂ ذیل عبارات سے معلوم ہوتا ہے :

علامہ شوکانی رقم فرماتے ہیں:

''(فإن غم) بضم المعجمة وتشديد الميم:أي حال بينه وبينكم سحاب أو نحوه'' (نیل الاوطار ۴،۲۲۵)۔

''عمدة القاری'' میں ہے :

''فإن حال دون منظره غيم وشبهة، فكذلك لا يجب صومه''(عمدة القاری۱۰،۲۷۳)۔

تیسیر العلام کی واضح عبارت ملاحظہ ہو :

''إذا كان في مغيب الهلال غيم، أو قتر، أو نحوهما من الأشياء المانعة لرؤيته''(تیسیر العلام ۱،۳۱۴)۔

فقہ حنبلی کی کتاب ''الاقناع'' میں ہے:

''وإن حال دون منظره غيم أو قتر أو غيرهما''(الاقناع۱،۳۰۳)۔

''کشاف القناع'' میں ہے:

''إن حال دون مطلعه غيم أو قتر ونحوهما''(کشاف القناع:۱،۳۰۱)۔

مطلع متأثر ہونے کے اسباب:

مذکورہ بالا عبارات اس بات پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ مطلع صاف نہ ہونے کا سبب صرف ابر ہی نہیں ؛بلکہ دھواں یا کہر کی وجہ سے بھی مطلع صاف نہیں ہوتا ،نیز فقہاء اور محدثین کی مذکورہ بالاعبارات میں لفظ غیم کے بعد ''نحو'' ''نحوہما'' ''غیرہما'' سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ چاند طلوع ہونے کی جگہ کسی بھی ایسے امر کا پیش آنا جو چاند دیکھنے میں مانع ہو مطلع صا ف نہ ہونے کا سبب بن سکتا ہے ۔

جواب(۲)(ہ):اگر ۲۹ ،شعبان کو مطلع ابر آلود ہو اور ایک شخص کی شہادت کی بناء پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کر دیا ہو ، اس کے بعد رمضان کی ۳۰ تاریخ مکمل ہو چکی ہو ،۳۰ رمضان کی شام کو موسم بالکل صاف ہو اور عید کا چاند دیکھنے کی بہت

کوشش کے باوجود کسی کو عید کا چاند دیکھائی نہ پڑا ہو تو اس سلسلہ میں امام محمد کا رجحان یہ ہے کہ اگلے دن کو عید الفطر کا دن قرار دے کر عید منائی جائے گی ؛البتہ راجح قول کے مطابق اگلے دن رمضان کی ۳۰ تاریخ قرار دیکر روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا جائے گا ،اور یہ سمجھا جائے گا کہ جس فرد واحد نے رمضان کے چاند کی گواہی دی تھی اسے مغالطہ ہوا تھا یا اس نے غلط بیانی سے کام لیا تھا ،چناچہ علامہ زیلعیؒ اختلاف کو ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''وعن محمد أنهم يفطرون ويثبت الفطر بناء على ثبوت الرمضانية بالواحد، وإن كان لا يثبت به الفطر ابتداء كاستحقاق الإرث بناء على النسب الثابت بشهادة القابلة، وإن كان الإرث لا يثبت بشهادتها ابتداء والأشبه أن يقال: إن كانت السماء مصحية لا يفطرون لظهور غلطه'' (تبیین الحقائق۱؍۳۲۰)۔

''النہر الفائق'' میں ہے:

''روي عن الإمام وهو قول الثاني أنهم لا يفطرون وسئل محمد عنه فقال: يثبت الفطر بحكم القاضي لا بقول الواحد وفي (غاية البيان) وقول محمد أصح قال الشارح:والأشبه أن يقال:إن كانت السماء مصحية لا يفطرون لظهور غلطة''(النہر الفائق ۲؍۱۳)۔

نیز علامہ شامی کا رجحان بھی یہی معلوم ہوتاہے ،چناچہ وہ رقم فرماتے ہیں:

''فصار الحاصل على هذا ما ذكره في (نور الإيضاح) إذا تم العدد بشهادة فرد، ولم ير هلال الفطر والسماء مصحية لا يحل الفطر واختلف الترجيح فيما إذا كان بشهادة عدلين''(منحۃ الخالق علی بحر الرائق ۲؍۲۸۷)۔

نیز علامہ شامی اپنی مایۂ ناز کتاب ''رد المحتار'' میں صورت مذکورہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''(قوله وفي الزيلعي إلخ) نقله لبيان فائدة لم تعلم من كلام الذخيرة وهي ترجيح عدم حل الفطر إن لم يغم شوال لظهور غلط الشاهد؛ لأنه الأشبه من ألفاظ الترجيح، لكنه مخالف لما علمته من تصحيح غاية البيان لقول محمد بالحل.نعم حمل في الإمداد ما في غاية البيان على قول محمد بالحل إذا غم شوال بناء على تحقق الخلاف الذي نقله المصنف وقد علمت عدمه وحينئذ فما في غاية البيان في غير محله؛ لأنه ترجيح لما هو متفق عليه تأمل'' (رد المحتار۲؍۳۹۱)۔

نیز علامہ شامی کی ہی ایک کتاب '' العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحا مدیۃ '' کی مندرجۂ ذیل عبارت سے بھی بالکل واضح طور پر ان کا رجحان معلوم ہوتا ہے :

''شهادة الزور لا تعلم إلا بالإقرار ولا تعلم بالبينة.(أقول) قد تعلم بدون الإقرار، كما إذا شهد بموت زيد أو بأن فلانا قتله ثم ظهر زيد حيا، وكذا إذا شهد برؤية الهلال فمضى ثلاثون يوما، وليس بالسماء علة، ولم ير الهلال ومثل هذا كثير''(العقود الدریۃ۱؍۳۲۱)۔

نیز مذکور الذکر کتاب علامہ ابن عابدین نے ''منحۃ الخالق'' اور شامی کے بعد

تحریر فرمائی ہے جیسا کہ العقود الدریۃ کے مقدمہ سے واضح ہوتا ہے ۔

مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ لکھتے ہیں:

''ایسی حالت میں بعد تیس کے غبار ابر اگر ہوتو افطار باتفاق درست ہے ،اور مطلع صاف اگر ہوتو شیخین ؒ کے قول پر عمل کرے ،اگر کسی نے امام محمد ؒ کے مذہب پر عمل کیا توملام نہیں ہو سکتا کہ وہ بھی مذہب حنفیہ کا ہے ''(فتاوی رشیدیہ،ص: ۴۴۹)۔

مفتی محمود الحسن گنگوہی رقم فرماتے ہیں:

''اگر ایک شخص کی خبرپر ثبوت رمضان کا اعلان کیا گیا تھا ،پھر تیس روزے ہو جا نے پر مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہیں آیا تو اس شخص کو جس کی خبر پر رمضان کا اعلان کیا گیا تھا ،شرعی سزا دی جائے ؛کیونکہ اس نے ہلال رمضان کی خبر غلط دی تھی '' (فتاوی محمودیہ۱۰؍۱۳۴)۔

صورت مذکورہ کے متعلق احسن الفتاوی میں ہے :

''جزئیات ذیل سے افطار فی الغیم و عدم افطار فی الصحو کو ترجیح معلوم ہوتی ہے'' (احسن الفتاوی۴؍۷۵)۔

نیز اس مسئلہ میں علماء پاکستان نے اسی پر اتفاق فرمایا ہے ،اور ان میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی،حضرت مفتی شفیع صاحب ،اور حضرت مولانا یوسف بنوری بھی شامل ہیں:

''اگر ہلال رمضان میں خبر واحد عادل یا خط وغیرہ پر اعتماد کرتے ہوئے روزہ کا حکم لگا دیا گیا ،اور تیس روزے پورے ہونے کے بعد بھی رؤیت ہلال نہیں ہو ئی تو بحالت صحو عید کرنی جائز نہیں، اور بحالت علت عید کرنی جائز ہے'' (احسن الفتاوی۴؍۴۸۲)۔

''فتاوی دار العلوم زکریا'' میں ہے :

''اگر ایک آدمی کی گواہی سے چاند کا ثبوت ہوا تھا ،اور یس روزے گزرنے کے بعد بھی چاند نظر نہیں آیا تو صحیح قول کے مطابق آئندہ کل عید نہیں ہوگی ؛بلکہ روزہ رکھنا ضروری ہوگا ،اس وجہ سے کہ گواہی خلاف ظاہر ہو کر مردود ہوئی ''(فتاوی دارالعلوم زکریا ۳؍۲۵۳)۔

جواب (۳)(الف):

مطلع صاف ہونے کی صورت میں حکم:

رمضان وعیدین کے ثبوت کے لئے جبکہ مطلع صاف ہو تو جمع عظیم کی رؤیت شرط ہے ،چنانچہ مجمع الانہر میں ہے :

''وإن لم يكن بالسماء علة فلا بد في الكل من جمع عظيم يقع العلم بخبرهم''(مجمع الانہر ۱؍۳۴۹)۔

''درر الحکام'' میں ہے :

''وإن لم يكن علة فبجمع عظيم يقع العلم بخبرهم؛ لأن التفرد بالرؤية في مثل هذه الحالة يوهم الغلط فيجب التوقف فيه حتى يكون جمعا كثيرا للكل أي للأهلة الثلاثة''(درر الحكام١٫٢٠٠)۔

علامہ حصکفی رقمطراز ہیں:

''(و) قيل:(بلا علة جمع عظيم يقع العلم) الشرعي''(الدر مع الرد١٫١٤٤)۔

البتہ امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت یہ بھی ہےکہ مطلق دو شخصوں کی شہادت کافی ہے، خواہ مطلع ابر آلود ہو یا صاف ہو ،چنانچہ علامہ ابن نجیم تحریر فرماتے ہیں :

'' وروى الحسن عن أبي حنيفة أنه يقبل فيه شهادة رجلين أو رجل وامرأتين سواء كان بالسماء علة أو لم يكن كما روي عنه في هلال رمضان''(البحر الرائق٢٫٢٨٩)۔

ملک العلماء علامہ کاسانی رقمطراز ہیں:

''وروى الحسن عن أبي حنيفة أنه يقبل فيه شهادة رجلين، أو رجل وامرأتين سواء كان بالسماء علة، أو لم يكن، كما روي عن أبي حنيفة في هلال رمضان''(بدائع الصنائع ٢٫٨١)۔

''محیط برہانی'' میں ہے :

''وروى الحسن بن زياد أنه قال:يحتاج إلى شهادة رجلين في الفطر والصوم جميعا، سواء كان بالسماء علة، أو لم يكن'' (المحيط البرہانی٢٫٣٧٧)۔

علامہ ابن نجیم اور علامہ شامی نے اس مسئلہ میں امام حسن کی روایت کو ترجیح دی ہے، چنانچہ ان دونوں کے ترجیحی الفاظ ملاحظہ ہوں:

''البحر الرائق'' میں ہے :

''وينبغي العمل عليها في زماننا؛ لأن الناس تكاسلت عن ترائي الأهلة'' (البحر الرائق ٢٫٢٨٩)۔

''شامی'' میں ہے:

''أقول:أنت خبير بأن كثيرا من الأحكام تغيرت لتغير الأزمان، ولو اشترط في زماننا الجمع العظيم لزم أن لا يصوم الناس إلا بعد ليلتين أو ثلاث لما هو مشاهد من تكاسل الناس'' (شامی٢٫٣٨٨)۔

ترجیح:

راقم الحروف کے نزدیک فی زمانہ امام حسن کی روایت کو ترجیح حاصل ہونی چاہئے، اس لئے کہ رؤیت ہلال کے مسئلہ میں بنیادی عنصر قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کو اطمینان قلب حاصل ہونا ہے ،نیز ظاہر الروایۃ میں جمع عظیم کی شرط لگانے پر جو علت تفرد کی بیان کی ہے ،امام حسن کی روایت پر عمل کرنے کے سلسلہ میں وہ علت بھی منتفی ہے، چنانچہ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

''بل كثيرا ما رأيناهم يشتمون من يشهد بالشهر ويؤذونه وحينئذ فليس في شهادة الاثنين

تفرد من بين الجمع الغفير حتى يظهر غلط الشاهد، فانتفت علة ظاهر الرواية، فتعين الإفتاء بالرواية الأخرى''(شامی۲،۳۸۸)۔

عدل کا معیار:

فقہاء احناف نے جہاں شہادت کے باب میں شرط عدالت کے متعلق یہ بات لکھی ہے کہ غیر عادل (فاسق)کی شہادت بربنائے عدم اطمینان فی امور الدین غیر معتبر ہے وہی یہ بات بھی تحریر فرمائی ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک اگر فاسق ایسا ہو جو با مروت ہو اور معاشرہ میں وہ اچھا سمجھا جاتا ہو تو اس کی گواہی قابل قبول ہے، چنانچہ ''تبیین الحقائق'' میں ہے:

''وعن أبي يوسف - رحمه الله - أن الفاسق إذا كان وجيها في الناس ذا مروءة تقبل شهادته لعدم تمكن تهمة الكذب في شهادته؛ لأنه لوجاهته لا يتجاسر أحد على استئجاره لأداء الشهادة ولمروءته يمتنع عن الكذب من غير منفعة له في ذلك''(تبيين الحقائق ۴،۲۱۰)۔

علامہ سرخسی رقم فرماتے ہیں:

''عن أبي يوسف - رحمه الله - يقول إذا كان وجيها في الناس ذا مروءة تقبل شهادته؛ لأنه لا تتمكن تهمة الكذب في شهادته فلوجاهته لا يتجاسر أحد من استئجاره لأداء الشهادة ولمروءته يمتنع من الكذب من غير منفعة له في ذلك''(المبسوط۱۶،۱۳۱)۔

''اللباب'' میں ہے :

''وعن أبي يوسف أن الفاسق إذا كان وجيها في الناس ذا مروءة تقبل شهادته؛ لأنه لا يستأجر لوجاهته، ويمتنع عن الكذب بمروءته''(اللباب۴،۵۷)۔

ترجیح:

زیر بحث مسئلہ میں فقہاء احناف نے عام طور پر امام ابو یوسف کے قول کو مرجوح قرار دیا ہے، البتہ زمانہ کے حالات نیز فقہاء احناف کے اصول افتاء کے ذیل میں قضاء کے باب(شہادت کا تعلق بھی باب لقضاء سے ہے) میں امام ابو یوسف کے قول پر فتوی دینےکے قول کو دیکھا جائے تو امام ابو یوسفؒ کے قول کو ترجیح ہونی چاہئے، قضاء کے باب میں امام ابو یوسف کے قول پر فتوی دینے کے متعلق علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

''وكل فرع بالقضاء تعلقا قول أبي يوسف فيه ينتقى''(شرح عقود رسم المفتی،ص: ۱۶۸)۔

مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

''يؤخذ بقول الإمام أبي يوسف فيما يتعلق بالقضاء''(اصول الافتاء و آدابہ،ص: ۱۹۳)۔

فاسق کی شہادت کے سلسلہ میں صاحب معین الحکام لکھتے ہیں:

''قال بعضهم:وإذا كان الناس فساقا إلا القليل النادر قبلت شهادة بعضهم على بعض، ويحكم بشهادة الأمثل فالأمثل من الفساق، هذا هو الصواب الذي عليه العمل وإن أنكره كثير من الفقهاء بألسنتهم، كما أن العمل على صحة ولاية الفاسق ونفوذ أحكامه وإن أنكروه بألسنتهم''

(معین الحکام۱،۱۱۷)۔

نیز مفتی شفیع صاحبؒ کی حالات کو دیکھ کر فاسق کی گواہی کے سلسلہ میں چشم کشا عبارت ملاحظہ ہو :

''تو جب حالا ت کا جائزہ لیکر قاضی کو اس کے سچا ہونے کا گمان غالب ہوجائے تو اس کی شہادت قبول کر سکتا ہے، اور اس زمانہ میں جب کہ فسق کی بہت سی صورتیں مثلا ڈاڑھی منڈوانا وغیرہ عام ہو گئیں کہ ان کی وجہ سے مطلقا شہادت کو رد کیا جائے تو بہت سے معاملات کا ثبوت کسی طربہم نہ پہنچےگا،فقہاء کے اس مسلک کے سوا کوئی چارہ نہیں'' (رؤیت ہلال،ص: ۱۹)۔

''نظام الفتاوی'' میں ہے:

''مسلمان اگرچہ فاسق ہو؛ لیکن اگر ذی مروت ،ذی وجاہت اور باوقار ہو کہ جھوٹ بولنے میں اپنی توہین سمجھتا ہو، سبکی محسوس کرتا ہو، جھوٹ نہ بولتا ہو تو اس کی شہادت قابل قبول اور معتبر ہوسکتی ہے'' (نظام الفتاوی۱،۴۷۳)۔

لہذا موجودہ دور حالات کو دیکھتے ہوئے اگر یہ کہا جائے کہ اگر گواہ ایسا ہو کہ معاشرہ میں اس کو جھوٹا نہ سمجھا جاتا ہو اور صوم وصلوۃ کا پابند ہو نیز قاضی کو گواہی کے سلسلہ میں اس کے سچا ہونے کا غالب گمان ہو تو اس کی گواہی قبو ل کی جائے گی، گو کہ وہ گواہ قدیم فقہاء کے معیار عدل کے مطابق نہ ہو ۔

مستور الحال کی گواہی :

مستور الحال اگر ظاہر الفسق نہ ہو تو اس کی شہادت معتبر ہوگی، چنانچہ علامہ شامی رقم فرماتے ہیں:

''وقول الطحاوي:أو غير عدل محمول على المستور كما هو رواية الحسن؛ لأن المراد بالعدل من ثبتت عدالته ولا ثبوت في المستور، أما مع تبين الفسق فلا قائل به عندنا'' (شامی۲،۳۸۵)۔

مفتی محمود الحسن گنگوہی تحریر فرماتے ہیں:

''غیر عادل اگر مستور الحال ہو تو اس کی گواہی (موقع خبر واحد میں) مقبول ومعتبر ہوگی، اگر ظاہر الفسق ہو تو معتبر نہیں'' (فتاوی محمودیہ۱۰،۱۲۲)۔

جواب (۳)(ب):

چاند دیکھنے والے کی ذمہ داری:

جس کسی نے چاند دیکھا ہو اس کی ذمہ داری ہے کہ قاضی ،ہلال کمیٹی یا مقامی علماءکے پاس آکر رؤیت ہلال کی گواہی دے ،اگر خدا نخواستہ اس عالقہ میں ان میں سے کوئی نہ ہو تو ایسی صورت میں وہ جامع مسجد میں آئے اور رؤیت ہلال کی گواہی دے، چنانچہ ''فتاوی ہندیہ'' میں ہے :

''إذا رأى الواحد العدل هلال رمضان يلزمه أن يشهد بها في ليلته حرا كان أو عبدا ذكرا كان أو أنثى، حتى الجارية المخدرة تخرج وتشهد بغير إذن مولاها، والفاسق إذا رآه وحده يشهد؛ لأن القاضي ربما يقبل شهادته...هذا في المصر، وأما في السواد إذا رأى أحدهم هلال رمضان يشهد في مسجد قريته''(فتاوی ہندیہ:١٩٧،١)۔

نیز ''محیط بریانی'' میں ہے :

''ثم الواحد إذا أري هلال رمضان وحده هل يلزمه أن يشهد عند الحاكم؟ لا ذكر لهذا في ''المبسوط''؛ قال:شمس الأئمة الحلواني رحمه الله:إذا كان عدلا يلزمه أن يشهد عند الحاكم حرا كان أو عبدا أو أمة، حتى الجارية المخدرة، وهو من فروض العين، ويجب أن يشهد في ليلته تلك، كيلا يصبح الناس مفطرين، وللجارية المخدرة أن تشهد بغير إذن وليها، فأما إذا كان الرائي فاسقا يكون فيه شبهة قول الطحاوي، إن علم أن القاضي يميل إلى قول الطحاوي، ويقبل شهادته يلزمه أن يشهد''(المحیط البرہانی٢،٣٧٧)۔

البتہ وجوب کا حکم اس وقت ہے جبکہ ثبوت رؤیت اس کی شہادت پر موقوف ہو، چنانچہ علامہ شامی رؤیت ہلال کی گواہی کے وجوب کے سلسلہ میں رقم فرماتے ہیں :

''والظاهر أن محل ذلك عند توقف إثبات الرؤية عليها وإلا فلا''(شامی٢،٣٨٦)۔

چاند دیکھنے والوں کا بیان:

فقہاء کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کے چاند کے سلسلہ میں گواہی دینے والے کا بیان خبر ہے ،چنانچہ علامہ حصکفی رقمطراز ہیں:

''قبل بلا دعوى و) بلا (لفظ أشهد) وبلا حكم ومجلس قضاء، لأنه خبر لا شهادة'' (الدر مع الرد ١،١٤٤)۔

''درر الحکام'' میں ہے:

''وقبل بلا دعوى ولفظ اشہدللصوم''(درر الحکام١،١٩٩)۔

عید کے چاند کے سلسلہ مینگواہی دینے والے کا بیان شہادت ہے ،درر الحکام میں ہے:

''وشرط للفطر) إذا كان بالسماء علة (نصاب الشهادة) وهو رجلان أو رجل وامرأتان (ولفظ أشهد)؛ لأنه تعلق به نفع العبد وهو الفطر فأشبه سائر حقوقه''(درر الحکام ١،٢٠٠)۔

اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عید کے چاند کے سلسلہ میں جب شہادت ضروری ہے تو اس کے باقی شروط مثل مجلس قضاء وغیرہ بھی ضروری ہوں گے،اور جہاں نظام قضاء نہیں ہے، اس کے متعلق علامہ عبد الحی لکھنویؒ فرماتے ہیں:

''والعالم الثقة فی بلدة لا حاكم فيها قائم مقامہ''(عمدة الرعاية٢،٥٠٦)۔

نیز مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:

''جن ملکوں میں اسلامی حکومت نہیں ہے، یا ہے، مگر باقاعدہ شرعی قاضی مقرر

نہیں ہے، وہاں شہر کے عام دیندار مسلمان جس عالم یا جماعت پر مسائل دینیہ میں اعتماد کرتے ہوں اس شخص یا جماعت کو قاضی کے قائم مقام سمجھا جائے گا'' (رؤیت ہلال، ص: ٢٠)۔

''احسن الفتاوی'' میں ہے:

''جہاں مسلم حاکم موجود نہ ہو یا وہ فیصلہ شرعی نہ کرتا ہو وہاں اگرچہ جمیع معاملات میں تو عالم ثقہ قاضی کے قائم مقام نہیں ہو سکتا ،البتہ رؤیت ہلال وغیرہ بعض جزئیات میں اس کا فیصلہ حکم قاضی کے قائم مقامہوجائے گا ''(احسن الفتاوی ۴٫۴۶۷)۔

اس سے معلوم ہوا کہ چاند دیکھنے والے کی ذمہ داری ہے کہ جہاں نظا م قضاء موجود ہو وہاں قاضی کے پاس جا کر اور جہاں موجود نہ ہو وہاں مقامی معتمد علماء یا رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ دار کے پاس جاکر چاند دیکھنے کی گواہی دے۔

جواب(٣)(ج):اگر ثبوت رؤیت اس کی شہادت پر موقوف ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ فوری طور پر شہادت دے،جیسا کہ علامہ شامی کی مندرجۂ ذیل عبارت سے واضح ہوتا ہے :

''والظاهر أن محل ذلك عند توقف إثبات الرؤية عليها وإلا فلا''(شامی١٫٣٨٦)۔

چاند دیکھنے والوں کا گواہی میں تاخیر کرنا :

رؤیت ہلال کی شہادت میں حتی الوسع تاخیر سے بچنا چاہئے ،تا ہم کسی نے گواہی دینے میں ایک دن کی تاخیر کی تو اگر تاخیر کی وجہ یہ ہو کہ اس کے لئے فوری طور پر مقامی علماء یا چاند کمیٹی تک پہنچناممکن نہ تھا تو اس کی شہادت رد نہیں کی جائے گی، اور اگر فوری طور پر ممکن ہونے کے باوجود قصدا شہادت میں تاخیر کی تو پھر اس کی شہادت رد کر دی جائے گی،جیساکہ علامہ ابن ہمام کی مندرجۂ ذیل عبارت اس پر دال ہے :

''لو شهدوا في تاسع عشر رمضان أنهم رأوا هلال رمضان قبل صومهم بيوم إن كانوا في هذا المصر لا تقبل شهادتهم، لأنهم تركوا الحسبة وإن جاءوا من خارج قبلت''(فتح القدير ۴٫۳۱۰)۔

علامہ زیلعی رقمطراز ہیں:

''لو شهدوا في التاسع والعشرين من رمضان أنهم رأوا هلال رمضان قبل صومهم بيوم إن كانوا في هذا المصر لا تقبل شهادتهم لأنهم تركوا الحسبة وإن جاءوا من خارج قبلت''(تبيين الحقائق١٫٣٢٠)۔

جواب(۴)(الف)(ج):

قاضی کے فیصلہ کے حدود:

جس علاقہ میں نظام قضاء موجود ہے، جیسا کہ بہار وغیرہ تو اگر وہاں کا قاضی ثبوت رمضان وعید الفطر کا اعلان کرتا ہےتو اس کے حلقۂ قضاء کے تمام مسلمانوں پر اس

اعلان کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوگا ،دوسرے صوبہ کے لئے اس اعلان پر عمل کرنا درست نہیں ہے، نیز دوسرے علاقہ کے مسلمانوں کے حق میں اس کو محض ایک خبر کا درجہ دیا جائے گا، ''فتاوی تاتارخانیہ'' میں ہے :

''سئل عن قضاء القاضی برؤیۃ ہلال شہر رمضان بشہادۃ شاہدین عند الاشتباہ فی مصر، ہل یجوز لاہل مصر آخر العمل بحکمہم؟ فقال:لا،ولا یکون مصر آخر تبعا لہذا المصر، إنما سکان ہذا المصر وقراہا یکون تبعا لہ'' (الفتاوی التاتارخانیہ۳٫۳۶۶)۔

''فتاوی غیاثیہ'' میں ہے :

''سئل شیخ الاسلام ابو الحسن عن قاضی قضی برؤیۃ ہلال رمضان بشہادۃ شاہدین عند اشتباہ فی مصر ہل یظہر حکمہ فی حق مصر آخر فقال لا؛لأنہ لیس تبعا لہ بخلاف قری ہذا المصر و محالہ و ماینسب إلیہ'' (فتاوی غیاثیہ،ص: ۵۰)۔

علماء پاکستان کا فیصلہ ملاحظہ ہو:

''مجلس نے یہ بھی طے کیا ہے کہ اگر جماعت علماء مجاز کے سامنے تحت احکام شرع ہلال صوم یا فطر ثابت ہوجائے، اور اس کا اعلان ریڈیو میں حاکم مجاز کی طرف سے ہو تو اس کے حدود ولایت میں سب کو اس پر عمل کرنا لازم ہوگا '' (احسن الفتاوی۴٫۴۸۱)۔

''فتاوی محمودیہ'' میں ہے :

''اگر وہ محکمہ رؤیت ہلال کی شرعی طور پر تحقیق کر کے الی ملک کے امر سے تار یا ریڈیو کے ذریعہ رویت کا اعلان کردے تو خاص اس شہر میں نیز ان مقامات میں جو اس شہر کے تابع ہوں جیسے قرب وجوار کے قصبات اس اعلان کا اعتبار کرکے عمل کرنا شرعا درست ہے ،جو شہر یا قصبات اس کے تابع نہیں وہاں یہ اعلان کافی نہیں '' (فتاوی محمودیہ۱۰٫۵۵)۔

البتہ دوسرے صوبہ والونکے لئے اس اعلان پر عمل کرنا اس وقت ضروری ہوگا جبکہ وہاں کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کے نزدیک اس رؤیت کا شرعی ثبوت متحقق ہوجائے، اور وہ ثبوت ہلال کا اعلان کردیں، ''احسن الفتاوی'' میں ہے:

''البتہ ایک قاضی کا فیصلہ اس کی حدود ولایت سے خارج دوسرے قاضی کی ولایت میں تب قابل قبول ہوگا کہ شہادۃ علی الشہادۃ یا شہادۃ علی القضاء یا استفاضہ ہو ''(احسن الفتاوی۴٫۷۱)۔

جواب(۴)(ب):

قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتا ہے تو اس کا اعلان اس کے حدود ولایت میں اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا ، مولانا خالد سیف اللہ صاحب رقم فرماتے ہیں:

''لیکن اگر کسی ذمہ دار ادارہ یا شخصیت کے حوالہ سے اعلان کیا جائے ،تو اس کی حیثیت سلطان کے اعلان کی ہے، جو لوگ اس علاقہ کے ہوں ان کے لئے اس اعلان پر عمل کرنا واجب ہے ''(کتاب الفتاوی۶؍۳۷۷)۔

جواب(۴)(د):

معلن کا مسلمان ہونا:

اس بابت کوئی شبہ نہیں ہے کہ رمضان و عید الفطر کی رؤیت ہلال کی خبر دینے والے کا مسلمان ہونا ضروری ہے، البتہ رؤیت ہلال کے ثبوت کے بعد اس کے اعلان کی بابت فقہی عبارات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء نےرؤیت کی علامت کے لئے ذوی العقول میں سے ہونے کی بھی شرط نہیں لگائی ہے چہ جائے کہ اس کے مسلم ہونے کی ،چنانچہ علامہ شامی نے نقارہ کی آواز اورچراغ کی روشنی کو ثبوت ہلال کے اعلان کے لئے کافی سمجھا ہے ،علامہ شامی لکھتے ہیں:

''والظاهر أنه يلزم أهل القرى الصوم بسماع المدافع أو رؤية القناديل من المصر''(شامی ۲؍۳۸۶)۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ معلن رؤیت ہلال کمیٹی یا قاضی کی طرف سے اعلان کا وکیل ہوتا ہے ،اور وکیل کے لئے اسلام کی شرط نہیں ہے ،اس لئے اگر تجربات سے تصدیق ہوتی ہے کہ یہ شخص قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف خبر کی صحیح نسبت کی کرتا ہے تو اس پر اعتماد کر لیینا کافی ہے ،فقیہ الامت مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''اعلان کرنے والا ریڈیو پر اگرچہ غیر مسلم ہو ؛لیکن جب اس کا پورا اعتماد ہے کہ رؤیت ہلال کمیٹی کے صدر صاحب نے اس کو یہ تحریر دی ہے جس کا اس نے ان کی طرف سے یہ اعلان کیا ہے تو یہ اعلان معتبر ہے ''(فتاوی محمودیہ۱۰؍۸۴)۔

جواب (۵)(الف)،(ب):

جواب(۸)(ب):

مغربی ممالک میں رؤیت کا مسئلہ:

در اصل رمضان المبارک اور عید کا تعلق رؤیت ہلال سے ہے ،نبئ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو ''مغربی ممالک کے موسمی حالات کی وجہ سے عام طور پر وہاں پر چاند دیکھا جانا ایک نا ممکن سی بات ہے ،اس لئے وہاں پر رؤیت کے سلسلہ میں دیگر کسی بھی ایسے اسلامی ملک کی رؤیت کا اعتبار کیا جائے گا جہاں پر شرعی طور پر رؤیت کا ثبوت ہوچکا ہو ،مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوری ؒ ''رؤیت ہلال کمیٹی جمعیت علماء برطا نیہ ''کی دعوت پر برطانیہ تشریف لے گئے تھے ،اور وہاں اس موضوع پر اجلاس ہوا ،شرکاء اجلاس نے متفقہ طور

پر فیصلہ کیا کہ :

''مسلمانان برطانیہ اس امر پر اتفاق کا اظہار کرتے ہینکہ مضان اور عیدین کے لئے رؤیت ہلال کا وہ طریقہ اختیار کیا جائے گا جوسنت نبوی میں بتایا گیا ہے ،اور اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ (الف)برطانیہ میں چاند دیکھنے کی کوشش جغرافیائی امکان کی روشنی میں کی جائے گی ،اور علماء کی ایک کمیٹی ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند دیکھنے کی کوشش کرے گی۔ (ب)اگر برطانیہ میں مذکورہ طریقہ سے چاند نظر نہ آئے تو کسی اسلامی ملک سے رؤیت ہلال کی شرعی طور پر ثابت ہونے والی شہادت کی خبر پر انحصار کیا جائے گا ''(فتاوی رحیمیہ۱۰،۲۱۰)۔

مولانا یوسف لدھیانوی ؒتحریر فرامتے ہیں:

''یورپ کے موسمی حالات کی وجہ سے عام طور یہاں چاند دیکھا جانا ایک ناممکن سی بات ہے ،اس لئے عام طور پر اس سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے ،جبکہ فقہی مسائل کی رو سے ان جیسے ممالک کے لئے مسائل موجود ہیں ،اگر ان مسائل کے مطابق احکام بتائیں جائیں ،تو اختلاف کی کوئی وجہ نہیں ،فقہ کی رو سے جن ممالک میں چاند نہیں دیکھا جاتا تو وہاں سے جو قریب ترین اسلامی ملک ہوتا ہے ،اس کی رؤیت کا اعتبار ہوتا ہے ،اور اس کی چاند کی اطلاع پر عید یا رمضان المبارک کا اعلان کیا جاتا ہے ''(آپ کے مسائل اور ان کا حل ۵۴۳،۴)۔

''فتاوی محمودیہ '' میں ہے :

''مہینوں کا تعین جنتری اور قریبی مقامات کی تحقیق سے ہو سکتا ہے ،جہاں چاند نظر آتا ہے ''(فتاوی محمودیہ ۱۲۴،۱۰)۔

''فتاوی بینات '' میں ہے :

''قریب ملک میں چاند دیکھنے سے روزے اور عیدین کئے جا سکتے ہیں ،جب کہ شرعی طریقہ کے مطابق اقرب ملک میں رؤیت کا ثبوت ہو جائے '' (فتاوی بینات۳،۳۳)۔

اسلامک فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کا فیصلہ ملاحظہ ہو:

''اکیڈمی نے ساتھ یہ بھی طے کیا کہ سنگاپور اور اس جیسے دیگر ایشیائی ممالک جہاں آسمان کے ابر آلود ہونے کی وجہ سے رؤیت مکن نہ ہو کے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ فلکیاتی حساب کے بجائے بصری رؤیت پر اعتماد کرنے والے ان مسلم ممالک کے مطابق عمل کریں جن پر انہیں اعتماد ہو'' (اسلامک فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کے فیصلے،ص: ۹۳)۔

اور چونکہ شرعی طور پر اس مسئلہ کا حل موجود ہے ،اس لئے وہاں ماہرین فلکیات کی رائے پر عمل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

جواب(۵)،(ج)،(د):

اگر ریڈیو کے ذریعہ اتنی زیادہ جگہوں سے اعلان ہو یا با وثوق ذرائع سے اتنی

زیادہ خبریں آئیں کہ اس سے استفاضہ کی صورت حاصل ہو جائے تو پھراس صورت میں دوسرے علاقوں میں بھی اس رؤیت کا اعتبار کیا جائے گا، البحر الرائق میں ہے:

''قال الإمام الحلواني الصحيح من مذهب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض في بلدة أخرى، وتحقق يلزمهم حكم تلك البلدة''(البحر الرائق ٢،٢٩٠)۔

مولانا یوسف بنوریؒ تحریر فرماتے ہیں:

''نعم إذا تواردت اخبار راديو متعددة من شتى الجهات ،ولا تختلف جهات الأنباء عن البلد الذى، لم ير فيه الهلال ببعد يختلف فيه المطالع، فيسوغ العمل بهذه الأنباء المرسلة و تدخل فى حد الاستفاضة المفيدة للطمأنينة''(معارف السنن٥،٣٤٠)۔

اور استفاضہ میں در اصل قاضی یا ہلال کمیٹی کو قلبی اطمینان حاصل ہونا ہے، چنانچہ مفتی شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں:

''خبر کی ایک صورت ایسی بھی ہے جس میں کسی چاند کے لئے باقاعدہ شہادت شرط نہیں رہتی ،خواہ رمضان کا چاند ہو یا عید وغیرہ کا ،وہ صورت یہ ہے کہ وہ خبر اتنی عام ،مشہور اور متواتر ہو جائے کہ اس کے بیان کرنے والے کے مجموعہ پر یہ گمان نہ ہو سکے کہ انہوں نے کوئی سازش کی ہے یا سب کے سب جھوٹ بول رہے ہیں ،ایسی خبر کو اصطلاح میں خبر مستفیض یعنی مشہور کہا جاتا ہے ----اس میں ریڈیو ،تار ،ٹیلیفون وغیرہ ہر قسم کی خبروں سے کام لیا جا سکتا ہے ،صرف کثرت تعداد اتنی ہونی چاہئے کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلا باور نہ کیا جا سکے ،اس میں بھی بعض فقہاء نے پچاس اور بعضوں نے کم و بیش کا عدد متعین کیا ہے ،اور صحیح یہ ہے کہ تعداد کوئی متعین نہیں،قاضی یا ہلال کمیٹی کے اعتماد پر مدار ہے '' (رؤیت ہلال،ص: ٢١)۔

''فتاوی رحیمیہ '' میں ہے:

''بہر حال خبر مستفیض سے بھی ہلال رمضان و عید کا ثبوت ہوجاتا ہے ،مگر یہ ضروری ہے کہ خبر کی نوعیت ایسی ہو کہ صاحب بصیرت ،معاملہ فہم اشخاص کو اس کی صداقت کا یقین ہو جائے '' (فتاوی رحیمیہ ٧،٢١٩)۔

''احسن الفتاوی '' میں ہے :

''مگر حقیقت یہ ہے کہ استفاضہ کے لئے کوئی عدد متعین نہیں ہے ؛بلکہ جتنی اخبار سے بھی حاکم کو غلبۂ ظن متحقق ہوجائے وہ خبر مستفیض ہے '' (احسن الفتاوی ٤،٤٧٤)۔

''کتاب النوازل '' میں ہے:

''استفاضہ، یعنی کسی جگہ سے چاند کی خبر یا قاضی کے فیصلہ کے بعد اس کی خبر دوسرے شہر تک اس تواتر سے پہنچے کہ اس سے چاند کے ثبوت کا غلبۂ ظن ہو جائے ''(کتاب النوازل٦،٢٧٨)۔

''فتاوی قاسمیہ '' میں ہے:

''ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ معتبر ہونے کے لئے طریق موجب سے رؤیت موصول ہوجائے ،اور طریق موجب کی چا ر صورتیں ہیں۔(۴)استفاضہ، یعنی کسی علاقہ میں رؤیت ہو جانے کے بارے میں کثیر تعداد میں لوگ ہر طرف سے آکر خبر دیں،یا متعدد اخبار ،ٹیلیفون ،اور ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ سے مسلسل خبریں موصول ہوں جن سے خبر دینے والوں کی سچائی کا ظن پیدا ہو جائے '' (فتاوی قاسمیہ۱۱،۴۰۹)۔

لہذا جتنے اعلانات سے قاضی یا ہلال کمیٹی کو قلبی اطمینان حاصل ہوجائے اتنے اعلانات کی بنیاد پر دوسرے علاقوں کے ذمہ داران رؤیت کا ثبوت مان کر اپنے علاقوں میں اعلان کر سکتے ہیں ،اسی طرح دوسرے صوبہ سے با وثوق ذرائع کے ساتھ ملنے والی جتنی خبروں سے قاضی یا ہلال کمیٹی کو قلبی اطمینان حاصل ہو جائے اتنی خبروں کی بنیاد پر قاضی یا ہلال کمیٹی اپنے یہاں بھی اس رؤیت کا اعتبار کر سکتی ہے ۔

جواب(۶) (الف)،(ب)،(ج):

رؤیت کے اعلان کے ذمہ دار:

اگر کسی علاقہ یا صوبہ میں عام رؤیت نہ ہو یا مطلق رؤیت کا ثبوت نہ ہو ،اور دوسرے قریبی مقامات میں رؤیت ہوتی ہے ،تو رؤیت کے اعلان کا حق اور اس کی ذمہ داری قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی پر ہوگی ،اور اگر قاضی یا ہلال کمیٹی میں سے کوئی نہ ہو تو پھر وہاں کے معتمد علماء پر اس کی ذمہ داری عائد ہوگی ،کوئی عالم یا مفتی انفرادی طور پراعلان کا مجاز نہیں ہوگا، چنانچہ مندرجۂ ذیل فتاوی اسی پر دال ہیں :

''کتاب النوازل'' میں ہے:

''چاند کے متعلق ایک اہم بات یہ بھی یاد رکھنی چاہئے کہ چاند کے فیصلہ کا اختیار ہر کس و ناکس کو نہیں ہوتا ؛بلکہ اسلامی حکومت اور اس کے ذمہ داروں کو ہی چاند کے اعلان کاحق حاصل ہے ،اور جہاں اسلامی نظام حکومت قائم نہ ہو وہاں معتبر رؤیت ہلال کمیٹیاں حاکم شرعی کے قائم مقام ہوتی ہیں ،لہذا قریبی علاقہ سے آمدہ خبروں پر شرح صدر ہونے پر رؤیت ہلال کمیٹیاں چاند کا اعلان کر سکتی ہیں ؛لیکن جب تک کمیٹیاں اعلان نہ کریں کسی فرد کو اپنے طور پر چاند کے ثبوت پر عمل کرنا درست نہ ہوگا '' (کتاب النوازل۶،۲۹۵)۔

''فتاوی قاسمیہ'' میں ہے :

''رؤیت ہلال وثبوت رمضان وعید کا مسئلہ انفرادی نہیں ہے ؛بلکہ اجتماعی ہے، ایسے مسائل میں حکم حاکم کا انتظار لازم ہے، اور جن ملکوں میں حاکم مسلم نہیں ہے، وہاں پر ہر علاقہ کی ہلال کمیٹی یا علاقہ کے بااثر مقتدا علماء ان مسائل میں حاکم کا درجہ رکھتے ہیں، لہذا ہر علاقہ کی ہلال کمیٹی یا امارت شرعیہ یا علاقہ کے باثر علماء کے فیصلہ کا انتظار کرنا ان کے حلقۂ اثر کے عوام پر لازم ہے، اور اسی طرح حلقۂ اثر کے

ائمہ اور علماء کو بھی ان کے فیصلہ کا انتظار لازم ہے، ہر کسی کو اپنے طور پر اعلان کرنے کا حق نہیں، نہ ہی ائمۂ مساجد کو یہ حق ہے، کہ اس سے عوام الناس میں اختلاف پیدا ہوتا ہے ،اس لئے آپ کو بھی اپنے علاقہ کے مقتدا ذمہ دار علماء یا ہلال کمیٹی کے فیصلہ کا انتظار کرنا چاہئے تھا ،محض عام لوگوں کی سنی سنائی باتوں پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے'' (فتاوی قاسمیہ۱۱،۴۰۱)۔

''نجم الفتاوی'' میں ہے :

''صورت مسؤلہ میں آپ کے علاقہ کی بڑی کمیٹی کی حیثیت گویا کہ امام کی ہے، لہذا کمیٹی جو اعلان کرے اس پر عمل کرنا چاہئے ------اسی طرح اگر عید کا چاند دیکھا ہے، اور کمیٹی والوں نے شہادت قبول نہ کی،تو ان لوگوں کے ذمہ بھی روزہ رکھنا ضروری ہے ،اس لئے کہ اجتماعی اعلان کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ انفرادی ،لہذا ایسے معاملات میں افہام و تفہیم سے کام لینا چاہئے ،نزاع سے بچنا چاہئے ،خاص طور سے دیار غیر میں اتحاد واتفاق سے رہنا چاہئے ؛تاکہ مسلمانوں کی اجتماعی حیثیت بر قرار رہے'' (نجم الفتاوی۳،۲۰۳)۔

نیز جواب نمبر (۱)کی شق (د)کے ذیل میں ذکر کئے گئے فتاوی بھی اس پر دلالت کرتے ہیں ۔

اسی طرح مذکورہ بالا عبارات سے یہ بات بھی خود بخود واضح ہوجاتی ہے کہ جہاں رؤیت کے فیصلہ و اعلان کا کوئی نظام موجود ہو وہاں اس نظام سے الگ ہٹ کر کوئی اعلان کرنا چاہے وہ کسی فرد کی طرف سے ہو یا ادارہ کی طرف سے درست نہیں ہے، اور اس اعلان کی بنیاد پر روزہ رکھنا یا عید کرنا درست نہیں ہو گا۔

جواب(۶)(د):

غیر مجاز لوگوں کی طرف سے اعلان کی صورت میں حکم:

فقہاء کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی دیہات کے لوگ طبل کی آواز سن کر یہ سمجھ کر کہ اس کو عید کے اعلان کی خاطر بجایا گیا ہے افطار کرلیں ،تو اس روزہ کی صرف قضاء کی جائے گی ،کفارہ نہیں ،چنانچہ حاشیۃ الطحطاوی میں ہے:

''ولو أفطر أهل الرستاق بصوت الطبل يوم الثلاثين ظانين أنه يوم العيد وهو لغيره لم يكفروا'' (حاشیۃ الطحطاوی۱،۶۷۵)۔

ٹھیک اسی طرح یہاں پر بھی عوام نے غیر مجاز لوگوں کی طرف سے عید کے اعلان کو غلط فہمی کی بنیاد پر شرعی سمجھ کر روزہ نہیں رکھاہے ،یا روزہ توڑ دیا ہے، اس لئے غیر مجاز لوگوں کی طرف سے اعلان کی صورت میں جنہوں نے روزہ نہ رکھا ہو یا رکھ کر توڑ دیا ہو دونوں صورتوں میں صرف قضاء واجب ہوگی ،کفارہ نہیں ،نیز مندرجۂ ذیل فتوی سے بھی مذکورہ صورت کا حکم معلوم ہو سکتا ہے:

''چونکہ حکومت نے ابھی تک ثقہ علماء کی جماعت کو ہلال کمیٹی میں نہیں لیا ہے،

اور حکومت قواعد شرع کی پابندی نہیں رکھتی،اس لئے اس کا فیصلہ واجب العمل نہ ہوگا، اور محض اس پر اعتماد کرکے روزہ توڑنا جائز نہ ہوگا ؛لیکن جو لوگ اس سال اس اعلان پر عمل کرکے روزہ توڑ چکے ہیں ،چونکہ یہ لوگ شک و شبہ کی بنیاد پر روزہ توڑ چکے ہیں، ہذا ان پر کفارہ واجب نہ ہوگا'' (فتاوی مفتی محمود۳،۴۲۱)۔

جواب(۷)(الف)،(ب):

ثبوت رؤیت کے سلسلہ میں اتحاد کی راہ:

ایک ہی شہر اور صوبہ میں رؤیت ہلال کے اعلان کے سلسلہ میں ایک سے زائد نظام کا ہونا اختلاف اور انتشار کی بنیاد پر غیرمستحسن ہوگا،نیز اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ثبوت رؤیت کے سلسلہ میناختلاف کی بنیاد فقہی مسائل سے زیادہ با ہمی ذہنی فاصلوں پر ہے ،یہ ایک تلخ حقیقت اور کڑوی سچائی ہے کہ مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کرتے ہیں یا نہیں کرنا چاہتے ہیں، اسی طرح تنظیمیں باہمی چپقلش کی وجہ سے بعض اوقات ایک دوسرے کے فیصلہ پر مطمئن نہیں ہوتیں ،اس کے علاوہ مختلف علاقوں کی رؤیت ہلال کمیٹیوں کے درمیا ن معلومات کے تبادلہ کا مناب انتظام نہیں ہے ،اس لئے اس اختلاف کاحل بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ کم سے کم اہل سنت والجماعت کی رؤیت ہلال کمیٹیوں میں اہل سنت کے تمام مکاتب فکر کے نما ئندے شامل ہوں ،اسی طرح بعض مساجد کو پوری ریاست میں مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی ہے جیسے ،دہلی میں جامع مسجد ،حیدرآباد میں مکہ مسجد ،اگر ہر علاقہ کے پس منظر میں تمام مکاتب فکر کی نمائندگی ،اور ان مساجد کے ائمہ کو شریک کرتے ہوئے ریاستوں کی رؤیت ہلال کمیٹیاں بنائی جائیں ،اور انہیں خطوط پر ایک مرکزی ہلال کمیٹی تشکیل پائے اور یہ سب باہمی ارتباط سے فیصلہ کریں ،یہ بات بھی ضروری ہے کہ ان کمیٹیوں کا نٹ ورک اضلاع اور تعلقہ جات تک وسیع ہو،اور ان جگہوں مینکمیٹی کی طرف سے دو تین علماء کو مجاز قرار دیا جائے کہ ان کے پاس چاند دیکھنے کی شہادت دی جائے ،یہ حضرات گواہی لیں ،اور فون وغیرہ کے ذریعہ اپنے اوپر کی کمیٹیوں کو خبر دیں ،فون پر گواہی دینا تو معتبر نہیں ؛لیکن جو بات گواہونکے بیان سے ثابت ہو چکی ہو ،فون پر اس کی اطلاع دی جا سکتی ہے ،اگر اس طرح کی صورت اپنائی جائے تو امید ہے کہ اختلاف و انتشار کی وہ صورت پیدا نہ ہوگی جس سے اس وقت مسلمانان ہند دوچار ہیں ،اور انشاءاللہ ذرائع ابلاغ کو استہزاء اور تضحیک کے مواقع ہاتھ نہ آئیں گے ،جی چاہتا ہے کہ رؤیت ہلال کے سلسلہ میں اجتماعیت کو بر قرار رکھنے اور امت کوخلفشار سے بچانے کے متعلق شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب اور فقیہ العصر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی بات نقل کرتا چلوں،مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

''علماء کو چاہئے کہ وہ مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے ساتھ رابطہ کرکے حتی الامکان

امت کو خلفشار سے بچائیں، شریعت نے ہر جگہ مسلمانوں کے خلفشار کو بہت برا سمجھا ہے، اور ہرقیمت پر اس سے بچنے کی کوشش کی ہے ،اور اس کا راستہ یہی ہے کہ جب ایک مشروع راستہ موجود ہے تو اس سے رابطہ کرو اور اس کی پرواہ نہ کرو کہ ہلال کمیٹی کا چیرمین بریلوی ہے، دیوبندی ہے ،یا فلاں ؛لیکن اس کی فکر کرو کہ امت میں خلفشار پیدا نہ ہو،اور حتی الامکان اس کی بھر پور کوشش کرنی چاہئے'' (انعام الباری۴۹۸)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں :

''رؤیت ہلال کے مسئلہ میں آئے دن دین اور علماء دین کی جو بے آبروئی ہوتی ہے ،اور پورے ملک میں مسلمانوں کے درمیان جو اختلاف و انتشار رونما ہوتا ہے ،واقعہ ہے کہ وہ حساس اور دردمند لوگوں کے لئے نہایت تکلیف دہ ہے، معلوم نہیں کتنی کانفرنسیں اور نشستیں اور کتنے جلسے اور سمینار ہیں کہ اس موضوع پر ہو چکےہیں ،گر عملا ہنوز روزاول ہے! حقیقت یہ ہے کہ اس کا حل سوائے اس کےاور کچھ نہیں کہ مسلمانوں کی تمام جماعتیں،مکاتب فکر ادارے،اور مسلمانوں میں با اثر شخصیتیں فروعی اختلافات سے پرے اٹھ کر جمع ہوں ،اور مرکزی سطح پر ایک رؤیت ہلال کمیٹی کی تشکیل دیں ،اور ہرریاست میں اس کی شاخیں مقرر کریں ،پھر یہی کمیٹی رؤیت ہلال کا فیصلہ کر ے اور یڈیو سے اس کا اعلان ہوجائے،اس طرح امت ایک بڑے اختلاف سے بچ سکے گی، اور خدا کی شریعت علماء کے باہمی تنافس سے ہونے والی بے آبروئی اور اس کی بنا پر خدا بیزار اور دین بیگانوں کے طعنہ و تشنیع سے محفوظ رہ سکے گی ،مسلمانوں کی وحدت ،انتشار سے حفاظت ،دین وشریعت کی حرمت اور ہر طبقہ کے علماء اور ارباب حل و عقد کے وقار و اعتبار کی برقراری کے لئے کیا علماء دین اور خادمین شریعت اتنی سی فراخ چشمی اور کشادہ قلبی کے لئے بھی تیار نہیں ہیں ؟؟؟''(جدید فقہی مسائل ۲۴،۲)۔

جواب(۸)(الف):

شریعت نے چاند ہونےکا دار و مدار رؤیت پر رکھا ہے ،اور اگر رؤیت نہ تو تکمیل ثلاثین کا حکم دیا گیا ہے ،لہذا اگر کسی وجہ سے چاند دکھائی نہ دے تو تیس دن پورے کئے جائیں گے،ماہرین فلکیات کی رائے پر رمضان اور عید کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا، چنانچہ مفتی تقی عثمانی صاحب اسی طرح کے ایک مسئلہ کے متعلق رقم فرماتے ہیں :

''شریعت نے چاند کا دارو مدار رؤیت پر رکھا ہے، ''لقولہ علیہ السلام: صوموا لرؤیتہ و افطروا لرؤیتہ فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلاثین''، لہذا اگر ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو تیس دن پورے کرنے چاہئے ،حسابات کے ذریعہ یا برمی مہینوں کا اندازہ کرکے روزہ رکھنا یا افطارکرنا قطعا جائز نہیں '' (فتاوی عثمانی۱۶۹،۲)۔

* * *

رؤیت ہلال میں مطالع کی وحدت

مفتی محمد معز الدین قاسمی•

(۱)(الف) مطلع کے مسئلہ میں حقیقت پسندی:

رؤیت کے اس حکم کی جو حدیث میں دیا گیا ہے مخاطب ملت اسلامیہ ہے اور اس میں مقام کی کوئی قید نہیں ہوتی، اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ایک مقام کی رؤیت کواسی مقام کے لئے محدود مانا جائے، بلکہ یہ حکم دوسرے مقامات کے لئے بھی ہوگا الا یہ کہ وہ مقام اتنی دوری پر ہو کہ ان دومقامات کے درمیان تاریخ کا فرق ہمیشہ واقع ہو تاہو، کیونکہ اس صورت میں دونوں کے درمیان چاند کا زاویہ مختلف ہو گا، یہ ایک مقام کی رؤیت کی اطلاع دوسرے مقام تک نہ پہنچ سکے۔ان استثنائی صورتوں کی معقولیت باکل واضح ہے۔

اگرچہ علماء اور فقہاء کی آرا اختلاف مطالع کے سلسلہ میں مختلف رہی ہیں جس کی تفصیل ''العذب الزلال فی مباحث رؤیۃ الھلال'' میں دیکھی جا سکتی ہے (عربی میں یہ رؤیت ہلال کے مسئلہ میں ایک مبسوط کتا ب ہے اور جسے ''قطر'' کے ''الشؤن الدینیہ'' نے شائع کیا ہے ،لیکن اس مسئلہ میں توسع اختیار کر نے کے لئے کافی گنجائش موجود ہے، چنانچہ ''فقہ السنہ'' کے مؤلف لکھتے ہیں :''جمہور کی رائے یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے، لہذا جب ایک شہر کے لوگوں نے ہلال دیکھ لیاتو تمام شہروں پر روزہ واجب ہو گیا، اس ارشادرسول کی بناپر ''ہلال دیکھ کرروزہ رکھو اور ہلال دیکھ کر روزہ موقوف کرو ''آپ کا یہ خطاب پوری امت کے لئے عام ہے جس شخص نے بھی جس جگہ چاند دیکھ لیا سب کے لئے رؤیت ہوگئی (فقہ السنہ تالیف السید سابق ۱،۴۳۶)۔

اور مجلس تحقیقات شرعیہ(ندوۃ العلماء لکھنو)نے اپنے اجلاس میں بلاد قریبہ کے لئے رؤیت کومعتبر قرار دیا ہے۔

محققین فقہاء احناف اور علماء امت کی تصریحات اور ان کے دلائل کی روشنی میں مجلس کی متفقہ رائے کہ بلاد بعیدہ میں اس باب میں بھی اختلاف مطالع معتبر ہے، البتہ بلاد قریبہ میں اس کا اعتبار نہیں ہے ، بلاد بعیدہ سے مراد کہ ان میں باہم اس قدر دوری ہے کہ عادۃً ان کی رؤیت میں ایک دن کا فرق ہو تاہے ، ایک شہر میں ایک دن چاند نظر آتا ہے اور دوسرے دن دوسرے میں ،ان بلادبعیدہ میں اگر ایک کی رؤیت دوسرے کے لئے لازم کر دی جائے تو مہینہ کسی جگہ ۲۸ دن کارہ جائے گا اور کسی جگہ ۳۱ دن کا قرار پائے گا،

• مہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم اورنگ آباد، مہاراشٹر۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت سے اسی قول کی تائید ہو تی ہے۔

جو لوگ توسع کے قائل نہیں ہیں وہ حضرت کریبؓ کی روایت سے استدال کر تے ہیں جو ''صحیح مسلم ''میں مذکور ہے اور جس میں بیان ہو ا کہ شام میں جمعہ کو چاند دیکھا گیا اور حضرت امیر معاویہؓ اور اہل شام نے سنیچر کے دن روزہ رکھا، لیکن مدینہ میں اس روز چاند نہیں دیکھا گیا تھا، اس لئے وہاں اتوار سے رمضان شروع ہوا، حضرت کریبؓ رمضان ہی میں مدینہ پہنچے اور انھوں نے شام میں انتیس کا چاند ہو نے کی اطلاع حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کو دی ، لیکن انہوں نے اس اطلاع پر کوئی کاروائی نہیں کی، بلکہ اپنا عمل جاری رکھا، یہ بات اس وقت کے حالات کے لحاظ سے صحیح تھی،کیونکہ شام کے چاند کی اطلاع مدنیہ بروقت نہیں پہنچ سکتی تھی، یہ فاصلہ طے کر نے میں کئی دن لگ جاتے ایسی صورت میں رمضان کا آغاز یا عید اپنے اپنے مقام کا یا قرب و جوار کے چاند کا اعتبارکر کے ہی منائی جاسکتی تھی،لیکن اس طریقہ کو موجودہ دور میں بھی اختیار کرنے پر اصرار کرنا، جبکہ یہ کوئی نصی حکم نہیں ہے، حالات سے آنکھیں بند کر لینے کے مترادف ہے۔سا ئنس اور ٹکنولوجی کی ترقی حالات میں بہت بڑے انقلاب کا باعث ہوئی ہے ،بدلے ہوئے حالات کے پیش نظر توسع ناگزیر ہے اور اس کے لئے اجتہاد ضروری ہے۔

(ب،ج،) ہندوستان،پاکستان، بنگلہ دیش، کا مطلع ایک ہے:

ہندستان میں عام طور سے تاریخیں یکساں رہتی ہیں ،البتہ رمضان اور شوال کے چاند کے سلسلہ میں ملک کے ایک حصہ ا ور دوسرے حصہ کے درمیان اختلاف ہو تا رہتا ہے، لیکن چونکہ عام طور سے یکسانیت پائی جاتی، اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ پورے ملک کے لئے ایک مطلع کا حکم نہ لگایا جائے اور ''مجلس تحقیقات شرعیہ'' (لکھنو)نے واضح طورپر اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ ایک ملک کے جس گوشہ میں بھی چاند دیکھا جائے وہ پورے ملک کے لئے معتبر ہو گا۔

''ہندوستان وپاکستان کے بیشتر حصوں اور بعض قریبی ملکوں ، مثلانیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہی ہے علماء ہند و پاک کا عمل ہمیشہ اسی پر رہا ہے اور غالبا تجربہ سے بھی یہی ثابت ہے ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بعد مسافت نہیں ہے کہ مہینہ میں ایک دن کا فرق پڑتا ہو اس بنیاد پر ان دونوں ملکوں میں جہاں بھی چاند دیکھا جائے شرعی ثبوت کے بعد اس کا ماننا ان دونوں ملکوں کے تمام اہل شہر پر لازم ہو گا۔یہ رائے حدیث '' چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر موقوف کرو'' کے عین مطابق ہے،کیو نکہ اس حکم میں مقام اورفاصلہ کی کوئی قید نہیں ہے''۔

ہم اس بات سے بھی صرف نظر نہیں کر سکتے کہ سعودی عربیہ کے کسی ایک گوشہ میں اگر رؤیت ثابت ہو تی ہے تو اس کو پورے ملک کے لئے معتبر ما نا جاتا ہے

اور حج کے دن کا تعین اسی کے مطابق ہوتا ہے ۔اگر چہ چاند نجد(ریاض) میں یا ''ظہران'' میں دکھائی دیتا ہے تو مکہ کے لئے وہ معتبر ہوتا ہے ، جبکہ ان کے درمیان فاصلہ ۱۰۰۰ تا ۱۵۰۰ سوکلومیٹر ہے اور پھر سعودی عربیہ ہی کے چاند کا خلیجی ممالک اعتبار کر تے ہیں اور اسی کے مطابق ان کے ہاں رمضان کا آغاز اور اختتام ہو تا ہے۔ اس سے کم از کم یہ اندازہ توہو ہی جاتا ہے کہ ہندو ستان میں رؤیت ہلال کے مسئلہ پر جو شدت پائی جاتی ہے وہ ان مسلم ممالک میں نہیں پائی جاتی ہے، بہر کیف ہندوستا ن کے کسی ایک مقام پر رؤیت ثابت ہو جاتی ہو تو اس رؤیت کو پو رے ملک کے لئے تسلیم کر نے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔عید ہی کے لئے نہیں رمضان کے آغاز اور تمام مہینوں کے آغاز کے لئے یہی طریقہ اختیار کیا جانا چاہئے۔اور اس مسئلہ میں ہندوستا ن اور پاکستان کے تمام علاقے شامل ہیں ۔

(د)جن علاقوں کا مطع ایک ہے:

اس سلسلہ میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی درج ذیل تحریر سے روشنی اور رہنمائی حاصل ہو سکتی ہے، اس پر غور کرکے کوئی شکل نکالی جائے۔ وہ تحر یر یہ ہے۔

''مذاہب اربعہ اور جمہور کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے علماء اس نتیجہ پر پہنچے کہ اصولی طور پر تو ذیلی ہلال کمیٹی کا فیصلہ مر کزی ہلال کمیٹی کے لئے اسی وقت قابل تقلید ہوسکتا ہے، جبکہ و ہ فیصلہ دوسرے قاضی کے پاس شرعی شہادت کے ساتھ دو گواہ لے کر پہنچیں ،صرف ٹیلفون وغیرہ پر اس کی خبر دیدینا کافی نہیں۔ جمہور فقہاء امت، حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ، کا اصلی مذہب یہی ہے۔ ہدایہ، کتاب الام امام شافعی، مغنی ابن قدامہ حنبلی، وغیرہ میں اس کی تصریحات درج ہیں، اس لئے بہتر یہ ہے کہ حکومت اس اصول کے مطابق کوئی انتظام کرے، لیکن علماء کے اس اجتماع میں اس پر غور کیا گیا کہ اگر حکومت اس میں دشواریاں محسو س کر ے تو کوئی دوسری صورت بھی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ غور وفکر کے بعد متفقہ طور پر اس کا ایک حل یہ نکا لا گیا کہ حکومت ہر بڑے شہر میں ذیلی کمیٹیاں قائم کر ے ان میں سے ہر ایک میں کچھ ایسے مستند علماء کو ضرور شامل کیا جائے جو شرعی ضابطہ شہادت کا تجربہ رکھتے ہوں ، اور ہر ذیلی کمیٹی اگر باقاعدہ شہادتیں لے کر کوئی فیصلہ کر دیتی ہے تو فیصلہ شہادت کی بنیاد پر ہوچکا ، اب صرف اعلان کا کام باقی ہے، اس کے لئے شہادت ضروری نہیں، بلکہ ذیلی کمیٹی کا کوئی ذمہ دار مرکزی کمیٹی کو ٹیلی فون پر محتاط طورپر جس میں کسی مداخلت کا خطرہ نہ رہے ذیلی کمیٹی اس فیصلہ کی اطلاع دیدے اور مرکزی کمیٹی اس کو اپنا فیصلہ کہہ کر نہیں، بلکہ ذیلی کمیٹی کا فیصلہ بتلا کر اس طرح نشر کرے کہ مرکزی کمیٹی کے سامنے اگرچہ کوئی شہادت نہیں آئی، بلکہ فلاں ذیلی کمیٹی نے جس میں فلاں فلاں علماء شریک ہیں، شہادت کی بنیاد پر یہ فیصلہ کیا ہے، ہم اس فیصلہ پر اعتماد کر کے

اعلان کر رہے ہیں، اس صورت میں مرکزی کمیٹی کا یہ اعلان ٹیلی فون سے آئی ہوئی اطلاع پر درست ہو سکتا ہے۔

۱۔بندہ محمد شفع ۲۔ ظفراحمد عثمانی عفا اللہ ۱۳شوال ۱۳۸۶ھ

۳۔محمد یوسف بنوری ۴۔رشید احمد عفی عنہ ۱۳شوال ۱۳۸۶ھ (جواہر الفقہ ۱،۴۰۳)

۲۔(الف)کیا رؤیت ہلال کے لئے فلکیاتی حساب سے مدد لی جاسکتی ہے؟:

اب رہی یہ بات کہ فلکیاتی حساب کے ذریعہ اس سلسلہ میں مدد لی جا سکتی ہے یا نہیں کہ آج ہلال کی بصری رؤیت کا امکان ہے یا نہیں تو میری ناقص رائے میں اس سے مدد لینا بھی چند و جوہ سے نا جائز ہو نا راجح معلو م ہو تا ہے ۔

۱۔ تو اس وجہ سے کہ فلکیاتی حساب خود مبنی علی المقدمات الفاسدہ ہے اور اس سے مدد لینا بھی فاسد ہے ، کیو نکہ ہلال کے متعلق یہ حکم جب ۲۹ ،تاریخ گزر جائے اور ۳۰، تاریخ کی شام آجائے تو افق آسمان پر چاند تلاش کر نا فرض ہے، ''یفترض علی المسلمین فرض کفایۃ أن یلتمسوا الہلال'' (الفقہ علی المذاہب الاربعہ،۵۵۱)، اور جب فلکیاتی حساب سے استعانت کو جائز قرار دے دیا جائے تو ۲۹، تاریخ کی شام اور ۳۰، کی شب میں لوگ چاند تلاش کر نے کے بجائے حساب کو تلاش کر نے لگیں گے اور جب معلوم ہو جائے گا کہ آج افق پر بصری رؤیت کا امکان نہیں ہے تو لوگ ہلال تلاش کر نا جو فرض کفایہ تھا کو بالکل چھو ڑ دیں گے کہ جب رؤیت بصری کا امکان ہی نہیں ہے تو ہلال تلاش کر نا فضول ہے، گویا اس طرح امت ایک فرض کفایہ کو اجتماعی طور پر ترک کردے گی۔

۲۔ فلکیاتی حساب سے استعانت اس لئے بھی صحیح نہینکہ جو حساب کیا جائے گا کوئی ضروری نہیں ہیکہ صد فیصد ٹھیک ہو سکتا ہے، بلکہ غلط ہو نا کئی وجہوں سے راجح ہے، اولا اس وجہ سے کہ غلطی کر نا انسانی فطرت ہے ، دوسرے اس وجہ سے کہ فلکیاتی حساب چند مقدمات مفروضہ پر مبنی ہوتا ہے جن میں سے چند مقدمات کا مخدوش ہونا دلائل سے ثابت ہے، جیسا کہ حضرت تھانویؒ قدس سرہ نے فرمایا ہے (امداد الفتاوی۲،۱۱۱)۔

۳۔اس وجہ سے بھی فلکیاتی حساب غلط ہے کہ ہر بعد میں آنے والا فلسفی اپنے متقدمین کے نظریات کو غلط ثابت کر تا ہے ،علی ھذا القیاس ایک موقت حساب کر کے ثابت کر تاہے کہ۳۰، کی شب میں چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہیں ہے اور دوسرا موقت یہ ثابت کر تا ہے کہ ۳۰، کی شب میں چاند کی بصری رؤیت کا قوی امکان ہے، اسی طرح ایک سائنس داں دو قسم کے خیالات رکھتاہے تو اس کے کس خیال سے تعاون لیا جائے گا؟ مثلا کراچی کے ایک ماہ نامہ رسالہ ''روحانی دنیا'' نے جنوی۱۹۸۱ء کے حوالہ سے لکھا ہے کہ گرین آبزورٹیری نے ایک تحقیق پیش کی ہے جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے جب تک چاند کی عمر کم از کم تیس گھنٹہ کی نہ ہو اس وقت تک وہ پہلی بار نہیں

دیکھا جا سکتا ہے اور سائنس داں مذکور کا ایک دوسرا قول اس طرح ہے کہ ''چند ایسی معتبراطلاعات بھی مذکور ہیں کہ جہاں بہت اچھی کیفیتوں میں چاند اس وقت دیکھا گیا جب اس کی عمر صرف بیس گھنٹے تھی'' (القاسم دیوبند اپریل۱۹۲۸ء ،ج۱)۔

۳۔ اس وجہ سے بھی اس سے تعاون لینا درست نہیں کہ ابتدائی طو رپر تعاون لینے کی اجازت مرور ایام کے بعد فلکیاتی حساب پر عوام کا کلی اعتماد اور ایک فریضہ عام کے ترک کی جانب مفضی ہو سکتی ہے، اس لئے ''سداً للذرائع وحسماً للمادۃ'' اس سے مدد لینے کی اجازت بھی نہ دی جائے گی،جیساکہ زمانہ جاہلیت میں جو خاص خاص بت مثلا ''ود، سواع، و یغوث،'' وغیرہ تو اس کے متعلق امام بخاریؒ نے ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ مذکورہ اسما مختلف قوموں کے بزرگوں کے نام ہیں جب ان کا انتقال ہو گیا توان کی قبروں پر مسجدیں اور عبادت خانوں میں ان کی تصویریں بنائی گئیں، تا کہ اسے دیکھ کر عوام الناس کو عبادت کا ذوق و شوق بڑھے اور مرور ایام کے ساتھ ان تصویروں کا مقصدلوگوں کے دل ودماغ سے محو ہو گیا اور اسی تصویر کو خدا سمجھ کر اسی کی پو جا وپرستش ہونے لگی (ص۱۷۹۔۷۳۲) یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے سداً للذرائع تصویر کشی و مجسمہ سازی کو حرام فرما دیا۔

۴۔ ایک وجہ یہ کہ شریعت کی نگاہ تمام احکام میں یسر وسہولت پر ہے، اسی وجہ سے رؤیت ہلال کے متعلق تین باتوں مینسے ایک پرعمل کر نے کی شریعت نے اجازت دی ہے ایک یہ کہ رؤیت عامہ ہو تو عمل کرنا ضروری ہوگا، دوسرے یہ کہ اگر رؤیت عامہ کا ثبوت نہ ہو تو ایک دو فرد نے چاند دیکھ کر قاضی یا ہلال کمیٹی یا عوام الناس کے مجمع میں شہادت دی ہو کہ میں نے دیکھا ہے، تب عمل کرنا واجب ہوگا، اپنی شرطوں کے ساتھ ،تیسری صورت یہ ہے کہ اگر ۲۹ر تاریخ گذرجائے اور رؤیت نہ ہو تو تکمیل ثلاثین ضروری ہوگا،اب اگرفلکیاتی حساب سے استعانت کو جائز قرار دیا جائے تو امت حساب کے چکر میں پڑ جائے گی جو ایک امر صعب ہے اور اس امت کے مزاج کے خلاف ہے، کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ''لا نکتب ولا نحسب'' یعنی نہ ہم رؤیت ہلال کیلئے لکھنے اورنہ حساب کر نے کے مکلف ہیں ، کیونکہ اس سلسلہ میں ہم امت امیہ ہیں ، لہذااستعانت کی صورت میں شریعت کے احکام جو اکثر وبیشتر یسر پر مبنی ہینوہ عسرسے متبد ل ہوجائینگے، اس لئے فلکیاتی حساب سے مدد لینا چاند کی رؤیت بصری کیلئے جائز نہ ہوگا۔

(ب)اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے ۲۹ تاریخ کو چاندکی بصری رؤیت کا امکان نہ ہو اس کے باوجود وہا ں رؤیت کی شہادت ملی ہے:

شہادت رؤیت اور فلکیاتی حساب کے تعارض کے وقت عمل شرعی شہادت پر ہو گاقمری ماہ کی ۲۹تاریخ کو چاند کی بصری رؤیت کا امکان و عدم امکان با عتبار فلکیاتی

حساب سوائے بعض اصحاب امام شافعیؒ با تفاق فقہاء غیر معتبر ہے ، چنانچہ فقہ شافعیؒ کی کتاب ''الانوار'' میں لکھا ہے کہ چاند کے منازل وحساب کی واقفیت کی وجہ سے حساب اور غیر حساب داں پر روزہ فرض نہیں ہوتا، علامہ ابن حجرؒ نے ''شرح منہاج'' میں ''مجموع'' سے نقل کیا ہے کہ اگر فن والے اپنے علم پر عتماد و عمل کرتے ہوئے روزہ رکھ لیں تو یہ روزہ رمضان کے روزہ کی طرف سے کفایت نہیں کریگا ،حضرت امام مالک نے تو یہ فر ما یا کہ جو مجتھد حساب و فلکیات پر اعتماد کر تا ہو اس کی اتباع و اقتداء نہ کی جائے گی،قرافی کی بھی یہی رائے ہے ، علامہ زرقانی نے اپنی شرح مینذکر کیا ہے کہ فلکیین کے کہنے کی وجہ سے کسی قمری ماہ کی ابتداء نہیں مانی جائے گی، ابن مفلح حنبلیؒ نے اپنی ''کتاب الفروع '' میں ذکر کیا ہے کہ جو شخص حساب و نجوم کی بنیاد پر روزہ رکھے گا اس کا روزہ نہ ہو گا اگر چہ اس کا فیصلہ صحیح ہو اور اس کے اکثر فیصلے صحیح ہو تے ہوں، حافظ ابن حجرؒ نے فر ما یا کہ فلکیاتی حساب پر عمل کر نے کاجواز روافض کا قول ہے اور شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ نے فر ما یا کہ حساب وفلکیات پر اعتماد کر نے والا شخص گمراہ اور مبتدع ہے (الفقہ علی المذاہب الاربعۃاور بحث ونظر۲۴،۳۱-۳۲ملخصا)۔

''ادارۃ البحوث العلمیہ والافتاء'' کے تحت فقہی مجلس اور سعودیہ کے سب سے مستند علماء وفقہاء نے ۱۳۹۲ھ کے اجلاس میں باتفاق رائے یہ فیصلہ کیا ہے کہ رؤیت کے سلسلے میں حساب وفلکیات کا کوئی اعتبار نہیں، کیو نکہ حدیث ''صوموا لرؤیتہ الخ''اور ''لا تصوموا حتی تروہ الخ'' کا یہی حاصل وخلاصہ ہے۔

چنانچہ مذکورہ مسئلہ کے متعلق احتما ل یہ تھا کہ شافع ا لمسلک حضرات یہ فتوی دیں گے کہ فلکیاتی حساب کا اعتبار کرینگے اور اس کے بالمقابل شہادت کو یہ کہہ کر رد کر دیا جائے گا کہ دیکھنے والے کو دھو کہ ہوگیا، جیسا کہ علامہ سبکی کا قول علامہ شامیؒنے ''رد المحتار'' میں نقل فرمایا ہے کہ شہادت رد کر دی جائے گی، لیکن خود حضرت امام شافعیؒ کا قو ل ''فتح الباری'' میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ فلکیاتی حساب کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا (۴،۱۲۳)۔

(ج)رؤیت ہلال کے لئے محکمہ موسمیات سے مدد لی جا سکتی ہے؟:

زیر بحث مسئلہ میں نفیًا وثبوتاً حکم لگانے سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ اس باب میں شارع نے رؤیت کا مدار کس چیز پر رکھا ہے، اس باب کی دو حدیثیں بہت معروف ومشہور ہیں:

١۔ ''لاتصوموا قبل رمضان صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ''۔

٢۔ ''فإن غم علیکم فاقدروا لہ''۔

یہاں پر دو باتیں ہیں ایک ہے رؤیت ہلال دوسری ہے وجود ہلال ثبوت شہر کے لئے

رؤیت ہلال ضروری ہے ، رؤیت کے بغیر شہر کا وجود نہیں ہو گا جب کہ پہلی روایت ''صوموا لرؤیتہ الخ'' اسی پر دال ہے اسی سے ثابت ہو ا کہ ثبوت شہر و جود ہلال سے نہیں ہوگا، لہذا محکمہ موسمیات و فلکیات کا قول چاند کے سلسلہ میں قابل استناد نہیں ہو گا، کیو نکہ ان لوگوں کا قول وجود ہلال کے سلسلہ میں ہو تا ہے، جبکہ شہر کے لئے شارح نے مدار رؤیت اورشہود ہلا ل کو ٹھہرایا ہے ۔

حدیث کے اس مفہوم کو اسی حدیث کے آخری جملہ نے اور واضح کر دیا جس میں یہ اشارہ ہے کہ اگر چاند تم سے مستور اور چھپا ہوا رہے، یعنی تمھاری آنکھیں اس کو نہ دیکھ سکیں تو پھر تم اس کے مکلف نہیں کے حسابات سے چاند کا وجود اور پیدائش معلوم کرو اور اس پر عمل کرو یا آلات رصدیہ اور دوربینوں کے ذریعہ اس کا وجود دیکھو بلکہ فر مایا ''فإن غم علیکم فأکملوا العدة ثلاثین''۔

اس میں لفظ''غم'' خاص طور سے قابل نظر ہے۔ اس لفظ کا لغوی معنی عربی محاورہ کے اعتبار سے بحوالہ قاموس و شرح قاموس یہ ہے ''غم الھلال علی الناس غما إذا حال دون الھلال غیم رقیق أو غیرہ لم یر'' (''لفظ'' غم الھلال علی الناس'' اس وقت بولا جاتا ہے جبکہ ہلال کے درمیان کوئی بادل یا دوسری چیز حائل ہو جائے اور چاند دیکھا نہ جاسکے) (تاج العروس شرح قاموس)۔

جس سے معلوم ہوا کہ آں حضرت ﷺ نے چاند کے وجو د کو تسلیم کر کے یہ حکم دیا ہے، کیونکہ مستور ہوجانے کے لئے موجود ہونا لازمی ہے، جو چیز موجود ہی نہیں اس کو معدوم کہا جاتا ہے محاورات میں اس کو مستور نہیں بولتے، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ چاند کے مستور ہو جانے کے مختلف اسبا ب ہو سکتے ہیں، ان میں کوئی بھی سبب پیش آئے بہر حال اس کا اعتبار نگاہوں سے مستور ہو گیا اوردیکھا نہ جاسکا تو حکم شرعی یہ ہے کہ روزہ وعید و غیرہ میں اس کا اعتبار نہ کیا جائے ۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث سے ا س کی مزید تائید ہو تی ہے جس میں مذکورہ ہے کہ کچھ صحابہ کرام عمرہ کے لئے نکلے، راستہ میں چاند پر نظر پڑی تو چاند کا سائز اور روشنی دیکھ کر آپس میں گفتگو ہوئی، بعض نے کہا یہ دو رات کا چاند ہے اور بعض نے کہا تین رات کا ،حضرت عبد اللہ بن عباس نے ان لوگوں سے پو چھا کہ تم نے اس کو اول کس رات میں دیکھا؟بتلایا گیا کہ فلاں شب میں رؤیت ہوئی تھی، ابن عباس نے فرما یا:''إن رسول اللہ ﷺ مدہ للروية فھو للیلة رأیتموہ'' (صحیح مسلم۱،۳۴۸)۔

یعنی رسول اللہ ﷺ نے اس کو رؤیت کی طرف منسو ب فرمایا ہے، اس لئے اسی رات کا چاند سمجھائے گا جس میں اس کی رؤیت ہوئی ہے۔

اس سے حقیقت واضح ہوگئی کہ یہانمسئلہ چاند کے وجود کا نہیں، بلکہ اس کے عام

نگاہوں کے لئے قابل رؤیت ہونے کا ہے ، اور دور بین کے ذریعہ شمسی شعاعوں سے مستور چاند دیکھ لینا یا بذریعہ ہوئی جہاز پرواز کر کے بادلوں سے اوپر جار کر چاند کو دیکھ لینا عام رؤیت کہلانے کا مستحق نہیں ، اور کسی چیز کا قابل رؤیت ہونا یا دیکھا جانا یہ مسئلہ نہ سائنس کا ہے نہ محکمہ موسمیات و فلکیات سے اس کا کوئی علاقہ ہے، یہ عام واقعیاتی معاملہ ہے۔

یہ تھی تفصیلی عبارت جسے آپ نے ملاحظہ فر ما یا ، جس سے دو ٹوک انداز میں معلوم ہو ا کہ چاند کی رؤیت کے سلسلہ میں نہ تو محکمہ موسمیات کاقول معتبر ہے اور نہ فلکیاتی حساب کا ۔اسی سے اس جزئیہ کا جواب نکل آیا کہ اگر کسی خط میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹،تاریخ کو چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہ ہو اور اس کے باوجود اس خط سے رؤیت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو کیا اسے قبول کیا جائے گا، جواب اثبات میں ہے کہ ایسی رؤیت شرعی سے صوم و افطار کا حکم نافذ کیا جائے گا۔

(ھ)اگر ۲۹ شعبان کو مطلع ابر آلودہو تواور قاضی نے ایک شخص کی شہادت پر رمضان کا اعلان کر دیا الخ:

۲۹، شعبان کو مطلع ابر آلود تھا تو ایک شخص کی گواہی پر قاضی نے رمضان کا فیصلہ کر دیا پھر رمضان کے تیس دن ہوگئے مگر مطلع صاف ہو نے کے باوجود رؤیت نہ ہوئی، جبکہ لوگوں نے رؤیت کا اہتمام بھی کیا تو اب تیس دن کے بعد والے دن کو عید الفطر کہا جائے یا یہ سمجھاجائے کہ رمضان کے چاند کی گواہی دینے والے نے دھو کہ دیا ہے یا غلط بیانی کی ہے؟

اس کا جواب یہ کہ اس مسئلہ میں ائمہ احناف میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک عید نہیں کی جائے گی اوررمضان میں رؤیت ہلال کی گواہی دینے والے کو خاطی سمجھا جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک اس صورت میں عید منائی جائے گی امام زیلعی نے امام ابو حنیفہؒ وامام ابو یوسفؒ کے قول کو اشبہ قرار دیا ہے(دیکھئے در مختار مع حاشیہ ۲،۳۹۱)۔

لہذا شیخین کے قول کے مطابق مذکورہ بالا صورت میں عید و افطار کے بجائے مزید ایک روزہ رکھنا چاہئے اور پہلے شاہد کو خاطی شمار کر نا چاہئے(واللہ اعلم)۔

علاوہ ازیں مطلع صاف ہو نے کی صورت میں رمضان و عید ین دونوں کے چاند کے ثبوت کے لئے اتنے آدمیوں کی خبر ضروری ہے جن کی خبر سے ظن غالب حاصل ہوجائے(دیکھئے ،ہدایہ،درمع الرد۱،۳۸۷ ،۳۸۸)۔

علامہ ابن نجیمؒ نے لکھا:''وإن لم یکن بالسماء علۃ فیھا یشترط أن یکون الشھود جمعا کثیرا یقع العلم بخبرھم أی علم غالب الظن لا الیقین''(البحر ائق۲،۲۶۸)۔

۳۔(الف) ثبوت رؤیت کے لئے شہادت کا معیار کیا ہے؟

جمع عظیم کی صورت میں عدالت شرط نہ ہو، جیسا کہ شامی مینہے:''قال:ولا یشترط فیهم الإسلام ولا العدالة'' (شامی۲،۳۸۸)۔

ایک دو آدمیوں کی خبر کی صورت میں عدالت شرط ہے اور عدالت کی تعریف یہ کی گئی ہے ''العدالة ملکة تحمل علی ملازمة التقوی والمروة'' اور مراد یہاں ادنی مرتبہ ہے جیسا کہ علامہ شامی نے تصریح کی ہے ''والشرط أدناها وهو ترک الکبائر والإصرار علی الصغائر وما یخل بالمروة'' (شامی۲،۳۸۵)۔

اسی طرح ابن نجیم ؒمصری نے بھی ادنی مرتبۂ عدالت کو یہاں شرط قرار دیکر اس کی یہی تعریف کی ہے کہ کبائر سے اجتناب ہو اورصغائر پر اصرار نہ ہو اور مروت کے خلاف کوئی حر کت نہ کی جائے(البحر۲،۲۶۶)۔

ظاہر ہے کہ عدالت کی مذکورہ تعریف کے مطابق ''رؤیت ہلال '' کے سلسلہ میں عمل در آمد کر نے میں کوئی پریشانی نہیں ایسے افراد جوتقوی ومروت کے اس ادنی معیار پر پو رے اتریں معاشرہ میں کم نہیں ہیں، اگر چہ پہلے ادوار کی بہ نسبت اس سلسلہ میں کمی ہو سکتی ہے،مگر فی نفسہ ایسے افراد کم نہیں ہیں ،لہذا عدالت کی تعریف میں کسی ترمیم کی ضرورت نہیں۔

ہاں البتہ ضرورت کے موقعہ پر غیر عدل کی گواہی بھی قبول کی جا سکتی ہے اور ایسے موقع میں صرف اتنا کافی ہے کہ گواہی دینے والا معاشرہ میں جھوٹا نہ سمجھا جاتا ہو مفتی محمد شفیعؒصاحب نے ''معین الاحکا م '' کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ''علامہ قرانی '' نے ''باب السیاست '' میں بیان کیا ہے کہ علماء نے اس کی تصریح کی ہے کہ جب کسی جگہ شاہد عادل نہ ملیں تو ہم غیر عادل لو گوں میں سے جو دین کے اعتبارسے بہتر اور فسق میں کم ہوا سکو شہادت کے لئے قائم کریں گے اور ایسا کر نا اس زمانے کے قاضیوں کے لئے لازم ہے، تا کہ لو گو ں کے حقوق اور مصالح ضائع نہ ہو جائیں پھر فر ما یا کہ میں نہیں جانتا کہ کوئی عالم و فقیہ اس بات سے اختلاف کر ے گا (رؤیت ہلال، ۳۸،بحو الہ معین الاحکام،ص ۴۵)۔

خلاصہ یہ کہ ضرورت کے موقعہ پر فاسق کی شہادت بھی مقبول ہے ،جبکہ وہ جھوٹا نہ ہو اور معاشرہ میں سچا سمجھا جاتا ہو ، اگر چہ اصطلاح شریعت میں وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو۔

مستور الحال کی خبر :

غیر ظاہر الروایۃ میں امام حسن نے امام ابو حنیفہ سے نقل کیا ہے کہ مستو ر الحال کی خبر رمضان کے چاند میں مقبول ہے امام بزارزی نے اس کی تصحیح کی ہے (البحر الرائق۲،۲۶۶، شامی مع الرد۲،۳۸۵)۔

اور شامی نے ا س رؤیت کو بھی ظاہر الروایۃ قرار دیا ہے اور حاکم الشہید کی

''کافی'' سے ایک عبارت نقل کی ہے جس میں مسلم ومسلمہ کی شہادت کو معتبر قرار دیتے ہوئے تصریح کی گئی ہے کہ عدل ہو یا غیر عدل اور عدل سے مراد مستور ہونا بیان کیا ہے (شامی۲،۳۸۵)۔

(ب)شہادت، مجلس قضا:

جہاں نظام قضاء موجود ہے وہا ں قاضی کے پاس جاکر شہادت قائم کر نا ضروری ہے ، فقہاء کی عام عبارات مینجو یہ لکھا گیا ہے کہ رمضان کے چاند کی صورت میں ایک عادل کی خبر قبول کی جائے گی الخ : ان میں ظاہر یہی ہے کہ قاضی و حاکم قبول کر ے گا، نیز استفاضہ کی صورت پر بحث کر تے ہوئے علامہ شامی نے لکھا ہے کہ کسی شہر کے بارے میں خبر متواتر پہنچے تو چونکہ وہاں حاکم کے فیصلہ کے بعدہی اس کا ثبوت ہوا ہوگا، لہذا اس پر عمل در ست ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں: '' وقد ثبت بها أن أهل تلک البلدة صاموا وكذا لزم العمل بها، لأن البلدة لا تخلوا عن حاكم شرعی عادة فلا بد من أن يكون صومهم مبنيا على حكم حاكمهم الشرعی الخ'' (شامی۲،۳۹۰)، ہدایہ میں عبارت ہے:''وقبل الإمام شهادة الواحد العدل الخ''(ہدایہ۱،۱۹۵) معلوم ہوا کہ رمضان کے چاند کا مسئلہ بھی امام کے سامنے ہو نا چاہئے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی بلاد میں دستور یہی تھا کہ حاکم و قاضی ہی رمضان کا فیصلہ کرتا تھا، لہذا ضروری ہے کہ نظام کو بر قراررکھنے کے واسطے چاند دیکھنے والے قاضی کے پاس جاکر گواہی دیں اور جہاں نظام قضا نہ ہو وہاں عالم یاثقہ افرادیا کمیٹی اس کی قائم مقام ہوگی (وقد مرماخذہ)

رؤیت کا مسئلہ خبر سے تعلق رکھتا ہے کہ شہادت سے:

عام طور سے رؤیت ہلال کے مسئلہ کو شہادت سمجھا جاتا ہے نہ کہ خبر اسی بنا پر ایک شہر کی رؤیت کو اگر چہ وہاں عام رؤیت ہوئی ہو اور اس کی اطلاع بوثوق ذریعہ سے مل رہی ہو دوسرے مقام یا علاقہ کے لئے قبول نہیں کیا جاتا حالانکہ اس مسئلہ کو شہادت قرار دینے کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے جن احادیث و روایات میں رؤیت کے سلسلہ مینشہادت کا لفظ استعمال ہو اہے وہ شہادت کے وسیع تر مفہوم میں استعمال ہوا نہ کہ عدالتی نوعیت کی شہادت کے معنی میں اصطلاحی شہادت ان امور میں ہوتی ہے جو نزاعی نوعیت کے ہو ں یا حقوق کے سلسلہ میں کوئی شخص کسی کے خلاف دعوی کرسکتا ہو اور جن کا فیصلہ کرنا عدالت کا کام ہو ۔

نبی ﷺ سے حدیث بیا ن کرنا نہایت نازک ذمہ داری کا کام ہے، لیکن محدیثن نے اس کو شہادت کا مسئلہ نہیں بنایا، بلکہ خبر قراردیے کرراوی کے ثقہ اور عادل ہو نے کی شرط لگائی اور اگر وہ اسے شہادت کا مسئلہ بناتے تو ہر راوی کو قاضی کی عدالت میں حاضر ہو کرگواہی دینا پڑتی نیز خبر واحد (ایک مرد ایک عورت کی روایت) کے قابل ہو

نے نہ ہو نے کا مسئلہ پیدا ہو جاتا اور جب حدیث کا مسئلہ شہادت کا مسئلہ نہیں ہے تو پھر چاند کے مسئلہ شہادت کا مسئلہ کیوں قرار دیا جائے ؟ غرضیکہ رؤیت کے مسئلہ کو عدالتی طرز کی شہادت سے جو ڑنے اور اس کے تمام قواعد کا اس پر اطلاق کر نے کے لئے کوئی دلیل موجود نہیں ہے ۔یہی وجہ ہے کہ رؤیت کے مسئلہ میں خبر مستفیض(مشہور) کو قبول کیا جاتا ہے، جبکہ خبر مشہور کی بنا پر عدالت مجرم کو سزا نہیں دے سکتی تا وقتیکہ عینی شاہد عدالت میں حاضر ہوکر گواہی نہ دے اور یہ بھی واقعہ ہے کہ کتنے ہی دینی معاملات میں خبرکو قبول کیا جاتا ہے اگر وہ کسی معتبر ذریعہ سے ملی ہو یاقرائن سے اس کی تائید ہو تی ہو، مثلا قبلہ کی سمت معلوم کر نے کے لئے ایک مسلمان کے بیان کو کافی سمجھا جاتا ہے اور اس کی بتلائی ہوئی سمت کی طرف رخ کرکے نمازپڑھی جاتی ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ رؤیت ہلال کے سلسلہ میں ہر شخص کی بات کا اعتار کیا جائے، خواہ وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو ایسی بات کیسے کہی جا کستی ہے جب کہ قرآن کا صریح حکم ہے :''إن جاءکم فاسق بنباء فتبینوا''(سورہ حجرات: ۶) (اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے آئے تو تحقیق کر لو)۔

اس لئے یہ دیکھنا ضروری ہو گا کہ جو شخص یہ خبر دے رہا ہے کہ اس نے چاند دیکھا ہے وہ اس دینی معاملہ میں قابل اعتماد ہے یا ہیں ،نیز یہ کہ قرائن اس کے بیان کے خلاف تو نہیں ہیں ،موجودہ زمانہ میں ، جبکہ جھوٹ عام ہو گیا ہے کسی کے بیان کو قبول کر نے کے معاملہ میں احتیاط ضروری ہے ، لیکن اس احتیاط کو اتنا شدید بنا دینا کہ سراسر تکلف معلوم ہو اور جس کی وجہ سے چاند کا مسئلہ الجھ کررہ جائے صحیح نہیں، مولانا محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں ''اور اس زمانہ میں جب کہ فسق کی بہت سی صورتیں مثلا ڈاڑھی منڈانا وغیرہ ایسی عام ہوگئی کہ ان کی وجہ سے مطلقا شہادت کو رد کر دیا جائے تو بہت سے معاملات کا ثبوت کسی طرح بہم نہ پہنچے گا(رؤیت ہلال مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی،۴۷)۔

رؤیت ہلا ل کے ثبوت کے لئے اصطلاحی شہادت کے ضروری نہ ہونے کے بارے میں مولانا منظور نعمانی صاحبؒ لکھتے ہیں :

''اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ رؤیت ہلال کی اطلاع اصطلاحی شہادت نہیں ہے اور اس کے وہ شرائط نہیں ہیں جو قاضی کی عدالت میں شہادت کے ہیں، بلکہ وہ خبر ہے اور اس کے لئے شرعی قاضی یا عالم دین ومفتی کا غلبۂ ظن کافی ہے، فقہا کرام نے ان دونوں باتوں کی تصریح فرمائی''۔

اس سلسلہ میں موصوف نے مولانا تھانوی کا فتوی نقل کیا ہے جو درج ذیل ہے:'' جن احکام میں حجاب مانع قبول ہے اس میں (ٹیلفون کا واسطہ) غیر معتبر ہے اور جن

معاملات میں حجاب مانع نہیں ہے ان گر قرائن قویہ سے متکلم کی تعین ہو جائے (کہ فلانشخص ہی ہو رہا ہے) تو معتبر ہے ''(امداد الفتاوی۲،۷۸)۔

اس فتوی کو نقل کر کے مولانا نعمانی فر ماتے ہیں :''حضرت حکیم الامتؒ کے اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ رؤیت ہلال کے ثبوت کی خبر و شہادت نہیں ہے جس کے لئے شاہد کا سامنے موجود ہو نا ضروری ہو تا ہے ،بلکہ یہ ایک خالص دینی معاملہ کی خبر اور اطلاع ہے اس کے معتبراور قابل قبو ل ہو نے کے لئے خبر دینے والے کا سامنے ہو نا ضر وری نہیں ، لہذا سوال میں جس خبر کے بارے میں دریافت کیا گیا ہے وہ معتبر ہے اور اس پر عمل کیاجائے گا '' (ماہنامہ الفرقان شمارہ اپریل۱۹۸۷)۔

(ج)چاند دیکھنے والوں کے لئے کیا فوری طو ر پرشہادت دینا ضروری ہے:شہادت دینے میں تاخیر کر نا بعض صورتو نمیں فسق کاموجب ہے جس سے شہادت مردود ہو جاتی ہے ۔''الاشباہ '' میں لکھا ہے:''شاهد الحسبة إذا أخر شهادته لغيره عذر لا يقبل نفسه'' (الاشباہ والنظائر۲،۳۲۴)۔

مگر علامہ رافعی نے حاشیہ ابو السعود سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ''يشترط نفسه بالتاخير بعد العلم بالحرمة من غير عذر ظاهر تعنية لأداء الشهادة'' (تقریرات الرافعی علی الرد المختار،ص۲۰۶)۔

اس سے معلوم ہوا کہ تاخیر سے شہادت اس وقت مردود ہو تی ہے، جبکہ (۱) بلاعذر ہو (۲) تاخیرکی حرمت کا علم ہو (۳) دوسراکوئی اور اداء شہادت کے لئے نہ ہو ۔

پھر یہاں علماء میں اختلاف یہ بھی ہے کہ شہادت میں تاخیر سے اس کا غیر مقبول ہونا ہر قسم کی شہادت کے بارے میں ہے یا خاص حرمت فروج کے سلسلہ مینعلامہ حمویؒ نے ''حاشیہ اشباہ '' میں اس پر کلام کیا ہے اور ہر قسم کی شہادت میں تاخیر کو موجب فسق قراردئیے جانے کی تائید کی ہے (الاشباہ والنظائرمع الحموی۲،۳۲۴)۔

پس اگر بلا عذر شہادت دینے میں تاخیر کریں تو مذکورہ شرائط کے پائے جانے کی صورت میں چاند کے معاملہ میں بھی شہادت کا رد کر دینا مناسب اور قرین قیاس ہے، کیونکہ جب معاملہ رمضان و عید کا ہو تا ہے تو اس کی اہمیت سب کو معلوم ہو تی ہے پھر بھی شہادت میں تاخیر ضرور موجب فسق ہو نا چاہئے۔

رہا یہ مسئلہ کہ کتنی تاخیر موجب رد ہوگی حمویؒ نے ''قنیہ '' کے حوالہ سے اس میں اختلاف کاذکر کیا ہے پھر بعض فضلاء سے نقل کیا ہے کہ مداراس پر ہے کہ قاضی کے پاس حاضرہوکر شہادت دینے پر قدرت ہو، یعنی اتنی تاخیر کر نا کہ قاضی کے پا س حاضر ہو نے کے لئے در کار ہے وہ موجب فسق نہ ہو گی اس سے زائد تاخیر مو جب فسق و رد ہوگی(حموی علی الاشباہ۲،۳۲۴)۔

۴.(الف)کسی صوبہ کے نامور اہل علم و اصحاب فتوی کا رؤیت ہلال سے متعلق فیصلہ

پورے صوبہ کے لئے معتبر ہو تا ہے:

کسی صوبہ میں کسی جگہ مفتیان کرام و علماء عظام نے شہادت کے شرعی قوانین کی رعایت کے ساتھ رؤیت کا فیصلہ کر دیا اور اخبارات کے ذریعہ یا اپنے خطوط کے ذریعہ (جو ان کے دستخط ومہر زدہ ہوں)یا اشتہارات(ہینڈبل) وغیرہ سے اپنے اس فیصلہ کا اعلان کیا ، اور اعلان کی مذکورہ بالاصورتیں دھو کہ، فریب، تزو یرو بناوٹ سے محفوظ ہوں تو اس صورت میں ان کے اس فیصلہ پر پو رے صوبہ کے مسلمانوں کو عمل کر کے روزہ رکھنا یا عید منا نا جائز ہے ۔

(ب)قاضی کا اعلان حدود قضاء کے لئے اعلان سلطان کے حکم میں ہو گا:

قاضی کا اعلان ریڈیو ٹی وی کے ذریعہ نشر کیا جائے تو یہ اعلان اس کے حدود قضاء کے لئے سلطان کے حکم میں ہوگا، لیکن صرف اپنے صوبہ کے لئے اعلان سلطان کا درجہ رکھے گا '' قال ابن الماجشون:لا یلزمهم بالشهادة إلا لأهل البلد تثبت فیه الشهادة إلا أن یثبت عند الإمام الأعظم فلزم الناس کلهم؛ لأن البلاد فی حقه کالبلد الواحد إذا حکمه نافذ فی الجمیع''(فتح الباری۴؍۱۲۳)۔

لہذا دوسرے علاقوں کے مسلمانوں پر اس کی تعمیل واجب نہ ہو گی ، بلکہ وہ محض ایک خبر ہے جس پر کوئی اعتماد کر ے توعمل کر تا ہے و رنہ نہیں ۔

(ج)ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگرصوبہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رؤیت کا اعلان کیا تو کیا یہ صرف اس صوبہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہو گا یا پو رے ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے بھی:

ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگرصوبہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رؤیت کا اعلان کیا تو کیا یہ صرف اس صوبہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہو گا یا پو رے ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے بھی دوسرے علاقے کے مسلمانوں کے حق میں ایک خبر یاا س کے حق میں بھی اعلان سلطان کا درجہ رکھتاہے؟

صوبہ بہار اڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضاء مو جود ہے اگر وہاں کے قاضی چاند ہو نے کا ثبوت ہو نے کے بعد اعلان کر تا ہے تو اس حلقہ قضاء کے تمام مسلمانوں پر اس اعلان پر عمل کر نا ضروری ہو گا ، اصل یہ ہے کہ جس علاقہ صوبہ میں ارباب حل وعقد نے کسی شخص کو قاضی منتخب کر لیا اور کسی شخص کے امیر ہو نے پر اتفاق کر لیا اور اس امیر نے اپنی طرف سے قضاۃ مقرر کئے توقاضی کا جو بھی حلقہ اور دائرہ اختیار بوقت تقرری مقرر کیا گیا اس خاص حلقہ اور دائرۂ اختیار کے تمام مسلمانوں پر قاضی کا فیصلہ نافذ اور لازم ہو گا اگر وہ ثبوت اور تحقق کے بعد ۲۹؍شعبان کو رمضان کے چاند دیکھنے کا اعلان کر لے تو اگلے دن سے روزہ رکھنا

اور۲۹رمضان کو عید الفطر کے چاند کے اعلان کی صورت میں افطار اور عید کی نماز پڑھنا لاز م اورضروری ہو گا، البتہ جو لوگ قاضی کے حلقہ اور دائرۂ اثر سے باہر رہتے ہوں ان کے حق میں قاضی کا اعلان اور فیصلہ لازم نہیں ہو گا جیسا کہ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے ''قضا ء القاضی محدود فی ولایتہ''(ہدایہ)۔

ہندوستان او راس جیسے ملکوں میں اگرایک صوبہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف سے شرعی اصولوں کی روشنی میں رؤیت کااعلان کیا جائے تو یہ اعلان صرف اسی صوبہ یا علاقہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہو گاجہاں کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طر ف سے اعلان کیا گیا ہے دوسرے صوبہ اور علاقہ کے مسلمانوں کے حق میں و ہ اعلان محض ایک خبر ہے ان لو گوں کے حق میں اس اعلان کی حیثیت اعلان سلطان کی نہیں ہوگی، لہذا اور لوگوں کے لئے اس اعلان کے مطابق روزہ رکھنا اور افطار کر نا درست نہیں ہو؛ البتہ وہاں کے لئے مقرر قاضی رؤیت ہلال کمیٹی یا ذمہ دار علماء اسے تسلیم کر نے کا اعلان کر دیں تو پھر وہاں کے مسلمانوں کے لئے اس پر عمل ضروری ہوگا (تجاویز رؤیت ہلا ل امارت شرعیہ منعقدہ مجلس۱۹۸۳)۔

(د) ریڈیو سے رؤیت کے اعلان کے معتبر ہو نے کے لئے کیا معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہے:

عموما ریڈیو اسٹیشن پر ہمارے زمانہ میں کافروں کا غلبہ ہے تواگر معلن کے مسلمان ہونے کی شرط ضروری قراردی جائے تو اعلان مشکل ہو جائے گا اور ایک صوبہ یا ملک کے قاضی کا ہلال عیدکے فیصلہ کو مثلا تمام مسلمانوں تک پہنچانا متعذر ہو جائے گا اور خبر معلوم نہ ہونے کی بنا پر امت مشقت میں گرفتار ہو جائے گی اور قاعدہ ہے ''المشقۃ تجلب التیسیر'' (الاشباہ و النظائر،ص۱۲۵)، اس لئے اجازت دی جائے گی اگر معلن کافر ہو تو بھی اسکی خبر قابل عمل و اعتماد ہو گی ، تاہم معلن کو یا ریڈیو اسٹیشن کو چند باتوں کا پابند کیا جاسکتا ہے ایک یہ کہ چاند کے متعلق مختلف قسم کی خبریں نشر نہ کرے، بلکہ قاضی یا ہلال کمیٹی کی طرف سے جو فیصلہ دیا جائے اسے ہی نشر کر ے دوسرے یہ کہ جس الفاظ میں فیصلہ کیا گیا ہے بعنیہ انھیں الفاظ کے ساتھ نشر کرے۔اس میں کسی طرح ترمیم نہ کرے۔

۵.(الف)بعض علاقوں میں بالعموم مطلع ابر آلود ہوتا ہے :

بعض علاقوں میں ہمیشہ مطلع ابر آلو درہتا ہے اور بہت کم چاند کی رؤیت۲۹،تاریخ کو ممکن ہو تی ہے، جیسے برطانیہ وغیرہ تو ان جگہونپر ہمیشہ ۳۰دن کا مہینہ شمار کیا جائے تو اس میں کئی قباحتیں لازم آئیں گی، لہذا اس صورت میں اطراف کے ممالک یا علاقوں کا لحاظ کر تے ہوئے عمل کیاجائے۔اگر ممکن ہو تو ورنہ ''فإن غم علیکم الہلال فأکملوا العدۃ ثلاثین یوما'' (الحدیث) پر عمل کیاجائے۔

(ب) اگر مہینہ تیس دن کا شمار کیا جائے الخ:

اس صورت میں بھی ماہر فلکیات کے قو ل پر اعتماد کر نے کے بجائے دیگر اطراف کے ممالک یا علاقوں کے اعلان پر عمل کیا جائے ۔

(ج) ملک کے مختلف شہروں یا صوبوں کے رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ داراوں کی طرف سے فیصلہ ہونے کے بعد الخ:

ملک کے مختلف شہروں یا صوبوں کے رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ داراوں کی طرف سے فیصلہ ہو نے کے بعد بذریعہ ریڈیو جو اعلان کیا جائے تو دوسرے علاقے کی ہلال کمیٹیاں اس اعلان کو معتبر جانتے ہوئے اس پر فیصلہ کر سکتی ہیں، جبکہ کئی ریڈیو اسٹیشنوں سے اس قسم کی خبریں نشر ہو رہی ہو ں۔اور یہ خبر خبر مستفیض بن چکی ہو۔

(د) ایک صوبے میں رؤیت کا ثبوت نہیں ہو تا، البتہ اس صوبے سے متصل ملک کے مختلف صوبوں سے باوثوق ذرائع سے رؤیت کی خبر ملتی ہے:

ایک صوبے میں رؤیت کا ثبوت نہیں ہو تا، البتہ اس صوبے سے متصل ملک کے مختلف صوبوں سے باوثوق ذرائع سے رؤیت کی خبر ملتی ہے تو اس صورت میں اس قسم کی خبروں کو خبر مستفیض گردانتے ہوئے اس پر فیصلہ کیا جا سکتا ہے، بلکہ ایسا کرنا چاہئے۔

۶.(الف)

کسی علاقے میں عام رؤیت نہ ہوئی ہو اور اس سے متصل دوسرے علاقوں میں رؤیت ہو چکی ہو تو اس پر رؤیت کے اعلان کا حق امارت شرعیہ کے دارالقضاء یا رؤیت ہلال کمیٹی یا پھر اس جگہ کے علماء کرام ''جن سے عوام و خواص عام طور پر دینی مسائل میں رجوع کرتے ہوں'' کو ہوگا۔

(ب):

جس جگہ رؤیت ہلال و اعلان کا باضابطہ نظم ہے اور عام و خاص اس پر اعتماد بھی کر تے ہیں ایسی جگہ پر اختلاف کی شکل میں اگر کوئی دوسرا ادارہ یا شخص دلائل کی بنیاد پر اعلان کر تا ہے ۔تو اس کا اعتبار کر تے ہوئے روزہ رکھنا یا عید کر نا درست ہو گا۔اور بصورت دیگر اس کا قطعی اعتبار نہ ہو گا۔

(د):

غیر مجازلوگوں کی طرف سے بلا دلائل جو اعلان کیا گیا ہو اور اس کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے یا رکھکر توڑ دینے والوں پر صرف قضا آئے گی کفارہ لازم نہیں ہو گا۔

۷.(الف)

ایک شہر یا صوبے میں ایک سے زائد رؤیت ہلال کمیٹیاں ہو ں یا اعلان رؤیت کا نظم ہو تو شرعا ان پر لاز م ہے کہ وہ اپنے اپنے طور پر ہلال (چاند) ہو نے نہ ہونے کی تحقیق کریں،اور جب اعلان کا موقع آئے تو آپس میں بیٹھ کر کسی ایک مسئلہ پر اتفاق کر

کے اس کا اعلان کیا جائے اور امت کو اختلاف و انتشار سے بچایا جائے ۔

(ب):

ہندوستان کے تمام علاقوں یا اکثر کا مطلع ایک ہے اور الحمدللہ آل انڈیا مسلم پر سنل لاء بورڈ کو تمام مسالک و مذاہب کے اعتبار سے کسی معنی کر پورے ملک میں ایک مخصوص مقام حاصل ہے اور پورے ملک میں دارالقضاء قائم ہو رہے ہیں، اگرچہ کہ اس کی رفتار دھیمی ہے ،لیکن اگر وہ دارالقضاء کے ساتھ ہی ساتھ رؤیت ہلال کمیٹیاں بھی قائم کی جائیں تو کافی حدتک اس مسئلہ کی حد تک اختلاف وانتشار سے بچا جا سکتا۔

۸.(الف،ب)جن ملکوں میں عا م طور سے مطلع ابر آلود نہیں رہتاالخ:

احکام شرع کی بنیاد یسر و سہولت پر رکھی گئی ہے اور وہ شہروں، دیہاتوں، جنگلوں، پہاڑوں،اور جزیروں میں بسنے والوں اور سمندروں سے گزر نے والوں، خواندہ اور ناخواندہ سب افراد کے لئے یکساں ہیں ، اس لئے شریعت کے جتنے بھی احکام ومسائل ہیں ان کی بنیاد کے یسر و سہولت پر قائم ہو نے کے باعث شریعت نے ان کے ثبو ت کے قوانین میں سہولت رکھی ہے ، مثلا رؤیت ہلال ایک شرعی مسئلہ ہے اس کے ثبوت کے لئے مذہب اسلام نے جو قوانین بیان کئے ہینوہ اس قدر سہل ہیں کہ ہر جگہ کے باشندے خواہ وہ پڑھے ہو یا ان پڑھ حساب جاتنے ہو ں یا حساب سے ناواقف ہو ں سب اس کے مطابق عمل کر کے یہ جان سکتے ہیں کہ آج چاند ہو اہے یا نہیں اس کے بر عکس فلکیاتی حساب کا حال یہ ہے اس کے جاننے والے بہت کم ہیں ۔نیز خود ان کے درمیان اختلاف ہو تا رہتا ہے، اس لئے مذہب اسلام نے رؤیت ہلال کا ثبوت ہو یا رؤیت بصری کا امکان ہو کسی کے لئے فلکیاتی حساب کا لوگوں کو محتاج نہیں بنایا ہے ،لہذا اگر کوئی شخص رؤیت بصری کے امکان کو جاننے کی غرض سے فلکیاتی حساب سے مدد لے تو اس کے نفع سے زیادہ ضرر کا خطرہ ہے ،علاوہ ازیں رؤیت ہلال کے مسئلہ میں اعتبار چاند کے وجود کا نہیں ہے، بلکہ چاند کی رؤیت و شہود یعنی کھلی آنکھوں سے دیکھنے کا ہے، اگر چاند کے وجود پر مسئلہ کا مدار ہو تا تو ماہرین فلکیات کی طرف رجوع کیا جاتا،مگر جب اس پر مسئلہ کا مدار نہیں ہے تو ایسی صورت میں محکمہ موسمیات یا فلکیات سے مدد لینا لاحاصل ہے اور نہ اس کی بنیاد پر چاند کی شہادت کو قبول یا رد کر نا جائز ہے (کما حققہ المفتی محمد شفیع فی کتابہ رؤیۃ الھلال،۲۳)۔

(ج):

چاند کی رؤیت کے لئے محکمہ موسمیات سے بھی مدد لینے کی ضرورت نہیں ہے، کیو نکہ اس مسئلہ کا تعلق اس سے نہیں ہے، بلکہ چاند کا دیکھنا تو عبادت کا ذریعہ ہو نے کے سبب خود عبادت ہے ، اسی لئے مذہب اسلام میں چاند کے دیکھنے کا حکم حدیث نبوی میں فر ما یا گیا ہے ،اگر چاند نظر آجائے یا اس کے نظر آنے کا کوئی شرعی ثبوت فراہم

ہو جائے تو بہتر ورنہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ مہینہ کو ۳۰دن پر ختم کر کے پہلی تاریخ کا آغاز کر دیا جائے ، چنانچہ تزمذی شریف کی ایک صحیح حدیث میں فرمان نبوی ہے ''صوموا لرؤیتہ وأفطروالرؤیتہ، فإن غم علیکم فعدوا ثلاثین، ثم أفطروا''(ترمذی شریف باب ماجاء لاتتقدموا الشھربصوم)، اس حدیث نبوی اور اس کے مثل دیگر فرمان نبوی سے صاف معلوم ہو تا ہے کہ مذہب اسلام نے اپنے ماننے والوں کو چاند کی رؤیت کے امکان، یا مطلع کے گرد آلود ہو نے یا صاف ہو نے کے جاننے کے لئے محکمہ موسمیات سے مدد لینے کا محتاج نہیں بنا یا ہے ، اب اگر کوئی اس سے مدد لیتا ہے ، تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ ایک عبادت کے معاملہ میں دوسرے انسان کی کو ر انہ تقلید میں مبتلاہے ، جس سے ا س کے مذہب نے اس کو محفوظ رکھا ہے (مزید احسن الفتاوی وغیرہ میں ملاحظہ فر مائیں) ''وھل یرجع إلی قول أھل الخبرۃ العدول ممن یعرف علم التجوید الصحیح أنہ لا یقبل کذا فی السراج الوھاج'' (عالمگیری۱،۱۹۷)۔

* * *

رؤیت ہلال سے متعلق چند اہم مسائل

مفتی محمد حسین قمر الدین ماہمکر فلاحی کوکنی شافعی•

١ .الف :

قمری مہینہ کی پہلی رات میں غروب کے وقت یا غروب کے بعد زمین پر بسنے والوں کے سامنے جس مکان سے چاند ظاہر ہوتا ہے اس مکان کو مطلع کہتے ہیں۔

''ھو مکان طلوع القمر بطرفہ الہلالی المنیر علی أہل الأرض عند الغروب أو أثرہ، فی أول لیلۃ من الشہر القمری'' (الفقہ الاسلامی المقارن مع المذاہب،٥٥١)۔

قدیم زمانہ سے یہ مسئلہ فقہاءکرام کے ما بین زیر بحث رہا ہے کہ چاند کے مطالع کا اختلاف احکام میں مؤثر و معتبر ہے یا نہیں ؟

مطالع میں فی نفسہ اختلاف کا ہونا فقہا کرام کے نزدیک مسلم ہے ، اختلاف اس کے معتبر ہونے یا نہ ہونے میں ہے۔

فقہاء کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ مطالع کا اختلاف معتبر نہیں ہے،جمہور احناف،مالکیہ،حنابلہ، اور بعض شوافع کا یہ مذہب ہے۔

احناف کا مذہب:

ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

''وإذا ثبت فی مصر لزم سائر الناس، فلیزم أہل المشرق برویۃ أہل المغرب فی ظاہرالمذہب'' (فتح القدیر٢،٢١٣)۔

ابن عابدین لکھتے ہیں:

''المعتمد الراجح عندنا أنہ لا اعتبار بہ، وہو ظاہر الروایۃ، وعلیہ المتون کالکنز وغیرہ'' (رسائل ابن عابدین١،٢٥١)۔

مالکیہ کا مذہب :

''وإذا رأی أہل البصرۃ ہلال رمضان، ثم بلغ ذلک أہل الکوفۃ و المدینۃ والیمن فالذی رواہ ابن القاسم و ابن وہب عن مالک :لزمہم الصیام أو القضاء إن فات الأداء'' (المنتقی شرح الموطأ ٢،٣٧)۔

حنابلہ کا مذہب :

ابن قدامہ لکھتے ہیں :

• قاضی شریعت مرکزی دار القضاء کوکن، استاذ حدیث وفقہ جامعہ حسینیہ عربیہ، شریوردھن۔

''وإذا رای الہلال أہل بلد لزم جمیع البلاد الصوم''(المغنی۲،۱۰۵)۔

اور فقہاء کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ مطالع کا اختلاف معتبر ہوگا، جمہور شوافع،بعض حنابلہ ،مالکیہ اور احناف کے نزدیک یہ قول اصح ہے۔

ابن عبد البر مالکی اس مسئلہ کے تحت لکھتے ہیں کہ بعض علماء کے نزدیک مطالع کا اختلاف معتبر ہے اور بعض علماء کے نزدیک مطالع کا اختلاف معتبر نہیں ہے ،اور وہ لکھتے ہیں کہ انکی رائے پہلی جماعت کے علماء کے موافق ہے۔

''إلی القول الأول اذہب،لأن فیہ أثرا مرفوعا، و ہو حدیث حسن تلزم بہ الحجۃ'' (التمہید،۱۵۹۔۱۶۰)۔

علامہ مرداوی لکھتے ہیں:

''قال فی الفائق :والروایۃ ببلد تلزم المکلفین کافۃ،و قیل:تلزم من قارب مطلعہم اختارہ شیخنا، یعنی تقی الدین'' (الانصاف ۷،۳۳۶)۔

امام نووی لکھتے ہیں:

''(المسألۃ الثالثۃ) إذا رأوا الہلال في رمضان في بلد ولم یروہ في غیرہ فإن تقارب البلدان فحکمہما حکم بلد واحد، ویلزم أہل البلد الآخر الصوم بلا خلاف، وإن تباعدا فوجہان مشہوران في الطریقتین (أصحہما) لا یجب الصوم علی أہل البلد الأخری'' (المجموع)۔

امام زیلعی لکھتے ہیں :

''ولا عبرۃ باختلاف المطالع، و قیل یعتبر والأشبہ :إنہ یعتبر'' (تبیین الحقائق۱،۳۲۱)۔

احناف میں سے علامہ عبد الحی ،علامہ یوسف بنوری ،علامہ شبیر عثمانی اور علامہ مفتی محمد شفیع عثمانی نے بھی بلاد بعیدہ میں مطالع کے اختلاف کو معتبر مانا ہے ۔

مفتی محمد شفیع صاحب اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں:

آج تو ہوائی جہاز نے ساری دنیا کے مشرق و مغرب کو ایک کر ڈالا ہے،ایک جگہ کی شہادت دوسری جگہ پہنچنا قضیہ نہیں ،بلکہ روز مرہ کا واقعہ بن گیا ہے اور اس کے نتیجے میں اگر مشرق کی شہادت مغرب میں حجت مانی جا ئے تو کسی جگہ مہینہ اٹھا ئیس دن کا،کسی جگہ اکتیس دن کا ہونا لازم آجائے گا، اس لئے ایسے بلاد بعیدہ میں جہاں مہینے کے دنوں میں کمی بیشی کا امکان ہو ،اختلاف مطالع کا اعتبار کرنا ہی نا گزیر اور مسلک حنفیہ کے عین مطابق ہوگا (رؤیت ہلال،۴۸)۔

اس قول کے قائلین کے دلائل:

دلیل ۱:

''عن کریب أن أم الفضل بنت الحارث بعثتہ إلی معاویۃ بالشام، قال:فقدمت الشام فقضیت حاجتہا واستہل علی رمضان وأنا بالشام فرأیت الہلال لیلۃ الجمعۃ، ثم قدمت المدینۃ فی آخر الشہر فسألنی عبد اللہ بن عباس - رضی اللہ عنہما - ثم ذکر الہلال فقال: متی رأیتم الہلال،

فقلت:رأيناه ليلة الجمعة. فقال:أنت رأيته! فقلت:نعم ورآه الناس وصاموا وصام معاوية. فقال لكنا رأيناه ليلة السبت فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلاثين أو نراه. فقلت أولا تكتفى برؤية معاوية وصيامه، فقال:لا، هكذا أمرنا رسول الله -صلى الله عليه وسلم-'' (مسلم،١٠٨٧)۔

وجہ استدلال:

یہ حدیث اس بات پر واضح دلیل ہے کہ مطالع کے اختلاف کا اعتبار کیا جائے گا، کیونکہ ابن عباسؓ نے اہل شام کی رویت کا اعتبار نہیں کیا اور آپؓ نے اس بات کی بھی صراحت کی کہ یہ انکا اجتہادنہیں ہے، بلکہ آپ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔

امام نووی لکھتے ہیں:

''باب بيان أن لكل بلد رويتهم وإنهم إذا رأوا الهلال ببلد لا يثبت حكمه لما بعد عنهم فيه حديث كريب عن بن عباس و هو ظاهر الدلالة للترجمة ..... ظاهر حديثه أنه لم يرده، لهذا، وإنما رده؛ لأن الروية لم يثبت حكمها فى حق البعيد'' (المنہاج شرح صحیح مسلم،١٩٧،٧)۔

امام قرطبی لکھتے ہیں :

''وقول ابن عباس :((فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلاثين أو نراه))، ثم قال في آخره:((هكذا أمرنا رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم ـ)) ؛ كلمة تصريح برفع ذلك للنبي ـ صلى الله عليه وسلم ـ ، وبأمره به . فهو حجة على أن البلاد إذا تباعدت كتباعد الشام من الحجاز أو ما قارب ذلك ، فالواجب على أهل كل بلد أن تعمل على رؤيته دون رؤية غيره'' (المفہم ١٤٢،٣)۔

دلیل ٢ :

''صوموا لرؤيته و أفطروا لرؤيته'' (بخاری: ١٩٠٩)۔

''فمن شهد منكم الشهرفليصمه'' (البقرہ: ١٨٥)۔

وجہ استدلال :

آیت کریمہ اور حدیث میں چاند کی رویت ہوجانے پر روزہ رکھنےکا حکم دیا گیا ہے، لہذا جس ملک میں چاند کی رویت ہو جائے وہاں کے رہنے والوں پرروزہ رکھنا لازم ہوگا، اور جس ملک میں چاند کی رویت نہ ہو وہاں کے رہنے والوں پر ہم روزے کو کیسے لازم کر سکتے ہیں۔

دلیل ٣ :قیاس:

یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ سورج مشرق میں مغرب سے پہلے طلوع ہوتا ہے،تو کیا مشرق میں طلوع فجر ہونے کی بناء پر مغرب میں روزہ رکھنے والوں پر لازم ہوگا کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے حالانکہ وہاں ابھی رات ہی ہے؟ اسکا جواب نفی ہے، اسی طرح جب سورج مشرق میں غروب ہو جائے اور مغرب میں دن ہی ہو ،تو کیا مغرب میں رہنے والوں کے لئے جائز ہے کہ وہ افطار کرے ؟ تو جواب ہے نہیں،بس اسی طرح چاند کا حکم بھی سورج کی طرح ہے ،کیونکہ سورج کے ذریعہ دن کو موقت کیا جاتاہے،تو چاند کے ذریعہ

مہینہ کو موقت کیا جاتا ہے۔

ابن عبد البر نے بلاد بعیدہ میں مطالع کے اختلاف کے معتبر ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔

''قد أجمعوا على أنہ لا تراعى الرویۃ فیما أخر من البلدان کالأندلس من خراسان، وکذلک کل بلد لہ رؤیتہ إلا ما کان کالمصر الکبیر،وما تقاربت أقطارہ من بلاد المسلمین'' (الاستذکار ۱۰،۳۰)۔

غرض یہ کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا معتبر ہونا ہی قرین قیاس اور اکثر علماء کا اختیار کردہ قول و مذہب ہے، نیز یہ بات بھی معلوم ہی ہے کہ کو ئی مہینہ انتیس دن سے کم اور تیس دن سے زائد نہیں ہوتا اور بلاد بعیدہ میں اگر اختلاف مطالع کومطلقا نظر انداز کردیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ کسی شہر میں اٹھائیس کا مہینہ ہو یا کسی میں اکتیس کا۔

مطالع کے حدود:

جب ہم اختلاف مطالع کا اعتبار کرے گے تو پھر سوال یہ ہے کہ اسکے حدود کیا ہوگے،اس مسئلہ میں فقہاء کے مابین اختلاف ہے،بعض فقہاء کرام نے ایک ماہ کی مسافت کو معیار قرار دیا ہے کہ جن دو شہروں کے ما بین اتنی مسافت ہو جو ایک ماہ میں طے کی جاسکےگی تو یہ شہر و علاقے مختلف المطلع ہوگے اور جن کے درمیان اس سے کم مسافت ہو وہ متحد المطلع ہوں گے۔

بعض فقہاء کرام نے مسافت قصر کو جو تقریبا ۸۱ کلو میٹر ہے کو معیار قرار دیاہے، یعنی جن دو شہروں کے ما بین ۸۱ کلو میڑ کی مسافت ہو تو یہ مختلف المطلع ہوں گے،اور اگر اس سے کم مسافت ہو تو وہ متحد المطلع ہوں گے۔

اس مسئلہ میں سب سے زیادہ واضح بات جو فقہاء شوافع کے نزدیک بھی اصح ہے وہ یہ ہے کہ جن دو علاقوں میں سورج،چاند اور ستاروں کے طلوع اور غروب ہونے کا وقت ایک ہو وہ متحد المطلع اور بلاد قریبہ کہلائے گے ،اور جن علاقوں میں سورج ،چاند اور ستارونمیں سے کسی ایک کا بھی طلوع اور غروب ہونے کا وقت الگ الگ ہو اس طور پر کہ کسی علاقہ میں عام طور پر ان تینوں کے طلوع وغروب کا جو وقت ہے وہ دوسرے علاقہ کے وقت سے مختلف ہو تو ایسے علاقے مختلف المطلع اور بلاد بعیدہ کہلائے گے، علامہ تاج تبریزی سے نقل کیا گیا ہے کہ چوبیس فرسخ سے کم میں مطالع کا اختلاف ممکن نہیں ہے۔

علامہ زین الدین ملیباری لکھتے ہیں:

''وإذا ثبت رؤیتہ ببلد لزم حکمہ البلد القریب -دون البعید -و یثبت البعد باختلاف المطالع -على الأصح- والمراد باختلافہا:أن یتباعد المحلان بحیث لو رؤی فی أحدہما لم یر فی الاخ غالبا، (قولہ :ویثبت البعد باختلاف المطالع) أي والقرب باتحادھا، والمراد بہ:أن یکون غروب

الشمس والكواكب وطلوعها في المحلين في وقت واحد، فإن طلع أو غرب شئ من ذلك في أحد المحلين قبل الآخر أو بعده فهو مختلف، (قوله: على الأصح) مقابله لا يعتبر البعد باختلاف المطالع، بل بمسافة القصر، قال: لأن الشرع أناط بها كثيرا من الأحكام'' (فتح المعين مع حاشية اعانة الطالبين٢،٢٤٦)۔

١(ب)

ما قبل میں یہ بات بیان کی جاچکی ہے کہ اگر دو علاقوں میں سورج،چاند یا ستاروں میں سے کسی کے طلوع وغروب کے وقت میں اختلاف ہو اور انکے درمیان کی مسافت ٢٤ فرسخ سےزیادہ ہو تو ایسے علاقے مختلف المطلع کہلائے گے۔

لہذا اگر ساحلی پٹیوں پر آباد علاقے (جیسے کیرالا)اسی طرح پاکستان کے بعض مغربی حصوں میں پہلے رویت ہوجائے جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے حالانکہ ہندوستان و پاکستان کے اکثر علاقونمیں مطلع صاف ہو نے کے باوجود رویت نہیں ہوتی ہے ،تو ان علاقونکا حکم دوسرے دور کے علاقوں سے الگ ہوگا،اور یہ علاقے مختلف المطلع کہلائے گے۔

''وإذا ثبت رؤيته ببلد لزم حكمه البلد القريب -دون البعيد -و يثبت البعد باختلاف المطالع-على الأصح-والمراد باختلافها:أن يتباعد المحلان بحيث لو رؤى فى أحدهما لم ير فى الاخ غالبا،(قوله :ويثبت البعد باختلاف المطالع) أي والقرب باتحادها، والمراد به: أن يكون غروب الشمس والكواكب وطلوعها في المحلين في وقت واحد، فإن طلع أو غرب شئ من ذلك في أحد المحلين قبل الآخر أو بعده فهو مختلف، (قوله:على الأصح) مقابله لا يعتبر البعد باختلاف المطالع، بل بمسافة القصر، قال:لأن الشرع أناط بها كثيرا من الأحكام'' (فتح المعين مع حاشية اعانة الطالبين٢،٢٤٦)۔

الف (ج):

ایسے علاقوں میں رویت ہو جانے پر ملک کے بقیہ علاقے اپنے مطلع کے لحاظ سے رویت پر عمل کریں گے ،ان خاص علاقوں کی رویت دور کے علاقوں کے لئے معتبر نہیں ہے، البتہ جو علاقے ان علاقوں سے قریب ہو اس طور پر کہ دونوں کے درمیان کافاصلہ ٢٤ فرسخ کے کم ہو یا پھر ان علاقوں میں بھی چاند کی رویت عام طور پر پہلے ہوتی ہو تو ایسے علاقے والوں کے لئے ان خاص علاقوں کی رویت پر عمل کی گنجائش ہوگی۔

الف(د)

اسلامی مہینہ کے ثبوت کے لئے قاضی کے سامنے اور اگر قاضی نہ ہو، جیسا کہ آج ہندوستان کے اکثر علاقونکا حال ہے ،تو کسی ثقہ عالم یا معتمد کمیٹی کے پاس رمضان کے مہینےکےثبوت لئے ایک عادل شخص کا اور دیگر مہینونکے لئے دو عادل شخصوں کا چاند دیکھنے کی شہادت دینا ضروری ہے ،پھر جب قاضی یا معتمد کمیٹی ،یا علماء اس شہادت کو قبول کرکے چاند ہونے کا اعلان کردے ،پھر وہ علاقے جو اس سے قریب ہے،

یعنی انکا مطلع چاند ہونے والے علاقہ کے مطلع کے موافق ہو ، وہاں دو لوگ قاضی یا قاضی نہ ہونے کی صورت میں ثقہ عالم یا معتمد کمیٹی کے سامنے آکر گواہی دےکے فلاں علاقہ میں چاند کی رویت ہوئی ہے، اور وہاں چاند کا اعلان بھی کردیا گیاہے، تو ان علاقوں کے قاضی یا ثقہ عالم یا معتمد کمیٹی پر ضروری ہوگا کہ وہ بھی چاند ہونے کا اعلان کردے۔

اور جب تک قاضی یا ثقہ عالم یا معتمد کمیٹی کے پاس آکر دو لوگ گواہی نہ دے اس وقت تک نہ اعلان کر نا ضروری ہے اور نہ لوگوں پر عمومی طور پر دوسرے علاقہ کی رویت کا اعتبار کر نا ضروری ہے، البتہ اگر کوئی شخص دوسرے علاقہ کی خبر پر اپنی ذات تک عمل کر نا چاہے تو کرسکتاہے۔

علامہ ابن حجر ہیتمی لکھتے ہیں:

''(وثبوت رؤيته)في حق من لم يره تحصل بحكم القاضي بها بعلمه على ما فيه من نقد ورد وتقييد بينتها في شرح العباب وكذا بحكم محكم'' (تحفۃ المحتاج٣٧٥،٣)۔

''(وإذا رئي ببلد لزم حكمه البلد القريب) قطعا؛ لأنهما كبلد واحد (تنبيه)

قضية قوله لزم إلخ أنه بمجرد رؤيته ببلد يلزم كل بلد قريبة منه الصوم أو الفطر لكن من الواضح أنه إذا لم يثبت بالبلد الذي أشيعت رؤيته فيها لا يثبت في القريبة منه إلا بالنسبة لمن صدق المخبر، وأنه إن ثبت فيها ثبت في القريبة لكن لا بد من طريق يعلم بها أهل القريبة ذلك، فإن كان ثبت بنحو حكم، فلا بد من اثنين يشهدان عند حاكم القريبة بالحكم ولا يكفي واحد، وإن كان المحكوم به يكفي فيه الواحد؛ لأن المقصود إثباته الحكم بالصوم لا الصوم أو بنحو استفاضة، فلا بد من اثنين أيضاالذلك، فإن لم يكن بالبلد من يسمع الشهادة أو امتنع لم يثبت عندهم إلا بالنسبة لمن صدق المخبر بأن أهل تلك البلد ثبت عندهم ذلك'' (تحفۃ المحتاج)۔

٢(الف):

آج فلکیاتی تحقیق نے کافی ترقی حاصل کر لی ہے ،اور کئی جدید اور قدیم علماء اس بات کے قائل ہیں کہ یہ قطعی ہے،اس لئے صرف آج افق پر چاند کی بصری رویت کا امکان ہے یا نہیں اس لئے فلکیاتی حساب سے مدد لینے میں بظا ہر کو ئی اشکال معلوم نہیں ہوتا ہے، لیکن اگر واقعہ اس کے خلاف ہو تو اسکا کیا حکم ہوگا اسکو آگے بیان کیا جائے گا۔

٢(ب)

اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب کے قمری ماہ کی ٢٩ تاریخ کو چاند کی بصری رویت کا امکان نہ ہو اور اس کے با وجود اس خطہ سےرویت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو کیا اسے قبول کیا جائے گا یا غلط فہمی ہوئی ہے کہہ کر شہادت کو رد کیا جائے گا؟

جمہور علماء اس بات کے قائل ہے کہ اس صورتحال میں محض فلکیاتی حساب کی بناء پر شہادت شرعیہ کو رد کر نا صحیح نہینہے۔

شیخ الاسلام زکریا انصاری لکھتے ہیں:

''ثبوتها في حق من لم يره (بعدل شهادة) (قوله:أو ثبوتها بعدل شهادة) شمل كلامه ما لو دل الحساب على عدم إمكان الرؤية'' (شرح منہج الطلاب مع حاشیۃ الجمل۲،۳۰۶)۔

خطیب شربینی لکھتے ہیں:

''فرع:لو شهد برؤية الهلال واحد أو اثنان واقتضى الحساب عدم إمكان رؤيته، قال السبكي:لا تقبل هذه الشهادة؛ لأن الحساب قطعي والشهادة ظنية، والظني لا يعارض القطعي، وأطال في بيان رد هذه الشهادة، والمعتمد قبولها، إذ لا عبرة بقول الحساب كما مر'' (مغنی المحتاج ۲،۱۴۳)۔

''فی الإمام لا يصوم لرؤية الهلال ولا يفطر لرؤيته، وإنما يصوم ويفطر على الحساب وأنہ لا يقتدى بہ و لا يتبع'' (المنتقی شرح الموطأ ۲،۳۸)۔

ابن عابدین حنفی لکھتے ہیں:

''و لا عبرة بقول المؤقتين و لوكانوا عدولا على المذہب أی فی وجوب الصوم على الناس، بل فی المعراج :لا يعتبر قولہم بالإجماع،ولا يجوز للمنجم أن يعمل بحساب نفسہ، و فی النہر: فلا يلزم بقول المؤقتين: إنہ أی الہلال يكون فی السماء ليلۃ كذا'' (حاشیہ ابن عابدین ۲،۳۸۷)۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

''لو بنی على قول المنجمين وأہل المعرفۃ بالحساب فوافق الصواب لم يصح صومہ،و إن كثرت إصابتہم، لأنہ ليس بدليل شرعی يجوز البناء عليہ،فكان وجوده كعدمہ'' (المغنی ۳،۹)۔

ابن تیمیہ لکھتے ہیں :

''فإنا نعلم بالإضطرار من دين الإسلام أن العمل فی رؤية هلال الصوم أو الحج أو العدة أو الإيلاء أو غير ذلک من الأحكام المعلقۃ بالہلال بخبر الحاسب أنہ يرى أو لا يرى:لا يجوز، والنصوص المستفيضۃ عن النبی ﷺبذلک كثيرة'' (رؤیۃ الہلال والحساب الفلکی،۴۳)۔

ان تمام عبارات منقولہ بالا سے کہ بات صاف صاف معلوم ہوتی ہے کہ رویت ہلال کے معاملہ میں حسابات ریاضیہ کا اعتبار نہیں، عمومی طور پر جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ حسابات ریاضیہ کا رویت ہلال میں اعتبار نہیں ،تو اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اس کا اعتبار جس طرح وجوب صوم میں نہیں کیا گیا اسی طرح اگر ثقہ اور عادل گواہوں نے اس باب کی گواہی دی کہ ہم نے چاند دیکھا ہے،اورحسابات ریاضیہ کے اعتبار سے اس روز رویت کا امکان نہیں تو اس صو رت میں بھی محض حسابات ریاضیہ کی وجہ سے ان شاہدوں کی شہادت کو رد نہیں کیا جائے گا،فقہاء شوافع نے اسکی صراحت بھی کی ہے، جیسا کہ شروع میں عبارتیں نقل کی گی۔

دلائل:

(١) ''فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ'' (البقرہ: ١٨٥)۔

وجہ استدلال:

آیت کریمہ میں شہود سے مراد چاند کو دیکھنا یا چاند کے دیکھے جانے کا علم ہوناہے ۔

ابن عبد البر لکھتے ہیں:

''شہودہ رؤیتہ، أو العلم برؤیتہ'' (التمہید ١٧٥،٧)۔

دلیل ٢ :

''عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال:سمعت رسول اللہ ﷺ یقول :إذا رأیتموہ فصوموا، وإذا رأیتموہ، فأفطروا، فإن غم علیکم فاقدروا لہ'' (بخاری: ١٩٠٠)۔

وجہ استدلال:

آپ ﷺ نے روزے اور افطار کے حکم کو رویت پر معلق رکھا ہے نہ کہ حساب پر، اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ اگر کسی سبب سے رویت ممکن نہ ہو تو ٣٠ دم مکمل کرو حساب کرنے کا حکم نہیں دیا ہے، فقہاء شوافع کے معتمد قول کے مطابق حساب کے مقابلے میں شہادت شرعیہ کو رد نہیں کیا جائے گا،اور ان حضرات نے خبر واحد اور استفاضہ میں کو ئی فرق نہیں کیا ہے، لہذا خبر واحد ہو یا استفاضہ حساب کے مقابلہ میں شہادت شرعیہ کو رد نہیں کیا جائے گا۔

بعض فقہاء شوافع اس بات کے قائل ہے کہ اگر فلکیاتی حساب سے چاند کی بصری رویت کا امکان نہ ہو اور اس کے باوجود رویت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو اسکو رد کیا جائے گا۔

''قال العلامة العبادي:إنه إذا دل الحساب القطعي على عدم رؤیته لم یقبل قول العدل لرؤیته، وترد شهادتهم بها انتهى. وهو ظاهر جلي ولا یجوز الصوم حینئذ ومخالفة ذلك معاندة ومكابرة'' (حاشیۃ القلیوبی ٦٣،٢)۔

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ حساب قطعی ہے ،اور شہادت سے ظن کا فائدہ حاصل ہو تا ہے اور قطعی کےمقابلہ میں ظنی کااعتبار نہینہوگا۔

''بأن غایة الشهادة الظن و هو لا یعارض القطع'' (حاشیۃ الترمسی ٤٩٥،٥)۔

سائنس کی نئی ترقیات اور فن ریاضی و فلکیات کی جدید ترقیات کا آج کی دنیا میں بڑا ہنگامہ ہے ،اور اس میں کو ئی شبہ نہیں کہ بہت سی نئی تحقیقات نےپرانےفلسفے اور ریاضی کے اصول کی دھجیاں بکھیر دیں اور اس کے خلاف مشاہدہ کرادیا، لیکن اس کے باوجود یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آج ایک محقق ماہر نے جو کچھ کہہ دیا وہ حرف آکر ہے اسکی تغلیط آئندہ کو ئی نہیں کرسکے گا،آئندہ کو چھوڑ کر اسی موجودہ د و ر میناسی درجہ

کے دوسرے ماہرین اس سے مختلف رائے رکھتے ہیں اگر ان حسابات اور آلات کے نتائج قطعی اور یقینی ہوتے تو ماہرین فن کے اختلاف رائے کا کوئی احتمال نہ رہتا۔

مزید یہ کہ بہت سی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ ماہرین فن نے کسی ایک بات پر اتفاق کر لیا لیکن واقعہ اسکے خلاف ہوا اسکی کچھ مثالیں یہ ہیں۔

(۱) ''ما حدث فی عام (١٤٠٦ھ) فی ہلال الفطر أعلن أہل الحساب القول باستحالۃ الرویۃ لہ لیلۃ السبت (۳۰رمضان) لکن شاء اللہ و لہ الحکمۃ فی ذلک أن یثبت شرعا رویتہ لہ بعشرین شاہدا علی أرض المملکۃ العربیۃالسعودیۃ فی عالیتیہا و شمالہا وشرقہا و رؤی فی أقطار أخری من الولایات الإسلامیۃ۔

(۲) فی عام (١٤٠٧ھ) أجمعت توقعات الحساب الفلکی علی امتناع رؤیۃ الہلا ل لشہر شعبان من نفس العام، بسبب کسوف الشمس یوم الأحد لیلۃ الإثنین، فیمتنع رؤیۃ ہلال شعبان یوم الإثنین ،ویمتنع أن یکون یوم الثلاثاء اول یوم من رمضان لکن ثبتت لدی مجلس القضاء الأعلی فی المملکۃ العربیۃ السعودیۃ بہیئتہ الدائمۃ رؤیۃ ہلال رمضان لیلۃ الثلاثاء أول یوم من رمضان۔

(۳) فی عام (١٤١٣ھ)حدث إشکال بین الرؤیۃ والحساب :حیث توقعت الحسابات أن القمر یغرب قبل الشمس بنصف ساعۃ فی أنحاء المملکۃ ، لکن بقدراللہ شوہد فی أنحاء مختلفۃ من المملکۃ، و فی الإمارات،و تکاثرت الشہادات حتی أصبح مجلس القجاء الأعلی یرد الشہادات لکژرتہا ، و من المعلوم أن تلک الشہادات کانت أکثر من عشر،حتی أن بعض من شہد لم یخرج لتراءیہ، و إنما راہ صدفۃ لم یغرب بعد و الشمس فی غروبہا'' (حاشیۃ احکام الاہلہ والآثار المترتبہ علیہا۱۴۴)۔

اس طرح اوربھی کئی واقعات پیش آچکے ہیں ،جن سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حساب قطعی نہیں ہے ،اور اسکے مقابلہ میں شرعی شہادت کو رد نہیں کیا جائے گا،چاہے وہ خبر واحد کی شکل میں ہو پھر استفاضہ کی شکل میں ہو،کیونکہ جن حضرات نے حساب کے مقابلہ میں شہادت کو رد کرنے کی بات کہی ہے اسکی بنیاد یہ ہے کہ حساب قطعی ہے ، لیکن حساب کو قطعی کہنا درست نہیں ہے ،جیسا کہ ما قبل کی عبارتو ں سے واضح ہے۔

جوں جوں زمانہ آگے بڑھتے جا رہا ہے ،انسانوں کی ضرورتیں بھی بڑھتی جا رہی ہیناور ان کے متعلق ایجادات بھی ہو ر ہی ہیں ، شریعت اسلام کا مزاج آسانی اور نرمی کا ہے،اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے ـــــ

''وما جعل علیکم فی الدین من حرج'' (سورہ حج: ۷۸)۔

آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے :

''إن الدین یسر''۔

ان ایجادات کا ہو نا اور انسانوں کا ترقی کرنا اللہ تعالی کی نعمتوں میں سے ایک

نعمت ہے ،جس سے انسانوں کی ضرورتیں بھی پوری ہو رہی ہے اور آسانی بھی ہو رہی ہے ،اس لئے اگر محکمہ موسمیات سے اس علم کے لئے کہ آج مطلع صاف ہے یا گرد آلود وکثافت زدہ اور چاند کی رویت ممکن ہے یا نہیں ؟اس حد تک مدد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۲(ھ)

فقہاء شوافع کا مذہب یہ ہے کہ اگر ایک عادل شخص رمضان کے مہینہ کا چاند دیکھنے کی گواہی دے تو اس سے رمضان کے مہینہ کا ثبوت ہو جائے گا،پھر رمضان کے ۳۰ دن مکمل ہو نے کے بعد شوال کا چاند دکھائی نہ دے تو اصح قول کے مطابق عید منائی جائے گی چاہے مطلع صاف ہو یا ابر آلود ،اور دوسرا قول یہ ہے کے روزہ رکھا جائے گاچاہے مطلع صاف ہو یا ابر آلود۔

اور اگر دو لوگوں نے گواہی دی ہوں اور ۳۰ دن کے بعد چاند دکھائی نہ دے تب بھی عید منائی جائے گی چاہے مطلع صاف ہو یا ابر آلود،ابن الحداد اور ابن سریج سے نقل کیا گیاہے کہ عید نہیں منائی جائےگی۔

''إذا صمنا بقول واحد تفريعا على الأظهر، ولم نر الهلال بعد ثلاثين، فهل نفطر؟ فيه وجهان. أصحهما عند الجمهور:نفطر، وهو نصه في ''الأم، ثم الوجهان جاريان، سواء كانت السماء مصحية، أو مغيمة. هذا مقتضى كلام الجمهور۔

وقال صاحب العدة، وحكاه صاحب التهذيب:الوجهان إذا كانت السماء مصحية، فإن كانت مغيمة، أفطرنا قطعا. ولو صمنا بقول عدلين، ولم نر الهلال بعد ثلاثين، فإن كانت مغيمة، أفطرنا قطعا، وإن كانت مصحية، أفطرنا أيضا على المذهب الذي قطع به الجماهير، ونص عليه في ''الأم'' وحرملة۔

وقال ابن الحداد: لا نفطر، ونقل عن ابن سريج أيضا'' (روضۃ الطالبین۲،۳۴۶)۔

فقہاء شوافع کے یہاں جو ضعیف قول ہے کہ اگر مطلع ابر آلود ہو تو عید منائی جائے گی ،ورنہ روزہ رکھا جائے گا، احناف میں سے بھی کئی فقہاء نے اسکو اختیار کیا ہے کہ اگر ہلال رمضان میں خبر واحد عادل پر اعتماد کر تے ہو ئے روزہ کا حکم دیا گیا اور ۳۰ روزے پورے ہو نےکےبعد بھی رویت ہلال نہیں ہو ئی تو بحالت صحو عید کر نا جائز نہیں ،اور بحالت علت عید کر نا جائز ہے۔

''إذا صاموا بشهادة الواحد و أكملوا ثلاثين يوما، و لم يروا هلال شوال لا يفطرون فيما روى الحسن عن أبى حنيفة رحمهما الله تعالى للاحتياط، و عن محمد رحمه الله تعالى أنهم يفطرون، كذا فى التبيين، و فى غاية البيان، قول محمد أصح، كذا فى النهر الفائق، و قال شمس الأئمة الحلوانى :هذا الإختلاف فيما إ ذا لم يروا هلال شوال والسماءمصحية ،فأما إ ذا كانت متغيمة، فإنهم يفطرون بلا خلاف كمافى الذخيرة'' (عالمگیری ۱،۱۹۸)۔

''(و) لو صاموا (بقول عدل) حيث يجوز وغم هلال الفطر (لا) يحل على المذهب خلافا لمحمد، كذا ذكره المصنف، لكن نقل ابن الكمال عن الذخيرة أنه إن غم هلال الفطر حل اتفاقا.

''وفي الزيلعي: الأشبه إن عم حل، وإلا لا''(الدر المختار مع رد المحتار٢،٣٩١).

دلیل:

''عن أبي هريرة رضي الله عنه، أن النبي ﷺ، قال:صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته، فإن غمي عليكم فأكملوا العدد'' (مسلم: ١٠٨١).

وجہ استدلال:

چاند کی رویت ہو نے پر آپﷺنے روزہ رکھنے اور افطار کر نے کا حکم دیاہے،اور مذکورہ مسئلہ میں یہ چیز منتفی ہے،اس لئے اس مسئلہ میں بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر آسمان صاف ہو پھر بھی رویت نہ ہو تو عید نہ منائی جائے، ورنہ عید منائی جائے، جیسا کہ کئی فقہاء شوافع و احناف کا مذہب ہے۔

٣(الف):

فقہاء شوافع کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر دو عادل شخص رمضان کا چاند دیکھنے کی شہادت دے تو رمضان کے مہینہ کا ثبوت ہو جائے گا،اور اگر ایک عادل شخص رمضان کاچاند دیکھنے کی شہادت دے تو اس میں اختلاف ہے کہ رمضان کے مہینہ کاثبوت ہوگایا نہیں،تو صحیح قول مطابق ایک عادل شخص کی شہادت سے بھی رمضان کے مہینہ کا ثبوت ہو گا چاہے مطلع صاف ہو یا پھر ابر آلودہو۔

امام نووی لکھتے ہیں:

''{فرع} في مذاهب العلماء في هلال''۔

* ذكرنا أن مذهبنا ثبوته بعدلين بلا خلاف وفي ثبوته بعدل خلاف (الصحيح) ثبوته وسواء أصحت السماء أو غيمت'' (المجموع ٦،٢٨٢)۔

امام شافعی لکھتےہیں:

''فإن لم تر العامة هلال شهر رمضان و راه رجل عدل رأيت أقبله للأثر وللإحتياط'' (الام ٢،١٠٣)۔

دلیل١

''عن ابن عباس قال:جاء أعرابي إلى النبي ﷺ، فقال:إني رأيت الهلال، قال الحسن في حديثه يعني رمضان، فقال:أتشهد أن لا إله إلا الله؟ قال:نعم، قال:أتشهد أن محمدا رسول الله ؟، قال:نعم، قال:يا بلال! أذن في الناس فليصوموا غدا'' (ابوداؤد: ٢٣٤٠)۔

حکم الحدیث:

''قال الحاكم هو حديث صحيح'' (المجموع ٦،٢٨٢)۔

دلیل۲:

''عن ابن عمر قال:ترائی الناس الهلال،فأخبرت رسول الله ﷺ، أني رأيته فصامه، وأمر الناس بصيامه'' (ابوداؤد: ۲۳۴۲)۔

حکم الحدیث:

(حدیث ابن عمر صحیح رواہ ابوداود والدار قطنی و البیهقی بإسناد صحیح علی شرط مسلم) (المجموع ۶،۲۷۶)۔

ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر ایک عادل شخص بھی رمضان کے مہینہ کا چاند دیکھنے کی شہادت دے تو اس سے رمضان کے مہینہ کا ثبوت ہو جائے گا،البتہ رمضان کے علاوہ کے مہینوں کے لئے چاہے شوال ہو یا اس کے علاوہ کوئی مہینہ ہو ،اس کے لئے دو عادل لوگوں کا گواہی دینا ضروری ہے ۔

امام نووی لکھتے ہیں:

''لا يثبت هلال شوال ولا سائر الشهور غير هلال رمضان الا بشهادة رجلين حرين عدلين'' (المجموع ۶،۲۸۰۔۲۸۱)۔

دلیل:

''عن أبي مالك الأشجعي، حدثنا حسين بن الحارث الجدلي، من جديلة قيس، أن أمير مكة خطب، ثم قال:عهد إلينا رسول الله ﷺ أن ننسك للرؤية، فإن لم نره، وشهد شاهدا عدل نسكنا بشهادتهما'' (ابوداؤد: ۲۳۳۸)۔

چاند دیکھنے کی گواہی دینے والے کا عادل ہونا ضروری ہے،البتہ عدل کا جوعام میعار ہے اس کے مقابلہ اس جگہ فقہاء نے نرمی برتی ہے ،اس لئے رویت ہلال کے مسئلہ میں مستور الحال کی گواہی قبول کی جائے گی،یعنی وہ شخص جو ظاہر ا متقی ہو ،اور وہ کسی ایسے فعل کا ارتکاب کرنے والا نہ ہو جس سے اسکو فاسق قرار دیاجائے،وہ نہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا ہو، اور نہ صغائر پر اصرار کر نے والا ہو ،یا پھر صغائر پر اصرار ہو، لیکن اسکے اعمال صالحہ گناہونپر غالب ہو۔

لہذا اگر چاند کی گواہی کوئی ایسا شخص دے جو صو م و صلوت کا پابند ہو اور معاشرہ میں جھوٹا نہ سمجھا جاتا ہو تو اسکی گواہی قبول کی جائے گی،اور ایسے لوگوں کی شاید موجودہ دور میں کمی نہیں ہے ۔

علامہ رملی لکھتے ہیں:

''ولا تشترط العدالة الباطنة، و هی التی یرجع فیها لقول المزکین کما صححه فی المجموع، بل یکتفی بالعدالة الظاهرة و هو المراد بالمستور'' (نهایة المحتاج ۳،۱۵۴)۔

''ولم ير تكب كبيرة، ولم يصر على صغيرة او اصر على صغيرة و غلبت طاعته على

معاصیہ'' (التقدیرات السدیدہ ۱،۴۴۲)۔

۳(ب):

چاند دیکھنے والوں کے لئے قاضی کے پاس جا کر شہادت قائم کر نا لازم ہے،اور جہاں نظام قضاء نہ ہو وہاں کے مقامی علماء یا رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ دار کے پاس جا کر شہادت قائم کر نا ضروری ہے۔

چاند دیکھنے والوں کا بیان اصح قول کے مطابق شہادت ہے ،اس لئے لفظ شہادت اور شہادت کی دیگر شرائط کا پایا جا نا ضروری ہے، البتہ یہاں مستور الحال کی شہادت قبول کی جائے گی جیسا کہ ما قبل میں بیان کیاگیا۔

امام نووی لکھتے ہیں:

''ویشترط لفظ الشهادة ویختص بمجلس القاضي ولكنها شهادة حسبة لا ارتباط لها بالدعوى، وإن اكتفينا بعدل فهل هو بطريق الروابة أم بطريق الشهادة فيه وجهان مشهوران وحكاهما السرخسي قولين، قال الدارمي:القائل شهادة هو أبوعلي بن أبي هريرة والقائل رواية هو أبو إسحاق المروزي واتفقوا على أن (أصحهما) أنه شهادة فعلى هذا لا يقبل فيه العبد والمرأة'' (المجموع ۶،۲۷۷)۔

۳(ج)

اگر چند لوگوں نے چاند دیکھا ہو تو ان پر چاند دیکھنے کی شہادت دینا فرض کفایہ ہے ،اور اگر کسی ایک شخص نے چاند دیکھا ہو اور ثبوت رویت اسکی شہادت پر موقوف ہے تو اس پر ضروری ہے کہ وہ جلداز جلد جاکر شہادت دے ۔

شہادت کا تعلق اگر حدود کے علاوہ حقوق اللہ سےہو تو شہادت میں جلدی کرنے والے شاہد کو بہترین شاہد کہا گیا ہے، خاص طور پر رمضان و عید الفطر کے موقع پر اسکا زیادہ اہتمام کرنا چاہئے، تاکہ لوگوں میں اختلاف وانتشار نہ ہو۔

''الأداء للشهادة فرض كفاية، وإن وقع التحمل اتفاقا، إن كانوا جمعا كأن زاد الشهود على اثنين فيما يثبت بهما ،فلو طلب من واحد منهم ...أو إثنين منهم أو لم يكن إلاهما أو إلا واحد والحق يثبت به وبيمين ...ففرض عين وإلا لأفضى إلى ترک الواجب'' (شرح منہج الطلاب مع حاشیۃ الجمل ۴،۳۸۸)۔

''وإن كان حق الله تعالى ليس حدا كا لصلاة والزكاة والصوم ،كأن يشهد بتركها ،فيجوز للشاهد أن يبادر با الشهادة قبل أن يطلب منه ذلک أو يسأل عنها وهى شهادة الحسبة التى يحسب الأجر فيها عندالله تعالى، ويكون من خير الشهود،كما سبق فى حديث زيد بن خالدؓ ألا أخبركم بخير الشهداء ؟ الذى يأتى بالشهادة قبل أن يسألها '' (المعتمد ۵،۵۱۳)۔

شہادت میں تاخیر کرے تو اس کا حکم :

اگر کوئی شخص شوال کے چاند دیکھنے کی شہادت دینے میں تاخیر کرے حتی کے

دن نکل آئے تب بھی اسکی گواہی قبول کی جا ئیگی، اور اگر یہ شہادت زوال سے پہلے ہو تو افطار کرکے عید کی نماز پڑھی جائیگی ،اور اگر زوال کےبعد گواہی دے تو افطار کرکے جب چاہے تب قضاءنماز پڑھی جائیگی ،اور اگر اتنی تاخیر کرے کہ دن بھی گذر جائے اور غروب کے بعد گواہی دے تو گواہی قبول نہیں کی جائیگی، کیونکہ ۳۰ روزے مکمل ہوچکے اور شوال کا مہینہ شروع ہوچکا، اور اب اس گواہی قبول کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

خطیب شربینیؒ لکھتے ہیں:

''وتقبل شهادة هلال شوال يوم الثلاثين فنفطر ،ثم إن كانت شهادتهم قبل الزوال بزمن يسع الإجتماع والصلاة أو ركعة منها صلى العيد حينئذ أداءوإلا فتصلى قضاء متى أريدقضاؤها أما شهادتهم بعد اليوم بأن شهدوا بعد الغروب فلا تقبل؛ لأن شوالا قد دخل يقينا وصوم ثلاثين قد تم ،فلا فائدة فى شهادتهم إلا المنع من صلاة العيد''(الاقناع مع حاشية البجيرمى ٢/٢٢٥)۔

اگر کوئی شخص رمضان کے مہینہ کا چاند دیکھنے کی شہادت دینے میں تاخیر کرے حتی کہ دن نکل آئے اور شہادت دے یا رات میں شہادت دے دونوں صورتوں میں اسکی شہادت قبول کی جائیگی ،اور شہادت قبول کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ ایک روزہ کی قضاء کی جائیگی ۔

ابن حجر ہیتمی لکھتے ہیں:

''ويتجه ثبوته بالعدل ولو فى أثنائه، وإن قيل فى كلام الزركشى ما يخالفه، وعلى الأول فمن فوائده وجوب قضاء اليوم الذى بان أنه من رمضان'' (تحفة المحتاج ٣٧٩،٣)۔

۴(الف)

بعض صوبوں میں جہاں نظام قضاء موجود ہے، جیسے صوبہ بہار اور اڑیسہ ،اگر وہاں کا قاضی چاند ہونے کا ثبوت ہونے کے بعد اعلان کر تا ہے تو اس کے حلقہ قضاء کے تمام مسلمانوں کے لئے اس اعلان پر عمل کر نا ضروری ہوگا،البتہ یہ بات بھی ضروری ہے کہ اس کے حلقہ قضاء کے تمام علاقے متحد المطلع ہوں،اور اگر اس کے حلقہ قضاء میں کوئی علاقہ مختلف المطلع ہو تو وہاں کے لوگوں پر اس اعلان پر عمل کر نا ضروری نہیں ہے،اگرچہ وہ علاقہ اس قاضی کے حلقہ قضاء میں آتا ہو۔

''إذا ثبت الهلال ببلد عم الحكم جميع البلدان التي تحت حكم حاكم بلد الرؤية، وإن تباعدت إن اتحدت المطالع، وإلا لم يجب صوم ولا فطر مطلقا، وإن اتحد الحاكم'' (بغية المسترشدين ٧١٩،١)۔

(ب)

قاضی صاحب کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہو تا ہے تو اس اعلان کی بناء پر وہی احکام جاری ہو گے جو ما قبل کے جواب میں

بیان کئے گئے ۔

۴(ج)

ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر صوبہ کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رویت کا اعلان کیا تو اس صوبہ کے تمام مسلمانوں کے لئے اس اعلان پر عمل واجب ہو گا ،بشرط یہ کہ اس صوبہ کے تمام علاقہ متحد المطلع ہوں، اور اگر کوئی علاقہ مختلف المطلع ہو تو وہاں کے لو گونپر اس اعلان پر عمل کر نا ضروری نہیں ہوگا،اگرچہ وہ علاقہ اسی صوبہ میں آتا ہو۔

قاضی کا حکم و فیصلہ اس کے حدود اختیار ہی میں واجب العمل و نافذ العمل ہوتا ہے اس کے باہر وہ حجت نہیں ہوتا، اور اس کے حدود کے باہر اس کی حیثیت قاضی کی نہ ہو گی ،لہذا اس کا حکم و فیصلہ بھی نافذ نہ ہو گا۔

لہذا جو علاقے اس کے حدود سے باہر اور مختلف المطلع ہوں ان علاقوں کے مسلمانوں پر اس اعلان پر عمل کر نا ضروری نہیں ہوگا،اور جو علاقے اس کے حدود سے باہر ہیں لیکن متحد المطلع ہیں،تو اس علاقے مینبسنے والوں کے حق میں یہ صرف ایک خبر ہے ،جو شخص اس پر اعتماد کرے ا س پر عمل کر نا ضروری ہو گا،اور جو اعتماد نہ کرے وہ عمل نہیں کرے گا۔

''إذا ثبت الهلال ببلد عم الحكم جميع البلدان التي تحت حكم حاكم بلد الرؤية، وإن تباعدت إن اتحدت المطالع ، وإلا لم يجب صوم ولا فطر مطلقا ، وإن اتحد الحاكم ولو اتفق المطلع، ولم يكن للحاكم ولاية لم يجب إلا على من وقع في قلبه صدق الحاكم'' (بغية المسترشدين ۱،۷۱۹-۷۲۰)۔

''يشترط مع اتحاد المطلع اتحاد الحاكم فى البلدين اخذا مما ذكرواه فى القضاء من أن حكم الحكم لا ينفذ حكمه إلا على من هو فى محل ولايته، و أما من هو فى غير فلا، قاله فى (المغنى) و مثله فى (التحفة) فإن كان أى القابض،فى غير محل ولايته فكمعزول فى أنه لا ينفذ حكمه لعدم قدرته على الإنشاء'' (مواہب الفضل من فتاوی بافضل،۵۵)۔

۴(د)

رمضان یا شوال کے مہینہ کا ثبوت تمام لوگوں کے حق میں اس وقت ہو تا ہے جب اس تین چیزوں میں سے کو ئی چیز پائی جائے :

(۱) شعبان یا رمضان ۳۰ دن مکمل ہو جائے۔

(۲) حاکم کے سامنے چاند دیکھنے کی شہادت قائم کی جائے اور حاکم اعلان کردے۔

(۳) استفاضۂ خبر۔

بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں علی العموم رویت کا ثبوت نہیں ہو تا ہے ،بلکہ خاص لوگوں کے حق میں رویت کا ثبوت ہوتا ہے،ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ بعض

علاقوں میں رویت ہونے کے بعد ڈھول بجایا جاتاہے،اب اس ڈھول کی آواز سننے کے بعد کسی کو یہ یقین حاصل ہو جائے کہ رویت ہوچکی ہے تو وہ اس پر عمل کر سکتا ہے بشرط یہ کہ جس علاقہ میں یہ شخص آواز سن رہاہے وہ علاقہ اور جہاں سے آواز آرہی ہے وہ علاقہ متحد المطلع ہو،ریڈیو سے جو اعلان ہو تا ہے وہ اس ڈھول سے کم نہیں ہے،تو جس شخص کو اس اعلان کی بناء پر یہ یقین حاصل ہو کہ رویت ہو چکی ہے،وہ اس پر عمل کر سکتاہے ،بشرط یہ کہ مطلع ایک ہو،اس اعلان کی بناء پر تمام لوگوں کے حق میں رویت کا ثبوت نہیں ہوگا، بلکہ خاص اس شخص کے حق مینرویت کا ثبوت ہوگا جو اس اعلان پر یقین کرے ،اور جہاں رویت خاص شخص کے حق میں ثابت ہو تی ہے ،وہاں معلن (مخبر) کا مسلمان عادل ہو نا ضروری نہیں ہے ،بلکہ اگر کوئی فاسق یا کافر بھی اعلان کرکے خبر دے تو جو شخص اس پر یقین کرے وہ اس اعلان پر عمل کر سکتاہے۔

علامہ رملی لکھتے:

''ويضاف إلى الرؤية كما قال الأذرعي وإكمال العدد ظن دخوله بالاجتهاد عند الاشتباه على أهل ناحية حديث عهدهم بإسلام أو أسارى وهل الأمارة الظاهرة الدلالة في حكم الرؤية مثل أن يرى أهل القرية القريبة من البلد القناديل قد علقت ليلة الثلاثين من شعبان بمنابر المصر كما هو العادة؟ الظاهر نعم، وإن اقتضى كلامهم المنع، ومثل ذلك العلامات المعتادة لدخول شوال من إيقاد النار على الجبال أو سمع ضرب الطبول ونحوها مما يعتادون فعله لذلك، فمن حصل له به الاعتقاد الجازم وجب عليه الفطر، كما يجب عليه الصوم في أوله عملا بالاعتقاد الجازم فيهما، كذا أفتى به الوالد - رحمه الله تعالى -'' (نہایۃ المحتاج۳؍۱۵۰)۔

علامہ شروانی لکھتے ہیں:

''ويجب على سبيل الخصوص أيضا على من رآه أو أخبره بالرؤية موثوق به أو من اعتقد صدقه ولو امرأة أو صبيا أو فاسقا أو كافرا'' (حاشیۃ الشروانی ۳؍۳۷۹)۔

۵(الف)

جن علاقوں میں بالعموم مطلع ابر آلود رہتا ہے ،اور بہت کم چاند کی رویت ۲۹ تاریخ کو ممکن ہوتی ہے ،ایسی جگہوں پر ہمیشہ ۳۰ دن کا مہینہ شمار کرکے رمضان و عیدین کا فیصلہ کر نا صحیح نہیں ،بلکہ ایسے علاقوں میں ان کے قریب کے علاقوں کی رویت کا اعتبار کیاجائے گا،جبکہ دونوں کا مطلع ایک ہو،جیسا کہ بعض علاقوں میں مسلسل کئی مہینوں تک دن ہی دن یا رات ہی رات ہو تی ہے ،تو ایسے علاقے والوں کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ اپنے قریب کے علاقوں کے اوقات معلوم کرکے اپنی نمازوں کے اوقات مقرر کرے اسی طرح چاند کا بھی مسئلہ ہے،ہمیشہ ۳۰ دن کا اعتبار کرنا اور قرب و جوار کے متحد المطلع علاقوں کی رویت کا اعتبار نہ کر نا صحیح نہیں ،اسی طرح محض ماہر فلکیات کا قول بھی اس بارے میں معتبر نہیں ہو گا۔

''(وإذا رئي الهلال ببلد .. لزم) الصوم (من وافق مطلعهم مطلعه) دون من خالفه، كما في طلوع الفجر والشمس وغروبهما، أي: في إلحاق من لا فجر أو لا نهار أو لا ليل له بمن له ذلك في دخول أوقات ذلك باتحاد المطلع، لا بمسافة القصر۔

قال في ''التحفة'': (ولأن الهلال لا تعلق له بمسافة القصر، ولأن المناظر تختلف باختلاف المطالع والعروض، فكان اعتبارها أولى، وتحكيم المنجمين إنما يضر في الأصول دون التوابع كما هنا'' (بشری الکریم۱،۵۴۲)۔

۵(ج،د)

ملک کے چند شہروں یا صوبوں کی رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ دار ان کی طرف سے رویت کے ثبوت کا فیصلہ ہو جانے پر ان جگہوں کے ریڈیو اسٹیشن ان کی طرف سے رویت کا اعلان کرتے ہیں ،تو دوسرے علاقے کے لوگ جنکا مطلع اعلان ہونے والے علاقوں کے مطلع کے موافق ہے،ان اعلانات پر اعتماد کر تے ہیں تو ان لوگوں پر روزہ یا افطار لازم ہوگا، اور جو لوگ اعتماد نہیں کرتے ان پر کچھ لازم نہیں ہوگا،اور اپنے علاقے کے ذمہ دارن کے اعلان کا انتظار کرے گے۔

اب سوال یہ ہے کہ دوسرے علاقہ کے ذمہ دا ر ان کس حد تک ان اعلانات پر اعتماد کر سکتے ہیں؟کیا ان اعلانات کی بنیاد پر وہ رویت کا ثبوت مان کر اپنے علاقوں میں اعلان کر سکتے ہیں؟

اسکا جواب یہ ہے کہ اگر کسی علاقہ سے چاند کے ثبوت کی خبر حاصل ہو تو صرف خبر کی بنیاد پر اعلان کر نا درست نہیں ہے ،بلکہ اس دوسرے علاقہ میں چاند کا ثبوت ہوا ہے اس پر دو لوگوں کا شہادت قائم کر نا ضروری ہے،ہاں اگر مختلف ریڈیو اسٹیشن مختلف جگہوں کے بارے میں چاند ہو جانے کی خبر دیں ،یا صرف کسی ایک جگہ کے بارے میں چاند ہو جانے کی خبر دے اور وہا ں چاند دیکھنے والوں کی کثیر تعداد ہوں اور استفاضہ کی صورت ہو جائے تو اس پر اعتماد کر نا درست ہے ،اور اس پر اعلان کیا جاسکتا ہے۔

رہا یہ سوال کہ کتنی جگہوں کا اعلان درکار ہوگا ،تین جگہوں کا یا اس زائد ؟تو اس سلسلہ میں صحیح بات یہ ہے کہ اتنے لوگ اعلان کرے کہ عام طور پر اتنے لوگوں کا جھوٹ پر اتفاق کر نا مشکل ہو۔

''(يجب صوم رمضان).....(بإكمال شعبان ثلاثين) يوما .....(أو رؤية الهلال) بعد الغروب.....وكهذين الخبر المتواتر برؤيته ولو من كفار لإفادته العلم الضروري

(قوله وكهذين إلخ) أي الإكمال والرؤية في إيجاب صوم رمضان لعموم الناس .....

قال الرشيدي قوله م ر ومثله من أخبره به عدد التواتر والشهاب ابن حج إنما ذكر هذا بالنسبة لعموم الناس أي فأخبار عدد التواتر من جملة ما يثبت به الشهور على العموم، وإن لم

يكن عند قاض وظاهر أن صورة المسألة أنهم أخبروا عن رؤيتهم أو عن رؤية عدد التواتر كما يعلم من شرط عدد التواتر الذي يفيد العلم فليس منه إخبارهم عن واحد رآه أو أكثر ممن لم يبلغ عدد التواتر كما يقع كثيرا من الإشاعات فتنبه'' (تحفة المحتاج٣٫٣٧١-٣٧٢)۔

''والتواتر ما أخبر به جمع يمتنع تواطؤهم على الكذب عن أمر محسوس ، ولا يشترط إسلامهم ولا عدالتهم، والمستفيض ما شاع بين الناس مستندا لأصل'' (بغية المسترشدين١٫٧٢٠)۔

٦(الف.ب)

کسی علاقہ، صوبہ اور شہر وغیرہ میں عام رویت نہ ہو یا مطلق رویت کا ثبوت نہ ہو اور دوسرے قریبی مقامات میں رویت ہوتی ہے،اور یہ سب مقامات متحد المطلع ہوں اورایک ہی قاضی کے حدود قضاء میں ہوں ،یا پھر کوئی قاضی نہیں ہے، اور ان علاقے والوں نے سب کے لئے ایک ہلال کمیٹی بنائی ہے،تو قاضی ہونے کی صورت میں قاضی کا اعلان اور اگر قاضی نہیں ہے تو اس ہلال کمیٹی کا اعلان تمام علاقوں کے لئے کافی ہے، اور اس اصل اعلان کے علاوہ اگر کوئی اپنے علاقے میں الگ سے اعلان کرنا چاہے تو کر سکتاہے۔

اور اگر جس علاقے میں رویت ہوئی ہے وہ علاقہ اور وہ متحد المطلع علاقہ جہاں رویت نہیں ہوئی ہے، ایک قاضی کے حدود قضاء میں نہ ہو،بلکہ دونوں علاقوں کے قاضی الگ الگ ہوں، یا دونوں علاقوں میں الگ الگ دوہلال کمیٹیاں بنائی گئی ہوں، تو ایسی صورت میں دونوں علاقوں میں دو الگ الگ اعلان کئے جائے گے، یہ ذمہ داری نہ کسی ایک علاقے والوں کی ہوگی اور نہ ایک اعلان کا فی ہوگا۔

اور یہ اعلان کرنے کی ذمہ داری قاضی کی ہوگی، اور قاضی نہ ہو نے کی صورت میں جسکو اسکا ذمہ دار بنا یا جائے اسکی یہ ذمہ داری ہو گی،اور اگر ان کے علاوہ کوئی اعلان کر تا ہے ،تو یہ ایک خبر ہوگی جس شخص کو اسکے سچا ہونے کا غالب گمان ہو وہ اس پرعمل کر ے گا،اور اگر سچے ہو نے کا غالب گمان نہ ہو تو عمل نہیں کرے گا۔

''إذا ثبت الهلال ببلد عم الحكم جميع البلدان التي تحت حكم حاكم بلد الرؤية، وإن تباعدت إن اتحدت المطالع، وإلا لم يجب صوم ولا فطر مطلقا ، وإن اتحد الحاكم ولو اتفق المطلع ولم يكن للحاكم ولاية لم يجب إلا على من وقع في قلبه صدق الحاكم'' (بغية المسترشدين ١٫٧١٩-٧٢٠)۔

''مجرد وصول الكتاب من الحاكم إلى حاكم آخر لا يلزم به ثبوت للشهر إلا على من صدقه فقط، ثم إن العمل جار على أن الحاكم الذي لا يعرف تهوره في قبول الفاسق هو الذي انشرح به الصدر بالمصادقة ، فإذا جاء كتاب حاكم إلى حاكم آخر أخبر الناس به وصدقوه مرة واحدة ، أما من عرف تهوره فلا يجوز لنائب آخر وصل إليه خطه أن يعلم الناس، لأن المصادقة اختل شرطها شرعا حينئذ'' (بغية المسترشدين١٫٧٢٣-٧٢٤)۔

''ولا بد من نحو قولہ ثبت عندی أو حکمت بشہادتہ'' (تحفۃ المحتاج۳،۳۷۵)۔

۶(ج)

جہاں رویت کے فیصلہ و اعلان کا کوئی نظام موجود ہے ،وہاں اس سے الگ ہٹ کر اگر کو ئی اعلان کیا جائے خواہ کسی فرد کی طرف سے ہو یا ادارہ کی طرف سے اور اعلان سننے والے کو اس معلن کے سچے ہونے کا غالب گمان ہو تو ایسے شخص پر اس اعلان پر عمل کر نا ضروری ہے،چاہے یہ اعلان رمضان کے چاند کے متعلق ہو یا پھر شوال کے چاند کے متعلق ہو، اور اگر معلن کے سچا ہو نے میں شک ہو تو اس اعلان پرعمل کر نا حرام ہوگا،اوراگر غالب گمان کے بغیر معلن کے سچا ہو نے اعتقاد ہو تو اسکے اعلان پر عمل کر نا جائز ہوگا۔

ابن حجر ہیتمی لکھتے ہیں:

''ویلزم الفاسق ومن لا یقبل العمل برؤیۃ نفسہ، وکذا من اعتقد صدقہ في إخبارہ برؤیۃ نفسہ أو بثبوتہ في بلد متحد مطلعہ سواء أول رمضان وآخرہ علی المعتمد'' (تحفۃ المحتاج۳،۳۷۹)۔

علامہ دمیاطی لکھتے ہیں:

''یلزم الفاسق وما بعدہ العمل برؤیۃ نفسہ سواء کانت الرؤیۃ لہلال رمضان أو لہلال شوال ویلزم أیضا من صدق من ذکر في إخبارہ برؤیۃ نفسہ أو بثبوتہا في بلد متحد المطلع العمل بما ذکر سواء کان بالنسبۃ لہلال رمضان أو لہلال شوال، فإذا رأی الفاسق ہلال شوال یجب علیہ العمل برؤیتہ ومثلہ من صدقہ في ذلك .

قال في فتح الجواد إذ المدار علی حصول الاعتقاد الجازم فمتی حصل أولہ أو آخرہ بقول عدل أو غیرہ ومما ذکر ونحوہ جاز العمل بقضیتہ بل وجب'' (اعانۃ الطالبین۲،۲۴۵)۔

''إن غلب علی ظنہ صدقہ ، وھو المراد بقولہم الاعتقاد الجازم ، فإن ظن صدقہ من غیر غلبۃ جاز الصوم ، وإن شك حرم، وسواء أخبر من ذکر عن دخول رمضان أو خروجہ'' (بغیۃ المسترشدین ۱،۷۲۸)۔

۶(د)

غیر مجاز لوگوں کی طرف سے اعلان کی صورت میں روزہ نہ رکھنے والوں اور بالخصوص روزہ توڑنے والوں پر کفارہ نہیں ہوگااس پر فقہاء شوافع کا بظاہراتفاق ہے، ان پر قضاء ضروری ہے یا نہیں؟ تو بعض فقہاء اس صورتحال میں قضاء کے قائل ہے،البتہ جمہور کے نزدیک قضاء کی بھی ضرورت نہینہے۔

لو شہد اثنان علی ہلال شوال فأفطرنا ثم لم نر الہلال بعد ثلاثین والسماء مصحیۃ قضینا صوم أول یوم أفطرناہ؛ لأنہ بأن أنہ من آخر رمضان لکن لا کفارۃ علی من جامع فیہ؛ لأن الکفارۃ علی من أثم بالجماع، وھذا لم یأثم لعذرہ (وأما) علی المذھب، وقول الجمہور فلا

قضاء'' (المجموع ٦،٢٧٩)۔

٧(الف)

ایک شہر میں جس طرح دو قاضی ہو سکتے ہیں اسی طرح دو یا زائدہلال کمیٹیاں بھی ہو سکتی ہیں ،لیکن ان میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اگر کسی کے پاس چاند دیکھنے کی شرعی شہادت قائم کی جائے تو وہ اعلان سے پہلے دیگر کمیٹیوں کو بھی اسکی اطلاع دے ،اور پھر دوسری کمیٹیوں کو بھی چاہیے کہ وہ اس اطلاع پر اعتماد کرے اور پھر ہر ایک اپنے اپنے زیر اثرعلاقے میناعلان کرے۔

''و یجوز أن یکون فی البلد قاضیان و أکثر'' (التنبیہ ١،٢٥١)۔

٧(ب)

ہندوستان کے اکثر علاقوں میں سورج، چاند،اور ستارے ایک ہی وقت پر طلوع اورغروب ہوتے ہیں، تو یہ سارے علاقے متحد المطلع کہلائےگے، اور بعض علاقے ایسے ہیں جہاں چاند عموما ایک دن پہلےدکھائی دیتاہے،تو یہ علاقے مختلف المطلع کہلائے گے، ان علاقوں کو چھوڑ کر باقی ملک میں ایک ہی دن مینعید منانے کے لئے یا ایک ہی دن میں رمضان کا مہینہ شروع کرنے کے لئے یہ تدبیر اختیار کی جاسکتی ہے۔

سب سے پہلے پورے ہندوستان کے لئے ایک مرکزی کمیٹی بنائی جائے ،اور پھر اس کمیٹی کے ما تحتی میں ہر تعلقہ، ضلعہ اور صوبہ کے لئےایک ایک کمیٹی بنائی جائے،پھر جب ان کمیٹیوں میں سے کسی پاس شرعی شہادت قائم کی جائے تو وہ اس کے مطابق فیصلے کا اعلان خودنہ کرے بلکہ جو مرکزی کمیٹی بنائی گئی ہے اس فون وغیرہ کے ذریعہ رابطہ کرے اور اسکو اسکی اطلاع دے،پھر جب اس کمیٹی کے پاس شہادتیں جمع ہو جائے تو پہلے وہ خود اعلان کرے اور اسکے بعد ہر علاقے میں جو کمیٹی قائم کی گئی ہے وہ اپنے اپنے علاقے میں اعلان کرے ۔

٨(الف)

جن ملکوں میں عام طور پر آسمان ابر آلود نہیں رہتا اور آنکھوں سے چاند کی رویت ہو جا تی ہے،ایسے علاقوں میں اگر کبھی مطلع صاف نہ ہو اور کھلی آنکھوں سے چاند نہیں دیکھا جاسکے تو شعبان کے ٣٠ دن مکمل کئے جائے گے،یا اگر کسی متحد المطلع علاقہ میں چاند کی رویت ہو جائے اور اسکا ثبوت ہو جائے تو اس رویت پر عمل کیا جا ئے گا،صرف ماہرین فلکیات کی رائے پر رویت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

''إکمال شعبان ثلاثین یوما:وذلك فیما إذا تعسرت رؤیة الهلال بسبب غیوم'' (الفقہ المنہجی٢،٧٧)۔

امام ابن حجر ہیتمی لکھتے ہیں:

''لا قول منجم وهو من یعتمد النجم وحاسب، وهو من یعتمد منازل القمر وتقدیر سیره

ولا يجوز لأحد تقليدهما نعم لهما العمل بعلمهما، ولكن لا يجزئهما عن رمضان كما صححه في المجموع'' (تحفة المحتاج ٣٧٣،٣)۔

دلیل ۱:

''عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما: أن رسول الله ﷺ ذكر رمضان فقال:لا تصوموا حتى تروا الهلال، ولا تفطروا حتى تروه، فإن غم عليكم فاقدروا له'' (رواه مسلم: ١٠٨٠)۔

دلیل ۲:

''عن ابن عمر رضي الله عنهما، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ذكر رمضان، فضرب بيديه فقال: الشهر هكذا، وهكذا، وهكذا - ثم عقد إبهامه في الثالثة - فصوموا لرؤيته، وأفطروا لرؤيته، فإن أغمي عليكم فاقدروا له ثلاثين'' (مسلم: ١٠٨٠)۔

وجہ استدلال:

ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر آسمان کے ابر آلود ہونے کی وجہ سے چاند کی رویت نہ ہوسکے تو شعبان کے ۳۰ دن مکمل کئے جائے گے ،ما ہرین فلکیات کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گے۔

دلیل۳:

''عن سعيد بن عمرو، أنه سمع ابن عمر رضي الله عنهما، عن النبي ﷺ أنه قال:إنا أمة أمية، لا نكتب ولا نحسب، الشهر هكذا وهكذا يعني مرة تسعة وعشرين، ومرة ثلاثين'' (بخاری: ١٩١٣)۔

وجہ استدلال:

''والمراد بالحساب هنا حساب النجوم وتسييرها ولم يكونوا يعرفون من ذلك أيضا إلا النزر اليسير فعلق الحكم بالصوم وغيره بالرؤية لرفع الحرج عنهم في معاناة حساب التسيير واستمر الحكم في الصوم ولو حدث بعدهم من يعرف ذلك بل ظاهر السياق يشعر بنفي تعليق الحكم بالحساب أصلا ويوضحه قوله في الحديث الماضي، فإن غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين، ولم يقل فسلوا أهل الحساب والحكمة فيه كون العدد عند الإغماء يستوي فيه المكلفون فيرتفع الاختلاف والنزاع عنهم، وقد ذهب قوم إلى الرجوع إلى أهل التسيير في ذلك وهم الروافض ونقل عن بعض الفقهاء موافقتهم قال الباجي:وإجماع السلف الصالح حجة عليهم، وقال بن بزيزة:وهو مذهب باطل'' (فتح الباری ١٢٧،٤)۔

۸(ب)

جن ملکوں میں مطلع عمومی طور پر ابر آلود ہوتا ہے، جیسا کہ بہت سے مغربی ملکوں کی صورتحال ہے،تو وہاں محض ماہرین فلکیات کی رائے پر عمل کر نے کی گنجائش نہیں ہو گی ،بلکہ دیگر قریبی متحد المطلع ممالک جہاں مطلع عمو ما صاف رہتا ہے

،اور بصری رویت ہوتی ہے ،ان سے رابطہ قائم کر کے رویت کا ثبوت ہواہے یا نہیں معلوم کر کے اس کے مطابق عمل کیا جائے گا،جیسا کہ اگر کسی ملک میں ایک لمبی مدت تک دن ہی دن یا رات ہی رات رہتی ہو تو وہ اپنے قریبی ملک سے رابطہ قائم کرکے اپنے نمازوں کے اوقات مقرر کرے گے۔

''وإذا رئی الہلال ببلد لزم الصوم من وافق مطلعہم مطلعہ دون من خالفہ کما فی طلوع الفجر والشمس وغروبہا أی:فی إلحاق من لا فجر أو لا نہار أو لا لیل لہ بمن لہ ذالک فی دخول أوقات ذالك بإتحاد المطلع'' (بشری الکریم)۔

* * *

رؤیت ہلال اور محکمہ موسمیات وفلکیات سے مدد
(سوال ۸.۲)

مولانا محمد صالح الزماں قاسمی•

(۲) الف وج:

ان دونوں سوالوں کا جواب یہ ہے کہ افق پر چاند کی رؤیت کے امکان یا عدم مکان اسی طرح ۲۹؍تاریخ کو مطلع صاف یا ناصاف کو جاننے کے لئے فلکیاتی حساب یا محکمہ موسمیات سے مدد لینے اور نہ لینے کے سلسلہ میں اسلاف واکابر اور حضرات فقہاء ومحدثین کی دو طرح کی رائیں سامنے آتی ہیں:

(۱) اس طرح کی چیزوں کو جاننے کے لئے فلکیاتی حساب ، یا محکمہ موسمیات وفلکیاتی اداروں کی طرف رجوع کرنا اور اس سلسلہ میں ان کی مددحاصل کرنا دونوں کی گنجائش ہے، اس میں سرفہرست حضرت محمد ابن مقاتل، امام سبکی شافعی، ابن سریج شافعی، مطرف بن عبد اللہ تابعی، قاضی عبد الجبار، صاحب جامع العلوم وغیرہ ہیں، نیز روافض کا بھی یہی مسلک ہے:

''بل الخلاف فی جواز الاعتماد علیہم، وقد حکی فی القنیۃ الأقوال الثلاثۃ، فنقل أولاً عن القاضی عبد الجبار، وصاحب جمع العلوم أنہ لا بأس بالاعتماد علی قولہم، ونقل عن ابن مقاتل أنہ کان یسألہم ویعتمد علی قولہم إذا اتفق علیہ جماعۃمنہم'' (شامی۳؍۳۵۵)۔

''الیتیمۃ: لا بأس بالاعتماد علی قول المنجمین، وعن محمد بن مقاتل: أنہ کا یسألہم ویعتمد علی قولہم بعد أن یتفق علی ذلک جماعۃ منہم'' (الفتاوی التاتارخانیہ۲؍۲۷۰ بیروت)۔

(۲) جبکہ جمہور فقہاء محدثین ومفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس باب میں اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان ''صوموا لرؤیتہ الخ '' کے پیش نظر فلکیاتی حساب، اسی طرح محکمہ موسمیات وفلکیاتی ادارہ سے مدد نہیں لی جائے گی، اس مسئلے کو علامہ شامی، علامہ عینی، صاحب بدائع نے خوب تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے ساتھ میں قائلین جواز کی مختلف دلائل سے تردید بھی کی ہے، چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں: ''قولہ: لا عبرۃ بقول المؤقتین الخ '' أی فی وجوب الصوم علی الناس، بل فی المعراج، لا یعتبر قولہم بالإجماع، ..... وفی النہر: فلا یلزم بقول المؤقتین إنہ: أی الہلال یکون فی السماء لیلۃ کذا، وإن کانوا عدولاًفی الصحیح کما فی الإیضاح، قلت:ما قالہ السبکی ردہ متأخر وأہل مذہبہ منہم ابن حجر

• استاذ جامعہ اشرف العلوم محمود آباد، اڑیسہ۔

والرملی فی شرمی المنہاج'' (شامی۳،۳۵۴)۔

علامہ عینی شارح بخاری نے اس حدیث:''أنا أمۃ أمیۃ الخ '' کے تحت لکھتے ہیں: ''والمراد بالحساب ہنا حساب النجوم وتیسیرہا، ولم یکونوا من ذلک شیئاً إلا النذر الیسر، وعلق الشارع الصوم وغیرہ بالرؤیۃلرفع الحرج عن أمتہ فی معاناۃ حساب التسیر واستمر ذلک بینہم ولو حدث بعدہم من یعرف ذلک بل ظاہر قولہ علیہ السلام:فإن غم علیکم فأکملوا العدۃ ثلاثین'' ینفی تعلیق الحکم بالحساب أصلاً، إذ لو کان الحکم یعلم من ذلک لقال:فاسئلوا أہل الحساب، وقدر جع قوم إلی أہل التسییر فی ذلک وہم الروافض، ونقل عن بعض الفقہاء موافقتہم'' (عمدۃ القاری۸،۴۹۔۵۰ زکریا)۔

جمہور فقہاء وعلماء نے اہل حساب وفلکیاتی اداروں سے امکان رؤیت یا عدم امکان اسی طرح مطلع کے صاف ہونے یا نہ ہونے کے علم کے سلسلہ میں مدد نہ لینے کی جو بات کہی ہے اس کی سب سے اہم اور مضبوط وجہ یہ ہے کہ اللہ کے رسولﷺ تاقیامت آنے والی نسل انسانی کے لئے رؤیت ہلال کے بابت ایک ایسا سہل ضابطہ دے کر اس دنیا سے چلے گئے جو بالکل واضح اور ہر ایک کے لئے یکساں اور سہل سے سہل تر ہےاور وہ یہ ہے: ''صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ فإن أغمی علیکم فأکملوا عدۃ شعبان ثلاثین'' (رواہ البخاری۱،۲۵۶، ہلال) کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ کھولو (افطار کرو) ساتھ میں یہ بھی بیان کردیا کہ اگر کبھی اس طرح کی نوبت آجائے کہ گرد وغبار، یا بادل کی کثافت یا کسی اور سبب سے تمہیں ۲۹،تاریخ کو چاند نظر نہ آئے تو پھر مہینے کے پورے تیس دن مکمل کرو، خواہ وہ شعبان کا مہینہ ہو یا رمضان وشوال کا سب کے لئے ایک ہی طریقۂ کار ہے۔

تجزیہ: یہ حدیث صاف طور پر اس پر دال ہے کہ رؤیت ہلال کے سلسلہ میں نہ ہمیں کسی محکمہ موسمیات کے پاس جانا ہے اور نہ ہی کسی ماہر فلکیات یا فلکیاتی ادارہ کے پاس، اسی طرح نہ ہی دور بین وآلات رصدیہ کی ضرورت ہےاور نہ ہی چاند کی رؤیت کے لئے حد سے آگے بڑھ کر کوئی غیر تکلیفی کوشش کرنی ہے، بلکہ عام ضابطہ پر چلنا جس کی تفصیل اوپر آچکی ہے۔

نیز محکمہ موسمیات ہو یا فلکیاتی ادارے یہ جوکچھ بھی امکانِ رؤیت بصری یا عدم امکان کی باتیں کرتے ہیں وہ سب آثار وعلامات پر مبنی ہوتے ہیں جو کبھی سچ ہوتی ہیں تو کبھی جھوٹ (یعنی بین الصدق دائر رہتی ہیں) جن کی حیثیت محض ایک تخمینہ وقیاس آرائی سے زیادہ کچھ نہیں ہے، کیونکہ نہ ان کی باتوں پر قطعیت ہوتی ہے اور نہ موقع پر ان سے غلبہ ظن کا فائدہ ہوتا ہے، لہذا ان کی تحقیق کو مدار حکم نہیں بنایا جاسکتا۔ علامہ عینی نے ابن بطال وغیرہ کا یہی قول نقل کیا ہےکہ اس امت کو روزہ اور دیگر عبادات کے اوقات کو جاننے کے سلسلہ میں حساب وکتاب کے علوم حاصل کرنے کا مکلف نہیں کیا گیا،

بلکہ ان عبادات کے اوقات کو جاننے کو ایسی واضح اور ظاہری علامتوں سے جوڑ دیا گیا جن کا جاننا اور سمجھنا اہل حساب اور غیر حساب ہر ایک کے لئے یکسا ں اور آسان ہے۔

''وقال ابن بطال وغیرہ:أمم علم تکلف فی تعریف مواقیت صومنا ولا عبادتنا ما نحتاج فیہ إلی معرفۃ ذلک الحساب وغیرہم'' (عمدۃ القاری۸؍۵۰ زکریا)۔

نیز علامہ عینی نے ابن بزیزہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جو لوگ رؤیت ہلال کے بابت اہل حساب وغیرہ کی باتوں پر اعتماد کے قائل ہیں، ان کا قول باطل ہے، کیونکہ شریعت نے علوم نجوم میں غور وخوض کرنے سے منع کررکھا ہے، کیونکہ وہ محض ایک اندازہ اور تخمینہ کی حیثیت رکھتا ہے نہ اس میں کوئی حتمی بات ہوتی ہے اور نہ ہی غلبہ ظن، مزید برآں اگر رؤیت کا معاملہ اس کے ساتھ جڑ جائے تو یہ آسانی کے بجائے مشکل سے مشکل ترین ہوتا جائے گا۔

''وقال ابن بزیزۃ: ہو مذہب باطل، فقد نہت الشریعۃ عن الخوض فی علم النجوم، لأنہا حدس وتخمین لیس فیہا قطع ولا ظن غالب، مع أنہ لو ارتبط الأمر بہا لضاف الأمر'' (المصدر السابق)۔

مزید برآں! اسلام میں رؤیت ہلال کا حکم ہر علاقے وہر باشندہ کے لئے یکساں درجہ رکھتا ہے، اور سب کو عام ہے خواہ وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ، شہری ہو یا دیہاتی، اسی وجہ سے تو اللہ کے رسول ﷺ نے مہینہ کے ایام شمار کرتے ہوئے بہت نیچے اتر کر زبان سے تلفظ کئے بغیر محض اشاروں اشاروں میں فرمایا: ''نحن أمۃ أمیۃ الخ'' کہ ہم ناخواندہ قوم ہیں نہ پڑھنا معلوم اور نہ حساب وکتاب، بلکہ ہم تو یوں جانتے ہیں کہ مہینہ یا تو انتیس ۲۹ کا ہوگا یا تیس کا، اس کو اپنے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کے اشارہ سے بتایا، اس کے باوجود بھی اگر رؤیت ہلال کو حساب یا اہل حساب سے جوڑا جائے تو حرج عظیم لازم آئے گا اور ضابطہ ہے: ''والحرج مدفوع فی الشرع'' کہ شریعت میں حرج اور تنگی کو دور کیا جاتاہے، نہ کہ باقی رکھا جاتا ہے، اس لئے حساب یا اہل حساب کے قول پر رؤیت ہلال کا مدار نہیں ہوگا، ''ثم تمم ہذا المعنی بإشارتہ بیدہ، ولم یتلفظ بعبارتہ عنہ نزولاً ما یفہمہ الأخرس والعجم'' (عمدۃ القاری۸؍۵۰)۔

علامہ عینی اس حدیث ''الشہر ہکذا وہکذا الخ '' پر گفتگو کرتے ہوئے اخیر میں خلاصہ کے طور پر لکھتے ہیں کہ بحث کا لب لباس یہ ہے کہ اعتبار تو چاند کی رؤیت ہی کا ہے، چنانچہ چاند کبھی مکمل ہوتا ہے، یعنی تیس دن کا، اور کبھی ناقص یعنی انتیس دن کا (یہ تو چاند نظر آنے کی مشکل میں ہے) اور کبھی چاند نظر نہیں آتا تو اس وقت پورے تیس دن مکمل کرتے ہیں:

''وحاصلہ أن الاعتبار بالہلال فقد یکون تاماً ثلاثین، وقد یکون ناقصاً تسعاً وعشرین، وقد لا یری الہلال، فیجب إکمال العدد ثلاثین'' (عمدۃ القاری۸؍۴۱)۔

صاحب ''بدائع '' لکھتے ہیں:

''وأما الثانی وہو بیان ما یعرف بہ وقتہ، فإن کانت السماء مصحیۃ یعرف برؤیۃ الہلال، وإن کانت متغیمۃ یعرف بإکمال شعبان ثلاثین یوماً لقول النبیﷺ: ''صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ، فإن غم علیکم فأکملوا ثلاثین یوماً ثم صاموا'' (۲،۲۲۰ زکریا)۔

اور اخیر میں ایک ضابطہ بھی نقل کیا ہے وہ یہ کہ ''مہینہ میں اصل اس کا باقی رہنا اور مکمل ہونا، یعنی تیس دن ہوتا اور یہ یقینی ہے، لہذا اس اصل کو اس وقت ترک کیا جائے گا جب اس کا مخالف بھی یقین سے ثابت ہو، کیونکہ ضابطہ ہے ''کہ یقین یقین ہی سے زائل اور ختم ہوتا ہے '' لہذا اس اصل کو محض حساب یا اہل حساب کے قول پر عمل کرتے ہوئے انتیس کے دن چاند ہونے کے شک یا امکان کی وجہ سے چھوڑا نہیں جاسکتا، ہاں اگر واقعۃً انتیس کو رؤیت کا شرعی ثبوت مل جائے تو پھر اس اصل کو ترک کردیا جائے گا۔

''لأن الأصل بقاء الشہر وکمالہ، فلایترک ہذا الأصل إلا بیقین علی الأصل المعہود ''أن ما ثبت بیقین لا یزول إلا بیقین مثلہ'' (بدائع ۲،۲۲۰ زکریا)۔

اور جن حضرات کی یہ رائے ہے کہ حساب یا اہل حساب، محکمہ موسمیات یا فلکیاتی اداروں سے اس باب میں مدد لینے کی گنجائش ہے، امام سرخسی نے ان کے قول کو بعید از عقل اور غیر لائق عمل قرار دیا ہے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے ''من أتی کاہنا الخ'' کہ آپﷺ نے ارشاد فرمایاکہ جو شخص کاہن یا اعراف کے پاس جائے، اور ان کے قول کی تصدیق بھی کرے تو وہ محمدﷺپر جو کچھ نازل ہوا ہے اس کا انکار کرنے والا ہوگا: ''وذکر السرخسی فی کتاب الصوم: وقول من قال: یرجع إلی قول أہل الحساب عند الاشتباہ بعید، فإن النبیﷺ قال: من أتی کاہناً أو عرافاً فصدقہ بما یقول فقد کفر بما أنزل علی وحمد'' (الفتاوی التاتارخانیہ۲،۲۷۰)۔

''تہذیب'' نامی کتاب میں مذکور ہے کہ رمضان کا روزہ دو امروں میں سے ایک امر کے ساتھ جڑا ہوا ہے، (۱) یا تو انتیس تاریخ کو رؤیت ہلال ہوجائے تو اگلے دن وجوب صوم کا حکم ہوگا (۲) یا پھر انتیس کو رؤیت نہ ہونے کی شکل میں تیس شعبان مکمل کرکے اگلے دن روزہ رکھنے کا حکم دیا جائے، اور اس باب میں کسی تیسرے امر کو دخل نہیں ہے، چنانچہ آگے لکھتے ہیں ''کہ نجومی کی تقلیدوپیروی کی اجازت نہ روزہ کے باب میں ہے نہ ہی افطار کے باب میں: ''وذکر فی التہذیب فی کتاب الصوم: یجب صوم رمضان برؤیۃ الہلال أو باستکمال شعبان ثلاثین، ولا یجوز تقلید المنجم فی حسابہ لا فی الصوم ولا فی الإفطار'' (المصدر السابق)۔

علامہ عینی نے ''قاضی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اس ''شرمذۃ قلیلہ'' کے خلاف سلف صالح کا اجماع حجت ہے، اسی طرح ''ابن بزیزہ '' اس قول کو باطل قرار دیا ہے کما

مر، ''قال القاضی:وإجماع السلف الصالح حجۃ علیہم، وقال ابن بزیزۃ: ہو مذہب باطل'' (عمدۃ القاری۸،۵۰ زکریا)۔

''الفقہ الاسلامی وادلتہ '' کے اندر امام وہبہ زحیلی نے بھی بہت اچھی بات لکھی ہے، وہ لکھتے ہیں: کہ رؤیت ہلال کے سلسلہ میں ماہرین فلکیات وحسابات وغیرہ کی خبر پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اس میں اللہ کے رسولﷺ کی شریعت کی مخالفت ہے، چنانچہ اگر یہ تسلیم کربھی لیا جائے کہ حساب یا دیگر چیزوں یا آلوں کے ذریعہ رؤیت کی خبر صحیح ہوتی ہے تب بھی شرعاً ہم اس طرح کے آلات وغیرہ کے ذریعہ رؤیت کی معرفت کے مکلف نہیں ہیں، ہمارا کام تو صرف یہ ہے کہ عام حالت میں جس طرح ہم بغیر کسی تکلف کے چاند دیکھتے ہیں ایسے ہی ہلال رمضان وفطر کےساتھ برتاؤ کریں:

''ولا یعتمد علی ما یخبر بہ أہل المیقات والحساب والتنجیم، لمخالفۃ شریعۃ نبینا علیہ أفضل الصلاۃ والتسلیم، لأنہ، وإن صح الحساب أو الرصد فلسنا مکلفین شرعاً إلا بالرؤیۃ العادیۃ'' (۱۶۵۲،۳ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔

درس ترمذی کے حاشیہ میں حضرت مفتی شفیع صاحب کا نقل مذکور ہے ''کہ حضرت کے اس مفہوم کو اسی حدیث کے آخری جملہ نے اور زیادہ واضح کردیا جس میں ارشاد ہےکہ اگر چاند تم سے مستور ہوجائے یعنی تمہاری آنکھیں اس کو دیکھ نہ سکیں، تو پھر تم اس کے مکلف نہیں کہ ریاض کے حسابات سے چاند کا وجود اور پیدائش معلوم کرو، بلکہ فرمایا ''فإن غم علیکم الخ'' یعنی اگر چاند تم پر مستور ہوجائے تو تیس دن پورے کرکے مہینہ ختم سمجھو (۵۲۰،۲ مکتبہ نعیمیہ دیوبند)۔

حضرت تھانویؒ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں ''الجواب: شریعت میں یا رؤیت حجت ہے یا شہادت رؤیت یا تکمیل ثلاثین، اگر اولین نہ ہوں تو ثالث متعین ہے (امداد الفتاوی۲،۱۱۳ زکریا)۔

سوال نمبر ۲ کا (ب) اور سوال نمبر ۸ کا (ج) کا جواب:

ان دونوں نمبر پر دونوں سوال تقریباً یکساں ہیں، اس لئے یہاں پر دونو نکے جواب کو قلمبند کیا جاتا ہے۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے ثبوت ہلال کے باب میں رؤیت کو مدار حکم بنایا ہے نہ کہ فلکیاتی حساب یا ماہرین فلکیاتی کے اقوال وآراء کو، ا ب خواہ فلکیاتی حساب سے کسی خطہ میں قمری ماہ کی ۲۹،تاریخ کو چاند کی بصری رؤیت کا امکان ہو یا نہ ہو، اسی طرح ماہرین فلکیات کے لحاظ سے کسی تاریخ کو افق پر چاند کے نمود ہونے کا امکان ہو یا نہ ہو اس سے شریعت کو کوئی فرق نہیں پڑتا، چنانچہ جس طرح اگر کسی علاقہ میں کسی موقع پر سائنسی اعتبار سے امکان رؤیت کا قول مشتہر ہو اور رؤیت بصری نہ ہوسکے تو اگلے دن ماہرین فلکیات کے قول کی بنیاد پر روزہ یا افطار کا

شرعاً حکم نہیں ہوگا (دیکھیں نفائس الفقہ۳،۱۵۴)، ایسے ہی اگر فلکیاتی یا سائنسی اعتبار سے کسی تاریخ یا خطہ میں چاند کی رؤیت بصری کا امکان نہ ہو،پھر ان کے آراء کے خلاف چاند کی رؤیت شرعی طریقہ پر ثابت ہوجائے، تو ان آراء واقوال کا اعتبار نہیں ہوگا، چنانچہ ان کی رائے کے خلاف ثبوت رؤیت کی خبر اگر بشکل استفاضہ ہو تو درایں صورت رؤیت کی خبر کے معتبر ومقبول ہونے میں کوئی کلام ہی نہیں، اور اگر یہ شہادت خبر واحد کی شکل میں ہو تو پھر اصل رؤیت ہلال کے اصول کے مطابق اسے پرکھنا ہوگا۔

مثلاً (۱) اگر مطلع ناصاف ہو اور موقع ہلال رمضان کا ہو توکسی مستور الحال یا عادل ودیندار مرد یاعورت کی طرف سے اسی تاریخ یا اسی خطہ سے (جس کے متعلق ماہرین فلکیات کا قول عدم امکان رؤیت کا تھا) رؤیت کی خبر پہنچے تو اس کی یہ خبر لائق التفات ہوگی، ''وقیل:بلا دعوی وبلا لفظ أشہد وبلا حکم ومجلس قضاء لأنہ خبر لا شہادۃ للصوم مع علۃ غیم خبر عدل أو مستور علی ما صححہ البزازی علی خلاف ظاہر الروایۃ'' (الدر۳،۳۵۲)۔

(۲) اور اگر موقع درایں شکل ہلال عیدین یا رمضان کے علاوہ کسی اور مہینہ کا ہو تو رؤیت کے ثبوت میں محض ایک مرد یا عورت کی خبر وشہادت غیر مقبول ہوگی خواہ وہ عادل ودیندار ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ ضابطہ کے مطابق بصورت مطلع ناصاف ہونے کے ہلال عیدین وغیرہ کی رؤیت میں کم از کم نصاب شہادت ضروری ہے اور وہ یہاں مفقود ہے (الہدایہ۱،۲۱۵۔۲۱۶ یاسر ندیم دیوبند، رد المحتار۳،۳۵۳۔۳۶۱)۔

(۳) اور اگر مطلع صاف ہو خواہ ہلال عیدین کا موقع ہو یا رمضان کا بہردوصورت اگر رؤیت کے ثبوت کی خبر ایک مرد یا عورت کی طرف سے آئے تو اس کی یہ خبر بالکل غیر معتبر ہے۔

''وإذا لم یکن بالسماء علۃ لم تقبل إلا لشہادۃ جماعۃیقع العلم یخبرہم'' (الہدایہ۱،۲۱۶)۔

''وإذا لم تکن بالسماء علۃ لم تقبل الشہادۃ حتی یراہ جمع کثیر یقع العلم یخبرہم، لأن التفرد بالرؤیۃ فی مثل ہذہ الحالۃ یوہم الغلط، فیجب التوقف فیہ'' (المصدر السابق۱،۲۱۵)، اب خواہ اس سلسلہ میں ماہرین فلکیات کے قول کی مطابقت ہو یا نہ ہو۔

نوٹ: مذکورہ بالا تفصیلات واشکال کے اندر ایک کی خبر کو غیر معتبر قرار دیا گیا وہ اس لئے نہیں کہ ماہرین فلکیات کے آراء واقول کے خلاف اس کی خبر جارہی تھی، بلکہ اس لئے کیونکہ وہ خبر رؤیت ہلال شرعی کے اصول وضوابط کے تحت نہیں آرہی ہے، اسی وجہ سے علامہ شامی نے امام سبکی شافعی کے اس قول '' کہ ماہرین فلکیات کی رائے کے خلاف اگر رؤیت ہلال کی تحقیقی خبر اس تاریخ یا اس خطہ سے آئے تو ان کی رائے کو مقدم کیا جائے گا، اور اس خبر پر عمل نہیں کیا جائے گا ''، کو متعدد فقہاء کے قول سے رد کیا ہے، ملاحظہ ہو: ''وما قالہ السبکی مردود، ردہ علیہ جماعۃ من المتأخرین،

ثم نقل عن مجد الأئمۃ الترجمانی أنہ اتفق أصحاب أبی حنیفۃ إلا النادر، والشافعی أنہ لا اعتماد علی قولہم'' (شامی۳،۳۵۵، مطلب: ماقالہ السبکی مردود)۔

یہاں حضرت مفتی شفیع عثمانیؒ کا تبصرہ نقل کرنا بہت موزوں رہے گا، لکھتےہیں: ''اور کسی چیز کا قابل رؤیت ہونا یا دیکھا جانا یہ مسئلہ نہ سائنس کا ہے، نہ محکمہ موسمیات وفلکیات سے اس کا کوئی علاقہ ہے، یہ عام واقعاتی معاملہ ہے، اگر کوئی شخص ایک متعین وقت اور معین جگہ میں کسی واقعہ کے دیکھنے کا مدعی ہے اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس وقت وہاں موجود تھے، ہم نے یہ واقعہ نہیں دیکھا، تو اس کا فیصلہ نہ محکمہ موسمیات کے پاس جانے کی چیز ہے نہ محکمہ فلکیات وریاضیات سے اس کا کوئی تعلق ہے (حاشیہ درس ترمذی ۵۲۳،۲ نعیمیہ)۔

مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات مکمل طریقے پر ثابت ہوگئی کہ کسی خطہ یا تاریخ میں فلکیاتی حساب سے گو کہ امکان رؤیت نہ ہو، چونکہ اس حساب کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ وہ مدار حکم ہے، اس لئے اگر اس تاریخ یا اس خطہ میں رؤیت پر شرعی شہادت مل جائے تو اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا، فلکیاتی یا سائنسی حساب سے معلوم کردہ قول غیر معتبر ہوگا۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ ایک سوال کے جواب پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: ''جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس ماہ مبارک (رمضان) کا چاند دیکھ کر ہی روزے رکھنے شروع کئے جائیں، پھر اگلا چاند یکھ کر رکھنا موقوف کیا جائے، ظن وتخمین یا محکمہ موسمیات کی تحقیقات وغیرہ پر مدار نہ رکھا جائے، جیسا کہ اس سے اگلی آیت کریمہ اس کی صاف وضاحت کرتی ہے، ارشاد ہے: ''یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ہداکم'' (سورہ بقرہ: ۱۸۵)، لہذا اگر رؤیت ہلال کے طریقے کو چھوڑ کر کوئی اور طریقہ ثبوت رؤیت کا اختیار کیا جائے گا تو اس نص کے صریح خلاف ہوجائے گا، جو کسی طرح جائز نہ ہوگا '' (منتخبات نظام الفتاوی ۴۵۵،۱، ایفا پبلیکشنز دہلی)۔

''درمختار'' کی یہ عبارت بھی اس باب میں اہل حساب کے قول کو قبول نہ کرنے کے سلسلہ میں بہت واضح ہے: ''ولا عبرۃ بقول الموقتین ولو عدولاً علی المذہب'' (الدر)۔

''وفی الرد: قولہ ولا عبرۃ الخ أی فی وجوب الصوم علی الناس، بل فی المعراج لایعتبر قولہم بالإجماع'' (۳۵۴،۳)۔

(د) مطلع صاف نہ ہونے کا مطلب:

جواب: مطالع مطلع کی جمع ہے، جس کا معنی ہے طلوع ہونے کی جگہ، مطلع صاف نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انتیسویں تاریخ کو غروب شمس کے وقت مغرب میں چاند نمودار ہونے کی جگہ مشتبہ ہوجائے، اور چاند مستور ہوجائے، عام رؤیت نہ ہوسکے،

خواہ چاند نمودار ہونے کی جگہ کے علاوہ پورا آسمان صاف ہو، اس پر ابر کا اثر ہ ہو، تو بھی اسے مطلع صاف نہ ہونا ہی تسلیم کیا جائے گا (امداد الفتاوی۱۰۲،۲ زکریا دیوبند)۔

مطلع متاثر ہونے کے اسباب:

علماء کرام اور فقہاء عظام نے مطلع کے متاثر ہونے کی متعدد وجوہات واسباب نقل کئے ہیں: مثلاً:

(۱) شیخ الحدیث حضرت مفتی سعید احمد صاحب زید مجدہ پالنپوری ''تحفۃ الالمعی'' میں لکھتے ہیں:''کہ اگر مطلع صاف نہ ہو (۱) بادل، (۲) گرد وغبار، (۳) یا تیز سرخی ہو'' یعنی تین چیزوں کو بظاہر مطلع صا ف نہ ہونے کا سبب قرار دیا ہے۔

(۲) ''اوجز المسالک'' کے اندر حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ رقمطراز ہیں کہ شعبان کی تیسویں رات کو چاند کے طلوع کی جگہ میں بادل، یا گرد وغبار ہو یا دھواں وغیرہ ہو: ''بأن کان فی المطلع لیلۃ الثلاثین من شعبان غیم أو قتر أی غبرۃ، وکذا دخان'' (۲۰،۵)، اس میں ایک اور سبب ''دھواں'' کا اضافہ ہے، تو کل چار اسباب ہوئے (ہکذا فی حاشیۃ درس الترمذی۵۲۷،۲ نعیمیہ دیوبند)۔

(۳) درس ترمذی کے حاشیہ میں حضرت مفتی شفیع عثمانی صاحبؒ کا ایک قول منقول ہے وہیں بات بہت جامع ہے لکھتے ہیں:''اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ چاند مستور ہونے کے مختلف اسباب ہوسکتے ہیں، ان میں کوئی بھی سبب پیش آئے، بہرحال نگاہوں سے مستور ہوگیا، اور دیکھا نہ جاسکا تو حکم شرعی یہ ہے کہ روزہ عید وغیرہ میں اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا (۵۲۱،۲)۔

(۴) اسی طرح کی بات حضرت مولانا عبد الحی لکھنویؒ نے بھی نقل کیا ہے: ''قولہ مع غیم بالفتح أی سحاب، وکذا دخان أو غبار ونحوہ، ما یمنع تمام الأبصار'' (غایۃ العنایہ علی عمدۃ الرعایہ،۱۱۶ بیروت)۔

خلاصہ کلام: مذکورہ بالا عبارات وقوال فقہاء کی روشنی میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ مطلع صاف نہ ہونے کے متعدد اسباب ہوسکتےہیں مثلاً بادل چھاجائے، گرد وغبار پھیل جائے، یا دھواں کی آمیزش ہوجائے، یا تیز سرخی باقی ہو، صرف ابر کی وجہ سے مطلع متاثر نہیں ہوتا بلکہ اس کے علاوہ اور بھی اسباب ہوسکتے ہیں، جیسا کہ ابھی راقم نے کچھ کا ذکر کیا، ان کے علاوہ اور بھی اسباب ہوسکتےہیں بوقت رؤیت جن کا ادراک کیا جاسکتا ہے۔

(ھ) اس سوال کے جواب سے قبل عبارات فقہ نقل کرنا زیادہ مناسب لگتا ہے، اس لئے پہلے عبارات فقہ ملاحظہ ہوں پھر اس پر اصل جواب: ''ولوصاموا بقول عدل حیث یجوز، وغمّ ہلال الفطر لا یحل علی المذہب، خلافاً لمحمدؒ، کذا ذکرہ المصنف لکن نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ أنہ إن غم ہلال الفطر حل اتفاقا، وفی الزیلعی: الأشبہ إن غم حل وإلا لا'' (الدر۳۶۰،۳-۳۶۱)۔

مذکورہ بالا عبارت کے اندر علامہ شامیؒ نے اس باب (یعنی اگر انتیسویں شعبان کو بوجہ مطلع صاف نہ ہونے کے ایک شخص کی شہادت پر بحکم قاضی لوگوں نے اگلے دن روزہ رکھا ہو، پھر تیس روزہ مکمل ہونے کےبعد مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہ آیا ہو) میں ہمارے ائمہ ثلاثہ کے درمیان اختلاف نقل کیا ہے، کہ اس مسئلہ کے اندر حضرات شیخینؒ کے نزدیک اس شخص واحد (جس کے قول پر انتیسویں شعبان کو چاند دیکھنا تسلیم کیا گیا تھا) کو کاذب قرار دیتے ہوئے اگلے دن مزید ایک اور روزہ رکھنے کا حکم دیا جائے گا، اور افطار کی اجازت نہ ہوگی۔

(۲) جبکہ دوسری طرف حضرت امام محمدؒ کی رائےیہ ہے کہ اس باب میں اگلے دن روزہ رکھنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، بلکہ افطار کا حکم دیا جائے گا۔

اس اختلاف کو نقل کرنے کے بعد علامہ شامی نے حضرت امام محمدؒ کے مذہب کی تقویت کے لئے ''غایۃ البیان'' وغیرہ کے حوالہ سے کوئی نظائر اور اصول کو بھی ذکر کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شامی کا رجحان حضرت امام محمدؒ کے قول کی ترجیح کی جانب ہے، اسی وجہ سے بحث کے اخیر میں شمس الائمہ حلوانیؒ کے حوالہ سے اس مسئلہ کو نظر ''قابلہ'' قرار دیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''نسب کے باب میں دایا (قابلہ) کا قول معتبر مانا گیا ہے، اور بعد ثبوت نسب، استحقاق میراث میں اسی شہادت کا اعتبار کرتے ہوئے اس بچہ کے لئے حق میراث کو ثابت کیا گیا، حالانکہ اگر دیکھا جائے تو ابتداء حق میراث کا ثبوت فرد واحد کی شہادت سے ہونہیں سکتا، کیونکہ اس میں دوسرے پر الزام ہے اور باب الزام میں نصاب شہادت ضروری ہے، اور صرف دایا (قابلہ) کی شہادت میں نصاب شہادت کی تکمیل نہیں ہے، اس کے باوجود باب نسب میں تنہا دایا کی شہادت قبول کرنے کی بنا پر حق میراث کو ثابت کیا جاتا ہے، لہذا معلوم ہوا کہ بعض دفعہ ایک چیز ابتداء تو ثابت نہیں ہوتی لیکن تبعاً وانتہاءً ثابت ہوجاتی ہے، جیسا کہ فقہ کا مشہور ضابطہ ہے: ''الأصل: أنہ قد یثبت الشئی تبعاً وحکماً، وإن کان قد یبطل قصداً'' (قواعد الفقہ، قاعدہ نمبر: ۲۰)۔

ایسے ہی مسئلہ مبحوث عنہا کے اندر عید الفطر کے موقع پر بوجہ مطلع صاف ہونے کے ابتداء تو فرد واحد کی شہادت سے حل افطار کا حکم نہیں دیا جائے گا، لیکن تبعاً وانتہاءً اس پر عمل کی گنجائش ہے، نیز جب قاضی، یا مقامی قابل اعتماد عالم یا مفتی یا رؤیت ہلال شرعی کمیٹی نے انتیسویں شعبان کو مطلع ناصاف ہونے کے وقت فرد واحد کی رؤیت کو تسلیم کرکے اگلے دن صیام رمضان کا حکم دیدیا تو رؤیت ہلال رمضان کا ثبوت فرد واحد کی خبر سے نہیں، بلکہ قضاء قاضی وغیرہ سے ہوا، لہذا تیس روزہ مکمل کرنے کے بعد مطلع صاف ہونے کے باوجود عدم رؤیت کی شکل میں بھی حل افطار کا ثبوت قضاء قاضی، یا رؤیت ہلال کمیٹی وغیرہ سے یہی مانا جائے گا، شخص واحد کی رؤیت

سابقہ پر اس کی بناء نہیں رکھی جائے گی۔

نیز فقہاء ومحدثین کرام نے صراحت کی ہے کہ قمری مہینہ انتیس یا تیس کا ہوتا ہے اس سے زیادہ کا نہیں، اور تیس روزہ مکمل کرنے کے بعد بھی مزید ایک روزہ رکھنے کا حکم دینے میں حدیث اور محدثین وفقہاء کرام کی مخالفت بھی ہے۔

''حدثنا محمد بن زیاد قال: سمعت أبا ہریرۃ رضی اللہ عنہ یقول:قال النبیﷺ: ''صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ، فإن أغمی علیکم فأکملوا عدۃ شعبان ثلاثین'' (عمدۃ القاری۸؍۴۱)۔ اس میں محل استشہاد لفظ ''أکملوا'' ہے، ''وحاصلہ أن الاعتبار بالہلال فقد یکون تاماً ثلاثین، وقد یکون ناقصاً تسعاً وعشرین'' (عمدۃ القاری۸؍۴۱)۔

اس سلسلہ میں حضرت تھانویؒ کی رائے بہت ہی معتدل اور قاطع منازعات، بلکہ دونوں قولوں کے درمیان تطبیق بھی، اس لئےاسے یہاں سپرد قرطاس کیا جاتا ہے۔

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:''الجواب:فی الدر المختار:ولو صاموا بقول عدل ..... و لا یثبت قصداً''۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ صورت مختلف فیہ ہے، مگر علامہ شامی کا رجحان امام محمدؒ کے قول کی تصحیح وترجیح کی طرف ہے کہ باوجود مطلع صاف ہونے کے بھی عید کرلینگے، لیکن جہاں تشویش عوام کا اندیشہ ہو شیخین کے قول پر فتوی دینا مناسب ہے، بلکہ اس گواہ کو تنبیہ بھی کرنا چاہئے، ''قال فی الدر: ویعزر ذلک الشاہد أی لظہور کذبہ'' (امداد الفتاوی۲؍۱۰۶، ادارۃتالیفات اولیاء دیوبند)۔

حضرت گنگوہیؒ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: جواب: ایسی حالت میں بعدتیس کے غبار ابراگر ہو تو افطار بالاتفاق درست ہے، اور مطلع صاف اگر ہو تو شیخین کے قول پر عمل کرے، اگر کسی نے امام محمدؒ کے مذہب پر عمل کیا تو وہ ملام نہیں ہوسکتا کہ وہ بھی مذہب حنفیہ کا ہے (تالیفات رشیدیہ؍۳۷۰ مکتبہ الحق ممبئی)۔

خلاصہ: اگر کوئی قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی یا مقامی قابل اعتماد عالم یا مفتی اپنے علاقہ میں حضرت امام محمدؒ کے قول پر عمل کرتے ہوئے حل افطار کا حکم دے تو اس کی گنجائش ہے، جیسا کہ حضرت گنگوہیؒ وحضرت تھانویؒ نے صراحت کی ہے۔

باقی اگر حل افطار کا حکم دینے میں عوام الناس کے مابین انتشار وخلفشار کا اندیشہ ہو تو پھر حضرات شیخین کے قول کے مطابق عمل کیا جائے تاکہ رفع فتنہ ہوسکے۔

(۳) (الف): مطلع صاف ہونے کے وقت ہلال رمضان وعیدین کی رؤیت کے معتبر ہونے کے سلسلہ میں احناف کا ظاہر الروایہ یہ ہے کہ ا س باب میں اتنی بڑی جماعت کی رؤیت ہی معتبر وقابل عمل ہوگی جس کے متعلق یہ گمان نہ کیا جاسکے کہ اس جماعت نے کوئی سازش کی ہے یا اس کی کثرت کے سبب عقلاً یہ باور نہ کیا جاسکے کہ پوری کی پوری جماعت جھوٹ بول رہی ہے، ایک دو شخص کی گواہی قابل التفات نہیں ہوگی۔

''فإن کانت السماء مصحیۃ، ورأی الناس الہلال صاموا، وإن شہد واحد برؤیۃ الہلال

تقبل شہادتہ ما لم تشہد جماعۃ یقع العلم للقاضی بشہادتہم فی ظاہر الروایۃ'' (بدائع الصنائع ۲۲۰،۲ زکریا)۔

چنانچہ اگر اتنی بڑی جماعت رؤیت ہلال کی گواہی دے بایں طور کہ مختلف لوگ یہ بیان کریں کہ ہم نے خود اپنی نگاہوں سے چاند دیکھا ہے یا یہ کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی یا مقامی معتمد عالم یا مفتی نے چاند دیکھنے کی شہادت قبول کرکے چاند ہوجانے کا فیصلہ کیا ہے، تو اس طرح کی شہادت کو قبول کرکے اگلے دن صیام رمضان یا حل افطار کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے، اور درایں شکل ثبوت رؤیت ہلال کےل ئے نہ باقاعدہ گواہوں کی شہادت کی ضرورت ہے اور نہ ہی عدالت کی (بس شرط یہ ہے کہ اس طرح ثبوت روایت کی اطلاع افواہ پر مبنی نہ ہو، جیسا کہ آئے دن اسی کا مشاہدہ ہوتا ہے اگر ایسا ہوگا تو وہ قطعاً لائق مسموع نہ ہوگا)۔

علامہ شامی لکھتے ہیں: ''قولہ: قبل بلا علۃ، أی إن شرط للقبول عند عدم علۃ فی السماء لہلال الصوم أو الفطر أو غیرہما، کما فی الامداد، فلا یقبل خبر الواحد، قال: ولا یشترط فیہم ..... ولا العدالۃ کما فی امداد الفتاح '' (۳۵۵،۳-۳۵۶)۔

درس ترمذی کے حاشیہ میں ایک جگہ مذکور ہے: ''ایسی صورت میں (یعنی جانور کی خبر مشہور کی شکل میں) کسی چاند کےلئے باقاعدہ شہادت شرط نہیں رہی، خواہ رمضان کا چاند ہو یا عید وغیرہ کا (درس ترمذی۵۳۰،۲)، اسی طرح ایک اور جگہ مسطور ہے: ''کہ جب ایسا بیان دینے والوں کی تعداد اتنی کثیر ہوجائے کہ عقلاً ان کے جھوٹ پر ہونے کا کوئی احتمال نہ رہے تو ایسی خبر مستفیض پر روزہ اور عید دونوں میں عمل جائز ہے، اس میں نہ شہادت شرط ہے اور نہ شرائط شہادت ضروری ہے (درس ترمذی۵۳۰،۲)۔

اس باب کے اندر حضرت امام صاحبؒ سے ایک دوسری روایت بھی منقول ہے، وہ یہ ہے کہ مطلع صاف ہونے کی شکل میں اگر دو لوگ رؤیت ہلال رمضان یا عیدین کی شہادت اور وہ قابل اعتماد ہونتو ان کی شہادت معتبر ہوگی، اور اس کے مطابق افطار وصیام دونو نکا فیصلہ کیا جاسکتا ہے:

''وعن الإمام أنہ یکتفی بشاہدین، واختارہ فی البحر'' (الدر المختار۳۵۶،۳ زکریا)۔

صاحب بحر ونہر نے حضرت امام صاحب سے منقول اس دوسری روایت کو لائق فتوی قرار دیا ہے، کیونکہ موجودہ وقت میں انتیس تاریخ کو رؤیت ہلال کے سلسلہ میں لوگوں کے اندر بہت غفلت وکوتاہی پائی جاتی ہے، چنانچہ رؤیت کا لوگوں کے درمیان نہ کوئی نظام ہے اور نہ کسی طرح کا انتظام، اور نہ اس طرف کسی کا ذہن ودماغ مائل ہوتا ہے، اس لئے تغیر احوال ناس کی بنیاد پر اسے اختیار کرنا چاہئے، اگرچہ اکثر فقہاء نے اسے قبول نہیں کیا۔

لیکن علامہ شامی ''تغیر الاحکام بتغیر الزمان '' کے ضابطہ کے تحت ''صاحب بحر

ونہر '' کی رائے کی موافقت کرتے ہوئے موجودہ دور میں حضرت امام صاحبؒ کی اس دوسری روایت کی ترجیح کی طرف گئے ہیں لکھتے ہیں:

''قولہ: واختارہ فی البحر الخ، حیث قال: وینبغی العمل علی ہذہ الروایۃ فی زماننا، لأن الناس تکاسلت عن ترائی الأہلۃ'' (شامی۳،۳۵۶-۳۵۷ زکریا)۔

خلاصہ: مطلع صاف ہونے کے وقت متون کے اندر ظاہر الروایہ یہی ہے کہ ایک دو شخص کی رؤیت کا اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ ایک جم غفیر کی رؤیت ہی معتبر ہوگی، ''حاشیۃ الرملی '' وغیرہ میں اس کی وجہ یہ مذکور ہے کہ چونکہ فسق وفجور ، کذب بیانی اور افتراء پردازی کا شیوع اور فساق وفجار کا غلبہ ہے، اس لئے محض ایک دو یا مخصوص تعداد کی رؤیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، تاکہ مسلمانوں کی عظیم عبادات میں اشتباہ لازم نہ آئے، اسی وجہ سے جمع عظیم کی شہادت کی شرط لگائی گئی ہے:

''فإن لم یکن فی السماء علۃ لم تقبل الشہادۃ حتی یراہ جمع کثیر یقع العلم بخبرہم'' (المختصر القدوری،۵۱-۵۲ یاسر ندیم، ہکذا فی الموسوعۃ الفقہیہ المقارنۃ التجرید ،۱۴۶۷ مکتبہ محمودیہ افغانستان)۔

تجزیہ: دونوں فریق نے اپنی اپنی رائے کو جن دلائل سے مؤید کیا ہے وہ اپنی اپنی جگہ مسلم ہیں، جن کا اقرار ناگزیر ہے، اس لئے کسی ایک کو راجح اور دوسرے کو بالکل مجروح قرار دیتے ہوئے صرف نظر ممکن نہیں:

''الإمام إذا رأی ہلال شوال وحدہ لا ینبغی لہ أن یخرج ویأمر الناس بالخروج..... وکذا لو رأی ہلال رمضان لا یأمر الناس بالصوم ..... وفی الحجۃ قال صاحب الکتاب: إن التیقن بالہلال یخرج ویصلی صلاۃ العید، ویفطرون، لأنہ نائب الشرع وقد تیقن'' (الفتاوی التاتارخانیہ۲،۲۶۷)۔

اس لئے راقم کی نظر میں درایں مسئلہ دونوں قوموں کے درمیان تطبیق کی بہتر شکل یہ ہے کہ:

(۱) متون کے اندر جو ظاہر الروایہ ہے اسے عامۃ الناس اور ان خواص کے لئے مقدر کیا جائے جو اپنی صداقت ودیانت کے لحاظ سے معاشرہ وطبقہ علماء میں اتنے مشہور نہ ہوں، لہذا ان کے حق میں جب تک جم غفیر کی طرف سے رؤیت پر شہادت نہ آجائے ان کا قول غیر معتبر ہوگا۔

(۲) اور حضرت امام صاحب کی دوسری روایت پر اس وقت عمل کیا جائے جب چاند کی رؤیت کی اطلاع ان مخصوص اصحاب علم وفن کی جانب سے آئے جو واقعۃً اپنے علاقہ ومعاشرہ میں صداقت ودیانت کے لحاظ سے معروف ومشہور ہوں، جن سے کذب بیانی وافتراء پردازی کا ظہور بظاہر متصور نہ ہو، تاکہ ان کی خبر پر بسہولت اعتماد حاصل ہوجائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جو علماء یا صلحاء عند الجمیع مقبول ومتدین ہوں تو

اس طرح کے دو فرد کی خبر رؤیت سے بھی رؤیت ہلال کا غلبہ ظن حاصل ہوجائے گا، اور اس باب میں تو حنفیہ کا ظاہر مذہب یہی ہے کہ مخصوص تعداد کی روایت معتبر نہیں، بلکہ وہ امام، حاکم وغیرہ کی صواب دید پر موقوف ہے، جن کی خبر پر انہیں قلبی اطمینان حاصل ہوجائے، خواہ ان کی تعداد کتنی ہی ہو اس پر رؤیت کا فیصلہ کرسکتے ہیں، چنانچہ ''فتاوی محمودیہ '' کے اندر ایک سوال کے جواب میں مذکور ہے:

(الف) مذہب یہ ہے کہ اس میں کوئی عدد متعین نہیں، بلکہ رائے امام پر محول ہے: ''وہو مفوض إلی رأی الإمام من غیر تقدیر بعدد علی المذہب'' (١١٩،٣ زکریا، مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: البحر٢،٤٦٩، بدائع٢،٢٢٠، الفتاوی التاتارخانیہ٢،٢٦٠)۔

عدل کا معیار:

صاحب فتاوی عتابیہ، تاتارخانیہ، خلاصہ، الحجہ، امام خواہر زادہ، ہدایہ، شمس الائمہ الحلوانی، امام طحاوی، امام بشر، حاکم شہید اور علامہ شامی وغیرہ نے صراحت کی ہے کہ رویت ہلال کے معتبر ہونے کے لئے دیکھنے والے کا عادل (یا مستور الحال) ہونا ضروری ہے، اور عدل کا وہی معیار اب بھی باقی رہے گا جو قدیم فقہاء سے منقول ہے، یعنی رائی کبائر سے اجتناب کرتا ہو اور صغائر پر اصرار نہ کرتا ہو۔

''وأما إذا کان مستور الحال فالظاہر أنہ لا تقبل شہادتہ، وروی الحسن عن أبی حنیفۃ أنہ تقبل شہادتہ، وہو الصحیح'' (المحیط البرہانی٣،٣٣٨ ، ہکذا فی التاتارخانیہ٢،٢٦٥)۔

نوٹ: مستور الحال کی شہادت صرف ہلال رمضان (مطلع صاف نہ ہونے کے وقت) میں معتبر ہے، ہلال عیدین وغیرہ کے اندر مطلع ناصاف کے وقت مستور الحال کی شہادت قابل قبول نہیں ہوگی، بلکہ عادل ہونا ضروری ہے: ''ویشترط للفطر مع العلۃ، والعدالۃ نصاب الشہادۃ'' (الدر٣،٣٥٣)۔

اکابر ارباب افتاء کی آراء:

ایک رائے:

(١) رؤیت ہلال کے سلسلہ میں ایک سوال کے جواب میں حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:

''..... اور یہ بھی ان روایات سے ثابت ہوا کہ عدالت ہر حال میں شرط ہے'' (امداد الفتاوی٢،١١١، ادارہ تالیفات)۔

(٢) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں مفتی اعظم حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

''.....عدالت گواہان کی ثبوت رؤیت ہلال کے لئے ضروری ہے، غیر معتبر اور غیر عادل عادل گواہوں کی گواہی سے عید الاضحی ثابت نہیں ہوتی (فتاوی دار العلوم ٦،٣٨٧)۔

نیز ایک اور سوال ''اختلاف عصر سے عدالت کی تفسیر میں فرق آسکتا ہے یا نہیں؟

کے جواب میں رقمطراز ہیں: ''عدل کی وہی تفسیر اب بھی ہے جو فقہاء نے لکھی ہے، وہی معتبر ہے، اختلاف عصر سے عدالت کی تعریف میں کوئی فرق نہیں پڑے گا، جس جگہ عدالت فقہاء نے شرط کی ہے وہاں ایسی ہی عدالت کی ضرورت ہے، اور جہاں مستور کی گواہی بھی کافی ہے جیسے روزہ رکھنے میں، اور اثبات رمضانیت میں وہاں ثبوت عدالت کی ضرورت نہیں، مگر فسق بھی ظاہر نہ ہو ''کما فی الشامی، لأن المراد بالعدل من تثبت عدالتہ، ولا ثبوت فی المستور، أما مع تبین الفسق فلا قائل بہ عندنا'' (المصدر السابق۶،۳۵۰)۔

(۳) فتاوی محمودیہ کے اندر ایک سوال موجودہ زمانہ میں عادل وثقہ لوگ بآسانی مل سکتے ہیں یا نہیں؟ کے جواب میں لکھتے ہیں: غیر عادل اگر مستور الحال ہو تو اس کی گواہی (موقع خبر واحد)قبول ومعتبر ہے، اگر ظاہر الفسق ہو تو معتبر نہیں، رمضان وعیدین سب کا یہی حکم ہے۔ (شامی کی عبارت: ''وقول الطحاوی أو غیر عدل معمول الخ'' سے استدلال کرتے ہوئے) (۳،۱۱۷-۱۱۹)۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: ''بس اتنا اختیار ہے کہ زیادہ کنج وکاؤ نہ کرے، بلکہ ظاہر عدالت یا ستر حال پر اکتفا کرے، فاسق کو عادل قرار دینا درست نہیں، لیکن اگر قرائن سے صدق معلوم ہو تو اس کی شہادت مقبول ہوسکتی ہو (المصدر السابق ۳،۱۱۹)۔

درس ترمذی کے حاشیہ میں مذکور ہے: ''بشرطیکہ شاہد کے اوصاف ان میں موجود ہوں (۲،۵۲۵) یعنی گواہ کا مسلمان ہونا، شاہد کا عادل ہونا، یہ شہادت کی سب سے اہم شرط ہے، جو ہر قسم کی شہادت میں ضروری سمجھی جاتی ہے (۲،۵۲۵ زکریا)، نیز ۳،۱۵۲ کے اندر حضرت مفتی محمود صاحب ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: دوسرا نوجوان اولاً داڑھی منڈانے کی وجہ سے عادل نہیں، مستور الحال نہیں، مقبول الشہادۃ نہیں، ''صاحب بحر '' لکھتے ہیں: ''أما مع تبیین الفسق فلا قابل بہ عندنا'' (۲،۴۶۵ زکریا)۔

دوسری رائے:

مذکورہ بالا اکابر کے نظریات کے خلاف تغیر زمانہ کی بنا پر حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ اور مفتی شفیع عثمانی صاحبؒ نے تخفیف برتی ہے اور وہی زیادہ موزوں لگتا ہے، جس کا یہاں خلاصہ نقل کرنے کے بعد ان کی تحریرات بعینہ نقل کردینا مناسب رہے گا۔

خلاصہ: موجودہ دور میں اتنا کافی ہے کہ چاند دیکھنے والا معاشرہ میں جھوٹا نہ سمجھا جاتا ہو، اور صوم وصلاۃ کا پابند ہو یا بالخصوص اس معاملہ کے اندر جھوٹ کو اپنی تحقیر وتوہین سمجھتا ہو، چنانچہ حضرت امام ابویوسفؒ سے یہ مروی ہے کہ اگر فاسق ذی وجاہت اور بامروت ہو تو اس کی شہادت بھی مقبول ہوگی، ''وعن أبی یوسفؒ إن کان الفاسق وجیہاً ذا مروۃ جازت شہادتہ، لأن مثلہ لا یکذب'' (فتاوی قاضی خان)۔

نیز: ''یاأیہا الذین آمنوا إن جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا، الخ'' (سورۃ الحجرات: ۶)۔

اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی خبر فاسق کی جانب سے آئے تو اسے بلا کم وکاست وبلا چوں وچرا قبول نہ کرو، بلکہ اس کی تحقیق کرو، اگر صدق کا ظن غالب ہوجائے تو فاسق کی خبر بھی مقبول ہوگی، ''وإلا لا '' یہ مطلب قطعاً نہیں کہ فاسق کی خبر بالکلیہ مردود ہے، چنانچہ قاضی خان نے اپنی عبارت کے اندر اسی کی وضاحت کی ہے، لکھتے ہیں:

''إن کان صلاحہ أکثر من فسادہ وصوابہ أغلب من الخطأ ویکون تسلیم القلب یکون عدلاً، تقبل شہادتہ'' (فتاوی قاضی خان)۔

''ثم الواحد إذا رأی ہلال رمضان وحدہ ہل یلزمہ أن یشہد عند الحاکم؟..... إذا کان الرائی فاسقاً تکون فیہ شبہۃ، قال الطحاوی:إن علم أن القاضی یمیل إلی قولہ ویقبل شہادتہ یلزمہ أن یشہد'' (الفتا وی التاتارخانیہ۲٫۲۶۶)۔

لہذا ایسے افراد جو شکل وصورت اور وضع وقطع کے اعتبار سے موافق شرع نہ ہوں، لیکن وہ سنجیدہ اور باوقار ہوں، جھوٹے بولنے کو خود اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہوں، ان کی اصلاح اور اچھائیاں اس کی خطا وبرائیوں پر غالب ہوں، اور معاشرہ میں سلیم القلب، اور عادل شمار ہوتے ہوں تو ایسے لوگوں کی شہادت بھی مقبول ہوگی، مکمل باشرع ہونا ضروری نہیں ہے، کیونکہ بسااوقات لوگ بظاہر بہت پابند شرع ہوتے ہیں صلاۃ وسلام کا خیال رکھتے ہیں، لیکن کذب بیانی میں بالکل پیچھے نہیں ہٹتے، لہذا ایسے افراد سے تو خصوصاً اس باب میں وہ لوگ بہتر ہیں جو اگرچہ حلیہ کے لحاظ سے شریعت کے پابند نہ ہوں لیکن جھوٹ بولنے کو اپنی ہتک عزت سمجھتے ہوں، چنانچہ حضرت مفتی نظام الدین صاحب لکھتے ہیں:''بخلاف اس کے جو داڑھی بھی رکھتا ہو، حج بھی کرچکا ہو، نماز بھی پڑھتا ہو مگر برملا شراب سازی کا کاروبار بھی کرتا ہو، یا طوائف کے ساتھ خلوت وجلوت، ربط وضابط رکھتا ہو، یہ لوگ اپنی ظاہری شکل وصورت اگرچہ صحیح رکھتے ہوں، مگر اپنے اس شنیع فعل اور دنی وذلیل حرکات کی وجہ سے عوام کے نزدیک بھی باوقار وذی وجاہت ومعتبر شمار نہ ہونگے اور ایسے لوگوں کی شہادت قبول نہ کی جائے گی، اسی طرح وہ شخص جو برملا سٹہ بازی کرتا اور جوا کھیلتا ہو، اور عام طور پر متہم بالکذب والدیانۃ ہو، اس کی شہادت بھی باوجود ظاہری شکل وصورت وضع قطع خلاف شرع نہ ہونے کے قبول نہ کی جائے گی، بخلاف اس شرابی یا زانی یا چور یا سود خور کے جو یہ حرکتیں مخفی طور پر کرتا ہے اور مخفی رکھتا ہے، عند اللہ اگرچہ وہ بھی فاسق وفاجر اور عامی ہے، اور تائب ہونا قبول یا مردود الشہادت ہوناضروری نہ ہوگا، اس لئے کہ شریعت مطہرہ نے ''ولقد کرمنا بنی آدم ، الخ'' (سورہ بنی اسرائیل: ۷۰) کے تحت اور عرض مومن کے تحفظ کی خاطر بلاوجہ تجسس سے روکا ہے، جبکہ فقہاء کرام نے فرمایا ہے:''إن الشاہد إذا کان فاسقاً سراً لا ینبغی أن یخبر بفسقہ (إلی قولہ) والمعدل إذا قال

للشاہد: ہومتہم بالفسق لا تبطل عدالتہ''۔

اخیر میں لکھتے ہیں: خلاصہ بحث یہ ہے کہ فاسق خواہ چوری،شراب نوشی، زنا وغیرہ کے فسق میں مبتلا ہو تو داڑھی منڈانے کے فسق میں گرفتار ہو، لیکن ہر دور میں ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو ان سارے وجوہ کے باوجود ذی وجاہت بامروت ہوتے ہیں، اور اپنی حیثیت عرفی کو قائم رکھنے کے لئے جھوٹ کو اپنی شان سے گرا ہوا دیکھ کر کبھی اس کا ارتکاب نہیں کرتے، اس لئے ایسے افراد کے لئے شریعت مطہرہ نے علی الاطلاق شہادت رد کردینے کے بجائے تبیین وتحقیق کے بعد ان کی خبر یا شہادت قابل قبول ہو تو قبول کرلی جائے ورنہ رد کردی جائے (منتخبات نظام الفتاوی۱؍۴۸۰۔۴۸۶ ، ایفا پبلیکشنز)۔

''وأشہدوا ذوی عدل منکم الخ'' (سورہ طلاق: ۲)، اس آیت کے ذیل میں حضرت مفتی شفیع صاحب ''تنبیہ ضروری'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں: ''مگر باتفاق فقہاء اس کا مطلب یہ ہے کہ فاسق کی شہادت کو قبول کرنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا قاضی کے ذمہ واجب نہیں، لیکن اگر قاضی کو قرائن کے ذریعہ معلوم ہوجائے کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا، اس بنا پر وہ فاسق کی شہادت پر کوئی فیصلہ کردے تو یہ فیصلہ صحیح اور نافذ ہے (ہدایہ، شرح وقایہ، درمختار، شامی، عالمگیری وغیرہ)۔

اور جب سے دنیا میں فسق کی کثرت ہوئی اور عام معاملات کی شہادت میں ایسے لوگ آنے لگے جو شرعی اصطلاح میں فاسق ہیں، تو لوگوں کے حقوق کی حفاظت اور مقدمات کےفیصلہ کے لئے حضرات فقہاء نے یہ صورت اختیار کی ہے کہ جس فاسق کے معاملہ میں قرائن اور حالات سے اطمینان ہوجائے یہ جھوٹ نہیں بولتا تو اس کی شہادت قبول کرکے اس پر مقدمات کے فیصلہ کریں، فقہ کی مستند اور مشہور کتاب ''معین الحکام'' میں اس بحث کو ایک مستقل باب میں واضح طور پر بیان کیا، اور اس کی بنیادی وجہ یہ قرار دی، حق تعالی نے فاسق کی شہادت کو رد کرنے کا حکم نہیں فرمایا، بلکہ یہ فرمایا کہ اس کی تحقیق کرلو '' إذا جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا'' (سورہ حجرات: ۶)، جس کا مطلب یہی ہے کہ تحقیق سے اس کا سچا ہونا ثابت ہوجائے تو قبول کرلو ورنہ رد کردو، تو جب حالات کا جائزہ لے کر قاضی کو اس کےسچا ہونے کا گمان غالب ہوجائے تو اس کی شہادت قبول کرسکتا ہے، اور اس زمانہ میں جب کہ فسق کی بہت سی صورتیں مثلاً داڑھی منڈانا وغیرہ ایسی عام ہوگئی کہ ان کی وجہ سے مطلقاً شہادت کو رد کردیا جائے تو بہت سے معاملات کا ثبوت کسی طرح بہم نہ پہنچے گا، فقہاء کے اس مسلک کے سوا کوئی چارہ نہیں، اس لئے ''معین الحکام'' میں یہ تحقیق نقل کرنے کے بعد لکھا گیا ہے:''ہذا ہو الصواب الذی علیہ العمل'' (جواہر الفقہ۳؍۴۷۲۔۴۷۳، معین الحکام؍۱۴۵)۔

(ب): اس سوال کے جواب سے قبل بطور تمہید چند باتیں ملاحظہ ہوں:

(۱) مطلع صاف ہونے کے وقت مواقع ہلال رمضان کی رؤیت کا ہو یا ہلال عیدین

وغیرہ کی رؤیت کا بہرصورت باعتبار ظاہر الروایہ جم غفیر یعنی اتنی بڑی جماعت کی رؤیت ہی موثر ہوگی عقل جس کے جھوٹ پر اتفاق کرلینے کو تسلیم نہ کرے، یعنی اس جماعت کی خبر سے غلبہ ظن حاصل ہوجائے۔

اگر ایسی رؤیت ہوجائے تو ضابطۂ شرعیہ کے مطابق اس میں نہ قانونی شہادت کی ضرورت ہے اور نہ ہی ہلال کمیٹی وغیرہ کے پاس جاکر شہادت دینے کی، حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوریؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ''رؤیت عامہ (یعنی عام لوگوں کا یا جم غفیر کا چاند دیکھنا) یہ رمضان وعید الفطر کے چاند کے ثبوت کا قطعی فیصلہ ہے، اس کےلئے قانونی شہادت کی ضرورت نہیں'' (فتاوی رحیمیہ ۷؍۲۱۵-۲۱۶، دار الاشاعت کراچی)۔

(۲) مطلع صاف نہ ہونے کے وقت (رؤیت عامہ نہ ہوسکے) اگر موقع ہلال رمضان کا ہو تو چونکہ ہلال رمضان کی خبر کا تعلق دیانات سے ہے، اور ''باب دیانت'' میں ایک عادل یا مستور الحال شخص (مرد ہو یا عورت) کی خبر مقبول ہوتی، لہذا یہاں پر بھی ایک دیندار یا مستور الحال شخص کی رؤیت کی خبر پر قاضی، رؤیت ہلال کمیٹی یا مقامی لائق اعتماد عالم یا مفتی چاند کی رؤیت کا فیصلہ کرسکتے ہیں اس میں قاضی وغیرہ کے پاس جاکر شرائط شہادت کو پورا کرنا ضروری نہیں ہے، چنانچہ ''ہدایہ'' میں مذکور ہے: ''وإذا كان بالسماء علة قبل الإمام شهادة الواحد العدل فی رؤية الهلال رجلاً كان أو امرأة حراً كان أو عبداً، لأنه أمر دينی، فأشبه رواية الإخبار، ولهذا لا يختص بلفظ الشهادة، وتشترط العدالة، لأن قول الفاسق فی الديانات غير مقبول'' (۱؍۲۱۵، یاسر ندیم اینڈ دیوبند)۔

''احسن الفتاوی'' میں مذکور ہے:ہلال رمضان بحالت، خبر واحد سے، خواہ وہ عادل ہو یا مستور الحال ہو ثابت ہوسکتا ہے، اس میں شہادت شرط نہیں ہے، البتہ ہلال عیدین میں شہادت بشرائطہا ہونا ضروری ہے، اور اشہد کے ذریعہ حاکم یا جماعت مجار کے سامنے باقاعدہ شہادت ادا کریں (۴؍۴۸۰ زکریا)۔

(۳) اور اگر ہلال عیدین کا مسئلہ ہو، تو چونکہ ان سے بندوں کے منافع متعلق ہیں، اس لئے یہ بندوں کے دیگر حقوق کی طرح ہوگئے جن میں شہادت شرعیہ ضروری ہے، لہذا مطلع صاف نہ ہونے کی شکل میں ہلال عیدین میں بھی نصاب شہادت یعنی دوعادل مرد یا ایک دیندار اور دوخاتون کی شہادت ضروری ہوگی، نیز یہ گواہ قاضی ، نائب قاضی، رؤیت ہلال کمیٹی یا مقامی معتمد عالم یا مفتی کے پاس جاکر لفظ ''اشہد'' یا اس کے قائم مقام الفاظ کے ذریعہ سے اپنی رؤیت کی گواہی دیں، بدون شہادت محض ان کی خبر رؤیت ہلال عیدین کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا، ''وإذا كان بالسماء علة لم تقبل فی هلال الفطر إلا شهادة رجلين أو رجل وامرأتين، لأنه تعلق به نفع العباد وهو الفطر فأشبه سائر الحقوق، والأضحى كالفطر فی هذا فی ظاهر الرواية وهو الأصح، لأنه تعلق به نفع العباد وهو التوسع بلحوم

الأضاحی'' (ہدایہ۱،۲۱۶)۔

فتاوی رحیمیہ میں مذکور ہے: البتہ ہلال عید کے لئے باقاعدہ شہادت کی ضرورت ہے یعنی دو مرد یا ایک مرد دوعورتیں (جو مسلمان اور بظاہر پابند شریعت ہوں) اور قاضی شرعی یا مفتی کے سامنے چاند دیکھنے کی شہادت دیں، اور قاضی ومفتی اس کی شہادت قبول کرلیں تو اس سے بھی چاند ثابت ہوجاتا ہے (۷،۲۱۵۔۲۱۶)۔

(۴) یہ بات بالکل عیاں ہے کہ ہر جگہ نہ قاضی ونائب قاضی ہیں خصوصاً ملک ہندوستان کے اندر اور نہ ہی ہرعلاقے میں دار القضاء یا رؤیت ہلال شرعی کمیٹی ہے، نیز بعضے بعضے علاقے تو ایسے ہیں جہاں رؤیت ہلال کمیٹی یا دار القضاء تو ہیں لیکن جہاں سے رؤیت کی خبر آئی ہے (مثلاً گاؤں، دیہات وغیرہ) وہاں سے دونوں کے درمیان لمبی مسافت پائی جاتی ہے، اور بسہولت اتنی لمبی مسافت پائی جاتی ہے، اور بسہولت اتنی لمبی مسافت طے کر پانا خصوصاً جب رؤیت کا ثبوت رات کا ایک پہر گزرنے کے بعد ملے، اس طرح کے موقع پر حضرات فقہاء کرام کی عبارات کی روشنی میں یہ حکم ملتا ہے کہ مطلع ناصاف ہونے کے وقت اگر کسی کو رؤیت ہلال ہوجائے تو وہ اپنے علاقہ کے کسی معتمد وثقہ عالم یا مفتی یا مسجد کے امام جو مرجع الفتاوی ہو، کے پاس جاکر اپنی آنکھوں سے چاند دیکھنا بیان کرے، چنانچہ اگر رائی رؤیت ہلال کی خبر کے شرائط پر اترتا ہو تو علاقہ کا عالم یا مفتی اس کی خبر یا ہلال عیدین کے موقع پر گواہوں کی شہادت پر رؤیت کا فیصلہ کرسکتا ہے (اگر اسے ان کے صدق کا غلبہ ظن ہوجائے)۔

اسی طرح اگر اس علاقہ میں جہاں چاند کی رؤیت ہوئی ہے کوئی عالم وغیرہ نہ ہوں، لیکن چاند دیکھنے والا یا دیکھنے والے معاشرہ میں اپنی وجاہت ودینداری کی وجہ سے قابل اعتماد وبھروسہ مند شمار کئے جاتے ہوں تو ان پر ضروری ہے کہ اپنے گاؤں کی مسجد میں جاکر لوگوں کے سامنے اپنی رؤیت کی اطلاع دیں (شہادت دیں) اور گاؤں والے ان کی شہادت پر روزہ اور افطار دونوں کرسکتے ہیں: ''قولہ: ولو کانوا ببلدۃ، أی أو قریۃ قال فی السراج: ولو تفرد واحد برؤیۃ فی قریۃ لیس فیہا وال ولم یأت قصراً یشہد، وہو ثقۃ یصومون بقولہ'' (شامی۳،۳۵۴)۔

''وأما فی السواد: إذا رأی أحدہم ہلال رمضان یشہد فی مسجد قریتہ، وعلی الناس بقولہ بعد أن یکون عدلاً إذا لم یکن ہناک حاکم یشہد عندہ'' (المحیط البرہانی۳،۳۴۰)۔

''احسن الفتاوی'' میں مذکور ہے: جہاں مسلم حاکم موجود نہ ہو یا وہ فیصلہ شرعی نہ کرتا ہو وہاں اگرچہ جمیع معاملات میں تو عالم ثقہ قاضی کے قائم مقام نہیں ہوسکتا، البتہ رؤیت ہلال وغیرہ میں بعض جزئیات میں اس کا فیصلہ حکم قاضی کے قائم مقام ہوجائے گا۔

''قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالی: وفی الفتح إذا لم یکن مطلقاً ولا من یجوز التقلد منہ، کما فی بعض بلاد المسلمین أن یتفقوا علی واحد منہم'' (۴،۴۶۶ زکریا)۔

مذکورہ بالا تمہید کے بعد اصل جواب پیش خدمت ہیں: جی ہاں! جہاں دار القضاء یا رؤیت ہلال کمیٹی کا نظام ہو وہاں جاکر اور جہاں یہ نہ ہوں تو مقامی قابل اعتماد علماء کے پاس چاند دیکھنے والے افراد چاند دیکھنے کی اطلاع دیں۔

چنانچہ اگر رؤیت ہلال رمضان کا مسئلہ ہو تو نفس خبر کافی ہے، اور بقیہ اہلہ کی رؤیت میں مذکورہ میں شرائط شہادت حتی الامکان کا ایفاء ضروری ہے۔

چاند دیکھنے والے کا بیان اصولی طور پر کیا ہے؟

مطلع ناصاف ہونے کے وقت رمضان کا چاند دیکھنے والے کا بیان اصولی طور پر خبر ہے، شہادت نہیں، اور عیدین کا چاند دیکھنے والوں کا بیان شہادت ہے خبر نہیں۔

لہذا جہاں ان کا بیان خبر ہے وہاں نہ مجلس قضاء کی ضرورت ہے اور نہ گواہوں میں تعداد شرعی کی ضرورت، بلکہ دیکھنے والوں کا عادل یا مستور الحال ہونا کافی ہے۔

اور جہاں شہادت ہے مثلاً عیدین وغیرہ کے چاند میں تو فقہاء کرام کے بیان کردہ شرائط میں سے تمام کا پایا جانا ہر جگہ تو ضروری نہیں خصوصاً شرعی قاضی وغیرہ تو حتی الامکان جن جن شرائط پر عمل ہوسکے ان پر عمل کرنا ضروری ہے، مثلاً نصاب شہادت، اسی طرح لفظ ''اشہد'' وغیرہ کے ذریعہ اپنی آنکھوں سے چاند دیکھنے کو دار القضاء، رؤیت ہلال کمیٹی، یا مقامی علماءیا کم از کم اپنے گاؤں کی مسجد میں مصلیان کے سامنے بیان کرے:

''وأما إذا كانت الشهادة برؤية هلال شوال أو برؤية هلال ذى الحجة، أما إذا كانت السماء متغيمة، فلا يقبل ما لم يشهد بذلك رجلان أو رجل وامرأتان فى ظاهر الرواية'' (المحيط البرہانی۳،۳۳۸-۳۳۹)۔

''احسن الفتاوی'' میں مذکور ہے: اگر مسلم حاکم موجود نہ ہو تو کل شروط شہادت ساقط نہ ہونگی، بلکہ شروط ممکنہ کا اعتبار ضروری ہے، چنانچہ جزئیات ذیل میں عدد کا لزوم مصرح ہے، حالانکہ عدد بھی شروط شہادت میں سے ہے:

''ولو كانوا ببلدة لا حاكم فيها صاموا بقول ثقة، وأفطروا بإخبار عدلين مع العلة للضرورة'' (۴،۴۶۵ زکریا)۔

(ج): چونکہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد عالی ہے:''صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته'' کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھنا ہے اور چاند دیکھ کر افطار کرنا ہے، یعنی جب ہلال رمضان کی رؤیت کا ثبوت شرعی ہوجائے، توبس اگلے دن روزوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، معذورین کے علاوہ دیگر مکلفین کو افطار کرنے کی شرعاً اجازت نہیں۔

اسی طرح ہلال عید الفطر کی رؤیت کے ثبوت شرعی کے بعد صیام کا حکم اور سلسلہ دونوں منقطع ہوجاتے ہیں، اب اس کے بعد اگلے دن روزہ رکھنے کی اجازت نہیں، بلکہ روزہ رکھنا حرام ہے، کیونکہ اس میں اعراض عن ضیافت اللہ لازم آتا ہے۔

لہذا مطلع صاف نہ ہونے کے وقت اگر کہیں انتیس تاریخ چاند نظر آجائے تو رائی پر ضروری ہے کہ اپنے قریبی دار القضاء یا رؤیت ہلال کمیٹی یا مقامی متدین عالم یا مفتی کے سامنے اپنی رؤیت کی خبر دے، خاص کر ہلال رمضان وعیدین کی رؤیت کی، اور بلا عذر اس میں تاخیر نہ کرے خاص کر اتنی تاخیر کی تو گنجائش ہی نہیں کہ عدم اطلاع کی بنا پر لوگ اگلے دن (جو کہ عید کا دن ہے روزہ رکھنا شروع کردیں اور معصیت میں مبتلا ہوجائیں، یا ہلال رمضان کے موقع پر اگلے دن فرض روزہ رکھنے کے بجائے اس کے تارک ہوجائیں۔

''وفیہ إشارۃ إلی أنہ یشہد عند حاکم، والشہادۃ لازمۃ لئلا یفطر الناس إذا کان عدلاً، ولو متخدرۃ، وکذا الفاسق إن علم قبول قولہ'' (مجمع الانہر ۱،۳۵۱، دیوبند)۔

نیز زیادہ یا ایک دن کی تاخیر سے خبر آنے پر لوگوں کے درمیان خلفشار کبھی پیدا ہو جائے گا، کچھ تو ان کی خبر معتبر مانینگے اور کچھ اسے مردود قرا ردینگے۔

اسی وجہ سے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ بلا عذر تاخیر شدید مثلاً ایک دن، یا اتنا لمبا وقفہ گزارنے کے بعد خبر دے جتنے میں وہ دار القضاء یا رؤیت ہلال کمیٹی یا مقامی عالم یا مفتی کے پاس جاکر کئی دفعہ خبر دے سکتا تھا ، کی وجہ سے مخبر کو فاسق قرار دیتے ہوئے اس کی خبر کو مردود قرار دیا جائے گا، چنانچہ قطب عالم حضرت گنگوہیؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

''..... اگر کسی نے چاند دیکھا اور اس نے شہادت دینے میں تاخیر کی اور پھر بعد وقت کے وہ چاند دیکھنا بیان کرے تو اس کی گواہی معتبر نہ ہوگی، کیونکہ اس پر فوراً خبر دینا واجب تھا، ترک واجب کرکے فاسق بن گیا (تالیفات رشیدیہ۳۷۲ مکتبہ الحق ممبئی)۔

''یشترط لفسقہ بالتأخیر بعد العلم بالحرمۃ من غیر عذر ظاہر تعینہ لأداء الشہادۃإن فی حقوق العباد إذا طلب المدعی من الشاہد لیشہد لہ فأخر من غیر عند ظاہر ثم أدی بعد ذلک لا تقبل شہادۃ ہذا الشاہد، لأن بالتاخیر من غیر عذر صار فاسقاً کذا فی الظہیریۃ'' (فتاوی عالمگیری)۔

بلکہ فقہاء کرام نے متعدد جگہ صراحت کی ہے کہ جیسے رؤیت ہو فوراً اس کی اطلاع اپنے مقام پر دے، اس میں بالکل تاخیر وکوتاہی نہ کرے۔

ہاں اتنی تاخیر کی گنجائش ہے جتنے میں وہ دار القضاء یا رؤیت ہلال کمیٹی یا مقامی عالم ومفتی کے پاس خبر یا شہادت دینے کے لئے جاسکے۔

باقی اگر دار القضاء یا شرعی رؤیت ہلال کمیٹی رائی کے مکان سے کافی دوری پر واقع ہو تو اپنے مقامی عالم مفتی یا علاقہ کی مسجد میں جاکر رؤیت کی خبر دے، اور موجودہ وقت میں رائج ذرائع ابلاغ سے دار القضاء یا رؤیت ہلال کمیٹی کو دے تاکہ وہ اپنے طور پر اس خبر کی تائید وتوثیق میں جلد ازجلد کوئی اقدام کرسکیں، اور رؤیت یا عدم رؤیت سے لوگوں کو بروقت آگاہ کرسکیں:

''أما فی السواد:إذا رأی أحدہم ہلال رمضان یشہد فی مسجد قریتہ، وعلی الناس أن یصوموا بقولہ بعد أن یکون عدلاً، إذا لم یکن ہناک حاکم یشہد عندہ'' (المحیط البرہانی۳،۳۴۰ بیروت)۔

''ثم الواحد إذا رأی ہلال رمضان وحدہ ہل یلزمہ أن یشہد عند الحاکم؟ لا ذکر لہذا فی المبسوط قال شمس الأئمۃ الحلوانی: إذا کان عدلاً یلزمہ أن یشہد حراً کان أو عبداً أو أمۃ حتی الجاریۃ المخدرۃ وہی من فروض العین، فیجب أن یشہد فی لیلتہ کی لا یصبح الناس مفطرین'' (الفتاوی التاتارخانیہ۲،۲۶۶ بیروت)۔

(۴) الف:

چونکہ ہر علاقہ کے قاضی کا حکم اپنےدائرہ قضاء تک محدود ولازم ہوتا ہے، اس لئے ایسے علاقوں میں جہاں نظام قضاء یا شرعی رؤیت ہلال کمیٹی ہو اگر قاضی یا کمیٹی کے پاس معتبر ذرائع سے چاند کی رؤیت کا ثبوت ہوجائے اور وہ ثبوت رؤیت کا اعلان کردیں تو ان کا یہ فیصلہ صرف اپنے ماتحت علاقوں وحلقوں میں تمام مسلم باشندگان پر لازم ہوگا، دوسرے خطے والوں پر لازم نہیں ہوگا۔

''فیلزم أہل المشرق برؤیۃ أہل المغرب، قولہ:''بطریق موجب''، الخ، کأن یتحمل اثنان الشہادۃ'' (شامی۳،۳۲۵ ،اشرفی)۔

صاحب ''احسن الفتاوی '' ایک جگہ لکھتے ہیں: ''جیسا کہ ایک شہر میں ثبوت رؤیت کی خبر اس کے تمام حصوں پر، بلکہ شہر کے مضافات پر بھی حجت لازم ہوتی ہے '' (۴،۵۰۶ زکریا)۔

خلاصہ: مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ صوبہ بہار، اڑیسہ یا ملک کے دیگر علاقوں میں جہاں بھی نظام قضا موجود ہیں اگر وہاں کا قاضی چاند کا ثبوت ملنے کے بعد اعلان کرتا ہے تو صرف اس کے حلقہ قضاء میں موجود تمام مسلمانوں پر وہ فیصلہ نافذ ہوگا، اور ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہوگا۔

(ب): اس سوال کا جواب نقل کرنے سے قبل ان فتاوی کا ذکر مناسب لگتا ہے جن پر جواب کا مبنی ہے، ''منتخبات نظام الفتاوی '' کے اندر حضرت مفتی نظام الدین ایک سوال کے جواب میں کافی واضح بات لکھتے ہیں:''چاند کی مطلق خبر ریڈیو سے ہو یا تار وخط سے ہو یا کوئی آدمی آکر خبر دے کہ فلاں جگہ چاند ہوگیا ہے یا عید ہوگئی، شریعت مطہرہ میں اس قسم کی کوئی خبر معتبر نہیں ہے، اور نہ اس پر حکم دیا جاسکتا ہے، شریعت نے ایک ضابطہ مقرر کیا ہے، اس ضابطہ پر جو خبر اتر آئے گی اس پر حکم لگایا جائے گا، اس ضابطہ کے ماتحت اگر ریڈیو میں اعلان کیا جائے کہ فلاں مقام کی ہلال کمیٹی نے شرعی ثبوت کے بعد چاند ثابت ہوجانے کا حکم دیا ہے یا اس طرح اعلان کرے کہ فلاں حاکم نے بعد ثبوت شرعی کے رؤیت کا حکم دیا ہے، اور اس ہلال کمیٹی کے تمام افراد مسلمان بھی ہوں اور اس میں علماء بھی شریک ہوں، اسی طرح حاکم بھی مسلمان ہو جو

اعلان کررہا ہے وہ بھی مسلمان ہو تو یہ اعلان معتبر ہوگا۔

نیز آگے لکھتےہیں: دوسرے شہروں میں جہاں یہ خبر انہیں قیود کے ساتھ اگرچہ آوے، لیکن جب اس شہر کا قاضی (مفتی عالم) یا ہلال کمیٹی اس اعلان کو معتبر مان کر اس پر رؤیت کا حکم دیں یا روزہ رکھنے کا یا افطار کرنے کا حکم دیں تو اس شہر کے عوام کو اتباع کرنی چاہئے، از خود کوئی عمل نہ کرلینا چاہئے کہ مطلق العنانی شریعت میں بے راہ روی ہے (۵۱۲،۱، ایفا پبلکیشنز دہلی)۔

(ج): مذکورہ بالا عبارات فقہ وتحریرات اکابر (جو ''ب '' کے ضمن میں پچھلے صفحات پر آچکے ہیں) سے اس سوال کا جواب بھی واضح ہوگیا کہ کسی صوبہ کا اعلان رؤیت صرف اس صوبہ والوں پر لازم ہوگا، اس کے علاوہ دیگر صوبوں یا پورے ملک کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل نہ ہوگا، بلکہ اپنے صوبہ کے علاوہ اس اعلان کی حیثیت صرف ایک خبر کی سی ہوگی، اور نہ ہی وہ سلطان کے اعلان کے درجہ میں ہوگا، ہاں اگر وہ اعلان استفاضہ کی شکل اختیار کرلے یا مختلف صوبوں کی کمیٹیاں اس اعلان کو ضابطہ شرعیہ کے مطابق معتبر مان کر اپنے علاقوں وصوبوں میں ثبوت رؤیت کا اعلان کردیں تو پھر مسلک کے تمام مسلمانوں پر اس پر عمل کرنا لازم ہوگا۔

''شہدوا أنہ شہد عند قاضی مصر کذا شاہدان برؤیۃ الہلال فی لیلۃ کذا، وقضی القاضی بہ، ووجد استجماع شرائط الدعوی، قضی أی جاز لہذا القاضی أن یحکم بشہادتہما، لأن قضاء القاضی حجۃ وقد شہدوا بہ، لو لا شہدوا برؤیۃ غیرہم لأنہ حکایۃ، نعم لو استفاض الخبر فی البلدۃ الأخری لزمہم علی الصحیح من المذہب'' (الدر المختار۳۵۸،۳)۔

''وفی الشامی:فی الذخیرۃ:فلابد من أن یکون صومہم مبنیا علی حکم حاکمہم الشرعی، فکانت تلک الاستفاضۃ بمعنی نقل الحکم المذکور'' (شامی۳۵۹،۳)۔

(د): ''احسن الفتاوی '' فتاوی محمودیہ، اور ''جواہر الفقہ '' کی عبادت سے معلوم ہوتا ہے کہ رؤیت کے شرعی ثبوت کے بعد ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ اعلان کرنے میں معلن کا مسلمان ہونا ضروری نہیں، بلکہ اگر معلن غیر مسلم ہو، لیکن قابل اعتماد ہو، اور قاضی یار ؤیت ہلال کمیٹی کے صدر وغیرہ کی طرف انتساب کرکے جن الفاظ کے ساتھ اعلان کا مکلف کیا گیا، انہیں کی مکمل رعایت کرکے، بلکہ بعینہ انہی الفاظ کو نشر کرتا ہو تو اس طرح کے اعلان پر لوگوں کو اعتماد کرکے عمل کرنے کی گنجائش ہے، چنانچہ احسن الفتاوی میں مسطور ہے:''مجلس نے یہ بھی طے کیا ہے کہ اگر جماعت علماء مجاز کے سامنے تحت احکام شرع، ہلال صوم یا فطر ثابت ہوجائے اور اس اعلان ریڈیو میں حاکم مجاز کی طرف سے ہو تو اس کےحدود ولایت میں سب کو اس پر عمل کرنا لازم ہوگا '' (۴۸۰،۴ زکریا)۔ اسی صفحہ کے حاشیہ میں مذکور ہے : ''ریڈیو میں یہ شرط اثبات رؤیت کے لئے ہے، فیصلہ نشر کرنے کے لئے یہ شرط نہیں، بلکہ اتنا کافی ہے کہ ریڈیو قابل

اعتماد نظم کے ماتحت ہو۔

''فتاوی محمودیہ '' میں مذکور ہے: ''اعلان کرنے والا ریڈیو پر اگرچہ غیر مسلم ہو، لیکن جب اس کا پورا اعتماد ہے کہ رؤیت ہلال کمیٹی کے صدر صاحب نے یہ تحریر دی ہے، جس کا ان کی طرف سے یہ اعلان کیا جائے تو یہ اعلان معتبر ہے '' (۱۳۴٫۳ زکریا)۔

اسی طرح حضرت مفتی شفیع عثمانی صاحبؒ کی تحریر سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ معلن کا مسلمان ہونا ضروری نہیں، قابل اعتماد ومحتاط ہونا کافی ہے، ورنہ صراحۃً یا اشارہ اس شرط کا ضرور ذکر کرتے، ایک جگہ لکھتے ہیں: یاد رہے کسی ایک ریڈیو سے بہت سے شہروں کی خبر ..... بلکہ استفاضہ خبر جب سمجھا جائے گا جب دس بیس جگہوں کے ریڈیو اپنے اپنے مقامات کے قاضیوں یا ہلال کمیٹی کا فیصلہ نشر کریں (جواہر الفقہ۴۷۸٫۳، نیز جواہر الفقہ۴۸۳٫۳)۔

مذکورہ بالا حضرات اکابر کے آراء کے برعکس حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''منتخبات نظام الفتاوی '' میں لکھتےہیں کہ معلن کا کم از کم مسلمان ہونا ضروری ہے، اور اسے قرآن وحدیث سے موید بھی کیا ہے، لکھتے ہیں: اسی طرح اعلان کرنے والے کے لئے بھی کچھ شرائط ہونگی کہ کم ازکم اس کا مسلمان ہونا ضروری ہوگا، اور اس کا ماخذ وہ احادیث ہونگی جن میں حضور ﷺ نے کسی امر کا اعلان کرنے کے لئے یا کسی دینی کام کی تکمیل کےلئے اپنے نواب یا قائم مقام بھیجے ہیں، اور بالخصوص یہ حدیث:

''عن ابن عباس قال جاء أعرابی إلی النبیﷺ فقال إنی رأیت الہلال ،،، قال: یا بلال أذن فی الناس أن یصوموا غداً''، اس کا ماخذ ہوسکے گی، اور آیت کریمہ: ''لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلاً'' (سورہ نساء: ۱۴۱) کا اشارہ بھی اسی کی طرف ہے، اور حضرت عمرؓ واقعہ جس کو صاحب تفسیر مظہری نے فرمایا:''لا تتخذوا الیہود والنصاری أولیاء'' (سورہ مائدہ: ۵۱) کے تحت نقل کیا ہے بہت واضح رہنمائی کرتا ہے (۴۷۴٫۱، ایفا دہلی)۔

خلاصہ: اس سوال کے بابت چونکہ اکابر کی دونوں طرح کی رائے سامنے آئی ہے، ایک: معلن کا محتاط ومعتمد ہونا کافی ہے، خواہ مسلم ہو یا نہ ہو، دوسرا: مسلمان ہونا ضروری ہے۔

اور چونکہ ہر ملک کے ہر صوبہ یا رؤیت ہلال کمیٹی کے پاس مسلم ناشرین اخبار کا پایا جانا بہت دشوار گزار امر ہے۔

اس لئے راقم الحروف کی ناقص رائے یہ ہے کہ تطبیق کی شکل اختیار کی جائے، اور یوں کہا جائے کہ (۱) اگر مسلمان محتاط ومعتمد معلن مل جائے تو اسی سے اعلان نشر کیا جائے اس کے علاوہ غیر مسلم وغیر محتاط سے نہیں۔

لیکن (۲) اگر کہیں معلن مسلمان تو ہو، لیکن محتاط ومعتمد نہ ہو ہر رطب ویابس کو نشر کردیتا ہو، یا قاضی ورؤیت ہلال کمیٹی کے الفاظ بعینہ نقل نہ کرتا ہو (۳) یا مسلمان معلن کا ملنا دشوار ہو تو ایسی جگہوں پر غیر مسلم شخص کے ریڈیو یا ٹیلی ویزن سے اعلان نشر کرنے کی گنجائش ہوگی، اور عامۃ الناس کو اس پر اعتماد کرنا چاہئے، لیکن اس میں ایک شرط کا اضافہ کرلیا جائے ''کہ قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کا صدر یا نائب صدر یا معتمد مخبر بوقت نشر ناشر کے پاس موجود رہے، تو اس میں گو کہ معلن مسلمان تو نہیں ہے لیکن معتمد ومحتاط ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مسلمان کی موجودگی میں اعلان کرتا ہے''۔

(۵) الف:

''صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ'' اللہ کے رسولﷺ یہ فرمان اپنے اندر صرف ایک حکم ہی نہیں رکھتا، بلکہ تاقیامت آنے والے انسانوں کے لئے ایک ضابطہ رؤیت ہلال کو بھی پنہاں ہے۔

اور اس ضابطہ کی سہل تعبیر یہ ہے کہ مہینہ کی انتیس تاریخ کو چاند تلاش کرو، کیونکہ یہ واجب علی الکفایہ ہے: ''ویجب علی الناس التماس الہلال فی التاسع والعشرون من شعبان ومن رمضان '' (ملتقی الابحر)، ''ویجب الخ وجوب کفایۃ، لأن الشہر قد یکون تسعاً وعشرین'' (۱،۳۵۲ مکتبہ فقیہ الامت دیوبند)۔

اگر بقدر استطاعت تلاش کے بعد چاند نظر آجائے یا کسی علاقہ سے معتبر ذرائع سے رؤیت کی اطلاع موصول ہوجائے تو اگلے دن روزہ یا افطار کا حکم ہوگا۔

اور اگر تلاش کے بعد بھی چاند نظر نہ آئے اور نہ ہی ثبوت شرعی سے رؤیت کی خبر موصول ہو تو پورے تیس دن مکمل کرنے ہونگے مہینہ خواہ رمضان کا ہو یا شعبان وغیرہ کا، اور یہ ضابطہ ہی سہل اور واضح ہے ہر علاقہ وہر خطہ کا عامی سے عامی شخص اس کا ادراک کرسکتا ہے۔

اب رہا مسئلہ جیسا کہ سوال میں درج ہے کہ جہاں عامتاً انتیس تاریخ کو مطلع ابر آلود رہتا ہے وہاں تو تلاش کے بعد بھی چاند نظر نہیں آئے گا تو کیا ہمیشہ تیس دن کا اعتبار کرکے صوم وافطار کا فیصلہ کردیں یا نہیں؟

اس کا بہترین جواب راقم الحروف کی نگاہ میں وہ ہے جسے حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ سابق صدر مفتی دار العلوم دیوبند نے ''منتخبات نظام الفتاوی '' میں کافی بسط وتفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

کہ اگر انتیس تاریخ کو تلاش کے بعد بھی چاند نظر نہ آئے اور نہ دنیا کے کسی بھی خطہ اور علاقہ سے ریڈیو، ٹیلی ویزن یا دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ کسی قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف سے ثبوت رؤیت کی اطلاع پہنچے، تو ایسے وقت میں شعبان کے

مہینے میں ۳۰؍شعبان کو دن میں روزہ رکھنے کی نیت کرےلینے کے بعد وقت کے اندر اندر (یعنی نصف نہار شرعی) کہیں سے کوئی اطلاع موصول نہ ہو تو بجز خواص کے سب کو روزہ توڑنا واجب ہے، اور تیس رمضان کو اسی شکل میں روزہ مکمل کرنا واجب ہے۔

نوٹ: اس باب میں یہ رؤیت کا اعلان خواہ رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف سے ہویا اس کمیٹی کے صدر یا کسی معتبر ممبر کی جانب سے بہرصورت کہیں سے اگر رؤیت کا اعلان آجائے۔

اور برطانیہ یا اس طرح کے علاقہ کے ذمہ دار حضرات اس کمیٹی یا اس کے صدر یا ممبران کو جانتے ہوں تو وہ اعلان لائق عمل ہوگا اگر صدق کا غلبہ ظن حاصل ہوجائے کیونکہ اصل اور ظاہر الروایہ کے اعتبار سے عند الاحناف والمالکیۃ والحنابلہ رؤیت ہلال کے باب میں اختلاف مطالع غیر معتبر ہے، بس شرط یہ ہے کہ اس طرح دیگر ممالک سے موصول ہونے والی خبر یا اعلان پر عمل کرنے سے مہینہ ۲۸ یا ۳۱ دن کا ہونا لازم نہ آئے، ورنہ تو پھر اس اعلان کو رد کردیا جائے گا، اور وہ لائق عمل نہیں ہوگا کیونکہ وہ نص صریح ''الشہر ہکذا وہکذا الخ'' کے بالکل معارض ہوگا۔

نیز: حضرت مفتی غلام مذکور نے اس طرح کے علاقہ والوں کے لئے ٹیلیفون سے آنے والی خبر پر بھی عمل کی گنجائش دی ہے، شرط یہی ہے کہ جس سے ٹیلیفون پر بات چیت ہو وہ معتمد اور معروف ہو، مجہول اور غیر موثوق بہ نہ ہو، اسی طرح ایک ہی ٹیلیفون سے ملی خبر پر اکتفا نہ کیا جائے، بلکہ چند اس طرح کی ٹیلیفون سے خبر آئے، تو اگرچہ یہ ریڈیو، ٹیلیویزن میں نشر کئے جانے والے اعلان کے درجہ میں نہیں ہوگی، لیکن اسے قاضی، حاکم شرعی کے نقارہ ومدافع کے درجہ میں مان لیا جائے گا، اور قاضی وحاکم شرعی کا نقارہ ومدافع اعلان عام کے حکم میں ہے (منتخبات نظام الفتاوی ۱؍۴۸۵-۴۸۷)۔

خلاصہ بحث: برطانیہ یا اسی طرح کے علاقوں میں تیس دن کا مہینہ شمار کرکے رمضان وعید کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا، بلکہ مذکورہ بالا احادیث سے جو ضابطہ ملا ہے یعنی انتیس تاریخ کو چاند کو تلاش کرنے کا اس کو بہرحال ملحوظ رکھا جائے گا اسے کالعدم نہیں قرار دیا جائے گا، اور اس کی آسان شکل وہ ہے جسے راقم الحروف نے ''منتخبات نظام الفتاوی'' کے حوالہ سے اوپر نقل کیا ہے۔

اور حدیث عائشہؓ سے مذکورہ بالا قول کی تائید ہوتی ہے:

''عن عائشۃ قالت: کان رسول اللہ ﷺ یتحفظ من شعبان ما لا یتحفظ من غیرہ ثم یصوم لرؤیۃ رمضان، فإن غم علیہ عدّ ثلاثین یوماً ثم صام'' (رواہ ابوداؤد، معارف الحدیث ۴؍۱۲۵)۔

(ب): اس سوال کا مبنی دراصل سوال سابق کے اس مفروضہ پر ہے کہ برطانیہ یا

اس طرح کے وہ علاقے جہاں ۲۹؍تاریخ کو عامۃ مطلع ابرآلود رہتا ہے کیا ان میں ہمیشہ کےلئے مہینہ تیس دن ہونے کا فیصلہ قرار دیا جائے، لیکن راقم الحروف نے اس طرح کی تعیین کو مزاج شرع وفرمان شارع ''صوموا لرؤیتہ الخ، الشہر ہکذا وہکذا الخ'' کے خلاف قرار دے کر رد کیا تھا۔

لہذا جب ہر مہینہ کی تعیین رؤیت ہلال پر موقوف ہے، تیس دن مکمل کرنے پر نہیں تو یہ بحث ہی لایعنی ہے کہ دیگر ممالک کے لحاظ سے ہفتہ دس دن کا فرق ہوتے ہوئے چار سال میں ایک مہینہ کا فرق آجاتا ہے۔

نیز اگر کہیں بالفرض پورے سال ۲۹؍کو رؤیت نہ ہونے کی بنا پر تیس دن پر مہینہ مکمل کیا گیا تو ان کا یہ عمل بالکل درست ہے، شریعت کو اس سے کوئی بحث نہیں کہ کس ملک والوں کا اس طرح ہر مہینہ (باعتبار رؤیت ہلال) پورا کرنے سے دوسرے ممالک اور اس ملک کے درمیان سال میں کتنے دنوں کا فرق پڑتا ہے اور کتنوں کا نہیں، چنانچہ حضرت تھانویؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

الجواب: شریعت میں یا رؤیت حجت ہے یا شہادت رؤیت یا تکمیل ثلاثین، اگر اولین نہ ہوں تو ثالث متعین ہے اور جو خدشہ لکھا یہ اس وقت صحیح ہوتا جب شریعت اس قاعدہ کو تسلیم کرتی کہ قمری سال ۳۵۵ سے نہیں بڑھتا، اس لازم کے بطلان کی کیا دلیل ہے (امداد الفتاوی ۲؍۱۱۳-۱۱۴، ادارہ تالیفات دیوبند)۔

(ج): کسی صوبے یا شہر سے بذریعہ ریڈیو اسٹیشن دوسرے ایسے صوبے یا شہر جہاں رؤیت نہیں ہوئی یا ابر کی وجہ سے امکان نہیں ہے، رؤیت ہلال کی موصول ہونے والی اس طرح کی خبر کے اعتبار وعدم اعتبار کے سلسلہ میں حضرت تھانویؒ، مفتی نظام الدینؒ، مفتی شفیع عثمانی اور مفتی محمود حسن گنگوہیؒ وغیرہ نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے اس طرح بذریعہ ریڈیو نشر ہونے والے اعلان کے الفاظ کو دیکھنا ہے، اگر بایں الفاظ دوسرے علاقہ سے اعلان نشر کیا جائے کہ ''فلاں جگہ چاند ہوگیا یا فلاں شخص نے دیکھا ہے یا بہت سے لوگوں نے دیکھا ہے، یا فلاں شہر کے قاضی نے روزہ رکھنے کا حکم ہے'' تو اس طرح کے اعلان بالکل لائق التفات نہیں ہیں، خواہ وہ کتنی ہی تعداد میں آجائیں، چنانچہ دوسرے صوبے یا علاقہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی وغیرہ اس طرح کے بے سروپا اعلان کی بنیاد پر ثبوت رؤیت کا اپنے علاقہ میں اعلان نہیں کرسکتے، صاحب درمختار لکھتے ہیں:

''لا لو شہدوا برؤیۃ غیرہم لأنہ حکایۃ، الدر، قولہ: لأنہ حکایۃ،فإنہم لم یشہدوا بالرؤیۃ ولا علی شہادۃ غیرہم، وإنما حکوا رؤیۃ غیرہم، کذا فی فتح القدیر، قلت:وکذا لو شہدوا برؤیۃ غیرہم، وأن قاضی تلک المصر أمر الناس بصوم رمضان، لأنہ حکایۃ لفعل القاضی أیضاً ولیس بحجۃ'' (شامی۳؍۳۵۹ زکریا)۔

ہاں اگر نشریہ اعلان کے الفاظ یا مضمون اس طرح ہوں کہ میں نے دیکھا ہے یا فلاں شخص نے میرے سامنے اپنا دیکھنا بیان کیا، یا یہاں کے فلاں حاکم شرعی یا عالم ومفتی نے قبول کرلیا ہے یا یہاں عید ہے (دیکھیں امداد الفتاوی۲،۹۳)۔ یا مثلاً وہ کہے کہ میرے سامنے فلاں حاکم شرعی نے یا فلاں ہلال کمیٹی نے جس کے تمام افراد باشرع ہیں یا فلاں مفتی شہر نے یا فلاں عالم مقتدی ومتدین نے یا فلاں مسلمان حاکم نے ثبوت شرعی حاصل کرکے ثبوت رؤیت کا حکم یا فیصلہ دیا ہے (دیکھیں: منتخبات نظام الفتاوی۱،۴۹۸، ایفا)، تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مطلع صاف ہو اور مذکورہ الفاظ سے پانچ، دس بیس الگ الگ ریڈیو ااسٹیشن سے ثبوت رؤیت کی اطلاع آئے تو اسے استفاضہ خبر کے درجہ میں مان لیا جائے گا، اور جس شہر یا صوبے میں ایسی خبریں پہنچیں وہاں کے قاضی یا ہلال کمیٹی یا مقامی متدین ومعتمد عالم ومفتی کو اس خبر کا اعتبار کرکے ثبوت رؤیت کا اعلان کردینا چاہئے، خواہ ہلال رمضان کی بات ہو یا ہلال عیدین کی۔

کیونکہ اس طرح مختلف ریڈیو اسٹیشن سے مسلسل رؤیت کی خبر آنے کی بنا پر صحت کا غلبہ ظن ہوتا ہے اور در باب رؤیت ہلال غلبہ ظن ہی مدار حکم ہے، باقی اگر اس کے باوجود بھی علاقے کے قاضی یا ہلال کمیٹی وغیرہ کو اس طرح کے اعلان پر اطمینان قلب نہ ہو تو اس پر عمل جائز نہیں، چنانچہ حضرت تھانویؒ تحریر فرماتےہیں : تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر دل گواہی دے کہ اس میں کذب اور خطا نہیں ہوئی تو عمل جائز ہے، اور اگر دل گواہی نہ دے تو عمل جائز نہیں (امداد الفتاوی۲،۹۳، ادارہ تالیفات دیوبند)۔

حضرت مفتی شفیع عثمانی صاحبؒ تحریرفرماتےہیں:

اور جس شہر میں ایسی خبریں (دس بیس جگہوں کے ریڈیو سے رؤیت کی خبریں موصول ہوں) پہنچیں وہاں کے قاضی یا ہلال کمیٹی کو اس کا اعتبار کرکے رمضان یا عیدکا اعلان کردینا چاہئے(جواہر الفقہ۳،۴۷۸)۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ نے بھی اس طرح بذریعہ ریڈیو موصول ہونے والی خبر سے صدق کا غلبہ ظن ہوجائے تو رؤیت کا اعلان کو جائز قرار دیا ہے (کسی نے بھی قطعیت، یعنی لابدی طور پر اس طرح ریڈیو کے ذریعہ سے موصول ہونے والی خبر کو مان کر اعلان کرنے کا حکم نہیں دیا) لکھتے ہیں: اور یہ اعلان یا خبر اتنی تعداد میں آجائے کہ عادۃً ان سب کاجھوٹ پر اتفاق کرلینا متصور نہ ہو یا متعذر ہو تو عمل کرنا جائز ہوگا (منتخبات نظام الفتاوی۱،۴۹۹)۔

نیز ''فتاوی محمودیہ'' میں مسطور ہے: اگر ایسی خبروں سے صدق کا ظن غالب ہوجائے تو ان کو معتبر مان لیا جائے گا (۱۲۹،۳ زکریا دیوبند)۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ ایک اور جگہ رقمطراز ہیں:

ظاہر ہے کہ ریڈیو وغیرہ کی خبر طریق موجب نہیں بن سکتی، اگر بن سکتی ہے تو

کبھی کبھار استفاضہ بن سکتی ہے، یا پیش از پیش طبل قاضی یا صورت مدافع یا قنادیل مفار وغیرہ کے درجہ میں ہوکر حصول غلبہ ظن کے لئے مفید ہوسکتی ہے (منتخبات نظام الفتاوی ۱،۴۵۴)۔

خلاصہ:(۱)مطلع صاف ہونے کے وقت اگر مذکورہ الفاظ وشرائط کے ساتھ کسی شہر یا صوبے کے دس بیس الگ الگ ریڈیو اسٹیشنوں یا کم از کم چار پانچ اسٹیشنوں اور دیگر ذرائع ابلاغ مثلاً مختلف ٹیلیفون، ٹیلی ویزن، وائرلیس، خط، ٹیلیگرام وغیرہ کے ذریعہ دوسرے ایسے صوبے یا شہر میں ثبوت رؤیت ہلال عیدین یا رمضان کی خبر پہنچے اور اس علاقہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹیوں وغیرہ کو اس خبر کے صدق کا ظن غالب ہوجائے تو اس اعلان پر عمل کرنا چاہئے، کیونکہ یہ خبر مستفیض کے درجہ میں ہوجائے گی۔

''نعم لو استفاض الخبر فی البلدة الأخری لزمہم علی الصحیح من المذہب الدر'' (۳،۳۵۹ زکریا)۔

''وفی الرد: فی الذخیرة: قال شمس الأئمة الحلوانی: الصحیح من مذہب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فیما بین أہل البلدة الأخری یلزمہم حکم ہذا البلد'' (شامی، المصدر السابق)۔

(۲) مطلع ناصاف ہونے کے وقت مذکورہ الفاظ کے سا تھ ہلال رمضان کی رؤیت کے بابت ایک ہی ریڈیو اسٹیشن کے نشریہ پر عمل کیا جاسکتا ہے، اگر دوسرے صوبے یا شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹیاں یا مقامی عالم ومفتی وغیرہ کو اس اعلان کے صدق کا غلبہ ظن ہوجائے تو وہ اس اعلان کو معتبر مان کر اپنے علاقہ وصوبے میں ثبوت رؤیت ہلال رمضان کا اعلان کرسکتے ہیں۔

(۳) مطلع ناصاف ہونے کے وقت اگر ہلال عیدین یا رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں کا مسئلہ ہو تو مذکورہ الفاظ وشرائط کے ساتھ کم از کم دو الگ الگ ریڈیو اسٹیشنوں سے ثبوت رؤیت کا اعلان دوسرے صوبے یا شہر میں پہنچے تو قاضی وغیرہ اسے قبول کرکے (اگر صدق کا ظن غالب ہو) اپنے اپنے حلقوں میں ثبوت رؤیت ہلال عیدین وغیرہ کا اعلان کرسکتے ہیں (تفصیل کے لئے دیکھیں: منتخبات نظام الفتاوی۱،۴۹۹، امداد الفتاوی۲،۹۳)۔

حضرت تھانویؒ ایک جگہ تحریر فرماتےہیں:

اور رمضان میں جس طرح رؤیت پر ایک کی شہادت معتبر ہے، اسی طرح اس شہادت پر بھی ایک شہادت معتبر ہے، ''فی الدر المختار: ویقبل (أی فی رمضان) شہادة علی آخر'' (امداد الفتاوی۲،۹۹ زکریا، اس کی عمدہ تفصیل کے لئے دیکھیں : فتاوی محمودیہ ۳،۱۲۲ زکریا بکڈپو)۔

(د): جی ہاں! کرسکتے ہیں، اگر صدق کا ظن غالب ہو اس کی تمام تر تفصیل مع دلائل پچھلے جوابات میں مذکور ہیں: یہاں صرف شامی کی عبارت پر اکتفا کیا جاتا ہے: ''نعم لو استفاض الخبر فی البلدة الأخری لزمہم علی الصحیح من المذہب'' (الدر) وفی الرد: فی

الذخیرۃ: قال شمس الأئمۃ الحلوانی: الصحیح من مذہب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فیما بین أہل البلدۃ الأخری یلزمہم حکم ہذہ البلدۃ'' (شامی۳٫۳۵۹ زکریا)۔

(۷) الف:

اگر کوئی صوبہ ایسا ہو جہاں چند رؤیت ہلال کمیٹیاں ہوں یا کسی بڑے شہر میں اس طرح کی متعدد کمیٹیاں ہوں تو ان کمیٹیوں کے اراکین کا یہ حق بنتا ہے کہ وہ امت کے مابین انتشار واختلافات کا سبب نہ بنیں، جس کی آسان شکل وہی ہے جس کا ذکر مفصلاً ماقبل میں آچکا ، یعنی یا کمیٹیاں باہمی تعلقات کو استوار کریں، اور رؤیت ہلال کی جس طرح کی بھی خبر جس کمیٹی کو پہنچے وہ کمیٹی انفرادی طور پر کسی طرح کا اعلان کرنے سے قبل اس کی پوری خدوخال کو مدنظر رکھتے ہوئے یا تو اولاً اپنے ہی صوبہ کی ذیلی ہلال کمیٹی کو ذرائع ابلاغ سے باخبر کرے، یا پھر اصلی کمیٹیوں میں سے کسی بھی اصلی کمیٹی کو اس کی اطلاع دے، اور جب تک وہ اصلی کمیٹیاں پوری تحقیق وتفتیش کے بعد کسی ایک چیز پر فیصلہ نہ کردیں تب تک یہ ذیلی صوبائی یا ضلع کمیٹیاں کسی بھی طرح کا کوئی اعلان نشر نہ کریں۔

اگر ایسا کیا تو انشاء اللہ تنازع بین الناس کے انسداد پر بڑی کامیابی حاصل ہوگی۔

(ب) اس سوال کا جواب کافی بسط وتفصیل کے ساتھ سوال نمبر ۶ کی تمہید کےضمن میں آچکا ہے، وہیں ملاحظہ ہو، دوبارہ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۸) الف:

جی نہیں، ماہرین فلکیات کی رائے پر رؤیت ہلال کو قبول نہیں کیا جاسکتا، اور نہ ہی اس کی بنیاد پر اگلے دن صوم یا افطار کا حکم دیا جائے گا، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے ارشاد عالی ''صوموا لرؤیتہ الخ '' اور ''الشہر ہکذا الخ'' کے ذریعہ تمام لوگوں کے لئے یکساں طور پر بصری رؤیت پر روزہ یا افطار کرنے کا حکم دیا ہے، اور آپ ﷺ نے نہ کبھی خود اس کا التزام کیا اور نہ ہی کسی کو ماہرین فلکیات وموسمیات کے پاس جانے یا ان کی تحقیق کو قبول کرنے کا حکم یا اشارہ کیا، بلکہ آپ ﷺ نے تو اس کے خلاف میں ارشاد فرمایا: ''من أتی کاہنا أوعرافاً فقد عصی أبا القاسم'' ۔

اور معدود چند حضرات فقہاء (جن کے اسماء ماقبل میں تفصیل کے ساتھ آچکے ہیں) کے علاوہ جمہور فقہاء وائمہ کے نزدیک ماہرین فلکیات وغیرہ کے قول کا اعتبار نہیں، اور نہ ہی وہ مدار حکم ہیں اور اسی پر اجماع بھی نقل کیا گیا، چنانچہ اس کی عمدہ تفصیل جواہر الفقہ، درس ترمذی مع حاشیتہ، منتخبات نظام الفتاوی، فتاوی دار العلوم، فتاوی محمودیہ، شامی، عمدۃ القاری، الفقہ الاسلامی وادلتہ، بدائع وغیرہ میں مذکورہے، ما قبل میں اس پر طویل بحث ہوچکی ہے:''ولا عبرۃ بقول المؤقتین الخ أی فی وجوب الصوم علی الناس،

بل فی المعراج لا یعتبر قولہم بالإجماع‘‘ (شامی۳،۳۵۷ زکریا، ہکذا فی التاتارخانیہ۲،۲۷۰، نیز دیکھیں: منتخبات نظام الفتاوی۱،۵۳۹۔۵۴۱)۔

’’وعن شمس الأئمۃ الحلوانی:أن الشرط فی وجوب الصوم والإفطار الرؤیۃ، ولا یواخذ فیہ بقولہم، ثم نقل عن مجد الأئمۃ الترجمانی:أنہ اتفق أصحاب أبی حنیفۃ إلا النادر، والشافعی أنہ لا اعتماد علی قولہم‘‘ (شامی۳،۳۵۵ مطلب: ما قالہ السبکی، مردود)۔

(ب): اس سوال کا بھی وہی جواب ہے جو (الف) کا ہے یعنی چاہئے انتیس تاریخ کو ہمیشہ مطلع صاف نہ رہتا ہو یا کبھی کبھار صاف نہ رہتا ہو، بہردوصورت ماہرین فلکیات کی رائے پر عمل کی گنجائش نہیں ہوگی، کیونکہ شرع نے ان کی تحقیقات کا اعتبار نہیں کیا، اور ان کے قول کے عدم اعتبار پر ’’معراج الدرایہ ‘‘ وغیرہ میں اجماع بھی نقل کیا گیا ہے، اس لئے وہ قابل مسموع نہیں ہوگا، بلکہ رؤیت ہلال کے باب میں عام شرعی ضابطہ پر عمل کیا جائے گا، یعنی اگر انتیس تاریخ کو تلاش کے بعد رؤیت نہ ہوسکے اور نہ ہی موثوق ذرائع سے کسی معتبر دار القضاء یا رؤیت ہلال کمیٹی کی جانب سے ثبوت کی کوئی اطلاع موصول ہو، تو پھر پورے تیس دن مکمل کرکے روزہ یا افطار کا حکم دیا جائے گا، نیز مہینہ کا ۳۰ دن ہونا ہی اصل اور یقینی ہے، لہذا جب تک اس کے خلاف مضبوط دلیل (مثلاً رؤیت پر شرعی ثبوت) نہ آجائے اس اصل کو ترک نہیں کیا جائے گا، کیونکہ یقین یقین سے زائل ہوسکتا ہے، اور ماہرین فلکیات موسمیات کا قول قطعی وحتمی نہیں ہوتا، بلکہ ایک تخمینہ اور شک کے دائرے میں رہتا ہے، لہذا اس کی وجہ سے یقین کو ترک نہیں کیا جاسکتا : ’’وفی البدائع: لأن الأصل بقاء الشہد، فلا یترک ہذا الأصل إلا بیقین علی أن الأصل المعہود أن ما ثبت بالیقین لا یزول بالشک‘‘ (۲،۲۲۰ زکریا)۔

’’وإن غم علیکم أکملوا عدۃ شعبان ثلاثین یوماً ثم صاموا‘‘ (التاتارخانیہ۲،۲۶۴)۔

اور اس طرح کے ملکوں یا علاقونمیں جہاں اکثر ۲۹؍تاریخ کو موسم ابرآلود رہتا ہےچاند کی خبر معلوم کرنے اور تلاش وجستجو کا طریقہ وہ ہے جسے حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ نے ذکر کیا ہے یہاں بعینہ ان کے الفاظ نقل کرنا موزوں لگتا ہے، شعبان کی ۲۹؍تاریخ کی شام کو یا اسی رات میں کوئی شرعی رؤیت ہلال کمیٹی (جس کے سب افراد کا باشرع ہونا معلوم ہو) کا اعلان بایں الفاظ آجائےکہ میں فلاں شرعی رؤیت ہلال کمیٹی کا صدر یا ممبر ہوں، رؤیت ہلال کا شرعی ثبوت حاصل کرنے کے بعد اعلان کرتا ہوں کہ کل یکم رمضان یا کل سے روزہ رکھا جائے، تو اس اعلان کے تقاضہ اور حکم پر عمل کرنا صحیح ہوجائے گا، یہ اعلان انہی الفاظ میں دنیا کے کسی خطہ سے آجائے عمل کرنا درست رہے گا، اسی طرح رمضان کی ۲۹؍تاریخ کی شام کو یا اسی رات میں مذکورہ اوصاف کی کمیٹی کا اعلان آجائے کہ شرعی ثبوت لے کر اعلان کیا جاتا ہے کل یکم شوال ہے یا کل نماز عید ادا کی جائےتو اس پر بھی عمل کرنا درست رہے گا، اور اگر یہی اعلان انہیں

مذکورہ الفاظ میں ۲۸؍تاریخ کو آئے تو معتبر نہ ہوگا، کیونکہ اس صورت میں مہینہ کا ۲۸؍دن کا ہونا لازم آئے گا، اور یہ نص صریح ''الشہر ہکذا وہکذا الخ'' کے خلاف ہوگا، جس کی مخالفت قطعاً جائز نہیں (منتخبات نظام الفتاوی۱؍۵۳۹، ایفا پبلی کیشنز دہلی)۔

سوال نمبر (۸) کے ''ج '' کا جواب سوال نمبر ۲ کے ''ب '' کے ضمن میں تفصیل کے ساتھ آچکا ہے، اس لئے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

* * *

رؤیت ہلال میں رؤیت بصری اور فلکی کا مسئلہ

مفتی امتیاز احمد واعظ القاسمی•

جواب نمبر ۱، الف:مطلع کا مفہوم :

مطلع لام کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ طلوع یا ظہور کی جگہ کو کہتے ہیں اس کی جمع ''مطالع ''آتی ہے، قرآن پاک میں بھی اس مفہوم میں آیا ہے، ارشاد باری ہے :''حتی إذا بلغ مطلع الشمس'' (الکہف: ۹۰) (یہاں تک کہ جب طلوع آفتاب کے موقع پر پہنچے) اور چونکہ اصطلاحی معنی میں لغوی معنی کا بھی لحاظ ہو تا ہے، اس لئے مطلع کا اصطلاحی مفہوم ہے مغرب سے چاند کےنکلنے کی جگہ جیساکہ ''الموسوعۃ الفقہیہ '' میں ہے:''المطالع في اللغة جمع مطلع - بفتح اللام وكسرها - وهو موضع الطلوع أو الظهور، ومن ذلك قوله تعالى:{حتى إذا بلغ مطلع الشمس} ،أي منتهى الأرض المعمورة من جهة الشرق، ولا يخرج المعنى الاصطلاحي عن المعنى اللغوي، وهو موضع الطلوع أو الظهور، ويقصد به -هنا- موضع طلوع الهلال من الغرب'' (الموسوعہ الفقہیہ۳۸،۲۱۱)۔

اختلاف مطالع:

اختلاف مطالع کے بارے میں جو بحث ہے وہ اختلاف مطالع کے ثبوت کے بارے میں نہیں ہے، بلکہ معتبر ہونے اور نہ ہو نے کے بارے میں ہے کیوں کہ اختلاف مطالع کا ہو نا ایک واضح واقعاتی حقیقت ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دو شہروں میں اتنی دوری ہوتی ہے ایک شہرمیں کسی رات چاندنظرآتاہے، جبکہ اسی رات دوسرے شہر میں دوری کی وجہ سے چاند نظر نہیں آتا ہے،یہی حالت شہر کی دوری کی وجہ سے سورج کے طلوع وغروب، نیز صبح صادق ہونے میں وقت کا فاصلہ ہوتا ہے جس کو تمام فقہاء کرام تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ علامہ شامی نے تحریر فرمایا ہے:

''اعلم أن نفس اختلاف المطالع لا نزاع فيه بمعنى أنه قد يكون بين البلدتين بعد بحيث يطلع الهلال له ليلة كذا في إحدى البلدتين دون الأخرى، وكذا مطالع الشمس؛ لأن انفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف الأقطار حتى إذا زالت الشمس في المشرق لا يلزم أن تزول في المغرب، وكذا طلوع الفجر وغروب الشمس بل كلما تحركت الشمس درجة، فتلك طلوع فجر لقوم وطلوع شمس لآخرين وغروب لبعض ونصف ليل لغيرهم '' (رد المحتار۲،۳۹۳)۔

مطلع کے اختلاف کے سلسلے میں مسلم شریف میں حضرت عبد اللہ ابن عباس والی

• صدر شعبہ تخصص، جامعۃ العلوم گڑھا، گجرات۔

حدیث سےبھی تائید ہو تی ہے جوحضرت کریب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام الفضل رضی اللہ عنہ نے ان کوحضرت معاویہ بن ابو سفیان کے پاس ملک شام بھیجا ،حضرت کریب کہتے ہیں: میں ملک شام آیا اور جس کام کے لئے آیا تھا اس کو پو را کر دیا ، میں ابھی ملک شام ہی میں تھا کہ رمضان کا چاند نکل آیا ،ہم نے جمعہ کی شام میں چاند دیکھا، اور آخر رمضان میں مدینہ آئے ،حضرت عبد اللہ ابن عباس نےمجھ سے وہاں کا حال پوچھا، پھر چاند کا ذکر کیا ،حضرت کریب کہتے ہیں : حضرت ابن عباس نے مجھ سے پوچھا، تم نے وہاں کب چاند دیکھا ؟ میں نے کہا : جمعہ کی شب میں ،پھر انھوں نے فرمایا: کیا تم نے دیکھا ہے؟ میں نے کہا :جی ہاں! سب لوگوں نے دیکھا، روزے رکھےاور حضرت معاویہ نے بھی روزہ رکھا ، حضرت ابن عباس نے کہا :لیکن ہم لوگوں نے ہفتہ کی شب کو چاند دیکھاہے اس لئے ہم تو اس وقت تک روزہ رکھیں گے جب تک یہاں چاند نظر نہ آئے یا تیس دن پورے ہو جائیں، میں نے کہا : آپ حضرت معاویہ کے دیکھنے کو کا فی نہیں سمجھتے؟ حضرت ابن عباس نے کہا :نہیں،ہم کو رسول اللہ ﷺ نے ایساہی حکم دیا ہے۔

''عن كريب أن أم الفضل بنت الحارث بعثته إلى معاوية بالشام قال:فقدمت الشام فقضيت حاجتها واستهل على رمضان وأنا بالشام فرأيت الهلال ليلة الجمعة، ثم قدمت المدينة فى آخر الشهر فسألنى عبد الله بن عباس - رضى الله عنهما - ثم ذكر الهلال فقال: متى رأيتم الهلال فقلت رأيناه ليلة الجمعة، فقال أنت رأيته، فقلت نعم ورآه الناس وصاموا وصام معاوية، فقال لكنا رأيناه ليلة السبت، فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلاثين أو نراه، فقلت أولا تكتفى برؤية معاوية وصيامه فقال لا هكذا أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم'' (مسلم)۔

مطلع کے حدود:

مطلع کے حدود کے سلسلے میں عرض یہ ہے کہ ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ تسلیم کرنے میں اگر ایک دن کا فرق لازم آئے تو اختلاف مطالع کا اعتبار ہو گا اور اس سے کم میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہ ہو گا،کیوں کہ اگر ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ تسلیم کر نے میں ایک دن کا فرق لازم آئے اور اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کریں تو اس صورت میں دوسری جگہ ۲۸ یا ۳۱ دن کا مہینہ ہو سکتا ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''إنا أمة أمية، لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا يعنى مرة تسعة وعشرين، ومرة ثلاثين'' (بخاری)یعنی مہینہ کبھی ۲۹ دن کا اور کبھی ۳۰ دن کا ہوتاہے۔ جیساکہ علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ فتح الملہم میں تحریر فرماتے ہیں:''ينبغى أن يعتبر اختلافها إن لزم منه التفاوت بين البلدتين باكثرمن يوم واحد؛ لأن النصوص مصرحة بكون الشهرتسعة وعشرين أو ثلاثين فلا تقبل الشهادة ولايعمل بها فيما دون أقل العدد ولا فى أزيد من أكثره'' (فتح الملہم۳،۱۱۳)۔

نیزحضرت مفتی شفیع احمد صاحبؒ بھی فرماتے ہیں کہ ایک جگہ کی رؤیت دوسری

جگہ لازم کر نے سے مہینہ دوسری جگہ ۲۸ یا ۳۱دن کا نہ ہو تا ہو توایسے علاقوں کو ایک حد اور ایک مطلع میں شمار کیا جا ئے اس کے برخلاف اگر ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ لازم کرنے سے دوسری جگہ مہینہ۲۸ یا ۳۱دن کا ہو جا ئے تو ان علاقوں کو الگ الگ مطلع اور حد میں شمار کیا جائے، چنانچہ مفتی شفیع احمدصاحبؒ اپنی کتاب ''رؤیت ہلال'' میں تحریر فرماتے ہیں :

''بلاد قریبہ اور بعیدہ میں قرب وبعد کا معیار کیا اور کتنی مسافت ہوگی۔ وہ یہ ہے کہ جن بلاد میں اتنا فاصلہ ہو کہ ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ اعتبار کر نے کے نتیجےمیں مہینہ کے دن اٹھائیس رہ جائیں یا اکتیس ہو جائیں وہاں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا اور جہاں اتنا فاصلہ نہ ہو وہاں نظر انداز کیا جا ئے گا '' (رؤیت ہلال،۲۳)۔

نیز ''فتاویٰ دار العلوم'' میں ہے:''ملکوں کے درمیان اگر اتنی دوری ہو کہ ایک ملک کی خبر ماننے سے دوسرے ملک میں ۲۸ یا ۳۱ دن کا مہینہ ہوتا ہو تو وہ خبر قابل تسلیم نہ ہوگی۔ اوراختلاف مطالع معتبر ہوگا '' (فتاوی دار العلوم دیوبند،۱۲۸۳)۔

نیزمطلع کے حدود کے سلسلے میں اور بھی مختلف اقوال ہیں، چنانچہ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ جس مسافت سے نماز میں قصر کی جاتی ہے وہ بعیدہے اور اس سے کم قریب ہے۔

''والصحيح عند أصحابنا أن الرؤية لا تعم الناس، بل تختص بمن قرب على مسافة لا تقصر فيها الصلاة'' (شرح مسلم)۔

اور علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ایک ماہ یا اس سے زیادہ مسافت بعیدہے اور اس سے کم مسافت قریب ہے: ''وقدر البعد الذي تختلف فيه المطالع مسيرة شهر فأكثرعلى مافي القهستاني عن الجواهراعتبارا بقصة سليمان-عليه السلام-، فإنه قد انتقل كل غدو ورواح من إقليم إلى إقليم وبينهما شهر.اهـ. ولايخفى ما في هذا الاستدلال، وفي شرح المنهاج للرملي، وقد نبه التاج التبريزي على أن اختلاف المطالع لا يمكن في أقل من أربعة وعشرين فرسخا وأفتى به الوالد والأوجه أنها تحديدية، كما أفتى به أيضا اهـ '' (رد المحتار۲،۳۹۳)۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ جب دوشہروں کے درمیان قریب کی مسافت ہو تو مطلع ایک ہو تا ہے اور اگر دور کی مسافت ہو تو مطلع الگ الگ ہو تا ہے۔

''إذاكانت المسافة بين البلدين قريبة لاتختلف فيهاالمطالع، فأما إذاكانت بعيدة فلايلزم أحد البلدين حكم الآخر؛ لأن مطالع البلاد عندالمسافة الفاحشة تختلف فيعتبر فى اهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر'' (بدائع الصنائع۲،۵۷۹)۔

احقر کے نزدیک حضرت مفتی شفیع احمدصاحبؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا قول زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے ۔

جواب نمبر ۱، ب:

ہندوستان بشمول پاکستان وبنگلہ دیش کا مطلع محققین علماءہند وپاک کے نزدیک ایک ہو نے باوجودہند و پاک کے بعض وہ علاقے جہاں چاندکی رؤیت پہلے ہو تی ہے ، تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ شریعت نے روزہ وافطار کا مدار چاند کی رؤیت پر رکھا ہے، جیسا کہ حدیث شریف کے اندرآپ ﷺ کا ارشاد ہے:''صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته، فإن غم عليكم، فأكملوا عدة شعبان ثلاثين يوما'' (فتح القدير۴،۲۹۰)۔ اس حدیث شریف کے اندر آپ ﷺ نے روزہ رکھنے اور ختم کرنے کا حکم رؤیت ہلال پر رکھا ہے، تو جب وہاں کے لوگوں نے پہلےچاند دیکھ لیا ہےتوشرط پا ئی گئی ،نیز پہلےرؤیت والے خاص علاقوں کو اگر ہند وپاک کے عام مطلع کے تابع کرتے ہوئےایک دن تاخیر سے روزہ رکھنے کا حکم دیا جائےاور عام رؤیت والےعلاقوں میں مہینہ ۲۹/دن کا ہو تواس صورت میں یہ خرابی لازم آئے گی کہ پہلے رؤیت والے علاقوں میں مہینہ ۲۸/دن کا ہی رہ جائے گا، اور ایسا ہو نا اصول شریعت کے خلاف ہے۔ کیونکہ اسلامی مہینہ ۲۹ یا ۳۰ دن کاہی ہوتا جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے:''لأن الشهر قد يكون ثلاثين يوما وقد يكون تسعة وعشرين يوما، لقول النبي - صلى الله عليه وسلم - الشهر هكذا وهكذا وأشار إلى جميع أصابع يديه ثم قال:الشهر هكذا وهكذا ثلاثا وحبس إبهامه في المرة الثالثة، فثبت أن الشهر قد يكون ثلاثين وقد يكون تسعة وعشرين'' (بدائع الصنائع۲،۸۰)۔ مزید علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ جب دوشہروں کے درمیان قریب کی مسافت ہو تو مطلع ایک ہو تا ہے اور اگر دور کی مسافت ہو تو مطلع الگ الگ ہو تا ہے:

''إذا كانت المسافة بين البلدين قريبة لا تختلف فيها المطالع فأما إذا كانت بعيدة، فلايلزم أحد البلدين حكم الآخر؛ لأن مطالع البلاد عندالمسافة الفاحشة تختلف فيعتبر فى أهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر'' (بدائع الصنائع۲،۵۷۹)۔

''وجه رواية الطحاوي أن المطالع تختلف بالمصر وخارج المصر في الظهور، والخفاء لصفاء الهواء خارج المصر فتختلف الرؤية، وجه ظاهر الرواية أن المطالع لا تختلف إلا عند المسافة البعيدة الفاحشة'' (بدائع الصنائع،۱۸۰)۔

نیز ماقبل میں حدود مطلع کے ذیل میں حضرت مفتی شفیع احمد صاحبؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ کی تحریر آچکی ہے کہ ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ لازم کر نے سے مہینہ ۲۸یا ۳۱دن کا نہ ہو تا ہو تو ان علاقوں کو ایک حد اور ایک مطلع میں شمار کیا جا ئے اس کے بر خلاف اگر ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ لازم کرنے سے مہینہ۲۸یا۳۱دن کا ہو جا ئے تو ان علاقوں کو الگ الگ مطلع اور حد میں شمار کیا جائے لہٰذا ہندوستان بشمول پاکستان وبنگلہ دیش کے بعض وہ علاقے جہاں چاندکی رؤیت پہلے ہو تی ہے ہند وپاک کے عام مطلع وحکم سے الگ ہوں گے،تاکہ مہینہ ۲۸یا۳۱ دن کا ہو نا لازم

نہ آئے۔

جواب نمبر ۱، ج:- ملک کے پہلے رؤیت والے خاص علاقے کا بقیہ حصوں پر اثر:

وہ خاص علاقے(کیرل وغیرہ)جو ملک کا ہی ایک حصہ ہیں ،تو وہاں پہلے چاند کی رؤیت ہو نے پر ملک کے بقیہ حصوں کے لئے رؤیت کا اعتبار کر نے سلسلے میں عرض یہ ہے کہ ماقبل میں یہ بات آچکی ہے کہ اگر دو علاقوں میں مطلع کے اعتبار سے اس قدر دوری ہو کہ ایک کی رؤیت دوسرے کے لئے اعتبار کر نے میں دوسری جگہ مہینہ اگر ۲۸ یا ۳۱ دن کا ہوجائے تو ایسی صورت میں ایک علاقے کی رؤیت دوسرے کے لئےاعتبار نہیں کریں گے، بلکہ ایسے علاقوں کےمطالع الگ الگ ہونگےجیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے:''لأن مطالع البلاد عندالمسافة الفاحشة تختلف فيعتبر فى أهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر'' (بدائع الصنائع۲،۵۷۹)۔

''أن المطالع لا تختلف إلا عند المسافة البعيدة الفاحشة'' (بدائع الصنائع،۱۸۰)۔

نیز حدیث کریب جو ماقبل میں ذکر کی گئی اس سے بھی ایک علاقے کی رؤیت دوسرے علاقہ والوں کے لئے میں لازم نہ ہو نے کا پتہ چلتاہے کہ حضرت ابن عباس نے شام والوں کی رؤیت کا اعتبار نہیں کیا، جیساکہ ''فتح الملہم '' میں ہے :

''وحجة من يعتبر اختلاف المطالع في الصوم والفطر حديث كريب ہٰذا (أي حديث الباب) قال الشوكاني:وجه الاحتجاج به أن ابن عباس رضي الله عنهما لم يعمل برية أهل الشام، وقال في آخر الحديث: ہٰكذا أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فدل ذٰلك على أنه قد حفظ من رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه لا يلزم أهل بلد العمل برؤية أهل بلد آخر۔

نیز ''فتاویٰ خانیہ'' میں ہے:

''إذا كان بين البلدتين تفاوت لايختلف المطالع لزم حكم أهل إحدى البلدتين البلدة الأخرىٰ، فأما إذا كانت تفاوت يختلف المطالع لم يلزم حكم إحدىٰ البلدتين البلدة الأخرىٰ''۔

نیز ''بدائع الصنائع'' وغیرہ میں ہے:

'' ہذا إذا كانت المسافة بين البلدين قريبة لا تختلف فيها المطالع، فأما إذا كانت بعيدة، فلا يلزم أحد البلدين حكم الآخر؛ لأن مطالع البلادعند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر فى أهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر'' (بدائع الصنائع۲،۵۷۹)۔

''متى ثبت رؤية ہلال رمضان فى محل لزم الصوم أہلہ الجائزين لشروط الوجوب، وكذا يلزم الصوم جميع من كان فى بلد قريب من محل الرؤيا دون أہل البلد البعيد'' (حاشیہ شامی۳،۳۶۳)۔

خلاصہ یہ کہ وہ خاص علاقے(کیرل وغیرہ)جو ملک کا ہی ایک حصہ ہیں ،تو وہاں پہلے چاند کی رؤیت ہو نے پر ملک کے بقیہ حصوں کے لئے اگر رؤیت کا اعتبار کرلیں توملک کے بقیہ حصوں کے لئے قمری مہینہ کا توازن باقی نہیں رہے گا، جو قابل قبول نہیں۔

جواب نمبر ١،د:ایک مطلع والے علاقے کے کسی خطے کی رؤیت کا دوسرے خطے پر اثر:

ایک مطلع والے علاقے کے کسی خطے میں ٢٩تاریخ کو رؤیت ہلال کا ثبوت ہو جائے اور اس کا اعلان بھی کر دیا جائے تو جس خطے میں یہ اعلان ہوا ہے اس خطے میں قاضی یا حاکم کے حدود ولایت تک وہ اعلان موجب عمل ہے ''قضاء القاضی محدود فی ولایتہ'' (ہدایہ٢)، ملک کے دوسرے خطے کے مسلمان محض اس خبر پر اعتماد نہیں کرسکتے ''لأن اجتهاد القاضی لایثبت فی ولایۃ غیرہ'' (فتح القدیر٣)، بلکہ دوسری جگہوں پر اس فیصلہ کا اعتباراسوقت کیا جائے گا، جبکہ یقینی طور پر استفاضہ وغیرہ کے ذریعہ وہاں خبر پہنچ جائے، یعنی چاند کی خبر یا قاضی کے فیصلہ کے بعد اس کی خبر دوسرے شہر تک اس تواتر سے پہنچے کہ اس سے چاند کے ثبوت کا غلبۂ ظن ہو جائے۔ چاند کے معاملہ میں مقامی وعلاقائی رؤیت ہلال کمیٹیاں حاکم کا درجہ رکھتی ہیں؛ جب یہ کمیٹیاں اگر تحقیق وشرح صدر کے بعد چاند کے ہونے یانہ ہونے کے بارے میں کوئی فیصلہ کریں، تو ان کی تعمیل ان کے حلقہ اثر میں ضروری ہوگی،لہٰذا مقامی قاضی اور قاضی نہ ہو نی صورت میں کو ئی عالم ثقہ یا معتمد کمیٹی کی ذمہ داری ہو گی کہ وہ شہادت حاصل کر کے فیصلہ کرے اور اس علاقے کےمسلمانوں کے لئے اس کا انتظار کر نا لازم ہو گا۔

''قال شمس الأئمۃ الحلواني: الصحیح من مذہب أصحابنا أن الخبر إذا استفاضہ وتحقق فیما بین أہل البلدۃ الأخری یلزمہم حکم ہٰذہ البلدۃ'' (شامی٣،٣٥٩)۔

''اعلم أن المراد بالاستفاضۃ تواتر الخبر من الواردین من بلدۃ الثبوت إلی البلدۃ التي لم یثبت بہا'' (منحۃ الخالق٢،٢٧٠)۔

ایک خطے کے اعلان کی حیثیت دوسرے خطے کے قاضی یا ہلال کمیٹی کے لئے :

کسی خطے کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف سے چاند کی رؤیت کا اعلان ہو جا ئے تو دوسرے خطے کے قاضی یا ہلال کمیٹی کے پاس شرعی تصدیق کے طور پر درج ذیل ذرائع میں سے کوئی ایک ذریعہ بھی متحقق ہوجائے تو دوسرے خطے کا قاضی یا ہلال کمیٹی شرعا اس اعلان کا پابند ہو گی :

شہادت علی الرؤیۃ:جس کا مطلب یہ ہے کہ چاند دیکھنے والے دو عادل شخص خود قاضی یا ہلال کمیٹی کے سامنے چاند دیکھنے کی گواہی دیں۔

شہادت علی شہادۃ الرؤیۃ:یعنی چاند دیکھنے والے خود تو حاضر نہ ہوں؛ لیکن ان میں سے ہر ایک کی گواہی پر دو عادل شخص گواہی دیں، مثلا کہیں کہ ہمارے سامنے فلاں فلاں شخص نے چاند کی گواہی دی ہے۔

شہادت علی القضاء: یعنی کسی جگہ قاضی یا کمیٹی شرعی ثبوت حاصل ہونے کی وجہ سے چاند کا فیصلہ کردے، پھر اپنے فیصلہ کو دو گواہوں کے سامنے مہر بند کرکے دوسرے شہر کی کمیٹی یا قاضی کو بھیج دے۔

استفاضہ: یعنی کسی جگہ سے چاند کی خبر یا قاضی کے فیصلہ کے بعد اس کی خبر دوسرے شہر تک اس تواتر سے پہنچے کہ اس سے چاند کے ثبوت کا غلبۂ ظن ہو جائے (مستفاد کتاب المسائل۲،۱۲۷، انوار رحمت،۴۹۸، ایضاح المسائل،۷۸، امداد المفتین،۴۸۷، امداد الفتاوی۲،۹۹)، مزید فقہی عبارتوں کے لئے دیکھئے: (تنویر الابصار۳،۳۵۸، شامی۳،۳۶۴، طحطاوی،۳۵۹، سنن ابی داؤد۱،۳۱۹، رقم: ۲۳۳۹، الفتاوی التاتارخانیہ۳،۳۶۶)۔

جواب نمبر ۲، الف :- فلکیاتی حساب کو معیار بنانا :

شریعت نے چاند کے ثبوت کا مدار رؤیت بصری اور شہادت کی بنیاد پر رکھا ہے، جیسا کہ حدیث شریف کے اندرآپ ﷺ کا ارشاد ہے:''صوموا لرؤیته وأفطروا لرؤیته فإن غم علیکم فأکملوا عدة شعبان ثلاثین یوما'' (فتح القدیر۴،۲۹۰)، اس حدیث شریف کے اندر آپ ﷺ نے روزہ رکھنے اور ختم کرنے کا حکم رؤیت ہلال پر رکھا ہے، لہٰذا اگر رؤیت ہلال کی شرعی شہادت پائی جائےتو محض فلکیاتی حساب سے عدم امکان کی بنیاد پر اس کو رد نہیں کیا جا سکتاہے کیونکہ فلکیاتی حساب کے ناقابل اعتبار ہونے کا تقریبا اجماعی مسئلہ ہے، حافظ ابن حجرعسقلانیؒ شرح بخاری میں تحریر فرماتے ہیں :

''والمراد بالحساب هنا حساب النجوم وتسییرها، ولم یکونوا یعرفون من ذلك أیضا إلا النزر الیسیر، فعلق الحکم بالصوم وغیره بالرؤیة لرفع الحرج عنهم في معاناة حساب التسییر واستمر الحکم في الصوم ولو حدث بعدهم من یعرف ذلك ، بل ظاهر السیاق یشعر بنفي تعلیق الحکم بالحساب أصلا ویوضحه قوله في الحدیث الماضي ''فإن غم علیکم فأکملوا العدة ثلاثین'' ولم یقل فسلوا أهل الحساب، والحکمة فیه کون العدد عند الإغماء یستوي فیه المکلفون فیرتفع الاختلاف والنزاع عنهم ، وقد ذهب قوم إلی الرجوع إلی أهل التسییر في ذلك وهم الروافض، ونقل عن بعض الفقهاء موافقتهم، قال الباجي: وإجماع السلف الصالح حجة علیهم . وقال ابن بزیزة : وهو مذهب باطل فقد نهت الشریعة عن الخوض في علم النجوم لأنها حدس وتخمین لیس فیها قطع ولا ظن غالب، مع أنه لو ارتبط الأمر بها لضاق إذ لا یعرفها إلا القلیل'' (فتح الباری۳،۳۵۴)۔

علامہ شامی روزہ کے سلسلے میں فلکیاتی حساب کو ناقابل اعتبار نہ ہو نے کے سلسلے میں ہے فرماتے ہیں: ''لاعبرة بقول المؤقتین أي في وجوب الصوم علی الناس'' (شامی۳،۳۵۴)۔ اور فتاویٰ التاتار خانیہ میں ہے:''یجب صوم رمضان برؤیة الهلال أو باستکمال شعبان ثلاثین ولا یجوز تقلید المنجم فی حسابه لا فی الصوم ولا فی الإفطار'' (الفتاوی التاتارخانیہ۳،۳۶۷)۔ نیز فلکی حساب کو بنیاد نہ بنا نے کا سلسلے میں مفتی شفیع احمد صاحبؒ اپنی کتاب ''رؤیت ہلال'' میں تحریرفرماتے ہیں:کہ آلات رصد کے ذریعہ حاصل

کردہ معلومات بھی رؤیت ہلال کے سلسلے میں کوئی یقینی فیصلہ نہیں کہلا سکتی، بلکہ وہ تجرباتی اور تخمینی معاملہ ہے، اس اصول کے حکیمانہ اصول ہونے کی اور بھی تائید ہوگئی جو رسول امیﷺ نے اس معاملے میں اختیار فرمایا کہ ان کاوشوں اور باریکیوں میں امت کو الجھائے بغیربالکل سادگی کے ساتھ رؤیت ہونے اور نہ ہونے پر احکام شرعیہ کا مدار رکھ دیا جس پر ہر شخص ہر جگہ ہر حال میں آسانی سے عمل کر سکے ۔

فلکیاتی حساب سے مدد لینا:

نیزیہ صورت کہ فیصلہ تو رؤیت کی بنیاد ہی پر کیا جائے، لیکن محض یہ معلوم کرنے کے لئے کہ آج افق پہ چاند کی بصری رؤیت کا امکان ہے یا نہیں؟ فلکیاتی حساب سے مدد لینے کے سلسلے میں عرض یہ ہے جب رؤیت عام نہ ہو اور ایک یا چند شہادتوں کی بنیاد پر رؤیت کا فیصلہ کرنا پڑرہا ہو۔ اور اس شہادت کو ماننے کی وجہ سے مہینہ ۲۹سے کم ہو نالازم نہ آتاہو اس لئے کہ اگر مہینہ ۲۹سے کم لازم آتاہے تو وہ دن محل شہادت ہی نہیں اور ایسا ہو نا اصول شریعت کے خلاف ہے۔ کیوں کہ اسلامی مہینہ ۲۹ یا ۳۰ دن کاہی ہوتا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:''عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنہ قال:إنا أمة أمية،لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا، يعنى مرة تسعة وعشرين، ومرة ثلاثين'' (بخاری)، اوران شہادتوں کو قبول کرنے سے پہلے یہ بھی دیکھ لیا جا ئے کہ قرائن اسکے خلاف تو نہیں ہیں،یعنی ایسا تو نہیں ہے کہ ابھی نئے چاند کا چکر شروع ہی نہیں ہوا اور نیو مون (نیاچاند)نے ابھی جنم ہی نہیں لیا ،یا نیو مون(نیا چاند) کو جنم لئے ہو ئے ابھی آٹھ گھنٹے بھی نہیں گزرےہیں جو رؤیت کے لئےکم از کم حد ہےاور یہ لوگ گواہی دے رہے ہیں کہ انھوں نے چانددیکھ لیا ہے ،تو ایسی صورت میں چاند کی رؤیت فلکیاتی حساب سےمحال ہو نے کی بنا پر شہادتوں کو قبول نہیں کرنا چاہئےبلکہ ان کو وہم پر محمول کرنا چاہئے، چنانچہ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب ''کتاب الفتاویٰ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

فلکیاتی اعتبار سے چاند کا نظر آنا دو باتوں سے متعلق ہے ،اول یہ کہ چاند کی پیدائش پر اتنے گھنٹے گزر چکے ہوں کہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے دیکھنے کے لائق ہوجائے ،مہینے کی آخری تاریخوں میں جب چاند نظر نہیں آتا ، اس کے بعد چاند کے طلوع ہونے کو فلکیات کی اصطلاح میں چاند کی پیدائش کہتے ہیں، اور چاند کے قابل دید ہونے کو '' بالغ '' ہونے سے تعبیر کیاجاتا ہے ،گویا چاند نظر آنے کے لئے پہلی ضروری شرط یہ ہے کہ چاند اپنی پیدائش کے بعد بلوغ کو پہنچ جائے، دوسری چیز جس سے چاند کے نظر آنے کاتعلق ہے وہ سورج کا ڈوبنا اور اس کی کرنوں کا چھپ جانا ہے ، چاند فلکیاتی اعتبار سے بالغ ہوگیا، لیکن سورج ابھی غروب نہیں ہوا ہے ، تو چاند نظر نہیں آسکتا (کتاب الفتاوی۳؍۲۶۱)۔

نیز مفتی سلمان صاحب کتاب النوازل میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''فلکیاتی حساب کے

خلاف پیش کردہ گواہی گہری چھان بین کے بعد ہی قبول کی جاسکتی ہے؛ اس لئے کہ تجربہ سے یہ بات مشاہد ہے کہ اجتماع شمس وقمر اور پیدائش قمر کے بغیر چاند دیکھنے کا تحقق نہیں ہوپاتا '' (کتاب الفتاوی۳؍۲۶۱)۔

''وإذا لم تكن بالسماء علة لم تقبل الشهادة حتى يراه جمع كثير يقع العلم بخبرهم، وإذا كان بالسماء علة قبل الإمام شهادة الواحد العدل في رؤية الهلال''۔

جواب نمبر ۲،ب: فلکیاتی حساب کے خلاف قمری ماہ کی ۲۹ تاریخ کورویت ہلال کی شہادت:

کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی۲۹تاریخ کو چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہ ہواس کے باوجود اس خطہ سے رؤیت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہو تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ شریعت نے چاند کا دارومدار رؤیت پر رکھا ہے ، جیساکہ حدیث شریف میں ہے:''صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته فإن غم عليكم فأكملوا عدة شعبان ثلاثين يوما'' (فتح القدیر۴؍۲۹۰)، لہٰذ اگر ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو تیس دن پورے کرنے چاہئیں ، فلکیاتی حساب کے ذریعہ مہینوں کا ندازہ کرکے روزہ رکھنا یا افطار کرنا جائز نہیں۔

''لا عبرة بقول المنجمين فلا يجب عليهم الصوم بحاسبهم ولا على من وثق بقولهم؛ لأن الشارع علق الصوم على أمارة ثابتة لا تتغير أبدا وهي رؤية الهلال أن إكمال العدة ثلاثين يوما أما قول المنجمين فهو إن كان مبنيا على قواعد دقيقة، فإنا نراه غير منضبط بدليل اختلاف آرائهم في أغلب الأحيان وهذا هو رأي ثلاثة من الأئمة'' (الفقہ علی مذاہب الاربعہ۱؍۱۷۳)، نیز قمری مہینہ کبھی ۲۹دن اور کبھی۳۰ دن کاہوتا، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:''عن النبی صلی الله عليه وسلم أنه قال:إنا أمة أمية،لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا، يعنى مرة تسعة وعشرين، ومرة ثلاثين'' (بخاری)، لہذا جب ۲۹دن کا مہینہ ہو تاہے اور رؤیت ہلال کی شرعی شہادت پائی جارہی ہے جس کوشریعت نے ثبوت ہلال میں معیار بھی قرار دیاہے:''وإذا كان بالسماء علة قبل الإمام شهادة الواحد العدل في رؤية الهلال'' (ہدایہ ۱؍۱۹۵، مجمع الانہر۱؍۲۳۶، البحر الرائق۲؍۲۶۸)، تو محض فلکیاتی حساب سے عدم امکان کی بنیاد پر شہادت کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

جواب نمبر ۲، ج:- محکمہ موسمیات سے مدد لینا:

جہاں تک محکمہ موسمیات سے محض بصری رؤیت میں مدد لینے کی بات ہے کہ آج مطلع صاف ہے یا گردآلود اور چاند کی رؤیت ممکن ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ شریعت میں اصل چیز چاند کی رؤیت کا ہے نہ کہ وجود کا، چنانچہ مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں :''ہر لکھا پڑھا انسان جانتاہے کہ چاند کسی وقت اور کسی دن معدوم تو ہو تا نہیں ،اپنے مدار میں کہیں نہ کہیں موجود ہو تا ہے، اس کے لئے نہ انتیس تاریخ شرط ہے نہ تیس وہ اٹھائیس تاریخ کو اور اس سے پہلے بھی فضا کی کسی بلند افق

سےایسی دور بینوں کے ذریعہ دیکھا جا سکتاہے جو آفتاب کی شعاع کو انسانی نگاہ کے درمیان حائل نہ ہو دیں۔ مسئلہ اگر صرف وجود کا ہو تو ۲۹، ۳۰ کی بحث ہی ختم تھی۔ اس سے بدیہی طور پر یہ معلوم ہو گیا کہ ان تمام معاملات میں جس چیز کا شرعا اعتبار کیا ہے وہ چاندکا افق کے اوپر موجود ہو نا نہیں، بلکہ اس کا قابل رؤیت ہو نا اور عام آنکھوں سے دیکھا جا نا ہے۔۔۔ نیز آگے تحریر فرماتے ہیں: اگر ان حسابات اور آلات کے نتائج قطعی اور یقینی ہوتے تو ماہرین فن کے اختلاف رائے کا احتمال نہ رہتا۔ چنانچہ پاکستان کے سلسلےمیں تحریر فرماتے ہیں کہ: ۱۳۸۰ ھ میں محکمہ موسمیات ایک ہفتہ قبل سے یہ اعلان کر رہا تھا کہ ۲۹ رمضان بروز جمعہ چاند افق آسمان پر تقریبا اکیس منٹ رہے گا اور دیکھا جا سکے گا، اور ٹھیک ۲۹ رمضان کو اخبار ''ایو ننگ اسٹار '' کراچی میں پنجاب یونیور سیٹی کی رصد گاہ کے ذمہ دار افسر اور ماہرین فن سائنس داں بھٹی صاحب کا یہ اعلان شائع ہوا کہ محکمہ موسمیات کی پیش گوئی ''کہ ۲۹ رمضان کو چاند دیکھا جا سکے گا'' غلط ہے اور مزید یہ کہاکہ ۳۰ رمضان بروز سنیچر ہلال عید کے نظر آنے کا غالبا امکان کم ہے'' (رؤیت ہلال،۸-۲۰)۔

لیکن محکمہ موسمیات سے محض اس حد تک مدد لنا کہ آج مطلع صاف ہےیا گردآلود، اور چاند کی رؤیت ممکن ہے یا نہیں؟ اورچاند کا فیصلہ بصری رؤیت کی بنیاد پر کیاجائے تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے لیکن اگر صرف محکمہ موسمیات سے تحقیق ہو ئی مگر بصری رؤیت نہ ہو سکی تو وہ قطعا حجت نہیں ۔

جواب نمبر ۲، د:مطلع کے متاثر ہو نے میں ابر کے علاوہ اسباب :

چاند کی رؤیت میں جس طرح ابر کی وجہ سے مطلع کو متاثر ہو سکتا ہے اسی طرح غبار، شبنم اور دھند وغیرہ سے بھی مطلع متاثر ہو سکتا ہے جیسا کی حدیث شریف میں ہے:

''عن ابن عباس رضی الله عنهما قال:قال رسول الله ﷺ :صومو لرؤیته، وأفطروا لرؤیته، فإن حال بینکم وبین منطره سحاب أو قترة فعدوا ثلاثین''۔

حضرت عبد الله ابن عباس رضی الله عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو، اور اگر تمہارے اور اس کے نظر آنے کے درمیان ابر یا سیاہی حائل ہو جائے تو تیس دن شمار کر لو۔

''عن ابن عباس، أن رسول الله ﷺ قال:''صوموا رمضان لرؤیته، فإن حال بینکم غمامة أو ضبابة فأکملوا عدة شهر شعبان ثلاثین'' (احکام القرآن للجصاص۱،۲۴۵)۔

حضرت عبد الله ابن عباس رضی الله عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:رمضان کا روزہ چاند دیکھ کر رکھا کرو پھر اگر تمہارے درمیان ابر یا دھند

حائل ہو جائے تو ماہ شعبان کی گنتی تیس دن پورے کرلو۔

ان دونوں روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مطلع کو متاثر کرنے والے اسباب ابر کے علاوہ غبار ،دھند،شبنم اور سیاہی وغیرہ بھی ہو سکتے ہیں۔

''وإن صاموا ثمانية وعشرين يوما، ثم رأوا الهلال، قضوا يوما فقط، وإن صاموا لاجل غيم ونحوه كقتر ودخان، لم يفطروا؛ لأن الصوم إنما كان احتياطا'' (الفقہ الاسلامی۳،۱۶۵۵)۔

جواب نمبر ۲، ہ : مطلع ابر آلود ہو نے پرایک آدمی کی گواہی سے آغاز رمضان کا فیصلہ:

مطلع اگر ابر آلود ہو اور ایک آدمی رمضان کے چاند کی گواہی دے تب بھی قاضی آغاز رمضان کا فیصلہ کر سکتا ہے جیسا کہ حدیث شریف بھی معلوم ہو تا ہے کہ آپ ﷺ نے دیہات کے رہنے والے ایک شخص کی گواہی پر آغاز رمضان فیصلہ فرمایا:''عن ابن عباس قال جاء أعرابي إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال إني رأيت الهلال قال الحسن في حديثه: يعني رمضان، فقال:أتشهد أن لا إله إلا الله! قال:نعم قال:أتشهد أن محمدا رسول الله! قال:نعم، قال: يا بلال أذن في الناس فليصوموا غدا'' (سنن ابی داؤد۶،۲۸۳)۔

''إن كان بالسماء علة فشهادة الواحد على هلال رمضان مقبولة إذا كان عادلا مسلما عاقلا بالغا حرا كان أو عبدا ذكرا كان أو انثى'' (الہندیہ)۔

نیز ''فتاویٰ دار العلوم '' میں ہے :یہ امر ظاہر ہے اور کتب حنفیہ سے ثابت ہے کہ حالت ابرو غبار میں ایک شخص عادل یا مستور کی گواہی سے بھی رمضانیت ثابت ہوجاتی ہے (فتاوی دار العلوم۶،۲۳۴)۔

قمری مہینہ کبھی ۲۹دن اور کبھی۳۰دن کاہی ہوتاہےجیسا کہ حدیث شریف میں ہے: ''عن النبی ﷺ أنه قال إنا أمة أمية،لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا، يعنى مرة تسعة وعشرين ، ومرة ثلاثين'' (بخاری)، تو جب یہ بات ثابت ہے کہ قمری مہینہ ۳۰دن سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور ۳۰دن رمضان پو رے ہو نے پر مطلع کے صاف ہو نے کے باوجودچاند نظر نہیں آرہاہے تو یہی سمجھا جا ئے گا کہ جس شخص واحد نے آغاز رمضان کے وقت چاند کی گواہی دی تھی اس کو چاند ہو نے کا دھوکہ اور مغالطہ ہوا،یا اس نے غلط بیا نی سے کام لیا ،لہٰذا اگلے دن رمضان کی ۳۰تاریخ قرار دے کر روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا جائے گا۔

''لأن ما رآه يحتمل أن يكون خيالا لا هلالا'' (الدر المختار۲،۳۸۵)۔

''وإذا تم العدد اى عدد رمضان لا يحل الفطر اتفاقا على ما ذكره شمس الائمة ويعزر ذلک الشاہد كذا فى الدر وفى التجنيس إذا لم يرہلال شوال لا يفطرون حتى يصوموا يوما اٰخر، وقال الزيلعى: والأشبہ أن يقال:إن كانت السماء مصحية لا يفطرون لظہور غلطہ، وإن كانت متغيمة يفطرون لعدم ظہور الغلط اھـ'' (مراقی مع الطحاوی مصری،۵۴۰،

عالمگیری۱،۱۹۸)۔

نیز ''فتاوی محمودیہ '' میں ہے: اگر ہلال رمضان کی رویت کے وقت مطلع صاف نہیں تھا، بلکہ ابر تھا اور قاضی کے پاس دو گواہوں نے اپنی رویت بیان کی جس پرقاضی نے ثبوت رمضان کا اعلان کردیا اور تیس روزے پورے ہونے پرمطلع صاف ہونے کے باوجود عید کا چاند نظر نہیں، حالانکہ یہ اکتسویں شب ہے، تو عید نہ کی جائے بلکہ روزہ رکھا جائے، اگر ایک شخص کی خبر پر ثبوت رمضان کا اعلان کیا گیا تھا پھرتیس روزے ہوجانے پر مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہیں آیا تو اس شخص کو جس کی خبر پر رمضان کا اعلان کیا گیا تھا شرعی سزا دیجائے کیونکہ اس نے ہلال رمضان کی خبر غلط دی تھی۔

جواب نمبر ۳، الف : مطلع صاف ہونے پرہلال رمضان وعیدین کے شہادت کی تعداد:

مطلع اگر صاف ہو تو ہلال رمضان وعیدین کی شہادت کے لئےاتنی بڑی جماعت اور جم غفیر کا ہو نا ضروری ہے جن کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا محال ومتعذر ہو۔

''ویقبل شهادة المسلم والمسلمة عدلا كان الشاهد أو غير عدل بعد أن يشهد أنه رأى خارج المصر أو أنه رآه في المصر وفي المصر علة تمنع العامة من التساوي في رؤيته، وإن كان ذلك في مصر ولا علة في السماء لم يقبل في ذلك إلا الجماعة اه'' (شامی۲،۳۸۹)۔

''وذكر في الإمداد أنها في الصحو كرمضان والفطر أي فلا بد من الجمع العظيم ولم يغيره لأحد'' (شامی ۲،۳۹۱، نیز شامی ۲،۱۳۰)۔

چاند دیکھنے کے لئےعدل کا معیار:

موجودہ دور میں چاند دیکھنے والوں کے لئے عدل کا وہ معیار ضروری نہیں ہےجو فقہاء کرام نے عام طور پر لکھا ہے اس لئے کہ فسق عام ہو نے کی وجہ سے فقہاء کرام کا ذکر کردہ معیار سے دشواری ہو گی لہٰذا چاند کے سلسلے میں ایسے شخص کی بھی شہادت قبول کی جاسکتی ہے جو معاشرہ میں جھوٹا نہیں سمجھا جا تا اور صوم صلوٰۃ کا پا بند ہو۔

''العدل في الشهادة:أن يكون مجتنبا عن الكبائر، ولا يكون مصرا على الصغائر، ويكون صلاحه أكثر من فساده وصوابه أكثر من خطائه، وأن يستعمل الصدق ديانة ومرة، ويجتنب عن الكذب ديانة ومروءة'' (الفتاوی التاتارخانیہ۱۱،۴۲۴)۔

''الفسق لايمنع أهلية الشهادة عندنا وإنما يمنع أداء الشهادة لتهمة الكذب------ وعن أبی يوسف إن كان الفاسق وجيها ذا مروة جازت شهادته، لأن مثله لا يكذب'' (فتاوی قاضی خان۳،۴۳۷)۔

''تجوز شهادة الرجل المسلم ما لم يصب حدا، أو تعلم عليه حوبة في دينه۔ عن محمد قال:قال شريح:... وائت على ذٰلک بشهود عدول، فإنا قد أمرنا بالعدول۔ وأئت فسل عنه ... فإن قالوا:ما علمنا إلا عدلا مسلما، فهو إن شاء الله كذلک، وتجوز شهادته'' (مصنف ابن ابی

شیبہ۴،۴۲۸۔۴۲۹)۔

''عن عکرمۃ عن ابن عباس رضي الله عنہما قال:جاء أعرابي إلی النبي ﷺ فقال:إني رأیت الہلال، قال الحسن في حدیثہ:یعني رمضان، فقال:أتشہد أن لا إلٰہ إلا الله؟ قال: نعم، قال:أتشہد أن محمدا رسول الله؟ قال:نعم، قال:یا بلال! أذن في الناس فلیصوموا غدا، وسکت عنہ'' (سنن ابی داؤد۱،۳۲۷، اعلاء السنن۹،۱۲۵۔۱۲۶)۔

''والحدیث الثاني یدل علی أن من لم یظہر فسقہ قبل شہادتہ في صوم رمضان فإنہ ﷺ لم یفتش أمر العدالۃ في الواقعۃ وإن قال:إنہ ﷺ لعلہ کان یعرفہ فیجاب بأنہ لو کان کذلک لما فتش عن إسلامہ'' (اعلاء السنن۹،۱۲۶)۔

''واستثنی الثاني الفاسق ذا الجاہ والمروۃ فإنہ یجب قبول شہادتہ'' (درمختار مع الشامی۵،۳۵۶)۔

مستور الحال کی شہادت:

رؤیت ہلال کے سلسلے میں مستور الحال شخص کی شہادت کے سلسلے میں عرض یہ ہے کہ جب فسق شہادت کا اہل ہونے سے مانع نہیں ہے، جیساکہ شامی اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے: ''واستثنی الثاني الفاسق ذا الجاہ والمروۃ فإنہ یجب قبول شہادتہ'' (درمختار مع الشامی ۵،۳۵۶)۔

''الفسق لایمنع أہلیۃ الشہادۃ عندنا وإنما یمنع أداء الشہادۃ لتہمۃ الکذب------ وعن أبی یوسف إن کان الفاسق وجیہا ذا مروۃ جازت شہادتہ؛ لأن مثلہ لا یکذب'' (فتاوی قاضی خان۳،۴۳۷)، تو مستور الحال شخص کی شہادت بدرجہ اولیٰ مانع نہیں ہو نا چاہئے۔

''إذا کان بالسماء علۃ قبل الإمام شہادۃ الواحد العدل فی رویۃ الہلال رجلا کان أو امرأ ۃ حرا کان أو عبدا (إلیٰ قولہ) وتاویل قول الطحاوی عدلا کان أو غیر عدل أن یکون مستورا'' (ہدایہ۱۰،۱۹۵)۔

''وتشترط العدالۃ لأن قول الفاسق في الدیانات غیر مقبول، وتأویل قول الطحاوي عدلا کان أو غیر عدل أن یکون مستورا''(ہدایہ۱،۱۲۱)۔

نیزآپ ﷺ نے دیہات کے رہنے والے ایک شخص کی گواہی پر آغاز رمضان فیصلہ فرمایاہے۔

''عن ابن عباس قال جاء أعرابي إلی النبي ﷺ فقال إني رأیت الہلال قال الحسن في حدیثہ یعني رمضان، فقال: أتشہد أن لا إلہ إلا الله! قال:نعم، قال: أتشہد أن محمدا رسول الله! قال: نعم، قال: یا بلال أذن في الناس فلیصوموا غدا'' (سنن ابی داؤد۶،۲۸۳)۔

جواب نمبر ۳، ب : چاند دیکھنے والوں کے لئے قاضی ،مقامی علماء یا رؤیت ہلال کمیٹی کےذمہ دار کے پاس شہادت دینا:

چاند دیکھنے والوں کے لئے چاند کی اطلاع دینا من وجہ خبر ہے اسی لئے لفظ "شہادت " ضروری نہیں اور من وجہ شہادت بھی ہے اس لئے کہ قاضی یا جہاں نظام قضاء نہ ہو وہاں کے مقامی علماء یا رؤیت ہلال کمیٹی کےذمہ دار کے پاس جاکر اطلاع دینا ضروری ہے اورقاضی کے فیصلہ کے بعد اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے، نیز عدالت کا شرط ہو نا وغیرہ۔ جیسا کہ عنایہ شرح ہدایہ میں ہے:

''قبل الإمام شهادة الواحد العدل يدخل المحدود في القذف بعد التوبة وهو ظاهر الرواية لأنه خبر) أي ليس بشهادة ولهذا لم يختص بلفظ الشهادة (وعن أبي حنيفة : أنها لا تقبل لأنها شهادة من وجه) دون وجه من حيث إن وجوب العمل به، إنما كان بعد قضاء القاضي ومن حيث اختصاصه بمجلس القضاء ومن حيث اشتراط العدالة'' (العنایہ شرح ہدایہ۳،۲۷۹)۔

چاند دیکھنے والے کا بیان اصولی طور پرشہادت ہے یا خبر؟:

چاند دیکھنے والے کے بیان کے سلسلے میں عرض یہ ہے کہ اس کو اصولی طور خبرمانا جا ئے نہ کہ شہادت اورجن روایات میں چاند دیکھنے والے کے لئے شہادت کا لفظ استعمال ہواہے وہ شہادت کے وسیع تر مفہوم میں استعمال ہوا ہے نہ کہ عدالتی نوعیت کی شہادت میں اس لئے کہ عدالتی شہادت حقوق یا نزاعی معاملے میں ہو تا ہے ، اور جہاں تک چاند کی خبر دینا ایک نازک معاملہ ہے توحدیث بیان کر نا اس سےکہیں زیادہ نازک معاملہ ہے، لیکن محدثین نے حدیث بیان کر نے کو خبر قرار دیا ہے نہ کہ شہادت، ورنہ ہر راوی کو قاضی کی عدالت میں حاضر ہو کر گواہی دینی پڑتی، لہذا چاند کی اطلاع دینا یہ ایک خبر ہے اور اس کے لئے شرعی قاضی یا عالم دین ومفتی کا غلبہء ظن کافی ہے۔

جواب نمبر ۳، ج : رمضان وعید الفطر کے موقع پر تاخیر سے رؤیت ہلال کی شہادت:

چاند دیکھنے والوں کے لئے فوری طور پر شہادت دینا چاہئے تاکہ قاضی کو یا جہاں نظام قضاء نہ ہو وہاں کے مقامی علماء یا رؤیت ہلال کمیٹی کو فیصلہ کر نے میں آسانی ہواور تاخیر سے اعلان کی صورت میں مسلمانوں کے مابین شدید اختلاف وانتشار پیدا نہ ہو ۔اگر چاند دیکھنے کے چند گھنٹوں کی تاخیرسے رؤیت ہلال کی شہادت دے تو اس کی شہادت مانی جاسکتی ہے لیکن ایک دن یا اس سے زائد کی تاخیر کے بعد خصوصا رمضان وعید الفطر کے موقع پر شہادت دے تو ان کی شہادت مسلمانوں کے مابین شدید اختلاف وانتشار کی وجہ سےرد کر دی جا ئے گی (رد المحتار ۳۱۹،۶)۔

جواب نمبر۴،الف:نظام قضاء والے علاقے میں قاضی کی طرف سےچاند کے اعلان کا حکم:

صوبہ بہار و اڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضاء موجود ہے، اگر وہاں کا قاضی چاند کا ثبوت ملنے بعد اعلان کرتا ہے تو اس کے حلقہ قضاء کے تمام مسلمانوں کے لئے اس اعلان پر عمل کرنا ضروری ہو گا ''قضاء القاضی محدود فی ولایتہ'' (الہدایہ۲)۔

قاضی کی طرف سے ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر کئےگئے اعلان :

قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتا ہے تو اس کااعلان ، اعلان سلطان کے حکم میں ہو گا ۔

کسی صوبے کےقاضی یا ہلا ل کمیٹی کا اعلان دوسرے علاقہ کے مسلمانوں کے حق میں:

ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر صوبہ کا قاضی یا رؤیت ہلا ل کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رؤیت کا اعلان کیا تو یہ صرف اس صوبہ کےمسلمانوں کے لئے واجب العمل ہو گا،یعنی دوسرے علاقہ کے مسلمانوں کے حق میں وہ اعلان، اعلان سلطان کا درجہ نہیں رکھتا ہے، بلکہ ان کے حق وہ محض ایک خبر ہے، جیسا کہ ہدایہ میں ہے: ''قضاء القاضی محدود فی ولایتہ'' (ہدایہ۲)، نیز فتح القدیر میں ہے:''لان اجتھاد القاضی لایثبت فی ولایۃ غیرہ''(فتح القدیر۳)۔

جواب نمبر۴، د : ریڈیو پررؤیت ہلال کااعلان کر نے والے کاغیر مسلم ہونا :

رؤیت ہلال کے سلسلے میں ریڈیو سے اعلان کےمعتبر ہو نے کے لئے اعلان کر نے والے کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے ،کوئی بھی شخص اعلان کرے ،اگر تجربات سے یہ تصدیق ہوتی ہے کہ یہ شخص قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف سےخبرکی صحیح نسبت کیا کرتا ہے،تو اس پراعتماد کرلینا کافی ہے ۔ جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

''منادي السلطان یقبل خبرہ عدلا کان أو فاسقا'' (فتاوی ہندیہ۲،۱۸۸)۔

جواب نمبر۵،الف:اکثر مطلع ابر آلود رہنے والے علاقےمیں رمضان وعیدین کےچاند کی رؤیت:

بعض وہ علاقے جہاں اکثر مطلع ابر آلود رہتاہے، اور بہت کم چاند کی رؤیت ۲۹/تاریخ کوممکن ہو تی ہے ، جیسے برطانیہ وغیرہ، کہ سال کے کچھ یا اکثر مہینوں میں وہاں چاند ۲۹تاریخ کو نظر ہی نہیں آتا ،تو ایسی جگہوں میں ہمیشہ ۳۰دن کا مہینہ شمار کر کے رمضان و عیدین کا فیصلہ نہیں کیا جا ئے گا،بلکہ ایسی جگہوں میں اپنے قریبی ملک مثلا برطانیہ والے مراکش وغیرہ کی رؤیت کا اتباع کریں ۔جیساکہ ''فتاویٰ دار العلوم'' میں ہے:

جب برطانیہ میں دائمی ابر ہونے کی وجہ سے چاند دیکھنا ناممکن ہے تو اہل برطانیہ کو چاہیے کہ اپنے قریبی ملک مثلا مراکش وغیرہ کی رویت کا اتباع کریں، جب کہ وہ خبر بطریق موجب برطانیہ پہنچے (فتاوی دار العلوم دیوبند)۔

جواب نمبر ۵، ب:اکثرمطلع ابر آلود رہنے والے علاقے میں ماہرین فلکیات کی حیثیت:

اکثرمطلع ابر آلود رہنے والے علاقے میں ہمیشہ۳۰دن کا مہینہ شمار نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ قمری مہینہ کبھی ۲۹دن اور کبھی۳۰ دن کاہوتا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:''عن النبی ﷺ أنہ قال:إنا أمۃ أمیۃ،لا نکتب ولا نحسب الشھر ھکذا وھکذا، یعنی مرۃ تسعۃ وعشرین، ومرۃ ثلاثین'' (بخاری)، نیز ماہرین فلکیات کے قول پر بھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا، اس لئے فلکیات کے ذریعہ یقینی علم حاصل نہیں ہوتا، بلکہ وہ تجرباتی اور

تخمینی معاملہ ہے، چنانچہ علامہ شامی روزہ کے سلسلے میں فلکیاتی حساب کو قابل اعتبار نہ ہو نے کے سلسلے میں ہے، فرماتے ہیں: ''لاعبرة بقول المؤقتين أي في وجوب الصوم على الناس'' (شامی۳،۳۵۴)۔

اور فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے: ''یجب صوم رمضان برؤیۃ الھلال أو باستکمال شعبان ثلاثین ولا یجوز تقلید المنجم فی حسابہ لا فی الصوم ولا فی الإفطار'' (فتاوی تاتارخانیہ ۳،۳۶۷)، نیز فلکی حساب کو بنیاد نہ بنا نے کا سلسلے میں مفتی شفیع احمد صاحبؒ اپنی کتاب ''رؤیت ہلال '' میں تحریرفرماتے ہیں:کہ آلات رصد کے ذریعہ حاصل کردہ معلومات بھی رؤیت ہلال کے سلسلے میں کوئی یقینی فیصلہ نہیں کہلا سکتی ،بلکہ وہ تجرباتی اور تخمینی معاملہ ہے ، اس اصول کے حکیمانہ اصول ہونے کی اور بھی تائید ہو گئی جو رسول امیﷺ نے اس معاملے میں اختیار فرمایا کہ ان کاوشوں اور باریکیوں میں امت کو الجھائے بغیربالکل سادگی کے ساتھ رؤیت ہونے اور نہ ہونے پر احکام شرعیہ کا مدار رکھ دیا جس پر ہر شخص ہر جگہ ہر حال میں آسانی سے عمل کر سکے (جواہر الفقہ، رؤیت ہلال۳،۳۴۵۸ تا۴۶۲)۔ ایسی جگہوں میں جیسا کہ ماقبل میں ذکر کیا گیاکہ قریبی ممالک کی رؤیت پرعمل کرناچاہئے۔

جواب نمبر ۵،ج : چندریڈیو اسٹیشن کےاعلان پر دوسرے علاقے کے قاضی یا ہلال کمیٹی کا اعتماد کرنا:

ملک کی چند شہروں یا صوبوں کی رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کی طرف سے رؤیت کے ثبوت کا فیصلہ ہو جا نے پر ان جگہوں کے ریڈیو اسٹیشن کی طرف سےرؤیت کا جواعلان ہوتاہے دوسرے علاقوں کے ذمہ داران کو ان اعلانات پر اعتماد کر نے سلسلے میں ماقبل میں یہ بات آئی کہ کسی خطے کے ریڈیو اسٹیشن کی طرف سے چاند کی رؤیت کا اعلان ہو جا ئے اور دوسرے خطے کے قاضی یا ہلال کمیٹی کے پاس استفاضہ یعنی کسی جگہ سے چاند کی خبر یا قاضی کے فیصلہ کے بعد اس کی خبر دوسرے شہر تک اس تواتر سے پہنچے کہ اس سے چاند کے ثبوت کا غلبۂ ظن ہو جائے تو دوسرے خطے کے قاضی یا ہلال کمیٹی ،ان اعلانات کی بنیاد پر اپنے علاقوں میں رؤیت کا علان کر سکتے ہیں ۔جیساکہ الدر المختار میں ہے:

''شهدوا أنه شهد عند قاضي مصر كذا شاهدان برؤية الهلال في ليلة كذا، وقضى القاضي به، وقد وجد استجماع شرائط الدعوى قضى أي جاز لهذا القاضي أن يحكم بشهادتهما؛ لأن قضاء القاضي حجة شهدوا به، لا لو شهدوا برؤية غيرهم؛ لأنه حكاية (درمختار) قال الشامي:تنبيه:قال الرحمتي:معنى الاستفاضة أن تأتي من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم يخبر عن أهل تلك البلدة أنهم صاموا عن رؤية لامجرد الشيوع من غير علم بمن أشاعه، كما قد تشيع أخبار يتحدث بها سائر أهل البلدة ولا يعلم من أشاعها، كما ورد:أن في آخر الزمان يجلس الشيطان بين الجماعة

فیتکلم بالکلمۃ فیتحدثون بہا، ویقولون: لا ندري من قالہا، فمثل ہذا لاینبغي أن یسمع، فضلا عن أن یثبت بہ حکم اہـ ـقلت:وہو کلام حسن، ویشیر إلیہ قول الذخیرۃ:إذا استفاض وتحقق، فإن التحقق لایوجد بمجرد الشیوع'' (تنویر الابصار مع الدر والشامی ۳۵۸،۳)۔

نیز شامی میں ہے: ''طریق موجب کأن یتحمل اثنان الشہادۃ أو یشہد علی حکم القاضي أو یستفیض الخبر'' (شامی ۳۶۴،۳، طحطاوی۳۵۹)۔

''عن ربعي بن حراش عن رجل من أصحاب النبي ﷺ قال: اختلف الناس في آخر یوم من رمضان، فقدم أعرابیان فشہدا عند النبي ﷺ، باللہ لأہلا الہلال أمس عشیۃ، فأمر رسول اللہ ﷺ الناس أن یفطروا۔ زاد خلف في حدیثہ: وأن یغدوا إلی مصلاہم'' (سنن ابی داؤد ۳۱۹،۱، رقم: ۲۳۳۹)۔

''وفي مجموع النوازل:شاہدان شہدا عند قاضي مصر لم یر أہلہ الہلال علی أن قاضي مصر کذا شہد عندہ شاہدان برؤیۃ الہلال وقضی بہ ووجد شرائط صحۃ الدعویٰ قضی بشہادتہما حکاہ عن شیخ الإسلام'' (فتاوی تاتارخانیہ۳۶۶،۳)۔

جواب نمبر ۵، د: مختلف صوبوں سےباوثوق ذرائع کے ساتھ آنے والی اطلاع کا استفاضہ خبر ہونا:

جس صوبے میں رؤیت کا ثبوت نہ ہواس سے متصل یا ملک کے مختلف صوبوں سے باوثوق ذرائع کے ساتھ رؤیت کی خبر ملتی ہے تو ماقبل میں اس طرح کی بات آئی ہے کہ اس کو استفاضہ خبر مانتے ہو ئے اس صوبے میں بھی رؤیت کا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔

''طریق موجب کأن یتحمل اثنان الشہادۃ أو یشہد علی حکم القاضي أو یستفیض الخبر'' (شامی ۳۶۴،۳)۔

''أن ہذہ الاستفاضۃ لیس فیہا شہادۃ علی قضاء قاض ولا علی شہادۃ؛ لکن لما کانت بمنزلۃ الخبر المتواتر وقد ثبت بہا أن أہل تلک البلدۃ صاموا یوم کذا لزم العمل بہا لأن البلدہ لا تخلو عن حاکم شرعي عادۃ فلا بد من أن یکون صومہم مبنیا علی حکم حاکمہم الشرعي فکانت تلک الاستفاضۃ بمعنی نقل الحکم المذکور وہي أقویٰ من الشہادۃ بأن أہل تلک البلدۃ رأوا الہلال وصاموا لأنہا لا تفید الیقین، فلذا لم تقبل إلا إذا کانت علی الحکم أو علی شہادۃ غیرہم لتکون شہادۃ معتبرۃ إلا فہي مجرد أخبار، بخلاف الاستفاضۃ فإنہا تفید الیقین'' (شامی زکریا ۳۵۹،۳)۔

''قال شمس الأئمۃ الحلوانيؒ: الصحیح من مذہب أصحابناؒ أن الخبر إذا استفاض وتحقق فیما بین أہل البلدۃ الأخریٰ یلزمہم حکم ہذہ البلدۃ (إلی قولہ) ثم اعلم أن المرار بالاستفاضۃ تواتر الخبر من الوار دین من بلدۃ الثبوت إلی البلدۃ التي لم یثبت بہا'' (منحۃ الخالق علی البحر الرائق۴۷۱،۲-۴۷۲)۔

جواب نمبر ۶،الف : عام رؤیت یا مطلق رؤیت نہ ہونےوالے علاقے میں اعلان کا حق:

قریبی مقامات میں رؤیت کے ساتھ جہاں عام رؤیت یا مطلق رؤیت نہ ہووہاں اعلان کا حق اور اس کی ذمہ داری وہاں کےقاضی کو اورجہاں نظام قضاء نہ ہو وہاں کے مقامی علماء یا رؤیت ہلال کمیٹی کی ہو گی۔ جیسا کہ ہدایہ میں ہے: ''قضاء القاضی محدود فی ولایتہ'' (ہدایہ۲)۔

جواب نمبر ۶،ب:انفرادی یا اجتماعی طور پرذمہ دار کے علاوہ کسی عالم یامفتی کا اعلان کرنا:

ایسی صورت حال میں کو ئی بھی عالم ومفتی رؤیت کے فیصلہ و اعلان کے لئے مجاز نہیں ہے ،اس سے عوام میں انتشارو اختلاف پیدا ہو سکتا ہے۔ بلکہ انفرادی و اجتماعی طور پر (کمیٹیوں وغیرہ)کی شکل میں جو لوگ ذمہ دار سمجھے جا تے ہیں اور عوام وخواص اس مسئلہ میں ان سے رجوع کرتے ہیں ، وہ ذمہ دار ہیں ، اور یہ رؤیت کا فیصلہ واعلان انہیں کا حق ہے ۔

جواب نمبر ۶،ج: اعلان کانظام موجود ہونے کے باوجود غیر مجاز کی طرف سے اعلان کی حیثیت:

جہاں رؤیت کے فیصلہ واعلان کا کوئی نظام موجود ہے،وہاں اس سے الگ ہٹ کر اگر کوئی اعلان کیا جائے خواہ کسی فرد کی طرف سے ہو یا ادارہ کی طرف سے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہو گی ،اورنہ اس کا اعتبار کر تے ہو ئے روزہ رکھنا یا عید کرنا درست ہو گا ۔

جواب نمبر ۶،د:غیر مجاز لوگوں کی طرف سے اعلان کی صورت میں روزہ رکھنے اور توڑنے پر اثر:

غیر مجاز لوگوں کی طرف سے اعلان کی صورت میں روزہ رکھنے والے گنہگار ہوں گے اور روزہ توڑدینے والے صرف قضا کریں گے ان پر کفارہ عائد نہیں ہو گا ۔

جواب نمبر ۷، الف : اختلاف و انتشار کی نوبت کے باوجود کسی شہر وصوبے میں ایک سے زائد رؤیت کا نظام ہونا:

ایک شہر وصوبے میں ایک سے زائد ایسے نظام کا ہو نا جبکہ بسااوقات اختلاف و انتشار کی نوبت آتی ہےتو ایسےاداروں کا یہ حکم وفرض بنتا ہے الگ الگ فیصلہ کے بجائے اجتماعی طور پررؤیت ہلال کا فیصلہ فرمائیں تاکہ اختلاف وانتشار سے بچا جاسکے۔

جواب نمبر ۷، ب :ملک کے مختلف اداروں کے درمیان اتفاق وارتباط کی شکل:

ہندوستان کے تمام علاقوں کا مطلع ایک ہے اورپورے ملک کی سطح پرکام کر نے وا لا یا اعتماد رکھنے والاکوئی ادارہ موجود نہیں ہے ،ایسی صورت میں ملک کے مختلف اداروں کے درمیان اتفاق وارتباط کی یہ شکل ہو سکتی ہے کہ رویت کے سلسلے میں اعلان کر نے والا ہر ادارہ اعلان کر نے سے پہلے آپس میں رؤیت کے سلسلے میں رائے مشورہ کر لیں اس کے بعد رؤیت کا اعلان کریں تا کہ باہمی اتفاق کے ساتھ ملکی پیمانے پر ایک

فیصلہ واعلان سامنے آئےاور انتشار سے بچاجا سکے ۔

جواب نمبر ۸، الف :عام طورپرمطلع صاف رہنے والے ملکوں میں کبھی مطلع صاف نہ رہنے پر ماہرین فلکیات کی رائے:

جن ملکوں میں عام طور آسمان ابر آلود نہیں رہتا اور آنکھوں سے چاند کی رؤیت ہو جا تی ہے ،ایسے علا قوں میں اگر کبھی مطلع صاف نہ ہو اور کھلی آنکھوں سے چاند نہیں دیکھا جا سکے تو ماہرین فلکیات کی رائے پر رؤیت کو قبول کر نے کے سلسلے میں عرض یہ ہے کہ ماقبل میں یہ بات آئی ہے کہ ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، اس لئے فلکیات کے ذریعہ یقینی علم حاصل نہیں ہوتا، بلکہ وہ تجرباتی اور تخمینی معاملہ ہے چنانچہ علامہ شامی روزہ کے سلسلے میں فلکیاتی حساب کو قابل اعتبار نہ ہو نے کے سلسلے میں ہے فرماتے ہیں: ''لاعبرة بقول المؤقتين أي في وجوب الصوم على الناس'' (شامی۳،۳۵۴)۔ اور ''فتاویٰ التاتار خانیہ '' میں ہے:''یجب صوم رمضان برؤیۃ الھلال أو باستکمال شعبان ثلاثین ولا یجوز تقلید المنجم فی حسابہ لا فی الصوم ولا فی الإفطار'' (فتاوی تاتارخانیہ۳،۳۶۷)، نیز فلکی حساب کو بنیاد نہ بنا نے کا سلسلے میں مفتی شفیع احمد صاحبؒ اپنی کتاب"رؤیت ہلال "میں تحریرفرماتے ہیں:کہ آلات رصد کے ذریعہ حاصل کردہ معلومات بھی رؤیت ہلال کے سلسلے میں کوئی یقینی فیصلہ نہیں کہلا سکتی ،بلکہ وہ تجرباتی اور تخمینی معاملہ ہے ، اس اصول کے حکیمانہ اصول ہونے کی اور بھی تائید ہو گئی جو رسول امیﷺ نے اس معاملے میں اختیار فرمایا کہ ان کاوشوں اور باریکیوں میں امت کو الجھائے بغیربالکل سادگی کے ساتھ رؤیت ہونے اور نہ ہونے پر احکام شرعیہ کا مدار رکھ دیا جس پر ہر شخص ہر جگہ ہر حال میں آسانی سے عمل کر سکتاہے (جواہر الفقہ، رؤیت ہلال: ۳،۳۴۵۸تا۴۶۲)۔

جواب نمبر ۸، ب:عام طورپرابر آلودرہنے والے ملکوں میں ماہرین فلکیات کی رائے:

جن ملکوں میں مطلع عمومی طور پر ابر آلود ہو تا ہے جیسا کہ بہت سے مغربی ملکوں کی صورت حال ہے ، تو وہاں بھی ماہرین فلکیات کی رائے پر عمل کرنے کی گنجائش نہیں ہے، بلکہ وہاں کے لئے جیسا کہ ماقبل میں آیا کہ ایسی جگہوں پر قریبی ممالک کی رؤیت کے مطابق عمل کریں گے۔ جیساکہ ''فتاویٰ دار العلوم '' میں ہے:

جب برطانیہ میں دائمی ابر ہونے کی وجہ سے چاند دیکھنا ناممکن ہے تو اہل برطانیہ کو چاہیے کہ اپنے قریبی ملک مثلا مراکش وغیرہ کی رویت کا اتباع کریں، جب کہ وہ خبر بطریق موجب برطانیہ پہنچے (فتاوی دار العلوم دیوبند)۔

جواب نمبر۸،ج :ماہرین فلکیات اور سائنسی اعتبار سےرؤیت ممکن نہ ہونے پراس دن رؤیت کے شہادت کی حیثیت:

اگر کسی تاریخ کے بارے میں ماہرین فلکیات کی رائے ہو کہ آج افق پر چاند قابل

رؤیت نہیں ،اور سائنسی اعتبار سےرؤیت ممکن ہی نہیں ہے، تو اگر اس دن رؤیت کی شہادت دی جا ئے تو اس کو خلاف واقعہ سمجھ کر رد کیا جا سکتا ہے؟ تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ شریعت نے چاند کا دارومدار رؤیت پر رکھا ہے ، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:''صوموا لرؤیته وأفطروا لرؤیته فإن غم علیکم فأکملوا عدة شعبان ثلاثین یوما'' (فتح القدیر۲۹۰،۴)، لہٰذا اگر ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو تیس دن پورے کرنے چاہئیں ، فلکیاتی حساب کے ذریعہ مہینوں کا ندازہ کرکے روزہ رکھنا یا افطار کرنا قطعا جائز نہیں۔

''لا عبرة بقول المنجمین فلا یجب علیهم الصوم بحاسبهم ولا علی من وثق بقولهم لأن الشارع علق الصوم علی أمارة ثابتة لا تتغیر أبدا وهي رؤیة الهلال أن إکمال العدة ثلاثین یوما أما قول المنجمین فهو إن کان مبنیا علی قواعد دقیقة فإنا نراه غیر منضبط بدلیل اختلاف آرائهم في أغلب الأحیان وهذا هو رأي ثلاثة من الأئمة'' (الفقہ علی المذاہب الاربعہ۱۷۳،۱)، نیز قمری مہینہ کبھی ۲۹/ دن اور کبھی۳۰ /دن کاہوتا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:''عن النبی ﷺ أنه قال:إنا أمة أمیة،لا نکتب ولا نحسب الشهر هکذا وهکذا یعنی مرة تسعة وعشرین، ومرة ثلاثین'' (بخاری)، لہذا جب ۲۹/ دن کا مہینہ ہو تاہے اور رؤیت ہلال کی شرعی شہادت پائی جارہی ہے جس کوشریعت نے ثبوت ہلال میں معیار بھی قرار دیاہے: ''وإذا کان بالسماء علة قبل الإمام شهادة الواحد العدل في رؤیة الهلال'' (ہدایہ۱۹۵،۱، مجمع الانہر ۲۳۶،۱، البحر الرائق۲۶۸،۲)، تو محض فلکیاتی حساب سے عدم امکان کی بنیاد پر شہادت کو رد نہیں کیا جا سکتاہے۔

* * *

رؤیت ہلال میں فلکیاتی حساب سے مدد

مولانا محمد صابر حسین ندوی•

***فلکیاتی ماہرین سے مدد:**

حساب فلکی سے مدد لینے کی بحث بڑی قدیم ہے، بعض تابعین کے اقوال میں اس بحث کی طرف اشارہ ملتا ہے، اور پھر فقہاء کرام نے بھی بہت حد تک اس پر روشنی ڈالی ہے، اس بحث کی اصل وجہ یہ ہے کہ بعض روایات میں ایسے مشکل الفاظ آئے ہیں، جیسے ''فإن غم علیکم فاقدروا'' جن کی تشریح میں محدثین نے اختلاف کیا ہے، حالانکہ یہ نظریہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت جس کے اندر رویت کے اثبات کو دیکھنے پر ہی منحصر قرار دیا ہے ا س کے خلاف ہے (بخاری مع الفتح ۱۱۹،۴، مسلم۷۵۹،۲) ۔

اس سلسلہ میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ فلکیاتی علوم اور حساب پر عید ورمضان کا فیصلہ درست نہیں، یہ نشاندہی خود اس کے حق میں بھی کوئی کارگر نہیں:''لایجزئہ؛ لأن النجوم والحساب لا مدخل لهما فی العبادات ـــــ'' (المجموع شرح المهذب۲۷۹،۶)، بعض شوافع مثلا امام سبکی اور متاخرین فقہاء میں قاضی عبدالجبار کے نزدیک ایسے شخص کی پیش گوئی اس کے اور ان لوگوں کے حق میں معتبر ہے جو اس کو صحیح باور کرتے ہوں، عام لوگوں کیلئے خود ان کے یہاں بھی حجت نہیں ہے (کتاب الفقہ علی المذاهب الاربعہ۵۵۱،۱، ردالمحتار۲۶،۱۲۵،۲)؛اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی ایک قابل غور عبار پڑھنی چاہئے!'' ویوضحہ قولہ ﷺ فإن غم علیکم فأکملوا عدة ثلاثین، ولم یقل فاسئلوا أهل الکتاب والحکمة ذلک کون العدد عند الإغماء یستوی فیہ المکلفون فیرتفع فیہ الاختلاف والنزاع عنهم''(فتح الباری۱۰۹،۴)۔

تاہم جدید دور میں ایک رجحان یہ بھی پایا جاتا ہے کہ ماہرین فلکیات وعلم ہیئت کے جدید خیالات سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ ''مجلس تحقیقات شرعیہ و ندوة العلماء لکھنو اور علامہ عبداللہ بن حمید سابق رئیس المجلس العالی للقضاء '' وغیرہ کا خیال ہے۔ یہاں کسی کو یہ اعتراض نہ ہو کہ اس میں علم نجوم وفلکیات کے حساب پر عمل کرنا پڑے گا؛جبکہ شرعی امور میں منجمین اور علمائے فلکیات کے اقوال کا اعتبار نہیں؟ تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اصول اور امور عامہ میں ان کے اقوال کے عدم اعتبار سے یہ لازم نہیں آتا کہ توابع اور کچھ امور خاصہ میں بھی ان سے اسفتادہ نہیں کیا جاسکتا

• مدرسہ ضیاء العلوم کنڈلور، کرناٹک۔

(دیکھئے:رویت ہلال واختلاف مطالع--- شرعی امکانات:ڈاکٹر فضل الرحمن مدنی)۔

دوربین کا استعمال:

اصل چاند کا دیکھنا ہے،لیکن جہاں تک مسئلہ دوربین کا ہے جس کے ذریعہ دور کی چیزیں قریب دکھنے لگتی ہیں؛ تو ان کا استعمال کیا جاسکتا ہے،لیکن یہ کوئی واجب نہیں ہے،کیونکہ شریعت کا اصل مدار رویت پر ہے،لیکن کوئی ایسی چیز استعمال کرنا جس سے وثوق حاصل ہو سکے ا س میں کوئی حرج نہیں ہے، ایسا مانا جاتا ہے کہ قدیم زمانے میں بھی رمضان اور عید کا چاند دیکھنے کیلئے ''منائر '' کا استعمال کیا جاتا تھا۔محمد بن عثیمین کا ایک فتوی بھی اس سلسلہ میں مذکور ہے:''تجوز الاستعانۃ بالآلات الرصد فی روۃ الھلال، ولایجوز الاعتماد علی العلوم الفلکیۃ فی إثبات بدء شھر رمضان المبارک أو الفطر'' (فتاوی علماء البلد الحرام۔ص: ۱۹۲۔۱۹۳، فتاوی اللجنۃ الدائمۃ۹،۹۹)۔

حساب سے مہینہ ماننے کے اقوال:

۱۔تابعین میں مطرف بن عبداللہ بن الشخیر، شافعیہ مینابی العباس بن سریج اور محدثین میں ابن قتیبہ چاند کو حساب فلکی سے ماننے کے قائل ہیں (عمدۃ القاری۱۰،۲۶۱)؛ لیکن ابن عبد بر کا کہنا ہے کہ مطرف یا ابن سریج کی جانب اس قول کی نسبت صحیح نہیں ہے، کیونکہ ان سے جمہور کے مطابق اقوال ثابت ہیں (فتح الباری:۱،۱۲۲)، علامہ ابن رشدمالکی نے مطرف سے نقل کیا ہے:کہ چاند نظر آ جانے کا اعتبار کیا جائے گا اگر وہ ابر آلود ہوجائے تو چاند کے منازل کا اعتبار کیا جاسکتا ہے یا حساب بھی لگایا جاسکتا ہے، اور کہتے ہیں:اسی طرح کی ایک روایت امام شافعی سے بھی ثابت ہے؛ لیکن ان سے معروف یہی ہے کہ ایسے میں روزہ نہیں رکھا جائے گا،سوائے یہ کہ کھلی شہادت ہوجائے ، یا عادل شاہد ہوں جیسا کہ جمہور کا ماننا ہے:''------- اختلفوا فی معنی قول النبی ﷺ فاقدروا لہ فروی عن ابن عمر أنہ کان إذا کانت السماء صاحیۃ أصبح مفطرا، وإن کانت مغیمۃ أصبح صائما فکان یتناول قول النبیﷺ علی ذلک وقد قیل:إن معنی قولہ فاقدروا لہ من التقدیر أن یقدر لمنازل القمر وطریق الحساب ،فروی عن مطرف بن عبداللہ بن الشخیر أنہ کان یقول یعتبر الھلال إذا غم بالنجوم، ومنازل القمر وطریق الحساب ، وروی مثل ذلک عن الشافعی فی راۃ والمعروف لہ المشھور عنہ أنہ لایصام الا برویۃ فاشیۃ أو شھادۃ عادلۃ کالذی علیہ الجمھور'' (المقدمات۱،۱۸۸۔ش)۔

مطرف سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ حساب کا ماہر اپنے اعتبار سے عمل کرسکتا ہے (مواھب الجلیل۲،۳۸۸)۔ یہ قول ابن رشد کی طرف بھی منسوب ہے؛ لیکن ابن سریج کا ماننا ہے کہ حضورﷺکا قول'' فاقدروا لہ'' اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حساب کے ماہر ہوں اور آپﷺ کا فرمان:''فأکملوا العدۃ'' یہ خطاب عام لوگوں کے لئے ہے (عارضۃ

الاحوذی ۲۰۷،۳، فتح الباری۱۲۲،۴، زرقانی، شرح موطا۱۵۴،۲)، ابن صلاح نے ابن سریج کے قول کی وضاحت کی ہے اور لکھاہے کہ چاند کے منازل کی معرفت تو ا سکے چکر کے اعتبار سے ممکن ہے؛لیکن معرفت حساب یہ ایک دقیق علم ہے، چنانچہ منازل قمر ایک محسوس امر ہے اسی لئے جو ستاروں پر نظر رکھتا ہو اس کیلئے اس کا ادراک ممکن ہے (فتح الباری۱۲۲،۴)،ماہرین حساب پر اپنے حساب کے مطابق روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں ابن سریج سے دونوں طرح کی روایتیں موجود ہیں(فتح الباری۱۲۲،۴)؛ جبکہ بعض حنفیہ کا ماننا ہے کہ روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے (عمدۃ القاری۲۷۱،۱۰، رسائل ابن عابدین ۲۲۴،۱)۔

یہاں پر استاذ گرامی حضرت مولانا برہان الدین صاحب دامت برکاتھم کی تحقیق پیش کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے،آپ رقمطراز ہیں:'' پوری امت میں صرف چند اکابر سے اصول حساب وغیرہ پر اعتماد کر کے فیصلہ رؤیت کردینے کی بات منقول ہے؛لیکن ان میں سے بعض کی طرف اس قول کی نسبت ہی محل نظر ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے:''قال ابن عبد البر لا یصح عن مطرف وأما قتیبہ فلیس ھو مما یعرج إلیہ مثل ہذا'' (فتح الباری ۱۰۴،۴)، اس طرح لے دے کے اب صرف ایک دو عالم رہ جاتے ہیں (ابن سریج ،سبکی)مگر ان کی بات باتفاق علماء رد کردی گئی ہے، حدیث نبویﷺ کی وجہ سے ،جیسا کہ شامی ۹۲،۲ میں ہے:''لا یعتبر قولھم (قول الموقتین) بالإجماع وإن کانوا عدولا، وھو ما قلنا :إن الشارع لم یعتمد الحساب بل ألغاہ بالکلیۃ'' (دیکھئے:رویت ہلال کا مسئلہ: ۳۴، بدایۃ المجتہد ۲۲۵،۱)۔

حساب کا اعتبار نہ کرنے والوں کے اقوال ودلائل:

مذہب حنفی کا معتمد قول یہی ہے کہ چاند دیکھ کر ہی روزہ رکھا جائے اور افطار کیا جائے، یہ حساب لگانے والوں کا اعتبار نہیں کرتے، اور جس کسی نے ایسا کیا اس نے شریعت کی مخالفت کی؛جبکہ بعض حضرات کا ماننا ہے،کہ چاند کے سلسلہ میں اجتہاد کرنے اور ماہرین حساب کی مدد لینے کی گنجائش ہے(رسائل ابن عابدین۲۴۴،۱)۔ مالکیہ کے یہاں دونوں طرح کے اقوال ملتے ہیں(المنتقی۳۸،۲، فتح الباری۱۲۷،۴، الفروق۱۷۸،۲ وغیرہ)۔ شافعیہ میں امام نووی نے صراحت کی ہے کہ روزہ وافطار صرف چاند دیکھ کر ہی ممکن ہے، ا س کے علاوہ نہیں ؛ خواہ مطلع ابر آلود ہویا نہیں (المجموع ۲۷۰،۶، القلیوبی۴۹،۲، ارشاد الساری ۳۵۶،۳)۔ حنابلہ کے یہاں بھی اس کا کوئی اعتبار نہیں ؛ اگرچہ اس کے صحیح ہونے کا اندازہ بہت زیادہ کر لیا گیا ہو (کشاف القناع۲۷۲،۲)، جمہور نے ان روایات مشہورہ کو پیش کیا ہے جس کے اندر رؤیت ہلال یعنی چاند دیکھ لینے کو ہی اصل مانا گیا ہے ،اور ان روایات کو جس کے اندر اندازے کی بات کی گئی ہے، ان سب کو اتمام ماہ پر مشتمل مانا ہے:''والصوا ب ما ذھب إلیہ مالک من تفسیر حدیث ابن عمر بحدیث ابن

عباس؛ لأن التقدیر یکون بمعنی التمام قال اللہ عزوجل قد جعل اللہ لکل شئی قدرا أی تماما وقد زدنا ھذا المعنی بیانا فی کتاب الجامع'' (دیکھئے:المقدمات۱،۱۸۷-۱۸۸، فتح الباری۴،۱۲۰)۔

مشہور شارح بخاری علامہ عینیؒ کی دو اقتباسات پیش کی جاتی ہیں، جن میں سے ایک میں آپ نے رؤیت کو ہی اصل مانتے ہوئے علم نجوم کے قواعد کو یک لخت مسترد کردیا ہے، تو وہینحساب پر مہینہ کی آمد ورفت موقوف نہ رکھنے کی حکمت بھی بیان کی ہے:

۱-''قال ابن بطال ھذا الحدیث ناسخ لمراعاۃالنجوم بقوانین التعدیل وإنما المعلول علی رؤیۃ الأھلۃ''۔

۲-''لرفع الحرج عن امتہ فی معاناۃ حساب التیسیر --- ولوحدث بعدھم من یعرف ذلک ---- ظاھر قولہ ﷺ ینفی تعلیق الحکم بالحساب أصلا'' (دیکھئے:عمدۃ القاری ۵،۱۹۹)۔

یہاں پر فقیہ عصر استاذ گرامی حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم کا ایک اہم اقتباس پیش کیا جاتا ہے، جس کے اندر چاند دیکھنے کے فطری نظام کی حکمت اور جدید دور کی تحقیقات کے بارے میں دوٹوک اور بڑی معتدل رائے نقل کی گئی ہے، آپ رقمطراز ہیں:''اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ایک اسلام کا مزاج ہی ان امور میں ایسی تکلف آمیز تحقیقات کا نہیں ہے،جن کا ہر عام وخاص آدمی سے تعلق ہو۔دوسرے اہل فن کی رائیں کبھی ایک دوسرے سے مختلف بھی ہوتی ہیں ،اور کبھی غلط بھی ثابت ہوتی ہیں،جیسا کہ آئے دن جنتریوں اور تقویموں کے سلسلے میں مشاہدہ ہے۔ہاں ہجری سنہ کو رائج کرنے کیلئے ایسے مہینوں میں فنی اندازوں کا اعتبار کیا جاسکتا ہے،جس کی کسی خاص تاریخ سے کوئی شرعی عبادت متعلق نہ ہو، اس میں قباحت کی کوئی وجہ نہیں ؛البتہ فلکیاتی تحقیق سے اس قدر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے کہ جس تاریخ کو طلوع ہلال کا امکان نہ ہو ،اس روز رویت ہلال کی شہادت کافی تحقیق اور ناقابل تردید تعداد کی گواہی کے بغیر تسلیم نہ کی جائے ،اور جس دن فنی اعتبار سے طلوع ہلال کا امکان زیادہ ہو ،اس دن معمولی خبر پر بھی اعتبار کیا جاسکتا ہے؛کہ جیسا کہ ذکر کیا گیا اس مسئلہ میں اصل ایسی خبر کا پایا جانا ہے،جس سے قاضی کا قلب مطمئن ہوجائے،اور اس طرح کی فنی تائید معمولی خبر کیلئے تقویت وتائید کا باعث بن جاتی ہے ''(جدید فقہی مسائل ۲،۲۶)۔

چاند دیکھنے میں اگر غلطی ہوجائے:

اگرآسمان ابر آلود ہوجائے اور چاند صاف نظر نہ آئے، لیکن قاضی نے چاند کا فیصلہ کردیا ہو، تو اس سلسلہ میں بڑے مسائل پیدا ہوتے ہیں، جس کا تعلق نہ صرف رمضان کے شروع ہونے اور ختم ہونے سے ہے ؛بلکہ وقوف عرفہ اور حج وغیرہ کے بھی بہت سے مسائل اس سے متعلق ہیں، دیگر مہینہ تو پھر بھی قابل برداشت ہیں ، بالخصوص دو مہینے اپنے آپ میں بہت نزاکت رکھتے ہیں، ان سے نہ صرف اسلام کے اہم ارکان

متعلق ہیں؛بلکہ امت مسلمہ کا ان سے جذباتی تعلق بھی ہے ، شاید اسی لئے ایک روایت میں ہے:''شھران لا ینقصان :شھرا عید:رمضان وذوالحجۃ''(بخاری مع الفتح ۱۲۴٫۴، مسلم۷۶۶٫۲۔ من حدیث ابی بکرۃ)، اس روایت کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ ان مہینوں میں غلطی اجر میں کمی نہیں کرتی،ایسے میں اعمال کے فساد کو بدرجہ اولی شامل کیا جا سکتا ہے۔ علامہ طیبی نے بھی کچھ اسی طرح کی بات نقل کی ہے(فتح الباری۱۲۶٫۴)، علامہ عینی نے ابن بطال کا قول نقل کیا ہے کہ اگر ایک جماعت نے وقوف عرفہ غلطی سے کیا اور ان کے ساتھ تمام موقف ہیں خواہ وہ ایک دن قبل ہو یا ایک دن بعد تو وہ صحیح ہوجائے گا، عطاء ابن رباح ،حسن بصری ، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کی بھی یہی رائے ہے، اسی پر بنیاد رکھتے ہوئے ان کے اصحاب کا بھی کہنا ہے کہ رمضان کا مہینہ شک و شبہ میں پڑ جائے تو جائز ہے کہ روزہ رمضان سے قبل یا بعد مینرکھے جائیں(عمدۃ القاری۲۸۵٫۱۰۔۲۸۶)۔

فقہ شافعی کے مایاناز فقیہ اور شارح حدیث امام نوویؒ کی بھی یہی رائے ہے، ایک جگہ منقول ہے:''إن کل ما ورد فی رمضان وذی الحجۃ من الفضائل والأحکام حاصل سواء کان رمضان ثلاثین أو تسعا وعشرین ،سواء صادف الوقوف الیوم التاسع أو غیرہ انتقاء التقصیر فی ابتغاء الھلال''۔ نیز مشہور شارح حدیث علامہ ابن حجرعسقلانیؒ رقمطراز ہیں:''الحدیث یطمئن من صام رمضان تسعا وعشرین أو وقف بعرفات فی غیر یومھا اجتھادا'' (مذکورہ شارحین حدیث اور علامہ عینی نے رؤیت ہلال اور اس سے متعلق امور و فضائل پر بڑی تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے ، دیکھئے:فتح الباری۱۲۶٫۴، ارشادالساری۳۹۵٫۳، عمدۃ القاری۲۸۵٫۱۰)۔

مطلع صاف ہونے پر شہادت :

چاند دیکھنے اور اسے ماننے کیلئے تین طریقے ہوتے ہیں بالفاظ دیگر چاند کا ثبوت تین طریقوں سے ہوتا ہے:

پہلا طریقہ:چاند ایک ایسے جم غفیر سے ثابت ہو جن کی تعداد استفاضہ تک پہونچتی ہو۔یہ بات تقریبا مسلم ہے کہ استفاضہ خبر موجب کے حکم میں ہے، شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا ہے:'' ---------- الصحیح من مذھب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض فی بلدۃ أخری وتحقق یلزمھم حکم تلک البلدۃ'' (مجمع الانھر ۲۳۹٫۱)، اسی طرح علامہ کشمیری کی رائے ہے کہ ہلال کا ثبوت دیکھنے، شہادت یا قاضی کے فیصلہ یا کثرت اخبار کے ذریعہ ہوتا ہے: '' اعلم أن الھلال یثبت بالشھادۃ علی الرؤیۃ أو الشھادۃ علی القضاء أوالإفاضۃأی التواتر'' (العرف الشذی: ۲۲۲)۔

خبر استفاضہ سے یہ مراد ہے کہ کسی خبر میں اتنے لوگ ہوں کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو، ان میں شہادت کی وہ قید نہیں ہوتی جو فرد واحد میں ہوتی ہے؛ جیسے

آزاد،بالغ اور عادل ہونا (المقدمات علی هامش المدونۃ:لابن رشد۱،۱۸۹)، ابن رشد ہی کی ایک کتاب میں رؤیت ہلال کی بحث کے دوران یوں نقل ہے:''إذا بلغ الخبر مبلغ التواتر لم یحتج فیہ إلی الشهادۃ'' (بدایۃ المجتہد۱،۲۷۹)۔ علامہ رحمتی نے لکھا ہے :'' أن تاتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون کل منهم یخبر عن أهل تلک البلدۃ أنهم صاموا عن رؤیۃ لا بمجرد الشیوع من غیر علم بمن أشاعها'' (ردالمحتار۲،۱۰۲)؛ لیکن ا س تعریف کے اندر خبر بیان کرنے والوں کے افراد کی حد بندی نہیں کی گئی ہے، بلکہ اسی پر اکتفا کیا گیا ہے کہ رؤیت کا شہرمیں عام چرچا ہوجائے۔

علامہ ابن عابدین شامی نے استفاضہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: ''اعلم أن المراد بالاستفاضۃ تواتر الخبر من الواردین من بلدۃ الثبوت إلی البلدۃ اللتی لم تثبت بها لا مجرد الاستفاضۃ لأنها قد تکون مبنیۃ علی اخبار رجل واحد مثلا فیشیع الخبر عنہ ولا شک أن هذا لایکفی بدلیل قولهم إذااستفاض الخبر، وتحقق، فإن التحقیق لا یکون إلا بما ذکرنا''(حاشیۃ بحرالرائق۲،۲۷۰)، یقینی خبر کی ایک تعریف امام ابویوسف اور امام محمد نے یہ نقل کی ہے کہ بکثرت خبریں آنے لگیں،اسی کا اعتبار ہوگا:'' والحق ماروی عن محمد وأبی یوسف أیضا أن العبرۃ لتواتر الخبر ومجیئہ من کل جانب'' (فتح القدیر۲،۲۵۲)۔

یہ استفاضہ کی ایک تفسیر ہے،جو حد تواتر تک پہونچ جاتی ہے،اس کی تعداد کے سلسلہ میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے،خلف بن ایوب پانچ سو شاہدین کو بھی کم مانتے ہیں''خمس مأۃ ببلخ قلیل'' ، امام محمد کا ماننا ہے کہ کثرت وقلت کا فیصلہ امام کی صوابدید پر موقوف ہے:'' عن محمدأنہ یفوض مقدار القلۃ والکثرۃ إلی رأی الإمام وهوالصحیح'' (مجمع الانهر۱،۲۳۷)، علامہ عبدالحی لکھنوی بھی اسی کے قائل ہیں:'' المجمع الذی یحصل بخبرهم غلبۃ الظن وهو مفوض إلی رأی الإمام من غیر تقدیر عدد وهو الصحیح'' (عمدہ بر شرح وقایہ ۱،۲۳۶)، فن اصول حدیث میں بھی خبر مستفیض کی تعریف میں عدد کا اعتبار نہیں کیا گیا ؛بلکہ امت کے نزدیک مقبول کی بات کہی گئی ہے:'' أن المستفیض ماتلقتہ الأمۃ بالقبول دون اعتبار عدد'' (حاشیہ شرح نخبہ: ۱۲)، جبکہ حسن بن زیاد رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مطلع صاف ہونے کے باوجود دو مرد یا ایک مرد اور دوعورتوں کی گواہی کافی سمجھتے ہیں، ابن نجیم مصری نے اپنے زمانے میں لوگوں کی غفلت اور سستی پر نظر کرتے ہوئے اس رائے کو قابل عمل قرارا دیا ہے:''وینبغی العمل علیها فی زماننا؛ لأن الناس قد تکاسلوا عن ترأی الهلال'' (تنبیہ الغافل والوسنان علی احکام هلال رمضان ،ص: ۲۳۴)۔

ایک دوسری تفسیر یہ ہے کہ وہ تین سے زائد ہوں(مواهب الجلیل۲،۳۸۴)، ان دونوں تفسیر کا اعتبار ا س وقت ہے، جبکہ آسمان صاف ہو اور ا س سے رمضان کی شروعات کا اعتبار ہوگا؛لیکن احناف نے عید کیلئے بھی ا س کا اعتبار کیا ہے(بدائع الصنائع۲،۸۰)، مالکیہ کی بھی یہی رائے ہے لیکن وہ آسمان کے صاف ہونے کی شرط کے سلسلہ میں

خاموش ہیں، اور شوافع و حنابلہ نے بھی اس سے بحث نہیں کی ہے(دیکھئے:الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ:رویۃ الھلال)۔

دوسرا طریقہ:دوعادل گواہوں کا ہونا شرط ہے۔حضرت عمربن خطاب رضی اللہ عنہ اور شہاب زہری سے یہی منقول ہے (المدونۃ۱؍۱۷۴)، مالکیہ کا بھی یہی کہنا ہے کہ آسمان خواہ ابر آلوود ہو یا صاف ہو ، شہر بڑا ہو کہ چھوٹا ہو، رمضان، شوال اور ذی الحجہ کی شروعات کیلئے ہر صورت میں دو عادل گواہوں کی گواہی ضروری ہے، اسی کے ساتھ اسلام، آزاد، مرد ہونا اور اس کے علاوہ عدالت کیلئے تمام شرائط اور عقل ،بلوغ اور اسلام پر عمل ان سب کا اعتبار کرتے ہیں (مواھب الجلیل۲؍۳۸۱)، نیز امام شافعی کے شاگرد رشید علامہ بوطی سے بھی منقول ہے کہ رمضان کے ثبوت کیلئے دو عادل گواہ شرط ہیں (المھذب۱؍۱۷۹)۔

یہ خیال رہے کہ اس صورت میں گواہوں کے معتبر ہونے یا نہ ہونے کا مدار قاضی اور رویت ہلال کمیٹی کے اطمینان ہی پر ہے ، علامہ شامی نے اور امام طرابلسی نے امام قرافی سے نقل کیا ہے:''إذا غلب علی الظن صدق الفاسق قبلت شھادتہ وحکم بھا'' (فتاوی ہندیہ۱؍۱۰۱)۔ محض شک کی بنا پر کبھی بھی چاند نکلنے کا فیصلہ نہیں ہوسکتا، شک سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے کا گمان یکساں طورپر ہو اور کسی ایک طرف زیادہ رجحان نہ ہو سکے یا عوام کہتی رہے کہ فلاں جگہ چاند دیکھا گیا، فلاں جگہ چاند دیکھا گیا اور کوئی ا سکی ذمہ داری اور شہادت نہ لے رہاہووغیرہ، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ۳۰؍شعبان کو محض اس احتمال کی بنا پر روزہ رکھنے سے منع کیا کہ شاید ۲۹؍ کو چاند ہوچکا ہو، اور آج رمضان المبارک کی پہلی تاریخ ہو (دیکھئے:خلاصۃ الفتاوی ۱؍۲۸۴)۔

تیسرا طریقہ:ایک عادل گواہ بھی کافی ہے۔فقہاء کے یہاں ایک عادل گواہ کو قبول کرنے کے سلسلہ میں تفصیل ہے:

حنفیہ سیآت پر حسنات کو ترجیح دیتے ہوئے رمضان کے چاند کا اعتبار کر لیتے ہیں؛جبکہ آسمان صاف نہ ہو، بادل ہو یا غبار ہو، اس سلسلہ میں مستور الحال کی گواہی بھی قبول کرتے ہیں، (خلاصۃ الفتاوی:۱؍۲۴۸)اور اس بات کی بھی شرط نہیں لگاتے کہ وہ آزاد ہو یا مرد ہو؛بلکہ وہ اس کا اعتبار برسبیل اخبار، یعنی اطلاع کے کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔اسی طرح ا س کی گواہی شہر میں قاضی کے سامنے ہی معتبر مانتے ہیں،نیز قاضی کو اگر کسی فاسق شخص کی اطلاع پر بھی کسی معاملہ میں غالب گمان ہوجائے تو بعد کے فقہاء کہتے ہیں؛کہ اس پر عمل کرلینا چاہئے،شامی کا بیان ہے:''فإن تحری القاضی الصدق فی شھادتہ تقبل وإلا فلا'' (ردالمحتار۴؍۵۱۶)، اوراگرامیر المومنین یا قاضی نہ ہو تو گاوں میں مسجد کے اندر لوگوں کے سامنے گواہی دے تب بھی معتبر مانتے ہیں،یا پھر لوگ اپنے طور پر فیصلہ کر سکتے ہیں(فتاوی ہندیہ۱؍۱۰۱) اور اگر اس کی گواہی قبول نہ کی گئی

تب بھی اس شخص واحد پر روزہ رکھنا لازم ہوگا ،اور اگر روزہ نہ رکھے تو قضا لازم آئے گی ،کفارہ نہیں(بدائع الصنائع۲،۸۱)۔

احناف نے اس سلسلہ میں ابن عباس کی وہ مشہور روایت نقل کی ہے، جس کے اندر آپ ﷺ نے صرف ایک شخص کی گواہی مان کر روزہ رکھنے کاحکم دیدیا تھا:''جاء أعرابی إلی النبیﷺ فقال:أبصرت الهلال اللیلۃ قال: أتشهد أن لا إله إلاالله، وأن محمد عبده ورسوله؟ قال:نعم،قال:یا بلال !أذن فی الناس، فلیصوموا غدا'' (ابوداود۲،۷۵۴۔۷۵۵، ترمذی۳،۶۶)، اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ چاند کے ثبوت کیلئے رویت شرط ہے نہ کہ شہادت، اس لئے کہ چاند کی خبر دینے والے پر روزہ لازم آتا ہے جبکہ محض شہادت دینے والے پر کچھ لازم نہیں آتا، نیز یہ بات بھی صاف ہوتی ہے کہ روایت میں عدد کی کوئی شرط نہیں ہے، بلکہ صرف خبر واحد کا بھی اعتبار کیا جاسکتا ہے؛لیکن یہ ضرروری ہے کہ راوی کے اندر مطلوبہ وصف پائے جاتے ہوں جیسے اسلام،عقل،بلوغ اور عدالت وغیرہ (بدائع الصنائع۲،۸۱)۔

مالکیہ نے خبر واحد کا اعتبار نہیں کیا ہے (شراح مواهب الجلیل۲،۳۸۴، شرح رسالۃ ابن ابی زید القیروانی۱،۲۹۱) اور یہ لازم قرار دیا کہ وہ شخص اپنی بات امام کے پاس پیش کرے ،ہوسکتا ہے کہ اس کے علاوہ نے بھی چاند دیکھا ہو، تو گواہی کی عدد مکمل ہوجائے گی؛ لیکن دوسری صورت میں فرد واحد پر روزہ لازم ٹھہراتے ہیں، اور اگر امام نے ا س کی شہادت رد کردی اور ا س نے افطار کرلیاتو ا س پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہونگے (المدونۃ ۱،۱۷۴، بدایۃ المجتهد۱،۲۹۳)۔ دلیل کے طور پر عبدالرحمن بن زید بن خطاب کی یہ روایت پیش کی ہے:''صوموا لرؤیته وأفطرو لرؤیته فإن غم علیکم فأکملوا ثلاثین، فإن شهد شاهدان فصوموا وأفطروا'' (نسائی۴،۱۳۲۔۱۳۳،اسناده صحیح)، ان کے یہاں ایک مشہور روایت یہ ہے کہ جب کوئی چاند دیکھنے کا اہتمام کرنے والا نہ ہو تو ا س کی گواہی مان لی جائے گی(مواهب الجلیل۲،۳۸۶)۔

شافعیہ کے یہاں صحیح بات یہ ہے کہ رمضان کے ثبوت کیلئے خبر واحد کا اعتبار کیا جائے گا۔اور اس وجہ سے احتیاطاسبھی کو روزہ رکھنے کا حکم دیا جائے گا، لیکن غلام یا عورت کی گواہی قبول نہینکی جائے گی، ا س لئے کہ ان کے نزدیک اخبار (اطلاع)دراصل شہادت کا درجہ رکھتا ہے، استدلال کے طور پر ابن عمر رضی اللہ عنہماکی روایت پیش کی ہے، جس کے اندر خبر واحد پر اعتبار کیا گیا ہے؛ نیز چاند دیکھنے والے پر اگرچہ کہ وہ عادل نہ ہوتب بھی روزہ رکھنا لازم سمجھتے ہیں (المهذب۱،۱۷۹)۔

حنابلہ رمضان کیلئے خبر واحد عادل کی گواہی قبول کرتے ہیں۔ساتھ ہی یہ شرط بھی نہیں لگاتے کہ وہ مرد ہو یا آزاد ہو؛ لیکن مستور الحال کی گواہی کسی صورت میں نہیں

مانتے، ان کا ستدلال ابن عباس رضی اللہ عنہما اعرابی والی روایت سے ہے (المغنی۳؍۱۵۷، کشاف القناع۲؍۲۷۳)۔

شوال کا چاند:

جمہور فقہاء کا ا س بات پر اتفاق ہے کہ شوال کیلئے دو عادل گواہ کا ہونا شرط ہے؛ تاہم بعض تفصیلات میں اختلاف ضرور ہے،جیسے:

حنفیہ کا کہنا ہے کہ اگر آسمان صاف ہو تو ایک جماعت کیلئے ضروری ہے کہ وہ قاضی کے پاس چاند کی گواہی دے، تاکہ قاضی کو یقینی علم ہو سکے جیسا کہ رمضان کے چاند کیلئے تھا؛لیکن اگرفضا ابر آلود ہو تو صرف دو گواہ ،یا ایک مرد اور عورتوں کی گواہی جو مسلمان ہوں،آزاد،عاقل،بالغ،اور جن پر حد قذف نہ لگائی گئی ہو تو ان کی گواہی قبول کرلی جائے گی، ا س لئے کہ شوال کے چاند کی خبر شہادت کا مقام رکھتی ہے،اور اس میں مخبر کیلئے نفع ہے؛کہ وہ روزہ کی فرضیت ختم کرلے، ایسے میں ا س پر ایک ذمہ داری ہے جو شرائط کے بعد ہی اتاری جاسکتی ہے،برخلاف رمضان کا چاندکہ ا س کے اندر کوئی اتہام نہیں رہتا (بدائع الصنائع۲؍۸۱، شامی۱؍۲۱۲)۔

مالکیہ نے شوال کے چاند کیلئے خبر مستفیض یا دو عادل گواہ کو ضروری مانا ہے، اور یہ بات سدا للذریعہ لکھی ہے کہ جب کوئی اکیلا چاند دیکھ لے تو روزہ افطار کرے، لیکن اگر افطار کر لے تو یہ فیما بینہ وبین اللہ سمجھا جائے گا، اور ا س پر زبردستی کرے گا تواسے سزا دی جائے گی(المدونۃ۱؍۱۷۴، ابن الجزی، القوانین الفقہیہ ص: ۱۲۱، موطا۱؍۲۸۷، منتقی للباجی۲؍۳۹)۔

شافعیہ اور حنابلہ کے یہاں شوال کے چاند کیلئے دو مرد ،آزاد عادل گواہ ضروری ہے، شافعیہ نے ا س با ت کی اجازت دی ہے؛کہ جس نے تنہا چاند دیکھا ہے وہ خاموشی سے افطار کرلے، ا سلئے کہ اگر وہ ظاہر کرے گا تو خود کو ملامت میں مبتلا کر لے گا۔جبکہ حنابلہ نے منع کیا ہے کہ وہ افطار کرے۔ابن عقیل کہتے ہیں کہ اس پر لازم ہے کہ وہ خاموشی سے افطار کرلے،اس لئے کہ اسے عید کے دن کا یقین ہے اور عید کے دن روزہ رکھنا جائز نہیں(المہذب۱؍۱۷۹، کشاف القناع ۲؍۲۷۵)۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مطلع ابر آلود نہ ہوتو شوال اور رمضان دونوں کے چاند میں خبر مطلوب ہے، مگر ضروری ہے کہ وہ خبر ''مستفیض ''ہو، اسی طرح مطلع ابر آلود ہو اور رمضان المبارک کے چاند کا مسئلہ ہو تو ا س صورت میں بھی خبر مطلوب ہے، بہ خلاف اس صورت کے جبکہ مطلع ابر آلود ہو اور مسئلہ عید یا بقرعید کے چاند کا ہو تو گواہی مطلوب ہے۔

رویت کا اعلان:

چاند کی رویت جب ثقہ ذرائع سے ہوجائے،تو تمام لوگوں میں اس کا اعلان کرنا

ضروری قرار پاتا ہے؛تاکہ رمضان کی شروعات ہو سکے،یا عید فطر اور عیدالاضحی منائی جا سکے، جیسا کہ امام قرافی نقل کرتے ہیں:''ثلاثة أقسام رواية محضة كالأحاديث النبوية وشهادة محضة كاخبار الشهود عن الحقوق على المعينين عند الحاكم ومركب من شهادة رواية ،ولہ صور أحدها الأخبار عن رؤية هلال رمضان من جهة أن الصوم لايختص بشخص معين، بل عام على جميع المصر أو أهل الآفاق فهو من هذا الوجہ رواية لعدم الاختصاص بمعين ولعموم الحكم، ومن جهة أنہ حكم يختص بهذالعام دون ماقبلہ وما بعده''(الفروق۱،۱۰)۔

جب رویت گواہ کی ذات میں یا روایت میں مشتبہ ہوجائے ، یعنی اگر چاند دیکھنے والے گواہ کی شخصیت مجروح ہو اس طور پر کہ اس کی گواہی نہ قبول کی جا سکتی ہو یا چاند کی رؤیت جس سلسلہ سے ثابت ہورہی ہے وہ مشکوک ہوجائے،تواس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ اعلان ثبوت کے بعد ہی ہوگا،اسی طرح اس کی تبلیغ کیلئے معتمد ذرائع استعمال کئے جاسکتے ہیں،لیکن خبر دینے والے کیلئے اور اس کی روایت مقبول و معروف ہونے کیلئے ان شرائط کا خیال ضروری ہے، جو محدثین وفقہاء نے طے کئے ہیں، خصوصا عدالت اور ضبط(الفروق۱،۳۸۵)۔

اعلان کا وقت:

رمضان کی نسبت سے اعلان پہلے دن کی فجر سے پہلے پہلے تک کیا جا سکتا ہے، اور اگر ا س کے بعد بھی اعلان کیا جائے تب بھی امساک ضروری ہے اوراس دن کا روزہ قضاکرنا ہوگا، یہاں تک کہ اگر کسی نے ا س پختہ نیت کے ساتھ رات گزاری کے رمضان نہیں ہے؛ تب بھی اس کیلئے یہی حکم ہے (دیکھئے:مواهب الجليل۲،۳۹۲)۔ علامہ عبد الحی لکھنوی لکھتے ہینکہ چاند رات کیلئے ہوتا ہے نہ کہ دن کیلئے:''فدل ذلک على أن القمر إنما هو آية الليل لا آية النهار،فلاعبرة برويۃ بالنهار، وأن كونہ مواقيت للناس والحج والصيام غيرها، وعلم عددالسنين والحساب وغيرها إنما هو إذا طلع فى الليلة،لا فى غيرها''(الفلک الدوار فى رويۃ الهلال بالنهار: ۱۸)، فتاوی ہندیہ میں ہے:''وإذا رأواالهلال قبل الزوال أو بعده :لايصام بہ ولا يفطر'' (۱،۱۹۷۔ دیکھئے: حاشیۃ ابن عابدین۲،۳۹۲)، امام نووی نقل کرتے ہیں:'' لايتعلق الصوم والفطر إلا بما نراه بعد الغروب'' (المهذب۳،۳۳، دیکھئے:فتاوی الرملی۲،۷۸، کشاف القناع۲،۳۰۳)، علامہ لکھنوی نے تو ائمہ اربعہ کا اتفاق نقل کیا ہے:''وقد صرحت أئمۃ المذاهب الأربعة :بأن الصحيح أنہ لا عبرة برويۃ الهلال نهارا وإنما المعتبر برويۃ ليلة''(الفلک الدوار: ۱۹)۔

چاند کا اعلان کون کرے گا؟

یہ بات بار بار آچکی ہے کہ چاند دیکھنے والا قاضی یا امیر المومنین کے پاس جاکر اور اپنی رویت ثابت کرے گا، جب انہیں اعتماد ہوجائے تو یہ حق صرف امیرالمومنین یا ان کی جانب سے طے کردہ قاضی شریعت کو ہی ہے کہ وہ چاند کا اعلان کریں، دراصل اسلام

ہر کام میں بالخصوص عبادات میں اجتماعیت کا قائل ہے ،کوئی بھی عمل اگر اجتماعیت سے ہٹ جائے تو اسے صحیح نہیں سمجھاجاتا،اگرچہ کہ وہ عبادات درست ہوجائیں۔ اسی وحدت اور مرکزیت کو باقی رکھنے کیلئے زکات کا نظام رائج ہے جو صرف بیت المال میں ادا کی جاتی ہے، حج وہ بھی امیرالمومنین کی جانب سے متعین امیر کی ماتحتی میں ہی ادا کیا جاتا ہے، جیسا کہ اسلام کا پہلا حج حضرت ابوبکر رضی اللہ نہ کی سرپرستی میں ادا کیا گیا تھا۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ امیر المومنین مفقود ہے، امت ایک عرصہ سے اپنے امام عالی سے محروم ہے، ایسے میں یہ رؤیت کیسے ثابت ہوگی اور اعلان کیسے کیا جائے گا؟ جیسے ہندوستان اور دیگر ممالک ہیں ..... اس سلسلہ میں تین طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں:

۱۔مسلمان بطور خود کسی امیر کا انتخاب کرینیا باہمی رضامندی سے قاضی مقرر کرلیں،اور وہ ان امور کو طے کرے۔فتح القدیر، بحرالرائق اور شامی وغیرہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی تحریر فرماتے ہیں:''إذا ولی الکافر علیھم قاضیا ورضی المسلمون صحت تولیتہ بلا شبھۃ'' (شامی ۳۲۲،۴)، ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:'' وکل مصر فیہ وال من جھتھم (من جھۃ الکفار) تجوز فیہ إقامۃ الجمع والأعیاد وتقلید القضاۃ'' (ردالمحتار۳۲۱،۴، دیکھئے:البحرالرائق۴۶۱،۶)۔

۲۔ایسا نہ ہو سکے تو اجتماعی طور پررؤیت ہلال کمیٹی بنائی جائے ،جس میں علماء فقہ ضرور ہوں اورچاند دیکھنے کے سلسلہ میں انہیں کا فیصلہ تسلیم کیا جائے۔فقہاء کے کلام سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ہر ایسے ملک میں حکومت مسلمہ نہ ہووہاں کسی دیندار مسلم عالم کو ہمہ گیر اختیار دینا اور ا سکا اختیار کرکے والی بنانا ضروری ہے، چنانچہ اگر مسلمان ہندوستان یا جہاں کہیں بھی اقلیت میں یا غیراسلامی حکومت میں قیام پذیر ہیں انہیں چاہئے کہ اپنے معاملات کیلئے علماء کی کمیٹی تشکیل دیں، اور اپنے معاملات ان کے سپرد کردیں ،ایسے وہ کمیٹی قائم مقام سلطان بن سکتی ہے۔

ابن ہمام کا یہ بیان پڑھئے!''وإذا لم یکن سلطان ولا من یجوز التقلد منہ، کما ھو فی بعض بلاد المسلمین غلب علیھم الکفار کقرطبۃ فی بلاد المغرب الآن وبلنسیہ وبلاد الحبشۃ، و اقروا لمسلمین عندھم علی مال یؤخذ منھم یجب علیھم أن یتفقوا علی واحد منھم یجعلونہ والیا، فیولی قاضیا أو یکون ھوالذی یقضی بینھم'' (فتح القدیر ۳۶۵،۶، شامی۳۰۸،۴)۔

۳۔ دیہات وغیرہ جہاں ایسی کمیٹیوں کا بھی بنایا جانا ممکن نہ ہو وہاں موجود علماء خود فیصلہ کریں:''إذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالأمور مؤکلۃ إلی العلماء ویلزم الأمۃ الرجوع إلیھم''(الحدیقۃ المحمدیۃ بحوالہ رسالہ برہان ۳۰۷،۶۳)، شامی کی یہ عبارت بھی

پڑھئے! ’’لواجتمع أهل بلدة واحد القضاء لم يصح وهذا حيث لاضرورة وإلا فلهم تولية القضاء ---------- وكل مصروفية وال من جهتهم (من جهة الكفار) تجوز فيه إقامة الجمع والأعياد-------- وتقليد القضاء، وأما بلاد عليها ولا كفارة، فيجوز للمسلمين إقامة الجمع والأعياد، ويصير القاضي بتراضي المسلمين، فيجب عليهم أن يلتمسوا واليا مسلما‘‘ (ردالمحتار۴،۳۲۱)، بقول مولانا عبدالحی فرنگی محلی لکھنوی:’’العالم الثقة فی بلدة لاحاكم فيها قائم مقامه يعنی القاضی وهو مأخوذ من الفتح-----‘‘ (عمدة الرعاية على شرح الوقاية ۱،۳۰۹، دیکھئے: جدید فقہی مسائل۲،۲۷،رویت ہلال کا مسئلہ: ۹۰)۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اگر کہیں ایسی جگہ ہو جہاں مذکروہ صورتیں ممکن نہ ہوں، تو بھی اس کا حل علامہ شامی نے پیش کیا ہے، کہ ایسے مقام پر ایک معتبر شخص کے کہنے پر (کہ میں نے چاند دیکھا ہے) روزہ رکھا جائے، اور دو کے کہنے پر (کہ ہم نے چاند دیکھا ہے) عید منائی جائے، خواہ وہ مقام شہر ہو یا قصبہ یا گاوں----- علامہ کی یہ عبارت ملاحظہ ہو!:’’ولو كانوا ببلدة لا حاكم فيها صاموا بقول ثقة وأفطروا باخبار عدلين (در مختار) قوله ببلدة أی أو قرية قال فی السراج، لو تفرد واحد برؤيته فی قرية ليس فيها وال لم يأت مصرا يشهد وهو ثقة يصومون بقوله قلت:والظاهر أنه يلزم أهل القرى الصوم بسماع المدافع أو رؤية القناديل من المصر‘‘ (شامی۲،۹۹)۔

فقہاء کے انداز بیان سے پتہ چلتا ہے کہ دور دراز کے دیہات کیلئے کسی فیصلہ کی بھی ضرورت نہیں ،اگر کوئی دیندار شخص (بحالت ابر وغبار یا دیگر عوارض کی موجودگی میں) رمضان کا چاند دیکھے تو ا س کوچاہئے کہ مسجد میں آکر گواہی دیدے ، اس کے بعد سب پر روزہ رکھنا ضروری ہوجائے گا، جیسا کہ عالمگیری وغیرہ میں ہے: ’’ وأما السواد إذا رأى احدهم هلال رمضان يشهد فی مسجد قرية وعلى الناس أی يصوموا بعد أن يكون عدلا إذا لم يكن هناك حاكم‘‘ (فتاوی ہندیہ ۱،۲۱۰، شامی۲،۹۹، مجمع الانہر ۱،۲۳۸)۔

اسی طرح عید کے بارے میں بھی حکم ہے، کہ دو دیندار مسلمان اپنے چاند دیکھنے کی خبر دیدیں تو عید ہوجائے گی: ’’وإذا أخبر رجلان فی هلال شوال فی السواد والسماء متغيمة وليس فيه وال ولا قاض، فلا بأس للناس أن يفطروا ---------- وتشترط العدالة‘‘ (فتاوی ہندیہ ۱،۱۲۰)، یہی بات محقق ابن ہمام فرماتے ہیں:’’ من رأى هلال رمضان فی الرستاق (القرية) وليس هناك وال ولا قاض، فإن كان ثقة يصوم الناس بقوله وفی الفطر إن أخبر رد؛ لأن برؤية الهلال‘‘ (فتح القدير ۲،۲۵۲)، اس مسئلہ کو ذکر کرنے کے بعد موصوف استدلالی انداز میں ایک بڑا چبھتا ہوا سوال کرتے ہیں کہ اگر دنیا والے اگر امام و قاضی نہ مقرر کرنے کے گنہگار ہوں ،تو چاند نظر آنے پر بھی کیا روزہ نہ رکھا جائے گا؟-------- :’’ أرأيت لو لم ينصب فی الدنيا إمام وقاض حتى عصوا بذلك أما كان يصام بالرؤية‘‘ (فتح القدير ۲،۲۵۲، دیکھئے: رؤیت ہلال کا مسئلہ: ۹۶ تا ۹۸)۔

ذرائع ابلاغ سے اعلان کا اعتبار:

چاند کی رویت میں یہ بات بڑی اہم ہے کہ کیا کسی قریب شہر یا ملک کی رویت محض ذرائع ابلاغ سے پہونچی ہو تواسے قبول کیا جاسکتا ہے؟ اس سلسلہ میں اصل بات تو یہی ہے کہ چاند کو دیکھنے کا حکم ہے، اور اگر نہ دیکھ سکیں تو شہادت مطلوب ہے، بغیر شہادت اور معتبر خبر کے کوئی بات قبول نہیں کی جا سکتی، تحریر یا ریڈیو یا ٹیلویزن ہوں یا دیگر ذرائع ابلاغ ان سب کااعتبار اسی وقت ہوگا؛ جبکہ خارجی قرائن موجود ہوں جو ان کی بات کو وثوق دیتے ہوں، چنانچہ اسی قبیل سے فقہ کا وہ مشہور مسئلہ ہے؛کہ اگرایک قاضی کو دوسرے قاضی کے پاس اپنی تحریر بھیجنی ہو تو وہ اس کو مہر بند کر کے اور سنا کر دو اشخاص کے حوالے کردے، یہ دو آدمی دوسرے قاضی کے پاس پہنچ کر اس تحریر کے قاضی کی جانب سے ہونے کی شہادت دیں،تب اس تحریر کا اعتبار ہوگا (مختصر قدروی: ۲۵۵)، اسی طرح جو تحریر قاضی کے زیر نگیں ہو فقہاء نے اس کو مستند قرار دیا ہے: ''مایکون فی قمطرہ فھو تحت ختمہ یؤمن علیہ من الزیادۃ والنقصان، فحصل لہ العلم بذلک'' (ہدایہ۳؍۱۴۲)۔

علامہ شامی کی ایک تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان امور میں اصل یہ ہے کہ کسی چیز کا اطمینان قلب ہوجائے، ہر زمانے میں اس کی صورتیں بدلتی رہتی ہیں، ایسے میں اسے کسی ایک قاعدہ میں محصور کردینا مناسب نہیں، چنانچہ دکاندار، صراف اور دلال کے بہی کھاتے بھی معتبر مانے جاتے ہیں،اگرچہ ان پر عنوان درج نہ ہو، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عرف کے مطابق اس پر عمل کیا جاسکتا ہے، بس ضروری ہے یقین حاصل ہوجائے:''أما خط البیاع والصراف والسمسار فھو حجۃ، وإن لم یکن معنونا مصدرا یعرف ظاھرا بین الناس، وکذا مایکتب فی مابینھم یجب أن یکون حجۃ للعرف'' (ردالمحتار ۴؍۳۹۷)۔

ان احکامات کا تعلق حقوق العباد سے ہے،تاہم حقوق اللہ میں بھی اس کا اعتبار کیا جائے گا؛لیکن یہ واضح رہے کہ اس طرح کے خبروں کی حیثیت شہادت اور گواہی کی نہیں ہوتی، بلکہ خبر کی ہوتی ہے، اور چاند کے مسئلہ میں جبکہ چاند رمضان کا ہو اور مطلع ابر آلود ہو، تو ہی خبر کا اعتبار ہوتا ہے، اور ایک آدمی جو معتبر ہے اس کی خبر مان لی جاتی ہے؛لیکن جب مطلع صاف ہوتا ہے تو خبر مستفیض کی ضرورت پڑتی ہے،اس لئے ضروری ہے کہ مختلف شہروں سے اتنے زیادہ خطوط اور خبریں دستیاب ہوں کہ عادۃ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا ناممکن ہو،اور ثابت ہوجا ئے کہ ان کے شہر والے چاند دیکھ کر روزہ رکھ رہے ہیں، اگر ایسا ہو تو ہی اعتبار کیا جائے گاورنہ نہیں،علامہ عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

''واقعہ یہ ہے کہ رویت ہلال میں خبروں کا مشہور ہونا معتبر ہے۔اگر کسی شہر سے

خبر پہونچے کہ گزشتہ شب وہاں چاند دیکھا گیا یا تار کی وساطت سے اس امر کی اطلاع ملی تو جب تک کہ بہت سی تحریروں اور متعدد خبروں سے ا س کی اطلاع نہ ہوجائے ۔ اس کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے ''(مجموع الفتاوی ۱،۲۶۴)۔مفتی رشید احمد گنگوہی کا یہ فتوی بھی ملاحظہ ہو!---- : ''چاند کی خبر تحریر سے دریافت ہوسکتی ہے، جب مکتوب الیہ کو گمان غالب یہ ہے کہ فلاں '' کاتب عدل '' کا خط ہے۔ اس میں کوئی انحراف نہیں ہوا تو اس پر عمل درست ہے، کتاب القاضی الی القاضی جیسی توثیق و توکید ضروری نہیں ہے۔ دلیل اعتبار خط کی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک صحابی دحیہ کلبی (رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ اپنے نامہ مبارک ہرقل کو بھیجا ، تو ہرقل نے یہ نہیں کہا کہ آدمی کا اعتبار نہیں ہے اور آپﷺ کو خیال ہوا کہ قاصد کا کیا اعتبار ہوگا ۔ علی ہذا بسلسلہ ارسال نامہ جات آپ کے زمانے میں اور خلفائے راشدین (رضوان اللہ علیہ اجمعین) کے زمانے میں کہیں دو، دو گواہ نہیں گئے ''(فتاوی رشیدیہ۱۰،۴۰۔۴۱)۔

مفتی عزیز الرحمن صاحب مرحوم لکھتے ہیں:'' جن مواقع پر تزویر (دھوکہ دہی) کاگمان نہ ہو وہاں فقہاء نے خط کو معتبر مانا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ باہمی خط وکتابت احتمال تزویر بہت بعید وضعیف ہے ''.....- اس کے بعد مفتی صاحب مزید تفصیل بیان کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:'' جس جگہ تزویر سے امن ہے وہاں خط پر عمل کرنے کو فقہاء نے لکھا ہے ، پز جس جگہ کسی کے نزدیک خط معروف ہو اور تزویر سے مامون ،وہ اس پر عمل کرسکتا ہے '' (فتاوی دارالعلوم دیوبند۳،۵۰)، اسی مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب مرحوم رقمطراز ہیں:'' دیانات میں خط بدرجہ خبر معتبر ہے، بشرطیکہ مکتوب الیہ صاحب خط کو پہچانتا ہو کہ وہ عادل ہے ، اور ا س خط کو دیکھ کر یہ بھی شناخت کرلے کہ یہ خط اسی کا ہے، تو بدرجہ خبر اس پر عمل کیا جانا جائز ہے ''(دیکھئے: رؤیت ہلال کا مسئلہ: ۱۱۰)۔

یہ بات واضح رہے کہ یہ شہادت سے ثابت شدہ امر کی اطلاع ہے، جیسے کوئی ذمہ دار قاضی شریعت یارویت ہلال کمیٹی یا ان کی طرف سے متعین کوئی بھی شخص شہادت لے لیتا ہے،اور پھر اس کی اطلاع قاضی شریعت کو دیتا ہے، اس لئے تحریر یا دیگر ذرائع سے دی گئی خبر دراصل اطلاع ہے ،شہادت نہیں ؛کیونکہ شہادت کیلئے ضرری ہے کہ گواہ قاضی کے سامنے حاضر ہو اور روبرو ہو کر کوئی بات کہے۔جب وہ گواہی دیدے تو پھر کسی بھی ذرائع ابلاغ سے اطلاع دی جا سکتی ہے، اور یہ اطلاع اعلان سلطان کا درجہ رکھے گی اور وہاں کے لوگوں کیلئے اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا، خواہ یہ اعلان کرنے والامنادی فاسق ہی کیوں نہ ہو:''خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان أو فاسقا'' (فتاوی ہندیہ۵،۳۰۹)، علامہ شامی لکھتے ہیں:'' یقبل خبر المستنفر ومنادی السلطان،

ولوکان کل واحد منهما فاسقا‘‘(درمختار۳،۲۲۲)۔

یہاں پر ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ اگر یہ اطلاع کسی کافر کی جانب سے ہو تو کیا ا س کی اطلاع نہ مانی جائے گی؟ عام طور فقہی کتابوں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اعلان کرنے والے کیلئے عادل ہونے کے شرط کے ساتھ مسلمان ہونا بھی شرط ہے، جیسا کہ عالمگیری ہی میں ہے:’’ لایقبل قول الکافر فی الدیانات‘‘(فتاوی ہندیہ۵،۳۴۲)۔ اور قرآن کریم کی اس آیت کو بھی ایک مسلم ثبوت کی طرح پیش کیا جاتا ہے:’’ لن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا‘‘ (نساء: ۱۴۱)؛ لیکن اس لمحہ یہ سوچنے کی بات ہے کہ کیا چاند کی اطلاع دینے والا منادی گواہی دے رہا ہے؟ نہیں، ایسا بالکل بھی نہیں ہے؛ بلکہ وہ تو صرف ایک ایسی اطلاع دے رہا ہے ،جو مسلمانوں کے درمیان عام ہوچکی ہے، ایک خبر عوام تک پہونچا رہا ہے، ایسے میں بالخصوص آج کے دور میں مطلع کرنے والے کو مسلمان کی شرط لگانا دشواری کی بات ہے، ا س سلسلہ میں مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ خبر رساں ایجنسی کے وثوق کا جائزہ لیا جائے، اور پھر مختلف ذرائع سے بھی توثیق کی جائے ،اگر واقعی اطمینان ہوجائے تو کافر منادی کو بھی معتبر مانا جاسکتا ہے۔

اگر ایسا ہو کہ دوسری جگہ کے لوگ سلطان کونہ مانتے ہوں تو وہاں کے لوگ اپنی رویت کا اعتبار کریں گے اور ان کیلئے یہ محض ایک اطلاع ہوگی، حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی دامت برکاتہم نقل کرتے ہیں:’’..... ہاں اگر پورے ہندوستان کی مرکزی رویت ہلال کمیٹی بن جائے اور تمام علاقے کے لوگ اس کو تسلیم کرلیں یا پورے ملک کی سطح پر امارت شرعی قائم ہوجائے اور امیر شریعت منتخب کر لیا جائے ،تو اب اس کا اعلان پورے ملک کیلئے ’’منادی سلطان ‘‘ کی اطلاع کے حکم میں ہوگا اور سبھوں کیلئے اس کی تعمیل ضروری ہوگی ‘‘(جدید فقہی مسائل۲،۲۳-۲۲)۔

خط، تار اور ٹیلی فون کی خبروں کے سلسلہ میں مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنو کا جوفیصلہ ہے وہ بھی قابل غور ہے، اسے جدید ذرائع ابلاغ پر بھی منطبق کیا جاسکتا ہے:’’تار،خط،ٹیلی فون خبرمعتبر نہیں ہے، ہاں اگر خصوصی انتظام کے تحت متعدد جگہونسے متعدد تار،ٹیلی فون اور خطوط آئیں اور علماء کہیں کہ ان سے ظن غالب پیدا ہوتا ہے، تو اس بنیاد پر علماء کا فیصلہ قابل قبول ہوگا‘‘۔

جمعیۃ العلماء ہند کے ذیلی ادارے ’’ادارۃ المباحث الفقہیہ‘‘ نے اپنے ساتویں فقہی سمینار، منعقدہ۲۶،۲۷، رجب۱۴۲۱ھ بہ مقام دیوبند میں اس مسئلہ پر غور خوض کیا اور ایک طرف کل ہند رؤیت ہلال کمیٹی کی تشکیل پر زور دیا تو وہیں ریڈیو وغیرہ کے تعلق سے یہ دستور پاس کیا گیاتھا، جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ ہر رویت ہلال کمیٹی مقررہ تاریخ ۲۹ء میں تمام ریڈیو اسٹیشنوں سے نشر ہونے والی کمیٹیوں کے اعلان کو سننے کا انتظام اور التزام کرے گی۔

۲۔اعلان کمیٹی کی تجویز کردہ عبارت اور الفاظ میں ہوگا ،کمیٹی اس اعلان میں یہ بھی وضاحت کرے گی کہ فیصلہ رویت عامہ پر کیا گیا ہے یا باضابطہ شرعی شہادت پر۔

۳۔مرکزی کمیٹی ملک کے مختلف مقامات پر مقتدر اور دین دار حضرات پر مشتمل ہلال کمیٹیاں قائم کرائے گی، جن کا اعلان پورے ملک کیلئے سمجھا جائے گا اور کمیٹی اپنے قریبی شہروں مینمقامی کمیٹیاں بنائے گی۔

جن ملکوں میں عمومی مطلع ابر آلود رہتا ہے:

اس سلسلہ میں دو باتیں ہیں: اول یہ کہ کہیں پر عمومی مطلع صاف ہی رہتا ہے؛لیکن کبھی ایسا ہوگیا کہ مطلع صاف نہیں ہے اور رؤیت ممکن نہیں،ایسی جگہوں کیلئے مذکورہ بحثوں کو مقدم رکھنا چاہئے؛ تاہم اگرممکن نہ ہو کہ رویت ثابت کی جا سکے تو ایسے میں ماہرین فلکیات کی مدد لی جا سکتی ہے،اور ظن غالب پر عمل کیا جاسکتا ہے، اور بہتر ہے کہ اتمام ماہ کرلیا جائے تاکہ شکوک وشبہات نہ رہیں۔

دوسرا مسئلہ ان ممالک سے متعلق ہے جہاں عمومی مطلع ابر آلود رہتا ہے، ان ممالک کے سلسلہ میں ایسا خیال آتا ہے کہ اس مسئلہ کا حل وہی ہے جو ان ممالک کا ہے جہاں اوقات نماز کا ثبوت پوری طرح سے نہ ہو تا ہو، ان مقامات پر نماز کی فرضیت کے سلسلہ میں دورائیں ہیں:پہلی رائے یہ ہے کہ ان سے فرضیت ساقط ہوجائے گی، کیونکہ جب شرط ہی نہ پائی جائے تو مشروط کا کوئی سوال ہی نہیں، اس کے قائل شرنبلانی،طحطاوی (در مع الرد۱،۲۴۲، فتح القدیر۱،۲۲۴)، صاحب کنز، صاحب درر، بقالی، حلوانی، مرغینانی اور حلبی ہیں (مراقی الفلاح: ۹۶)۔ دوسری رائے یہ ہے کہ نماز پنجگانہ کی فرضیت باقی رہے گی، مشایخ حنفیہ میں برہا ن کبیر، علامہ ابن ہمام ،ابن شحنہ ،حصکفی اور شامی کا رجحان اسی طرف ہے(الدر المحتار علی ہامش الرد ۱،۲۴۳)، ان حضرات نے حضور ﷺ کی یہ روایت نقل کی ہے:''قلنا:یارسول اللہﷺ! فذلک الیوم الذی کسنۃ أیکفینا فیہ صلوۃ یوم قال:لا أقدروا لہ قدرہ'' (مسلم ۲،۴۰۱، باب ذکر الدجال)۔

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے ایسی جگہ پر روزہ بھی یقینا فرض ہوگا، اور یہی مزاج شریعت کے قریب ہے؛لیکن رہی یہ بات کہ نماز کس طرح ادا کی جائے گی ؟ اس سلسلہ میں دو طریقے ہیں:

۱۔اس سے قریب ترین جگہ (جہاں حسب عادت شب وروز کا ظہور ہوتا ہے)کے اوقات کی رعایت کی جائے، علامہ شامی نے اس کی نسبت شوافع کی طرف کی ہے۔

۲۔اسی مقام کے لحاظ سے وقت کا اندازہ کر کے نمازیں ادا کی جائیں (شامی۱،۳۴۲)۔

یہی دو طریقے ہینجن کے ذریعے رمضان اور عید کے چاند کا بھی فیصلہ کیا جاسکتا ہے، پہلی صورت اگر چہ دشوار ہے اور ا سکے اندر ماہرین فلکیات کی ضرورت

پڑے گی ؛لیکن دوسری صورت آسان ہے اور زیادہ مناسب ہے،نیز اگر اس تحقیق میں کبھی اونچ نیچ ہوجائے اور روزہ کم یا زیادہ ہوجائے تو اسے قضا کر لیا جائے گا،جیسا کہ کہینشفق ڈوبنے سے پہلے ہی فجر طلوع ہوجائے تو قضا کی نیت سے نماز عشاء پڑھ لی جائے، چنانچہ تاتارخانیہ میں ہے:''وفی الظھیریۃ أنہ ینوی القضاء لفقد وقت الأداء'' (تاتارخانیہ۱،۴۰۴)۔

ایسی جگہوں پر ماہرین فلکیات کے استعمال پر استاذ گرامی حضرت مولاناخالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتھم کی یہ عبارت بڑی مجلی ہے،کافی وشافی ہے؛لیکن یہ بات خیال رہے کہ ماہرین فلکیات کی مدد ایک خارجی قرینہ ہے،جسے تائید کیلئے استعمال کیا جانا ہے، محض اسی پر بنیاد رکھنا درست نہیں، نیز اگران ماہرین کے مطابق رویت کا امکان نہ بھی ہو؛لیکن خبر مستفیض سے یعنی ایسی خبر جس سے ظن غالب ہوجائے اور قاضی کا دل مطمئن ہوجائے تو ان ماہرین کی رائے الگ کر دی جائے گی؛ اور گواہان کی بات تسلیم کی جائے گی ، اس تناظر مینحضرت مولانا کا یہ اہم اقتباس ملاحظہ ہو!

''ہمارے زمانے میں عموماًاوقات نماز کا تعین تقویم سے ہوتا ہے،اور تقویم کی بنیاد جدید فلکیاتی علم (ASTRONOMY) پر ہوتی ہے،اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے،وسائل اور ذرائع مقصود نہیں ہوتے بلکہ مطلوب خود مقاصد ہیں، اسلام نے اوقات کی بنیاد آفتابی سایوں ،طلوع وغروب ،شفق اور ظاہری آثار پر رکھی ہے، اس لئے کہ یہ ایسے معیار ہینجن کو سمجھنا ہر عام وخاص کو آسان ہے اور یہ ہر کسی کو دستیاب ہیں ۔ مگر ان کی حیثیت فقط علامات کی ہیں،اگر دوسرے ذریعہ سے گمان غالب ہوجائے کہ شریعت کا مطلوبہ وقت آپہنچا ہے،تو اس پر عمل کرلینا کافی ہے ..... تقویم کی یہی حیثیت ہے،اور جدید ترقی یافتہ فلکیات کم از کم اس بات کا ظن غالب پیدا کرنے کیلئے کافی ہیں '' (جدید فقہی مسائل ۱،۱۲۵-۱۲۶)۔

* * *

رؤیت ہلال میں فلکیاتی حساب کی حیثیت
(سوال ۸.۲)

مفتی اسجد دیولا•

(۲) (الف) اسلام کے اصول سادہ اور فطری ہیں اس نے مختلف عبادتوں کے اوقات کے لئے ایسی چیزوں کو معیار بنایاہے جن کا سمجھنا اور جاننا ہر عام و خاص خواندہ و ناخواندہ انسان کے لئے ممکن ہو، اسی لئے قمری مہینوں کے بارے میں تکلفات سے کام لینے کے بجائے چاند دیکھنے کو معیار قراردیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ''۔

چنانچہ جمہور فقہاء کے بقول نفاذ حکم کے لئے فلکیاتی حساب کا اعتبار کرناجائز نہیں، کیونکہ شریعت میں اس کا اعتبار نہیں البتہ فلکیاتی حساب کے ذریعہ اس سلسلہ میں مددلی جاسکتی ہے کہ آج افق پر ہلال کی بصری رؤیت کا امکان ہے یا نہیں مگر یہ بات یاد رہے کہ فلکیاتی حساب کا جواب اثبات و نفی جو بھی ہو ہمیں حتی الامکان چاند تلاش کرناچاہئے ،کیونکہ اس میں بھی غلطی کا امکان ہے، جیسا کہ آئے دن جنتریوں اور تقویموں کے سلسلہ میں مشاہدہ ہے۔

نیز اس سلسلہ میں مسٹرڈی میکنالی اسٹنٹ ڈائریکڑ شعبۂ علوم وطبعیات یونیورسٹی آف لندن آبزرویٹری کی رائے درج ذیل ہے جو ضیاء الدین صاحب ایم۔اے۔ لاہوری کے استفسار کا جواب ہے۔

آپ کے استفسار کے متعلق کہ آیا آبزرویٹری سائنسداں کوئی ایسا معیار قائم کرنے کے قابل ہوچکے ہیں جس سے اب نیا چاند نمودار ہونے والی شام کی یقینی پیشن گوئی کرسکیں۔

مجھے افسوس ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے در حقیقت رؤیت ہلال کے متعلق کوئی بھی مفروضہ قائم نہیں کیا جاسکتا۔

اسی مسئلہ پر وائل گرین ویج آبزرویٹری انگلستان کی سائنس ریسرچ کونسل کی جدید ترین تحقیق کا نچوڑ ان کے تیار کردہ فلکیاتی معلومات سیٹ ۶ــہ میں یوں درج ہے:

ہر ماہ نئے چاند کی پہلی مرتبہ دکھائی دی جانے والی تاریخ کے متعلق پیشن گوئی کرنا ممکن نہیں، کیونکہ ایسے کوئی قابل اعتماد اور مکمل طور پر مستند مشاہدات موجود نہیں ہیں جنہیں ان شرائط کے تعین کرنے میں استعمال کیا جاسکے جو چاند کے اول بار

• خادم افتاء جامعہ علوم القرآن جمبوسر، گجرات۔

دکھائی دئے جانے کے لئے کافی ہو رؤیت ہلال کے متعلق کوئی بھی پیشن گوئی غیر یقینی ہوتی ہے (القاسم دیوبند شمارہ: ۶،۱۲ــہ بحوالہ مجلہ رؤیت ہلال:۱۱۶)۔

خلاصہ یہ کہ کبھی ایک تحقیق دوسری تحقیق کے مخالف ہوتی ہے اور کبھی موافق اور کبھی صحیح ثابت ہوتی ہے تو کبھی غلط، لہذا ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ فلکیاتی علم و تحقیق نہ بالکل قطعی ہے اور نہ ہی بالکل رائیگاں، بلکہ بین بین ہے جس کو ہم ظنی کہہ سکتے ہیں، اس لئے فلکیاتی علم پر ہم حکم کے نفاذ اور عدم نفاذ کا مدار نہیں رکھ سکتے، کیونکہ حکم و فیصلہ کے لئے قطعی علم چاہئے، البتہ نفاذ حکم و عدم نفاذ کے لئے اس سے مدد ضرور لی جاسکتی ہے کہ جس تاریخ کو طلوع ہلال کا امکان نہ ہو اس روز رؤیت ہلال کی شہادت کافی تحقیق اور ناقابل تردید تعداد کی گواہی کے بغیر تسلیم نہ کی جائے ،تاکہ ہم فلکیاتی تحقیق کو بالدلیل رد کرسکیں اور جس تاریخ کو فلکیاتی تحقیق کے اعتبار سے طلوع ہلال کا امکان زیادہ ہو اس دن معمولی خبر پر بھی اعتبار کیا جاسکتاہے، بشرطیکہ شرعی طریقہ پہ ہو، کیونکہ اصل مقصود اس مسئلہ میں ایسی چیز کا پایا جانا ہے جس سے قاضی کا دل مطمئن ہو اور اس طرح کی فنی تائید معمولی خبر کے لئے بھی تقویت وتائید کا باعث بن جاتی ہے، اور اسی کی طرف فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ دامت برکاتہم العالیہ کا بھی رجحان ہے (جدید فقہی مسائل ۲۶،۲)۔

(ب) اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب کے مطابق ۲۹ تاریخ کو چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہ ہو اس کے باوجود اس خطہ سے رؤیت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو اسے قبول کیا جائے گا، رد نہیں کیا جائے گا؛ کیونکہ فلکیاتی حساب کا شریعت میناعتبار نہیں ہے، بلکہ رؤیت پر مدار ہے۔

مگربعض شوافع حضرات جیسے علامہ سبکی شافعیؒ وغیرہ نے اس صورت میں اہل حساب کے قول کو معتبر مانا ہے؛کہ یہ حساب قطعی ہے ، مگر علامہ سبکیؒ کے اس قول کی تردید خود ان کے ہم مسلک مشائخ نے فرمائی ہے، حافظ ابن حجرؒ اور علامہ رملیؒ سے اس صورت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے صاف طور پر جواب دیا کہ اہل حساب کے قول کی وجہ سے شہادت رد نہیں کی جاسکتی بلکہ شہادت پر ہی عمل ہوگا، اس لئے کہ شارع نے شہادت کو یقین کا قائم مقام قراردیا ہے۔

اس سلسلہ میں فقہاء کی عبارات مندرجۂ ذیل ہیں:

’’ولا عبرة بقول المؤقتين ولوعدولا على المذهب أي فى وجوب الصوم على الناس، بل فى المعراج لايعتبر قولهم بالاجماع ولا يجوز للمنجم أن يعمل بحساب نفسه، وفى النهر:فلا يلزم بقول المؤقتين انه أي الهلال يكون فى السماء ليلة كذا، وإن كانوا عدولافى الصحيح، كما فى الإيضاح، وللإمام السبكى الشافعيؒ تاليف مال فيه إلى اعتماد قولهم لأن الحساب قطعى۔

قلت:ماقاله السبكى رده متأخر وأهل مذهبه، منهم ابن حجر والرملى ---- فأجاب بأن

المعمول بہ فی المسائل الثلاث ماشھدت بہ البینۃ لأن الشھادۃ نزل الشارع منزلۃ الیقین، وما قالہ السبکی مردود ردہ علیہ جماعۃ من المتأخرین، ولیس فی العمل بالبینہ مخالفۃ لصلاتہ، ووجہ ماقلنا إن الشارع لم یعتمد الحساب، بل ألغاہ بالکلیۃ بقولہ نحن أمۃ أمیۃ لانکتب ولا نحسب الشھر ھکذا وھکذا'' (شامی۳،۳۵۵،۳۵۴)۔

(ج) حکم کے نفاذ و عدم نفاذ کے سلسلہ میں محکمۂ موسمیات کو مدار نہیں بناسکتے کیونکہ یہ حساب ظنی ہے قطعی نہیں جیساکہ ان کی پیش قیاسیوں سے یہ بات واضح ہے۔

البتہ ان سے اتنی مدد لی جاسکتی ہے کہ اگر ان کے اندازے اور حساب کے مطابق مطلع صاف ہو، لیکن ظاہری طور پر گرد آلود ہو تو اس وقت شہادت قبول کرنے کے متعلق کافی چھان بین اور تحقیق کی جائے۔

اور اگر محکمۂ موسمیات کے اعتبار سے مطلع گرد آلود ہو تو اس وقت ایک شخص کی گواہی ثبوت رمضان کے لئے کافی سمجھی جائے۔

اگر محکمۂ موسمیات یا فلکی تحقیقات اس بات کے مدعی ہوکہ آج بصری رؤیت ممکن نہیں، لیکن اس کے باوجود ناقابل انکار تعداد رؤیت ہلال کی اطلاع دے رہی ہو،اور استفاضہ کے ساتھ یہ خبر مل رہی ہو تو رؤیت کا فیصلہ کیا جائے گا اور ان کی بات کو رد کردیاجائے گا۔

''ولا عبرۃ بقول المؤقتین ولو عدولا علی المذھب'' (شامی۳،۳۵۴)۔

(د) مطلع صاف نہ ہو نے کا مطلب یہ ہے کہ مطلع اس طرح ہو کہ اس پر موجود چیز کا نظر آنا دشوار ہو اور یہ نظر نہ آنا فقہاء نے لکھا ہے کہ کبھی ابر کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی دخان کی وجہ سے اور کبھی غبار کی وجہ سے ہوتاہے، یاد رہے کہ ابر کا افق پر مکمل چھایاہوا ہونا ضروری نہیں؛ بل کہ ابر کا ایک ٹکڑابھی مطلع کو ابرالود ٹھہرانے کے لئے کافی ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ ''امدادالفتاوی'' میں تحریر فرماتے ہیں: چاندرات کے روز چاند کی جگہ ہلکے ہلکے ابر کے ٹکڑے ہوں اور باقی تمام آسمان صاف ہوتو رؤیت میں ابر کا حکم لگایا جائے گا (امدادالفتاوی۲،۱۰۲)۔

''قولہ مع العلۃ أي من غیم وغبار ودخان'' (شامی: ۳۵۳)۔

''والعلۃ غیم أو غبار ونحوہ'' (ہدایہ۱،۲۳۳)۔

(ہ)''۲۹'' شعبان کو فضاء ابر آلود ہونے کی وجہ سے قاضی یا ذمہ داران رؤیت ہلال کمیٹی نے ایک شخص کی شہادت پر ثبوت رمضان کا فیصلہ کیا لوگوں نے ۳۰ روزے مکمل کئے لیکن ۳۰ کی شام کو چاند نظر نہ آیا تو اب کیا کریں گے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) اگر ''۳۰'' کی شام کو مطلع ابر آلود ہو تو بالاتفاق دوسرے دن عید منائیں گے۔

(۲) اور اگر ''۳۰'' کی شام کو مطلع صاف ہو تو اس صورت میں فقہاء کا اختلاف

ہے شیخینؒ کے نزدیک روزہ رکھا جائے گا اور امام محمد کے نزدیک عید منائی جائے گی۔

''لوقبل الامام شهادة الواحد واتموا ثلاثين، ثم غم عليهم هلال شوال قال الإمام:والثانی يصومون من الغد و قال محمد:يفطرون، وقال شمس الأئمة الحلوانی:الخلاف فيما إذا لم يرهلال شوال والسماء مصحية، فإن كانت متغيمة يفطرون بلا خلاف'' (تقریرات رافعی۳،۱۴۷)۔

البتہ علامہ شامی نے دوسرے دن روزہ رکھنے پر علماء کا اتفاق نقل کیا ہے:

''إذا تم عدد رمضان ثلاثين بشهادة فرد ولم يرهلال الفطرو السماء مصحية لا يحل الفطر اتفاقا لظهور غلط الشاهد ويعزر'' (رسائل ابن عابدین ۱،۲۳۶)۔

موجودہ دور کے ممتاز فقیہ اور محقق ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی رائے بھی یہی ہے (الفقہ الاسلامی وادلتہ۲،۶۰۳)۔

شیخین کا قول احوط ہے مگر امام محمد کے قول کو ترجیح دینا بہتر ہے۔

''إذاصاموا بشهادة الواحد وأكملوا ثلاثين يومًا ولم يروا هلال شوال لايفطرون فيما روی الحسن عن أبی حنيفةؒ للاحتياط'' (ہندیہ۱،۲۵۱)۔

دراصل شیخین کی دلیل یہ ہے کہ عید الفطر کا ثبوت ایک شخص کی شہادت سے درست نہیں اگر عید کا اعلان کیا جائے تو گویا ایک شخص کی شہادت پراعلان کرنا لازم آئے گا۔

''وإن صاموا بشهادة شاهد واحد فروی الحسن عن أبی حنيفة أنهم لايفطرون على شهادته برؤية رمضان عند كمال العدد وإن وجب عليهم الصوم بشهادته فثبتت الرمضانية بشهادته فی حق الصوم لافی حق الفطر؛ لأنه لاشهادة له فی الشرع على الفطر'' (بدائع الصنائع۲،۲۲۳)۔

لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کہ عید کا ثبوت ایک شخص کی شہادت سے ہو رہا ہے، بلکہ یہ تو تبعا ثابت ہورہاہے، ورنہ ایک شخص کی شہادت سے صرف رمضان کا ثبوت ہوا نہ کہ عید کا۔

شریعت میں بہت سے احکام ہیں جو ابتد اءً تو ایک شخص کی شہادت سے ثابت نہیں ہوتے مگر ضمنا ثابت ہوجاتے ہیں۔

''يغتفرفی الضمنيات مالا يغتفر فی القصد'' (شامی۲،۱۰۳)۔

ملک العلماء علامہ کاسانیؒ کا رجحان بھی امام محمد کے قول کو ترجیح دیتاہے۔

''جواز الفطر عند كمال العدد إذا ماصاموا بقول عدل واحد لم يثبت بشهادته مقصودا، بل بمقتضى الشهادة ويثبت بمقتضى الشئ مالا يثبت به مقصودا'' (بدائع۲،۸۳)۔

نیز صاحب ''غایۃ البیان'' اور صاحب ''النہر الفائق'' نے امام محمد کے قول کو ترجیح دی ہے اور اسی قول پر شوافع کے یہاں عمل ہے؛ لہذا ایک شخص کی شہادت سے عید کا ثبوت ہوا یہ کہنا درست نہیں ہے، کیونکہ عید کا ثبوت تبعا ہواہے اور تبعا بہت سے احکام ثابت ہوجاتے ہیں جو ابتدائً ثابت کرنا صحیح نہیں ہوتا۔ جیسے دایہ کی شہادت سے

ثبوت نسب ہوتاہے جس کے ضمن میں میراث کا استحقاق بھی ثابت ہوتا ہے، جبکہ ابتداءً دایہ کی شہادت سے میراث کا استحقاق ثابت نہیں ہوتا۔

''یثبت بحکم القاضی لا یقول الواحد یعنی کما حکم بھلال رمضان بقول الواحد یثبت الفطر بناء علی ذلک بعد تمام الثلاثین قال شمس الأئمۃ فی شرح الکافی:وھو نظیر شھادۃ القابلۃ علی النسب فإنھا تکون مقبولۃ ثم یفضی ذلک إلی استحقاق المیراث مع أن استحقاق المیراث لایثبت بقول القابلۃ ابتداءً'' (شامی۲،۱۰۳)۔

اور اگر دو آدمیوں کی شہادت سے آغاز رمضان ہو اور لوگوں نے ''۳۰'' روزے مکمل کرلئے لیکن ''۳۰'' کی شام کو چاند نظر نہیں آیا تو اب کیا کریں گے تو اس بابت تقریبا تمام ہی فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگلے دن عید منائی جائے گی؛ خواہ مطلع صاف ہو یا گرد آلود ،دونوں ہی صورتوں میں اگلے دن عید منائی جائے گی۔

صاحب خلاصۃ البیان، صاحب درایہ، علامہ شامیؒ، علامہ نوح اور ابن نجیم مصریؒ وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور یہی شوافع کا مذھب ہے۔

''وبعد صوم ثلاثین بقول عدلین حل الفطر قولہ:(حل الفطر)أي اتفاقا إن کانت لیلۃ الحادي والثلاثین متغیمۃ، وکذا لو مصحیۃ علی ماصححہ في الدرایۃ والخلاصۃ والبزازیۃ، وصحح عدمہ في مجموع النوازل والسید الإمام الأجل ناصر الدین کما في الإمداد، ونقل العلامۃ نوح الاتفاق علی حل الفطر في الثانیۃ أیضا عن البدائع والسراج والجوھرۃ، قال: والمراد اتفاق أئمتنا الثلاثۃ، وما حکي فیھا من الخلاف إنما ھو لبعض المشایخ۔

قلت:وفي الفیض:الفتوی علی حل الفطر۔ ووفق المحقق ابن الھمام کما نقلہ عنہ في الإمداد بأنہ لایبعد لو قال قائل إن قبلھما في الصحو:أي في ھلال رمضان وتم العدد لا یفطرون، وإن قبلھما في غیم أفطروا لتحقق زیادۃ القوۃ في الثاني والاشتراک في عدم الثبوت أصلافي الأول فصار کشھادۃ الواحد اھ

قال:والحاصل:أنہ إذا غم شوال أفطروا اتفاقا إذا ثبت رمضان بشھادۃ عدلین في الغیم أو الصحو، وإن لم یغم فقیل یفطرون مطلقًا، وقیل:لا مطلقا، وقیل یفطرون إن غم رمضان أیضا، وإلا لا'' (شامی۳،۳۵۹،۳۶۰)۔

(۳) (الف) اگر مطلع صاف ہوتو فقہاء رمضان و عیدین کے ثبوت کے لئے خبر مستفیض کو ضروری قراردیتے ہیں خبر مستفیض کا مطلب یہ ہے کہ اتنی بڑی جماعت چاند دیکھنے کی اطلاع دے جن کا جھوٹ پر اتفاق کرلینا عادۃ ناقابل تصور ہو۔

''وقیل:بلاعلۃ جمع عظیم یقع العلم الشرعی، وھو غلبۃ الظن بخبرھم وھو مفوض إلی رأی الإمام من غیر تقد یربعدد علی المذھب وعن الإمام أنہ یکتفی بشاھدین واختارہ فی البحر'' (شامی۳،۳۵۶)۔

بعض فقہاء نے اس جمع عظیم کی تعداد مقرر کرنے کی کوشش کی ہے، مگر اس

میں کافی اختلاف ہے امام ابویوسفؒ کی ایک روایت پچاس افراد کی ہے قسامہ کی طرح، بعض نے کہا محلہ کے اکثر لوگ، بعض نے کہا ہر مسجد سے ایک یا دو فرد اور خلف بن ایوب پانچ سو افراد کی تعداد کو بھی کم تصور کرتے ہیں۔

اور صحیح بات یہ ہے کہ اس معاملہ میں اگر قاضی یا امام کو غلبۂ ظن حاصل ہوجائے تو وہ فیصلہ کردے گا؛ افراد کی تعداد کوئی ضروری نہیں ہے ، قاضی کو جتنے بھی افراد سے غلبہ ظن حاصل ہوجائے وہ جمع عظیم ہوگی۔

''قال فی السراج: لم یقدر لهذا الجمع تقدیر فی ظاهر الروایة، وعن أبی یوسفؒ خمسون رجلا کالقسامة، وقیل:أکثر أهل المحلة، وقیل:من کل مسجد واحد أو اثنان، وقال:خلف ابن ایوب خمس مأة ببلخ قلیل والصحیح عن هذا کله أنه مفوض إلی رأی الإمام إن وقع فی قلبه صحة ماشهد وابه، وکثرت الشهود أمر بالصوم'' (شامی۳،۳۵۶)۔

''إذا کانت السماء صحوا فلابد من رؤیة جمع عظیم لإثبات رمضان والفطر أو العید ومقدار الجمع من یقع العلم الشرعی أی غلبة الظن بخبرهم وتقدیرهم مفوض إلی رأی الإمام فی الأصح'' (الفقه الاسلامی وادلته ۲،۵۲۸)۔

اور امام صاحب سے ایک روایت دومردوں کی گواہی کا کافی ہونا منقول ہے، اور صاحب بحر اپنے زمانہ میں لوگوں کی غفلت اور سستی پر نظر کرتے ہوئے اس رائے کو قابل عمل قراردیتے ہیں۔

''وقیل:بلاعلة جمع عظیم یقع العلم الشرعی وهو غلبة الظن بخبرهم، وهو مفوض إلی رأی الإمام من غیر تقد یربعدد علی المذهب، وعن الإمام أنه یکتفی بشاهدین واختاره فی البحر'' (شامی۳،۳۵۶)۔

''واختاره فی البحر حیث قال:وینبغی العمل علی هذه الروایة فی زماننا، لأن الناس تکاسلت عن ترائی الأهلة'' (شامی۳،۳۵۶)۔

صوبۂ گجرات کے بڑے اداروں جامعہ علوم القرآن جمبوسراور دارالعلوم کنتھاریہ اور گجرات چاندکمیٹی سورت،۱۴۳۹ھ کے شوال اور عیدالفطر کے فیصلہ کی بنیاد یہی تھی کہ دو دیہاتوں کے ۱۲-۱۳ افرادنے مؤکد گواہی دی تھی اور ساتھ ہی خود صوبہ کے دوسرے علاقوں سے اکادکا رؤیت کی خبر بھی موصول ہوئی تھی، جو ایک فیصل کے اطمنان قلبی کے لئے کافی تھی، اور اس فیصلہ کی خبر معتبر ذرائع سے ملک کے مؤقر چاند کمیٹیوں اور دارالعلوم دیبوبند کو پہنچایا گیا، مگر نہ معلوم کیوں اسے تسلیم نہیں کیا گیا۔

موجودہ دور میں گواہ کی عدالت کے لئے اتنا کافی ہوگا کہ وہ معاشرہ میں جھوٹا نہ سمجھاجاتاہو اور صوم و صلوۃ کا پابند ہو، کیونکہ ہر دور میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو فسق کے باوجود ذی وجاہت اور بامروت ہوتے ہیں اور اپنی حیثیت عرفی کو قائم رکھنے کے لئے جھوٹ کو اپنی شان سے گراہوا دیکھ کر کبھی اس کا ارتکاب نہیں کرتے۔

جیسا کہ امام ابو یوسفؒ سے بھی مروی ہے کہ اگر فاسق ذی وجاہت اور بامروت ہو تو اس کی شہادت بھی قبول ہوگی، اس لئے کہ ایسا آدمی جھوٹ نہیں بولتا ہے، جھوٹ کو اپنی حیثیت عرفی کے منافی سمجھتاہے، اسی طرح علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ صدق ہمیشہ عدالت ہی پر موقوف نہیں رہتا، بلکہ بہت سے فاسق ایسے ہوتے ہیں جو طرح طرح کے فسق میں مبتلارہنے کے باوجود جھوٹ نہیں بولتے، جھوٹ سے پرہیز کرتے ہیں، ایسے لوگوں کی گواہی کے متعلق قاضی تحرِّی کریگا ،اگر ان کی صداقت کا غالب گمان ہوتو اسکی شہادت کے مطابق فیصلہ کرے گا والا فلا۔

''الركن فی الشهادة هو صدق الشاهد فنعم لكن الصدق لايقف على العدالة لامحالة فإن من الفسقة من لا يبالی بارتكابه أنواعًا من الفسق ويستنكف عن الكذب والكلام فی فاسق تحری القاضی الصدق فی شهادته، فغلب على ظنه صدقه ولولم يكن كذلك لايجوز القضاء بشهادته عندنا'' (بدائع الصنائع۵،۴۰۸)۔

''وقبل بلا دعوى وبلا لفظ أشهد للصوم مع علة كغيم وغبار خبرعدل أو مستور على ماصححه البزازی'' (شامی۳،۳۵۲)۔

''فإن كان صلاحه أكثر من فساده وصوابه أغلب من خطئه ولا يكون سليم القلب يكون عدلا تقبل شهادته، كذا فی فتاوى قاضيخان وعن أبی يوسف الفاسق إذا كان وجيها فی الناس ذامروء ة تقبل شهادته'' (ہندیہ۳،۵۰۲)۔

ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص فاسق ہے لیکن صوم و صلوۃ کا پابند ہے معاملات کا سچا ہے معاشرہ میں سچا سمجھا جاتاہے جھوٹ سے پرہیز کرتاہے ذی وجاہت اور بامروت ہے جھوٹ بولنے کو بالخصوص ایسے معاملات میں اپنی تحقیر و توہین سمجھتا ہے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی؛ کیونکہ اگر فاسق کی شہادت کو مطلقا ردکیاجائے تو ساری دنیا کا نظام مختل ہوجائے گا، کیونکہ معاملات کے لئے قابل قبول ایسی شہادت کا ہزار میں سے ایک بھی میسر آنا مشکل ہوجائے گا، البتہ قاضی کو غلبۂ ظن ہونا چاہئے اور جو فاسق اس درجہ میں نہ ہو اس کی شہادت رد کردی جائے گی ورنہ قبول کرنا چاہئے تاکہ حقوق ضائع نہ ہوجائیں۔

اورمستورالحال کی بھی گواہی معتبر ہوگی اور مستورالحال سے مراد یہ ہے کہ جس کی دینی حالت مخفی ہو اور فسق و فجورکا علم نہ ہو۔

''وأما مستورالحال فالظاهر أنه لاتقبل شهادته وروى الحسن عن ابی حنيفة أنه تقبل شهادته وهو الصحيح، كذا فی المحيط وبه أخذ الحلوانی'' (ہندیہ ۱،۱۹۷)۔

''وأما إذا لم تكن السماء صحوا بسبب غيم أو غبار ونحوه فيكتفی الإمام فی روية الهلال شهادة مسلم واحد عدل عاقل بالغ (والعدل هو الذی غلبت حسناته سيئاته أو مستورالحال فی الصحيح'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ۲،۵۲۸)۔

(ب) چاننددیکھنے والوں کے لئے قاضی کے پاس جاکر یا جہاں نظام قضاء نہ ہو وہاں کے ذمہ دار علماء یا رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ دار کے پاس جاکر گواہی دینا ضروری ہے تاکہ بروقت لوگ رمضان و عید کا فیصلہ کرسکیں۔

''إذا رأی ھلال رمضان وحدہ ھل یلزمہ أن یشھد عند الحاکم؟ لاذکرلھا فی المبسوط قال الحلوانی إذا کان عدلا یلزمہ أن یشھد حرا کان أو عبدا أو أمۃ حتی الجاریۃ المخدرۃ وھی من فروض العین فیجب أن یشھد فی لیلتہ کیلا یصبح الناس مفطرین'' (تاتارخانیہ۳،۳۶۱)۔

چاند دیکھنے والوں کا بیان اصولی طورپر کیا ہے ؟

ہلال رمضان کے متعلق صاحب ہدایہ ، شامی اور بحر نے لکھا ہے کہ یہ خبر ہے، کیونکہ یہ امردینی ہے، نیز اس میں نہ لفظ شہادت، نہ مجلس قضاء اور نہ نصاب شہادت ضروری ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہلال رمضان کے متعلق رائی کا بیان خبرہے نہ کہ شہادت۔

''وقبل بلادعوی وبلا لفظ اشھد وبلا حکم ومجلس قضاء لأنہ خبر لاشھادۃ للصوم'' (شامی۳،۳۵۲)۔

''وإذا کان بالسماء علۃ قبل الإمام شھادۃ الواحد العدل فی رؤیۃ الھلال رجلا کان أو امرأۃ حرا کان أو عبدا لأنہ أمردینی فأشبہ روایۃ الاخبار، ولھذا لایختص بلفظ الشھادۃ وتشترط العدالۃ؛ لأن قول الفاسق فی الدیانات غیر مقبول'' (ہدایہ ۱،۲۳۳)۔

''وقبل بعلۃ خبر عدل ولوقنا أو انثی لرمضان، لأن صوم رمضان أمر دینی فأشبہ روایۃ الاخبار، ولھذا لایختص بلفظ الشھادۃ'' (البحرالرائق۲،۴۶۵)۔

ہلال فطر کے متعلق رائی کا بیان من وجہ شہادت ہے، اسی لئے تو اس میں لفظ شہادت و نصاب شہادت وغیرہ امور شہادت ضروری ہیں نیز اس سے بندوں کا نفع متعلق ہے تو یہ دوسرے حقوق کے مانند ہوگیا تو اس میں بھی دیگر حقوق کے شرائط میں سے ممکنہ شرائط کا پایا جانا ضروری ہوگا،(یعنی عدالت ، حریت، عدد، عدم الحد فی قذف، لفظ شہادت اور دعوی مختلف فیہ قول کے بناء پر) خلاصہ یہ کہ یہ من وجہ شہادت ہے اس لئے اس میں ممکنہ شرائط کی رعایت ضروری ہوگی۔

''وشرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشھادۃ، ولفظ ''أشھد'' وعدم الحد فی قذف لتعلق نفع العبد، قولہ نصاب الشھادۃ ای علی الأموال وھو رجلان او رجل وامرأتان۔

قولہ لتعلق نفع العبد علۃ لاشراط ماذکر فی الشھادۃ علی ھلال الفطر بخلاف ھلال الصوم؛ لأن الصوم أمرد ینی فلم یشترط فیہ ذلک، أما الفطر فھو نفع دنیوی للعباد فأشبہ سائر حقوقھم، فیشرط فیہ مایشرط فیھا'' (شامی ۳،۳۵۳)۔

''أمافی شھادۃ الفطر والأضحی فیشترط لفظ الشھادۃ، وتشترط العدالۃ، وأما ھلال الفطر فلأنہ تعلق بہ نفع العباد وھو الفطر، فأشبہ سائر حقوقھم، فیشترط فیہ مایشترط فی سائر حقوقھم من العدالۃ والحریۃ والعدد وعدم الحد فی قذف ولفظ الشھادۃ والدعوی علی خلاف فیہ إن أمکن

ذلک‘‘۔

(ج) چاند دیکھنے والوں کے لئے فوری طورپر چاند دیکھنے کی رات میں شہادت دینا ضروری ہے، کیونکہ وہ اگر اسی رات میں شہادت نہ دے تو پہلی رمضان میں لوگ روزہ کو ترک کردے گیں، ایسا ہی اگر عید کا چاند ہو تو عید کے دن لوگ روزہ رکھ کر حرام کے مرتکب ہوگیں، اسی لئے فوری طورپر شہادت دینا ضروری ہوگا۔

’’قال الحلوانی:یلزم العدل ولو أمۃ أو مخدرۃ أن یشھدفی لیلتہ کی لایصبحوا مفطرین وھی من فروض العین‘‘ (شامی۳،۳۵۲)۔

’’إذا رأي الواحد العدل ھلال رمضان یلزمہ أن یشھدبھا فی لیلتہ حرا کان أو عبدا ذکرا کان أو أنثی حتی جاریۃ المخدرۃ تخرج وتشھد بغیر إذن مولاھا والفاسق إذا رأی وحدہ یشھد؛ لأن القاضی ربما یقبل شھادتہ لکن القاضی یردہ‘‘ (ہندیہ۱،۲۵۰)۔

رؤیت ہلال کی اطلاع و شہادت عام شہادتوں سے جداگانہ ہے، کیونکہ دیگر شہادتیں بعد طلب دی جاتی ہیں اور رؤیت ہلال کی شہادت بغیر طلب کے دی جاتی ہے، اس لئے اس کا درجہ شہادت حسبہ کا درجہ ہے، اس کا حکم فقہاء نے یہ تحریر فرمایاہے کہ ایسی شہادت میں اگرشاہد بلا عذر کے تاخیر کرے تو غیر معتبر ہوگی، لیکن اگر کسی عذر کی وجہ سے تاخیر ہو تو اس شہادت کو رد نہیں کیا جائے گا، قبول کیا جائے گا، لہذا اگر تاخیر ایک دن یا اس سے زائد کی ہو اور تاخیر کا عذر قابل قبول ہو تو اسے قبول کیا جائے گا، ورنہ رد کردیاجائیگا، جیسے قاضی کسی دور مقام پر رہتاہو اور چاند دیکھنے والا دیکھتے ہی اس کی طرف روانہ ہو، مگر پھر بھی تاخیر ہوگئی تو اس تاخیر کی وجہ سے شہادت رد نہیں کی جائیگی یا اس کے علاوہ کوئی اور معقول عذر ہو تو شہادت قبول کی جائے گی ورنہ نہیں۔

’’لوشھد وا فی آخررمضان برؤیۃ ھلالہ قبل صومھم بیوم إن کانوا فی المصر لترکھم الحسبۃ، وإن جاءوا من خارج قبلت‘‘ (شامی۳،۳۵۲)۔

’’لوشھدوا فی تاسع و عشرین رمضان انھم رأوا ھلال رمضان قبل صومھم بیوم إن کانوا فی ھذا المصر لاتقبل شھادتھم؛ لأنھم ترکوا الحسبۃ، وإن جاءوامن خارج قبلت۔

قولہ (لانھم ترکوا الحسبۃ) فإن شاھد الحسبۃ إذا أخرشھادتہ بلاعذر یفسق ولا تقبل شھادتہ‘‘ (منحۃ الخالق ۲،۴۶۵)۔

’’وإذا شھد الشھود علی ھلال رمضان فی الیوم التاسع والعشرین أنھم رأوا ھلال قبل صومکم بیوم إن کانوا فی ھذا المصر ینبغی أن لاتقبل شھادتھم لأنھم ترکوا الحسبۃ، وإن جاءوا من مکان بعید جازت شھادتھم لانتفاء التھمۃ‘‘ (ہندیہ ۱،۲۵۱)۔

(۴) (الف) جن علاقوں میں نظام قضاء موجود ہے جیساکہ بہار، اڑیسہ وغیرہ دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضاء موجود ہے اگر وہاں کاقاضی ثبوت رمضان و عید الفطر کا

اعلان کرتاہے تو اس حلقۂ قضاء کے تمام مسلمانوں پر اس اعلان کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوگا۔

(ب) قاضی کی طرف سے اگر ریڈیویا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتاہے تو اس کا یہ اعلان اس کے حلقۂ قضاء میں اعلان سلطان کا درجہ رکھے گا،کہ یہ محض اطلاع نہیں ہے، بلکہ ایک فیصلہ کا اعلان ہے اور وہاں کے لوگوں کے لئے اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

''سئل عن قضاء القاضی برؤیۃ ھلال شھر رمضان بشھادۃ شاھدین عند الإشتباہ فی مصر ہل یجوز لاھل مصر آخر العمل بحکمھم، فقال:لاولایکون مصر آخر تبعا لہذا المصر، إنما سکان ھذا المصر وقراھا یکون تبعالہ'' (تاتارخانیہ۳؍۳۶۶)۔

''قضاء القاضی محدود فی ولایتہ'' (ہدایہ)۔

''قال ابن ماجشون:لایلزمھم بالشھادۃ إلا لأھل البلد الذی تثبت فیہ الشھادۃ إلا أن یثبت عند الإمام الأعظم، فلزم الناس کلھم؛ لأن البلاد فی حقہ کالبلد الواحد إذا حکمہ نافذ فی الجمیع'' (فتح الباری۴؍۱۲۳)۔

(ج) ایک صوبہ کے قاضی یا ہلال کمیٹی شرعی اصولوں کی بناء پر رؤیت ہلال ثابت ہونے کے بعد اعلان کریں تو وہ صرف اسی صوبہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا، دوسرے علاقہ والوں کے لئے وہ صرف ایک خبر ہے، کیونکہ قاضی کا فیصلہ اپنی ولایت تک ہی محدود رہتاہے۔

''سئل عن قضاء القاضی برؤیۃ ھلال شھر رمضان لشھادۃ شاھدین عند الاشتباہ فی مصر ھل یجوز لأھل مصر آخر العمل بحکمھم فقال:لا، ولایکون مصر آخر تبعا لہذا المصر إنما سکان ھذا المصر وقراھا یکون تبعا لہ'' (تاتارخانیہ۳؍۳۶۶)۔

''قضاء القاضی محدود فی ولایتہ'' (ہدایہ)۔

(د) بذریعہ ریڈیو جو اعلان ہوتاہے وہ اعلان اعلان سلطان کا درجہ رکھتا ہے اور اعلان سلطان کے معتبر ہونے کے لئے معلن کا عادل ہونا ضروری نہیں معلن فاسق کا بھی اعلان معتبر ہوگا۔نیز عموما ریڈیو اسٹیشن پر ہمارے زمانہ میں کافروں کا غلبہ ہے، اگر معلن کے مسلمان ہونے کی شرط ضروری قراردی جائے تو پھر اعلان مشکل ہوجائے گا اور ایک صوبہ کے قاضی کے اعلان کو تمام مسلمانوں تک پہنچانا متعذر ہوجائے گا اور خبر معلوم نہ ہونے کی بناء پر امت مشقت میں مبتلاء ہوجائے گی۔

اس لئے معلن کا مسلمان ہونا ضروری نہ ہونا چاہئے؛ بلکہ تجربہ سے اگر ظن غالب ہوجائے کہ معلن قاضی یا ہلال کمیٹی کی طرف صحیح نسبت کرتاہے تو اس پر اعتماد کرنا چاہئے کیونکہ غلبۂ ظن حجت موجبہ للعمل ہے۔

''خبر منادی السلطان مقبول عدلاکان أو فاسقا'' (ہندیہ ۵؍۳۰۹)۔

''المشقة تجلب التيسير'' (الاشباہ والنظائر: ۱۲۵)۔

''والظاهر أنہ یلزم أهل القری الصوم بسماع المدافع أو رؤیة القنادیل من المصر؛ لأنہ علامة ظاهرة تفید غلبة الظن، و غلبة الظن حجة موجبة للعمل کما صراحوا بہ'' (شامی ۳۵۴،۳)۔

(۵) (الف۔ب) جن علاقوں میں مطلع عموما ابر آلود رہتاہے اور عموما چاند کی رؤیت ۲۹ تاریخ کو ممکن نہیں ہوتی ہے، ایسے علاقوں میں ہمیشہ رمضان و عیدین کے فیصلہ کے لئے ۳۰ دن کا مہینہ شمار نہیں کیا جائے گا، اسلئے کہ اگر ہر مہینہ ۳۰ دن کا شمار کیا جائے تو تقریبا ۳۶ سال میں ایک سال کا فرق ہوجائے گا ، بنابریں ایسے علاقوں میں ان قریب کے ممالک کی رؤیت پر عمل کرنا چاہئے جن کے ساتھ مطلع کا اتحاد متحقق ہوتا ہو۔ محض ماہرین فلکیات کا قول اس بارے میں معتبر نہ ہوگا۔

(ج) ملک کے چند شہروں یا صوبوں کے رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کی طرف رؤیت کے ثبوت کا فیصلہ ہوجانے پر ان جگہوں کے ریڈیو اسٹیشن کی طرف سے جو اعلان ہوتاہے وہ اگر دوسرے علاقونتک طریق موجب کے ساتھ پہنچ جائے تو دوسرے علاقہ کے ذمہ دار اس پر اعتماد کرکے اعلان کرینگیں، رہی بات کتنے جگہوں کا اعلان درکار ہوگا ؟ تو اس کو کسی عدد میں منحصر نہیں کرسکتے، کیونکہ اس میں اصل اطمینان و یقین کا حاصل ہونا ہے تو جتنے سے اطمینان و یقین حاصل ہوسکتاہے اتنی جگہوں کا اعلان ضروری ہوگا۔

(د) اگر متعدد جگہوں سے خبر موصول ہوتی ہے اور اس پر یقین یا ظن غالب ہوجاتاہے تو اس کو استفاضہ خبر مانتے ہوئے اس صوبہ میں بھی رؤیت کا اعلان کرسکتے ہیں۔

''فیلزم أهل المشرق برؤیة أهل المغرب إذا ثبت عندهم رؤیة أولئک بطریق موجب، قولہ: بطریق موجب، کان یتحمل اثنان الشهادة أو یشهدا علی حکم القاضی أو یستفیض الخبر'' (شامی۳،۳۶۴)۔

''وقیل:بلاعلة جمع عظیم یقع العلم الشرعی وهو غلبة الظن بخبرهم وهو مفوض إلی رأی الإمام من غیر تقدیر بعدد علی المذهب۔

قولہ:وهو غلبة الظن، لأنہ العلم الموجب للعمل لاالعلم بمعنی الیقین نص علیہ فی المنافع وغایة البیان ابن کمال، ومثلہ فی البحر عن الفتح، وکذا فی المعراج قال القهستانی فلا یشترط خبر الیقین الناشئ من التواتر، کما أشیربہ فی المضمرات'' (شامی ۳۵۶،۳)۔

''والظاهر أنہ یلزم أهل القری الصوم بسماع المدافع أو رؤیة القنادیل من المصر؛ لأنہ علامة ظاہرة تفید غلبة الظن و غلبة الظن حجة موجبة للعمل کما صرحوا بہ واحتمال کون ذلک لغیر رمضان بعید إذ لایفعل مثل ذلک عادة فی لیلة الشک إلا لثبوت رمضان'' (ردالمحتار۳،۳۵۴)۔

''الصحیح من مذهب أصحابنا ان الخبر إذا استفاض وتحقق فیما بین أهل إحدی البلدتین یلزمهم حکم أہل هذه البلدة قال الرحمتی۔ معنی الاستفاضة أن تأتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن أهل تلک البلدة انهم صاموا عن رؤیة لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن أشاعه'' (شامی ۳۵۹،۳)۔

''فکل من استفاض عندهم خبر تلک البلدة یلزمهم اتباع أهلها ویدل علیه قوله، ویلزم أهل المشرق برؤیة أهل المغرب إذ لیس المراد بأهل المشرق جمیعهم بل بلدة واحدة تکفی کما لایخفی، وإذا کان هذا مع بعد المسافة التی تختلف فیها المطالع فمع قربها أولی، وإذا کانت الاستفاضة فی حکم الثبوت لزم العمل بها هذا ماظهرلی فتأمله''۔

ثم إعلم أن المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردین من بلدة الثبوت إلی البلدة التی لم یثبت بها'' (منحة الخالق۲،۴۸۲،۴۸۱)۔

(۶) (الف) رؤیت ہلال کے اعلان کی ذمہ داری قاضی شرعی پر ہوتی ہے مگر چونکہ ہندوستان میں نظام قضاء نہیں ہے تو اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) اول یہ کہ مسلمان بطور خود کسی امیر کا انتخاب کریں یا باہمی رضامندی سے قاضی مقرر کرلیں اور وہ ان امور طے کرے۔

(۲) ایسانہ ہوسکے تو اجتماعی طورپر رؤیت ہلال کمیٹی بنائی جائے جس میں علماء حقہ ضرور ہواور انہی کا فیصلہ تسلیم کیا جائے۔

(۳) دیہات وغیرہ جہاں ایسی کمیٹیوں کا بنایا جانا بھی ممکن نہ ہو وہاں موجود علماء خود فیصلہ کریں، بقول مولانا عبدالحی لکھنویؒ:''العالم الثقة فی بلدة لا حاکم فیها قائم مقامه'' (عمدة الرعایة۱،۳۰۹۔ جدید فقہی مسائل ۲،۲۷)۔

''ولوکانوا بلدة لاحاکم فیها صاموا بقول ثقة وأفطروا بأخبار عدلین، قوله لا حاکم فیها أي لاقاضی ولا والی'' (شامی ۳،۳۵۴)۔

(ب) جب کی کسی شہر یا علاقہ میں رؤیت نہ ہو، مگر قریبی مقامات میں رؤیت ہوتی ہے تو ایسی صورت میں رؤیت کے اعلان و فیصلہ کا حق قاضی ہی کو ہونا چاہئے، مگر چونکہ ہندوستان میں نظام قضاء نہیں ہے تو یہ حق ان لوگوں کو ہونا چاہئے جن کو اس کام کے لئے باہمی رضامندی سے منتخب کیا گیا ہو، جیسا کہ فی زماننا ہلال کمیٹیاں وغیرہ کیونکہ یہ کمیٹیاں اسی کام کے لئے بنائی گئی ہیں، اور عوام خواص اس بابت ان کی باتوں کو معتبر مان کر ان ہی پر عمل پیراں ہوتے ہیں اور ان کو ان کمیٹیوں پر اعتماد بھی ہوتاہے، اسی لئے اعلان کا حق ان ہی کو ہونا چاہئے کہ وہ ہر ماہ اس ذمہ داری کو بخوبی انجام دیں۔

اور جن علاقوں میں رؤیت ہلال کمیٹی نہ ہو وہاں علاقہ کے علماء کو یہ حق حاصل ہونا چاہئے کیونکہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ جہاں حاکم وغیرہ کوئی نہ ہو وہاں ایک ثقہ آدمی کے قول پر روزہ وافطار کرسکتے ہیں اور علماء سے زیادہ ثقہ کون ہوسکتا ہے، اس لئے حاکم و کمیٹی کی عدم موجودگی میں یہ حق علاقہ کے علماء کو حاصل ہونا چاہئے۔

اور یہی بات صاحب عمدۃ الرعایۃ نے بھی ذکر کی ہے، جیسا کہ ہم ماقبل میں ذکر کرچکے۔

(ج) جہاں رؤیت کے اعلان کا نظام ہووہاں الگ سے ہٹ کر اعلان کرنے کی چند صورتیں ہوسکتی ہیں۔

اگر اہل ذمہ دار کو استفاضہ کے ساتھ رؤیت کی خبر ملتی ہے اس کے باوجود وہ لوگ اعلان نہ کرے تو دوسرے حضرات اس خبر کے مطابق اعلان کرکے روزہ و عید کا فیصلہ کرسکتے ہیں،کیونکہ استفاضہ کے تحقق کے بعد فیصلہ کی ضرورت نہیں رہتی، بلکہ بطریق استفاضہ رؤیت کی خبر آجانے کے بعد اس پر عمل کرنا واجب ہوجاتاہے جیساکہ شمس الائمہ حلوانیؒ کے قول سے واضح ہوتاہے:

''الصحیح من مذهب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فیما بین أهل البلدة الأخری یلزمهم حکم هذه البلدة'' (شامی۳،۳۵۹)۔

اور اگر استفاضہ کے ساتھ خبر نہیں ملتی ہے تو ایسی صورت میں دیگر حضرات کا اعلان کرنا معتبر نہ ہوگا ، کیونکہ یہ اعلان غیر شرعی ہے اعلان کے شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے کیونکہ عمومی اعلان کے لئے دوسری جگہ کی خبر کا استفاضہ کے ساتھ پہنچنا ضروری ہے اور جو خبر مستفیض ہی نہیں ہے تو اس خبر کے مطابق اعلان کرنا کہاں سے درست ہوگا ؟۔

البتہ اگر اس طرح کی خبر پر کسی کوظن غالب ہوجائے تو اس کو شخصی طورپر عمل کرنا جائز ہے عمومی حکم لگانا درست نہیں (انوار رحمت: ۵۴۸)۔

''لم یذکروا عندنا العمل بالأمارات الظاهرة الدالة علی ثبوت الشهر کضرب المدافع في زماننا، والظاہر وجوب العمل بها علی من سمعها ممن کان غائبا عن المصر کأهل القری ونحوها کما یجب العمل بها علی أهل المصر الذین لم یروا الحاکم قبل شهادة الشهود'' (منحۃ الخالق ۲،۴۷۲)۔

تنبیہ: یہ تمام صورتیں اس وقت ہیں،جبکہ کمیٹی حکومت کی جانب سے نہ ہوں ورنہ بصورت دیگر دوسروں کو اعلان کا حق نہ ہوگا۔

(د) قضاء اور کفارہ اس وقت لازم ہوتاہے، جبکہ روزہ دار قصدا کوئی چیز کھاتا یا پیتاہے، خواہ بطور غذا ہو یا دواکے طورپر، یا لذت اندوزی کے لئے۔

''الأصل فی وجوب الکفارة أن الصائم إذا أکل متعمدا مایتغذی بہ أو یتداوی بہ کالخبز والأطعمة ولأشربہ ---- یجب علیہ القضاء والکفارة'' (الغیاثیہ: ۵۱)۔

اسی طرح علامہ شامی فرماتے ہیں:''الأصل أن الکفارة تجب متی أفطر بما یتغذی بہ'' (شامی۳،۳۷۸)۔

مگر کچھ چیزوں کی وجہ سے کفارہ ساقط ہوجاتاہے، صرف قضاء لازم ہوتی ہے ان میں سے ایک ''شبہ'' ہے۔ ''الکفارة لاتجب مع الشبهة'' (بدائع۲،۱۰۰،ہدایہ ۲،۳۳۱)۔

اور دوسری صورت مفتی سے فتوی حاصل کرکے روزہ توڑنا ہے۔

فتاوی قاضی خان میں ہے: ''وکذا الذی اکتحل أو دھن نفسہ أو شاربہ، ثم أکل متعمدا، علیہ الکفارۃ، إلا إذا کان جاھلا، فاستفتی، فأفتی لہ بالفطر، فحینئذ لایلزمہ الکفارۃ'' (خانیہ۱،۲۱۷)۔

اسی طرح صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:''ولواحتجم وظن أن ذلک یفطرہ ثم أکل متعمدا علیہ القضاء والکفارۃ؛ لأن الظن ما استند إلی دلیل شرعی إلا إذا أفتاہ فقیہ بالفساد؛ لأن الفتوی دلیل شرعی فی حقہ'' (ہدایہ۱،۲۴۴)۔

شبہ پائے جانے کی صورت میں کفارہ واجب نہ ہونے کے سلسلہ میں ملک العلماء علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں: ''والأصل فیہ أن الشبھۃ إذا استندت إلی صورۃ دلیل، فإن لم یکن دلیلا فی الحقیقۃ، بل من حیث الظاھر، اعتبرت فی منع وجوب الکفارۃ وإلافلا'' (بدائع۲،۱۰۰)۔

اگر مجاز افراد شرعی ثبوت کے بعد بھی اعلان نہ کرے تو غیر مجاز افراد اعلان کرسکتے ہیں اور اس اعلان پر عمل کرنے والوں پر نہ قضاء لازم ہوگی اور نہ ہی کفارہ، کیونکہ ان کا اعلان شرعی اصولوں کے مطابق ہے۔

اور اگر شرعی اصولوں کے بغیر اعلان کیا تو اس اعلان کے مطابق عمل کرنے والوں پر صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ نہ ہوگا۔

جس نے روزہ نہ رکھا اس پر تو صرف قضاء لازم ہوگی اور یہ بات واضح ہے، اور جس نے روزہ توڑدیااس پر بھی صرف قضاء لازم ہوگی؛ کفارہ نہ ہوگا،کیونکہ غیر مجاز افراد کے اعلان کے سبب ایک قسم کا شبہ پیدا ہوگیا اور شبہ کے ساتھ کفارہ لازم نہیں ہوتا، جیساکہ علامہ کاسانی کی مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہوتاہے۔

نیز دیگر افراد جو اعلان کرتے ہیں وہ اکثر علماء و غیرہ ہی ہوتے ہیں عوام نہیں ہوتے تو ان کے اعلان پر روزہ توڑنا گویا ان سے پوچھ کر روزہ توڑنا ہے اور ہم اوپر یہ ذکر کرچکے ہیں کہ کسی مفتی وغیرہ سے پوچھ کر روزہ توڑدیا تو کفارہ لازم نہ ہوگا۔

(۷) (الف۔ب)کئی سال سے عید الفطر کے موقع پر پورے ملک میں عجیب طرح کا انتشار و افتراق پھیلتاآرہاہے، ہر شہر و ہر قصبہ دو دو عیدیں ہونے لگیں، عین عید کے دن جو اظہار محبت و مسرت کا دن ہے اس میں باہمی اختلاف اور جھگڑوں کے مظاہرے ہونے لگے جس کو کوئی سمجھ دار انسان کسی ملک کے لئے پسند نہیں کرسکتا۔ اس سے زیادہ مضرت رساں وہ بحثیں ہیں جو عید کے بعد ہفتوں تک اخباروں میں چلتی ہیں اور ذمہ دار علماء کرام کو مطعون کیا جاتاہے۔

اس لئے پورے علاقہ، پورے ملک یا پورے صوبہ کو رؤیت ِہلال کے باب میں کسی ایک بات پر متفق اور مجتمع کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اس کے لئے یہ بات لازم ہے کہ ہر علاقہ کے ذمہ داران، قضاۃ ، اور مفتیان دوسرے علاقہ کے قضاۃ، مفتیان وغیرہ کے فیصلوں کو کھلے دل سے معتبر سمجھ کر قبول فرمائیں، اور بلا دلیل شرعی اس پر شش وپنج میں مبتلا نہ ہوں۔

ہماری نظر میں اس مسئلہ کا بہترین حل وہ ہے، جو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ''جواہر الفقہ'' میں تحریر فرمایا ہے، جو حسب ذیل ہے:

''ہر بڑے شہر میں ذیلی کمیٹیاں قائم کرے، ان میں سے ہر ایک مینکچھ ایسے مستند علماء کو ضرور لیا جائے جو شرعی ضابطہ ءِشہادت کا تجربہ رکھتے ہیں اور ہر ذیلی کمیٹی کا کام صرف شہادت مہیا کرنا نہ ہو؛ بلکہ اس کو فیصلہ کرنے کا اختیار دیاجائے، یہ ذیلی کمیٹی اگر باقاعدہ شہادتیں لے کر کوئی فیصلہ کردیتی ہے تو فیصلہ شہادت کی بنیاد پر ہو چکا، اب صرف اعلان کا کام باقی ہے ،اس کے لئے شہادت ضروری نہیں ؛بلکہ ذیلی کمیٹی کا کوئی ذمہ دار آدمی مرکزی کمیٹی کو ٹیلی فون پر محتاط طور پر جس میں کسی مداخلت کا خطرہ نہ رہے، ذیلی کمیٹی کے اس فیصلہ کی اطلاع دے دے اور مرکزی کمیٹی اس صورت میں اس کو اپنا فیصلہ کہہ کر نہیں، بلکہ ذیلی کمیٹی کا فیصلہ بتلا کر اس طرح نشر کرے کہ مرکزی کمیٹی کے سامنے اگرچہ کوئی شہادت نہیں آئی، بلکہ فلاں ذیلی ذیلی کمیٹی نے جس میں فلاں فلاں علماء شریک ہیں ،شہادت کی بنیاد پر یہ فیصلہ کیا ہے، ہم اس فیصلہ پر اعتماد کرکے اعلان کررہے ہیں۔ اس صورت میں مرکزی کمیٹی کا یہ اعلان ٹیلی فون سے آئی ہوئی اطلاع پر درست ہوسکتا ہے'' (جواہر الفقہ ۳،۴۹۶)۔

اس مسئلہ پر حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، علامہ محمد یوسف بنوریؒ، اور مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ، چاروں کا اتفاق ہے (احسن الفتاوی۴،۴۹۰، انواررحمت: ۵۴۷)۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر ضلع اور شہر کی چاند کمیٹی کو اپنے یہاں مستقل ''رؤیت ہلال کا فیصلہ'' کرنے پر اصرار نہ ہونا چاہیے۔ دوسری چاند کمیٹی کے فیصلہ کو جب وہ معتبر طریقہ سے پہنچ جائے، بطور خبر صحیح، خبر مستفیض، خبر مشہور کے طور پر قبول کرکے اس فیصلہ کا فقط اعلان کیا جائے۔ اس کے لیے ''کتاب القاضی إلی القاضی'' کا بھی بلاوجہ اصرار نہ کیاجائے یہی بہتر ہے۔

ضروری تنبیہ:

ہلال کمیٹی میں ماہر علماء کی شرکت اس لئے ضروری ہے کہ وہ شہادت کو شرعی ضابطۂ شہادت کے مطابق جانچ کر فیصلہ کریں۔ کیونکہ اگر شرعی ضابطہ کی رعایت کے بغیر کسی شہادت پر فیصلہ دے دیا گیا تو ہوسکتاہے کہ وہ فیصلہ شرعا قابل قبول نہ ہو اور لوگوں کے روزے نماز ضائع ہوجائیں جس کی ذمہ داری اعلان کرنے والوں پر ہوگی۔اور اسی ضرورت کے ماتحت اس اعلان کے لئے ماقبل میں مذکورشرائط کی رعایت ضروری قراردی گئی ہے (جواہرالفقہ ۳،۴۶۹)۔

* * *

فلکیاتی حساب کے ذریعہ رؤیت ہلال -چند اہم مسائل
(سوال ۸.۲)

مولانا محمد صبیح اختر قاسمی•

رویت ہلا ل میں فلکیاتی حساب:

سوال (۲)الف ،شریعت مطہرہ نے ہلال کے ثبوت کادارو مدار دوچیزوں پر رکھاہے۔

(۱)رویت (۲)تکمیل عدت

چنانچہ ارشادنبوی ﷺ ہے: ''صوموا لرؤیتہ وأفطرولرویتہ'' (ترمذی شریف ۱۴۸،۱)۔

یعنی امکان رویت کی حالت میں ثبوت کا مدارروایت ہے، نہ یہ کہ صرف چاند کا افق آسمانی میں موجود ہونا،اور عدم امکان رویت کی صورت میں تکمیل عدت ہے، جیساکہ ارشاد ہے:

''فإن غم علیکم فاقدروالہ، وفی روایۃ:فإن حالت دونہ غیابۃ فأکملوا ثلاثین یوما''(ترمذی شریف ۱۴۸،۱، مسلم شریف ۱، ۳۴۸)۔

یعنی اگر چاندافق آسمان پر موجود ہو،مگر کسی عارض کی وجہ سے نظر نہ آسکتاہو،یاموجود ہی نہ ہو ،بہرحال دونوں صورتوں میں ۳۰،دنوں کی تکمیل کرو،لہذاامکان رویت ہونے یانہ ہونے دونوں صورتوں میں فلکیاتی حساب پر ثبوت ہلال کا مدار نہیں ہے، بلکہ ہلال کا مدار ''رویت ''یا ''تکمیل عدت ''ہے، جیسا کہ علامہ شامی ؒ فرماتے ہیں:

''قد صرح علماء ناوغیرھم بوجوب التماس الھلال لیلۃ الثلاثین من شعبان فإذا رأوہ صاموا وإلا فأکملوا العدۃ، فاعتبرو ا لرویۃ أو إکمال العدۃ اتباعا للأحادیث الآمرۃ بذلک دون الحساب والتنجیم''(رسالہ ۲۴۴،۱)۔

لہذاثبوت ہلال کے لئے فلکیاتی حساب کو مدارثبوت قراردینا ازروئے شرع درست نہیں ،ہاں اگر فلکیاتی حساب سے رویت کے لئے صرف مددلی جائے، تاکہ افق آسمانی پر چاند کی بصری رویت ہونے کا امکان معلوم ہوا ور اس کی وجہ سے تتبع اور تلاش میں سہولت ہوتو اتنی حد تک مدد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، مگر فلکیات حساب سے اگرچاند کی بصری رویت کا امکان نہ ہو تو اس کو مدار قراردے کر التماس ہلال میں سستی وکوتاہی برتنا جائز نہیں ،اس لئے کہ ۳۰ویں شب میں التماس ہلال حضرات احناف کے نزدیک واجب کفایہ ہے، جیسا کہ ''الموسوعۃ الفقہیہ ''میں ہے:

• استاذ جامعہ اسلامیہ جلالیہ ہوجائی، آسام۔

''وقد أوجب الحنفیۃ کفایۃ التماس رؤیۃ ھلال رمضان لیلۃ الثلاثین من شعبان، فإن رأوہ صاموا وإلا أکملوا العدۃ ثم صاموا'' (الموسوعۃ الفقھیہ۲۲،۲۴)۔

چنانچہ فلکیاتی حساب کو نہ توثبوت ہلال کے لئے مدارقراردیاجاسکتاہے اور نہ عدم ثبوت کے لئے، حضرات احناف کے نزدیک یہی قول راجح ہے، البتہ اس سلسلے میں علماء کے مابین کچھ اختلاف ہے ،چنانچہ اس سلسلے میں حضرات علماء کی تین آراء ہیں:

(۱)فلکیاتی حساب پر اعتمادکرنے میں کوئی حرج نہیں، یہ قول قاضی عبدالجبار اور صاحب ''مجمع العلوم ''کاہے۔

(۲)منجمین کے قول پر اس وقت اعتمادکرنا درست ہوگا، جبکہ منجمین کی ایک جماعت کا اس پر اتفاق ہو،یہ قول ابن مقاتل سے منقول ہے۔

(۳)منجمین کا قول غیر معتبر ہے، گو وہ سب کے سب عال ہی کیوں نہ ہوں،یہی قول حضرات احناف کا راجح اور معمول بہ ہے، اور یہی قول حضرت امام مالک اما م شافعی اور حمد بن حنبل رحمھم اللہ کا بھی ہے، جیسا کہ حسب ذیل عبارت سے واضح ہے:

''الحاصل ان للمتاخرین ثلاثۃ أقوال نقلھا الإمام الزاھدی فی القینۃ ،الأول :ماقالہ القاضی عبدالجبار وصاحب مجمع العلوم أنہ لابأس بالاعتماد علی قول المنجمین،الثانی:مانقلہ عن ابن مقاتل أنہ کان یسألھم ویعتمدعلی قولھم إذا اتفق علیہ جماعۃ منھم،الثالث:مانقل من شرح الإمام السرخسی أن الرجوع إلی قولھم عند الاشتباہ بعید لحدیث ''صوموالرؤیتہ'' الخ ولاعبرۃ بقول الموقنین ولو عدولاعلی المذھب، وفی البحرعن غایۃ البیان من قال یرجع فیہ إلی قولھم فقد خالف الشرع الخ'' (رسالہ۱،۲۴۶)۔

رویت کا اعتبار ہے نہ کہ فلکیاتی حساب کا:

سوال ۲(ب) جب حضرات احناف اور جمہورعلماء کے نزدیک فلکیاتی حساب کا اعتبار نہیں ہے تو اگر کسی خطہ میں فلکیتاتی اعتبار سے قمری ماہ کی ۲۹ ویں تاریخ کو چاند کی بصری رویت کا امکان نہ ہو اس کے باوجود اس خطہ سے رویت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہوتو اسی کا اعتبارہوگا،اور فلکیاتی اعتبار سے بعض قدیم وجدید علماء کی تحقیق معتبر نہ ہوگی، اس لئے کہ فلکیاتی حساب کے ذریعہ حاصل کردہ معلومات کی حیثیت کوئی یقینی نہیں، بلکہ تجرباتی اور تخمینی ہے جس کے خلاف ہونے کا نہ صر ف یہ کہ احتمال ہے بلکہ امر واقعی ہے ،جبکہ شرعی اعتبار سے رویت کا اعتبار منصوص ہے، لہذا ضابطہ فلکیات کے خلاف شرعی ثبوت رویت کا اعتبار ہوگا ،نہ کہ ضابطہ فلکیات کا۔

محکمۂ موسمیات سے مددلینا:

(ج) محکمہ موسمیات سے مددلینے کا اگریہ مطلب ہے کہ چاند کی رویت افق آسمان میں کس جگہ پر کتنی دیرتک ہو سکتی ہے تو اس درجہ تک احتمالی طورسے مددلی جاسکتی ہے، لیکن اگرمددلینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ثبوت ہلال کے لئے مدار ٹھہرے اور

اس کا فیصلہ ہلال کے ثبوت وعدم ثبوت کے لئے حرف آخر ہو تویہ بات گذرچکی ہے کہ شریعت میں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس لئے کہ دین کی بنیادہی سادگی وآسانی اورفطرت پر ہے،جو محکمۂ موسمیات کے تکلفات اور تدقیقات سائنسیہ سے مبرہ ومنزہ ہے، لہذااس کے آلات جدیدہ کے ذریعہ تتبع وتلاش کرنے اور فضاء میں پرواز کرنے کی ضرورت نہیں ،جیساکہ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ نے آلات جدیدہ کے شرعی احکام میں بہت تفصیل سے تحریرفرمایاہے، اورحضرات فقہاء رحمہم اللہ کی حسب ذیل عبارت سے بھی یہی ثابت ہوتاہے،چنانچہ شامی میں ہے:

''لایعتبر قولھم بالإجماع ولایجوز للمنجم أن یعمل بحساب نفسہ، وفی النھر:فلایلزم بقول المؤقتین أنہ الھلال یکون فی السماء لیلۃ کذا، وإن کانواعدولا فی الصحیح، کما فی الإیضاح''(شامی زکریا ۳،۳۵۴)۔

مطلع کے صاف ہونے ،نہ ہونے کا مطلب:

(د)مطلع کے صاف ہونے کامطلب یہ ہے کہ آسمان کے افق کا وہ حصہ جہاں رویت ہلال متوقع ہے وہاں رویت سے مانع کوئی چیز موجود نہ ہو،جیسے کہ عین وقت رویت میں بادل کا آجانا،یاگردوغبار کا پھیل جانا، اورپورے اوقات رویت کااحاطہ کرلینا موانع رویت ہیں، اسی طرح افق پرکُہراوار دھندلے پن کا موجودہونا ،یاشبنم وبارش کا پیش آجانا،یادھواں وغیرہ کا اٹھنا یہ سب موانع رویت ہیں ،جن کو علۃ فی السماء سے تعبیر کیاجاتاہے، چنانچہ ''مراقی الفلاح '' میں ہے:

وإذا کان بالسماء علۃ من غیم أوغبار أونحوہ کضباب وندی الخ'' (مراقی الفلاح ،۲۳۶)، ''وفی الشامیۃ مع العلۃ أی من غیم أوغبار ودخان الخ'' (شامی زکریا۳،۳۵۳)۔

مذکورہ موانع کے ساتھ ساتھ لوگوں میں یہ بھی شائع ذائع ہے کہ مطلع پرشفق کی زیادتی اور اس کا گہراپن بھی مانع رویت ہے، اور یہ ایک امر واقعی ہے کہ اس وقت رویت مشکل ہوجاتی ہے۔

رمضان کی ۳۰،تاریخ مکمل ہوجانے کے باوجودرویت کاعدم ثبوت:

(ھ)اگر۲۹،شعبان کو مطلع ابرآلود یا اس میں کوئی مانع موجود ہواورایک عادل شخص کی شہادت کی بناپر قاضی نے آغازرمضان کا اعلان کردیاہو،اس کے بعد رمضان کی ۳۰،تاریخ مکمل ہوجانے کے باوجود کسی کو ہلال عید کی رویت نصیب نہ ہوتواس وقت کیا کیاجائے؟

تو اس مسئلے کی متعدد صورتیں ہیں جو حسب ذیل ہیں :

(۱)۲۹ویں شعبان کو مطلع صاف ہو اور صرف ایک عادل شخص کی شہادت پر آغاز رمضان کا اعلان ہواہو،اور ۳۰ روزے مکمل ہوجانے کے بعد ۳۰کی شام کو مطلع بالکل صاف ہونے کے باوجود رویت کاثبوت نہ ہو تو اس صورت میں اگلے دن عید منانااور

روزہ کا افطار کرنا بالاتفاق جائز نہ ہوگا،بلکہ اس دن مزید روزہ رکھنا ہوگا گو اس کی وجہ سے ۳۱روزے ہوجائیں، اور پھر اس کے بعد والے دن عید الفطر کادن شمار ہوگا،اور ۲۹؍شعبا ن کی رویت کو غلط قراردے کر ایسے شاہد پر تعزیری سزا ہوگی، چنانچہ ''مراقی الفلاح '' اور ''درمختار ''میں ہے:

''وإذا تم العدد أی عدد رمضان ثلاثین بشهادة فردولم یرهلال الفرط والسماء مصحیة لایحل الفطر اتفاقا علی ما ذکره شمس الائمة الخ''(مراقی الفلاح؍۳۳۷)، ''وفی تنویر الأبصار: ولو صاموابقول عدل حیث یجوز (بأن قبله القاضی فی الغیم)وغم هلال الفطرلایحل،أی الفطر إذا لم یرالهلال ویعزّرذلک الشاهد أی لظهورکذبه'' (درمختار مع الشامی زکریا۳/۳۶۰)۔

جبکہ اس صورت میں بعض لوگوں نے حضرات شیخین اور امام محمد علیہم الرحمہ کا اختلاف بھی نقل کیاہے،کہ امام محمدؒ کے نزدیک ۳۱ویں تاریخ کو افطارکرےگا،جبکہ حضرات شیخین اس دن عیدوافطاردونوں کے عدم جواز کے قائل ہیں، بلکہ روزہ ہی رکھنا ضروری ہوگا،اس لئے کہ ایک آدمی کی گواہی سے رمضان کا ثبوت تو ہوسکتاہے، لیکن افطارکاثبوت نہیں ہوسکتا ہے، حضرت امام محمدؒ وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ شی کبھی ضمناثابت ہوتی ہے،قصدانہیں ،توجب ایک عادل شخص کی شہادت سے رمضان کا ثبوت ہوچکا اور۳۰؍دنوں کے گذرنے سے رمضان مکمل ہوچکاہے،تو اس پر بناکرکے ازخود ۳۱ویں دن افطاراورعید ہوگا،بعض لوگوں نے حضرت امام محمدؒ کے قول کوترجیح دیا تو بعض نے دونوں میں تطبیق دی ہے، چنانچہ حضرات شیخین کا قول اس وقت ہے جب کہ ۳۰ویں رمضان کومطلع صاف ہو،اور حضرت امام محمدؒ کا قول اس وقت ہے، جبکہ ۳۰ویں رمضان کو مطلع صاف نہ ہو،جیساکہ ''ہدایہ فتح القدیر'' اور ''البحرالرائق'' وغیرہ میں ہے:

''ومنهم من استحسن ذلک فی قبوله فی صحوه وفی قبوله لغیم أخذ بقول محمدؒ'' (فتح القدیر ۲؍۳۲۸)، ''وفی منحة الخالق:قال الشارح:والأشبه أن یقال :إن کانت السماء مصحیة لایفطرون لظهور غلطه، وإن کانت مغیمة یفطرون لعدم ظهوره''(منحة الخالق علی البحرالرائق ۲؍۴۶۶)۔

مذکورہ تطبیق سے یہ معلوم ہوگیاکہ اگر ۳۰ویں رمضان کو مطلع صاف نہ ہو :

(۲) توبالاتفاق ۳۱ ویں دن عید ہوگا،اوریہ اس مسئلہ کی دوسری صورت ہوگی۔

(۳)۲۹؍ویں شعبان کو مطلع صاف نہ ہو اوردوگواہوں کی شہادت سے آغاز رمضان کا اعلان ہواہواور ۳۰ویں رمضان کی شام میں کسی علت کی وجہ سے رویت کا ثبوت نہ ہوتو بالاتفاق ۳۱واں دن عید کادن ہوگا،جیسا کہ ''منحة الخالق'' میں ہے:

''وفی السراج:صاموابشهادتین أفطرواعندکمال العدة إجماعا، وهذا ظاهر فیما إذاکانت متغیمة عند الفطر''(منحة الخالق ۲؍۴۹۹)۔

(۴)۲۹ویں شعبان کو دوگواہوں کی شہادت سے رمضان کا اعلان ہوااور ۳۰ویں

رمضان کی شام کو آسمان کے صاف ہونے کے باوجود رویت کا ثبوت نہ ہوتو اس سلسلے میں اختلاف ہے درایہ،خلاصہ اور بزازیہ میں ہے کہ ۳۱ویں تاریخ کو افطارکاحکم ہوگا،جب کہ ''مجموع النوازل '' میں ہے کہ ۳۱ویں تاریخ کو افطارجائز نہ ہوگا،اس لئے کہ صفاء افق کے باوجود رویت کا ثابت نہ ہوناثبوت رمضان کی شہادت کے غلط ہوجانے کی دلیل ہے،جیساکہ حاصل اختلاف علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

''والحاصل أنہ إذاغم شوال أفطروا اتفاقا إذا ثبت رمضان بشهادة عدلين فی الغيم أوالصحوة، وإن لم يغم فقيل يفطرون مطلقا، وقيل: لامطلقا، وقيل:يفطرون إن غم رمضان أيضا وإلا لا''(شامی۳،۳۶۰)۔

مذکورہ دونوں رائے میں سے افطار کی رائے راجح معلوم ہوتی ہے، تاکہ ۳۱ویں تاریخ کو روزہ کا حکم دینے سے لوگوں کے مابین اضطراب کی کیفیت پیدانہ ہو ۔واللہ تعالیٰ اعلم،

رمضان وعیدین کے ثبوت کے لئے شہادت کی شرطیں

(۳)الف:رمضان وعیدین کے ثبوت کے لئے شہادت کے سلسلے میں حسب ذیل تفصیل ہے:

(۱)ثبوت رمضان کی شہادت(۲)ثبوت عیدین کی شہادت ----ثبوت رمضان کے لئے یاتو مطلع صاف ہوگا یا مطلع صاف نہ ہوگا،اگرمطلع بالکل صاف ستھراہوکوئی بدلی ،گردوغبار،دھواں اور کہراوغیرہ نہ ہو تو اس وقت جب تک کہ ایک بڑی جماعت رویت چاند کی شہادت نہ دے ، چاند کی رویت تسلیم نہ کی جائے گی، اور بڑی جماعت کی مقدار صحیح قول کے مطابق وقت کے امام یا اس کے قائم مقام لوگوں کی رائے پر موقوف ہوگی، اور اتنی بڑی جماعت کی قید اس لئے ہے کہ جب افق سماء پر موانع منتفی ہیں اور لوگوں کی نگاہیں صحیح ہیں تو ایسی حالت میں اکادکاکی شہادت موجب خطاہے، اس لئے ایک دوآدمی کی گواہی معتبر نہ ہوگی،بلکہ ایک بڑی جماعت کی گواہی معتبرنہ ہوگی، ''وإذا لم تكن بالسماء علة، فلابد من جمع عظيم لرمضان والفطر ومقدار الجمع مفوض إلى رأى الإمام فی الأصح''۔

دوسراطریقہ یہ ہے کہ ایک قابل اعتمادبالغ مسلمان شہر کے باہر یا کسی بلند مقام سے آکر شہادت دے کہ رویت ہلال ہوچکی ہے، تو اس سے بھی ثبوت رمضان ہوجائے گا، البتہ ا تنا ضروری ہے کہ وہ آدمی معاشرہ میں دیندار معلوم ہوا ور اس کی بددینی لوگوں میں معلوم نہ ہو،اورجھوٹ بولنے کو خود اپنی مروت کے خلاف سمجھتاہو، گوحضرات فقہاء رحمھم اللہ کے معیار عدل کے مطابق نہ ہو،چنانچہ ''درمختار ''میں ہے:

''وقيل:بلاعلة جمع عظيم يقع العلم الشرعی (إلى قولہ)وصحح فی ''الاقضية''الاكتفاء بواحد إن جاء من خارج البلد أوكان على مكان مرتفع،----وفی الشامية :لأن الرؤية تختلف باختلاف صفوالهواء وكدرتہ وباختلافہ النهباط المكان وارتفاعہ، فإن هواء الصحراء أصفى من

هواء المصر، وقدیری الهلال من أعلی الأماکن مالایری من الأسفل فلایکون تفرده بالرؤیۃ خلاف الظاهر، بل علی موافقۃ الظاهر'' (درمختارمع الشامی۳،۳۵۵)۔

تیسراطریقہ یہ ہے کہ اسی ملک کے اطراف وجوانب جہاں کا مطلع مختلف نہ ہووہاں سے متواتر ناقابل انکارخبریں استفاضہ کے طورپر موصول ہوں تو اس صورت میں بھی رمضان کا ثبوت ہوجائے گا، ''وقال الکمال :الحق ماروی عن محمد وأبی یوسف أن العبرۃ متواترا الخبرومجیئہ من کل جانب'' (مراقی الفلاح ۲۳۶، وهکذافی الشامی۲،۳۵۶)۔

یہ تفصیلات تو اس وقت تھیں جب کہ مطلع صاف ہو، لیکن اگرمطلع ابرآلودہویاغبار آمیزہو یارویت سے کوئی اور دوسرے موانع موجود ہوں تو رمضان کے ثبوت کے لئے ایک قابل اعتماد مسلمان کا بیان دیناکہ میں نے چانددیکھاہے کافی ہے، اس کے لئے عادل ہونا بھی ضروری نہیں ہے، بلکہ اتنا کافی ہے کہ وہ سنجیدہ اور باوقار ہو اس کی کوئی بددینی معلوم نہ ہواور جھوٹ بولنے کو خود بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتاہو،جیساکہ مجمع الانھر میں ہے:

''وإذاکان بالسماء علۃ تمنع الرؤیۃ قبل الحاکم فی هلال رمضان خبر عدل أومستور فی الأصح'' (مجمع الانھر۱/۳۴۸)، ''وفی الشامیۃ:وتقبل شهادۃ المسلم والمسلمۃ عدلاکان الشاهد أو غیر عدل والمراد بغیر العدل المستور'' (شامی زکریا۳/۳۵۲)۔

اسی طرح جب مطلع صاف نہ ہوتو شہادت علی الشہادۃ اورشہادۃ علی القضاء کے ذریعہ بھی ہلال رمضان کا ثبوت ہوسکتاہے۔

شہادۃ علی الشہادۃ کی صورت یہ ہے کہ ایک قابل اعتماد مسلمان آدمی جس نے چانددیکھا ہے وہ خود آنے سے معذورہوتو وہ کسی دوسرے قابل اعتماد شخص کو اپنی شہادت کا گواہ بنائے گا اور وہ دوسراشخص دارالقضاء میں آکر اس طرح بیان دے گاکہ ''فلاں شخص نے جوقابل اعتماد ہے چانددیکھاہے، لیکن خودآنے سے معذورہے، اور اس نے میرے سامنے شہادت دی ہے کہ میں نے چانددیکھاہے اور مجھے گواہ بناکر بھیجاہے کہ میں اس کی طرف سے گواہی دوں '' (کذافی تنویرالابصارفی الشہادۃ علی الشہادۃ مع الشامی۸/۲۲۶)۔

اورشہادت علی القضاء کی صورت یہ ہے کہ کم ازکم دوقابل اعتماد مسلمان مرد یاایک مرداوردودیندارعورتیں جوکسی دوسرے مقام سے آئے ہوں ،شہادت دیں کہ وہاں کی ہلال کمیٹی یا مفتی شہر یاقاضی شہرنے باضابطہ شہادت لے کر رویت ہلال کا فیصلہ کیاہے، تو اس طریقہ سے یہاں بھی رویت کا ثبوت ہوسکتاہے، جیسا کہ ''تنویر '' میں ہے:

''شهدوا أنہ شهدعندقاضی مصر، کذا شاهدان برویۃ الهلال فی لیلۃ، کذاوقضی القاضی بہ، ووجد استجماع شرائط الدعوی قضی أی جاز لهذاالقاضی أن یحکم بشهادتهماالخ''(تنویرمع الشامی ۳،۳۵۸)۔

ہلال عیدین کے ثبوت کے لئے :

شوال المکرم اور ذی الحجہ کے چاندکے ثبوت کے لئے، جبکہ مطلع صاف ہو مقامی طورپر اتنے مسلمان کی خبر ضروری ہوگی جن کی تردید کسی بھی طرح ممکن نہ ہو:

''وإن لم یکن فی السماء علۃ فیھمایشترط أن یکون فیھما الشھود جمعا کثیرایقع العلم بخبرھم'' (البحرالرائق۲،۴۶۸)۔

یا کوئی دوسرامقام جو مطلع کے اندرہو وہاں چاند دیکھے جانے کی خبراتنے مسلمانوں نے دی ہو کہ ان کی تردید نہ کی جاسکے ، اور استفاضہ کی صورت پیداہوجائے، تو اس صورت میں بھی عیدین کا چاند ثابت ہوجائے گا، جیساکہ شامی میں ہے:

''قال شمس الائمۃ الحلوانی:الصحیح من مذھب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فیما بین أھل البلدۃ الأخری یلزمھم حکم ہذہ البلدۃ'' (شامی زکریا۳/۳۵۹)۔

اور اگرمطلع صاف نہ ہو بلکہ افق آسمانی میں گردوغبار یا دوسرے موانع موجود ہوں تو چاند کے ثبوت کے لئے حسب ذیل چارطریقوں میں سے کسی ایک کاپایاجانا ضروری ہے:

۱۔ شھادۃ علی الرؤیۃ :یعنی چانددیکھنے والے دوعادل شخص خودقاضی یا ہلال کمیٹی کے روبروچانددیکھنے کی گواہی دیں،کہ ''ہم بچشمِ خودچانددیکھے ہیں'' ''وشرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشھادۃ ولفظ اشھد'' (تنویرالابصار مع الشامی زکریا ۳،۳۵۳)۔

۲۔ شھادۃ علی شھادۃ الرؤیۃ: یعنی چانددیکھنے والے کسی عذشدید کی وجہ سے از خود حاضرنہ ہوں، لیکن ان میں سے ہرایک کی گواہی پر دوعادل شخص گواہی دیں کہ ''ہمارے سامنے فلاں شخص نے چانددیکھنے کی گواہی دی ہے '' جیسا کہ شامی میں ہے: ''یلزم أھل المشرق برؤیۃ أھل المغرب إذا ثبت عندھم رؤیۃ أولئک بطریق موجب، کما مر کان یتحمل اثنان الشھادۃ الخ''(شامی۳،۳۴۶)۔

۳۔ شھادۃ علی القضاء:یعنی کسی جگہ قاضی یاکمیٹی شرعی ثبوت پر چاند کا فیصلہ کردے پھر اپنے فیصلہ کو دوگواہوں کے سامنے سربمہر کرکے دوسرے شہر کی کمیٹی یاقاضی کو بھیجے اور یہ گواہ تحریرلے کہ کمیٹی کے سامنے اپنی شہادت کے ساتھ پیش کرے کہ ''فلاں قاضی نے یہ تحریر ہمارے سامنے لکھی ہے ''(جواہرالفقہ ۱،۴۰۱)۔

''وفی تنویرالابصار شھدوا أنہ شھدعندقاضی مصر،کذا شاھدان برؤیۃ الھلا ل وقضی القاضی بہ ووجد استجماع شرائط الدعوی قضی أی جاز لھذا القاضی أن یحکم بشھادتھما الخ'' (تنویرالابصار مع الشامی ۳،۳۵۸)۔

۴۔ استفاضہ:یعنی مختلف جگہوں سے ثبوت چاند کی خبر دوسرے شہرتک اس تواتر سے پہنچے کہ اس چاند کے ثبوت کا علم یقینی ہوجائے جیساکہ ''درالمختار '' میں ہے:''نعم لواستفاض الخبرفی البلدۃ الاخری لزمھم علی الصحیح من المذھب'' (درمختار ۳،۳۵۹)۔

مذکورہ چاروں صورتوں میں سے کسی بھی صورت سے ہلال عیدین کا ثبوت ہوسکتا ہے۔

فائدہ:البتہ ثبوت فطریعنی ثبوت عیدین کے لئے جب کہ مطلع صاف نہ ہو نصاب شہادت کا ہوناضروری ہے، کہ دوعادل مردیاایک عادل مرد اور دوعورتیں لفظ شہادت کے ذریعہ دارالقضاء یا ہلال کمیٹی میں جاکرگواہی دیں،جیسے کہ دیگر حقوق العباد اور اموال وجائداد کی گواہی میں نصاب شہادت وعدالت مشروط ہوتی ہے، اوریہ سب دارالقضاء میں انجام پاتے ہیں ، ویسے ہی ثبوت عیدین میں بھی پائے جائیں گے، اور یہ اس لئے کہ فطر وقربانی میں بندوں کے لئے نفع دنیوی حاصل ہے، تویہ بندوں کے دیگرتمام حقوق کے ہم مثل ہوچکا ہے، لہذا دیگرحقوق کے اثبات میں جو شرائط شہادت کا لحاظ کیاجائے گا، اسی کا یہاں بھی کیاجائے گا ،جبکہ ہلال صوم کا تعلق صرف امردینی سے ہے، نفع دنیوی سے نہیں، اور امر دینی میں ایک عادل کی خبرمعتبر ہے ،لہذایہاں بھی ایک عادل کی خبر معتبرہوگی۔

رائی ہلال کا قاضی یاکمیٹی کے سامنے شہادت دینا:

س ۳(ب)اگرمطلع صاف نہ ہو تو ثبوت رمضان کے لئے ایک عادل آدمی یا مستورالحال جس کا فسق وعدالت معلوم نہ ہو، کی خبردینا کافی ہے، اس کے لئے نہ تو مجلس قضاء کی ضرورت ہے اور نہ فیصلہ کی ،اس لئے کہ یہ بیان اصولی طور سے شہادت نہیں ہے، بلکہ محض ایک خبر ہے، اسی لئے اس بیان کے لئے نہ تو لفظ شہادت کے ذریعہ بیان دینا ضروری ہے اور نہ پہلے دعویٰ کرنا ضروری ہے:

''وقبل بلادعوی وبلالفظ اشهد وبلاحكم ومجلس قضاء؛ لأنه خبر لاشهادة للصوم مع علة'' (درمختار مع الشامی زکریا۲،۳۵۲ ،هكذافی المراقی،۲۳۶)۔

البتہ عیدین کے ثبوتِ ہلال کے لئے شہادت کی تما م شرطوں کالحاظ کیاجائے گا،کمامر،تاہم جہاں نہ دارالقضاء قائم ہواور نہ ہلال کمیٹی کا کوئی نظم ہو وہاں ثبوت فطرکے لئے دوعادل آدمی کے چاند کی خبر دیدینا کافی ہوگا، اور ضرورت کی وجہ سے دارالقضاء یا ہلال کمیٹی کے بغیر ان دونوں عادل کی خبریں معتبر ہوں گی، اور اس وقت شہادت کا لحاظ بھی نہیں کیاجائے گا، جیساکہ ''تنویر '' میں ہے:

''ولوكانوالبلدة لاحاكم فيها صاموابقول ثقة وأفطروا بأخبار عدلين للضرورة أی ضرورة عدم وجودحاكم يشهدعنده'' (تنویر الابصار مع الشامی۳،۳۵۴)۔

لیکن حضرت مولاناعبدالحی فرنگی محلی تحریرفرماتے ہیں کہ جہاں باقاعدہ قاضی مقرر نہ ہو اور نہ ہلال کمیٹی ہوتو وہاں قابل اعتبار عالم دین قاضی وحاکم کے قائم مقام ہونگے، ''والعالم الثقة فی بلدة لاحاكم فيها قائم مقامه'' (عمدة الرعاية ۱،۲۴۶)۔

اس سے معلوم ہوتاہے کہ مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں دوعادل آدمی کے

رویت ہلال کی صرف خبر دینا کافی نہیں ،بلکہ کسی عالم دین کے سامنے گواہی دینا ضروری ہوگا، یہی رائے حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کی تحریرسے بھی معلوم ہوتی ہے، چنانچہ حضرت فرماتے ہیں:

جن ملکوں میں اسلامی حکومت نہیں ہے یا ہے، مگر باقاعدہ شرعی قاضی مقرر نہیں ہے وہاں شہرکے عام دیندار مسلمان جس عالم یا جماعت پر مسائل دینیہ میں اعتماد کرتے ہوں اس شخص یا جماعت کوقاضی کے قائم مقام سمجھاجائے گا، لہذاچاند دیکھنے والے اسی گائوں یا قریب والے گائوں کے ثقہ عالم دین یاامام مسجد کے سامنے گواہی دیں اور وہ گائوں میں اعلان کردیں (رویت ہلال،۵۰)۔

مذکورہ تقریر سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ عیدین کے چاند دیکھنے والے کابیان اصولی طورسے شہادت ہے، البتہ جہاں قاضی وحاکم یا اس کے قائم مقام کوئی جماعت نہ ہوں تو اس وقت اس کا بیان خبرہوتاہے،اور ضرورت کی وجہ سے شہادت ساقط ہوجاتی ہے، جیسا کہ عبارت مذکورہ میں ''للضرورۃ ''سے واضح ہے۔

رائی ہلا ل کے لئے فوری شہادت دینا:

سوال ،۳(ج)اگرافق آسمان پر گردوغبار یا ابروغیرہ ہونے کی وجہ سے رویت عامہ حاصل نہ ہو اور لوگ شدت اشتیاق سے ثبوت رویت کے منتظر ہوں اور رائی اسی شہرکا باشندہ ہو اور اثبات رویت اسی پر موقوف ہو تو اس کے لئے رات کے وقت ہی دارالقضاء یاہلال کمیٹی میں پہنچ کر شہادت دینا ضروری ہے، تاکہ تاخیرشہادت کی وجہ سے لوگوں کا روزہ فوت نہ ہو، اور حالت افطارمیں صبح کرنالازم نہ آئے۔

حتی کہ حضرات فقہاء رحمھم اللہ نے یہاں تک تحریر فرمادیاہے کہ مذکورہ صورت میں پردہ نشیں خواتین خواہ باندی ہوں یاآزاد اپنے مالک وشوہر کی اجازت کے بغیر اسی شبِ رویت میں دارالقضاء جاکر رویت ہلال کی اطلاع دیں گی، اور اس میں تاخیر نہ کریں گی، اور اگر رائی ہلال اسی شہرکے ہوتے ہوئے معمولی تاخیرکردی اور لوگ روزہ نہیں رکھ سکے تو اس کا بعدمیں خبردینا مردودشمارہوگا، البتہ اگر رائی اسی شہرکانہ ہو،بلکہ قاضی کے شہرسے دورکارہنے والاہو، جس کی وجہ سے آنے میں غیرمعمولی تاخیرہوچکی ہوتو اس کی شہادت معتبر ہوگی، جیساکہ حسب ذیل جزئیہ سے واضح ہے:

''قال الحلوانی: یلزم العدل، ولو أمۃ أومخدرۃ أن یشھدفی لیلتہ کی لایصبحوامفطرین وھی من فروض العین (الی قولہ) ویجب علی الجاریۃ المخدرۃ التی لاتخالط الرجال، وکذا یجب علی الحرۃ أن تخرج بلا إذن زوجھا وکذا غیرالمخدرۃ والزوجۃ بالأولی'' (الردالمحتار زکریا ۳،۳۵۲،۳۵۳)۔

''وفی الھندیۃ :إذا شھدالشھود علی ہلال رمضان فی الیوم التاسع والعشرین أنھم رؤا الھلال قبل صومکم بیوم إن کانوا فی ھذا المصر ینبغی أن لاتقبل شھادتھم لأنھم ترکوا

الحسبۃ، وإن جاؤوا من مکان بعید جازت شھادتھم لانتفاء التھمۃ، کذافی الخلاصۃ'' (ہندیہ ۲۶۱،۱،وھکذافی الشامیہ۳،۳۵۳)۔

جہاں دارالقضاء قائم ہو:

سوال ۴(الف)ایسے علاقے جہاں غیراسلامی ملک ہونے کے باوجود باضابطہ دارالقضاء قائم ہو،اورامت مسلمہ اس پر اعتماد وبھروسہ کرتی ہوں اور اس کے فیصلہ پر راضی ہوں، جیسے امارت شرعیہ بہارتو اگرایسے دارالقضاء شرعی طورپرسے چاندکا ثبوت ہونے کے بعد اعلان کرے تو اس کے ماتحت تمام مسلمانوں کے لئے اس اعلان کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوگا ۔

البتہ دوسرے شہروگائوں کے باشندگان جو اس دارالقضاء کے ماتحت نہیں ہیں ان کے لئے یہ اعلان موجب عمل نہ ہوگا، بلکہ ان کے لئے اس رویت پر عمل کرنا اس وقت ضروری ہوگا، جب کہ شہروگائوں کے قاضی یا ذمہ داران ہلال کمیٹی اس رویت کی مکمل تحقیق کرلیناورشرعی ثبوت فراہم ہونے کے بعد اعلان کریں تویہ اعلان ان لوگوں کے لئے بھی موجب عمل ہوگا:

''سئل عن قضاء القاضی برویۃ ھلال شھررمضان بشھادۃ شاھدین عندالاشتباہ فی مصرھل یجوز لاھل مصراٰخرالعمل بحکمھم ؟فقال :لا،ولایکون مصراٰخر تبعا لھذالمصر، إنما سکان ھذا المصر، وقراھا یکون تبعالہ'' (تاتارخانیہ۳،۳۶۶،رقم ۴۵۸۶)۔

''وفی فتح القدیر:لأن أخبارالقاضی لایثبت حجۃ فی غیرمحل ولایتہ الخ''(فتح القدیر ۶،۶۸۷)۔

قاضی کاریڈیووغیرہ سے اعلان:

سوال ۴(ب،ج)اگرقاضی یاشرعی ہلال کمیٹی یا مسلم حاکم کی طرف سے ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر شرعی ضابطہ کے مطابق چاند کا اعلان ہوتو ایسے اعلان کا شرعااعتبار کیاجائے گا، اور شرعی ضابطہ یہ ہے کہ یہ اعلان محض اطلاع نہ ہو بلکہ اس طرح کہاجائے کہ ''یہ فلاں قاضی یافلاں شرعی ہلال کمیٹی کی طرف سے پوری تحقیق کے بعد چاند کا فیصلہ کیاگیا ہے ،اور اس کی جانب سے اعلان کرنے کا حکم ہے ''تو یہ خبر قابل اعتبارہوگی، اب اگر ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں صوبائی قاضی یا صوبائی رویت ہلال کمیٹی شرعی اصول کے مطابق رویت کا اعلان کرے تو یہ خبر صرف اس صوبہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگی جو اس دارالقضاء اور ہلال کمیٹی کے ماتحت ہیں، اور اس اعلان کا درجہ اعلان سلطان کا نہ ہوگا، کہ پورے ملک میں واجب العمل ہو، لہذا صوبائی قاضی کا اعلان اس کے حلقۂ قضاء کے علاوہ کے لئے خبر محض ہوگی، واجب العمل نہیں ہوگی۔

ہاں اگرتمام صوبے کے مسلمان کسی ایک بااثر شخصیت پر اعتمادکرلیں اور ان

کواپنے دینی معاملات کی انجام دہی کے لئے اپنا حکمراں تسلیم کرلیں تو پھر اس کا اعلان ان تمام صوبوں کے حق میں اعلان سلطان کا حکم رکھے گا (احسن الفتاوی ۴۵۷،۴)۔

''وفی فتح الباری: وقال ابن الماجشون :لایلزمهم بالشهادة إلا لأجل البلد الذی ثبتت فیه الشهادة إلا أن یثبت عند الإمام الأعظم، فیلزم الناس کلهم؛ لأن البلاد فی حقه کالبلدالواحد''(فتح الباری۱۴۸،۴)۔

''وفی فتح القدیر:لأن اخبارالقاضی لایثبت حجة فی غیرمحل ولایته'' (فتح القدیر۲۶۸،۷)۔

معلن کی شرعی حیثیت:

سوال ۴(د) اورثبوت ہلال کے اعلان کے لئے اصل تو یہی ہے کہ ریڈیواسٹیشن پر خود ایک متدین عالم دین قاضی یاہلال کمیٹی کے فیصلہ کو سنائے ،تاہم اگریہ ممکن نہ ہوتو غیرمسلم یافاسق معلن قاضی کے فیصلہ کو اسی کے معتینہ الفاظ میں سنادے تویہ صورت بھی درست ہوگی۔

اس لئے کہ علامہ شامیؒ نے توپ ونقارہ کی آواز اور روشنی کی شعاع کو اعلان کے قائم مقام فرمایاہے، اور ظاہر سی بات ہے کہ یہ سب امور نہ تورویت ہلا ل کی شہادت ہیں اور نہ ہی اس کی خبر،بلکہ ثابت شدہ رویت ہلال پر عرف وعادت کے اعتبار سے بمنزل علامت ہے،توجب علامت اعلان کے قائم مقام ہوسکتی ہے توغیرمسلم یا مسلمان فاسق کا ثابت شدہ فیصلہ کا اعلان کرنابدرجہ اولی معتبر ہوگا،چنانچہ علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''والظاهر أنه یلزم أهل القریٰ الصوم بسماء المدافع أورؤیة القنادل من المصر؛ لأنه علامة ظاهرة تفید غلبة الظن،وغلبة الظن حجة موجبة للعمل، کما صرحوابه، واحتمال کون ذٰلک لغیر رمضان بعیدا إذلایفعل مثل ذٰلک عادة فی لیلة الشک إلا لثبوت رمضان'' (الردالمحتار۳۵۴،۳) ۔

کثافت زدہ علاقے کا حکم:

سوال ۵(الف،ب)ایسے علاقے جن میں بالعموم مطلع کثافت زدہ اور ابرآلود رہتاہو اور ۲۹ کی رویت بہت کم ممکن ہو ،جیسے کہ برطانیہ وغیرہ کہ وہاں اکثرمہینوں میں ۲۹کا چاندنظر نہینآتا ،تویہاں شریعت کا کیا حکم ہوگا؟توا س کا جواب یہ ہے کہ اصل تویہی ہے کہ ثبوت ہلال شرعی رویت سے متحقق ہو،اور عدم رویت کی صورت میں ۳۰دنوں کی تکمیل سے ہو، لیکن ایک تیسراطریقہ خبرکے ذریعہ ثبوت کا بھی ہے، کہ مطلع جب صاف نہ ہوتو ہلال رمضان کے لئے ظاھرالروایت کے مطابق ایک عادل آدمی اور قول صحیح کے مطابق ایک مستورالحال کی خبر بھی معتبر ہے، خواہ یہ خبر اسی شہر کی ہو یا دوسرے شہر کی جیساکہ علامہ شامی میں فرماتے ہیں:

''قال علماء نناالحنفیة فی کتبهم:ویثبت رمضان برویة هلال وبإکمال عدة شعبان،ثم إذا کان فی السماء علة من غیم أوغبار قبل لهلال رمضان خبرواحد عدل فی ظاهرالروایة أومستور

علی قول صحیح لاظاھرالفسق سواء جاء ذلک الخبر من المصر أومن خارجہ‘‘(الرسالۃ التاسعۃ لابن عابدین۱/۲۳۴)۔

لہذااس تیسرے طریقہ ثبوت کے مطابق کثافت زدہ علاقے میں وہاں کے قریبی ملک سے آئی ہوئی چاند کی معتبر شہادت یا خبرمستفیض پر عمل کیاجائے گا۔

اس لئے ایسے علاقے کے علماء پر لازم ہے کہ وہ اتفاق رائے سے اقرب ترین ملک سے رابطہ کرکے رمضان یا عیدین کا اعلان کریں،البتہ اختلاف مطالع کے معتبر ہونے کے قول کے مطابق یہ شرط ضروری ہوگی کہ ان دونوں ملکوں کے مابین اتنی دوری نہ ہوکہ مطلع مختلف ہوجائے،

’’قال شمس الائمۃ الحلوانی :الصحیح من مذھب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فیمابین أھل البلدۃ الأخری یلزمھم حکم ھذہ البلدۃ‘‘ (شامی زکریا۳/۳۵۹)۔

مذکورہ تفصیلات سے جب معلوم ہوگیاکہ ایسے کثافت زدہ علاقے میں دوسرے قریبی ملکوں کی خبراپنی شرطوں کے ساتھ معتبر ہوگی تو ایسے ملک میں رویت ہلال کے لئے ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد نہیں کیاجائے،کمامر

کثافت زدہ علاقہ میں ریڈیووغیرہ کی خبروں کا اعتبار:

سوال،۵(ج د)کثافت زدہ علاقے جہاں ۲۹ شعبان کو عموما رویت کا ثبوت نہ ہوتاہو اگراس سے قریب شہر وملک کی شرعی رویت ہلال کمیٹی یاقاضی کی جانب سے ریڈیویاٹیلی ویژن پر شرعی ضابطہ کے مطابق چاند کا اعلان ہواور اس کی سچائی کا ظن غالب ہو،توایسے اعلان کا شرعااعتبارکیاجائیگا،اور اس اعلان کی روشنی میں وہاں کے قاضی یارویت ہلال کمیٹی کے لئے ثبوت چاند کااعلان کرنادرست ہوگا۔

البتہ شرط یہ ہوگی کہ پڑوسی ملک کا مطلع مختلف نہ ہو، اور ریڈیوپر کیاجانے والااعلان اعلان محض نہ ہو،مثلاایسا اعلان نہ ہوکہ فلاں ملک میں چاندہوگیاہے، یابہت سے لوگوں نے چاندیکھ لیاہے، اس لئے کہ یہ اعلان خبر محض ہے، جو حجت نہیں،بلکہ ضروری ہے کہ اعلان قاضی یا ہلال کمیٹی کی طرف نسبت کرکے اس طرح کیاجائے کہ ’’فلاں قاضی یا فلاں ہلال کمیٹی کے فلاں فلاں ذمہ داروں نے رویت ہلا ل کی گواہی قبول کرلی ہے اور ثبوت چاندکا فیصلہ کردیاہے، ’’تو اس وقت یہ اعلان معتبر ہوگا۔

لہذااب اگر یہ خبر پڑوسی ملک سے کثافت زدہ علاقے میں استفاضہ کے طورپر پہونچ جائے تووہاں بھی ثبوت رویت کا اعلان کرنادرست ہوگا، اور استفاضہ کی صورت یہ ہے کہ الگ الگ ریڈیو اسٹیشن وغیرہ سے اتنی خبریں موصول ہوں کہ قاضی یا ہلال کمیٹی کو اس کے سچی خبرہونے کا یقین ہوجائے،اور اگر یہ خبر استفاضہ کی حد تک نہ ہو، توکثافت زدہ علاقے کی کمیٹیاں صرف اعلان مذکور پر اعماد کرکے فیصلہ نہ کریں گی، بلکہ دیگرذرائع ابلاغ سے تحقیق کرکے شرعی ثبوت فراہم کرنے کے بعد فیصلہ کریں گی،

چنانچہ شامی میں ہے:

''قال شمس الأئمہ الحلوانی :الصحیح من مذهب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فیما بین أهل البلدة الأخری یلزمهم حکم هذه البلدة'' (شامی زکریا۳/۳۵۹)۔

''وفی تتارخانیہ :إذاکان بین البلد تین تفاوت لایختلف المطالع لزم حکم إحدی البلدتین الأخری فأما إذا کان تفاوت یختلف المطالع لم یلزم حکم إحدی البلدتین البلدة الأخری''(تاتارخانیہ ۳/۳۶۵)۔

''وفی فتح القدیر:ولوشهدوا أن قاضی بلد کذاشهدعنده اثنان برویة الهلال فی لیلة کذا وقضی بشهادتهما جازلهذا القاضی أن یحکم بشهادتهما؛ لأن قضاء القاضی حجة قد شهدوا بہ'' (فتح القدیر۲؍۳۱۹) ۔

اعلان رویت کا حق کس کوہے؟

سوال ،۶(الف ،ب)ایسے علاقے جہاں رویت عامہ نہ ہو،یامطلق رویت کا ثبوت نہ ہو اوردوسرے قریبی مقامات میں رویت ہوچکی ہوتو اس سلسلے میں اصل یہی ہے کہ چانددیکھنے والاقاضی یاکمیٹی کو رویت کی اطلاع دے اور قاضی رمضان وعیدین کے اعتبار سے چاندکی شہادت وخبر کی تحقیق کرکے شرعی ثبوت متحقق ہوجانے کے بعد جس اعتبار سے فیصلہ کرے خواہ شہادت کی وجہ سے ہویا استفاضہ کی وجہ سے ،اس کا وہ اعلان کرے،اور اگرقاضی یا ہلال کمیٹی کا باضابطہ نظم نہ ہو تو وہاں کے عالم ومفتی جوعام مسائل میں لوگوں کے لئے مرجع کی حیثیت رکھتے ہوں وہ ذمہ دارہوں گے کہ وہ شرعی تحقیق کے بعد اعلان کریں، اور اگر ایسے عالم ومفتی نہ ہوں تو مسجد کے امام اور متدین ذمہ داران مسجد تحقیق رویت کے بعد اعلان کریں، اورعموماہرگائوں میں ایسے لوگ ہوتے ہی ہیں۔

''وإذاکان بالسماء علة تمنع الرویة قبل الحاکم فی هلال رمضان جبرعدل أو مستور فی الأصح'' (مجمع الانهر۱؍۳۴۹) ۔

''وفی عمدة الرعایة:والعالم الثقة فی بلدة لاحاکم فیها قائم مقامہ'' (عمدة الرعایة علی شرح الوقایة)۔

سوال ،۶(ج،د)اوراگردارالقضاء یاہلال کمیٹی ہونے کے باوجود ثبوت رمضان کے لئے ایک ثقہ آدمی خود اپنی رویت کا اعلان کردے اور مطلع صاف نہ ہو تو اس کا اعلان بھی معتبر ہوگا،اور اس کے مطابق روزہ رکھنا ہوگا،جیساکہ درمختارمیں ہے:

''وقبل بلادعوی وبلا لفظ ''أشهد''وبلاحکم ومجلس قضاء لأنہ خبر لاشهادة مع علة کغیم وغبار خبرعدل أومستورعلی ماصححہ البزازی''(الدرمع الرد۳؍۳۵۲)۔

لیکن ہلال عیدین میں جب مطلع صاف نہ ہو اور دوعادل آدمی اپنی رویت بصری کا خوداعلان کردے جب کہ وہاں ہلال کمیٹی موجود ہوتو یہ اعلان معتبرنہ ہوگا،بلکہ اس

صورت میں ہلال کمیٹی کی جانب سے تحقیق شہادت کے بعد کمیٹی کا اعلان معتبر ہوگا۔

''وشرط للفطرمع العلۃ (من غیم وغبار ودخان)نصاب الشھادۃ ولفظ اشھد۔۔۔لتعلق نفع العبد،وفی الشامیۃ بخلاف ھلال الصوم؛ لأن الصوم أمردینی فلم یشترط فیہ ذلک، أما الفطر فھو نفع دنیوی للعباد فأشبہ سائر حقوقھم، فیشترط فیہ مایشترط فیھا'' (درمختار۳/۳۵۳)۔

مذکورعبارت سے معلوم ہواکہ ہلال عیدین کے سلسلے میں جب کہ مطلع صاف نہ ہو،رائی ہلال کا بذات خود اعلان کرنامعتبر نہیں ہے، لہذااگراس کے اس اعلان کی وجہ سے لوگوں نے روزہ توڑدیا اور وہاں کی ہلال کمیٹی نے اس اعلان کو تسلیم نہیں کیا تو روزہ توڑنے والے پر صرف قضاء لازم ہوگا کفارہ نہینہوگا،اس لئے کہ اس رائی کے اعلان کو اگرچہ کمیٹی نے رد کردیا مگر اس نے ثبوت رویت میں شبہ پیداکردیااورشبہ کی وجہ سے کفارہ ساقط ہوجاتاہے، جیسا کہ تنویر میں ہے:

''رأی ھلال رمضان أوالفطر وردقولہ صام، فإن أفطرقضی فقط بلاکفارۃ لشبھۃ الرد'' (تنویر مع الشامی ۳/۳۵۰)۔

اسی طرح قاضی یاہلال کمیٹی کے اعلان کرنے والے کی تردید سے قبل ہی لوگوں نے افطارکرلیاتو اس وقت بھی صرف قضاکرنا ہوگا کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

''واختلف المشائخ فیما إذا أفطر قبل الرد والراجح عدم وجوب الکفارۃ'' (تنویر مع الشامی ۳،۳۵۱)۔

سوال ۷(الف)ایک شہر وصوبے میں ایک سے زائد ایسے نظام کاہونانا مناسب ہے، ایسی تمام تنظیموں اور اداروں کا یہ مذہبی واخلاقی فریضہ ہے کہ وہ وحدت کلمہ کی بنیادپر آپس میں متحد رہیناور تواضع وایثار کے ذریعہ اختلاف وانتشار کو ختم کرنے کی ہرممکن کوشش کریں۔

(ب)اولا ایک مسلک کے تمام تنظیموں میں اتحاد پیداکرنے کی کوشش کی جائے، پھر دوسرے مسلک ومشرب کے اکابر کے ساتھ سرجوڑ کر بیٹھاجائے اور آپس میں متحدرہنے کا عزم اور عہد کیاجائے ،گوایسا مشکل ضرورہے مگر ناممکن نہیں ہے اور اس کی خصوصا اس زمانے میں سخت ضرورت ہے، اس لئے ایسے اتحاد کی ہرممکن کوشش ضرورکرنی چاہئے، السعی منا والاتمام من اللہ۔

* * *

تیسرا باب

مختصرتحریریں

رؤیت ہلال سے متعلق چند اہم مسائل

مفتی محمد ظفر عالم ندوی•

جواب (۱) (الف) ۔چاند کے سورج کے مقابل سے انحراف کے بعد وہ زمین کے جن خطوں میں ظاہر ہوتا ہے ان خطوں کو چاند کا مطلع کہتے ہیں ، یہ رؤیت چاند کے مقابل زمین کی متقارب طول البلد پر متحد ہوتی ہیں خواہ انکے درمیان کتنا ہی بعد ہو، جبکہ ایک ہی عرض البلد پر واقع علاقوں میں قرب کے باوجود رؤیت واقع نہیں ہوتی ہے، یہ مطالع ہمیشہ ایک ہی نہیں رہتے ہیں، بلکہ ہر مہینہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں-

شیخ عبد الرحمن کیلانیؒ لکھتے ہیں:

"یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ایک ہی خط طول بلد پر واقع تمام مقامات پر سورج اور چاند ایک ہی وقت طلوع ہونگے اور ایک ہی وقت غروب ہونگے مثلاً حیدرآباد، سندھ ، کابل اور تاشقند کا طول بلد تقریبا ۶۸ مشرق ہے تو اگر حیدرآباد میں سورج صبح چھ بج کر ۲۲منٹ پر طلوع ہوگا تو کابل اور تاشقند میں اسی وقت ہوگا"(اسلام کا نظام فلکیات: ص ۵۲)۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں :

"ایک ہی طول بلد پر واقع تمام شہروں یا ملکوں کا چاند و سورج دونوں کے حساب سے مطلع ایک ہی ہوتاہے" (اسلام کا نظام فلکیات : ص ۶۵)۔

اس بارے میں عصر حاضر کے فقیہ مفتی محمد تقی عثمانی مد ظلہ العالی لکھتے ہیں:

"وذلک؛ لأن الہلال حینما یطلع، فإنّہ یحدث قوسا علی کرۃ الأرض بحیث یستطیع أن یراہ کل من کان داخل القوس ، ومن کان خارج القوس لا یستطیع أن یراہ فقد یکون بلد فی طرف من القوس داخلہ فمطلعہ مختلف مع من کان خارج ذلک الطرف من القوس، وإن کانت المسافۃ بینہما قلیلۃ، ومطلعہ متحد مع من کان داخل القوس فی طرف آخر، و إن کانت المسافۃ بینہما بقدر الآلاف من الأمیال -----و ہذا القوس یتغیر کل شہر ---فلا یمکن أن یقال فی موضعین من الأرض إن مطلعہما متحد أو مختلف دائما" (بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرہ ۲ ،۲۵۴)۔

مولانا عثمانی مد ظلہ العالی کے کلام سے معلوم ہوا کہ چاند جب طلوع ہوتا ہے تو کرہ ارض پر ایک قوس نمودار ہوتاہے جو لوگ اس قوس کے اندر ہوتے ہیں وہ اسکو دیکھ سکتے ہیں اور جو قوس سے باہر ہوتے ہیں وہ نہیں دیکھ سکتے ، چنانچہ اس کا یہ نتیجہ بر

• استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

آمد ہوتا ہے کہ قوس کے کسی ایک کنارے میں داخل شہر کا مطلع قوس سے خارج شہر کے مطلع سے مختلف ہوتا ہے، اگرچہ ان کے درمیان کم ہی مسافت ہو ، جبکہ قوس کے دوسرے کنارے پر واقع شہر کا مطلع اس سے متحد ہوتا ہے، خواہ اس سے ہزاروں میل کی مسافت ہو ، اور یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ قوس ہر مہینہ بدلتا رہتا ہے ، لہذا زمین کے کسی دو سرے حصے کے بارے میں نہیں کہا جاسکتا کہ ان دونوں کا مطلع ہمیشہ متحد یا مختلف ہوگا ۔

ماہرین فلکیات نے اس موضوع پر بڑی گفتتگو کی ہے لیکن اسکی طرف ہمیں بہت زیادہ جانے کی ضرورت اسلئے نہیں کہ عموماً فقہاء کی رائے یہی ہے کہ چاند سے متعلق احکام کے بارے میں اصل رؤیت ہے اور ایک عالمگیر مذہب اور ہر طبقہ انسانی سے تعلق رکھنے والے دین کے لئے رؤیت جیسی سادہ اورفطری نظام پر اکتفاء کرنا بہتر ہے کہ انسان اس سے زیادہ کامکلف نہیں ، ارشاد باری ہے:

"لا یکلف اللہ نفسا إلا وسعہا" (سورۃ البقرۃ)۔

جواب ۔۱(ب)۔ ماہرین فلکیات کی رائے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی علاقوں کا مطلع ہمیشہ متحد نہینہوتا ہے، بلکہ ہر مہینہ مطلع تبدیل ہوتا رہتا ہے ، لہذا کسی ملک یا علاقہ کے بارے میں یہ کہنا ناممکن ہے کہ ان علاقوں کا مطلع متحد ہے یا مختلف البتہ یہ ماہرین فلکیات سے ہر مہینہ کے اخیر میں معلوم ہو سکتا ہے۔

مولانا تقی عثمانی مد ظلہ لکھتے ہیں : "وہذا القوس یتغیر کل شہر ------فلا یمکن أن یقال فی موضعین من الأ رض أن مطلعہا متحد أو مختلف دائماً'' (بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرہ ۲۵۵،۲)۔

اس بارے میں مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سمینار میں مستند علماء نے جو تجاویز منظور فرمائی ہیں ، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان و پاکستان کے بیشتر حصّوں اور بعض قریبی ملکوں مثلاً ً نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہے ، علماء ہندوپاک کا عمل ہمیشہ اسی پر رہا ہے اور غالباً تجربہ سے یہی ثابت ہے ، ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بعد مسافت نہیں کہ مہینہ میں ایک دن فرق پڑتا ہو ، اس بنیاد پر ان دو ملکوں میں جہاں بھی چاند دیکھا جائے شرعی ثبوت کے بعد اس کا ماننا ان دونوں ملکوں کے تمام اہل شہر پر لازم ہوگا۔

مذکورہ تجویز میں تجربہ کی بنیاد پر بات کہی گئی ہے اور عموماً ایسا ہی ہوتاہے ،حالانکہ ماہرین کی رائے میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ کبھی کبھی بلاد بعیدہ کا مطلع ایک ہو سکتاہے اور کبھی کھبی بدل بھی سکتا ہے ، مذکورہ تجویزکا انطباق اس صورت میں ہوگا، جبکہ مطلع ایک ہو اور جب مطلع بدل جائے تو پھر یکساں والا حکم بھی بدل جائیگا اور الگ الگ مطلع والے ملکوں کا حکم الگ ہو جائے گا ، اس طرح کبھی کبھی ہندوستان

اور پاکستان نیز ساحلی پٹّیوں کا مطلع الگ ہو سکتا ہے ، ہمیشہ ایک ہونا ماہرین کی رائے کے مطابق ممکن نہیں ۔

جواب ۔۱(ج)۔ مطلع متحد ماننے کی صورت میں اگر مہینہ ۲۹ دن سے کم یا تیس(۳۰) دن سے زیا دہ کا نہیں ہوتا تو جمہورکے نزدیک ایک دوسرے کی رویت تسلیم کی جاسکتی ہے یا ماہرین فلکیات سے ہر مہینہ کے اخیر میں اختلاف و اتحاد مطالع کی تعیین کرکے عمل کیا جائے گا ، لہذا جس مہینہ میں ماہرین کی ئے کے مطابق ان ساحلی پٹیوں اور ملک کا مطلع ایک ہو بھٹکل یا کیرالہ میں رویت ثابت ہو جانے پر پورے ملک ہندوستان میں رویت تسلیم کی جائے گی ، اس صورت میں جمہور فقہاء کی اس رائے پر عمل کیا جائیگا کہ اختلاف مطالع معتبرنہیں، جیسا کہ کتب فقہ میں صراحت موجود ہے :

"إختلاف المطالع غير معتبر على ظاہر المذہب، و عليہ أكثر المشائخ، وعليہ الفتوى، بحر عن الخلاصۃ، فيلزم أ ہل المشرق برؤيۃ أہل المغرب إذا ثبت عندہم رؤيۃ أولئک بطريق موجب" (الدر المختار على رد المحتار ۹۶،۲، الفتاوى الہنديہ ۱ ،۲۱۱)۔

موسوعہ فقہیہ کویتیہ میں ہے:''ذہب الجمہور إلى أنہ لا عبرۃ باختلاف المطالع ... والمعتمد الراجح عند الحنفيۃ أنہ باختلاف المطالع" (الموسوعۃ الفقہيۃ الكويتيۃ ۲۲، ۳۵)۔

تاہم یہ بات نظر انداز نہیں کی جاسکتی ہے کہ ہمیشہ یہی حکم رہیگا، بلکہ جب مطلع بدل جائے تو ان ساحلی علاقوں اور ملک کے دوسرے حصوں کی رویت الگ الگ تسلیم کی جائے گی اور بھٹکل یا کیرالہ کی رویت کا پورے ملک میں اعتبار نہیں کیا جائے گا ، مفتی محمد تقی عثمانی مد ظلہ العالی لکھتے ہیں : "لا يعتبر اختلاف المطالع فی عامۃ الأحوال، و لكن ينبغی أن يعتبر إن أدى ذلک فی بلد من البلاد إلى نقصان الشہر من ۲۹ أو زيادۃ إ لى ۳۱ ؛ لأنہ خلاف المنصوص" (بحوث ۲۵۷،۲)۔

موصوف کی بات سے معلوم ہوا کہ عام حالات میںاختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہوگا، لیکن کبھی کبھی جبکہ مہینہ ۲۹ سے کم یا ۳۰ سے زیادہ کی صورت ہو جائے تو لامحالہ اختلاف مطالع کا اعتبار کرکے حکم لگایا جائے گا ۔

جواب۔۱(د)۔ جن علاقوں کا مطلع ایک ہو، مثلاً ہندوستان کے اکثر صوبے و علاقے اگر کسی خطہ یا صوبہ میں ۲۹،تاریخ کو شرعی اصول کی روشنی میں رؤیت ہلال کا ثبوت ہو جائے اور رؤیت کا اعلان قاضی شرعی یا ہلال کمیٹی کر دے تو یہ اعلان صرف اسی خطہ یا صوبہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا ، دوسرے خطہ یا صوبہ کے لیے یہ رؤیت محض خبر ہے اور دوسرے خطوں کے قضاۃ اور رؤیت ہلال کی کمیٹیوں کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ تحقیق اور اطمینان کے بعد ثبوت رؤیت کا اعلان کریں اور ان خطوں اور صوبوں کے مسلمان اپنے اپنے قاضیوں اور ہلال کمیٹیوں کے اعلان کے مطابق عمل کریں گے ، لیکن اگر مطلع الگ الگ ہو ایک جگہ کی رؤیت کی بنا پر دوسرے مطلع کے خطوں

کے ئے یہ رؤیت معتبر نہ ہوگی اور نہ ہی وہاں کے قاضیوں ور کمیٹیوں کے لئے اس رؤیت کی بنا پر اعلان رؤیت کرنا جائز ہوگا، بلکہ ممنوع ہوگا۔فقہاء متقدمین احناف نے اگرچہ اختلاف مطالع کو معتبر نہیں مانا ہے اور یہ صراحت کی ہے کہ دنیا کے کسی گوشہ میں شرعی طور پر چاند کا ثبوت ہو جائے تو اگلے دن سے رمضان کا روزہ رکھنا لازم ہوگا، ایسا ہی ماہ شوال کے ہلال کی رؤیت ہے کہ اگلے دن روزہ نہ رکھنا ضروری ہے، بلکہ افطار کرکے عید الفطر منائے؟ صاحب ِالدر المختار علامہ حصکفی نے لکھا ہے کہ یہی ظاہر الروایہ ہے اور اسی پر فتوی ہے: "اختلاف المطالع غیر معتبر فی ظاہر المذہب، وعلیہ أکثر المشائخ، و علیہ الفتوی، فیلزم أہل المشرق برؤیۃ أہل المغرب إذا غلبت عندہم رؤیۃ أولئک بطریق موجب'' (الدر المختار مع رد المحتار)۔

لیکن متأخرین احناف کی رائے قدرے تفصیل کے ساتھ ہے ، ناچیز نے اسی اختیار کرکے جواب دیا ہے ، متاخرین میں حافظ ریلعی ؒ بھی ہیں انہوننے " کنز الدقائق " کی شرح " تبیین الحقائق " میں لکھا ہے کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع ہمارے نزدیک معتبر ہے ، لہذا بلاد بعیدہ کی رؤیت کافی نہیں ، ان کے علاوہ اور دیگر فقہاء احناف سے اسی قول پر فتوی منقول ہے، زیلعی ؒ کی صراحت ہے :"والأشبہ أن یعتبر وھو مختار صاحب التجرید، و عدۃ من المشائخ ، ولکن قال ابن الہمام ؒ: "الأخذ بظاہر الروایۃ أحوط"۔

ماضی قریب کے محققین علماء میں علامہ کشمیری ؒ اورعلامہ شبیر احمد عثمانی ؒ نے بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کو معتبر مانتے ہوئے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے ، یہاں یہ بات قال قابل تشریح ہے کہ بلاد بعیدہ اور بلاد قریبہ کی تعیین کیسے ہوگی؟ اس بار میں ناچیز یہی بہتر سمجھتا ہے کہ علم ہیئت و فلکیات کے ماہرین کی رائے کے مطابق جتنی مسافت پر مطلع بدل جائے وہ بلاد بعیدہ ہے ۔

خلاصہ یہ کہ مطلع ایک ہونے کی صورت میں اس مطلع سے مربوط خطوں میں اگر کہیں رؤیت شرعی طور پر ثابت ہوجائے تو اس مطلع کے تمام خطوں کے لئے وہ رؤیت معتبر ہوگی اور قابل العمل ہوگی لیکن مطلع ایک نہ ہوتو ایک ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ معتبر نہیں ہوگی ۔

جواب۔٢ (الف)۔ فلکیاتی حساب سے اگر اس حد تک مدد لی جائے کہ ٢٩ تاریخ کو رویت بصری ممکن ہے یا نہیں تو اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے، لیکن صرف محض امکان ہونے سے رویت کا فیصلہ اس وقت تک نہینکیا جائے گا جب تک کہ رویت بصری کی شہادت حاصل نہ ہو جائے ۔

جواب ٢ (ب)۔ اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے چاند کی بصری رویت کا امکان نہ ہو تو ایسی صورت میں ملنے والی رویت کی شہادت کو رد نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ ان حسابات میں قطعیت نہیں ہوتی ہے، بلکہ خود ماہرین فلکیات میں امکان اور عدم

امکان میں اختلاف ہو جاتا ہے اس تعلق سے مفتی شفیع عثمانیؒ لکھتے ہینکہ : " ان قواعد و آلات سے حاصل ہونے والے نتائج کو قطعی و یقینی کہنا محض خوش گمانی ہے صحیح یہ ہیکہ اس میں بھی غلطیاں ہو سکتی ہیں " (رویت ہلال)۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ نے فتاوی شہاب الرملی الکبیر شافعی کے حوالے سے علامہ سبکی کے قول کے بارے میں پوچھے گئے سوال کا جواب نقل کیاہے ، جس میں یہ وضاحت ہیکہ فلکی حساب کے مقابلے میں شرعی شہادت رد نہیں کی جائے گی موصوف کی عبارت درج ذیل ہے :

"و فی فتاوی الشهاب الرملی الکبیر الشافعی :"سئل عن قول السبکی لو شهدت بینة برؤیة هلال رمضان لیلة الثلاثین من الشهر وقال الحساب --بعدم إ مکان الرؤیة تلک اللیلة عمل بقول أهل الحساب --- فأجاب بأن المعمول به فی المسائل الثلاث ما شهد ت به البینة؛ لأن الشهادة نزّلها الشارع منزلة الیقین، وما قاله السبکی مردود --- ووجه ما قلناه أن الشارع لم یعتمد الحساب بل ألغاه بالکلیة" (رد المحتار ۳،۳۵۵)۔

جواب ۲(ج)۔ فلکیاتی حساب سے اگر اس حد تک مدد لی جائے کہ ۲۹ تاریخ کو رویت بصری ممکن ہے یا نہیں تو اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں لیکن صرف امکان ہے ہونے سے رویت کس فیصلہ نہ ہوگا جب تک کہ رویت نہ ہوجائے۔

جواب۲۔(د)۔ مطلع صاف نہ ہونے کا مطلب یہ ہیکہ بعض عوارض چانداور کرہ ارض کے مقابلے میں آجاتے ہیں جو اسکی رؤیت میں مانع ہوتے ہیں،یہ موانع صرف ابر کے ساتھ خاص نہیں ہوتے ہیں، بلکہ اسکے علاوہ بھی دوسرے موانع ہوتے ہیں ، بعض موانع تو ظاہر ہوتے ہیں اور بعض غیر ظاہر ہوتے ہیں ، ظاہری موانع ماحول کے نچلی سطح پر ہوتے ہیں ، جو مندرجہ ذیل ہیں :

بادل ،غبار ، دھواں ، فضائی نمی (humidity) ۔

غیرظاہری موانع جو ماحول کی اوپری سطح پر ہوتے ہیں ، وہ مندرجہ ذیل ہیں :

ماحول کی اوپری سطح کا عارضہ ، ماحول کی فضائی نمی (humidity)، بھاپ اور پانی کے غیر مرئی پلیکٹن ((Planktonیہ خاص طور گرم علاقوں میں ہوتے ہیں ،آخری طبقہ کے درمیانی حصے میں بادلوں کا وجود۔

جواب۲۔(ہ)۔ اگر ۲۹ ؍ شعبان کو مطلع ابر آلود تھا ، اور ایک شخص کی شہادت کی بناء پر قاضی نے آغازرمضان کا اعلان کر دیا ، اس کے بعد رمضان کی ۳۰ ؍تاریخ مکمل ہو چکی ہو ، ۳۰ ؍ رمضان کی شام کو موسم بالکل صاف بھی تھا ، اور بہت زیادہ کوشش کے باوجود کسی کو عید کا چاند نظر نہین آیا ، تو ایسی صورت میں یہ سمجھا جائے گا کہ جس فرد واحد نے چاند دیکھنے کی شہادت دی تھی ، اسے مغالطہ ہوا تھا ، اس لئے اگلے دن کو رمضان کی ۳۰؍ تاریخ قرار دیکر رروزہ رکھنے کا فیصلہ کیا جائے گا ، عید نہیں

منائی جائے گی، علامہ ابن نجیمؒ صاحب بحر کے کلام کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب "منحۃ الخالق " ابن عابدین شامی نے خلاصہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک شخص کی شہادت پر جب روزہ رکھا گیا اور ۳۰ روزے ہو گئے پھر بھی چاند نہیں نکلا حالانکہ آسمان صاف تھا، تو روزہ نہیں توڑا جائے گا اور شہادت دینے والے کی غلط فہمی تصور کی جائے گی ۔

موصوف لکھتے ہیں :" فصار الحاصل علی ہذا ما ذکرہ فی نور الإیضاح إ ذا تم العدد بشہادۃ، فرد، ولم یر ہلال الفطر و السماء مصحیۃ لا یحل الفطر ۔۔۔

قال الشارح والأشبہ أن یقال:إن کانت السماء مصحیۃ لا یفطرون لظہور غلطہ" (منحۃ الخالق علی البحر الرائق شرح کنز الدقائق ۲، ۴۶۶)۔

فتاوی ہندیہ میں بہت ہی واضح انداز میں تحریر ہے :" إذا صاموا بشہادۃ الواحد و أکملو ا ثلاثین یوما و لم یروا ہلال شوال لا یفطرون فیما روی الحسن عن أ بی حنیفۃؒ للإحتیاط" (الفتاوی الہندیہ ۱۱۱،۳، مکتبہ الاتحاد ، دیوبند) ۔

جواب ۳(الف)۔ رمضان و عیدین کے ثبوت کے ئے جب کہ مطلع صاف ہو تو خبر مستفیض، یعنی جمع کثیر کی شہادت ضروری ہے ۔

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں : "وإذا لم تکن فی السماء علۃ لم تقبل الشہادۃ حتی یراہ جمع کثیر یقع علم بخبرہم" (الہدایہ، کتاب الصوم، فصل فی رؤیۃ الہلال ۱۲۲،۱ ، الہندیۃ ، الباب الثانی ،رؤیۃ الہلال ۲۶،۱)، موجودہ دور فساد اور دیانت کی کمی کے زمانے میں امام ابو حنیفہؒ کا قول اختیار کیا جائے گا، امام صاحب کا نقطۂ نظر یہ ہیکہ عدالت کا تعلق ظاہر حال سے ہے ، اس لئے اگر چاند دیکھنے والا سماج میں جھوٹا نہیں سمجھا جاتا اور صوم و صلوۃ کا پابند ہے تو اسکی شہادت معتبر ہوگی، علامہ جرجانیؒ لکھتے ہیں :

"الثقۃ ہی التی یعتمد علیہا فی الأقوال والأحوال" (رد المحتار ۱۲۵،۲)۔

مفتی اعظم حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب سے اس بارے میں جب سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا تھا اگر انکی صداقت کا یقین ہوجائے تو انکی گواہی معتبر ہوگی ، رہا مسئلہ مستور الحال کی شہادت کا تو اس سلسلہ میں فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ہلال عید کی رؤیت میں مستور الحال کی شہادت معتبر نہیں ہوگی ، البتہ اسکی شہادت ہلال رمضان کے لئے معتبر ہوگی، علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:"و تقبل شہادۃ المسلم و المسلمۃ عدلا کان الشاہد أو غیر عدل و المراد بغیر العدل المستور" (رد المحتار۱۲۴،۲)۔

جواب۳۔(ب)۔ جہاں نظام قضاء موجود ہے وہاں قاضی کے پاس جاکر شہادت قائم کرنا ضروری ہے، فقہاء کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ ثبوت ہلال کا مدار یا تو رؤیت پر ہے یا شہادت پر ، شہادت میں قاضئ شرعی اور مجلس قضاء شرط ہے عام فقہی عبارتوں میں یہ بات ملتی ہے کہ اگر چاند رمضان کا ہو تو ایک عادل کی خبر قبول کر لی

جائے گی ، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قبول کرنے والا قاضی یا حاکم ہو گا، اور یہ عمل مجلس قضاء میں ہوگا، صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:(وقبل الإمام شہادۃ الواحد العدل ---الخ " (الہدایہ ۱۹۵،۱)۔

علامہ شامیؒ استفاضہ کی بحث میں لکھتے ہیں : "وقد ثبت بہا أن أھل تلک البلدۃ صاموا یوم کذا لزم العمل بہا؛ لأن البلدۃ لا تخلو عن حاکم شرعی عادۃ، فلا بد من أن یکون صومہم مبنیا علی حکم حاکمہم الشرعی" (رد المحتار ۳۹۰،۲)۔

مذکورہ عبارت سے یہ بھی واضح ہوا کہ اسلامی ملکوں میں یہی رواج تھا کہ حاکم یا قاضی ہی رمضان کا فیصلہ کیا کرتے تھے ، یہ سب کچھ عند القاضی یا عند الحاکم ہوا کرتا تھا ، آج بھی اس پر عمل کرتے ہوئے چاند دیکھنے والوں کے لئے قاضی کے پاس شہادت دینی ضروری ہے ، البتہ جہاں نظام قضاء نہ ہو وہاں ہلال کمیٹی یا ثقہ عالم اس کے قائم مقام ہونگے ، اور وہاں یہ ذمہ داری ادا کی جائے گی ، تنویر الأبصار کی عبارت ہے:''لو کانوا ببلدۃ لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ وأفطروا لإخبار عدلین للضرورۃ"۔

(اگر لوگ ایسے شہر میں ہوں جہاں حاکم شرعی نہ ہو تو لوگ ایک ثقہ و معتبر آدمی کے قول پر روزہ رکھیں اور دو عادل آدمی کی خبر پر افطار کریں اور یہ حکم بر بنائے ضرورت ہے)۔ الدر المختار میں یہ صراحت بھی ہے:"العالم الفقیہ کاف ببلدۃ لا حاکم فیہا" (الدر المختار : باب القضاء)۔

"عمدۃ الرعایۃ'' میں ہے:''العالم الفقیہ فی بلدۃ لا حاکم فیہا قائم مقامہ" (یعنی جس شہر میں حاکم شرعی نہ ہو وہاں فقیہ عالم ہو تو وہی اسکا قائم مقام ہوگا) (عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ ۳۰۹،۱)۔

رہا مسئلہ چاند دیکھنے والوں کی خبر اصولی طور پر خبر ہے یا شہادت ؟ ظاہر بات ہے کہ جب رؤیت پر روزے اور عید کا مدار ہے اور دیکھنے والا قاضی شرعی اور اس کے قائم مقام کے سامنے رؤیت کی خبر دے اور قاضی کو قبول کرنے یا رد کرنے کا حق ہو تو اصولاً یہ خبر شہادت کے درجہ میں ہوگی ، نہ کے محض خبر ۔ قاضی شرعی کے سامنے یہ خبر دی جائے تو شرائط شہادت کی بنیادی اور ممکنہ شرائط کا لحاظ ضروری ہے ، اسی طرح اگر قاضی شرعی یا حاکم شرعی نہ ہوں، بلکہ کوئی عالم یا کمیٹی ہوتو وہاں بھی شہادت کی بنیادی اور ممکنہ شرائط کی رعایت کی جائے گی اور تمام شرائط ساقط نہیں ہوں اور نہ ہی ضروری ہوں گی ۔

فقہاء لکھتے ہیں :"ولو کان فی بلدۃ لاحاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ و أفطروا بقول عدلین مع العلۃ للضرورۃ" (الدر المختار مع رد المحتار ۲۲۵،۲)۔

صاحب بحر مزید وضاحت فرماتے ہیں : "فیشتر ط فیہ ما یشترط فی سائر حقوقہم من العدالۃ و الحریۃ والعدد وعدم الحد فی القذف ولفظ الشہادۃ الدعوی علی خلاف فیہ إن أمکن

ذلک وإلا فقد تقدم أنہم لو کانوا فی بلدۃ لا قاضی فیہا ولا وال فإن الناس یصومون بقول ثقۃ و یفطرون بقول عدلین" (البحر الرائق ۲،۳٦۷)۔

صاحب بحر علامہ ابن نجیم کے کلام سے معلوم ہوا کہ شرائط شہادت کی رعایت اگر ممکن ہو تو دیگر حقوق کی طرح ضروری ہے اور اگر ممکن نہ ہو مثلاً قاضی ہی نہ ہو اور نہ والی تو ایسی صورت میں رمضان کا روزہ رکھنے کے لئے ایک قابل اعتماد شخص اور عید الفطر کے لئے دو عادل شخص کا قول کافی ہے ، اسی پر عمل کیا جائے گا۔

جواب۳(ج)۔ چاند دیکھنے والوں کے لئے فوری طور پر شہادت دینا ضروری ہے، کیونکہ اگر وہ اسی رات میں شہادت نہ دے تو پہلی رمضان میں لوگ روزے کو ترک کر دیں گے ، اسی طرح اگر عید کا چاند ہو تو روزہ رکھ کر حرام کا مرتکب ہوں گے جو شرع اسلامی میں درست نہیں ، ہاں اگرشاہدوں کے گھر دور ہوں تو کچھ دیر کے بعد اگر شہادت دے تو دوری کے عذر کی وجہ سے شہادت قبول کر لی جائے گی ، جیسا کہ فتاوی قاضی خان میں صراحت موجود ہے (فتاوی قاضی خان علی الہندیہ ۱،۹۷)۔

جواب ۴۔(الف) ۔ شریعت اسلامی میں جو معاملات سلطان کے ذمہ ہیں ، سلطان کی عدم موجودگی میں یا مخصوص حالات میں انکی ذمہ داری علماء کرام پر آجاتی ہے اور انکے سلسلہ میں جماعت علماء کی طرف رجوع کے سواکوئی چارہ نہیں رہ جاتا ، چنانچہ ہندوستان کے جن صوبوں میں نظام قضاء قائم ہے اور وہاں کے جمہور دینی معاملات میں اس نظام کو تسلیم کرتے ہیں وہاناپنے اپنے دائروں میں ان اداروں کا اعلان واجب العمل ہوگا ، اسی طرح جن علاقوں میں رؤیت ہلال کی کمیٹی موجود ہیں وہاں ان کمیٹیوں کا فیصلہ نافذہوگا۔

"قال العلامۃ عبد الحی الفرنکی محلی :"والعالم الثقۃ فی بلدۃ لا حاکم فیہا قائم مقامہ " (عمدۃ الرعایۃ ۲،۲۲٦)۔

"وقال ابن ہمامؒ :"وإذا لم یکن سلطان ولا من یجوز التقلد منہ کما ہو فی بعض بلاد المسلمین غلب علیہم الکفار ۔۔یجب علیہم أن یتفقوا علی واحد منہم یجعلونہ والیا، فیولّی قاضیا أو یکون ہو الذی یقضی بینہم" (الہدایہ مع الفتح۶،۳٦۵)۔

جواب۴(ب)۔ موجودہ دور میں جدید ذرائع ابلاغ میں کسی ادارے یا فرد کی طرف سے کسی رسمی اعلان کے لیے یوٹیوب ، ٹویٹر، فیس بک وغیرہ کا سہارا لیاجاتاہے ، سرکاری و نیم سرکاری تقریباًسبھی اداروں اپنے آفیشیل اکاؤنٹ ہوتے ہیں ، مزید یہ کہ مذکورہ کمپنیا ں معتبر اداروں اور افراد کو تصدیقی علامات بھی دیتی ہیں ، جو اس بات کی علامت ہوتی ہیں کہ مذکورہ اکاؤنٹ مصدقہ ہے اور اسمیں کسی قسم کا فریب شامل نہیں ہے ، چنانچہ اگر اس طریقۂ کار کے استعمال کے بعد کوئی قاضی یا جماعت علماء رؤیت کا اعلان کرے تو وہ اعلان ، اعلان سلطان کے درجہ میں ہوگا، اسکے بر خلاف ریڈیو یا ٹیلی

ویزن چونکہ بالواسطہ خبر پہنچاتے ہیں اسلئے انکی خبرونکا وہ اعتبار نہیں ہے جو رؤیت کے سلسلہ میں مطلوب ہے ، البتہ اگر کوئی معتبر چینل کسی معتبر ادارے کے نمائندے کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان کرائے تو اسکا اعلان بھی معتبر ہوگا۔

علامہ ابن ہمامؒ لکھتے ہیں کہ:"ولو سمع من وراء حجاب کثیف لا یشف من ورائہ لایجوز لہ أن یشہد لإحتمال أن یکون غیرہ لأن النغمۃ تشبہ النغمۃ إلا إذا أحاط بعلم ذلک، لأن المسوغ ہو العلم" (الہدایۃ مع الفتح۳۵۸،۷، مجمع الأنہر۶۶۶،۳)۔

علامہ موصوف کی عبارت سے معلوم ہوا کہ دبیزپردے کے پیچھے سے کسی نے کوئی بات سنی تو کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اسکی بنا پر شہادت دے، البتہ اگر متعین طور پر اس کا علم ہو تو اس اس کا اعلان معتبر ہوگا، کیونکہ اس میں ایک تصدیق شدہ علم کا اعلان ہے۔

جواب۴(ج)۔ ہندوستان اور اس جیسے ملک جہاں اسلامی حکومت قائم نہیں ہے اور حکومت کی طرف سے قاضی متعین نہیں ہیں وہاں ہر خطہ اور علاقے کے مسلمان جس معتبر فرد یا ادارے کو اپنے امور دینیہ میں مقتدیٰ تسلیم کرلیں ،انکے یہاں وہی فرد یا ادارہ ان امور میں فیصلہ کا مجاز ہوتا ہے اور اسی کی بات واجب العمل ہوتی ہے ،لہذا مختلف صوبے اور علاقے جہاں کے اپنے اپنے ادارے یہ امور انجام دیتے ہیں انکا رؤیت ہلال کے مسئلہ میں فیصلہ دوسرے صوبوں کے مسلمانوں کے لئے محض خبر کے درجہ میں ہوگا اور اسے اعلان سلطان نہیں کہا جائے گا ۔

"وإذا لم یکن سلطان ... یجب علیہم أ ن یتفقوا علی واحد منہم یجعلونہ والیا" (الہدایۃ مع الفتح ۳۶۵،۶)۔

جواب ۔۴(د)۔ ریڈیو سے رویت ہلال کے اعلان کے معتبر ہونے کے لئے معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہے ، فتاوی ہندیہ میں صراحت ہے " لایقبل قول الکافر فی الدیانات" اور قرآن پاک کا مسلّم اصول ہے کہ" لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا" (سورہ نساء: ۱۴۱)، البتہ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں اسلامی حکومت نہیں ہے ، اور نظام قضاء کا نظام تمام صوبوں میں نہیں ہے سوائے چند صوبوں کے اور نا ہی مسلمانوں کے پاس اپنا کوئی ریڈیو اسٹیشن ہے ، اس لئے اگر ایسی صورت میں کوئی غیر مسلم اعلان کرتا ہے ، اور پوری وضاحت کرتا ہے ، قاضی شہر یا ہلال کمیٹی کی طرف صحیح نسبت کرتا ہے ، اور اسکے قول کی سچائی بھی معلوم ہو جائے تو اس اعلان پر اعتماد کر لیا جائے گا ، لیکن اگر اس خبر پر اطمینان نہ ہوتو اس اعلان پر اعتماد کرکے اعلان نہیں کیا جائے گا (رؤیت ہلال کا مسئلہ : ص ۶۴)۔

جواب۵(الف)۔ بعض علاقوں میں جہاں مطلع بالعموم ابر آلود رہتا ہے اور بہت کم ۲۹،تاریخ کو چاند نظر آتا ہے ، جیسے برطانیہ وغیرہ تو ایسے ملکوں کا حکم یہ ہیکہ

بعض اپنے قریبی ملکوں کا اعتبار کرکے رمضان و عیدین کا فیصلہ کریں ، اگر دونوں ملکوں کا مطلع ایک ہو ،ورنہ حدیث پاک "صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ" پر عمل پیرا ہوں، مفتی اعظم محمود الحسن گنگوہیؒ اس مسئلہ میں یہی جواب دیا ہے (فتاوی محمودیہ ۴۹،۱۵)۔

جواب۵(ب)۔ اگر ان علاقوں میں مہینہ ۳۰، دن شمار کئے جانے میں دیگر ممالک اسلامیہ کے حساب سے سال میں ہفتہ، دس دن اور چار سال میں جو ایک مہینے کا فرق پڑنے کا امکان رہتا ہے تو ایسی صورت میں ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد کرنے کے بجائے احادیث نبوی کو معیار بناتے ہوئے تیس دن شمار کرکے رمضان و عیدین کے لئے عمل کیا جائے گا۔ کیونکہ اسلامی احکام کا مدار کتاب و سنت پر ہے نہ کہ کسی تجرباتی علم، فنی تدقیق، علم ریاضی و حسابات یا فلکیاتی اصول پر، نبی امیﷺ نے اس بارے میں صراحت فرمائی ہے "إنا أمۃ أمیۃ لا نکتب ولا نحسب، الشہر ھکذاو ہکذا" (بخاری ومسلم)۔

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ نے عمدہ کلام فرمایا بہتر یہ ہے کہ ان کی عبارت نقل کر دی جائے: "والمراد بالحساب ہنا حساب النجوم و تسییر ہا ولم یکونوا یعرفون من ذلک أیضا إلا النزر الیسیر فعلق الحکم بالصوم و غیر ہ بالرؤیۃ لدفع الحرج عنہم فی معاناۃ الحساب التسییر واستمر الحکم و لو حدث بعدہم من یعرف ذلک ظاہر السیاق یشعر بنفی تعلیق الحکم بالحساب أصلاً و یوضحہ قولہ فی الحدیث الماضی:فإ ن غم علیکم فأکملوا العدۃ ثلاثین ولم یقل فاسئلوا أہل الحساب ، و الحکمۃ فیہ کون العدد عند الإغماء یستوی فیہ المکلفون فیرتفع الختلاف والنزاع عنہم، وقد ذہب قوم إلی الرجوع إلی أہل التیسییر فی ذلک وہم الروافض، ونقل عن بعض الفقہاء موافقتہم قال الباجی، وإجماع السلف الصالح حجۃ علیہم، وقال ابن بزیزۃ:و ہو مذہب باطل فقد نہت الشریعۃ عن الخوض فی علم النجوم ؛ لأنہا حدس وتخمین لیس فیہا قطع ولا ظن غالب مع أنہ لو ارتبط الأمر بہا لضاق بہا إذ لا یعرفہا إلا القلیل" (فتح الباری ۱۰۲،۴)، "فإن غم علیکم فاقدروا"۔ ان احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے علامہ طیبیؒ نے بڑی واضح بات لکھی ہے :"أن الاستقصاء فی معرفۃ الشہر لا إلی الکتاب والحساب کما علیہ أہل النجامۃ"۔

حافظ ابن حجرؒ نے اس بارے میں بڑی حکیمانہ بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ حدیث میں قوم امی بتانے اور حساب و کتاب نہ جاننے اور مہینہ مکمل کرنے کی طرف جا تاکیدی حکم ہے وہ اس بات کی طرف نشاندہی ہے کہ امت حساب وکتاب اور ستاروں کی رفتار جاننے والو نکی طرف رجوع نہ کرے بلکہ سادہ اور فطری طریقہ کار یعنی رؤیت کو اختیار کرے موصوف فرماتے ہیں :"إنما بالغ فی البیان بما ذکر مع الإشارۃ المذکورۃ لیبطل الرجوع إلی ما علیہم الحساب و المنجمون"، ملا علی قاری نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے بڑی عمدہ بات تحریر فرمائی ہے کہ ستاروں کا علم رکھنے والوں کی باتوں پر اعتماد کرکے عمل کرنا ہم مسلمانوں کا طریقہ و شیوہ نہیں ہے موصوف فرماتے ہیں:"إن العمل

علی مایعتادہ المنجمون لیس من ہدینا وسننا، بل علمہا یتعلق برؤیۃ الہلال، فإنا نراہ مرۃ تسع وعشرین ومرۃ ثلاثین" (مرقاۃ ۲۴۴،۴)۔

علامہ ابن عابدین شامی نے رؤیت ہلال کے موضوع پر جو ایک رسالہ مرتب فرمایا ہے اور وہ مجموعہ رسائل ابن عابدین میں شامل ہے اسمیں بڑی تفصیلی گفتگو کے بعد فرمایا ہے کہ احناف کے متون و دیگر کتب فقہ اس پر متفق ہینکہ رمضان کا ثبوت یا تو چاند دیکھنے سے ہوتا ہے یا شعبان کے ۳۰ دن پورے ہونے سے ، لہذا موقتین کے قول کا اعتبار نہیں کہ چاند فلاں رات کو ہوگا اگرچہ وہ عادل و معتبر کیوں نہ ہو ، احناف کا قول صحیح یہی ہے اور اسی پر امام ابوحنیفہؒ اور انکے متبعین متفق ہیں (مجموعہ رسائل ابن عابدین ۲۲۵،۱)۔

مذکورہ تفصیلات سے معلوم ہواکہ جہاں ۳۰ دن شمار کرنے کی وجہ سے سال میں ہفتہ، دس دن کا فرق ہوجائے یا چار سال میں ایک مہینہ کا تو وہاں بھی تو وہاں بھی رؤیت ہی پر عمل کیا جائے گا اور فلکی حسابا ت کے ماہرین کے قول اور فنی نتائج پر اعتماد نہیں کیا جائے گا اور رؤیت میں دیگر ممالک کی رؤیت ہی کو معیار قرار دیا جائے گا۔

جواب ۵(ج)۔ جس ملک یا شہر میں چاند دیکھا گیا اور یہ خبر مشہور ہوگئی اور استفاضہ کا درجہ حاصل ہوگیا، قاضی یا ہلال کمیٹی نے تحقیق کے بعد چاند ہونے کا اعلان کر دیا تو اس شہر یا صوبہ یا ملک کے لوگوں کے لئے اس اعلان پر عمل کرنا واجب ہوگا، لیکن دوسرے شہروں یا صوبوں یا ملکوں کے لئے اس وقت تک قابل عمل نہیں ہوگا جب تک مختلف ذرائع یا کم از کم تین معتبر کمیٹیوں کے اعلان سے اطمنان حاصل نہ ہوجائے۔ علامہ عبد الحی لکھنویؒ نے اس بارے میں ایک فتوی دیا ہے جو فارسی میں ہے میں اس کا ترجمہ اردو میں نقل کررہا ہوں:

رؤیت کے ثبوت کے لئے وہی خبر معتبر ہے جو مشہور ہو جائے اگر کسی مقام سے خبر پہنچے کہ وہا ں گزشتہ شب چاند کی رؤیت ہوئی ہے یا ٹیلی گرام کے ذریعہ یہ بات معلوم ہوئی تو اس خبر کا اس وقت تک اعتبار نہیں کیا جائے گا جب تک کہ متعدد تحریر اور مختلف خبروں سے اسکی تصدیق نہ ہوجائے (مجموعۃ الفتاوی : ص۲۵۰)۔

اس مسئلہ میں مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء ، لکھنؤ کی تجویز '۱۴' میں قدر وضاحت موجود ہے :

۱۴ــــ تار، خط ، ٹیلی فون کی خبر معتبر نہیں ہے ، ہاں ! اگر خصوصی انتظام کے تحت متعدد جگہوں سے متعدد تار ٹیلی فون اور خطوط آئیں اور علماء محسوس کریں کہ ان سے ظن غالب پیدا ہوتاہے ، تو اس بنیاد پر علماء کا فیصلہ قابل قبول ہوگا ، اس فیصلہ سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شہر یا صوبہ میں رؤیت کا ثبوت ہو جائے اور یہ خبر مشہور ہو جائے اور دوسرے شہروں اور صوبوں متعدد ذرائع سے پہنچ جائے اور وہاں کے علماء اور ہلال کمیٹیوں کو اسکے معتبر ہونے پر ظن غالب حاصل ہو جائے تو وہ اپنے یہاں رؤیت کا اعلان

کر دیں تو ان علاقوں کے مسلمانوں کے لئے اس پر عمل کرنا لازم ہو جائے گا۔

جواب۵(د)۔ اگر کسی صوبہ میں رؤیت کا ثبو ت نہیں ہو سکا اور اس صوبہ سے متصل یا ملک کے مختلف صوبوں سے باوثوق ذرائع سے رؤیت کی خبر ملتی ہے تو بلا شبہ اسے خبر استفاضہ مانتے ہوئے اس صوبہ میں بھی رؤیت کا اعتبار کرنا درست ہوگا ، الدر المختار میں ہے :" نعم! لو استفاض الخبر فی البلدة الأخری لزمہم علی الصحیح من المذہب" علامہ ابن عابدین شامیؒ نے اسکی تشریح میں لکھا ہے ۔" قال شمس الأئمۃ الحلوانی :الصحیح من مذہب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض و تحقق فیما بین أہل البلدة الأخری یلزمہم حکم ہذہ البلدة،و مثلہ فی الشرنبلالیۃ عن المغنی" آگے تنبیہ کے عنوان سے "استفاضہ " کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے:"قال الرحمتی :معنی الاستفاضۃ أن تأتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منہم یخبر عن أہل تلک البلدة أنہم صاموا عن رؤیۃ لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن أشاعہ کما قد تشیع أخبار یتحدث بہا سائر أہل البلدة ولا یعلم من أشاعہا " (الدر المختار مع رد المحتار ۳۵۹،۳) ۔

فقہاء کی مذکورہ عبارتوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہیکہ اگر کسی شہر یا صوبے میں چاند کا ثبوت نہیں ہوا تو ملک کے دوسرے شہروں یا صوبوں سے باوثوق طریقہ سے اس طرح خبریں آجائیں جو استفاضہ کے درجہ میں ہوتو اس صوبہ میں بھی ثبوت ہلال کا اعتبار کرکے اعلان کیا جائے گا۔

جواب ۶۔(الف)۔ شریعت اسلامیہ میں جو اختیارات سلطان کو دیے گئے ہیں ، سلطان کے نہ ہونے کی صورت میں وہ اختیارات کسی حد تک علماء کرام کو دیئے گئے ہیں ، اس سلسلہ میں یہ ضروری ہیکہ علاقہ کے ذمہ دار علماء اپنا شرعی فریضہ سمجھ کر ایسے امور کے فیصلوں کے لئے کمیٹی یا ادارہ قائم کریں یا کسی ایک معتبر فرد کو متعین کر لیں جو اس سلسلہ میں فیصلہ کرنے کے مجاز ہوں ، مذکورہ صورت میں یہ اس علاقے کے علماء کی ذمہ داری ہیکہ اس مسئلہ کو سنجیدگی سے لیں اور انہیں کا فریضہ ہیکہ اس معاملہ کو طے کرنے کے لئے شریعت کے حکم کو پورا کریں ، نیز اگر اس علاقے میں کوئی عالم نہ ہو اور کوئی شکل وہاں کے مقامی علماء واسطے سے پیدا نہ ہو سکتی ہو تو قریبی علاقوں کے علماء اس کی فکر کریں اور ایسا وفاق قائم کریں جو اس معاملہ کو اجتماعی طور پر حل کرے (الہدایۃ مع الفتح ۳۶۵،۶)۔

جواب۶(ب)۔ مذکورہ صورت میں وہ کمیٹیاں ہی اعلان رؤیت کی مجاز ہوں گی جنہیں یہانکے عوام وخواص اپنے امور دینیہ میں مرجع تسلیم کرتے ہیں ، انفرادی سطح پرکوئی عالم اس بات کا مجاز نہ ہوگا کہ وہ بذات خود مسئلہ کا فیصلہ کرے، کیونکہ اجتماعی احکام کے نفاذ کے لئے کسی ایسے شخص کا ہونا ضروری ہے جسکو ولایت سونپی گئی ہو خواہ امیر المؤمنین نے ولایت سونپی یا عامۃ المسلمین نے اپنی رضامندی

سے کسی پراتفاق کیا اور اپنے دینی امور کا ذمہ دار بنایا ، لہذا ایسی ہی لوگ رؤیت کے اعلان کا مجاز ہوں گے، "وإذا لم یکن سلطان --- یجب علیہم أ ن یتفقوا علی واحد منہم یجعلونہ والیا---الخ" (الہدایۃ مع الفتح ۳۶۵،۶)۔

جواب۶(ج)۔ موجودہ حالات کے پیش نظر کہ جب امت اختلاف و انتشار کا شکار ہے اور ہر فرقہ یا جماعت اپنے ہی پیشواؤں کو مقتدی تسلیم کرتی ہے ، یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اگر کسی علاقے میں دو مکتب خیال کے لوگ الگ الگ کمیٹیوں کو تسلیم کرتے ہیں، تو ہر دو کمیٹی کا فیصلہ اپنے متبعین کے حق میں واجب العمل ہوگا ، لیکن اگر اس اجتماعی نظام سے ہٹ کر کوئی اعلان کیا جاتا ہے تو وہ اعلان قابل قبول نہیں ہوگا ، اسلئے کہ سلطان کے نہ ہونے کی صورت میں رؤیت کے مسئلہ میں فیصلہ کرنے کامجاز وہی علماء ہونگے جنہیں عوام نے اپنی رضامندی سے اپنے امور دینیہ کے فیصلوں کا مجاز بنایا ہو یا وہ عوام میں قابل اعتماد اور لائق مرجع ہوں(حوالہ سابق)۔

جواب ۔ ۶(د)۔ صرف قضاء لازم ہوگی کفارہ عائد نہیں ہوگا ۔ حضرت مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محلیؒ کا تار کی خبر پر روزہ توڑنے والے کے بارے میں یہ فتوی ہے : مولانا سے ایک سائل نے سوال کیا : " اگر زید و عمر جو بظاہر روزہ، نماز کے پابند ہیں ، کہیں سے تار پر خبر دیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تو اس خبر پر عید کرنا درست ہے کہ نہیں ؟ اور اگر نادانستگی میں کوئی شخص اس خبر پر روزہ کھول دے تو اس پر قضاء آئی یا کفارہ ؟ اسکے جواب میں مولانا نے یہ تحریر فرمایا : صرف ایک خبر پر روزہ نہ کھولنا چاہیئے اور اگر افطار کریگا تو قضاء لازم آئے گی ، نہ کہ کفارہ "(رؤیت ہلال کا مسئلہ : ص ۱۲۲)۔

جواب ۷(الف)۔ کسی صوبہ میں چاند کی تحقیق اور اعلان کے لئے ایک ہلال کمیٹی کافی ہے ، زائد کی ضرورت نہیں، بالخصوص جبکہ زائد بننے میں نزاع کا اندیشہ رہتا ہو ، نزاع سے بچنا اور بچنے کی تدبیر کرناایک اہم دینی فریضہ ہے۔

جواب۷(ب)۔ اس موضوع پر علماء نے اتحاد کے لئے بڑی کاوشیں کیں ، لیکن اس کا کوئی حل ابھی تک سامنے نہیں آیا ، بظاہر اسکا حل یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی تمام جماعتیں، مکاتب فکر ، ادارے اور مسلمانوں میں بااثر شخصیتیں فروعی اختلافات سے او پر اٹھ کر جمع ہوں ، اور مرکزی سطح پر ایک رویت ہلال کمیٹی تشکیل دیں اور ہر ریاست میں اسکی شاخیں مقرر کریں ، پھر یہی کمیٹی رؤیت ہلال کا فیصلہ کرے ، اور ریڈیو سے اسکا اعلان ہوجائے، اس طرح امت ایک بڑے اختلاف سے بچ سکے گی اور خدا کی شریعت ، خدا بیزارافراد اور دین بیگانوں کے طعنہ وتشنیع سے محفوظ رہ سکے گی اور مسلمان اپنے آپ کو جگ ہنسائی سے بچا سکیں گے۔

* * *

کیا ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ کے لئے معتبر ہے

مفتی حبیب اللہ قاسمی•

۱- ہندوستان، پاکستان ، بنگلہ دیش کا مطلع علماء محققین کے نزدیک ایک ہے تو کیا ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ معتبر ہے؟

ہاں اگر مطلع ایک ہو تو ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ میں بھی معتبر ہوگی، بشرطیکہ وہاں کی رؤیت شہادت سے ثابت ہو اوراس کو تسلیم کرنے سے یہاں مہینہ ۲۸ یا ۳۱ کا ہونا لازم نہ ہو۔

"إذاکان بین البلدتین تفاوت لا یختلف المطالع لزم حکم أہل إحدی البلدتین البلدة الأخری" (الفتاوی التاتارخانیہ۳٫۳٦۵ زکریا)۔

"ولو استفاض الخبر فی البلدة الأخری لزمہم علی الصحیح من المذہب" (شامی۲٫۳۹۴ کراچی، ہکذا فی طحطاوی علی المراقی٫٦۵٦ دار الکتاب، بدائع الصنائع۲٫۲۲۴ زکریا)۔

۲- اگر کسی خطہ میں رؤیت متحقق ہوجائے تو کیا عام مسلمانوں کے لئے اس پر عمل کی اجازت ہے یا مقامی قاضی یا دار القضاء کے فیصلہ کا پابند ہے؟

ایسی صورت میں مقامی قاضی یا دار القضاء کے فیصلہ کا انتظار کرنا چاہئے، ہر ایک کسی کو اعلان کرنے کا حق نہیں ہے، اس سے عوام الناس میں اختلاف پیدا ہوجاتا ہے۔

"لأن قضاء القاضی حجة وقد شہدوا بہ، لا لو شہدوا برؤیة غیرہم؛ لأنہ حکایة" (شامی۲٫۳۹۰ کراچی)۔

"ولو کان ببلدة لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقة وأفطروا بأخبار عدلین، وفی الشامیة تحتہ: والظاہر أن المراد بہ الوجوب" (شامی۲٫۳۸٦ کراچی، ہکذا فی التاتارخانیہ۲٫۳۵۵ زکریا، بدائع الصنائع۲٫۲۲۴ زکریا)۔

۳- اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹ تاریخ کو رؤیت کا امکان نہ ہو اس خطہ میں رؤیت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہو تو کیا اسے قبول کیا جائے گا یا نہیں؟

چاند کے ثبوت کے لئے فلکیاتی حساب کو شرعاً معیار نہیں بنانا چاہئے، چاند کے ثبوت کا دارومدار رؤیت بصری پر ہے صورت مسئولہ میں شرعی شہادت کی وجہ سے اسے قبول کیا جائے گا۔

"عن ابن عمرؓ قال قال النبیﷺ: الشہر تسع وعشرون فلا تصوموا حتی تروہ ولا

• جامعہ اسلامیہ مہذب پور، سنجرپور، اعظم گڑھ۔

تفطروا حتی تروہ، فإن غم علیکم فاقدروا لہ ثلاثین" (رواہ ابوداؤد،۳۱۷، والترمذی،۱۴۷)۔

"لا عبرۃ بقول المؤقتین أی فی وجوب الصوم" (شامی۲،۳۹۰ کراچی، ہکذا فی الولوالجیہ۱،۲۳۶، بدائع الصنائع ۲،۲۲۴ زکریا)۔

۴- کیا چاند کی رؤیت کے لئے محکمہ موسمیات کی مدد لی جاسکتی ہے؟

یہ بات مخفی نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے روزہ رکھنے کا دارومدار رؤیت بصری پر رکھا ہے، حتی کہ آپ نے فرمایا کہ اگر انتیس (۲۹) تاریخ کو چاند نظر نہ آئے تو تم مہینہ کو تیس پورا کرو، اور محکمہ موسمیات سے جو بات کہتے ہیں وہ اندازہ کے طور پر ہوتی ہے۔

کیونکہ اہل حساب کے تمام محققین اس بات پر متفق ہیں کہ رؤیت ہلال کو کسی حساب سے اس طرح محفوظ کرنا ممکن نہیں ہے کہ چاند یقینی طور پر دکھائی دے گا یا نہیں۔

اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ وہ لوگ صرف امکان رؤیت کا دعوی کرتے ہیں نہ کہ رؤیت کا اور امکان رؤیت سے رؤیت کا تحقق لازم نہیں آتا ہے۔

"عن عبد اللہ بن عمر ؓ قال قال النبی ﷺ إنا أمۃ أمیۃ لا نکتب ولا نحسب الشہر ہکذا وہکذا، یعنی مرۃ تسعۃ وعشرین ومرۃ ثلاثین" (ترمذی،۱۴۸، بخاری،۲۵۶، مسلم،۳۴۷، نسائی،۳۱۸، ابوداؤد،۳۱۸)۔

"إن الشرط فی وجوب الصوم الرؤیۃ لا یؤخذ بقولہم" (الدر المختار مع الشامی۲،۳۸۷ کراچی)۔

"اعلم أن المحققین متفقون علی أنہ لا یمکن ضبط الرؤیۃ بحساب بحیث بأنہ یری لا محالۃ أو لا یری البتۃ علی وجہ مطرد ..... إن اللہ لم یجعل لمطلع الہلال حساباً مستقیماً بل لا یمکن أن یکون إلی رؤیتہ طریق مطرد إلا الرؤیۃ" (مجمع الفتاوی۲۵،۱۸۲)۔

"فلا یجوز الصیام إلا إذا رأی الہلال، وأما إذا کان بالسماء غیم فإن المرجع فی ذلک یکون إلی شعبان بمعنی أن تکملہ إلی ثلاثین یوماً" (الفقہ علی المذاہب الاربعہ۲،۴۲۴)۔

"قال ابن العربی وقد زل بعض أصحاب الشافعی أنہ قال:یعوّل علی الحساب وہی عشرۃ" (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی۲،۲۹۴)۔

"لابد من الرؤیۃ أو إکمال العدد ثلاثین یوماً ولو کان المقصود من الحدیث العلم أو الظن بدخول الشہر أو خروجہ حتی یصح الصیام والإفطار کما زعم لقال ﷺ صوموا أو ظنکم بدخول الشہر أو خروجہ" (المنہل العذب المورود ۹،۳۷، کذا فی نیل الاوطار۴،۲۱۵)۔

۵- مطلع صاف نہ ہونے میں کن امور کا دخل ہوتا ہے؟

مطلع صاف نہ ہونے میں جن چیزوں کا دخل ہوتا ہے وہ یہ ہیں: بادل، دھواں، دھند وغیرہ۔

"فإن کانت بالسماء علۃ، والعلۃ غیم أو غبار فی المطلع أو نحوہ نحو الدخان والضباب" (البنایہ ۳،۶۲۵ دار الفکر)۔

"عن نافع کان ابن عمر إذا کان شعبان تسعاً وعشرین نظر لہ، فإن رؤی فذاک وإن لم یروہ،

ولم یحل دون منظره سحاب ولا قتر أصبح صائماً" (ابوداؤد۳۱۸ باب الشہر یکون تسعاً وعشرین)۔

"فإن غم أی حال بینہ وبینکم سحاب أو نحوہ" (نیل الاوطار۲۱۵،۴، کذا فی فتح الباری۶۱۸،۴، ط: دار الفکر، المنہل العذب المورود ۳۵،۹ دار الفکر)۔

۶- اگر انتیس شعبان کو مطلع ابرآلودہ ہو اور قاضی ایک شخص کی شہادت کی بنیاد پر رمضان کے آغاز کا اعلان کردے اور ۳۰؍رمضان کو مطلع صاف ہونے کے باوجود کہیں بھی چاند نظر نہ آئے تو اگلے دن روزہ رکھیں یا عید کی نماز پڑھیں؟

صورت مسئولہ میں اگلے دن بھی روزہ رکھے اور یہی زیادہ احتیاط ہے۔

"وإذا صاموا بشہادة الواحد وأکملوا ثلاثین یوماً ولم یرو ہلال شوال لا یفطرون قیما روی عن أبی حنیفة للاحتیاط" (ہندیہ۱۹۸،۱ سعید)۔

"وإذا قبل شہادة الواحد فی رؤیة ہلال رمضان صاموا ثلاثین ولا یفرطون لاحتیاط، قال ابن کمال: إدا لم یر الہلال لیلة الثلاثین" (فتح القدیر۲۵۱،۲ دار احیاء التراث، ہکذا فی بنایہ ۶۲۵،۳، الفتاوی الغیاثیہ،۴۹)۔

۷- رمضان وعیدیں کے ثبوت کے لئے جب مطلع صاف ہو تو کتنے لوگوں کی شہادت ضروری ہے؟

اور کیا مستور الحال کی شہادت معتبر ہے یا نہیں؟

اگر مطلع صاف ہو تو رمضان یا عیدین کو ثابت کرنے کے لئے ایک بڑی جماعت کی گواہی کی ضرورت ہے، بڑی جماعت کے بارے میں فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ اتنی بڑی جماعت ہونی چاہئے جس سے غلبہ ظن حاصل ہوجائے اور مستور الحال کی شہادت کے بارے میں دو روایت ہے کہ اس کی شہادت رمضان کا چاند دیکھنے میں قبول کی جائے گی یا نہیں؟ اصح روایت یہ ہے کہ اس کی شہادت بھی قبول کی جائے گی، البتہ عیدین کا چاند دیکھنے میں ایسے آدمی کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔

"قبل بعلة خبر عدل ولوقنا أو أنثی لرمضان أو حرین أو حر وحرتین للفطر وإلا فجمع عظیم أی وإن لم یکن بالسماء علة یشرط أن یکون فیہا الشہود جمعاً کثیراً" (البحر الرائق۲۶۹،۲ ط: سعید)۔

"وإذا کانت السماء صحواً، فلابد من رؤیة جمع عظیم لإثبات رمضان والفطر أو العید، وأما إذا لم یکن السماء صحواً بسبب غیم أو غبار ونحوہ، فیکتفی الإمام فی رؤیة الہلال بشہادة مسلم واحد عدل عاقل بالغ، وأما ہلال شوال فیثبت برؤیة الجماعة الکثیرة التی یؤمن تواطئہا علی الکذب ویفید خبرہا العلم وبرؤیة العدلین کما ہو الشان فی إثبات ہلال رمضان" (الفقہ الاسلامی۱۶۵۳،۳)۔

"وأما مستور الحال أنہ لاتقبل شہادتہ وروی الحسن عن أبی حنیفة رحمہ الله تعالی أنہ تقبل شہادتہ وہو الصحیح، کذا فی المحیط" (ہندیہ۲۵۹،۱)۔

"عن عبد الله بن عمرو وعبد الله بن عباس إن رسول اللهﷺ أجاز شهادة رجل واحد على رؤية هلال رمضان وكان رسول اللهﷺ لا يجيز شهادة فى الإفطار إلا بشهادة رجلين" (جمع الزوائد۳،۱۴۹)۔

۸- چاند دیکھنے والوں کے لئے کیا قاضی کے پاس جاکر شہادت دینا ضروری ہے؟ اور چاند دیکھنے والے چاند دیکھنے کی خبر دینگے یا شہادت؟

اگر کسی جگہ میں قاضی کا نظام ہو تو وہاں چاند دیکھنے والوں کو قاضی کے پاس جاکر شہادت دینا ضروری ہے۔

رمضان کا چاند دیکھنے کی خبر دے سکتے ہیں، اس میں شہادت شرط نہیں ہے۔

البتہ عیدین کا چاند دیکھنے کی شہادت دینا لازم اور ضروری ہے۔

"إذا رأى أحدهم هلال رمضان يشهد فى مسجد قرية وعلى الناس أن يصوموا بقوله بعد أن يكون عدداً إذا لم يكن هناك حاكم يشهد عنده" (الفتاوى التاتارخانيہ۳،۳۶۲ زكريا)۔

"وصوم رمضان أمردينى فأشبه رواية الأخبار ولهذا لا يختص بلفظ الشهادة، وأما فى شهادة الفطر والأضحى يشترط فيه لفظ الشهادة" (البحر الرائق۲،۲۶۶، هكذا فى هنديہ۱،۱۹۸ زكريا، بدائع الصنائع۲،۲۲ زكريا)۔

۹- کیا چاند دیکھنے والوں کے لئے فوراً شہادت دینا ضروری ہے؟

چاند دیکھنے والوں کو چاہئے کہ وہ لوگ اس وقت شہادت دیں جس وقت شہادت دینے سے لوگ آنے والے دن میں روزہ رکھ سکتے ہوں یا عید کرسکتے ہوں۔

"وهى من فروض العين فيجب أن يشهد فى ليلة كيلا يصبح الناس مفطرين" (الفتاوى التاتارخانيہ۳،۳۶۲)۔

"ويلزم العدل أن يشهد عند الحاكم فى ليلة رؤيته كيلا يصبحوا مفطرين" (حاشية الطحطاوى على المراقى،۶۵۲، هكذا فى البحر الرائق۲،۲۶۶ سعيد، بدائع الصنائع۲،۲۲۳ زكريا)۔

۱۰- جہاں قضاء کا نظام ہو وہاں کا قاضی اگر ثبوت رؤیت کا اعلان کرے تو اس کے زیر اثر مسلمانوں کے لئے اس پر عمل کرنا ضروری ہے؟

جہاں قضاء کا نظام ہو وہاں اگر قاضی ثبوت رؤیت کا اعلان کرے تو اس کے زیر اثر مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

"أمر السلطان إنما ينفذ إذا وافق الشرع وإلا فلا وفى الشامية: أى يتبع ولا تجوز مخالفته وصاحب البحر ذكر نقلاً عن أئمتنا أن طاعة الإمام فى غير معصية واجبة فلو أمر بصوم يوم وجب" (شامى۵،۴۲۲ كراچى)۔

"ولو قبل الإمام شهادة شاهدين عدلين وقد سكن قلب القاضى على قولهما جاز وثبت حكم رمضان" (التاتارخانيہ۳،۳۵۹ زكريا، هكذا فى هنديہ۱،۱۹۸ رشيديہ، البحر الرائق۲،۲۶۴ سعيد،

النہر الفائق۲،۲۲ زکریا)۔

۱۱- قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویزن کے ذریعہ رؤیت کا اعلان ہو تو یہ اعلان معتبر ہے یا نہیں؟

اگر قاضی کی طرف سے ریڈیو یا ٹیلی ویزن کے ذریعہ اعلان کیا جائے تو یہ اعلان معتبر ہوگا۔

"والظاہر أنہ یلزم أہل القری الصوم بسماع المدافع أو رؤیۃ القنادیل من المصر لأنہ علامۃ ظاہرۃ یفید غلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل" (شامی۲،۳۸۶ کراچی، الفتاوی التاتارخانیہ۳،۳۶۳ زکریا، فتح القدیر ۲،۲۶۵ دار احیاء التراث)۔

۱۲- ہندوستان کے اگر کسی صوبہ کے قاضی نے رؤیت کا اعلان کردیا تو یہ اعلان دوسرے صوبوں میں بھی معتبر ہوگا یا نہیں؟

ہندوستان کے کسی صوبہ میں اگر معتبر ذرائع سے چاند کا ثبوت ہوجائے تو اگر دوسرے صوبوں میں چاند نظر نہ آئے پھر بھی اس خبر کے ذریعہ قاضی یا ہلال کمیٹی فیصلہ کرسکتی ہے، ہندوستان کے تمام صوبوں کا مطلع چونکہ ایک ہے اس لئے ایک صوبہ کی رؤیت دوسرے صوبہ میں معتبر ہوگی، مطلع کی تبدیلی کا حکم اس وقت لگتا ہے جب وہاں کی رؤیت مان لینے سے یہاں ۲۸ یا ۳۱ دن کا مہینہ لازم آتا ہو۔

"إذا کان بین البلدتین تفاوت لا یختلف المطالع لزم حکم أہل إحدی البلدتین البلدۃ الأخری" (التاتارخانیہ۳،۳۶۵ زکریا)۔

"ولو استفاض الخبر فی البلدۃ لأخری لزمہم علی الصحیح من المذہب" (شامی۲،۳۹۴ کراچی، ہکذا فی طحطاوی علی المراقی،۶۵۶ دار الکتاب، بدائع الصنائع۲،۲۲۴ زکریا)۔

۱۳- ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر اعلان رؤیت کے لئے قاضی کا جانا ضروری ہے یا اس کا نمائندہ کافی ہے؟ نیز اگر نمائندہ غیر مسلم ہو تو اس کا اعلان معتبر ہوگا یا نہیں؟

ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر اعلان رؤیت کے لئے قاضی کا جانا ضروری نہیں ہے، بلکہ اس کا نمائندہ کا جانا بھی کافی ہے۔

قاضی کو چاہئے کہ اگر نمائندہ بھیجنا ہو تو مسلم نمائندہ بھیجے، اگر ریڈیو میں اعلان کرنے والا آدمی غیر مسلم ہو تو قاضی کی طرف رؤیت کا اعلان کرنے میں اس کے لئے کوئی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ وہ بعینہ قاضی کی دی ہوئی تحریر پڑھے۔

کیونکہ کبھی ریڈیو پر اعلان کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے متعین ہوتا ہے دوسرے کسی کو اعلان کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔

اس بارے میں علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ زمانہ کی حالت بدل گئی اہل کتاب اور ذمیوں کو ملک کی بڑی بڑی ذمہ داری ملنے لگی لہذا ان لوگوں کے پاس قاضی صاحب کا خط بھیجنا یا ان لوگوں کو کسی کام کا ذمہ دار بنانا درست معلوم ہوتا ہے۔

"إن الإنسان یعجز عن المباشرة بنفسہ علی اعتبار بعض الأحوال، فیحتاج إلی أن یؤکل بہ غیرہ" (ہدایہ۳،۱۷۷)۔

"وخبر منادی القاضی مقبول عدلاً کان أو فاسقاً" (ہندیہ۵،۳۰۹)۔

"قال لا یجوز استکتاب أہل الذمۃ ولا غیر ذلک قلت:انقلبت الأحوال فی ہذہ الأزمان باتخاذ أہل الکتاب کتبۃ وأمناء وتسودوا بذلک عند جہلۃ الأغنیاء من الولاۃ والأمراء" (الجامع لاحکام القرآن۴،۱۷۹)۔

۱۴- بعض علاقوں میں بالعموم مطلع ابرآلود رہتا ہے اور انتیس تاریخ کی رؤیت کا امکان بہت کم ہوتا ہے جیسے برطانیہ لندن تو کیا عدم رؤیت کی وجہ سے ۳۰ دن کا مہینہ شمار کرکے رمضان وعیدین کا فیصلہ کیا جائے؟

ایسی جگہ جہاں انتیس تاریخ کو چاند دیکھنے کا امکان ہے اگرچہ رؤیت کا امکان بہت کم ہو پھر بھی وہاں کے رہنے والوں پر ضروری ہے کہ ۲۹تاریخ میں بھی چاند تلاش کریں۔

اگر انتیس تاریخ کو چاند نظر نہ آئے تو مہینہ کو تیس پورا کریں، ایسی جگہوں میں صرف تیس تاریخ شمار کرکے عید یا روزہ کا فیصلہ کرنا درست نہیں ہے۔

"ینبغی للناس أن یلتمسوا الہلال فی الیوم التاسع والعشرین من شعبان فإن روہ صاموا، وإن غم علیکم أکملوا عدۃ شعبان ثلاثین" (التاتارخانیہ۳،۳۵۸ زکریا)۔

قولہ علیہ السلام: صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ، فإن غم علیکم فأکملوا العدۃ ..... فإنہ لو کان رمضان أبداً ثلاثین لم یحتج إلی ہذا" (فتح الباری۴،۶۲۱ دار الفکر)۔

"الشہر ہکذا وہکذا، یعنی مرۃ ثلاثین ومرۃ تسعۃ وعشرین، فمن جزم بکونہ ثلاثین وتسعۃ وعشرین فقد أخطأ" (مجمع الفتاوی۲۵،۱۵۳)۔

۱۵- یا ان ملکوں میں فلکیات کے قول پر فیصلہ کیا جاسکتا ہے؟

چاند کے ثبوت کے لئے فلکیاتی حساب کو شرعاً معیار نہیں بنانا چاہئے، چاند کے ثبوت کا دارومدار رؤیت بصری پر ہے، ماہرین فلکیات بھی اس بات پر متفق ہیں کہ رؤیت ہلال کے لئے ایسا کوئی ضابطہ نہیں ہے جس سے بتایا جاسکے کہ فلاں تاریخ کو یقینی طور پر چاند نظر آئے گا یا نہیں۔

"عن ابن عمرؓ قال قال النبیﷺ الشہر تسع وعشرون فلا تصوموا حتی تروہ ولا تفطروا حتی تروہ، فإن غم علیکم فاقدروا لہ ثلاثین" (رواہ ابوداؤد،۳۱۷، والترمذی،۱۴۷)۔

"ولا عبرۃ بقول المؤقتین فی وجوب الصوم" (شامی۲،۳۹۰ کراچی)۔

"فلا یجوز الصیام إلا إدا رأی الہلال وأما إذا کان بالسماء غیم، فإن المرجع فی ذلک یکون إلی شعبان بمعنی أن تکملہ ثلاثین یوماً" (الفقہ علی المذاہب الاربعہ۲،۴۲۴)۔

۱۶- یا قریبی ممالک کی رؤیت کا اعتبار کیا جاسکتا ہے؟

اگر قریبی ممالک اور اس کا مطلع ایک ہو تو قریبی ممالک کا بھی اعتبار کیا جاسکتا

ہے یعنی جہاں کی رؤیت مان لینے سے یہاں کا مہینہ ۲۸ یا ۳۱ کا ہونا لازم نہ آئے، بشرطیکہ شرعی حدود کی رعایت کے ساتھ خبر آئے۔

"إذا كان بين البلدتين تفاوت لا يختلف المطالع لزم حكم إحدى البلدتين البلدة الأخرى" (التاتارخانیہ۳،۳۶۵)۔

"وإذا كانت المسافة بين البلدتين قريبة لا تختلف المطالع، فأما إذا كانت بعيدة لا يلزم أحد البلدتين حكم الآخر" (بدائع الصنائع۲،۲۲۴)۔

"ولو استفاض الخبر فى البلدة الأخرى لزمهم على الصحيح" (شامی۲،۳۹۴ کراچی)۔

۱۷- اگر مختلف صوبوں سے باوثوق ذرائع سے رؤیت کی خبر ملے تو اس کو استفاضہ کا درجہ حاصل ہوگا یا نہیں؟

اگر مختلف صوبوں سے باوثوق ذرائع سے رؤیت کی خبر ملی تو اس کو استفاضہ کا درجہ حاصل ہوگا۔

"قال الرحمتی: معنى الاستفاضة: أن تأتى من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم يخبرون عن أهل تلك البلدة أنهم صاموا عن رؤية لا عن مجرد الشيوع من غير علم" (شامی۲،۳۹۰ کراچی)۔

"المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردين من بلدة القريب إلى البلدة التى لم يثبت بها" (منحة الخالق على البحر الرائق۲،۳۷۰، ہکذا فی التاتارخانیہ۳،۳۶۵ زکریا)۔

۱۸-رمضان وعیدین کی رؤیت کے اعلان کا حق کس کو ہے؟ قاضی ہلال کمیٹی یا کوئی بھی فرد اعلان کرسکتا ہے؟

رمضان وعیدین کی رؤیت کا اعلان کا حق ہر کسی کو نہیں ہے، اگر قاضی ہو تو اعلان کا حق قاضی کو ہوگا، ہاں اگر قاضی نہ ہو اور وہاں ہلال کمیٹی ہو تو اعلان کرنے کا حق اس کو ہوگا، اگر ہلال کمیٹی بھی نہ ہو تو جن لوگوں نے چاند دیکھا ہے وہ لوگ مجمع عام میں اعلان کرینگے، جیسا کہ جامع مسجد وغیرہ۔

"لأن البلدة لا تخلو عن حاكم شرعى، فلابد أن يكون صومهم مبنيا على حكم حاكمهم الشرعى" (شامی۲،۳۹۰ کراچی)۔

"إن العبرة لتواتر الخبر ومجيئه من كل جانب، وذكر الشرنبلالى وغيره تبعاً للمواهب:أن الأصح رواية تفويضه إلى رأى الإمام" (رسائل ابن عابدین۱،۲۳۴)۔

"ولو كانوا ببلدة لا حاكم فيها صاموا بقول ثقة وأفطروا بأخبار عدلين تحته فى الشامية المراد به الوجوب" (شامی۲،۳۸۶ کراچی)۔

"ومن رأى هلال رمضان فى الرستاق وليس هناك والٍ وقاض، فإن كان ثقة يصوم الناس بقوله، وفى الفطر إن أخبر عدلان برؤية الهلال لا بأس بأن يفطروا" (البحر الرائق۲،۲۶۷ سعید)۔

۱۹- اگر غیر ذمہ دار کے اعلان پر لوگ روزہ رکھیں یا عیدین کریں تو اس کا کیا حکم ہے؟

اگر روزہ توڑ دیں تو کیا حکم ہے؟

جہاں قاضی موجود ہو وہاں غیر ذمہ دار کے اعلان کا اعتبار نہیں، بلکہ لوگوں کو چاہئے کہ وہ قاضی کے اعلان کا انتظار کریں اگر غیر ذمہ دار کے اعلان پر لوگ روزہ رکھیں یا عید کریناور یہ اعلان ذمہ دار لوگوں کے اعلان کے مطابق ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اور اگر غیر ذمہ دارکے اعلان پر لوگ عید کرلیں جبکہ ذمہ دار لوگوں نے اب تک اعلان نہیں کیا اور بعد میں پتہ چلا کہ رمضان کا اور ایک دن باقی ہے تو ان لوگوں کو اس کی قضاء کرنا ہوگا۔

"یوم مختلف فی صومہ فإن الحسن وابن سیرین وعطاء قالوا بأنہ لا یصومہ إلا مع الإمام" (البحر الرائق۲،۲۶۶ ط: سعید)۔

"إذا صام أہل بلدۃ ثلاثین یوماً للرؤیۃ وأہل بلدۃ أخری صاموا تسعۃ وعشرین یوماً للرؤیۃ فعلیہم قضاء صوم یوم واحد، وبہ کان یفتی الفقیہ أبو اللیث" (الفتاوی الغیاثیہ،۴۹، ہکذا فی فتاوی النوازل لأبی اللیث السمرقندی،۱۴۶)۔

۲۰- ایک شہر میں ایک سے زیادہ ہلاک کمیٹی کا کیا حکم ہے؟

اگر قاضی نہ ہوتے ہوئے ایک شہر میں ایک سے زیادہ ہلال کمیٹی ہو تو لوگوں کو چاہئے کہ اپنے مقامی ہلال کمیٹی کے فیصلہ کا انتظار کریں۔

"ولو کان ببلدۃ لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ وأفطروا بإخبار عدلین تحتہ فی الشامیۃ:الظاہر أن المراد بہ الوجوب" (شامی۲،۳۸۶ کراچی)۔

"وإذا رأی أحدہم ہلال رمضان وشہد فی مسجد قریتہ، وعلی الناس أن یصوموا بقولہ بعد أن یکون عدداً إذا لم یکن ہناک حاکم یشہد عندہ" (التاتارخانیہ۳،۳۶۲ زکریا، ہکذا فی البحر الرائق۲،۲۶۶ سعید، بدائع الصنائع۲،۲۲۴ زکریا)۔

۲۱- ہندوستان کے تمام صوبوں کا مطلع ایک ہے ایسی صورت میں متفق علیہ ہلال کمیٹی کی کیا شکل ہوسکتی ہے؟

جبکہ ہندوستان کے تمام صوبوں کا مطلع ایک ہے تو ایسی صورت میں متفق علیہ ہلال کمیٹی کی یہ شکل بھی ہوسکتی ہے کہ ملک کے دار الحکومت میں ہر جماعت پر مشتمل ایک ہلال کمیٹی بنائی جائے جو مختلف صوبوں سے رابطہ کرکے رؤیت کا ثبوت جمع کرے اور پھر متفقہ طور پر رمضان وعیدین کی رؤیت وعدم رؤیت کا اعلان کریں۔

"إذا کان بین البلدتین تفاوت لا یختلف المطالع لزم حکم إحدی البلدتین البلدۃ الأخری" (التاتارخانیہ۳،۳۶۵ زکریا)۔

"وإذا استفاض الخبر فی البلدۃ الأخری لزم علی الصحیح من المذہب" (شامی۲،۳۹۴ کراچی)۔

* * *

رؤیت ہلال اور ثبوت رمضان وعید

مولانا سید قمر الدین محمود قاسمی•

۱۔ الف:

مطلع کی لغوی تعریف: کواکب کے طلوع ہونے کی جگہ۔

اصطلاحی تعریف: ہلال کے طلوع ہونے کے مکان، یعنی جس جگہ پر ہلال طلوع ہوتا ہے اس کا مکان، اب رہا یہ سوال کہ اختلاف مطالع معتبر ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے، ائمہ ثلاثہ اختلاف مطالع کو غیر معتبر قرار دیتے ہیں اور شوافع اختلاف مطالع کا اعتبار کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مطلع اس حد تک متحد مانا جائے گا کہ جس کی وجہ سے مہینہ کے ایام میں کمی زیادتی نہ ہونے پائے، یعنی ایک جگہ کی رؤیت کو اگر دوسری جگہ معتبر مانا جائے تو اس کی وجہ سے دوسری جگہ میں مہینہ ۲۸؍یوم کا نہ رہ جائے یا دوسری جگہ مہینہ ۳۱؍دن کا نہ ہوجائے۔

اسی بنیاد پر فقہاء نے کہا کہ اہل مشرق، یعنی مشرق کے کسی شہر یا دیہات میں ہلال کی رؤیت ہوگئی اور اہل مغرب کو ان کی رؤیت کی خبر بہ طریق موجب پہنچ جائے تو اس صورت میں اہل مغرب پر اس کو قبول کرنا لازم ہوگا، لیکن شرط وہی ہے کہ دوسری جگہ میں مہینہ ۲۸ یا ۳۱ دن کا نہ بن جائے۔

فقہاء حنفیہ، حنابلہ، مالکیہ نے اختلاف مطالع کو غیر معتبر مانا ہے۔

"نیل المآرب فقہ حنبلی " میں لکھا ہے: "یجب صوم رمضان برؤیۃ ہلالہ علی جمیع الناس وحکم من لم یرہ حکم من رآہ لو اختلف المطالع" (المغنی۳؍۵)۔

فقہ حنبلی کی دوسری کتاب "الروض المربع " میں اور زیادہ واضح طور پر ہے: "إذ رآہ أہل بلد أی متی ثبتت رؤیتہ ببلد لزم الناس کلہم الصوم لقولہ علیہ السلام: صوموا لرؤیتہ وہو خطاب للأمۃ کافۃ" ۔

فقہ مالکیہ کی کتاب "شرح کبیر" میں ہے:"عم الصوم سائر البلاد قریباً أو بعیداً ولا یراعی فی ذلک مسافۃ قصر ولا اتفاق المطالع ولا عدمہا، فیجب الصوم علی کل منقول إلیہ أن نقل ثبوتہ بالعدلین أو بالمستفیضۃ عنہما أی عن العدلین" (الشرح الکبیر علی حاشیۃ الدسوقی۲؍۱۳۰)۔

اور احناف کا قول راجح "لا عبرۃ لاختلاف المطالع" معلوم ہی ہے۔

• ناظم اعلی اصلاح المسلمین گجرات، خادم حدیث دار العلوم تاندلجہ ، بڑودہ، گجرات۔

پس معلوم ہوا کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے میں ائمہ ثلاثہ متفق ہیں، شافعیہ البتہ اختلاف کرتے ہیں، شیخ محمد عبد الرحمن دمشقی شافعی "رحمۃ الأمۃ فی اختلاف الأئمۃ " میں لکھتے ہیں: "واتفقوا علی أنہ إذا رأی الہلال فی بلد رؤیۃ فاشیۃ فإنہ یجب علی سائر الدنیا إلا أصحاب الشافعی صححوا أنہ یلزم حکمہ أہل البلد القریب دون البلد البعید" (محمود الفتاوی۱۵،۳۷-۳۹)۔

احناف کے نزدیک بھی اختلاف مطالع غیر معتبر ہے، "واختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاہر المذہب وعلیہ أکثر المشائخ وعلیہ الفتوی" (بحر عن الخلاصۃ) فیلزم أہل المشرق برؤیۃ أہل المغرب إذا ثبت عندہم رؤیۃ أولئک بطریق موجب، وقال الزیلعی:الأشبہ أنہ یعتبر لکن قال الکمال الأخذ بظاہر الروایۃ أحوط" (درمختار۲،۱۰۵، مطبوعہ فیض القرآن سہارنپور)۔

لہذا اہل مشرق کی رؤیت اہل مغرب کے لئے یا اہل مغرب کی رؤیت اہل مشرق کے لئے معتبر ہوگی بشرطیکہ دوسری جگہ تک وہ خبر بہ طریق موجب پہنچے، طریق موجب کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

اب رہا کہ مطلع کتنی مسافت پر بدل جاتا ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تک کی مسافت ایک ہزار میل ہو تو وہاں مطلع بدل جاتا ہے اور بعض حضرات اختلاف مطلع کی تحدید ایک مہینہ کے سفر کی مسافت سے کرتے ہیں۔

"وقدر البعد الذی تختلف فیہ المطالع مسیرۃ شہر فأکثر علی ما فی القہستانی عن الجواہر اعتباراً بقصۃ سلیمان علیہ السلام، فإنہ قد انتقل کل غد ورواح من إقلیم إلی إقلیم وبینہما شہر ولا یخفی ما فی ہذا الاستدلال، وفی شرح المنہاج للرملی:وقد نبہ التاج التبریزی علی أن اختلاف المطالع لا یمکن فی أقل من أربعۃ وعشرین فرسخاً وأفتی بہ الوالد والأوجہ إنہ تحدید یۃ کما أفتی بہ أیضاً" (رد المحتار۲،۱۰۵)۔

"لو رأی أہل المغرب ہلال رمضان یجب الصوم علی أہل المشرق" (تاتارخانیہ)۔

لہذا اس میں قول فیصل یہ ہے کہ اہل مشرق کی رؤیت اہل مغرب کے لئے اور اہل مغرب کی رؤیت اہل مشرق کے لئے خواہ کتنا ہی بعد اور فاصلہ ہو معتبر مانی جائے گی، جبکہ دوسری جگہ خبر بہ طریق موجب پہنچی ہو اور اس کی وجہ سے دوسری جگہ مہینہ ۲۸ دن کا یا ۳۱ دن کا نہ بن جائے، جیسا کہ سعودیہ کی رؤیت کو تسلیم کرنے سے ایسا ہوتا ہے۔

ب:

ہندوستان ، پاکستان، بنگلہ دیش کا مطلع علماء ہند وپاک کے نزدیک ایک ہے حالانکہ بعض علاقوں میں بلندی کی سطح کافی مختلف ہے اور بعض علاقے ساحلی پٹیوں پر آباد ہیں، لیکن اس سے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑتا ان کا مطلع ایک ہی مانا جائے گا، اصل دارومدار تو اس پر ہے کہ ایک جگہ کی رؤیت کی اطلاع دوسری جگہ تک بہ طریق

موجب پہنچنا شرط ہے، لہذا اگر ایک ہی ملک میں دونوں جگہوں میں کتنی ہی دوری ہو تب بھی اگر اطلاع بہ طریق موجب پہنچ جائے گی تو دوسری جگہ والوں پر اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا، نیز ایک ہی ملک میں دونوں جگہوں میں زیادہ فاصلہ نہ ہو، مگر دوسری جگہ خبر بہ طریق موجب نہیں پہنچی تو باوجود دوسری جگہ کے قریب ہونے کے بھی دوسری جگہ والوں کے لئے وہ خبر معتبر نہیں مانی جائے گی۔

ج:

ایک ہی ملک میں مثلاً کیرالہ میں رؤیت ہوجاتی ہے اور اس کو تسلیم کرلیا گیا ہے تو ملک کے دورودراز علاقوں میں رؤیت کی خبر بہ طریق موجب پہنچ جاتی ہے تو جہاں یہ خبر بہ طریق موجب پہنچی ان علاقہ والوں پر مقامی رؤیت ہلال کمیٹی کے فیصلہ یا کوئی مفتی عالم کے فیصلہ کے بعد اس کو ماننا اور اس پر عمل کرنا لازم ہوگا۔

د:

جن علاقوں کا مطلع ایک ہے ان کے کسی ایک حصہ میں ۲۹ تاریخ کو رؤیت ہلال کا ثبوت ہوجائے تو ملک کے دوسرے خطہ کے مسلمانوں کو ازخود اس پر عمل کرنے کی اجازت نہیں ہے جب تک کہ مقامی قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی یا مفتی عالم (جس پر لوگوں کو اعتماد ہو اور لوگ اس کی طرف رجوع کرتے ہوں) موصولہ خبر کی تنقیح وتصحیح کے بعد فیصلہ صادر نہ کرے اور اعلان نہ کرے اس وقت تک عوام کو بطور خود اس پر عمل کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

۲۔الف:

رؤیت ہلال کے لئے فلکیاتی حساب کو بنیاد قرار نہیں دیا جاسکتا، اس لئے کہ حضور اکرمﷺ کی احادیث میں صاف ارشاد موجود ہے: "صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ"۔ اسی طرح "لا تصوموا حتی ترووا الہلال ولا تفطروا حتی تروہ، فإن أغمی علیکم فاقدروا لہ ثلاثین، وفی روایۃ:فعدوا ثلاثین" (مسلم، ابوداؤد)۔ اور "لاتقدموا الشہر حتی تروا الہلال أو تکملوا العدۃ ثم صوموا حتی ترووا الہلال أو تکملوا العدۃ" (ابوداؤد)۔

چاند یکھ کر روزے رکھو اور چاند یکھ کر عید کرو اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۲۹؍شعبان کو اگر مطلع ابرآلود ہے یا غبار آلود ہے صاف نہیں ہے جو چاند دیکھنے میں مانع ہے ایسی صورت میں رمضان کے لئے ایک ثقہ آدمی کی خبر اور شہادت قابل قبول ہوگی اور عیدین کے لئے دو ثقہ عادل مسلمان یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کی شہادت پر ثبوت رؤیت ہلال معتبر مانا جائے گا۔

اگر مطلع ابر آلود ہے یا غبار آلود ہے تو اس صورت میں ایک عادل یا مستور الحال مسلمان کی شہادت سے ثبوت رمضان ہوجائے گا، خواہ وہ گواہ گواہی دینے کا لفظ کہے یا نہ کہے۔

"بدائع الصنائع" میں ہے:

"لنا ما روی عن ابن عباس أن رجلاً جاء إلی رسول اللہ ﷺ فقال أبصرت الہلال فقال أتشہد أن لا إلہ إلا اللہ وأن محمداً رسول اللہ؟ قال:نعم، قال:قم یا بلال! فأذن فی الناس فلیصوموا غداً فقد قبل رسول اللہ ﷺ شہادۃ الواحد علی ہلال رمضان، ولنا فی رسول اللہ ﷺ أسوۃ حسنۃ، ولأنہ ہذا لیس بشہادۃ، بل ہو إخبار إلی قولہ والعدد لیس بشرط فی الأخبار إلا أنہ إخبار فی باب الدین فیشترط فیہ الإسلام والعقل والبلوغ والعدالۃ، کما فی روایۃ الأخبار" (بدائع ۲،۲۲۱-۲۲۲)۔

چونکہ رمضان خالص امور دینی میں سے ہے، اس لئے مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں ایک کی خبر معتبر وکافی ہوگی، لیکن ہلال شوال کا تعلق چونکہ امور دنیا جیسے معاملات سے بھی ہوجاتا ہے، لہذا مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں کم ازکم حسب آیت: "واستشہدوا شہیدین من رجالکم" (سورہ بقرہ: ۲۸۲)، دو عادل شاہد کی شہادت یا ایک مرد دوعورتوں کی شہادت کا ہونا ضروری ہے۔

اور مطلع صاف ہونے کی صورت میں مجمع کثیر کی شہادت ضروری ہے کہ جس سے رؤیت ہلال کے ثبوت کا ظن غالب ہوجائے، "قبل بلا علۃ جمع عظیم یقع العلم الشرعی وہو غلبۃ الظن بخبرہم وقولہ بلا علۃ أی إن شرط القبول عند عدم علۃ فی السماء الہلال الصوم أو الفطر أو غیرہما کما فی الإمداد" (رد المحتار)۔

اس طرح شہادت علی الروایہ سے ثبوت ہلال رمضان یا ہلال عیدین ہوگا ، یا شہادت علی الشہادۃ سے ثبوت ہوگا بایں طور کہ اگر یہ گواہ خود حاضر نہیں ہوئے یا نہیں ہوسکے تو ہر ایک کی گواہی پر دو گواہ بنائے جائیں اور وہ چاروں گواہ قاضی کے سامنے یا رؤیت ہلال کمیٹی کے سامنےیہ شہادت دیں کہ فلاں شخص نے بیان کیا ہے کہ میں نے فلاں رات میں فلاں جگہ اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے اور یہ الفاظ کہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں نے مجھے اپنی شہادت پر شاہد بنایا ہے، اس لئے میں اس کی شہادت پر شہادت دیتا ہوں یا کتاب القاضی الی القاضی سے ثبوت ہوگا، اس طرح کہ ایک شہر میں شرعی شہادتوں کی بنیاد پر قاضی نے یا رؤیت ہلال کمیٹی نے ثبوت رؤیت کا فیصلہ کردیا وہ فیصلہ دوگواہوں کے سامنے تحریر کرے اور ان کو سنا کر اس پر اپنی مہر لگادے، پھر اس مہر شدہ تحریر کو دوسرے قاضی کے پاس یا رؤیت ہلال کمیٹی کے پاس ان گواہوں کے ساتھ بھیج دے، جب یہ گواہ اس تحریر کو لے کر جائیں تو وہ ان گواہوں سے دریافت کرے کہ اس میں کیا لکھا ہے اور وہ گواہ پورے طور پر شہادت دیں کہ فلاں قاضی نے یا رؤیت ہلال کمیٹی کے صدر نے یہ تحریر ہمارے سامنے لکھی ہے اور اس میں یہ مضمون ہے پھر وہ مکتوب الیہ اس تحریر کو کھول کر پڑھے۔

ایک صورت ایسی بھی ہے جس میں کسی چاند کےلئے باقاعدہ شہادت شرط نہیں رہتی، خواہ رمضان کا چاند ہو یا عید وغیرہ کا وہ صورت یہ ہے کہ کوئی خبر رؤیت ہلال کے سلسلہ میں اتنی عام ومشہور ہوجائے متواتر ہوجائے کہ اس کے بیان کرنے والوں کے مجموعہ پر یہ گمان نہ ہوسکے کہ انہو ننے کوئی سازش کی ہے یا سب کے سب جھوٹ بول رہے ہیں ایسی خبر کو اصطلاح میں خبر مستفیض، یعنی مشہور کہا جاتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ رویت ہلال پر رمضان وعید وغیرہ کے ثبوت کا دارومدار ہے اور اسی کے ضمن میں شہادۃ علی الرویۃ یا شہادت علی الشہادۃ یا شہادۃ علی القضاء یا خبر استفاضہ یہ سب صورتیں آجاتی ہیں، لہذا رؤیت ہلال کے لئے فلکیاتی حساب کو بنیاد قرار نہیں دیا جاسکتا اور رؤیت ہلال کے سلسلہ میں ریاضی اور فلکی حساب پر دارومدار نہیں رکھا جاسکتا، کیونکہ شریعت اسلامیہ نے جن معاملات کا مدار چاند ہونے پر رکھا ہے اس میں چاند کا وجود فوق الافق کافی ہے یا اس کا قابل رؤیت ہونااور عام آنکھوں سے دیکھا جانا ضروری ہے؟

ظاہر ہے کہ ہر انسان جانتا ہے کہ چاند کسی وقت اور کسی دن معدوم نہیں ہوتا اپنے مدار میں کہیں نہ کہیں موجود ہوتا ہے، اس لئے نہ انتیس تاریخ شرط ہے اور نہ تیس تاریخ وہ اٹھائیس تاریخ کو اور اس سے پہلےبھی فضا کے کسی بلند افق پر ہوتا ہےاور ایسی دوربینوں کے ذریعہ دیکھا جاسکتا ہے جو آفتاب کی شعاع کو انسانی نگاہ کے درمیان حائل نہ ہونے دے اس سے بدیہی طور پر یہ معلوم ہوگیا کہ ان تمام معاملات میں جس چیز کا شرعاً اعتبار کیا گیا ہے وہ چاند کا افق پر موجود ہونا نہیں ہے، بلکہ اس کا قابل رؤیت ہونا اور عام آنکھوں سے دیکھا جانا مراد ہے اور اس پر صرف رمضان یا عید ہی کا مدار نہیں، بلکہ شریعت اسلامیہ کے بے حساب معاملات اس سے متاثر ہوتے ہیں نکاح طلاق عدت وغیرہ کے مسائل پر اس کا اثر پڑتا ہے۔

اس لئے یہ دیکھنا چاہئے کہ قرآن اور رسول اللہﷺ نے چاند ہونا کس کو قرار دیا اور نہ ہونا کس کو کہا، آیا چاند کا صرف افق پر موجود ہونا شرعی احکام میں کافی تسلیم کیا جائے گا یا عام انسانی آنکھوں سے دیکھنے پر اس کے ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا اس کے لئے یہ دیکھنا ہوگا کہ رسول کریمﷺ کے ارشادات اس بارہ میں کیا ہیں، چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حضور اکرمﷺ کا ارشاد ہے: "لا تصوموا حتی تروہ ولا تفطروا حتی تروہ فإن غم علیکم فاقدروا لہ، الشہر تسع وعشرون لیلۃ فلا تصوموا حتی تروہ، فإن غم علیکم فأکملوا العدۃ ثلاثین" (صحیح بخاری۱،۲۵۶)۔

حاصل اس ارشاد نبوی کا یہ ہے کہ تمام احکام شرعیہ جو چاند کے ہونے یا نہ ہونے سے متعلق ہیں ان میں چاند کا ہونا یہ ہے کہ عام آنکھوں سے نظر آجائے معلوم ہوا کہ مدار

احکام چاند کا افق پر وجود نہیں بلکہ رؤیت ہے، اگر چاند افق پر موجود ہو مگر کسی وجہ سے قابل رؤیت نہ ہو تو احکام شرعیہ میں اس وجود کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، "رد المحتار" میں ہے:

"لا عبرة بقول الموقتين أی فی وجوب الصوم علی الناس، بل فی المعراج لا یعتبر قولهم بالإجماع ولا یجوز للمنجم أن یعمل بحساب نفسه وفی النهر فلا یلزم بقول الموقتین إنه رأی الهلال یکون فی السماء لیلة کذا، وإن کانوا عدولاً فی الصحیح کما فی الإیضاح إلی قوله ما قاله السبکی مردود، رد علیه جماعة من المتاخرین، ولیس فی العمل بالبینة مخالفة بصلاته ﷺ ووجه ما قلناه إن الشارع لم یعتمد الحساب، بل ألغاه بالکلیة بقوله علیه السلام نحن أمة أمیة لا نکتب ولا نحسب، الشهر هکذا وهکذا" (رد المحتار۲،۱۰۰)۔

اگرچہ سائنسی ترقیات اور فن ریاضی وفلکیات کی جدید ترقیات ہوچکی اور ہوتی رہتی ہیں، مگر پھر بھی ان کے موجدین کے درمیان اختلاف سے کوئی انکار نہیں کرسکتا ایک ماہر ریاضی وسائنس نے جو کہہ دیا اس کے نتائج قطعی اور یقینی ہوں ایسا نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ دوسرا اس سے اختلاف کرتا ہے۔

چوتھی صدی ہجری کا مشہور اسلامی فلاسفر اور ماہر نجوم وفلکیات ابوریحان البیرونی جو شہاب الدین غوری کے زمانہ میں ایک مدت دراز تک ہندوستان میں بھی رہا ہے اور ان فنون کا بے نظیر امام مانا جاتا ہے ان کی مشہور کتاب "الآثار الباقیة عن القرون الخالیة" ایک جرمن ڈاکٹر سی ایڈورد کے حاشیہ کے ساتھ چھپ کر شائع ہوئی ہے اس میں آلات رصدیہ کے ان نتائج کے غیریقینی ہونے کے مسئلہ کو تمام ماہرین فن کا اجماعی اور اتفاقی نظریہ بتایا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

"إن علماء الهیئة مجمعون علی أن المقادیر المفروضة فی أواخر أعمال رؤیة الهلال هی أبعاد لم یوقف علیها إلا بالتجربة وللمناظر أحوال هندسیة یتفاوت لأجلها المحسوس بالبصر فی العظم والصغر، وفی ما إذ تأملها متأمل منصف لم یستطع بت الحکم علی وجوب رؤیة الهلال أو امتناعها" (آثار باقیہ۱۹۸، مطبوعہ ۱۹۲۳ لیزک)۔

علماء ریاضی وہیئت اس پر متفق ہیں کہ رؤیت ہلال کے عمل میں آنے کے لئے جو مقداریں فرض کی جاتی ہیں وہ سب ایسی ہیں جن کو صرف تجربہ سے معلوم کیا جاسکتا ہے اور مناظر کے احوال مختلف ہوتے ہیں جن کی وجہ سے آنکھوں سے نظر آنے والی چیز کے سائز میں چھوٹے بڑے ہونے کا فرق ہوسکتا ہے اور فضائی وفلکی حالات ایسے ہیں کہ ان میں جو ذرا بھی غور کرے گا تو رؤیت ہلال کے ہونے یا نہ ہونے کا کوئی قطعی فیصلہ ہرگز نہیں کرسکے گا (جواہر الفقہ۳،۱۶۹-۱۷۱)۔

لہذا رؤیت ہلال کے سلسلہ میں ریاضی وہیئت وفلکیاتی حساب کا قطعاً اعتبار نہیں کیا جائے گا رؤیت کے لئے فلکیاتی حساب سے صرف معلوماتی حیثیت کی حد تک مدد لی

جاسکتی ہے۔

ب:

اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹؍تاریخ کو چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہ ہو اور اس کے باوجود اس خطہ سے رؤیت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو اسے قبول کیا جائے گا اور حساب کا اعتبار نہیں ہوگا۔

"قال العلامۃ الحصکفی ولا عبرۃ بقول الموقتین ولو عدولاً علی المذہب" (الدر المختار ۹۲؍۲)۔

"قولہ:ولا عبرۃ بقول الموقتین أی فی وجوب الصوم علی الناس، بل فی المعراج لا یعتبر قولہم بالإجماع ولا یجوز للمنجم أن یعمل بحساب نفسہ" (درمختار حوالہ بالا)، "ظہر من العبارۃ المنقولۃ إن علم الہندسۃ لیس بحجۃ فی رؤیۃ الہلال لوجوب الصوم بل الحجۃ خبر العادل کما ہو مصرح فی کتب المذہب، وقبل للصوم مع علۃ وغبار خبر عدل" (الدرالمختار، فتاوی محمودیہ۱۵؍۶۳)۔

ج:

چاند کی رؤیت کے لئے محکمہ موسمیات سے معلوماتی حد تک مدد لی جاسکتی ہے، تاکہ رؤیت کے سلسلہ میں آسانی ہوسکے۔

۳۔ الف:

جب مطلع صاف ہو تو رؤیت ہلال رمضان کے لئے دوعادل ثقہ مسلمانوں کی شہادت قبول کرکے آغاز رمضان کا فیصلہ کیا جائے گا اور رؤیت ہلال عید کے لئے مجمع کثیر کی شہادت ضروری ہوگی کہ جس سے رؤیت کے بارے میں ظن غالب حاصل ہوجائے ، چاند دیکھنے والوں کے لئے عدل کا وہ معیار ضروری ہے جو فقہاء نے عام طور سےلکھا ہے اور عدالت کی تعریف اس طرح کی ہے:

"العدالۃ ملکۃ تحمل علی ملازمۃ التقوی والمروءۃ والشرط أدناہا وہو ترک الکبائر والإصرار علی الصغائر وما یخل بالمروءۃ"۔

ہلال رمضان کے لئے جو شخص دنیوی وجاہت کا حامل ہو اور وہ جھوٹ بولنے کو اپنے لئے روا نہ سمجھتا ہو ایسے شخص کی شہادت قبول کی جاسکتی ہے اسی طرح مستور الحال کی شہادت بھی قبول کی جاسکتی ہے ۔

"وقبل بلا دعوی وبلا لفظ أشہد وبلا حکم ومجلس قضاء، لأنہ خبر لا شہادۃ للصوم مع علۃ کغیم وغبار خبر عدل أو مستور علی ما صححہ البزازی علی خلاف ظاہر الروایۃ لا فاسق اتفاقاً" (درمختار ۹۸؍۲)۔

ب:

چاند دیکھنے والوں کے لئے قاضی کے پاس جاکر یا جہاں نظام قضاء نہ ہو وہاں

کے مقامی علماء یا رؤیت ہلال کمیٹی کے پاس جاکر شہادت دینا واجب ہے یہاں تک کہ اگر صرف کوئی پردہ دار عورت چاند دیکھے تو اس کے ذمہ بھی لازم ہے کہ آکر گواہی دے۔

"ویجب علی الجاریۃ المخدرۃ أی التی لا تخالط الرجال وکذا یجب علی الحرۃ أن تخرج بلا إذن زوجہا وکذا غیر المخدرۃ والمزوجۃ بالأولی، قال:والظاہر أن محل ذلک عند توقف إثبات الرؤیۃ علیہا وإلا فلا" (رد المحتار۲؍۹۹)۔

جس جگہ خبر کا اعتبار کیا گیا ہے مثلاً ہلال رمضان کی رؤیت کی اطلاع جبکہ مطلع غبار آلود ہو وہاں خبر دینا کافی ہے مجلس قضا میں حاضر ہوکر اطلاع دینا اسی طرح شہادت، یعنی أشہد وغیرہ کہنا ضروری نہیں ہے اور جہاں شہادت ضروری ہے وہاں مجلس قضا مینیا رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ دار کے سامنے حاضر ہونا اور شاہد کا عادل ہونا اور لفظ أشہد سے گواہی دینا وغیرہ لازم اور ضروری ہے۔

"وشرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشہادۃ ولفظ أشہد وعدم الحد فی قذف لتعلق نفع العبد" (در مختار۲؍۹۹)۔

ج:

چاند دیکھنے والوں کے لئے لازم ہے کہ وہ فوراً مجلس قضا میں جاکر یا رؤیت ہلال کمیٹی کے پاس جاکر اپنی شہادت پیش کریں، کیونکہ چاند کے ثبوت پر بہت سے احکام شرعیہ کا دارومدار ہے اور تاخیر کی صورت میں لوگوں کے اندر انتشار وتفریق کا بھی اندیشہ رہتا ہے، لیکن اگر کسی مجبوری یا عذر کی بنا پر یا مجلس قضا سے یا رؤیت ہلال کمیٹی کی جگہ سے وہ دوری کے فاصلہ پر رہتا ہے تو اس صورت میں تاخیر کی وجہ سے جو وقت لگے گا اس سے درگذر کیا جائے گا اور اس صورت میں اگر تاخیر سےشہادت دی تو ان کی شہادت قبول کی جائے گی۔

۴. الف:

صوبہ بہار واڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضا موجود ہے اگر وہاں کا قاضی رؤیت ہلال کا ثبوت ملنے پر اعلان کرتا ہے تو اس حلقۂ قضاء کے ماتحت جو بھی شہر ودیہات ہیں ان کے مسلمانوں کے لئے اس اعلان پر عمل ضروری ہوگا بشرطیکہ تمام شروط شہادت کی رعایت کرکے اعلان کیا گیا ہو۔

ب:

قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلیویزن کے ذریعہ متعینہ الفاظ کے ساتھ شخص مفوض اعلان کرتا ہے تو یہ اعلان اعلانِ سلطان کے قبیل سے مانا جائے گا اور جہاں تک اس حلقۂ قضا کا اثر ہے وہاں تک اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

ج:

ہندوستان اور اس جیسے بڑے ملکوں میں اگر صوبہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی

کے ذمہ دار نے رؤیت کا اعلان کیا تو صرف اس صوبہ کے مسلمانوں کے لئے اس اعلان کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوگا بشرطیکہ پورے صوبہ کی ایک ہی مجلس قضا ہو یا صوبہ کی ایک ہی مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی ہو دوسرے علاقہ کے مسلمانوں کے لئے وہ ایک خبر کی حیثیت رکھتا ہے، مگر وہاں ایک صوبہ کے قاضی کا اعلان دوسرے علاقوں میں بہ طریق موجب پہنچے یا بہ طریق موجب حاصل کیا جائے اور اس فیصلہ کے مطابق دوسرے علاقہ کی مجالس قضا یا رؤیت ہلال کمیٹیوں کے ذمہ دار اس فیصلہ کو تسلیم کرتے ہوئے اعلان کریں تو اس صورت میں دوسرےعلاقہ کے مسلمانوں کے لئے بھی اس پر عمل کرنا لازم ہوگا۔

د:

رؤیت ہلال کے اعلان کے معتبر ہونے کے لئے معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہے، قاضی کی طرف سے یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف سے اس اعلان کے لئے جس کو متعین کیا گیا ہے اگر وہ اعلان کرتا ہے تو وہ اعلان معتبر ہوگا بشرطیکہ معلن مسلم ہو۔

۵۔ الف:

بعض علاقوں میں بالعموم مطلع ابرآلود رہتا ہے اور ۲۹ تاریخ کو چاند کی رؤیت بہت کم ہوتی ہے جیسے برطانیہ اور یورپ کے ممالک کہ وہاں اکثر ۲۹ کو چاند نظر نہیں آتا وہاں اقرب البلاد سے شرعی طور پر اصول شہادت کی روشنی میں رؤیت کا ثبوت ہوجائے تو اس اقرب البلاد کی رؤیت کو معتبر مان کر اس کے اعلان کے مطابق عمل کرنا لازم ہوگا۔

ایسے ممالک میں ہمیشہ ۳۰ دن کا مہینہ شمار کرکے رمضان وعیدین کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ ہمیشہ مہینہ ۳۰ دن کا نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: "نحن أمة أمية لانكتب ولا نحسب الشهر بكذا يعنى مرة تسعاً وعشرين ومرة ثلاثين" (بخاری شریف۱،۲۵۶)۔

ب:

اگر ہر مہینہ ۳۰ دن کا شمار کیا جائے تو ایک سال میں دس گیارہ دن کا فرق ہوجائے گا اور یہ صحیح نہیں ہے ، خلاف واقعہ ہےتو اس صورت میں جہاں چاند نظر نہیں آتا وہاں ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد کرکے اس کے مطابق رمضان وعیدین کرنا جائز نہ ہوگا بلکہ اقرب البلاد یا کسی دوسرے ملک میں جس طرح روایت ہوئی ہے اس کے مطابق عمل کرنا لازم ہوگا۔

ج:

۲۹ شعبان کو اگر مطلع صاف نہ ہو اور چاند نظر نہ آئے اور متعدد ریڈیو سے چاند کی خبر آئے جس سے ظن غالب ہوجائے تو ثبوت رمضان کے لئے اتنا ہی کافی ہے، لیکن

ثبوت عید کے لئے شہادت ضروری ہے، پس اگر ۲۹ کو مطلع صاف نہ ہو اور چاند نظر نہ آئے اور مسلم حاکم یا رؤیت ہلال کمیٹی جو کہ ذی علم اور دیانتدار افراد وارکان پر مشتمل ہو باقاعدہ شرعی شہادت حاصل کرکے اعلان کرے یا ریڈیو پر اس طرح اعلان کرائے کہ فلاں مقام پر رؤیت ہلال کمیٹی کے پاس شرعی شہادت پہنچ گئی ہے اور رؤیت کا ثبوت ہوگیا ہے اب وہ رؤیت ہلال کمیٹی اعلان کرتی ہے کہ کل فلاں روز نماز عید ادا کی جائے تو یہ اعلان اتنی دور تک معتبر ہوگا کہ اس کے تسلیم کرنے سے مہینہ ۲۸ دن کا نہ رہ جائے یا ۳۱ دن کا نہ ہوجائے (فتاوی محمودیہ ۱۵،۱۰۷-۱۰۸)۔

معلوم ہوا کہ ثبوت رمضان کے لئے مختلف ریڈیو اسٹیشنوں سے خبر آئے تو اسے تسلیم کیا جائے گا، مگر ثبوت ہلال عید کے لئے چونکہ شہادت کی ضرورت ہوتی ہے، اس لئے اس میں قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ دار نے شرعی شہادت لے کر فیصلہ کیا ہو تو اس فیصلہ کا اعلان ریڈیو سے ضروری ہوگا تب ہی وہ اطلاع معتبر مانی جائے گی۔

د:

ایک صوبہ میں رؤیت کا ثبوت نہیں ہوتا اور اس صوبہ سے متصل یا ملک کے صوبوں سے متعدد جگہوں سے باوثوق ذرائع سے خبر آئےتو اسے استفاضہ کی خبر مانتے ہوئے اس صوبہ میں بھی رؤیت ہلال مان کر اس پر عمل کرنے کی اجازت ہوگی استفاضہ میں یہ ضروری ہے کہ متعدد مقامات سے رؤیت کی خبر آئے۔

۶۔ الف:

کسی علاقہ، صوبہ اور شہر وغیرہ میں عام رؤیت نہ ہو اور دوسرے قریبی مقامات میں رؤیت ہوگئی ہو اور وہاں سے بطریق موجب خبر آئے تو اس صورت میں یہاں کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ دار کو اعلان کا حق ہوگا اور اس کی ذمہ داری اس پر ہوگی اگر رؤیت ہلال کمیٹی نہیں ہے تو مقامی عالم یا مفتی جس پر سب لوگ اعتماد کرتے ہوں اسے اعلان کا حق ہوگا اور اس پر ذمہ داری ہوگی۔

ب:

اس کا جواب الف میں ہوچکا۔

ج:

اگر کسی جگہ ایک ہی مرکزی کمیٹی ہے اور رویت وفیصلہ کی ذمہ داری اس پر ہے تو اس صورت میں غیر ذمہ دار عالم یا کسی فرد کی طرف سے ثبوت رؤیت کے فیصلہ اور اعلان کا حق نہ ہوگا اور روزہ رکھنا یا عید کرنا درست نہ ہوگا۔ غیر مجاز لوگوں کی طرف سے اعلان کی صورت میں روزہ نہ رکھنے والوں پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا، البتہ اس صورت میں اگر غیر مجاز لوگوں کی طرف سے ہلال عید کے ثبوت کے اعلان پر جن لوگوں نے روزہ توڑ دیا ہو ان پر اس روزہ کی قضا لازم آئے گی اور کفارہ ان پر عائد نہیں ہوگا۔

۷۔ الف:

اگر کوئی بڑا شہر ہے اور اس میں رؤیت ہلال کمیٹی ایک سے زائد ہے تو کوشش تو یہی کرنی چاہئے کہ ایک ہی کمیٹی ہو، لیکن اگر یہ ممکن نہ ہوتو پھر جس رویت ہلال کمیٹی کے سامنے شہادت پیش ہوئی ہو اور شرعی طور پر شہادت کے نتیجہ میں اس نے ثبوت رؤیت کا اعلان کردیا اور دوسری کمیٹی نے اعلان نہیں کیا تو اس صورت میں جس کمیٹی نے اعلان کیا ہے اس کے حلقہ اثر کے مسلمانوں کو رمضان یا عید کرنا لازم ہوگا۔

ب:

ہندوستان کے تمام علاقوں کا مطلع ایک ہے اور پورے ملک کی سطح پر کام کرنے والا یا معتمد کوئی ادارہ موجود نہیں ہے ایسی صورت میں ہر ایک علاقہ یا صوبہ میں جہاں رؤیت ہلال کمیٹی یا قاضی موجود ہے اس علاقہ یا صوبہ کے ذمہ دار ثبوت رؤیت کا اعلان کریں تو اس علاقہ یا صوبہ کے مسلمانوں کو اس اعلان کے مطابق عمل کرنا لازم ہوگا، اور کوشش اس بات کی کی جاتی رہے کہ مختلف اداروں کے درمیان اتفاق وارتباط قائم ہوجائے، لیکن اگر ایسا نہیں ہوسکتا ہو تو پھر ہر صوبہ یا علاقہ کی الگ رؤیت ہلال کمیٹی ہوگی اور اس کے اعلان کے مطابق اس کمیٹی کے حلقہ اثر کے مسلمانوں پر عمل کرنا لازم ہوگا علاوہ ازیں پورے عالم میں یا پورے ملک میں ایک ہی روز عید منائی جائے یہ شریعت کے مقاصد میں سے بھی نہیں ہے اور نہ ہی مطلوب ہے۔ صحابہ کرام کے زمانہ میں بھی آغاز رمضان وعید کا اختلاف رہا ہے۔

* * *

رؤیت ہلال اور اختلاف مطالع

مفتی عبد المنان دیوبندی•

اسلامی احکام آسان اور سب کے لئے قابل عمل ہیں، اسلام نے ایک عالم گیر دین ہونے کی حیثیت سے اپنے احکام کی بنیاد ایسے امور پر رکھی ہے جو سب کے لئے آسان ہیں، اور جن پر عمل کرنا سب کے لئے ممکن ہے، اور ایسی چیزوں پر کسی حکم کو موقوف نہیں کیا ہے جن کے لئے ایسے آلات ومشینوں کی ضرورت ہو جو عام لوگوں کے دسترس سے باہر ہوں یا جنہیں عام لوگ استعمال نہ کرسکتے ہوں، چنانچہ اوقات صلاۃ کے لئے طلوع فجر، زوال آفتاب، سایہ کا ایک مثل ہونا، غروب شمس اور غروب شفق وغیرہ مقرر کیا ہے، جن کا ادراک وعلم عام لوگوں کےلئے بھی آسان ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "أقم الصلاة لدلوک الشمس إلی غسق اللیل وقرآن الفجر إن قرآن الفجر کان مشہودا" (الاسراء: ۷۸) (نماز قائم کرو آفتاب کے ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک، اور فجر کے وقت قرآن پڑھنا، یقینا فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے)۔

اس آیت کریمہ میں آفتاب کے ڈھلنے کے بعد سے ظہر اور عصر کی نمازیں اور رات کی تاریکی تک سے مغرب اور عشاء کی نمازیں مراد ہیں، اور "قرآن الفجر'' سے مراد فجر کی نماز ہے، قرآن نماز کے معنی میں ہے، اس کو قرآن سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ فجر میں قراءت لمبی ہوتی ہے، اس طرح اس آیت میں پانچویں فرض نمازوں کا اجمالی ذکر آگیا ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "وقت الظہر إذا زالت الشمس وکان ظل الرجل کطولہ ما لم یحضر العصر ووقت العصر ما لم تصفر الشمس ووقت صلاة المغرب ما لم یغب الشفق ووقت صلاة العشاء إلی نصف اللیل الأوسط ووقت صلاة الصبح من طلوع الفجر ما لم تطلع الشمس فإذا طلعت الشمس فأمسک عن الصلاة فإنہا تطلع بین قرنی شیطان" (صحیح مسلم۲،۱۰۵)۔

(یعنی ظہر کا وقت زوال شمس سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ آدمی کا سایہ اس کی لمبائی کے برابر نہ ہوجائے اور عصر کا وقت نہ آجائے اور عصر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ سورج زرد نہ ہوجائے، اور مغرب کی

• مفتی، جامعہ قاسمیہ کابل، رکن اسلامی فقہ اکیڈمی افغانستان۔

نماز کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ شفق غائب نہ ہوجائے اور عشاء کی نماز کا وقت آدھی رات تک رہتا ہے اور صبح کی نماز طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ سورج نہ نکل جائے، اور جب سورج طلوع ہو رہا ہو تو اس وقت نماز پڑھنے سے رکے رہو کیونکہ وہ (سورج شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان نکلتا ہے))۔

برسوں کی گنتی، اور حج کے لئے شمس وقمر اور رؤیت ہلال کا فطری نظام، اسی طرح برسوں کی گنتی، حج کے ایام اور ماہ رمضان کے ثبوت اور اس کے روزہ کی ابتداء اور پھر ماہ شوال کی ابتداء اور عید کے لئے شمس وقمر کا نظام، رؤیت ہلال کا فطری اور سیدھا سادہ اصول بتایا، جس کا جاننا اور اس کے مطابق عمل کرنا تمام مسلمانوں کے لئے آسان ہے چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "ہو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نوراً وقدرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب ما خلق اللہ ذلک إلا بالحق" (یونس: ۵) (اور اللہ ہی ہے جس نے سورج کو ضیاء اور چاند کو نور بنایا اور اس کے لئے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرلیا کرو، اللہ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں پیدا کیں)۔

نیز فرمایا: "یسألونک عن الأہلۃ قل ہی مواقیت للناس والحج" (البقرہ: ۱۸۹) (لوگ آپ سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دیجئے کہ یہ لوگوں کے لئے وقت جاننے اور حج کے ایام معلوم کرنے کا ذریعہ ہے)۔

صوم رمضان اور عید کے لئے رؤیت ہلال یا تیس دن کی تکمیل کا اعتبار، رسول اللہ ﷺ نے صوم رمضان کی ابتداء اور انتہاء کے سلسلہ میں فرمایا: "صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ فإن غم علیکم فأکملوا عدۃ شعبان ثلاثین" (صحیح بخاری۳٫۳۴، صحیح مسلم ۳٫۱۲۴ من حدیث ابی ہریرہ) (یعنی چاند دیکھ کر روزہ رکھناشروع کرو اور چاند دیکھ کر ہی افطار یعنی روزہ رکھنا بند کرو اور اگر تمہارے اوپر بدلی ہوجائے، اور چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے مہینہ کو تیس دن کا قرار دو)۔

اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا: "لا تصوموا حتی تروا الہلال، ولا تفطروا حتی تروہ فإن غم علیکم فاقدروا لہ" (صحیح بخاری۳٫۳۴) (رمضان کے روزے نہ رکھو یہاں تک کہ تم چاند دیکھ لو، اور روزے رکھنا بند نہ کرو یہاں تک کہ اسے دیکھ لو، پھر اگر ابر یا گرد غبار وغیرہ کے سبب سے چاند نظر نہ آئے تو اس مہینے کو تیس دن کا مانو)۔

اور ایک روایت میں ہے: "الشہر تسع وعشرون لیلۃ فلا تصوموا حتی تروہ فإن غم علیکم فأکملوا العدۃ ثلاثین" (صحیح بخاری۳٫۳۴، صحیح مسلم۳٫۱۲۲ من حدیث ابن عمر) (یعنی مہینہ کبھی انتیس رات کا ہوتا ہے، اس لئے جب تک چاند نہ دیکھ لو رمضان کے روزے نہ رکھو، پھر اگر انتیس تاریخ کو ابر وغیرہ ہو اور چاند نظر نہ آئے تو تیس دن پورے کرو یعنی شعبان کو تیس دن کا سمجھو)۔

ان حدیثوں سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ صوم رمضان اور عید میں اصلاً یا تو انتیس تاریخ کو رؤیت ہلال کا اعتبار ہوگا یا پھر تیس دن مکمل کرنے کے بعد روزہ رکھنا شروع کرینگے، یا عید منائینگے۔

اسی واسطے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام چاند دیکھنے کا بڑا اہتمام کرتے تھے، اور مذکورہ بالا اصول کے مطابق ہی روزے رکھتے تھے، چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: "یتحفظ من شعبان ما لا یتحفظ من غیرہ ثم یصوم لرؤیۃ رمضان فإن غم علیہ عد ثلاثین یوماً ثم صام" (سنن ابی داؤد محقق وبتعلیق الالبانی۲؍۲۶۹، وقال الالبانی: اسنادہ صحیح) (یعنی رسول اللہ ﷺ شعبان کے دنوں کو جس قدر احتیاط اور توجہ سے شمار کرتے اور یاد رکھتے تھے اس قدر توجہ کسی اور مہینے پر مبذول نہیں فرماتے تھے، پھر آپ رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے تھے، اور اگر انتیس کو مطلع ابر آلود ہوتا)اور چاندکی رؤیت ثابت نہیں ہوتی تو تیس دن پورے کرنے کے بعد روزہ رکھنا شروع کرتے تھے)۔

اور حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے:" تراءی الناس الہلال فأخبرت رسول اللہ ﷺ أنی رأیتہ فصامہ وأمر الناس بصیامہ" (سنن ابی داؤد محقق وبتعلیق الالبانی ۲؍۲۷۴، سنن الدارمی۲؍۹) (لوگ چاند دیکھنے کے لئے جمع ہوئے پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو آپ نے روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا)۔

اور حضرت ابو البختریؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ عمرہ کرنے کی غرض سے نکلے، جب ہم بطن نخلہ میں پہنچے تو چاند دیکھنے کے لئے ایک جگہ اترے، چاند نظر آنے کے بعد (بعض لوگوں نے کہا کہ یہ تیسری شب کا چاند ہے اور بعض نے کہا: یہ دوسری شب کا ہے، پھر ہماری ملاقات حضرت ابن عباسؓ سے ہوئی تو ہم نے ان سے کہا کہ ہم نے چاند دیکھا تو بعض لوگوں نے کہا کہ یہ تیسری شب کا ہےاور بعض نے کہا کہ یہ دوسری شب کا ہے، انہوں نے فرمایا: تم لوگوں نے اسے کس رات کو دیکھا ہے؟ ہم نے کہا: اس اس طرح کی رات کو، پھر انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کی مدت کو چاند کے دیکھنے پر موقوف کیا ہے، لہذا چاند اسی رات کا ہے جس رات کو تم لوگوں نے اسے دیکھا ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ ہم نے ذات عرق میں رمضان کا چاند دیکھا، پھر ایک آدمی کو حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں ان سے یہ پوچھنے کے لئے بھیجا کہ یہ چاند کس رات کا ہے ؟ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ تعالی نے اسے دیکھنے تک دراز کیا ہے لہذا اگر انتیس تاریخ کو مطلع ابر آلود ہو تو گنتی پوری کرو، یعنی شعبان کے تیس دن پورے کرو اور اس کے بعد رمضان

کے روزے رکھو) (صحیح مسلم۳،۱۲۷)۔

اور جامع ترمذی میں مذکور ایک حدیث میں ہے: "لا تصوموا قبل رمضان، صوموا للرؤیۃ، وأفطروا للرؤیۃ، فإن حالت دونہ غیابۃ فأکملوا ثلاثین یوماً" (سنن الترمذی۳،۷۲) (رمضان سے قبل روزہ نہ رکھو، چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی روزہ رکھنا بند کرو اور اگر اس کی رؤیت میں بدلی وغیرہ حائل ہوجائے تو تیس دن مکمل کرو)۔

اور حضرت طلق بن علیؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "إن اللہ عز وجل جعل ہذہ الأہلۃ مواقیت للناس، صوموا لرؤیتہ، وأفطروا لرؤیتہ، فإن غم علیہم فأتموا العدۃ" (مجمع الزوائد۳،۱۴۵) (یعنی اللہ تعالی نے چاند کو اوقات معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا ہے، اس کو دیکھ کر روزہ رکھنا شروع کرو، اور اس کو دیکھ کر روزہ رکھنا بند کرو، اور اگر تمہارے اور چاند کے درمیان ابر حائل ہوجائے تو تیس دن کی مدت پوری کرو)۔

ان تمام آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صوم رمضان اور عید کا دارومدار چاند کے نظر آنے پر ہے اور اس کے چھوٹا بڑا ہونے کا اعتبار نہیں، اور اگر انتیس کو ابر وغیرہ کی بنا پر چاند نظر نہ آئے تو تیس دن مکمل کرنے کے بعد روزہ رکھینگے یا عید منائینگے۔

رویت ہلال سے مراد اور اختلاف مطالع:

ان احادیث سے یہ بات تو قطعی طور پر متحقق ہوگئی کہ صوم رمضان اور عید کے لئے رؤیت ہلال کا اعتبا رکیا جائے گا اور اگرانتیس تاریخ کو رؤیت نہیں ہوئی تو پھر تیس دن مکمل کرنے کے بعد روزہ رکھنا شروع کریں یا عید منائینگے، لیکن رؤیت ہلال سے کیا مراد ہے؟ بعض احادیث جیسے "لا تصوموا حتی تروا الہلال' ' اور "صوموا لرؤیتہ" وغیرہ کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام مخاطبین کی رؤیت شرط ہے، لیکن دوسرے دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ صوم رمضان کے لئے ایک عادل مسلمان کی رؤیت اور شہادت اور عید کے لئے کم ازکم دو عادل اور ثقہ مسلمانوں کی شہادت کافی ہے۔ اور بالاجماع تمام مخاطبین کی رؤیت شرط نہیں ہے،مرعاۃ المفاتیح ۴۲۴،۶ میں حدیث ابن عمر: "لا تصوموا حتی تروا الہلال" کی شرح میں ہے: "إن ظاہرہ اشتراط رؤیۃ الجمیع من المخاطبین لکن قام الإجماع علی عدم وجوب ذلک، بل المراد رؤیۃ بعضہم" ۔

اسی طرح بظاہر ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رؤیت ہلال کے وقت سے ہی روزہ رکھینگے اور عید کا چاند نظر آتے ہی روزہ افطار کردینگے مگر یہ بھی مراد نہیں ہے، بلکہ اگلے دن صبح صادق سے روزہ رکھنا، اور ہلال عید ہو تو سورج غروب ہونے کے بعد افطار کرنا مراد ہے: "قال الحافظ ابن حجر: "ظاہر الحدیث إیجاب الصوم حین الرؤیۃ متی وجدت لیلاً أو نہاراً لکنہ محمول علی صوم الیوم المستقبل" ۔

اسی طرح بہت سے اہل علم نے ان احادیث سے یہ سمجھا ہے کہ جب کسی بھی جگہ کے مسلمان چاند یکھ لیں اور وہاں رؤیت ثابت ہوجائے تو ایک جگہ رؤیت کے ثابت ہونے

سے پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے روزہ رکھنا یا عید منانا واجب ہوجاتا ہے، اس لئے کہ جیسے اس جگہ یا شہر کے تمام مسلمانوں کا دیکھنا شرط نہیں ہے اور بعض عادل مسلمانوں کے دیکھنے سے ہی پورے شہر کے لوگوں کے لئےرؤیت ثابت ہوجاتی ہے اسی طرح ایک جگہ رؤیت ثابت ہونے سے تمام بلاد کے لئے رؤیت مانی جائے گی، اور سب مسلمانوں پر روزہ رکھنا یا عید کرنا واجب ہوجائے گا، اور ہر جگہ رؤیت کا ہونا شرط نہیں۔

یہ حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کا مشہور مذہب ہے، اور شافعیہ کے یہاں بھی ایک قول ہے، اور ان کی دلیل حدیث: "صوموا لرؤیتہ، وأفطروا لرؤیتہ" وغیرہ ہے، یہ حضرات اس کا معنی یہ بتاتے ہیں کہ نہ روزہ رکھو یہاں تک کہ تمہارے درمیان رؤیت ثابت اور متحقق ہوجائے اور جب ایک شہر میں رؤیت متحقق ہوگئی تو تمام شہروں کے مسلمانوں کے لئے رؤیت متحقق ہوگئی اس واسطے سب پر روزہ رکھنا واجب ہوگا۔

مگر محققین علماء نے اس معنی کو تسلیم نہیں کیا، اور کہا کہ اس میں خطاب مخصوص لوگوں کے لئے ہے، اس واسطے ان کے علاوہ لوگوں کے لئے یہ حکم لازم نہیں ہوگا، اور انہوں نے قریب اور بعید کے شہروں میں فرق کیا، بلکہ امام ابن عبد البرؒ نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: "وأجمعوا علی أنہ لا تراعی الرؤیۃ فیما بعد من البلاد کخراسان والأندلس" (فتح الباری۴،۱۲۳) (لوگوں کا اجماع ہے کہ دور دراز ملکوں جیسے خراسان اور اندلس کی رؤیت کا اعتبار نہیں ہوگا)۔

اسی طرح علامہ ابن رشدؒ نے بھی اس پر اجماع نقل کیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: "وأجمعوا أنہ لا یراعی ذلک فی البلدان النائیۃ کالأندلس والحجاز" (بدایۃ المجتہد۱،۲۸۸) (اور اس پر اجماع ہے کہ اس کی رعایت دور دراز کے شہروں جیسے اندلس اور حجاز میں نہیں کی جائے گی)۔

بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء میں یہ اختلاف کہ ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر والوں کے لئے معتبر ہوگی یا نہیں قریبی شہروں کے سلسلہ میں ہے، اور دور دراز کے شہروں میں اختلاف مطالع کے اعتبار پر اتفاق ہے، کیونکہ اس سے قبل انہوں نے اس مسئلہ میں اگر ایک شہر کے لوگ چاند نہ دیکھیں تو وہ دوسرے شہر والوں کی رؤیت کا اعتبار کرینگے یا ہر شہر کی رؤیت اسی شہر والوں کے لئے ہوگی، اس میں امام مالک سے دو روایتیں نقل کی ہیں۔

ایک یہ کہ جب کسی شہر کے لوگوں نے نزدیک ثابت ہوجائے کہ دوسرے شہر کے لوگوں نے چاند دیکھا ہے تو جس دن کا روزہ انہوں نے نہیں رکھا ہے اس کا روزہ قضا کرنا پڑے گا، اس کی روایت ان سے ابن القاسم اور مصریوں نے کی ہے، اور اسی کے قائل امام شافعیؒ واحمدؒ بھی ہیں، اور دوسری روایت یہ ہے کہ جس شہر میں رؤیت واقع ہوئی ہے اس کے علاوہ دوسرے شہروں کے لئے خبر سے رؤیت ثابت اور لازم نہیں ہوگی، الا یہ کہ امام

لوگوں کو اس پر مجبور کرے اس کی روایت امام مالک سے ان کے مدنی تلامذہ نے کی ہے، اور اس کے قائل ابن الماجشون اور اصحاب مالک میں سے مغیرہ ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختلاف قریبی شہروں کے بارے میں ہے، دور کے شہروں کے بارے میں نہیں، بلکہ دور کے شہرو نمیں اختلاف مطالع کا اعتبار کرنا متفق علیہ ہے۔

اس کی تائید ووضاحت امام ابن تیمیہ ؒ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے:

"مسألہ رؤیۃ بعض البلاد رؤیۃ لجمیعہا فیہا اضطراب، فإنہ قد حکی ابن عبد البر الإجماع علی أن الاختلاف فیما یمکن اتفاق المطالع فیہ، فأما ما کان مثل الأندلس وخراسان فلا خلاف أنہ لا یعتبر" (مجموع فتاوی ابن تیمیہ۲۵،۱۰۳) (یعنی بعض بلاد کی رؤیت کا تمام بلاد کے لئے رؤیت ہونے کے مسئلہ میں اضطراب اور اختلاف ہے اور ابن عبد البر ؒ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ یہ اختلاف ان بلاد کےبارے میں ہے جن میں اتفاق مطالع ممکن ہے، رہے وہ بلاد کہ جن میں یہ ممکن ہی نہیں جیسے اندلس اور خراسان تو ان کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس کا اعتبار نہیں ہوگا)۔

پھر اس کا تذکرہ کیا جو امام احمدؒ نے ایک شہر کی رؤیت کو دوسرے شہر کے لئے معتبر قرار دینے کے لئے اس اعرابی کی حدیث پر اعتماد کیا جس نے گواہی دی کہ اس نے کل رات چاند دیکھا ہے اور پھر آپ نے اس رؤیت کی بنا پر لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا، حالانکہ وہ رؤیت دوسری جگہ کی تھی اور امکان ہے کہ وہ مسافت قصر سے زیادہ دوری پر نہ رہی ہو مگر آپ نے تفصیل نہیں پوچھی، پھر فرمایا کہ یہ استدلال ابن عبد البرؒ کی ذکر کردہ بات کے منافی نہیں ہے، کیونکہ یہ اس صورت میں تھا جس میں اتفاق مطلع ممکن ہے۔

اسی طرح "الاختیارات الفقہیہ ص: ۱۰۶ " میں فرماتے ہیں: "تختلف المطالع باتفاق أہل المعرفۃ بہذا، فإن اتفقت لزمہ الصوم، وإلا فلا، وہو الأصح للشافعیۃ، وقول فی مذہب أحمد"۔

باتفاق اہل معرفت مطالع کا اختلاف ہے، چنانچہ اگر مطلع ایک ہی ہے تو روزہ لازم ہوگا، ورنہ نہیں، یہی شافعیہ کا اصح اور مذہب احمد میں بھی ایک قول ہے۔

مذاہب اربعہ کے محققین علماء قریب وبعید شہروں کی رؤیت میں فرق کے قائل:

محققین علماء مالکیہ وحنابلہ کی طرح محققین علماء حنفیہ وشافعیہ بھی قریب وبعید شہروں میں فرق تسلیم کرتے ہیں، چنانچہ علامہ نوویؒ اسی کو شوافع کا صحیح قول بتاتے ہوئے فرماتے ہیں: "إذا رأوا الہلال فی رمضان فی بلد ولم یروہ فی غیرہ، فإن تقارب البلدان فحکمہما حکم بلد واحد، ویلزم أہل البلد الآخر الصوم بلا خلاف، وإن تباعدا فوجہان مشہوران فی الطریقتین، أصحہما، لا یجب الصوم علی أہل البلد الآخر، وبہذا قطع المصنف والشیخ أبو حامد والبندنیجی وآخرون، وصححہ العبدری والرافعی والأکثرون) والثانی (یجب، وبہ قال

الصیمری، وصححہ القاضی أبو طیب والدارمی وأبو علی السنجی وغیرہم، وأجاب ہؤلاء عن حدیث کریب عن ابن عباس أنہ لم یثبت عندہ رؤیۃ الہلال فی بلد آخر بشہادۃ عدلین، والصحیح الأول" (المجموع۶؍۲۲۶)۔

جب ایک شہر میں لوگ رمضان کا چاند دیکھیں اور دوسرے میں نہ دیکھیں تو اگر یہ شہر قریب قریب ہوں تو ان کا حکم ایک شہر کا حکم ہوگا، اور بلا خلاف دوسرے شہر کے لوگوں پر روزہ رکھنا لازم ہوگا، اور دونوں شہر دوری پر ہوں تو دو مشہور صورتیں ہیں، ان میں اصح یہ ہے کہ دوسرے شہر والوں پر روزہ رکھنا واجب نہیں ہوگا، اسی کو قطعیت کے ساتھ مصنف)علامہ شیرازی(، شیخ ابو حامد، بندنیجی اور دوسروں نے کہا ہے، اور اسی کو عبدری، رافعی اور اکثر لوگوں نے صحیح قرار دیا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ دوسرے شہر والوں پر روزہ رکھنا واجب ہوگا۔ اس کے قائل صیمری ہیں اور اسے قاضی ابو طیب، دارمی اور ابو علی السنجی وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے اور ان لوگوں نے کریب عن ابن عباس کی حدیث کا جواب یہ دیا ہے کہ ان کے نزدیک دوعادل گواہوں کی شہادت سے دوسرے شہر میں رؤیت ہلال ثابت نہیں ہوئی، اور صحیح پہلی صورت ہے۔

اور صحیح مسلم کی شرح میں فرمایا: "والصحیح عند أصحابنا أن الرؤیۃ لا تعم الناس، بل تختص بمن قرب" (شرح النووی علی مسلم۴؍۶۰) (اور ہمارے اصحاب کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ایک جگہ کی رؤیت تمام لوگوں کے لئے نہیں ہوگی، بلکہ یہ دو قریب کے شہروں کے ساتھ خاص ہے)۔

محققین حنفیہ میں فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی شرح کنز الدقائق میں فرماتے ہیں:

"وأکثر المشائخ علی أنہ لا یعتبر باختلاف المطالع، والأشبہ أن یعتبر، لأن کل قوم مخاطبون بما عندہم، وانفصال الہلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف الأقطار، کما أن دخول الوقت وخروجہ یختلف باختلاف الأقطار، حتی إذا زالت الشمس فی المشرق لا یلزم فیہ أن تزول فی المغرب، وکذا طلوع الفجر وغروب الشمس، بل کلما تحرکت الشمس درجۃ فتلک طلوع فجر لقوم، وطلوع شمس لآخرین، وغروب لبعض، ونصف لیل لغیرہم..... والدلیل علی اختلاف المطالع ما روی عن کریب" (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق۱؍۳۲۱ بحوالہ رؤیت ہلال کا مسئلہ، ص ۸۶۔۸۸)۔

اکثر مشائخ کا مسلک یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کیا جائے، اور اشبہ (اقرب الی الحق) یہ ہے کہ اس کا اعتبار کیا جائے، کیونکہ ہر قوم اسی حکم کی مخاطب ہوتی ہے جس کا سبب اس کے یہاں متحقق ہو، اور سورج کی شعاع سے ہلال کا انفصال مختلف مقامات پر بدلتا رہتا ہے (ہر جگہ یکساں نہیں رہتا) جس طرح (نماز کے) وقت کا معاملہ ہے کہ مختلف جگہ مختلف ساعات میں آتا ہے، حتی کہ اگر مشرق میں سورج ڈھل

جائے تو مغرب میں اسی وقت ڈھلنا لازم نہیں ہوتا، اسی طرح طلوع فجر اور غروب شمس کا معاملہ ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب سورج ایک درجہ حرکت کرتا ہے تو وہ کسی خطہ کے لوگوں کے لئے طلوع فجر اور کسی قوم کے لئے طلوع شمس کی نوید ہوتی ہے اور اسی ساعت میں دوسری جگہ سورج غروب ہورہا ہوتا ہے، اور کہیں آدھی رات کا سماں ہوتا ہے،..... اس کے علاوہ اختلاف مطالع کی اصل دلیل حضرت کریبؓ والی حدیث ہے۔

اور علامہ علاؤ الدین کاسانیؒ فرماتے ہیں:

"ولو صام أہل بلد ثلاثین یوما وصام أہل بلد آخر تسعۃ وعشرین یوماً فإن کان صوم أہل ذلک البلد برؤیۃ الہلال وثبت ذلک عند قاضیہم، أو عدوا شعبان ثلاثین یوماً ثم صاموا رمضان فعلی أہل البلد الآخر قضاء یوم لأنہم أفطروا یوماً من رمضان لثبوت الرمضانیۃ برؤیۃ أہل ذلک البلد، وعدم رؤیۃ أہل البلد لا یقدح فی رؤیۃ أولئک، إذا لعدم لا یعارض الوجود، وإن کان صوم أہل ذلک البلد بغیر رؤیۃ ہلال رمضان أو لم تثبت الرؤیۃ عند قاضیہم ولا عدوا شعبان ثلاثین یوماً فقد أساءوا حیث تقدموا رمضان بصوم یوم۔ ولیس علی أہل البلد الآخر قضاؤہ لما ذکرنا أن الشہر قد یکون ثلاثین وقد یکون تسعۃ وعشرین، ہذا إذا کانت المسافۃ بین البلدین قریبۃ لا تختلف فیہا المطالع، فأما إذا کانت بعیدۃ فلا یلزم أحد البلدین حکم الآخر لأن مطالع البلاد عند المسافۃ الفاحشۃ تختلف فیعتبر فی أہل کل بلد مطالع بلدہم دون البلد الآخر" (البدائع والصنائع۲؍۸۳)۔

(یعنی اگر کسی شہر کے لوگوں نے تیس روزے رکھے اور دوسرے شہر کے لوگوں نے انتیس روزے رکھے تو اگر پہلے شہر کے لوگوں نے چاند دیکھنے کی وجہ سے روزہ رکھے اور وہ رؤیت ان کے قاضی کے نزدیک ثابت ہوئی، یا انھوں نے تیس شعبان مکمل کرکے روزہ رکھے تو دوسرے شہر کے لوگوں کو ایک دن کا روزہ قضا کرنا پڑے گا، اس لئے کہ انھوں نے رمضان کے ایک دن کا روزہ نہیں رکھا، کیونکہ رمضان کا وجود اس شہر والوں کی رؤیت سے ثابت ہوگیا، اور اس شہر کے لوگوں کا چاند نہ دیکھنا ان لوگوں کی رؤیت میں قدح نہیں، اس لئے کہ عدم، وجود کا معارض نہیں ہوسکتا، یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ دونوں شہروں کے درمیان کی مسافت اتنی قریب ہو کہ اس میں مطلع نہ بدلتا ہو، اور اگر دونوں شہروں میں فاصلہ زیادہ ہو تو ایک شہر کا حکم دوسرے میں نافذ ہونا لازم نہیں، اس واسطے کہ طویل مسافت پر شہروں کے مطالع بدل جاتے ہیں، چنانچہ ہر شہر والوں کے لئے ان کے شہر کے مطلع کا اعتبار ہوگا، دوسری جگہ کانہیں)۔

اسی طرح فقہ حنفی کی مشہور کتاب مراقی الفلاح میں اختلاف مطالع کا اعتبار کرنے کے بارے میں لکھا ہے: "واختارہ صاحب التجرید وغیرہ کما إذا زالت الشمس عند قوم وغربت عند غیرہم فالظہر علی الأولین لا المغرب لعدم انعقاد السبب فی حقہم" (مراقی الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الایضاح ونجاۃ الارواح،۲۴۴) (صاحب تجرید نے اسی کو پسند کیا ہے، جیسے کسی جگہ سورج ڈھل گیا اور دوسری جگہ سورج غروب ہوا تو پہلے مقام کے

لوگوں کے لئے نماز ظہر فرض ہوگی نہ کہ مغرب، کیونکہ مغرب کا سبب ان کے حق میں پایا ہی نہیں گیا)۔

اور شمس الائمہ حلوانی فرماتے ہیں: "أنہ الصحیح من مذہب أصحابنا" (یہی ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب ہے)، اسی طرح اختلاف مطالع کے اعتبار کے قائل علماء احناف میں سے مفتی ابو السعود الطحطاوی شارح مراقی الفلاح، النہر الفائق، الجواہر، تاتارخانیہ، مختارات النوازل، قدوری، اور متاخرین میں سے مولانا عبد الحئی، مولانا شبیر احمد عثمانی، انور شاہ کشمیری، مفتی محمد شفیع، مفتی عتیق الرحمن، مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃا لعلماء لکھنؤ کے اراکین وغیرہ بہت سے علماء احناف ہیں۔

کتنی مسافت یا فاصلہ کو بعید قرار دیا جائے گا:

رہا یہ مسئلہ کہ کتنی مسافت کو قرب وبعد کے لئے حد فاصل مانا جائے گا کہ اس کی بنیاد پر مسافت بعیدہ کے شہروں کی رؤیت کا اعتبار نہ کیا جائے اور مسافت قریبہ کے شہروں کی رؤیت کا اعتبار کیا جائے، اس سلسلہ میں علماء کے درج ذیل مذاہب اور اقوال ہیں:

۱۔ اس سلسلہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا، چنانچہ جن علاقوں اور شہروں کے مطالع مختلف ہونگے جیسے حجاز اور شام یا عراق اور خراسان، ان کا اعتبار بلاد بعیدہ میں ہوگا، اور جن کے مطالع مختلف نہیں ہیں جیسے بغداد اور کوفہ یا ری اور قزوین ان کو بلاد قریبہ میں شمار کیا جائے گا، اس کے قائل جمہور عراقی اور صیدلانی وغیرہ شافعیہ ہیں اور امام نوویؒ نے اسی کو "الروضہ" اور "المجموع" میں اصح کہا ہے، اور اسی کے قائل محققین حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ ہیں (المجموع ۲۲۷،۶، فتح الباری۱۲۳،۴)۔

۲۔ مسافت قصر، بعید ہے اور اس سے کم قریب، اس کے قائل، امام الحرمین، غزالی، بغوی ہیں اور رافعی نے "الصغیر" میں اور نووی نے شرح مسلم میں اس کو صحیح کہا ہے، اور اسی کو شاہ ولی اللہؒ نے المصفی میں اختیار کیا ہے، مگر امام ابن تیمیہؒ نے مجموع الفتاوی (۱۰۴،۲۵) میں اس کی تضعیف کی ہے اور فرمایا کہ مسافت قصر کا ہلال سے کوئی تعلق نہیں، اور امام نوویؒ نے بھی المجموع (۲۲۷،۶) اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

۳۔ اقالیم کے اتحاد واختلاف کا اعتبار کیا جائے گا،چنانچہ جو شہر اور علاقے ایک اقلیم کے ہیں وہ قریب مانے جائینگے اور جو دوسرے اقلیم کے ہیں وہ بعید، اس کے قائل صیمری وغیرہ ہیں، مگر امام ابن تیمیہؒ نے اس کو بھی ضعیف کہا ہے، وہ فرماتے ہیں: رہے اقالیم تو ان کی حد کیا ہے؟ پھر فرمایا کہ یہ دونوں قول دو وجوہ سے غلط ہیں، ایک تو اس لئے کہ رؤیت مشرق ومغرب کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے، اگر مشرق میں رؤیت ہوئی تو مغرب میں لازماً ہونی چاہئے، لیکن اس کے برعکس صورت نہیں، کیونکہ مشرق کی بہ نسبت مغرب میں غروب آفتاب تاخیر سے ہوتا ہے .....اور دوسری وجہ یہ ہے

کہ اگر ہم مسافت قصر یا اقالیم کا اعتبار کریں تو جو شخص مسافت قصر یا اقلیم کے آخری سرے پر ہوگا اس کےلئے تو روزہ رکھنا یا روزہ رکھنے کا سلسلہ بند کرنا اور قربانی کرنا لازم ہوگا اور دوسرا شخص جس کے اور پہلے شخص کے درمیان بس تیر کے نشانہ کے بقدر فاصلہ ہوگا وہ ان میں سے کوئی بھی چیز نہیں کرسکے گا اور یہ ایسی بات ہے جو مسلمانوں کے دین میں سے نہیں ہے (مجموع فتاوی۲۵،۱۰۵۔۱۰۶)۔

۴۔ مقام رؤیت سے جو شہر یا علاقہ اتنے فاصلے پر ہو کہ جب یہاں چاند نظر آئے اور اگر کوئی مانع نہ ہو تو وہاں پر بھی لازماً اسے نظر آنا چاہئے، ایسی صورت میں وہ قریب ہے، ورنہ بعید ہے اور یہ سرخسی کا قول ہے۔

۵۔ اگر امام اعظم (سلطان) کے نزدیک رؤیت ہوجائے تو وہ اپنی پوری مملکت میں اس کو نافذ کرسکتا ہے، اس واسطے کہ پورا ملک اس کے حق میں ایک شہر کی طرح ہے کیونکہ اس کا حکم سب میں نافذ ہوتا ہے، اور یہ ابن الماجشون کا قول ہے (فتح الباری۴،۱۲۳)۔

مگر اس پر بھی امام ابن تیمیہؒ کا وہ اعتراض وارد ہوتا ہے جو انہوں نے اقلیم والے قول پر وارد کیا ہے۔

۶۔ مقام رؤیت سے جو جگہ طبعی اور جغرافیائی اعتبار سے مختلف ہو وہ بعید ہے اس کے علاوہ قریب، مثلاً بلند مقام پر چاند نظر آیا تو اس رؤیت کو نشیبی علاقے کے لئے نہیں مانا جائے گا، اسی طرح اس کے برعکس (نیل الاوطار۴،۲۰۶)۔

۷۔ ایک مہینہ کی مسافت بعید ہے اور اس سے کم قریب ہے (مجمع الانہر ۱،۲۲۹، الدرر المنتقی برحاشیہ مجمع ۱،۲۳۹، فتاوی مولانا عبد الحئی ۱،۳۷۲)۔

اور ایک مہینہ کی مسافت سے مراد وہ فاصلہ ہے جو پیدل کی رفتار کے لحاظ سے بنتا ہے اور یہ اوسطا سولہ میل فی یوم ہے، اسی بنا پر فقہ حنفی وغیرہ میں مسافت قصر تین دن کی مسافت کو ۴۸ میل بتایا گیا ہے اور اس حساب سے ایک مہینہ کی مسافت ۴۸۰ میل ہوتی ہے۔

* * *

مسائل رؤیت ہلال اور موجودہ دشواریوں کا حل

مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی•

رویت ہلال پر اسلام میں کئی عبادتونکا مدار ہے رمضان المبارک کے روزے کا آغاز اور اختتام قربانی اورحج کے ایام کی تعیین اور مہینوں کے آغاز واختتام کافیصلہ رویت کی بنیاد پرہی کیا جاتاہے، اسی لئے جب چاند کے بارے میں مشرکین مکہ نے دریافت کیا تو اللہ رب العزت نے چاندکی حقیقت بیان کرنے کے بجائے اس کے فوائد بیان کیے ارشاد فرمایا :

"قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ" (سورہ بقرہ: ۱۸۹)۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:"هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السنِيْنَ وَالْحِسَابَ"(سورۃ یونس: ۵)۔

وہی تو ہے جس نے سورج کوروشن بنایا اورچاند کو نور والا اور اس کی گردش کی منزلیں صحیح انداز سے مقرر کردیں، تاکہ تم برسونکی گنتی اور حساب معلوم کرسکو۔

۱- (الف)- مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے کہ سورج اورچاندکے طلوع،و غروب کی جگہینبدلتی رہتی ہیں، سورج یا چاند مشرق یا مغرب میں جہاں سے طلوع ہوتا ہے، اسے مطلع کہتے ہیں مختلف موسم مینبدلتارہتاہے اسی بنیاد پرقرآن کریم میں "رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ"(سورۃ المعارج: ۴۰) آیا ہے۔

یہیں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اختلاف مطالع کا وجود ہے اورپوری دنیا کے لیے ایک مطلع نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ کہینسورج طلوع ہورہاہوتاہے ا ور دنیاکے کسی خطے میں غروب ہوتاہے۔ ظاہر ہے اختلاف مطالع کے بغیر یہ ممکن نہیں ہے قرآن کریم میں "حَتّٰى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ" (سورۃ الکہف : ۹۰)، اسی معنی ومفہوم میں آیا ہے ۔اسی لیے فقہا نے اختلاف مطالع کو تسلیم کیا ہے اور اس کی بنیاد پر بہت سارے مسائل اخذ کیے ہیں شامی میں ہے:

"إن نفس اختلاف المطالع لانزاع فيه بمعنى أنه قد يكون بين البلدتين دون الآخر، وكذا مطلع الشمس؛ لأن انفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف الاقطار"(۲،۳۹۳)۔

اختلاف مطالع کے وجود کو تسلیم کرنے کے باوجود رویت ہلال میناس کا کس قدر اعتبار ہوگا؟ اور اس اعتبارکی حد کیاہوگی؟ اس مسئلہ مینائمہ کرام کااختلاف فقہ کی کتابوں

• نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ۔

میں مذکور ہے، متقدمین احناف کامسلک جوظاہر الروایت ہے اس کے مطابق رویت ہلال کے سلسلے میناختلاف مطالع کااعتبار نہینہے، دنیاکے کسی گوشے مینشرعی طور پرچاند کی رویت کاثبوت مل گیا تو سب کے لیے رزہ رکھنا یا روزہ توڑدینا ضروری ہوگا۔ یہی قول امام مالک اورامام احمد بن حنبل سے بھی منقول ہے:

"اختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاھر المذھب وعلیہا أکثر المشائخ وعلیہ الفتویٰ، فیلزم أھل المشرق برویۃ الھلال المغرب إذا ثبت عندھم رؤیۃ أولئک بطریق موجب" (درمختار)۔

یہی رائے محقق ابن ھمام کی بھی ہے ،ان کے نزدیک ظاہر روایت پر عمل احوط ہے۔ "قال ابن الھمام:الأخذ بظاہر الروایۃ أحوط"۔

لیکن متاخرین فقہا ء میں علامہ کاسانیؒ صاحب بدائع االورعلامہ زیلعیؒ شارح کنز نے اختلاف مطالع کااعتبار کیا ہے، البتہ ان کے نزدیک بلاد قریبہ میں اختلاف مطالع کااعتبار نہیں ہے البتہ بلاد بعیدہ میناس کااعتبار کیا جائے گا اورفتوی اسی پر ہے ۔

"وقال الزیلعی :وألاشبہ أن یعتبر وھو مختار صاحب التجرید وغیرہ من المشائخ" (۱،۳۲۱)۔

بدائع میں ہے:"فأما إذا کانت بعیدۃ فلا یلزم أحد البلدین حکم الآخر؛ لأن مطالع البلاد عند المسافۃ الفاحشۃ تختلف فیعتبر فی أھل کل بلد مطلع بلدھم دون البلد الآخر" (۲/۸۳)۔

ابن رشد نے بلاد بعیدہ میناختلاف مطالع کے اعتبار پر اجماع نقل کیا ہے ، معارف السنن میں ہے:

"وکنت قطعت القول بھاحا لہ الزیلعی:ثم رأیت فی قواعد ابن رشد نقل الإجماع علیٰ اعتبار الاختلاف فی البلاد البعیدۃ أیضا" (معارف السنن ۵/۳۳۷)۔

بلاد قریبہ اور بلاد بعیدہ کی حد کیاہے؟یہ ایک اہم مسئلہ ہے،ا س بارے مینکئی قول ہیں۔ ایک یہ کہ بلاد بعیدہ کی حد پانچ سومیل ہے، معارف السنن مینہے:

"وحققوا وقع الاختلاف فی المطلع بقدر خمس ماۃ میل" (۵،۳۴۰)۔

بعض کے نزدیک چوبیس فرسخ اور بعض کے نزدیک مسافت قصر کااطلاق بلاد بعیدہ پر ہوگا، امام نووی نے لکھا ہے:

"والصحیح عند أصحابنا أن الرویۃ لا تعم الناس، بل تختص بین قرب علی مسافۃ لاتقصر فیھا الصلاۃ" (شرح مسلم للنووی کتاب الصیام)۔

علامہ طحطاوی نے جواھرکے حوالے سے ایک ماہ کی مسافت کو اختلاف مطالع کے لیے معتبر مانا ہے، لکھتے ہیں:

"وأقل ماتختلف فیہ المطالع مسیرۃ شھر کما فی الجواھر اعتبار ابقصہ سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام، فإنہ قد انتقل کل غد ورواح من إقلیم إلی إقلیم وبین کل منھما مسیرہ شھرقھستانی ونقلہ الغد وھی السیر من أول النھار إلی الزوال والرواح السیر من الزوال إلی الغروب" (طحطاوی علی مراقی ج ۱)۔

ابن رشد کایہ قول بھی کتابونمینمذکور ہے کہ "وحد البعد مفوض إلی رأ ی المبتلی بہ لیس لہ حد معین" (معارف السنن ۳۳۷۵)۔

احناف کے یہانبہت سارے مسائل مینمبتلی بہ کی رائے پرحکم لگایا جاتاہے،لیکن اس مسئلہ میں علماء نے اس رائے کو نہیں قبول کیا ہے، اس مسئلہ میں ہمارے اکابر کی جوتحقیق ہے، اس کاخلاصہ یہ ہے کہ :

"ملکوں کے درمیان اگر اتنی دوری ہو کہ ایک ملک کی خبرماننے سے دوسرے ملک میں ۲۸ یا ۳۱ دن کامہینہ ہوتاہو تو وہ خبر قابل تسلیم نہینہو گی اوراختلاف مطالع معتبر ہو گا(فتاوی دارالعلوم ۔ کتاب الصوم)۔

علامہ انورشاہ کشمیری ؒاورمولاناشبیر احمد عثمانیؒ کی یہی رائے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ذکر کیا ہے، فتح الملہم مینہے:

"ینبغی أن یعتبر اختلافھا إن لزم منہ التفاوت بین البلدتین بأکثر من یوم واحد؛ لأن النصوص مصرحۃ بکون الشھر تسعۃ وعشرین أوثلاثین، فلا تقبل الشھادۃ ولایعمل بھا فیما دون أقل العدد، ولا فی أزید من أکثرہ" (۳،۱۱۳)۔

۱-(ب)-اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ذہن مینرہے کہ عملا ایک ملک کامطلع ایک ماناگیاہے، البتہ اونچے اور نچلے مقامات مینفرق ہو سکتاہے ، شہر اور دیہات کے اعتبار سے بھی فرق ممکن ہے۔، کیونکہ شہر کی فضا بہ نسبت دیہا ت کی فضا صاف ہوتی ہے ، ا سی لیے فقہا نے لکھاہے " کہ جب کوئی آدمی شہر کے باہر سے آجائے اور چاند دیکھنے کی گواہی دے تو اس کی گواہی معتبر ہوگی بشرطیکہ وہ عادل اور ثقہ یعنی معتبر آدمی ہو،اس لیے کہ دیہات اور صحرا مینچاند دیکھنا شہرونسے زیادہ یقینی ہے، کیونکہ عموماً شہروں کی فضاپرغبار چھایارہتاہے اوردیہات وصحرا کی فضاصاف ہوتی ہے (الاتمام والاکمال فی رویۃ الھلال از مفتی نظام الدین شامزی ص ۱۱)۔

علامہ ابن نجیم مصری حنفیؒ صاحب بحر نے بھی اس فرق کو معتبر مانا ہے ۔

"ولکن فرقہ بین من کان بالمصر وخارجہ وبین المکان المرتفع وغیرہ" (۲۶۹/۲)۔

۱-(ج)-چونکہ کیرالہ وغیرہ کا علاقہ نشیب میں واقع ہے، اس لیے وہانکی رویت پربھی فیصلہ نہینکیاجاتا، کیونکہ اوپرمذکور ہو اکہ اونچے اورنچلے مقامات کے مطلع مینفرق ہوسکتاہے۔

۱-(د)(۴ الف وج)- جن علاقوں کا مطلع ایک ہے اس کے کسی حصہ میں۲۹ تاریخ کی رویت کااعلان کردیا گیا تویہ اعلان دوسرے خطہ کے لیے کافی نہینہوگا،جب تک کہ مقامی قاضی یارویت ہلال کمیٹی بھی رویت کی تصدیق کرکے اعلان نہ کردے ، کیونکہ کسی بھی قاضی کافیصلہ اس کے علاقہ کے علاوہ پرنافذ نہیں ہوتا،یہی حال ادارہ کاہے، اسی لیے اکثر وبیشتر ایساہوتاہے کہ پاکستان مینرویت کااعلان ہوجاتاہے ، ہندوستان والے

اس کااعتبار نہینکرتے، کیونکہ ہندوستان کاعلاقہ الگ ہے ۔الاشباہ والنظائر مینہے:

"القضاء بتخصص بالزمان والمکان، فلو ولاہ قاضیا بمکان کذا لایکون قاضیا فی غیرہ، وفی الملقط: وقضاء القاضی فی غیر مکان ولایتہ لایصح"(۲۵۵/۲)۔

حافظ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح البخاری مینلکھتے ہیں:

"وقال بن ماجشون: لایزمھم بالشھادۃ إلاالأھل البلد الذی ثبتت فیہ الشھادۃ إلا أن یثبت عند الإمام الأعظم، فیلزم الناس کلھم؛ لأن البلاد فی حقہ کالبلد الواحد إذ حکمہ نافذ فی الجمیع" (۳۳/۴)۔

"فتاوی عالمگیری" میں ہے :

"لایقبل إخبارہ (القاضی) قاضیا آخر فی غیر عملہ ... لأنہ بالنسبۃ إلی العمل الآخر کواحد من الرعایا غیرہ أن الکتاب خص فی ذلک بالإجماع"۔

ہدایہ میں ہے: "قضاء القاضی محدود فی ولایتہ"، "فتح القدیر" میں ہے: "لأن الاجتھاد القاضی لایثبت فی ولایۃ غیرہ"۔

ان عبارتوں کاماحصل یہی ہے کہ قاضی کافیصلہ ا س کے علاقہ تک ہی محدود رہے گا اور نافذ ہوگا، مقررہ حدود سے باہر قاضی کی حیثیت ایک عام آدمی کی طرح ہے، اسی لیے اس کے علاقہ سے باہر اس کے فیصلے کااعتبار نہینہوگا۔

مولانا زبیر احمد قاسمی لکھتے ہیں: "ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگرایک صوبہ کا قاضی یارویت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولونکی روشنی مینرویت ہلال کااعلان کیاتویہ صرف اس صوبہ کے مسلمانوں کے لیے واجب العمل ہوگا،دوسرے صوبہ وعلاقہ کے مسلمانونکے لیے واجب العمل نہیں ہوگا " یہ رویت ہلال ان لوگوں کے حق مینمحض ایک خبر ہے اوریہ اعلان ان لوگوں کے حق میں اعلان سلطان کادرجہ نہیں رکھتا (مقالات زبیر ص ۱۸۲)۔

(۵۔ج)-" لیکن قاضی دوسرے علاقہ کے فیصلے کی روشنی مینکوئی فیصلہ لینا چاہتاہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ شہادت علی رویۃ ، شہادت علی شھادۃ الرویۃ ،شھادت علی القضا، یا خبر استفاضہ کی بنیاد پر فیصلہ کرے،شہادت علی الرویۃ کامطلب یہ ہے کہ چاند دیکھنے والے دوعادل افراد قاضی یاہلال کمیٹی کے سامنے حاضر ہوکر خود گواہی دیں،اگر یہ دونونخود حاضر نہ ہوسکتے ہونتو ان میں سے ہر ایک کی شہادت پردودوگواہ قاضی یا ہلال کمیٹی کے سامنے گواہی دیں کہ فلانشخص نے میرے سامنے چاند کی گواہی دی ہے ۔ یہ قسم شہادت علی شھادۃ الرویۃ کہلاتی ہے ۔ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ قاضی یا کمیٹی اپنے فیصلے کودوسرے علاقہ کے قاضی کے لیے دوگواہونکی موجودگی میں مہر بند کرکے قابل اعتماد طریقہ سے دوسرے شہر کی کمیٹی یاقاضی کے پاس بھیج دے اورقاضی اس فیصلے کوتسلیم کرلے، یہ شہادت علی القضا ہے اور شرعی طور

پرمعتبر ہے ۔ ایک شکل یہ بھی ہے کہ رویت کی اطلاع یا قاضی کے فیصلے کی خبر اس تواتر سے لوگونتک پہونچے کہ اتنے لوگونکے جھوٹ پرمتفق ہونے کاامکان باقی نہ رہے تو اسے بھی فیصلے کی بنیاد بنایاجاسکتاہے یہ استفاضہ کی شکل ہے، "قال شمس الأئمۃ الحلوانی:الصحیح من مذھب أصحابنا أن الخبر إذاستفاض وتحقق فیما بین أھل البلدۃ الأخری فیقوم حکم ھذہ البلدۃ"۔

۲(الف)- رویت ہلال کے لیے فلکیاتی حساب یا محکمۂ موسمیات کی پیش گوئی کاکوئی اعتبار نہیں ہے، کیونکہ شریعت میں اعتبار رویت ہلال کا ہے ، وجود ہلال کانہیں، فلکیاتی حساب سے وجود ہلال ثابت ہوتاہے رویت نہیں، اسی طرح محکمہ موسمیات کی پیش گوئیانبھی عموماً غلط ثابت ہوتی رہتی ہیں۔ ان کاعلم ظن وتخمین کاہے ۔ ظن وتخمین پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ مہینہ کے آغاز واختتام کے لیے شرعی بنیاد یہ ہے کہ چاند دیکھ لیاجائے اور اگررویت نہ ہو تو مہینہ کے تیس دن پورے کیے جائیں۔

بخاری شریف میں ہے: "لاتصوموا حتی تروہ ولا تفطروا حتی تروہ، فإن غم علیکم فاقدروا لہ"۔

دوسری روایت میں ہے:"الشھر تسع وعشرون لیلۃ فلاتصوموا حتی تروہ، فإن غم علیکم فأکملوا العدۃ ثلاثین" (۲۵۶/)۔

پہلی حدیث میں فان غم علیکم کا مطلب یہ ہے کہ اگر چاند تم پر مستور ہوجائے ۔مستور کا مطلب یہ ہے کہ وجود تو ہے، مگر بادل یاکسی چیز کے حائل ہونے کی وجہ سے وہ تم کونظر نہ آئے چھپ جائے تو تیس دن پورے کرو، جو چیز مستور ہوگی وہ موجود ہوگی اور جو موجود نہینہوتی ہے ،اسے تو معدوم کہتے ہیں۔ ان نصوص کی موجودگی میں فلکیاتی حساب کاا عتبار نہیں کیاجائے گا۔

۲(ب)- اسی لیے اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب کے اعتبار سے چاند کی رویت ۲۹ تاریخ کوممکن نہ ہو،اس کے باوجود اس خطے سے رویت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو اسے قبول کیاجائے گا ، ہم اسے غلط فہمی قرار دے کر شہادت رد نہینکرسکتے ، مشہور اسلامی فلسفی اورماہر فلکیات ابوریحان البیرونی لکھتے ہیں:

"إن علماء الھیئۃ مجمعون علی أن المقادیر المفروضۃ فی أواخر أعمال رویۃ الھلال ھی أبعاد لم یوقف علیھا إلا بالتجربۃ وللمناظر أحوال ھندسیہ بتفاوت لأجلھا المحسوس بالبصر فی العظم والصغر، وفی ما إذ تأملھا متامل منصف لم یستطع بت الحکم علی وجوب رویۃ الھلال أو امتناعھا" (الآثار الباقیہ عن القرون الخالیۃ ۱۹۸)۔

کشف الظنون مینشمس الدین محمد بن علی خواجہ کاچالیس سالہ تجربہ یہی لکھاہے کہ ان معاملات مینکوئی صحیح اوریقینی پیشین گوئی نہینکی جاسکتی جس پراعتماد کیاجاسکے (۹۶۹/۲)۔

زیادہ سے زیادہ قاضی یہ کرسکتاہے کہ فلکیاتی حساب سے رویت کے امکان نہ ہونے کی وجہ سے گواہ سے جرح زیادہ کرے گا اور گواہی احتیاط اور دقت نظر سے قبول کرے گا ، لیکن تمام تراحتیاط کے باوجود شہادت سے رویت ثابت ہے توفیصلہ رویت ہی کاکرے گا ، اورفلکیاتی حساب کو نظر انداز کردے گا۔

بخاری شریف مینہے: "عن النبی ﷺ أنہ قال إنا أمۃ أمیۃ لانکتب ولا نحسب الشھر ھکذا"۔

۲(ہ)- ۲۹ شعبان کو مطلع ابر آلود تھا اور قاضی نے صرف ایک شخص کی شہادت پر آغاز رمضان کااعلان کردیا رمضان کے۳۰ دن مکمل ہوگئے موسم صاف ہونے اور چاند دیکھنے کی حتی الامکان کوشش کے باوجود چاند نظر نہینآیا تویہ سمجھاجائے گا کہ شہادت فی الواقع درست نہینتھی اور اسے دھوکہ ہو اتھا ایک روزہ اگلے دن کو۳۰؍تاریخ مان کررکھنے کاحکم دیاجائے گا۔ البتہ اگر ۳۰ رمضان کو مطلع ابر آلود ہوتو اگلے دن روزہ نہینرکھاجائے گا۔حالانکہ آغاز رمضان کافیصلہ ایک ہی گواہ کے ذریعہ ہواتھا۔ "البحر الرائق'' میں ہے:

"فصار الحاصل علیٰ ھذا ماذکرہ فی نور الإیضاح إذا تم العدد بشھادہ فرد،ولم یر ھلال الفطر والسماء مصحیۃ لایحل ا لفطر ..... ولا خلاف فی حل الفطر إذا کان بالسماء علۃ، ولوثبت رمضان بشھادۃ الفرد" (۱۷۴/۶)۔

۳۔(الف)-رمضان وعیدین کے ثبوت کے لئے اگرمطلع صاف ہو تو ایک بڑی جماعت اورجم غفیر کی شہادت ضروری ہے ، جن کے جھوٹے ہونے کاامکان نہ ہو، البتہ اگرمطلع صاف نہ ہو تو رمضان کے آغاز کے لیے ایک آدمی کی گواہی بھی کافی ہوگی ۔ رویت ہلال کی شہادت کے لیے عدل کا وہ معیار ضروری نہینہے جو گواہوں کے لیے فقہ کی کتابونمیں مذکورہے:"العدل فی الشھادۃ أن یکون مجتنبا عن الکبائر، ولایکون مصرا علی الصغائر ویکون صلاحہ أکثر من فسادہ وصوابہ أکثر من خطائہ، وأن یستعمل الصدق دیانۃ ومروۃ ویجتنب عن الکذب دیانۃ ومروۃ" (فتاویٰ تاتارخانیہ۲۴۴/۱۱)۔

موجودہ دور میں رویت ہلال کی گواہی دینے کے لیے اتناکافی ہے کہ وہ صوم صلوۃ کاپابند ہو اورمعاشرہ مینا س کی شہرت جھوٹ کی وجہ سے نہ ہو، اس طرح فاسق اورمستور الحال کی شہادت بھی قبول کی جاسکتی ہے اگر قاضی جرح کے بعد یہ محسوس کرے کہ اس مسئلہ مینوہ جھوٹانہینہے، اس لیے کہ قران کریم مینفاسق کی خبر کومطلقا رد کردینے کی بات نہینکہی گئی ہے، بلکہ اس کی تحقیق کرلینے کی بات کہی گئی ہے اور ظاہر ہے جب فاسق کی بات تحقیق کے بعد قبول کی جاسکتی ہے تو مستور الحال کی گواہی بدرجۂ اولیٰ قابل قبول ہوگی ، کیونکہ مستور الحال کافاسق ہوناضروری نہینہے۔ اس لیے قاضی کواطمینان ہوتو اس کی گواہی بھی روۃ ہلال کے باب میں وہ قبول کرسکتاہے۔

"الفسق لایمنع أھلیۃ الشھادۃ عندنا، وإنما یمنع أداء الشھادۃ لتھمۃ الکذب ..... وعن

أبی یوسف إن کان لفاسق وجیها ذامروة جازت شهادة ؛ لأن مثله لایکذب" (فتاویٰ قاضی خاں کتاب الشهادات ۳۴۷/۳)، یہی وجہ ہے کہ معین الحکام میناس کو درست قرار دیتے ہوئے اسے معمول بہا کہاہے "هذا هو الصواب الذی علیه العمل" (معین الحکام ۱۴۵)۔

۳(ب)- چاند دیکھنے والونکے لیے قاضی یا مقامی رویت ہلال کمیٹی کے پاس جاکر شہادت دیناضروری ہے، کیونکہ اس پرآئندہ دن روزے یا افطار کامدار ہے اللہ رب العزت کاارشادہے:

"وَ لَا تَکْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَ مَنْ یَّکْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ" (البقرہ: ۲۸۳) اور شہادتوں کو چھپاؤ نہیں اور جو بھی گواہیوں کو چھپائے گا اس کا دل گناہوں سے بھرجائے گا اورتمہارے سب کامونکو اللہ جانتاہے۔

البتہ اگر کوئی عذر شرعی ہو مثلاًچاند دیکھنے والا سفر مینہو ،بیمار ہویا قاضی تک جانے کی سکت نہ ہوتو جیسے دوسرے احکام عذر شرعی کی وجہ سے ساقط ہوجاتے ہیں، یہ حکم بھی باقی نہینرہے گا۔

چاند دیکھنے والونکابیان من وجہ شہادت ہے اورمن وجہ خبر ، خبر ہونے کی وجہ سے ایک ثقہ مسلمان شخص کی خبر پر بھی اعتماد کرلیاجاتاہے اور شہادت ہونے کی وجہ سے رویت ہلال کے معاملہ میندوسرے شرائط شہادت کالحاظ رکھاجاتاہے ۔ اسی لیے رمضان کے علاوہ چاند کی شہادت کے لیے نصاب شہادت اور اس کی تمام شرائط کو ضروری قراردیا گیاہے ،فقہاء امت کا اس پراتفاق ہے۔

۴۔(ب)-قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یاٹیلی ویزن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتاہے اور وہ قاضیِ مملکت ہے اور سلطان کی اجازت سے اعلان کرتاہے تویہ اعلان سلطان کی طرح ہی سمجھاجائے گا جن علاقونمینقاضی مقرر ہینیارویت ہلال کمیٹی موجود ہے تواس کاعلان بھی رویت ہلال کے باب میں مثل اعلان سلطان ہوگا۔ البحرالرائق میں ہے:

"وأما فی بلاد علیها ولاة الکفار، فیجوز للمسلمین إقامة الجمعة والأعیاد، ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین" (۲۹۸/۶)۔

"عمدة الرعایة شرح وقایہ " مینہے:"والعالم الثقة فی بلدة لاحاکم فیها قائم مقامه،یعنی القاضی وهو مأخوذ من الفتح حیث قال فی أمثال هذه البلاد یجب علی المسلمین أن یتفقوا علی واحد منهم"۔

۴(د)- قاضی یا سلطان کے ذریعہ ریڈیو یاٹیلی ویزن سے جواعلان ہوگا اس کے لیے اعلان کرنے والے کامسلمان ہوناضروری نہینہے،صرف یہ اعتماد کافی ہے کہ اعلان کرنے والا قاضی یاسلطان کی طرف نسبت صحیح کررہا ہے، ہمارے یہانامارت شرعیہ مینجوخبر لکھ کر بھیجی جاتی ہے، بعینہٖ وہی پڑھ کر ریڈیو یاٹیلی ویزن پرسنادیاجاتاہے عام خبروں

کی طرح خیر بنانے و الا اس کی تلخیص نہیں کرتاہے یہ زیادہ قابل اعتماد شکل ہے۔
عالمگیری میں ہے : "منادی السلطان یقبل خبرہ عدلا کان أوفاسقا"(۸۸/۲)۔
البحر الرائق میں ہے:"وکذلک الجواب فی منادی السطان یقبل خبرہ عدلا کان أوفاسقا" (۷۹/۵)۔

۵۔(الف ب)جن علاقوں میں مطلع ہمیشہ ابر آلود رہتاہے اورچاندکی رویت ۲۹ کے حساب سے عموماً نہیں ہوتی ،وہاں قریبی ممالک کی رویت کااعتبار کیاجائے گا ۔ نہ ہر ماہ کوتیس دن کامانا جائے گااور نہ آلات رصدیہ اورحسابات فلکیہ پر اعتماد کیاجائے گا ۔فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے :
"جب برطانیہ میندائمی ابرہونے کی وجہ سے چاند دیکھنا ناممکن ہے تواہل برطانیہ کوچاہئے کہ اپنے قریبی ملک مثلاً مراکش وغیرہ کی رویت کااتباع کریں جب کہ وہ خبرطریق موجب برطانیہ پہونچے "۔
۶۔(الف ب)- کسی علاقے ۔ صوبے یا شہر میں رویت کے فیصلہ و اعلان کاحق مقامی قاضی کوہے۔ اگر وہانقاضی نہ ہوتومسلمانونکی جانب سے منتخب رویت ہلال کمیٹی کو یہ حق ہوگاکہ وہ اعلان کرے ان کے علاوہ کسی خاص عالم یا عوام الناس کو یہ حق نہینہے کہ وہ اعلان کرے اس لیے کہ یہ موجب فتنہ وفساد ہوگااورچونکہ اسے حق حاصل نہیں ہے ،اس لیے اس کااعلان غیر شرعی ہوگا۔
۶۔(ج) -اگر کسی نے مجاز نہ ہونے کے باوجود اعلان کردیا تو اس اعلان کی وجہ سے نہ روزہ شروع کیاجائے گا اورنہ ہی عید منائی جائے گی اورنہ ہی رات کی تراویح کوترک کیاجائے گا۔ البتہ اگر کسی نے اس غیرمجاز شخص کے اعلان پرعمل کرلیا تواسے روزے کی صرف قضا کرنی ہوگی ، کفارہ لازم نہینہوگا۔
۷۔(الف)- ہندوستان کی مختلف ریاستونمینکئی کئی رویت ہلال کمیٹی یا کئی کئی ادارے چاند کا اعلان کیاکرتے ہیں۔ان مینکبھی کبھی اختلاف وانتشار ہوجاتاہے ،جوعام مسلمانونکے درمیان فتنہ وفساد کاسبب بنتاہے ۔ مثلاً بہار مینامارت شرعیہ ،خانقاہ مجیبیہ، ادارہ شرعیہ، امارت اہل حدیث، شیعہ رویت ہلال کمیٹی وغیرہ چاند کااعلان کرتی ہیں۔ امارت شرعیہ کے قاضی صاحب ادارہ شرعیہ کوچھوڑ کر سب کے ساتھ متفقہ اعلان کرتے ہیں، ادارہ شرعیہ کی روش ہمیشہ سے الگ رہی ہے۔اس لیے وہ اس اعلان کے ساتھ کبھی ہوجاتاہے اورکبھی نہیں،ساتھ ہوجانے کی صورت مینبھی وہ اپنااعلان الگ سے کرواتاہے۔ بہار کے اس طریقہ کارکودوسری جگہوں پربھی رواج دیااجائے تو اختلاف وانتشار پرقابو پایا جاسکتاہے۔ ایک دوسری شکل یہ بھی ہے کہ ایک مرکزی رویت ہلال کمیٹی ہوجس میں ساری تنظیموں کے ذمہ دار شریک ہوناور ان کامتفقہ اعلان پورے ہندوستان کے لئے ہو،تو انتشار سے بچاجاسکتاہے۔

۸۔(الف تاج)-اس ذیل مینجو سوالات دیے گئے ہینوہ یاتو فرضی ہیں یا مکرر، سب کاخلاصہ یہی ہے کہ فلکی حسابات پرمکمل اعتماد نہینکیاجاسکتا ، جن علاقونمیں مطلع ابر آلود رہتاہے وہانفلکی حساب کے بجائے قریبی ممالک کی رویت کااعتبار کیا جائے گا، قاضی اگر شہادت پرمطمئن ہے اورفلکی حسابات اس کے برعکس ہینتو بھی قاضی شہادت کوہی بنیاد بنائے گا۔ البتہ ان حسابات کی حیثیت قرائن کی ہے اور بات قرائن کے خلاف ہوتو جرح میناس کی رعایت کی جاتی ہے اور فیصلہ میں احتیاطی پہلو ملحوظ رکھاجاتاہے یہ سب کچھ قاضی کی قوت تمیز ی پرموقوف ہے ۔ قاضی شہادت سے مطمئن ہے تو فیصلہ رویت کاکرے گا اور نہیں مطمئن ہے توعدم رویت کا۔

* * *

رؤیت ہلال اور اختلاف مطالع -نقل وعقل کی روشنی میں

مولانا رحمت اللہ ندوی•

مطلع کی تعریف اور حدود:

عموماً مطلع سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ چاند نکلنے اور طلوع ہونے کی جگہ، جب کہ یہ ظرف زمان اور مکان دونوں ہے، جس طرح چاند نکلنے کی جگہ اور افق کو کہتے ہیں اسی طرح چاند نکلنے کا وقت اور زمانہ بھی مراد ہے، لیکن اصطلاح میں مطلع کیا ہے؟ اس کے حدود کیا ہیں؟ اس کی تلاش میں بہت سے کتابیں مثلاً: موسوعہ فقہیہ، قاموس الفقہ، الفقہ الاسلامی وادلتہ، کشاف اصطلاحات الفنون، دستور العلماء، وغیرہ دیکھی لیکن کہیں کچھ نہیں ملا، بالآخر مشہور عالم وفاضل اور فقہ وفلکیات کے ماہر شیخ محمد بن عبد الوہاب اندلسی، مراکشی کی کتاب: ”العذب الزلال فی مباحث رؤیۃ الہلال“ میں مطلع کی مراد ملی، وہ لکھتے ہیں:

”المراد بالمطالع ما یطلع من معدل النہار مع فلک البروج، فالبلدان المتفقان فی العرض تتفق مطالعہما، ولو اختلفا فی الطول، والبلدان المختلفان عرضا وہما اللذان البعد بینہما فی العرض تختلف مطالعہما ولو اتفقا فی الطول۔

ولاختلاف المطالع دخل لازم فی حساب رؤیۃ الہلال، بحیث لا ینفک عنہ بحال، ولا یتوہم أن اختلاف المطالع ہو اختلاف البلدین فی وقت الغروب والطلوع إلا من لہ بفن المواقیت أدنی ولوع، إذ لا تطلق مطلع البلدان إلا علی ما سبق بہ البیان، سلمنا أن المراد باختلاف المطالع أوقات الطلوع والغروب، کما یتسبب عن الاختلاف فی الطول، یتسبب عن الاختلاف فی العرض، ولو مع الاتحاد فی الطول،لأن البلدین المتساوین فی الطول، إنما یتساوی فیہما الزوال، وأما الطلوع والغروب فلا یستویان فیہما أیضاً إلا مع الاتحاد، وأما مع البعد عرضاً وہو الاختلاف فی العرض فیختلفان فیہ“ (العذب الزلال،۱۴۴)۔

(مطالع سے مراد معتدل دن کا فلک بروج کے ساتھ طلوع ہونے والی چیز تو جو دوشہر عرض میں ایک ہوں تو ان کا مطلع بھی ایک ہوگا، اگرچہ ان دونوں کا طول مختلف ہو، اور جو دوشہر عرض میں مختلف ہوں، یعنی جن دونوں کے درمیان عرض میں دوری ہو تو ان کا مطلع مختلف ہوگا اگرچہ وہ دونوں طول میں متفق ہوں۔

رؤیت ہلال کے حساب میں اختلاف مطالع کا لازمی دخل ہے، بایں طور کہ وہ اس

• دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

سے کسی حال میں جدا نہیں ہوسکتا، یہ نہ سمجھا جائے کہ اختلاف مطالع، دوشہروں کا طلوع وغروب میں اختلاف کا نام ہے ایسا وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس کو مواقیت کے فن سے معمولی دلچسپی اور شغف ہو، کیونکہ شہروں کا مطلع اسی پر بولا جاتا ہے جس کا بیان گزر چکا ہے۔

چلئے ہم مان لیتے ہیں کہ اختلاف مطالع سے مراد طلوع اور غروف کے اوقات کا اختلاف ہے، لہذا جس طرح طول میں اختلاف کا سبب بنے گا اسی طرح عرض میں طول میں اتحاد کے ساتھ اختلاف کا سبب ہوگا، اس لئے کہ ایسے دوشہر جو طول میں مساوی ہوں، وہ زوال میں مساوی ہونگے، جہاں تک طلوع اور غروب کی بات ہے تو ان دونوں میں بھی اتحاد کے باوجود برابر نہ ہونگے، لیکن عرض میں دوری کے ساتھ وہ دونوں عرض میں مختلف ہونگے)۔

رؤیت ہلال میں احتلاف مطالع:

اختلاف مطالع کے مسئلہ میں بہت زیادہ لے دے ہوچکی ہے، کیونکہ بعض کا خیال ہے کہ ہلال کو ایک کرنا ضروری ہے اگرچہ مطالع الگ الگ ہوں، اور اس دعوی کے پیچھے مسلمانوں کی اکثریت اور بعض علماء کھنچے چلے جارہے ہیں جب کہ پوری دنیا کا مطلع ایک مان کر رؤیت کو ایک کرنا ممکن نہیں ہے، وجہ آگے بیان کی جائے گی۔

رؤیت ہلال کا ثبوت دو میں سے ایک سے وابستہ ہے:(۱) رؤیت صحیحہ کا ثبوت، یعنی پہلے ہلال کے ثبوت سے ۲۹؍یوم گزرنے کے بعد (۲) یا ۳۰؍یوم مکمل ہونے سے ثبوت ہوگا، روزہ کے بارے میں آپ ﷺ کے قول "صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ، فإن غم علیکم فاقدروا لہ، وفی روایۃ أخری: فأکملوا العدۃ ثلاثین" کا مطلب یہی ہے، اور دوسری حدیث میں آیا ہے: "لا تصوموا حتی تروا الہلال، ولا تفطروا حتی تروہ"، یہ تمام روایات صحاح اور سنن میں ثابت ہیں، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ حکم صرف روزہ تک محدود نہیں ہے، او راس کے مناط (وعلت حکم) کا تحقق اس کے علاوہ پر ہوگا۔

رؤیت ہلال کا مسئلہ ممالک اور ان کے مطالع کے اختلاف سے وقوعاً وامکاناً جداجدا ہوگا، یہ مسلم امر اور معلوم حقیقت ہے، اسی لئے حضرت ابن عباسؓ نے مدینہ منورہ میں ملک شام میں رؤیت کے ثبوت کو تسلیم نہیں کیا، جس کا ذکر ان کے آزاد کردہ غلام حضرت کریبؒ کی روایت میں ہے، یہ ان کا شخصی اجتہاد نہ تھا، بلکہ رسول اللہ ﷺ کا حکم تھا، اور یہ معلوم ہے کہ صحابی کے قول "کنا نؤمر " یا "کنا نُنہی " (ہم کو حکم دیا جاتا تھا یا ہم کو منع کیا جاتا تھا) کو حکماً مرفوع کا درجہ حاصل ہے، تو جب آمر اور ناہی کی صراحت ہو تو اس حکم کے نبی کریم ﷺ کی طرف سے صادر ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے، پھر یہ بھی کہ صحابی، اتباع کا زیادہ حقدار ہے جب کہ

صحابہ میں اس کا کوئی مخالف نہ ہو، حتی کہ اگر اس کے قول پر کوئی دلیل قائم نہ ہو تب بھی، جبکہ دوسرا قول بھی دلیل سے خالی ہو، کیونکہ صحابی کو صحبت کا شرف حاصل ہے اور آپ سے علم حاصل کرنے اور آپ کے اقوال وافعال سے مطلع ہونے کا موقع ملا ہے، جو غیر صحابی کو حاصل نہیں۔

اس دلیل کی قوت کی وجہ سے جمہور فقہاء نے اس کو اپنایا اور اختیار کیا ہے، البتہ واقعیت پر ان کے تطبیق کی کیفیت میں اختلاف ہے، بعض نے دوشہروں کو مستقل قرار دیا ہے، اگرچہ وہ دونوں قریب قریب ہوں، بعض نے حکم رؤیت کے اختلاف میں حد فاصل مسافت قصر کو قرار دیا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: اختلاف المطالع وأثرہ علی اختلاف الاہلہ،١١)۔

راجح قول یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار ہوگا اور اس سے رؤیت کا حکم بدل جائےگا، متقدمین فقہاء کے ساتھ معاصر فقہاء میں اسے بہت سے حضرات نے اس پر اعتماد کیا ہے، جیسے علامہ شیخ عبد اللہ بن محمد بن حمید، علامہ شیخ ابن عثیمین وغیرہ، امام نووی، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی، امام بخاری، اور فقہاء تابعین کا فتوی، احناف کے ائمہ کبار اور محققین کی تصریحات سب اسی پر دلالت کرتے ہیں، علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں: چاند کے مطالع میں مختلف اقطار وبلاد کے لحاظ سے اختلاف ہوتا ہے، یہ باتیں کتب ہیئت سے محقق اور روزمرہ کے مشاہدہ میں ہیں۔

شیخ علی بن عبد الکافی نے اپنی کتاب "معلم المنشور فی اشاعت الشہور" میں تصحیح کی ہے کہ ایک شہر میں چاند دیکھ کر تمام دنیا کے بلاد میں اس کے مطابق عمل کو لازم کردینا بہت کمزور بات ہے، کسی خلیفہ سے بھی یہ بات ثابت نہیں کہ وہ چاند دیکھ کر دوسرے علاقوں اور ملکوں میں چاند کی اطلاع بھیجتے تھے (رؤیت ہلال،٨)۔

شیخ بخیت کا یہ قول مؤلف "العذب الزلال " نے نقل کیا ہے:

"اعلم أن اختلاف المطالع لاخلاف فیہ لأحد من العلماء، لأنہ من الأمور الثابثۃ بالمشاہدۃ، وقد وافق الشرع العقل علی ذلک أیضاً، کما أنہما متفقان علی الدوام" (العذب الزلال،١٨٢)۔

(جان لو، اختلاف مطالع میں کسی عالم کا اختلاف نہیں ہے، کیونکہ یہ مشاہدہ سے ثابت شدہ امور میں سے ہے اور شریعت نے اس پر عقل سے موافق کی ہے اور عقل وشرع دوام پر متفق ہیں)۔

حضرت عمرؓ یا کسی خلیفہ سے یہ منقول نہیں کہ وہ دیگر ممالک کو خط لکھتے ہوں یا ڈاک بھیجتے ہوں کہ میں نے چاند دیکھ لیا ہے لہذا تم لوگ روزہ رکھو، بلکہ وہ لوگوں کو ان کی رؤیت پر چھوڑ دیئے تھے، تو یہ ایک حد تک اجماعی ہوگیا، لیکن اختلاف مطالع میں اس کا اعتبار ہے کہ دونوں ملکوں میں ایک دن کا فرق ہوجاتا ہو۔

"قا ل فی النوادر:والمراد باختلافہا أن تتباعد البلدان بحیث لو رؤی فی أحدہما لم یُر فی

الآخر غالباً“ (اختلاف المطالع،۲۵۔۲۶)۔

امام قرافیؒ ”الذخیرہ “ میں فرماتےہیں:

”نصب الله تعالی الأوقات أسباباً للأحکام کالفجر والزوال ورؤیۃ الہلال، کما نصب الأفعال أسباباً نحو السرقۃ والزنا، والأوقات تختلف بحسب الأقطار، فما من زوال لقوم إلا وہو فجر لقوم وعصر ومغرب لقوم ونصف اللیل لقوم، بل کلما تحرکت الشمس درجۃ فتلک الدرجۃ بعینہا ہی فجر وطلوع شمس وزوال وغروب ونصف لیل ونصف نہار وسائر أسماء الزمان ینسب إلیہا بحسب أقطار مختلفۃ“ (اختلاف المطالع،۳۳)۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے احکام کے لئے اوقات کو اسباب کے طور پر مقرر کیا ہے، جیسے فجر، زوال اور رؤیت ہلال، جس طرح افعال کو اسباب مقرر کیا ہے جیسے چوری، بدکاری، اور اوقات، اقطار کے اعتبار سے بدلتے ہیں، چنانچہ کسی قوم کا وقت زوال، کسی کے لئے فجر، کسی کے لئے عصر، مغرب اور نصف شب ہوتا ہے الخ۔

آگے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ہر قوم کو اس کے ملک اور قطر کے اعتبار سے مخاطب کیا ہے اور مکلف بنایا ہے، لہذا جہاں زوال شمس نہیں ہے وہاں دوسرے کے زوال سے ان کو مکلف نہیں کیا جائے گا، اس لئے ہر فرد اپنے ملک کے ہلال کا مخاطب ہے، دوسرے کا حکم اس پر لازم نہیں۔ آخر میں فیصلہ کن بات کہتے ہوئے لکھتے ہیں:

”والحق أنہ یعتبر لکل قوم رؤیتہم وہلالہم، کما یعتبر لکل قوم فرجہم وزوالہم“ (ایضا،۳۴)۔

حضرت ابن عباس نے حدیث کریب میں رد اس لئے نہیں کیا تھاکہ وہ خبر واحد ہے، بلکہ رد اس لئے کیا تھا کہ دونوں ملکوں کا مطلع الگ اور مختلف تھا۔

ابن عبد الرزاق ”العذب الزلال “ میں کہتے ہیں: ”صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ “ کی تفسیر دوسری حدیث ”إذا رأیتم الہلال فصوموا، وإذا رأیتموہ فأفطروا “ سے ہے، وہ اس طرح کہ ”صوموا لرؤیتہ “ کا مطلب ہے، ”صوموا لرؤیتکم الہلال “ اس صورت میں خطاب مسلمانوں کے تمام گروہ سے ہے اور اس پر کوئی اشکال نہیں، لیکن بعض کی رؤیت تمام دنیا کے لئے ہوگی، اس کا معمولی اشارہ بھی نہیں۔ قرآن میں ہے:“وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الأبیض من الخیط الأسود من الفجر “ اس آیت میں آغاز امساک اور اختتام کی تحدید طلوع فجر اور غروب شمس سے کردی گئی ہے، اور اوپر حدیث میں آغاز صوم اور اختتام صوم کی تحدید غروب کے بعد رؤیت ہلال سے کردی گئی ہے۔ اور یہ سب اختلاف آفاق کی وجہ سے یقینا مختلف ہیں، لہذا ہر قوم کے فجر وغروب کی رعایت ہوگی۔ فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کا اس موضوع پر جو سمینار ہوا تھا اس کی تجاویز میں ہے:

”..... ففی مسألۃ الأہلۃ ذہب إلی إثباتہا بالرؤیۃ البصریۃ، لا علی اعتمادہا علی الحساب، کما تشہد بہ الأدلۃ الشرعیۃ القاطعۃ، کما ذہب إلی اعتبار اختلاف المطالع لما فی ذلک من

التخفیف علی المکلفین مع کونہ ہو الذی یقتضیہ النظر الصحیح، فما یدعیہ القائلون من وجوب الاتحاد فی یومی الصوم والإفطار مخالف لما جاء شرعاً وعقلاً" (اختلاف المطالع،۵۱)۔

اختلاف مطالع کا اعتبار شرعاً ہونا چاہئے، اس لئے فقہائے حنفیہ میں علامہ زیلعی اور علامہ کاسانی جیسے حالات جیسے جلیل القدر فقہاء نے اسی کو ترجیح دی ہے، علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا یوسف بنوری، مفتی محمد شفیع نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے (ملاحظہ ہو: رؤیت ہلال،۵۸۔۵۹، بحوالہ فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ)، اور مجلس تحقیقات شرعیہ اور جمعیۃ علماء ہند کا ۱۹۵۱ء میں مرادآباد کا اجتماع، اور معاصر علماء کے آراء، سب اس بات پر متفق ہیں کہ اختلاف مطالع کا اعتبار ہے، جس طرح ان کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار بلاد بعیدہ میں ہے اور بلاد بعیدہ اتنی دوری اور فاصلہ کو کہتے ہیں کہ جہاں عادۃ رؤیت میں ایک دن کا فرق ہوجائے، مسئلہ رؤیت ہلال سے متعلق مجلس تحقیقات شرعیہ کے اجلاس (منعقدہ ۱۹۶۷ء) کی چند تجاویز یہ ہیں:

(۱) نفس الامر میں پوری دنیا کا مطلع ایک نہیں ہے، بلکہ اختلاف مطالع مسلم ہے، یہ ایک واقعاتی چیز ہے، اس میں فقہاء کرام کا کوئی اختلاف نہیں ہے، اور حدیث سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

(۲) البتہ فقہاء اس باب میں مختلف ہیں کہ صوم اور افطار کے باب میں یہ اختلاف مطالع معتبر ہےیا نہیں۔

محققین فقہاء احناف اور علماء امت کی تصریحات اور ان کے دلائل کی روشنی میں مجلس کی متفقہ رائے ہے کہ بلاد بعیدہ میں اس باب میں بھی اختلاف مطالع معتبر ہے، البتہ بلاد قریبہ میں اس کا اعتبار نہیں ہے۔

(۳) بلاد بعیدہ سے مراد یہ ہے کہ ان میں باہم اس قدر دوری واقع ہے کہ عادۃً ان کی رؤیت میں ایک دن کا فرق ہوتا ہے، ایک شہر میں ایک دن پہلے چاند نظر آتا ہے اور دوسرے میں ایک دن کے بعد (رؤیت ہلال کا مسئلہ از مولانا برہان الدین سنبھلی،۱۵۴۔۱۵۵، رؤیت ہلال از حکیم ظل الرحمن،۲۰)۔

رؤیت ہلال اور فلکیاتی حساب:

ریاضی اور علم ہیئت کو تمام علوم کی ملکہ کہا گیا ہے، اس کی وجہ بھی بڑی واضح ہے، علم ہیئت کے دائرہ حدود میں طبیعات، علم الحساب، کیمیا اور دوسرے بہت سارے علوم آتے ہیں، اسلام کے درخشاں دور میں علم الہیئت پر جتنا کام ہوا اس کی نظیر مشکل ہی سے ملے گی، وجہ یہ ہے کہ جب اسلام جنگل کی آگ کی طرح پھیلا اور فاتح مسلمانوں نے نو آبادیاں قائم کیں تو ان کو نئےمقامات کے لئے قبلہ کی سمت معلوم کرنے کی ضرورت پیش آئی، بلکہ ساتھ ہی اوقات صوم وصلوۃ کا بھی تعین کرنا پڑا او راس

کےلئے ان کو علم ہیئت کو ترقی دینا پڑی۔

قرآن مجید میں متعدد بار سورج، چاند اور ستاروں کا ذکر آیا ہے، اور انسان کو اس بات کی دعوت اور ترغیب دی گئی ہے کہ ان میں اور خاص کر ان کے حرکات ومدار میں اللہ رب العزت کی نشانیاں ہیں، مثلاً:

۱۔ "إن فی خلق السموات والأرض ..... ما خلقت ہذا باطلاً" (آل عمران: ۱۹۰)۔

۲۔ "وسخر لکم اللیل والنہار..... إن فی ذلک لآیات " (النمل: ۱۲)۔

۳۔ "وسخر الشمس والقمر، کل یجری لأجل مسمی،یدبر الأمر یفصل الآیات لعلکم بلقاء ربکم توقنون" (رعد: ۲)۔

۴۔ "والشمس والقمر بحسبان" (رحمن: ۵)۔

آخر کی دوآیات میں اس بات کی طرف بالکل واضح اور صاف اشارہ ہے کہ سورج، چاند (اور تمام سماوی اجسام) اللہ تعالی کے بنائے ہوئے حساب سے چل رہے ہیں اور ان سماوی اجسام کی چال کا علم انسان کو دیا گیا ہے (مستفاد از مقالہ ڈاکٹر طارق منیر بحوالہ رؤیت ہلال،۱۵۔۱۶)۔

جہاں تک رؤیت ہلال میں فلکی حساب کے معتبر اور غیر معتبر ہونے کی بات ہے تو راجح اور قوی عدم اعتبار ہی ہے کیونکہ "الشمس والقمر بحسبان" (سورہ رحمن: ۵) سے یہ ثابت ہورہا ہے کہ شمس وقمر کا ایک حساب مقرر ہے، جس سے یہ تجاوز نہیں کرسکتے، لیکن اس حساب کی تفصیل قرآن وحدیث میں موجود نہیں۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اہل ہیئت وریاضی جس حساب کے دعویدار ہیں وہی مراد ہے تب بھی یہ دعوی کہ وہ حساب قطعی ہے محل نظر ہے (تفصیل کے لئے دیکھیں مجموعہ مقالات "رؤیت ہلال " مقالہ مفتی احمد خانپوری،۹۸)۔

فلکی حساب سے ہلال کا اندازہ کرنے کی رائے تابعین میں مطرف بن عبد اللہ بن شخیر اور شافعیہ میں ابو العباس بن سریج اور محدثین میں ابن قتیبہ کی طرف منسوب ہے، لیکن ابن عبد البر نے مطرف اور سریج کی طرف نسبت کی نفی کی ہے، جبکہ ابن رشد نے مطرف سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

"یعتبر الہلال إذا غم بالنجوم ومنازل القمر وطریق الحساب، قال: وروی مثل ذلک عن الشافعی فی روایۃ، والمعروف لہ المشہور عنہ أنہ لا یصام إلا برؤیۃ فاشیۃ أو شہادۃ عادلۃ کالذی علیہ الجمہور " (جب مطلع صاف نہ ہو توستاروں اور چاند کی منزلوں اور طریقہ حساب سے ہلال کا اعتبار کیا جائے گا، وہ فرماتے ہیں: اسی طرح کی ایک روایت امام شافعی کی ہے، جبکہ ان کا مشہور ومعروف جمہور کی طرح قول یہ ہے کہ عمومی رؤیت یا عادلانہ شہادت سے ہی روزہ رکھا جائے گا)۔

مطرف سے یہ بھی منقول ہے کہ حساب کا جانکار خود عمل کرے گا، ابن سریج نے

"فاقدروا لہ " کا مخاطب ان کو بنایا ہے جن کو اللہ تعالی نے علم حساب سے مخصوص کیا ہے۔ اور "فأکملوا العدۃ " کا مخاطب عامۃ الناس کو مانا ہے، ابن صلاح نے ابن سریج کا معرفت حساب سے مقصد یہ بیان کیا ہے کہ چاند کی رفتار اور ان کے منازل کی جانکاری ہے کیونکہ حساب کا معاملہ دقیق ہے، خال خال لوگ اس کی رکھتے ہیں، جبکہ چاند کے منازل کی معرفت امر محسوس ہے، اس کا ادراک ستاروں پر نگاہ اور نگرانی رکھنے والا کرسکتا ہے (ملاحظہ ہو: الموسوعۃ الفقہیہ۲۲،۳۳)۔

ائمہ اربعہ میں سے کسی نے رؤیت ہلال میں فلکی حساب کا اعتبار نہیں کیا ہے، بلکہ سب نے رؤیت بصریہ، ہی کو معیار قرار دیا ہے (تفصیل کےلئے الموسوعۃ الفقہیہ ۲۲،۳۳-۳۵ ملاحظہ ہو)۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ روزہ وغیرہ کا حکم رؤیت پر معلق کیا گیا ہے، تاکہ لوگوں کو حرج اور تنگی نہ ہو کیونکہ حساب کے ماہرین بہت کم ہوتے ہیں، حدیث میں: "فإن غم علیکم فأکملوا العدۃ ثلاثین" کہا گیا ہے یہ نہیں کہا گیا ہے کہ اہل حساب سے پوچھو ۔

شریعت نے "رؤیت" کو معیار بنایا ہے، اسلام کا مزاج ان امور میں ایسی تکلف آمیز تحقیقات کا نہیں ہے جن کا ہر عام وخاص آدمی سے تعلق ہو، دوسرے اہل فن کی رائیں کبھی ایک دوسرے سے مختلف بھی ہوتی ہیں، اور کبھی غلط بھی ثابت ہوتی ہیں جیسا کہ آئے دن جنتریوں اور تقویموں کے سلسلہ میں مشاہدہ ہے، البتہ فلکیاتی تحقیق سے اس قدر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے کہ جس تاریخ کو طلوع ہلال کا امکان نہ ہو اس روز رؤیت کی شہادت کافی تحقیق اور ناقابل تردید تعداد کی گواہی کے بغیر تسلیم نہ کی جائے اور جس دن امکان زیادہ ہو، اس دن معمولی خبر پر بھی اعتبار کرلیا جائے، اصل قاضی کے قلب کا اطمینان ہے اور اس طرح کی فنی تائید معمولی خبر کے لئے بھی تقویت وتائید کا باعث بن جاتی ہے (جدید فقہی مسائل۲،۲۶)۔

"ولا یعتمد علی ما یخبر بہ أہل المیقات والحساب والتنجیم، لمخالفتہ شریعۃ نبینا علیہ أفضل الصلاۃ والتسلیم، لأنہ، وإن صح الحساب أو الرصد، فلسنا مکلفین شرعاً إلا بالرؤیۃ المعادیۃ" (الفقہ الاسلامی وادلتہ۳،۱۶۵۲)۔

مزید لکھتے ہیں:

"ولا یثبت الہلال بقول منجم أی حاسب یحسب سیر القمر، لا فی حق نفسہ ولا غیرہ، لأن الشارع أناط الصوم والفطر والحج برؤیۃ الہلال، لا بوجودہ إن فرض صحۃ قولہ، فالعمل بالمراصد الفلکیۃ، وإن کانت صحیحۃ لا یجوز ولا یطلب شرعاً" (ایضاً۳،۱۶۵۳، مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: فتاوی دار العلوم زکریا۳،۲۵۰، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ۱،۳۴۴، فتاوی اللجنۃ الدائمۃ۱۰،۱۰۴)۔

لیکن منجم اور حاسب کی بات اصول اور امور عامہ میں معتبر نہ ماننے سے توابع

اور امور خاصہ میں اس کا عدم اعتبار لازم نہیں آتا (العذب الزلال،۱۴۴، رؤیت ہلال از حکیم ظل الرحمن،۸، اختلاف المطالع،۵۳)۔

رؤیت میں جدید آلات اور محکمہ موسمیات سے مدد:

دوربین، خور بین، اور اس طرح کے جدید آلات سے رؤیت میں مدد لی جاسکتی ہے، کیونکہ ان کی حیثیت محض کشف کی ہے، ایسا نہیں ہے کہ ایک چیزوجود میں نہ ہو اور اس کی وجہ سے خواہ مخواہ نظر آنے لگے، البتہ اگر مطلع صاف نہ ہو تو تکلیف وتکلف کی ضرورت نہیں (فتاوی دار العلوم زکریا۳،۲۵۲)۔

ہوائی جہاز سے چاند دیکھنے میں اس کا لحاظ رہے کہ اتنی اونچی پرواز نہ ہو کہ مطلع بدل جائے۔ رؤیت کے لئے محکمہ موسمیات کی مدد ان علاقوں میں لی جاسکتی ہے جہاں فضا ابرآلود یا گردوغبار آلود ہو، لیکن اس کی بنیاد پر رؤیت کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ ان کی پیشینگوئی کا درست ہونا ضروری نہیں (رؤیت ہلال،۲۲-۲۳)۔

رمضان اور عیدین کے لئے ثبوت رؤیت کیسے؟

عید اور رمضان میں چاند کی تحقیق اور اس کا اعلان، نیز عیدین کا قیام اور اہتمام اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے اور امیر ہی کی طرف سے ملنے والی ولایت کے تحت "قاضی " بھی ان فرائض کو انجام دیتا ہے۔ ہندوستان یا اس جیسے ممالک جہاں مسلم اقلیت ہے اور نظام حکومت دوسروں کے ہاتھ میں ہے، ثبوت رؤیت کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ مسلمان خود کسی کو امیر یا قاضی منتخب اور مقرر کرلیں۔

۲۔ رؤیت ہلال کمیٹی بنائی جائے جس میں علماء فقہ ضرور ہوں اور انہیں کا فیصلہ تسلیم کیا جائے۔

۳۔ دیہات وغیرہ جہاں ایسی کمیٹیوں کا بھی بنایا جانا ممکن نہ ہو وہاں موجود علماء خود فیصلہ کریں (جدید فقہی مسائل۲،۲۷ ملخصا)۔

دیہات کے رہنے والے اپنے قریبی شہر (کہ جس کے مضافات میں یہ گاؤں ہے) کے تابع ہونگے، انہیں چاہئےکہ وہ اپنے قریبی شہر کے معتمد عالم یا کمیٹی سے رابطہ قائم کرکے ان کے فیصلہ کے مطابق عمل کریں (رؤیت ہلال،۱۴۹ ، از مولانا برہان الدین سنبھلی)۔

سلطان نہ ہو تو دینی معاملات کے ذمہ دار علماء ہوتے ہیں، "إذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ، فالأمور مؤکلۃ إلی العلماء ویلزم الأمۃ الرجوع إلیہم" (الحدیقۃ المحمدیہ بحوالہ الرسالہ برہان۶۳،۳۰۷)۔

رؤیت کی شہادت کب تک دی جاسکتی ہے؟

رمضان کی پہلے دن کی فجر سے قبل اطلاع کا وقت ہے، اگر اس کے بعد ہو تو روزہ کی نیت سے رکنا واجب ہے اور اس دن کی قضا ضروری ہے (الموسوعۃ الفقہیہ۲۲،۳۹)۔

رؤیت کی شہادت میں حتی الامکان جلدی کرنا چاہئے، بلا عذر تاخیر درست نہیں، بلکہ موجب فسق ہے، غیر معمولی تاخیر سے مقصد فوت ہوجائے گا، تاہم اگر تاخیر سے بھی شہادت ہے تو قبول کی جائے گی، کسی معتبر عالم دین،امام مسجد یا مقامی رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ داروں کے سامنے شہادت دے دے (مزید دیکھئے مقالہ مفتی نسیم احمد قاسمی،۲۹۰)۔

شعبان کی ۲۹،تاریخ اور عید الاضحی کے چاند میں ایک یا نصف دن کی تاخیر ہوسکتی ہے، اور یہی حال عید الفطر کا بھی ہے، اگر زوال شمس سے قبل اطلاع مل جائے تو اسی دن ورنہ دوسرے دن نماز عید ادا کی جائے گی، البتہ تصدیق کے بعد ہی روزہ توڑ دیا جائے گا۔

ریڈیو یا ٹیلی ویزن وغیرہ پر اعلان کی حیثیت:

وہ مواقع جن کا تعلق خبر اور اطلاع سے ہے، ٹیلی فون کا بھی اعتبار ہے، لیکن جہاں شہادت اور گواہی مطلوب ہے وہاں محض فون کافی نہیں، روبروحاضری ضروری ہے، ایسے مواقع پر اس تدبیر پر عمل کرنا چاہئے کہ دار القضاء یا رؤیت ہلال کمیٹی کی جانب سے مختلف اہم مقامات پر ایسے ذمہ دار متعین ہوں جو رؤیت ہلال کی گواہی لے لیں اور پھر فون کے ذریعہ مرکز کو اس کی اطلاع کردیں (جدید فقہی مسائل۲،۲۱)۔

ریڈیو اور ٹی وی کی اطلاع شہادت نہیں، محض اعلان اور خبر ہے، اگر یہ اطلاع کسی رؤیت ہلال کمیٹی یا قاضی شریعت کی طرف منسوب ہے تو اس علاقہ کے لوگوں کے لئے اس پر عمل کرنا واجب ہوگا، دوسرے علاقہ کے لئے خبر کا درجہ رکھے گی اور وہاں کے ارباب حل وعقد اور رؤیت ہلال سے متعلق ذمہ داروں پر موقوف رہے گا کہ وہ اگر اس خبر کو فیصلہ کے لئے کافی سمجھیں تو فیصلہ کردیں ورنہ نہیں (ایضا،۲۲، مزید دیکھیں: مقالہ مفتی نسیم احمد قاسمی،۲۹۳)۔

اگر پورے ہندوستان کی مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی بن جائے اور تمام علاقوں کے لوگ اس کو تسلیم کرلیں یا پورے ملک کی سطح پر امارت شرعی قائم ہوجائے اور امیر شریعت منتخب کرلیا جائے تو اب اس کا اعلان پورے ملک کے لئے "منادی سلطان " کی اطلاع کے حکےم میں ہوگا، اور سب کے لئے تعمیل ضروری ہوگی (ایضا،۲۲-۲۳)۔

"ولا خلاف فی أن للإمام الأمر بالصوم بما ثبت لدیہ، لأن حکم الحاکم یرفع الخلاف" (الفقہ الاسلامی وادلتہ۳،۱۶۵۸)۔

"خبر تار کا اعتبار ہے، جیسا کہ تحریری خط کا اعتبار کیا جاتا ہے، اور عدالت وغیرہ سب امور کا مرعی ہونا ضروری ہے "۔

آگے ایک استفتاء کہ اگر کوئی شخص تار یا خط کے ذریعہ چاند ہونے کی اطلاع دے تو کیا حکم ہے؟ کے جواب میں لکھتے ہیں:

"..... خلاصہ جواب یہ ہے کہ کتابت خط یا تار کی مثل اخبار زبانی کی ہے، اور جو کچھ رعایات زبانی اخبار میں ہے، وہ ہی خط اور تار کی خبر میں ہوکر معتبر ہوجائے گی (باقیات فتاوی رشیدیہ،۲۱۸)۔

ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر ایک صوبہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف سے شرعی اصولوں کی روشنی میں رؤیت ہلال کا اعلان کیا جائے تو یہ اعلان صرف اسی صوبہ یا علاقہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا جہاں کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے، دوسرے صوبہ اور علاقہ کے مسلمانوں کے حق میں وہ اعلان محض ایک خبر ہے ان لوگوں کے حق میں اس اعلان کی حیثیت اعلان سلطان کی نہیں ہوگی، لہذا اور لوگوں کے لئے اس اعلان کے مطابق روزہ رکھنا اور افطار درست نہیں ہوگا، البتہ وہاں کے مقرر قاضی، رؤیت ہلال کمیٹی یا ذمہ دار علماء اسے تسلیم کرنے کا اعلان کردیں تو پھر وہاں کے مسلمانوں کے لئے اس پر عمل ضروری ہوگا (تجاویز رؤیت ہلال امارت شرعیہ۱۹۸۳ء بحوالہ مقالہ مفتی نسیم احمد قاسمی،۲۹۱۔۲۹۲)۔

وہ ممالک جہاں عموماً مطلع ابرآلود رہتا ہو:

انگلینڈ وغیرہ ممالک جہاں آسمان پر ابر وغبار رہتا ہے، سورج، چاند دکھائی نہیں دیتے، وہ اپنے نزدیک کے ممالک جہاں پر طلوع وغیرہ میں زیادہ تفاوت نہ ہو اور ۲۹ویں کا چاند نظر آتا ایسے ممالک سے رابطہ اور تعلق رکھنا چاہئے اور یہ زیادہ مناسب ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہلال رمضان کے بارے میں وہاں کے تین چار دیندار اور معتمد آدمیوں کے فون کی خبر پر جب تم ان کی آواز اچھی طرح پہچان سکو اور تمھیں چاند نظر آنے کا یقین پیدا ہوجائے تو رمضان کا فیصلہ کردو، لیکن ہلال کے لئے شہادت شرط ہے، اس کے لئے ایسا انتظام کیا جائے کہ وہاں کے دودیندار معتمد آدمی خود چاند دیکھ کر بذریعہ طیارہ (ہوائی جہاز) اگر شہادت دیں یا یہاں سے دو دیندار اور معتمد آدمی وہاں جاکر خود چاند دیکھنے والوں کی گواہی لیں، یا وہاں کے مفتی، قاضی، خطیب، یا ہلال کمیٹی کے صدر معتمد علیہ کا سندی فرمان لے آئیں جس کو یہاں کے معتمد علماء قبول کرلیں تو اس پرعمل کرسکتے ہیں (فتاوی رحیمیہ۷،۲۱۳)۔

"الموسوعۃ الفقہیہ" میں ہے:

"ولم نطلع علی نص الفقہاءفی شأن البلاد التی یستقر الغیم أو الضباب فی سمائہا" (الموسوعۃ الفقہیہ۲۲،۳۱)۔

لیکن حاشیہ میں فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کے چوتھے سمینار کا فیصلہ نقل کیا ہے جو ۱۴۰۱ھ میں ہوا:

"إنہ بالنسبۃ للأماکن التی تکون سماؤہا محجوبۃ بما یمنع الرؤیۃ للمسلمین کبعض مناطق آسیا، ومنہا سنغفورہ وما شابہا، أن یأخذوا بمن یثقون بہ من البلاد الإسلامیۃ التی تعتمد علی

الرؤیۃ البصریۃ للہلال دون الحساب بأی شکل من الأشکال، عملاً بقولہ ﷺ "صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ وما جاء فی معناہما من الأحادیث" (مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی شمارہ۲، ۱۹۸۶ء بحوالہ الموسوعۃ الفقہیہ۲۲،۲،۳۱)۔

پوری دنیا میں ایک عید کا تخیل:

پوری دنیا میں ایک ہی دن عید منانے کا رجحان، بلکہ آرزو اور اس کو اتحاد واخوت اسلامی کا اہم ذریعہ، بلکہ ناگزیر ضرورت خیال کرنا، اور محض اس وحدت میں اتحاد واتفاق کا راز سمجھنا ایک سطحی اور جذباتی انداز فکر ہے، خیر القرون میں آج سے کہیں زیادہ قلوب جڑے ہوئے اور مسلمان ایک جان چند قالب کا حقیقی مصداق تھے، پھر بھی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے اہل شام کی رؤیت پر مدینہ منورہ میں فیصلہ کرنے سے صاف انکار کردیا تھا، نہ دلوں میں فرق آیا اور نہ حبر الامۃ کے اس فیصلہ کو کسی نے تشتت وافتراق کا ذریعہ سمجھا۔

اسی طرح فقہاء کرام رحمہم اللہ اِس زمانہ میں مسلمانوں کے غم میں گھلنے والوں سے کہیں زیادہ اُن حضرات کو امت کے قلوب جوڑنے اور ان میں اتحاد پیدا کرنے کی فکر تھی، مگر بایں ہمہ اختلاف مطالع کی حقیقت کو تسلیم کرنے اور ایک جگہ کی رؤیت کا حکم دوسری کسی بہت دور جگہ پر لازم نہ ہونے کا فیصلہ کرتے ہوئے انہیں یہ خطرہ پیش نہیں آیا کہ اس سے اتحاد میں رخنہ پڑجائے گا اور گویا اتفاق کا اہم رشتہ ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔

علاوہ ازیں سارے عالم میں ایک ہی دن عید منانا ممکن بھی نہیں ہے کیونکہ اس دنیا کے مشرق ومغرب اور اس کے کناروں کے درمیان اتنا طویل فاصلہ ہے کہ ایک گوشہ میں مثلاً جس وقت رؤیت ہلال ہورہی ہوتی ہے تو دوسری جگہ اسی ساعت طلوع آفتاب، تیسری جگہ نیمروز کا سماں ہوتا ہے، اب بتائیے کہ جس حصہ میں آفتاب کے چھپ جانے کے بعد ہلال عید نظر آیا اس کی بنا پر اگر کسی ایسی جگہ عید منانے کا فیصلہ کیا گیا جہاں آفتاب ڈھل چکا ہے اور ظہر کا وقت شروع ہوچکا ہے یعنی عید کی نماز کا وقت ختم ہوچکا ہے تو یہاں کسی طرح اس فیصلہ کو اس روز روبعمل لایا جائے گا؟ (رؤیت ہلال کا مسئلہ از مولانا برہان الدین سنبھلی،۱۴۰-۱۴۱ ملخصا)۔

یہ کہنا کہ کعبہ مسلمانوں کی وحدت کا رمز، ان کا نقطۂ ارتباط اور دلوں کا مسکن اور اور نمازوں اور بہت ساری عبادتوں کا قبلہ اور مرکز ہے، لہذا اسی کو میقات قرار دیا جائے، یہ قول اللہ کی تشریعی حکمت اور عبادت میں اس کے حکم کے خلاف ہے، کیونکہ لوگ جہاں آباد ہیں وہاں کے اوقات کے مطابق عبادت کرتے ہیں، اس لئے اوقات عبادت میں تفاوت ہے، اور ان کے لئے حرم شریف کے اوقات کے مطابق عبادت کی ادائیگی ممکن نہیں، لہذا وہ پنجوقتہ نمازیں اپنی اس جگہ کے متعین اوقات کے مطابق ادا کرتے ہیں جہاں

وہ رہ رہے ہیں، مثلاً جو جہاں ہے وہاں کے حساب سے ظہر زوال شمس کے بعد پڑھتا ہے، یہی تمام نمازوں کا حال ہے، مسلمانوں میں وہ بھی ہیں جن کی نماز میں حرم مکی کی نماز سے بہت پہلے ہوتی ہیں، اور بعض کی بہت بعد میں، تو کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ نمازوں کی ادائیگی میں حرم شریف کے وقت کے اعتبار سے اوقات میں یکسانیت کردی جائے؟

یہی روزہ کا معاملہ ہے، طلوع صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور غروب شمس پر ختم، اور صائم کی جگہ کا طلوع وغروب معتبر ہوتا ہے تو اگر یہ مطالبہ کیا جائے کہ حرم شریف کی میقات کی رعایت کریں تو کسی کا روزہ رات میں ہوگا اور کوئی دن میں افطار کرے گا (اختلاف المطالع،۲۴)۔

* * *

رؤیت ہلال سے متعلق چند اہم مسائل

مولانا اشرف عباس قاسمی•

سوال ۱

الف:مطلع : اصطلاحی مفہوم اور حدود:

المعانی میں ہے:"المطلع أول الشيء، ومنہ مطلع القصيدة، أي أول بيت فيها، ومطلع الشمس زمان طلوعہا" یعنی کسی بھی چیز کا آغازاور ابتدا اس چیز کا مطلع ہے،اور مطلع قمرکا معنی ہے:"چاند کے طلوع ہونے کی جگہ یاوقت "۔

جو علاقے جتنے زیادہ مغرب کی طرف ہوتے ہیں،وہاں اتنی جلدی چاند نظر آنے کا امکان ہے،البتہ ماہرین فن کا کہنا ہے کہ مذکورہ بالا بنیاد پر بلاد قریبہ اور بعیدہ کا فیصلہ کرنا فنی اعتبار سے زیادہ درست نہیں ہے،کیونکہ چاند بعض مرتبہ نظر آنے کے قریب ہوتا ہے، لیکن وقت کی تھوڑی سی کمی اسے غائب کردیتی ہے،جبکہ نظر آ نے کے بعد وہ بہت دور تک کے علاقوں میں نظر آتا رہتا ہے ،اس لیے بعض دفعہ تھوڑے سے فاصلے سے مطلع بدل جاتا ہے اور پھر بہت زیادہ فاصلے تک مطلع نہیں بدلتا،مثلا ولادت قمر کے سولہ گھنٹے بعد چاند نظر آنے کا امکان ہے،تو جب اس کی عمر پونے سولہ گھنٹے ہوگی تو وہ نظر نہیں آئے گا، لیکن پندرہ منٹ کے فاصلے پر یعنی تقریبا ڈھائی سو میل مغرب کی طرف سولہ گھنٹے کا ہوجائے گا،اور وہاں نظر آجائے گا، اور اس کے بعد آنے والے مغربی علاقوں میں نظر آتا رہے گا (دیکھیے !آسان فلکیات ص ۷۹ مولانا اعجاز صمدانی)۔

شوافع نے کسی جگہ چاند کی رویت ہوجانے پر قریب والوں کے لیے اس کو ثابت مانا ہے ،بعید والوں کے لیے نہیں، اور قرب وبعد کا مدار مطلع کے اتحاد واختلاف پر رکھا ہے۔اور تحدید کی ہے کہ چوبیس فرسخ تک مطلع متحد رہتا ہے، اس سے زیادہ میں بدل جاتاہے۔

"والقرب يحصل باتحاد المطلع، بأن يكون بينهما أقل من أربعة وعشرين فرسخا،أما أهل الجهة البعيدة، فلايجب عليهم الصوم بهذه الرؤية لاختلاف المطالع"(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۱،۵۱۰) ۔

جبکہ ایک قول کے اعتبار سے مسافت قصر بعید ہے۔منہاج الطالبین میں ہے: ''ومسافة البعيد مسافة القصر" (کنزالراغبین شرح منہاج الطالبین ۱،۴۵۹ ط: القاہرۃ)۔

• دار العلوم دیوبند۔

ب: جب ہندوپاک کے اکثر علاقوں میں رویت نہ ہو تو کیا بعض ساحلی علاقے ہندوپاک کے عام مطلع اور حکم سے الگ ہونگے؟

یہ بات صحیح ہے کہ احناف کی کتابوں میں اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کا قول مذکور ہے، اور اسی کو مفتٰی بہ قرار دیاگیا ہے، چنانچہ علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں: "واختلاف المطالع ورویتہ نہارا قبل الزوال و بعدہ غیر معتبر علی ظاہر المذہب، وعلیہ الفتوٰی"(الدر المختار مع رد المحتار ۱۰۴،۲)، علامہ شامی اس پر حاشیہ تحریر فرماتے ہیں:"لکن المعتمد الراجح عندنا انہ لا اعتبار بہ، وہو ظاہر الروایۃ، وعلیہ المتون کالکنز وغیرہ، وہو الصحیح عند الحنابلۃ کمافی الإنصاف، وکذا ہو مذہب المالکیۃ"(مجموعہ رسائل ابن عابدین ۲۵۱،۱) ۔

احناف کے علاوہ موالک وحنابلہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ صرف شوافع نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ "ولاعبرۃ باختلاف مطلع الہلال مطلقا عند ثلاثۃ من الأئمۃ؛وخالف الشافعیۃ"(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۵۱۰،۱)۔

تاہم بعض متأخرعلما ء احناف کاقول اس کے برعکس بھی ہے، اور وہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کو معتبر مانتے ہیں،چنانچہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے "العرف الشذی "۲۰۳،۱میں،علامہ شبیر احمد عثمانیؒنے "فتح الملہم ۱۱۳،۳"میں اور مفتی شفیع صاحبؒنے رسالہ "رویت ہلال "ص:۴۸ میں اسی کو اختیار فرمایا ہے۔اوراسی کے پیش نظر حالات کے تناظر میناداراہ تحقیقات شرعیہ نے یہ تجویز منظور کررکھی ہے:

"بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار ہوگا،البتہ بلادقریبہ میں معتبر نہیں ہے،اور بلاد بعیدہ سے مراد یہ ہے کہ وہ اس قدر دور ہو کہ عادۃ ان کی رویت مینایک دن کافرق ہوتاہو،جیسے مصر وحجاز " (فتاوی دارالعلوم ۴۰،۶)۔

اس لیے قابل عمل اور آسان صورت یہ ہے کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیاجائے، اور قریبہ و بعیدہ کی تحدید جغرافیائی لحاظ سے ملکوں کی سرحدوں سے کی جائے،جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک ملک کے اندر، خواہ وہ کتناہی بڑاہو اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیاجائے گا،اور الگ ملک میں اختلاف مطالع کااعتبار ہوگا۔اس کی وجہ یہ نہیں کہ اختلاف مطالع معتبر ہے، بلکہ اس وجہ سے کہ قاضی کا فیصلہ اسی کی حدود میں نافذ ہوتاہے،دوسرے کی حدود میں نافذ نہیں ہوتاہے۔

ج: کیرلا وغیرہ کی رویت کااعتبار؟

البتہ اگرکوئی بڑا ملک ہے اور اس کا نسبۃ چھوٹاحصہ مغرب میں واقع ہے تو محض اس حصے کی رویت کو پورے ملک کے لیے نافذ نہیں مانا جائے گا۔چنانچہ صرف کیرلا کی رویت کی بنیاد پر آسام اور کشمیر تک ہزاروں میل کے رقبے پر پھیلے ہوئے پورے ہندوستان کے لیے رویت کا فیصلہ مشکل ہے۔

(د) اگر ایک جگہ رویت کا اعلان کردیاجائے تو کیادوسرے خطے کے قاضی یا ہلال کمیٹیاں اس اعلان کی پابند ہیں؟

اگر عامۃ المسمین کی با اختیار وفاقی کمیٹی اس طرح کا فیصلہ کرتی ہے تو سب کے لیے واجب التسلیم ہے،اور اگر کسی غیر معروف تنظیم یا کمیٹی کی طرف سے فیصلہ آتاہے جس کا دائرہ کار بھی وسیع نہیں ہے تو مقامی قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کے فیصلے کا انتظار ضروری ہے۔

"لا یشترط فی ثبوت الھلال ووجوب الصوم بمقتضاہ علی الناس حکم الحاکم"(الفقہ علی المذاھب الاربعۃ ۱،۵۱۱)۔

سوال ۲ :

الف: رویت ہلال اور فلکیاتی حساب :

صریح اور واضح نصوص کی بناپر اس امر پر اتفاق ہے کہ فلکیاتی حساب اور آلات رصد پر ہلال کا مدار نہیں رکھاجاسکتا۔مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ فرماتے ہیں:

"لا اعتبارلحساب المنجمین والحاسبین فی الہلال، وقد اختلفوا فی ذلک، فالذی علیہ الأکثرون ہو عدم اعتبار قولہم لا فی حق نفسہ ولا فی حق غیرہ"(رسائل اللکنوي ۲،۵) لاعبرۃ بقول المنجمین، فلایجب علیہم الصوم بحسابہم،ولا علی من وثق بقولہم(الفقہ علی المذاھب ۱،۵۱۰)۔

البتہ فلکیاتی حساب سے اس قدر مدد لینے میں کوئی حرج نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ آج افق پر چاند کی بصری رویت کا امکان ہے یا نہیں؟ تاہم اس کی حیثیت محض ظن اور تخمین کی ہوگی۔مولانا یوسف لدھیانویؒ فرماتے ہیں:قمری مہینے کاشروع ہونا چاند دیکھنے پر موقوف ہے،فلکیات کے فن میں اس سے اتنی تو مدد لی جاسکتی ہے کہ آج چاند ہونے کا امکان ہے یا نہیں، لیکن جب تک رویت کے ذریعے چاند ہونے کا ثبوت نہ ہوجائے محض فلکیات کے حساب سے چاند ہونے کا فیصلہ نہیں ہوسکتا "(آپ کے مسائل اور ان کا حل ۳،۲۶۱)۔

ب: فلکیاتی حساب کے خلاف شرعی شہادت رد کردی جائے گی؟

رویت ہلال کے سلسلے میں آلات رصدیہ اور حسابات فلکیہ کے ناقابل اعتبار ہونے پر تقریبا اجماع ہے،اس لیے اس صورت میں جب کہ کسی خطے میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹،تاریخ کو چاند کی بصری رویت کا امکان نہ ہو اور اس کے باوجود اس خطے سے رویت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو شرعی شہادت ہی قبول ہوگی،غلط فہمی قرار دے کر شہادت رد نہیں کی جاسکتی ہے۔ "قال ابن نجیم :لاعبرۃ بقول المنجمین۔قال فی غایۃ البیان: ومن قال یرجع فیہ إلی قولہم فقد خالف الشرع لأنہ روی عنہ ﷺ من أتی کاہنا أو منجما فصدقہ بماقال فھو کافر بما أنزل علی محمد" (البحرالرائق ۲،۲۸۴)۔

”مجمع الانھر “ میں ہے:”وفی القھستاني:أن ماقال أھل التنجیم غیر معتبر، فمن قال:إنہ یرجع في ذلک إلی قولھم فقد خالف الشرع“(مجمع الانھر ۱،۲۳۷)۔

ج:محکمہ موسمیات سے مدد لینا:

سوال ۲کی شق الف کے تحت اس کا جواب گزرچکا کہ اس حد تک مدد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ویسے یہ مدد مفید مقصد بھی نہیں ہے،اس لیے کہ اس سے حکم پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

د:مطلع صاف نہ ہونے کا مطلب:

حدیث پاک میں ”فإن غم علیکم“ فرمایا گیا ہے، جو ”غمام“ سے ہے، جس کا معنی ہے ”بادل “۔ قاموس میں ہے:

”غُم الھلال علی الناس غما إذاحال دون الھلال غیم رقیق أو غیرہ فلم یرُ“۔

تو مطلع صاف نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آسمان ابر آلود ہو،جس سے معتاد رویت مشکل ہو، بادل کے علاوہ اگر فضا میں دھواں یا گرد پھیلی ہوئی ہو جس سے رویت نہ ہوپارہی ہو ،تب بھی یہی حکم ہوگا۔لیکن جیسا کہ اوپر عرض کیاگیاچاند بعض مرتبہ نظر آنے کے قریب ہوتا ہے، لیکن وقت کی تھوڑی سی کمی اسے غائب کردیتی ہے،جب کہ نظر آ نے کے بعد وہ بہت دور تک کے علاقوں میں نظر آتا رہتا ہے اس لیے بعض دفعہ تھوڑے سے فاصلے سے مطلع بدل جاتا ہے اور پھر بہت زیادہ فاصلے تک مطلع نہیں بدلتا،مثلا ولادت قمر کے سولہ گھنٹے بعد چاند نظر آنے کا امکان ہے،تو جب اس کی عمر پونے سولہ گھنٹے ہوگی تو وہ نظر نہیں آئےگا ،پندرہ منٹ کے فاصلے پر یعنی تقریبا ڈھائی سو میل مغرب کی طرف سولہ گھنٹے کا ہوجائے گا، تو ایسی صورت میں یہ نہیں کہا جائے گا کہ مطلع صاف نہیں تھا،کیونکہ اس مقام کے اعتبار سے چاند کی پیدائش مکمل نہیں ہوئی ہے، اس لیے نظر نہیں آرہاہے۔اس بنا پر نہیں کہ مطلع صاف نہیں ہے۔

ہ:کسی شخص کی شہادت پر رمضان کا آغاز ہو اورتیس رمضان کی شام کو مطلع صاف ہونے کے باوجود ہلال عید نظر نہ آئے؟

اگر ہلال رمضان کا ایک شخص کی شہادت پرفیصلہ کیا گیا، لیکن تیس رمضان کی شام کو بھی چاند نظر نہیں آیا،تو اگر موسم ابر آلود ہو تو عید منائی جائے گی ،اور اگر موسم صاف ہو تو اگلے دن کو رمضان کی تیس تاریخ قرار دے کر روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا جائے گا، اور یہ سمجھا جائے گا کہ شہادت دینے والے کو مغالطہ ہواہے یا اس نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔چنانچہ ”عالمگیری “ میں ہے:

”إذا صاموا بشھادۃ الواحد واکملوا ثلاثین یوما،ولم یروا ہلال شوال لایفطرون فیما روی الحسن عن أبی حنیفۃ للاحتیاط، وعن محمد انھم یفطرون، کذا فی التبیین، وفی غایۃ البیان: قول محمد أصح،کذا فی النھر الفائق، وقال شمس الأئمۃ الحلوانی: ھذا الاختلاف فیما إذا لم یروا ہلال

شوال والسماء مصحیۃ، فأما إذا کانت متغیمۃ فإنھم یفطرون بلا خلاف، کذا فی الذخیرۃ"(الفتاوی الھندیۃ ۱۹۸،۱)۔

علامہ شامیؒ بھی اس مسئلے کو منقح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ثم اعلم أنہ إذا تم عدد رمضان ثلاثین بشھادۃ، فرد ولم یر ھلال الفطر والسماء مصحیۃ لایحل الفطر اتفاقا،لظھور غلط الشاھد و یعزر، ولاخلاف فی حل الفطر إذا تم العددوکان بالسماء علۃ لیلۃ الفطر، وإن ثبت رمضان بشھادۃ الفرد، کما حررہ فی امداد الفتاح"(رسائل ابن عابدین ۴۳۶،۱)۔

سوال۳:

الف:مطلع صاف ہو تو کتنے افراد کی شہادت کافی ہوگی؟عدل کا معیار اور مستورالحال کی شہادت کا حکم کیاہے؟

رمضان وعیدین کے ثبوت کے لیے جب کہ مطلع صاف ہو،جمع عظیم کی رویت شرط ہے، البتہ علامہ ابن نجیمؒ اس صورت میں دو کی رویت کو بھی کافی گردانتے ہیں۔ چنانچہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

"حاصل مامر فیما یتوقف علیہ وجوب الصوم عندنا روایۃ الھلال من عدل أو مستور لو في السماء علۃ۔وإلا فجمع عظیم أو اثنان علی ما اختارہ في البحر فی زماننا"(رسائل ابن عابدین ۲۳۸،۱)۔

شامی کی مذکورہ بالا تصریح سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مستورالحال کی بھی شہادت معتبر ہوگی، عبدالرحمن الجزیری نے بھی احناف کا قول اصح اسی کو قرار دیاہے۔چنانچہ فرماتے ہیں:

"ومثل العدل في ذلک مستورالحال علی الاصح"(الفقہ علی المذاھب الاربعۃ ۵۰۹،۱)۔

نیز چاند دیکھنے والے کے لیے عدل کا وہ معیار ضروری نہینجو فقہاء نے عام طور پر لکھاہے،بلکہ اگر فاسق کے صدق کا ظن غالب ہوتو اس کی شہادت بھی معتبر ہے۔علامہ شامی فرماتے ہیں: "وقال فی جامع الفتاوی:وأما شھادۃ الفاسق فإن تحری القاضي الصدق فی شھادتہ تقبل وإلا فلا اھ، وفي الفتاوی القاعدیۃ:ھذا إذا غلب علی ظنہ صدقہ" (ردالمحتار ۴۱۳،۴)۔

مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:قاضی کے لیے غلبہ ظن بہ صدق مخبر ضروری ہے، جوفاسق اس درجے میں نہ ہو اس کی شہادت رد کی جائے گی؛ ورنہ قبول کرنا چاہئیے تاکہ حقوق ضائع نہ ہوں "(محمودالفتاوی ۱۶۶،۴)۔

ب:چاند دیکھنے کی شہادت ضروری ہے؟ دیکھنے والوں کا بیان اصولی طور پر شہادت ہے یاخبر؟

چاند دیکھنے والوں کے لیے قاضی یا ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کے پاس شہادت

دینا ضروری ہے، خاص کر جب کہ ثبوت رویت انھی کی شہادت پرموقوف ہو، حتی کہ اگر کسی پردہ نشیں خاتون نے چاند دیکھاہے تو وہ بھی اسی رات گھر سے نکل کر قاضی کے سامنے شہادت دے،اگر شوہر اجازت نہ دے تب بھی بلا اجازت نکل سکتی ہے۔درمختار میں ہے:

"ویجب علی الجاریۃ المخدرۃ أن تخرج فی لیلتھا بلا إذن مولاھاوتشھد"۔

علامہ شامی اس پر حاشیہ تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وکذا یجب علی الحرۃ أن تخرج بلا إذن زوجھا، والظاہر أن محل ذلک عند توقف إثبات الرویۃ علیھا وإلا فلا"(ردالمحتار۲،۹۹)۔

علامہ جزیری فرماتے ہیں:اگر چاند دیکھنے والا شہر میں ہے تو اسی شب میں قاضی کے پاس جاکر شہادت دینا ضروری ہے، اور اگر گاؤں میں ہو تو مسجد جاکر لوگوں کے سامنے اس کی شہادت دے۔

"ویجب علی من رأی الہلال ممن تصح شہادتہ أن یشہد بذلک فیلیلتہ عندالقاضی إذاکان في المصر، فإن کان في قریۃ فعلیہ أن یشہد بین الناس بذلک في المسجد"(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۱،۵۰۹)۔

اور گواہوں کا یہ بیان اصولی طور پر شہادت ہے جس میں ممکنہ شرائط کا لحاظ کیا جائے گا۔البتہ یہ اصطلاحی شہادت نہیں جس میں جملہ شرائط شہادت کا لحاظ ضروری ہو۔اور اگر وہاں قضا کا نظا م نہیں ہے تو ضرورۃ ایک ثقہ کی بات پر روزہ اور دوعادل کی خبر پر لوگ عید منالیں گے۔

"البحرالرائق " میں ہے:

"فیشترط فیہ ما یشترط في سائر حقوقھم،من العدالۃ والحریۃ والعدد وعدم الحد في القذف والدعوی علی خلاف فیہ إن أمکن ذلک، وإلا فقد تقدم أنھم لوکانوا في بلدۃ لاقاضي فیھا ولا وال فإن الناس یصومون بقول الثقۃ، ویفطرون باخبار عدلین للضرورۃ"(البحر ۲،۲۸۷)۔

رویت ہلال کے ثبوت کے لیے اصطلاحی شہادت کے ضروری نہ ہونے کے سلسلے میں مولانا محمد منظور نعمانیؒ فرماتے ہیں:اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ رویت ہلال کی اطلاع اصطلاحی شہادت نہیں ہے،او ر اس کے وہ شرائط نہیں ہیں جو قاضی کی عدالت میں شہادت کے ہیں۔بلکہ وہ خبر ہے اور اس کے لیے شرعی قاضی یا عالم دین و مفتی کا غلبہ ظن کافی ہے،فقہاء کرام نے ان دونوں باتوں کی تصریح فرمائی ہے "(ماہ نامہ الفرقان، اپریل ۱۹۸۷ء)۔

بعض کتابوں میں یہ فرق مصرح ہے کہ آسمان صاف ہونے کی صورت میں جماعت کثیرہ کی شہادت ضروری ہے، ان شاہدین کے لیے لفظ "اشہد " سے شہادت ضروری ہے، اور ابر آلود ہونے کی صورت میں ایک کی شہادت پر اکتفا کرلیا جائے گا،اس کے لیے نہ

تو "اشهد " لازم ہے اور نہ ہی مجلس قضا۔

"وإن لم تكن السماء خالية من الموانع المذكورة، وأخبر واحد أنه رآه اكتفى بشهادته إن كان مسلما عدلا عاقلا بالغا، ولا يشترط أن يقول :اشهد،كمالايشترط الحكم،ولا مجلس القضاء" (الفقه على المذاهب ۱،۵۰۹)۔

ج:کیا فوری طور پر شہادت دینا ضروری ہے؟

پہلے بات آچکی ہے کہ اگر ثبوت رویت ان کی شہادت پر موقوف ہے تو ان کے لیے جس قدر ممکن ہوسکے ،فوری طورسے شہادت ضروری ہے۔اور اگر تاخیر کسی عذر معقول کی بناپر ہے مثلا وہ ایسی جگہ تھے جہاں سے فوری طور سے پہنچنا ممکن نہیں تھا،تو شہادت رد نہیں کی جائیگی ورنہ شہادت رد کی جاسکتی ہے۔

"وعليه تفرع مالواشهدوا في آخر رمضان برؤية هلاله قبل صومهم بيوم إن كانوا في مصر ردت لتركهم الحسبة، وإن جاؤا من خارج قبلت،من الفتح ملخصا"(ردالمحتار۲،۹۹)۔

سوال۴ :

الف:قاضی کا اعلان حلقہ قضا کے تمام مسلمانوں پر نافذہوگا؟

جہاں نظام قضا موجود ہے، وہاں قاضی کے اعلان پر اس حلقہ قضا کے تمام مسلمانوں کے لیے عمل کرنا ضروری ہوگا۔

"ولكن لو حكم بثبوت الهلال بناءا على أي طريق في مذهبه وجب الصوم على عموم المسلمين" (الفقه على المذاهب الاربعة ۱،۵۱۱)۔

ب: قاضی کااعلان ،اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا یا نہیں؟

اگر تراضی مسلمین سے قاضی کا تقرر عمل میں آیا ہو اور قاضی کی شخصیت جانی پہچا نی ہو تو ایسے قاضی کی طرف سے ریڈیو یاٹیلی ویژن کے ذریعے متعینہ الفاظ میں ہونے والا اعلان اعلان سلطان کے درجے میں ہوگا اور معتبر ہوگا،اور اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن سے محض خبر نشر ہو اور یہ بات ثابت ہو کہ اس سے بلا اجازت خبر نشرنہیں کی جاتی ہے،تو ہلال رمضان کے اثبات کے لیے کافی ہے ،ہلال عید کے اثبات کے لیے کافی نہیں ہے۔

ج:صوبے کے قاضی کا اعلان پورے ہندوستان کے لیے واجب العمل ہوگا؟

یہ اعلان دوسرے صوبے کے مسلمانوں کے حق مینواجب العمل نہیں ،ان کے حق میں وہ محض ایک خبر ہے۔ اس لیے کہ دوسرا صوبہ اس کے حلقہ قضا سے باہر ہے۔

د:ریڈیو کے اعلان کے اعتبار کے لیے معلن کے مسلمان ہونے کی شرط؟

معلن کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے،اگر تجربات سے تصدیق ہوتی ہو کہ یہ شخص قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کی طرف نسبت صحیح کیا کرتاہے تو اس پر اعتماد کر لینا کافی ہوگا۔ویسے اب تو تحقیق کے متعدد ذرائع دستیاب ہیں اس لیے ان ذرائع سے بھی

تحقیق کر کے اطمینان کرلینا چاہیئے۔

سوال ۵ :

الف،ب: جہاں چاند کی رویت ممکن نہ ہو وہاں رمضان وعیدین کا فیصلہ کیسے کیاجائے؟

دیگر قریبی ممالک جہاں مطلع عموما صاف رہتاہو اور رویت ہوتی ہو،ان سے رابطہ کرکے بہ طریق موجب ثبوت مہیا کیاجائے،بشرطیکہ اس کو ماننے سے مہینہ ۲۸ یا ۳۱ کا لازم نہ آتاہو (محمودالفتاوی ۱۶۹،۴، فتاوی محمودیہ ۱۲۲،۳) ۔

حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ نے اہل برطانیہ کے لیے رویت کے طریقہ کار پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا ہے:"اپنے نزدیک کے ممالک جہاں پر طلوع وغیرہ میں زیادہ تفاوت نہ ہو اور انتیسویں کا چاند نظر آتاہو،ایسے ملک سے رابطہ اور تعلق رکھناچاہیے اوریہ زیادہ مناسب ہے'' (فتاوی رحیمیہ ۷۷،۷۸،۳)۔

ج:ریڈیو اسٹیشن کے اعلان پر اعتماد:

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:مختلف ریڈیو اسٹیشن کی خبریں بھی جب وہ حد تواتر کو پہنچ جائیں تو استفاضہ میں داخل ہیں "(فتاوی دارالعلوم ۴۸۷،۲ کراچی) تعیین کے ساتھ تین مقامات کا اعلان ضروری نہیں،بس اتناہو کہ جس سے صدق کا ظن غالب ہوجائے خواہ وہ کسی بھی ذریعے سے ہو۔

د: باوثوق ذرائع سے ملنے والی خبر کا اعتبار کرکے دوسرے صوبے میں رویت کا اعلان:

باوثوق ذرائع سے ملنے والی رویت کی خبر کو خبراستفاضہ قرار دیتے ہوئے اس صوبے میں بھی اس رویت کا اعتبار کیاجاسکتا ہے۔

سوال ۶ :

الف،ب،ج،د:رویت کا اعلان کون کرے؟غیر مجاز لوگوں کی طرف سے اعلان پر روزے کا حکم:

اگر کسی جگہ چاند نظر نہیں آتاہے، البتہ قریبی مقامات سے دیکھے جانے کی اطلاع موصول ہوتی ہے،توہر عالم اور مفتی وہاں رویت کے فیصلے اور اعلان کا مجازنہیں ہے،بلکہ دارالقضاء،ادارہ، ہلال کمیٹی یاجماعت علماء کو ہی فیصلے اور اعلان کی ذمہ داری انجام دینی ہے۔اور انھی کا یہ حق ہے، ورنہ انتشار اور فتنے کو ہوا ملے گی۔ جہاں اس طرح کا نظام موجود ہے ،وہاں غیر مجاز لوگوں کے متوازی اعلان سے کوئی حکم متعلق نہیں ہوگا، یعنی اس اعلان کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی،البتہ عوام کے حق میں اس طرح کا اعلان بھی موجب شبہ ہے،اس لیے اس اعلان کی بنیاد پر نقض صوم کی صورت میں بھی صرف قضا واجب ہوگی۔کفارہ نہیں۔

سوال ۷ :

الف،ب:اختلاف وانتشار سے بچتے ہوئے اتفاق وارتباط کی شکل:

یہ امر واقعی افسوسناک ہے کہ ہندوستان میں کوئی ایسا جامع اور مربوط نظام نہیں

ہے جس سے اعلان ہلال کے سلسلے میں اختلاف وانتشار سے بچا جاسکے۔ ایک ہی صوبے بلکہ ایک ہی شہر میں چھوٹی بڑی تنظیموں اور اداروں کی طرف سے مختلف اعلانات سے نامناسب صورت حال پیش آجاتی ہے،اگرچہ بہار کی حد تک اتفاق رائے قائم کرنے میں امارت شرعیہ کو کامیابی مل جاتی ہے،تاہم ملکی سطح پر اتفاق وارتباط کے لیے ملت کے قائدین اور بہی خواہان کومسلکی وابستگیوں سے بالاتر ہوکر مشترکہ لائحہء عمل وضع کرنے کی ضرورت ہے،اس سلسلے میں مسلم پرسنل لابورڈ اور جمعیت علما ء ہند جیسی تنظیمیں اہم کردار ادا کرسکتی ہیں، بالخصوص جمعیت کا نیٹ ورک شہر سے لے کر گاؤں تک پھیلا ہواہے،اور حال ہی میں اس نے دیگر تنظیموں کو لے کر قضیہ کشمیر پر مشترکہ بیان بھی جاری کیا تھا، اس لیے اگروہ اس فکر کو اوڑھ لے تو شاید بہتر طریقے پر کا م انجام دیا جاسکے گا۔

* * *

رؤیت ہلال سے متعلق اہم مسائل

مفتی مقصود علی فرقانی•

۱۔ الف:

مطلع لغت میں ستاروں کے نکلنے کی جگہ کا نام ہے اور اصطلاح میں مطلع چاند کے نکلنے کی جگہ کو کہتے ہیں اور اس کے ارد گرد کا حصہ مطلع کے حدود کہلاتا ہے، پس اگر مطلع ابرآلود ہو اور موجودہ تحقیقات کے اعتبارسے مطلع سے چاند دور بین وغیرہ کے ذریعہ دیکھ لیا جائے تو اس کا اعتبار کرنا درست ہوگااور اس کے مطابق عمل کرنا صحیح ہوگا۔

شامی (۹۶،۲) پر ہے:

"قولہ واختلاف المطالع "جمع مطلع بکسر اللام موضع الطلوع، بحر عن ضیاء العلوم"۔

ب:

ہندوستان وپاکستان اور بنگلہ دیش کا مطلع اگرچہ علماء محققین کے نزدیک ایک ہے، مگر وہ علاقے جو بلندی اور ساحلی پٹیوں کے اعتبار سے مختلف ہینتو ان کا حکم بھی چاند کے طلوع کے اعتبار سے مختلف ہونا چاہئے۔

"الموسوعۃ الفقہیہ " (۱۴،۲۲) پر ہے:

"اختلاف مطالع الہلال أمر واقع بین البلاد البعیدۃ کاختلاف مطالع الشمس"۔

اور (ص۳۵،) پر ہے:

"ذہب الجمہورإلی أنہ لا عبرۃ باختلاف المطالع وہناک من قال باعتبارہا، وخاصۃ بین الأقطار البعیدۃ فقد قال الحنفیۃ فی ہذہ الحالۃ بأنہ لکل بلد رؤیتہم، وأوجبوا علی الأمصار القریبۃ اتباع بعضاً بعضاً وألزموا أہل المصر القریب فی حالۃ اختلافہم مع مصر قریب منہم بصیامہم تسعۃ وعشرین "۔

پس اگر وہ علاقے جو بلندی اور ساحلی اعتبار سے مختلف ہیں اور وہ اس جگہ سے جہاں رؤیت ہوگئی ہے چوبیس فرسخ کی دوری پر ہیں، بعض علماء کے نزدیک ان علاقوں کا حکم رؤیت والے علاقہ سے الگ ہوگا اور اگر وہ علاقے چوبیس فرسخ کے فاصلہ سے کم ہیں تو پھر رؤیت والے اور غیر رؤیت والے علاقہ کا حکم رؤیت کے اعتبار سے ایک ہوگا (شامی مکتبہ نعمانیہ دیوبند ۹۶،۲) پر ہے:

• رامپور، یوپی۔

"وقد نبہ التاج التبریزی علی أن اختلاف المطالع لا یمکن فی أقل من أربعۃ وعشرین فرسخا، وأفتی بہ الوالد، والأوجہ إنہا تحدیدیۃ کما أفی بہ أیضا"۔

اور اسی صفحہ پر ہے کہ اس فاصلہ کابُعد جس سے مطلع بدل جاتا ہے لیکن مہینہ کی مسافت ہے یا اس سے زیاد۔

"وقرر البعد الذی تختلف فی المطالع مسیرۃ شہر فأکثر علی ما فی القہستانی عن الجواہر اعتباراً بقصۃ سلیمان علیہ السلام فإنہ قد انتقل کل غدو ورواح من اقلیم وبینہما شہر"۔

اس عبارت سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ سے ایک ماہ کی مسافت بلاد بعیدہ کی وضاحت کرتی ہے، لہذا اگر دو شہروں کے درمیان ایک ماہ کی مسافت کا بُعد ہو، جب دونوں کے مطلع کا اختلاف معتبر ہوگا اور اگر ایک ماہ کی مسافت سے بعد کم ہو تو پھر دونوں شہروں کا مطلع کے اعتبار سے حکم ایک ہوگا اور ایک ماہ کی مسافت اکثر حضرات کے نزدیک پانچ سو میل ہے اور احتیاطی صورت میں آٹھ سو میل قرار دی گئی ہے حوالہ رؤیت ہلال کے بارے میں استفتا ثانی مرتبہ محمد میاں صاحب مدیر ادارہ مباحث فقہیہ جمعیۃ بلڈنگ گلی قاسم جان دہلی۶۔

ج:

ملک کے وہ علاقے جن میں رؤیت ہوجائے اگر ان علاقوں سے دوسرے علاقے ایک ماہ کی مسافت کی دوری پر ہیں جب تو دوسرے علاقہ کے لوگوں پر اس رؤیت کا اعتبار کرنا اور اس پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے، اور اگر وہ علاقہ ایک ماہ کی مسافت سے کم دوری پر ہیں تو پھر دوسرے علاقہ والوں پر اس رؤیت کے اعتبار سے عمل کرنا ضروری ہے، چاہے وہ کیرل کا علاقہ ہو یا کوئی دوسرا علاقہ او راس کی تفصیل حوالہ کے ساتھ اس سے پہلے جواب میں گزر چکی ہے۔

د:

جن علاقوں کا مطلع ایک ہے اگر وہاں کسی خطہ میں ۲۹؍تاریخ میں رؤیت ہلال ثابت ہوجائے اور وہ خطہ ایک ماہ کی مسافت سے کم فاصلہ پر ہے تو اس خطہ کے مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا چاہئے اور اگر نظام قضا یا رؤیت ہلال کمیٹی وہاں موجود ہو تو اسے باخبر کرنا چاہئے اگر وہاں کا قاضی اور رؤیت ہلال کمیٹی اس رؤیت کا اعتبار نہ کرے اور چاند کا اعلان نہ کرے تو وہاں کے مسلمان اس رؤیت کا اعتبار کرتے ہوئے عمل کرسکتے ہیں، کیونکہ محض قضاۃ اور ؤیت ہلال کمیٹی بعض فیصلوں میں بہت متشدد ہوتے ہیں، لہذا قاضی اور رؤیت ہلال کمیٹی کو اس رؤیت کا اعتبار کرتے ہوئے اعلان کردینا چاہئے، بلکہ جب وہ خطہ مطلع کے ایک ہونے کے دائرہ میں آتا ہے تو پھر قاضی اور رؤیت ہلال کمیٹیاں اس اعلان کی پابند ہیں۔

۲۔ الف:

ایسی صورتحال میں جبکہ موسم صاف نہ ہو اور مطلع ابرآلود ہو تو رؤیت ہلال کے لئے فلکیاتی حساب سے مدد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اس سے حتمی فیصلہ نہیں کرنا چاہئے اور نہ مکمل اعتبار کرکے عمل کرنا چاہئے۔ شامی (۹۲،۲) پر ہے:

"لا یعتبر قولہم بالإجماع ولا یجوز للمنجم أن یعمل بحساب نفسہ، وفی النہر فلا یلزم بقول الموقتین أنہ رأی الہلال یکون فی السماء لیلۃ کذا، وإن کانوا عدولا فی الصحیح "۔

اور حنفیہ میں بعض حضرات کا قول ہے کہ فلکیاتی حساب سے مدد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

"الموسوعۃ الفقہیہ"(۳۳،۲۲) پر ہے:

"وعن بعض الحنفیۃ قول لا بأس بالاعتبار علی قول المنجمین"۔

لیکن صحیح اور راجح قول یہی ہے کہ فلکیاتی حساب پر لازمی فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔ "المعتمد فی المذہب الحنفی إن شرط وجوب الصوم والإفطار رؤیۃ الہلال وإنہ لا عبرۃ بقول الموقتین ولو عدولاً"۔

"ومن رجع إلی قولہم فقدخالف الشرع وذہب قوم منہم إلی أنہ یجوز أن یجتہد فی ذلک ویعمل بقول أہل الحساب"۔

چنانچہ امام مالکؒ نے تو یہاں تک فرمایا کہ اگر کوئی امام چاند کے اثبات میں حساب پر اعتماد کرتا ہے تو ایسے امام کی اقتداد نہیں کی جائے گی، اسی کتاب کے اسی صفحہ پر ہے:

"ومنع مالک من اعتماد الحساب فی إثبات الہلال فقال:إن الإمام الذی یعتمد علی الحساب لا یقتدی بہ ولا یتبع"۔

ب:

اور فلکیاتی حساب کے مقابلہ شرعی شہادت کو ترجیح دی جائےگی، پس اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے ۲۹،تاریخ میں چاند کی رؤیت کا امکان نہ ہو اور وہاں شرعی شہادت موصول ہوجائے تو شرعی شہادت پر عمل کیا جائے گا، اور فلکیاتی حساب کو ترک کیا جائے گا۔

"الموسوعۃ الفقہیہ " (۳۵،۲۲) پر ہے:

"ثم قال ابن حجر:والمراد بالحساب ہنا حساب النجوم وتسیرہا ولو لم یکونوا یعرفون من ذلک أیضاً إلا النزر الیسر فعلق الحکم بالصوم وغیرہ بالرؤیۃ لدفع الحرج عنہم فی محاناۃ حسابہ التیسیر واستمر الحکم فی الصوم ولو حدث بعدہم من یعرف ذلک، بل ظاہر السیاق یشعر بنفی تعلیق الحکم بالحساب أصلاً" ۔

(شامی۹۶،۲) پر ہے:

"إذا رؤی یوم التاسع والعشرین قبل الشمس ثم روی لیلۃ الثلاثین بعد الغروب وشہدت بنیۃ شرعیۃ بذلک فإن الحاکم یحکم برؤیتہ لیلاً کما ہو نص الحدیث ولا یلتفت إلی قول

المنجمین، وإنہ لا عبرۃ بقول المنجمین“۔

ج:

اور رؤیت ہلال کے لئے محکمہ موسمیات سے مدد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، مگر اس میں بھی وہی حکم ہے جو فلکیاتی حساب پر اعتماد کرنے میں ہے کہ اس پر مکمل اعتماد نہیں کرنا چاہئے اور اس کی تفصیل حوالہ کے ساتھ اس سے پہلے جواب میں گزر چکی ہے۔

د:

مطلع صاف نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مطلع کی جگہ بادل ہو یا یہ کہ آندھی اور طوفان کی وجہ سے مطلع پر گرد وغبار آجائے تیسرا سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ زمین پر آگ لگنے کی وجہ سے مطلع سرخ ہوجائے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ قدرتی طور پر بادل سرخ ہوجاتا ہے اور اس کی وجہ سے مطلع صاف نہیں ہوپاتا، کبھی سورج گہن ہونے کی وجہ سے اندھیرا ہوجاتا ہےاور مطلع صاف نہیں ہوتا، غرض یہ کہ مطلع صاف نہ ہونے کے مختلف اسباب ہوسکتے ہیں۔

ہ:

صورت مذکورہ میں جبکہ شریعت میں ایک حکم مسلمانوں کے لئے یہ واضح ہوگیا کہ ۲۹؍شعبان میں مطلع صاف نہ ہو اور صرف ایک شخص عادل رؤیت ہلال کی گواہی دیدے تو قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کو اس کی گواہی تسلیم کرلینا چاہئے، پس ایسی صورت میں ایک عادل شخص کی شہادت پر قاضی نے یا رؤیت ہلال کمیٹی نے رمضان کا اعلان کردیا اور تیس روزے پورے ہوگئے اور تیسویں روزے میں باوجود مطلع صاف نہ ہونے کے رؤیت ہلال ثابت نہیں ہوپائی تو اگلا دن عید الفطر کا قرار پائے گا اور وہ دن تیسویں روزے کا نہیں سمجھا جائے گا، کیونکہ قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نے شرعی حکم کے لحاظ سے تیس روزے پورے کرلئے، اب مزید ایک روزہ اور بڑھانا درست نہیں ہوگا، اور وہ جو گواہی ایک شخص نے دی تھی اس کی گواہی درست سمجھی جائے گی۔

”الموسوعۃ الفقہیہ“ (۲۵،۲۲) پر ہے:

”قبل الحنفیۃ فی رؤیۃ ہلال رمضان شہادۃ العدل الواحد فی الغیم أو الغبار والخدام صحو السماء“۔

اور در المختار بر حاشیہ رد المحتار (۹۰،۲) پر ہے:

”وقبل بلا دعوی وبلا لفظ أشہد للصوم مع علۃ کغیم خبر عدل“۔

اور یہ حکم صرف رمضان کی شہادت کے لئے ہے باقی اس کے علاوہ گواہی کم سے کم دو مردوں کی یا ایک مرد اور دوعورتوں کی ہونا چاہئے۔ شامی میں ہے:

”بخلاف الشہادۃ علی الشہادۃفی سائر الأحکام حیث لا تقبل ما لم یشہد علی شہادۃ کل

رجل رجلان أو رجل وامرأتان“۔

کیونکہ روزہ امر دینی ہے، اس لئے اس میں ایک شخص کی بھی گواہی کافی ہے اور عید کے چاند کی گواہی میں دنیوی نفع ہے بندوں کے لئے اس لئے اس کا حکم اس سے الگ ہے، اسی صفحہ پر ہے:

”لأن الصوم أمر دینی فلم یشترط فیہ ذلک ، أما الفطر فہو نفع دنیوی للعباد فأشبہ سائر حقوقہم فیشترط فیہ ما یشترط فیہا“۔

۳۔ الف:

اس صورت میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر مطلع صاف ہو تو رمضان کے ثبوت کے لئے کم سے کم دو لوگوں کی گواہی ضروری ہے اور عیدین کے چاند کے ثبوت کے لئے ایک جم غفیر کا گواہی دینا شرط ہے، جم غفیر سے مراد یہ ہے کہ ایک بڑی تعداد آکر گواہی دے، تاکہ قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کو چاند کا یقین ہوجائے۔

”الموسوعۃ الفقہیہ“ (۲۷،۲۲) پر ہے:

”فاشترط الحنفیۃ لإثبات ہلال شوال فی حالۃ الصحو أن یکون الشہود جماعۃ یحصل العلم للقاضی بخبرہم، کما فی ہلال رمضان۔ ولم یقبلوا فی حالۃ الغیم إلا شہادۃ رجلین أو رجل وامرأتین مسلمین حرین عاقلین بالغین“۔

اور شامی کے (صفحہ ۹۲) پر ہے:

”وقیل:بلا علۃ جمع عظیم یقع العلم الشرعی وہو غلبۃ الظن بخبرہم وہو مفوض إلی رأی الإمام من غیر تقدیر یحدد علی المذہب، وعن الإمام أنہ یکتفی بشاہدین واختارہ فی البحر، الجمع العظیم جمع یقع العلم بخبرہم ویحکم العقل بعدم تواطیتہم علی الکذب، والصحیح من ہذا کلہ إنہ مفوض إلی رأی الإمام إن وقع فی قلبہ صحۃ ما شہدوا بہ، وکثرت الشہود أمر بالصوم، والحق ما روی عن محمد وأبی یوسف أیضاً إن العبرۃ لمجئی الخبر وتواترہ من کل جانب۔

وفی النہر:إنہ موافق لما صححہ فی السراج تأمل، قولہ واختارہ فی البحر، حیث قال:وینبغی العمل علی ہذہ الروایۃ فی زماننا؛ لأن الناس تکاسلت عن تراءی الأہلۃ فانتفی قولہم مع توجیہہم طالبین لما توجہ ہو إلیہ فکان التفرد غیر ظاہر فی الغلط ثم أرید ذلک بأن ظاہر الولوالجیۃ والظہیریۃیدل علی أن ظاہر الروایۃ ہو اشتراط العدد لا الجمع العظیم والعدد، یصدق اثنین“۔

پس خلاصہ جواب یہ ہے کہ عید کے چاند کے لئے مطلع صاف ہونے کی صورت میں جم غفیر کی شہادت شرط نہیں ہے، بلکہ قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کے لئے چاند کی رؤیت کا یقین ہونا ضروری ہے، کیونکہ بعض وقت لوگ اپنی غفلت اور سستی کی وجہ سے قاضی کے پاس گواہی دینے نہیں پہنچ پاتے ہیں، اگر جم غفیر کی شرط ضروری ہوگی تو رؤیت ہلال کا اعلان ہونا مشکل ہوجائے گا۔

شامی کے صفحہ (۹۳) پر ہے:

”أقول أنت خبیر بأن کثیراً من الأحکام تغیرت لتغیر الأزمان، ولو اشترط فی زماننا الجمع العظیم لزم أن لا یصوم الناس إلا بعد لیلتین أو ثلاث ظاہر مشاہد من تکاسل الناس“۔

رہا مسئلہ گواہوں میں عدل کے اس معیار کا جو فقہاء نے بیان کیا ہے تو امام محمدؒ کا قول ہے کہ گواہوں کا عادل ہونا ضروری نہیں ہے، اگر گواہ غیر عادل ہیں تو ان کا قول بھی تسلیم کیا جائے گا۔

شامی کے صفحہ (۹۳) پر ہے: ”ثم رأیتہ أیضاً فی کافی الحاکم الذی ہو جمع کلام محمد فی کتبہ ظاہر الروایۃ ونصہ:وتقبل شہادۃ المسلم والمسلمۃ عدلاً کان الشاہد أو غیر عدل بعد أن یشہد أنہ رأی خارج المصر أو أنہ رآہ فی المصر، وفی المصر علۃ تمنع إلحاقہ من التساوی فی رؤیۃ، وإن کان ذلک فی مصر ولا علۃ فی السماء لم یقبل فی ذلک إلا الجماعۃ“۔

لہذا رؤیت ہلال کے لئےعدل کا وہ معیار ضروری نہیں ہے جو فقہاء نے عموما لکھا ہے، بلکہ اس دور میں اتنا ضروری ہے کہ چاند دیکھنے والا سماج میں کمتر نہ سمجھا جاتا ہو اور لوگ اسے حقیر وجھوٹا نہ سمجھتے ہوں، بلکہ شریف اور سلیم الطبع ہو اگر صوم وصولاۃ کا پابند ہو تو بہتر ہے وگرنہ تو ہماری رائے میں صوم وصلاۃ کا پابند ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ بلکہ صرف معتمد اور شریف النفس ہونا اس کی گواہی کے لئے کافی ہے، کیونکہ کچھ لوگ صوم وصلاۃ کے پابند ہوتے ہوئے بھی معتمد نہیں ہوتے اور کچھ لوگ جو صوم وصلاۃ کے پابند نہیں ہوتے ان کے اندر اعتماد اور شرافت نفس پایا جاتا ہے، لہذا ایسے لوگوں کی گواہی معتبر ہونا چاہئے۔ رہی یہ بات کہ مستور الحال کی گواہی معتبر ہے یا نہیں تو اس میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، جیسا کہ عبارات سے واضح ہوچکا، کیونکہ مستور الحال سے مراد غیر عادل ہونا ہے۔

شامی ص (۹۰) پر ہے:

”والمراد بغیر العدل المستور کما سیأتی قریباً“۔

پس اگر مستور الحال لوگ چاند کی گواہی دیں اور قاضی کو ان کی گواہی پر یقین ہوجائے تو قاضی کے لئے چاند کا اعلان کردینا جائز ہے۔

”الموسوعۃ الفقہیہ “ (۲۵،۲۲) پر ہے:

”واکتفوا فی وصف العدالۃ بترجیح الحسنات علی السیآت وقبلوا شہادۃ مستور الحال“۔

پس صحیح قول یہ ہے کہ فقہاء حنفیہ کے یہانمستور الحال، یعنی فاسق کی گواہی معتبر ہے۔

ب:

چاند دیکھنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ فوری طور پر قاضی کے پاس جاکر یا جہاں نظام قضا نہ ہو وہاں کے مقامی علماء یا رؤیت ہلال کمیٹی کے پاس جاکر چاند کی شہادت دیں اور چاند دیکھنے والوں کا بیان اصولی طور پر شہادت ہے،مگر اس کے

لئے شہادت اور مجلس قضا اور دیگر شہادت کے شرائط کا پایا جانا ضروری نہیں ہے، درالمختار برحاشیہ رد المحتار (۹۰،۲) پر ہے:

"وقبل بلا دعوی وبلا لفظ أشہد وبلا حکم ومجلس قضاء؛ لأنہ خبر لا شہادۃ للصوم مع علۃ کغیم وغبار خبر عدل أو مستور علی ما صححہ البزازی علی خلاف ظاہر الروایۃ لا فاسق اتفاقا"۔

ج:

یہ جواب پہلے آچکا کہ چاند دیکھنے والا فوری طور پر قاضی کےپاس جاکر شہادت دے اگر کسی عذر کی وجہ سے شہادت میں چند گھنٹوں کی تاخیر ہوجائے، مثلاً چاند دیکھنے والا دور رہتا ہو اور اسے پہنچنے میں یا رابطہ کرنے میں تاخیر ہوگئی تو اس کی شہادت مطلقاً اس عذر کے ساتھ قبول کی جائےگی، لیکن اگر شہادت میں ایک دن یا اس سے زائد کی تاخیر ہوجائے تو اس میں بھی شہادت قبول ہونا چاہئے، جیسا کہ فقہ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے۔

شامی (۹۵،۲) پر ہے:

"سواء روی قبل الزوال أو بعدہ، وقولہ علی المذہب أی الذی ہو قول أبی حنیفۃ ومحمد قال فی البدائع: فلا یکون ذلک الیوم من رمضان عندہما وقال أبویوسف إن کان بعد الزوال فکذلک، وإن کان قبلہ فہو للیلۃ الماضیۃ ویکون الیوم من رمضان، فعلی ہذا الخلاف ہلال شوال فحینئذ ہما یکون للمستقبلۃ مطلقاً ویکون الیوم من رمضان، وعندہ لو قبل الزوال یکون للماضیۃ، ویکون الیوم یوم الفطر؛ لأنہ لا یُری قبل الزوال عادتاً"۔

۴۔ الف:

یہ بات پہلے آچکی ہے کہ ملک کے کسی خطہ میں چاند نظر آجائے اور وہاں کا قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی چاند کا اعلان کردے تو اس خطہ کے تمام مسلمانوں پر عمل کرنا ضروری ہے بشرطیکہ اس خطہ کے مسلمانوں کے شہروں کی مسافت مذکورہ قدرت کے اندر ہو، پس صوبہ بہار واڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضا موجود ہے اگر وہاں کا قاضی چاند کا ثبوت ملنے کے بعد اعلان کرے تو اس حلقہ قضاء کے تمام مسلمانوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔ شامی (۹۴،۲) پر ہے: "الصحیح من مذہب أصحابنا الخبر إذا استفاض وتحقق فیما بین أہل البلدۃ الأخری یلزمہم حکم ہذہ البلدۃ"۔

اور اسی صفحہ پر ہے:

"استفاض الخبر فی البلدۃ الأخری لزمہم علی الصحیح من المذہب"۔

ب:

قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتا ہے تو اس کے اعلان کا حکم سلطان کے اعلان کے حکم میں ہوگا، کیونکہ جہاں اسلامی حاکم اور قاضی نہ ہو تو وہاں مسلمانوں کی طرف سے جو قاضی مقرر کیا گیا ہےوہ حاکم

اسلام کے حکم میں ہوگا اور اگر قاضی مقرر نہ ہوتو پھر وہاں کے علماء حاکم اسلام کے حکم میں ہونگے اور جو ان کا باتفاق رائے اعلان ہوگا اس پر سب مسلمانوں کو عمل کرنا ضروری ہے۔ فتاوی رضویہ (۵۴۷،۴) پر ہے:

"إذا خلد الزمان من سلطان ذی کفایۃ ..... مؤکلۃ إلی العلماء ویلزم الأمۃ الرجوع إلیہم ویصیرون ولاۃ"۔

اور مفتی جلال الدین امجدی نے اپنی کتاب انوار الحدیث میں (۲۰۴) پر یہ عبارت پیش کی ہے:

"إذا عسر جمعہم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ، فإن کثروا فالمتبع أعلمہم فإن استووا أقرع بینہم"۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کا اعلان سلطان کے اعلان کے حکم میں ہوگا۔

ج:

اگر کسی صوبہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نے شرعی اصول کی روشنی میں اعلان کیا ہے تو اس اعلان پر صوبہ کے اس خطہ کے مسلمانوں پر عمل کرنا واجب ہے جس خطہ کا مطلع مختلف نہ ہو اور اس خطہ کے مسلمانوں کے لئے یہ اعلان سلطان کے اعلان کے درجہ میں ہوگا اور باقی ہندوستان کے علاقوں اور صوبوں کے لئے یہ اعلان ایک خبر کے درجہ میں ہوگا، پس اگر وہ خبر حد تواتر کو پہنچ جائے، یعنی اسے خبر مستفیض کا درجہ حاصل ہوجائے تو پھر بقیہ خطوں کے مسلمانوں کو بھی اس پر عمل کرنا لازم ہے۔

شامی کے صفحہ (۹۴) پر ہے:

"الصحیح من مذہب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فیما بین أہل البلدۃ الأخیر من یلزمہم حکم ہذہ البلدۃ، قلت:ووجہ الاستدراک أن ہذہ الاستفاضۃ لیس فیہا شہادۃ علی قضاء قاض ولا علی شہادۃ لکن لما کانت بمنزلۃ الخبر المتواتر وقد ثبت بہا أن أہل تلک البلدۃ صاموا یوم کذا لزم العمل بہا؛ لأن البلدۃ لا تخلو عن حاکم شرعی عادۃ فلا بد من أن یکون صومہم مبنیا علی حکم حاکم الشرعی فکانت تلک الاستفاضۃ بمعنی نقل الحکم المذکور وہی أقوی من الشہادۃبأن تلک البلدۃ رأوا الہلال وصاموا؛ لأنہا لا تفید الیقین، فلذا لم تقبل إلا إذا کانت علی الحکم أو علی شہادۃ غیرہم لتکون شہادۃ معتبرۃ، وإلا فی مجرد أخبار بخلاف الاستفاضۃ، فإنہا تفید الیقین فلا ینافی فی ما قبلہ ہذا ما ظہر لی۔ قال الرحمتی: معنی الاستفاضۃ: أن تأتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون کل منہم یخبر عن أہل تلک البلدۃ أنہم صاموا عن رؤیۃ لا مرد الشیوع من غیر علم بمن أشاعہ"۔

اور "الموسوعۃ الفقہیہ" (۲۴،۲۲) پر ہے:

"وقد أوثقت بہ إلی التواتر أما التفسیر الثانی الاستفاضۃ فقد حددت بما زاد علی ثلاثۃ أشخاص"۔

د:

ریڈیو سے رؤیت ہلال کے اعلان کے معتبر ہونے کے لئے مسلمان کا معلن ہونا ضروری نہیں ہے، کیونکہ یہ سرکار سے متعلق محکمہ ہوتا ہے اور ہر ریڈیو اسٹیشن پر مسلمان کا ہونا ضروری نہیں ہے، کیونکہ بہت سے ریڈیو اسٹیشن پر صرف غیر مسلم کرمچاری ہوتے ہیں، اس لئے معلن کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے، اگر عیر مسلم بھی اعلان کرے اور تجربات سے یہ بات صحیح ثابت ہوکہ یہ شخص قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف سے ہی اعلان کررہا ہے تو اس کے اعلان کا اعتبار کرنا درست ہے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی نے درمختار میں باب الاذان میں فرمایا کہ فاسق اور کافر کی اذان کا اعادہ کیا جائے گا۔

"قلت: وکافر وفاسق لعدم قبول قولہ فی الآیات"۔

حالانکہ علماء نے فاسق کے قول کا رؤیت ہلال میں اعتبار کیا ہے ،لہذا اسی قبیل سے کافر کا اعلان کا حکم ہے کہ وہ بھی اسی پر قیاس کرتے ہوئے قبول کیا جائے گا اور اس کا اعلان درست ہوگا۔

۵۔ الف:

جن علاقوں میں عام طور پر مطلع ابرآلود رہتا ہے اور ۲۹؍تاریخ میں رؤیت کم ہوتی ہے، جیسا کہ برطانیہ وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے تو ایسی جگہوں میں ۲۹؍تاریخ میں چاند دیکھنے کی کوشش کرنا چاہئے اور مطلع کے ابرآلود ہونے پر ہمیشہ کے لئے ۳۰ تاریخ کا فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔

"الموسوعۃ" (۲۳؍۲) پر ہے:

"عن عائشۃ کان النبیﷺ یتحفظ من شعبان ما لا یتحفظ من غیرہ ثم یصوم لرؤیۃ رمضان، فإن غم علیہ عد ثلاثین یوما ثم صام، قال الشراح أی یتکلف فی عد أیام شعبان للمحافظۃ علی صوم رمضان، وقد اہتم الصحابۃ رضی اللہ عنہم فی حیاۃ النبی وبعد وفاتہ ﷺ برؤیۃ ہلال رمضان فکانوا یتراؤونہ"۔

ب:

اس صورت میں دیگر ممالک میں رؤیت ہلال کے اعلان پر عمل کرنا چاہئے اور ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد کرنا درست نہیں ہے۔

"الموسوعۃ الفقہیہ" (۳۳؍۲۲)پر ہے:

"المعتمد فی المذہب الحنفی أن شرط وجوب الصوم والإفطار لرؤیۃ الہلال وإنہ لا عبرۃ بقول المؤقتین ولو عدولاً، ومن رجع إلی قولہم فقد خالف الشرع، وذہب قوم منہم إلی أنہ یجوز أن یجتہد فی ذلک ویعمل بقول أہل الحساب۔

نقل القلیوبی عن العبادی قولہ إذا دل الحساب القطعی علی عدم رؤیۃ الہلال لم یقبل قول العدول برؤیتہ وترد شہادتہم، ولا یجوز الصوم حینئذ مخالفۃ دلک معاندۃ ومکابرۃ“۔

اور اس سلسلہ میں ائمہ ثلاثہ کا قول بھی یہی ہے کہ فلکی حساب پر اعتماد کرنا درست نہیں ہے۔

”الموسوعۃ الفقہیہ“ (۳۳،۲۲) پر ہے۔

”ومنع مالک من اعتماد الحساب فی إثبات الہلال فقال إن الإمام الذی یعتمد علی الحساب لا یقتدی بہ ولا یتبع۔ أما الشافعیۃ فقال النووی:قال أصحابنا وغیرہم:لا یجب صوم رمضان إلا بدخولہ، ویعلم دخولہ برؤیۃ الہلال، فإن غم وجب استکمال شعبان ثلاثین“۔

اور صفحہ (۳۴)پر ہے:

”ولا یعتمد الحنابلۃ الحساب الفلکی فی إثبات ہلال رمضان ولو کثرت إصابتہ“۔

پس اگر ماہرین فلکیات کا قول دیگر ممالک کے اعلان کے موافق ہو جب تو اس قول کو اختیار کرنا درست ہوگا اور اگر ان کا قول ان ممالک کے اعلان کے خلاف ہو تو پھر ان ممالک کے اعلان کو لیا جائے گا اور ماہرین فلکیات کے قول کو ترک کردیا جائے گا۔

ج:

اس صورت میں دو شکلیں ہیں اول شکل یہ ہے کہ ملک کے جس شہر اور صوبہ کی رؤیت ہلال کمیٹی نے رؤیت ہلال ثابت ہوجانے کے بعد فیصلہ کیا ہے اور ریڈیو اسٹیشن سے رؤیت ہلال کا اعلان کرلیا ہے اگر اس شہر اور حلقہ سے دوسرے شہر اور صوبے اتنے قریب ہیں کہ جو مسافت اختلاف مطلع کی بیان کی گئی ہے اس مسافت کے اندر اندر وہ شہر اور صوبے ہوں تو ان کے ذمہ داران پر بھی اس اعلان پر عمل کرنا واجب ہے اور اگر وہ شہر اور صوبے اس مسافت سے بعید ہیں تو اس میں بھی یہ دیکھا جائے گا کہ وہ اعلان خبر مستفیض کے درجہ میں ہے یانہیں اگر وہ اعلان خبر مستفیض کے درجہ میں پہنچ چکا ہے تو ایسی صورت میں دوسرے شہر اور صوبے کے ذمہ داروں پر اعلان کرنا واجب ہےاور خبر مستفیض کے لئے ضروری ہے کہ کم ازکم دو یا تین جگہوں پر اعلان ہوجائے اور وہ اعلان اتنا عام ہوجائے کہ اس کا انکار دشوار ہو۔

اور اگر وہ اعلان خبر مستفیض کے درجہ میں نہیں ہے تو پھر وہاں کے ذمہ داروں پر عمل کرنا اس اعلان پر واجب نہیں ہے اور یہ جواب کی دوسری شکل ہے اور حوالہ کے طور پر شامی کی عبارت جواب نمبر ۴ میں گزر چکی ہے۔

د:

اگر ایک صوبہ میں رؤیت کا ثبوت نہیں ہوا اور اس صوبہ سے متصل یا ملک کے مختلف صوبوں سے معتمد، یعنی باوثوں ذرائع سے رؤیت کی خبر ملتی ہے اور وہ خبرمستفیض کے درجہ کو پہنچ چکی ہے تو پھر اس صورت میں دوسرے صوبہ میں بھی

اس رؤیت کا اعتبار کیا جاسکتا ہے۔

شامی (۹۴،۲) پر ہے:

"قول الذخیرة إذا استفاض وتحقق فإن التحقق لا یوجد بمجرد الشیوع۔ لما کانت بمنزلة الخبر المتواتر، وقد ثبت بها أن أہل تلک البلدة صاموا یوم کذا لزم العمل بها"۔

۶۔ الف:

اگر کسی علاقہ میں صوبہ اور شہر میں رؤیت عامہ نہ ہو یا مطلق رؤیت نہ ہو اور دوسرے قریبی مقامات میں رؤیت ثابت ہوگئی ہو تو اس رؤیت کے اعلان کی ذمہ داری قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی پر ہے اور جہاں قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نہ ہو وہاں ان علماء کی ذمہ داری ہے جن کی طرف مسلمان اپنے شرعی مسائل میں رجوع کرتے ہیں اور اگر وہاں علماء موجود نہ ہوں تو خود مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ مشورہ کے ساتھ رؤیت کا اعلان کریں اور روزہ رکھیں اور اس کی تفصیل مع حوالہ جواب نمبر ۴ ب کے اندر گزر چکی اسے ملاحظہ کرلیا جائے۔

ب:

جن علماء اور کمیٹیوں کی طرف عوام وخواص اس مسئلہ میں رجوع کرتے ہیں اس کے ذمہ دار بھی وہی ہیں ہر عالم ومفتی اس کا مجاز نہیں ہے حضرت مولانا عبدا لحئی صاحب لکھنوی کا قول ہے کہ جس شہر میں حاکم نہ ہو وہاں ثقہ عالم اس کے قائم مقام ہے جدید فقہی مسائل (۲۷،۲) پرہے :

"العالم الثقة فی بلدة لا حاکم فیها قائم مقامہ"۔

ج: جہاں رؤیت کے فیصلہ واعلان کا کوئی نظام موجود ہو اور وہ نظام درست ہو اور عوام وخواص کا اس نظام پر اعتماد ہو، پس اگر ایسی صورت میں اس سے ہٹ کر کوئی دوسرا اعلان کرے چاہے وہ کسی فرد کی طرف سے ہو یا ادارہ کی طرف سے تو اس اعلان پر اعتبار کرنا درست نہیں ہے اور اس اعلان سے روزہ رکھنا اور عید کرنا صحیح نہیں ہے۔

د:

غیر مجاز لوگوں کی طرف سے اعلان کی صورت میں روزہ نہ رکھنے والوں پر توبہ کے ساتھ روزے کی قضا واجب ہوگی اور روزہ توڑنے والوں پر روزے کی قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوگا، کیونکہ انہوں نے غیر مجاز لوگو نکے اعلان پر بغیر تحقیق روزہ توڑ دیا یا شامی کے اندر صفحہ ۹۰ پر ہے:

"أی إن القاضی طارد قولہ بدلیل شرعی اورث شبہة فہذہ الکفارة تندرئ بالشبہات" (ہدایہ)۔

"ولا یخفی أن ہذہ علة لسقوط الکفارة فی ہلال رمضان، أما فی ہلال الفطر فلکونہ محرم عید عندہ" ۔

اور درمختار مختار برحاشیہ رد المحتار میں ہے:

"واختلف المشائخ لعدم الروایۃ عن المتقدمین فیما إذا أفطر قبل الرد شہادتہ والراجح عدم وجوب الکفارۃ وصححہ غیر واحد، لأن ما رآہ یحتمل أن یکون خیالا لا ہلالا وأما بعد قبولہ فتجب الکفارۃ ولو فاسقاً فی الأصح"۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی نے رمضان کے چاند کی گواہی دی اور قاضی نے اس کی گواہی دلیل شرعی سے رد کردی اور اس شخص نے روزہ توڑ دیا، تو اس پر روزہ کی قضا واجب ہوگی کفارہ واجب نہیں ہوگا، جبکہ اس دن روزہ ثابت ہوجائے اور اگر قاضی نے اس شخص کی گواہی قبول کرلی اور پھر اس نے روزہ توڑ دیا تو اس پر روزہ کی قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوگا، لہذا اس جزیہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جن لوگوں نے غیر مجاز لوگوں کے اعلان پر روزہ نہیں رکھا تو ان پر توبہ کے ساتھ روزے کی قضا واجب ہوگی اور اگر روزہ رکھ لیا تھا پھر توڑ دیا تو کفارہ کے ساتھ روزے کی قضا واجب ہوگی۔

۷۔ الف:

ایک شہر وصوبہ میں ایک سے زائد ایسے نظام ہوسکتے ہیں کہ جہاں رؤیت کا اہتمام ہو، لیکن ضروری یہ ہے کہ ایک شہر میں اگر ایک سے زائد نظام ہو تو اس پر سب کا اتفاق ہو اور اتفاق سے رؤیت کا اعلان ہو اس صورت میں تو ایک شہر میں ایک سے زائد نظام کا ہونا درست ہے اور اگریہ صورت قائم نہ ہو پائے تو پھر ایک شہر میں ایک سے زائد نظام کا ہونا درست نہیں ہے، رہا مسئلہ صوبہ کے اندر ایک سے زائد نظام کے ہونے کا تو اس میں بھی جہاں تک مطلع کا اتحاد پایا جائے وہاں تک رؤیت کے اندر اتحاد ہونا چاہئے اور جہاں مطلع بدل جائے اور وہاں پر خبر مستفیض حاصل ہوتو ہر ممکن صورت میں اعلان پر متحد ہونا چاہئے، پس شہر وصوبہ میں ایک سے زائد نظام کے ہونے میں اتحاد کی شرط کے ساتھ کوئی حرج نہیں ہے۔

ب:

یہ بات محل نظر ہے کہ ہندوستان کے تمام علاقوں کا مطلع ایک ہے دوسرے یہ کہ سوال نمبر ایک کے ب کے سوال میں ہندوستان بشمول پاکستان اور بنگلہ دیش کا مطلع محققین علماء ہند وپاکستان کے نزدیک ایک ہونابتلایا ہے، جبکہ کتابوں میں یہ بات وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ اگر دو شہروں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوکہ ایک ماہ کی مسافت پائی جائے اور مطلع مختلف ہوجائے تو دونوں شہروں کا حکم الگ ہوگا، پس پورے ہندوستان اور پاکستان وبنگلہ دیش کے مطلع کو ایک قرار دینا غور طلب ہے، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اکثر علاقوں کا مطلع ایک ہو اور اس کی تفصیل جواب نمبر ایک کے ب میں گزر چکی ہے۔

رہا یہ مسئلہ کہ پورے ملک کی سطح پر کام کرنے والا یا اعتماد رکھنے والا کوئی ادارہ موجود نہیں ہے تو اس کی سب سے بہتر شکل یہی ہوسکتی ہے کہ ایک ملکی سطح

پر مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی تشکیل دی جائے اور ضمناً صوبائی وشہری اور علاقائی کمیٹیاں بنائی جائیں اور جو فیصلہ مرکزی کمیٹی کرے اس کے مطابق تمام ذیلی کمیٹیاں اس فیصلہ کو نافذ کرانے کی کوشش کریں اس صورت میں مذہبی اختلاف بھی ختم ہوجائے گا اور مسلمانوں کی ایک اہم عبادت میں فرق بھی پیدا نہیں ہوگا، دوسرے یہ کہ اغیار کو انگشت زنی کا موقع نہیں ملے گا۔

* * *

مطالع کے اختلاف واتحاد کا مسئلہ

مولانا محمد اسجد بن مولانا محمد شفیع قاسمی بھٹکلی•

مطلع کے سلسلہ میں فقہاء شوافع نے مختلف صراحت فرمائی ہے:

١۔ بعض فقہاء رحمہم اللہ کا کہنا ہے کہ اگر دو مقامات اتنے فاصلہ پر ہوں کہ اگر ان میں سے کسی ایک مقام میں چاند دیکھے جانے سے غالباً دوسرے مقام میں چاند نظر آتا ہو تو ان دو مقامات کا مطلع ایک ہوگا اور جہاں نہیں وہاں کا مطلع ایک نہیں ہوگا۔

چنانچہ علامہ یوسف الاردبیلیؒ فرماتے ہیں:

"اختلاف المطالع:وہو أن یتباعد البلدان بحیث لو رؤی فی أحدہما لم یر فی الآخر غالباً" (الانوار الاعمال الابرار١٫٣٠٦ ، حاشیۃ الجمل٣٫٤٠٤)۔

٢۔ علامہ تاج تبریزیؒ کے حوالہ سے اکثر فقہاء نے مطلع کے متعلق یہ بیان فرمایا ہے کہ چوبیس (٢٤) فرسخ، یعنی بہتر (٧٢) میل، میل انگریزی کے مطابق ایک سو پندرہ (١١٥) کیلومیٹر سے کم کی مسافت میں مطلع مختلف نہیں ہوسکتا، یعنی کسی دو علاقوں کے درمیان کی مسافت ٧٢ میل یا اس سے کم ہو تو ان دوعلاقوں کا مطلع مختلف ہونا ممکن نہیں، اس کلام میں مطلع مختلف ہونے کی نفی ہے، یعنی اس مسافت میں دو علاقوں کا مطلع ضرور متحد ہوگا اور زیادہ کی کوئی تحدید نہیں، ایسا ہوسکتا ہے کہ دو علاقوں کے درمیان کی مسافت ٧٢ میل سے زائد ہو اور مطلع بھی متفق ہو۔

چنانچہ علامہ سلیمان جملؒ فرماتے ہیں:

"وقد نبہ التاج التبریزی علی أن اختلاف المطالع لا یمکن فی أقل من أربع وعشرین فرسخاً وأفتی بہ الوالد رحمہ اللہ" (حاشیۃ الجمل٣٫٤٠٤، بشری الکریم: ٥٤٣، الجواہر النقیہ: ١٦٥)۔

اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ دو علاقوں کے درمیان کی مسافت ٧٢ میل ہو تو ان دونوں علاقوں کا مطلق ایک مانا جائے گا۔

٣۔ بعض فقہاء کرام نے طول البلد اور عرض البلد کے اعتبار سے مطلع کو بیان فرمایا ہے کہ جب دو شہر کا طول البلد ایک ہو، اگرچہ عرض البلد مختلف ہو تو اس میں سے کسی کی رؤیت سے دوسرے میں رویت لازم ہوگی، گویا دونوں کا مطلع ایک سمجھا جائے گا۔

چنانچہ علامہ شروانیؒ فرماتے ہیں:

• استاذ جامعہ اسلامیہ نجم الہدی منجیری، کیرلا۔

"فمتی ساوی طول البلدین لزم من رؤیتہ فی أحدہما رؤیتہ فی الآخر، وإن اختلف عرضہا أو کان بینہما مسافۃ شہور، ومتی اختلف طولہا امتنع تساویہما فی الرؤیۃ" (حواشی الشروانی علی التحفۃ۳؍۳۸۲)۔

۴۔ بعض فقہاء رحمہم اللہ نے اتحاد مطلع اور اختلاف مطلع کی اس طرح وضاحت فرمائی ہے کہ جن دو مقامات کے طلوع شمس، غروب شمس یا طلوع فجر کے اوقات ایک ہی ہوں تو ان دو مقامات کا مطلع ایک ہوگا اور جن دو مقامات میں ان کے اوقات مختلف ہوں تو ان کا مطلع مختلف ہوگا۔

چنانچہ علامہ باعثین ؒ فرماتے ہیں:

"واتحاد المطلع: أن یکون غروب الشمس والکواکب وطلوعہا فی المحلین فی وقت واحد، فأن طلع أو غرب شئی من ذلک فی المحلین فی وقت قبل الآخر أو بعدہ فمختلف ولا یمکن اختلاف المطلع أقل من أربعۃ وعشرین فرسخاً" (بشری الکریم: ۵۴۳)۔

یہ بات علامہ تاج تبریزی ؒ کے کلام سے متضاد معلوم ہوتی ہے، اس لئے کہ عموماً پندرہ بیس منٹ کے فاصلہ سے کچھ نہ کچھ فرق ہوہی جاتا ہے، اس لئے اس کی وضاحت ضروری ہوتی ہے، چنانچہ متاخرین علماء شوافع میں سے بعض نے طلوع شمس اور غروب کے متعلق اسی کی وضاحت کی ہے جس سے علامہ تاج التبریزی ؒ کے کلام سے تضاد نہیں ہوتا ہے۔

۵۔ علامہ ابو مخرمہؒ فرماتے ہیں کہ دو علاقوں کے غروب شمس میں آٹھ ڈگری سے زیادہ کا فرق نہ ہو تو مطلع متحد ہوگا (آٹھ ڈگری تقریبا (۳۲) منٹ کے برابر ہوتا ہے)۔ اس لحاظ سے اگر دو علاقوں کے غروب شمس میں مکمل سال بتیس (۳۲) منٹ سے زیادہ کافرق نہ ہو تو مطلع متحد سمجھا جائے گا اور اگر بتیس (۳۲) منٹ سے زیادہ کافرق ہو اگرچہ کسی ایک خاص موسم میں ہی کیوں نہ ہو تو مطلع مختلف شمار کیا جائے گا۔

"وقال أبومخرمۃ:إذا کان بین غروبی الشمس بمحلین قدر ثمان درج فأقل فمطلعہما متفق بالنسبۃ لرؤیۃ لأہلۃ، وإن کان أکثر، ولو فی بعض الفصول فمختلف أو مشکوک فیہ فہو کالمختلف کما نص علیہ النووی، فعدن وزیلع وبربرۃ ومیط وما قاربہا مطلع ومکۃ والمدینۃ وجدۃ والطائف وما والاہا مطلع"(بغیۃ المسترشدین: ۱۳۷، عمدۃ المفتی والمستفتی۱؍۲۱۲)۔

"والدرجۃ أربع دقائق" (الفقہ الاسلامی وادلتہ۱؍۶۶۸)۔

مندرجہ بالا عبارتوں کو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ مطلع کے متعلق سب کی الگ الگ رائے ہے اور بہتر قول علامہ ابو مخرمہ کا معلوم ہوتا ہے، اگر ہم علامہ ابو مخرمہؒ کو اختیار کرتے ہیں تو اس وقت بھی پورے ہندوستان کا ایک مطلع ثابت نہیں ہوتا، اس لئے کہ ہندوستان ایک وسیع وعریض ملک ہے کہ جس کے ایک علاقہ میں طلوع شمس ایک وقت میں ہوتا ہے تو ہندوستان کے ہی دوسرے علاقہ میں طلوع شمس ایک گھنٹہ کے بعد

ہوتا ہے۔

ہاں اگر ہم طول البلد والی بات لیتے ہیں تو اکثر ہندوستان اس میں آجاتا ہے، البتہ مشرقی کچھ علاقے اس میں داخل نہیں ہوتے، یہ تمام اس وقت ہے جب چاند جنوبی، شمالی یا مغربی علاقہ میں دیکھا جائے اور اگر کسی مشرقی علاقہ میں چاند دیکھا جائے تو مغربی علاقے والوں میں لازماً رؤیت ہوگی اور وہاں کا چاند لیا جائے گا، چاہے دو علاقے کتنے ہی دور کیوں نہ ہوں۔

چنانچہ علامہ شرقاوی فرماتے ہیں:

"واعلم أنہ متی حصلت الرؤیۃ فی البلد الشرقی لزم رؤیتہ فی البلد الغربی دون عکسہ" (حاشیۃ الشرقاوی۲؍۳۰۵)۔

ب۔ پہلی بات یہ ہے کہ سوال میں یہ جواب دیا گیا ہے کہ ہندوستان کا مطلع ایک ہے، جبکہ فقہی اعتبار سے پورے ہندوستان کا مطلع ایک معلوم نہیں ہوتا ہے، اور اگر ہم طول البلد والی بات لیتے ہیں تو اس صورت میں تقریباً پورا ہندوستان اس میں آجاتا ہے ایسی صورت میں کیرلا وغیرہ کو ہند کے عام مطلع سے الگ نہیں سمجھا جائے گا، بلکہ ایک ہی مطلع میں شمار کیا جائے گا۔

ج۔ جب کیرلا بھٹکل وغیرہ میں رؤیت ہوجائے تو جس علاقہ میں اس کا مطلع متفق ہوگا تو وہاں والے رؤیت کا اعتبار کرلیں۔ اب مطلع کہاں تک متفق ہوگا؟ اس کی مختلف وضاحت سامنے آگئی کہ بتیس منٹ سے زیادہ کافرق دو علاقوں میں نہ ہو تو مطلع متفق ہوگا۔

اور طول البلد کے مطابق کیرل وغیرہ میں ہو تو مطلع متفق سمجھ کر کیرل وغیرہ کی رؤیت کا اعتبار کیا جاسکتا ہے۔

د۔ جب یہ بات ثابت ہوجائے کہ مطلع متفق ہے تو اس صورت میں صادر ہونے والا حکم عام ہوگا۔

لہٰذا دوسرے خطہ کے مسلمان پر بھی اس اعلان کے مطابق عمل کرنا لازم ہوگا، لیکن چونکہ عوام کو اس سلسلہ میں علم نہ ہوتا کہ کہاں کا مطلع موافق ہے اور کہاں کا مخالف ہے، اس لئے عوام اپنے مقامی قاضی یا ہلال کمیٹی کے فیصلہ کے مطابق عمل کریں۔

اور مطلع متفق ہونے کی صورت میں دوسرے خطے کے قاضی یا رؤیت کمیٹی کو اعلان کا یقین ہوجائے تو تحقیق کے بعد اس کے مطابق اعلان کریں۔

چنانچہ علامہ نووی جاوی فرماتے ہیں:

"یجب صوم رمضان:الثالث:حکم الحاکم بثبوتہ بمقتضاہ شہادۃ عدل عندہ بالرؤیۃ، وحیث صدر منہ حکم وجب الصوم علی عموم من کان مطلعہ موافقا لمطلع محل الرؤیۃ" (نہایۃ الزین: ۱۸۰)۔

۲۔ الف: کسی چیز سے مدد لینا اور ہے اور عمل کرنا اور ہے، کتابوں میں فلکیاتی حساب پر عمل کرنے کی ممانعت ہے، رؤیت کےلئے فلکیاتی حساب سے مدد لینے میں کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی ہے، البتہ اس کے مطابق عمل کی اجازت نہیں ہے۔

ب۔ جیسا کہ سوالنامہ میں مذکور ہے کہ اس سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ فقہاء شوافع میں سے بھی بعض اس کے قائل ہیں کہ اس وقت شہادت رد کردی جائے۔

چنانچہ علامہ قلیوبیؒ فرماتے ہیں:

"بل قال العلامۃ العبادی: إنہ إذا دل الحساب القطعی علی عدم رؤیتہ لم یقبل قول العدل لرؤیتہ، وترد شہادتہم بہا" (حاشیتا قلیوبی علی الکنز۲،۶۳)۔

لیکن راجح قول یہ ہے کہ اس صورت میں بینہ کے ساتھ شہادت قبول کی جائے گی اور حساب کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور یہی قول عند الشوافع راجح اور معتمد ہے۔

چنانچہ علامہ خطیب شربینیؒ فرماتے ہیں:

"فرع:لو شہد برؤیۃ الہلال واحد أو اثنان واقتضی الحساب عدم إمکان رؤیتہ قال السبکی:لا تقبل ہذہ الشہادۃ، لأن الحساب قطعی والشہادۃ ظنیۃ، والظنی لا یعارض القطعی، والمعتمد قبولہا، إذ لا عبرۃ بقول الحساب" (مغنی المحتاج۲،۱۴۳)۔

علامہ سلیمان جملؒ فرماتے ہیں:

"ولو دل الحساب القطعی علی عدم إمکان الرؤیۃ ففیہ اضطراب للمتأخرین، والراجح العمل بشہادۃ البینۃ" (حاشیۃ الجمل۲،۳۰۵)۔

ج۔ اس کی بھی وضاحت وہی ہوگی جو اوپر فلکیات کے متعلق گزر گئی کہ فقط مدد لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

کتب شافعیہ میں مطلع صاف ہونے اور نہ ہونے اور ابر کی وجہ سے مطلع متاثر ہونے کی وضاحت نہیں ہے، بلکہ آسمان ابرآلود ہو تب بھی رؤیت ممکن ہے اور رؤیت ہوسکتی ہے، لہذا ابر کا ہونا رؤیت کے لئے مانع نہیں بنے گا۔

چنانچہ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

"ولا فرق فی کل ما ذکرناہ بین کون السماء مصحیۃ أو مغیبۃ" (المجموع ۶،۲۷۷)۔

علامہ ابن حجر ہیتمیؒ فرماتے ہیں:

"وثبوت رؤیتہ بشہادۃ عدل، ولو مع إطباق غیم أی لا یحیل الرؤیۃ عادۃ کما ہو ظاہر" (تحفۃ المحتاج مع حاشیتہ۴،۱۵)۔

د۔ اگر ایک شخص کی یا دو شخص کی شہادت کی بنا پر آغاز رمضان کا اعلان کردیا جائے، اس کے بعد رمضان کی ۳۰،تاریخ مکمل ہوجائے اور ۳۰،رمضان کی شام کو موسم بالکل صاف ہو اور عید کا چاند دیکھنے کی بہت کوشش کے باوجود کسی کو عید کا چاند دکھائی نہ پڑا تو اگلے دن کو عید الفطر کا دن قرار دے کر عید منائی جائے گی، اس

لئے کہ مہینہ تیس (۳۰) دن گزرنے سے مکمل ہوجاتا ہے۔

"وإذا صمنا بہا) أی برؤیۃ عدل أو عدلین کما فہم بالأولی (ثلاثین أفطرنا) وإن لم نرالہلال بعدہا ولم یکن غیم؛ لأن الشہر یتم بمضی ثلاثین ولا یرد لزوم الأفطار بواحد؛ لأن الشئی یثبت ضمنا بما لا یثب بہ مقصوداً" (فتح الوہاب۲،۳۰۸)۔

۳۔ الف: رمضان المبارک کے ثبوت کے لئے چاہے مطلع صاف ہو یا نہ ہو ایک عادل شخص کی گواہی ضروری ہے۔

"فی الشہادۃ التی یثبت بہا الہلال رمضان، أصحہا باتفاق الأصحاب یثبت بعدل وہو نصہ فی القدیم ومعظم کتبہ فی الجدید للأحادیث الصحیحۃ فی ذلک" (المجموع۶،۲۷۷)۔

رمضان کے علاوہ عیدین اور دیگر مہینوں کے ثبوت کے لئے دوعادل شاہدوں کی ضرورت ہے۔

چنانچہ علامہ نووی فرماتے ہیں:

"لا یثبت ہلال شوال ولا سائر الشہور غیر رمضان إلا بشہادۃ رجلین" (المجموع ۶،۲۸۱)۔

عدل سے مراد کہ وہ ظاہراً عادل ہو، یعنی اس میں اسباب عدالت ہو، یعنی واجبات، طاعات کو بجا لاتا ہو اور محرمات سے اجتناب کرتا ہو۔

موجودہ دور میں اتنا کافی ہے کہ چاند دیکھنے والا معاشرہ میں جھوٹا نہیں سمجھا جاتا ہو اور صوم وصلوۃ کا پابند ہو۔

نکاح کے تعلق سے فقہاء فرماتے ہیں:

"(بمستوی عدالۃ) وہما المعروفان بہا ظاہراً لا باطناً، لأنہ یجری بین أوساط الناس ولو اعتبر فیہ العدالۃ الباطنۃ لاحتاجوا إلی معرفتہا لیحضروا من ہو متصف بہا فیطول الأمر علیہم ویثق۔

وہما المعروفان بہا ظاہرا کان معناہ أنہ شوہد منہما أسباب العدالۃ من ملازمۃ الواجبات والطاعات واجتناب المحرمات" (حاشیۃ الجمل مع فتح الوہاب۴،۱۴۱)۔

"مستور الحال کی "شہادت معتبر ہوگی۔

علامہ نووی ؒ فرماتے ہیں:

"والأصح قبول روایۃ المستور وکذا الأصح قبول قولہ ہنا ہنا والصیام بہ" (المجموع ۶،۲۷۷)۔

ب۔ چاند دیکھنے والوں کے لئے قاضی کے پاس جاکر یا جہاں نظام قضا نہ ہو وہاں کے مقامی علماء یا رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ دار کے پاس شہادت دینا ضروری ہے۔

علامہ ابن حجر ہیتمیؒ فرماتے ہیں:

"أما المکان الذی لا قاضی فیہ فیجب أن ینصبوا محکما یسمع الشہادۃ" (الفتاوی الکبری۲،۲۶)۔

چاند دیکھنے والوں کا بیان اصولی طور پر شہادت ہے، لہذا جب شہادت ہے تو اس صورت میں مجلس قضا اور شہادت کی دیگر شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

چنانچہ علامہ نووی ؒ فرماتے ہیں:

"ویشترط لفظ الشہادۃ ویختص بمجلس القاضی " (المجموع۶،۲۷۷)۔

علامہ ابن حجر ہیتمیؒ فرماتے ہیں:

"لا یجب الصوم إلا بالشہادۃ عند قاض أو محکم منصوب" (الفتاوی الکبری۲،۲۶)۔

علامہ حسن ابن احمد فرماتے ہیں:

"یجب صوم رمضان برؤیۃ الہلال بشہادۃ عدل شہادۃ، وہو الذی تتوفر فیہ شروط الشہادۃ وہی: أن تکون ذکرا، حدا، رشید، ذا مروءۃ، یقظاً ناطقاً، سمیعاً بصیراً ولم یرتکب یسیرۃ ولم یحصر علی صغیرۃ" (التقریرات السدیدۃ: ۴۴۲)۔

ج۔ چاند دیکھنے والوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ فوری طور پر قاضی کے پاس یا ہلال کمیٹی کے ذمہ داروں کے پاس چاند کی شہادت دے۔

اور اگر چند گھنٹوں کے بعد بھی شہادت ملتی ہے تو اس صورت میں قبول کی جائے گی اور عید کا اعلان کیا جائے گا۔ چنانچہ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

"فإذا شہد عدلان یوم الثلاثین من رمضان قبل الزوال برؤیۃ الہلال فی اللیلۃ الماضیۃ وجب الفطر" (المجموع۵،۲۸)۔

۴۔الف: جس علاقہ کا قاضی چاند کا ثبوت ملنے کے بعد اعلان کرے تو اس کے حلقہ قضا کے تمام مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

چنانچہ علامہ سلیمان بجیرمی ؒ فرماتے ہیں:

"والثالث ثبوت رمضان عند الحاکم بعدل شہادۃ فی حق من لم یرہ" (حاشیۃ البجیرمی ۳،۹۹)۔

علامہ نووی جاویؒ فرماتے ہیں:

"وحیث صدر منہ حکم وجب الصوم علی عموم من کان مطلعہ موافقاً لمطلع محل الرؤیۃ" (نہایۃ الزین: ۱۸۰)۔

ب۔ اگر واقعتاً معلوم ہو کہ یہ قاضی کی طرف سے اعلان کرتا ہے اور وہ شخص بھی معتبر ہو تو اس پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے، لیکن ان جیسوں پر مکمل اعتماد نہیں کیا جاسکتا، پچھلے سال ہی کیرلا میں عید کا اعلان ٹیلی ویزن پر کیا گیا، لیکن وہ خبر جھوٹ ثابت ہوئی۔

ج۔ جس صوبہ کا قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نے رؤیت کا اعلان کیا ہے تو یہ صرف اس صوبہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا، پورے ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے نہیں اور دوسرے علاقہ کے مسلمانوں کے حق میں وہ محض ایک خبر ہوگی یہ اس وقت

ہے جب پورے ہندوستان کا مطلع ایک نہ مانا جائے، اور اگر پورے ہندوستان کا مطلع ایک مانا جائے تو اس صورت میں تمام مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا اور یہ بھی اس وقت ممکن ہے جب مطلع ثابت ہو۔

علامہ نووی جاوی رقمطراز ہیں:

"وحیث صدر منہ حکم وجب الصوم علی عموم من کان مطلعہ موافقاً لمطلع محل الرؤیۃ"(نہایۃ الزین: ۱۸۰)۔

د۔ ریڈیو میں الگ الگ چینل ہوتے ہیں مطلق تمام چینل کے اعلان پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، اس میں دیکھا جائے گا کہ کونسا چینل اعلان کررہا ہے، اگر بھروسہ مند چینل ہے او رمعلن ثقہ ہے تو اس پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ کتابوں میں ثقہ کی قید ہے۔ جس سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

"ومن أخبرہ ثقۃ برؤیتہ وظن صدقہ،،،، لزمہ صیامہ" (العباب۱؍۴۳۷)۔

۵۔ الف، ب: جس علاقہ میں ۲۹؍تاریخ کو رؤیت نہ ہوتی تو ایسی جگہوں میں ۳۰ دن کا مہینہ شمار کرکے رمضان کا اور عیدین کا فیصلہ کیا جائے گا، لیکن چونکہ اس صورت میں کافی دشواری کا سامنا پڑتا ہے، جیسا کہ اگلے سوال میں مذکور ہے، اس لئے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ قریب کا جو شہر وملک ہوگا اس کے مطابق عمل کیا جائے جیسا کہ فقہاء نے روزہ کے متعلق اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

چنانچہ علامہ ابن حجر ہیتمیؒ فرماتے ہیں:

"تنبیہ:وفرع علیہ الزرکشی وابن عماد أنہم یقدرون فی الصوم لیلہم بأقرب بلد إلیہم ثم یمسکون إلی الغروب بأقرب بلد إلیہم،،،، وقیس بہ الأخیران بالتقدیر بأن تحرر قدر أوقات الصلوات وتصلی وکذا الصوم وسائر العبادات الزمانیۃ وغیر العبادات کطول الدجال" (تحفۃ المحتاج۱؍۱۴۹، حاشیۃ الجمل ۱؍۴۲۲)۔

ج۔ جیسا کہ ماقبل میں بیان کیا گیا کہ اگر چینل معتبر ہو تو مطلع کے موافق حضرات اس اعلان پر عمل کرسکتے ہیں۔

رہا اس اعلان سے اپنے علاقہ میں اعلان کرنا تو چونکہ اس میں شک ہے، اس لئے فقط اعلان پر بھروسہ کرنے کے بجائے خود وہاں کے قاضی یا معتبر علماء سے بات کریں پھر اس کے بعد اعلان کیا جائے۔

"وبہ یعلم أن الصیاح لو کان علامۃ مطردۃ عند أہل تلک البلاد علی دخول رمضان جاز لکل من سمعہ، بل وجب علیہ اعتمادہ فی الصوم" (الفتاوی الفقہیہ۲؍۶۰)۔

د۔ خبر مستفیض اس خبر کو کہتےہیں جو لوگوں کے درمیان عام اور مشہورہو اور اس کی کوئی اصل بھی ہو، خبر مستفیض کبھی تواتر کے درجہ تک پہنچ جاتی ہےاور کبھی تواتر تک نہیں پہنچتی۔ خبر مستفیض جب تواتر کے درجہ تک پہنچ جائے تو اس وقت

رمضان کا ثبوت ہوگا۔

علامہ ابن حجر ہیتمیؒ فرماتے ہیں:

"لأن الاستفاضة تارة يقوى حتى يصل إلى حد التواتر وتارة لا، فإن وصلت للتواتر وجب الصوم على من تواتر عنده الخبر بالرؤية بأن أخبره بها عن المعاينة جمع كثيرون لا يمكن تواطئهم على الكذب، وإن كان فسقة" (الفتاوی الکبری۲،۱۰)۔

۶۔ الف: ایسی صورت میں رؤیت کے اعلان کا حق قاضی کو رہے گا اور اگر قاضی نہ ہو تو کسی مفتی یا عالم کو اس اعلان کا حق ہوگا اسی طرح اگر رؤیت ہلال کمیٹی ہو تو ان کی ذمہ داری ہوگی۔

"أما المكان الذى لا قاضى فيه فيجب أن ينصبوا محكماً يسمع الشهادة" (الفتاوی الکبری۲،۲۶)۔

"فإن كان فى هذه الشاغرة عن الكلام من يسمع كلامه ويرجع إليه فى الحل والعقد وذهب فى البلد عارفاً بالأحكام فقيها نفذ حكمه وسماعه أداء الشهادات بما يقتضيه الشرع، وإن لم يكن فيها فعلوا ذلك وجب على من ولوه سماع البينة والحكم بما يقتضيه الشرع" (الفتاوی الکبری۲،۶)۔

ب۔ جیسا کہ تفصیل سے عبارت سامنے آگئی کہ جن کو اس کے لئے متعین کیا گیا ہے اور عوام وخواص ان سے رجوع ہوتے ہیں وہی ذمہ دار ہیں اور یہ انہیں کا حق ہوگا۔ ہر عالم ومفتی کو اس کی اجازت نہیں ہوگی۔

ج۔ نظام قضا وغیرہ سے ہٹ کر کوئی اعلان کرنے یا کسی فرد نے اعلان کیا تو اس وقت جس جس کو اس کے سچ ہونے کا اعتقاد ہوگا تمام کو روزہ رکھنا اور عید منانا درست ہوگا۔

علامہ خطیب شربینیؒ فرماتے ہیں:

"وقالت طائفة منهم البغوى: يجب الصوم على من أخبره موثوق به بالرؤية إذا اعتقد صدقه، وإن لم يذكره عند القاضى ولم يفرعوه على شئى، ومثله فى المجموع" (مفتی المحتاج ۲،۱۴۳، نہایۃ المحتاج۳،۱۵۴)۔

۷۔ الف: ایک شہر وصوبے میں بغیر ضرورت کے ایک سے زائد نظام کا ہونا اور دو قاضی ہونا درست نہیں ہے اس سے اختلاف وانتشار کی نوبت آتی ہے، اس لئے ایک ہی ہونا چاہئے اور اگر ضرورت کے خاطر دو نظام بنادیا جائے تو ایسی صورت میں دونوں نظام والوں کا فرض بنتا ہے کہ دونوں ایک ساتھ بیٹھ کر مسئلہ کو حل کرے، تاکہ اتفاق واتحاد باقی رہے۔

"ولو نصب الإمام ببلد قاضيين فى بلد، أو أكثر بحسب الحاجة على المعتمد" (قلیوبی وعمیرہ ۴،۲۹۹، مغنی المحتاج۶،۲۶۹، عمدۃ السالک۱،۲۴۵)۔

ب۔ یہ اس وقت ممکن ہے جب یہ ثابت ہو کہ پورے ہندوستان کا مطلع ایک ہے۔

اگر پورے ہندوستان کا مطلع ایک ثابت ہوتا ہے تو اس صورت میں پورے ہندوستان کے اعتبار سے ایک رؤیت ہلال کمیٹی بنا دی جائے جس میں تمام علاقے والے قاضی یا ذمہ داران شامل ہوں ایسی صورت میں جب کیرلا اور بھٹکل میں رؤیت ہو تو اس کے مطابق بھی پورے ہندوستان میں اعلان کیا جائے۔

اور اگر پورے ہندوستان کا مطلع ایک نہیں ہے تو جن جن علاقوں کا مطلع متفق ہے ان کے درمیان کمیٹی تشکیل دی جائے، تاکہ مطلع کے اعتبار سے باہمی اتفاق کے ساتھ عید منائی جائے۔

دونوں صورتوں میں تمام مکتب فکر کے لوگوں کو شامل کیا جائے۔

٨۔ الف، ب: عند الشوافع راجح قول یہی ہے کہ ماہرین فلکیات کی رائے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور روزہ بھی لازم نہیں ہوگا، چاہے اس صورت میں آسمان ابرآلود ہو یا نہ ہو۔

الا یہ کہ جہاں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہو، جیسا کہ ماقبل میں گزر گیا اس صورت میں دوسرے قول کے مطابق اجازت مل سکتی ہے، لیکن بہتر یہی ہے کہ قریبی ملک کا اعتبار کیا جائے۔

علامہ نووی فرماتے ہیں:

"إذا غم الہلال وعرف رجل الحساب ومنازل القمر وعرف بالحساب أنہ من رمضان فوجہان: وقال غیرہ:لا یصوم لأنا لم نتعبد إلا بالرؤیۃ ہذا کلام المصنف ووافقہ علی ہذہ العبارۃ جماعۃ" (المجموع ٦؍٢٧٩)۔

ج۔ اس کا جواب سوال نمبر دو (٢) ب میں گزر گیا کہ بینہ کے ساتھ شہادت قبول کی جائے گی۔

* * *

چوتھا باب

مناقشہ

مناقشہ:

رؤیت ہلال کا مسئلہ

گفتگو: مولانا عتیق احمد صاحب بستوی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، ماشاء اللہ مغرب بعد سے مسلسل عرض مسئلہ ہورہا تھا اور اس کے بعد فنی گفتگو آپ کے سامنے ہورہی تھی اور جس صبر وضبط کے ساتھ اور جس توجہ کے ساتھ آپ کی چیزوں کو لوگ سنتے ہیں اور سمجھتے ہیں یہ واقعہ ہے کہ بہت ہی قابل تحسین ہے اور ایک مثال ہے، اگر ہم سمیناروں میں جاتے ہیں تو ڈیڑھ گھنٹہ بہت مشکل سے ہوتا ہے لوگوں کا اٹھنا بیٹھنا شروع ہوجاتا ہے، یہ فقہ اکیڈمی کا سمینار ہے یہاں کے علماء کا الحمد للہ، اتنی لمبی نشستوں کو بہت توجہ کے ساتھ سنتے ہیں۔

یہ مسئلہ جو ہمارے سامنے ہے رؤیت ہلال کا، خاص طور سے ہندوستان کے تناظر میں، اس کا ایک عالمی تناظر بھی ہے، مگر ہم نے جو سوالات قائم کئے ہیں زیادہ تر، وہ ہندوستان کے تناظر میں سوالات ہیں اور جو مختلف مسائل سے ہم دوچار ہیں رؤیت ہلال کے تعلق سے، ان کو حل کرنے کے لئے سوالات آپ کے سامنے پیش کئے گئے ہیں، انشاء اللہ کوئی نہ کوئی راہ عمل نکلےگی مشکلات کو کم کرنے کے لئے۔ مجھے یاد آرہا ہے فقہ اکیڈمی کے قیام سے پہلے کی بات ہے، پٹنہ میں ایک کانفرنس تھی آئی او ایس کی طرف سے،.....ایک بڑے ہال میں کانفرنس تھی اجتہاد موضوع تھا، حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحبؒ تشریف فرماتھے، اس نشست میں اتفاق سے اخلاق الرحمن قدوائی صاحب جو گورنر تھے بہار کے وہ بھی تشریف لائے پہلی نشست میں، اس سال عید کے چاند کے بارے میں کچھ اختلافات بھی ہوئے تھے، اس کے بعد ہی کا مسئلہ تھا، تو گورنر صاحب نے اپنی گفتگو میں یہ بات خاص طور سے کہی کہ ہم کو تکلیف ہوتی ہے کہ ہندوستان میں ایک ہی صوبے میں کئی اعلانات ہوتے ہیں، عیدیں ہوتی ہیں ایک دن، دوسرے دن بہت خراب بات ہے، اس کا کوئی حل ہونا چاہئے، حضرت قاضی مجاہد الاسلام صاحبؒ موجود تھے تو گورنر صاحب کی موجودگی میں انہوں نے فرمایا کہ بھائی یہ مسئلہ خالص انتظامی ہے، اگر کوئی ایسی باڈی یہاں پر ہو، کوئی کمیٹی ہو جو مجاز ہو اور اس کے پاس طاقت بھی ہو تو ایک عید ہوگی اور ایک ہی اعلان ہوگا اور کوئی اس کے خلاف جانہیں سکتا ہے، سعودیہ میں آپ دیکھتے ہیں کہ اعلان ہواکوئی اس کے خلاف نہیں گیا تو چونکہ ان کے پاس ایک نظام ہے، اعلان ہوگیا وہاں کے سلطان کی طرف سے، تو اس کے خلاف کوئی جا نہیں سکتا، لیکن یہاں ہم کو چونکہ ایسی آزادی حاصل ہے اور ہماری کوئی ایسی

اجتماعیت نہیں ہے ملکی سطح پر،ا س لئے اعلانات الگ الگ ہوتے رہتے ہیں اور کوئی نظام نہیں ہے، تو اصل تو چیز یہی ہے کہ آپ کے مقالات میں جو چیزیں آئی ہیں، سوالات ہی انھیں چیزوں کے بارے میں ہیں، مسئلہ انتظامی ہے، اگر کوئی ایسا نظام قائم ہوجائے اللہ کرے، ہم خود قائم کرلیں تو بہت کچھ اختلاف ختم ہوسکتا ہے۔

ایک بات میں یہ عرض کروں کہ علم ہیئت سے واقفیت علماء کے لئے ضروری ہے، یہ افسوس ناک بات ہے کہ علم ہیئت جو ہمارے نصاب تعلیم کا جزء تھا، خود میں نے دار العلوم دیوبند میں حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحب سے ''التصریح '' جو بڑی اہم کتاب ہے حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحب اس کو پڑھاتے تھے، اور رسالہ فقہیہ میں نے اسکو پڑھا ہے، دارالعلوم دیوبند میں نصاب درس میں یہ چیزیں شامل تھیں، لیکن پتہ نہیں اللہ جانے کیا اسباب ہیں بجائے اس کے کہ ہم اضافہ کریں نصاب میں ان نئی چیزوں کا، جو چیزیں پہلے سے تھیں اسے بھی ہم نکال دیتے ہیں، یہ فن بہت اہم ہے علماء کے لئے، اور فکر کرنے کا ہے کہ ہیئت سے واقفیت کے بغیر ہم مسائل کو سمجھ نہیں سکتے ہیں، ڈاکٹر صاحب اپنی بات پیش کررہے تھے ظاہر ہے کہ علم فلکیات کوئی نیا علم نہیں ہے یہ قدیم دور سے چلا آرہا ہے، علماء اس سے اشتغال رکھتے تھے، اور آج بھی یہ کوئی ایسی مشکل نہیں ہے اگر آپ کچھ دلچسپی لیں اس کی بنیادی چیزیں معلوم ہوں، مطالعہ کریں تو آپ کی گرفت سے کوئی دور چیز نہیں ہے، پاکستان میں جو وفاق ہے ہیئت وسطی اور ہیئت کبری، عربی میں بھی ہے اس کا اور اردو میں بھی ہے اور انہوں نے اس کو وہاں داخل نصاب کیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ یہاں ہندوستان کے مدارس میں بھی اس علم کو یہاں نصاب میں شامل کیا جانا چاہئے۔

اس سلسلہ میں بہت سے مسائل جو زیر بحث آئے ہیں اس میں ایک بنیادی مسئلہ اختلاف رائے ہے ہمارے یہاں بھی ہے اور عالمی سطح پر زیادہ ہے، وہ یہ ہے کہ رؤیت ہلال کے مسئلہ میں علم فلکیات کا اعتبار، ہم کس درجہ میں کریں، یا سرے سےنہ کریں، علم فلکیات شجر ممنوعہ ہو کہ ہم اس کا نام سننے کو تیار نہ ہوں، یا کسی درجہ میں ہم اسے قبول کریں یہ کہ کیا صورت حال ہو، ظاہر ہے کہ عام طور پر فقہاء کے یہاں جو چیزیں آتی ہیں اس میں اس کی نفی ہے کہ جو محققین ہیں منجمین ہیں یا فلکیات کے ماہرین ہیں ان کے قول کا اعتبار نہیں ہے، لیکن اس وقت جو صورت حال چل رہی ہے، فقہاء کے اجتہاد کا حاصل یہ ہے کہ شریعت میں اصل رؤیت بصری ہے، رؤیت بصری کی بنیاد پر گویا اعلان ہوگا چاند کا، رمضان کا اور عید کا، یہی ہونا چاہئے، جو اصل مدار شریعت ہے ''نحن أمۃ أمیۃ لا نکتب ولا نحسب'' (حدیث) امت کا عمومی مزاج ہے اور امت کے لئے تسہیل وسہولت ہے اس میں واضح ہے، یہاں ایک طبقہ اب کھڑا ہوگیا ہے .....امریکہ کے بہت سے علاقوں میں وہاں حساب کی بنیاد پر ہی اعلان کردیتے ہیں رمضان کا بھی

عید کا بھی، اور سارے امریکہ میں نہیں کچھ خاص علاقوں میں جہاں اس طرح کا نظم ہے، وہاں حساب کی بنیاد پر اعلان ہوتا ہے، اور ایک جماعت وہ ہے جو سرے سے علم فلکیات کا چاہے کسی بھی درجے میں ہو نفیاً واثباتاً ماننے کے قائل نہیں ہیں اور دور جدید میں جو فقہاء کی آراء چلی آرہی ہیں زیادہ تروہ اسی طرح کی ہیں۔

لیکن ہمیں ایک درمیانی راستہ، مقالات میں آیا، اس کا ذکر بھی ہے، ایک تو یہ ہے کہ ہم حساب کی بنیاد پر کسی مہینہ کے آغاز کا اعلان کریں، عید الفطر ہوگی، رمضان ہوگا، میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو نصوص ہیں جو ادلہ شرعیہ ہیں اس کی بنیاد پر، تنہا حساب کی بنیاد پر اپنا کوئی نظام کھڑا کرنا اس کی کوئی گنجائش ہو، لوگ کررہے ہیں، لیکن ادلہ شرعیہ کی روشنی میں صحیح نہیں ہے، لیکن حسابات کی ایسی نفی کہ کسی بھی درجہ میں اس کا اعتبار نہیں ہوگا یہ تھوڑا زیادتی محسوس ہوتی ہے، اس لئے کہ اگر صورت حال یہ ہے کہ چاند کی پیدائش بھی نہیں ہوئی، نمود بھی نہیں ہوا ہے، نکلنے کی بات بعد کی ہے اور انتیس تاریخ ہونے کی بنیاد پر گواہی ہمارے پاس ایک آدمی کی آگئی، جبکہ فلکیات والے متفق ہیں کہ ابھی چاند کی پیدائش بھی نہیں ہوئی، اگر اس گواہی کو ہم قبول کرتے ہیں تو گویا ان حقائق کو جھٹلانا ہے اوران کی خلاف ورزی ہے جو ثابت شدہ ہے، جب چاند کی پیدائش بھی نہیں ہوئی ہے نمود بھی نہیں ہوا تو چاند کیسے نظر آگیا، تو بہت سے حضرات کی رائے یہ ہے اور ان میں اپنی رائے میں یہی محسوس کرتا ہوں کہ بھائی اگر ایسا مرحلہ ہے کہ ابھی چاند کی پیدائش ہی نہیں ہوئی ہے، پیدائش تو ہوگئی ہے، مگر ابھی اتنا تھوڑا ٹائم گزرا ہے کہ ابھی اس کا امکان نہیں ہےاور گواہی مل رہی ہے خاص طور سے اگر گواہی زیادہ نہ ہو، جم غفیر کی نہ ہو، ایک دو آدمیوں کی ہو تو گواہی رد ہونی چاہئے، اسے قبول نہیں کیا جانا چاہئے، ورنہ ظاہر ہے کہ یہ تصور اسلام کے بارے میں آئے گا کہ جو ثابت شدہ حقائق ہیں جو بدیہیات کے درجہ میں ہیں اس کا بھی گویا ہم انکار کررہےہیں، تو ایک نقطۂ نظر یہ بھی ہے۔

دوسرے بہت سے علماء نے اس کو ظاہر کیا ہے کہ کم سے کم جب شہادت آئے اور اس بارے میں آپ کو معلوم ہے کہ ابھی نمود نہیں ہوا ہے چاند کی پیدائش نہیں ہوئی ہے یا غروب سے ابھی چند منٹ پہلے بیس منٹ پہلے یا آدھا گھنٹہ پہلے .....اور ابھی فلکیات والوں کے حساب سے قابل رؤیت چاند نہیں ہوا ہے اور اس مرحلہ میں اگر گواہی اس طرح کی آتی ہے تو اس گواہی کو رد کرنا شرعی اصولوں کے اعتبار سے میں سمجھتا ہوں کہ درست ہوگا، کیونکہ وہ ایسی گواہی ہے گویا شبہ کے قبیل کی ہے، اور گواہی کو رد کرنا اس بنیاد پر نہیں ہے کہ ہم اس کو جھوٹا قرار دے رہے ہیں۔

یہ واقعہ آپ نے پڑھا ہوگا غالباً قاضی شریح کی عدالت میں حضرت انس بن مالکؓ جلیل القدر صحابی انہوں نے چاند کی گواہی دی کہ میں دیکھ رہا ہوں چاند، نظر آرہا ہے

چاند، اتنا بڑا صحابی، جلیل القدر صحابی جو چاند دیکھ کر اس کی خبر دے رہا ہے قاضی شریح کو، قاضی شریح نے غور سے دیکھا ان کے چہرے کو، ان کے بھنؤوں پر ایک بال بڑھا ہوا تھا سفید، قاضی شریح نے اس کو اکھاڑ دیا اور کہا کہ حضرت اب بھی چاند دکھائی پڑ رہا ہے، انہوں نے کہا کہ نہیں..... تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ غلط فہمی پیدا ہوجاتی ہے،یہ نہیں کہ آدمی جھوٹا ہے اور مینآپ سے عرض کروں.....کانفرنس امریکہ میں ہوئی تھی اوراس میں وہبہ زحیلی بھی تھے اور یوسف القرضاوی بھی تھے اور بڑی تعداد میں عرب علماء تھے میں بھی اس میں حاضر تھا، موضوع جو تھا وہ رؤیت ہلال کا تھا وہاں، اور وہاں جو صورت حال عرب علماء کی خاص طور سے ہے کہ جب سعودیہ سے اعلان آجاتا ہے تو بے چارے مجبور سے ہوجاتے ہیں اس کے ماننے پر تو شیخ یوسف القرضاوی نے اس پر زور دیا کہ یہ غلط بات ہے آپ کو اپنا نظام رؤیت قائم کرنا چاہئے چاند امریکہ اور کناڈا، اس کی بنیاد پر آپ کو خبر کرنا چاہئے تو انہوں نے کہا بعض علماء نے بھی کہ شیخ جب یہاں خبر آجاتی ہے سعودیہ سے لوگ مانتے نہیں ہیں بڑا دباؤ ہوتا ہے، تو شیخ قرضاوی نے کہا کہ علماء کا کام عوام کے دباؤ پر چلنا نہیں ہے کہ عوام کا دباؤ ہے تو ان کے لئے یہ سوچیں، علماء کا کام ہے عوام کو صحیح بات بتائے اس کی کوشش کریں یہ بات کہنا کہ دباؤ ہوتا ہے، اس لئے ہم مان لیتے ہیں صحیح نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ ایک بار میں خود سعودی عرب میں موجود تھا، ریاض میں موجود تھا اعلان ہوگیا کہ چاند ہوگیا ہے اور جو قاضی تھے وہ دوستونمیں سےتھے تعلق والوں میں سے تھے، اعلان ہوگیا اور اس وقت صورت حال یہ تھی کہ نمود بھی نہیں ہوا تھا، چاند کی پیدائش بھی نہیں ہوئی تھی، قاضی صاحب سے کہا کہ یہ کس نے گواہی دی ہے کون ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ فلاں شخص ہے، اس نے گواہی دی ہے، کہاں ہیں، ان کو بھیجئے، میں ان سے ملنا چاہتا ہوں، میرے اصرار پر انہوں نے بھیجا، وہ نوے سال کا آدمی ہوگا کم سے کم، نوے برس کا ہے وہ آدمی اور اس نے تنہا گواہی دی ہے اور اس کی بنیاد پر اعلان ہوگیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ بھائی اس مسئلہ میں جو حنفیہ کا موقف ہے کہ جب موسم صاف ہو تو گویا ایک جم غفیر کی گواہی ہونی چاہئے، آج کے دور میں اس کی بہت اہمیت ہے دوسرے مسالک میں بسااوقات اس کا اعتبار نہیں ہے، جم غفیر کی شرط نہیں ہے اس کی بنیاد پر یہ ساری چیزیں ہوتی ہیں، بہرحال یہ مسئلہ پوری دنیا میں ہے، چل رہا ہے اور ہم کو ظاہر ہے فیصلہ کرنا ہے ان مسائل کے بارے میں وہ علم کی بنیاد ہے اور موجودہ حالات کی بنیاد پر اور ہندوستان کی مخصوص جو صورت حال ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے اگر کوئی نظام بنانا ہے تو بہتری نظام میں پیدا ہو، بہرحال میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے پوری توجہ کے ساتھ ان بحثوں کو سنا ہے اور اب آپ اس میں انشاء اللہ دلچسپی کے ساتھ حصہ لینگے اور باقی فلکیات کے تعلق سے جو میری اپنی رائے تھی

وہ ظاہر کردی ہے اور باقی اور جو مسائل ان میں آئے ہیں جن میں اتفاق رائے ہے وہاں تو کوئی مسئلہ نہیں اور جہاں اختلاف رائے ہے وہاں کوئی نہ کوئی راستہ انشاء اللہ پیدا ہوگا، آراء میں توافق پیدا ہوگا، اللہ تعالی ہم سب کو صحیح نتیجہ تک پہنچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مولانا مصطفی عبد القدوس ندوی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، رب اشرح لی صدری ویسر لی أمری واحلل عقدة من لسانی۔ مجھے تین باتیں کہنی ہے، ایک بات تو یہ ہے جو ابھی بات چل رہی ہے، فلکیات اور رؤیت بصری کے تعلق سے، اس سلسلہ میں پہلی بات یہ ہے کہ اسباب سے فائدہ اٹھانا یا کسی فن سے فائدہ اٹھانا کوئی بری چیز تو نہیں ہے، لیکن اس پر مسئلہ کی بنیاد رکھنا اور اس کو اصل قرار دینا یہ صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ ہماری شریعت کے اندر ایک نہیں، بہت سارے مسائل موجود ہیں کہ مسئلہ کی بنیاد کسی مخفی شئی پر نہیں ہوتی، سفر ہی کا مسئلہ ہے، سفر کے اندر مشقت کے اوپر قصر صلاۃ کی بنیاد نہیں ہے، اسی طرح سے اور بہت سے مسائل ہیں علماء سب جانتے ہیں، ظاہر باہر شئی ہوتی ہے اس کے اوپر مسئلہ کی بنیاد ہوتی ہے، اب یہ جو فنی چیز ہے ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے اس کو سمجھنا، ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے اس کو پڑھنا، اس لئے اس پر مسئلہ کی بنیاد بھی نہیں ہونی چاہئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ سرے سے اس کاانکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس سے فائدہ اٹھانا کوئی شجر ممنوعہ ہے، ایسا بھی نہیں ہے، اس کی نظیر ہمیں شریعت کے اندر قیافہ شناسی کے تعلق سے حدیث میں ملتی ہے، قیافہ شناسی کو نہ مطلق رد کیا گیا ہے نہ مطلق قبول کیا گیا ہے جب ہماری ظاہری دلیل ہے اس کے مطابق اگر قیافہ شناسی ہے تو بالکل مقبول ہے،جیسے کہ یہ صورت نسب کے تعلق سے ہے کہ اگر قیافہ شناسی کے تعلق سے بچہ کی مشابہت پائی جارہی ہے اور قرینہ بھی موجود ہے تو کوئی اختلاف نہیں ہے، لیکن جہاں پر قیافہ شناسی کی بنیاد پر مشابہت کسی اور غیر مرد سے پائی جارہی ہے اور شوہر دعوی کررہا ہے کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے تو وہاں پر اس کی بات رد ہوجاتی ہے، اس لئے کہ یہاں پر تو ''الولد للفراش '' ہے، مسئلہ کی بنیاد یہ ہے تو چونکہ قیافہ شناسی ایک فن ہے، یہ ایک فن ہے وہ بھی ایک فن ہے تو فن مطلق انکار بھی نہیں کیا گیا اور قبول بھی نہیں کیا گیا، تو دو صورتیں ہوسکتی ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ موافقت پائی جارہی ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ طبعاً قبول کیا جاسکتا ہے اصالتاً قبول نہیں کیا جاسکتا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ دونوں میں اگر اختلاف ہوگا تو اختلاف کی صورت کے اندر جو مسئلہ کی بنیاد ہے، اس بنیاد پر فیصلہ ہوگا۔

اور تیسری بات یہ ہے کہ سوال ۲ کے اندر جو شق ب ہے، سوال ۲ کے ب میں یہ بات آئی ہے کہ اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہ

ہو اس کے باوجود اس خطہ سے رؤیت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے۔ اس سوال کے جواب کے تعلق سے جو میرے ذہن میں بات آتی ہے جہاں تک معتدل بات سمجھ میں آتی ہے کہ جس طرح سے ہلال کے تعلق سے آپ جانتے ہیں کہ اگر مطلع ابرآلود ہے تو اس صورت میں رمضان شروع کرنے کےلئے ایک شخص کی گواہی کافی ہوجاتی ہے، لیکن مطلع اگر صاف ہے تو ایک شخص کی شہادت معتبر نہیں ہے جم غفیر ہونا چاہئے، احناف کے یہاں یہ اصول اور ضابطہ ہے۔

اسی طرح اگر اس فن کے اعتبار سے رؤیت ممکن نہیں ہے اور مطلع بھی ابرآلود ہے ایسی صورت میں شہادت قبول کرنے کے لئے جہاں تک ممکن ہو جرح ہونا چاہئے اور دوسری بات ایک کے بجائے رمضان شروع کرنے کے تعلق سے دو آدمی کی گواہی لی جائے، اس لئے کہ ایک سے غلطی ہوسکتی ہے، دوسرے سے بھی غلطی ہو، ایسا عام طور پر نہیں ہوتا ہے، اس لئے اس کو بڑھا دیا جائے اگر دو ہوجائے تو فیصلہ کرنا مناسب ہوگا، یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔

اس کے بعد سوال ٨ کے اندر ..... اور اس کے تعلق سے کچھ بات شروع کے اندر بتا بھی دی ہے کہ مسئلہ کی بنیاد خاص طور پر جہاں اشتباہ کی بنیاد ہو، یقینا اس پر مسئلہ کی بنیاد نہیں ہوسکتی ہے، فن کی جہاں تک بات ہے کوئی بھی فن ہو اس سے کوئی دعوی نہیں کرسکتا، غالب ظن حاصل ہو، ظن حاصل ہوتا ہے، غالب ظن حاصل نہیں ہوتا، اصولی طور پر مسئلہ کی بنیاد غالب ظن پر ہوتا ہے، ظن پر نہیں ہوتا۔اس لئے اس سلسلہ میں بھی غوروفکر کرنا چاہئے ، خلاصہ کلام یہ ہے کہ بہت سارے مسائل میں اس سے ملتے جلتے ہیں، تو بہر حال میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ رؤیت بصری کو اصل بنیاد قرار دیا جائے، اور یہ فلکیاتی نظام سے تعاون لیا جاسکتا ہے تعاون کے درجہ میں رکھا جاسکتا ہے، اس کو اصل قرار دینا مناسب نہیں ہوگا۔ وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

مفتی خالد حسین نیموی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، عرض یہ کرنا ہے کہ بار بار حوالہ آرہا ہے بخاری ومسلم کی روایت ‘‘نحن أمۃ أمیۃ لا نکتب ولا نحسب ’’ کا، ہمیں غور کرنا چاہئے کہ احادیث نبویہ کا وہی مفہوم معتبر ہوگا جو قرآن کریم کے موافق ہو، اللہ تبارک وتعالی چاند اور سورج کی صفت ایک جگہ نہیں متعدد مقامات پر حسبان، استعمال فرمایا ہے، سورہ انعام میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ: ‘‘والشمس والقمر حسبانا’’ (سورہ انعام: ٩٦) کہ ہم نے چاند اور سورج کو حساب کے لئے پیدا کیا ہے، ‘‘الشمس والقمر بحسبان’’ (سورہ رحمن: ٥)، وہی مادہ ہے اللہ تعالی فرمارہے ہیں، اسی کے لئے ہم نے اسے بنایا ہے، اس کے مقاصد سے اہم ترین مقصد ہے، ‘‘لتعلموا عدد السنین والحساب وکل شئی فصلناہ تفصیلا’’ (سورہ اسراء: ١٢) تاکہ تم جانو کہ سال اور مہینوں کا حساب کیا ہے اور ہر چیز کو ہم نے تفصیل سے بیان کردیا

ہے؟ جب حساب کے لئے جو چیز بنائی گئی ہے اس کے بارے میں یہ ترغیب تو نہیں دی جاسکتی کہ ہم لکھتے نہیں ہم حساب نہیں کریں۔ میں یہ سمجھتا ہوں اور کئی شراح حدیث نے بھی یہ لکھا کہ یہ صورت حال کی عکاسی ہے، رسول اللہﷺ مبعوث ہوئے ہیں تو عرب کے جاہلی معاشرہ میں مبعوث ہوئے ہیں، وہاں کے افراد کی اکثریت ایسی تھی اور رسول اللہﷺ قبول فرمایا کرتےتھے وہی رویہ اختیار کریں جو رویہ اختیار کرتے ہیں، وہ لوگ جو امی کہلاتےہیں، ہمارے اکابر نے اس فن کو نہ صرف یہ کہ فن کے طور پر اس کو ایجاد کیا، بلکہ اس کی ترقی کا سامان فراہم کیا، حضرت مولانا عتیق احمد صاحب زیدہ مجدہ نے فرمایا کہ حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحب پڑھاتے تھے، شرح چغمینی ہے، اقلیدس ہے اور باضابطہ ان کتابوں کی تدریس ہوتی تھی، حضرت مولانا انظر شاہ کشمیریؒ اس فن کے ماہر تھے، حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحب اس فن کے ماہر، حضرت مولانا سالم صاحب قاسمی اس فن کے ماہر، ہمارے اکابر ماہر ہوا کرتےتھے اور طلبہ کو تلقین کرتے تھے، ہماری صورتحال کیا ہے کہ سورج اور چاند کی مبادیات سے بھی ہمیں واقفیت نہیں ہے، خط استوا کیا ہے، خط سرطان کیا ہے، خط حبری کیا ہے، نقطہ سمت وراست کیا ہے؟ اور ابھی تذکرہ آیا مقالہ میں گرین وچ کا وقت کیا ہے، توقیت مکہ کیا ہے؟ کیا بنیادیں ہیں، یہ وہ ابتدائی چیزیں کیا ہیں، یہا نپر منتخب مجمع ہے، کیا ہم نے کبھی کوئی توجہ دی کہ کوئی ایک ایسی کتاب نصاب میں ہو، جب ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ‘‘إن الصلاۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا’’ (سورہ نساء: ۱۰۳)، وقت سے متعلق ہے، نماز کے اوقات میں آج تک اتفاق نہیں ہوسکا، کبھی اذان ہورہی ہے پندرہ منٹ پہلے اور کبھی بعد میں۔ ڈرامے ہوتے ہیں رمضان المبارک کے زمانے میں خصوصاً سحر وافطار کے وقت ، مجھے لگتا ہے کہ کہیں نہ کہیں یہ فیلنگ ضرور ہے کہ ‘‘نحن أمیۃ ’’ کہ اس کا غلط مفہوم لیا گیا ہے کہ ہمیں امی ہی رہنا ہے، حساب وکتاب نہیں کرنا ہے، میں ایک گزارش کرونگا بہت ادب کےساتھ، شاید گفتگو میں تلخی محسوس ہو، لیکن صورت حال یہی ہے، اس لئے یہ بات بالکل نہیں ہونی چاہئے کہ امت کو حساب وکتاب، چونکہ وہ باریک چیز ہے، اس کو نہیں حاصل کرنا ہے، خیار امت کو ہرحال میں سیکھنا ہے، حاصل کرنا ہے، چونکہ نماز کی بنیاد ہے روزے کی بنیاد ہے اور اس سے مدد لینا ہے، یہ صحیح ہے کہ ہم اس کو معیار نہیں بنائینگے، لیکن معاون ضرور بنائینگے، تاکہ جھوٹی شہادتوں کا خاتمہ ہوسکے۔ بہت بہت شکریہ۔

نامعلوم آواز:

کس شارح حدیث نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ یہ صورت اس وقت کے حالات کی مجبوری کے تحت ہے اور حالات کی عکاسی ہے، کس شارح حدیث کی یہ

عبارت نوٹ کرکے آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔

مولانا خالد حسین نیموی:

میری نظر سے گزری ہے اور خود یہ آیت کریمہ ‘‘حسبان ’’ کا لفظ یہ بتارہا ہے۔

نامعلوم آواز:

استدلال نہیں، تشریح اس کی ایسی ہو کہ اسلام کا مزاج نہیں ہے، یہ بالکل اس وقت کے حالات کی بنیاد پر حضورﷺ نے ایسا فرمایا ہو، دوسری بات آپ کی گفتگو سے یہ اندازہ ملا کہ ابھی تک حالات ایسے ہی ہیں کہ مبادیات سے بھی واقف نہیں ہیں۔ تو جب تک حالات بدلینگے نہیں حساب وکتاب پر ہم لوگ مدار نہیں رکھینگے۔

مولانا عثمان صاحب بستوی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، دو تین باتیں عرض کرنی ہے، ایک بات تو یہ آرہی ہے کہ فلکیاتی نظام پر رؤیت کا مدار ہو، اور فلکیات کے حساب سے اگر رؤیت ممکن نہ ہو تو موصول ہونے والی شہادت کو بنیاد مانا جائے، اس سلسلہ میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر فلکیات کے اعتبار سے رؤیت ممکن نہ ہو تو جو شخص گواہی دینے آئے گا آپ اس کو یہ کہہ دینگے کہ جھوٹے ہو، کاذب ہو، تمہاری شہادت معتبر نہیں ہے، جیسا کہ بہت سے اہل علم یہ زبان استعمال کرتے ہیں، تو بڑی نازیبا بات ہے کہ شریعت ایک طرف کہتی ہے کہ ۲۹ویں تاریخ کو چاند دیکھو، عامۃ الناس کو حکم ہے، اس کو رؤیت ہلال، فلکیات کے اعتبار سے اس کو علم ہے نہیں ہے اس سے قطع نظر ہر آدمی کو یہ حکم ہے، ہر عامۃ الناس کو یہ حکم ہے،چاند دیکھنے کی کوشش کرے اور دوسری طرف ہم یہ کہتے ہیں کہ اس کی شہادت رد کردی جائے گی،پہلے ہی سے اس کا اعلان ہونا شروع ہوجاتا ہے، رمضان المبارک کے موقع سے یہ اعلان شروع ہوجاتا ہے کہ اگر کسی نے ۲۹ویں تاریخ کو شہادت دی، تو اس کی شہادت کاذب ہے، رد ہے، اس طرح ہم نے بڑا مسئلہ کھڑا کردیا ہے کوئی شخص یہ کہے گا کہ جب ہماری گواہی جھوٹی ہے تو ہم چاند دیکھنے جائیں کیوں؟ تو ایسی صورت میں پورا نظام شریعت ختم ہوتا ہوا نظر آرہا ہے، پہلے ہی سے یہ اعلان شروع ہوجاتا ہے۔

دوسری بات جو یہ کہا گیا کہ ‘‘نحن أمۃ أمیۃ لا نکتب ولا نحسب’’ (حدیث) کی تشریح، ‘‘والشمس والقمر بحسبان’’ (سورہ رحمن: ۵) دونوں میں تعارض ہے، اس لئے اس کا یہ معنی متعین کیا جائے تو یہ بات بڑی عجیب سی لگتی ہے، قرآن کریم کی تشریح اور اس کا مفہوم احادیث آپﷺ کے عمل سے متعین ہوتا ہے، آپﷺ حضرات صحابہ اور تابعین کا عمل کیا رہا ہے، فلکیات کے نظام کو اصل بنایا ہے یا آپﷺ نے ظاہر پر حکم کو رکھا ہے ابھی تک امت کا یہی معمول رہا ہےکہ جو ظاہر ہے، اسی پر حکم کا مدار ہوتا

ہے، البتہ یہ کہا جائے گا کہ کچھ لوگوں کو اگر علم ہے تو اب اس کے مطابق جو گواہیاں موصول ہورہی ہیں ان گواہیوں میں ذرا احتیاط برتی جائے، یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ، شریعت کے اور عقل کے ہر چیز کے موافق ہے، لیکن سیدھے اس کا مطلب یہ کردینا کہ فلکیات کے نظام کو سیکھنا ضروری ہے، اس کا مطلب سارے عامۃ المسلمین کو اس کا پابند کردیا جائے کہ پہلے وہ سیکھیں اور پھر گواہی دینے آئیں۔

دوسری بات مجھے یہ کہنی ہے کہ ابھی عرض مسئلہ میں سوال ۷ کے جواب میں یہ بات کہی گئی کہ آپ ﷺ نے فلاں شہر میں دو قاضی متعین کئے تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو ہلال کمیٹیاں ہوسکتی ہیں، یہ بات بڑی عجیب سی لگی کہ اس روایت سے یہ استدلال کرنا کہ دوکمیٹیاں ہوسکتی ہیں، یہ بالکل اس روایت سے کہیں سے بھی یہ حکم ثابت نہیں ہوتا ہے اور یہ غلط ہے دو ہلال کمیٹیوں کا مطلب یہ ہے کہ دو امام ہیں دو امام المسلمین ہیں اور وہ دونوں اپنے اپنے اقتداء کا دعوی کررہے ہیں اور انتشار کررہے ہیں، اس کا کوئی قائل نہیں ہے، اور دو قاضی نہیں دس قاضی بیس قاضی ایک شہر میں ایک ضلع میں بہت سے قضاۃ ہوسکتے ہیں مختلف مقدمات ہوتےہیں الگ الگ فیصلے کرتے ہیں، لیکن ایک ہی مقدمہ الگ الگ قضاۃ فیصلہ کریں سب کا حکم مختلف ہو اس کی نظیر شریعت میں موجود نہیں ہے۔ وآخر دعوانا أن الحمدلله رب العالمین۔

مفتی شاہد علی قاسمی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، ایک تو مجھے عرض کرنا ہے سوال ۱ شق ب، اصل میں تیرہ مقالہ نگار حضرات کی یہ رائے ہے، یہ بات اس لئے میں پیش کررہا ہوں تاکہ تجویز کمیٹی جو بھی طے ہو اس میں یہ بات ملحوظ رکھی جائے، اس میں یہ بات پیش کی گئی ہے کہ کیرالہ میں اگر رؤیت ہوئی ہو تو باقی علاقے والوں پر بھی اس کا لزوم رہے گا۔ تو اگر دو تین باتوں کو ملائیں اس میں تو بات عجیب سی ہوجاتی ہے، ابھی بات مولانا عبد الشکور صاحب نے فرمائی تھی کہ ایک ہی خانوادہ ہے جو اس طرح کا اعلان کرتا ہے تو وہ ایک مشکوک انداز بھی ہے، پھر آپ دوسرے جملہ کو ملائیں کہ باقی علاقے والوں پر بھی لازم ہوگا، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک دن پہلے ہی، جو معمول عام طور پر بنا ہوا ہے علاقوں کا ایک دن فاصلہ کا تو گویا ایک دن پہلے باقی علاقے والے عید منائیں اور اپنا روزہ رکھیں تو یہ بات بالکل بے تکی لگتی ہے، اس لئے تجویز کمیٹی میں یہ بات ملحوظ رکھی جائے کہ وہاں کی رؤیت کو باقی علاقے والوں پر لازم کیا جائے جو تیرہ مقالہ نگار حضرات نے کہا ہے یہ بہت زیادہ انتشار کا باعث ہوگا اور اس کے برعکس ایک شق اور نکلتی ہے کہ ان حضرات کو لازم کیا جائے کہ وہ صبر کریں اور باقی علاقوں میں جو رؤیت اگلے دن ہوگی اس دن کیرلا والے منائیں، یہ ایک دوسری شق ہوسکتی ہے، تو یہ بات بھی یہاں پر قابل غور ہے کہ ایک دن اگر انہیں انتظار کرنے کے لئے کہا جائے تو

کیرالا میں جو معمول چلا آرہا ہے ہمارے اس فیصلہ سے بہت زیادہ انتشار پیدا ہوگا، اس معاملہ کو کیرالہ میں جو معمول چلا آرہا ہے ہمارے اس میں بہت زیادہ انتشار پیدا ہوگا، بہتر اس معاملہ کو کیرالا والوں پر چھوڑ دیا جائے اور ماہرین جو ہوں اکیڈمی کے ان کو بلا کر یہ طے کرے، تو ایک بات تو یہ عرض کرنی تھی۔

دوسرا سوال ۲ شق نمبر ۵ میں اس میں بھی تقریباً پندرہ مقالہ نگار حضرات کا اختلاف ہے تو تجویز کمیٹی اس بات کو بھی ملحوظ رکھیں، وہ یہ ہے کہ پندرہ مقالہ نگار حضرات نے یہ کہا کہ تیس دن کو بھی مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نہیں دیکھا گیا تو اگلے عید منائی جائے گی، چاند نہ ہوا ہو، تو تقریباً ماہرین کی جو رپورٹ ابھی سامنے آئی ہے اس کی روشنی میں یہی بات کہی جائے گی کہ قاضی کا جو پہلا فیصلہ تھا پہلے رمضان کا، اس میں چوک ہوگئی ہے اور اس کی بہت ساری نظیریں موجود ہیں کہ قاضی کا فیصلہ جب ایک مرتبہ آجائے تو وہ فیصلہ ٹوٹ بھی سکتا ہے جیسے کہ تقسیم جائیداد قاضی نے خود کیا بعد میں اس کی خطا ظاہر ہوگئی تو وہ فیصلہ ٹوٹ جاتا ہے یا بعض فقہاء نے فرمایا کہ قاضی اپنے علم سے فیصلہ کرسکتا ہے اور فیصلہ کردیا، حالانکہ بعد میں اس پر اتفاق ہوگیا کہ وہ اپنے علم سے فیصلہ نہیں کرسکتا، لیکن اگر اس نے کردیا جو بعض حضرات کی رائے تھی اور قاضی کو جو اپنے علم کی بنیاد پر فیصلہ کیا تھا خطا ظاہر ہوگئی تو قاضی کا وہ فیصلہ ٹوٹ جائے گا، قاضی کے فیصلوں کے ٹوٹنے کی مثالیں بھی بہت ساری موجود ہیں۔ یہاں پر تو قاضی کے فیصلے کے ٹوٹنے کی بات تو میں نہیں کہہ رہا ہوں کہ ایک رمصان سے تو اس کے فیصلے کی بنیاد پر روزہ شروع ہوگیا، بات انتہا کی ہے کہ رمضان کی انتہا کب مانی جائے گی، تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ جب تیس تاریخ کو چاند نظر نہیں آیا تو اگلے دن یہ مانا جائے گا کہ وہ اگلا دن ہی اصل تیس رمضان ہے اور تمام لوگوں کا نہ دیکھنا مطلع صاف ہونے کے باوجود تواتر معنوی کے درجہ میں ہے جو قطعیت کی طرف مشیر ہے یا یہ کہہ لیجئے کہ یہ قطعی بات ہے کہ تمام لوگوں نے نہیں دیکھا چاند تو یہ ایک قطعی اور یقینی بات ہے اور قاضی کا پہلا فیصلہ جو ایک ظنی ہے اور ظنی فیصلہ کو چھوڑا جاسکتا ہے ایک قطعی بات کے سامنے آنے پر، لہذا ان مقالہ نگار حضرات سے میں یہ عرض کرونگا کہ غور کریں کہ تیس تاریخ کو چاند نظر نہیں آیا تو اگلے دن عید نہیں منائی جائے، اس میں انتشار بھی ہے اور حقائق کے خلاف بھی ہے۔

مفتی محمد رجیب صاحب کیرالا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، حضرت مولانا عبد الشکور صاحب کیرالا کے جو حقیقی حالت بیان کئے اس کے بارے میں کچھ چند گزارشات ہیں، پہلی بات یہ کہ کیرالا میں، بھٹکل میں ایک ہی دن عید اور رمضان وغیرہ مناتے ہیں، یہاں تک کہ بھٹکل ایک علاقہ

ہے جہاں شوافع رہتے ہیں اکثرتو اس میں اکثر لوگ یہ بولتے ہیں کہ کیرالہ سعودی عرب کو فالو کرتے ہیں، غلط ہے کیرالا والے سعودی کو فالو نہیں کرتے، بلکہ ان کی اپنی رؤیت ہے، اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ پچھلا جو بقرعید ہے سعودی میں جس دن تھا ایک دن بعد کیرالہ میں منایا، تو یہ واضح دلیل ہے کہ سعودی کو آنکھ بند کرکے کیرالا والے فالو نہیں کرتے، لیکن مولانا عبد الشکور صاحب نے اجارہ داری کی بات کہی ہے یہ بھی ایک حقیقت ہے، کیونکہ کیرل کا جو ساحلی علاقہ ہے جس میں خاص طور سے کالی کٹ جو ضلع ہے اس کے علاوہ کنور ایک ضلع ہے اور اسی طرح تروواندرم، تروواندرم اور کنور میں ایک جگہ ایسی ہے جو سطحی آسٹرونومی کے حساب سے ذراسا اوپر ہے، تو یہ لوگ دیکھ سکتےہیں کہ کاپاٹ سے پہلے ان کے بھی دیکھنے کا رؤیت کا امکان زیادہ ہے، اس کے باوجود وہ لوگ نہیں دیکھ پاتے، لیکن کاپاٹ والے دیکھ لیتے ہیں، ان کا تو اپنی جگہ صحیح ہے، لیکن بہت موقع پر ایسا بھی ہوا ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ رہے ہیں چاند، لیکن پورے ہندوستان نے اس دن یوم الشک منایا، یوم الشک ہے، لیکن ایک دن ایسا بھی ہوا کہ ہمارا تیس روزہ تھا، تیس روزہ مکمل کرکے مغرب کے بعد مسجد سے باہر نکلا تو ایک دم ڈارک میں دیکھ رہا ہوں چاند کو، لیکن اس وقت یوپی وغیرہ میں روزہ تو ا نتیس کا تھا تو میں نے بعد میں دا رالعلوم کے استاذ حضرت مولانا عثمان غنی صاحب سے بات کی کہ آپ لوگوں کے یہاں یوم الشک ہے، لیکن میں دیکھ رہا ہوں، تویہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کیرالہ میں دیکھ سکتا ہوں، پورے ہندوستان سے پہلے ۔ مولانا ثمیر الدین صاحب نےجو بات کہی ہے ۹ڈگری، لیکن کیرالہ کے اگر .....حساب سے دیکھا جائے تو ۶ڈگری میں بھی دیکھ سکتے ہیں، ۹کی ضرورت ہے، بلکہ ۶میں بھی وہیں کے جو ماہرین فلکیات ہیں، ہمارے مدرسہ کے ایک استاذ ہیں، مولانا عبد الصمد صاحب وہ بھی بتاتے ہیں کہ کیرالہ کے حساب سے ۶ڈگری میں بھی دیکھ سکتے ہینتو اسی لئےمیری گزارش ہے کہ فقہ اکیڈمی کی طرف سے ایک وفد جائے .....جہاں یہ اجارہ داری ہے، تو وہاں ایک دن پہلے قیام کرکے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، اگر دیکھ لیا تو اس حساب سے، کیون کہ مطلع ایک ہے پورے ہندوستان کا، تو اس حساب سے ایک دن عید منا سکتے ہیں۔

نامعلوم آواز:

آپ کا تعلق کس خاندان سے ہے؟ اسی خاندان سے ہے جس نے اجارہ داری لے رکھی ہے یا آپ دوسرے ہیں؟ اور آپ نے بھی دیکھا ہے چاند کو؟

مفتی رجیب صاحب:

دوسرے خاندان سے ہے، ایک مرتبہ تیس تاریخ کو حالانکہ اس دن چاند دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ ہمارا تیس روزہ مکمل ہوگیا تھا، لیکن میننے دیکھ لیا چاند کو، وہ تو دوسرے علاقے ہیں، میں رہتا ہوں جہاں ساحلی علاقہ نہیں ہے، لیکن اس وقت پورے

ہندوستان میں یوم الشک ہے، تو میں نے شہادت دی ہے مولانا۔ تو مولانا بھی بتادیئے تھے، لیکن اس دن دوسرے دن پورے ہندوستان میں بھی عید ہوگئی۔

نامعلوم آواز:

یہ بات گویا غلط ہے کہ صرف ایک خاندان والے دیکھتے ہیں، یہ شک پیدا کرنے والی بات۔

مفتی رجیب صاحب:

ہاں! اسی طرح بھٹکل والے جو ہیں وہ بھی کیرالہ والوں کو فالو کرتے ہیں، کیونکہ مولانا ایوب صاحب ندوی دامت برکاتہم ابھی پندرہ دن پہلے حضرت سے ملاقات ہوئی تھی حضرت نے بھی یہ بات بتائی اور اپنا قلق ظاہر کیا کہ ہم آپ کو فالو کرتے ہیں، لیکن آپ کی رؤیت پر بھی ہمیں تھوڑا سا قلق ہے۔

نامعلوم آواز:

آپ کے یہاں چاند اس وقت ۶٫ڈگری پر رہتا ہے، جب دیکھتے ہیں آپ کیرالہ میں؟

مفتی رجیب صاحب:

نہیں، وہ ۶٫ڈگری پر جب ہوتا ہے تب بھی دیکھ سکتے ہیں کیرالہ میں۔

نامعلوم آواز:

یہ کس کی رائے ہے؟ وہاں کے ماہرین فلکیات کی؟

مفتی رجیب صاحب:

ہاں ہمارے ایک استاذ کی رائے ہے، اس پر غور کیا جائے۔

نامعلوم آواز:

یہ بھی تحقیق طلب بات ہے کہ کیرالہ میں ایسا ہوتا ہے ٹھیک ہے، جزاک اللہ۔

صدارتی خطاب:

مولانا عبید اللہ صاحب اسعدی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، کافی وقت بھی ہوگیا ہے گفتگو بھی ہوچکی ہے، میں مختصراً دو تین باتیں کہونگا، ایک بات تو یہ جو ابھی ہمارے مولانا شاہد صاحب نے کہی اور جو رائے آئی ہے اس کو لے کر تیس کو اگر رؤیت نہ ہو تو پھر گویا اگلے دن تیس ہی مانا جائے گا، چاند کے مسئلہ میں ہم کو اپنے فقہاء کے یہاں توسع بھی ملتا ہے، اس توسع میں ذی الحجہ کی نسبت سے کچھ چیزیں موجود ہیں، مثال کے طور پر ایک جزئیہ موجود ہے کہ آٹھ ذی الحجہ کو لوگ منیٰ میں ہیں، اب ظاہر ہے کہ کل نو ہوگا، لیکن منیٰ میں یہ بات آتی ہے کہ آج نو ہے رؤیت میں فیصلے میں کچھ گڑبڑی ہوئی تھی، تو لکھا یہ ہے کہ آٹھ ہی مانا جائے گا اور کل نو ہوگی، پوری جماعت کے حج کا مسئلہ ہے، اس طرح ایک دو جزئیات اور ہیں جو موجود ہیں تواب اگر جو فیصلہ ہوا تھا وہ فیصلہ ضابطہ میں صحیح

تھا اور اسی پر مہینہ گزر گیا اور اب چاند نہیں دیکھا تو کوئی دوسرا فیصلہ کرنا تیس کی نسبت سے اپنایا جاسکتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت مولانا تقی صاحب نے بھی کہیں لکھا ہے اور ابھی جو دوماہرین کی گفتگو ہمارے سامنے آئی مولانا ثمیر الدین صاحب کی اور پروفیسر صاحب کی اس میں بھی ہے کہ چاند کا مطلع ایک نہیں ہوتا برابر بدلتا رہتا ہے، ابھی چارٹ دکھایا پروفیسر صاحب نے اور مولانا ثمیر الدین صاحب بھی اسی طرح سے بناتےہیں اور اس میں رنگ ڈالتے ہیں اور اس سے متعین کرتےہیں حتی کہ جو زون بناتے ہیں ابھی نقشہ دکھایا پروفیسر صاحب نے تو اس زون میں سرخ زمین جہاں ہے وہاں چاند دکھے گا ہندوستان کا ایک حصہ کٹا ہوا ہے، گویا مطلع بدلتا ہے، قدرت کا ایک نظام ہے، روز سورج اپنی جگہ بدلتا ہے، اپنا وقت بدلتا ہے، چاند بھی بدلتا ہے۔ ہم کبھی ایک چیز پرنہیں رہ سکتے، بار بار ذہن میں یہ بات آرہی ہے مصر میں اُسیوط میں معتبر ذریعے سے سنا ہے دیکھا نہیں ہے، حالانکہ مصر جانا ہوا ہے ایک مندر ہے فراعنہ کے زمانے کا اس مندر میں مشرقی دیوار میں تین سو پینسٹھ یا چھیاسٹھ سوراخ ہیں روزانہ جو سورج نکلتا ہے توپہلی جنوری سے لے کر سوراخ متعین ہے، اکتیس دسمبر تک،جو تاریخ ہے اس تاریخ کے سوراخ سے روشنی اندر آتی ہے، آج پہلی جنوری ہے پہلی جنوری کے سوراخ سے آئے گی، آج تیس جون ہے، اس کے سوراخ سے آئے گی اسی طرح پورے سال یہ تبدیلی ہوتی رہتی ہے، اکتیس دسمبر تک صرف دو تاریخیں ایسی ہیں کہ اندر جو مجسمہ بنا ہوا ہے اس کے بانی کا، روشنی اس کے چہرہ پر پڑتی ہے، ٹھیک اس کے چہرہ پر پڑتی ہے، ایک اس کی تاریخ پیدائش، ایک اس کے تخت نشینی کی تاریخ، بس، مجسمہ لگا ہوا ہے کون لوگ ہیں کیا تھے؟ لیکن قدرت کا یہ نظام ہے، لہذا کسی ایک چیز پر جیسے ابھی مولانا نے فرمایا کہ کیرالہ کے لئے ہمارے مولانا ثمیر الدین صاحب جو کیرالہ اور سعودیہ سب کے نظام کو غلط بتاتے ہیں، اس طرح کے اور بھی لوگ ہیں یہ بات بھی آگئی کہ ایک ہی جگہ سے اعلان ہوتا ہے، جیسے سعودیہ میں حنابلہ ہیں تو ایک ہی کی رؤیت پر وہ اعلان کردیتےہیں، کوئی بھی حال ہو، لیکن مولانا بتارہے ہیں کہ دوسری جگہوں میں بھی رؤیت ہوتی ہے، عام علماء فلکیات جو کہہ رہے ہیں اس سے مختلف وہاں کے ماہرین کی رائےہے چونکہ مطلع نہیں، محل وقوع معتبر ہے، اونچا نیچا، سمندر، ظاہر ہے کہ یہ سب فن ہم پڑھے ہی نہیں، لیکن جو کچھ سنا پڑھا جاتا ہے ادھر ادھر سے فن کے بغیر، اس سے سمجھ میں آتا ہے پہاڑوں کا نظام اور ہے، اوقات میں بھی اور ہے اور سمندر کا آخری حصہ ہے، میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ چونکہ کیرالا بحر عرب کے بالکل سامنے ہے، کیرالا، ممبئی نہیں تو اس کی وجہ سے وہاں کا جو مطلع ہے، اس مطلع سے موافقت ان کی ہوسکتی ہے، یہ میرا احساس رہا ہے، اور کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ خبرمیں بھی، ان حضرات

سے میں نے پوچھا بھی ہے اور یہ بھی مفتی رجیب صاحب نے بتایا کہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ سعودیہ کی موافقت ہو اور یہ بات بھی ہے کہ مثلاً آج سعودی میں چاند ہوگیا سعودیہ میں چاند ہوگیا ہندوستان کے غروب کے ڈھائی گھنٹے کے بعد اور کیرالا والے اپنے غروب کے وقت چاند دیکھ لیتے ہیں، میں نے کئی مرتبہ تحقیق کی، فون کرکے معلوم کیا مولانا عبد الشکور صاحب وغیرہ سے ایسا ہوسکتا ہے کہ قدرت کا نظام ہے، تاہم جو فنی چیزیں ہیں ذاتی اطمینان کے لئے ان کو اپنایا جاسکتا ہے۔

تیسری بات یہ کہنی ہے کہ ایک سوال جو دیا گیا ایک سے زائد رؤیت ہلال کمیٹی کا ایک جگہ، ابھی مولانا عثمان صاحب نے کچھ بات فرمائی، مقصد نہیں سمجھا گیا، ایک دس قاضی کوئی چیز نہیں ہے، دس جگہ مقدمے دس آدمی لے جارہے ہیں، لیکن ایک مقدمہ دو قاضی کے یہاں لے جانا بیک وقت یہ جائز نہیں ہے، ایک علاقہ کے دو قاضی بیک وقت نہیں ہوسکتے، حضورﷺ نے دو قاضی بھیجے حضرت معاذؓ اور ابوموسی اشعریؓ کو، یمن کے دو حصوں میں الگ الگ بھیجے، یہ نہیں ہوسکتا، یہ تو ہوسکتا کہ اپیل کے طور پر پھر دوسرے قاضی کے پاس چلے جائیں پھر تیسرے، لیکن ایک ہی مقدمہ لے جائیں یہ درست نہیں ہے، یہاں سوال یہ ہے کہ کیا ایک ملک میں، ایک علاقہ میں ایک شہر میں بیک وقت دو تین تنظیمیں رؤیت ہلال کا فیصلہ کرینگی اور ہمارے یہاں جو مزاج بنا ہوا ہے اور افسوس کی بات یہ ہے کہ خود اپنی جماعت میں یہ بات تو جانے دیجئے کہ دوسرے خیالات کے لوگ بھی ملک میں پائے جاتے ہیں، اپنی جماعت میں اب دہلی میں جامع مسجد سے اعلان ہورہا ہے، امارت شرعیہ بھی اعلان کررہی ہے اور فتح پوری سے بھی اعلان ہورہا ہے مثال کے طور پر، اس کے کیا معنی؟ کبھی اس میں احتلاف بھی ہوجاتا ہے، بسااوقات ایک شہر میں ہمارے دو گروہ ہوتے ہیں، ایک گروہ اعلان کرتا ہے دوسرا نہیں مانتا اور آج تو صورت حال یہ ہے کہ انتظامیہ کی طرف سے دباؤ ہوتا ہے، ایک فیصلہ کرو، ہم دودن شہر میں کوئی انتظام نہیں کرینگے، تو مجبور ہوکر ایک فریق سوچتا بھی ہے توا سے فیصلہ کرنا پڑتا ہےکہ کل نہیں پرسوں عید منائینگے، اس لئے کہ انتظامیہ پولیس والے کہہ رہے ہیں، یہ بات ہے، منشا سوال کا یہ ہے، یہ ضرورت کی بات نہیں ہے ایک آدمی فیصلہ کرنے والا ہے، ایک تنظیم فیصلہ کرنے والی ہے، تو دوسرے نظام کی ضرورت کیا ہے؟ انتشار کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے، ہاں اگر توافق کے ساتھ ہو بات دوسری ہے، صوبائی نظم ہے کمیٹیاں بنی ہیں، بہرحال یہ سعادت اللہ تعالی نے ہمارے ملک میں بہار کے لئے رکھی ہے اور امارت شرعیہ کے واسطے سے اللہ تعالی نے ایک نظام بنا رکھا ہے، بعض اور صوبے بھی ہیں وہاں بعض ادارے ہیں مرکزیہیں وہ اعلان کردیتے ہیں سب مان لیتے ہیں، لیکن ہمارا یوپی ماشاء اللہ، اور بھی کئی صوبے ایسے ہیں اچھی خاصی مارا ماری ہوتی ہے تو مولانا نے جیسا کہ فرمایا اور بارہا ہم لوگوں کے مذاکرہ میں آیا کہ

رؤیت ہلال کا مسئلہ ہمارے ملک کے لئے انتظامی ہے، یہ جو بحث گفتگو ہوتی ہے، اس کا مسائل سے کوئی تعلق نہیں ہم انتظام ایسا کرلیں، ہر صوبے کی کمیٹی آپس میں مرتبط ہوجائے صوبے میں، اضلاع کی کمیٹی مرتبط ہوجائے، جیسا کہ بہار کا نظام ہے، کیا کہنا، اس کی ضرورت ہے اور اس پر ہم آنے کو تیار نہیں ہیں، افسوس کی بات ہے، اللہ ہم کو یہاں پر پہنچا دےکہ بھائی چلو ٹھیک ہے ہم سب مل کر کام کرینگے ہر صوبے کا نظام ہے، اور آج، آج تو مشکل ہی نہیں ہے یہ بات، ایک گھنٹہ، آدھے گھنٹہ میں یا عشاء تک کوئی ضروری نہیں کہ مغرب کے بعد فوراً اعلان ہو، ہاں ملک بھر سے معتبر اداروں سے معتبر لوگوں سے خبر لے سکتے ہیں کہ کیا صورت حال ہے، رات کو آٹھ بجے نو بجے دس بجے اعلان ہوسکتا ہے۔ سعودیہ میں بسااوقات رات کو عشاء کی نماز کے بعد اعلان ہوتا ہے کہ کل عید ہے کہ نہیں ہے، تراویح پڑھینگے کہ نہیں پڑھینگے، لوگ تذبذب میں رہتےہیں عشاء تک، رابطہ ہے، لوگ بتاتے رہتے ہیں ضرورت اس کی ہے، اللہ تعالی ایسی کوئی شکل پیدا کردے کہ ہم اپنے پورے ملک کو اس نظام میں ایک بنالیں، جس کے لئے ہمارے ادارونکو، تنظیموں کو یکسو ہوکر ایک دوسرے سے متعلق ہونا ہوگا۔ وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔

دعاء:

مولانا عبید اللہ اسعدی:

اللہم أنت السلام ومنک السلام یا ذا الجلال والإکرام، اللہم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آل سیدنا ومولانا محمد وبارک وسلم۔ اے اللہ دن بھر کی جو ہماری گفتگو ہے تیرے دین کی نسبت سے ہے تیرے دین کے احیاء کے لئے ہے، اے اللہ اس کو قبول فرما، خیر کی جو باتیں آئی ہیں اے اللہ اس کو قبول فرما، کوئی بھول چوک ہوئی ہو اے اللہ اس کو معاف فرمادے، ہماری ان تمام کوششوں کو اے اللہ اپنے فضل سے قبول فرما، اخلاص سے بھی نواز، احسان سے بھی نواز دے، ربنا تقبل منا إنک أنت السمیع العلیم وتب علینا إنک أنت التواب الرحیم، وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ أجمعین برحمتک یا أرحم الراحمین۔

* * *